عالم اسلام کے اکابر علمائے کرام کے جدید فقہی مسائل پر مقالہ جات اور مناقشات کا مجموعہ نئی ترتیب کے ساتھ

سلسلہ

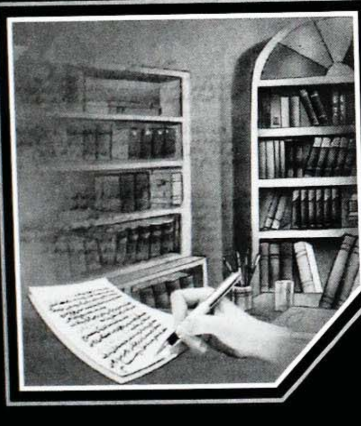
جدید فقہی مباحث

مع تقاریظ علمائے کرام

۲۸

- ماحولیاتی وصوتی آلودگی
(تعارف، اسباب، حقائق، نتائج اور احکام)
- آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن
- صنعتی فضلات، کھلی جگہوں پر قضاء حاجت
- تھوکنا، گاڑیوں اور جنریٹر کا دھواں اور شور
- نشہ آور اشیار، سگریٹ وغیرہ کا دھواں
- الیکٹرک اشیاء سے نکلنے والی شعاعیں

تحقیقات اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا



زیر سرپرستی

حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم

تاثرات

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ

مفتی اعظم پاکستان جناب مولانا محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم

شیخ الاسلام جناب حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب دامت برکاتہم

دار الاشاعت

اردو بازار ۰ ایم اے جناح روڈ ۰ کراچی پاکستان

عالم اسلام کے اکابر علمائے کرام کے جدید فقہی مسائل پر مقالہ جات اور مناقشات کا مجموعہ نئی ترتیب کے ساتھ

سلسلہ

جدید فقہی مباحث

مع تقاریظ علمائے کرام

جلد 28

ماحولیاتی وصوتی آلودگی (تعارف، اسباب، حقائق، نتائج اور احکام)
آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن، صنعتی فضلات، کھلی جگہوں پر قضاء حاجت، تھوکنا، گاڑیوں اور جنریٹر کا دھواں، شور، نشہ آور اشیار، سگریٹ وغیرہ کا دھواں، الیکٹرک اشیاء سے نکلنے والی شعاعیں۔ بلاضرورت درخت وجنگلات کا کاٹنا۔ غیر ضروری آواز میں اسپیکر کے استعمال کا شرعی حکم

تحقیقات اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

زیر سرپرستی
حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی
حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم

تاثرات
مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی
مفتی اعظم پاکستان جناب مولانا محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم
شیخ الاسلام جناب حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب دامت برکاتہم

دار الاشاعت
اردو بازار ○ ایم اے جناح روڈ ○ کراچی، پاکستان

ہمارے اس ایڈیشن میں 80 میں سے تقریباً 58 مباحث پہلی مرتبہ صرف پاکستان میں طبع ہوئے ہیں۔ ہم اسلامی فقہ اکیڈمی کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے تمام مسودات وکمپوزنگ بذریعہ ای میل مرحمت فرمائے۔ جزاك الله

باہتمام: خلیل اشرف عثمانی
طبع اول: نومبر 2017ء
تعداد: 500
طباعت: عابد پرنٹنگ پریس غریب آباد کراچی

﴿.........ملنے کے پتے.........﴾

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
مکتبہ معارف القرآن جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت القلم اردو بازار کراچی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد

ادارۂ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور و اردو بازار کراچی
مسٹر بکس جناح سپر مارکیٹ اسلام آباد
دارالاخلاص صدف پلازہ محلہ جنگی پشاور
مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

﴿انگلینڈ میں ملنے کے پتے﴾

AZHAR ACADEMY LTD.
54-68 LITTLE ILFORD LANE
MANOR PARK, LONDON E12 5QA

ISLAMIC BOOKS CENTRE
119-121, HALLI WELL ROAD
BOLTON BL 3NE, U.K.

﴿امریکہ میں ملنے کے پتے﴾

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BINTLIFF, HOUSTON,
TX-77074, U.S.A.

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A

فہرست مضامین سلسلہ جدید فقہی مباحث

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اللہ تبارک وتعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے دارالاشاعت کراچی کو پاکستان میں 1949ء سے تمام موضوعات پر اسلامی کتب کی طباعت اوراشاعت کی سعادت حاصل رہی ہے، یہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل، تمام بزرگوں کی دعاؤں اوراکابر کی خدمات کا ثمرہ ہے، اسی محنت ولگن اور جذبے سے یہ خدمت تیسری نسل یعنی موجودہ ذمہ داران بھی کررہی ہے اور اب چوتھی نسل کے نمائندے بھی ماشاء اللہ اس کام میں شریک ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کام کو مکمل اخلاص کے ساتھ جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے جو کمی کوتاہی اس میں رہ جاتی ہے اس پر معاف فرمائے۔ (آمین)

تمام قارئین جو ماشاء اللہ ذی علم حضرات ہیں ان کے تعاون اور دعاؤں سے ہی یہ کام انجام پاسکا ان سب حضرات سے بھی دونوں جہاں میں کامیابی کی دعا کی درخواست ہے۔

زیرِ نظر مجموعہ ''سلسلہ جدید فقہی مباحث'' کا موجودہ ایڈیشن جو بڑے سائز کی 26 جلدوں میں طبع ہوئی ہے اس میں تقریباً 70 مختلف مستقل موضوعات پر کتب جو ہندوستان میں قائم ادارہ ''اسلامی فقہ اکیڈمی'' کی طویل کوششوں سے وجود میں آئیں، فقہ اکیڈمی کے سرپرست حضرات مدظلہم کی بصیرت اور کوششوں سے بڑے بڑے نامور اکابر علماء کے مقالے ان جدید فقہی موضوعات پر جمع ہو کر علمی تحقیقات کرنے والوں کے لیے بڑا زبردست ذخیرہ جمع کر دیا ہے، جسے نامور اکابر ملت نے بڑی خدمت قرار دیا ہے، آئندہ صفحات میں ان بزرگوں کی تقاریظ شامل ہیں۔

ہمارے اس ایڈیشن سے قبل اس کتاب کا تقریباً چوتھائی سے بھی کم حصہ طبع ہوا تھا، جس کا معیار بھی مناسب نہ تھا اور اس کی دستیابی بھی مستقل نہ ہونے کی وجہ سے اہل علم پریشان رہتے تھے، ضرورت تھی کہ نہ صرف معیار بہتر ہو اور مستقل فراہمی بھی رہے۔ ''منتظمین اسلامی فقہ اکیڈمی دہلی انڈیا'' کی خواہش تھی کہ پاکستان میں کوئی ایسا ادارہ ہو جو ان کے مقاصد کو بھی پورا کرتا ہو اور مکمل اشاعت بھی کرسکتا ہو، تاکہ اس علمی ذخیرہ کی پاکستان میں اشاعت کی ذمہ داری اس کے سپرد کی جائے۔

اس مقصد کے لیے تقریباً اب سے سات سال قبل انہوں نے دارالاشاعت کراچی کو تحریری اجازت مرحمت فرمادی تھی، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اگر ہماری طرف سے اس میں تساہل یا کوتاہی کی گئی تو وہ کسی اور ناشر کو خدمات سونپ دیں گے۔ ارادے کے باوجود بعض مصالح اور حکمتوں کے سبب اسلامی فقہ اکیڈمی سے اپنے عذر کو واضح کر دیا گیا اور اس کی اشاعت کا ارادہ ترک کر دیا گیا۔

2015ء میں اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا کے سابقہ داعیہ کے ایک صاحب علم نے پیغام دیا کہ پاکستان میں اس کتاب کی مکمل اور مستقل اشاعت نہ ہونے کے سبب وہ پھر چاہتے ہیں کہ اس کا کوئی مستقل انتظام ان کے مطلوبہ معیار ومقاصد کے مطابق ہو جائے بہرحال! پھر دوبارہ ایک مفصل تحریری اجازت نامہ ان حضرات نے پاکستان کے لیے ہمیں جاری فرمایا اور تمام مطبوعہ وغیر مطبوعہ کمپیوٹر کمپوزنگ یا جس شکل میں بھی یہ ذخیرہ تھا انہوں نے مذکورہ صاحب علم صاحب کے ذریعے ہمیں فراہم کیا، ان دو سالوں میں طویل محنت واخراجات کر کے اب اسے طبع کرنے کے لیے تیار کرلیا گیا ہے۔ اب پاکستان میں اس ذخیرہ کی اشاعت کے حقوق

قانونی طور پر بھی دارالاشاعت کراچی ہی کے پاس ہیں، تقریباً 22 کتب اس میں سے پہلے شائع ہوئی تھیں، ان کے علاوہ تمام ذخیرہ پہلی مرتبہ طبع ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہے، یہ ذخیرہ پہلے انڈیا میں شائع نہیں ہوا تھا۔

ہم نے اپنے اس جدید ایڈیشن میں ترتیب یا جن دیگر خصوصیات سے اسے مزین کیا ہے وہ درج ذیل ہیں:

۱...... اسلامی فقہ اکیڈمی کی طرف سے پرانے شائع شدہ نسخوں میں کسی بھی بحث کے نتیجے میں جمع ہونے والے مقالے شائع کر دیے جاتے تھے، پھر بعد میں ان میں یہ اضافہ کیا گیا کافی جگہ اکیڈمی نے ان بحثوں کے نتیجے میں جو فیصلہ کیا اس کا اضافہ اس موجودہ نسخے میں شامل ہے۔

۲...... پورے علمی ذخیرے کو ازسرِ نو بڑے سائز میں کمپوزوسیٹنگ سے آراستہ کیا گیا ہے بعض مقامات پر ایسا محسوس ہوتا ہے بات ادھوری رہ گئی ہے تو قدیم نسخوں اور اصل مسودے میں بھی اسی طرح نامکمل ہے۔

۳...... پورے علمی ذخیرے کی نئی ترتیب یا جلد بندی اس طریقہ پر کی گئی ہے کہ ممکنہ طور پر ایک جیسے موضوعات پر مباحث ایک جلد میں آجائیں، پہلے طبع شدہ نسخے میں یہ صورت نہ تھی۔ مثلاً اسلامی بینکنگ کے عنوان سے ایک موضوع چوتھی جلد میں ہے تو اسی عنوان سے دوسرا موضوع ۱۳ نمبر جلد میں ہے، اب یہ کوشش کی گئی ہے کہ ایک جیسے موضوع ایک ہی جلد میں آجائیں۔

۴...... ممکن ہے کہ استفادہ کرنے والے حضرات کو ایسا محسوس ہو کہ کمپوزنگ بہت جلی نہیں ہے اسے ذرا بڑا بھی رکھا جاسکتا تھا لیکن اس سے مجموعہ کے صفحات اور جلدوں میں بہت اضافہ ہو رہا تھا اور اس کی قیمت بھی قارئین پر ایک بوجھ ہوتی۔ مزید یہ کہ گزشتہ طبع شدہ نسخوں کا قلم بھی تقریباً اس جیسا ہی تھا۔

۵...... بحمد للہ! اب ''سلسلۂ جدید فقہی مباحث'' کا سائز بھی دیگر فقہی کتب کی طرز پر ہو گیا، کاغذ، طباعت اور جلد سازی کا معیار بھی بہت نمایاں اور بہتر ہو گیا۔

۶...... اس ذخیرہ کی قیمت بھی بازار میں دستیاب کتب کے مقابلے میں معیار وغیرہ کو دیکھتے ہوئے بہت مناسب رکھی گئی ہے۔

امید ہے کہ اہل علم حضرات، یونیورسٹیاں، لائبریریاں، اس علمی ذخیرے کی پذیرائی کریں گی اللہ تعالیٰ سے عاجزانہ درخواست اور دعا ہے کہ ہماری اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبول عطا فرمائیں اور دنیا و آخرت دونوں کے لیے نافع بنا دیں (آمین)

والسلام

خلیل اشرف عثمانی

مدیر کتب خانہ دارالاشاعت

اردو بازار کراچی

8/7/2017

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

چند تاثرات برائے اسلامی فقہ اکیڈمی ہند

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب مدظلہ العالی

صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ

''اسلامک فقہ اکیڈمی ہند'' ایک ایسا ادارہ اور تنظیم ہے جس پر ہندوستانی مسلمانوں...... بالخصوص علماء اور دینی غیرت وفکر رکھنے والے ہندوستانی مسلمانوں کو فخر اور فخر سے زیادہ خدا کا شکر کرنے کا حق حاصل ہے، یہ ایک خالص تعمیری وفکری، علمی اور فقہی تنظیم اور اجتماعیت ہے جس میں ملک کے ممتاز، صحیح العقیدہ وصحیح الفکر اور وسیع العلم علماء اور کارکن شامل ہیں۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہ العالی

صدر دارالعلوم کراچی پاکستان

''مجھے بے انتہا مسرت بھی اور کسی قدر حسرت بھی، مسرت اس بات کی کہ ہندوستان کے علمائے کرام نے وہ عظیم الشان کام شروع کیا ہے جس کی پورے عالم کو اور اقلیت والے ملکوں کو شدید ضرورت ہے اور حسرت یہ ہے کہ ہم پاکستان میں ہونے کے باوجود منظم اور بڑے پیمانے پر یہ کام شروع نہ کر سکے...... فقہ اکیڈمی نے بڑا اہل قدم اٹھایا ہے، مدت سے اس کا انتظار تھا۔

تقدیم

شیخ الاسلام جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی

نائب رئیس مجمع الفقہ الاسلامی جدہ

بمناسبت خطبہ صدارت چوتھے فقہی سیمینار منعقدہ ۱۹۹۲ء حیدرآباد (دکن)

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى: اما بعد!

میرے لیے یہ بات بہت بڑے اعزاز اور خوشی و مسرت اور یادگار کی حیثیت رکھتی ہے کہ اللہ جل جلالہ کے فضل و کرم سے مجھے اس عظیم الشان علمی ادارے کے چوتھے فقہی مذاکرہ میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی۔ میں اپنے محترم بزرگ جناب مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی دامت برکاتہم کا اور اس اسلامک فقہ اکیڈمی کے تمام منتظمین کا تہ دل سے شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مجھے اس محفل میں شرکت کا موقع عنایت فرمایا اور نہ صرف ایک سامع اور شریک کی حیثیت میں بلکہ اس افتتاحی اجلاس کی صدارت کی ذمہ داری بھی مجھ ناچیز کو سونپی۔ اس سے پہلے اگر چہ اکیڈمی کی طرف سے ہر سال مجھے دعوت موصول ہوتی رہی لیکن میں اپنے بعض مشاغل کی وجہ سے حاضر خدمت نہ ہو سکا۔ مولانا مجاہد الاسلام قاسمی دامت برکاتہم سے میرا غائبانہ تعارف ایک طویل مدت سے ہے، لیکن میں ان کو ایک فقیہ، ایک عالم کی حیثیت سے جانتا تھا، مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر ایک مخفی جوہر، مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کا بھی ودیعت کر رکھا ہے۔ آج اس محفل میں شرکت کرنے کے بعد ہندوستان کے علماء اور علم وفضل کے پیکر حضرات سے ملاقات کر کے اس بات کا اندازہ ہو رہا ہے کہ انہوں نے اس اکیڈمی کو قائم کر کے کتنا بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان کے اس کارنامے کو قبول فرمائے اور اس کے اغراض و مقاصد کو اپنی رضا کے مطابق پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اس موقع پر اس اکیڈمی کے اغراض و مقاصد کو مدنظر رکھتے ہوئے مجھے یہ محسوس ہو رہا ہے کہ اس اکیڈمی کا قیام جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد کی تعمیل ہے۔ وہ ارشاد معجم طبرانی میں ایک روایت میں ہے جسے علامہ ہیثمیؒ نے مجمع الزوائد میں بھی ذکر کیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یارسول اللہ!

''اذا جاء نا امر ليس فيه أمر و لانهي فما ذا تأمرنا فيه''

یارسول اللہ! اگر ہمارے سامنے کوئی ایسا سوال آجائے، ایسا قضیہ سامنے آجائے جس کے بارے میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں کوئی صریح حکم موجود نہ ہو تو اس صورت حال میں آپ ہمیں کس بات کا حکم دیتے ہیں، ایسے موقع پر مجھے کیا کرنا چاہیے۔ حضرت نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''شاوروا الفقهاء العابدين ولا تمضوا فيه براى خاص''

کہ ایسے موقع پر فقہاء عابدین سے مشورہ کرو اور اس میں انفرادی رائے کو نافذ نہ کرو، محض انفرادی فتویٰ کو، محض انفادی رائے کو لوگوں پر مسلط کرنے کی بجائے فقہاء عابدین سے مشورہ کرو، اور اس مشورہ کے نتیجہ میں جس مقام پر پہنچو اس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سمجھو۔

یہ ہے وہ ارشاد جس کے ذریعہ نبی کریم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام قیامت تک پیدا ہونے والے تمام نت نئے مسائل کا حل ہمارے لیے تجویز فرمایا اور وہ یہ کہ آخری وقت میں جب کہ اجتہاد مطلق کا تصور تقریباً مفقود ہو گیا ہے، اس دور میں نئے مسائل کو حل کرنے کا راستہ یہ ہے کہ فقہاء عابدین

کو جمع کیا جائے۔ مگر اس میں نبی کریم ﷺ نے دو صفتیں بیان فرمائی: ایک یہ کہ جن لوگوں کو جمع کیا جائے وہ تفقہ فی الدین رکھنے والے ہوں، دین کی صحیح سمجھ رکھنے والے ہوں۔ دین کے مزاج و مذاق کو اچھی طرح محفوظ کرنے والے ہوں، اور دوسری قید یہ لگادی کہ وہ فقہاء محض فلسفی قسم کے نہ ہوں، جو نظریاتی طور پر فقیہ ہوں، نظریاتی طور پر اسلام کے احکام کو جانتے ہوں، جو محض علم رکھتے ہوں، لیکن اس علم پر خود عمل پیرا نہ ہوں۔ اس علم کو اپنی زندگی میں اپنائے ہوئے نہ ہوں، اور اس علم کو اپنی زندگی کا منتہائے مقصود نہ بنایا ہو، تو ایسے فقہاء سے مشورہ کرنے کا کوئی حاصل نہیں، اس لیے کہ دین، یہ محض ایک نظریہ اور فلسفہ نہیں کہ ایک شخص محض فلسفہ کے طور پر اس کو اپنالے، اس کے حکم بیان کردے اور پھر بھی اس کا ماہر کہلائے، بلکہ یہ ایک عمل ہے۔ ایک پیغام ہے، ایک دعوت ہے۔ جب تک اس پر عمل صحیح طور پر نہیں ہوگا، اس وقت تک دین کی صحیح سمجھ حاصل نہیں ہوسکتی۔ میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ یہ بات فرمایا کرتے تھے:

"کہ اگر میرا علم بمعنی جان لینا کوئی کمال کی بات ہوتی تو شاید ابلیس سے بڑا صاحب کمال اس کائنات میں کوئی نہ ہوتا۔"

اس لیے کہ جہاں تک جاننے کا تعلق ہے صرف جان لینے کا، علم حاصل کر لینے کا، تو ابلیس کو علم بہت بڑا حاصل تھا، بہت کچھ علم اس کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا، اور عقل کے اعتبار سے بھی آپ دیکھیں تو عقل، خالص عقل، جو وحی کی رہنمائی سے آزاد ہو، اس عقل کے اعتبار سے اس نے جو دلیل پیش کی، سجدہ نہ کرنے کی، کہ اے اللہ! تو نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا اور مجھ کو آگ سے پیدا کیا، تو میں افضل ہوں، اس لیے کہ آگ افضل ہے مٹی کے مقابلے میں، تو اگر عقل کو وحی کی رہنمائی سے آزاد کر دیا جائے تو خالص عقل کی بنیاد پر اس کی دلیل کا توڑ پیش نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن اس سارے عقل اور اس سارے علم کے باوجود وہ راندۂ درگاہ ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے نکالا گیا، اس لیے کہ وہ علم نرا علم تھا، دانستن کے معنی میں اس پر عمل نہیں تھا۔ اس کو اپنی زندگی میں اپنائے ہوئے نہیں تھا، آپ کو معلوم ہے کہ آج ہمارے اس دور میں جتنے مستشرقین ہیں، اگر آپ ان کی لکھی ہوئی کتابیں دیکھیں تو ان میں اسلامی کتابوں کے ڈھیر ملیں گے۔ اتنی کتابوں کے حوالے ملیں گے کہ بسا اوقات ہمارے عالم دین اتنی کتابوں کا مطالعہ نہیں کرتے ہیں۔ لیکن سارا علم اور ساری معلومات حاصل کرنے کے بعد اس علم کا اتنا فائدہ نہیں اٹھا سکے کہ ایمان کی دولت حاصل کر لیتے۔ یہودی کے یہودی، عیسائی کے عیسائی رہے۔ تو معلوم ہوا کہ صرف فقہ کا عالم ہوجانا کافی نہیں، اور صرف فقہ کے عالم ہوجانے سے وہ مقام حاصل نہیں ہوجاتا جو نبی کریم ﷺ نے نئے مسائل کو حل کرنے کے لیے تجویز فرمایا بلکہ قید لگادی کہ فقہاء کے ساتھ عابدین ہونے چاہیے، عبادت گزار ہونے چاہیے۔ یہ حدیث میں نے اس وجہ سے سنائی کہ آج کثرت سے یہ آوازہ بلند ہوتا رہتا ہے، مختلف حلقوں کی طرف سے کہ صاحب دین کی تفہیم اور دین کی تعبیر کا حق صرف علماء ہی کو کیوں حاصل ہے۔ ہر مسلمان بہ حیثیت ایک مسلمان وہ دین کی تفہیم و تشریح کیوں نہیں کرسکتا۔ ہر آدمی کھڑا ہو کر یہ آواز بلند کہتا ہے کہ میں قرآن کریم سے احکام شرعیہ کا استنباط کرسکتا ہوں۔ یہ دین کی تفہیم و تعبیر کا سارا حق اٹھا کر علماء کی جھولی میں کیوں ڈال دیا گیا۔ علماء کی اجارہ داری کیوں قائم کردی گئی۔

تو جواب دیا نبی کریم ﷺ نے کہ یہ تشریح و تعبیر کا حق صرف فقہاء عابدین کو حاصل ہے، صرف فقہاء کو بھی نہیں بلکہ فقہاء عابدین کو، اس کے سوا کوئی قرآن وسنت کے احکام کی صحیح تفسیر و تشریح نہیں کرسکتا۔

یہ عجیب واقعہ ہے کہ دنیا کے ہر علم و فن میں کوئی ذمہ دارانہ بات کہنے کے لیے ساری دنیا میں یہ شرط عائد کی جاتی ہے کہ اس فن کا اس نے علم حاصل کیا ہو، اس کی ڈگری حاصل کی ہو، کوئی شخص آج تک ایسا پیدا نہیں ہوا جو کہتا ہو کہ انگریزی جانتا ہوں، میڈیکل سائنس کی کتابیں مطالعہ کر کے میں علاج کرسکتا ہوں، اگر میڈیکل سائنس کی کتابیں پڑھ کر، محض مطالعہ کر کے ڈکشنریوں کے ذریعہ اس کے ترجمے دیکھ کر آدمی علاج کرنا شروع کردے تو سوائے قبرستان آباد کرنے کے اور کوئی خدمت انسانیت کی وہ انجام نہیں دے سکتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے دین کے اندر بھی یہ راستہ رکھا ہے کہ جب کتاب بھیجی تو نبی کریم ﷺ کو ساتھ بھیجا تاکہ آپ اس کی تعلیم دیں، اس کی تربیت دیں، اس کے معانی سکھائیں اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے سالہا سال کی محنت کر کے قرآن کریم کی ایک سورۃ سرکار دو عالم ﷺ سے پڑھی۔ اس لیے یہ نعرہ جو لگایا جاتا ہے کہ ہر شخص قرآن وسنت کے بارے میں جو چاہے کہہ سکتا ہے اس کا جواب اس مکمل حدیث کے اندر موجود ہے۔ اور جیسا کہ میں نے عرض کیا مجمع الفقہ الاسلامی اسی حدیث کی

تعلیم معلوم ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ اس حدیث پر عمل کرنے کا صحیح نور، اس کی صحیح برکت اور اس کا صحیح فائدہ مجمع کو عطا فرمائے۔

جیسا کہ مجھ سے پہلے کئی حضرات اس پر روشنی ڈال چکے ہیں کہ اس مجمع (اکیڈمی) کے قیام کا اصل مقصد ان نئے مسائل کا حل تلاش کرنا ہے جو اس امت مسلمہ کو درپیش ہیں اور کوئی شک نہیں کہ علماء کے نقطۂ نظر سے یہ وقت کا اہم ترین تقاضہ ہے کہ علماء باہم سر جوڑ کر ان مسائل کا حل امت مسلمہ کے سامنے پیش کریں جو آج امت مسلمہ کے لیے چیلنج بنے ہوئے ہیں۔لیکن جب میں یہ کہتا ہوں کہ وقت کا بہت بڑا تقاضہ ہے کہ علماء یہ کام کریں تو مجھے چند وہ جملے بھی یاد آتے ہیں جو بسا اوقات مختلف حلقوں کی طرف سے بار بار اٹھائے جاتے ہیں کہ علماء کو وقت کے تقاضے کے پیچھے چلنا چاہیے۔علماء کو وقت کے تقاضوں کے مطابق کام کرنا چاہیے۔اور وقت کے تقاضوں کو سمجھنا چاہیے۔یہ جملہ جس اجمال کے ساتھ بولا جاتا ہے اس کا صحیح مطلب بھی ہوسکتا ہے اور غلط مطلب بھی ہوسکتا ہے وقت کے تقاضہ کا مفہوم بسا اوقات لوگ یہ بیان کرتے ہیں کہ مغرب میں جو ہوا چل کر آوے، مغرب سے جو فکر، جو فلسفہ جو نظریہ، جو طرز عمل ہمارے ملکوں میں درآمد ہوگیا، بجائے اس کے کہ اس کو بدلا جائے، اس کے بجائے اسلام کو بدل کر اس کے مطابق کیا جائے، اسے وقت کا تقاضہ قرار دیا جاتا ہے۔

ایک زمانہ تھا کہ سود، ربوا کا چلن ہوا تو لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ صاحب اس وقت کا تقاضہ یہ ہے کہ مسلمان سود کو جوں کا توں قبول کرلیں...... ایک زمانہ آیا کہ اشتراکیت اور سوشلزم کا ڈنکا بجا، اور انہوں نے دنیا کے اندر اپنے نظریات کو پھیلانا شروع کیا، دنیا کے مختلف ملکوں اور سلطنتوں میں ان کا نظام رائج ہوا۔اس کا شور شرابہ ہوا تو اس کے نتیجہ میں ایک جماعت نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ اس وقت کا تقاضہ یہ ہے کہ سوشلزم کو، اشتراکیت کو اسلام کے مطابق ڈھال دیا جائے وقت کا تقاضہ یہ ہے۔غرض جونئی وبا مغرب سے درآمد ہوا اسلام کو اس کے مطابق بنانے اور اس کو اسلام کے اندر داخل کرنے کے لیے وقت کے تقاضہ کا عنوان استعمال کرلیا جاتا ہے۔

لیکن یہ مجمع الفقہ الاسلامی درحقیقت ایسے وقت کے نام نہاد تقاضوں کے پیچھے نہ ہے اور نہ ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ...... یہاں وقت کے تقاضوں سے مراد یہ ہے کہ بے شمار مسائل آپ کی زندگی کے اندر سے پیش آگئے ہیں کہ ہمیں ان کا صریح حکم کتاب اللہ میں یا سنت رسول اللہ ﷺ میں یا فقہاء کرام کے کلام میں نہیں ملتا، جسے آپ اصلاحی اعتبار سے اجتہاد فی المسائل کہہ سکتے ہیں۔تو اجتہاد فی المسائل کے ذریعہ ان مسائل کا حل تلاش کیا جائے اور وسعت نظر کے ساتھ کیا جائے۔پورے اسلامی مزاج کے ساتھ کیا جائے، اس کے اندر کسی اجنبی نظریہ اور فلسفہ سے مرعوب ہو کر نہیں، بلکہ حقیقی اسلامی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کا حل اسلامی اصولوں کے دائرہ میں رہ کر تلاش کیا جائے اس سے باہر نہ جایا جائے، یہ ہے اس مجمع (اکیڈمی) کا اصل مقصد اور اسی لیے اس میں الحمدللہ مختلف الخیال، مختلف اداروں سے تعلق رکھنے والے موجود ہیں اور پچھلے دنوں جو تحقیقات سامنے آئی ہیں اللہ کے فضل و کرم سے ان میں ان بنیادی اصولوں کا لحاظ نظر آتا ہے۔امید ہے کہ یہ اکیڈمی ان راستوں پر چلے گی، تو انشاء اللہ اس امت کے لیے بہترین مسائل کا حل پیش کرے گی...... لیکن میں آخر میں اس سلسلہ کے ایک اہم نکتہ کی طرف آپ حضرات کو توجہ دلانا چاہتا ہوں، بلکہ توجہ دلانا تو بے ادبی کی بات ہوگی۔سارے حضرات اکابر علماء ہیں۔محض تذکیر اور تکرار کے طور پر عرض کرنا چاہتا ہوں، وہ یہ کہ چوں کہ ہم ایک ایسے معاشرہ میں جی رہے ہیں جس میں مغرب کا سیاسی اور فکری تسلط قائم ہے۔سیاسی اور فکری سیاسی اعتبار سے پوری دنیا کے اوپر مغرب مسلط ہے۔فکری اعتبار سے بھی مغرب کے افکار اور ان کے نظریات و فلسفے مسلط ہیں۔اور یہ قاعدہ ہوتا ہے کہ "جس کی لاٹھی اس کی بھینس" جس کے پاس ہتھیار، جس کے پاس قوت ہو تو لوگوں کو بات بھی اسی کی سمجھ میں آتی ہے اور جلدی سے سینے میں اتر جاتی ہے۔تو اس واسطے مغرب نے جو افکار ہمارے یہاں پھیلا دیئے اور صدیوں کی محنت کے بعد پھیلائے۔ہمارے نظام تعلیم کے اندر وہ افکار پھیلا دیئے۔ان کی موجودگی میں اس بات کا بڑا قوی اندیشہ ہے کہ بعض ایسی چیزوں کو وقت کی ضرورت قرار دیا جائے جو درحقیقت وقت کی ضرورت نہیں ہے۔محض مغرب کے پروپیگنڈہ نے اسے وقت کی ضرورت قرار دے دیا۔یہ وقت کی ضرورت ایک ایسا مجمل لفظ ہے جس کے اندر بہت کچھ سما سکتا ہے اس لیے وقت کی ضرورت کے ہتھیار کو استعمال کرتے ہوئے ان کی دو دھاریں اپنے ذہن میں رکھنی ضروری ہے۔یہ دو دھاریں ہتھیار ہیں، اس سے امت مسلمہ کے مسائل بھی حل ہوسکتے ہیں اور اس سے امت مسلمہ کا کام

بھی تمام ہوسکتا ہے۔اس لیے ہم جب وقت کی ضرورت کا لفظ استعمال کریں تو یہ بات ہمارے ذہن میں ہونی چاہیے کہ محض پروپیگنڈہ کے شور وشغب سے مرعوب ہوکر ہم یہ نہ کہہ بیٹھیں کہ یہ بھی وقت کی ضرورت ہے۔ بلکہ ہم یہ دیکھیں کہ ہمارے اپنے اصول، ہمارے اپنے قواعد کے لحاظ سے یہ ضرورت ہے یا نہیں؟

اسی ضمن میں یہ سوال بہ کثرت اٹھتا ہے کہ کیا ان مسائل کو طے کرتے وقت کسی ایک فقہی مذہب کی پیروی کرنی چاہیے یا مختلف فقہی مذاہب کو سامنے رکھ کر اور اس میں جو ضرورت کے مطابق معلوم ہو اس کو اختیار کر لینا چاہیے۔

میں خاص طور پر آپ حضرات سے باادب عرض کرنا چاہتا ہوں کہ خاص طور پر اس دور میں معاملات کے شعبہ میں چوں کہ معاملات پیچیدہ ہوتے ہیں، بے شمار مسائل سامنے آگئے ہیں، لہٰذا اگر یہ شخص حنفی مذہب کا پیروکار ہے اور وہ کسی ضرورت کی وجہ سے، عموم بلویٰ کی خاطر، وہ مسائل وقت کو حل کرنے کی خاطر دوسرے کسی امام کے قول کو اختیار کر لے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ یہ جائز ہے اور نہ صرف جائز ہے بلکہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کو باضابطہ یہ وصیت فرمائی تھی کہ اس دور میں جب کہ معاملات پیچیدہ ہو گئے ہیں، اگر آئمہ اربعہ کے دائرہ میں رہتے ہوئے کسی بھی فقہی مذہب میں کوئی گنجائش مل جائے تو اس دور کے لوگوں کے لیے آسانی پیدا کرنی چاہیے۔

لیکن اس میں ادق ترین جونکتہ ہے جو بسااوقات افراط وتفریط کا شکار ہوکر فراموش ہوجاتا ہے وہ یہ کہ مختلف مذاہب میں سے علوم بلویٰ کی خاطر کوئی قول اختیار کر لینا اور بات ہے اور اپنی خواہشات نفسانی کو پورا کرنے کی خاطر مذاہب کو گڈمڈ کرنا بالکل جدا شئے ہے یعنی اگر کوئی شخص محض اس بنیاد پر کہ میری خواہش نفسانی میرے مفاد ایک مذہب سے پورے ہور ہے ہیں دوسرے سے پورے نہیں ہورہے ہیں تو اس بنیاد پر اگر وہ ایک مذہب کو چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کرتا ہے اپنے ذاتی مفاد کی خاطر تو اس کی کسی کے نزدیک اجازت نہیں، یہ اتباع ہویٰ ہے۔ یہ خواہشات نفسانی کی اتباع ہے۔اس کو تشہی کہا گیا ہے، یہ شہوت پرستی ہے، یہ خواہش پرستی ہے، محض اپنے ذاتی فائدہ یا ذاتی سہولت کی خاطر ایک مذہب کو چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کر لیتا ہے اس کی مثال آپ حضرات کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

آج جب کہ ان مسائل کو حل کرنے کے لیے یہ عام رجحان پیدا ہوا۔ پورے عالم اسلام میں خاص طور پر عرب ممالک میں یہ رجحان بہت پیدا ہوا کہ ان معاملات کو حل کرنے کے لیے مختلف مذاہب سے رہنمائی حاصل کی جائے اور کسی ایک مذہب کی اتباع نہ کی جائے۔ جب یہ لے آگے بڑھی تو اس نے بعض اوقات یہ صورت اختیار کر لی کہ محض ضرورت کی خاطر نہیں، بلکہ محض ذاتی مفاد، ذاتی سہولت کی خاطر "جمع بین المذاہب" اور تلفیق بین المذاہب کا راستہ اختیار کر لیا...... اتباع ہویٰ کے بارے میں علامہ ابن تیمیہ فتاویٰ کے اندر لکھتے ہیں:

"اگر کوئی شخص ذاتی خواہش کی خاطر دوسرے مذہب کو اختیار کرتا ہے تو یہ کسی کے نزدیک جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔"

حالانکہ علامہ ابن تیمیہ تقلید کے سخت مخالف ہیں۔ اتباع ہویٰ کو وہ بھی حرام قرار دیتے ہیں۔اس کی چھوٹی سی مثال پیش کرتا ہوں۔

ایک صاحب سے میری ایک بار ملاقات ہوئی میں اور وہ دونوں سفر پر تھے اور دونوں سفر کے عالم میں مقیم تھے۔ ہفتہ دس دن ایک جگہ ٹھہرنا تھا تو میں نے دیکھا کہ وہ "جمع بین الصلوٰتین" کررہے ہیں۔ دونمازوں کو جمع کررہے ہیں۔ حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک جائز ہے، امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک جائز ہے، امام مالکؒ کے نزدیک جائز ہے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جمع حقیقی جائز نہیں ہے۔ جمع صوری کو جائز کہتے ہیں۔ تو وہ جمع کررہے تھے، انہوں نے امام شافعیؒ کے قول پر عمل کیا ہوگا۔ مگر میں نے دیکھا کہ وہ ہفتہ بھر مقیم رہے اور جمع بین الصلوٰتین کرتے رہے، تو میں نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ نے شافعی مسلک کو لے لیا تا کہ دونمازوں کو جمع کرنے کی گنجائش مل جائے، میں نے عرض کیا کہ شافعی مسلک یہ بھی ہے کہ چار دن سے زیادہ ان کے یہاں قصر نہیں ہوسکتی۔ ان کے نزدیک مدتِ قصر صرف چار دن ہے۔ تو چار دن سے زیادہ مدتِ سفر نہیں ہوتی اور آپ تو ہفتہ بھر سے مقیم ہیں۔ تو کہنے لگے کہ میں نے اس معاملہ میں حنفی مسلک کو لے لیا۔ تو میں نے پوچھا کہ کیا آپ دلائل کے نقطۂ نظر سے یہ سمجھتے ہیں کہ اس مسئلہ میں حنفیہ کا مسلک زیادہ قوی ہے اور اس معاملہ میں شافعیہ کا مسلک زیادہ قوی ہے۔ کہنے لگے کہ دلیل کے اعتبار سے تو میں نہیں سمجھتا لیکن میں نے دیکھا کہ یہ

میرے لیے زیادہ سوٹ کرتا ہے تو اس واسطے میں نے اس میں حنفی کا مسلک لے لیا اور اس میں شافعی کا مسلک لے لیا...... تو میری گزارش یہ ہے کہ محض ذاتی سہولت اور ذاتی مفاد، ذاتی راحت کے پیش نظر ایک مسئلہ میں ایک قول کو لے لینا اور دوسرے مسئلہ میں دوسرے قول کو لے لینا، یہ کسی کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ یہ طریقہ اختیار کیا گیا تو اس سے دین کا حلیہ بگڑنے کا اندیشہ ہے۔ اس واسطے کہ ہر مذہب میں جو قول اختیار کیا گیا اس کے کچھ شرائط ہیں اس کے کچھ حدود ہیں۔ آپ نے ان شرائط کو مدنظر نہیں رکھا چھوڑ دیا اور ان شرائط کو مدنظر رکھے بغیر اور اس طرح سے "تلفیق بین المذاهب" کا سلسلہ شروع کر دیا تو اس کا نتیجہ سوائے اتباع ہویٰ کے اور کچھ نہیں ہو سکتا، اس لیے میری گزارش یہ ہے کہ بے شک دوسرے مذاہب خاص طور پر معاملات کے اندر دوسرے مذاہب سے لے لینے کی گنجائش ہے لیکن یہ اس وقت جب کہ واقعی کوئی ضرورت داعی ہو اور واقعۃً اس سے مسلمانوں کے کسی اجتماعی مسئلہ کا حل نکالنا مقصود ہو اور اس کا مقصد اتباع ہویٰ، تشہی اور ذاتی منفعت کو حاصل کرنا نہ ہو، اس صورت میں اس کی گنجائش ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ یہ علماء کا مجمع ہے، ان کے سامنے کہنے کی ضرورت نہیں تھی، لیکن یہ اس لیے میں نے تذکیر اور تکراراً اعرض کر دی کہ جب ہم کسی ایک جانب جھکیں تو ایسا نہ ہو کہ دوسری جانب کا خیال ہمارے دل سے اوجھل ہو...... یہ کام بڑا نازک ہے، یہ پل صراط ہے۔ تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہے۔ اس میں اس کا خیال رکھنا ہے کہ وقت کی ضروریات پوری ہوں، مسلمانوں کے مسائل حل ہوں اور دوسری طرف اس بات کا لحاظ رکھنا ہے کہ آپ مغرب کے اس جھوٹے پروپیگنڈے سے مرعوب نہ ہوں جو ہر نئی وبا کو وقت کی ضرورت کہہ کر ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔ اس واسطے اس کا لحاظ رکھتے ہوئے ہم اس کام کو انجام دیں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس شریعت کے اندر اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیت رکھی ہے کہ یہ آنے والے ہر بڑے سے بڑے مسئلہ کا حل رکھتی ہے اور جب یہ تصور آپ کے سامنے رکھتے ہوئے جواب دیں گے تو ان شاء اللہ امت کے مسائل حل ہوں گے ...... جیسا کہ مجھ سے پہلے حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی مدظلہم نے فرمایا کہ عالم کا کام صرف یہ نہیں ہے کہ وہ یہ کہہ دے کہ یہ حرام ہے بلکہ اس کا کام یہ بھی ہے کہ اگر کسی چیز کو حرام کہا ہے اور لوگوں کو اس کی ضرورت ہے تو اس کا متبادل حلال طریقہ بھی بتائے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں جب حضرت یوسف علیہ السلام سے خواب کی تعبیر پوچھی گئی کہ بادشاہ نے خواب دیکھا ہے کہ:

"انی اری سبع بقرات سمان یاکلھن سبع عجاف..."

جب یہ پوچھا تو یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر بعد میں بتائی کہ قحط آنے والا ہے لیکن اس قحط سے بچنے کا راستہ پہلے بتا دیا:

"تزرعون سبع سنین دابا... فما حصدتم فذروہ فی سنبلہ..."

تعبیر تو بعد میں بتائی کہ قحط آنے والا ہے اور پہلے قحط سے بچنے کا یہ راستہ بتایا کہ سات سال تک خوب جم کر زراعت کرو، اور خوشہ کے اندر گیہوں کو چھوڑ دو۔ تو بچنے کا طریقہ پہلے بتا دیا اور خواب کی تعبیر بعد میں بتائی...... تو عالم کا کام محض حرام قرار دے کر ختم نہیں ہو جاتا، بلکہ متبادل راستہ بتانا بھی اس کی ذمہ داری ہے۔ اور یہ اکیڈمی درحقیقت اسی لیے قائم کی گئی ہے۔ اس کے لیے میں سمجھتا ہوں کہ دوسرے علوم وفنون کے ماہرین کی بھی ضرورت ہوگی۔ متبادل طریقوں کے سمجھنے اور اس کے تعین کے لیے وہ طریقے تجویز کیے جا سکیں جو قابل عمل ہیں۔

الحمد للہ! میں دیکھتا ہوں کہ مجمع الفقہ الاسلامی نے اس اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے دیگر علوم وفنون کے ماہرین سے بھی استفادہ کا سلسلہ جاری کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اپنی رحمت سے اس اکیڈمی کو اپنے مقاصد حسنہ میں کامیابی عطا فرمائے، قدم قدم پر اس کی نصرت ودستگیری فرمائے، اس کے راستے کی دشواریوں کو دور فرمائے اور دین کی صحیح خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

میں اخیر میں ایک بار پھر اس کانفرنس کے منتظمین کا اور تمام حاضرین کا تہ دل سے شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اس ناچیز کی گزارشات کو غور وتوجہ کے ساتھ سنا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

عالم اسلام کے اکابر علمائے کرام کے جدید فقہی مسائل پر مقالہ جات اور مناقشات کا مجموعہ نئی ترتیب کے ساتھ

سلسلہ
جدید فقہی مباحث

فضائی وصوتی آلودگی

ماحولیاتی تحفظ - شرعی نقطۂ نظر
(تعارف، اسباب، حقائق، نتائج اور احکام)

اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کے 26 ویں فقہی سمینار مؤرخہ 4 تا 6 / مارچ 2017ء منعقدہ اجین (مدھیہ پردیش) میں پیش کیے جانے والے علمی و تحقیقی مقالات اور مباحثات کا مجموعہ

تحقیقاتِ اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

زیر سرپرستی
حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی
حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم

دارالاشاعت
اردو بازار ٥ ایم اے جناح روڈ ٥ کراچی پاکستان

مجلس ادارت

پیش لفظ

اللہ تعالی نے اس کائنات میں مختلف النوع مخلوقات کو پیدا فرمانے کے ساتھ ساتھ ان کے لئے مناسب اور صحتمند ماحول بھی فراہم کیا ہے، انسان کو خوشگوار، بہتر اور صحتمند زندگی کے لئے سازگار ماحول کی کچھ زیادہ ہی ضرورت ہے، اللہ تعالی کی شان ربوبیت کا ایک مظہر یہ ہے کہ چونکہ اس کائنات میں قدرتی طور پر ماحول کو آلودہ کرنے والی بعض چیزیں بھی پائی جاتی ہیں؛ اس لئے اللہ تعالی کی طرف سے ایسی چیزیں بھی پیدا کی گئیں، جو ان آلودگیوں کو جذب کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں؛ اسی لئے اگر انسان زائد آلودگی پیدا کرنے سے بچے تو قدرتی طور پر ماحول صاف ستھرا، آلودگی سے پاک اور صحت بخش برقرار رہتا ہے؛ لیکن انسان نے جو ٹکنالوجی ایجاد کی ہے، وہ حد اعتدال سے بڑھ کر آلودگی پیدا کرنے والی ہوتی ہے، اور اس کی وجہ سے جانداروں کے وجود اور ان کی صحت کو شدید نقصان پہنچ رہا ہے۔

اسی لئے موجودہ دور میں آلودگی کا موضوع نہایت اہم ہوگیا ہے، عالمی سطح پر اس سے متعلق کوششیں ہو رہی ہیں، بین الاقوامی معاہدات اور ان پر عمل آوری کے لئے سعی کی جارہی ہے، شریعت اسلامی نے بھی ایسی تمام باتوں سے منع کیا ہے، جو ماحول کو آلودہ اور غیر صحتمند بنانے والی ہوں؛ اسی لئے شجر کاری کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے، ہرے بھرے درختوں کے کاٹنے کو ناپسند کیا گیا ہے، دریاؤں اور نہروں میں گندگی ڈالنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے، سرراہ رفع حاجت کو روکا گیا ہے، ضرورت سے زیادہ آواز بلند کرنے اور چیخنے چلانے کو ناپسند فرمایا گیا ہے، شریعت کی ان ہدایات کا تعلق جہاں اخلاقیات سے ہے، وہیں ماحول کے تحفظ سے بھی ہے؛ اس لئے اسلامک فقہ اکیڈمی اس موضوع کو بڑی اہمیت دیتا رہا ہے، اور مسئلہ کی مختلف جہتوں پر مختلف سمیناروں میں غور وفکر کیا گیا ہے۔

اکیڈمی کے ۲۶ ویں فقہی سمینار منعقدہ اجین بتاریخ ۴-۶ / مارچ ۲۰۱۷ء میں خاص طور پر ''فضائی اور صوتی آلودگی'' کا موضوع بھی شامل رکھا گیا؛ کیونکہ اجین ہندوؤں کا مقدس شہر ہے، جہاں پورے ملک سے برادران وطن پہنچتے ہیں اور اپنے عقیدہ کے مطابق اشنان (غسل) کر کے گناہوں سے پاکی حاصل کرتے ہیں، وہاں بھی ماحول کے تحفظ کا مسئلہ بڑی اہمیت کا حامل ہے، اور برادران وطن کے اس مقدس مقام سے متعلق مسئلہ اخبارات میں بھی آتا رہتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جب وہاں آلودگی سے متعلق تجویزیں منظور ہوئیں اور پریس کانفرنس میں ان کا اعلان کیا گیا تو ہندی اخبارات نے نمایاں طور پر اس خبر کو شائع کیا اور اس فیصلہ کی ستائش کی۔

شرکاء سمینار نے بھی اس موضوع کو اتنی اہمیت دی کہ بحیثیت مجموعی اس پر ۷۳ / مقالات اکیڈمی کو موصول ہوئے، ماہرین نے بھی موضوع کی اہمیت وضرورت اور آلودگی سے پیش آنے والے مسائل پر تفصیل سے روشنی ڈالی، اور علماء وارباب افتاء نے بھی بھرپور بحث کی، چنانچہ اس موضوع پر بھیجا جانے والا سوالنامہ، سمینار کے فیصلے، مقالات، اور سمینار کے درمیان ہونے

والے مناقشات کا یہ مجموعہ قارئین کی خدمت میں پیش ہے، جس کو اکیڈمی کے شعبۂ علمی کے رفیق عزیز مکرم مولانا ڈاکٹر صفدر علی ندوی نے بڑی توجہ اور خوش سلیقگی کے ساتھ مرتب کیا ہے، مقالات کے زیادہ ہونے کی وجہ سے طلباء کے مقالات حذف کردیئے گئے ہیں؛ البتہ بعض مقالات سمینار کے بعد موصول ہوئے، وہ اس میں شامل نہیں ہو سکے، نیز بعض مقالات میں غیر متعلق مباحث بھی آجاتے ہیں یا زائد از ضرورت طویل تمہید بیان کی جاتی ہے، از راہ اختصار ان کو حذف کردیا گیا ہے۔

اللہ کا شکر ہے کہ اکیڈمی کے یہ مجلات قدر و وقعت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں، اور برصغیر کے بشمول پوری دنیا میں بڑے شوق اور پذیرائی کے جذبہ سے پڑھے جاتے ہیں، دعاء ہے کہ اللہ تعالی اس حقیر خدمت کو قبول فرمائے، اکیڈمی کے قافلہ کو رواں دواں رکھے اور تمام ذمہ داران و کارکنان اور معاونین و ہمدردان، نیز اکیڈمی کے بانی حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ کو اس کا بیش از بیش اجر عطا فرمائے۔

ربنا تقبل منا إنك أنت السميع العليم۔

خالد سیف اللہ رحمانی

جنرل سکریٹری، اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)

۱۶ر ذوقعدہ ۱۴۳۸ھ مطابق ۹ر اگست ۲۰۱۷ء مطابق

پہلا باب تمہیدی امور

اکیڈمی کا فیصلہ:

فضائی وصوتی آلودگی

صحت مند زندگی کے لئے ایک پاکیزہ ماحول کی ضرورت ہے؛ لیکن جدید ٹکنالوجی کی وجہ سے جہاں بہت سے فوائد حاصل ہوئے ہیں، وہیں بہت سی ایسی چیزیں بھی وجود میں آ رہی ہیں، جن سے صحت اور زندگی کو خطرات لاحق ہیں؛ اس لئے قدرتی اور فطری ماحول کی حفاظت کے لئے درج ذیل تجاویز منظور کی جاتی ہیں:

۱- تمام ضرورتوں میں حتی الامکان کم آلودگی پھیلانے والے ایندھن کا استعمال کیا جائے اور قدرت واستطاعت کے باوجود زیادہ آلودگی پھیلانے والے ایندھن کے استعمال سے گریز کیا جائے۔

۲- گاڑیوں میں ایسے ایندھن کے استعمال کو ترجیح دی جائے جس سے کم سے کم آلودگی پیدا ہوتی ہو اور اگر اس سلسلہ میں حکومت کی جانب سے ہدایات موجود ہوں تو ان کی پابندی کی جائے۔

۳- روشنی اور دیگر مقاصد کے لئے جن ذرائع کا استعمال کیا جاتا ہے، مثلاً جنریٹر وغیرہ، ان میں بھی کم سے کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال کیا جائے اور اگر حکومتی ہدایات اس سلسلہ میں موجود ہوں تو ان کو ملحوظ رکھا جائے۔

۴- جن علاقوں میں شمسی توانائی کا حصول آسان اور مفید ہو وہاں اس کا استعمال بہتر ہے۔

۵- کارخانوں اور فیکٹریوں کی آلودگی پر قابو پانے کے لئے حکومت نے جو قوانین بنائے ہیں، ان کی پابندی ضروری ہے؛ البتہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ اس کے لئے مناسب سہولیات فراہم کرے۔

۶- جانور کے ناقابل استعمال اجزاء کے سلسلہ میں ایسی تدابیر اختیار کی جائیں، جن سے تعفن اور ماحول میں آلودگی پیدا نہ ہو۔

۷- بلاضرورت پلاسٹک کی تھیلیوں کے استعمال سے احتراز کیا جائے اور اس کے متبادل وسائل کے استعمال کو ترجیح دی جائے۔

۸- تمباکو اور اس سے بنی اشیاء کے استعمال سے احتراز کیا جائے، خاص طور پر عوامی مقامات پر اس کا استعمال نہ کیا جائے۔

۹- عوامی جگہوں پر قضائے حاجت جائز نہیں ہے، اسی طرح حتی الامکان کھلی نالیوں میں فضلات کے بہانے سے احتراز کیا جائے۔

۱۰- عوامی مقامات پر تھوکنا مکروہ اور ناپسندیدہ ہے، اور اگر حکومت کی جانب سے اس سلسلہ میں ہدایات ہوں تو ان پر عمل کرنا چاہئے۔

۱۱- شعاع خارج کرنے والے الکٹرانک آلات (فریج، واشنگ مشین، موبائل، اے سی وغیرہ) کے ضرورت سے زیادہ استعمال سے اجتناب کرنا چاہئے۔

۱۲- اسلام میں شجرکاری کی بڑی اہمیت ہے؛ اس لئے بلاضرورت جنگلات اور ہرے درختوں کو کاٹنے سے احتراز کیا جائے۔

☆☆☆

صوتی آلودگی

صوتی آلودگی اس دور کا انتہائی اہم مسئلہ ہے اور اس سلسلہ میں ہونے والی بے اعتدالیاں اسلامی تعلیمات کے منافی ہیں؛ اس لئے:

۱- پُرشور مشینوں کے سلسلہ میں جو سرکاری ہدایات جاری کی جاتی ہیں، ان کی پابندی کی جائے۔

۲- غیر ضروری ہارن بجانا یا بہت تیز آواز کا ہارن لگانا درست نہیں، اور اس سلسلہ میں حکومتی ہدایات کی پاسداری لازم ہے۔

۳- DJ اور ضرورت سے زیادہ تیز آواز پیدا کرنے والے آلات کا استعمال کرنا درست نہیں ہے؛ کیونکہ اس کی آواز انسانی صحت اور ماحول کے لئے بھی سخت نقصاندہ ہے۔

۴- جلسوں اور مشاعروں میں ضرورت سے زیادہ لاؤڈ اسپیکر کا استعمال درست نہیں ہے اور اس سلسلہ کے قوانین کی پابندی کرنی چاہئے۔

☆☆☆

سوال نامہ

فضائی اور صوتی آلودگی

کائنات میں اللہ تعالی کی شان ربوبیت کا ایک مظہر یہ ہے کہ جہاں انسانوں اور دوسرے جانداروں کو اور بہت ساری نعمتیں دی گئی ہیں وہیں اس کو سازگار ماحول بھی عطا کیا گیا ہے اور ایسی چیزیں بھی پیدا کی گئی ہیں، جو کثافتوں کو جذب کر لیتی ہیں اور مختلف طرح کی آلودگیوں سے ماحول کو بچاتی ہیں، انسانی زندگی اور انسان کو مطلوب جاندار اور بے جان وسائل کی حفاظت کے لئے یہ بات ضروری ہے کہ انسان خود ماحولیات کا تحفظ کرنے کا اہتمام کرے اور ایسی چیزوں سے بچے جو فضا، زمین یا پانی وغیرہ میں آلودگی کا باعث بنتے ہوں۔

موجودہ تیز رفتار صنعتی ترقی سے پہلے جنگلات کی کثرت اور مظاہر قدرت سے چھیڑ چھاڑ نہ کرنے کی وجہ سے آلودگی کا مسئلہ اتنی اہمیت نہیں رکھتا تھا، لیکن اب کارخانوں کی کثرت، صنعتی فضلات کی نکاسی کے مناسب انتظام سے غفلت، آبادی کا پھیلاؤ، آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کا بے دریغ استعمال، جنگلات کی بے تحاشہ کٹائی، دریاؤں میں فضلات کا بہاؤ، پرشور سواریوں اور مشینوں کا استعمال اور اس طرح کے مختلف اسباب ہیں، جن کی وجہ سے ماحولیات میں عدم توازن پیدا ہوتا جارہا ہے، آلودگی بڑھ رہی ہے، اور اس کی وجہ سے طرح طرح کی بیماریاں جنم لے رہی ہیں، یہ وہ صورت حال ہے جس نے پوری دنیا کو فکر مند کر رکھا ہے۔

شریعت اسلامی جو انسانی زندگی کے تمام مسائل کا احاطہ کرتی ہے، یقیناً اس سلسلہ میں بھی اس نے ہماری رہنمائی کی ہے، جیسے پانی میں استنجاء کرنے سے منع کیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت لگانے کی ترغیب دی اور بلا وجہ درخت کاٹنے اور بلا ضرورت بلند آواز کو پسند نہیں کیا گیا، جو چیزیں دھواں چھوڑنے والی ہوں، ان کو ضرورت پوری ہونے کے بعد بجھا دینے کی ہدایت دی گئی، یہ اور اس طرح کے بہت سے اشارات ہیں جو ہمیں قرآن وحدیث میں ملتے ہیں اور جن کی بنیاد پر فقہاء نے بعض احکام مستنبط کئے ہیں۔

عالمی سطح پر اس مسئلہ کی اہمیت کے پس منظر میں اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا نے اپنے چھبیسویں فقہی سمینار کے لئے اس موضوع کا بھی انتخاب کیا ہے؛ چنانچہ درج ذیل سوالات آپ کی خدمت میں پیش ہیں، امید ہے کہ آپ قرآن وحدیث، سلف صالحین کے اجتہادات اور موجودہ حالات کے پس منظر میں ان کا جواب تحریر فرمائیں گے۔

فضائی آلودگی:

ہمارے استعمال میں مختلف ایسی چیزیں آتی ہیں، جو فضائی آلودگی کا باعث بنتی ہیں، جیسے: آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن، صنعتی فضلات، کھلی جگہوں پر قضاء حاجت، سڑکوں پر تھوکنا، ایسی اشیاء کا استعمال کرنا جو ستی ہوں؛ لیکن تحلیل نہ ہو پاتی ہوں، ذبیحہ کے فاضل اجزاء کو کھلی جگہ پر ڈال دینا، دوسری طرف قدرت نے جن چیزوں میں آلودگی کو جذب کرنے کی صلاحیت رکھی ہے، ان کو ختم کر دینا، جیسے درختوں کی کٹائی وغیرہ، اس پس منظر میں سوال یہ ہے کہ:

۱- عام طور پر پکوان میں ایندھن کے طور پر لکڑی، کوئلہ، گوبر، گیس اور بجلی کا استعمال ہوتا ہے، ان میں بعض چیزیں دھواں چھوڑنے والی ہیں، جن سے ماحول آلودہ ہوتا ہے اور بعض دھواں پیدا نہیں کرتیں، لیکن ممکن ہے کہ وہ نسبتاً مہنگی ہوں، تو جو شخص ایسے وسائل استعمال کرنے پر قادر ہو، کیا اس کے لئے ارزاں ہونے کی وجہ سے آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال درست ہوگا؛ جبکہ اس سے اجتماعی ضرر پیدا ہوتا ہے؟

۲- گاڑیاں ایک اہم ضرورت ہیں، لیکن ان کے لئے بھی ایندھن مطلوب ہے، یہ ایندھن ڈیزل، پٹرول اور کئی قسم کی گیسوں کی شکل میں قابل استعمال ہوتا ہے اور اب اس میدان میں بھی شمسی توانائی کو قابل استعمال بنانے کی کوشش کی جارہی ہے، ڈیزل میں بہت زیادہ، اس سے کم پٹرول میں اور اس سے بھی کم گیس میں دھواں خارج ہوتا ہے، ایسی صورت میں حکومت کی طرف سے ڈیزل کے استعمال کی ممانعت کردی جائے، یا کسی خاص گاڑی

کے لئے گیس ہی کے استعمال کو لازم کردیا جائے تو عوام کے لئے اس قانون پر عمل کرنا شرعاً واجب ہوگا یا نہیں؟ اور اگر حکومت کی طرف سے کوئی ہدایت نہیں ہو تب بھی لوگوں کو ضرر سے بچانے اور ماحول کو پاک وصاف رکھنے کے لئے کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کو ترجیح دینے کی شرعاً کیا حیثیت ہوگی؟

۳- روشنی کے حصول کے لئے اس وقت جو ذریعہ استعمال کیا جاتا ہے، وہ بنیادی طور پر الیکٹرک اور اس کے نہ ہونے کی صورت میں جنریٹر ہے، جنریٹر مٹی کے تیل سے بھی چلتا ہے اور ڈیزل، پٹرول اور گیس سے بھی، مٹی کے تیل اور ڈیزل سے چلنے والے جنریٹر بہت زیادہ دھواں چھوڑتے ہیں، اور بہت سی جگہوں پر حکومت کی طرف سے اس کے استعمال کی ممانعت بھی ہوتی ہے، کیا ایسی صورت میں شرعاً کم دھواں پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال واجب ہوگا؛ تاکہ ماحول کو اس کے نقصان سے بچایا جاسکے؟

۴- ایندھن کے مذکورہ وسائل کے ساتھ ساتھ اس وقت شمسی توانائی کا استعمال کافی بڑھ رہا ہے، حکومت بھی اس کے لئے بعض سہولتیں فراہم کررہی ہیں، اس میں ایک بار ضرور خطیر رقم خرچ ہوتی ہے؛ لیکن آئندہ وہ برقی بل سے بچ جاتا ہے، کیا شرعی نقطہ نظر سے صاحب استطاعت افراد واشخاص، مساجد ومدارس اور اداروں کے لئے آلودگی سے محفوظ اس توانائی کا استعمال مستحب اور مستحسن عمل نہیں ہوگا؟

۵- صنعتی ترقی کے اس دور میں چھوٹے بڑے کارخانوں کی بہتات ہے اور یہ یقیناً موجودہ دور کی ایک ضرورت ہیں؛ لیکن کارخانوں میں جو ایندھن استعمال کیا جاتا ہے وہ بہت دھواں پیدا کرنے والا ہوتا ہے، اور جو صنعتی فضلات باہر پھینکے یا بہائے جاتے ہیں وہ فضائی آلودگی پیدا کرتے ہیں، اس لئے حکومت نے اس کے لئے کئی قوانین بھی بنائے ہیں، کہ کارخانے آبادیوں سے باہر ہوں، ان کی چمنیوں کو ایک خاص سطح تک اونچا رکھا جائے، کم سے کم ایسا ایندھن استعمال کیا جائے، جو آلودگی پیدا کرنے کا باعث نہ ہو اور فضلات کو تحلیل کرنے کی تدبیر اختیار کی جائے، یہ قوانین انسانی بھلائی کے ہی نقطہ نظر سے بنائے گئے ہیں تو شرعاً ایسے قوانین کی خلاف ورزی کرنے کا کیا حکم ہوگا؟

۶- انسانی خوراک کا ایک اہم حصہ جانور ہیں، جن سے لحمی غذا حاصل کی جاتی ہے، جانور کے قابل استعمال اجزاء کے حاصل کرنے کے بعد بعض اجزاء جیسے خون، اوجھڑی وغیرہ ضائع کردی جاتی ہیں، بمقابلہ نباتات کے جانوروں میں جلد تعفن پیدا ہوجاتا ہے اور یہ بہت تیزی سے فضا کو آلودہ کرتے ہیں، گزشتہ زمانہ میں اس کی وجہ سے کثرت سے ہیضے کی بیماری پھیل جایا کرتی تھی، خاص کر جب بیک وقت بہت سارے جانور ذبح کئے جائیں، جیسا کہ قربانی کے ایام میں ہوتا ہے، تو ایسے مواقع پر اس کا کافی اندیشہ ہوتا ہے، تو ذبیحہ کے ایسے اجزاء کے سلسلہ میں شریعت کے کیا احکام ہیں؟ اس کے امکانی نقصان سے بچانے کے لئے حکومت کی کیا ذمہ داریاں ہیں اور خود ذبح وقربانی کرنے والے کی کیا ذمہ داری ہے؟

۷- سامان کی پیکنگ بھی ایک اہم ضرورت ہے، قدیم زمانہ میں اس کے لئے ردی کاغذ یا اس سے تیار ہونے والی چیزیں استعمال کی جاتی تھیں، اب اس کی جگہ پلاسٹک کی تھیلیوں نے لے لی ہیں، لیکن پلاسٹک زمین میں تحلیل نہیں ہوتا اور اگر اسے جلایا جائے تو اس سے بہت کثیف دھواں پیدا ہوتا ہے، ہمارے ماحول کو نقصان پہنچانے والی چیزوں میں ماہرین اس کو بہت خطرناک قرار دیتے ہیں؛ لیکن آسانی وخوشنمائی کی غرض سے اور خاص کر سستا ہونے کی وجہ سے تجار اور عوام اس کا خوب استعمال کرتے ہیں، شرعاً اس کا کیا حکم ہوگا؟

۸- سماج میں تمباکو کی اشیاء مختلف صورتوں میں استعمال کی جاتی ہیں، جیسے: سگریٹ، بیڑی، حقہ وغیرہ، اس سے جو دھواں نکلتا ہے وہ زیادہ کثیف اور مسموم ہوتا ہے، اس کا نقصان صرف پینے والے کو ہی نہیں ہوتا؛ بلکہ اس کے متعلقین اور ہم نشینوں کو بھی ہوتا ہے اور بحیثیت مجموعی اس سے ماحول کو کافی نقصان پہنچتا ہے؛ اس لئے آج کل ایئرپورٹ اور دوسرے عوامی مقامات پر ایسے لوگوں کے لئے اسموکنگ زون بنادیا گیا ہے، سوال یہ ہے کہ ایسی چیزوں کے استعمال کا کیا حکم ہوگا اور قانوناً جن مقامات پر سگریٹ نوشی وغیرہ کی ممانعت ہو، وہاں سگریٹ وغیرہ پینے کا شرعاً کیا حکم ہوگا؟

۹- بدقسمتی سے ہمارے ملک میں اب بھی بہت سے گھروں میں بیت الخلاء نہیں ہیں، لوگ سڑکوں کے کنارے یا کھیت وغیرہ میں رفع حاجت کرتے ہیں اور پیشاب تو عوامی مقامات جیسے ریلوے اسٹیشن، بس اسٹینڈ وغیرہ پر بلاتکلف کیا جاتا ہے، اس بری عادت کا شریعت کی نظر میں کیا درجہ ہے؟ اسی طرح بہت سی جگہ گندے پانی اور فضلات کھلی نالیوں میں یہاں تک کہ گلیوں میں بہادیئے جاتے ہیں، یہ بھی فضا میں آلودگی پیدا کرنے کا ایک اہم سبب ہے، اس سلسلہ میں شریعت کیا ہدایت دیتی ہے؟

۱۰- تھوک اور اگر بالخصوص تھوکنے والے نے کوئی نقصان دہ چیز وغیرہ کھا رکھی ہو تو یہ بھی مضر صحت جراثیم پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ماحول کو نقصان پہنچاتے ہیں؛ اسی لئے بعض ملکوں میں سڑک اور عوامی مقامات پر تھوکنے سے قانوناً منع کیا جاتا ہے اور بہت سے عوامی مقامات پر تھوک دان بنا دیئے گئے ہیں، اس پس منظر میں اس بات کی وضاحت مطلوب ہے کہ ایسے امور کے سلسلہ میں حکومت یا متعلق ادارہ کی ہدایت پر عمل کرنا کس درجہ میں مطلوب ہے؟

۱۱- مختلف مشینی اشیاء شعاعوں کو جنم دیتی ہیں، جو انسانوں اور جانداروں، نیز ماحول کے لئے سخت نقصان کا باعث ہوتی ہیں، جیسے: فریج، واشنگ مشین، ایئر کنڈیشن، ٹی وی خاص کر موبائل وغیرہ؛ چنانچہ یہ بات مشاہدہ میں ہے کہ جب سے موبائل کے استعمال کی کثرت ہوئی ہے، پرندے ناپید ہوتے جا رہے ہیں؛ حالانکہ ماحول کے تحفظ میں پرندوں اور کیڑے مکوڑوں کا بھی حصہ ہے، ایسی چیزوں کا استعمال بالخصوص ضرورت سے زیادہ استعمال کس حد تک درست ہے؟

۱۲- جو چیزیں ماحول کا تحفظ کرتی ہیں، ان میں پیڑ پودوں کو بڑی اہمیت حاصل ہے، یہ نقصان دہ گیس کو ہضم کر کے ہمارے لئے قابل استعمال بناتی ہیں، تو قابل استفسار امر یہ ہے کہ:

الف: بلاضرورت جنگلات کو کاٹنے اور کھیتوں کو زیادہ سے زیادہ پیسوں کے حصول کے لئے پلاٹس بنا کر آبادیوں کو بسانا کیسا ہے؟

ب: اسلام کی نظر میں درخت لگانے اور کاشت کاری کرنے کی کیا اہمیت ہے؟ جس کے ذریعہ نہ صرف یہ کہ پیداوار فراہم ہوتی ہے؛ بلکہ ماحول کو بھی متوازن رکھنے میں مدد ملتی ہے۔

صوتی آلودگی:

صوتی آلودگی بھی انسان کے لئے کچھ کم مضرت رساں نہیں اور یہ شور اور غیر معتدل آواز کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، اس پس منظر میں درج ذیل امور پر روشنی ڈالنے کی درخواست ہے:

۱- کارخانے کی بعض مشینیں بہت پُرشور ہوتی ہیں، حکومت کی طرف سے ان کو آبادی سے باہر لگانے کی ہدایت ہوتی ہے، یہ ہدایت شرعاً کس حد تک قابل تعمیل ہے؟

۲- گاڑیوں کے ہارنوں کی آواز بھی بہت بڑھی ہوئی ہوتی ہے، بعض لوگ غیر ضروری طور پر ہارن بجاتے ہیں اور بعض حضرات اپنی گاڑی میں ضرورت سے زیادہ تیز آواز کا ہارن یہاں تک کہ ایمبولنس میں لگائے جانے والے سائرن کی طرح کے ہارن لگاتے ہیں، اس سے صوتی آلودگی بھی پیدا ہوتی ہے اور دوسرے راہگیروں کو دہشت بھی ہوتی ہے، تو اس کا کیا حکم ہوگا؟

۳- ہمارے معاشرہ میں بدقسمتی سے مختلف تقریبات میں DJ کا رواج بڑھتا جا رہا ہے، اس کا شور انسان کی سماعت اور ماحول کے لئے سخت نقصان دہ ہے، مزامیر میں داخل ہونے سے قطع نظر اس عمل کو شریعت کس نظر سے دیکھتی ہے؟

۴- ہمارے معاشرہ میں مذہبی، سیاسی جلسوں اور مشاعروں کا رواج بھی عام ہے، قانونی اعتبار سے اس کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے، مثلاً رات کے دس یا ساڑھے دس بجے تک، کہ اس کے بعد پروگرام جاری نہیں رکھا جا سکتا، اسی طرح آواز کے بارے میں بھی تحدید ہوتی ہے کہ کس درجہ کا ساؤنڈ سسٹم ہونا چاہئے اور کتنے ساؤنڈ بکس رکھے جا سکتے ہیں؟ اس کا مقصد لوگوں کی صحت اور ماحولیات کا تحفظ دونوں ہوتا ہے؛ لیکن بہت سے لوگ ان ہدایات پر عمل نہیں کرتے، آواز کا شور پوری آبادی تک پہنچاتے ہیں اور رات رات بھر پروگرام چلائے جاتے ہیں، شرعاً ان قوانین کی پابندی کس درجہ میں ضروری ہے اور ان کی خلاف ورزی کا کیا حکم ہے؟

☆☆☆

تلخیص مقالات

فضائی اور صوتی آلودگی

ڈاکٹر صفدر زبیر ندوی [1]

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين محمد وآله وصحبه أجمعين، أما بعد۔

اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) نے سترہویں فقہی سمینار میں بھی ماحولیات کے تحفظ کو اپنی بحث کا موضوع بنایا تھا، لیکن وہ محدود پیمانہ پر تھا، ڈاکٹر اسلم پرویز صاحب نے ماحولیات کے تعلق سے اپنا مبسوط مقالہ پروجیکٹر کے ذریعہ پیش کیا تھا، اور پھر اس کی بنیاد پر علماء نے چند تجاویز پاس کی تھیں، جو مندرجہ ذیل ہیں:

اللہ تعالی نے انسان کو جس دنیا میں پیدا کیا ہے، اس میں اس کی راحت وسکون کے اسباب بھی پیدا فرمائے ہیں، ان میں بعض ایسی چیزیں ہیں جو آلودگی کا سبب بنتی ہیں، لیکن رب کائنات نے اسی دنیا میں ایسے وسائل بھی پیدا فرما دیئے ہیں جو آلودگیوں کو تحلیل کرتے رہتے ہیں، انسان کو ان کے مضر اثرات سے بچاتے ہیں، اور جو چیزیں آلودگی کا سبب بنتی ہیں وہی تحلیل ہونے کے بعد کائنات کے فطری نظام میں تقویت اور بہتری کا باعث بن جاتی ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ صنعتی انقلاب نے جہاں انسانیت کو بہت سے مفید وراحت بخش وسائل زندگی فراہم کئے ہیں، وہیں ان کی وجہ سے فضائی، آبی اور صوتی آلودگیوں میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے، موسموں کا توازن متاثر ہوا ہے، طرح طرح کی بیماریاں جنم لے رہی ہیں، اور سائنس دانوں کا خیال ہے کہ اگر اس پر قابو نہیں پایا گیا تو اس کے نتائج انسانیت کے لئے نہایت تکلیف دہ اور ہلاکت خیز ہوں گے، ان آلودگیوں کو جذب کرنے کے وسائل کی بھی سائنس نے رہنمائی کی ہے، لیکن کم سے کم اخراجات کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل کرنے کی غرض سے صنعت کاران کا استعمال نہیں کر رہے ہیں، جو غیر اسلامی اور غیر انسانی طرز عمل ہے، اس پس منظر میں حسب ذیل تجویزیں منظور کی جاتی ہیں:

۱- صنعت کاروں پر واجب ہے کہ اگر ایسی صنعتیں قائم کریں جو آلودگی پیدا کرتی ہوں، تو ایسے وسائل بھی استعمال کریں جو ان آلودگیوں کو تحلیل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں، تاکہ ماحول کو اور ماحول کے واسطے سے دوسرے انسانوں کو اس کا نقصان نہیں پہنچے۔

۲- ملٹی نیشنل کمپنیوں کا ملک میں آنا بعض جہتوں سے یقینا مفید ہے، کہ اس سے مارکیٹ میں مسابقت پیدا ہوتی ہے اور صارفین کو معیاری اشیاء فراہم ہوتی ہیں، لیکن یہ صنعتیں اپنے ساتھ صنعتی فضلوں کا انبار اور مختلف نوع کی آلودگیاں بھی ساتھ لا رہی ہیں، اس لئے سمینار حکومت ہند سے مطالبہ کرتا ہے کہ ملکی کمپنیاں ہوں یا غیر ملکی ان کے لئے ایسے قوانین بنائے جائیں اور ان پر عمل کا پابند کیا جائے جو ماحول کے تحفظ میں معاون ہوں اور مضر اثرات سے بچاتے ہوں۔

۳- اس وقت ماحولیاتی آلودگی کے سبب جن خطرات سے دنیا دوچار ہے، یہ زیادہ تر ترقی یافتہ ممالک کی دین ہے، ان ممالک نے زیادہ سے زیادہ نفع کمانے اور سستی سے سستی پیداوار حاصل کرنے کی غرض سے صنعتوں کو ماحول دوست بنانے پر توجہ نہیں دی، اور آلودگیوں کو تحلیل کرنے کے وسائل اختیار نہیں کئے، یہاں تک کہ اب جب کہ آلودگی کا مسئلہ ایک بھیانک صورت اختیار کر چکا ہے، وہ اس کے اثرات کو دور کرنے کے سلسلہ میں اپنی ذمہ داریاں قبول کرنے سے گریز کر رہے ہیں۔ سمینار مطالبہ کرتا ہے کہ وہ انسانیت کے تئیں اپنے رویہ کو درست کریں اور حکومت ہند سے اپیل کرتا ہے کہ وہ دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت اور ایک اہم عالمی طاقت ہونے کی حیثیت سے اس سلسلہ میں ترقی یافتہ ممالک کو ان کی ذمہ داریوں کا پابند کرنے کی کوشش کرے۔

۴- تمام ابناء وطن کو ہدایت دی جاتی ہے کہ وہ اپنے ماحول کو صاف ستھرا رکھنے کا اہتمام کریں، ایسی چیزیں جو آبادی میں آلودگی پیدا کرنے والی ہیں اور

---

[1] شعبہ علمی، اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)۔

دوسروں کو تکلیف پہنچانے والی ہیں، جیسے راستوں اور آبادیوں کے درمیان قضاء حاجت، گھر سے باہر کھلی ہوئی نالیاں نکالنا، صاف جمع شدہ پانی میں گندگیوں کا اخراج، آبادی کے درمیان بھٹی اور چمنیاں قائم کرنا، گاڑیوں میں کراسن تیل کا استعمال، بے جا طریقہ پر لاؤڈ اسپیکر کا استعمال وغیرہ، ان سے احتراز کریں، تاکہ سماج خطرناک بیماریوں اور دوسرے نقصانات سے محفوظ رہے۔

اب اس ۲۶ ویں فقہی سمینار کے لئے فضائی اور صوتی آلودگی کو باضابطہ بحث کے لئے موضوع بنایا گیا، اس کے ماہرین سے تبادلہ خیالات کے بعد اس کے لئے تفصیلی سوالنامہ تیار کیا گیا اور علماء امت اور ماہرین کو بھیجا گیا، جس کے جوابات ملک کے کونے کونے سے علماء نے بھیجے ہیں، اب تک جن حضرات کے مقالات اکیڈمی کو موصول ہوئے ہیں ان کے اسمائے گرامی ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

ڈاکٹر مفتی محمد شاہجہاں ندوی (شانتا پورم)، مولانا حافظ کلیم اللہ عمری (عمرآباد)، مولانا محمد صابر حسین ندوی (کنڈلور)، مفتی محمد راشد حسین ندوی (رائے بریلی)، ڈاکٹر مولانا ظفر الاسلام صدیقی (مئو)، مولانا عبید الرحیم سعادتی (بھروچ)، مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی (شانتا پورم)، مولانا محمد صفوان سعادتی (سورت)، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی (کایم کولم)، ڈاکٹر عبد اللہ جولم (عمرآباد)، مولانا روح الامین سعادتی (بھروچ)، مولانا عبید اللہ ندوی (بھروچ)، مولانا ابوسفیان مفتاحی (مئو)، مولانا اختر امام عادل قاسمی (سمستی پور)، مولانا شکیل اسلام پوری سعادتی (بھروچ)، مفتی محمد اسعد پالنپوری (بھروچ)، مولانا عباس یوسف سعادتی (بھروچ)، مولانا ضیاء الدین قاسمی ندوی (مئو)، مولانا رحمت اللہ ندوی (لکھنؤ)، مولانا اکرام الحق ندوی (دھنباد)، مولانا محمد صادق مبارکپوری (مئو)، مفتی سید باقر ارشد قاسمی (بنگلور)، مولانا عبد الخالق ندوی (رامپور)، مفتی محفوظ الرحمن بستوی (بستی)، مفتی محمد عارف باللہ قاسمی (حیدرآباد)، مفتی محمد جعفر ملی رحمانی (اکل کوا)، مولانا ولی اللہ مجید قاسمی (اعظم گڑھ)، مفتی محمد عثمان بستوی (جونپور)، مولانا محمد قمر الزماں ندوی (پرتاپ گڑھ)، مفتی عبد الرشید قاسمی (کانپور)، مفتی محبوب علی وجیہی (رامپور)، مولانا عبد الرب واپی (بھروچ)، مفتی جمیل احمد نذیری (مبارکپور)، ڈاکٹر محی الدین غازی (شانتا پورم)، دارالافتاء جامعہ سلفیہ (بنارس)، مولانا ذاکی الرحمن غازی (اعظم گڑھ)، مفتی سعید الرحمن قاسمی (بستی)، مفتی محمد الیاس قاسمی (پونہ)، مفتی اشرف عباس قاسمی (دیوبند)، مفتی عابد الرحمن مظاہری (بجنور)، مولانا محمد احسن عبد الحق ندوی (فیض آباد)، مفتی اقبال احمد قاسمی (کانپور)، مولانا ندیم احمد انصاری، مفتی عبد المنان (آسام)، مفتی عبد الحمید قاسمی (دیناج پور)، مفتی محمد نصر اللہ ندوی (لکھنؤ)، مولانا محمد مصطفی قاسمی آواپوری (دربھنگہ)، مولانا محمد ثوبان اعظم قاسمی، مفتی تنظیم عالم قاسمی (حیدرآباد)، مفتی ارشاد عالم قاسمی (آسام)، مولانا جلال الدین چودھری (آسام)، مولانا عمر بن یوسف کوکنی (رائے گڑھ)، ڈاکٹر ظفر دارک قاسمی (علی گڑھ)، مفتی ظہیر احمد قاسمی (کانپور)، مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی (میرٹھ)، مفتی محمد جہانگیر حیدر قاسمی (حیدرآباد)، ڈاکٹر سید اسرار الحق سبیلی (تلنگانہ)، مولانا محمد مصطفی عبد القدوس ندوی (کڑپا)، مولانا افتخار احمد مفتاحی (مئو)، مولانا محمد ابوبکر قاسمی (دربھنگہ)۔

تمہید:

کئی مقالہ نگاروں نے سوالوں کے جوابات سے پہلے اصولی اور لغوی بحثیں کی ہیں اور بہتر معلومات فراہم کی ہیں، جن سے ماحولیات، آلودگیوں اور اسلامی نقطہائے نظر پر تفصیلی روشنی پڑتی ہے، ان مقالہ نگاروں میں مولانا عبد الرب واپی، مفتی عبد الرشید قاسمی، مولانا محمد قمر الزماں ندوی، مولانا اختر امام عادل قاسمی، مفتی محمد شاہجہاں ندوی، ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مفتی محمد عثمان بستوی، مولانا عباس یوسف سعادتی، مولانا شکیل اسلام پوری، مولانا ندیم احمد انصاری، مولانا ضیاء الدین قاسمی ندوی، مولانا محمد صفوان سعادتی، مولانا محمد صادق مبارکپوری، مولانا جلال الدین چودھری، مولانا محی الدین غازی، مولانا ولی اللہ مجید قاسمی، مولانا محمد صابر حسین ندوی، مولانا کلیم اللہ عمری، مولانا رحمت اللہ ندوی، مولانا اقبال احمد قاسمی، مولانا روح الامین سعادتی، مولانا عبید اللہ ندوی، مولانا محمد ثوبان اعظم قاسمی وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں، ان تمہیدی تحریروں کا ایک سرسری مطالعہ پیش ہے:

آلودگی کی تعریف:

انسان کے اپنے پھیلائے ہوئے فاضل مادے جو اس کے لئے نقصان دہ ہوں آلودگی کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔

آلودگی کا تعارف اور قسمیں:

فضائی آلودگی، ماحولیاتی آلودگی، صوتی آلودگی (شور)۔

فضائی آلودگی: عام طور پر فیکٹریوں اور گاڑیوں کے دھویں، شاپنگ بیگ اور پلاسٹک تھیلوں سے ہوتی ہے۔

ماحولیاتی آلودگی: فصلوں پر ادویات کے چھڑکاؤ سے، شہروں، صنعتوں اور فیکٹریوں کا گندا پانی ندیوں میں چھوڑنے اور آبادی کے پھیلاؤ کی بنا پر جنگلات کاٹنے، زرخیز زمین کی بربادی اور صنعتی کچروں وغیرہ سے ہوتی ہے۔

صوتی آلودگی (شور): جس کو آلودگی تصور نہیں کیا جاتا لیکن یہ سب سے خطرناک ہے، اس کو ''موت کا ایجنٹ'' بھی کہہ سکتے ہیں اور اس سے انسانی صحت کو گہرا نقصان ہوتا ہے (مقالہ مفتی عبدالرشید قاسمی)۔

فضائی آلودگی کیا ہے؟

فضائی آلودگی {Air pollution} دراصل ہوا میں موجود بیرونی اجزاء کے شامل ہونے کو کہا جاتا ہے، ہوا میں شامل ہونے والے یہ بیرونی عوامل مختلف اقسام کے ہوتے ہیں جیسے دھول، گیس، بدبو، دھواں وغیرہ ذرات ہوا میں شامل ہوکر ہوا کے توازن کو بدل دیتے ہیں جس کی وجہ سے انسان، حیوانات اور نباتات متاثر ہوتے ہیں۔ فضائی آلودگی کی وجہ سے سانس کی بیماریاں، آنتوں کا کینسر، گردوں کے افعال میں خرابی، ہائی بلڈ پریشر، شب کوری وغیرہ امراض پیدا ہوتے ہیں نیز اختلاج اور نفسیاتی بیماریاں ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔

فضائی آلودگی کے ذرائع واسباب:

صحت مند زندگی گذارنے کے لئے صاف ہوا، صاف پانی، صحت مند غذا، اچھے کپڑے اور بیماریوں سے پاک ومحفوظ جگہ کی ضرورت ہے، لیکن جب سے انسان نے جدید ٹکنالوجی کی مدد سے لوہا، تانبا اور پیتل وغیرہ کے خام مواد کو زمین سے برآمد کرنا شروع کیا اور صنعتی سرگرمیوں کو فروغ دینے کے لیے ہزاروں فیکٹریاں قائم کیں جن سے کاربنڈائی آکسائیڈ، ہیڈروکاربن آکسائیڈ، نائٹروجن، سلفر کیمیائی ذرات اور دھواں پیدا ہونا شروع ہوا، یہ تمام گیسیں آپس میں مل کر فضائی آلودگی کا سبب بنیں، ماحولیات کے ماہرین کا کہنا ہے کہ یہ گیسیں بنی نوع انسان، حیوانات اور نباتات غرض کہ سب کے لئے خطرناک ہیں کیوں کہ ان سے کائنات کا کیمیائی ڈھانچہ بگڑ سکتا ہے۔

فضائی آلودگی کے یوں تو کئی ذرائع ہیں؛ لیکن چند خاص اور اہم ذرائع درج ذیل ہیں:

۱- صنعتی آلودگی {Industrial Pollution}

۲- ذرائع حمل ونقل سے آلودگی {Vehicle Pollution}

۳- زراعتی آلودگی {Agricultural Pollution}

۴- گھریلو آلودگی) {Domestic Pollutio ان سب کی تفصیل کے لئے دیکھئے: مولانا عبیداللہ ندوی کا مقالہ)۔

ماحول اور ماحولیات کی تعریف:

ماحول اور ماحولیات جس کو عربی میں ''البیئۃ'' انگریزی میں Environment اور ہندی میں ''پریاورن'' کہتے ہیں۔

ماحول اور بیئۃ کے معنی لغت میں آتے ہیں: منزل، اردگرد کے حالات اور انسان کے آس پاس کی چیزیں انسان کا ماحول کہلاتی ہیں، مثلاً زمین، ہوا، گلی کوچہ، سڑکیں، ندی نالے، کھیت، پہاڑ، جنگلات وباغات، کارخانے اور فیکٹریاں وغیرہ، اور عمومی طور سے ماحول نام ہے مختلف اقسام کے حیاتی وغیر حیاتی عوامل کے آپسی اشتراک اور ان کے درمیان قائم تال میل سے بنے حالات کا۔

یہاں ماحول سے مراد انسان کو محیط جمیع احوال وظروف ہیں خواہ داخلی ہوں یا خارجی، چنانچہ دکتور وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

''البیئة فی اللغة : المنزل والحال ... والبیئة بنحو عام: جمیع العوامل الإحیائیة واللاحیائیة لأحد المواقع. والمراد بالبیئة ہنا فی البحث: ''جمیع الاحوال والظروف المحیطة بالانسان فی الداخل والخارج'' (موسوعة الفقه الاسلامی والقضایا المعاصرة ۱۲/ ۷۸۲، ۷۸۱)۔

آلودگی کا مطلب:

جیسا کہ سطور بالا میں ذکر کیا گیا کہ ماحول مختلف اقسام کے حیاتی اور غیر حیاتی عوامل کے آپسی اشتراک اور ان کے درمیان قائم تال میل سے بنے حالات کا نام ہے، جب تک عناصر کا آپسی تال میل قائم رہتا ہے، ماحول موافق اور مناسب رہتا ہے، اور اسکے برعکس جب ان عناصر کا تال میل ٹوٹ جائے، تو یہ عناصر اپنے مثبت اشتراک کو ختم کر دیتے ہیں، اور منفی اثرات ڈالنے لگتے ہیں، عناصر کے منفی اثرات ہی کا نام ہے "آلودگی"، جس کو عربی میں تلوث اور انگریزی میں "Pollution" کہتے ہیں (مقالہ مولانا عبدالرب واپی)۔

شہری علاقوں میں صحت سے متعلق بیشتر مسائل کے لئے ماحولیاتی آلودگی ہی ذمہ دار ہے، ماحولیاتی آلودگی کی وجہ سے صرف انسانوں کی صحت کو ہی خطرہ نہیں بلکہ پورے سیارے پر موجود دیگر ذی روح اشیاء کو بھی اسی طرح خطرہ لاحق ہے، انسانوں کو اسکی وجہ سے گلے، ناک، پھیپھڑے اور آنکھوں میں تکلیف لاحق ہوتی ہے، اسکی وجہ سے سانس کی پریشانی بھی آتی ہے، پہلے سے لاحق شدہ کچھ امراض جیسے انفاخ نسوج (Emphysema) اور دمہ (Asthma) بڑھ بھی جاتے ہیں، باریک ذرات پھیپھڑے میں گھس جاتے ہیں اور انسان کے سانس لینے کی صلاحیت کو کم کر دیتے ہیں، سانسوں کے ذریعہ باریک ذرات کے جسم میں جانے کی وجہ سے شریانوں میں سختی پیدا ہوتی ہے، اور ہارٹ اٹیک کے علاوہ دیگر قلبی امراض کا خدشہ پیدا ہو جاتا ہے، آلودہ ہوا جسم کی دفاعی قوت کو کم کر دیتی ہے اور جسم کی انفیکشن سے لڑنے کی طاقت اور تنفسی نظام کو بھی متاثر کرتی ہے، آلودہ ہوا سے مسلسل اتصال کی وجہ سے امراض قلب کا خطرہ بھی بڑھ جاتا ہے، کھلے میدان میں کام کرنے اور محنت کی وجہ سے گہری اور تیز سانس لینے کی بنا پر لوگ زیادہ تر فضائی آلودگی کے منفی اثرات قبول کرتے ہیں، آلودگی ہی کی بنا پر "تیزابی بارش" یعنی ایسی بارش جس میں خطرناک حد تک نائٹروجن اور سلفوری تیزاب کی مقدار پائی جاتی ہے، جو کہ "فاسل" ایندھن کے جلنے کی وجہ سے ماحولیات میں پیدا ہونے والے نائٹروجن ڈائی آکسائیڈ اور سلفر آکسائیڈ کی وجہ سے بنتی ہے، اس بارش کے ہونے کی وجہ سے درخت و فصلیں برباد ہوتی ہیں اور سمندری جانوروں کو بھی بہت نقصان پہنچتا ہے (ماحولیاتی آلودگی کا مسئلہ/ص ۳) (مقالہ مولانا محمد صابر حسین ندوی)۔

آلودگی سے ہونے والی ہلاکتیں اور نقصانات:

"دنیا میں 2012 میں 43 لاکھ اموات گھروں کے اندر کی آلودگی خصوصاً ایشیا میں لکڑیاں جلا کر یا کوئلوں پر کھانا پکانے کے دوران اٹھنے والے دھویں کی وجہ سے ہوئیں جبکہ بیرونی فضا میں آلودگی کی وجہ سے مرنے والوں کی تعداد 37 لاکھ کے لگ بھگ رہی جن میں سے 90 فیصد کے قریب ترقی پذیر ممالک میں تھے۔ ڈبلیو ایچ او کا کہنا ہے کہ بیرونی فضائی آلودگی چین اور بھارت جیسے ممالک کے لیے بڑا مسئلہ ہے جہاں تیزی سے صنعت کاری ہو رہی ہے۔

ماہرین کے مطابق فضائی آلودگی کی وجہ سے سانس کے ساتھ ہمارے پھیپھڑوں میں ایسے ننھے ننھے ذرات چلے جاتے ہیں جو بیماری کا باعث بنتے ہیں، سائنسدانوں کے خیال میں فضائی آلودگی دل کی سوجن کی وجہ بھی بنتی ہے جس کی وجہ سے دل کا دورہ پڑنے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔

رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ترقی پذیر ممالک میں مردوں کے مقابلے میں خواتین کے فضائی آلودگی سے متاثر ہونے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔ امپیریئل کالج لندن کے ماجد عزتی کا کہنا ہے کہ 'ہم نہیں جانتے کہ صحارا کے صحرا کی گرد اتنی ہی خطرناک ہے جتنا کہ ایندھن یا کوئلے کا دھواں۔

ایک نئی تحقیق میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ جو حاملہ خواتین آلودہ فضا میں رہتی ہیں ان کے ہاں پیدا ہونے والے بچے دوسرے بچوں کی نسبت کم وزن ہوتے ہیں۔ 'انوائرمنٹل ہیلتھ پرسپیکٹیو' نامی ادارے نے یہ نتائج نو ممالک میں تیس لاکھ سے زائد نوزائیدہ بچوں کے جائزے کے بعد اخذ کیے ہیں۔

تحقیق سے پتہ چلا کہ جن بچوں کا جنم آلودہ فضا والے علاقوں میں ہوا ہے، انہیں مستقبل میں صحت سے متعلق مسائل کا سامنا رہتا ہے جیسا کہ انہیں ذیابیطس اور دل کی بیماری ہونے کا خطرہ نسبتاً زیادہ ہوتا ہے، اس تحقیقی ٹیم کے رکن اور یونیورسٹی آف کیلیفورنیا، سان فرانسسکو کے پروفیسر ٹریسی وڈروف کا کہنا ہے: اہم بات یہ ہے کہ اس تحقیق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ فضائی آلودگی کا عام طور پر اثر دنیا کے ہر انسان پر پڑتا ہے۔

کیمیائی طور پر تیار کی گئیں اشیا اور دیگر مختلف قسم کے کچرے کو جب جلایا جاتا ہے تو اس سے نکلنے والا دھواں فضائی آلودگی کا باعث بنتا ہے اور اس

سے نکلنے والی زہریلی گیس اور ذرات فضا میں شامل ہو جاتے ہیں۔ان سے انسانی صحت پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں اور کینسر، پھیپھڑوں کے علاوہ گلے کی پیچیدہ بیماریوں کا باعث بنتے ہیں۔

تحقیقات کے مطابق کچرے کے ڈھیروں سے بے شمار زہریلی گیسوں کا اخراج ہوتا ہے۔ بھارت، پاکستان اور انڈونیشیا کے ممالک جو دنیا کا تقریباً پانچواں حصہ بنتے ہیں وہ اس سے متاثر ہور ہے ہیں۔ ماہرین کے مطابق زہریلا مادہ خون میں جذب ہونے سے رحم مادر میں پرورش پانے والے بچوں کو مسائل پیش آسکتے ہیں جو بچوں کی ذہنی نشوونما کے لیے خطرہ ہیں۔ میساچوسٹس انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی سے وابستہ اسٹیون بیرٹ کا کہنا ہے کہ گزشتہ 5 سے 10 برسوں کے اعداد وشمار سے ثابت ہوا ہے کہ فضائی آلودگی سے شرح اموات میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے (مقالہ مولانا اختر امام عادل قاسمی)۔

رپورٹ کے مطابق فضائی آلودگی سے سالانہ ۵۶ / ہزار کروڑ ڈالر کا نقصان۔ متعلقہ بیماریوں سے ہر سال ۱۴ / لاکھ سے زائد اموات ہوتی ہیں۔ چین کے بعد ہندوستان دوسرا بڑا ملک ہے، (نئی دہلی: ۱۵ / ستمبر ۲۰۱۶ م (یو ین آئی) ملک کی معیشت کو فضائی آلودگی سے سالانہ ۵۶،۰۴۹ / کروڑ ڈالر سے زیادہ کا نقصان ہو رہا ہے، اور ۱۴ / لاکھ سے زیادہ لوگوں کو اپنی جان گنوانی پڑ رہی ہے۔ عالمی بینک کے ذریعہ جاری کردہ ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ۲۰۱۳ء میں فضائی آلودگی کی روک تھام کے اور اس سے ہونے والی بیماریوں کے علاج پر ہندوستان کا خرچ ۵۰،۵۱۰۴۳ / کروڑ ڈالر رہا...... (مزید تفصیلات کے لئے دیکھئے: روزنامہ سالار، بنگلور، صفحہ ۱۶،۵ / ستمبر ۲۰۱۶ء) (مقالہ مولانا حافظ کلیم اللہ عمری)۔

صوتی آلودگی کے سد باب کے ذرائع:

صوتی آلودگی کا سب سے اہم سبب ہمارا برتاؤ وعمل ہے، اس لئے ضروری ہے کہ ہم صوتی آلودگی ختم کرنے کے لئے غور کریں اور شور پیدا کرنے والے اعمال نہ کریں؛ کیوں کہ یہ انسانوں اور جانوروں کے لیے خطرناک ثابت ہوسکتی ہے۔ درج ذیل ٹکنیک اور تدابیر سے ہم صوتی آلودگی پر قابو پا سکتے ہیں:

(۱) گاڑیوں کی رفتار کم کی جائے، ہارن کے استعمال پر پابندی ہو، خصوصاً رہائشی علاقوں، اسپتالوں، مدرسہ وکالج کے اطراف واکناف کو خاموش علاقہ (Silence zone) قرار دیا جائے۔

(۲) سڑکوں کی مرمت کی جائے۔

(۳) بڑی بڑی گاڑیوں کی بھیڑ بھاڑ والے علاقوں میں آمد ورفت ختم کی جائے، نیز مشینوں میں صحیح قسم کا تیل استعمال کیا جائے۔

(۴) ٹریفک کے قانون پر پابندی سے عمل ہو، اور ہارن بار بار نہ بجایا جائے۔

(۵) انجن کی ایک وقفہ پر {Tuning} کروائیں، جس سے انجن سے زیادہ آواز نہ آئے۔

(۶) نہ زیادہ بریک لگائیں اور نہ بہت زیادہ ایکسی لیٹر {Accelerator} دبائیں۔

(۷) زیادہ سے زیادہ درخت لگائیں جس سے صوتی آلودگی کم کی جاسکتی ہے۔

(۸) لب سڑک دکانوں اور ہوٹلوں میں ریکارڈنگ کو ممنوع قرار دیا جائے۔

(۹) رہائشی علاقوں میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال پر پابندی عائد کی جائے۔

(۱۰) ہوائی جہاز کے فلائٹ کا راستہ بدل دیں اور دن کے وقت رن وے {Run way} کا استعمال کریں۔

(۱۱) صنعتی شور {Industrial Noise} جہاں تک ہوسکے کم کرنے کی کوشش کریں، مثلاً صنعتی آلات واوزاروں کو دوبارہ سے وضع {Design} کیا جائے، صنعتی کارخانوں کو ساؤنڈ پروف بنایا جائے اور جدید مشینوں کا استعمال کیا جائے۔

(۱۲) رہائشی علاقوں میں جو صنعتی آلودگی پھیل رہی ہے ان کو وہاں سے ہٹایا جائے۔

(۱۳) مختلف تہواروں پر سخت قانون اور قاعدے بنا کر اسے جانچ کیا جائے۔

(۱۴) آواز کو جذب کرنے کا آلہ استعمال کیا جائے۔

(۱۵) کم آواز مشینوں کی دریافت کا طریقہ معلوم کیا جائے۔

(۱۶) عوام کو صوتی آلودگی کی تعلیم دی جائے۔(فضائی آلودگی،ص ۵۸-۵۹)(مقالہ مولانا عبیداللہ ندوی)۔

اسلام میں ماحول کو آلودگی اور کثافت سے بچانے کا اہتمام:

مولانا رحمت اللہ ندوی لکھتے ہیں کہ قرآن کریم میں تقریباً ساڑھے سو پچاس آیات ہیں جن کا براہ راست یا بالواسطہ تعلق ماحولیات سے ہے، احادیث میں بھی ماحولیاتی آلودگی کے تحفظ سے متعلق بہت سی ہدایات موجود ہیں، صرف عنوانات کے ذریعہ اس کی طرف رہنمائی کی جاتی ہے:

☆ میت کی تدفین- ''فبعث الله غرابا يبحث في الأرض ليريه كيف يواري سوأة أخيه''۔

☆ فساد کی ممانعت- ''لا تفسدوا في الأرض بعد إصلاحها'' اور ''ظهر الفساد في البر والبحر...''۔

☆ اعتدال وتوازن- ''وأقيموا الوزن بالقسط ولا تخسروا الميزان''۔

☆ عدل واحسان کا حکم اور بغی سے ممانعت- ''إن الله يأمر بالعدل والإحسان... وينهى... والبغي''۔

☆ پانی میں استنجا کی ممانعت- ''لا يبولن أحدكم في الماء الدائم، ثم يتوضأ منه'' (ترمذی: حدیث ۶۸)۔

☆ سونے سے بیدار ہونے پر ہاتھوں کو دھونا- ''إذا استيقظ أحدكم من الليل فلا يدخل يده في الإناء... فإنه لا يدري أين باتت يده'' (ترمذی، حدیث نمبر: ۲۴)۔

☆ اعرابی کا مسجد میں پیشاب کردینے پر پانی ڈال دینے کا حکم (ترمذی، حدیث: ۱۴۷)۔

☆ سوتے وقت چراغ گل کردینا تاکہ دھوئیں سے آلودگی نہ ہو اور کوئی حادثہ پیش نہ آئے۔

☆ اگر ہاتھ میں چکنائی ہو تو اچھی طرح صاف کرلینا تاکہ کوئی گزند نہ پہنچے۔

☆ گندگی وغیرہ کو آبادی سے دور ڈالنا یا دفن کرنا، حدیث بضاعہ سے مستفاد (ترمذی، حدیث نمبر: ۶۶)۔

☆ مسجد میں لہسن، مولی، پیاز، یا کوئی بھی بدبودار چیز کھا کر آنے کی ممانعت، اسی طرح ایسا مریض جس کی بیماری سے لوگوں کو اذیت پہنچے اور تقلیل جماعت کا سبب بنے، اس کا مسجد نہ آنا، مثلاً: ٹی بی کا مریض، یا کوڑھی، یا گوشت وغیرہ کا ایسا کاروباری جس کے جسم اور کپڑے میں بدبو بس جائے (مشکوۃ ۱/ ۶۹)۔

☆ ابتدائے اسلام میں جمعہ کا غسل واجب تھا، اس کی حکمت ماحولیات کا تحفظ ہے تاکہ کسی کو اذیت نہ ہو۔

☆ درخت لگانے اور باغات اگانے کی تعلیم وترغیب اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عملی نمونہ پیش کرنا۔

☆ پانی کی ذخیرہ اندوزی، اس کا اسراف اور ضیاع اور آلودہ کرنے کے تمام طریقوں پر بندش، اسی طرح ماء قلیل میں یا ٹھہرے ہوئے پانی میں غسل جنابت کی ممانعت، اور سورج کی گرمی سے گرم ہوئے پانی سے غسل اور وضو کی ممانعت وغیرہ۔

☆ صوتی آلودگی کے بارے میں ''إن أنكر الأصوات لصوت الحمير... لا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها وابتغ بين ذلك سبيلا'' وغیرہ۔

آلودگی سے متعلق اسلامی نقطہ نظر:

مفتی عبدالرشید قاسمی نے آلودگی سے متعلق اسلامی نقطہ نظر کو قدرے تفصیل سے بیان کیا ہے جو مندرجہ ذیل ہے:

شریعت اسلامی جو انسانی زندگی کے تمام مسائل کا احاطہ کرتی ہے، اس سلسلہ میں بھی اس نے ہماری رہنمائی کی ہے۔ جیسے:

☆ پانی میں استنجا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

''عن ابی هريرة عن النبی صلی الله علیه وسلم لا یبولن أحدکم فی الماء'' (ترمذی شریف ۱/ ۲۲)۔

☆ بہتے ہوئے پانی میں بھی پیشاب کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

''عن جابر قال نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم أن یبال فی الماء الجاری'' (المعجم الاوسط للطبرانی حدیث نمبر: ۱۷۴۹)۔

☆ مردوں کے دفن کرنے کا حکم۔

''فبعث الله غراباً یبحث فی الارض لیریه کیف یواری سوأة اخیه'' (مائدہ / ۳۱)۔

☆ درختوں کی حفاظت اور شجر کاری کی ترغیب۔

''عن أنس بن مالك قال قال النبی صلی الله علیه وسلم: مامن مسلم یغرس غرساً أو یزرع زرعًا فیأکل منه طیر أو إنسان أو بهیمة إلا کان له به صدقة'' (بخاری شریف ۱/ ۳۱۲، باب فضل الزرع والغرس)۔

☆ اسلام میں زمین کو زرخیز اور اُپجاؤ بنانے کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔

یہاں تک کہ اگر کوئی بنجر وافتادہ زمین کو زرخیز بنائے تو اس کے حوالے کردی جائے گی اور اگر یوں ہی چھوڑ دے تو اس سے چھین لی جائے گی۔ صاحب مجمع الانہر لکھتے ہیں:

''من أحیاها بإذن الامام ولو ذمیا ملکها، وبلا إذنه لا، خلاف لهما ومن حجر أرضاً ثلاث سنین ولم یعمرها أخذت منه ودفعت الیٰ غیره۔'' (مجمع الانہر ۴/ ۲۳۰ مکتبہ فقیہ الامت دیو بند)۔

☆ زمین کی ہریالی کو ختم کرنے کو فساد فی الارض سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"ولا تفسدوا فی الأرض بعد اصلاحها"۔

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے ضرورت درخت کاٹنے کو ناپسند فرمایا۔

''قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من قطع سدرة صوب الله رأسه فی النار، سئل أبو داؤد عن معنیٰ هٰذا الحدیث مختصر، یعنی من قطع سدرة فی فلاة یستظل بها ابن السبیل والبهائم عبثا وظلماً بغیر حق یکون له فیها، صوب الله رأسه فی النار'' (مجمع الزوائد ۸/ ۱۱۵، ابوداؤد، حدیث: ۵۲۳۹)۔

بیری کا درخت بطور مثال ہے، باقی درختوں کا بھی یہی حکم ہوگا۔

☆ جنگ میں بھی کھیتوں اور درختوں کو جلانے اور نقصان پہنچانے کو ناپسند فرمایا۔ قرآن میں ان لوگوں کی مذمت آئی ہے جو فتح کے بعد کھیتوں کو تباہ وبرباد کریں

"وإذا تولیٰ سعیٰ فی الأرض لیفسد فیها ویهلك الحرث والنسل والله لایحب الفساد" (البقرہ/ ۲۰۵)۔

☆ ماحول کے تحفظ کے لیے جانوروں اور پرندوں کا وجود بھی ضروری ہے، اسی لئے آپ نے شوقیہ شکار کو منع فرمایا۔

''عن عبد الله بن عمرو بن العاص أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: من قتل عصفوراً فما فوقها بغیر حقها سأله الله عن قتله، قیل: یا رسول الله وما حقها؟ قال: أن یذبحها فیأکلها ولا یقطع رأسها فیرمی بها'' (مشکوٰۃ شریف ۲/ ۳۵۹، کتاب الصید)۔

''من قتل عصفورًا عبثًا عج إليه يوم القيامه بقول يا رب إن فلانا قتلني عبثا ولم يقتلني لمنفعة '' (جمع الفوائد۲/ ۲۹۳، حدیث: ۳۱۱۷)

☆ فرمایا: ''اگر یہ بات نہ ہوتی کہ کتے بھی ایک امت ہیں تو میں انہیں قتل کرنے کا حکم دیتا، اس لئے ان میں سے صرف کالے کتے کو قتل کرو''۔

''عن عبد الله بن مغفل عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لولا ان الكلاب أمة من الأمم لأمرت بقتلها كلها فاقتلوا منها كل أسود بهيم'' (مشکوٰۃ ۱/ ۲۵۹)۔

☆ آپ ﷺ رفع حاجت کے لیے دور تشریف لے جاتے تھے۔

''عن المغيرة بن شعبه قال كنت مع النبي صلى الله عليه وسلم في سفر فأتى النبي صلى الله عليه وسلم حاجته' فأبعد في المذهب'' (ترمذی شریف ۱/ ۱۱)۔

اس میں جہاں پردہ مطلوب تھا ماحول کی پاکیزگی بھی مطلوب تھی۔

☆ تین مقامات میں قضائے حاجت کرنے کو منع فرمایا، ایسی جگہ جہاں مسافر پڑاؤ ڈالیں، راستوں پر اور درختوں کے سائے میں۔

''عن معاذ بن جبل قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :اتقوا الملاعن الثلاث، البراز في الموارد، وقارعة الطريق، والظل'' (ابو داؤد)۔

☆ مسجد میں بلغم جھاڑنا گناہ قرار دیا گیا اور اس کا کفارہ اس کو دفن کرنا ہے۔

''عن أنس بن مالك قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :البزاق في المسجد خطيئة وكفارتها دفنُها'' (ترمذی ۱/ ۱۲۷)

مسجد کی قید اتفاقی یا مزید قباحت بیان کرنے کے لیے ہے ورنہ ہر عمومی جگہ کا یہی حال ہے کہ گندگی اور گھن والی چیزوں کو کھلا نہ چھوڑیں بلکہ اسے ڈھک دیا جائے۔

☆ گھر کا کوڑا کرکٹ دروازے پر ڈالنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ یہ یہودیوں کی علامت ہے، لہٰذا گھر کے سامنے بھی صفائی ستھرائی کا اہتمام کریں۔

''ان النبي صلى الله عليه وسلم قال:ان الله طيب يحب الطيب ... جواد يحب الجواد، فنظفوا بيوتكم، ولا تشتبهوا باليهود التي تجمع الأكناف في دورها'' (مسند ابی یعلیٰ ۲/ ۱۲۲)۔

☆ نظافت کا حکم، سوکر اٹھنے کے بعد پانی میں ہاتھ نہ ڈالنا۔

''عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إذا استيقظ أحدكم من الليل فلا يدخل يده في الإناء حتى يفرغ عليها مرتين أو ثلاثاً فانه' لا يدري أين باتت يده'' (ترمذی شریف ۱/ ۱۳)۔

☆ پانی میں سانس لینا، تھوکنا، پھونکنا اور ''ادخال اليد بعد اليقظه'' سے منع فرمایا۔

'' قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : إذا شرب أحدكم فلا يتنفس في الإناء ''

(بخاری، باب النهي عن التنفس ۲/ ۸۴۱)۔

''لقد نهى الشريعة الغراء عن النفس والبصاق في الماء وعن إدخال اليد فيه بعد اليقظة'' (العرف الشذی مع ترمذی ۲/ ۲۲)

یہ سب امور ممنوع ہیں اسی لئے کہ پانی آلودہ نہ ہو۔

☆ پانی کے یا دیگر برتنوں کے ڈھکنے کا حکم۔

''عن جابر أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ... وأوکو االاسقیة وخمروا الطعام والشراب وأحسبه قال ولو بعود تعرضه علیه'' (بخاری ۲/ ۸۴۱)۔

پانی ذریعہ حیات ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ''وجعلنا من الماء کل شئ حی'' (الانبیاء/۳۰)۔

اسی لئے پانی کو آلودگی سے بچانے کا مذہب اسلام میں خاص اہتمام کیا گیا ہے اور کفایت شعاری کا حکم دیا گیا۔

☆ سوتے وقت چراغ کو بجھا دینے کا حکم۔

دھواں چھوڑنے والی چیزیں مثلاً چراغ کو خواہ مخواہ جلانے سے منع فرمایا۔

''عن جابر أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: اطفئوا المصابیح إذا رقدتم'' (بخاری ۲/ ۸۴۱ باب تغطیة الاناء)

ظاہر ہے کہ اس سے دھویں کی آلودگی کم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

صوتی آلودگی: جس کو آلودگی تصور نہیں کیا جاتا، اس سلسلے میں بھی اسلام کی نمایاں ہدایات موجود ہیں۔

☆ شوروشغب چیخنے چلانے کو منع کیا گیا ہے۔

''إن اللہ یبغض ... سخاباً فی الاسواق'' (موارد الظمان ۱۹/ ۷۵)۔

☆ اہل عرب آواز کی پستی کو ذلت اور بلند ہونے کو باعث فخر سمجھتے تھے، قرآن کریم نے اس غلط سوچ پر متنبہ کیا۔

''إن أنکر الأصوات لصوت الحمیر'' (سورۂ لقمان / ۱۹)۔

گدھے کی آواز چونکہ تیز اور بے ڈھنگی ہوتی ہے اس لئے اسے مکروہ آواز قرار دیا گیا۔

☆ ضرورت سے زیادہ اونچی آواز میں تکلف بھی ہے اور تکلیف بھی ہے:

''فان الجهر بأکثر من الحاجة تکلف وتؤذی'' (الجامع لاحکام القرآن ۱۴/ ۷۱)۔

☆ غیر معتدل آواز مذموم ہے، آواز کو معتدل ہونا چاہئے حتیٰ کہ عبادات میں بھی اس کا لحاظ ضروری ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروقؓ کو معتدل آواز میں قرآن پڑھنے کا حکم دیا:

''عن أبی قتادة أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لأبی بکر: مررت بك وأنت تقرؤوا أنت تخفض من صوتك، فقال: إنی أسمعت من ناجیت، قال: ارفع قلیلاً، وقال لعمر: مررت بك وأنت تقرؤ وأنت ترفع صوتك فقال: إنی أوقظ الوسنان واطرد الشیطان قال: اخفض قلیلاً'' (ترمذی ۱/ ۱۰۰، باب ماجاء فی القرأة باللیل، مطبع اشرفی)۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں معتکف ہوئے اور زور زور سے قرأت کرتے ہوئے سنا تو فرمایا کہ ایک دوسرے کو تکلیف نہ دو اور قرآن پڑھنے میں ایک دوسرے پر آواز بلند نہ کرو (ابوداؤد: ۱۳۳۲)۔

☆ ایک موقع پر فرمایا:

''الجاهر بالقرآن کالجاهر بالصدقة والمسر بالقرآن کالمسر بالصدقة'' (ابو داؤد: ۱۳۳۳)۔

صاحب الدر المختار فرماتے ہیں:

''ویجهر الامام وجوبا بحسب الجماعة فان زاد علیه أساء'' (الدر المختار مع الرد ۲/ ۲۴۹)۔

علامہ شامی نقل کرتے ہیں:

''إلا إذا أجهد نفسه' أو آذی غيره'' (الدرالمختار مع الرد ۲/ ۲۴۹)۔

(اتنی بلند آواز جو خود کو تھکا دے اور دوسروں کو اذیت دے، اچھی بات نہیں)۔

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مذہب اسلام نے اپنے متبعین کو عبادات حتیٰ کہ قرآن پڑھنے تک میں اعتدال کو ملحوظ رکھنے کو کہا ہے۔

یہ چند نمونے ہیں کہ اسلام میں ماحول کو ہر طرح کی آلودگی سے بچانے کے لیے کس قدر اہتمام کیا گیا ہے، ورنہ آلودگی کو لے کر جو فکریں آج ہو رہی ہیں مذہب اسلام نے بہت پہلے ہی ان سے آگاہ کر دیا تھا۔

ماحولیات کی حفاظت کے تعلق سے فقہ اسلامی کے اصول واحکام:

مولانا روح الامین سعادتی نے فقہ اسلامی میں ماحولیاتی آلودگی سے تحفظ کے تعلق سے جو اصول واحکام ذکر کئے گئے ہیں ان کا تذکرہ تفصیل سے کیا ہے، اس کے صرف اشارے مختصراً ذیل میں دیئے جاتے ہیں:

۱- قومی املاک سے ہر شخص کو انتفاع کا حق حاصل ہوتا ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ وہ تصرف دوسرے کو مستلزم نہ ہو (درر الحکام فی شرح مجلۃ الاحکام (۲/ ۱۲۱)۔

۲- مالک اپنی ملکیت میں تصرف کا حق رکھتا ہے، مگر شرط یہ ہے کہ وہ تصرف مباح ہو اور ضرر کو مستلزم نہ ہو (تبیین الحقائق ۴/ ۱۹۶)۔

۳- اگر ضرر سے احتراز ممکن نہ ہو تو اس کا تحمل کیا جائے گا (بدائع الصنائع ۷/ ۲۷۳)۔

۴- عام ضرر کو دفع کرنے کے لئے خاص ضرر کا تحمل کیا جائے گا (القواعد الفقہیہ وتطبیقاتہ فی المذاہب ۱/ ۲۳۶)۔

۵- شدید ضرر کے ازالہ کے لئے خفیف ضرر کا تحمل کیا جائے گا (حوالہ سابق ۱/ ۲۴۳)۔

۶- عام حالات میں دفع ضرر جلب منفعت سے مقدم ہے (حوالہ سابق ۱/ ۲۳۶)۔

۷- ضرر کو حتی الامکان دفع کیا جائے گا (حوالہ سابق ۱/ ۲۱۱)۔

۸- حکام کی طرف سے مفاد عامہ کی خاطر دیا جانے والا حکم واجب الاطاعت ہے۔

حکومت کی طرف سے جاری قوانین کی پابندی:

مولانا محمد ثوبان اعظم قاسمی نے حکومتی ہدایات وقوانین کے تعلق سے یہ تفصیل پیش کی ہے:

جو حکومتی پابندیاں ہیں اگر وہ شرعی حدود کے اندر ہوں یعنی ان پر عمل کرنے کی وجہ سے شریعت کے کسی حکم کی خلاف ورزی لازم نہ آتی ہو تو وہ پابندی بہر حال واجب العمل ہے، خواہ حاکم مسلمان ہو یا غیر مسلم، اگر مسلمان حاکم ہے تب تو اس کی وجہ ظاہر ہے؛ کیوں کہ قرآن پاک میں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے ساتھ اولوالامر (مسلمان حکام) کی اطاعت کا بھی حکم ہے۔

اور اگر حاکم غیر مسلم ہو تو اس کے وضع کئے ہوئے قوانین کی پابندی لازم ہونے کی دو وجوہ ہیں:

(۱) نظم وانتظام اور مفادِ عامہ سے متعلق حکومت کے وضع کردہ احکام وقوانین کی پابندی یہ دراصل ملکی نظام کو درست رکھنے میں حکومت کا تعاون ہے جو کسی بھی نظام کے لیے ضروری ہے جس کے بغیر کوئی ملک فلاح وترقی سے ہم کنار نہیں ہو سکتا۔

اور تعاون کے سلسلے میں قرآن نے جو اصول بیان فرمایا ہے اس میں کسی فرد یا جماعت کو معیار بنانے کے بجائے صرف ان چیزوں کو معیار بنایا ہے جن میں تعاون جائز ہے یا جائز نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔

اس میں یہ نہیں بتایا گیا کہ کس کے ساتھ تعاون جائز ہے اور کس کے ساتھ نہیں، بلکہ اس سے قطع نظر صرف تقویٰ اور نیکی کے کاموں کو معیار بنا کر تعاون کا حکم دیا گیا ہے اور ظلم اور گناہ کو بنیاد بنا کر تعاون سے منع فرمایا گیا ہے۔

(۲) کسی ملک کی شہریت اختیار کرنا یہ دراصل حکومت کے ساتھ اس بات کا عملاً معاہدہ ہے کہ ہم اس ملک کے قوانین کی پابندی کریں گے؛ لہٰذا جو آدمی جس ملک کا باشندہ ہے اس پر اس ملک کے قوانین کی پابندی ضروری ہوگی اور کسی قانون کی خلاف ورزی معاہدے کی خلاف ورزی ہونے کی وجہ سے ناجائز اور گناہ ہوگی۔

''قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :أربع من کن فیه کان منافقا خالصا . . إذا أوتمن خان، وإذا حدث کذب، وإذا عاہد غدر، وإذا خاصم فجر (بخاری: ۳۴) وقال علیه الصلوۃ والسلام: لا إیمان لمن لا أمانة له ولا دین لمن لا عهد له'' (مشکوۃ:۱۵)۔

لہٰذا حکومت کے جن احکام کا تعلق نظم وانتظام اور مصلحت عامہ سے ہو ان کی پابندی بھی واجب ولازم ہوگی اور ان کی خلاف ورزی اور قانون شکنی ممنوع ہوگی، بشرطیکہ وہ احکام وقوانین حدود شرع کے اندر ہوں۔

فضائی آلودگی

اس تمہیدی تفصیل کے بعد اب سوالوں کے جوابات کی تلخیص پیش کی جاتی ہے:

۱- آلودگی پیدا کرنے والے ارزاں ایندھن کا استعمال:

سوال نمبر:۱- عام طور پر پکوان میں ایندھن کے طور پر لکڑی، کوئلہ، گوبر، گیس اور بجلی کا استعمال ہوتا ہے، ان میں بعض چیزیں دھواں چھوڑنے والی ہیں، جن سے ماحول آلودہ ہوتا ہے اور بعض دھواں پیدا نہیں کرتیں، لیکن ممکن ہے کہ وہ نسبتاً مہنگی ہوں، تو جو شخص ایسے وسائل استعمال کرنے پر قادر ہو ، کیا اس کے لئے ارزاں ہونے کی وجہ سے آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال درست ہوگا؛ جبکہ اس سے اجتماعی ضرر پیدا ہوتا ہے؟

اس سوال کے جواب میں اکثر مقالہ نگار حضرات نے لکھا ہے کہ قدرت اور استطاعت ہونے کے باوجود آلودگی پھیلانے والے سستے اور ارزاں ایندھن کا استعمال شرعی طور پر جائز اور درست نہیں ہے، اس لئے کہ اس میں شدید ضرر ہے، اور فضا کے مسموم ہونے کی وجہ سے اجتماعی ضرر کا اندیشہ ہے، اور قاعدہ ہے:

''لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام'' (قواعد الفقه) ، ''یتحمل الضرر الخاص لأجل دفع الضرر العام'' (الأشباہ والنظائر لابن نجیم)، ''لأن المصالح العامة مقدمة علی المصالح الخاصة''، ''الضرر یزال'' (الاشباہ)۔

یہ رائے مندرجہ ذیل حضرات کی ہے:

مولانا اقبال احمد قاسمی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا عبدالرشید قاسمی، مولانا رحمت اللہ ندوی، مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی، مولانا محمد صفوان سعادتی، ڈاکٹر عبداللہ جولم عمری، مولانا عبیداللہ ندوی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا اکرام الحق ندوی، مولانا محمد صادق مبارکپوری، مفتی سید باقر ارشد قاسمی، مفتی محفوظ الرحمن بستوی، مفتی محمد عارف باللہ قاسمی، مفتی محمد جعفر ملی رحمانی، مولانا محمد قمر الزماں ندوی، مولانا عبدالرب وانی، ڈاکٹر محی الدین غازی، مفتی محمد الیاس قاسمی، مولانا محمد احسن عبدالحق ندوی، مولانا عبدالحمید قاسمی، مولانا محمد مصطفی قاسمی آواپوری، مولانا عمر بن یوسف کوکنی، مفتی ظہیر احمد کانپوری وغیرہ۔

اس لئے کہ آلودگی پھیلانا اللہ کی زمین میں فساد پھیلانے کا سبب ہے اور یہ ممنوع ہے۔

دلائل:

۱- "ولا تفسدوا فی الأرض بعد إصلاحها" (اعراف:۵۶)۔

۲- "ظهر الفساد فی البر والبحر بما کسبت أیدی الناس" (الروم:۴۱)۔

۳- ''الایمان بضع وسبعون شعبة فأفضلها قول لا إله إلا الله وأدناها إماطة الأذی عن الطریق، والحیاء شعبة من

الإيمان'' (متفق عليه) (مقالہ مفتی ارشاد عالم قاسمی، دار الافتاء جامعہ سلفیہ)۔

۴ ''خمروا الآنية، وأوكوا الأسقية، وأجيفوا الأبواب،...وأطفئوا المصابيح عند الرقاد، فإن الفويسقة ربما اجترت الفتيلة فأحرقت أهل البيت'' (بخاری/ ۳۳۱۶) (مقالہ عباس بن یوسف)۔

۵- حضرت ابوموسیٰ سے مروی ہے:''احترق بيت على أهله بالمدينة من الليل فلما حدث رسول الله ﷺ بشأنهم فقال: إن هذه النار إنما هي عدوكم فإذا نمتم فأطفئوها عنكم'' (مسلم ۲/ ۱۷۱) (مقالہ مولانا عباس بن یوسف)۔

۶- ''كان رسول الله ﷺ يكره السراج عند الصبح'' (رواه الطبرانی فی الأوسط، مجمع الزوائد ۸/ ۲۰۸) (مقالہ: مفتی تنظیم عالم قاسمی، مولانا عباس بن یوسف، مولانا اکرام الحق ربانی ندوی)۔

۷- ''درء المفاسد أولى من جلب المصالح'' (الاشباه والنظائر ۱/ ۲۶۴) (مولانا اختر امام عادل قاسمی)۔

۸- ''الضرر الأشد يزال بالضرر الأخف'' (القواعد الفقهيه/ ۸۸)۔

۹- ''رفع الضرر عن العامة أولى من رفع الضرر عن الواحد'' (عالمگیری ۵/ ۲۹۵) (مقالہ مفتی محمد الیاس قاسمی)۔

۱۰- ''أما الثالث فلا يخلو أن يلزم من منعه الاضرار به بحيث لا ينجبر أولا فإن لزم قدم حقه على الاطلاق... كمسئلة الترس التي فرضها الاصوليون فيما إذا تترس الكفار بمسلم... فاعتبار الضرر العام أولى فيمنع الجالب أو الدافع مما هم به؛ لأن المصالح العامة مقدمة على المصالح الخاصة بدليل النهي عن تلقي السلع وعن بيع الحاضر للبادي'' (الموافقات/ ۳۴۹) (مقالہ مولانا جلال الدين چودھری)۔

۱۱- ''لا يمنع الشخص من تصرف في ملكه إلا إذا كان الضرر بجاره ضررا بينا فيمنع من ذلك'' (الدر المختار ۸/ ۱۵۲) (مقالہ مفتی محمد الیاس قاسمی)۔

۱۲- ''تقدم أن الامام يرى الحجر إذا عم الضرر كما في المفتي الماجن والمكاري المفلس والطبيب الجاهل وهذه قضية فتدخل مسئلتنا فيها لأن التسعير حجر معنى لأنه عن البيع بزيادة فاحشة'' (ردالمحتار ۹/ ۵۷۳)۔

۱۳- ''إن الإنسان أن يتصرف في ملكه ما شاء من التصرفات ما لم يضر بغيره ضررا ظاهرا، ولو أراد بناء تنور في داره للخبز الدائم كما يكون في الدكاكين أو رحا للطحن أو مدقات للقصارين لم يجز، لأن ذلك يضر بالجيران ضررا ظاهرا فاحشا لا يمكن التحرز منه والقياس أنه يجوز، لأنه تصرف في ملكه وتُرك ذلك استحسانا لأجل المصلحة'' (تبيين الحقائق للزيلعي ۴/ ۱۹۶)۔

۱۴- ''قال الاتاسی نقلا عن الغزالي: إن الشرع إنما جاء ليحفظ على الناس دينهم وأنفسهم وعقولهم وأنسابهم وأموالهم فكل ما يكون بعكس هذا فهو مضرة يجب إزالتها ما أمكن وإلا فتأييداً لمقاصد الشرع يدفع في هذا السبيل الضرر الأعم بالضرر الأخص'' (الموسوعة الفقهيه ۲۸/ ۱۸۱) (مقالہ: مفتی محمد الیاس قاسمی، مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا محمد صفوان سعادتی)۔

دیگر آراء:

☆ مفتی محمد اسعد پالنپوری نے ایسے ایندھن استعمال کرنے والے کی دو حالتیں بیان کی ہیں، وہ کہتے ہیں کہ اس کا مقصد اپنے پڑوسیوں کو نقصان پہنچانا اور فضا کو آلودہ کرنا ہے تو ''الضرر یزال'' اور ''لا ضرر ولا ضرار'' کی روشنی میں ضرر عام کے لاحق ہونے کی وجہ سے اس کے لئے ایسے ایندھنوں کا استعمال ناجائز اور حرام ہوگا، اور دوسرے یہ کہ اس کا مقصد دوسروں کو ضرر پہنچانا تو نہ ہو بلکہ اپنے کسی ذاتی مقصد کو حاصل کرنا

ہو، تب بھی اس کا استعمال ضرر عام کے لاحق ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہوگا، اس لئے کہ قاعدہ ہے: ''دفع المضرة أولى من جلب المنفعة'' اور ''يتحمل الضرر الخاص لأجل دفع الضرر العام'' (الاشباہ والنظائر)۔

☆ ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی اور مولانا محمد صابر حسین ندوی کی رائے ہے کہ صاحب استطاعت پر کم ضرر رساں ایندھن کا استعمال واجب ہونا چاہئے، اسلئے کہ زیادہ دھواں دینے والے ایندھن کا استعمال ضرر کا باعث ہے، اسی طرح یہ کائنات میں فساد پھیلانے کا باعث ہے۔

"والسماء رفعها ووضع الميزان، ألا تطغوا في الميزان، وأقيموا الوزن بالقسط ولا تخسروا الميزان" (سورۂ رحمن: ۸-۷)

"ظهر الفساد في البر والبحر بما كسبت أيدي الناس ليذيقهم بعض الذي عملوا لعلهم يرجعون" (سورۂ روم: ۴۱)۔

"وإذا تولى سعى في الأرض ليفسد فيها ويهلك الحرث والنسل والله لا يحب الفساد" (سورۂ بقرہ: ۲۰۵)۔

لیکن ڈاکٹر محمد شاہجہاں ندوی عمومی اور خصوصی مصالح کے درمیان توازن پر بحث کے بعد لکھتے ہیں کہ صاحب استطاعت شخص کے لئے آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال بہتر نہیں ہے، چونکہ پکوان کے لئے گیس اور بجلی کا استعمال خود ہی مضر صحت ہے اس لئے ان کے استعمال کو واجب نہیں قرار دیا جاسکتا ہے۔

☆ مولانا حافظ کلیم اللہ عمری نے صاحب حیثیت شخص پر ایسے ایندھن کے استعمال کو ممنوع قرار دیا ہے، چونکہ آلودگی کو بڑھاوا دینے والی چیزوں کا استعمال بھی فساد فی الارض کا باعث ہے "ولا تفسدوا في الأرض بعد إصلاحها ذلكم خير لكم إن كنتم تعلمون" (سورۂ اعراف: ۸۵)۔

☆ دار الافتاء جامعہ سلفیہ بنارس نے ضرر کو بنیاد بنا کر اسے مجرمانہ عمل قرار دیا ہے،

''عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا ضرر ولا ضرار'' (نيل الاوطار: ۲۳۳۰)

''قال الشوكاني في توضيح هذا الحديث: هذا فيه دليل على تحريم الضرار على أي صفة كان، من غير فرق بين الجار وغيره، فلا يجوز في صورة من الصور إلا بدليل يخص به هذا العموم'' (۳/ ۲۹۳)۔

☆ مفتی محمد نصر اللہ ندوی کے بقول اگر کوئی شخص مہنگے ایندھن کے استعمال پر قادر ہونے کے باوجود ارزاں ایندھن استعمال کرتا ہے تو وہ کائنات کے ماحول کو فاسد کرتا ہے، نیز کثافت وآلودگی کے ذریعہ فضا کو مکدر کرتا ہے جس کے خطرناک اثرات صحت انسانی پر مرتب ہوتے ہیں، اس لئے مذکورہ چیزوں کا استعمال اس کے لئے مکروہ ہوگا۔

☆ مولانا ولی اللہ مجید قاسمی کی رائے ہے کہ اگر کوئی پکوان کے لئے ایندھن کے طور پر ایسی چیز کے استعمال پر قادر ہو جس سے کم دھواں پیدا ہوتا ہے تو اجتماعی ضرر سے بچنے کے لئے اسے کم دھواں چھوڑنے والے یا دھواں نہ پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال ضروری ہوگا۔

جواز کا رجحان:

☆ مولانا روح الامین اور مولانا شکیل اسلام پوری کا کہنا ہے کہ اگر اس کا ضرر فاحش یقینی ہے تو اس کا استعمال بالکل جائز نہیں، اور اگر ضرر مظنون ہے تو بھی یہی حکم ہوگا، اس لئے کہ بہت سے مقامات پر ظن درجہ یقین حاصل کر لیتا ہے، قاعدہ ہے:

''أكبر الرأي بمنزلة اليقين فيما يبتنى على الاحتياط'' (القواعد الفقهيه وتطبيقاته في المذاهب: احمد مصطفى زحيلى ۱/ ۲۳۶)

لیکن اگر ضرر موہوم ہے تو پھر ایسی صورت میں اس ایندھن کا استعمال جائز ہوگا، کیونکہ یہاں ضرر نادر اور سلامتی غالب ہے اس لئے ضرر موہوم کا اعتبار نہیں ''لا عبرة بالتوهم'' (حوالہ سابق)۔

''مالا يستلزم الضرر إلا نادرا، لا يحرم الاقدام عليه لغلبة السلامة، بخلاف ما استلزمه غالبا، فإن الاقدام عليه ممتنع، لأن الشرع أقام الظن مقام العلم في أكثر الأحكام'' (مواهب الجليل في شرح مختصر خليل ۱/ ۷۹)۔

اسی کے مثل مفتی تنظیم عالم قاسمی کی بھی رائے ہے کہ اگر وسعت کے باوجود کسی نے زیادہ دھوئیں والا ایندھن استعمال کیا تو یہ درست ہوگا،

اسے ناجائز نہیں کہا جاسکتا، البتہ اسے مکروہ قرار دیا جاسکتا ہے، کیونکہ اس کے ذریعہ کثافت کا پھیلنا اور تباہی کا مچنا محض ظنی ہے۔

جبکہ مولانا عباس بن یوسف لکھتے ہیں کہ ارزاں ایندھن کا ضرر کوئی ضرر موہوم نہیں ہے، اس لئے کہ عالمی ادارہ صحت کی رپورٹ کے مطابق بھارت میں ہر ۲۳ / سیکنڈ پر فضائی آلودگی کی وجہ سے ایک موت واقع ہوتی ہے، اور یہ غیر معمولی جانی نقصان ہے، اور خاص مالی فائدہ کے مقابلہ ضرر قوی اور عام ہے، لہذا ایسی صورت میں شریعت کے ضابطہ "درء المفاسد أولى من جلب المصالح" کے مطابق ممنوع اور حرام نہیں تو کراہت کے دائرہ میں ضرور آئے گا۔

☆ مولانا محمد راشد حسین ندوی لکھتے ہیں کہ کتاب وسنت یا فقہ اسلامی میں صراحۃً کوئی ایسی بات نہیں ملتی جس میں کسی خاص فرد کے لئے کسی خاص ایندھن کے استعمال پر پابندی لگائی گئی ہو، اس اعتبار سے اس کو جائز ہونا چاہئے، لیکن ان نصوص کی روشنی میں جن میں مفاد عامہ کا خیال، عوام کے ساتھ خیر خواہی، ضرر پہنچانے سے اجتناب اور دنیا میں فساد پھیلانے سے گریز وغیرہ کا ذکر آیا ہے، کہتے ہیں کہ جان بوجھ کر اس طرح کے مضر ایندھن استعمال کرنا جس سے مفاد عام کو نقصان پہنچتا ہے اس کے لئے باعث گناہ ہوگا اور شرعاً مکروہ ہوگا۔

جبکہ مولانا ندیم احمد انصاری کا کہنا ہے کہ اجتماعی ضرر سے حفاظت کے پیش نظر استطاعت رکھنے والے افراد کے لئے کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال مستحب و مستحسن ہوگا۔

☆ مفتی عبد المنان صاحب آسام کی رائے یہ ہے کہ صاحب قدرت شخص کے لئے آلودگی پیدا کرنے والے ارزاں ایندھن کا استعمال تو درست ہوگا لیکن اجتماعی ضرر پیدا نہ ہونے کی وجہ سے ایسے ایندھن کا استعمال نہ کرنا بہتر ہے، اور جواز کی دلیل کے طور پر کہتے ہیں کہ یہ "قل لا أجد فیما أوحی إلیَّ محرما" میں داخل نہیں ہے۔

☆ مولانا سعید الرحمن قاسمی بستوی نے پڑوسیوں کو نقصان پہنچنے اور اجتماعی ضرر کی وجہ سے آلودگی پیدا کرنے والی اشیاء کے استعمال کو ممنوع قرار دیا ہے۔

"ذهب الحنفية والمالكية وهو المذهب عند الحنابلة إلى أن من أراد أن يبنى فى داره تنورا للخبز الدائم كما يكون فى الدكاكين يمنع لأنه يضر بجيرانه ضررا فاحشا لا يمكن التحرز عنه إذ يأتى منه الدخان الكثير"
(موسوعه فقهيه ۲۰/ ۲۴۱)

☆ مولانا ضیاء الدین قاسمی ندوی کی رائے یہ ہے کہ تمام تر خطرات کے باوجود ایندھن کے طور پر لکڑی، کوئلہ وغیرہ دھواں خارج کرنے والے ایندھن کو ممنوع نہیں کیا جائے گا، لیکن اس کی ہمت افزائی بھی نہیں کی جائے گی، ہاں جو لوگ ان قدرتی ایندھن کو بے دردی کے ساتھ استعمال کرتے ہیں وہ اسراف کے مرتکب ہو کر گنہگار ہوں گے۔

☆ مولانا محمد عثمان بستوی کی رائے ہے کہ جن مقامات پر عام طور سے لوگ زیادہ آلودگی والے ایندھن استعمال کرتے ہوں ان جگہوں پر کم آلودگی والے ایندھن پر قدرت کے باوجود زیادہ آلودگی والے ایندھن کا استعمال کرنا جائز ہے۔

☆ مولانا عبد الرشید قاسمی نے مسئلہ کی نوعیت کے مطابق الگ الگ حکم لگایا ہے جو اس طرح ہے:

(۱) آلودگی کے تعلق سے حکومت نے قانون بنایا اور اس پر عمل کی قدرت ہے تو قادر شخص کے لیے عمل کرنا واجب ہے۔

(۲) حکومت نے قانون بنایا لیکن عمل پر قدرت نہیں تو غیر قادر شخص پر شرعاً عمل واجب نہ ہوگا۔

(۳) حکومت نے قانون نہیں بنایا لیکن عمل پر قدرت ہے تو قادر شخص کے لیے بنصوص شرعیہ ماحول کو نقصان سے بچانا واجب ہوگا۔

(۴) حکومت نے قانون نہیں بنایا اور وہ شخص بھی قادر نہیں تو غیر قادر شخص پر ماحول کو نقصان سے بچانا واجب نہ ہوگا۔

آلودگی کے اسباب:

مفتی عابد الرحمن مظاہری نے فضائی آلودگی کے متعدد اسباب بیان کئے ہیں جنہیں ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے:

۱- لکڑی، کوئلہ، گیس اور تیل کا بے جا اور فضول استعمال۔

۲- پٹرول اور ڈیزل کی گاڑیوں اور انجن سے دھوئیں کا اخراج۔

۳- صنعتی کارخانوں اور فیکٹریوں سے نکلنے والے فضلات۔

۴- جنگ میں استعمال ہونے والے ہتھیاروں کے فضلات اور اسلحہ خانوں میں آتشزدگی۔

۵- جنگلات کی کٹائی۔

۶- تابکاری شعاعوں اور زہریلی گیسوں کا اخراج۔

۷- پلاسٹک اور پلاسٹک سے بنی چیزوں کا کچرہ۔

۸- سگریٹ نوشی۔

۹- ٹریفک کی بہتات اور اس کا غیر فطری نظام۔

۱۰- انسانی اور حیوانی فضلات سے پھیلنے والی گندگی۔

۱۱- مین ہول کے ذریعہ زیر زمین پانی میں ڈالے جانے والے فضلات۔

۱۲- E کچرہ۔

۱۳- ایئر کنڈیشن اور فریج کا بڑھتا ہوا استعمال۔

۱۴- بارودی کھلونوں اور پٹاخوں کا استعمال۔

۲- گاڑیوں میں ایندھن کے استعمال میں حکومت کے ضوابط کی پابندی:

سوال نمبر ۲: گاڑیاں ایک اہم ضرورت ہیں، لیکن ان کے لئے بھی ایندھن مطلوب ہے، یہ ایندھن ڈیزل، پٹرول اور کئی قسم کی گیسوں کی شکل میں قابل استعمال ہوتا ہے اور اب اس میدان میں بھی شمسی توانائی کو قابل استعمال بنانے کی کوشش کی جارہی ہے، ڈیزل میں بہت زیادہ، اس سے کم پٹرول میں اور اس سے بھی کم گیس میں دھواں خارج ہوتا ہے، ایسی صورت میں حکومت کی طرف سے ڈیزل کے استعمال کی ممانعت کردی جائے، یا کسی خاص گاڑی کے لئے گیس ہی کے استعمال کو لازم کردیا جائے تو عوام کے لئے اس قانون پر عمل کرنا شرعا واجب ہوگا یا نہیں؟ اور اگر حکومت کی طرف سے کوئی ہدایت نہیں ہو تب بھی لوگوں کو ضرر سے بچانے اور ماحول کو پاک وصاف رکھنے کے لئے کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کو ترجیح دینے کی شرعا کیا حیثیت ہوگی؟

اس سوال کے جواب میں تقریبا تمام ہی مقالہ نگار حضرات کی رائے ہے کہ حکومت کی طرف سے گاڑیوں کے لئے کسی خاص ایندھن کے استعمال کی ممانعت کردی جائے یا کسی خاص ایندھن کے استعمال کو لازم کردیا جائے تو عوام کے لئے اس پر عمل کرنا شرعا واجب اور لازم ہوگا۔

دلائل:

۱- "یا ایہا الذین آمنوا أطیعوا اللہ وأطیعوا الرسول وأولی الأمر منکم" (سورۂ نساء: ۵۹) (مقالہ مفتی محمد الیاس قاسمی، مفتی محمد شاہجہاں ندوی، مولانا شکیل اسلام پوری، مفتی محمد اسعد پالنپوری، مولانا محمد مصطفی قاسمی آواپوری، مولانا عبدالرب واپی، مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی)۔

۲- "ولا تبغ الفساد فی الأرض إن اللہ لا یحب المفسدین" (سورۂ قصص: ۷۷) (مقالہ مفتی محمد نصر اللہ ندوی)۔

۳- "تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان" (مائدہ: ۲) (مقالہ مفتی محمد شاہجہاں ندوی، مولانا محمد ثوبان اعظم قاسمی، مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی)۔

۴- ''علی المرء المسلم السمع والطاعة فيما أحب وكره إلا أن يؤمر بمعصية فإن أمر بمعصية فلا سمع ولا طاعة'' (مسلم / ۱۸۳۹) (مقالہ: مفتی تنظیم عالم قاسمی، مولانا شکیل اسلام پوری، مفتی محمد اسعد پالنپوری)۔

۵- ''لأن طاعة الإمام فيما ليس بمعصية واجبة'' (ردالمحتار ۸/ ۱۱۷) (مقالہ: مفتی محمد الیاس قاسمی)۔

۶- ''طاعة الامام فی غير معصية واجبة، فلو أمر بصوم يوم وجب'' (شامی ۵/ ۴۲۲) (مقالہ: مولانا ندیم احمد انصاری، مفتی محمد اسعد پالنپوری، مولانا عبدالحمید قاسمی دیناجپوری، مفتی سید باقر ارشد قاسمی)۔

۷- ''تصرف الامام علی الرعية منوط بالمصلحة'' (الاشباہ والنظائر) (مقالہ: مولانا محمد صابر حسین ندوی)۔

۸- ''إن من واجبات الحكومة المسلمة أن تنظيم علاقات الناس على أسس سليمة فتضع من الأنظمة والقوانين ما يحقق العدل ويرفع الظلم ويشيع الطمانينة والاستقرار بين الناس'' (فتاوی معاصرۃ ۱/ ۵۹۳) (مقالہ: مفتی تنظیم عالم قاسمی)۔

۹- ''فكل ما يرى ولی الأمر فعله أقرب إلى الصلاح للرعية وأبعد عن الفساد فله أن يفعل بل قد يجب عليه'' (فتاوی معاصرہ ۱/ ۵۸۳) (مقالہ: مفتی محمد الیاس قاسمی)۔

۱۰- ''وفی تنقيح الفتاوی الحامديه بالجملة إن تثبت فی هذا الدخان إضرار صرف خال من المنافع فيجوز الافتاء بتحريمه'' (۲/ ۲۶) (مقالہ مولانا عبدالحمید قاسمی دیناجپوری)۔

۱۱- ''وقد شرع الدفع للضرر الذی يتوقع حصوله كما فی النهی عن بيع الثمر قبل بدوصلاحه، فإن العلة فيه هي توقع فساد التمر قبل بدوصلاحه، وأنه لو فسد لأدى ذلك إلى الخلاف والشحناء والعدواة والبغضاء بين المسلمين، فمنع منه دفعا لهذا الضرر المتوقع'' (القواعد الفقهيه/ ۲۴۲) (مقالہ دارالافتاء جامعہ سلفیہ بنارس)۔

۱۲- ''إن الالتزامات بتلك الأنظمة التی لا تخالف أحكام الشريعة الاسلامية واجب شرعا لأنه من طاعة ولی الأمر فيما ينظمه من اجراء ات بناء على دليل المصالح المرسلة'' (قرارات مجمع الفقه الاسلامی الدولی بجدة/ ص ۱۶۳) (مقالہ مفتی محمد الیاس قاسمی)۔

۱۳- ''طاعة ولی الأمر فی المعروف واجبة بالكتاب والسنة وإجماع الأمة'' (Tafsir.net) (مقالہ مولانا صابر حسین ندوی)۔

۱۴- مفتی محمود حسن گنگوہیؒ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: رعایات کے ہر فرد کو اپنی حکومت کے ہر جائز قانون کی پابندی لازم ہے، خلاف قانون کرنا جرم ہے، جس سے عزت اور جان ومال کا خطرہ ہے، جس کی حفاظت ضروری ہے (فتاوی محمودیہ ۴/ ۵۷۰) (مقالہ مفتی محمد اسعد پالنپوری، مفتی ارشاد عالم قاسمی)۔

۱۵- فتاوی دارالعلوم دیوبند (نمبر ۱۲۸۹۸) میں ہے کہ جب تک کسی شرعی احکام کی خلاف ورزی لازم نہ آئے اس وقت تک مسلمانوں کو بھی حکومت کے قوانین کی پابندی ضروری ہے (مقالہ مفتی عارف باللہ قاسمی)۔

دیگر متفرق آراء:

☆ مفتی راشد حسین ندوی مسلم اور غیر مسلم دونوں حکومتوں میں رہنے والے مسلمانوں کے لئے قوانین کی پابندی کو ضرور قرار دیتے ہیں جب تک کہ وہ قوانین شریعت اسلامی سے متصادم نہ ہوں، اسلامی حکومت میں اس لئے کہ حکم حاکم کی پابندی نصوص سے ثابت ہے:

۱- ''أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولی الأمر منكم'' (سورۂ نساء: ۵۹)۔

۲- ''ومن يطع الأمير فقد أطاعنی، ومن يعص الأمير فقد عصانی'' (مسلم / ۴۷۴۷)۔

۳- ''السمع والطاعة على المرء المسلم فيما أحب وكره مالم يؤمر بمعصية، فإذا أمر بمعصية فلا سمع ولا طاعة'' (بخاری/ ۷۱۴۴)۔

اور غیر مسلم حکومت میں اس لئے کہ ان کی حیثیت معاہد کی ہے، اور ارشاد باری ہے: "یاأیها الذین آمنوا أوفوا بالعقود" (مائدہ:۱)۔

☆ مولانا اختر امام عادل قاسمی ضرر کو بنیاد بناتے ہوئے کہتے ہیں کہ جن مقامات پر ڈیزل گاڑیوں کا استعمال عام زندگی کے لئے نقصان دہ ہو وہاں انتظامی قواعد کی رعایت کرنا واجب ہے، اور دوسرے یہ کہ ملک کے قوانین تمدن کی جائز حدود میں رعایت ضروری ہے، اور یہ کہ مسلمان اپنے عہد کی پاسداری کا پابند ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''المسلمون عند شروطهم فيما وافق الحق''۔

جبکہ مولانا اکرام الحق ربانی ندوی کا کہنا ہے کہ ڈیزل گاڑیوں پر پابندی کے قانون پر عمل کرنا بالکلیہ لازمی نہیں ہے، البتہ بوقت ضرورت استعمال کرسکتا ہے، لیکن مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی کی رائے ہے کہ ضرر لاحق ہونے کی صورت میں حکومت منع کرے یا نہ کرے کم آلودگی والے ایندھن کا استعمال کرنا ضروری ہوگا۔

☆ مولانا روح الامین اس سلسلہ میں دو اصول بیان کرتے ہیں، ایک یہ کہ اگر وہ حکم ایسا ہو کہ اس میں عام لوگوں کی مصلحت ہے تو اس میں حاکم کی اطاعت ظاہراً اور باطناً بھی واجب ہے، دوسرے یہ کہ اگر حکم کی خلاف ورزی میں عام ضرر نہیں تو صرف ظاہراً حاکم کی اطاعت واجب ہے، باطناً واجب نہیں، یہی رائے مولانا عبید الرحیم سعادتی، مولانا محمد صفوان سعادتی اور مولانا عباس بن یوسف کی بھی ہے۔

☆ مولانا ضیاء الدین قاسمی ندوی خیر آبادی نے ایندھن استعمال کرنے والی گاڑیوں کی دو قسمیں کی ہیں اور دونوں کا حکم الگ الگ بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ روزانہ روڈ پر دوڑنے والی سواری گاڑیاں، اور ضرورت سے زیادہ فیشن اور ترفع کی علامت کے طور پر استعمال ہونے والی گاڑیوں میں ارزاں ایندھن کے استعمال کو ممنوع قرار دیا جائے تو یہ شرعاً درست ہوگا، لیکن وہ گاڑیاں اور ٹرک جو اشیائے خورد ونوش اور دیگر ضروریات زندگی دوسری جگہوں پر پہنچاتے ہیں، ان کے لئے مہنگا ایندھن کا استعمال اشیاء ضرورت کی مہنگائی کا سبب بنے گا، اس لئے ایسی گاڑیوں کو اس حکم سے مستثنی رکھا جائے گا، اس لئے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ''تلقی رکبان'' سے منع فرمایا ہے۔

''عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا تلقوا الركبان لبيع'' (مشکوۃ کتاب البیوع)

اور ائمہ ثلاثہ کا تلقی رکبان کے عدم جواز اور کراہت پر اتفاق ہے، چونکہ اس میں سامان اور غلہ کی ذخیرہ اندوزی کر کے سامان کو مہنگے داموں بیچنا مقصود ہوتا ہے، یہی علت یہاں پر بھی پائی جارہی ہے کہ مہنگے ایندھن کے استعمال سے اشیاء ضرورت بھی مہنگی ہوجائیں گی، لہذا ان جیسی گاڑیوں پر مہنگے ایندھن کے استعمال کو لازم کرنا درست نہیں ہے۔

☆ مولانا عمر بن یوسف کوکنی کی بھی رائے یہ ہے کہ اگر مہنگے ایندھن کے استعمال کا مکلف کیا جائے تو آلودگی کے دفع ضرر میں گاڑی والے کو بھاری خرچ ونفقہ کا ضرر لازم آئے گا اور اس سے عامۃ الناس زیادہ متاثر ہوں گے، اور شریعت میں ازالہ ضرر بغیر ضرر کے مطلوب ہے، مشہور قاعدہ ہے: ''الضرر لا يزال بالضرر''، اس کی تعلیل بیان کرتے ہوئے علامہ سیوطی نے سبکی کا یہ قول نقل کیا ہے: ''لأنه لو أزيل بالضرر لما صدق الضرر يزال'' (الاشباہ والنظائر للسیوطی ۱۷۸/۱)، نیز یہ کہ ارزاں ایندھن استعمال کرنے والے کا مقصود دوسروں کو نقصان پہنچانا نہیں ہوتا ہے، جیسا کہ شیخ زرقاء نے مذکورہ قاعدہ کی توضیح اس طرح کی ہے:

''والمقصود بمنع الضرار نفي فكرة الثأر المحض الذي يزيد في الضرر ولا يفيد سوى توسيع دائرته، لأن الإضرار ولو على سبيل المقابلة لايجوز أن يكون هدفا مقصوداً وطريقًا عامة، وإنما يلجأ إليه اضطراراً عندما لايكون غيره من طرق التلافي والقمع أفضل منه وأنفع'' (المدخل الفقهي العام ۹۹۰/۲)۔

لہذا جو لوگ اپنی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے مہنگے ایندھن کی مشقت کا تحمل نہ کرسکتے ہوں تو ان کے لئے مہنگا ایندھن استعمال کرنا شرعاً ضروری نہیں۔

حکومت کی طرف سے کسی ہدایت یا حکم کا نہ ہونا:

اس سوال کی دوسری شق یعنی حکومت کی طرف سے کوئی ہدایت نہ ہونے کے باوجود کم آلودگی والے ایندھن کے استعمال کے تعلق سے مقالہ نگار حضرات کی مختلف آراء ہیں، جنہیں مختصراً ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے:

- مفتی تنظیم عالم قاسمی اور مولانا روح الامین کی رائے ہے کہ اگر حکومت کی طرف سے ایسی کوئی ہدایت نہ ہو تو گاڑی میں کم آلودگی والے ایندھن کا ڈالنا واجب نہیں مستحسن ہوگا، البتہ ضرر کی نوعیت کے اعتبار سے حکم مؤکد ہوگا، جبکہ مفتی محمد نصر اللہ ندوی کے نزدیک شرعاً مستحب اور مندوب ہوگا، اور مفتی محمد الیاس قاسمی بھی ایسا کرنے کو شرعاً مستحب و مستحسن قرار دیتے ہیں۔

''عن المغيرة بن شعبة أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا ذهب المذهب أبعد'' (ابوداؤد ا/ ۱۶۶)

''كان النبي ﷺ يذهب لحاجته إلى المغمس، قال نافع: نحو الميلين من مكة'' (مجمع الزوائد ا/ ۴۸۱)

''إن الله طيب يحب الطيب، نظيف يحب النظافة... فنظفوا أراه، قال: أفنيتكم، ولا تشبهوا باليهود. قال: فذكرت ذلك لمهاجرين مسمار فقال: حدثنيه عامر بن سعيد عن أبيه عن النبي صلى الله عليه وسلم مثله. قال: نظفوا أفنيتكم'' (ترمذی ۲/ ۱۰۷)۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی تحریر فرماتے ہیں:

''والأمر بطهارة الثياب أو بتنظيفها وتجميلها سبب واضح لنظافة البيئة وحمايتها من أي مصدر من مصادر التلوث'' (الموسوعة الفقهيه والقضايا المعاصرة ۱۲/ ۴۹۲)۔

مولانا ندیم احمد انصاری کی بھی یہی رائے ہے، اور مولانا صابر حسین ندوی اسے اخلاقی فریضہ قرار دیتے ہیں، اور مفتی اشرف عباس قاسمی صرف ترجیح کی بات کہتے ہیں، جبکہ قاری ظفر الاسلام صدیقی لکھتے ہیں کہ حکومت کی طرف سے ممانعت ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال مستطیع پر واجب ہونا چاہئے۔

مولانا محمد ثوبان اعظم قاسمی کے مطابق اور یہی رائے مولانا محمد عثمان بستوی کی ہے، جہاں ضرر زیادہ ہو تو ایسے ایندھن کا استعمال ممنوع ہوگا اور جہاں معمولی ہو وہاں استعمال کی اجازت ہوگی، مفتی محمد اسعد پالنپوری نے بھی ''لا ضرر ولا ضرور'' اور ''دفع المضرة أولى من جلب المنفعة'' کو بنیاد بنا کر آلودگی والے ضرر رساں ایندھنوں کے استعمال سے احتیاط برتنے کی بات کہی ہے، مولانا عبد الحمید قاسمی نے اس کا اضافہ کیا ہے کہ کم دھواں دینے والے ایندھن کا استعمال اس کے دسترس میں ہو اور وہ اپنے اندر اس کی گنجائش بھی رکھتا ہو۔

مفتی محمد جعفر ملی رحمانی، مولانا عبد الرب والی اور مولانا قمر الزماں ندوی وغیرہ کا کہنا ہے کہ عوام کو ضرر سے بچانے اور ماحول کو صاف رکھنے کے لئے کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کے استعمال کو ترجیح دینا ضروری ہوگا، مولانا عبد الخالق ندوی نے اس کا اضافہ کیا ہے کہ ایسا نہیں کرے گا تو گنہگار ہوگا۔ مفتی محمد عارف باللہ قاسمی کے نزدیک ترجیح دینا واجب ہوگا اگر ماحول خطرناک حد تک آلودہ ہو رہا ہو اور اجتماعی ضرر پڑ رہا ہو الضرر یزال اور لاضرر ولاضرار کی وجہ سے، اور اگر ایسا نہ ہو تو ترجیح دینا واجب نہ ہوگا بلکہ مستحب ہوگا، اور یہی رائے مفتی سید باقر ارشد بنگلوری قاسمی کی بھی ہے۔ مولانا محمد صادق مبارکپوری اور ڈاکٹر عبد اللہ جولم کے نزدیک بہتر اور مستحسن ہے، لیکن مولانا ابوسفیان مفتاحی کہتے ہیں کہ کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کو ترجیح دینا شرعاً واجب ہوگا، یہی رائے مولانا عبید اللہ ندوی، مولانا عبد الرشید قاسمی اور مولانا اقبال احمد قاسمی کی بھی ہے۔

مفتی عبد المنان آسام کے نزدیک اگر سرکار کی طرف سے کوئی تعزیری سزا متعین نہ ہو، صرف ہدایت ہو تو ایسی صورت میں کم آلودگی والا ایندھن استعمال کرنا جبکہ اس کی مالی حیثیت کے موافق ہو، بہتر و افضل ہے۔

مولانا عباس بن یوسف سعادتی کا کہنا ہے کہ اگر زیادہ آلودگی والے ایندھن کے استعمال میں ضرر غیر متلافی ہے تو کم آلودگی والا ایندھن استعمال کرنا ضروری ہوگا، اور اگر متلافی نقصان ہوتا ہے تو مقدم ہوگا، علامہ شاطبیؒ لکھتے ہیں:

"وإن أمكن انجبار الإضرار ورفعه جملة فاعتبار الضرر العام أولى فيمنع الجالب أو الدافع مما هم به لأن المصالح العامة مقدمة على المصالح الخاصة" (الموافقات ۲/ ۳۵۰)۔

دارالافتاء جامعہ سلفیہ بنارس نے "لا ضرر ولا ضرار" کو بنیاد بناتے ہوئے لکھا ہے کہ ایک مسلمان کو مسلمان ہونے کی وجہ سے ضرر رساں ایندھن کے استعمال کو ترک کرنا ضروری ہے اور اگر حکومت کی تائید ہوجائے تو فبہا، اس لئے کہ حکومت جو حکم نافذ کرتی ہے وہ شرعی حکم نہیں، ہاں حکومت کی تائید مزید پختگی کا باعث ہے۔

مولانا ولی اللہ مجید قاسمی کے بقول اس کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ لوگوں کو ضرر سے بچانے اور ماحول کو پاک وصاف رکھنے کے لئے کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کو اختیار کرے۔

۳- روشنی کے لئے جنریٹر میں ایندھن کا استعمال:

سوال نمبر ۳- روشنی کے حصول کے لئے اس وقت جو ذریعہ استعمال کیا جاتا ہے، وہ بنیادی طور پر الیکٹرک اور اس کے نہ ہونے کی صورت میں جنریٹر ہے، جنریٹر مٹی کے تیل سے بھی چلتا ہے اور ڈیزل، پٹرول اور گیس سے بھی، مٹی کے تیل اور ڈیزل سے چلنے والے جنریٹر بہت زیادہ دھواں چھوڑتے ہیں، اور بہت سی جگہوں پر حکومت کی طرف سے اس کے استعمال کی ممانعت بھی ہوتی ہے، کیا ایسی صورت میں شرعاً کم دھواں پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال واجب ہوگا؛ تاکہ ماحول کو اس کے نقصان سے بچایا جاسکے؟

تقریباً تمام ہی مقالہ نگار اس بات پر متفق ہیں کہ روشنی کے حصول کے لئے جنریٹر میں کم دھواں پیدا کرنے والے اور کم سے کم ضرر رساں ایندھن کا استعمال واجب اور لازم ہوگا، خواہ حکومت کی طرف سے کوئی ہدایت ہو یا نہ ہو، اکثر حضرات نے "لا ضرر ولا ضرار" وغیرہ وہی دلائل پیش کئے ہیں جو اوپر گزرے۔ بعض دوسرے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

۱ "والذين يؤذون المؤمنين والمؤمنات بغير ما اكتسبوا فقد احتملوا بهتاناً وإثما مبينا" (سورۂ احزاب: ۵۸) (مقالہ مفتی محفوظ الرحمن بستوی)۔

۲ "وأوفوا بالعهد إن العهد كان مسئولا" (سورۂ اسراء: ۳۴) (مقالہ مفتی محمد الیاس قاسمی)۔

۳ "إن القوانين التي تسنّ لتحقيق مصالح الناس ولتحفظ بينهم الأمن والاستقرار يجب طاعتها والعمل بمقتضاها" (فتاوی معاصرہ ۱/ ۴۹۸) (مقالہ مفتی تنظیم عالم قاسمی)۔

۴ "ان الشئ المباح يصير حراما بمنع خليفة أو امام" (عرف الشذی) (مقالہ مولانا جلال الدین چودھری)۔

۵ "يمنع المالك من التصرف في ملكه فيما إذا كان تصرفه يورث الجار ضررا فاحشا" (درر الحکام ۱/ ۳۷) (مقالہ مفتی محمد شاہجہاں ندوی)۔

مفتی ارشاد عالم قاسمی نے اس مسئلہ کی چار شکلیں بیان کی ہیں:

۱- کوئی شخص جنریٹر میں کم دھواں پیدا کرنے والے ایندھن کے استعمال پر قادر ہے، اور اس علاقہ میں حکومت کی طرف سے زیادہ دھواں دینے والے ایندھن کے استعمال کی ممانعت ہے تو اس کے لئے کم دھواں دینے والے ایندھن کو ترجیح دینا ضروری ہے۔

۲- وہ شخص قادر ہے لیکن حکومت کی طرف سے کوئی پابندی نہیں ہے تو وہ کم دھواں دینے والے ایندھن کے استعمال کو اپنی ذمہ داری سمجھے۔

۳- لیکن اگر وہ قادر نہیں ہے اور حکومت کی طرف سے پابندی بھی ہے تو اس کے لئے حکومت کے قانون کی رعایت ضروری ہوگی۔

۴- اور اگر وہ قادر نہیں ہے اور نہ حکومت کی طرف سے وہاں کوئی پابندی ہے تو وہ ضرورت کی حد تک ہی استعمال کرے گا۔

چند دیگر آراء:

مفتی جمیل احمد نذیری کہتے ہیں کہ جن جگہوں پر آلودگی والے ایندھن کے استعمال کی ممانعت ہو وہاں استعمال نہ کرنا اس وقت ضروری ہوگا جب ضرر شدید کا قوی اندیشہ ہو۔

مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی کا کہنا ہے کہ اگر یقینی ہو کہ فلاں مقام پر دھواں کا اخراج فضا کو آلودہ بناتا ہے تو ایسے مقام پر کم دھوئیں والے ایندھن کا استعمال ضروری ہوگا، اور اگر اتنا یقینی نہ ہو، یا ظن غالب کی حد تک معاملہ نہ ہو تو پھر واجب وضروری نہیں کیا جاسکتا۔

مفتی محفوظ الرحمن بستوی حکومت کے قانون پر عمل کرنے کو لازم قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ممنوعہ ایندھن کا استعمال موجب ضمان وتاوان ہوگا، جبکہ مفتی اشرف عباس قاسمی اس حکم پر عمل نہ کرنے کو معصیت قرار دیتے ہیں۔

مولانا شکیل اسلام پوری کے نزدیک جہاں ممانعت نہیں ہے وہاں کم دھویں والے ایندھن کا استعمال مستحسن ہے، لیکن مولانا محمد صفوان سعادتی وسعت کی شرط لگاتے ہیں کہ اس کے مطابق مستحسن یا مستحب یا واجب ہوگا۔

مفتی تنظیم عالم قاسمی کی رائے ہے کہ جن علاقوں میں حکومت کی جانب سے جنریٹر میں کسی خاص ایندھن کے استعمال کی پابندی نہ ہو تو وہاں کوئی بھی ایندھن استعمال کیا جاسکتا ہے، تاہم زیادہ دھواں چھوڑنے والے ایندھن کا استعمال مناسب نہیں۔

مفتی عبدالمنان کا کہنا ہے کہ قانونی صورت میں تو واجب ہوگا ورنہ استحباب کا درجہ رہے گا۔

مفتی سید باقر ارشد قاسمی اور مفتی محفوظ الرحمن بستوی کے نزدیک ڈیزل یا مٹی کے تیل کے جنریٹر کے استعمال سے فضائی آلودگی کے ساتھ صوتی آلودگی بھی پیدا ہوتی ہے، لہذا ایسے جنریٹر کے استعمال سے احتراز ضروری ہے، اور مفتی باقر ارشد کے بقول کم دھواں چھوڑنے والے جنریٹر کے استعمال سے کوئی اپنے ذاتی نقصان کو برداشت کر کے اجتماعی نقصان کو روک سکتا ہے، اور ایسا کرنا اس کی اخلاقی ذمہ داری بھی ہے، اور دینی فریضہ بھی۔

جنریٹر کے استعمال کے نقصانات:

مولانا اکرام الحق ربانی ندوی جنریٹر کی دو قسمیں بیان کرتے ہیں: ایک ڈی سی جنریٹر (Direct Current Generator) اور دوسری قسم اے سی جنریٹر، (Alternating Current Generator) ان کو چلانے کے لئے عموماً گیسولین، (Gasoline) پروپین (Propane)، قدرتی گیس، مٹی تیل اور ڈیزل استعمال ہوتے ہیں، مگر مٹی تیل اور ڈیزل سے دھواں بہت خارج ہوتا ہے جو خطرناک بیماریوں کا باعث بنتا ہے، کیلیفورنیا کے ایک تحقیقی ادارہ سی، اے، آر، بی کا کہنا ہے کہ سال میں ایک میگا واٹ ڈیزل انجن کے ڈھائی سو گھنٹے استعمال سے اس علاقہ میں پچاس فیصد کینسر کی بیماری پھیلتی ہے۔

۴- بجلی کے حصول کے لئے شمسی توانائی کے آلات کا استعمال:

سوال نمبر: ۴- ایندھن کے مذکورہ وسائل کے ساتھ ساتھ اس وقت شمسی توانائی کا استعمال کافی بڑھ رہا ہے، حکومت بھی اس کے لئے بعض سہولتیں فراہم کررہی ہیں، اس میں ایک بار ضرور خطیر رقم خرچ ہوتی ہے؛ لیکن آئندہ وہ برقی بل سے بچ جاتا ہے، کیا شرعی نقطہ نظر سے صاحب استطاعت افراد واشخاص، مساجد ومدارس اور اداروں کے لئے آلودگی سے محفوظ اس توانائی کا استعمال مستحب اور مستحسن عمل نہیں ہوگا؟

تمام مقالہ نگاروں نے صاحب استطاعت افراد واداروں کے لئے شمسی توانائی کے استعمال کو مستحب ومستحسن عمل قرار دیا ہے کہ

''إذا تعارضت المصالح والمفاسد قدم الأرجح منها على المرجوح''۔

دلائل:

"تعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان" (سورۂ مائدہ: ۲).

"هو الذي جعل الشمس ضياء والقمر نورا" (سورۂ یونس: ۵)۔

''الأمور بماقصدہا'' (الاشباہ والنظائر ۱/ ۱۱۳)۔

''إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما وتكون واجبة إذا كان المقصد واجبا'' (المقاصد الشریعۃ/ ۴۶) (مقالہ مفتی محمد الیاس قاسمی)۔

''الضرر الأشد يزال بالضرر الأخف'' (شرح القواعد الفقهيه / ۱۹۹) (مقالہ مولانا ندیم احمد انصاری، مولانا قمر الزماں ندوی)۔

''يتحمل الضرر الخاص لدفع الضرر العام'' (الاشباہ والنظائر لابن نجیم / ۳۱۲)

(مقالہ مفتی محمد جعفر ملی رحمانی، مولانا قمر الزماں ندوی)۔

''درء المفسدة مقدم على جلب المصلحة'' (فقه الاولويات للقرضاوی) (مقالہ مولانا عبدالخالق ندوی)۔

''ما خير رسول الله ﷺ بين أمرين أحدهما أيسر من الآخر إلا اختار أيسرهما ما لم يكن إثما، فإن كان إثما كان أبعد الناس منه'' (بخاری ۶/ ۵۶۶) (مقالہ دار الافتاء جامعہ سلفیہ، بنارس)۔

''قد يراعى المصلحة لغلبتها على المفسدة'' (الاشباہ والنظائر ۱/ ۱۸۹) (مقالہ مولانا عمر کوکنی)۔

علامہ جمال الدین الاهدل فرماتے ہیں:

''إضاعة المال جائز لأدنى غرض'' (عمدة المفتي والمستفتي ۲/ ۱۳) (مقالہ مولانا عمر بن یوسف کوکنی)۔

''درء المفاسد أولى من جلب المصالح'' (مقالہ مولانا عمر کوکنی، مولانا قمر الزماں ندوی)۔

مفتی محمد شاہجہاں ندوی کی رائے ہے کہ اگر شمسی توانائی کی پیداوار یقینی ہو، اور اس کا استعمال ضرر سے خالی ہو تو اس توانائی کا استعمال مستحسن عمل ہے، اور دلیل کے طور پر درج ذیل باتیں بیان کی ہیں:

۱- ڈیزل کے ذریعہ بجلی کی پیداوار سے ماحولیاتی آلودگی پیدا ہوتی ہے جس سے صرف انسانوں کی صحت کو ہی خطرہ نہیں بلکہ زمینی سیارے پر موجود دیگر ذی روح اشیاء کو بھی اس سے خطرہ لاحق ہے، چنانچہ اس کی وجہ سے انسان مختلف بیماریوں کے شکار ہو جاتے ہیں، مثلاً انسانوں کو اس کی وجہ سے گلے، ناک، پھیپھڑے اور آنکھوں میں تکلیف لاحق ہوتی ہے، اس کی وجہ سے سانس کی پریشانی بھی آتی ہے، پہلے سے لاحق شدہ کچھ امراض جیسے انفاخ نسوج (Emphysema) اور دمہ (Asthama) بڑھ بھی جاتے ہیں، باریک ذرات پھیپھڑے میں گھس جاتے ہیں، اور انسان کے سانس لینے کی صلاحیت کو کم کر دیتے ہیں، سانسوں کے ذریعہ باریک ذرات کے جسم کے اندر جانے کی وجہ سے شریانوں میں سختی پیدا ہوتی ہے، اور ہارٹ اٹیک (Heart Attack) کے علاوہ دیگر قلبی امراض کا خدشہ پیدا ہو جاتا ہے۔

۲- ماحولیاتی آلودگی کی وجہ سے اس بات کا خدشہ پیدا ہو گیا ہے کہ زمینی سیارے پر موجود جانداروں کی زندگی ہی مکمل طور پر کہیں ختم نہ ہو جائے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة" (سورۂ بقرہ: ۱۹۵) اسی طرح یہ انسانی جانوں کے ضیاع کا بھی سبب ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ولا تقتلوا أنفسكم، إن الله كان بكم رحيما" (سورۂ نساء: ۲۹)۔

۳- نبی کریم ﷺ نے آلودگی پیدا کرنے کے اسباب سے دور رہنے کا حکم دیا ہے، چنانچہ بلغم، رینٹ وغیرہ کو دفن کرنے کا حکم دیا ہے، تاکہ کھلے عام گندگی نہ پھیلے اور فضا مکدر اور مسموم نہ ہو، جیسا کہ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''النخامة في المسجد خطيئة وكفارتها دفنها'' (صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۴۱۵)، ''التفل في المسجد خطيئة وكفارتها دفنها'' (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۵۵۲) ''عرضت عليّ أعمال أمتي، حسنها وسيئها، فوجدت في محاسن أعمالها، الأذى يماط عن الطريق، ووجدت في مساوئ أعمالها النخاعة تكون في المسجد لا تدفن'' (مسلم، حدیث نمبر: ۵۵۳)۔

۴- ایسے پاک اشیاء کو بھی پانی میں ڈالنا ممنوع ہے جو پانی کو آلودہ کرے۔

''ومنها إتقاء النخامة والامتخاط فی الماء'' (الدر المختار مع رد المحتار ۱/ ۱۳۳)۔

مفتی سید باقر ارشد قاسمی نے شمسی توانائی کے ضمن میں ماء شمس پر بھی گفتگو کی ہے اور اس کا جائزہ لیا ہے جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

عام طور سے عوامی سطح پر یہ بات مشہور ہے کہ سورج کی گرمی میں گرمائی گئی کسی شئی کا استعمال اسلام میں ممنوع ہے۔ جیسا کہ حدیث بھی ہے کہ سورج کی گرمی وحرارت سے گرم کیا گیا پانی کا استعمال جسم کے لئے مضر ہے، اس سے روکا گیا تو سوال یہ ہے کہ کیا سولر انرجی کو سورج پر قیاس کیا جائے تو اس کا استعمال شرعاً ممنوع تو نہیں؟ ابن قدامہ نے اس سلسلہ میں المغنی میں لکھا ہے اور اس حدیث کے راوی کے سلسلہ میں کلام کیا اور حدیث کے غیر ثابت ہونے کو بھی ثابت کیا ہے، نیز طب میں ماء مشمس کے نقصان کے سلسلہ میں اہل طب کی جانب سے لاعلمی ظاہر کی گئی ہے، کما فی المغنی:

لا تكره الطهارة بالماء المشمس وقال الشافعي تكره الطهارة بماء قصد الیٰ تشميسه فی الأوانی ولا أكرهه إلا من جهة الطب لما روى عن عائشة رضی الله عنها قالت: دخل علي رسول الله ﷺ وقد سخّنت له الماء فی الشمس فقال: '' لا تفعلي يا حميراء، فإنه يورث البرص''، ولنا أنه سُخّن بطاهر أشبه مافی البرك و الأنهار و ما سُخّن بالنار و ما لم يقصد تشميسه فإن الضرر لا يختلف بالقصد و عدمه، والحديث غير ثابت يرويه خالد بن اسماعيل وهو متروك الحديث و عمر بن محمد الاعسم وهو منكر الحديث قاله الدارقطني، قال: ولا يصح عن الزهري، وحُكي عن أهل الطب أنهم لا يعرفون لذلك تأثيراً فی الضرر'' (المغنی ۱/ ۲۶)۔

لہٰذا اس کا جواب یہ ہے کہ ماء مشمس کا استعمال ناجائز نہیں ہے، اور رہا سولر پینل یہ سورج کا متبادل نہیں ہے بلکہ یہ سورج سے تحریک پاکر انرجی پیدا کرنے والا ایک آلہ ہے لہٰذا سولر انرجی پینل کو سورج پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، کہ یہ صرف ایک ذریعہ یا وسیلہ ہے۔ یہ ایسی مشین ہے جو سورج کی گرمی و حرارت کو اپنے اندر جذب کر کے توانائی پیدا کرتی ہے اور اس توانائی سے گھر کی ٹنکی میں موجود پانی گرم ہوجاتا ہے، گھر میں موجود بلب جلنے لگتے ہیں، بیٹری چارج ہوتی ہے، بلکہ موٹر گاڑی بھی اسی انرجی سے چارج ہوکر چلتی ہے؛ لہٰذا اس حدیث کو صحیح بھی مان لیا جائے تو پھر یہ بات کوئی وزن نہیں رکھتی کہ سولر انرجی کا استعمال اس حدیث کی روشنی میں ممنوع ہے۔

دیگر آراء:

مفتی راشد حسین ندوی جہاں ایک طرف اس میں جلب منفعت، دفع مضرت اور عامۃ الناس کے لئے نصح وخیر خواہی کی وجہ سے اسے روح اسلام کا تقاضہ کہتے ہیں وہیں دوسری طرف مولانا اختر امام عادل قاسمی نے اسوۂ یوسفی سے استدلال کرتے ہوئے اسے مستقبل کی بہتر منصوبہ بندی قرار دیا ہے، جبکہ مولانا ثوبان اعظم قاسمی کے مطابق اس کا استعمال نہ صرف یہ کہ مستحسن ہے بلکہ بعض حالات میں واجب بھی ہوسکتا ہے، اور یہی بات مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی بھی کہتے ہیں۔

مولانا سعید الرحمن قاسمی کے مطابق شمسی توانائی کے استعمال کی وجہ سے عام لوگوں میں بھی اس کے استعمال کا رجحان بڑھے گا جو ایک خیر کے کام کی طرف رہنمائی بھی ہوگی، ''من سن فی الاسلام سنة حسنة فله أجرها وأجر من عمل بها من بعده من غير أن ينقص من أجورهم شئ'' (مشکوۃ / ۳۳)، اور مولانا محمد عثمان بستوی کے مطابق یہ باعث ثواب بھی ہے۔

مولانا عبد الحمید قاسمی دیناجپوری کا کہنا ہے کہ شمسی توانائی کا استعمال بشرط سہولت مستحسن قدم ہے، جبکہ مفتی جمیل احمد نذیری کہتے ہیں کہ شمسی توانائی کے استعمال کا مستحسن ہونا سمجھ میں نہیں آیا، کیونکہ بجلی کے ذریعہ کوئی قابل ذکر آلودگی نہیں ہوتی سوائے مہنگا اور سستا ہونے کے۔

مفتی اشرف عباس قاسمی کا کہنا ہے کہ عملاً بہت سے مقامات پر نتائج توقع کے مطابق نہیں آئے ہیں، اس لئے مدارس ومساجد کو اس نظام کو اپنانے سے پہلے اچھی طرح حالات کا مشاہدہ کر لینا چاہئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ اچھا خاصا اجتماعی سرمایہ اس نام پر ضائع ہوجائے۔

مفتی محمد اسعد پالنپوری کے بقول شمسی توانائی سے استفادہ شمسی حرارت کی قوت، دھوپ کی تیزی اور شدت پر موقوف ہے، لہٰذا گرم ممالک کے

اصحاب ثروت کے لئے اس توانائی سے فائدہ اٹھانا امر مستحسن ہوگا، لیکن سرد ممالک کے باشندگان اسی طرح گرم ممالک کے وہ علاقے جہاں سال کے اکثر مہینوں میں موسم ٹھنڈا رہتا ہے ان کے باشندگان (خواہ صحاب ثروت ہوں یا نہ ہوں) کے لئے مطلقاً اس توانائی سے فائدہ اٹھانا بہتر نہیں ہوگا، جبکہ مفتی سید باقر ارشد قاسمی کی رائے ہے کہ اگر کہیں بجلی کے فقدان کا مسئلہ شدت کے ساتھ موجود ہو، یا پھر برقی توانائی، ڈیزل، بیٹری وجنریٹر سے فضائی آلودگی کا مسئلہ درپیش ہو تو ایسی صورت میں سولر انرجی کے استعمال کو لازمی قرار دیا جاسکتا ہے۔

کچھ سولر انرجی کے بارے میں:

مولانا عبدالرب واپی نے سولر انرجی کے تعلق سے یہ تفصیلات پیش کی ہیں:

ذرائع توانائی (sources of energy) میں سورج سے حاصل ہونے والی توانائی (Solar energy) سب سے اہم ہے، اسلئے کہ سورج اگرچہ زمین سے ۱۵ / کروڑ کلومیٹر دور واقع ہونے کی وجہ سے چھوٹا نظر آتا ہے، لیکن یہ ہماری زمین سے ۱۳ / لاکھ گنا بڑا ہے، یہ ہائیڈ روجن کا زبردست خزانہ ہے، یہ ہائیڈ روجن مسلسل جل کر ہیلیم میں تبدیل ہوتی رہتی ہے، اور اس سے بڑی مقدار میں توانائی پیدا ہوتی ہے، یہ توانائی فضا میں چاروں طرف پھیلتی رہتی ہے، اسکے حصول کے لئے سورج کی کرنوں (-Sun's rays) کو بڑی بڑی چمکیلی پلیٹوں، یا آئینوں پر لیا جاتا ہے، سورج کی کرنوں کو قید کر کے ان سے بجلی بنانے، پانی گرم کرنے اور ہوا کو گرم کرنے کے کام لئے جاتے ہیں، جن سے کارخانوں میں کئی طرح کے کام ہوتے ہیں، دور جدید میں مصنوعی سیارے اور خلائی اسٹیشن بھی شمسی توانائی جمع کرتے ہیں، ماحولیات کے تناظر میں اسکی فراہمی نہایت اہم ہے۔

بڑھتے ہوئے توانائی کے بحران اور ماحول کی آلودگی کی وجہ سے سنجیدہ غور وفکر کو کم کرنے کی سمت میں انگلینڈ میں کیمبرج کی کمپنی "سولر جین" کی بڑی اہمیت ہے، سولر جین تکنیک میں توانائی پیدا کرنے پر روایتی طریقوں سے خرچ کم آتا ہے، فی کلوواٹ ۶۳۰۰۰ / روپئے خرچ آتا ہے، یہ خرچ ڈیزل جلا کر توانائی حاصل کرنے کے برابر ہے، لیکن اسکی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اسمیں آلودگی کا نام ونشان نہیں ہوتا، جبکہ ڈیزل جلانے پر دھواں نکلتا ہے، اور کرۂ باد میں گرین ہاؤس گیس بڑھتی ہے۔

سولر جین تکنیک کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعہ سمندر کے کھارے پانی کو میٹھا بنایا جاسکتا ہے، نیز سینٹرل اریڈ زون تجرباتی مرکز جودھپور نے شمسی توانائی کے استعمال کے شعبے میں اہم کام کئے ہیں، اس مرکز نے کئی ایسے آلات تیار کئے ہیں جو شمسی توانائی کو استعمال کرتے ہیں، اور یہ عام گھروں میں آسانی سے استعمال کئے جاسکتے ہیں، یہ اس قدر سستے ہیں کہ عام آدمی بھی ان کو خرید سکتا ہے، ایسے آلات میں بطور خاص شمسی چولھے اور شمسی گیزر شامل ہیں۔

سولر انرجی کے امکانات اور بہتر کارکردگی سے متاثر ہوکر ہمارے ملک کی سرکار نے کئی اقدامات کئے ہیں، چنانچہ اقتصادی طور سے پسماندہ علاقوں میں اس ٹکنالوجی کو استعمال کرنے والوں کو سبسیڈی بھی دی جاتی ہے (ماحولیات: محمد شمس الحق / ۷۸)۔

سولر انرجی کے فوائد:

☆ مولانا اکرام الحق ربانی ندوی نے اس کے استعمال کے فوائد بھی گنائے ہیں:

۱- آلودگی سے حفاظت۔

۲- بجلی سے آزادی۔

۳- بجلی کے مقابلہ میں کم توانائی صرف ہوتی ہے۔

۴- خطرات سے حفاظت۔

۵- ایک جگہ سے دوسری جگہ بہ آسانی منتقلی۔

۶- شمسی توانائی پیدا کر کے عوام یا حکومت یا پھر بجلی کمپنی کے ہاتھوں اس کی فروختگی۔

۷- توانائی کے حصول کے لئے زمین کی فراہمی پر معاوضہ کے ساتھ ساتھ منافع میں بھی حصہ وغیرہ۔

۸- سہولت کی وجہ سے مال کی حفاظت (مولانا عباس بن یوسف)۔

۹- بیماریوں سے حفاظت (مفتی تنظیم عالم قاسمی)۔

۵-کارخانوں میں استعمال ہونے والے ایندھن اوران کے فضلات:

سوال نمبر ۵: صنعتی ترقی کے اس دور میں چھوٹے بڑے کارخانوں کی بہتات ہے اور یہ یقیناً موجودہ دور کی ایک ضرورت ہیں؛ لیکن کارخانوں میں جو ایندھن استعمال کیا جاتا ہے وہ بہت دھواں پیدا کرنے والا ہوتا ہے، اور جو صنعتی فضلات باہر پھینکے یا بہائے جاتے ہیں وہ فضائی آلودگی پیدا کرتے ہیں، اس لئے حکومت نے اس کے لئے کئی قوانین بھی بنائے ہیں، کہ کارخانے آبادیوں سے باہر ہوں، ان کی چمنیوں کو ایک خاص سطح تک اونچا رکھا جائے، کم سے کم ایسا ایندھن استعمال کیا جائے، جو آلودگی پیدا کرنے کا باعث نہ ہو اور فضلات کو تحلیل کرنے کی تدبیر اختیار کی جائے، یہ قوانین انسانی بھلائی کے ہی نقطہ نظر سے بنائے گئے ہیں تو شرعاً ایسے قوانین کی خلاف ورزی کرنے کا کیا حکم ہوگا؟

اس بات پر سبھی مقالہ نگاران متفق ہیں کہ کارخانوں اور فیکٹریوں سے متعلق حکومت نے جو قوانین بنائے ہیں ان کی پابندی کرنا واجب اور لازم ہے، اور ان قوانین و ہدایات کی خلاف ورزی ناجائز اور گناہ کا باعث ہے، کیونکہ ان قوانین میں ماحولیات کی آلودگی سے حفاظت ہے اور جو اجتماعی مفاد میں ہیں اور وہ شریعت کے خلاف اور اس سے متصادم بھی نہیں ہیں۔

دلائل:

"لا تفسدوا فی الأرض بعد إصلاحها" (اعراف:۵۶) (مقالہ مفتی رحمت اللہ ندوی، مفتی سید باقر ارشد قاسمی)۔

"ولا تلقوا بأیدیکم إلی التهلکة" (سورۂ بقرہ:۱۹۵) (مقالہ مولانا اقبال احمد قاسمی، مفتی سید باقر ارشد قاسمی)۔

"یا أیها الذین آمنوا أطیعوا الله وأطیعوا الرسول وأولی الأمر منکم" (سورۂ نساء:۵۹) (مقالہ مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی، مولانا محمد مصطفی قاسمی)

"والذین ینقضون عهد الله من بعد میثاقه ویقطعون ما أمر الله به أن یوصل یفسدون فی الارض. أولئك لهم اللعنة ولهم سوء الدار" (سورۂ رعد:۲۵) (مقالہ مولانا محمد مصطفی قاسمی)۔

''الدین النصیحة، قلنا: لمن؟ قال: لله ولکتابه ولرسوله ولأئمة المسلمین وعامتهم'' (مسلم، حدیث نمبر:۵۵) (مقالہ مولانا محمد شاہجہاں ندوی)۔

''وأن تناصحوا من ولاه الله أمرکم'' (بخاری، حدیث نمبر:۲۴۴۲) (مقالہ مولانا محمد شاہجہاں ندوی)۔

''لا یبولن أحدکم فی الماء الدائم الذی لا یجری ثم یغتسل فیه'' (بخاری ۱/۵۹) (مقالہ مولانا سعید الرحمن بستوی)۔

''إطاعة الامام فی غیر المعصیة واجبة، فلو أمر الإمام بصوم یوم وجب'' (شرح حموی علی الاشباہ/ ۲۲۲) (مقالہ مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مفتی سید باقر ارشد قاسمی)۔

''أجمع العلماء علی وجوب طاعة أولی الأمر من الأمراء والحکام، وقد نقل النووی عن القاضی عیاض وغیره هذا الاجماع'' (الموسوعة الفقهیه ۲۸/ ۲۲۳) (مقالہ مفتی محمد جعفر ملی رحمانی، مفتی محمد الیاس قاسمی)۔

''(قوله وتأذی جیرانه) قال فی جامع الفصولین: القیاس فی جنس هذه المسائل أن من تصرف فی خالص ملکه لا یمنع ولو أضر بغیره، لکن ترك القیاس فی محل یضر بغیره ضررا بینا قیل: وبه أخذ کثیر من المشائخ وعلیه الفتوی، وفیه أراد أن یبنی فی داره تنورا للخبز دائما (ای) یمنع عنه لتضرر جیرانه ضررا فاحشا...'' (شامی ۴/

۲۴۵، نیز دیکھئے: تحفة المحتاج فی شرح المنہاج ۶/ ۲۰۱) (بمقالہ مفتی راشد حسین ندوی، مولانا روح الامین سعادتی)۔

''التصرف علی الرعیة منوط بالمصلحة'' (الاشباہ والنظائر لابن نجیم ۱/ ۴۰۸) (مقالہ مفتی محمد الیاس قاسمی، مولانا عبدالرب واپی)۔

'' حث الدول الأعضاء منظمة المؤ تمر الا سلامی علی الاستمرارفی إصدار التشریعات و القوانین المنظمة للبیئة والمانعة من تلویثها مع الاستعانة بسلطة القانون الجنائی بتوقیع العقوبات علی الاضرار بالبیئة و تشدید أجهزة الرقابة علی مختلف التصرفات والافعال التی قد تحمل الاضرار بأی عنصر من عناصر البیئة '' (الموسوعة الفقهیة والقضایا المعاصره ۹/ ۸۶۸) (مقالہ مفتی محمد الیاس قاسمی)۔

'' تحریم القاء أیة نفایات ضارة علی أی بقعة من بقاع العالم و الزام الدول المنتجة لهذه النفایات بالتصرف بها فی بلادها و علی نحولایضر بالبیئة مع التزام الدول الاسلامیة بالامتناع عن جعل بلادها مکانا لتلقی أودفن هذه النفایات'' (الموسوعة الفقهیة والقضایا المعاصره ۹/ ۸۶۷) (مقالہ مفتی محمد الیاس قاسمی)۔

''ومما یراعی فی ذلك للحمایة من الآفات السماویة طیب الهواء للسلامة من الأمراض فإن الهواء إذا کان راکدا خبیثا، أو مجاورا للمیاه الفاسدة أو مناقع متعفنة ، أسرع إلیها العفن من مجاورتها فأسرع المرض للحیوان فیه لا محالة،وہذا مشاہد، والمدن التی لم یراع فیها طیب الهواء کثرت الأمراض فی الغالب'' (مقدمه ابن خلدون/ ۱۴۸) (مقالہ مفتی محمد نصر اللہ ندوی)۔

''أراد أن یبنی فی دارة تنور الخبز الدائم کما یکون فی الدکاکین لم یجز؛ لأن ذلك یضر بجیرانه ضررا فاحشا لایمکن التحرز عنه'' (فتاوی ہندیه ۳/ ۴۴۵) (مقالہ مولانا روح الامین، مولانا عبید الرحیم سعادتی)۔

''الطریق النافذ لا یتصرف فیه بما یضر المارة... والمزیل لما أضر بنا ہوالحاکم علی ما رجحه ابن الرفعة'' (تحفة المحتاج مع الحواشی ۶/ ۵۳۹) (مقالہ مولانا عمر بن یوسف کوکنی)۔

مفتی راشد حسین ندوی نے ان قوانین کی خلاف ورزی کو فساد فی الارض سے تعبیر کیا ہے اور کہا ہے کہ حکومت اس کے لئے بطور تعزیر وتادیب کوئی سزا مقرر کرسکتی ہے، مفتی صاحب نے اس سزا کی درجہ بندی بھی کی ہے:

۱- خلاف ورزی کرنے والوں کو اولا تنبیہ کی جائے۔

۲- اگر باز نہ آئیں تو باعتبار جرم سزا میں اضافہ کیا جائے۔

۳- اس کے بعد اگر کوئی چارہ کار نہ ہو تو اس کا لائسنس منسوخ کردیا جائے۔

دیگر آراء:

اگر حکومت کوئی قانون اسلامی ضابطہ حیات کی تائید میں بناتی ہے تو یہ درحقیقت اسلامی قانون کی توضیح وتشریح ہے، لہذا اس کا نہ جاننا دراصل اسلامی ضابطہ کو ٹھکرانا ہے اور ایسے شخص پر تادیبی کارروائی ہونی چاہئے (دارالافتاء جامعہ سلفیہ بنارس)۔

اگر اس سے ضرر لاحق ہو تو متاثرہ افراد کو جرمانہ دینا واجب ہے، ''الاضطرار لا یبطل حق الغیر'' (مقالہ مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی)۔

مولانا عبدالرشید قاسمی یہ رائے رکھتے ہیں کہ صنعتی فضلات کو باہر بہانے اور کارخانوں کو آبادی سے باہر لے جانے کے سلسلہ میں حکومت کی طرف سے عوام کو جو تعاون ملنا چاہئے وہ نہیں مل پارہا ہے جس کی وجہ سے اس پر قابو نہیں پایا جاسکتا اور عوام قانون کی خلاف ورزی پر مجبور ہے۔

مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی اس کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب سلطان کا فر کو حاکم تسلیم کرلیا گیا ہے تو گویا حکما وعدہ وعہد کرلیا ہے کہ ایسا حکم جو مصالح کے خلاف نہیں ہوگا ہم اس کی اتباع کریں گے، اس لحاظ سے کافر حاکم کا قول قابل اتباع ہوگا اور مخالفت جائز نہ ہوگی، ''أمر السلطان إنما ینفذ،

أي يتبع ولا تجوز مخالفته" (شامی ۵ / ۳۸۲)، اور بقول مولانا عبداللہ ندوی خلاف ورزی کرنے والا مستحق سزا ہوگا، یہی رائے مفتی محمد جعفر ملی کی بھی ہے اور تقریباً یہی بات حافظ کلیم اللہ عمری بھی کہتے ہیں۔

مولانا عبدالخالق ندوی کہتے ہیں کہ عام حالات میں ان قوانین کی خلاف ورزی غیر مستحسن عمل ہوگا، مکروہ ہوگا، لیکن جب ایسے حالات ہوں کہ ان کی خلاف ورزی سے انسان وحیوان کی جانوں کو خطرہ ہو تو ناجائز ہوگا۔

ان قوانین کی خلاف ورزی شرعاً ناجائز تو ہے لیکن حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان قوانین کی آڑ میں لوگوں کے لئے دشواریاں نہ پیدا کرے،

"تجب إطاعته فيما أباحه الشرع وہو ما يعود نفعه على العامة" (مولانا عبدالحمید قاسمی)۔

مولانا ثوبان اعظم قاسمی کے نزدیک ان قوانین کی حیثیت سد ذرائع کی ہے لہذا صنعت کاروں پر ان قوانین کا لحاظ ضروری ہے۔

مفتی راشد حسین ندوی کا کہنا ہے کہ خلاف ورزی کو کم از کم مکروہ تحریمی قرار دیا جائے۔

خلاف ورزی کرنے والوں پر مالی جرمانہ عائد کیا جائے (ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، یہی رائے مفتی محفوظ الرحمن بستوی کی بھی ہے)۔

ان قوانین میں انسانی بھلائی پوشیدہ ہے، لہذا ان کی خلاف ورزی کرنا ناپسندیدہ ومکروہ قرار پائے گا،

"السمع والطاعة على المرأ المسلم فيما أحب وكره مالم يؤمر بمعصية، فإذا أمر بمعصية فلا سمع ولا طاعة" (بخاری، حدیث نمبر: ۷۱۴۴)، مولانا ندیم احمد انصاری اور مفتی عبدالمنان کی بھی یہی رائے ہے۔

- مفتی محبوب علی وجیہی کہتے ہیں کہ قانون کی خلاف ورزی پر گورنمنٹ کو سزا دینے کا اختیار ہے، اور شرعاً ایسا شخص ظالم وگنہگار ہوگا۔

- مفتی تنظیم عالم قاسمی کا کہنا ہے کہ اجتماعی منفعت کے لئے بنائے گئے قوانین کی خلاف ورزی ایک مسلمان کے لئے ایسا ہے جیسے کسی دینی امر کی مخالفت کی جائے،

"والقانون الصادر من أجل مصلحة المجتمع ومن أجل إقامة الحق والعدل فيه فهذا يجب طاعته دينا ومن خالفه شأنه شأن من خالف اى أمر من أوامر الدين، ومن بنا جاء فى الحديث الصحيح المتفق عليه عن ابن عمر عن النبى صلى الله عليه وسلم: السمع والطاعة حق على المرء المسلم فيما أحب وكره مالم يؤمر بمعصية فإذا أمر بمعصية فلا سمع ولا طاعة" (فتاوی معاصرة ۱ / ۵۹۴)، اور یہی رائے مفتی محمد اسعد پالنپوری کی ہے کہ وہ عند الشرع بھی گنہگار ہوگا۔

فضائی آلودگی کم کرنے کی تدابیر:

مفتی ارشاد عالم قاسمی اور مولانا محمد صابر حسین ندوی وغیرہ نے فضائی آلودگی اور اس کو کم کرنے کے لئے مندرجہ ذیل اقدامات پر عمل کرنے کی بات کہی ہے:

۱- کارخانوں کو شہری آبادی سے دور قائم کیا جائے۔

۲- چمنیوں کو اتنا اونچا بنایا جائے کہ دھواں اوپری فضا میں جلد داخل ہو سکے۔

۳- کم سے کم سلفر پیدا کرنے والے کوئلہ کا استعمال کیا جائے۔

۴- اچھا ایندھن جس میں میڈ اور سلفر نہ ہو اس کا استعمال کیا جائے۔

۵- مشین اور سواریوں کے انجن جدید ٹیکنالوجی سے لیس ہوں جن سے ایندھن کم جلتا ہو اور دھواں کم نکلتا ہو (ماحولیاتی مطالعہ / ۷۳)۔

۶- فضلات اگر قابل استعمال وتحلیل ہوں تو صحیح طور پر استعمال وتحلیل کر دیا جائے یا پھر کہیں دور پھینک دیا جائے۔

۷- ملک کے گرین ہاؤس لا کے ضوابط کی پابندی کی جائے۔

مولانا قمر الزماں ندوی نے بھی ان ہی ضوابط کا ذکر کیا ہے، البتہ یہ اضافہ کیا ہے کہ کارخانہ کا قیام حکومت کی اجازت اور مطلوبہ شرائط کے بغیر جائز نہ

ہوگا، مفتی سید باقر ارشد قاسمی نے بھی مذکورہ شرائط وضوابط کا تذکرہ اپنے الفاظ میں کیا ہے۔

دھویں کے نقصانات:

کارخانوں اور فیکٹریوں سے نکلنے والے دھویں اور فضلات کے نقصانات کا ذکر مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی نے کیا ہے جو مندرجہ ذیل ہے:

۱- فضائے آسمانی مکدر ہوجاتی ہے۔

۲- انسان، حیوان اور نباتات سب متاثر ہورہے ہیں (مفتی ارشاد عالم قاسمی)۔

۳- مہلک اور لاعلاج امراض کی افزائش کا سبب ہیں۔

۴- زہریلی گیسوں کے اخراج سے وہاں کی پوری فضا مسموم ہوجاتی ہے (مفتی محمد عارف باللہ قاسمی نے بھی ان نقصانات کا ذکر کیا ہے)۔

۵- دھواں اوزون لیئر کو باریک کرتا ہے (مولانا اکرام الحق ربانی ندوی)۔

۶- صنعتوں کی توسیع کی وجہ سے تیزابی بارش کے خطرات بڑھ جاتے ہیں جس کی وجہ سے سمندری جانور مرنے لگتے ہیں اور مٹی تیزابیت زدہ ہوجاتی ہے جس کی وجہ سے فصل اگانا مشکل ہوجاتا ہے (مولانا عبدالرب واپی)۔

۶- ذبیحہ جانوروں کے غیر مستعمل اجزاء کو ضائع کرنے کا مسئلہ:

سوال نمبر ۶- انسانی خوراک کا ایک اہم حصہ جانور ہیں، جن سے لحمی غذا حاصل کی جاتی ہے، جانور کے قابل استعمال اجزاء کے حاصل کرنے کے بعد بعض اجزاء جیسے خون، اوجھڑی وغیرہ ضائع کردی جاتی ہیں، بمقابلہ نباتات کے جانوروں میں جلد تعفن پیدا ہوجاتا ہے اور یہ بہت تیزی سے فضاء کو آلودہ کرتے ہیں، گزشتہ زمانہ میں اس کی وجہ سے کثرت سے ہیضے کی بیماری پھیل جایا کرتی تھی، خاص کر جب بیک وقت بہت سارے جانور ذبح کئے جائیں، جیسا کہ قربانی کے ایام میں ہوتا ہے، تو ایسے مواقع پر اس کا کافی اندیشہ ہوتا ہے، تو ذبیحہ کے ایسے اجزاء کے سلسلہ میں شریعت کے کیا احکام ہیں؟ اس کے امکانی نقصان سے بچانے کے لئے حکومت کی کیا ذمہ داریاں ہیں اور خود ذبح وقربانی کرنے والے کی کیا ذمہ داری ہے؟

اکثر مقالہ نگار حضرات نے اس سوال کے تینوں جز کے الگ الگ جوابات دیئے ہیں، اور وہ تین اجزاء درج ذیل ہیں:

الف- ذبیحہ جانور کے غیر مستعمل اجزاء کے بارے میں شریعت کا حکم۔

ب- ذبیحہ جانور کے غیر مستعمل اجزاء سے متعلق حکومت کی ذمہ داری۔

ج- ذبیحہ جانور کے غیر مستعمل اجزاء کے سلسلہ میں خود ذبح وقربانی کرنے والے کی ذمہ داری۔

الف- اکثر مقالہ نگاروں نے ذبیحہ جانور کے ناقابل استعمال اجزاء جیسے خون، اوجھڑی وغیرہ کو دفن کردینے کی عمومی بات کہی ہے تاکہ ماحول میں تعفن نہ پیدا ہو اور فضا مسموم نہ ہو، اور کھلے میں ان اجزاء کو ڈال کر فضا کو آلودہ کرنے کو ناجائز اور مکروہ کہا ہے (مولانا محمد شاہجہاں ندوی، مولانا عمر بن یوسف کوکنی، مولانا ضیاء الدین قاسمی، مولانا اکرام الحق ربانی ندوی، مولانا جلال الدین چودھری، مولانا ندیم احمد انصاری، مولانا حافظ کلیم اللہ عمری، مولانا محمد ثوبان اعظم قاسمی، مولانا عبدالخالق ندوی، مولانا عبید اللہ ندوی، مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی، مفتی محمد الیاس قاسمی، مفتی راشد حسین ندوی، مفتی سید باقر ارشد قاسمی، مفتی جہانگیر حیدر قاسمی، مولانا عبدالرب واپی وغیرہ)۔

☆ مفتی تنظیم عالم قاسمی کا کہنا ہے کہ اگر جانور ذبح کرنے والا آلائشوں کے دور کرنے کا نظم نہ کرے تو اس کو اس عمل سے روک دیا جائے گا، مفتی محمد الیاس قاسمی وغیرہ کا رجحان یہ ہے کہ قربانی کرنے والے جانوروں کی قربانی مذبح میں ہی کریں۔

☆ لیکن مفتی محمد عارف باللہ قاسمی کی رائے یہ ہے کہ ناقابل استعمال اجزاء کو دفن کرنا اصلاً واجب ہے یا نہیں اس کا حکم مردار جانوروں کے حکم پر قیاس سے کیا جاسکتا ہے، کیونکہ اس میں کلیت وجزئیت کی نسبت موجود ہے، حدیث میں ہے:

''إن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مرّ بشاۃ مطروحۃ أعطیتھا مولاۃ لمیمونۃ من الصدقۃ فقال: ألا أخذوا اھابھا فدبغوہ فانتفعوا بہ؟'' (مسلم، حدیث نمبر: ۳۶۳)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مردار جانور کو دفن کرنا شرعاً لازم نہیں ہے، اگر لازم ہوتا تو آپ ﷺ یونہی پھینکنے سے منع فرماتے اور دفن کرنے کا حکم دیتے۔

دلائل:

مقالہ نگاران نے استدلال کے طور پر یہ چند دلائل ذکر کئے ہیں:

آیات قرآنی:

۱- "والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانا وإثما مبینا" (احزاب/ ۵۸) (مولانا محمد صابر حسین ندوی)

۲- "إن اللّٰہ یحب التوابین ویحب المتطھرین" (بقرہ: ۲۲۲) (مقالہ مفتی راشد حسین ندوی، مفتی سید باقر ارشد قاسمی)۔

احادیث نبوی:

۱- ''النخامۃ فی المسجد خطیئۃ کفارتھا دفنھا'' (بخاری، حدیث نمبر: ۴۱۵) (مولانا محمد شاہجہاں ندوی)۔

۲- ''المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ'' (بخاری ۱۰/ ۶۴۸۴) (مولانا محمد صابر حسین ندوی، مولانا عبید الرحیم سعادتی، مولانا ندیم احمد انصاری، مولانا محمد احسن عبدالحق ندوی)۔

۳- ''ان وجدتم فلانا وفلانا حرقوہما بالنار، ثم قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم حین اردفنا الخروج: إنی أمرتکم أن تحرقوا فلانا وفلانا، وإن النار لا یعذب بھا إلا اللّٰہ فان وجدتموھما فاقتلوھما'' (بخاری ۱/ ۴۲۳) (مقالہ مفتی محمد جہانگیر حیدر قاسمی وغیرہ)۔

۴- ''یا نبي اللّٰہ علّمنی شیئا أنتفع بہ، قال: اعزل الأذی عن طریق المسلمین'' (مسلم، حدیث نمبر: ۴۸۷۶) (مولانا محمد صابر حسین ندوی، مولانا روح الامین، مولانا ولی اللہ مجید قاسمی)۔

۵- ''اتقوا اللاعنین، قالوا: وما اللاعنان یا رسول اللّٰہ؟ قال: الذی یتخلی فی طریق الناس أوفی ظلھم'' (مسلم، کتاب الطھارۃ) (مولانا ضیاء الدین قاسمی ندوی، حافظ کلیم اللہ عمری، مفتی اشرف عباس قاسمی، مولانا ولی اللہ مجید قاسمی، مولانا سعید الرحمن قاسمی، مفتی راشد حسین ندوی، مفتی سید باقر ارشد قاسمی، مفتی محمد جہانگیر حیدر قاسمی)۔

۶- ''الایمان بضع وسبعون شعبۃ فأفضلھا قول لا إلہ إلا اللّٰہ وأدناھا إماطۃ الأذی عن الطریق والحیاء شعبۃ من الإیمان'' (مسلم ۱/ ۴۷) (مقالہ مولانا عبید الرحیم سعادتی، مولانا محمد صفوان سعادتی، مولانا روح الامین، مولانا عبد الحمید قاسمی دیناجپوری، مفتی محمد جعفر ملی رحمانی، مولانا اقبال احمد قاسمی، مولانا ولی اللہ مجید قاسمی)۔

۷- ''لقد رأیت رجلا یتقلب فی الجنۃ، شجرۃ قطعھا من الطریق کانت تؤذی الناس'' (مسلم، حدیث نمبر: ۱۹۱۴) (مقالہ مولانا روح الامین)۔

۸- ''عرضت عليّ أعمال أمتی حسنھا وسیئھا فوجدت فی محاسن أعمالھا الأذی یماط عن الطریق ووجدت فی مساوی أعمالھا النخاعۃ تکون فی المسجد لا تدفن'' (مسلم ۵/ ۴۴) (مقالہ مولانا سعید الرحمن قاسمی، مفتی راشد حسین ندوی)۔

۹- ''الطھور شطر الإیمان'' (مسلم، کتاب الطھارۃ) (مقالہ مفتی راشد حسین ندوی، مفتی سید باقر ارشد قاسمی)۔

۱۰- ''بينما رجل يمشي في الطريق إذا وجد غصن شوك فأخره فشكر الله له فغفرله'' (ترمذی ۲/ ۱۷)
(مقالہ مولانا عبید الرحیم سعادتی، مولانا ولی اللہ مجید قاسمی)۔

۱۱- ''لا ضرر ولا ضرار، من ضار ضار الله به ومن شاق شاق الله عليه'' (ابن ماجه/ ۱۶۹)
(مقالہ مولانا عبید الرحیم سعادتی، مولانا شکیل اسلام پوری، مفتی محمد شاہجہاں ندوی)۔

۱۲- ''اتقوا الملاعن الثلاث: البراز في الموارد وقارعة الطريق والظل'' (ابوداؤد مع بذل المجهود۱/ ۱۸)
(مولانا محمد صابر حسین ندوی، مولانا سید باقر ارشد قاسمی، مفتی محمد جہانگیر حیدر قاسمی)۔

۱۳- ''إذا تنخم أحدكم في المسجد فليغيب نخامته، أن تصيب جلد مؤمن وثوبه فتؤذيه'' (مسند احمد/ ۱۵۴۳)
(مقالہ مفتی تنظیم عالم قاسمی، مولانا ضیاء الدین ندوی قاسمی، مولانا اکرام الحق ربانی ندوی، مولانا عباس بن یوسف، مولانا ندیم احمد انصاری، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مفتی جہانگیر حیدر قاسمی)۔

۱۴- حضرت ام سعدؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خون کو دفن کرنے کا حکم فرمایا (مجمع الزوائد ۵ / ۹۲)۔

(مقالہ مولانا عباس بن یوسف، مولانا محمد صفوان سعادتی)۔

فقہی عبارتیں:

''ويدفن أربعة: الظفر والشعر وخرقة الحيض والدم'' (ردالمحتار ۶/ ۴۰۵)
(مقالہ مولانا اکرام الحق ربانی ندوی، مولانا سعید الرحمن قاسمی، مولانا محبوب فروغ قاسمی، مفتی محمد الیاس قاسمی)۔

''لا ينبغي لأحد أن يحدث شيئا في طريق المسلمين مما يضرهم'' (كتاب الخراج/ ۹۳)
(مقالہ مولانا ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مولانا اختر امام عادل قاسمی)۔

''وفي هذه الحال وجب على الدولة المسلمة وغير المسلمة تدارك الآفات وترسيم الأضرار بالقدر الممكن وإنقاذ الجرحى وعلاج المرضى ودفن الموتى ومواراة الحيوانات الميتة تحت التراب ومنع انتشار الاوبئة والأمراض الخطيرة'' (موسوعة الفقه الاسلامي والقضايا المعاصرة ۱۲/ ۷۹۸) (مقالہ مولانا عبد الرب واپی)۔

''فتاوی محمودیہ'' میں ہے: شریعت نے قربانی کے خون کے احترام کرنے کا حکم نہیں کیا، جس طرح دوسرے ذبیحوں کا خون ناپاک ونجس ہے، اسی طرح قربانی کا خون بھی ناپاک ونجس ہے، یونہی چھوڑ دیا جائے (یعنی اسے تبرک نہ سمجھا جائے) اور گڈھے میں مٹی ڈال کر دبا دیا جائے، ہڈیوں کو دفن کر دیا جائے (فتاوی محمودیہ ۱۷/ ۴۸۱) (مقالہ مولانا ندیم احمد انصاری)۔

دیگر آراء:

- ناقابل استعمال اجزاء کو یا تو کہیں دفن کر دینا چاہئے یا آبادی سے دور جنگل کی طرف پھینک دینا چاہئے، دونوں طریقے کی گنجائش ہے تاہم دفن کر دینا زیادہ بہتر ہے (مفتی تنظیم عالم قاسمی، مولانا محمد صفوان سعادتی)، جبکہ مولانا محمد صابر حسین ندوی کا کہنا ہے کہ فضلات کو آبادی سے باہر کہیں دور زمین میں دفن کر دیں یا جلا کر راکھ کر دیں (اول الذکر کو ترجیح ہوگی)۔
- ذبیحہ کے فضلات اور غیر مستعمل اجزاء ایسی جگہ ڈالنا جو لوگوں کے لئے ایذاء کا سبب بنے اور جس سے فضا مسموم ومتعفن ہو، شرعاً حرام ہے، مولانا روح الامین سعادتی آگے لکھتے ہیں کہ شریعت نے صراحتاً ان کی تدفین کا حکم نہیں دیا ہے لیکن آبادی کو ایذاء سے اور فضا کو آلودگی سے بچانے کے لئے ان اجزاء کو یا تو دفن کر دیا جائے یا آبادی سے دور کسی مقام پر ڈال دیا جائے، مولانا شکیل اسلام پوری کی بھی یہی رائے ہے، تقریباً یہی رائے مفتی محمد عارف باللہ قاسمی کی بھی ہے لیکن موصوف دفن کے حق میں نہیں ہیں، اسی طرح کی بات مولانا ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی کہتے ہیں کہ حلال جانوروں

کے جن سات اجزاء کا کھانا حرام ہے اوجھڑی ان میں سے نہیں ہے، اس لئے اس کی آلائش صاف کر کے خود کھائے یا کسی دوسرے کو دے دے۔

- مفتی محمد نصر اللہ ندوی کے نزدیک حیوانات کو دفن کرنا مباح ہے، لیکن اگر اس سے ایذا پہنچنے کا اندیشہ ہو تو دفن کرنا ضروری ہوگا۔

- مولانا ابوسفیان مفتاحی ان اجزاء کے بارے میں کہتے ہیں کہ ان کو گڈھا کھود کر دفن کر دیا جائے، یا دریا میں ان کو پھینک کر مچھلیوں کی غذا بنادی جائے، یا ذبیحہ کی اوجھڑی کو دھلنے کے بعد پکا کر انسانی غذا بنادی جائے۔ لیکن مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی کے بقول ہر شخص کی اپنی ذمہ داری ہے کہ گڑھا کھود کر ان آلائشوں کو دفن کر دے، ندی نالوں میں پھینکنے یا سڑکوں کے کنارے ڈالنے میں مہلک امراض کا خطرہ ہے بلکہ ندی اور نہروں کی مچھلیاں بھی متاثر ہو سکتی ہیں۔

- مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی کے نزدیک ذبیحہ جانوروں کے فضلات کو کھلی جگہ پھینک دینا شرعاً ناجائز ہے (مولانا ولی اللہ مجید قاسمی اور مولانا محمد عثمان بستوی کی بھی یہی رائے ہے)۔

- مولانا محمد مصطفی قاسمی کی رائے ہے کہ حکومت ورعایا کو اپنی اپنی وسعت کے مطابق آبادی کو آلودگیوں سے بچانا واجب ہے، اس کی خلاف ورزی ممنوع ہے۔

- مفتی راشد حسین ندوی کے نزدیک آلائشوں کو کھلے عام میں ڈالنے والے بلاشبہ مفسدین فی الارض میں شمار کرنے کے لائق اور واجب التعزیر ہیں۔

ب-حکومت کی ذمہ داریاں:

مقالہ نگاروں نے حکومت کی انتظامیہ کو ہی ماحول کو صاف ستھرا رکھنے کا ذمہ دار مانا ہے اور اس سلسلہ میں چند تجاویز دی ہیں جنہیں مختصراً ذکر کیا جاتا ہے:

۱- بلدیاتی عملہ کو فعال بنائے۔

۲- کچرے اور فضلات کو تلف کرنے میں جدید ٹکنالوجی کا انتظام کرے (مفتی ارشاد عالم قاسمی)۔

۳- کوئی مخصوص کشادہ جگہ فراہم کرے تاکہ لوگ آسانی سے اپنے مقصد کو حاصل کر سکیں۔

۴- اجازت حاصل کرنے والوں کو تحریر و اعلان کے ذریعہ صفائی کی ہدایات سے آگاہ کرے۔

۵- ایسے مقامات پر پانی کی سہولت فراہم کرے (مولانا عمر کوکنی، مولانا قمر الزماں ندوی)

۶- بلدیاتی عملہ کے پاس مستقل گاڑیاں ہوں جو آلائشوں کو راستوں سے اٹھالیا کرے۔

۷- تھوڑے تھوڑے فاصلے پر کوڑادان رکھ دیا جائے جسے ایک متعین وقت میں گاڑی کے ذریعہ آبادی سے باہر پھینک دیا جائے (مفتی تنظیم عالم قاسمی)

۸- حکومت جانور ذبح کرنے والوں کو پابند کرے کہ وہ آلائشوں کو زمین دوز کریں ورنہ ان پر جرمانہ عائد کیا جائے اور ان کی دکانیں بند کر دی جائیں (مولانا اکرام الحق ربانی ندوی)۔

۹- مذبح کا قیام ایسے مقام پر عمل میں لائے جہاں فضلات کی نکاسی اور تدفین کا بہتر انتظام ہو۔

۱۰- قصابوں اور ماہی فروشوں کو عام بازاروں سے دور رکھا جائے، انہیں صفائی ستھرائی کا پابند کیا جائے، بے احتیاطی اور تساہلی برتنے پر ان پر ضمان و تاوان عائد کیا جائے (مفتی محفوظ الرحمن بستوی)۔

۱۱- حکومت کی ذمہ داری ہے کہ ان اجزاء کو آبادی سے ہٹا کر ایسی جگہ پہنچائے جہاں جانور وغیرہ انہیں استعمال کر کے فنا کر دیں، یا از خود سڑ گل کر نیست و نابود ہو جائیں۔

۱۲- ایسا قانون بنائے جس کی رو سے ذبیحہ کے ناقابل استعمال اجزاء کو یونہی چھوڑ دینے والے کو مجرم قرار دیا جائے اور اس کے لئے مناسب سزا بھی تجویز کی جائے۔

۱۳- اس سلسلہ میں بیداری پیدا کرے، مختلف ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے اس کے نقصانات سے لوگوں کو آگاہ کرے (مفتی محمد نصر اللہ ندوی)

۱۴- حکومت ہر گاؤں میں ایک مذبح بنوائے تاکہ آلودگی کو کنٹرول کیا جاسکے (مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی)۔

۱۵- ایسے قوانین بنائے جن کی مدد سے حفظان صحت کے اصول کی خلاف ورزی نہ ہوسکے۔

۱۶- ذبح خانے آبادیوں سے باہر بنانے کا حکم جاری کرے۔

۱۷- جانور کے ناقابل استعمال اجزاء کو دفن کرنے یا تحلیل کرنے کا حکم جاری کرے (مفتی محمد شاہجہاں ندوی)۔

۱۸- حکومت آبادی سے باہر شمشان بناکر ان آلائشوں کو جلانے کا انتظام کرے، اور لوگوں کو پابند کرے کہ وہ ان اجزاء کو شمشان تک خود پہنچائے، اور خلاف ورزی کرنے والوں پر جرمانہ بھی عائد کرے، یا حکومت خود ہی کارندوں کو متعین کردے کہ وہ پورے شہر سے ان اجزاء کو لاکر شمشان تک پہنچائیں۔

ج- ذبح یا قربانی کرنے والے کی ذمہ داریاں:

اس ضمن میں مقالہ نگاروں کے چند اہم مشوروں کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

۱- جانور کو ذبح کرنے کے لئے مناسب جگہ کا انتخاب کرے۔

۲- صفائی میں کمی نہ کرے، اسے کار ثواب اور اپنا فریضہ سمجھے۔

۳- جن غیر مستعمل اجزاء کو وہ ٹھکانے نہ لگاسکے تو انہیں بلدیاتی عملہ کے حوالہ کردے (مفتی ارشاد عالم قاسمی)۔

۴- خون اور اوجھڑی وغیرہ کو زمین میں گاڑ دیا جائے یا سب کو جمع کرکے کیمیاوی طریقہ سے تحلیل کرنے کا انتظام کیا جائے (مفتی عبد المنان، مفتی محبوب علی وجیہی)۔

۵- ناقابل استعمال اجزاء کو ادھر ادھر پھینکنے کے بجائے کچرا بھٹی میں ڈالنے کا اہتمام کرے۔

۶- جراثیم کش ادویہ کا استعمال کرکے پیدا شدہ آلودگی کو ختم کرے۔

''أما الدباغ یؤذی جیرانه برائحة دباغة منتنة، فهذا یمنع من ذلك كالفرن والحمام... لأن الرائحة المنتنة تخرق الخیاشم وتصل إلی المعی وتؤذی الانسان وہو معنی قوله علیه السلام: ''من أكل من هذه الشجرة...''، فكل رائحة تؤذی یمنع منها بهذا الحدیث، قال: وبهذا العمل'' (التاج والاكلیل لمختصر خلیل ۲/ ۱۳۴) (مفتی محفوظ الرحمن بستوی)۔

۷- کیڑے مار دواؤں اور بدبو زائل کرنے والی اشیاء استعمال کی جائیں (مولانا عبید اللہ ندوی)۔

۸- ان کو دفن کردے، یا آبادی سے دور ڈال دے، یا جدید کیمیکل جو بدبو کو دور کردیتے ہیں اس کا استعمال کرے (مفتی رحمت اللہ ندوی)۔

۹- ذبح کرنے والے کی ذمہ داری ہے کہ وہ حکومت کے وضع کردہ قانون کی تابعداری کرے (مولانا سعید الرحمن قاسمی بستوی)۔

۱۰- مولانا اختر امام عادل قاسمی نے آلائشوں اور غلاظتوں کو ان کے مخصوص مقامات پر ڈالنے کے تعلق سے یہ دلیل پیش کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم کے سباطہ (گندگی ڈالنے کی مخصوص جگہ) پر تشریف لائے اور پیشاب فرمایا، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عہد نبوت میں بھی گندگی اور کچرا ڈالنے کی مخصوص جگہیں تھیں۔

۱۱- اگر ذبح خانے موجود ہوں تو وہیں ذبح کرنا واجب ہے (مفتی سید باقر ارشد قاسمی)۔

۱۲- گلی اور نالیوں میں ایسے پاؤڈر کا استعمال کرانا جن سے فضائی آلودگی کو دور کیا جاتا ہے اور جو جراثیم کش ہوتے ہیں (مولانا قمر الزماں ندوی)۔

☆ مفتی محمد اسعد پالنپوری نے آلائشوں کو ضائع کرنے کے تین طریقے بتائے ہیں:

الف- اگر یہ اجزاء تھوڑی مقدار میں ہوں تو انہیں زمین میں دفن کردیا جائے یا ان جانوروں کو کھلا دیا جائے جن کی یہ غذا ہے۔

ب- اگر یہ اجزاء زیادہ مقدار میں ہوں اور زمین میں بسہولت گڑھا کھود کر انہیں دفن کرنا ممکن ہو تو دفن کردیا جائے۔

ج- اگر وہ اجزاء اتنے زیادہ ہوں کہ جانوروں کو کھلانا ممکن نہ ہو اور نہ دفن کرنا ممکن ہو تو پھر حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ انہیں ضائع کرنے کے طریقے اپنائے۔

۷- پلاسٹک کی تھیلیوں کے استعمال کا حکم:

سوال نمبر ۷- سامان کی پیکنگ بھی ایک اہم ضرورت ہے، قدیم زمانہ میں اس کے لئے ردی کاغذ یا اس سے تیار ہونے والی چیزیں استعمال کی جاتی تھیں، اب اس کی جگہ پلاسٹک کی تھیلیوں نے لے لی ہے، لیکن پلاسٹک زمین میں تحلیل نہیں ہوتا اور اگر اسے جلایا جائے تو اس سے بہت کثیف دھواں پیدا ہوتا ہے، ہمارے ماحول کو نقصان پہنچانے والی چیزوں میں ماہرین اس کو بہت خطرناک قرار دیتے ہیں؛ لیکن آسانی وخوشنمائی کی غرض سے اور خاص کر سستا ہونے کی وجہ سے تجار اور عوام اس کا خوب استعمال کرتے ہیں، شرعاً اس کا کیا حکم ہوگا؟

اکثر علماء کی رائے ہے کہ پلاسٹک کی تھیلیوں کے استعمال سے احتراز کرنا چاہئے، بعض حضرات نے اس کے استعمال کو ناجائز قرار دیا ہے اور بعض اسے مکروہ قرار دیتے ہیں، جیسا کہ مفتی محمد الیاس قاسمی نے لکھا ہے کہ پلاسٹک کی تھیلیاں زمین میں دبانے کے بعد بھی تحلیل نہیں ہوتیں اور یہ زمین کی زرخیزی کم کرنے کا باعث ہوتی ہیں اور ان کی وجہ سے زمین بنجر ہوتی جارہی ہے، بین الاقوامی اسلامک فقہ اکیڈمی نے اپنی تجویز میں ایسے تمام تصرفات کو حرام قرار دیا ہے جن سے ماحولیاتی توازن خراب ہوتا ہے:

''تحريم كافة الأفعال والتصرفات التي تحمل أية أضرار بالبيئة أو إساءة إليها مثل الأفعال والتصرفات التي تؤدى إلى اختلال التوازن البيئي أو تستهدف الموارد أو تستخدمها استخداما جائرا لا يراعي مصالح الأجيال المستقبلية عملا بالقواعد الشرعية الخاصة بضرورة إزالة الضرر '' (الموسوعة الفقهيه والقضايا المعاصره ۹/ ۸۶۷)۔

☆ مفتی محمد شاہجہاں ندوی کے نزدیک پلاسٹک کی تھیلیوں کا استعمال مکروہ تنزیہی ہے، مولانا محمد احسن عبدالحق ندوی بھی کراہت کے قائل ہیں، جبکہ مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی کا کہنا ہے کہ اس کا مناسب بدل فراہم نہ ہونے کی صورت میں اس کا استعمال مکروہ ہے۔

☆ مولانا محمد مصطفی قاسمی آداپوری کی رائے میں پلاسٹک کی تھیلیوں کا استعمال کرنا شرعاً ممنوع وحرام کے درجہ میں ہے، اس سے اجتناب واحتراز کرنا لازم وواجب ہے، مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی فساد فی الارض کی وجہ سے اس کے استعمال کو حرام قرار دیتے ہیں، جبکہ مولانا عبیداللہ ندوی کے نزدیک شرعاً اس کا استعمال درست نہ ہوگا، یہی رائے مولانا عمر کوکنی کی بھی ہے۔

☆ مولانا عبدالخالق ندوی کہتے ہیں کہ پلاسٹک کا پیکنگ کے لئے استعمال حالات کے اعتبار سے مکروہ یا ناجائز ہوگا۔

☆ مولانا کلیم اللہ عمری کے مطابق ''الضرر یزال'' کے تحت پلاسٹک کی چیزوں کا استعمال شرعاً درست نہیں ہے، ان کے استعمال سے روکنے کے لئے حکومت اگر سخت کارروائی کرے یا جرمانہ عائد کرے تو اس میں شرعاً کوئی قباحت نظر نہیں آتی۔

☆ مفتی محفوظ الرحمن بستوی کے بقول اور یہی رائے مولانا عبیدالرحیم سعادتی کی بھی ہے کہ مضرت شدیدہ کے پیش نظر ضرورت سے زائد پلاسٹک کی تھیلیوں کا استعمال شرعاً ممنوع ہوگا، ''ما يفضي إلى الضرر في ثاني الحال يجب المنع منه في ابتدائه'' (المغنی لابن قدامہ ۴/ ۳۷۴)۔

☆ مولانا عباس بن یوسف کا کہنا ہے: ''درء المفاسد أولى من جلب المصالح'' کی وجہ سے ان کے استعمال سے بچنا اولیٰ ہے۔

☆ مفتی تنظیم عالم قاسمی کہتے ہیں کہ مضرت کو جاننے کے باوجود تاجروں کا اس کو استعمال کرنا اخلاقی جرم اور شرعاً مکروہ اور ناپسندیدہ ہے، البتہ حکومت کی جانب سے اگر اس پر پابندی عائد کردی جائے تو پھر اس کا استعمال درست نہیں ہے۔

چند دلائل:

۱- "ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة" (بقرہ:۱۹۵) (مقالہ مفتی سید باقر ارشد قاسمی، مفتی محمد جہانگیر حیدر قاسمی، مولانا عبدالرب واپی، مولانا رحمت اللہ ندوی، ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مولانا عبید الرحمن سعادتی، مفتی ارشاد عالم قاسمی، ڈاکٹر سید اسرار الحق سبیلی)۔

۲- "من عمل صالحا فلنفسه ومن أساء فعليها" (حم سجدہ/۴۶) (مقالہ مفتی سید باقر ارشد قاسمی)۔

۳- "لاضرر ولاضرار" (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۲۳۴۰)۔

(مقالہ مفتی سید باقر ارشد قاسمی، مفتی محمد شاہجہاں ندوی، مفتی ظہیر احمد قاسمی، مفتی محبوب علی وجیہی)۔

۴- "درء المفاسد أولى من جلب المصالح" (الاشباہ والنظائر لابن نجیم/ ۳۲۲) (مقالہ مفتی محمد جعفر ملی رحمانی)۔

۵- "نصب منوالا لاستخراج الابريسم من الفيلق فللجيران المنع إذا تضرروا بالدخان ورائحة الديدان. قال القاضي عبدالجبار يرفع إلى المحتسب فيمنعه إذا كان فيه ضرر بيّن" (عالمگیری ۵/ ۳۷۴)

(مقالہ مولانا جہانگیر حیدر قاسمی)۔

۶- "إذا اجتمعت مصالح ومفاسد فإن أمكن تحصيل المصالح ودرء المفاسد فعلنا ذلك امتثالا لأمر الله تعالى فيهما لقوله "فاتقوا الله ما استطعتم" (التغابن/۱۶)، "وإن تعذر الدرء والتحصيل فإن كانت المفسدة أعظم من المصلحة درأنا المفسدة ولا نبالي بفوات المصلحة، قال الله تعالى: "يسئلونك عن الخمر والميسر قل فيهما إثم كبير ومنافع للناس وإثمهما أكبر من نفعهما" (البقرہ:۲۱۹)، "حرمهما لأن مفسدتهما أكبر من نفعهما ... وهذه مفاسد عظيمة لانسبة إلى المنافع المذكورة إليها" (قواعد الاحكام فی مصالح الانام لعز بن عبد السلام ۱/ ۹۸)

(مفتی محفوظ الرحمن بستوی)۔

۷- "لم يجز لأنه يضر بجيرانه ضررا فاحشا لا يمكن التحرز عنه فإنه يأتي منه الدخان الكثير"

(مقالہ مولانا اختر امام عادل قاسمی)۔

پلاسٹک کے بارے میں حقائق:

مولانا اکرام الحق ربانی ندوی نے پلاسٹک کی تین قسمیں یعنی مائکرو پلاسٹک، میگا پلاسٹک اور میکرو پلاسٹک کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان سے فضا مسموم، ہوا اور سمندری لہریں ناموافق اور تجارتی راستے متاثر ہوتے ہیں، اسی لئے ہندوستانی حکومت نے یہ قانون بنایا:

۱۹۸۶ء کے ماحولیاتی تحفظ ایکٹ کے تحت ہندوستانی قانون میں پلاسٹک کا استعمال ممنوع ہے، خلاف ورزی کی صورت میں مجرم کو پانچ سال کی قید یا ایک لاکھ روپے یا دونوں کی سزا ہوسکتی ہے۔

موصوف کہتے ہیں کہ متبادل کے طور پر سوتی تھیلی، ستلی کی تھیلی، کاغذ کی تھیلی، نائلون کی تھیلی، اور فائبر کی تھیلی استعمال کی جاسکتی ہے۔

پلاسٹک کے حل کے طور پر موصوف کا کہنا ہے کہ ۱- پلاسٹک کو پھینکنے کے بجائے دوبارہ استعمال میں لایا جائے، ۲- دوبارہ قابل استعمال بنانے والی کمپنیوں کو وقف کر دیا جائے، ۳- متبادل کو استعمال میں لایا جائے اور پلاسٹک پر پابندی لگادی جائے۔

مولانا محمد صابر حسین ندوی نے پلاسٹک کے بارے میں کچھ اس طرح تفصیل پیش کی ہے:

پلاسٹک کی ایجاد نیویارک کے شہری "بائی کالینڈ" نامی شخص کے ذریعہ ۱۹۰۷ء کے زمانے میں ہوئی؛ اور ترقی کرتے ہوئے ۱۹۴۷ء میں Bottle کی شکل میں ہاتھوں ہاتھ پہونچا، پلاسٹک: چھوٹے بڑے کیمیائی ترکیبات سے وجود میں آتا ہے، پلاسٹک ویکیپیڈیا کے مطابق یہ ایسے چھروں اور اچھتی گولیوں سے تیار کیا جاتا ہے جس میں Extruder یعنی اپنے آپ کو باہر پھینکنے کی صلاحیت ہوتی ہے، چونکہ اسے بنانے میں کوئلہ، قدرتی

گیس، نمک اور کچا تیل وغیرہ بڑے پیمانے پر شامل کیا جاتا ہے لہذا اخراج کی صورت میں بہت ہی نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں (wikipedia of plastic)؛ کیونکہ پلاسٹک پھینک دئے جانے کی صورت میں آہستہ آہستہ اس کے تمام اجزاء الگ ہونے لگتے ہیں، جنہیں زمین تحلیل کرنے میں ہزاروں سال لیتی ہے، اور اسکی زوال پذیری کے دوران بہت ہی باریک و خوردبین زہریلی گیس اس جگہ سے نکلتی ہے جو کھانا، پینا، سانس وغیرہ کے ذریعہ کینسر تک کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

اس کی سنگینی اور عدم تحلیل کے باوجود ایک رپورٹ کے مطابق ہر سال تین سو ملین ٹن پلاسٹک بنائی جاتی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر دو سال میں ضائع پلاسٹک کا وزن انسانی آبادی کے برابر ہوجائے گی، ایسے میں ظاہر ہے انسانی زندگی محال ہوجائے گی، یہی وجہ ہے کہ مختلف ممالک نے اس پر پابندی عائد کردی ہے، ہندوستان نے بھی کئی شہروں میں پابندی لگا رکھی ہے۔

اسی طرح پلاسٹک تھیلیوں کو آگ لگادی جاتی ہے جو کچرے میں ڈالنے سے زیادہ خطرناک ہے، کیونکہ جب ان کو جلایا جاتا ہے تو کیمیائی عمل اور حرارت کے نتیجہ میں ایک کیمیائی مادہ جنم لیتا ہے جس کو ''ڈائی آکسن'' کہتے ہیں، یہ نہ صرف جسم کے لئے شدید نقصان دہ ہے بلکہ اس سے سرطان بھی ہوسکتا ہے۔

چند متفرق آراء:

- حکومت اگر اس کے استعمال پر پابندی لگاتی ہے تو صحیح ہے، امتناع کے باوجود اگر کوئی استعمال کرتا ہے تو اس پر جرمانہ لگانا جائز ہے (مفتی سید باقر ارشد قاسمی)۔
- مولانا اختر امام عادل قاسمی کا کہنا ہے کہ اگر اسے استعمال کیا جائے تو جلانے کے مقابلے میں دفن کرنے کو ترجیح دی جائے۔
- مولانا عبداللہ جولم عمری کی تجویز یہ ہے کہ نئی ٹیکنالوجی استعمال کرتے ہوئے پلاسٹک ایسی بنائی جائے جو جلائے بغیر خود بخود ہی تحلیل ہوجائے۔
- مولانا عبدالرشید قاسمی نے پلاسٹک کی مصنوعات پر پابندی لگانے کی بات کہی ہے، اور ساتھ میں یہ اطلاع بھی فراہم کی ہے کہ اب انہیں تحلیل کرکے اینٹیں بنائی جارہی ہیں، ماہرین کا خیال ہے کہ یہ اینٹیں مٹی کے اینٹوں سے ہلکی اور مضبوط ہوتی ہیں۔
- مولانا محی الدین غازی کی رائے ہے کہ پلاسٹک کا استعمال اس وقت تک شرعاً ناپسندیدہ سمجھا جانا چاہئے جب تک اسے تحلیل کرنے اور اس کے نہایت خطرناک اثرات سے بچنے کے تسلی بخش طریقے سامنے نہیں آجاتے۔
- مولانا محمد صفوان سعادتی کہتے ہیں کہ پلاسٹک کی تھیلیوں کا استعمال جہاں تک ہوسکے کم سے کم کیا جائے، اس لئے کہ ضابطہ ہے:

''الضرورة تتقدر بقدرها'' (ردالمحتار ۵/ ۲۱۹)۔

جواز کا رجحان:

بعض مقالہ نگار حضرات پلاسٹک کی تھیلیوں کے استعمال کو جائز اور مباح قرار دیتے ہیں:

۱- مولانا ندیم احمد انصاری کے مطابق ضرورت کے موقعوں پر بہ قدر ضرورت استعمال کی گنجائش ہوگی۔

''ما أبيح للضرورة يقدر بقدرها'' (الاشباه والنظائر ۲/ ۹۵)۔

۲- مفتی محمد نصر اللہ ندوی کہتے ہیں کہ عموم بلوی کے پیش نظر اس کے استعمال کی گنجائش ہونی چاہئے۔

''الضرورات تبيح المحظورات، عموم البلوى شيوع الأمر وانتشاره علما أو عملا مع الاضطرار إليه'' (معجم لغة الفقهاء ۱/ ۱۴۵)۔

۳- مفتی عبدالمنان بھی عموم کی وجہ سے شرعاً اس کے استعمال کو جائز قرار دیتے ہیں، یہی رائے مولانا محمد ثوبان اعظم قاسمی کی بھی ہے، مفتی محمد عارف باللہ قاسمی بھی عموم بلوی کی وجہ سے اس کے استعمال کو جائز کہتے ہیں۔

''فما كثر وقوعه وابتلاء أكثر الناس به خف أثره، ووجب تيسير حكمه وعدم التشدد فيه. لأن التشدد فيه يوقع الناس في الحرج والضيق، والحرج في الشريعة مدفوع ومرفوع '' (موسوعة القواعد الفقهيه ۹/ ۱۶۴)۔

۴- مولانا عبدالحمید قاسمی کی رائے ہے کہ عوام کے سامنے جب تک اس کا متبادل نہ آجائے ضرورتاً اس کا استعمال درست ہوگا۔

۵- مولانا اقبال احمد قاسمی کے نزدیک ماحول کو آلودہ ہونے سے بچاتے ہوئے اس کے استعمال کی اجازت باقی رکھنے میں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں۔

۶- مفتی اشرف عباس قاسمی کہتے ہیں کہ شرعی اعتبار سے اس کے استعمال کو حرام یا ناجائز کہنا مشکل ہے۔

۷- مولانا محبوب فروغ قاسمی کی رائے ہے کہ اس کے استعمال پر پابندی یا ممانعت شرعی نقطہ نظر سے نہیں لگائی جاسکتی، البتہ ان تھیلیوں کو آگ میں جلانے سے روکا جائے گا کہ یہی کثافت وآلودگی پیدا کرنے کا سبب قریب ہے۔

۸- مفتی راشد حسین ندوی کا کہنا ہے کہ جب تک حکومت اس کے استعمال پر پابندی نہ لگائے اس وقت تک ان کا استعمال کرنا جائز ہوگا، مولانا محمد عثمان بستوی کی بھی یہی رائے ہے، البتہ احتراز افضل وبہتر ہے۔

پلاسٹک کے نقصانات:

مولانا عبدالرب واپی پلاسٹک کے نقصانات پر روشنی ڈالتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

۱- یہ کینسر سمیت کئی دیگر امراض کی وجہ بنتی ہے۔

۲- یہ قدرتی طور پر بالکل بھی سڑتی گلتی نہیں ہے۔

۳- دوسری گندگیوں کے ساتھ مل کر کئی اقسام کے زہر بناتی ہے۔

۴- مٹی کو (Loose) کرتی رہتی ہے، اور آس پاس کی زرخیزی کو ختم کردیتی ہے۔

۵- پلاسٹک کی تھیلیاں پانی کے بہاؤ میں رخنہ پیدا کرتی ہیں۔

۶- مویشیوں کی صحت کے لئے بھی مضر ہے، لہذا ''درء المفاسد أولى من جلب المنافع'' کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کے استعمال سے گریز کرنا چاہئے۔

۷- مفتی راشد حسین ندوی نے اس کا اضافہ کیا ہے کہ اگر ضائع کرنے کے لئے ان کو جلایا جائے تو نہایت کثیف اور زہریلا دھواں پیدا ہوتا ہے جو فضا کو آلودہ کردیتا ہے اور صحت عامہ کے لئے انتہائی مضر ہوتا ہے۔

پلاسٹک کے فوائد:

جبکہ مفتی محمد اسعد پالنپوری نے اس کے درج ذیل فوائد گنائے ہیں:

۱- پلاسٹک کی تھیلیوں میں سامان کی پیکنگ مضبوطی کے ساتھ ہوتی ہے۔

۲- سامان کے حمل ونقل کے دوران پیکنگ کے بکسوں کو پٹخنے کی وجہ سے پھٹنے سے بھی حفاظت ہوتی ہے جس سے اندر کا سامان ٹوٹنے پھوٹنے سے بھی محفوظ رہتا ہے۔

۳- بعض چیزوں ہوا، پانی یا بارش سے بچانا ہوتا ہے تو ایسے سامان کی پیکنگ کے لئے پلاسٹک کی تھیلیاں ہی کام آتی ہیں، بہرحال کمپنی اور فیکٹری کے مالکان کو ضرورت کی وجہ سے اس کے استعمال کی اجازت دی جاسکتی ہے۔

تجاویز:

مفتی ارشاد عالم قاسمی نے پلاسٹک کچرے کو کم کرنے کے لئے یہ تجاویز دی ہیں:

۱- گاہک پولیتھن کے بجائے ایسے تھیلے استعمال کریں جو سال دو سال تک چل سکیں۔

۲- تاجر لوگ گاہکوں کو مختلف تدابیر سے اس کے عدم استعمال کے عادی بنائیں۔

۳- حکومت مختلف ذرائع سے عوام کو اس کے نقصانات سے مطلع کرے اور آہستہ آہستہ اس پر پابندی لگائے۔

۸- تمباکو اور سگریٹ نوشی وغیرہ کا حکم:

سوال نمبر ۸- سماج میں تمباکو کی اشیاء مختلف صورتوں میں استعمال کی جاتی ہیں، جیسے: سگریٹ، بیڑی، حقہ وغیرہ، اس سے جو دھواں نکلتا ہے وہ زیادہ کثیف اور مسموم ہوتا ہے، اس کا نقصان صرف پینے والے کو ہی نہیں ہوتا؛ بلکہ اس کے متعلقین اور ہم نشینوں کو بھی ہوتا ہے اور بحیثیت مجموعی اس سے ماحول کو کافی نقصان پہنچتا ہے؛ اس لئے آج کل ایئر پورٹ اور دوسرے عوامی مقامات پر ایسے لوگوں کے لئے اسموکنگ زون بنا دیا گیا ہے، سوال یہ ہے کہ ایسی چیزوں کے استعمال کا کیا حکم ہوگا اور قانوناً جن مقامات پر سگریٹ نوشی وغیرہ کی ممانعت ہو، وہاں سگریٹ وغیرہ پینے کا شرعاً کیا حکم ہوگا؟

تمباکو کی اشیاء کے استعمال کو تقریباً تمام ہی مقالہ نگار نے نشہ کے اثرات پائے جانے اور مضر صحت ہونے کی وجہ سے ممنوع قرار دیا ہے، بعض حضرات نے ضیاع مال وجان اور مختلف نقصانات وامراض کی وجہ سے شرعی حکم لگانے میں درجہ بندی کی ہے جس کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے:

- ان مضر صحت اشیاء کا استعمال مکروہ ہے بلکہ اس سے بچنا واجب ہے (مولانا روح الامین، مولانا عبید اللہ ندوی)۔
- جدید تحقیقات کی رو سے مکروہ تحریمی کا پہلو راجح ہے (مولانا جلال الدین چودھری، مولانا شکیل اسلام پوری، مفتی راشد حسین ندوی، مفتی عارف باللہ قاسمی، مولانا محمد صفوان سعادتی، مولانا عبد الرب واپی، مفتی محمد اسعد پالنپوری)۔
- منہ میں بدبو پیدا ہو جانے اور مال کے ضیاع کی وجہ سے سگریٹ نوشی مکروہ ہے (مفتی محمد جعفر ملی رحمانی، مفتی عبد السنان، ڈاکٹر سید اسرار الحق سبیلی، مولانا اختر امام عادل قاسمی)۔
- ایسی چیزوں کا استعمال شرعاً ممنوع ہوگا (مفتی محفوظ الرحمن بستوی، مولانا اقبال احمد قاسمی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، دار الافتاء جامعہ سلفیہ بنارس)۔
- اس کا استعمال مکروہ تنزیہی ہے (حافظ کلیم اللہ عمری، مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی، مولانا محمد عثمان بستوی)۔
- کسی بھی شکل میں اس کا استعمال ناجائز ہے (مفتی محمد جہانگیر حیدر قاسمی، مفتی محمد الیاس قاسمی، مولانا محمد قمر الزماں ندوی)۔
- ان چیزوں کا استعمال حرام ہوگا (مولانا محمد احسن عبد الحق ندوی، مولانا عبید الرحیم سعادتی، ڈاکٹر عبد اللہ جولم عمری، مولانا عمر کوکنی، مولانا محمد صابر حسین ندوی، ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی)۔ مفتی محمد نصر اللہ ندوی کے نزدیک سگریٹ، بیڑی وغیرہ خبائث کے ضمن میں آتے ہیں اس لئے ان کا استعمال حرام ہے۔
- اگر نشہ پیدا ہو جائے تو حرام ہے ورنہ منہ کے بدبودار ہونے کی وجہ سے مکروہ تنزیہی ہے (مولانا سعید الرحمن قاسمی)۔

دلائل:

۱- "ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة" (بقرہ: ۱۹۵)۔

۲- "والذين يؤذون المؤمنين والمؤمنات بغير ما اكتسبوا فقد احتملوا بهتانا وإثما مبينا" (احزاب: ۵۸)۔

۳- "ويحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث" (اعراف: ۱۵۷)۔

۴- ''من أكل ثوما أو بصلا فليعتزلنا أو قال فليعتزل مسجدنا وليقعد في بيته'' (بخاری، حدیث نمبر: ۸۵۵)۔

۵- ''المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده'' (بخاری)۔

۶- ''من أكل من هذه الشجرة الخبيثة يعني الثوم والبصل فلا يقربن مسجدنا فإن الملائكة تتأذى مما يتأذى بنو آدم'' (بخاری)

۷- ''نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن كل مسكر ومفتر'' (ابوداؤد، حدیث نمبر:۳۶۸۶)۔

۸- ''لا ضرر ولاضرار'' (مسند احمد، حدیث نمبر:۲۸۶۵)۔

۹- ''إذا كان يخاف على نفسه أنه لو أكله أورثه ذلك علة أو آفة لا يباح له التناول وكذلك هذا في كل شئ'' (فتاوی هنديه ۵/ ۳۴۰)۔

۱۰- ''وأكل نحو ثوم أي كبصل ونحوه ممّاله رائحة كريهة للحديث الصحيح في النهي عن قربان آكل الثوم والبصل المسجد، قال الامام العيني في شرحه على صحيح البخاري، قلت: علة النهي أذى الملائكة وأذى المسلمين ولايختص بمسجده عليه الصلوة والسلام بل الكل سواء'' (شامی ۲/ ۴۳۵)۔

۱۱- ''وفي تنقيح الفتاوى الحامدية وبالجملة أن تثبت في هذا الدخان اضرار صرف خال من المنافع فيجوز الافتاء بتحريمه'' (۲/ ۳۶۶)۔

۱۲- ''الدخان مضر بالأبدان ضررا بينا لاشك فيه ولاشبهة الآن عند الحكماء وهو من أهم أسباب سرطان الرئة والقلب وغير ذلك من الأمراض الخطيرة أو المنتنة'' (الموسوعة الفقهيه والقضايا المعاصرة ۶/ ۱۱۰)۔

۱۳- ''فأفتى الجمهور الأعظم بالتحريم، وأفتى بعضهم بالكراهة، وذهب آحاد منهم إلى حله، وذهب القليل إلى أنه تجرى عليه الأحكام الخمسة: فهو حرام إذا تحقق ضرره، ومكروه لرائحته، أو كان ضرره قليلا محتملا، أو لكونه مما اختلف فيه، ومندوب إذا كان له فائدة مرجوة كالمداواة مثلا، ومباح إذا استوى حال متعاطيه شرب أو لم يشرب، وواجب إذا تعين دواء وأخبره بذلك طبيب عادل'' (الأحكام الفقهية المتعلقة بالتدخين/ ۴۸)۔

۱۴- ''شرب الدخان محرم وكذلك بيعه وشراء ه وتأجير المحلات لمن يبيعه لأن ذلك من التعاون على الإثم والعدوان'' (أسئله مهمة لابن عثيمين/ ۱۶)۔

۱۵- دارالعلوم دیوبند کے آن لائن فتوی (۴۶۷۶۰) میں ہے: بلاوجہ سگریٹ نوشی مکروہ ہے، اگر مریض ہوجانے کا خطرہ ہوتو ناجائز ہے، اور اگر جان کی ہلاکت کا اندیشہ ہوتو حرام ہے۔

۱۶- مولانا رحمانی لکھتے ہیں: گٹکھا اور اس طرح کے مضرت رساں تمباکو کی مصنوعات کو یوں تو حرام ہونا چاہئے، لیکن از راہ احتیاط حرام نہ کہا جائے تو یہ مکروہ تحریمی اور قریب بہ حرام ضرور ہے (اسلام اور جدید فکری مسائل/ ۱۰۴)۔

۱۷- مولانا عبید اللہ رحمانی تحریر فرماتے ہیں: زردہ، تمباکو کا کھانا پینا، اس کا منجن استعمال کرنا، یا ناک میں اس کو سڑکنا یا سونگھنا میرے نزدیک جائز نہیں ہے۔

اولاً: اس لئے کہ اس کا استعمال تمام اطباء کے نزدیک بالاتفاق مضر صحت ہے اور صحت کو خراب کرنے والی چیزوں کا استعمال شرعاً حرام ہے۔

ثانیاً: اس لئے کہ تمباکو کھانے اور پینے والے کے منہ میں بدبو پیدا ہوتی ہے اور مسجد میں ایسی بدبودار چیز کے ساتھ جانا ٹھیک نہیں، کیونکہ نمازیوں کو اذیت اور تکلیف ہوتی ہے۔

ثالثاً: اس وجہ سے کہ تمباکو کا استعمال کھلا ہوا اسراف وتبذیر ہے، اور اسراف وتبذیر شرعاً حرام ہے۔

رابعاً: اس لئے کہ تمباکو کو کھانا پینا بدن میں سستی اور سر میں چکر اور عقل میں فتور نیز خدر کا اثر پیدا کر دیتا ہے (فتاوی شیخ الحدیث مبارکپوری ۱/ ۱۶۳)۔

۱۸- جو لوگ تمباکو کے جواز کے قائل تھے وہ اس بنیاد پر تھے کہ تمباکو ان کے نزدیک مضر صحت نہیں، اور حرمت کے قائل حضرات مضر صحت تسلیم کرتے ہیں، سب میں قدر مشترک یہ پائی گئی کہ مضر صحت شئ استعمال نہیں کرنی چاہئے، بہر کیف دلائل وتحقیقات کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ تمباکو شراب کی طرح حرام اور نجس تو نہیں لیکن اسے مکروہ تحریمی کہا جاسکتا ہے، یہی قول میرے نزدیک اعدل الاقوال ہے، اس لئے تمباکو کو استعمال کرنا، اس کی کاشت کرنا اور خرید وفروخت کرنا شریعت کی روح کے منافی ہے، بلکہ یہ ایک غیر شرعی فعل ہے (تمباکو اور اسلام: مولانا حفظ الرحمن ندوی، ص ۱۷۴)۔

دیگر آراء:

اسموکنگ زون سے باہر اسموکنگ کرنے سے ہونے والی بیماریوں کا دائرہ بہت بڑھ جاتا ہے، اس لئے اسموکنگ زون سے باہر سگریٹ نوشی حرام ہے (مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی)۔

جبکہ مولانا ندیم احمد انصاری کی رائے ہے کہ اگر کوئی شخص بیماری کے علاج وغیرہ کے طور پر استعمال کرے تو شرعاً گنجائش نکل سکتی ہے، دلیل کے طور پر حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی یہ عبارت پیش کرتے ہیں:

بلاضرورت کراہت سمجھتا ہوں اور بہ ضرورت تمباکو کو کھانا اور پینا دونوں جائز ہیں، اور ضرورت میں نفس اکل مکروہ ہے، دوسرے عوارض خارجیہ سے گو کراہت ہوجاوے اور عوارض کی خفت وشدت سے کراہت کی شدت وخفت میں تفاوت ہوگا، اور سکر تمباکو میں نہیں ہے، صرف حدت میں ہے، اس سے پریشانی ہوتی ہے لیکن عقل ماؤف نہیں ہوتی، اور ان عوارض خارجیہ ہی کے اعتبار سے کھانا اخف ہے بہ نسبت پینے کے (امداد الفتاوی ۴/۱۱۶)۔

☆ مفتی ارشاد عالم قاسمی تمباکو کی درجہ بندی اس طرح کرتے ہیں:

۱- جس تمباکو میں سکر ہے محض شوقیہ استعمال کرنا ناجائز وحرام ہے۔

۲- سکر والا تمباکو دواءً جائز ہے جبکہ کوئی دوسری جائز دوا نہ ہو اور طبیب حاذق عادل اس میں شفا کو متعین کردے۔

۳- جس تمباکو میں سکر نہیں ہے لیکن بدبو ہے، علامہ شامی اور حضرت گنگوہی نے بلاضرورت پینے کو مکروہ تنزیہی کہا ہے۔

۴- جس تمباکو میں سکر نہیں اور بدبو بھی نہیں ہے اور محض شوقیہ استعمال کیا جائے تو اس سلسلہ میں اقوال مختلف ہیں:

علامہ شامی اور مولانا رشید احمد گنگوہی نے بلا کراہت جائز کہا ہے، حضرت تھانوی، مفتی کفایت اللہ اور دوسرے علماء نے مکروہ تنزیہی کہا ہے، اور حضرت مولانا محمود صاحب نے سگریٹ نوشی کو مکروہ فرمایا ہے۔

مفتی محمد اسعد پالنپوری اور مولانا سید باقر ارشد قاسمی نے بھی تقریباً اسی طرح کی تقسیم اور درجہ بندی کی ہے، مولانا محمد شاہجہاں ندوی نے بھی ابن حمدون، نجم الدین زاہدی، عبد الغنی نابلسی اور عمادی حنفی کے حوالہ سے اس کے شرعی احکام بیان کئے ہیں اور پھر ان کے دلائل کا جائزہ بھی لیا ہے (تفصیل کے لئے دیکھا جائے مقالہ مولانا محمد شاہجہاں ندوی، مولانا عبد الرب واپی)۔

زحیلی صاحبؒ کے حوالہ سے:

ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ نے ''الفقہ الاسلامی وادلتہ'' میں شیخ محمد بن جعفر کتانی کے حوالہ سے سگریٹ نوشی کی حرمت پر ۱۷/نقصانات ودلائل ذکر کئے ہیں، جن کا ذکر مولانا عمر بن یوسف کوکنی نے عربی میں اور مفتی محمد اسعد پالنپوری نے اردو میں اپنے مقالوں میں کیا ہے، ہم یہاں ذیل میں ان کا ذکر کرتے ہیں:

۱- دخان نص کتاب کی وجہ سے خبائث محرمہ میں سے ہے، اور خبائث ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس سے طبیعت سلیمہ کراہت اور نفرت محسوس کرے۔

۲- یہ جسم انسانی کے لئے بھی بلاشبہ مضر ہے؛ اسی وجہ سے اطباء اور حکماء کا یہ کہنا ہے کہ دخان دل اور پھیپھڑوں کے کینسر کے اسباب میں سے ایک اہم ترین سبب ہے اور اس کے علاوہ بھی دیگر بہت سے مہلک اور بدبودار امراض کے لئے سبب ہے۔

۳- یہ اپنی مکروہ اور ناپسندیدہ بدبو کی وجہ سے دوسرے ایسے لوگوں کے لیے بھی ایذا رسانی کا سبب ہے جو اس کے عادی نہیں ہیں۔

۴- یہ اپنی بدبو کی وجہ سے ملائکہ حفظہ اور ملائکہ کراماً کاتبین کے لئے بھی باعث ایذاء ہے۔

۵- یہ اپنے پینے والے کے دین کے لئے بھی مضر ہے اور سلوک کی راہوں کے طے کرنے سے بھی روکنے والا ہے۔

۶- یہ اپنے پینے والے کی صحت کے لئے بھی مضر ہے، اس کی وجہ سے قوت یادداشت میں بھی کمی واقع ہوتی ہے۔

۷- یہ نگاہوں اور قوت بینائی میں بھی فتور واقع کرتا ہے اور غیر عادی یا ابتدائی پینے والوں کے لئے کبھی باعث سکر بھی ہوتا ہے، جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسکر و مفتر چیز سے منع فرمایا ہے۔

۸- اس میں مال کے اسراف اور فضول خرچی کے ساتھ ساتھ نہ تو کوئی دینی فائدہ ہے اور نہ دنیوی۔

۹- یہ فطرت انسانی سے بھی ٹکراتا ہے، دل میں تردد واضطراب اور شکوک وشبہات پیدا کرتا ہے، جبکہ حدیث میں ہے کہ ''جس آدمی نے مشتبہ چیزوں سے اپنے آپ کو بچالیا تو گویا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو بچالیا''۔

۱۰- یہ جلی ہوئی چیز کے کھانے تک پہنچاتا ہے اور جب جب بھی وہ اسے استعمال کرتا ہے، تو اس کے جلے ہوئے کچھ نہ کچھ اجزاء اس کے حلق میں سرایت کر جاتے ہیں، جس کی وجہ سے اسے نقصان پہنچتا ہے۔

۱۱- اس کی وجہ سے آگ سے جلی ہوئی لکڑی کا کھانا لازم آتا ہے اور جذب ہو کر اس کے اجزاء جوف تک بھی پہنچتے ہیں۔

۱۲- اس کی وجہ سے سوداوی یا صفراوی مزاج میں بھی بگاڑ پیدا ہوتا ہے، کیوں کہ اس کی حرارت سے رطوبات بدنیہ خشک ہو جاتی ہیں

۱۳- یہ ایک عبث اور بیکار کام ہے جو احناف کے نزدیک حرام ہے۔

۱۴- اس سے ترکی، مغرب، سوڈان اور اس کے علاوہ یورپی ممالک کے حکمرانوں نے بھی روکا ہے۔

۱۵- یہ قرون ثلثہ مشہود لہا بالخیر کے بہت بعد بلکہ دسویں صدی کے بعد کی ایجاد اور بدعت ہے، جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ایاکم ومحدثات الأمور، فان کل محدثة بدعة، وکل بدعة ضلالة، وکل ضلالة فی النار''۔

۱۶- اس میں ایک طرح کا غول ہوتا ہے، اور غول اس کیفیت کو کہتے ہیں جو پینے والے کی ذات پر اس کے چھوڑنے کی صورت میں طاری ہوتی ہے، یعنی بے چینی، طبیعت اور مزاج کا فساد اور عقل وحواس میں فتور وغیرہ؛ پھر جب پیتا ہے تو مذکورہ ساری کیفیات کافور ہو جاتی ہیں اور رفتہ رفتہ یہ کیفیات اتنی قوت پکڑ لیتی ہیں کہ پھر اس کا چھوڑنا اس کے لئے مشکل امر بن جاتا ہے۔

۱۷- جس چیز کی حلت وحرمت کے متعلق شک ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس کے متعلق کوئی نص نہ ہو، ایسی مشتبہ چیز سے بچ کر ورع اور تقوی پر عمل کیا جائے (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۶/ ۱۱۴-۱۱۶)۔

تمباکو کی ابتدا اور اس کے استعمال کے طریقے:

مولانا عبدالرب واپی نے تمباکو کی ابتدا اور اس کے استعمال کے مختلف طریقوں پر اس طرح روشنی ڈالی ہے:

تمباکو (جسے انگریزی میں (Tobacco) اور عربی میں ''تبغ''، دخان، تمباک، تنباک، طباق، طابہ اور تتن وغیرہ کہا جاتا ہے) مشہور پودا ہے، جس کے پتے بیضوی شکل کے کھردرے ہوتے ہیں، بوتند وتیز اور ذائقہ تلخ اور خراش دار ہوتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ تمباکو کی ابتدا امریکہ کی سرزمین سے ہوئی اور اس وقت تقریباً سو ممالک میں تمباکو کی باضابطہ کاشت کی جاتی ہے، چین اور امریکا کے بعد تمباکو کی سب سے زیادہ کاشت ہمارے ملک ہندوستان میں ہوتی ہے، اور حکومت کو تمباکو کے ٹیکس سے سالانہ ایک ارب پچاس کروڑ ڈالر ملتے ہیں، ایک اندازے کے مطابق ۱۵/ لاکھ کسان تمباکو اگاتے ہیں، دس لاکھ تمباکو فارم ہیں، جس میں پچاس لاکھ افراد کام کرتے ہیں، اور ہمارے ملک میں تقریباً ۵۲/ کروڑ کیلوگرام تمباکو پیدا کیا جاتا ہے۔ تمباکو کی تقریباً ساٹھ قسمیں ہیں، لیکن برصغیر میں چار قسم کے تمباکو مشہور ومعروف ہیں۔

تمباکو کے استعمال کے مختلف طریقے ہیں:

(۱) منہ میں رکھ کر اسے چباتے رہنا:- یہ سب سے گھناؤنا طریقہ ہے اور سب سے زیادہ مضر بھی ہے، کیونکہ تمباکو کا اثر انتڑیوں میں بسرعت شامل ہوجاتا ہے، اور اعصاب پر اس کا بہت شدید اثر پڑتا ہے، خواہ تمباکو کو پان میں رکھ کر استعمال کیا جائے، یا بغیر پان کے، دونوں کے نقصان یکساں ہیں، یہ طریقۂ استعمال برصغیر میں بہت مقبول ہے۔

(۲) سونگھ کر استعمال کرنا:- یعنی نسوار کو پاؤڈر کی شکل میں تیار کیا جاتا ہے، اور اسمیں نشاط انگیز دوسرے اجزاء کی آمیزش کی جاتی ہے، ناک کے ذریعہ اوپر کو کھینچا جاتا ہے، یہ طریقۂ استعمال بھی صحت کے لئے مضر ہے، کیونکہ اس سے بھی زہریلے اجزاء ناک کے ذریعہ جسم میں داخل ہوتے ہیں، پہلے یہ طریقۂ استعمال بہت رائج تھا، لیکن اب اس طریقۂ استعمال کی مقبولیت کم ہوگئی ہے۔

(۳) حقہ کے ذریعہ بھی تمباکو نوشی بہت کثرت سے کی جاتی ہے، اور یہ طریقۂ استعمال بعض عرب ملکوں میں بھی بہت مقبول ہے، ماضی میں برصغیر کے سلاطین ونوابوں نے بڑے تزک واحتشام سے اسے استعمال کیا ہے، اور ہنوز عوام میں اسے مقبولیت حاصل ہے۔

(۴) گل کی شکل میں:- تمباکو کو پوری طرح باریک پیس کر پاؤڈر کی شکل میں تیار کیا جاتا ہے، جسے منجن کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

(۵) سگریٹ اور بیڑی کی شکل میں تمباکو کو سب سے زیادہ استعمال ہوتا ہے، اور عالمی سطح پر یہی طریقہ مقبول اور رائج ہے، رپورٹوں کے مطابق عالمی سطح پر تمباکو ۹۰٪ سگریٹ کے ذریعہ استعمال کیا جاتا ہے۔

سگریٹ نوشی کی قباحتیں اور نقصانات:

☆ مفتی محمد عارف باللہ قاسمی نے عوامی مقامات پر سگریٹ وغیرہ کے استعمال کی کئی قباحتیں ذکر کی ہیں:

۱- عوام کی فلاح وبہبود سے متعلق ملکی قوانین کی مخالفت ہے، اور اسلام ایسے قوانین پر عمل کرنے کو واجب قرار دیتا ہے۔

۲- ماحول کو مسموم کرنا اور دوسروں کو ضرر پہنچانا ہے، اور اسلام میں دونوں ہی ممنوع ہے۔

۳- عوامی مقامات پر ان کو پینا مکروہ عمل کا اعلان کرنا ہے، اور کسی مکروہ عمل کا علی الاعلان ارتکاب بھی معصیت ہے۔

☆ مولانا اکرام الحق ربانی ندوی نے لکھا ہے کہ تمباکو کھانے اور تھوکنے کی وجہ سے ستر فیصد لوگ مسوڑھوں، ہونٹوں کی خون آلودگی، چھالے، منہ کے پھوڑے اور مسوڑھوں کے ہلنے کے شکار ہوجاتے ہیں، اس کے علاوہ دل کا دورہ، ہائی بلڈ پریشر، دماغی عدم توازن اور مثانہ کی بیماری میں مبتلا ہوجاتے ہیں، اسی طرح سگریٹ نوشی سے کئی اندرونی بیماریاں جنم لیتی ہیں، جیسے پھیپھڑے کا کینسر، دل کی بیماری، فالج، دماغ کی خرابی، اچانک موت، دمہ، نابینگی، ذیابیطس وغیرہ۔ اسی طرح کی تفصیل ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی نے ''رسائل عن التدخین'' (/ص ۹۵ تا ۹۷) کے حوالہ سے بھی پیش کی ہے۔

☆ مولانا محمد صابر حسین ندوی نے (bbcurdu.com) کی ایک رپورٹ کے حوالہ سے سگریٹ نوشی کے نقصان دہ پہلوؤں کا تذکرہ اس طرح کیا ہے:

۱۔ سگریٹ کے استعمال سے نظام ہضم بے اعتدالی کا شکار ہوجاتا ہے اور گیسٹک جیسی بیماری وجود میں آتی ہے۔

۲۔ ان کا استعمال دل کے نظام عمل پر اثر انداز ہوکر؛ بے ترتیبی پیدا کردیتا ہے، جس کی وجہ سے بلڈ پریشر اور دل کے مختلف امراض جنم لیتے ہیں، اور نتیجتاً ہارٹ اٹیک کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے، سائنسدانوں کے مطابق سگریٹ پینے سے خون میں لوتھڑا بننے کا امکان بڑھ جاتا ہے جس سے ہارٹ اٹیک یا فالج ہونے کا خطرہ پیدا ہوسکتا ہے۔

۳۔ حمل کے دوران سگریٹ نوشی سے بچہ پر نہایت ہی برا اثر پیدا ہوتا ہے، بچہ دماغی اور جسمانی اعتبار سے غیر مستحکم ہوجاتا ہے، یہاں تک کہ جنین کے نمو میں کمی آجاتی ہے اور ولادت کے دوران اس کے مرنے کے زیادہ مواقع ہوتے ہیں۔

۴۔ ۱۹۸۷ء میں ''جنیوا'' میں ہوئے W.H.O (world health organization ایک عالمی صحتی ادارہ) کی ایک کانفرنس میں ماہرین نے مانا کہ زیادہ تر پھیپھڑے، گلے، زبان، پٹھوں اور مثانہ وغیرہ کے کینسر، اسی طرح پٹھوں اور مثانہ میں ورم وسوزش (T.B) اور دمہ کا سبب

اسموکنگ ہی ہے۔

۵۔ فروری ۲۰۰۸ء میں دنیا بھر میں عالمی سرطان دن منایا گیا، اس موقع سے اقوام متحدہ کے ادارہ صحت نے جو رپورٹ پیش کی اس کے مطابق سگریٹ نوشی کو کینسر کا بنیادی سبب قرار دیا گیا، تنظیم کے مطابق: اگر سگریٹ نوشی کا موجودہ طریقہ جاری رہا تو اس صدی کے پہلے ۲۵ سال میں اس سے ۱۵ کروڑ افراد کی موت کا خدشہ ہے۔

٦۔ تمباکو کے اندر موجود زہریلے مواد میں سب سے مشہور اور ضرر رساں نیکوٹن (Nicotine) ہوتا ہے، بعض اطباء کا کہنا ہے کہ ایک سگریٹ میں اس کا اتنا مادہ پایا جاتا ہے کہ اگر انجکشن کے ذریعہ کسی آدمی کے نس میں داخل کر دیا جائے تو اسکی موت کے لئے کافی ہے۔

۷۔ W.H.O نے اپنی حالیہ رپورٹ میں انتباہ کیا ہے کہ: اگر تمباکو کے بڑھتے استعمال پر روک نہ لگی تو اکیسویں صدی میں اس کی وجہ سے ایک ارب جانیں جاسکتی ہیں، واضح رہے کہ اس سے بیسویں صدی میں دس کروڑ لوگ موت کے منہ میں جاچکے ہیں۔

۸۔ سگریٹ نہ پینے والے بلکہ اسکا دھواں سونگھنے والے اور ساتھ رہنے والوں کے لئے بھی نقصان دہ ہے ، کہتے ہیں کہ سگریٹ کے دھویں کے اندر ایک مادہ polycyclic aromatic hydrocorbons نامی ہوتا ہے، جو بعض کیمیائی تعملات کے ذریعہ ٹیومر بننے کا ذریعہ بنتا ہے جس سے کینسر ہوتا ہے- Toronto میں ایک عالمی کانفرنس میں یہ تحقیق پیش کی گئی کہ دوسروں کی اسموکنگ سے "آسٹیوپوروسس" جیسی بیماری ہوسکتی ہے، اس بیماری سے ہڈیاں کمزور ہوجاتی ہیں اور ان کے جلدی ٹوٹنے کا خطرہ پیدا ہوتا ہے، اسی لئے برٹش میڈیکل جرنل کی رپورٹ کے مطابق: تمباکو نوشی کرنے والوں کے ساتھ رہنے والوں میں موت کا خطرہ ۱۵ فیصد بڑھ جاتا ہے ، اور برٹش جرنل آف اوپتھلمالوجی کے مطابق: سگریٹ کا دھواں آدمی کو نابینا بنا سکتا ہے، اور مسلسل دردسر میں مبتلا کرسکتا ہے (سگریٹ نوشی اور اس کے شرعی احکام)۔

سگریٹ نوشی ممنوع زون میں سگریٹ کے استعمال کا حکم:

اس سوال کے دوسرے شق کہ قانوناً جن مقامات پر سگریٹ نوشی وغیرہ کی ممانعت ہو وہاں سگریٹ وغیرہ پینے کا کیا حکم ہے، کے سلسلہ میں مقالہ نگار حضرات نے مختلف شرعی احکام بیان کئے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

- عوامی مقامات اور دیگر اسموکنگ زون میں سگریٹ وغیرہ کا استعمال بھی شرعاً ممنوع ہوگا، اور جو قانون مصالح عامہ کی غرض سے بنایا گیا ہو اس کی خلاف ورزی جائز نہیں، اس کی پابندی لازم ہے (مولانا روح الامین، مولانا محمد شاہجہاں ندوی، مولانا عبدالرب واپی، مولانا عباس سعادتی، مفتی محمد جہانگیر قاسمی)۔
- جن مقامات پر تمباکو یا سگریٹ نوشی کی ممانعت ہو تو اس حکم کی تعمیل واجب ہوگی (مولانا جلال الدین چودھری، مفتی تنظیم عالم قاسمی، مولانا محمد مصطفی قاسمی، مولانا محمد ثوبان اعظم قاسمی، مفتی محمد نصر اللہ ندوی، مولانا ضیاء الدین قاسمی ندوی، مولانا عبید الرحیم سعادتی)۔
- ممنوعہ مقامات پر سگریٹ نوشی کر کے قانون کی خلاف ورزی کرنے والے افراد پر تعزیر جائز ہوگی (مفتی محمد جعفر ملی رحمانی، مولانا رحمت اللہ ندوی، مفتی محفوظ الرحمن بستوی، مولانا عبدالحمید قاسمی، مولانا محمد مصطفی قاسمی، مولانا محمد قمر الزماں ندوی، مولانا باقر ارشد قاسمی)۔
- قانوناً جن مقامات پر سگریٹ نوشی وغیرہ کی ممانعت ہو وہاں سگریٹ وغیرہ پینا شرعاً جائز نہیں ہوگا (حافظ کلیم اللہ عمری، ڈاکٹر سید اسرار الحق سبیلی، مفتی محمد عارف باللہ قاسمی، مولانا اختر امام عادل قاسمی، مفتی محمد الیاس قاسمی، مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا عبدالرشید قاسمی، مولانا عمر کوئی، مولانا اکرام الحق ربانی ندوی، مولانا محمد عثمان بستوی)۔
- مفتی راشد حسین ندوی اور مفتی تنظیم عالم قاسمی کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے (مولانا محمد صفوان سعادتی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا عبید اللہ ندوی، مولانا سید باقر ارشد قاسمی)۔
- مفتی عبدالمنان آسامی کے نزدیک قانوناً مکروہ ہے (مفتی محمد اسعد پالنپوری)۔
- جہاں اس پر پابندی ہو وہاں اس کا استعمال اشد حرام ہوگا (مولانا محمد احسن عبدالحق ندوی)۔

چند دلائل:

۱۔ "یا أیہا الذین آمنوا أطیعوا اللہ وأطیعوا الرسول وأولی الأمر منکم" (النساء/۵۹)۔

۲۔ "واللہ لا یؤمن، واللہ لا یؤمن، قیل: ومن یا رسول اللہ؟ قال: الذی لا یأمن جارہ بوائقہ" (مسلم ۱/۱۲۸)۔

۳۔ "لقد رأیت رسول اللہ ﷺ إذا وجد ریحہما من الرجل فی المسجد أمر بہ فأخرج إلی البقیع" (مسلم ۱/ ۲۱۰)۔

۴۔ "التعزیر إلی الامام علی قدر عظم الجرم وصغرہ" (قواعد الفقہ للمجددی/ ۹۴)۔

۵۔ "وھو یرتکب حراما إذا خالف ھذا القانون... بل علیہ أن یطیع القانون ویمتثل لأمر الدولۃ فی ھذا الشان لأنہ من الطاعۃ المعروفۃ... إن الذین یخالفون القانون الذی یحفظ الحقوق ویقر العدل ویقیم میزانہ ھؤلاء یعتبرون شرعا مخالفین للدین نفسہ لأن الدین یأمر بطاعۃ مثل ھذہ القوانین التنظیمیۃ ما دامت بالمعروف وفی غیر معصیۃ" (فتاوی معاصرۃ ۱/ ۵۹۶ ـ ۵۹۷)۔

۶۔ اگر وہ حکم ایسا ہے کہ اس میں عام لوگوں کی مصلحت ہے، اور اس کے خلاف کرنے میں عام ضرر ہے، اس میں حاکم کی اطاعت (قانون کی پابندی) ظاہراً وباطناً واجب ہے (غیر اسلامی حکومت کے شرعی احکام/ ۴۵)۔

۹۔ عوامی جگہوں پر قضائے حاجت اور کھلی نالیوں میں فضلات کے بہانے کا حکم:

سوال نمبر ۹۔ بدقسمتی سے ہمارے ملک میں اب بھی بہت سے گھروں میں بیت الخلاء نہیں ہیں، لوگ سڑکوں کے کنارے یا کھیت وغیرہ میں رفع حاجت کرتے ہیں اور پیشاب تو عوامی مقامات جیسے ریلوے اسٹیشن، بس اسٹینڈ وغیرہ پر بلا تکلف کیا جاتا ہے، اس بری عادت کا شریعت کی نظر میں کیا درجہ ہے؟ اسی طرح بہت سی جگہ گندے پانی اور فضلات کھلی نالیوں میں یہاں تک کہ گلیوں میں بہا دیئے جاتے ہیں، یہ بھی فضا میں آلودگی پیدا کرنے کا ایک اہم سبب ہے، اس سلسلہ میں شریعت کیا ہدایت دیتی ہے؟

اس سوال کے جواب میں تقریباً تمام ہی مقالہ نگاروں کی رائے ہے کہ ایسا کرنا روح اسلام کے منافی اور صریح اسلامی ہدایات کی خلاف ورزی ہے، اور ایسا کر کے ماحول کو آلودہ کرنا، لوگوں کو اذیت پہنچانا اور ان کے لئے ضرر کا باعث بننا ممنوع اور ناجائز ہے، اکثر مقالہ نگار حضرات نے مندرجہ ذیل دلائل پیش کئے ہیں:

۱۔ "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اتقوا اللاعنین، قالوا: وما اللاعنان یا رسول اللہ؟ قال: الذی یتخلی فی طریق الناس أو فی ظلہم" (مسلم: ۲۶۹)

(دار الافتاء جامعہ سلفیہ بنارس، مفتی محمد الیاس قاسمی، مفتی اسعد پالنپوری، مولانا ولی اللہ مجید قاسمی، مولانا عبد الرب واپلی، ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مفتی محمد جہانگیر حیدر قاسمی، مولانا اکرام الحق ربانی ندوی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا عبید الرحیم سعادتی، مولانا محمد ثوبان اعظم قاسمی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، ڈاکٹر سید اسرار الحق سبیلی، مفتی محمد راشد حسین ندوی، حافظ کلیم اللہ عمری، مفتی رحمت اللہ ندوی، مفتی محمد جعفر ملی رحمانی، مولانا روح الامین، مفتی محمد اسعد پالنپوری)۔

۲۔ "اتقوا الملاعن الثلاث: البراز فی الموارد وقارعۃ الطریق والظل" (مشکوۃ/ ص ۴۲)

(مفتی محمد الیاس قاسمی، مولانا عمر بن یوسف کوکنی، ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مولانا محمد شاہجہاں ندوی، مفتی محمد جہانگیر حیدر قاسمی، مولانا محمد مصطفی قاسمی، مولانا اکرام الحق ربانی ندوی، مفتی ارشاد عالم قاسمی، مولانا سعید الرحمن قاسمی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا محمد صفوان سعادتی، مولانا عبید الرحیم سعادتی، مولانا ندیم احمد انصاری، مفتی محمد نصر اللہ ندوی، مولانا محمد ثوبان اعظم قاسمی، مفتی محبوب علی وجیہی، مفتی عارف باللہ قاسمی، مولانا اقبال احمد قاسمی، مولانا ڈاکٹر سید اسرار الحق سبیلی، مفتی راشد حسین ندوی، مفتی تنظیم عالم قاسمی، مفتی محفوظ الرحمن بستوی، مفتی محمد جعفر ملی رحمانی)۔

۳۔ "عن المغیرۃ بن شعبۃ قال: کنت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فأتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم حاجتہ

فأبعد فی المذہب'' (ترمذی، حدیث نمبر:۲۰) (ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مولانا محمد شاہجہاں ندوی، مفتی تنظیم عالم قاسمی)۔

۴۔ ''ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم إذا أراد البراز انطلق حتی لایراہ أحد'' (ابوداؤد ۱/ ۲) (مفتی سید باقر ارشد قاسمی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا شکیل اسلام پوری، مفتی محفوظ الرحمن بستوی، مولانا محمد صابر حسین ندوی)۔

۵۔ ''ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن البراز تحت الشجرۃ المثمرۃ وضفۃ النہر الجاری'' (ابوداؤد ۱/ ۱۳) (مفتی محمد نصر اللہ ندوی، مفتی محفوظ الرحمن بستوی، مفتی محمد الیاس قاسمی)۔

۶۔ ''إذا أراد أحدکم أن یبول فلیرتد لبولہ موضعا'' (ابوداؤد، حدیث نمبر:۳) (مفتی تنظیم عالم قاسمی، مولانا عباس بن یوسف، مولانا شکیل اسلام پوری، مولانا روح الامین، مولانا محمد شاہجہاں ندوی)۔

۷۔ ''ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان إذا ذہب المذہب أبعد'' (بذل المجہود ۱/ ۱۲۶) (مفتی محمد الیاس قاسمی، مولانا محمد صابر حسین ندوی، مفتی محمد جہانگیر حیدر قاسمی، مفتی ارشاد عالم قاسمی، مولانا عبید الرحیم سعادتی، مفتی اشرف عباس قاسمی، مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا شکیل اسلام پوری، مفتی محفوظ الرحمن بستوی، مولانا عبد الخالق ندوی)۔

۸۔ ''من آذی المسلمین فی طرقہم وجبت علیہ لعنتہم'' (مجمع الزوائد/ ۴۸۳) (مفتی محمد الیاس قاسمی، دار الافتاء جامعہ سلفیہ بنارس، مولانا عمر بن یوسف کوکنی، مولانا عبد الرب واپی، مفتی محمد جہانگیر حیدر قاسمی، مولانا عبید الرحیم سعادتی، مفتی اشرف عباس قاسمی، مفتی محفوظ الرحمن بستوی)۔

۹۔ ''کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یذہب لحاجتہ إلی المغمس، قال نافع: نحو المیلین من مکۃ'' (مجمع الزوائد ۱/ ۴۸۱) (مفتی محمد الیاس قاسمی، مولانا محمد صابر حسین ندوی، مولانا عبید الرحیم سعادتی)۔

۱۰۔ ''نہی رسول اللہ ﷺ أن یبال فی الماء الجاری، وفی روایۃ: فی الماء الراکد'' (مجمع الزوائد ۱/ ۴۸۳، مسلم ۱/ ۱۳۸) (مفتی محمد الیاس قاسمی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، حافظ کلیم اللہ عمری)۔

۱۱۔ ''ان النبی ﷺ نہی أن یصلی علی قارعۃ الطریق أو یضرب الخلاء علیہا أو یبال فیہا'' (ابن ماجہ ۲/ ۲۸) (مولانا محمد مصطفی قاسمی، مفتی محبوب علی وجیہی)۔

۱۲۔ ''قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: إیاکم والتعریس علی جواد الطریق والصلاۃ علیہا فإنہا مأوی الحیات والسباع وقضاء الحاجۃ علیہا فإنہا الملاعن'' (ابن ماجہ ۱/ ۲۸) (مولانا محمد مصطفی قاسمی)۔

۱۳۔ ''ومثلہ لا یجوز إرسال الماء من المیازیب إلی الطرق الضیقۃ، قال الزرکشی: وکذا إلقاء النجاسۃ فیہ'' (نہایۃ المحتاج ۴/ ۳۹۵) (مولانا عمر بن یوسف کوکنی)۔

۱۴۔ ''ویکرہ البول والغائط فی الماء جار یا کان أو راکدا، ویکرہ علی طرف نہر أو بئر أو حوض أو عین أو تحت شجرۃ مثمرۃ أو فی زرع أو فی ظل ینتفع بالجلوس فیہ، ویکرہ بجنب المساجد ومصلی العید وفی المقابر وبین الدواب وفی طرق المسلمین'' (فتاوی ہندیہ ۱/ ۵۶) (مفتی سید باقر ارشد قاسمی، مفتی محمد عارف باللہ قاسمی، مفتی محمد جعفر ملی رحمانی)۔

دیگر متفرق آراء:

- سڑک کے کنارے یا عوامی مقامات پر قضاء حاجت کرنا حرام اور لعنت کا سبب ہے (مولانا ولی اللہ مجید قاسمی، مفتی سید باقر ارشد قاسمی، مولانا محمد مصطفی قاسمی)
- مولانا عبد الرب واپی نے اس ضمن میں یہ بھی لکھا ہے کہ چھوٹے بچوں کو پاخانہ کرنے کے لئے راستہ میں بٹھانا بھی ناجائز ہے، اور اس کا گناہ بٹھانے

والے کو ہوگا، اسی طرح بھینس کا پیشاب بھی راستے سے نکالنا جائز نہیں ہے۔

- مفتی جمیل احمد نذیری نے حدیث ''اتقوا الملاعن الثلاث'' کے تحت لکھا ہے کہ سردی کے موسم میں لوگوں کے دھوپ کھانے کی جگہ بھی اسی میں شامل ہے۔
- آبادی سے دور کھیت میں قضاء حاجت کرنے کی گنجائش ہے اور گھروں میں بیت الخلا نہ ہونے کی وجہ سے ایسا کرنا درست ہے (مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی، مولانا سعید الرحمن قاسمی بستوی، مولانا عبدالرشید قاسمی، مولانا عبیداللہ ندوی، مولانا اقبال احمد قاسمی کی بھی یہی رائے ہے)۔
- مولانا ابوسفیان مفتاحی کی رائے یہ ہے کہ عوامی ریلوے اسٹیشن اور بس اسٹینڈ وغیرہ پر بنائے گئے پیشاب خانوں میں اس شرط کے ساتھ پیشاب کرنا جائز ہے کہ وہ پیشاب خانے قبلہ رخ نہ ہوں، اور اگر قبلہ رخ ہوں تو پیشاب و پائخانہ کرتے وقت جانب قبلہ سے اتر و دکھن مڑ جائے۔
- مفتی عبدالمنان آسام کا کہنا ہے کہ رفع حاجت کے لئے پردہ ضروری ہے، لہذا گھر میں بیت الخلاء کا انتظام کرنا فرض ہے۔
- عوامی جگہیں سب کے لئے مباح ہوتی ہیں، ان کا کوئی متعین مالک نہیں ہوتا، تو ایسی جگہوں پر بول و براز شرعاً مکروہ ہے، اور اگر وہ جگہ کسی کی ملکیت ہے تو مالک کی اجازت کے بغیر وہاں قضاء حاجت حرام ہوگا (مفتی راشد حسین ندوی)۔
- مفتی محمد شاہجہاں ندوی کے نزدیک عوامی مقامات پر بول و براز کرنا شریعت کی نظر میں مکروہ ہے، جبکہ مولانا محمد عثمان بستوی کے نزدیک ناجائز اور حرام ہے۔

☆ مفتی محمد عارف باللہ قاسمی کی ایک رائے یہ ہے کہ بہت سے مقامات پر نالیوں اور ڈرینج کا کوئی نظم نہیں ہوتا ہے وہاں پر پانی کو باہر بہانے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہوتا، ایسے حالات میں اگر لوگوں کو مستعمل پانی باہر راستوں میں بہانے سے روکا جائے تو اس میں حرج عظیم لازم آئے گا۔

کھلی نالیوں میں فضلات کا بہانا:

اس سوال کی دوسری شق یعنی کھلی نالیوں میں فضلات اور گندے پانی بہانے کے سلسلہ میں بھی تقریباً تمام ہی حضرات کی رائے ہے کہ بدبو کی وجہ سے لوگوں کو ہونے والی اذیت اور ماحول میں آلودگی کے پیدا ہونے کی وجہ سے ایسا کرنا بھی ممنوع اور ناجائز ہے۔

مولانا راشد حسین ندوی کہتے ہیں کہ اگر یہ عمل عوامی جگہوں پر کیا جائے تو مکروہ ہوگا، اور کسی کی ذاتی جگہ میں اس کی اجازت کے بغیر کیا جائے تو حرام ہوگا۔

چند دلائل:

۱۔ ''الایمان بضع وسبعون شعبة أو بضع وستون شعبة فأفضلها قول لا إله إلا الله وأدناها إماطة الأذى عن الطريق والحياء شعبة من الايمان'' (مسلم: ۳۵) (مولانا محمد صفوان سعادتی، مفتی محفوظ الرحمن بستوی، مفتی محمد اسعد پالنپوری)۔

۲۔ ''من سل سخيمته على طريق عامر من طريق المسلمين فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين'' (السنن الكبرى للبيهقي ۱/ ۲۵۸)

(مفتی سید باقر ارشد قاسمی، ڈاکٹر اسرار الحق سبیلی، مولانا عباس بن یوسف، مفتی محفوظ الرحمن بستوی، مفتی محمد الیاس قاسمی، مولانا عبدالرب واپی)۔

۳۔ ''لا ضرر ولا ضرار'' (ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۲۳۴۰) (مفتی سید باقر ارشد قاسمی، مولانا محمد صفوان سعادتی)۔

۴۔ ''وسئل فى سكة غير نافذة فى وسطها مزبلة فأراد واحد منهم أن يفرغ كنيفا له ويحوله إلى تلك المزبلة ويتأذى به الجيران، فقال: لهم منعه عن ذلك وكل شيئ يتأذون به تأذيا شديدا كذا فى الحاوى للفتاوى'' (فتاوی ہندیہ ۵/ ۳۷۱) (مفتی راشد حسین ندوی)۔

۵۔ ''ويزال إن كان فيه ضرر فاحش مثلا إذا كان لدار مسيل قذر فى الطريق العام، ولو من القديم، وكان فيه ضرر للمار فإن ضرر للمارة يرفع، ولا اعتبار لقدمه'' (موسوعہ فقہیہ ۳/ ۱۴)

(مفتی تنظیم عالم قاسمی، مزید دلائل کے لئے دیکھئے: مقالہ مفتی محفوظ الرحمن بستوی)۔

اوپر مذکورہ تمام دلائل کی روشنی میں مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا محمد قمر الزماں ندوی اور مفتی محمد اسعد پالنپوری وغیرہ نے مندرجہ ذیل خلاصے کئے ہیں:

۱۔ عوامی مقامات مثلاً ریلوے اسٹیشن، بس اسٹینڈ اور ہوائی اڈے وغیرہ پر کھلے ہوئے میں قضائے حاجت کرنا شرعاً ممنوع اور حرام ہے۔

۲۔ عوامی مقامات پر بنے استنجاخانوں کا ہی استعمال کرنا چاہئے، اور حکومت کی ذمہ داری ہے کہ صفائی ستھرائی کا خیال رکھے تاکہ لوگوں کو اس کی بدبو سے اذیت نہ ہو اور ماحول آلودہ نہ ہو۔

۳۔ صاحب ثروت لوگوں کو چاہئے کہ وہ گھروں میں بیت الخلاء کا انتظام کریں، اور ایسے تکنیک کا استعمال کریں کہ فضائی آلودگی نہ پھیلے۔

۴۔ جن گھروں میں بیت الخلاء نہیں ہے، حکومت کی ذمہ داری ہے کہ بیت الخلاء بنانے کے لئے ان کو سہولیات فراہم کرے۔

۵۔ دیہات کے وہ باشندے جن کے گھروں میں بیت الخلاء نہیں ہے وہ ان کھیتوں اور جنگلات کا استعمال کریں جو خالی ہوں اور آبادی سے اتنی دور ہوں کہ قضاء حاجت کے وقت لوگوں کی نگاہ ان پر نہ پڑے۔

۶۔ آبادی سے باہر کسی سایہ دار درخت یا پھل دار درخت کے نیچے، ایسی کھیتی یا سبز وشاداب جگہ جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہوں، ایسی جگہ جہاں لوگ مباح کام کے لئے جمع ہوتے ہوں، اسی طرح عام راستوں پر قضائے حاجت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

۷۔ گھر کی گندگی اور ٹینک وغیرہ کے گندے پانی یا فضلات کو جو لوگوں کی ایذا رسانی، بیماریوں کے پھیلنے اور فضا کو آلودہ کرنے کا سبب ہو، کھلی نالیوں یا سڑکوں پر بہانا جائز نہیں ہے۔

کھلے میں قضاء حاجت کے نقصانات پر ایک رپورٹ:

مولانا محمد صابر حسین ندوی نے کھلے میں رفع حاجت پر ایک رپورٹ پیش کی ہے جس کے مطابق ۶۰ فیصد لوگ گھروں سے باہر کھلے میں قضائے حاجت کرتے ہیں، ایک اور رپورٹ کے مطابق دنیا میں ۹۴۶ ملین لوگ کھلے میں رفع حاجت پر مجبور ہیں، جن میں ۵۹۴ ملین لوگ ہندوستان سے تعلق رکھتے ہیں، کھلے میں قضائے حاجت کرنا ماحولیات کو متاثر کرتا ہے اور بیماریوں کا ذریعہ بنتا ہے، عموماً اس کے شکار بچے ہوتے ہیں جو ڈائریا جیسی مہلک بیماری میں مبتلا ہو جاتے ہیں، نتیجتاً رپورٹ کے مطابق ہندوستان میں ہر دن ۴۰۰ اور ہر سال ۱۴۰۰۰۰ سے زائد بچے جن کی عمر چار سال سے متجاوز ہوتی ہے، انتقال کر جاتے ہیں، اور اگر نہ مر سکے تو ذہنی وجسمانی اعتبار سے کمزور ثابت ہوتے ہیں۔

۱۰۔ سڑک یا عوامی مقامات پر نقصان دہ چیز کھا کر تھوکنے کا حکم:

سوال نمبر ۱۰۔ تھوک اور اگر بالخصوص تھوکنے والے نے کوئی نقصان دہ چیز وغیرہ کھا رکھی ہو تو یہ بھی مضر صحت جراثیم پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ماحول کو نقصان پہنچاتے ہیں؛ اسی لئے بعض ملکوں میں سڑک اور عوامی مقامات پر تھوکنے سے قانوناً منع کیا جاتا ہے اور بہت سے عوامی مقامات پر تھوک دان بنا دیئے گئے ہیں، اس پس منظر میں اس بات کی وضاحت مطلوب ہے کہ ایسے امور کے سلسلہ میں حکومت یا متعلق ادارہ کی ہدایت پر عمل کرنا کس درجہ میں مطلوب ہے؟

تھوک پھینکنے کے نقصانات پر ایک رپورٹ:

مولانا صابر حسین ندوی نے بلاسوچ بوجھ تھوک پھینکنے کے نقصانات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ جب کوئی تھوکنے والا نشیلی اشیاء کھانے ہوئے ہو، یا اسے ٹی بی یا سوائن فلو، نمونیا کی بیماری ہو یا جلد ہی ان بیماریوں سے صحت یاب ہوا ہو تو ایسے شخص کے تھوک میں وبائی امراض کے بیکٹریا ۲۴ / گھنٹے بلکہ ایک

دن بھی رہ سکتے ہیں۔

سن ۲۰۱۱ء میں (Hindiya hospital) کی آئی ایک رپورٹ کے مطابق :بکمل طور پر منشیات مزاحم (T.R.D) ٹی، بی کے مقدمات میں سے ہے اور مختلف وبائی خطرہ تھوک سے ہوتے ہیں ،ڈاکٹر منی کھیڑا پال "ممبئی" ٹی بی. افسر کا کہنا ہے کہ ٹی بی سے لڑنے کی خاطر ہم مریض کے لئے تعلیمی پروگرام کرتے ہیں ،چونکہ ٹی بی کے بیکٹیر یا مریض کے تھوک میں ایک لمبے عرصہ تک باقی رہتے ہیں ،اسی لئے ہم انہیں عام زندگی جینے اور کھلے میں تھوکنے سے روکتے ہیں ؛ کیونکہ اس کی وجہ سے دوسروں کو متعدد بیماریاں ہوسکتی ہیں جیسے : برون کائٹس یعنی نمونیا، ٹی بی،سوائن فلو اور زکام وغیرہ،ڈاکٹر اوم شری واستو (محکمہ وبائی امراض کے صدر (Jaslok Hospital :) کے مطابق: بہت سے ممالک میں No spitting جیسے ضابطہ پر عمل ہورہا ہے ،اگر ہم معمولی پابندیاں اختیار کرلیں تو ٹی بی اور ساتھ ہی دوسرے وبائی امراض کو بہت حد تک کم کیا جاسکتا ہے۔

☆ مولانا اکرام الحق ربانی ندوی نے بھی ڈاکٹروں کے حوالہ سے لکھا ہے کہ تھوک سے وبائی امراض پھیلتے ہیں،خصوصاً اس وقت جبکہ تھوکنے والے کو کوئی خطرناک بیماری لاحق ہو، جیسے ٹی بی، نمونیا اور انفلوئنزا وغیرہ۔اور ARC اور ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن نے سائنسی شواہد کے ذریعہ اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ پان کھانا انسان کے لئے کینسر کو دعوت دینے کے مرادف ہے۔پھر آگے لکھتے ہیں کہ تھوک پھینکنے کے سلسلہ میں صوبہ مہاراشٹر کا قانون ہے کہ پہلی مرتبہ قانون کی خلاف ورزی کرنے پر ایک ہزار روپئے جرمانہ اور ایک دن سماجی خدمت کی انجام دہی، دوسری مرتبہ میں تین ہزار روپئے اور تین دن کی سماجی خدمت، اور تیسری بار میں پانچ ہزار روپئے اور پانچ دن سماجی خدمت انجام دینی ہوگی (انڈین ایکسپریس، ۶ فروری ۲۰۱۶ء)۔

شرعی حکم:

اکثر مقالہ نگار حضرات کی رائے ہے کہ عوامی مقامات یا عام راستہ پر تھوکنا مکروہ اور ناپسندیدہ ہے اور بعض حضرات کے نزدیک ناجائز ہے کہ اس سے دوسروں کو گھن آتی ہے اور اذیت ہوتی ہے، اسی طرح اگر حکومت کی طرف سے اس سلسلہ میں کوئی ہدایت ہے یا تھوکنے کے لئے کوئی جگہ مخصوص ہے تو اس پر عمل کرنا واجب ہے (مفتی محمد شاہجہاں ندوی، مفتی محمد عارف باللہ قاسمی، مولانا قمر الزماں ندوی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مفتی محمد اسعد پالنپوری، مفتی محمد جعفر ملی رحمانی، مولانا محمد عثمان بستوی وغیرہ)۔

- مفتی محمد شاہجہاں ندوی قانون کی خلاف ورزی کو مکروہ قرار دیتے ہیں؛ جبکہ مفتی محمد اسعد پالنپوری اور مولانا قمر الزماں ندوی خلاف ورزی کو جرم سمجھتے ہیں اور سزا کا مستحق قرار دیتے ہیں (مولانا محمد مصطفی قاسمی)، مفتی رحمت اللہ ندوی کے نزدیک بھی اس کی خلاف ورزی شرعی اور قانونی جرم ہے، "إماطة الأذى عن الطريق صدقة" (مشکوۃ ۱/۶۹)،لیکن مفتی تنظیم عالم قاسمی کا کہنا ہے کہ اس بارے میں حکومتی قوانین بنائے گئے ہیں مگر اتنی سختی نہیں ہے اور نہ اس پر کوئی سزا یا جرمانہ ہے، لہذا قانون کے سبب سڑک اور عوامی جگہوں میں تھوکنا ممنوع تو ہوگا مگر حرام یا مکروہ تحریمی نہیں ہے۔
- مفتی محمد عارف باللہ قاسمی کہتے ہیں کہ زمین پر تھوکنا جائز ہے، مسئلہ اس وقت ہے جبکہ اس کو کوئی متعدی مرض ہو یا اس نے کوئی نقصان دہ چیز کھا رکھی ہو، تو پھر لازم ہوگا کہ دفع ضرر کی خاطر صرف مخصوص مقام پر ہی تھوکا جائے۔

''لا مانع من البصق في الطريق، سواء كان الفاعل يعاني من مرض أولا. إلا إذا كان المرض معديا وتنتشر عدواه بالبصاق فيمنع حينئذ من البصاق في الطريق إلا إذا دفنه لعموم قوله صلى الله عليه وسلم: لا ضرر ولا ضرار'' (فتاوى الشبكة الاسلامية:۶۱۲۶۵)۔

- مفتی عبدالمنان آسام اور مفتی محمد نصر اللہ ندوی اس سلسلہ میں حکومت یا متعلقہ ادارہ کی ہدایت پر عمل کو افضل اور مندوب و مستحب کا درجہ دیتے ہیں۔

چند دیگر دلائل:

''ويباح أن يبصق ونحوه بغير مسجد عن يساره وتحت قدمه'' (شرح منتهى الارادات ۱/ ۲۱۳)۔

''طاعة الامام فيما ليس بمعصية فرض'' (ردالمحتار ۶/ ۴۱۶)۔

''قال لي رسول الله ﷺ: إذا أردت أن تبزق عن يمينك ولكن عن يسارك إن كان فارغاً، فإن لم يكن

فارغا فتحت قدمك'' (مجمع الزوئد ۸/ ۱۱۴)۔

''البزاق فی المسجد خطیئة وکفارتها دفنها'' (بخاری ۱/ ۹۵)۔

''إذا تنخم أحدکم فی المسجد فلیغیب نخامته أن تصیب جلد مؤمن وثوبه فتؤذیه'' (مسند احمد: ۱۵۴۳)۔

''أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم رأی فی جدار القبلة مخاطاً أو بصاقا أو نخامة فحکّه بیده، وفی روایة أو نخاعاً'' (بخاری، حدیث نمبر: ۴۰۹)۔

''قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم : إن أحدکم إذا قام فی صلاته فإنه یناجیه ربه أو أن ربه بینه وبین القبلة فلا یبزقن أحدکم قبل القبلة ولکن عن یساره أوتحت قدمیه ثم أخذ طرف ردائه فبصق فیه ثم رد بعضه علی بعض فقال: أو یفعل ہکذا'' (ابوداؤد ۱/ ۱۱۲)۔

''قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم : لا یتفلن أحدکم بین یدیه ولا عن یمینه ولکن عن یساره أو تحت رجله'' (بخاری، / ص۷۹)۔

''قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم : من تفل تجاه القبلة جاء یوم القیامة وتفله بین عینیه'' (صحیح ابن خزیمه ۱/ ۴۶۵)۔

''أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم رأی نخامة فی حائط المسجد فتناول رسول اللّٰه ﷺ حصاة فحتها ثم قال: إذا تنخم أحدکم فلا یتنخم قبل وجهه ولا علی یمینه ولیبصق عن یساره أو تحت قدمه الیسری'' (بخاری ۱/ ۵۹)،

مزید دلائل کے لئے مفتی محفوظ الرحمن بستوی کا مقالہ دیکھا جائے۔

مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں مولانا روح الامین سعادتی نے چند ہدایات بطور استفادہ ذکر کی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ مسجد اور متبرک مقام پر تھوکنا تعظیم کے خلاف ہے۔

۲۔ قبلہ کی جانب تھوکنا درست نہیں ہے۔

۳۔ بائیں طرف تھوکنا چاہئے، بشرطیکہ بائیں طرف کوئی نہ ہو۔

۴۔ اگر تھوکنے کی کوئی مناسب جگہ نہ ہو تو تھوک کو رومال وغیرہ میں لے لینا چاہئے۔

دیگر آراء:

- مولانا اقبال احمد قاسمی کے مطابق جن مقامات پر یہ ہدایت لکھی ہو کہ یہاں تھوکنا منع ہے، تو ایسی جگہوں پر احتیاط واجب ہے (مولانا عبد الرشید قاسمی)۔
- مفتی ظہیر احمد کانپوری کی رائے ہے کہ اس سلسلہ میں حکومت یا متعلقہ ادارہ کی ہدایت پر عمل کرنا شرعاً واجب ولازم ہوگا (مولانا ندیم احمد انصاری، مولانا محمد صفوان سعادتی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا عبید اللہ ندوی، مولانا محمد مصطفی قاسمی، مفتی سید باقر ارشد قاسمی، مولانا عبد الرب وابی، مولانا ولی اللہ مجید قاسمی، مولانا محمد احسن عبد الحق ندوی، مفتی محمد الیاس قاسمی)۔
- مولانا عبید الرحیم سعادتی نے ہدایات پر عمل کرنے کو مطلوب ومستحسن قرار دیا ہے (مولانا محمد صادق مبارکپوری، مولانا شاہین جمالی)۔
- مولانا سعید الرحمن قاسمی بستوی اس سلسلہ میں یہ وضاحت کرتے ہیں کہ اگر قانون بنانے والی حکومت اسلامی ہے تو اس کے مطابق عمل کرنا لازم ہے، اور اگر حکومت غیر اسلامی ہے تو قانونی سزاؤں سے محفوظ رہنے کے لئے بھی عمل کرنا لازم ہے۔

- مفتی سید باقر ارشد قاسمی کا کہنا ہے کہ راہ چلتے تھوکنا ممنوع ہے، اور نقصان دہ شئ کھا کر تھوکنا ناجائز ہے، اور مزید یہ بھی کہتے ہیں کہ حکومت کا اس طرح کوئی قانون بنانا جائز ہے، اور اس کی خلاف ورزی کرنے والے پر جرمانہ عائد کرنا بھی جائز ہے۔

''إذا كان فعل الامام مبنيا على المصلحة فيما يتعلق بالأمور العامة لم ينفذ أمره شرعا إلا إذا وافقه. فإن خالفه لم ينفذ قال المصنف في شرح الكنز ناقلا عن أئمتنا إطاعة الإمام في غير المعصية واجبة فلو أمر الإمام بصوم يوم وجب'' (الاشباه والنظائر مع الحموی ۱/ ۴۱۲)۔

- مفتی محمد جہانگیر حیدر قاسمی کہتے ہیں کہ اگر قانونی حیثیت سے اسے لازم نہ کیا گیا ہو اور حکومت کا فیصلہ ترجیحی یا اختیاری ہو تو اس کا استعمال مستحب ہوگا۔

- ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی کی رائے ہے کہ متعلقہ ادارہ کی ہدایت پر حتی المستطاع عمل کرنا چاہئے۔

۱۱۔ شعاع خارج کرنے والے الیکٹرک آلات کا استعمال:

سوال نمبر ۱۱۔ مختلف مشینی اشیاء شعاعوں کو جنم دیتی ہیں، جو انسانوں اور جانداروں، نیز ماحول کے لئے سخت نقصان کا باعث ہوتی ہیں، جیسے: فریج، واشنگ مشین، ایئر کنڈیشن، ٹی وی خاص کر موبائل وغیرہ؛ چنانچہ یہ بات مشاہدہ میں ہے کہ جب سے ہوٹل کے استعمال کی کثرت ہوئی ہے، پرندے ناپید ہوتے جا رہے ہیں؛ حالانکہ ماحول کے تحفظ میں پرندوں اور کیڑے مکوڑوں کا بھی حصہ ہے، ایسی چیزوں کا استعمال بالخصوص ضرورت سے زیادہ استعمال کس حد تک درست ہے؟

اس سوال کے جواب مین تقریبا تمام مقالہ نگاروں کی رائے ہے کہ یہ مشینی اشیاء انسانی ضروریات میں داخل ہوگئی ہیں، لہذا ضرورت کے بقدر اعتدال کے ساتھ ان کا استعمال کرنا چاہئے، اور بلا ضرورت یا ضرورت سے زائد ان کے استعمال سے اجتناب کیا جانا چاہئے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"والذين إذا أنفقوا لم يسرفوا ولم يقتروا وكان بين ذلك قواما" (سورۂ فرقان/ ۶۷)

اس لئے کہ یہ فضائی آلودگی کا سبب بنتے ہیں اور حیوانات و نباتات کو بھی ان سے ضرر لاحق ہو رہا ہے، جن کا ماحول کے تحفظ میں بھی حصہ ہے۔

دلائل:

۱۔ "وان من شئ إلا عندنا خزائنه وماننزله إلا بقدر معلوم" (سورۂ حجر/ ۲۱) (مفتی محمد الیاس قاسمی)۔

۲۔ "وإذا تولى سعى في الأرض ليفسد فيها ويهلك الحرث والنسل والله لا يحب الفساد" (سورۂ بقرہ: ۲۰۵) (مفتی محمد الیاس قاسمی)۔

۳۔ "ظهر الفساد في البر والبحر بما كسبت أيدى الناس" (سورۂ روم: ۴۱) (مفتی محمد الیاس قاسمی)۔

۴۔ "كلوا واشربوا ولا تسرفوا إنه لا يحب المسرفين" (سورۂ اعراف/ ۳۱) (مفتی محمد جہانگیر قاسمی، مولانا محمد مصطفی قاسمی، مفتی محمد شاہجہاں ندوی، مفتی محمد عارف باللہ قاسمی، مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی، مولانا عبدالخالق ندوی، مولانا محمد صفوان سعادتی، مفتی محمد نصر اللہ ندوی)۔

۵۔ "ان المبذرين كانوا إخوان الشياطين" (سورۂ اسراء/ ۲۷) (مفتی محفوظ الرحمن بستوی، مولانا محمد مصطفی قاسمی، مفتی محمد اسعد پالنپوری، مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی، مولانا محمد صفوان سعادتی)۔

۶۔ "كلوا من ثمره إذا أثمر وآتوا حقه يوم حصاده ولا تسرفوا إنه لا يحب المسرفين" (سورۂ انعام: ۱۴۱) (مفتی محفوظ الرحمن بستوی، مفتی محمد شاہجہاں ندوی)۔

۷۔ "وما من دابة في الأرض ولا طائر يطير بجناحيه إلا أمم أمثالكم" (سورۂ انعام/ ۳۸) (مفتی رحمت اللہ ندوی، مفتی محفوظ الرحمن بستوی)۔

۸۔ ''عن ابن عباس قال: إن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن قتل أربع من الدواب. النملة والنحلة والهدهد

والصرد'' (ابوداؤد، کتاب الادب) (مفتی محمد الیاس قاسمی)۔

۹۔ ''من قتل عصفورا عبثا عج إلى الله عزوجل يوم القيامة، يقول: يا رب! إن فلانا قتلني عبثا، ولم يقتلني لمنفعة'' (نسائی، حدیث نمبر:۴۴۴۶) (مفتی محمد شاہجہاں ندوی، مفتی محفوظ الرحمن بستوی)۔

۱۰۔ ''أن النبي صلى الله عليه وسلم مرّ بسعد وهو يتوضأ، فقال: ما هذا السرف يا سعد؟ قال: أفي الوضوء سرف؟ قال: نعم، وإن كنت على نهر جار'' (مسند احمد، حدیث نمبر:۷۰۶۵) (مفتی محفوظ الرحمن بستوی)۔

۱۱۔ ''الضرورة تتقدر بقدر الضرورة'' (قواعد الفقہ/ ۸۹) (مفتی محمد اسعد پالنپوری، مفتی ارشاد عالم قاسمی، مولانا محمد صفوان سعادتی)۔

۱۲۔ ''ما أبيح للضرورة يقدر بقدرها والحاجة تنزل منزلة الضرورة'' (دارالافتاء جامعہ سلفیہ بنارس)۔

۱۳۔ ''الضرر يدفع بقدر الامكان'' (دررالحکام ۱/ ۴۲) (مفتی محمد الیاس قاسمی)۔

۱۴۔ ''دلت الآية على الحرث وزراعة الأرض وغرسها بالأشجار حملا على الزرع وطلب النسل وهو نماء الحيوان وبذلك يتم قوام الإنسان'' (الجامع لأحكام القرآن ۳/ ۱۸) (مولانا عبدالرب واپی)۔

دیگر متفرق آراء:

- مفتی تنظیم عالم قاسمی کی رائے میں ان مشینی آلات کا کثرت سے استعمال یا بلاضرورت استعمال فساد فی الارض میں داخل ہے، "ولا تفسدوا في الارض بعد إصلاحها ذلكم خير لكم إن كنتم مؤمنين" (سورۂ اعراف:۸۵) (مفتی اشرف عباس قاسمی)۔
- مولانا عبدالحمید قاسمی کی رائے ہے کہ جہاں ان کے بغیر بھی کام چلتا ہو اور نا قابل برداشت تکلیف اٹھانا پڑتی ہو وہاں مضرت سے بچنے کے لئے ان کا ترک کرنا ضروری ہوگا۔
- مولانا عمر بن یوسف کوکنی کا کہنا ہے کہ وہ مشینی آلات جن میں اشتغال فضول اور تضییع وقت ہو جیسے موبائل ونیٹ کا بے جا وغیر شرعی استعمال، گیمس وغیرہ، تو دفع ضرر کو ترجیح دیتے ہوئے ان کا استعمال درست نہیں ہوگا (مفتی محمد جعفر ملی رحمانی)۔
- مولانا اختر امام عادل قاسمی کے نزدیک ان چیزوں کا ضرورت سے زیادہ استعمال کرنا اسراف ہے، مضر صحت بھی ہے اور ماحولیاتی آلودگی کا باعث بھی، لہٰذا مفتی محمد اسعد پالنپوری کے مطابق جائز نہ ہوگا، اور مولانا عبیدالرحیم سعادتی کے بقول مناسب نہیں ہے۔
- ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی کہتے ہیں کہ بلاضرورت موبائل کا یا برقی آلات کا استعمال ناجائز ہے (مفتی محفوظ الرحمن بستوی، مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی، مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی، مفتی جمیل احمد نذیری، مفتی محمد نصراللہ ندوی، مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا محمد عثمان بستوی)۔
- ضرورت سے زیادہ یا بلاضرورت ان کا استعمال اسراف یا خالی عن المنفعت ہونے کی وجہ سے مکروہ ہوگا (مفتی محمد جہانگیر قاسمی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا عبدالرشید قاسمی، مولانا اقبال احمد قاسمی)۔
- ضرورت سے زیادہ استعمال اسراف وتبذیر کے دائرہ میں آئے گا اور ممنوع وناجائز ہوگا (مفتی رحمت اللہ ندوی، مفتی محمد عارف باللہ قاسمی، مولانا محمد صفوان سعادتی، مولانا محمد ثوبان اعظم قاسمی، مولانا شکیل اسلام پوری)۔
- مولانا روح الامین اور مولانا شکیل اسلام پوری کا کہنا ہے کہ حدود سے تجاوز کرنا اور اسراف کرنا ناجائز تو ہے ہی، اگر اس میں تفاخر اور دوسروں کی تحقیر شامل ہو جائے تو پھر حرام ہوگا، یہی رائے مولانا عباس بن یوسف کی بھی ہے۔

☆ مولانا روح الامین سعادتی نے حضرت تھانویؒ کے حوالہ سے انسانی ضروریات کے چار درجات بیان کئے ہیں: رہائش، آسائش، آرائش اور نمائش۔ اول درجہ مطلوب ہے جس میں قدرے ضرورت پر اکتفا ہے۔ دوسرا درجہ گنجائش کی صورت میں مباح اور جائز ہے۔ تیسرا درجہ مباحات میں توسع ہے۔ اپنی حیثیت کے مطابق اس کی بھی گنجائش ہے، البتہ اس کا اہتمام اور اس میں حدود سے تجاوز اسراف میں داخل ہے، اس سے معلوم ہوا

کہ آسائش کے لئے مختلف مشینی اشیاء کا استعمال فی نفسہ جائز ہے، البتہ ضرورت سے زائد استعمال اسراف میں داخل ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے۔

☆ مولانا شکیل اسلام پوری نے حضرت مفتی شفیع کے حوالہ سے آلات جدیدہ کے تین درجے بیان کئے ہیں:

(۱) جو آلات صرف غیر مشروع کاموں ہی کے لئے مستعمل ہوں ان کی ایجاد، خرید وفروخت اور استعمال سب کچھ ناجائز ہے۔

(۲) جو آلات جائز اور ناجائز دونوں کاموں میں استعمال ہوتے ہیں ان کی ایجاد، صنعت وتجارت جائز کاموں کی نیت سے جائز اور جائز کاموں میں استعمال بھی جائز، اور حرام ومعصیت کی نیت سے بنایا جائے تو اس کی ایجاد واستعمال دونوں ناجائز ہیں۔

(۳) وہ آلات جو اگرچہ جائز کاموں میں بھی استعمال ہوسکتے ہیں لیکن عادتاً اس کو لہو ولعب اور ناجائز کاموں ہی میں استعمال کیا جاتا ہے، جیسے گراموفون وغیرہ تو ناجائز کاموں میں استعمال ناجائز تو ہے ہی جائز کاموں میں بھی اس کا استعمال کراہت سے خالی نہیں۔

پھر لکھتے ہیں کہ سوال میں مذکور اشیاء میں سے ٹی وی قسم اول میں داخل ہے، موبائل وغیرہ قسم دوم میں داخل ہے، اور مابقیہ چیزیں انسانی ضرورت ہیں، لہذا ان کا استعمال جائز ہے۔

قابل لحاظ امور:

☆ مولانا اکرام الحق ربانی ندوی نے مشینی اشیاء کے استعمال کے وقت چند باتوں کو ملحوظ رکھنے کی تجویز دی ہے:

۱۔ جب ضرورت ختم ہوجائے تو کمپیوٹر، ائرکنڈیشن اور کولر وغیرہ بند کردیئے جائیں۔

۲۔ مشینی چیزوں میں کم بجلی کھپت والی اشیاء استعمال کی جائیں۔

۳۔ ائرکنڈیشن وغیرہ کا استعمال محدود وقت کے لئے کیا جائے۔

☆ مفتی راشد حسین ندوی نے تجاویز میں اس کا اضافہ کیا ہے کہ:

۱۔ مشینوں کے بے تحاشا اور بے جا استعمال کی مضرتیں ٹی وی، ریڈیو، سوشل میڈیا اور اخبارات میں بتائی جائیں۔

۲۔ ان کے استعمال کے بارے میں عوام کا شعور بیدار کیا جائے۔

۳۔ لوگوں کو صرف ان کے ضروری استعمال کا مشورہ دیا جائے۔

۴۔ ان سے نکلنے والے زہریلے مادوں کو ختم کرنے کے متبادل ذرائع شروع کئے جائیں، جیسے:

الف- لوگوں کو کثرت سے درخت لگانے پر ابھارا جائے، ضرورت کے بغیر ہرے درخت کاٹنے پر پابندی لگائی جائے، اور خود حکومت بھی اس پر عمل کرے۔

ب- سائنسداں ان ایجادات پر مزید تحقیقات کریں کہ نقصانات کے بغیر یا کم نقصانات کے ساتھ یہی فائدہ دینے والی چیزیں وجود میں آجائیں۔

برقی مشینوں اور آلات کے نقصانات:

☆ مولانا سید باقر ارشد قاسمی بنگلوری نے نقصانات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، وہ لکھتے ہیں کہ برقی مشینوں سے زہریلی لہریں نکلتی رہتی ہیں، جو صوتی آلودگی، فضائی آلودگی، کیمیائی آلودگی وغیرہ کا سبب بنتی رہتی ہیں، ان آلودگیوں میں ایک ایسی قسم ہے جو فضا میں غیر مرئی اور غیر محسوس انداز میں خطرناک اثرات مرتب کرتی ہے، اس کو الیکٹرومیگنیٹک پولوشن (Electromagnatic Pollution) کہتے ہیں۔

الیکٹرومیگنیٹک لہروں (Electromagnetic Waves) کی کئی اقسام ہیں جن میں سے ایک برقی شعاع ہے، اس کے علاوہ ریڈیو ویوز (Radio Waves)، مائکروویوز (Micro Waves)، الٹراوائیولٹ لائٹ (Ultraviolet Light)، گاما ریڈیشن (Ghama Rediation) وغیرہ ہیں جو الیکٹرومیگنیٹک لہریں کہلاتی ہیں۔

موبائیل فون میں مائکرو ویوز اور ریڈیو ویوز ہوتی ہیں اور یہ بہت ہی خطرناک لہریں ہوتی ہیں۔ جو راست طور پر دماغ کو متاثر کرتی ہیں، اور جو ائیریل ہوتے ہیں وہاں سے لہریں خارج ہوتی ہیں جن سے موبائیل کنکٹ ہوتا ہے، ان لہروں کو یہ پتہ نہیں ہوتا کہ اصل میں موبائیل کہاں ہے، لہٰذا اس کو تلاش کرنے کے لئے یہ تمام سمتوں میں گھومتی رہتی ہیں، روٹیٹ کرتی رہتی ہیں، لہروں کے اس گھومنے اور روٹیٹ کرتے رہنے کے عمل میں وہ درمیان میں آنے والی ہر چیز انسان، درخت، پرندے، جانور وغیرہ سے ٹکراتی ہیں اور یہ جس سے بھی ٹکراتی ہیں ان پر اپنا اثر چھوڑتی ہیں اور فضا میں ہمیشہ موجود رہتی ہیں، ان سے فضا میں آلودگی پیدا ہوتی ہے۔ جبھی تو جب سے یہ موبائیل اور اس کے ٹاور آئے ہیں آبادی والے علاقوں سے چھوٹے چھوٹے پرندے ناپید ہوتے جارہے ہیں، یہ انہی خطرناک لہروں کا اثر ہے۔ یہ لہریں خصوصاً بچوں کے جسم اور دماغ پر بہت گہرا اثر ڈالتی ہیں۔ عموماً بچوں میں نشوونما کی کمی، جسمانی طور پر اَن فٹ ہونا، دماغی طور پر یا تو کند ہو جانا یا پھر ذہنی بیماریوں کا شکار ہو جانا نیز آنکھوں کی بیماریاں، کانوں اور دوسری خطرناک بیماریاں پیدا ہونا انہی لہروں کی وجہ سے ہے۔

لہٰذا موبائیل کا استعمال کرنے والے اس بات کی احتیاط رکھیں کہ فون کو ضرورت کے علاوہ وقت میں بند رکھیں خصوصاً وہ موبائیل جس سے انٹرنیٹ کا استعمال کیا جاتا ہو، کیونکہ ایسا موبائیل ڈاٹا یا وائی فائی آف ہونے کے باوجود مائکرو ویوز کو ریسیو کرتا رہتا ہے، اور جب استعمال ہوتا ہے تب وہ خود بھی مائکرو ویوز کو خارج کرتا ہے۔ نیز سوتے وقت موبائیل کو اپنے پاس رکھنا، چارج کرتے کرتے استعمال کرنا، بچوں کے ہاتھوں میں کھلونوں کی مانند دے دینا، نیز بغیر کسی ضرورت اس کو چالو یا آن رکھنا یہ سب انسانی صحت وزندگی کے لئے بلکہ ہر جاندار کے لئے خطرناک حد تک نقصان دہ ہے، ان کا روزانہ کا استعمال آگے چل کر جسم پر منفی اثرات مرتب کرے گا، جس سے دماغی بیماریاں، دل کی بیماریاں، نظر و آنکھ کی بیماریاں، خصوصاً نفسیاتی بیماریوں میں انسان مبتلا ہو جاتا ہے۔ آج کل ذہنی مریضوں اور نفسیاتی مریضوں کی بہتات ہے، بے سکونی، بے خوابی، اضطرابی کیفیت، ہیجانی کیفیت نیز کوئی انجانے خوف، غیر بیانیہ خطرے کا احساس، بے سبب اندیشوں میں مبتلا ہونے جیسی بیماریاں عام ہوتی جارہی ہیں، یہ سب ان برقی مشینوں، الیکٹرانک ڈوائیسز کے کثرتِ استعمال و بے جا استعمال کی وجہ سے ہو رہا ہے۔

یہی نہیں بلکہ ایک سے زیادہ برقی مشینوں کے گھر میں استعمال کی وجہ سے گھر کی فضا دھماکہ خیز بن جاتی ہے، سارا گھر اور گھریلو فضا انہی خطرناک لہروں کی زد میں ہوتی ہے، خصوصاً انٹرنیٹ، نیٹ ورک نیز وائی فائی کنکشن اور وائی فائی نیٹ ورک ڈیوائس، موبائیل ٹاور ریڈیشن کو اپنی بلڈنگ کے اوپر نصب کروایا جاتا ہے جو نہ صرف محلہ کے لئے بلکہ خود اس بلڈنگ والوں کے لئے خطرناک حد تک نقصان دہ ہے۔

اسی طرح برقی مشینوں کی سرکٹ بورڈ میں نیز اس کی پلاسٹک کیسنگ میں برومینیٹیڈ فلیم ریٹارڈنٹس کا استعمال ہوتا ہے جو آسانی سے منقطع نہیں ہوتی بلکہ استعمال کے بعد بھی وہ فضا میں موجود رہتی ہے اور آلودگی پیدا کرتی رہتی ہے، اس سے قوتِ حافظہ اور سیکھنے کی صلاحیت متاثر ہوتی ہے نیز اس سے تھائرائڈ اور ایسٹروجین ہارمون سسٹم میں بھی خلل پیدا ہوتا ہے۔

مانیٹر میں استعمال ہونے والے کیا تھوڈ رے ٹیوبس (CRT) بچوں میں ذہنی صلاحیتوں کو متاثر کرتے ہیں، اور بالغوں میں شریانوں کو، خون کو اور قوت تولید کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ کمپیوٹر ریچارجیبل بیٹریز میں استعمال ہونے والا مادہ ''کیاڈمیم'' جو بڑے سی آر ٹی کو مربوط کرتا ہے؛ یہ فضا کو متاثر کرتا ہے، Highly Toxic ہے، بنیادی طور پر گردوں اور ہڈیوں کو متاثر کرتا ہے۔ برقی شعاعوں والی مشینیں مثلاً فلیٹ اسکرین، ڈسپلے کے لئے استعمال ہونے والا ''مرکیوری'' دماغ اور شریانوں کے مرکزی سسٹم کو نقصان پہونچاتا ہے۔

آج معمول یہ ہے کہ گھر کے ایک فرد کے حساب سے ایک موبائیل اور آدمی جتنا مصروف یا مشغول ہو اس حساب سے کسی کسی کے پاس دو یا تین موبائیل، ٹیب، لیپ ٹاپ، ٹی وی، ڈی وی ڈی پلیر، وغیرہ یہ ایک فرد کی متعلقہ اشیاء ہیں، جتنے افراد اتنی تعداد۔ ان کے علاوہ واشنگ مشین، فریج، اے سی، مکسر، گرائنڈر، جوسر، الیکٹرک چولہا، ٹوسٹر، اوون وغیرہ یہ سارے کچن کی مشینیں ہیں، گھر چھوٹا اور اتنے سارے سامان، ان سے گھر میں فضائی وصوتی آلودگی کا پیدا ہونا لازمی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ گھر میں موجود افراد طرح طرح کی بیماریوں کا شکار ہوتے رہتے ہیں۔

ایک بڑا نقصان اس وقت ساری دنیا کو درپیش ہے وہ ''گلوبل وارمنگ'' کا مسئلہ ہے۔ موبائیل، انٹرنیٹ، نیٹ ورک ڈیوائسز، کمپیوٹر، سیٹلائٹ فون وغیرہ جیسی الیکٹرانک ڈیوائسز سے یہ ضرر دنیا بھر کو ہو رہا ہے۔ اس وقت، دنیا کے انسانوں کی آبادی کا قریب قریب دو تہائی حصہ موبائیل فون کا استعمال کر رہا

ہے، اور موبائیل فون وغیرہ سے جو حدت پیدا ہوتی ہے اس کو ختم کرنے کے لئے مہیا قدرتی وسائل جنگلات، اشجار، پہاڑ وغیرہ دن بہ دن ختم ہوتے جا رہے ہیں جس کے نتیجہ میں ان الیکٹرانک ڈیوائیسز سے پیدا ہونے والی حدت کا اثر فضا پر پڑ رہا ہے جس سے موسموں کا نظام متاثر ہو رہا ہے اور نتیجتاً دنیا کو "گلوبل وارمنگ" سے سابقہ ہے۔

☆ مولانا اکرام الحق ربانی ندوی کہتے ہیں کہ ان مشینوں میں سب سے زیادہ خطرناک فریج اور ائر کنڈیشن ہیں، کیونکہ ان میں فری اون (Freon) ہوتا ہے، جو سب سے مہلک اور ضرر رساں کلورو فلورو کاربن ہوتا ہے، ان الیکٹرک اور الیکٹرونک مشینوں سے نکلنے والی یہ شعاعیں ڈی این اے (Deoxyribonucleic Acid) اور آر این اے (Ribonucleic Acid) کو متاثر کرنے کے علاوہ زیروڈرما پگمنٹوسم (Xeroderma Pigmentosum) نامی جلدی بیماری کو بھی جنم دیتی ہیں، اسی طرح یہ شعاعیں انسانوں کے علاوہ جانوروں، نباتات اور کیڑوں مکوڑوں پر بھی برا اثر ڈالتی ہیں۔

۱۲۔ شجرکاری کی اہمیت اور پیڑ پودوں کو کاٹنے سے متعلق احکام:

سوال نمبر ۱۲۔ جو چیزیں ماحول کا تحفظ کرتی ہیں، ان میں پیڑ پودوں کو بڑی اہمیت حاصل ہے، یہ نقصان دہ گیس کو ہضم کر کے ہمارے لئے قابل استعمال بناتی ہیں، تو قابل استفسار امر یہ ہے کہ:

الف: بلاضرورت جنگلات کو کاٹنے اور کھیتوں کو زیادہ سے زیادہ پیسوں کے حصول کے لئے پلاٹس بنا کر آبادیوں کو بسانا کیسا ہے؟

تقریباً تمام ہی مقالہ نگاروں کا اس پر اتفاق ہے کہ بلاضرورت جنگلات اور درختوں کو کاٹنا شرعاً ممنوع اور ناجائز ہے؛ اس لئے کہ اگر درخت نہ ہوں تو ماحولیاتی توازن بگڑ جائے گا اور زمین میں فساد پیدا ہو جائے گا، انسان وحیوان کے تحفظ اور توانائی کے لئے پیڑ پودوں کا وجود ضروری ہے۔

دلائل:

۱۔ "وإذا تولى سعى فى الأرض ليفسد فيها ويهلك الحرث والنسل والله لا يحب الفساد" (سورۂ بقرہ: ۲۰۵)۔

۲۔ "هو الذى أنزل من السماء ماء لكم منه شراب ومنه شجر فيه تسيمون، ينبت لكم به الزرع والزيتون والنخيل والأعناب ومن كل الثمرات، إن فى ذلك لآية لقوم يتفكرون" (سورۂ نحل: ۱۰-۱۱)۔

۳۔ "إنا جعلنا ما على الأرض زينة لها" (سورۂ کہف: ۸)۔

۴۔ "من قطع سدرة صوب الله رأسه فى النار" (ابوداؤد، حدیث نمبر: ۵۲۳۹)۔

۵۔ حضرت ابوبکرؓ لشکر روانہ کرتے ہوئے یہ نصیحت کرتے:

"ولا تخربوا عمرانا، ولا تقطعوا شجرة، ولا تعقرن بهيمة إلا لنفع" (موطا امام مالک: ۹۶۵) (مولانا ولی اللہ مجید قاسمی)۔

۶۔ "لا تغدروا ولا تقطعوا نخلا ولا شجرة ولا تهدموا بناء" (بیہقی ۹/ ۹۰)۔

۷۔ "نهى النبى صلى الله عليه وسلم عن عقر الشجر فانه عصمة للدواب فى الجدب" (مصنف عبد الرزاق ۵/ ۲۰۱)۔

۸۔ "ان الذين يقطعون السدر يصبون فى النار على وجوههم صبا" (مجمع الزوائد ۸/ ۲۱۴)۔

درختوں اور جنگلات کے فوائد:

☆ مفتی سید باقر ارشد قاسمی نے جنگلات کے فوائد اس طرح گنائے ہیں:

۱۔ موسموں میں توازن رہتا ہے۔

۲۔ صاف وشفاف ہوا میسر ہوتی ہے۔

۳۔ پاکیزہ فضا مہیا ہوتی ہے۔

۴۔ ماحول سے حدت، گرین ہاؤس گیس و کاربن ڈائی آکسائیڈ زائل ہو کر آکسیجن فراہم ہوتی ہے۔

۵۔ عموماً درخت سے آکسیجن، پھل اور سایہ یہ تینوں چیزیں حاصل ہوتی ہیں۔

۶۔ کچھ درخت فضا سے نقصان دہ گیسوں کو زائل کرتے ہیں۔

☆ مولانا اکرام الحق ربانی ندوی نے ان فوائد میں اس کا اضافہ کیا کہ:

۷۔ درختوں کی جڑیں مٹی کو باندھ کر اس کی حفاظت کرتی ہیں۔

۸۔ موسم باراں میں سیلاب کے اندیشہ کو ختم کرتے ہیں۔

۹۔ درختوں کے سایہ کی وجہ سے مٹی سے پانی کی بھاپ کم ہوتی ہے۔

۱۰۔ زمین کی حرارت کو قابو میں کرتے ہیں۔

مولانا ندوی نے ایکٹ ۱۹۲۷ء برائے تحفظ جنگلات کا بھی ذکر کیا ہے جس میں ہے کہ:

جن جنگلات کو حکومت نے مخصوص قرار دیا ہے ان کو کاٹنا، آگ لگانا، ان میں مویشی داخل کرنا، عمارت کے لئے ان کی لکڑیاں کاٹنا، جمع کرنا، چھالوں کو اتارنا، پتوں کو توڑنا، یا جنگل کی کسی بھی چیز کو جمع کرنا یا کھدائی کرنا قابل سزا جرم ہے، جرم کے ارتکاب کرنے پر چھ مہینے کی قید یا پانچ سو روپے یا دونوں کی سزا ہو سکتی ہے۔

دیگر متفرق آراء:

- اگر حکومت کی طرف سے کسی جنگل کے درخت کاٹنے کی ممانعت ہو تو لوگوں پر اس کی خلاف ورزی حرام اور اس کی تعمیل واجب ہوگی (مفتی محمد شاہجہاں ندوی، مولانا حافظ کلیم اللہ عمری وغیرہ)۔
- زیادہ سے زیادہ پیسوں کے حصول کے لئے کھیتوں کی خرید وفروخت کرنا درست نہیں ہے (مفتی محبوب علی وجیہی، مفتی محمد نصر اللہ ندوی، مولانا ابوسفیان مفتاحی وغیرہ)۔
- بلاضرورت شدیدہ کھیتوں کو پلاٹس بنا کر آبادی بسانا کراہت سے خالی نہیں (مولانا اقبال احمد قاسمی، مولانا ندیم احمد انصاری وغیرہ)۔
- بلاضرورت درختوں کو کاٹنا اور زیادہ سے زیادہ پیسوں کے حصول کے لئے کھیتوں کو پلاٹس بنا کر آباد کرنا جائز نہیں ہے (مولانا محمد قمر الزماں ندوی، مفتی محمد اسعد پالنپوری، مفتی رحمت اللہ ندوی، مفتی محمد احسن ندوی، مفتی محمد اسعد پالنپوری، مفتی سید باقر ارشد قاسمی)، جبکہ مولانا محمد مصطفی قاسمی کے نزدیک ممنوع اور حرام ہے۔

جواز کا رجحان:

☆ ضرورت کی وجہ سے جنگلات وشجر کو کاٹنا جائز ہوگا، "ما أبيح للضرورة يقدر بقدرها" (مولانا عبید الرحیم سعادتی، مفتی ظہیر احمد کانپوری نے جلاون یا دروازہ کھڑکی وغیرہ بنانے کو اس میں شامل کیا ہے، یہی رائے مفتی عارف باللہ قاسمی کی ہے، مفتی محمد اسعد پالنپوری)۔

"يجوز قطع الشجر والنخل لخشب يتخذ منه أو ليخلي مكانها لزرع أو غيره مما هو أنفع منه يعود على المسلمين من نفعه أكثر مما يعود من بقاء الشجر. لأنه عليه السلام قطع النخل بالمدينة وبنى في موضعه مسجده" (التوضيح لشرح الجامع الصغير ۱۵/ ۲۴۱)

(مفتی محمد عارف باللہ قاسمی، مولانا عباس بن یوسف نے یہ روایت پیش کی ہے:

''لقد رأیت رجلا یتقلب فی الجنة فی شجرة قطعها عن ظهر الطریق کانت تؤذی الناس'' (مسلم: ۶۶۲۸)۔

☆ مفتی جمیل احمد نذیری کہتے ہیں کہ انسانی آبادی کی کثرت کی وجہ سے بستیاں بسانے کے لئے، مکان فراہم کرنے کے لئے اگر جنگلوں کو کاٹا جائے اور کھیتوں کو پلاٹ بنایا جائے تو جائز ہے، "وسخر لکم ما فی السموات وما فی الارض" (سورۂ لقمان: ۲۰)، ''إن الدنیا خلقت لکم وانکم خلقتم للآخرة'' (تنبیہ الغافلین للسمرقندی) (مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی کی بھی یہی رائے ہے، مفتی محمد جہانگیر حیدر قاسمی، مفتی عبدالمنان ''الضرورة تتقدر بقدر الضرورة'')، لیکن مفتی سید باقر ارشد قاسمی اس میں ضرورت شدیدہ اور حکومت کی اجازت کی قید لگاتے ہیں۔

☆ مولانا عبد الرب واپی کہتے ہیں کہ جنگلوں میں درختوں کو کاٹنے اور جلانے اور کھیتیوں کو برباد کرنے کی اجازت ہے جبکہ اس اقدام کے بغیر کامیابی اور فتح ونصرت کی کوئی امید نظر نہ آرہی ہو، ورنہ جائز نہیں، علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

''فیفعلون ما یمکنهم من التحریق وقطع الاشجار وإفساد الزرع، هذا إذا لم یغلب علی الظن أنهم مأخوذون بغیر ذلك، فإن کان الظاهر أنهم مغلوبون وأن الفتح باد کره ذلك، لأنه إفساد فی غیر محل الحاجة وما أبیح إلا لها'' (فتح القدیر ۵/ ۱۹۷) (مولانا عباس بن یوسف)۔

☆ مولانا اختر امام عادل قاسمی حدیث: ''من قطع سدر إلا من زرع صب الله علیه العذاب صبا'' (شرح مشکل الآثار ۷/ ۴۲۴) سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ زراعت کے تحفظ کے لئے کسی درخت کو کاٹا جائے تو وہ عذاب الٰہی کا مستحق نہیں ہوگا، اسی طرح اگر انسانی رہائش میں وسعت پیدا کرنے کی غرض سے پیڑ پودے کاٹنے کی ضرورت پڑے تو وہ بھی اس حدیث کے دائرہ سے خارج ہوگا۔

☆ مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی نے حالات کے اعتبار سے درج ذیل احکام بیان کئے ہیں:

۱۔ اگر جنگل یا کھیت نجی یا سرکاری ہے، اور حکومت نے جنگل کو کاٹنے یا کھیت کو پلاٹس بنانے سے منع کیا ہے تو فساد فی الارض اور عصیان اولی الامر کی وجہ سے ایسا کرنا جائز نہیں ہوگا۔

۲۔ اگر جنگل یا کھیت نجی ہے اور حکومت کی طرف سے کوئی پابندی نہیں ہے تو بھی ایسا کرنا جائز ہے۔

۳۔ اگر جنگل یا کھیت نجی ہے لیکن حکومت کی طرف سے نہ کوئی پابندی ہے اور نہ فساد فی الارض دکھائی دیتا ہے تو اس صورت میں بلا ضرورت شدیدہ جنگل کو کاٹنا یا کھیت کو پلاٹس بنانا مکروہ ہے۔

☆ مفتی راشد حسین ندوی کا کہنا ہے کہ بڑے پیمانے پر جنگلات کاٹنا مکروہ ہوگا، الا یہ کہ ایک طرف جتنی کٹائی کی جائے دوسری طرف کم از کم اتنے ہی رقبہ میں شجر کاری بھی کی جائے، اسی طرح آبادی بسانا عوام کے لئے نقصان کا باعث بننے لگے تو حکومت اس پر پابندی لگا سکتی ہے، اور حکومت کے احکام کی بجا آوری لازم ہوگی۔

سوال (الف) کی دوسری شق کے تعلق سے علماء کی رائے ہے کہ پیسوں کے حصول کے لئے کھیتوں کو پلاٹس بنا کر آبادی بسانے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ بلکہ جائز ہے، بشرطیکہ اس سے سماج یا وہاں کی آبادی کو کوئی قابل اعتبار ضرر لاحق نہ ہو، اس لئے کہ وہ اس کی ملکیت ہیں اور اسے اس میں تصرف کا حق حاصل ہے۔

۱۔ "هو الذی أنشأکم من الأرض واستعمرکم فیها" (سورۂ ہود: ۶۱)۔

۲۔ ''کل ذی مال أحق بماله یصنع به ماشاء'' (السنن الکبری للبیهقی، حدیث نمبر: ۱۱۷۸۷)۔

۳۔ ''والذی استقر علیه رأي المتأخرین أن الإنسان یتصرف فی ملکه، وإن أضر بغیره، مالم یکن ضررا بینا'' (ردالمحتار ۶/ ۲۷۲)۔

۴۔ ''یمنع الإنسان من التصرف فی ملکه إذا کان فی ذلك ضرر فاحش للغیر، أما إذا لم یکن الضرر فاحشا فلا یمنع، سواء کان تصرفه غیر مضر مطلقا، أو کان مضرا ضررا غیر فاحش'' (درر الحکام ۳/ ۲۲۱)۔

شجر کاری اور کاشت کاری کی اہمیت:

ب: اسلام کی نظر میں درخت لگانے اور کاشت کاری کرنے کی کیا اہمیت ہے؟ جس کے ذریعہ نہ صرف یہ کہ پیداوار فراہم ہوتی ہے؛ بلکہ ماحول کو بھی متوازن رکھنے میں مدد ملتی ہے۔

اس سوال کے جواب میں تمام مقالہ نگاروں کی رائے ہے کہ شجر کاری اور کاشتکاری کی اسلام میں بڑی اہمیت ہے، اسلام نے اس کی تاکید کی ہے اور ترغیب بھی دی ہے، چونکہ اس سے پیداوار کی فراہمی کے ساتھ ساتھ ماحول کو بھی متوازن رکھنے میں مدد ملتی ہے۔

آیات قرآنی:

۱۔ "وهو الذی أنزل من السماء ماء فأخرجنا به نبات كل شئ، فأخرجنا منه خضرا نخرج منه حبا متراكبا" (سورۂ انعام:۹۹)۔

۲۔ "وآية لهم الأرض الميتة أحييناها وأخرجنا منها حبا فمنه يأكلون" (سورۂ یس:۳۳)۔

۳۔ "وأنزلنا من المعصرات ماء ثجاجا لنخرج به حبا ونباتا وجنات ألفافا" (سورۂ نبا:۱۴-۱۶)۔

۴۔ "أفرأيتم ما تحرثون، أأنتم تزرعونه أم نحن الزارعون" (سورۂ واقعہ:۶۳، ۶۴)۔

احادیث نبوی:

۱۔ ''ما من مسلم يغرس غرسا أو يزرع زرعا فيأكل منه طير أو إنسان أو بهيمة إلا كان له به صدقة'' (بخاری، حدیث نمبر:۲۳۲۰)۔

۲۔ ''إن قامت الساعة وفی يد أحدكم فسيلة، فإن استطاع أن لا يقوم حتى يغرسها فليغرسها'' (بخاری: الادب المفرد، حدیث نمبر:۴۷۹)۔

۳۔ ''من كانت له أرض فليزرعها أو ليمنحها، فإن لم يفعل فليمسك أرضه'' (بخاری، حدیث نمبر:۲۳۴)۔

۴۔ ''من أعمر أرضا ليست لأحد فهو أحق'' (بخاری:۲۳۳۵)۔

۵۔ ایک بار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ام بشر انصاریہ کے باغ میں داخل ہوئے اور ان سے پوچھا:

''من غرس هذا النخل أمسلم أم كافر؟ فقالت: بل مسلم، فقال: لا يغرس مسلم غرسا ولا يزرع زرعا فيأكل منه إنسان ولا دابة ولا شئ إلا كانت له صدقة'' (مسلم، حدیث نمبر:۱۵۵۲) (مولانا ولی اللہ مجید قاسمی)۔

۶۔ ''من قطع سدرة فی فلاة يستظل بها ابن السبيل والبهائم غشما وظلما بغير حق يكون له فيها صوب الله رأسه فی النار'' (مشکوۃ۱/ ۲۵۷) (مولانا عبدالرب واہی)۔

۷۔ ''من أحيا أرضا ميتة فهی له'' (موطا امام مالك، حدیث نمبر:۱۴۲۴)۔

۸۔ ''ما من رجل يغرس غرسا إلا كتب الله له من الأجر قدر ما يخرج من ثمر ذلك الغرس'' (مسند احمد، حدیث نمبر:۲۳۵۲۰)۔

۹۔ ''من بنى بنيانا من غير ظلم ولا اعتداء أو غرس غرسا فی غير ظلم ولا اعتداء كان له أجر جار ما انتفع به من خلق الله تعالى'' (مسند احمد:۱۵۶۵۴) (مولانا ولی اللہ مجید قاسمی)۔

۱۰۔ ''قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: سبعة تجرى للعبد أجرهن وهو فی قبره بعد موته: من علم علما، أو أجرى نهرا، أو حفر بئرا، أو غرس نخلا، أو بنى مسجدا، أو ورث مصحفا، أو ترك ولدا يستغفرله بعد موته'' (الجامع

الصحیح ۲/ ۱۲۰)۔

۱۱۔ ''من غرس غرسا فأثمر أعطاه الله بكل ثمرة عدد ما يخرج من الثمرة حسنات'' (الترغیب فی فضائل الاعمال لابن شاہین۱/ ۱۳۲)۔

۱۲۔ ''اطلبوا الرزق فی خبايا الأرض'' (مسند ابی یعلی:۴۳۸۴) (مولانا محمد صابر حسین ندوی)۔

عبارات فقہی:

۱۔ ''وقد اختلف العلماء فی أطيب المكاسب وأفضلها، فقيل التجارة، وقيل الصنعة باليد، وقيل الزراعة، وہو الصحيح'' (شرح المنہاج للنووی۲/ ۱۵)۔

۲۔ ''وصاحب ظهور الثورة الصناعية الكبرى فی أوربا واكتشاف الكارهون السام تدمير متواصل للبيئة فقطعت الغابات وأبيدت المراعی وقلعت الأشجار التي هي من أكبر عوامل تنقية الأجواء و تصفية الهواء وانتشرت مداخن المصانع التي ملأت الهواء بالسموم'' (الموسوعة الفقهيه والقضايا المعاصرة۱۲/ ۷۸۷) (مفتی محمد الیاس قاسمی)۔

☆ مولانا عباس بن یوسف نے شجر کاری اور کاشتکاری کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اللہ تعالی نے قرآن میں لفظ شجر ۱۹ /مرتبہ، لفظ اشجار ۶ /مرتبہ، اور لفظ زرع مع مشتقات ۱۳ /مرتبہ ذکر کیا ہے، اس کے بعد مولانا موصوف نے اس کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے تقریبا ۲۰ /احادیث اور آثار بیان کئے ہیں (تفصیل کے لئے دیکھئے ان کا مقالہ)۔

☆ مفتی راشد حسین ندوی کی رائے یہ ہے کہ اگر بنی نوع انسان کی بقا کو خطرہ لاحق ہو جائے تو شجر کاری اور کاشت کاری فرض کفایہ ہوگی، عام حالات میں ان کا درجہ سنت واستحباب کا ہوگا۔

......☆......

صوتی آلودگی

۱۔ پُرشور مشینوں والے کارخانوں کو آبادی سے باہر لگانے کی ہدایت:

سوال نمبر ۱۔ کارخانے کی بعض مشینیں بہت پُرشور ہوتی ہیں، حکومت کی طرف سے ان کو آبادی سے باہر لگانے کی ہدایت ہوتی ہے، یہ ہدایت شرعاً کس حد تک قابل تعمیل ہے؟

مقالہ نگار حضرات کی رائے ہے کہ اگر حکومت ایسے کارخانوں کو آبادی سے باہر لگانے کی ہدایت جاری کرتی ہے تو اس حکم کی تعمیل واجب اور لازم ہوگی، چونکہ یہ حکم مفاد عامہ کے حق میں ہے اور نصوص شرعیہ کے مخالف بھی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "یا أیھا الذین آمنوا أطیعوا الله وأطیعوا الرسول وأولی الأمر منکم" (سورۂ نساء: ۵۹)۔

☆ مفتی محمد الیاس قاسمی کہتے ہیں کہ یہ قانون مصالح مرسلہ میں سے ہے جو کہ حجت شرعی ہے،

"ذھب جمھور علماء المسلمین إلی أن المصلحة المرسلة حجة شرعیة یبنی علیھا تشریع الأحکام"

(علم اصول الفقہ/ ۸۵)۔

اور دوسری وجہ پُرشور ہونا ہے جو کہ انسانی صحت کے لئے مضر ہے۔

"رفع الضرر عن العامة أولی من رفع الضرر عن الواحد" (فتاوی ہندیہ ۵/ ۳۹۵)

مفتی سید باقر ارشد قاسمی نے حکم کی تعمیل کے وجوب پر "طاعة الامام فی غیر المعصیة واجبة" (ردالمحتار)، اور "لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق" (بخاری) سے استدلال کیا ہے، مفتی راشد حسین ندوی نے یہ لکھا ہے کہ حکم کی خلاف ورزی پر حکومت کوئی تعزیری سزا بھی متعین کرسکتی ہے۔

☆ مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی نے وجوب کی دو وجہیں لکھی ہیں:

۱۔ اس ہدایت پر عمل نہ کرنے سے دوسروں کو تکلیف پہنچتی ہے اور متعدد بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، اور اسلام میں کسی کو تکلیف پہنچانے کی اجازت نہیں، مشہور قاعدہ ہے: "لا ضرر ولا ضرار" (مستدرک حاکم ۲/ ۶۶)۔

۲۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جائز کاموں میں اولو الامر کی اطاعت واجب ہے، اور حکام اولوالامر میں شامل ہیں "یا أیھا الذین آمنوا... وأولی الأمر منکم"۔ مفتی محمد شفیع کے مطابق آیت مذکورہ میں اولوالامر کی اطاعت سے علماء اور حکام دونوں کی اطاعت مراد ہے، اس لئے اس آیت کی رو سے فقہی تحقیقات میں فقہاء کی اطاعت اور انتظامی امور میں حکام وامراء کی اطاعت واجب ہوگی۔

☆ مولانا اختر امام عادل قاسمی نے اس کی خلاف ورزی کو غیر قانونی اور گناہ متصور کیا ہے، مولانا اشرف عباس قاسمی کے نزدیک اس کی خلاف ورزی متعدی الی الضرر ہونے کی وجہ سے معصیت کا سبب ہے، اور مولانا محمد مصطفی قاسمی کہتے ہیں کہ خلاف ورزی کی صورت میں حکومت کو اختیار حاصل ہوگا کہ کوئی سزا مقرر کردے، جبکہ مفتی محفوظ الرحمن بستوی کا کہنا ہے کہ بصورت خلاف ورزی تعزیر وتنکیل یا ضمان وتاوان کا مستحق ہوگا۔

مجموعی دلائل:

- "ولا تجھر بصلاتك ولا تخافت بھا وابتغ بین ذلك سبیلا" (سورۂ بنی اسرائیل/ ۱۱۰) (مولانا عبدالرب واپی، مولانا ولی اللہ مجید قاسمی)۔

- "واغضض من صوتك إن أنكر الأصوات لصوت الحمير" (سورۂ لقمان/ ۱۹) (مولانا ولی اللہ مجید قاسمی، ڈاکٹر سید اسرار الحق سبیلی، دار الافتاء جامعہ سلفیہ بنارس، مفتی محمد عارف باللہ قاسمی، مفتی ارشاد عالم قاسمی، مولانا عبید الرحیم سعادتی، مولانا ضیاء الدین ندوی قاسمی، مولانا ندیم احمد انصاری، مفتی محفوظ الرحمن بستوی، مولانا عباس بن یوسف)۔
- "تصرف الامام على الرعية منوط بالمصلحة" (الاشباه والنظائر للسيوطي ۱/ ۱۲۱) (مولانا محمد صابر حسین ندوی)۔
- "من ضار أضر الله به، ومن شاق شاق الله عليه" (ابن ماجه/ ۲۳۴۲) (ڈاکٹر سید اسرار الحق سبیلی)۔
- "من أطاعني فقد أطاع الله، ومن عصاني فقد عصى الله، ومن يطع الأمير فقد أطاعني، ومن يعص الأمر فقد عصاني" (بخاري، حديث نمبر: ۲۹۵۷) (مفتی محمد شاہجہاں ندوی)۔
- "إن الذين يخالفون القانون الذى يحفظ الحقوق ويقر العدل ويقيم ميزانه هؤلاء يعتبرون شرعاً مخالفين للدين نفسه لأن الدين يأمر بطاعة مثل هذه القوانين التنظيمية مادامت بالمعروف وفي غير معصية" (فتاوى معاصرة ۱/ ۵۹۷) (مفتی تنظيم عالم قاسمی، مولانا نديم احمد انصاری)۔
- ابن رشد مالکی لکھتے ہیں: "يمنع من ضرر الأصوات" (۹/ ۲۶۸) (مفتی محمد عارف باللہ قاسمی)۔
- "عن أبي امامة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يكره أن يرى الرجل جهيرا رفيع الصوت، وكان يحب أن يراه خفيض الصوت" (مجمع الزوائد ۸/ ۲۱۱) (مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی)۔
- "لا ضرر ولا ضرار" (الاشباہ لابن نجیم) (مولانا عبد الخالق ندوی، مفتی محمد نصر اللہ ندوی)۔
- رعایا کے ہر فرد کو اپنی حکومت کے ہر جائز قانون کی پابندی لازم ہے، خلاف قانون کرنا جرم ہے، جس سے عزت اور جان ومال کا خطرہ ہے، جس کی حفاظت ضروری ہے (فتاوی محمودیہ ۴/ ۵۷۰) (مفتی ارشاد عالم قاسمی)۔
- "وقد ورد في الفقه المالكي منع إقامة الصناعات المحدثة للأصوات المزعجة وسط الساكنة مراعاة لصحتهم كمن جعل في داره رحى يضر دويها بجاره" (فقه مالكي) (مولانا سعيد الرحمن قاسمی)۔
- "إذا كان فعل الامام مبنياً على المصلحة فيما يتعلق بالأمور العامة لم ينفذ أمره شرعا إلا إذا وافقه، فإن خالفه لم ينفذ" (الاشباه والنظائر لابن نجيم/ ۱۲۴)۔

دیگر آراء:

☆ مولانا عبد الحمید قاسمی کی رائے ہے کہ حکومت کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ متبادل انتظام کئے بغیر فیکٹریوں اور کارخانوں کے مالکان کو مشینیں آبادی سے باہر لگانے کی ہدایت دے۔

☆ مولانا عبد الرشید قاسمی کہتے ہیں کہ اگر لوگ شور کے عادی ہوں اور اذیت محسوس نہ کریں تو آبادی میں اس کی گنجائش ہوگی جیسا کہ مئو، مالیگاؤں اور بھیونڈی وغیرہ میں ۲۴ گھنٹے لوم چلنے کی آوازیں آتی رہتی ہیں (مولانا اقبال احمد قاسمی)۔

تیز آواز کے مضر اثرات:

☆ مولانا عبد الرب وانی نے شور وغل اور تیز آواز سے ہونے والے مندرجہ ذیل مضر اثرات کا ذکر کیا ہے:

۱۔ ہاضمے کا خراب ہوجانا۔ ۲۔ دماغی فتور۔ ۳۔ قوت سماع کا نقصان۔ ۴۔ کان کا خراب ہوجانا۔
۵۔ اسقاط حمل۔ ۶۔ بے خوابی۔ ۷۔ قلبی امراض۔ ۸۔ شدید ذہنی تناؤ۔

۹۔تند خوئی۔ ۱۰۔ہائی بلڈ پریشر۔ ۱۱۔سر درد۔ ۱۲۔بے چینی۔

۱۳۔چڑ چڑا پن۔ ۱۴۔دل کی دھڑکن کا تیز ہونا۔ ۱۵۔بلڈ شوگر۔ ۱۶۔السر کے مرض میں شدت وغیرہ۔

☆ ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی اور بعض دوسرے مقالہ نگاروں نے ڈاکٹر محمد اسلم پرویز صاحب کے حوالہ سے آواز کے درجات کے تعلق سے یہ تفصیلات ذکر کی ہیں:

آوازوں کو ناپنے کے لئے ڈیسی بیل کا یونٹ استعمال کیا جاتا ہے جس کا مخفف DB ہے۔ انسانوں کے درمیان عام گفتگو db60 کے آس پاس ہوتی ہے جبکہ جیٹ ہوائی جہاز یا آتش بازی کے بڑے پٹاخوں کی آواز db140 تک پہنچتی ہے۔ انسان کی قوت برداشت 85-80 ڈیسی بیل ہوتی ہے، وہ بھی چند گھنٹوں کے لئے، اگر اتنی آواز مستقل کانوں میں آئے تو سماعت اور ذہنی سکون اور پھر اس کے سبب سبھی جسمانی افعال متاثر ہوتے ہیں، جس سے نقصانات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

جسمانی صحت پر اثر:

db110- جسمانی کھال پر آواز کا اثر، کانوں میں جھنجھناہٹ

db120- کانوں کو تکلیف دہ

db130- 135- متلی، چکر، غشی بھی ہو سکتی ہے، کان سن

db140- کانوں میں درد، زیادہ دیر تک سننے سے حواس باختہ

db150- نبض کی رفتار تیز، بلڈ پریشر بڑھتا ہے

db160- کانوں کو معمولی لیکن ہمیشہ کے لئے نقصان

db190- سماعت ختم، کانوں کو ہمیشہ کے لئے نقصان

شور کی کیفیت db=

مکمل خاموشی =0

کانا پھوسی (سرگوشی) =15

ایئر کنڈیشن کی آواز =50

عام گفتگو (محفل میں) =60

کار کا ہارن =110

جہاز اڑتے وقت =120

بندوق کی گولی =140

ڈبلیو ایچ او کے اصولوں کے مطابق گہری نیند کے لئے کمرے میں آواز کی سطح db30 سے متجاوز نہ ہونی چاہئے، کسی درسگاہ میں توجہ قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ آواز کی سطح db35 سے زیادہ نہ ہو، ٹرافک کی وجہ سے پیدا ہونے والا شور اپنے جائز حد db70 سے بڑھا ہوا ہے...... دیوالی کے تہوار کے دوران شور کی سطح جانچی گئی، اس میں پایا گیا کہ آلودگی کی سطح اس میں بڑھ کر db80 تک جا پہنچتی ہے جو عام دنوں کی سطح db69-57 سے دوگنی ہے (ماخوذ از ماحولیاتی آلودگی کا مسئلہ، شعبہ ماحولیات انٹیگرل یونیورسٹی لکھنؤ)۔ دن میں db55 اور رات میں db45 سے متجاوز ہونے کی صورت میں تند خوئی، ہائی بلڈ پریشر، کان خراب ہونے، کان بجنے اور نیند میں خلل کا سبب ہو سکتا ہے (دیکھئے: مقالہ ماحولیاتی آلودگی کا مسئلہ ص ۷ تا ۱۰)۔

۲۔ گاڑیوں کے ہارن کے استعمال کا حکم:

سوال نمبر ۲۔ گاڑیوں کے ہارنوں کی آواز بھی بہت بڑھی ہوئی ہوتی ہے، بعض لوگ غیر ضروری طور پر ہارن بجاتے ہیں اور بعض حضرات اپنی گاڑی میں ضرورت سے زیادہ تیز آواز کا ہارن یہاں تک کہ ایمبولنس میں لگائے جانے والے سائرن کی طرح کے ہارن لگاتے ہیں، اس سے صوتی آلودگی بھی پیدا ہوتی ہے اور دوسرے راہگیروں کو دہشت بھی ہوتی ہے، تو اس کا کیا حکم ہوگا؟

تقریباً تمام ہی مقالہ نگاروں کا کہنا ہے کہ بلاشبہ گاڑیوں کے تیز آواز والے ہارن کی وجہ سے یا خود گاڑیوں کے تیز شور کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ صوتی آلودگی ہورہی ہے بلکہ اس کی وجہ سے متعدد بیماریاں لاحق ہورہی ہیں، جیسے بہرہ پن، دماغ اور دل کی بیماریاں، ذہنی دباؤ اور طبیعت میں ہیجانی کیفیت وغیرہ، اسی طرح اچانک ہارن بجانے سے راہگیروں اور دوسری گاڑی چلانے والوں کو دہشت ہوتی ہے، جس سے کبھی کبھی وہ اپنا توازن کھودیتے ہیں اور ایکسیڈنٹ جیسے خطرات لاحق ہوتے ہیں، لہذا تیز آواز والے ہارن کا استعمال کرنا اور بجانا ناجائز اور حرام ہوگا، اور حکومتی ہدایات پر عمل ضروری اور واجب ہوگا۔

☆ مولانا اختر امام عادل قاسمی اور مفتی محمد الیاس قاسمی نے اسے باعث ایذا ہونے کے ساتھ ساتھ اسراف اور حدود سے تجاوز قرار دیا ہے، جبکہ مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی "ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة" کی روشنی میں اسے ہلاکت کا سبب قرار دیتے ہیں، اور اس کے عدم جواز کے لئے دوسروں کو ہونے والی تکلیف کو بھی اس کا سبب مانتے ہیں، "واغضض من صوتك إن أنكر الأصوات لصوت الحمير" (سورۂ لقمان/ ۱۹)، "ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها وابتغ بين ذلك سبيلا" (سورۂ اسراء: ۱۱۰)، مولانا اقبال احمد قاسمی اور مفتی محمد اسعد پالنپوری وغیرہ نے ایمبولنس اور فائر بریگیڈ کی گاڑیوں کے ہارن کو اس سے مستثنی قرار دیا ہے، اور مفتی سید باقر ارشد قاسمی نے حکومت کی ہدایات کی پابندی نہ کرنے کو جرم قرار دیا ہے، اگر حکومت کوئی جرمانہ لگاتی ہے تو ادا کرنا ہوگا، جبکہ مولانا مصطفی قاسمی نے بھی خلاف ورزی کی صورت میں سخت ترین تعزیر کا مستحق قرار دیا ہے، لیکن مولانا عبدالرب واپی نے اگر کسی کا گاڑی چلانا دوسروں کے لئے تکلیف یا خطرے کا باعث ہو تو اسے فساد فی الارض میں شمار کیا ہے (دارالافتاء جامعہ سلفیہ بنارس، مولانا عبیداللہ ندوی)۔

دلائل:

- "يا أيها الذين آمنوا أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم" (سورۂ نساء: ۵۹) (مولانا عبدالرب واپی)۔
- "واغضض من صوتك إن أنكر الأصوات لصوت الحمير" (سورۂ لقمان/ ۱۹) (مولانا عبدالرب واپی، مولانا ولی اللہ مجید قاسمی، مفتی تنظیم عالم قاسمی، مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی)۔
- ''واغضض من صوتك'' رد سبحانه به على المشركين الذين كانوا يتفاخرون بجهارة الصوت ورفعه مع أن ذلك يؤذي السامع ويقرع الصماخ بقوة وربما يخرق الغشاء الذي هو داخل الأذن وبيّن عزوجل أن مثلهم في رفع أصواتهم مثل الحمير وأن مثل أصواتهم التي يرفعونها مثل نهاقها في الشدة مع القبح الموحش'' (روح المعاني ۲۱/ ۱۳۹) (مفتي محمد الياس قاسمي)۔
- ''حدثنا أصحاب محمد ﷺ أنهم كانوا يسيرون مع رسول الله ﷺ فنام رجل منهم. فانطلق بعضهم إلى حبل معه فأخذه ففزع. فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يحل لمسلم أن يروع مسلما'' (رواه ابوداؤد و احمد) (مفتی محمد اسعد پالنپوری، مفتی محمد عارف باللہ قاسمی، مولانا شکیل اسلام پوری، مولانا روح الامین، مولانا عباس بن یوسف)۔
- ''من ضار ضار الله به'' (رواه الترمذي) (مفتی محمد اسعد پالنپوری)۔
- ''لا ضرر ولا ضرار'' (مولانا عمر کوکنی، مولانا محمد صابر حسین ندوی، دارالافتاء جامعہ سلفیہ بنارس، مولانا محمد قمر الزماں ندوی، مولانا عبدالحق ندوی)۔

- ''قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم : ملعون من ضار مؤمنا أو مكر به'' (مشکوۃ/ ۴۲۸) (مفتی محمد الیاس قاسمی)
- حضرت ابوموسی اشعری سے روایت ہے: ''كنا مع رسول الله ﷺ فكنا إذا أشرفنا على واد هللنا وكبرنا. ارتفعت أصواتنا، فقال النبي صلى الله عليه وسلم : يا أيها الناس أربعوا على أنفسكم فإنكم لا تدعون أصم ولا غائبا، إنه معكم، إنه سميع قريب، تبارك اسمه وتعالى جده'' (بخاری: ۲۹۹۲) (مفتی محمد شاہجہاں ندوی)۔
- ''عن أبي قتادة أن النبي صلى الله عليه وسلم خرج ليلة فإذا هو بأبي بكر يصلي يخفض من صوته قال: ومرّ بعمر بن الخطاب وهو يصلي رافع صوته قال: فلما اجتمعا عند النبي صلى الله عليه وسلم قال النبي صلى الله عليه وسلم : يا أبا بكر مررت بك وأنت تصلي تخفض صوتك، قال: قد أسمعت من ناجيت قال: وقال لعمر: مررت بك وأنت تصلي رافعا صوتك قال: فقال: يا رسول الله! أوقظ الوسنان واطرد الشيطان. زاد الحسن في حديثه فقال النبي صلى الله عليه وسلم: يا أبابكر! ارفع من صوتك شيئا، وقال لعمر: اخفض من صوتك شيئا'' (ابوداؤد: ۱۳۳۱) (مولانا ولی اللہ مجید قاسمی، مولانا عباس بن یوسف)۔
- ''وسائق السيارة يلزمه غض صوته فلا يرجع صوت المذياع أو مسجل السيارة ليسمع من في الشارع ويؤذي المارة من حوله، كما يلزمه أن يراع غيره عند استخدام منبه السيارة فلا يستعمله إلا عند الحاجة مراعاة لشعور الآخرين'' (المرور آداب وأحكام/ ۲۳) (مولانا عبد الرب واہی)۔

دیگر آراء:

☆ مفتی راشد حسین ندوی کہتے ہیں کہ ضرورت سے زیادہ آواز نکالنے والے ہارن کا استعمال مکروہ ہے، مفتی تنظیم عالم قاسمی نے اس کا اضافہ کیا ہے کہ جس سے دہشت پیدا ہوجاتی ہو (مولانا محی الدین غازی، مفتی محمد جہانگیر حیدر قاسمی)۔

☆ مولانا رحمت اللہ ندوی کے نزدیک قانون کی خلاف ورزی، فریب، ضرررسانی، خوف ودہشت جیسے مضرات وخطرات پائے جانے کی وجہ سے ممنوع ہوگا (مولانا محمد عثمان بستوی)، اور مولانا عباس سعادتی کے مطابق اسراف وتبذیر، فساد اور ظلم کی وجہ سے ممنوع ہے۔

☆ مولانا محبوب فروغ قاسمی نے اس مسئلہ میں اس جزئیہ سے استدلال کیا ہے:

''قال في جامع الفصولين: القياس في جنس هذه المسائل أن من تصرف في خالص ملكه لا يمنع، ولو أضر بغيره، لكن ترك القياس في محل يضر بغيره ضررا بينا، وقيل: وبه أخذ كثير من المشائخ وعليه الفتوى'' (ردالمحتار ۴/ ۴۴۵)۔

☆ ایمرجنسی کی حالت میں تیز ہارن کا استعمال درست ہے (مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی، مولانا سعید الرحمن قاسمی بستوی)۔

☆ مولانا محمد صفوان سعادتی کے نزدیک یہ ایذاء میں داخل ہے اور ایذاء گناہ ہے۔

''ان للإنسان أن يتصرف في ملكه ما شاء من التصرفات ما لم يضر بغيره ضررا ظاهرا'' (تبیین الحقائق ۴/ ۱۹۶)

☆ مفتی محمد شاہجہاں ندوی "ادعوا ربكم تضرعا وخفية" اور "ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها وابتغ بين ذلك سبيلا" کو بنیاد بناتے ہوئے کہتے ہیں کہ آواز میں اعتدال مطلوب ہے، اگر کوئی بلاضرورت تیز آواز کا ہارن استعمال کرتا ہے تو یہ ناجائز اور مکروہ ہوگا۔

۳۔ ڈی جے بجانے کا شرعی حکم:

سوال نمبر ۳۔ ہمارے معاشرہ میں بدقسمتی سے مختلف تقریبات میں DJ کا رواج بڑھتا جارہا ہے، اس کا شور انسان کی سماعت اور ماحول کے لئے سخت نقصان دہ ہے، مزامیر میں داخل ہونے سے قطع نظر اس عمل کو شریعت کس نظر سے دیکھتی ہے؟

اس پر تمام مقالہ نگاروں کا اتفاق ہے کہ ڈی جے (DJ) بجانا مزامیر میں داخل ہونے اور دوسروں کے لئے ضرر رساں ہونے کی وجہ سے شرعا

ناجائز، ممنوع اور حرام ہے، ڈی جے یعنی (Recorded Popular Music) یہ وہ موسیقی ہے جو وجد انگیز آلات پر دھن اور سر نکالنے اور فحش گانوں پر مشتمل ہے، جس کے دھن پر ناچا جاتا ہے اور گائے جاتے ہیں، قرآن میں ہے: "ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم" (سورۂ لقمان:٦)، نیز حدیث میں ہے:

''صوتان ملعونان فی الدنیا والآخرة: مزمار عند نعمة، ورنة عند مصیبة'' (مسند بزار:۷۵۱۳)۔

مشترکہ دلائل:

اس سے متعلق دلائل پچھلے دونوں سوالوں کے تحت ذکر کئے جاچکے ہیں، چند دوسرے دلائل ذیل میں ذکر کئے جاتے ہیں:

- ''ومن الناس من یشتری لھو الحدیث...أن المراد الغناء...سماع غناء فھو حرام بإجماع العلماء...والحاصل أنه لا رخصة فی السماع فی زماننا'' (ردالمحتار ٦/ ۳۴۹)۔
- ''ولا تجوز الإجارة علی شئ من الغناء والنوح والمزامیر والطبل وشئ من اللھو'' (فتاوی ہندیہ ۴/ ۴۴۹) (ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی)۔
- ''وأما الرقص والتصفیق والصریخ وضرب الأوتار والصنج والبوق...فإنه حرام بالإجماع'' (حاشیة الطحطاوی/ ۳۱۹)۔
- معصیت کو جائز سمجھنا کفر ہے، ملا علی قاری فرماتے ہیں: ''ومنھا أن استحلال المعصیة صغیرة کانت أو کبیرة کفر إذا ثبت کونھا معصیة بدلالة قطعیة وکذا الاستھانة بھا کفر بأن یعدھا ھنیة سھلة ویرتکبا من غیر مبالاة بھا ویجریھا مجری المباحات فی ارتکابھا'' (شرح الفقه الاکبر/ ۱۵۲)۔
- علامہ زیلعی لکھتے ہیں کہ ایسی دعوتوں میں نہ شریک ہونا ہی بہتر ہے: ''وإن کان ھناك لعب وغناء قبل أن یحضرھا فلا یحضرھا، لأنه لا یلزمه إجابة الدعوة إذا کان ھناك منکر'' (تبیین الحقائق ۷/ ۲۹)۔
- علامہ مرغینانی نے لکھا ہے کہ اگر ایسی دعوت قبول کرہی لیا ہے تو مجلس سے کنارہ کش رہے:

''ھذا إذا لم یکن مقتدی فإن کان ولم یقدر علی منعھم یخرج ولا یقعد؛ لأن فی ذلك شین الدین وفتح باب المعصیة علی المسلمین'' (ہدایہ ۴/ ۴۵۵) (مقالہ مولانا اکرام الحق ربانی ندوی)۔

دیگر آراء:

☆ مولانا عباس بن یوسف سعادتی کہتے ہیں کہ انسانی کان کی قوت برداشت 80-85db ہوتی ہے جبکہ ڈی جے کی آواز 80-120db ہوتی ہے، جس سے نقصان اغلبی بلکہ یقینی ہے۔

☆ مفتی محمد جہانگیر حیدر قاسمی کے نزدیک DJ کا استعمال مکروہ تحریمی ہے؛ کیونکہ اس سے صوتی آلودگی اور مختلف بیماریوں کے پھیلنے کا اندیشہ رہتا ہے۔

☆ مفتی تنظیم عالم قاسمی نے ڈی جے کے استعمال کو ظلم اور ایذا رسانی پر مشتمل ہونے کی وجہ سے گناہ کبیرہ میں شامل کیا ہے۔

ڈی جے (DJ) کے مفاسد:

☆ مولانا رحمت اللہ ندوی نے DJ کے مندرجہ ذیل مفاسد گنائے ہیں:

۱۔ انسان کی سماعت اور ماحول پر نقصان دہ اثر ڈالتا ہے۔

۲۔ آبادی کو بے سکون بنادیتا ہے۔

۳۔ مرض کی شدت بڑھ جاتی ہے اور مریض کو بے چین کر دیتا ہے۔

۴۔ نیند میں خلل ڈالتا ہے۔

۵۔ کام کاج، ذکر وتلاوت اور نماز یا گفتگو پر غلط اثر ڈالتا ہے۔

۶۔ قلبی امراض کا سبب بنتا ہے۔

☆ مفتی محمد جہانگیر حیدر قاسمی نے DJ سے ہونے والی بیماریوں کا ذکر کیا ہے کہ اس سے ذہنی ارتعاش، عارضہ قلب، گھبراہٹ، سماعت کی شکایت، متلی و قے، جلدی امراض، بہرہ پن، اختلاج اور چڑچڑاپن وغیرہ کا انسان شکار ہوجاتا ہے۔

۴۔ جلسوں اور مشاعروں میں ساؤنڈ سسٹم سے متعلق ہدایات پر عمل کا حکم:

سوال نمبر ۴۔ ہمارے معاشرہ میں مذہبی، سیاسی جلسوں اور مشاعروں کا رواج بھی عام ہے، قانونی اعتبار سے اس کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے، مثلاً رات کے دس یا ساڑھے دس بجے تک، کہ اس کے بعد پروگرام جاری نہیں رکھا جاسکتا، اسی طرح آواز کے بارے میں بھی تحدید ہوتی ہے کہ کس درجہ کا ساؤنڈ سسٹم ہونا چاہئے اور کتنے ساؤنڈ بکس رکھے جاسکتے ہیں؟ اس کا مقصد لوگوں کی صحت اور ماحولیات کا تحفظ دونوں ہوتا ہے؛ لیکن بہت سے لوگ ان ہدایات پر عمل نہیں کرتے، آواز کا شور پوری آبادی تک پہنچاتے ہیں اور رات رات بھر پروگرام چلائے جاتے ہیں، شرعاً ان قوانین کی پابندی کس درجہ میں ضروری ہے اور ان کی خلاف ورزی کا کیا حکم ہے؟

اس سلسلہ میں بھی تقریباً تمام حضرات کی رائے ہے کہ مفاد عامہ کے تحفظ کی خاطر مذہبی، سیاسی جلسوں اور مشاعروں کے لئے اگر حکومت کوئی قانون بناتی ہے یا ہدایات جاری کرتی ہے تو اس کی پابندی شرعاً لازم وواجب ہوگی، اس لئے کہ اس سے بھی صوتی آلودگی کی وجہ سے ضرر پہنچتا ہے اور دوسروں کے آرام میں بھی خلل واقع ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "یا أیہا الذین امنوا أطیعوا اللہ وأطیعوا الرسول وأولی الأمر منکم" (نساء: ۵۹)

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''السمع والطاعة علی المرء المسلم فیما أحب وکرہ مالم یؤمر بمعصیة، فإذا أمر بمعصیة فلا سمع ولا طاعة'' (بخاری: ۷۱۴۴)، ''طاعة الإمام فیما لیس بمعصیة فرض'' (درمختار ۴/ ۲۶۴)۔

☆ مولانا رحمت اللہ ندوی کا کہنا ہے کہ دیر تک جاگنے سے نماز فجر کے فوت ہونے کا اندیشہ رہتا ہے، اس کے علاوہ اس میں اسراف وتبذیر، ریاونمود، تفاخر وتکاثر، جمع مال کی حرص وہوس، مقابلہ آرائی بھی پائی جاتی ہے، اس لئے وقت مقررہ کی پابندی اور آواز کی مقدار کی رعایت ضروری اور اہم ہے۔

دیگر آراء:

- مفتی محمد شاہجہاں ندوی نے حکومت کی طرف سے اس سے متعلق ہدایات کی خلاف ورزی کو ناجائز کہا ہے جبکہ مفتی اشرف عباس قاسمی نے اس کی خلاف ورزی کو قانوناً اور شرعاً جرم قرار دیا ہے، ڈاکٹر یوسف قرضاوی کے حوالہ سے یہ عبارت پیش کی ہے:

''کل ما یضر الانسان من الضجیج المؤذی فہو محرم دیانة أیضا، ویزید أنہ من حق القضاء أن یمنعہ إذا رفع إلیہ، ومن حق المحتسب أن یمنعہ إذا رآہ ولم یرفعہ إلیہ أحد'' (الاسلام ووسائل مکافحة التلوث الفوضائی)۔

- مفتی محمد جعفر ملی رحمانی نے اس کی خلاف ورزی کو حرام قرار دیا ہے،

''أجمع العلماء علی وجوب طاعة أولی الأمر من الأمراء والحکام'' (الموسوعة الفقہیہ ۲۸/ ۳۲۳) (مولانا عبدالحق ندوی)۔

- مولانا اقبال احمد قاسمی اور مفتی محمد نصر اللہ ندوی کا کہنا ہے کہ پروگرام کے تعلق سے پرمیشن لینا ایک طرح کا عہد وپیمان ہے، لہذا اس کا پاس ولحاظ رکھنا واجب ہوگا، اور اس کی خلاف ورزی ناجائز اور گناہ ہے، "وأوفوا بالعہد إن العہد کان مسئولا" (سورۂ اسراء: ۳۴) (مفتی محمد اسعد پالنپوری)۔

- مولانا ضیاء الدین قاسمی ندوی اور مولانا محمد صادق مبارکپوری نے اس کی خلاف ورزی کو جرم قرار دیا ہے (مولانا ابوسفیان مفتاحی کے نزدیک قانوناً و

شرعاً جرم ہے، مفتی ارشاد عالم قاسمی)۔

- مولانا عبیداللہ ندوی کے نزدیک خلاف ورزی کرنے سے گناہگار ہوگا اور مستحق سزا بھی۔ مفتی راشد حسین ندوی اور مولانا محمد احسن عبدالحق ندوی کے نزدیک تعزیری سزا جاری کی جائے گی۔
- خلاف ورزی پر حکومت یا سوسائیٹی تادیبی کارروائی کرسکتی ہے (مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی، مولانا قمرالزماں ندوی)۔
- مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی نے اس رائے کا اظہار کیا کہ اگر حکام کا خطرہ نہ ہو اور عزت نفس متاثر نہ ہوتی ہو تو ٹائم سے زیادہ بھی جلسوں اور مشاعروں کو جاری رکھا جاسکتا ہے۔
- قانون کی خلاف ورزی شرعاً مکروہ تحریمی ہے (مفتی محمد جہانگیر حیدر قاسمی، مفتی راشد حسین ندوی)۔
- مفتی تنظیم عالم قاسمی کا کہنا ہے کہ قانون کی خلاف ورزی اگرچہ فی نفسہ حرام اور گناہ کبیرہ ہے مگر اس کے عام ہوجانے کی وجہ سے حکم لگانے میں احتیاط کا پہلو اختیار کیا جانا چاہئے۔
- خلاف ورزی ممنوع وحرام ہے اور حکومت کو سزا دینے کا اختیار ہے (مولانا محمد مصطفی قاسمی)۔
- قانون کی پابندی ہر شہری پر واجب ہے (مفتی سید باقر ارشد قاسمی، مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی)۔
- مولانا اختر امام عادل قاسمی کہتے ہیں کہ رات بھر کے پروگراموں میں ایک خرابی یہ ہے کہ عشاء کا مستحب وقت ایک تہائی شب بھی مان لیں تو عشاء کے بعد غیر ضروری گفتگو یا تبادلہ خیال جو کہ نماز فجر پر اثر انداز ہو، از روئے حدیث ناپسندیدہ ہے۔
- مولانا ثوبان اعظم قاسمی اور مولانا اقبال احمد قاسمی نے مفتی تقی عثمانی صاحب کے حوالہ سے لاؤڈ اسپیکر کے استعمال پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے (دیکھا جائے ان کا مقالہ)۔

دلائل:

اس سے متعلق اکثر دلائل سابق میں گزر چکے ہیں، چند دوسرے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ ''ولكن يمنع من ذلك لكونه مخالفة لأولي الأمر إذا كانت الحكومة إسلامية، ولكونه عرضا للنفس لعقوبات قانونية إذا كانت الحكومة غير إسلامية'' (تکملہ فتح الملہم ۱/ ۵۹۰) (مولانا محبوب فروغ قاسمی)۔

۲۔ ''أنكر عليهم رفع الصوت المؤدي لتشويش بعضهم على بعض'' (ذخيرة العقبى في شرح المجتبى ۱۱/ ۶۶۹)

(مفتی محمد عارف باللہ قاسمی)۔

۳۔ ''لو قرأ على السطح والناس ينام يأثم أي لأنه يكون سببا لإعراضهم عن استماعه، أو لأنه يؤذيهم بإيقاظهم'' (ردالمحتار ۱/ ۵۴۶) (مفتی محمد عارف باللہ قاسمی)۔

۴۔ مفتی تقی عثمانی صاحب ایک فتوی کے جواب میں لکھتے ہیں:

اگر اس کی آواز ان لوگوں تک پہنچتی ہے جو مجلس میں حاضر نہیں ہیں، اور ان کی نیند وغیرہ میں خلل اندازی ہوتی ہے، یا اس سے تلاوت کلام پاک کی بے حرمتی کا امکان ہے تو مائیکروفون میں تلاوت کرنا درست نہیں (فتاوی عثمانی ۱/ ۱۸۸) (مفتی محمد عارف باللہ قاسمی)۔

☆ بعض دوسرے دلائل متعدد مقالہ نگاروں نے مفتی تقی عثمانی صاحب کے حوالہ سے ذکر کئے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ ایک واعظ حضرت عائشہؓ کے مکان کے بالکل سامنے بہت بلند آواز سے وعظ کہا کرتے تھے، ان کی آواز بہت بلند تھی جس سے حضرت عائشہؓ کی یکسوئی میں فرق ہوتا تھا، خلیفۂ وقت حضرت عمر فاروقؓ سے انہوں نے شکایت کی، تو حضرت عمر فاروقؓ نے ان کو وہاں وعظ کہنے سے منع کردیا، کچھ دنوں

کے بعد واعظ نے پھر اسی جگہ وعظ کہنا شروع کر دیا، حضرت عمر فاروقؓ کو اطلاع ملی تو خود جا کر ان کو پکڑا اور تعزیری سزا جاری کی (اخبار المدینہ ۱/ ۱۵)۔

۲۔ حضرت عائشہؓ صرف اپنی تکلیف کا ازالہ ہی نہیں کرنا چاہتی تھیں بلکہ دراصل وہ اسلامی معاشرت کے اس اصول کو واضح کرنا اور نافذ کرنا چاہتی تھیں کہ کسی کو کسی سے کوئی تکلیف نہ پہنچے، نیز یہ بتانا چاہتی تھیں کہ دین کی دعوت وتبلیغ کا پروقار طریقہ کیا ہے۔

۳۔ ایک مرتبہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ نے ایک واعظ کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا کہ اپنی آواز ان ہی لوگوں کی حد تک محدود رکھو جو تمہاری مجلس میں بیٹھے ہیں اور انہیں بھی اسی وقت تک دین کی باتیں سناؤ جب تک ان کے چہرے تمہاری طرف متوجہ ہوں جب وہ چہرے پھیر لیں تو تم بھی رک جاؤ (مجمع الزوائد ۱/ ۱۹۱)۔

۴۔ مشہور محدث حضرت عطا بن ابی رباح فرماتے ہیں کہ عالم کو چاہئے کہ اس کی آواز اس کی اپنی مجلس سے آگے نہ بڑھے۔

(ادب الاملاء و الاستملاء، صفحہ ۵)۔

۵۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ جب تہجد کے لئے بیدار ہوتے تو اپنے بستر سے آہستگی سے اٹھتے تھے تاکہ سونے والوں کی نیند خراب نہ ہو۔

۶۔ تمام فقہاء امت اس پر متفق ہیں کہ تہجد کی نماز میں اتنی بلند آواز سے تلاوت کرنا جس سے کسی کی نیند خراب ہو ہرگز جائز نہیں، فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے گھر کی چھت پر بلند آواز سے تلاوت کرے جبکہ لوگ سو رہے ہوں تو تلاوت کرنے والا گنہگار ہوگا۔

(خلاصۃ الفتاوی ۱/ ۱۰۳، بحوالہ فکر ونظر)۔

۷۔ ماہنامہ البلاغ محرم ۱۴۰۷ھ کی اشاعت میں ایک استفتاء کا جواب یوں شائع ہوا تھا جس میں پوچھا گیا تھا کہ تراویح کے دوران بیرونی لاؤڈ اسپیکر زور سے کھولنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

یہ سوال مختلف علماء کے پاس بھیجا گیا اور سب نے متفقہ جواب یہی دیا کہ ان حالات میں (حالات ووجوہات کو استفتاء میں اختصار کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے) تراویح کی تلاوت میں بیرونی لاؤڈ اسپیکر بلا ضرورت زور سے کھولنا شرعاً جائز نہیں ہے، سچائی اور واقعہ یہ ہے کہ یہ کوئی اختلافی مسئلہ نہیں ہے، اس پر تمام مکاتب فکر کے علماء متفق ہیں۔

فضائی اور صوتی آلودگی سے متعلق چند تجاویز:

مفتی عبد الرشید قاسمی نے فضائی اور صوتی آلودگی کو کم کرنے سے متعلق چند تجاویز دی ہیں جنہیں ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

۱۔ حکومت اے سی بنانے والی کمپنیوں کو پابند کرے کہ وہ ۲۶/ ڈگری سیلسیس سے کم اے سی نہ بنائیں جیسا کہ چین نے کیا۔ اس سے بجلی کا استعمال بھی کم ہوگا اور گلوبل وارمنگ (Global Warming) کی بھی کمی ہوگی۔ باہر کی کمپنیوں سے جو ایئر کنڈیشن امپورٹ (Import) کئے جائیں ان میں بھی یہی پابندی ہو۔ اسپتالوں کے لیے کم ٹمپریچر والے اے سی درآمد کئے جاسکتے ہیں اگر حکومت یہ کام نہیں کرتی تو لوگوں کو چاہئے کہ وہ اتنے کم ٹمپریچر پر اے سی نہ چلائیں کہ گرمی میں کمبل اوڑھنا پڑے۔

۲۔ حکومت ڈیزل کی چھوٹی گاڑیوں پر پابندی لگائے اور اس کے لیے ڈیزل گاڑیاں بنانے والی کمپنیوں کو پابند کیا جائے تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ پلاسٹک تھیلا بنانے والی کمپنیوں کو پابند کیا جائے کہ وہ مخصوص سائز کی ہی تھیلیاں بنائیں جن کی سخت ضرورت ہو، روزمرہ بازاروں میں استعمال ہونے والے تھیلے نہ بنائے۔ عوام کو پابند کرنے سے کوئی فائدہ نہیں، جب پلاسٹک کے تھیلے ہی نہیں بنیں گے تو ان کا استعمال خود بخود بند ہو جائے گا۔

۳۔ جو پلاسٹک کے تھیلے استعمال ہوں انہیں ری سائیکل (Recycle) کر کے اینٹیں بنالی جائیں اور چونکہ یہ کام ہر فرد نہیں کرسکتا اس لئے حکومت

اس کا انتظام کرے۔

۴۔ گاڑیوں میں جو ہارن کمپنیوں کی طرف سے گاڑی میں لگے ہوتے ہیں وہ کافی (Sufficient) ہوتے ہیں، عام گاڑیوں میں زائد ہارن یا ہوٹر وغیرہ پر پابندی ہوتی ہے لیکن عمل نہیں ہوتا، ضرورت ہے کہ اس پر سختی سے عمل کرایا جائے۔

۵۔ ڈیزل سے چلنے والی گاڑیاں استعمال کرنے سے گریز کیا جائے۔

۶۔ ایندھن سے چلنے والی گاڑیوں کا استعمال کم سے کم کریں، جہاں تک ہو سکے میٹرو کا استعمال کریں۔

۷۔ سائیکل سواری کو فروغ دیا جائے۔لوگوں کو پبلک ٹرانسپورٹ استعمال کرنے کے لیے اکسایا جائے۔

۸۔ شمسی توانائی (Solar System) کو فروغ دیا جائے۔

۹۔ کارخانہ اور فیکٹری والے صنعتی فضلات کو صاف کرنے والے آلات لگوائیں۔

۱۰۔ اسکول، کالج، مدارس میں بچوں کی مستقل ذہن سازی کی جائے، اور انہیں فضائی وصوتی آلودگی کی سنگینی بتائی جائے۔

۱۱۔ اس غفلت سے بیدار کیا جائے کہ کم از کم لوگ لمبے لمبے جام اور بھیڑ بھاڑ علاقوں میں بلاضرورت ہارن نہ بجائیں۔

۱۲۔ جلسوں، جلوسوں، تیوہاروں اور تقریبات میں بقدر ضرورت مائک کے استعمال کی تاکید کی جائے۔

۱۳۔ محراب و ممبر سے لوگوں کو آلودگی کے سنگین نتائج سے آگاہ کرایا جائے۔

۱۴۔ تمام مذاہب کے رہنماؤں اور دانشوروں کو جمع کر کے یہ ذمہ داری سپرد کی جائے کہ وہ اپنے متبعین کو سمجھائیں۔

۱۵۔ ایک دوسرے سے اس موضوع پر خوب بات چیت کی جائے۔اسے مہم بنا کر شہر شہر قریہ قریہ جا کر لوگوں کو بیدار کیا جائے۔

نوٹ:.....بعض مقالات اس موضوع پر عمومی تھے، اور بعض مقالات آخری تاریخوں میں اکیڈمی کو موصول ہوئے، اس لئے ان سب سے تلخیص میں استفادہ نہ کیا جاسکا۔

☆☆☆

عرض مسئلہ:

فضائی آلودگی

ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی [1]

الحمد لله الذی أنارقلوب عباده المتقين بنوركتابه المبين والصلاة والسلام علی أشرف المرسلين وآله وأصحابه الطيبين الطاهرين ومن تبعهم باحسان إلی يوم الدين. أمابعد!

اس عاجز کو فضائی آلودگی کے سوالات نمبر ۱ تا ۶ پر آنے والے جوابات کا عرض مسئلہ کی ذمہ داری دی گئی ہے، اس موضوع پر اکیڈمی کو کل ۵۶ مقالات اب تک موصول ہوئے ہیں جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

ڈاکٹر شاہ جہاں ندوی، مولانا حافظ کلیم اللہ عمری، مولانا محمد صابر حسین ندوی، مفتی راشد حسین ندوی، ظفر الاسلام صدیقی، مولانا عبید الرحیم سعادتی، مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی، مولانا محمد صفوان، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، ڈاکٹر عبداللہ جولم، مولانا روح الامین سعادتی، مولانا عبید اللہ ندوی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا اختر امام عادل، مولانا شکیل اسلام پوری، مفتی محمد اسعد پالنپوری، مولانا عباس بن یوسف، مولانا ضیاء الدین قاسمی، مولانا رحمت اللہ ندوی، مولانا اکرام الحق ربانی، مولانا محمد صادق مبارکپوری، مفتی سید باقر ارشد بنگلوری، مولانا عبدالخالق ندوی، مفتی محفوظ الرحمن بستوی، مفتی عارف باللہ قاسمی، مفتی محمد جعفر ملی رحمانی، مولانا ولی اللہ مجید قاسمی، مفتی محمد عثمان بستوی، مولانا محمد قمر الزماں ندوی، مفتی عبدالرشید قاسمی، مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا عبد الرب واپی، مفتی جمیل احمد نذیری، ڈاکٹر محی الدین غازی، مولانا ذکی الرحمن غازی، مفتی سعید الرحمن قاسمی، مفتی محمد الیاس قاسمی، مولانا اشرف عباس قاسمی، مفتی عابد الرحمن بجنوری، مفتی محمد احسن عبدالحق ندوی، مفتی اقبال احمد قاسمی، مولانا ندیم احمد انصاری، مفتی عبدالمنان، مفتی عبدالحمید قاسمی، مفتی محمد نصر اللہ ندوی، مولانا محمد مصطفی قاسمی، مولانا محمد ثوبان اعظم قاسمی، مفتی تنظیم عالم قاسمی، مفتی ارشاد عالم قاسمی، مولانا جلال الدین چودھری، مولانا محمد یوسف کوئی۔

پہلا سوال یوں ہے: عام طور پر پکوان میں ایندھن کے طور پر لکڑی، کوئلہ، گوبر، گیس اور بجلی کا استعمال ہوتا ہے، ان میں بعض چیزیں دھواں چھوڑنے والی ہیں، جن سے ماحول آلودہ ہوتا ہے اور بعض دھواں پیدا نہیں کرتیں، لیکن ممکن ہے کہ وہ نسبتاً مہنگی ہوں، تو جو شخص ایسے وسائل استعمال کرنے پر قادر ہو، کیا اس کے لئے ارزاں ہونے کی وجہ سے آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال درست ہوگا؛ جبکہ اس سے اجتماعی ضرر پیدا ہوتا ہے؟

مقالہ نگاروں کی آراء چند نقاط پر مشتمل ہیں:

۱۔ مستطیع کے لئے زیادہ آلودگی والا ایندھن استعمال کرنا درست نہیں، اس کے قائلین مولانا اکرام الحق ربانی، مفتی صادق مبارک پوری، مفتی سید باقر ارشد بنگلوری، مفتی محفوظ الرحمن بستوی، مفتی محمد جعفر ملی رحمانی، مفتی عارف باللہ قاسمی، مفتی رحمت اللہ ندوی، مولانا عبید اللہ ندوی، مفتی محمد احسن عبدالحق ندوی، مفتی الیاس قاسمی، مولانا عبدالرب واپی، مفتی ولی اللہ مجید قاسمی، مولانا محی الدین غازی، مولانا قمر الزماں ندوی، مفتی عبدالرشید قاسمی، مولانا عمر بن یوسف، ڈاکٹر عبداللہ جولم ہیں، جبکہ مفتی اشرف عباس قاسمی لکھتے ہیں: زیادہ آلودگی والے ایندھن سے گریز کرنا چاہئے، اور مولانا ارشاد عالم کے یہاں مہنگی ہونے کے باوجود مستطیع کے لئے مناسب ہے۔

۲۔ مولانا محمد ضیاء الدین قاسمی، مولانا ثوبان اعظم، مولانا ندیم انصاری، مفتی عبدالمنان، مولانا عبید الرحیم سعادتی کم آلودگی والے ایندھن کے استعمال کو مستحسن اور افضل قرار دیتے ہیں۔

۳۔ مولانا عباس بن یوسف، مفتی نصر اللہ ندوی، مفتی تنظیم عالم قاسمی، مولانا راشد حسین ندوی زیادہ آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کے استعمال کو

---

[1] سابق شیخ الحدیث دار العلوم مئو۔

مکروہ کہتے ہیں۔

۴۔ جبکہ مفتی محمد اسعد پالنپوری اسے حرام کہتے ہیں، مولانا جلال الدین چودھری کے یہاں اگر یہ ضرر سبب ہلاکت ہے تو حرام اور اگر مشقت و مرض کا سبب بنے تو مکروہ ہوگا۔

۵۔ مولانا کلیم اللہ عمری مدنی مستطیع کے لئے یہ ممنوع ہے، جبکہ مولانا سعید الرحمن قاسمی کے یہاں مستطیع کے لئے ممنوع ہونا چاہئے۔

۶۔ ضرر متیقن وضرر مظنون کی صورت میں استعمال جائز نہیں، یہاں ضرر موہوم ہے اس لئے زیادہ دھویں والا ایندھن استعمال کرنا جائز مع کراہت ہے، یہ رائے مولانا شکیل صاحب کی ہے، مولانا اختر امام عادل لکھتے ہیں: بظن غالب نقصان کا علم ہو تو مستطیع کے لئے احتیاط ضروری ہے، موصوف نے ضرر فاحش اور اس کا معیار، نیز ضرر عند الائمہ الاربعہ کیا ہے؟ اس سے متعلق بہت سی علمی اور معلوماتی گفتگو بھی فرمائی ہے۔

مفتی جمیل احمد نذیری اور دار الافتاء مرکزی دار العلوم سلفیہ بنارس کی بھی رائے تھوڑے الفاظ کے فرق کے ساتھ یہی ہے۔

۷۔ ضرر عام کی وجہ سے مستطیع کے لئے مہنگا ایندھن استعمال کرنا واجب ہے، اس رائے کے قائلین مفتی عابد الرحمن مظاہری، مولانا صابر حسین ندوی، راقم ظفر الاسلام، مفتی محبوب علی وجیہی، مظاہر حسین عماد قاسمی، عبد الخالق ندوی وغیرہ ہیں۔

۸۔ مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا محمد صفوان، مفتی اقبال احمد صاحب سستا ایندھن استعمال کرنے کو شرعاً، عرفاً اور قانوناً ناجائز لکھتے ہیں، اس کے برخلاف ڈاکٹر شاہجہاں ندوی گوبر، کوئلہ اور لکڑی کے دھویں کو اور اس کے ضرر کو گیس اور بجلی کے نقصان سے کمتر قرار دیتے ہیں، موصوف لکھتے ہیں: لکڑی گوبر وغیرہ کے استعمال سے پیدا ہونے والے دھویں کا ضرر جدید وسائل کے ذریعہ تیار پکوان کے منافع سے کم ہے، خصوصیت سے بجلی گیس کا نقصان آلودگی والے پکوان سے بڑھ کر ہے، سائنس دانوں کے نزدیک اس سے کینسر کا خطرہ ہے۔

۹۔ مولانا روح الامین لکھتے ہیں: مذکورہ ایندھن کا ضرر ضرر بین وفاحش نہیں ہے اور نہ ہی یقینی ومظنون ہے، اس لئے قدرت کے باوجود زیادہ آلودگی والا ایندھن درست ہے۔

۱۰۔ جہاں مختصر آبادی ہے اور فضا صاف ستھری ہے اور عام لوگوں کو ان کے استعمال سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا ہے، ایسی جگہوں میں استعمال درست ہے ؛ کیونکہ نہ تو ان چیزوں کی حرمت منصوص ہے، نہ ہی قیاساً واجتہاداً انہیں حرام قرار دیا جاسکتا ہے، یہ رائے مولانا عبد الجمید قاسمی کی ہے۔

۱۱۔ مفتی محمد عثمان بستوی لکھتے ہیں: جن مقامات پر لوگ زیادہ آلودگی والے ایندھن استعمال کرتے ہوں ان جگہوں پر کم آلودگی والے ایندھن پر قدرت کے باوجود زیادہ آلودگی والے ایندھن کا استعمال جائز ہے؛ لیکن ضرر عام کی وجہ سے کم آلودگی والے ایندھن کا استعمال افضل وبہتر ہے، اگر کوئی علاقہ ایسا ہے جہاں عام طور سے کم آلودگی والے ایندھن ہی استعمال ہوتے ہوں تو اس جگہ کم آلودگی والے ایندھن پر قدرت کے وقت زیادہ آلودگی والا ایندھن استعمال کرنا جائز نہیں، قدرت نہ ہو تو مجبوری ہے۔

دلائل:

"إن الله لا يصلح عمل المفسدين" (یونس: ۸۱)۔

"وإذا تولى سعى في الأرض ليفسد فيها ويهلك الحرث والنسل والله لا يحب الفساد" (سورۂ بقرہ: ۲۰۵)۔

"كلوا واشربوا من رزق الله ولا تعثوا في الأرض مفسدين" (سورۂ بقرہ: ۶۰)۔

''والله لا يؤمن، قيل: ومن يا رسول الله؟ قال: الذى لا يأمن جاره بوائقه'' (بخاری ۲/ ۹۸۸)۔

''لا ضرر ولا ضرار'' (سنن ابن ماجہ: ۲۳۴)، ''الضرر يزال'' (الاشباہ والنظائر ۱/ ۴۱)۔

''يمنع من أحدث اصطبلا عند بيت جاره لما فيه من الضرر ببول الدواب وزبلها وحركتها فى الليل والنهار المانعة من النوم'' (التاج والاکلیل ۷/ ۱۳۴)۔

سوال نمبر ۲۔ گاڑیاں ایک اہم ضرورت ہیں، لیکن ان کے لئے بھی ایندھن مطلوب ہے، یہ ایندھن ڈیزل، پٹرول اور کئی قسم کی گیسوں کی شکل میں قابل استعمال ہوتا ہے اور اب اس میدان میں بھی شمسی توانائی کو قابل استعمال بنانے کی کوشش کی جارہی ہے، ڈیزل میں بہت زیادہ، اس سے کم پٹرول میں اور اس سے بھی کم گیس میں دھواں خارج ہوتا ہے، ایسی صورت میں حکومت کی طرف سے ڈیزل کے استعمال کی ممانعت کردی جائے، یا کسی خاص گاڑی کے لئے گیس ہی کے استعمال کو لازم کردیا جائے تو عوام کے لئے اس قانون پر عمل کرنا شرعاً واجب ہوگا یا نہیں؟ اور اگر حکومت کی طرف سے کوئی ہدایت نہیں ہو تب بھی لوگوں کو ضرر سے بچانے اور ماحول کو پاک وصاف رکھنے کے لئے کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کو ترجیح دینے کی شرعاً کیا حیثیت ہوگی؟

اس کے تحت بھی مقالہ نگاروں کی آراء مختلف ہیں، عباس بن یوسف نے ضرر کی نوعیت کا اعتبار کیا ہے، اگر ضرر غیر تلافی ہے تو کم آلودگی والا ایندھن ضروری ہوگا، اور اگر تلافی نقصان ہے تو کم آلودگی والا مقدم ہوگا، عمر بن یوسف کہتے ہیں کہ گاڑی والے کو اپنی استطاعت کے مطابق ایندھن استعمال کرنے کی گنجائش ہے، اگر اس کو مکلف بنالیا جائے تو بھاری خرچ آئے گا جس سے عامۃ الناس متاثر ہوں گے۔

مولانا ضیاء الدین قاسمی لکھتے ہیں کہ چونکہ ہندوستان کے پاس اتنے وسائل نہیں کہ ہر گھر کو شمسی توانائی اور گیس فراہم کی جائے، اس لئے تمام تر خطرات کے باوجود اسے ممنوع قرار نہیں دیا جاسکتا، مگر ہاں خاص خاص گاڑیوں کے لئے جیسے روزانہ روڈ پر دوڑنے والی خاص گاڑیاں، ضرورت سے زیادہ گاڑیاں کسی فیملی میں پائی جائیں جو محض فیشن اور ترفع کی علامت ہیں، ان میں ڈیزل اور پٹرول کے استعمال کو ممنوع قرار دیا جائے لیکن ضروری اشیاء کے جو ذرائع حمل ونقل ہیں ان میں گیس کو لازم قرار نہ دیا جائے؛ کیونکہ اس سے خرچ زیادہ ہوگا جس کا اثر یہ ہوگا کہ خریدنے والا مہنگے داموں میں خریدے گا، تلقی رکبان وغیرہ اسی سبب سے تو منع ہے۔

مولانا اکرام الحق ربانی کی بھی یہی رائے ہے، وہ مزید لکھتے ہیں کہ گیس کے استعمال سے مطلوبہ رفتار حاصل نہیں ہوتی اور انجن جلد خراب ہوجاتا ہے، مولانا اختر امام عادل نے چھوٹے وبڑے شہروں وکھلی آبادیوں میں فرق کیا ہے، بڑے شہروں میں حکومت کی پابندی درست ہے، ممانعت نہ ہو تو بھی کم آلودگی والے ایندھن مستحب ہیں، بقیہ تمام مقالہ نگار حکومت کے قانون پر عمل کرنا واجب قرار دیتے ہیں، ان میں سے بعض جیسے مولانا سعید الرحمن قاسمی، مولانا اشرف عباس قاسمی وغیرہ ہتک عزت کے خطرہ سے لازم قرار دیتے ہیں کہ حکومت کی گرفت میں آنے کے بعد جان ومال دونوں کا خطرہ ہے۔

ڈاکٹر عبدالحمید محمود طہماز کی کتاب "الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید" (۱۶/۳) کی عبارت: "طاعة ولي الأمر في غير معصية الله" سے مفتی محمد اسعد پالنپوری نے استدلال فرمایا ہے، مزید دلائل درج ذیل ہیں:

"ولا يسعر حاكم إلا إذا تعدى الأرباب من القيمة تعديا فاحشا فيسعر مشورة أهل الرأى" (درمختار على الرد ۵/ ۲۸۳ كتاب الحظر والاباحة)۔

"اطاعة الإمام في غير المعصية واجبة فلو أمر الإمام بصوم يوم وجب" (شرح حموى على الاشباه/ ۲۲۲)۔

"أمر السلطان إنما ينفذ أى يتبع ولا تجوز مخالفته" (كتاب الفقهاء ۵/ ۳۸۲، شامی)۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کہتے ہیں: "أقول لما كان الامام منصوبا لنوعين من المصالح اللذين بهما انتظام الملة والمدن... الخ" (حجة الله البالغه ۲/ ۲۰۰ باب طاعة الامام ، صحيح مسلم: كتاب الامارة ،باب وجوب طاعة الدارة ۲۴۳، حديث: ۱۴۴۷)۔ ......"قرية فيها كلاب كثيرة ولأهل القرية منها ضرر يؤمر أرباب الكلاب أن يقتلون الكلاب فإن أبوا رفع الأمر إلى القاضي حتى يلزمهم ذلك" (ہندیہ ۵/ ۳۶۰)۔

سوال نمبر ۳۔ روشنی کے حصول کے لئے اس وقت جو ذریعہ استعمال کیا جاتا ہے، وہ بنیادی طور پر الیکٹرک اور اس کے نہ ہونے کی صورت میں جنریٹر ہے، جنریٹر مٹی کے تیل سے بھی چلتا ہے اور ڈیزل، پٹرول اور گیس سے بھی، مٹی کے تیل اور ڈیزل سے چلنے والے جنریٹر بہت زیادہ دھواں چھوڑتے ہیں، اور بہت سی جگہوں پر حکومت کی طرف سے اس کے استعمال کی ممانعت بھی ہوتی ہے، کیا ایسی صورت میں شرعاً کم دھواں پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال واجب ہوگا؛ تاکہ ماحول کو اس کے نقصان سے بچایا جاسکے؟

مولانا ضیاء الدین قاسمی لکھتے ہیں: جولوگ رقم بچانے کے لئے مٹی کا تیل ڈیزل میں یا صرف مٹی کا تیل جنریٹر میں استعمال کرتے ہیں ان پر تو پابندی لگانی چاہئے؛ لیکن جولوگ صرف ڈیزل ڈال کر چلاتے ہیں تو جنریٹر تو ڈیزل ہی سے استعمال کے لئے بنایا گیا ہے۔ مفتی ارشاد عالم کے یہاں پابندی ہو یا نہ ہو کم آلودگی والے ایندھن کو ترجیح ہوگی۔ مولانا روح الامین کے نزدیک زیادہ دھوئیں والا جنریٹر استعمال کرنا شرعاً جائز نہیں، مفتی محبوب علی وجیہی صاحب کہتے ہیں کہ گیس دستیاب ہو تو مٹی کا تیل وغیرہ استعمال نہیں کرنا چاہئے، مولانا محمد قمر الزماں ندوی کے نزدیک گریز کرنا ضروری ہوگا، مولانا شکیل اسلام پوری بھی آلودگی والے ایندھن کے عدم جواز کے قائل ہیں، بقیہ تمام مقالہ نگار کم دھواں پیدا کرنے والے ایندھن کے وجوب کے قائل ہیں۔

سوال نمبر ۴۔ ایندھن کے مذکورہ وسائل کے ساتھ ساتھ اس وقت شمسی توانائی کا استعمال کافی بڑھ رہا ہے، حکومت بھی اس کے لئے بعض سہولتیں فراہم کررہی ہیں، اس میں ایک بار ضرور خطیر رقم خرچ ہوتی ہے؛ لیکن آئندہ وہ برقی بل سے بچ جاتا ہے، کیا شرعی نقطہ نظر سے صاحب استطاعت افراد واشخاص، مساجد ومدارس اور اداروں کے لئے آلودگی سے محفوظ اس توانائی کا استعمال مستحب اور مستحسن عمل نہیں ہوگا؟

مولانا اشرف عباس قاسمی صاحب لکھتے ہیں کہ اگر واقعۃً برقی بل کے بجائے شمسی توانائی کا نظام زیادہ نافع اور کارآمد ہے تو اصحاب استطاعت کے لئے مستحسن قرار پائے گا؛ لیکن بہت سے مقامات پر نتائج توقع کے مطابق نہیں آتے ہیں، لہٰذا مدارس ومساجد کو اس نظام کے اپنانے سے پہلے اچھی طرح حالات کا مشاہدہ کرلینا چاہئے کہیں ایسا نہ ہو کہ اچھا خاصہ اجتماعی سرمایہ اس نام پر ضائع ہوجائے۔ مفتی جمیل احمد نذیری صاحب کہتے ہیں کہ استطاعت اشخاص واداروے جہاں ہیں وہاں یہ سہولت اگر فراہم ہو تو صاحب استطاعت اشخاص وادارے شمسی توانائی استعمال کرسکتے ہیں، مگر مستحسن ہونا احقر کو سمجھ میں نہیں آیا؛ کیونکہ بجلی کے ذریعہ کوئی قابل ذکر آلودگی سمجھ میں نہیں آتی، سوائے مہنگا اور سستا ہونے کے۔

بڑے ادب کے ساتھ راقم عرض کرتا ہے کہ وسائل کل تین ہیں: ۱۔ الیکٹرک، ۲۔ ڈیزل، پٹرول، گیس، ۳۔ شمسی توانائی۔

اب سوال ہے کہ الیکٹرک کے نہ ہونے کی صورت میں مستطیع حضرات مساجد ومدارس واداروں کے لئے جبکہ حکومت کی طرف سے کوئی پابندی ابھی زیادہ آلودگی والے ایندھن کے استعمال پر نہ ہو تو کیا شمسی توانائی کا استعمال مستحب اور مستحسن عمل ہوگا؟

ظاہر ہے اس کا جواب مثبت ہوگا۔ یعنی ہاں اس کا استعمال مستحب اور مستحسن ہوگا؛ کیونکہ اس نے ضرر عام سے حفاظت کی غرض سے دوصورتوں میں سے بہتر صورت اختیار کیا جس کے خلاف کرنے پر حکومت کی طرف سے کوئی بندش اور گرفت بھی نہ تھی۔

سوال نمبر ۵۔ صنعتی ترقی کے اس دور میں چھوٹے بڑے کارخانوں کی بہتات ہے اور یہ یقیناً موجودہ دور کی ایک ضرورت ہیں؛ لیکن کارخانوں میں جو ایندھن استعمال کیا جاتا ہے وہ بہت دھواں پیدا کرنے والا ہوتا ہے، اور جو صنعتی فضلات باہر پھینکے یا بہائے جاتے ہیں وہ فضائی آلودگی پیدا کرتے ہیں، اس لئے حکومت نے اس کے لئے کئی قوانین بھی بنائے ہیں، کہ کارخانے آبادیوں سے باہر ہوں، ان کی چمنیوں کو ایک خاص سطح تک اونچا رکھا جائے، کم سے کم ایسا ایندھن استعمال کیا جائے، جو آلودگی پیدا کرنے کا باعث نہ ہو اور فضلات کو تحلیل کرنے کی تدبیر اختیار کی جائے، یہ قوانین انسانی بھلائی کے ہی نقطہ نظر سے بنائے گئے ہیں تو شرعاً ایسے قوانین کی خلاف ورزی کرنے کا کیا حکم ہوگا؟

اس کے جواب میں مقالہ نگاروں کی آراء چار نقاط پر مشتمل ہیں: خلاف ورزی درست نہیں، اس کے قائلین درج ذیل ہیں: مولانا ابوسفیان مفتاحی، مفتی ارشاد عالم، مولانا اختر امام عادل، مفتی نصر اللہ، مفتی جمیل احمد نذیری، دار الافتاء مرکزی دار العلوم سلفیہ بنارس، مفتی عبد الرشید بھی یہی کہتے ہیں، مگر آگے تحریر فرماتے ہیں کہ حکومت کی طرف سے جو تعاون ملنا چاہئے وہ نہیں مل پارہا ہے، اسی لئے یہ سب پریشانیاں ہیں۔

۲۔ مولانا ندیم احمد انصاری کے نزدیک مکروہ ہے، مفتی عبد المنان کا یہی قول ہے اور مولانا عبد الخالق ندوی بھی یہی کہتے ہیں مگر جب جان ومال کا خطرہ ہو تو خلاف ورزی ناجائز ہوگی۔

۳۔ مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی کے نزدیک یہ حرام ہوگی، مفتی محمد صادق کے یہاں یہ جرم ہے، بقیہ سارے حضرات عدم جواز کے قائل ہیں۔

درج ذیل حضرات تادیبی کارروائی کے بھی قائل ہیں:

مفتی سید باقر ارشد خلاف ورزی پر جرمانہ عائد کیا جائے، مولانا محفوظ الرحمن بستوی خلاف ورزی پر مناسب ضمان وتاوان لازم کیا جائے، مولانا مفتی

محمد جعفر ملی رحمانی قانونی کاروائی اور تعزیر جائز ہوگی، راقم کا بھی یہی خیال ہے کہ تعزیرات ہند کے تحت لاکر جرمانہ عائد کیا جائے، مولانا عبید اللہ اور مفتی محبوب علی وجیہی صاحب کے یہاں خلاف ورزی مستحق سزا ہے، مولانا عبد الحمید خلاف ورزی تو جائز نہ ہوگی لیکن کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی آڑ میں لوگوں کے لئے دشواری پیدا کرے، دار الافتاء مرکزی دار العلوم سلفیہ بنارس تادیبی کارروائی ہونی چاہئے، جو عبرتناک اور دردناک ہو، مولانا قمر الزماں ندوی خلاف ورزی کی صورت میں حکومت کمپنی کے لائسنس کو منسوخ یا ضبط کرلے، مفتی محمد احسن عبد الحق خلاف ورزی جرم ہے، مولانا محمد مصطفی آواپوری کہتے ہیں: حکومت کو چاہئے کہ ایسے تمام باغیوں کو قتل کردے یا پھانسی پر لٹکادے۔

سوال نمبر ۶۔ انسانی خوراک کا ایک اہم حصہ جانور ہیں، جن سے لحمی غذا حاصل کی جاتی ہے، جانور کے قابل استعمال اجزاء کے حاصل کرنے کے بعد بعض اجزاء جیسے خون، اوجھڑی وغیرہ ضائع کردی جاتی ہیں، بمقابلہ نباتات کے جانوروں میں جلد تعفن پیدا ہوجاتا ہے اور یہ بہت تیزی سے فضا کو آلودہ کرتے ہیں، گزشتہ زمانہ میں اس کی وجہ سے کثرت سے ہیضے کی بیماری پھیل جایا کرتی تھی، خاص کر جب بیک وقت بہت سارے جانور ذبح کئے جائیں، جیسا کہ قربانی کے ایام میں ہوتا ہے، تو ایسے مواقع پر اس کا کافی اندیشہ ہوتا ہے، تو ذبیحہ کے ایسے اجزاء کے سلسلہ میں شریعت کے کیا احکام ہیں؟ اس کے امکانی نقصان سے بچانے کے لئے حکومت کی کیا ذمہ داریاں ہیں اور خود ذبح و قربانی کرنے والے کی کیا ذمہ داری ہے؟

باستثناء چند سبھوں نے دفن کرنے کا قول فرمایا ہے، بعضوں نے جلانے اور ازالہ کی دوسری صورتیں پاؤڈر، چونا، کیڑے مار دوائیاں، ٹیکنالوجی، کیمیکل وغیرہ کے استعمال کا بھی مشورہ دیا ہے، اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس کے لئے جو مختص مقامات ہیں وہاں ان اجزاء کو پہنچایا جائے یا سوچھ بھارت کے نام سے گاڑیوں کا جو عملہ آبادی میں جاتا ہے اس میں ان اجزاء کو ڈال دیا جائے۔

مولانا اقبال احمد قاسمی لکھتے ہیں کہ حکومت جس طرح انسانی غلاظتوں کو ٹھکانے لگانے کا انتظام کرتی ہے، اس طرح کی غلاظتوں کا بھی نظم کرے، محض شہروں میں نگر نگم بقرعید کے موقع پر بحسن وخوبی یہ خدمت انجام دیتا ہے۔

مولانا اختر امام عادل کی تحریر پیش ہے: ایسے مواقع پر امکانی نقصانات سے بچنے کے لئے خصوصی ہدایات تو موجود نہیں ہیں، لیکن اسلام کے اصول طہارت ونظافت کا تقاضا ہے کہ اس طرح کے کام کرنے والے لوگوں کی ضرور ذمہ داری بنتی ہے کہ آبادعلاقوں میں اس قسم کی غلاظتیں نہ پھیلائیں، بلکہ ان کو ان کے مخصوص مقامات پر ڈال دیں جیسا کہ تمام کتب فقہ میں مختلف ابواب کے تحت ''مزبلہ، مجزرہ، مربض'' وغیرہ کے الفاظ ملتے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہر دور میں غلاظتوں کے لئے مخصوص مقامات رہے ہیں، بقیہ سارے حضرات حکومت وذابح دونوں کی ذمہ داری کا قول کرتے ہیں۔

دلائل:

- "فبعث الله غرابا يبحث في الأرض" (سورۂ مائدہ:۳۱)، "ألم نجعل الأرض كفاتا أحياء وأمواتا" (سورۂ مرسلات:۲۵)۔

"ثم أماته فأقبره" (سورۂ عبس:۳۱)، "منها خلقناكم وفيها نعيدكم ومنها نخرجكم تارة أخرى" (طٰہ:۵۵)۔

''من آذى المسلمين في طريقهم وجبت عليه لعنتهم'' (الطبرانی)۔

''عن النبي صلى الله عليه وسلم كان يعجبه دفن الدم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: البزاق في المسجد خطيئة، وكفارتها دفنها'' (بخاری: کتاب ابواب المساجد)۔

''من حق الملك أن يفحص عن أسرار الرعية فحص المرضعة عن إبنها'' (المستطرف فی کل فن مستظرف ۱/ ۱۹۹)۔

''وهي وإن وضع الشرائع إنما هو لمصالح العباد في العاجل والآجل'' (الموافقات للشاطبی ۵/ ۱۷۱)۔

''تدفن أربعة: الظفر والشعر وخرقة الحيض والدم'' (فتاوی تاتار خانیہ ۱۸/ ۲۱۰، کتاب الکراہیۃ۔ مسئلہ: ۲۸۵۲۸)۔

حضرات! مقالہ نگاروں کی آراء چند امور کی جانب مرکوز ہیں، مفاد عامہ کے قوانین اور اسلامی نقطہ نظر، مفاد عامہ اور سرکاری قوانین کی شرعی حیثیت، سد الذریعہ، یعنی عمومی حالات میں بہت سی چیزیں مباح ہوتی ہیں، لیکن ان سے بڑے مفسدہ کا خطرہ ہے اور ان سے دین، بلکہ بسا اوقات دنیوی

مصالح پر بھی شدید ضرب پڑتی ہے؛ اس لئے اس طرح کے مواقع میں سخت ممانعت کا حکم لگایا جاتا ہے، سد ذریعہ کے تعلق سے ابن القیم جوزی نے ۲۴ / صفحات پر بڑے بسط سے کلام فرمایا ہے:

''فههُنا أربعة اقسام: الأول وسيلة موضوعة للإفضاء أى المفسدة... وجاء ت بالمنع من القسم الأول كراهة أو تحريما بحسب درجاته فى المفسدة، بقى النظر فى القسمين الأوسط هل بما مما جاء ت الشريعة بإباحتهما أو بالمنع منهما الخ'' (اعلام الموقعین ۳/ ۱۳۶ دار الجیل بیروت)۔

نیز امام ابوزہرہ کہتے ہیں: ''الأعمال بالنسبة لمآلها أربعة أقسام: الأول ما يكون أداء ه إلى الفساد قطعياً... القسم الرابع ما يكون أداء ه إلى الفساد كثيرا ولكن كثرته لم تبلغ مبلغ الظن الغالب للمفسدة ولا العلم القطعى... وأما مالك وأحمد فقد قرر أن الفعل يحرم'' (اصول الفقہ ۲۲۱، ۲۳۰ دار الفکر العربی قاہرہ).

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے بھی چار فقہی مسالک تعارف اور خصوصیات / ص ۶۳ پر اس کا ذکر فرمایا ہے۔

چونکہ ماحولیات وکثافت کا مسئلہ عصر راہن میں نہ تو مظنون ہے اور نہ ہی موہوم؛ بلکہ اس کا ضرر فاحش ہونا یقینی اور قطعی ہے، اکثر مقالہ نگاروں نے بحوالہ اس کے مضرات ومفاسد کو پیش بھی فرمایا ہے، ایک تحریر مولانا محی الدین غازی کی پیش کی جارہی ہے:

''راقم کے سامنے ایک شافعی فقیہ کی کتاب ہے، کتاب کا نام ہے: ''معالم القربۃ فی طلب الحسبۃ''، مصنف کا نام ہے: ''محمد بن محمد بن أحمد بن أبي زید القرشی'' متوفی سنہ ۷۲۹ ھجری ہے۔ اس کتاب میں جگہ جگہ ایسی ہدایات ہیں جن سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ فضائی اور ماحولیاتی سازگاری کا کس قدر خیال اس وقت بھی علماء اسلام کو تھا جب کہ یہ عالمی موضوع کے طور پر عالمی سطح کی گفتگو کا موضوع نہیں بنا تھا۔ موصوف نے قصابوں، ظروف کے پاکیزہ مقامات پر رکھنے اور اسے اچھی طرح دھلنے دور دراز علاقوں سے مچھلی لا کر رکھنے اور خراب ہوجانے کی صورت میں شہر سے باہر دور پھینکنے، قصابوں کو اپنے گھروں اور دوکان میں ذبیحہ نہ کرنے، بلکہ مذبح میں ذبح کرنے کے ساتھ ہی محتسب کے فرائض ووظائف کا ذکر فرمایا ہے (ص ۹۹)۔

موصوف نے اس کا بھی ذکر فرمایا ہے کہ کس چیز کو ماحولیاتی آلودگی کی وجہ سے ضرر رساں مانا جائے گا، اور کس چیز کو نہیں، کہتے ہیں: اس سلسلے میں عرف کا خیال کیا جائے گا، معروف شافعی فقیہ علامہ ماوردی کہتے ہیں:

''وإذا وضع الناس الأمتعة وآلات الأبنية فى مسالك الشوارع والأسواق ارتفاقا لينقلوه حالا بعد حال مكنوا منه، إن لم يستضر به المارة، ومنعوا منه إن استضروا به، وهكذا القول فى إخراج الأجنحة والأسبطة ومجارى المياه وآبار الحشوش يقر ما لا يضر ويمنع ما ضر. ويجتهد المحتسب رأيه فيما ضر وما لم يضر، لأنه من الاجتهاد العرفى دون الشرعي'' (الأحكام السلطانية ص ۳۶۲)۔

اب عرض ہے کہ راقم سطور کے نزدیک ۱ تا ۵ باستثناء ۴ قائلین بالوجوب کی رائے مناسب معلوم ہوتی ہے؛ کیونکہ جان و مال، عزت وناموس کی حفاظت واجب ہے، اور واجب کا وسیلہ بھی واجب ہونا چاہئے۔

''ان الوسيلة والذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما وتكون واجبة إذا كان المقصد واجبا'' (المقاصد الشریعہ/ ۴۶)، وسيلة المقصود تابعة لمقصود كلاهما مقصود (اعلام الموقعين عن رب العالمين جلد۲، فى سد الذرائع)، ماكان وسيلة الواجب فهو واجب (موسوعه فقهيه۹/ ۲۰۵)

لہذا شرعاً واخلاقاً کم آلودگی والے ایندھن کا استعمال واجب ہونا چاہئے، سوال نمبر ۲، ۳، ۵ میں قانوناً بھی واجب ہونا چاہئے۔

''لا طاعة لمخلوق فى معصية الخالق'' (بخاری شریف، باب السمع والطاعة للامام مالم تكن معصية)۔

''طاعة الامام فى غير المعصية واجبة'' (رد المحتار: كتاب القضاء) فولى الأمر من حقه أن يقيد بعض المباحات إذا كان فى ذلك مصلحة راجحة'' (فتاوى معاصره۱/ ۵۹۷)، ''لا يحل لمؤمن أن يذل نفسه'' کے باعث ہتک عزت کا خطرہ بھی ہے۔

☆☆☆

عرض مسئلہ:

فضائی آلودگی

سوال نمبر (۷۔۱۲)

مفتی محمد راشد حسین ندوی[1]

نحمده ونصلي على رسوله الكريم، اما بعد!

فقہ اکیڈمی انڈیا کے چھبیسویں سمینار کا ایک اہم موضوع ’’فضائی اور صوتی آلودگی‘‘ ہے، اس کے سوال: ۷ تا ۱۲ کے عرض مسئلہ کے لیے راقم کو حکم دیا گیا ہے جو پیش خدمت ہے، واضح رہے کہ اکیڈمی کو اس موضوع پر اب تک کل چھپن (۵۶) مقالات موصول ہوئے ہیں۔

ساتویں سوال کا حاصل یہ ہے کہ آج کل سامان کی پیکنگ کے لیے پلاسٹک کی تھیلیاں استعمال کی جاتی ہیں، جو زمین میں تحلیل نہیں ہوتیں، اور جلانے سے بہت کثافت پھیلتی ہے، لیکن اس کے سستا ہونے کے سبب تجار اور عوام اس کو استعمال کرتے ہیں، تو شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

سوال میں ان تھیلیوں کے ضرر سے متعلق جو نکات اٹھائے گئے ہیں تقریباً تمام مقالہ نگاروں نے اس سے اتفاق ظاہر کیا ہے، پھر حکم بیان کرنے میں ان کی آراء مندرجہ ذیل ہیں:

پہلی رائے:

اس کے استعمال سے بچنا عوام وخواص کی ذمہ داری ہے، شرعاً اس کا استعمال درست نہیں، حکومت کو اس کے استعمال پر پابندی لگادینی چاہیے، اگر حکومت سخت کارروائی کرے یا جرمانہ لگائے تب بھی کوئی حرج نہیں۔

(حافظ کلیم اللہ عمری، مولانا صابر حسین ندوی، مفتی شاہجہاں ندوی، راشد حسین ندوی، مولانا عبدالرحیم سعادتی، مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی، مولانا عبیداللہ ندوی، مولانا اکرام الحق ربانی، مفتی سید باقر ارشد بنگلوری، مولانا عبدالخالق ندوی، مفتی محفوظ الرحمن بستوی، مفتی محمد جعفر ملی رحمانی، مولانا قمرالزماں ندوی، دارالافتاء جامعہ سلفیہ بنارس، مولانا سعیدالرحمن قاسمی بستوی، مولانا مصطفی قاسمی آواپوری، مفتی تنظیم عالم قاسمی)۔

ان حضرات کے پیش کردہ چند دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) لا ضرر ولا ضرار في الاسلام (مفتی شاہجہاں ندوی، مولانا صابر حسین ندوی، مولانا عبدالرحیم، مفتی سید باقر ارشد)۔

(۲) الضرر الأشد يزال بالضرر الأخف (مفتی سید باقر ارشد، مفتی تنظیم عالم قاسمی)۔

(۳) الضرر يزال (حافظ کلیم اللہ عمری مدنی، مولانا عبدالرحیم سعادتی)۔

(۴) الأصل في المضار المنع والتحريم (مفتی شاہ جہاں ندوی)۔

(۵) ولا تفسدوا في الأرض بعد اصلاحها (مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی)۔

(۶) ما يفضي الى الضرر في ثاني الحال يجب المنع منه في ابتدائه (مفتی محفوظ الرحمن بستوی)۔

(۷) درء المفاسد أولى من جلب المنافع (مفتی محمد جعفر ملی رحمانی)۔

---

[1] مدرسہ ضیاء العلوم، رائے بریلی۔

(۸) ولا تلقوا بأيديكم الى التهلكة (مفتی سید باقر ارشد بنگلوری)۔

(۹) آلودگی پھیلانے والی چیزوں کی ممانعت آئی ہے، مثلاً: "وأطفئوا المصابيح" (دار الافتاء جامعہ سلفیہ)۔

دوسری رائے:

اس سے بچنا چاہیے اور اس کے متبادل کا استعمال کرنا چاہیے۔

(مولانا اختر امام عادل، مولانا شکیل اسلام پوری، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا عباس بن یوسف، مولانا رحمت اللہ ندوی، مولانا محمد صادق مبارکپوری، مولانا ولی اللہ مجید قاسمی، مولانا عبدالرشید قاسمی، مفتی محبوب علی، مولانا عبدالرب عبدالوہاب واپی، مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا اشرف عباس قاسمی، مفتی عابد الرحمن مظاہری، مولانا احسن عبدالحق ندوی، مولانا جلال الدین چودھری)۔

ان حضرات کے دلائل بھی وہی ہیں جو پہلی رائے والے حضرات کے ہیں:

(۱) لا تفسدوا فى الأرض بعد اصلاحها (مولانا رحمت اللہ ندوی)۔

(۲) لا تلقوا بأيديكم الى التهلكة (مولانا رحمت اللہ ندوی، مولانا عبدالرب عبدالوہاب واپی)۔

(۳) من قتل نفسا بغير نفس أو فساد فى الأرض فكأنما قتل الناس جميعا (مولانا رحمت اللہ ندوی)۔

(۴) الضرر يزال (مولانا جمیل احمد نذیری)۔

(۵) لا ضرر و لا ضرار فى الاسلام (مولانا جمیل احمد نذیری، مفتی محبوب علی وجیہی)۔

(۶) درء المفاسد أولى من جلب المنافع (مولانا عبدالرب عبدالوہاب واپی)۔

(۷) عبارت فقہیہ "لم يجز لأنه يضر بجيرانه ضررا فاحشا لا يمكن التحرز عنه فانه ياتى منه الدخان الكثير" (مولانا اختر امام عادل)۔

تیسری رائے:

اس کا استعمال جائز ہے، اس لیے کہ اس کے استعمال میں عموم بلوی ہے، اس کا متبادل تلاش کرنا چاہیے۔

(مفتی محمد عارف باللہ قاسمی، مفتی عبدالمنان، مفتی محمد نصر اللہ ندوی)

مفتی محمد نصر اللہ ندوی وغیرہ نے اس کے لیے "الضرورات تبيح المحظورات" سے استدلال کیا ہے۔

چوتھی رائے:

اس کا ضرر فاحش نہیں ہے، لیکن ضرر بہر حال ہے، لہٰذا حکومت کو پابندی لگا دینی چاہیے، اور لوگوں کو خود بھی اس سے پرہیز کرنا چاہیے:

"ما يكون أداء الى المفسدة فهو على أصله من الاذن" (الموافقات) (مفتی عثمان صاحب بستوی)۔

پانچویں رائے:

اس کے استعمال کو ناپسندیدہ سمجھا جائے، جب تک اس کی مضرتیں ختم کرنے کے مناسب ذرائع وجود میں نہ آ جائیں (مولانا محی الدین غازی)۔

چھٹی رائے:

اس کا استعمال مکروہ و ناپسندیدہ ہے، البتہ سیال اشیاء کے لیے بقدر حاجت اجازت ہوگی:

''الحاجة تنزل منزلة الضرورة عامة كانت أو خاصة'' (مولانا ندیم احمد انصاری)۔

ساتویں رائے:

اس کا استعمال شریعت پسند نہیں کرتی (مفتی ارشاد عالم قاسمی)۔

آٹھویں رائے:

استعمال پر پابندی نہیں لگائی جاسکتی، اس لیے کہ اس میں نقصان نہیں ہے، اصل نقصان آگ میں ان کو جلانے سے ہوتا ہے، لہٰذا ان کے جلانے پر پابندی لگادینی چاہیے (مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا اقبال احمد قاسمی)۔

نویں رائے:

بڑی کمپنیوں کو اس کی اجازت دی جاسکتی ہے، اس لیے کہ ان کو اس کی حاجت ہے، ضائع کرنے کا انتظام حکومت کرے، چھوٹی دوکانوں کے مالکوں کو اس کی اجازت نہیں ہوگی۔

''ان الحاجة كالضرورة يتقدر بقدرها'' (مفتی محمد اسعد پالن پوری)۔

دسویں رائے:

حتی الامکان اس کے استعمال سے بچنا چاہیے (مولانا روح الامین، مولانا محمد صفوان سعادتی، مفتی محمد الیاس قاسمی)۔

۱۔ ان الضرورة يتقدر بقدرها (مولانا محمد صفوان)۔

۲۔ وما أدى الى الحرام فهو حرام (مفتی الیاس قاسمی)۔

گیارہویں رائے:

نئی ٹیکنالوجی کا استعمال کرکے تحلیل ہوجانے والی پلاسٹک بنانی چاہیے (دکتور عبد اللہ جولم عمری مدنی، مولانا عمر بن یوسف کوکنی)۔

بارہویں رائے:

اصلاً ضرر کے پیش نظر ان کا استعمال ممنوع ہے، لیکن جب تک حکومت متبادل پیش نہ کردے، ضرورتاً استعمال جائز ہے۔

''الضرورات تبيح المحظورات'' (مولانا عبد الحميد قاسمی)۔

تیرہویں رائے:

اس کا استعمال جائز ہے، دھواں نقصان دہ ہے تو جلانے کے بجائے آبادی کے باہر ڈلوادیا جائے (مولانا ثوبان اعظم قاسمی)۔

چودہویں رائے:

اہل علم کو چاہیے کہ اس کی مضرتیں عوام کے سامنے بیان کریں۔

''بادروا بالأعمال الصالحة'' (ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی)۔

ان آراء سے صاف طور سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان تھیلیوں سے آلودگی پھیلتی ہے؛ لیکن چونکہ ابتلاء عام ہے، لہٰذا ان کا متبادل تلاش کرنا چاہیے، اور حتی الامکان ان کے استعمال سے بچنا چاہیے، اور جب استعمال کیا جائے تو جلانے یا ادھر ادھر ڈالنے کے بجائے کہیں محفوظ طریقہ سے ان کو ٹھکانے لگانا چاہیے، اس سلسلہ میں عوام کے ساتھ ساتھ حکومتوں کی بھی ذمہ داری ہے کہ اصلاً ان تھیلیوں کی فیکٹریوں پر لگام کسیں، متبادل فراہم کریں اور

ضائع کرنے کا محفوظ طریقہ تلاش کریں۔

آٹھویں سوال کا حاصل یہ ہے کہ تمباکو کی اشیاء مختلف صورتوں میں استعمال کی جاتی ہیں، اس سے نکلنے والا دھواں بہت کثیف اور مسموم ہوتا ہے، اس کا نقصان استعمال کرنے والوں کو بھی ہوتا ہے اور ہم نشینوں کو بھی، تو ایسی چیزوں کے استعمال کا کیا حکم ہوگا؟ اور جن مقامات میں سگریٹ نوشی وغیرہ کی ممانعت ہو وہاں اس کے استعمال کا کیا حکم ہوگا؟

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فاضل مقالہ نگاروں نے مندرجہ ذیل آراء ظاہر کی ہیں:

پہلی رائے:

اس کا استعمال مکروہ تنزیہی ہے، جہاں ممانعت ہے وہاں استعمال جائز نہیں (حافظ کلیم اللہ عمری مدنی، مولانا ضیاء الدین قاسمی ندوی، مفتی عثمان بستوی، مفتی عبدالمنان، مولانا عبدالحمید قاسمی دیناجپوری)۔

ان حضرات کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ حدیث: لا یدخل الجنة من لا یؤمن جاره بوائقه (مفتی عثمان)۔

۲۔ حدیث: من أكل من هذه فلا يقربن مساجدنا (مفتی عبد المنان)۔

۳۔ حدیث: ان الأنتفاع بالمباح انما يجوز إذا لم يضر بأحد (مفتی عثمان بستوی)۔

دوسری رائے:

اس کا استعمال مکروہ تحریمی ہے، اور جس کو ڈاکٹر نے منع کر دیا ہو یا جو اس کے سبب اپنے زیر کفالت پر خرچ کرنے پر کوتاہی کرتا ہو، اس پر حرام ہے، ممنوعہ مقامات میں ان کا استعمال شرعاً ناجائز ہے۔

(ڈاکٹر شاہ جہاں ندوی، راشد حسین ندوی، مولانا محمد صفوان سعادتی، مولانا روح الامین، مولانا عبید اللہ ندوی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا اختر امام عادل، مولانا شکیل اسلام پوری، مفتی محمد اسعد پالن پوری، مولانا عباس بن یوسف، مفتی عارف باللہ قاسمی، مفتی محمد جعفر ملی رحمانی، مولانا عبدالرب عبدالوہاب واپی، مفتی تنظیم عالم قاسمی، مولانا جلال الدین چودھری)۔

ان حضرات نے مندرجہ ذیل دلائل پیش فرمائے ہیں:

۱۔ آیت کریمہ: "ولا تلقوا بأيديكم الى التهلكة" (مفتی محمد عارف باللہ قاسمی)۔

۲۔ آیت کریمہ: "ويحرم عليهم الخبائث" (مولانا عبدالرب)۔

۳۔ حدیث: ''نهى رسول الله ﷺ عن كل مسكر و مفتر'' (مولانا عبدالرب عبدالوہاب واپی)۔

۴۔ حدیث شریف: ''لا ضرر ولا ضرار'' (مفتی تنظیم عالم قاسمی)۔

۵۔ ''الأصل في المضار التحريم'' (العقود الدرية) (مفتی شاہ جہاں ندوی، مولانا شکیل اسلام پوری)۔

۶۔ اس کی مضرتیں ظاہر ہو چکی ہیں، نیز اس میں اسراف ہے (اکثر حضرات)۔

تیسری رائے:

ہر جگہ اس کا استعمال حرام ہے۔

(مولانا صابر حسین ندوی، ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مولانا عبدالرحیم سعادتی، دکتور عبداللہ جولم عمری، دارالافتاء جامعہ سلفیہ بنارس، مفتی عابد الرحمن مظاہری، مفتی احسن عبدالحق ندوی، مفتی محمد نصر اللہ ندوی، مولانا عمر بن یوسف کوکنی)۔

ان حضرات کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ آیت کریمہ: "ولا تلقوا بأیدیکم الی التهلكة" (مولانا صابر حسین ندوی، مولانا عابد الرحمن مظاہری)۔

۲۔ آیت کریمہ: "ولا تقتلوا أنفسکم" (مفتی احسن عبد الحق ندوی، مولانا صابر حسین ندوی، مفتی محمد نصر اللہ ندوی)۔

۳۔ آیت کریمہ: "ولا تبذر تبذیرا، إن المبذرین کانوا إخوان الشیاطین" (مفتی عابد الرحمن مظاہری، مفتی محمد نصر اللہ ندوی)۔

۴۔ نهى رسول الله ﷺ عن كل مسكر و مفتر۔ (ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مفتی نصر اللہ ندوی، مولانا عمر بن یوسف کوکنی)۔

۵۔ اس پر "إثمهما أكبر من نفعهما" کا اصول منطبق ہوتا ہے (دکتور عبد اللہ جولم عمری)۔

۶۔ سبھی حضرات نے اس کی مضرتوں اور اسراف وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔

چوتھی رائے:

مضرتوں کے پیش نظر ممنوع ہے (مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا رحمت اللہ ندوی، مفتی محفوظ الرحمن بستوی، مولانا قمر الزماں ندوی)۔

دلائل:

۱۔ ولا تلقوا بأیدیکم الی التهلكة (مولانا قمر الزماں ندوی)۔

۲۔ نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن كل مسكر و مفتر۔

۳۔ حدیث: "من أكل ثوما أو بصلا فليعتزلنا"

۴۔ ويمنع من بيع الدخان وشربه (ابن عابدین) (مفتی محفوظ الرحمن بستوی)۔

پانچویں رائے:

ممنوع غیر ممنوع دونوں طرح کے مقامات پر تمباکو کا استعمال درست نہیں (مولانا اکرام الحق ربانی، مفتی محمد الیاس قاسمی، مولانا اقبال احمد قاسمی)۔

دلائل:

۱۔ نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن كل مسكر و مفتر۔

۲۔ لا ضرر و لا ضرار في الاسلام (مفتی الیاس قاسمی)۔

۳۔ ويمنع من بيع الدخان وشربه (رد المحتار) (مولانا اکرام الحق ربانی ندوی)۔

۴۔ اضاعت مال وجان ہے (مولانا اقبال احمد قاسمی)۔

چھٹی رائے:

ایسی چیزوں کا استعمال نہیں کرنا چاہیے، خصوصاً ممنوع مقامات پر (مولانا محمد صادق مبارکپوری، مفتی محبوب علی وجیہی، مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا محی الدین غازی، مولانا اشرف عباس قاسمی، مولانا محمد مصطفی قاسمی آواپوری، مولانا محمد ثوبان اعظم قاسمی)۔

دلائل:

۱۔ لا ضرر ولا ضرار۔

۲۔ من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يؤذ جاره (مولانا محمد مصطفی قاسمی آواپوری)۔

۳۔ مضرتوں کے سبب (مولانا مصطفی آداپوری، نیز دوسرے حضرات)۔

ساتویں رائے:

نان اسموکنگ زون (Non Smoking Zone) میں سگریٹ نوشی مکروہ تحریمی ہے، اسموکنگ زون (Smoking Zone) میں جائز ہے (مفتی سید باقر ارشد بنگلوری، مولانا عبدالخالق ندوی)۔

"ولا تفسدوا فی الأرض بعد اصلاحها" (مفتی باقر صاحب)۔

آٹھویں رائے:

شوقیہ استعمال مکروہ ہے، بیماری کے علاج کے لیے گنجائش ہے، یہ رائے مولانا ندیم احمد انصاری اور مفتی ارشاد صاحب قاسمی کی ہے، مفتی ارشاد عالم صاحب نے یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ پبلک مقامات پر استعمال منع ہے۔

نویں رائے:

اگر نشہ ہوجائے تو حرام ہے، ورنہ مکروہ تنزیہی ہے، پبلک مقامات پر پابندی حق بجانب ہے۔ "من أکل من هٰذه الشجرة المنتنة فلا یقربن مسجدنا" (مولانا سعید الرحمن قاسمی بستوی)۔

دسویں رائے:

نواسموکنگ زون (No Smoking Zone) میں سگریٹ پینا ناجائز ہے (مولانا عبدالرشید قاسمی)۔

گیارہویں رائے:

اسموکنگ زون (Smoking Zone) سے باہر اسموکنگ حرام ہے۔

دلائل:

۱۔ ولا تفسدوا فی الأرض بعد اصلاحها۔

۲۔ ولا تلقوا بأیدیکم الی التهلكة (مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی)۔

ان آراء پر غور کرنے کے بعد رجحان اس طرف ہوتا ہے کہ تمباکو کا استعمال عام حالات میں مکروہ تحریمی ہونا چاہیے، ظاہر ہے عوامی مقامات پر یہ قباحت دوچند ہوجائے گی، اس لیے کہ حکام کے جو احکام مفاد عام میں ہوں ان کی بجا آوری ضروری ہوتی ہے، پھر اس میں دوسروں کی ایذا رسانی ہے، اور اگر ڈاکٹر نے روک لگادی ہے تو اس کو حرام ہونا چاہیے، اس لیے کہ ممانعت کے باوجود استعمال ایک طرح کی خودکشی ہے۔

ہمارے اکثر علماء نے پہلے اس کے مکروہ تنزیہی اور خلاف اولی ہونے کا فتوی دیا تھا، لیکن ان کی تحریروں سے صاف طور سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت تمباکو کی مضرتیں ان پر واضح نہیں ہوئی تھیں، لیکن اب جب اس کی مضرتیں جگ ظاہر ہوچکی ہیں، تو ان فتاوی پر اصرار مناسب نہیں، اور حرمت کا فیصلہ کرنے کے لیے جس طرح کے دلائل کی ضرورت ہوتی ہے وہ دلائل میری فہم کے مطابق اس پر منطبق ہو رہے ہیں، جس کو ڈاکٹر نے سختی سے منع کردیا ہو، بقیہ پر وہ دلائل پوری طرح منطبق نہیں ہو رہے ہیں، بہرحال یہی وجہ ہے کہ عصر حاضر کے کئی اصحاب فتاوی کا رجحان اس کی کراہت تحریم کی طرف ہے۔ واللہ أعلم

نویں سوال کا حاصل یہ تھا کہ عوامی مقامات پر "بول و براز" کا کیا حکم ہے، نیز گندہ پانی اور فضلات کھلے میں بہانے کا کیا حکم ہے؟

فاضل مقالہ نگار حضرات اس بات پر متفق ہیں کہ شرعا یہ دونوں عمل ناجائز ہیں، البتہ عدم جواز بتانے میں ان کے الفاظ کچھ مختلف ہیں، ہم ذیل میں ان الفاظ کو درج کرکے اس کے بعد دلائل کا ذکر کریں گے:

۱۔ عوامی مقامات پر بول وبراز مکروہ ہے، اور کسی مسلمان کے شایان شان نہیں کہ گندے پانی کو راستے میں بہائے (مولانا شاہ جہان ندوی، مولانا حافظ کلیم اللہ عمری مدنی، راشد حسین ندوی، ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مولانا محمد صادق مبارکپوری، مولانا ندیم احمد انصاری، مفتی سید باقر ارشد بنگلوری، مولانا تنظیم عالم قاسمی، مفتی ارشاد عالم قاسمی)۔

۲۔ یہ عمل شرعاً ممنوع اور ناجائز ہے (مولانا عبد الرحیم سعادتی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا روح الامین، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا شکیل اسلام پوری، مفتی محمد اسعد، مولانا عباس بن یوسف، مولانا ضیاء الدین قاسمی ندوی، مولانا اکرام الحق ربانی ندوی، مفتی محمد جعفر ملی رحمانی، مولانا قمر الزماں ندوی، مفتی عبد الرشید قاسمی، مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا عبد الرب عبد الوہاب وانی، مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا ذکی الرحمن غازی مدنی، مولانا سعید الرحمن قاسمی بستوی، مفتی محمد الیاس قاسمی، مفتی عابد الرحمن، مولانا اقبال احمد قاسمی، مفتی عبد المنان، مفتی محمد نصر اللہ ندوی)۔

۳۔ یہ عمل شریعت کی نگاہ میں ناپسندیدہ ہے، اس میں بے پردگی، ایذاء الناس اور فضائی آلودگی ہے (مولانا عبید اللہ ندوی، مولانا رحمت اللہ ندوی، مفتی محفوظ الرحمن بستوی، مولانا عبد الخالق ندوی، مولانا اشرف عباس قاسمی، مولانا ثوبان اعظم قاسمی)۔

۴۔ یہ عمل حرام اور موجب لعنت ہے، گندہ پانی بہانا بھی جائز نہیں (مولانا ولی اللہ مجید قاسمی، مفتی عثمان بستوی، مولانا احسن عبد الحق ندوی، مولانا محمد مصطفی قاسمی آواپوری)۔

۵۔ یہ عمل حفظ انسانی کے خلاف اور تعلیمات نبوی کے مغائر ہے (مولانا صابر حسین ندوی، مولانا محمد صفوان سعادتی، مولانا اختر امام عادل، مولانا محی الدین غازی، مفتی محمد الیاس قاسمی)

۶۔ یہ عمل حیا کے خلاف ہے، اور فساد فی الارض میں شامل ہے (مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی)۔

۷۔ یہ دونوں عمل شریعت مطہرہ کے مزاج کے خلاف ہیں (دار الافتاء جامعہ سلفیہ)۔

۸۔ یہ عمل سخت گناہ کا باعث ہے (مولانا عبد الحمید قاسمی دیناجپوری)۔

۹۔ یہ انتہائی بری عادت ہے، اس سے اجتناب ضروری ہے (مولانا جلال الدین چودھری)۔

دلائل:

۱۔ حدیث: ''اتقوا اللاعنين، اتقوا الملاعن الثلاث'' (اکثر مقالہ نگار)۔

۲۔ فأتى النبي ﷺ حاجته فأبعد في المذهب (اکثر حضرات)۔

۳۔ لا يأتي البراز حتى يتغيب فلا يرى (اکثر حضرات)۔

۴۔ ... وأدناها إماطة الأذى عن الطريق (مفتی شاہ جہاں ندوی، ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مفتی محمد اسعد، مولانا سعید الرحمن قاسمی بستوی، مولانا اقبال احمد قاسمی)۔

۵۔ حديث: من سلّ سخيمته على طريق عامر من طرق المسلمين فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين (مفتی سید باقر ارشد بنگلوری، مفتی محفوظ الرحمن بستوی، مفتی محمد الیاس قاسمی، مولانا عبد الرب وانی، مولانا عباس بن یوسف)۔

۶۔ ''حديث: من آذى المسلمين في طرقهم وجبت عليه لعنتهم''
(دار الافتاء جامعہ سلفیہ، مولانا عبد الرب عبد الوہاب وانی، مولانا عمر بن یوسف کوکنی)۔

۷۔ ''حديث: إذا أراد أحدكم أن يبول فليرتد لبوله''
(مولانا تنظیم عالم قاسمی، مولانا روح الامین، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا شکیل اسلام پوری، مولانا عباس بن یوسف)۔

۸۔ آیت کریمہ: والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بهتانا واثما مبینا (مولانا سعید الرحمن قاسمی)۔

۹۔ یکره البول والغائط... فی طرق المسلمین۔ (بحر) (مولانا صادق)۔

۱۰۔ لأن الانتفاع بالمباح انما یجوز إن لم یضر بأحد۔۔الخ۔ (شامی) (راشد حسین ندوی)۔

۱۱۔ ویزال إن کان فیه ضرر فاحش۔ (موسوعه) (مفتی تنظیم عالم قاسمی)۔

۱۲۔ الضرر لا یزال بالضرر۔ (مولانا ندیم احمد انصاری)۔

۱۳۔ ولا یجوز إرسال الماء الی الطرق الضیقة...وکذا إلقاء النجاسة فیه۔ (کتاب الفروع وغیره) (مولانا عمر بن یوسف کوکنی)۔

ان آراء سے بالکل واضح ہوجاتا ہے کہ یہ دونوں عمل مکروہ تحریمی ہیں، ان سے احتراز ضروری ہے۔ واللہ اعلم

دسویں سوال کا حاصل یہ ہے کہ تھوک مضر صحت جراثیم پر مشتمل ہونے کے سبب ماحول کو نقصان پہنچاتا ہے، خاص طور سے جب تھوکنے والے نے کوئی نقصان دہ چیز کھا رکھی ہو، اسی لیے بعض حکومتوں نے سڑک اور عوامی مقامات پر تھوکنے پر پابندی لگا رکھی ہے، اور تھوک دان رکھوادیے ہیں، اس پس منظر میں یہ وضاحت مطلوب ہے کہ ایسے امور میں حکومت یا متعلقہ ادارہ کی ہدایت پر عمل کرنا کس درجہ میں مطلوب ہے؟

اس سوال کے جواب میں بھی اکثر مقالہ نگاروں نے عدم جواز کی رائے ظاہر کی ہے، البتہ الفاظ الگ الگ ہیں، دلائل مشترک ہیں، لہٰذا ہم پہلے آراء نقل کررہے ہیں، دلائل ایک ساتھ نقل کریں گے۔

پہلی رائے:

اس پر عمل ضروری ہے (حافظ کلیم اللہ عمری مدنی، ڈاکٹر ظفر الاسلام، مولانا روح الامین، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا عباس بن یوسف، مولانا ولی اللہ مجید قاسمی، مفتی محبوب علی وجیہی، مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا محی الدین غازی، مولانا سعید الرحمن قاسمی بستوی، مولانا محمد ثوبان اعظم قاسمی)۔

دوسری رائے:

اس پر عمل لائق ستائش وموجب تحسین ہے، لیکن زیادہ پابندی نہیں لگائی جاسکتی (مولانا صابر حسین ندوی، مولانا محمد صادق مبارکپوری، مفتی عبد المنان)۔

تیسری رائے:

عوامی مقامات پر تھوکنا ممنوع ہوگا، حکومت اور متعلقہ اداروں کی ہدایت پر عمل مستحسن ہوگا (مولانا عبد الرحیم سعادتی، مولانا اختر امام عادل، مفتی تنظیم عالم قاسمی)۔

چوتھی رائے:

اس کا تعلق مفاد عامہ سے ہے، لہٰذا اس کی رعایت شرعاً ضروری ہے (مولانا شکیل سعادتی، مولانا عبد الخالق رامپوری ندوی، مولانا عبد الحمید قاسمی دیناجپوری)۔

پانچویں رائے:

اس پر عمل ضروری ہے، عمل نہ کرنے کی صورت میں تعزیر کا مستحق ہوگا (مفتی محفوظ الرحمن بستوی، مولانا احسن عبد الحق ندوی، مولانا محمد مصطفی قاسمی آداپوری)۔

چھٹی رائے:

اس طرح کا قانون عین منشائے اسلام ہے،اس کی تنفیذ ہونی چاہیے(دارالافتاء جامعہ سلفیہ)۔

ساتویں رائے:

عوامی مقامات پر تھوکنا جائز نہیں ہے(مولانا اشرف عباس قاسمی،مفتی عابد الرحمن مظاہری)۔

آٹھویں رائے:

اگر اس سے عوام کو ضرر ہو تو حکومت کے حکم پر عمل ضروری ہوگا،ایسا نہ ہو تب بھی ماحول کی صفائی کے لیے احتیاط بہتر ہے(عمر بن یوسف کوکنی)۔

نویں رائے:

اس پر عمل شرعاً مندوب ومستحب ہوگا(مفتی محمد نصر اللہ ندوی)۔

دسویں رائے:

اس ہدایت پر عمل کرنا شرعاً واخلاقاً واجب ہے،اور خلاف ورزی مکروہ ہے۔(یہ رائے ایک مقالہ نگار کو چھوڑ کر باقی رہ جانے والے تمام حضرات کی ہے)۔

ان حضرات کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ مسجد میں تھوکنے اور بلغم وغیرہ ڈالنے سے متعلق مختلف احادیث،مثلاً:
''البزاق فی المسجد خطیئة وکفارتها دفنها'' وغیرہ (اکثر مقالہ نگار)۔

۲۔ ولا تفسدوا فی الأرض بعد اصلاحها (مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی)۔

۳۔ طاعة الامام فی غیر المعصیة واجبة۔ (شامی) (راشد حسین ندوی،مفتی محمد اسعد پالن پوری،مفتی سید باقر ارشد بنگلوری،مفتی محمد جعفر ملی رحمانی،مولانا قمر الزماں ندوی،مولانا عبد الرب واپلی،مفتی محمد الیاس قاسمی)۔

۴۔ لا ضرر ولا ضرار (مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی)۔

۵۔ ...وأدناها إماطة الأذى عن الطريق (مولانا رحمت اللہ ندوی،مفتی محفوظ الرحمن بستوی،دارالافتاء جامعہ سلفیہ)۔

۶۔ ومن منهيات التوضؤ... إلقاء النخامة والامتخاط فی الماء۔ (شامی) (مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی)۔

۷۔ وأما التصرف فيه (فی الطريق) تصرفا يجر المارة بما لا يحتمل فلا يجوز (مولانا عمر بن یوسف کوکنی)(عمدة المفتی)۔

۸۔ جن حضرات نے فرمایا ہے کہ زیادہ پابندی نہیں لگائی جاسکتی،ان میں سے مولانا صابر حسین ندوی صاحب نے آیت کریمہ:"لا یکلف اللہ نفسا إلا وسعها" سے استدلال کیا ہے۔

البتہ مفتی عارف باللہ قاسمی کی رائے یہ ہے کہ عام حالات میں راستوں پر تھوکنا ممنوع نہیں ہوگا،کوئی متعدی مرض ہو،یا پان یا کوئی نقصان دہ چیز کھا رکھی ہو تو عام مقامات میں تھوکنے کی اجازت نہیں ہوگی۔

''لا ضرر ولا ضرار'' ''لا مانع من البصق فی الطريق...إلا اذا كان المرض معديا۔ الخ'' (فتاوى الشبكة الاسلامية)

ظاہر بات ہے کہ جن حضرات نے عوامی مقامات پر تھوکنے کو ممنوع اور مکروہ قرار دیا ہے،ان کے پیش نظر بھی یہی قید ہے،اس لیے کہ اس کا ذکر خود سوال میں ہے،اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ اس مسئلہ میں تقریباً سبھی متفق ہیں کہ جہاں خاص طور سے تھوکنے پر پابندی لگادی گئی ہو،اور تھوک دان رکھ دیئے

گئے ہوں، ان دلائل کے پیش نظر وہاں تھوک دان ہی میں تھوکنا واجب ہوگا اور ادھر ادھر تھوکنا مکروہ ہوگا، خلاف ورزی کرنے پر متعلقہ ادارہ تعزیری کارروائی کرے تو شرعاً بھی جائز ہوگی۔ واللہ اعلم

گیارہواں سوال یہ ہے کہ مختلف مشینی اشیاء جیسے فریج، واشنگ مشین، ایرکنڈیشن اور موبائل وغیرہ شعاعوں کو جنم دیتی ہیں، جو انسانوں، جانداروں اور ماحول کے لیے نقصان دہ ہوتی ہیں، تو ایسی چیزوں کا ضرورت سے زیادہ استعمال کس حد تک درست ہے؟

اکثر مقالہ نگاروں نے بقدر ضرورت ان اشیاء کے استعمال کو جائز قرار دیا ہے، اور ضرورت سے زیادہ استعمال کو مکروہ و ناجائز قرار دیا، اس لیے کہ ان کے زیادہ استعمال سے نظام کائنات میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے، ان حضرات کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ آیت کریمہ: ولا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین (مولانا روح الامین، مفتی عارف باللہ قاسمی، مولانا عبدالخالق ندوی، مفتی محمد جعفر ملی رحمانی، مولانا عبدالرب واپی، مولانا مصطفی قاسمی آداپوری، مولانا ثوبان اعظم قاسمی، مفتی شاہ جہاں ندوی، مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی، مولانا اختر امام عادل، مفتی سید باقر ارشد بنگلوری، مولانا عبدالرحیم سعادتی، مولانا محمد صفوان سعادتی، مولانا رحمت اللہ ندوی، مفتی محفوظ الرحمن بستوی، مفتی عثمان بستوی، مفتی نصر اللہ ندوی وغیرہم)۔

۲۔ آیت کریمہ: ولا تبذر تبذیرا۔ إن المبذرین کانوا إخوان الشیاطین (مفتی محمد جعفر ملی رحمانی، مولانا مصطفی قاسمی، مظاہر حسین عماد قاسمی، مولانا محمد صفوان سعادتی، مفتی محفوظ الرحمن بستوی، مفتی محمد اسعد پالن پوری)۔

۳۔ وإذا تولی سعی فی الأرض لیفسد فیہا ویہلك الحرث والنسل (راشد حسین ندوی، مفتی محمد الیاس قاسمی)۔

۴۔ ولا تفسدوا فی الأرض بعد إصلاحہا (مولانا اشرف عباس قاسمی، مولانا تنظیم عالم قاسمی)۔

۵۔ آیت کریمہ: وما من دابۃ فی الأرض ولا طائر یطیر بجناحیہ إلا أمم أمثالکم (مولانا رحمت اللہ ندوی، مولانا ندیم احمد انصاری)۔

۶۔ حدیث: وما من إنسان قتل عصفورا فما فوقہا إلا سألہ اللہ عزوجل عنہا
(ڈاکٹر شاہ جہاں ندوی، مولانا ولی اللہ مجید قاسمی، مفتی محمد الیاس قاسمی، مولانا ندیم احمد انصاری، مفتی عثمان بستوی)۔

۷۔ حدیث: ارحموا من فی الأرض۔۔ الحدیث'' (مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی)۔

۸۔ حدیث: لا ضرر ولا ضرار۔ (مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مفتی سید باقر ارشد بنگلوری، مولانا عبدالرحیم سعادتی، مولانا محمد صفوان سعادتی، مفتی محمد عثمان بستوی، مولانا جمیل احمد نذیری)۔

۹۔ قاعدہ: ''درء المفاسد أولی من جلب المنافع'' (مفتی باقر ارشد بنگلوری، مولانا صابر حسین ندوی)۔

۱۰۔ قاعدہ: ''الضرر یدفع بقدر الامکان۔ الضرر یزال'' (مفتی الیاس قاسمی، مولانا جمیل احمد نذیری)۔

۱۱۔ قاعدہ: ''الضرورۃ یتقدر بقدر الضرورۃ'' (مفتی ارشاد عالم قاسمی، مفتی محمد اسعد پالن پوری، دارالافتاء جامعہ سلفیہ)۔

دوسری رائے مولانا جلال الدین چودھری کی ہے، ان کا کہنا ہے کہ ضرورت سے زیادہ استعمال اسراف ہے اور اسراف حرام ہے۔

تیسری رائے مولانا شکیل اسلام پوری صاحب نے مفتی شفیع صاحب کی تحریر کے حوالہ سے ظاہر کی ہے کہ: ان آلات میں ٹی وی آلات لہو میں ہونے کے سبب ناجائز ہے، موبائل کا حکم نیت پر دائر ہے، بقیہ اشیاء انسانی ضرورت ہیں، لہٰذا ان کا استعمال جائز ہے؛ البتہ اسراف ہو تو ناجائز ہے، اور تفاخر ہو تو حرام ہے۔

ان مقالات سے یہ بات نکھر کر سامنے آگئی کہ یہ آلات انسانی ضرورت ہیں، لہٰذا ان پر پابندی نہیں لگائی جاسکتی، لیکن ان کا ضرورت سے زیادہ استعمال ممنوع اور ناجائز ہے، جو بلاشبہ بہت سے مفاسد اور مضرتوں کا باعث ہے، لیکن مولانا اقبال صاحب قاسمی کی یہ بات بھی توجہ طلب ہے کہ ضرورت کی حد بندی ایک مشکل کام ہے۔ واللہ اعلم

بارہویں سوال کے دو جز ہیں:

الف: بلاضرورت جنگلات کو کاٹنا اور کھیتوں کو زیادہ پیسوں کے حصول کے لیے پلاٹس بنا کر آبادیوں کو بسانا کیسا ہے؟

ب: اسلام کی نظر میں درخت لگانے اور کاشت کاری کرنے کی کیا اہمیت ہے؟

ہم پہلے ان آراء کا جائزہ لیتے ہیں جو جزء الف سے متعلق وارد ہوئی ہیں:

پہلی رائے:

اکثر مقالہ نگاروں نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ بلاضرورت جنگلات کو کاٹنا درست نہیں ہے، ان حضرات کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ حدیث: من قطع سدرة صوب الله رأسه في النار (مفتی شاہ جہاں ندوی، مولانا عبدالرحیم سعادتی، حافظ کلیم اللہ عمری، مولانا ندیم احمد انصاری، مولانا اختر امام عادل، مولانا روح الامین، مولانا اکرام الحق ربانی ندوی، مفتی عارف باللہ قاسمی، مفتی صادق مبار کپوری، مولانا ولی اللہ مجید قاسمی، مفتی عثمان بستوی، مولانا قمر الزماں ندوی، مفتی عبدالرشید قاسمی، دارالافتاء جامعہ سلفیہ، مولانا عمر بن یوسف کوکنی)۔

۲۔ حدیث: ان الذين يقطعون السدر يصبون في النار على وجوههم صبا۔ (مولانا محمد صفوان سعادتی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا عباس بن یوسف، مفتی محمد عثمان بستوی، مفتی محمد الیاس قاسمی، مفتی تنظیم عالم قاسمی)۔

۳۔ نهى النبي صلى الله عليه وسلم عن عقر الشجر (مولانا ندیم احمد انصاری، مولانا اکرام الحق ربانی ندوی)۔

۴۔ حدیث: لعن الله قاطع السدر۔ (مفتی محمد عثمان بستوی، مفتی محمد الیاس قاسمی)۔

۵۔ واذا تولى سعى في الأرض ليفسد فيها ويهلك الحرث والنسل۔ (راشد حسین ندوی، مفتی محمد اسعد پالن پوری، مولانا اکرام الحق ربانی ندوی، مفتی محفوظ الرحمن بستوی، مولانا عبدالرب عبدالوہاب واپی، دارالافتاء جامعہ سلفیہ، مولانا اشرف عباس قاسمی، مفتی احسن عبدالحق ندوی، مفتی تنظیم عالم قاسمی)۔

۶۔ ان للامام ولاية عامة وله أن يتصرف في مصالح المسلمين۔ (شامی) (مولانا شاہ جہاں ندوی)۔

۷۔ الضرر يزال، دفع المضرة أولى من جلب المنفعة (مفتی اسعد پالن پوری)۔

۸۔ وأقيموا الوزن بالقسط ولا تخسروا الميزان (مولانا رحمت اللہ ندوی)۔

۹۔ ولا تفسدوا في الأرض بعد اصلاحها (مولانا ولی اللہ مجید قاسمی)۔

البتہ کچھ حضرات نے نجی زمین کو پلاٹس بنا کر فروخت کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔ (مفتی شاہ جہاں ندوی، راشد حسین ندوی، مولانا اختر امام عادل، مفتی سید باقر ارشد بنگلوری، مفتی عثمان بستوی، مولانا اشرف عباس قاسمی، مفتی عبدالمنان) ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ انسان کو اپنی ملکیت میں تصرف کا حق حاصل ہوتا ہے، نیز مفتی شاہ جہاں صاحب لکھتے ہیں:

''ان الانسان يتصرف في ملكه وان أضر غيره مالم يكن ضررا بينا'' (شامی)۔

نیز حدیث ہے: ''كل ذي مال أحق بماله يصنع به ما شاء'' (بیہقی)۔

مفتی باقر ارشد صاحب نے دلیل دی ہے: ''الضرورات تبيح المحظورات''۔

البتہ مفتی عثمان صاحب نے لکھا ہے کہ حکومت کی ممانعت ہو تو خلاف ورزی شرعاً جائز نہیں ہوگی، ''طاعة الامام فيما ليس بمعصية واجبة''۔

اور مولانا اقبال احمد قاسمی اور مفتی عبدالرشید قاسمی صاحبان نے بلاضرورت شدیدہ پلاٹس کی فروخت کو مکروہ قرار دیا ہے۔

ان آراء کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ بلاضرورت جنگلات کاٹنا ممنوع و مکروہ ہے، ضرورت ہو تو کاٹنے کی اجازت ہے، اپنے ذاتی پلاٹس کو فروخت کرنا جائز ہے، لیکن کسی خاص انسانی مصلحت کی خاطر حکومت پابندی لگا دے تو حکومت کے احکام کو ماننا ضروری ہوگا۔ واللہ اعلم

جہاں تک سوال کے جزء (ب) کا تعلق ہے تو سبھی مقالہ نگار اس بات پر متفق ہیں کہ شجر کاری اور کاشت کاری دونوں کارِ خیر ہیں، یہ انسان کے لیے صدقہ جاریہ اور باعث اجر وثواب ہوتے ہیں، ان دونوں چیزوں کی فضیلت بے شمار احادیث سے ثابت ہے، اس سلسلہ میں فاضل مقالہ نگاروں کی پیش کردہ چند نصوص مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ حدیث: ما من مسلم يغرس غرسا أو يزرع زرعا فيأكل منه طير أو انسان أو بهيمة إلا كان له به صدقة'' (مسلم)۔
(یہ حدیث اکثر مقالہ نگاروں نے مختلف الفاظ اور طرق سے نقل کی ہے)۔

۲۔ حدیث: إن قامت الساعة وفي يد أحدكم فسيلة فان استطاع أن لا يقوم حتى يغرسها فليغرسها (مسند احمد وغیرہ) (اکثر مقالہ نگار)۔

۳۔ آیت کریمہ: أفرأيتم ما تحرثون أأنتم تزرعونه أم نحن الزارعون (راشد حسین ندوی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا عباس بن یوسف کوکنی)۔

۴۔ من كانت له أرض فليزرعها أو يمنحها أخاه
(مولانا روح الامین، مولانا شکیل اسلام پوری سعادتی، مفتی محمد جعفر ملی رحمانی، مولانا عمر بن یوسف)۔

۵۔ حديث: من أحيا أرضا ميتة فهي له
(مفتی شاہ جہاں ندوی، مولانا صفوان بن ادریس سعادتی، مولانا شکیل اسلام پوری سعادتی، مفتی محمد الیاس قاسمی، مفتی محمد نصر اللہ ندوی)۔

۶۔ زراعت کو سب سے افضل پیشہ قرار دیا گیا ہے۔
'وقيل الزراعة وهو الصحيح'' (شرح مسلم للنووی، فتح الباری، فتاوی ہندیہ وغیرہ) (مولانا محمد صفوان ابن ادریس سعادتی، مولانا عبید اللہ ندوی، مولانا عباس بن یوسف کوکنی، مفتی محمد جعفر ملی رحمانی، مولانا ندیم احمد انصاری، راشد حسین ندوی)۔

۷۔ اُگنے والی چیزوں کو اللہ نے بطور احسان ذکر کیا ہے۔
وهو الذى أنزل من السماء ماء فأخرجنا به نبات كل شئ'' (مفتی شاہ جہاں ندوی)۔

دکتور عبد اللہ عمر جولم مدنی نے اس عمل کو فرض کفایہ کے قبیل سے قرار دیا ہے، اور اس میں شبہ نہیں کہ جن چیزوں پر انسان اور حیوان کی [illegible] انحصار ہو اس کا یہ درجہ یقینا ہونا چاہیے۔ واللہ أعلم

☆☆☆

عرض مسئلہ:

صوتی آلودگی کے بارے میں معاصر علماء کی آراء- تنقیح وتجزیہ

مولانا اختر امام عادل قاسمی [1]

صوتی آلودگی (سوال نمبر ۱ تا ۴) پر عرض مسئلہ پیش کرنے کی ذمہ داری مجھے دی گئی ہے، اس موضوع پر کل ۵۲ حضرات علماء کے مقالات اسلامک فقہ اکیڈمی کی طرف سے مجھے موصول ہوئے، جن کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

☆ مولانا شاہجہاں ندوی-شانتاپورم ☆ مولانا حافظ کلیم اللہ عمری-عمرآباد ☆ مولانا محمد صابر حسین ندوی-کنڈلور ☆ مفتی محمد راشد حسین ندوی رائے بریلی ☆ ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی مئو ☆ مولانا عبید الرحیم سعادتی بھروچ ☆ مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی شانتاپورم ☆ مولانا محمد صفوان بن ادریس سعادتی سورت ☆ مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی کائم کولم ☆ ڈاکٹر عبد اللہ جولم عمرآباد ☆ مولانا روح الامین سعادتی بھروچ ☆ مولانا عبید اللہ ندوی بھروچ ☆ مولانا ابوسفیان مفتاحی مئو ☆ مولانا شکیل اسلام پوری سعادتی بھروچ ☆ مفتی محمد اسعد پالنپوری بھروچ ☆ مولانا عباس بن یوسف بھروچ ☆ مولانا ضیاء الدین قاسمی مئو ☆ مولانا رحمت اللہ ندوی لکھنؤ ☆ مولانا اکرام الحق ربانی ندوی دھنباد ☆ مولانا محمد صادق مبارکپوری مئو ☆ مفتی سید باقر ارشد بنگلور ☆ مولانا عبد الخالق ندوی رامپور ☆ مفتی محفوظ الرحمن بستی ☆ مفتی محمد عارف باللہ قاسمی حیدرآباد ☆ مفتی محمد جعفر ملی رحمانی اکل کوا نندوبار ☆ مولانا ولی اللہ مجید قاسمی اعظم گڑھ ☆ مفتی محمد عثمان بستوی جونپور ☆ مولانا محمد قمر الزماں ندوی پرتاپگڈھ ☆ مفتی عبد الرشید قاسمی کانپور ☆ مفتی محبوب علی وجیہی رامپور ☆ مولانا عبد الرب عبد الوہاب بھروچ ☆ مفتی جمیل احمد نذیری مبارکپور ☆ ڈاکٹر محی الدین غازی شانتاپورم ☆ دار الافتاء جامعہ سلفیہ بنارس ☆ مولانا ذکی الرحمن غازی اعظم گڑھ ☆ مفتی سعید الرحمن قاسمی بستی ☆ مفتی محمد الیاس قاسمی پونہ ☆ مولانا اشرف عباس قاسمی دار العلوم دیوبند ☆ مولانا عابد الرحمن بجنوری بجنور ☆ مفتی محمد احسن عبد الحق ندوی فیض آباد ☆ مفتی اقبال احمد قاسمی کانپور ☆ مولانا ندیم احمد انصاری- ڈائرکٹر الفلاح اسلامک فاؤنڈیشن ☆ مفتی عبد المنان نوگاؤں آسام ☆ مفتی عبد الحمید قاسمی دیناجپور ☆ مفتی محمد نصر اللہ ندوی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ ☆ مولانا محمد مصطفےٰ قاسمی آواپوری دربھنگہ ☆ مولانا محمد ثوبان اعظم قاسمی مدھوبنی ☆ مفتی تنظیم عالم قاسمی حیدرآباد ☆ مفتی ارشاد عالم قاسمی نوگاؤں ☆ مولانا جلال الدین چودھری آسام ☆ مولانا محمد یوسف کوکنی رائے گڑھ ☆ اور راقم الحروف اختر امام عادل قاسمی سمستی پور۔

ان کے علاوہ شعبۂ تخصص فی الفقہ جامعہ ربانی منورواشریف کے چار طلبہ کے بھی نام ہیں جنہوں نے اس موضوع پر خامہ فرسائی کی ہے، جن کے مقالات اکیڈمی کے دفتر میں محفوظ ہیں، اس لئے ان کی تحریرات سے اس عرض میں کوئی استفادہ نہیں کیا گیا۔

صوتی آلودگی اس دور کا انتہائی حساس اور نازک ترین مسئلہ ہے، تقریباً ہمارے تمام ہی مقالہ نگاروں کو اس کا پورا احساس ہے، انہوں نے اس مسئلہ کی حساسیت سے نمٹنے کے لئے اسلامی تعلیمات اور ہدایات کا گہرائی کے ساتھ مطالعہ کیا ہے، اور اس سلسلے میں ہونے والی زیادتیوں کو اسلامی تعلیمات کے منافی قرار دیا ہے، تعبیر وترتیب کے فرق کے ساتھ مقالہ نگار حضرات نے اس تعلق سے جو اسلامی تصور پیش کیا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے:

☆ اسلام ضرورت سے زیادہ تیز آواز کو پسند نہیں کرتا، قرآن کریم میں ہے:

"وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ" (سورۂ لقمان: ۱۹)

(درمیانی رفتار سے چلو، اور آواز پست رکھو بلاشبہ سب سے خراب آواز گدھے کی ہے)۔

---

[1] مہتمم جامعہ ربانی منورواشریف، سمستی پور، بہار۔

☆ بہت زیادہ بلند آواز میں عبادت کرنے سے بھی روکا گیا۔

"وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا" (سورۂ اسراء: ۱۱۰)

(اپنی نماز میں آواز بہت اونچی نہ کرو، اور نہ بہت پست کرو بلکہ بیچ بیچ راستہ اختیار کرو)۔

☆ جنت کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ وہاں صوتی آلودگی نہیں ہوگی، قرآن اس کی شہادت دیتا ہے:

"لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْثِيمًا إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا" (سورۂ واقعہ: ۲۵،۲۶)

(جنت میں لوگ شور وشغب اور غلط آوازیں نہیں سنیں گے، ہر طرف صرف سلامتی کی آوازیں ہوں گی)۔

"لَا تَسْمَعُ فِيهَا لَاغِيَةً" (سورۂ غاشیہ: ۱۱) (جنت میں کوئی غلط بات نہیں سنی جائے گی)۔

ایک حدیث پاک میں ارشاد ہے: ''إِنَّ اللَّهَ يُبْغِضُ كُلَّ جَعْظَرِيٍّ جَوَّاظٍ سَخَّابٍ فِي الْأَسْوَاقِ''

(السنن الكبرى وفي ذيله الجوهر النقي، ۱۰/ ۱۹۴، حدیث نمبر: ۲۱۳۲۵، المؤلف: أبو بكر أحمد بن الحسين بن علي البيهقي، مؤلف الجوهر النقي: علاء الدين علي بن عثمان المارديني الشهير بابن التركماني، الناشر: مجلس دائرة المعارف النظامية الكائنة في الهند ببلدة حيدرآباد، الطبعة: الأولى ۱۳۴۴ھ، عدد الأجزاء: ۱۰)

(بے شک اللہ پاک کسی متکبر، مغرور، بخیل اور بازاروں میں شور مچانے والے شخص کو پسند نہیں فرماتے)۔

☆ سنجیدگی اور خاموشی نبوت کی صفات میں سے ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تندخو، تیز آواز اور بازاروں میں شور مچانے والے نہ تھے:

''لَيْسَ بِفَظٍّ وَلَا غَلِيظٍ وَلَا سَخَّابٍ بِالْأَسْوَاقِ''

(صحيح البخاري، ۲/ ۷۴۷، حدیث نمبر: ۲۰۱۸، المؤلف: محمد بن إسماعيل بن إبراهيم بن المغيرة البخاري، أبو عبد الله)۔

☆ اجتماعی طور پر ذکر الٰہی کرنا عبادت ہے، لیکن اتنی تیز آواز سے ذکر کرنا جو دوسروں کے لئے باعث تشویش ہو ممنوع ہے، علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

''وفي حاشية الحموي عن الإمام الشعراني أجمع العلماء سلفا وخلفا على استحباب ذكر الجماعة في المساجد وغيرها إلا أن يشوش جهرهم على نائم أو مصل أو قاري... الخ''

(حاشية رد المحتار على الدر المختار شرح تنوير الأبصار فقه أبو حنيفه ۱/ ۶۶۰، ابن عابدين، الناشر: دار الفكر للطباعة والنشر، سنة النشر: ۱۴۲۱ھ، ۲۰۰۰م، مكان النشر: بيروت، عدد الأجزاء: ۸)

(حاشیہ حموی میں امام شعرانیؒ کے حوالے سے ہے کہ علماء سلف وخلف کا اس پر اجماع ہے کہ مساجد وغیرہ میں اجتماعی ذکر کرنا مستحب ہے بشرطیکہ سونے والوں، نمازیوں یا قرآن پڑھنے والوں کو تشویش نہ ہو)۔

☆ مسجدوں میں گمشدہ چیزوں کے اعلان سے روکا گیا کہ عبادت کے دوران ایک نئی قسم کی آواز سے خواہ مخواہ تشویش پیدا ہوگی:

''مَنْ سَمِعَ رَجُلًا يَنْشُدُ ضَالَّةً فِي الْمَسْجِدِ فَلْيَقُلْ لَا رَدَّهَا اللَّهُ عَلَيْكَ فَإِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِهَذَا''

(الجامع الصحيح المسمى صحيح مسلم ۲/ ۸۲، حدیث نمبر: ۱۲۸۸، المؤلف: أبوالحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري النيسابوري، الناشر: دار الجيل بيروت + دار الآفاق الجديدة۔ بيروت)۔

☆ فقہاء مالکیہ کے نزدیک تیز آواز جو مسلسل ہو اور آس پاس کی درودیواروں کو متاثر کرتی ہو، قابل بندش ہے:

''واما ماكان صوتاً كبيراً مستداماً كالكمادين۔ ۔والرحا ذات الصوت الشديد فانه ضرر يمنع منه كالرائحة''

(التاج والاكليل شرح مختصر خليل للمواق ۵/ ۱۶۰)۔

یہ تفصیلات صوتی آلودگی کے بارے میں اسلامی نقطۂ نظر سمجھنے کے لئے کافی ہیں، اور ان کی روشنی میں ان تمام سوالات کو حل کیا جاسکتا ہے جو اس ضمن میں اٹھائے گئے ہیں، فقہ اکیڈمی کی طرف سے اس سلسلے میں چار سوالات قائم کئے گئے تھے جن کے جوابات بالترتیب مقالات کی روشنی میں درج ذیل ہیں:

پر شور کارخانے:

۱۔ کارخانے کی بعض مشینیں بہت پر شور ہوتی ہیں، حکومت کی طرف سے ان کو آبادی سے باہر لگانے کی ہدایت ہوتی ہے، یہ ہدایات شرعاً کس حد تک قابل تعمیل ہیں؟

اس سوال کے جواب میں تمام مقالہ نگار حضرات متفق ہیں کہ حکومت کی یہ ہدایات شریعت کے مطابق ہیں، اس لئے ان پر عمل کرنا واجب ہے، اس کی تائید میں اس حقیر نے اور دیگر کئی حضرات نے کتب فقہ سے وہ عبارات نقل کی ہیں جن میں فقہاء نے اس قسم کے پر شور اور ضرر انگیز کاروبار کو آبادی سے باہر لے جانے کا حکم دیا ہے، مثلاً:

''وفيه أراد أن يبني في داره تنورا للخبز دائما أو رحى للطحن أو مدقة للقصارين يمنع عنه لتضرر جيرانه ضررا فاحشا وفيه لو اتخذ داره حماما ويتأذى الجيران من دخانها فلهم منعه إلا أن يكون دخان الحمام مثل دخان الجيران (حاشية رد المحتار على الدر المختار شرح تنوير الأبصار فقه أبو حنيفه ٥/ ٢٣٤ ،ابن عابدين،الناشر :دار الفكر للطباعة والنشر،سنة النشر:١٤٢١هـ،٢٠٠٠م،مكان النشر: بيروت،عدد الأجزاء:٨)۔

وفي البحر وذكر الرازي في كتاب الاستحسان لو أراد أن يبني في داره تنورا للخبز الدائم كما يكون في الدكاكين أو رحى للطحن أو مدقات للقصارين لم يجز لأنه يضر بجيرانه ضررا فاحشا لا يمكن التحرز عنه.---- وبخلاف التنور المعتاد في البيوت ا ه'' (حاشية ردالمحتار على الدر المختار شرح تنوير الأبصار فقه أبو حنيفه ٥/ ٤٤٩، ابن عابدين،الناشر :دار الفكر للطباعة والنشر،سنة النشر:١٤٢١هـ،٢٠٠٠م،مكان النشر: بيروت،عدد الأجزاء:٨)۔

فقہاء نے جہاں خلاف عادت کی اصطلاح استعمال کی ہے اس میں عوامی رجحانات کے ساتھ حکومتی رجحانات بھی شامل ہیں، اگر حکومت نے کسی مخصوص علاقہ کو مخصوص قسم کے کاروبار کے لئے خاص کردیا ہے، تو اس خصوصیت کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، اس کی خلاف ورزی غیر قانونی اور گناہ متصور ہوگی۔

☆ علاوہ ازیں جائز معاملات میں حکومت کی ہدایات پر عمل کرنا واجب ہے، اسلامی حکومت میں اطاعت کے اصول پر اور غیر اسلامی حکومت میں معاہدۂ شہریت اور فتنہ سے تحرز کی بنیاد پر۔

گاڑیوں کے تیز ہارن:

۲۔ گاڑیوں کے ہارنوں کی آواز بھی کبھی بہت بڑھی ہوئی ہوتی ہے، بعض لوگ غیر ضروری طور پر ہارن بجاتے ہیں، اور بعض حضرات اپنی گاڑی میں ضرورت سے زیادہ تیز آواز کا ہارن؛ یہاں تک کہ ایمبولنس میں لگائے جانے والے سائرن کی طرح کے ہارن بھی لگاتے ہیں۔

اس سوال کے جواب میں بھی تمام مقالہ نگار متفق ہیں کہ عوامی رجحانات اور حکومتی ہدایات کی پاسداری لازم ہے، غیر ضروری طور پر ہارن بجانا، یا بلا ضرورت بہت زیادہ تیز آواز کا ہارن لگانا وغیرہ درست نہیں کہ:

☆ صوتی آلودگی کے علاوہ یہ اسراف اور حدود سے تجاوز ہے اور لوگوں کے لئے باعث ایذا بھی۔

☆ ظلم صرف یہ نہیں ہے کہ کسی کا مال چھین لیا جائے، بے موقع اور بے محل کام کرنا بھی ظلم ہے۔

☆ درست ہے کہ انسان اپنی ملکیت میں جو چاہے تصرف کرسکتا ہے لیکن دوسرے انسانوں کو کھلا ضرر پیش آئے تو یہ اختیار باقی نہیں رہتا۔

''إن للانسان أن يتصرف في ملكه ما شاء من التصرفات ما لم يضر بغيره ضرراً ظاهراً''

(تبيين الحقائق للزيلعي ٤/ ١٩٦)۔

☆ غیر معروف اور غیر معتاد عمل کرنا بھی ضرر ظاہر کے دائرے میں آتا ہے۔

☆ دوسری گاڑیوں مثلاً ایمبولنس وغیرہ کے ہارن لگانے میں تلبیس اور دھوکہ بھی ہے۔

شادی بیاہ میں ڈی جے کا استعمال:

۳۔ آج کل شادی بیاہ وغیرہ تقریبات میں DJ کا رواج کافی بڑھتا جا رہا ہے، اس کا شور انسان کی سماعت اور ماحول کے لئے سخت نقصان دہ ہے، اس کے عدم جواز پر بھی تمام مقالہ نگاروں کا اتفاق ہے، اس لئے کہ:

☆ یہ مزامیر شیطانی میں داخل ہے۔

☆ عام انسانوں کے لئے باعث ایذا اور ضرر ہے۔

☆ قرآن کریم میں خواہ مخواہ شور مچانے کو کفار و مشرکین کا شعار بتایا گیا ہے:

"وما كان صلاتهم عند البيت إلا مكاء وتصدية" (سورۂ انفال: ۳۵)

(بیت اللہ کے سامنے ان کی نماز سیٹی بجانے اور تالی پیٹنے کے سوا کچھ نہیں ہے)۔

☆ ایک حدیث میں ہے کہ:

''صوتان ملعونان في الدنيا والآخرة: مزمار عند نعمة ورنة عند مصيبة''

(مجمع الزوائد للهيثمي، ج ۳ ص ۱۰۰، ط بيروت دار الفكر ۱۴۲۱ھ)

(دو آوازیں دنیا اور آخرت دونوں جگہ قابل لعنت ہیں: ایک نعمت کے وقت باجے کی آواز، دوسرے مصیبت کے وقت زور سے رونے کی آواز)۔

جلسے اور مشاعرے:

۴۔ ہمارے معاشرہ میں مذہبی اور سیاسی جلسوں اور مشاعروں کا رواج بھی عام ہے، قانونی اعتبار سے اس کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے، مثلاً رات کے دس یا ساڑھے دس بجے تک، کہ اس کے بعد پروگرام جاری نہیں رکھا جا سکتا، اسی طرح آواز کے بارے میں بھی تحدید ہوتی ہے کہ کس درجہ کا ساؤنڈ سسٹم ہونا چاہئے، اور کتنے ساؤنڈ بکس رکھے جا سکتے ہیں؟ اس کا مقصد لوگوں کی صحت اور ماحولیات کا تحفظ دونوں ہوتا ہے۔۔۔ شرعاً ان قوانین کی پابندی کس درجہ میں ضروری ہے، اور ان کی خلاف ورزی کا کیا حکم ہے؟

اس سوال کے جواب میں بھی تقریباً تمام مقالہ نگار متفق ہیں کہ ضرورت سے زیادہ لاؤڈ اسپیکر کا استعمال درست نہیں ہے، اور اس سلسلے کے قوانین کی پابندی لازمی ہے۔

☆ اس لئے کہ یہ قوانین شرعی ہدایات کے مطابق ہیں۔

☆ حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ ایک موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں اعتکاف فرمایا، آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ کچھ لوگ زور زور سے قرآن کی تلاوت کر رہے ہیں، تو آپ نے پردہ ہٹا کر ان حضرات کو تنبیہ فرمائی کہ:

☆ ''ألا إن كلكم مناج لربه فلا يؤذين بعضكم ولا يرفع بعضكم على بعض في القرأة'' (ابوداؤد: ۱۳۳۲)

(لوگو! تم لوگ اپنے رب کے ساتھ مناجات کر رہے ہو اس لئے کوئی کسی کو تکلیف نہ پہونچائے، اور پڑھنے میں اپنی آواز دوسرے پر بلند نہ کرے)

☆ عہد فاروقی میں ایک بلند آواز واعظ صاحب کا قصہ نقل کیا گیا ہے جو حضرت عائشہؓ کے حجرہ کے قریب وعظ کہتے تھے، حضرت عائشہؓ کی شکایت پر حضرت فاروق اعظمؓ نے ان کو تنبیہ فرمائی، اور وہاں ان کے وعظ پر پابندی عائد فرمادی (اخبار مدینہ لعمر بن شبیہ ۱/ ۱۵)۔

☆ حضرت عائشہؓ نے مدینہ منورہ کے ایک واعظ کو وعظ و تبلیغ کے آداب تفصیل سے بتاتے ہوئے فرمایا کہ اپنی آواز ان ہی لوگوں تک محدود رکھو جو

تمہاری مجلس میں بیٹھے ہوں (مجمع الزوائد ۱/۱۹۱)۔

☆ معروف تابعی حضرت سعید بن مسیبؒ کے بارے میں منقول ہے کہ ایک بلند آواز قاری کو یہ کہہ کر نکلوادیا کہ اس نے مجھے تکلیف پہنچائی۔

''اطرد هذا القارى عنى فقد آذانى'' (شرح المواق على خليل ۵/ ۱۹۵، المنتقى للباجى مع الموطا ۶/ ۴۱)۔

☆ فقہاء نے لکھا ہے کہ نماز باجماعت میں ضرورت سے زیادہ تیز آواز اچھی چیز نہیں ہے۔

ويجهر الامام وجوباً بحسب الجماعة فإن زاد عليه أساء (الدر المختار مع رد المحتار ۲/ ۲۴۹)۔

☆ فقہاء نے اس کی بھی صراحت کی ہے کہ:

لو قرأ على السطح والناس نيام يأثم اھ اى لأنه يكون سببا لإعراضهم عن استماعه أو لأنه يؤذيهم بإيقاظهم" اگر کوئی شخص اپنے گھر کی چھت پر بلند آواز سے تلاوت کرے جس سے سونے والوں کو خلل واقع ہو تو تلاوت کرنے والا گنہگار ہوگا؛ اس لئے کہ یہ سننے سے اعراض کا سبب بنے گا؛ کیونکہ اس کی آواز سے نیند خراب ہوگی (شامی ۱/ ۴۰۳، خلاصۃ الفتاویٰ ۱/ ۱۰۳)۔

☆ رات کے پروگراموں میں ایک خرابی یہ بھی ہے کہ عشاء کا مستحب وقت ایک تہائی شب بھی مان لیں تو عشاء کے بعد غیر ضروری گفتگو یا تبادلہ خیال جو کہ نماز فجر پر اثر انداز ہو، ازروئے حدیث ناپسندیدہ ہے (الجامع الصحيح سنن الترمذی ۱/ ۳۱۵، حدیث نمبر: ۱۶۹، المؤلف: محمد بن عيسى أبو عيسى الترمذي السلمي، الناشر: دار إحياء التراث العربي بيروت، تحقيق: أحمد محمد شاكر وآخرون، عدد الأجزاء: 5)۔

☆ دعوتی طور پر بھی یہ چیز سخت مضر اور لوگوں کے لئے باعث نفرت ہے، ارشاد نبوی ہے:

''يسروا ولا تعسروا بشروا ولا تنفروا'' (مسلم شريف، حديث نمبر: ۱۷۳۲)۔

☆ اگر واقعی ایسی ضرورت ہو تو کھلی جگہوں کے بجائے بند ہالوں میں یہ پروگرام کئے جاسکتے ہیں تاکہ آواز باہر نہ نکلے، اور دیگر غیر متعلق لوگوں کے لئے باعث تکلیف نہ ہو۔

البتہ اس ضمن میں ایک رائے مفتی تنظیم عالم قاسمی صاحب (حیدرآباد) کی یہ ہے کہ جلسوں اور مشاعروں میں اصول کے مطابق تو ضرورت سے زیادہ لاؤڈ اسپیکر کا استعمال درست نہیں ہے اور اس طرح کے قوانین کی خلاف ورزی اگرچہ فی نفسہ حرام اور گناہ کبیرہ ہے، لیکن عموم بلویٰ کی وجہ سے اس میں تھوڑی تسہیل مناسب ہے، ورنہ بہت سے لوگ گناہوں کے مرتکب قرار پائیں گے۔

لیکن ظاہر ہے کہ گناہ کے عام ہوجانے سے اس کی شدت ختم نہیں ہوجاتی، ابتلاء عام صرف اس صورت میں مؤثر ہوتا ہے جب کہ اس کی فی الواقع ضرورت ہو، عام حالات میں کھلے مقامات پر رات بھر جلسے اور مشاعرے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، یہ محض دوسروں کی دیکھا دیکھی اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی ریس ہے۔

☆ جب کہ مفتی صاحب موصوف خود بھی تسلیم کرتے ہیں کہ کسی کام کو انجام دینے کے لئے صرف صحیح نیت کافی نہیں ہے، بلکہ طریقہ بھی صحیح ہونا ضروری ہے۔

☆ نیز علماء اور اصحاب دانش اگر قانون کا احترام نہیں کریں گے تو کون کرے گا۔

☆☆☆

دوسرا باب تعارف موضوع

ماحول-ایک تعارف

ڈاکٹر محمد اسلم پرویز[1]

ہمارے گردو پیش کی ہر چیز ہمارے ماحول کا حصہ ہے۔جس زمین پر ہم چلتے ہیں، جس کا پانی پیتے ہیں، جس ہوا میں سانس لیتے ہیں، جن جنگلوں، پہاڑوں، ریگستانوں میں سفر کرتے ہیں، جن دریاؤں، سمندروں، ندیوں کو پار کرتے ہیں، جن جھرنوں اور آبشاروں کو دیکھ کر مسرور ہوتے ہیں، جن جانوروں سے فائدہ اٹھاتے ہیں، کچھ پر سوار ہوتے ہیں، کچھ کو کھاتے ہیں، کچھ کو کھیتی اور دیگر کاموں میں استعمال کرتے ہیں یہ سبھی ہمارے ماحول کا حصہ ہیں۔ یہ سب ماحول سے متاثر بھی ہوتے ہیں اور متاثر بھی کرتے ہیں۔ ماحول کے اِن ارکان کو ہم جاندار اور بے جان زمروں میں بھی تقسیم کرسکتے ہیں اور اپنی سہولت کے لیے زمینی، آبی اور ہوائی ارکان میں بھی تقسیم کرسکتے ہیں۔

زمینی ارکان:

زمین پر ہم جس مٹی پر پاؤں رکھتے ہیں، عرف عام میں اسے کوئی وقعت نہیں دی جاتی۔ کسی چیز کو جب ہم بہت سستا فروخت کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ مٹی کے بھاؤ بیچ دی۔ یا کوئی شئے اگر اپنی قیمت یا افادیت کھودیتی ہے تو اسے مٹی ہونا یا مٹی میں مل جانا کہتے ہیں۔ تاہم حقیقت اس کے برعکس ہے۔ مٹی اللہ تعالیٰ کی ایک نہایت قیمتی نعمت ہے۔ یہ پہاڑوں اور چٹانوں کے ریزہ ریزہ ہونے سے وجود میں آتی ہے اور اس عمل میں لاکھوں سال لگتے ہیں۔ جو کیمیائی اجزاء ان پتھروں میں ہوتے ہیں وہی ان سے بنی مٹی کا مزاج ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے ہر جگہ کی مٹی کی تاثیر الگ ہوتی ہے۔ وہ الگ قسم کے پیڑ پودوں اور کھیتی کی پرورش کرتی ہے۔ کشمیر میں پانپور کی مٹی اگر زعفران کے لیے موزوں ہے تو کیرالہ کی مٹی ناریل کے لیے۔ تاہم جب یہ مٹی وجود میں آتی ہے تو اس میں زرخیزی کم ہوتی ہے۔ جب اس میں پیڑ پودے اور جانور اور ان کے حصے گل سڑ کر مل جاتے ہیں تو یہ زرخیز ہوجاتی ہے۔ اگر چہ ریت بھی ایک قسم کی مٹی ہے لیکن اس میں کوئی بھی پودا بہ مشکل پیدا ہوتا ہے؛ کیونکہ اس کے ذرّوں کی جسامت بڑی ہوتی ہے۔ ان کے درمیان جگہ اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ پانی اس میں رُک نہیں پاتا اور نیچے نکل جاتا ہے۔ اس کے برخلاف چکنی مٹی (CLAY) کے ذرات اتنے باریک اور باہم چپکے ہوتے ہیں اور ان کے درمیان جگہ اتنی کم ہوتی ہے کہ اُس میں پانی کا گھسنا مشکل ہوتا ہے لیکن جب گھس جاتا ہے تو پھر وہاں سے نکل نہیں پاتا؛ کیونکہ اس چکنی مٹی کے ذرات اس کو اپنی سطح سے چپکا لیتے ہیں۔ اسی وجہ سے کسی میدان یا باغ کی چکنی مٹی پر پھسلن بھی ہوتی ہے اور وہ خشک بھی دیر میں ہوتی ہے، ایسی مٹی میں بھی پودے نہیں اُگتے۔ ان دونوں اقسام کے درمیان کی مٹی جو لوم (LOAM) کہلاتی ہے پودوں کی نشوونما کے لیے بہترین ہوتی ہے۔ اس کے ذرات کا سائز درمیانی اور مناسب ہوتا ہے نہ تو یہ ریت کی طرح پانی کو نکلنے دیتا ہے نہ چکنی مٹی کی طرح پکڑ لیتا ہے۔ قابل کاشت مٹی میں نہ صرف مٹی کے ذرات کی جسامت اہم ہے بلکہ اس کے کیمیائی اجزاء، اس کی تیزابیت اور آپس میں موجود پانی، نمکیات اور قدرتی کھاد (پودوں/ جانوروں کے تحلیل شدہ اجزاء) بھی اہم ہے۔ جس مٹی میں ان تمام اجزاء کا صحیح توازن پایا جاتا ہے وہی مٹی زرخیز ہوتی ہے۔

اس مٹی کی زرخیزی میں اس میں موجود ہزاروں اقسام کے ننھے ننھے آنکھ سے نظر نہ آنے والے جانداروں کا بھی بہت اہم رول ہوتا ہے۔ یہ جاندار پودوں کے خاندان کے بھی ہوتے ہیں جیسے بیکٹیریا، کاہی اور پھپھوند کی کچھ اقسام اور جانوروں کے خاندان کے بھی جیسے امیبا (AMOEBA) پیرامیشیم وغیرہ۔ یہ ننھے جاندار مٹی میں موجود غذائی اجناس، نیز جانوروں، پیڑ پودوں کے مردہ حصوں کو تحلیل کر کے مٹی کا جز بن جاتے ہیں۔ یہ ایک سائنسی

[1] وائس چانسلر مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی، حیدر آباد۔

حقیقت ہے کہ زمین کے اوپر پائے جانے والے جانداروں سے کہیں زیادہ تعداد میں جاندار مٹی کے اندر ہوتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ ان کی اکثریت آنکھ سے نظر نہیں آتی۔ ایک تحقیق کے مطابق پودوں کی جڑوں کے گرد موجود مٹی کے ایک گرام میں اوسطاً 10 کروڑ بیکٹیریا موجود ہوتے ہیں۔ ان تمام جانداروں کی بقا اور اس مٹی میں پرورش پا رہے پیڑ پودوں کی صحت وسلامتی کا براہ راست تعلق اسی مٹی اور اس کے ماحول سے ہمیشہ رہتا ہے۔

ہوائی ارکان:

ہم جس ہوا میں سانس لیتے ہیں، چلتے پھرتے ہیں اپنی زندگی کی صبح وشام بسر کرتے ہیں وہ کئی اقسام کی گیسوں کا ایک مکسچر ہے۔ اس ہوا میں حجم کے اعتبار سے 78.09% نائٹروجن، 20.95% آکسیجن، 0.93% آرگن، 0.040% کاربن ڈائی آکسائیڈ اور بہت خفیف مقدار میں دیگر گیسیں پائی جاتی ہیں۔ اس میں لگ بھگ 1% آبی بخارات بھی شامل ہوتے ہیں تاہم ان کی مقدار مقام کے اعتبار سے بدلتی رہتی ہے۔ درجۂ حرارت اور نمی کی موجودگی کا براہ راست اثر ہوا میں موجود آبی بخارات پر پڑتا ہے۔

ہوا میں موجود گیسوں میں سے دو گیسیں آکسیجن اور کاربن ڈائی آکسائیڈ زندگی کے وجود اور بقا کے لیے بے حد اہم ہیں۔ آکسیجن کی مدد سے ہر جاندار چاہے وہ پیڑ پودا ہو یا جانور (بمع انسان) یا پھر آنکھ سے نظر آنے والا خوردبینی جاندار، سبھی اپنی غذا تحلیل کر کے توانائی حاصل کرتے ہیں۔ اس کے بغیر جانداروں کی اکثریت ہلاک ہو جائے گی۔ جب جانور سانس لیتے ہیں تو ہوا کے ساتھ آکسیجن گیس بھی جسم میں داخل ہوتی ہے اور خون میں شامل ہو کر تمام جسم میں پھیل جاتی ہے۔ جسم کے گوشے گوشے میں جا کر ہر سیل (جاندار کی بنیادی اکائی) تک پہنچ جاتی ہے۔ سیل (CELL) کی سطح میں یہ غذا کو تحلیل کر کے توانائی اور کاربن ڈائی آکسائیڈ بناتی ہے۔ یہ عمل بھی کیمیائی اور ایک طرح کا احتراقی (COMBUSTION) نوعیت کا ہوتا ہے جس میں گلوکوز کو جلایا جاتا ہے۔ کاربن ڈائی آکسائیڈ انسانوں اور تمام دیگر جانوروں کے لیے زہریلی ہے اور جسم سے فوراً خارج کی جاتی ہے۔ جسم کے ہر سیل سے خون اس زہریلی گیس کو اکٹھا کر کے لاتا ہے اور پھیپھڑوں میں چھوڑ دیتا ہے جہاں سے یہ باہر نکلنے والے سانس کے ذریعہ باہر نکل جاتی ہے۔ یعنی یہ تمام کام اس مختصر سی مدت میں ہو جاتا ہے جس میں ہم سانس لیتے ہیں اور چھوڑتے ہیں۔

اس زہریلی گیس کو تحلیل کرنے کا زبردست نظم اللہ تعالیٰ نے ہرے پودوں کے ذریعے قائم کر رکھا ہے۔ ہرے پودے دن کے وقت اس زہریلی گیس کو جذب کرتے ہیں اور سورج کی توانائی کی مدد سے اس گیس کو پانی کے ساتھ ملا کر گلوکوز بناتے ہیں۔ یہ بھی ایک کیمیائی عمل ہے جس میں نہ صرف گلوکوز جو کہ ہر جانور کی بنیادی غذا ہے، بنتا ہے بلکہ آکسیجن گیس بھی بنتی ہے جس کو دن کے وقت ہرے پودے ہوا میں خارج کرتے ہیں۔ گویا ہوا میں کاربن ڈائی آکسائیڈ اور آکسیجن کا باہم توازن ہرے پودوں اور جانوروں کی مدد سے قائم رہتا ہے۔

اس سلسلے کی دوسری اہم بات یہ ہے کہ جب بھی، کبھی بھی، کسی بھی طرح کا ایندھن جلایا جاتا ہے تو اس عمل کے دوران کاربن ڈائی آکسائیڈ اور اسی قبیل کی دیگر زہریلی گیسیں پیدا ہوتی ہیں۔ اس طرح قدرتی ہوا میں ایندھن کے جلنے سے کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس مستقل شامل ہوتی رہتی ہے۔ موٹر گاڑیوں، کارخانوں، ریل گاڑیوں، ہوائی جہازوں کی وجہ سے فضا میں کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس مستقل بڑھتی رہتی ہے۔ علاوہ ازیں ایندھن کے جلنے سے اور کارخانوں سے خارج ہونے والی دیگر زہریلی گیسوں کی وجہ سے ہوا میں مسلسل کثافت کا اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ ہوا میں موجود یہ تمام زہریلی گیس جب سانس کے ذریعے جانوروں اور انسانوں کے جسم میں داخل ہوتی ہیں تو مختلف قسم کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ جانوروں کے علاوہ پیڑ پودوں کو بھی یہ نقصان پہنچاتی ہیں۔ اسی وجہ سے شہری آبادیوں کی ہوا بوجھل اور تھکان آمیز ہوتی ہے۔ اس کے برخلاف اگر ہم کسی جنگل یا ہریالی میں جائیں تو ہوا میں ایک فرحت بخش تازگی کا احساس ہوتا ہے۔

آبی ارکان:

پانی ہمارے ماحول کا ایک اہم اور جانداروں کی زندگی کا اہم ترین جز ہے۔ اس میں حیران کن خواص پائے جاتے ہیں جن میں سے ایک اس کی حل پذیری ہے۔ یہ بیشتر اشیاء کو اپنے اندر حل کر لیتا ہے۔ یہ اشیاء پانی میں گھل کر اس میں شامل ہو جاتی ہیں۔ پانی کی اس خاصیت کی ایک طرف افادیت ہے کہ زمین کے تمام نمکیات اور دیگر حل پذیر اجزاء پانی میں گھل کر پیڑ پودوں میں جذب ہوتے ہیں نیز ندی، نالوں، دریاؤں کے ذریعے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل بھی ہوتے ہیں۔ تاہم اس کا نقصان بھی ہے۔ اگر زمین میں زہریلے مادّے ہوں تو وہ بھی پانی میں گھل کر پیڑ پودوں کے

جسم میں بھی جاتے ہیں اور جانوروں کو بھی متاثر کرتے ہیں۔ پانی میں شامل ہونے والے فضلات تو وقت کے ساتھ قدرتی نظام کے تحت تحلیل ہوجاتے ہیں، اور اگر پانی کو آکسیجن گیس ملتی رہتی ہے تو پانی پھر سے صاف ہوجاتا ہے، لیکن اگر اسی پانی میں ناقابل تحلیل خصوصاً کیمیائی مادے شامل ہوجاتے ہیں تو وہ پھر پانی سے باہر نہیں نکلتے جب تک کہ پانی کو باقاعدہ صاف نہ کیا جائے۔ ان مادّوں کی اکثریت قدرتی طور پر تحلیل نہیں ہوتی۔ صاف پانی جس طرح زندگی کے وجود اور بقا کا ضامن ہے اسی طرح آلودہ پانی زندگی کا دشمن ہے۔

زمین پر بنیادی طور پر دو اقسام کا پانی پایا جاتا ہے۔ ایک کھارا پانی جو سمندروں میں ہوتا ہے اور دوسرا وہ ''میٹھا'' پانی جو (بظاہر) سمندر کے علاوہ ہر دیگر پانی کے ذخیرہ میں پایا جاتا ہے۔ اگرچہ سمندروں کے اندر بھی اس میٹھے پانی کے دریا اور چشمے جاری ہوتے ہیں تاہم وہ براہِ راست زمین اور زمینی آبادی کو میسر نہیں آتے۔ سمندروں کا نمکین پانی جس میں انواع واقسام کے نمکیات کی کافی مقدار پائی جاتی ہے زمین پر رہنے والے جانوروں کے لیے قابل استعمال نہیں ہوتا لیکن سمندروں میں رہنے والے پودے اور جانور اسی میں نشو ونما پاتے ہیں۔ وہ اسی ماحول کے عادی ہوتے ہیں۔ اگر ان کے اس ماحول میں کسی وجہ سے تبدیلی ہوجائے تو ان کی زندگی اور افعال اس سے متاثر ہوجاتے ہیں۔ زمینی آبی ذخائر جو کنویں سے لے کر دریاؤں، جھرنوں، چشموں، ندی نالوں تک پھیلے ہوئے ہیں زمینی جانداروں کی ضروریات پوری کرتے ہیں۔ ان آبی ذخائر میں کسی بھی طرح کی کمی بیشی یا ان میں بہنے والے پانی میں ہونے والی تبدیلی زمین پر موجود زندگی کی سبھی اقسام کو متاثر کرتی ہے۔

جب کبھی ہم پریشان ہوتے ہیں تو ہمیں سکون کی تلاش ہوتی ہے۔ اس وقت کسی بھی قسم کی اونچی آواز ہمیں بری لگتی ہے۔ آوازیں بھی ہمارے ماحول کا ایک حصہ ہیں۔ اگر ہمارے گرد وپیش آوازیں تیز ہوجائیں، شدید ہوجائیں، کرخت ہوجائیں تو وہ ہماری سماعت اور مزاج پر گراں گزرتی ہیں۔ سماعت کا تعلق ذہن سے ہے۔ لہٰذا یہ شور وغل چاہے وہ کارخانوں کا ہو، ٹریفک کا ہو، تیز میوزک، ریڈیو، ٹیلی ویژن کا ہو، ریل یا ہوائی جہاز کا ہو، ہمارے ذہن اور اس سے جڑے ہمارے پورے جسمانی نظام اور نفسیات کو متاثر کرتا ہے۔ ماحول میں آوازوں کا نرم، متوازن اور حدود میں ہونا بھی بہت ضروری ہے۔ ہماری طرزِ زندگی نے ہمارے اطراف انواع واقسام کے شور پیدا کردیے ہیں جو براہِ راست ہماری صحت کو متاثر کررہے ہیں۔

ہمارے ماحول کا ایک اور اہم جز شعائیں (RADIATIONS) ہیں۔ ان میں وہ قدرتی شعائیں بھی شامل ہیں جو سورج سے خارج ہوتی ہیں اور وہ مصنوعی بھی جو ہمارے ایٹمی بجلی گھروں، ان شعاعوں کو استعمال کرنے والی مشینوں مثلاً ایکسرے مشین، ایم-آر-آئی، ای-ای-بی اور اسی قبیل کی اسپتالوں میں استعمال ہونے والی دیگر مشینوں سے نکلتی ہیں۔ ہمارے بجلی سے چلنے والے سامان خصوصاً ریفریجریٹر، ٹیلی ویژن، مائیکروویو، واشنگ مشین اور موبائل فون سے نکلتی ہیں۔ اسپتالوں اور بجلی گھروں کے علاوہ بقیہ تمام مشینیں ہمارے گھروں میں، آفسوں میں استعمال ہوتی ہیں۔ اسی نسبت سے یہ ہمارے گھروں اور آفسوں، کالجوں اور مدرسوں کے ماحول کا حصہ ہوتی ہیں، اسے متاثر بھی کرتی ہیں اور آلودہ بھی کرتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آلودگی صرف باہری ماحول کی ہی نہیں بلکہ اندرونی ماحول (INDOOR) کی بھی ہوتی ہے۔ جہاں جتنا زیادہ مشینی اندازِ زندگی ہے وہاں اتنا ہی اندرونی ماحول متاثر ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ بات گھر کے ماحول پر ہی ختم نہیں ہوتی خود ہمارے جسم کے اندر بھی ایک ماحول ہوتا ہے جو ہمارے جسم کے تمام افعال کو متاثر کرتا ہے۔ تاہم راقم اس تحریر میں بیرونی اور اندرونی ماحول کے بیان پر ہی اکتفا کرے گا تاکہ موضوع اتنا وسیع نہ ہوجائے کہ قابل گرفت نہ رہے اور فہم عام کی حدود پار کرجائے۔

ماحول کی موجودہ صورتحال:

ماحول کی موجودہ صورتحال کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ اگر ہم اپنی بات ہوا سے شروع کریں تو ہر شہر کی ہوا نہ صرف کثیف، آلودہ اور مکدّر ہوچکی ہے بلکہ زہریلی ہے۔ کارخانوں، موٹر گاڑیوں اور دیگر ذرائع ووسائل سے ایندھن کے جلنے سے خارج ہونے والی مہلک گیسوں کی مقدار ہوا میں بڑھتی جارہی ہے۔ ہر شئے کی طرح ہوا کی بھی ایک بساط اور سمائی ہے۔ اس میں اگر کم مقدار میں یہ گیسیں شامل ہوجاتی ہیں تو ہوا ان کو اپنے اندر حل کرلیتی ہے اور ہوا کے ساتھ وہ تیزی کے ساتھ منتشر ہوجاتی ہیں۔ کائنات میں اللہ تعالیٰ کے نافذ کردہ ہزاروں قوانین میں سے ایک قانون ''حل پذیری'' کا بھی ہے جسے انگریزی میں Law of Diffusion کہتے ہیں۔ اس کے تحت ہر شئے اپنی زائد مقدار والی جگہ سے کم مقدار والی جگہ کی طرف از خود سفر کرتی ہے۔ اسی لیے پانی بھی سوکھی زمین میں پھیلتا چلا جاتا ہے۔ کسی ایک جگہ پر جب کوئی گیس خارج ہوتی ہے تو وہ اسی قانون کے تحت

ہوا میں گھلتی چلی جاتی ہے اور اس کی مقدار کم ہو جاتی ہے۔ تاہم اگر یہ اخراج زیادہ ہو اور مستقل ہوتا رہے تو حلولیت کا یہ عمل سست ہو جاتا ہے۔ ایسے میں اگر ہوا کی گردش کی رفتار ہلکی ہو، فضا میں نمی زیادہ ہو تو یہ گیسیں وہیں اسی مقام پر اکٹھی ہوتی رہتی ہیں اور وہاں کے ماحول کو کثیف کرتی ہیں۔ اسی لیے سردیوں میں اور برسات میں حبس کے دنوں میں شہروں کی فضائی کثافت بڑھ جاتی ہے۔ اس کثافت کا ایک اور خطرناک پہلو بھی ہے۔ ان زہریلی گیسوں میں سے اکثر پانی میں حل پذیر ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ فضا میں موجود نمی میں گھل کر تیزاب بناتی ہیں جو فضا میں پھیل جاتا ہے۔ ایسے میں جب بارش ہوتی ہے تو وہ درحقیقت ''تیزابی بارش'' یعنی ACID RAIN ہوتی ہے جو نہ صرف جانداروں بلکہ عمارتوں، پہاڑوں اور چٹانوں کو بھی نقصان پہنچاتی ہے۔ اس تیزابیت کی وجہ سے مٹی میں موجود نمکیات اور غذائی اجزاء میں بھی کیمیائی عملات کی وجہ سے تبدیلیاں آجاتی ہیں۔ اگر مٹی تیزابیت زدہ ہو جاتی ہے تو اس میں فصل کا لگانا اور پیدا کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ اسی لیے جن شہروں میں کارخانے زیادہ ہیں وہاں کی ہوا زیادہ مسموم ہے۔ اسی طرح شہروں میں ڈیزل اور پیٹرول کی گاڑیاں بھی فضا کو مزید زہریلا کرتی ہیں۔ ڈیزل کے جلنے سے زیادہ خطرناک گیسیں خارج ہوتی ہیں۔ اسی لیے ماحول کے تئیں سنجیدہ عوام اور سماجی، فلاحی تنظیمیں ڈیزل گاڑیوں پر پابندی لگانے کی بات کرتی ہیں۔

ہمارے گھروں میں باورچی خانوں میں مستقل ایندھن جلایا جاتا ہے۔ چاہے وہ گیس ہو، مٹی کا تیل ہو، لکڑی ہو یا گوبر کے اپلے، کم وبیش سبھی میں سے دھواں اور زہریلی گیسیں خارج ہوتی ہیں۔ ہمارے اکثر باورچی خانے چھوٹے اور تنگ ہوتے ہیں۔ اگر مکان بنانے کے لیے زمین کم ہو تو ہم باورچی خانے اور حمام کو ہی چھوٹا کرتے ہیں، کمرے بڑے رکھتے ہیں۔ تاہم یہاں ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ ہماری خواتین کے دن کا خاصا بڑا حصہ انہی تنگ اور گھٹن زدہ باورچی خانوں میں گزرتا ہے۔ وہاں جمع ہونے والی گیسیں ان کی صحت کو متاثر کرتی ہیں۔ جس کی وجہ سے نہ صرف وہ بلکہ آنے والی نسلیں بھی متاثر ہوتی ہیں۔ یہ ایک سائنسی حقیقت ہے کہ ایک صحتمند ماں ہی ایک صحتمند بچے کو جنم دیتی ہے۔

ہمارے ملک میں فضائی کثافت کی نوعیت کچھ اعداد کی مدد سے مزید واضح کی جاسکتی ہے۔ ایک بین الاقوامی جائزے کے مطابق تمام دنیا کے پولوشن انڈیکس (Polution Index) یعنی کثافت انڈیکس پر نوئیڈا نمبر ایک پر ہے اور اس کا انڈیکس 95.55 فیصد ہے۔ دہلی کا 94.14 ہے اور وہ چھٹے نمبر پر ہے۔ چونکہ دہلی اور نوئیڈا دہلی این سی آر (NCR) کا ہی حصہ ہیں اسی لیے تمام دنیا یہ بات کہتی ہے کہ دہلی اس وقت دنیا کا سب سے کثیف شہر ہے۔

اسی طرح اگر ہم پانی کی بات کریں تو ہمارے ملک کا ہر وہ شہری جو کچھ واقفیت رکھتا ہے اور اس کے پاس وسائل ہیں وہ آج کسی نہ کسی مشین کے ذریعے صاف کیا ہوا پانی یا بوتل میں پیک پانی پی رہا ہے۔ ہمارے ملک کا ہر دریا اور ندی ایک گندے نالے میں تبدیل ہو چکی ہے۔ ہمارے گھروں محلوں سے نکلنے والی گندگی اور فضلہ اکثر مقامات پر براہ راست نزدیکی ندی یا دریا میں خارج کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح ہر کارخانے سے خارج ٹھوس یا رقیق کثافت یا تو پانی میں خارج کردی جاتی ہے یا پھر زمین پر پھیلا دی جاتی ہے۔ زمین پر پڑی کثافت بھی آہستہ آہستہ پانی میں گھل کر زمین میں جذب ہوتی ہے اور زیر زمین پانی کے ذخائر کو آلودہ کرتی ہے۔ ہماری اکثریت اپنے گھروں کا کوڑا کچرا باہر کسی کھلی جگہ پر ڈال دیتی ہے جہاں یہ سڑ سڑ کر کچھ تو ہوا میں شامل ہو جاتا ہے، کچھ پانی کو زہر آلود کرتا ہے، کچھ زمین میں جذب ہو کر زہر پھیلاتا ہے۔ اسی طرح ہماری وہ آبادی جو کھلے میں جا کر رفع حاجت کرتی ہے وہ بھی ہمارے پانی اور ہوا کو آلودہ کرتی ہے۔ ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ جو کوڑا کرکٹ یا فضلہ ہم باہر ڈال رہے ہیں وہ مزید خطرناک شکل میں ہم تک واپس آئے گا۔

شور وغل کو ہم میں سے بہت کم لوگ کثافت کے طور پر پہچانتے ہیں۔ عموماً گھروں میں چلنے والے ٹیلی ویژن اور میوزک سسٹم کی آواز گھر سے باہر گلی محلے میں سنائی دیتی ہے۔ گلیوں میں کارخانوں کی مشینوں کا شور ہے، سڑک پر ٹریفک کا شور ہے۔ الغرض صبح سے شام تک انسان کسی نہ کسی قسم کے شور سے متاثر ہے۔ انسانی نظام پر شور کے مختلف طرح سے مضر اثرات ہوتے ہیں جن میں ہاضمے کی خرابی، تیزابیت سے لے کر بلڈ پریشر اور دماغی فتور بھی شامل ہے۔ نئی نسلوں بلکہ مناسب ہوگا اگر کہا جائے کہ نئے دور کی نسلوں میں ہیڈ فون کا استعمال بہت عام ہو چکا ہے۔ تقریباً ہر جگہ ہر طرح کے افراد کانوں میں ہیڈ فون لگا کر یا تو فون پر بات کرتے ہیں یا میوزک یا تفریحی پروگرام سنتے رہتے ہیں۔ یہ صوتی کثافت کی تازہ ترین شکل ہے؛ کیونکہ یہ مستقل آوازیں انسان کی قوت سماعت کو کمزور کرتی ہیں، بے چینی پیدا کرتی ہیں اور ذہن بھی متاثر ہوتا ہے۔

اندرون خانہ کثافت (Indoor Pollution) میں سب سے بڑا ہاتھ ہمارے بجلی اور الیکٹرانک آلات کا ہے۔ چھوٹے چھوٹے گھروں میں یا ایک کمرے میں رکھے ہوئے ریفریجریٹر، ٹیلی ویژن، اوون (Oven)، کمپیوٹر، میوزک سسٹم، بجلی کے بلب، پنکھے، موبائل فون اور ان کے

چارجر، کپڑے دھونے کی مشین، گرائنڈر، ٹوسٹر، مکسر اور دیگر اسی اقسام کے سامانِ سہولیات اپنے اپنے طور پر برقی ومقناطیسی شعائیں خارج کرتے ہیں۔ چھوٹے اور بند مکانوں میں ان کے اثرات بڑھ جاتے ہیں؛ کیونکہ ان کو منتشر ہونے کی جگہ نہیں ملتی۔ عوام کو اس بات سے آگاہ کرنا ضروری ہے کہ ایسا سامان جہاں استعمال ہو وہاں ہوا اور روشنی کا گزر لازمی ہونا چاہئے اور چھوٹی جگہوں پر اس قسم کے زیادہ سامان کو اکٹھا نہیں کرنا چاہئے۔

بنیادی وجہ:

ماحولیاتی کثافت کی بنیادی وجہ ماحول کے قدرتی توازن میں مداخلت ہے۔ اللہ رب العزت نے اس کائنات میں ہر چیز کو نپی تلی مقدار میں اور باہم توازن کے ساتھ پیدا فرمایا ہے۔ اس حقیقت کا بیان بے حد خوبصورت انداز میں قرآن مجید میں یوں ہے:

(ترجمہ) ''اپنے رب کے نام کی تسبیح کرو، جس نے پیدا کیا اور تناسب قائم کیا'' (سورۂ اعلیٰ:۱،۲)۔

''ہم نے زمین کو پھیلایا۔ اس میں پہاڑ جمائے، اس میں ہر نوع کی نباتات ٹھیک ٹھیک نپی تلی مقدار کے ساتھ اگائی'' (سورۂ حجر:۱۹)۔

''کوئی چیز ایسی نہیں، جس کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں اور جس چیز کو بھی ہم نازل کرتے ہیں، ایک مقرر مقدار میں نازل کرتے ہیں'' (سورۂ حجر:۲۱)

یہ حقیقت اگرچہ چودہ سو برسوں سے قرآن مجید میں پوشیدہ ہے تاہم کائنات کی بیشتر چیزوں کے درمیان توازن کا احساس ہمیں اس وقت پیدا ہوا جب مغرب کے ہاتھوں تازہ (یا جدید) سائنس وجود میں آئی اور اس میں کچھ اہم عناصر کے مابین تعلق اور توازن کا ذکر آیا۔ آج جب بچے اسکول میں پیڑ پودوں اور جانوروں کے بارے میں پڑھتے ہیں تو انہیں یہ بتایا جاتا ہے کہ ہرے پودے اور جانور، دونوں ہی اپنے ماحول سے گیس جذب بھی کرتے ہیں اور خارج بھی کرتے ہیں۔ ہرے پودے دن میں ہوا میں سے کاربن ڈائی آکسائیڈ جذب کرتے ہیں اور آکسیجن خارج کرتے ہیں۔ جانور ہوا سے آکسیجن گیس جذب کرتے ہیں اور اس میں کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس خارج کرتے ہیں۔ کاربن ڈائی آکسائیڈ جانوروں کے لیے زہر ہے؛ جبکہ ہرے پودے اسی کی مدد سے اپنی غذا یعنی شکر تیار کرتے ہیں۔ آکسیجن جانداروں کے لیے ''گیس حیات'' ہے کہ اس کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتے۔ سبحان اللہ کیا توازن ہے۔ ان گیسوں کی بنیاد پر بھی اگر دیکھیں تو اس زمین پر سبز پودوں اور جانوروں کے بیچ ایک توازن ہے۔ اگر جانور زیادہ ہو جائیں گے تو وہ ہوا میں سے زیادہ آکسیجن جذب کرلیں گے اور ساتھ ہی زیادہ کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس خارج کرکے ہوا کو بوجھل، آلودہ اور زہریلا بنادیں گے۔ ان جانوروں میں جو سبزخور ہوں گے ان کی تعداد میں اضافہ ہوگا تو وہ مزید ہریالی کو کم کریں گے؛ کیونکہ یہی ان کی خوراک ہے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ توازن بگڑے گا۔ اسی طرح اگر سبزہ زیادہ ہو جائے تو اسے زندہ رہنے کے لیے زیادہ مقدار میں کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس چاہئے ہوگی جو کہ کم جانور پیدا نہیں کر پائیں گے۔ ساتھ ہی ہوا میں آکسیجن کی مقدار بڑھ جائے گی۔ جو کہ ہرے پودوں کے فوٹو سینتھیسس (Photo synthesis) کے عمل کو سست کرنے کی صفت رکھتی ہے۔ گویا یوں بھی توازن ضروری ہے۔

اسی طرح ایندھن اور توانائی کے استعمال میں توازن کی ضرورت ہے۔ جب بھی کوئی چیز جلتی ہے چاہے وہ لکڑی ہو، کوئلہ ہو، پیٹرول ہو یا گیس، اسے جلنے کے لیے آکسیجن کی ضرورت ہوتی ہے اور جلنے پر وہ ہوا میں کاربن ڈائی آکسائیڈ اور دیگر گیسیں خارج کرتی ہے۔ گویا جلنے کا یہ عمل گیسوں کے تبادلے کے معاملے میں جانوروں کے سانس لینے کے عمل جیسا ہی ہے کہ دونوں میں آکسیجن استعمال ہوتی ہے اور کاربن ڈائی آکسائیڈ پیدا ہوتی ہے۔ اس کاربن ڈائی آکسائیڈ کو ہوا میں سے ختم کرنے کے لیے ہرے پودے چاہئیں اور جلنے کے لیے آکسیجن مہیا کرنے کے واسطے بھی ہرے پودے چاہئیں؛ لہٰذا ایندھن کے استعمال اور سبزے کے درمیان جو توازن ہے اسے مدنظر رکھنا بھی ضروری ہے۔ ایسی مثالیں بیشمار ہیں۔ اس دنیا میں بھی اور اس کے باہر کائنات میں پھیلے قدرت کے دیگر مظاہر میں بھی۔

آج ماحول میں کثافت اور آلودگی کا جو ذکر ہے اس کی بنیادی وجہ عدم توازن ہے۔ ہوا میں موجود کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس کی جتنی مقدار پیڑ پودے جذب کرکے صاف کرسکتے تھے اس سے کہیں زیادہ مقدار ہم ہوا میں خارج کررہے ہیں۔ اپنے کارخانوں سے موٹر گاڑیوں سے۔ پانی جتنی غلاظت اور فضلے کو صاف کرسکتا تھا ہم اس سے زیادہ مقدار میں اور زیادہ خطرناک قسم کا فضلہ پانی میں خارج کررہے ہیں۔ نتیجہ ہم سب کے سامنے ہے۔ ماحولیاتی توازن بگڑ چکا ہے۔ جانداروں کی صحت تو خطرے میں ہے ہی، وجود بھی خطرے میں پڑ رہا ہے۔

فساد کیا ہے؟

فسد الشئی کے معنی ہیں کسی چیز کا مضمحل ہوجانا۔اس کا اپنی اصلی حالت پر باقی نہ رہنا لحم فاسد اس گوشت کو کہتے ہیں جو گل سڑ کر بدبودار ہوگیا ہو اور کسی کام کا نہ رہا ہو۔فساد درحقیقت ''صلاح'' کی ضد ہے۔صلاح کے معنی ہیں حالات کا مستقیم ومتوازن رہنا۔لہٰذا فساد کے معنی ہیں توازن کا بگڑ جانا۔بے ترتیبی (Disorder) پیدا ہوجانا (محیط،تاج،لسان سے اقتباس)۔

قرآن کریم نے مفسدین (فساد پھیلانے والوں) کے مقابلے میں مصلحین کا لفظ استعمال کیا ہے:۔

''جب کبھی ان سے کہا گیا کہ زمین میں فساد برپا نہ کرو تو انہوں نے یہی کہا کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں'' (البقرہ:۱۱)۔

حرث ونسل کو تباہ کردینے کو بھی فساد قرار دیا ہے:

''جب اسے اقتدار حاصل ہوجاتا ہے تو زمین میں اس کی ساری دوڑ دھوپ اس لیے ہوتی ہے کہ فساد پھیلائے،کھیتوں کو غارت کرے اور نسل انسانی کو تباہ کرے؛ حالانکہ اللہ فساد کو ہرگز پسند نہیں کرتا'' (البقرہ:۲۰۵)۔

سورہ شعراء میں مسرفین کو مفسدین کہا گیا ہے:

''مسرفین (حد سے تجاوز کرنے والوں) کا حکم نہ مانو جو زمین میں فساد برپا کرتے ہیں اور کوئی اصلاح نہیں کرتے'' (سورۂ شعراء:۱۵۱،۱۵۲)۔

اسراف کرنے والوں کو مسرفین کہا جاتا ہے۔اَلسَّرَف کے معنی ہیں جو حد مقرر کی گئی ہو اس سے آگے بڑھ جانا۔زیادتی کرنا،نادانی کرنا (ابن فارس)۔سورہ الفرقان میں خرچ کے تعلق سے یہ لفظ قَتَر کے مقابلے میں آیا ہے (سورۂ فرقان:۶۷)۔

قَتَر: بخل اور خرچ میں تنگی کو کہتے ہیں؛ لہٰذا اسراف،تفریط کے مقابلے میں افراط ہوگی۔یعنی جس مقام پر جس قدر ضرورت ہو وہاں اس سے زیادہ خرچ کردینا،غیر متوازن خرچ کرنا۔اس لیے کہتے ہیں: ''سَرَفَتِ الْاُمُّ وَلَدَهَا'' ماں نے اپنے بچے کو بہت زیادہ دودھ پلا پلا کر اس کی صحت خراب کردی (تاج العروس سے اقتباس)۔اس سے اسراف کے معنی ہوتے ہیں کسی چیز کا اس طرح ضائع ہوجانا کہ جو فائدہ اس سے حاصل ہونا تھا وہ حاصل نہ ہو؛ چنانچہ سَرَفَ الْمَاءِ اس پانی کو کہتے ہیں جو زمین پر اس طرح بہہ جائے کہ اس کا کوئی فائدہ نہ ہو اور وہ بیکار چلا جائے (تاج العروس)۔گویا اسراف صَرفِ بیجا (فضول خرچی) ہی کو نہیں کہتے؛ بلکہ اس سے مطلب یہ ہے کہ انسانی توانائی،وقت،دولت یا کسی اور صلاحیت (بمع علم) کو ایسے مقصد کے لیے خرچ نہ کرنا جس سے تعمیری نتیجہ سامنے آئے بلکہ اسے بے مقصد وبے فائدہ (یا برائے تخریبی مقصد) ضائع کردینا۔

جب کسی بھی چیز میں عدم توازن کی وجہ سے پیدا ہونے والا بگاڑ،خرابی،فساد کہلاتا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ زمین،فضا اور پانی میں پھیلی کثافت اور آلودگی کو ہم فساد نہ مانیں؟ آج نہ تو پانی اپنی اصلی حالت میں ہے نہ زمین،نہ فضا،اور نہ اس میں موجود ہوا اپنی اصلی حالت میں ہے،نہ پہاڑ اور سمندر۔کسی چیز کا اصلی حالت پر باقی نہ رہنا فساد ہے تو پس یہ بھی فساد ہے اور اس کو پھیلانے والے مفسد ہیں۔آج ہمارے بیشتر دریاؤں کا پانی فاسد ہوچکا ہے؛ کیونکہ وہ بدبودار بھی ہے،زہریلا بھی ہے اور کسی کام کا بھی نہیں ہے۔

''خشکی اور تری میں فساد برپا ہوگیا ہے لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے تاکہ مزا چکھائے ان کو ان کے بعض اعمال کا،شاید کہ وہ باز آجائیں''

(سورۂ روم:۴۱)۔

آج انسان کے ہی ہاتھوں اور انسان کے کرتوتوں کی وجہ سے انسانیت ہی نہیں بلکہ تمام جاندار آلودگی کے بھنور میں پھنس چکے ہیں؛ تاہم ہماری اکثریت اِس طرف سے غافل ہے۔کم علمی،ناواقفیت اور جہالت کے باعث ہماری اکثریت ان مسائل سے ناواقف ہے۔دین کو مذہب کی شکل دے کر اسے چند ارکان میں محدود کردیا گیا ہے۔خیرِ اُمت ہونے کے ناطے ''مسلم'' ہونے کے ناطے کیا یہ ہماری ذمہ داری نہیں ہے کہ ہم دنیا میں پھیلنے والے ہر فساد کو روکنے کی حتی الامکان کوشش کریں؟ یہ بتانے والا کوئی نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اور آنکھیں کھول کر دیکھو کہ دنیا میں مفسدوں کا کیا انجام ہوا'' (سورۂ اعراف:۸۶)۔

کثافت، آلودگی، گندگی بھی فساد کی ایک شکل ہے۔ اسراف بھی فساد ہے۔ آج ان برائیوں میں ہماری اکثریت مبتلا ہے۔ ایک طرف آلودگی کی وجہ سے فضا بوجھل ہے تو دوسری طرف اسراف کی وجہ سے معاشرے میں زبردست ناہمواری پیدا ہورہی ہے۔ ہمارے مال وہاں خرچ نہیں ہورہے ہیں جہاں ان کی ضرورت ہے۔ ہماری توانائی اور صلاحیتیں اس راہ پر صرف نہیں ہورہی ہیں جہاں انہیں صرف کرنا چاہئے۔ ہمارا وقت، ہماری علمیت اور ہماری دانائی بھی اُس مقصد کے لیے استعمال نہیں کی جارہی ہے جس مقصد کے واسطے یہ ہم کو عطا کی گئی تھی۔ ہم آج نہ صرف مال کا اسراف کررہے ہیں بلکہ وقت، توانائی، صلاحیت، علمیت اور دانشمندی کے اسراف کے بھی مرتکب ہورہے ہیں۔ مسلم کا تو یہ انداز ہونا چاہئے کہ ہر قسم کے فساد پر اس کی گہری نظر ہو اور وہ اس کا سدباب کرنے کے لیے احسن طریقے تلاش کرے اور سبھی انسانوں کی رہنمائی کرے۔ آج ہماری بیشتر بستیاں گندگی کی وجہ سے پہچانی جاتی ہیں۔ ہمارے علاقوں میں گھروں اور دکانوں کا کوڑا کرکٹ گھروں اور دکانوں کے باہر ڈالا جاتا ہے۔ محلوں کی نالیاں غلاظت سے سڑتی رہتی ہیں۔ ہم پٹریاں لگا کر، دکانیں آگے بڑھا کر راستوں کو تنگ کردیتے ہیں۔ راہگیروں کو چلنے میں دشواری پیدا ہوتی ہے۔ ہم راستوں میں مزید دشواریاں پیدا کرتے ہیں۔ نئے نئے انداز کے فساد پیدا کرتے ہیں۔ گلی گلی، محلے محلے چلنے والے کارخانوں سے خارج ہونے والا دھواں اور گندگی پورے علاقے کو متاثر کرتی ہے۔ کاش ہم سمجھیں کہ یہ اللہ کے احکامات کی کھلی خلاف ورزی ہے۔ قرآن کریم سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر تخلیق اس کی ایک آیت ہے۔ یہ پانی، یہ ہوا، یہ زمین اور اس میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ کی آیات ہیں۔ ہم کیسے مسلمان ہیں کہ ان آیات کو ناپاک کرتے ہیں، ان کی بے حرمتی کرتے ہیں، ان کو نجس کرتے ہیں۔ اے پروردگار ہمیں ہدایت دے، ہمیں دین کی مکمل سمجھ دے تاکہ ہم ایک خیر اُمت کے طور پر اپنے فرائض انجام دے سکیں۔

شور کی حدود:

آوازوں کو ناپنے کے لیے ڈیسی بیل (DECIBELS) کا یونٹ استعمال کیا جاتا ہے جس کا مخفف DB ہے۔ انسانوں کے درمیان عام گفتگو 60 ڈیسی بیل (60db کے آس پاس ہوتی ہے۔ جبکہ جیٹ ہوائی جہاز یا آتش بازی کے بڑے پٹاخوں کی آواز 140db تک پہنچتی ہے۔ انسانی کان کی قوت برداشت 85-80 ڈیسی بیل ہوتی ہے وہ بھی چند گھنٹوں کے لیے۔ اگر اتنی آواز مستقل کانوں میں آئے تو سماعت اور ذہنی سکون اور پھر اس کے سبب سبھی جسمانی افعال متاثر ہوتے ہیں۔

ڈیسی بیل	جسمانی صحت پہ اثر
110	جسمانی کھال پر آواز کا اثر، کانوں میں جھنجھناہٹ
120	آواز کانوں کو تکلیف دہ
130-135	متلی، چکر، غشی بھی ہوسکتی ہے۔ کان سُن
140	کانوں میں درد، زیادہ دیر تک سننے سے حواس باختہ
150	نبض کی رفتار تیز، بلڈ پریشر بڑھتا ہے
160	کانوں کو معمولی لیکن ہمیشہ کے لیے نقصان
190	سماعت ختم، کانوں کو ہمیشہ کے لئے نقصان

تیز آوازوں کے ماحول میں رہنے سے سردرد، بے چینی اور چڑچڑاہٹ کی شکایت ہوتی ہے۔ سماعت کمزور ہوتی ہے، بات کرنے میں دشواری ہونے لگتی ہے، بلڈ پریشر اور بلڈ شوگر بڑھتی ہے، السر بن سکتے ہیں اور السر کے مریضوں کے السر میں شدت ہوسکتی ہے۔ اختلاج قلب کی شکایت ہوجاتی ہے، دل کی دھڑکن بے ضابطہ ہوجاتی ہے نیز نیند بھی متاثر ہوتی ہے۔ پُرسکون ماحول میں رہنے سے یہ تمام شکایتیں نہیں ہوتیں۔

انسانی صحت پر ہوائی کثافت کے اثرات:

ہوائی کثافت کا انسانی صحت پر مہلک اثر سب سے پہلے 1952 میں لندن میں نوٹ کیا گیا۔ اس حادثے کو" لندن فاگ "

(LONDON FOG) کے نام سے جانا جاتا ہے اور اس میں لگ بھگ چار ہزار افراد ہلاک ہوئے تھے۔ لندن کی نم اور سرد ہوا میں کثیف گیسیں بھاری ہو کر شہر پر ایک طرح سے اُتر آئی تھیں اور انہوں نے لندن پر ایک چادر تان دی تھی۔ اس مہلک غلاف کی وجہ سے لوگ گھٹن اور سانس کے امراض کا شکار ہو کر ہلاک ہو گئے۔ جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے، مختلف اقسام کے ایندھن جلانے سے، چاہے وہ گھر کے باورچی خانے میں ہو، کارخانے میں ہو یا موٹر گاڑیوں میں، زہریلی گیسوں کا اخراج ہوتا ہے۔ سبزے کی کمی کی وجہ سے ہوا میں کاربن ڈائی آکسائیڈ کا اضافہ ہوتا ہے۔ **ان تمام** وجوہات کی بنا پر ہماری فضا مکدّر اور زہریلی ہو چکی ہے۔ ذیل میں اِن میں سے اہم گیسوں/ مادّوں کے نقصانات کا مختصر بیان درج ہے۔

تمباکو کا دھواں:

تمباکو کے جلنے سے جو دھواں وجود میں آتا ہے اس میں کافی مقدار میں خطرناک کیمیائی مادّے شامل ہوتے ہیں جو سانس کے پورے راستے یعنی حلق، سانس کی نلی اور پھیپھڑوں کو متاثر کرتے ہیں۔ اِن میں سے بیشتر مادّے کینسر پیدا کرنے والے ہوتے ہیں۔ اس میں اہم ترین بات یہ ہے کہ یہ دھواں نہ صرف سگریٹ، بیڑی یا حقہ پینے والے کو متاثر کرتا ہے بلکہ اس کے آس پاس اور اگر وہ گھر میں پی رہا ہے تو گھر میں رہنے والے سبھی افراد کی سانس میں یہ مادّے شامل ہو جاتے ہیں۔ اس میں سب سے زیادہ نقصان کم عمر کے بچوں کا ہوتا ہے؛ کیونکہ اُن کے جسمانی **نظام اور اعضاء** نازک ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ سے سانس کی تکلیف، گھٹن، دمہ، استھما اور پھیپھڑوں کا انفیکشن بھی ہوتا ہے۔

کیمیائی مادّے:

از خود ہوا میں حل ہونے والے کیمیائی مادّے (VOLATILE COMPOUNDS) جیسے فارل ڈیہائیڈ (FORMAL DEHYDE) سے آنکھوں اور ناک میں جلن، گلے میں خراش پیدا ہوتی ہے۔ زیادہ مقدار سے سردرد، متلی اور الرجی پیدا ہو سکتی ہے۔

سیسہ (LEAD):

یہ اگر ماحول یا غذا میں زیادہ مدت تک شامل رہے تو عصبی اور ہضمی نظام کو متاثر کرتا ہے، دماغی کارکردگی اور صلاحیت کم ہو جاتی ہے، **کینسر پیدا ہوتا** ہے۔ چھوٹے بچوں کے لیے خصوصاً مضر ہے۔

اوزون:

اس گیس کی زیادتی کی وجہ سے آنکھوں میں جلن اور پانی نکلنے کی شکایت ہوتی ہے۔ سانس کی بیماریاں جیسے استھما ہو سکتا ہے۔ انسان **نزلے اور نمونیہ** سے جلد متاثر ہوتا ہے؛ کیونکہ جسمانی قوت مدافعت متاثر ہو جاتی ہے۔

نائٹروجن کے آکسائیڈ:

یہ گیسیں انسانوں میں انواع واقسام کے سانس کے امراض پیدا کرتی ہیں۔

کاربن مونو آکسائیڈ:

یہ گیس ہمارے خون کے سرخ ذرّات میں موجود ہیموگلوبن سے مل کر اُس کو کمزور کر دیتی ہے؛ لہٰذا اس کی آکسیجن جذب کرنے کی قوت کم ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے انسان آکسیجن کی قلت کا شکار ہو جاتا ہے، اور جس کے باعث ذہن متاثر ہوتا ہے، سستی اور غنودگی کی کیفیت رہتی ہے، **جسمانی افعال سست** پڑ جاتے ہیں۔ زیادہ مقدار انسان کو فوراً ہلاک کر دیتی ہے۔

سلفر ڈائی آکسائیڈ:

یہ ہوا میں نمی کے ساتھ مل کر گندھک کا تیزاب بناتی ہے۔ سانس کے ساتھ اندر جا کر جسم کی نمی کے ساتھ بھی تیزاب بنادیتی ہے۔ اس سے پھیپھڑوں کی اور سانس کی نالی کی بیماریاں نیز جلدی اور آنکھوں کی بیماریاں بھی ہوتی ہیں۔

معلّق باریک ذرّات(Suspended Particulate Matter):

اس کو مختصراً SPM بھی کہا جاتا ہے۔ دھویں میں موجود کاربن کے باریک ذرّات، مٹی، دھول اور دیگر ٹھوس مادّوں کے باریک ذرّات جو ہوا میں معلّق رہتے ہیں وہ اس زمرے میں آتے ہیں۔ تمام کثیف مادّوں میں یہ سب سے خطرناک مانا جاتا ہے؛ کیونکہ اس میں خطرناک دھاتیں بھی شامل ہوتی ہیں، جیسے سیسہ(Lead)، نکل(Nickel) اور آرسینک(Arsenic)۔ یہ زہریلے مادّے انسانی جسم میں انواع واقسام کی بیماریاں پیدا کرتے ہیں۔ یہ سانس کی نالی اور پھیپھڑوں میں جم جاتے ہیں اور سانس کی بیماریاں، الرجی اور کینسر پیدا کرتے ہیں۔

اس اہم مسئلے پر سوالات قائم کرنے سے قبل ہم کو درج ذیل نکات کو ذہن میں رکھنا ہوگا:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے زمین، آسمان اور ان کے درمیان کی ہر شئے کو اپنی آیت کہا ہے؛ لہٰذا ان آیات کی حرمت وحفاظت واحترام ہم پر ویسے ہی واجب ہے جیسے کہ قرآنی آیات کا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو نپی تُلی مقدار اور توازن کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ قدرتی توازن کو بگاڑنا نہ صرف گناہ بلکہ ''فساد'' ہے۔

۳۔ اِس قسم کے ''فساد'' کو درست کرنے والے ''اعمالِ صالح'' وقت کی اہم ترین ضرورت ہیں، خیر کے کاموں میں سبقت لے جانے کا حکم جس قوم پر نازل ہوا ہے اس کو اس کارِ خیر میں بھی سبقت لینی ہوگی۔

سوالات کے لیے نکات:

۱۔ ہر قسم کا سبزہ حیات بخش آکسیجن گیس پیدا کرتا ہے اور زہریلی کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس کو جذب کرکے اسے گلوکوز میں تبدیل کرتا ہے؛ لہٰذا کسی بھی طرح کے سبزے کو برباد کرنا فساد ہے، گناہ ہے۔ سبزہ لگانا، اُس کی دیکھ بھال کرنا، اُس کی حفاظت کرنا عملِ صالح اور کارِ خیر ہے۔

۲۔ ایسی ہر وہ تحریک جو سبزے کی حفاظت یا قدرتی توازن اور وسائل کی حفاظت کے لیے ہو اُس میں شرکت کارِ خیر ہے۔

۳۔ گھروں میں باورچی خانوں کو کشادہ بنانا، ہوادار بنانا نہ صرف خاتونِ خانہ بلکہ آنے والی نسلوں کی حفاظت کے لیے بھی ضروری ہے۔

۴۔ گھروں میں کوشش کی جانی چاہئے کہ بہترین قسم کا کم دھواں پیدا کرنے والا ایندھن استعمال کیا جائے تاکہ گھر کے افراد اور ماحول کی صحت درست رہ سکے۔ ایسا نہ کرنا فساد پھیلانا اور اسے تقویت دینا اور انسانی زندگی کو خطرے میں ڈالنے کے مترادف ہے۔

۵۔ ڈیزل چونکہ فضا کو زیادہ کثیف کرتا ہے لہٰذا ڈیزل سے چلنے والی گاڑیاں استعمال کرنے سے گریز کریں۔ یہاں ایندھن کے پیسے بچاکر ہم عوام الناس کی صحت متاثر کرتے ہیں، فضا میں آلودگی پھیلاکر فساد پھیلاتے ہیں۔

۶۔ ایندھن سے چلنے والی گاڑیوں کا استعمال کم سے کم کریں۔ جہاں تک ممکن ہو میٹرو ٹرین یا اجتماعی سواری کا استعمال کریں۔

۷۔ ایندھن سے چلنے والی سواری گاڑیوں کی سروِس باقاعدہ کرائیں تاکہ اِنجن درست حالت میں رہے۔ ایندھن مکمل طور پر جلے اور دھواں کم نکلے۔ زیادہ دھواں دینے والی گاڑی کو فوراً روک دیں اور درست کرائیں۔

۸۔ مساجد اور مدارس میں شمسی توانائی(Solar Energy) سے چلنے والے ہیٹر اور بلب لگوائیں۔ شمسی توانائی کی مشینری پر حکومت رعایت اور مدد بھی فراہم کرتی ہے۔ اس پر ایک دفعہ خرچہ ہوتا ہے لیکن بعد ازاں کوئی ''بل'' نہیں بھرنا پڑتا اور مفت میں بجلی، روشنی یا گرم پانی حاصل ہوتا ہے۔ ہم مساجد اور مدارس کو سجانے اور آرام دہ بنانے کے لیے لاکھوں روپے خرچ کرتے ہیں کم از کم شہروں میں اِن مساجد کو ''بجلی سے آزاد'' کرادینا چاہئے تاکہ توانائی بچائی جاسکے۔

۹۔ اپنے گھروں یا دکانوں کا کوڑا کرکٹ سڑک پر یا پڑوس کے خالی پلاٹوں میں ڈالنا ماحول کو کثیف کرنے کا عمل ہے، جس کی وجہ سے عوام الناس کی اور

ماحول کی صحت متاثر ہوتی ہے۔ یہ بھی ''فساد'' ہے اور اس کو پھیلانا گناہ اور اُس کا تدارک کارِ خیر اور عملِ صالح ہے۔ اسی طرح عید الاضحیٰ کے موقع پر جانوروں کی آنتیں اور اوجھڑیاں سڑکوں پر ڈالنا ایک گناہ ہے؛ کیونکہ یہ فساد پھیلانا ہے۔

۱۰- جو افراد صنعتی تجارت سے وابستہ ہیں اُن پر لازمی ہے کہ وہ اپنے کارخانوں سے صاف دھواں خارج کریں اور اس کے واسطے جو آلات موجود ہیں ان کو لگوائیں۔ اسی طرح آلودہ پانی بھی صاف کرنے کے بعد ہی کارخانے سے خارج کریں ورنہ وہ بھی ''فساد'' پھیلانے والوں کے زمرے میں آئیں گے اور مفسد قرار دیے جائیں گے۔ آج ان سب کاموں کے واسطے ٹکنالوجی موجود ہے۔ کاروباری لوگ خرچ سے بچنے کے واسطے اِس مد میں پیسہ خرچ نہیں کرتے؛ تاکہ زیادہ منافع کما سکیں۔ یہ کمائی ناجائز ہوگی۔

۱۱- سڑکوں پر تھوکنا، ماحول کو آلودہ کرنا ہے۔ تھوک میں شامل جراثیم لوگوں کو متاثر کر سکتے ہیں۔ گٹکا اور اِسی قبیل کی اشیاء استعمال کرنے والے اپنے تھوک میں شامل کیمیائی مادّوں کو بھی باہر پھیلا کر عوام کو خطرے میں ڈالتے ہیں۔

۱۲- غذائی اجناس میں کیمیائی رنگوں کا استعمال بے حد عام ہو چکا ہے۔ کاروباری لوگ سبزیاں، پھل، دالیں غرض سبھی چیزوں کو کیمیائی رنگوں سے رنگ دیتے ہیں۔ حلوائی جلیبی یا دیگر مٹھائی کے میدے میں زرد رنگ ملاتے ہیں جو ایک مہلک اور کینسر پیدا کرنے والا کیمیکل ہے۔ یہی رنگ اب چکن اور تکہ فرائی کرنے والے گوشت پر لگاتے ہیں۔ جس سے ایک طرف کھانے والوں کی صحت خطرے میں پڑتی ہے، دوسرے ان کی وجہ سے ماحول متاثر ہوتا ہے۔ یہ ایک کھُلا ''فساد'' ہے جس کا تدارک ضروری ہے۔ خطیب اور ائمہ حضرات عوامی سطح پر بیداری پھیلا کر ان فسادات کو روکیں یہ اُن کا ایک بھاری عملِ صالح اور کارِ خیر ہوگا۔

۱۳- ڈبہ بند اور پیک شدہ غذا کو تیار کر کے پیک کرنے کے دوران انواع واقسام کے کیمیائی مادے استعمال کیے جاتے ہیں۔ یہ انسانی صحت کے لیے بھی مضر ہیں اور اِن کی پلاسٹک کی پیکنگ جب کوڑے میں پھینکی جاتی ہے تو وہ بھی ماحول کے لیے ایک خطرہ بنتی ہے۔ پیک شدہ غذا کی اجناس کے استعمال سے حتی الامکان گریز انسانی صحت اور ماحول دونوں کے لیے اچھا ہے نیز یہی اشیاء اگر مقامی کاروباری سے خریدی جاتی ہیں تو مقامی تاجر کو بھی فائدہ ہوتا ہے۔

۱۴- پلاسٹک سے بنی اشیاء ماحول کے لیے بہت بڑا خطرہ ہیں؛ لہٰذا پلاسٹک کی تھیلی، بوتل، ڈبے لینے سے گریز کرنا بھی اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ قدرتی توازن کو قائم رکھنا ہے۔ کوشش ہو کہ شیشے یا کاغذ یا گتّے کی پیکنگ کا سامان لیں تاکہ یہ اشیاء یا تو تحلیل ہو سکیں یا پھر دوبارہ استعمال (Recycle) ہو جائیں۔ پلاسٹک کی تھیلیوں کے استعمال کے خلاف اپیل جاری کرنا کارِ خیر اور عملِ صالح کا حصہ ہے، مدارس اور ہمارے دیگر اداروں سے شائع ہونے والے رسائل بھی کاغذ کے لفافوں میں پوسٹ ہوں نہ کہ پلاسٹک کی تھیلیوں میں، جیسا کہ اب چلن ہو گیا ہے۔

بظاہر چھوٹی اور معمولی نظر آنے والی یہ باتیں اگر بالفرض چھوٹی بھی ہوں تو یومِ آخرت میں تو اللہ تعالیٰ چھوٹی سے چھوٹی بُرائی کو بھی سامنے لائے گا بالکل اسی طرح جیسے چھوٹی سے چھوٹی نیکی سامنے حاضر کی جائے گی۔ معاملہ فہم واحساس کا ہے۔

☆☆☆

ماحولیاتی آلودگی کا مسئلہ

شعبہ ماحولیات، انٹیگرل یونیورسٹی لکھنؤ

ماحولیاتی آلودگی آج کی صنعتی دنیا کے لیے انتہائی سنگین مسئلے کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ ماحولیاتی آلودگی کا مطلب ماحول میں ایسے عناصر کی موجودگی ہے جن کی وجہ سے انسان اور ماحولیاتی نظام پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہوں۔ ان عناصر میں متعدد نوع کی گیس (سلفر ڈائی آکسائڈ، نائٹروجن آکسائڈ، کاربن مونو آکسائڈ اور ہائیڈرو کاربن، وغیرہ)، باریک ذرات (جیسے دھواں، غبار، بخارات، کہرے کے مہین غیر مرئی ذرات وغیرہ)، تابکاری مواد اور دیگر بہت سی چیزیں شامل ہیں۔ ماحولیاتی آلودگی کی وجہ سے ذی روح اشیاء پر نقصاندہ اثرات مرتب ہونے کا اندیشہ ہے۔ بشمول ہندوستان بہت سے ترقی پذیر ممالک پچھلی تین دہائیوں میں تیز رفتار ترقی کے نتیجے میں فضا کی کیفیت میں مسلسل گراوٹ سے دو چار ہوئے ہیں۔ ان دہائیوں میں نوصنعت پذیر ممالک نے معاشی اعتبار سے بے مثال ترقی کی اور ان کی شہری آبادی میں کافی اضافہ ہوا، جس کی وجہ سے گاڑیوں اور فیکٹریوں سے بے انتہا فضلات کا اخراج ہوا (عالمی بنک، ۱۹۹۶)۔ بیسویں صدی میں اکثر و بیشتر ترقی پذیر ممالک میں شہر سازی کا بڑھتا ہوا رجحان پایا گیا۔ شہر سازی ترقی کی راہ میں ایک عظیم محرک ثابت ہوسکتا ہے، تاہم اس عمل کی وجہ سے ایشیا، مشرق قریب، اور لاطینی امریکا کے متعدد شہروں کو آلودگی اور بھیڑ کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ ۱۹۶۰ میں ترقی پذیر دنیا کی ۲۲ فیصد سے زائد آبادی شہر میں آباد تھی، لیکن ۱۹۹۰ میں یہ تناسب بڑھ کر ۳۴ فیصد تک پہنچ گیا۔ اور اندازہ یہ ہے کہ 2020 تک دنیا کی آبادی کا ۵۰ فیصد حصہ شہر میں تبدیل ہوجائے گا۔

1980 تک ماحولیاتی آلودگی بنیادی طور پر ہندوستان کے صرف شہری اور صنعتی علاقوں کے لیے ایک پریشانی کا سبب تھی۔ مگر آلودگی پیدا کرنے والے فضلات کی نوعیت میں تبدیلی کی وجہ سے پچھلی دو دہائیوں میں دیہی اور دور دراز کے علاقوں میں بھی آلودگی کے زبردست اثرات محسوس کیے گیے۔ ہندوستان میں معاشی ترقی کے بلند تناسب کی وجہ سے شہری علاقوں میں آنے والے لوگوں کی لمبی قطار لگی ہے، جس کی وجہ سے شہری آبادی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ نقل وحمل کے دوران آلودگی پیدا کرنے والے بنیادی اسباب میں متنوع قسم کے ردعمل کا ظہور ہوتا ہے جس کی وجہ سے آلودگی کے ثانوی اسباب وجود میں آتے ہیں اور شہر کے نواحی علاقوں پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ تیزی سے بڑھتے ہوئے شہر، سڑکوں پر بھیڑ، گندے ترین ایندھن کا استعمال، قدیم صنعتی عمل پر بھروسہ، توانائی کی بڑھتی ہوئی صارفیت اور صنعتی حلقہ بندی اور ماحولیاتی قوانین کا فقدان، یہ ساری چیزیں شہری علاقوں میں فضائی کیفیت کی بد حالی اور عوام کی خراب صحت کے لیے ذمہ دار ہیں۔ ہندوستان کے بیشتر میٹروپالیٹین شہروں میں ماحولیاتی آلودگی سنگین صورت حال اختیار کر چکی ہے، جہاں چوطرفہ فضائی آلودگی کی پیداوار میں گاڑیوں سے نکلنے والے فضلات نے 72 فیصد اور صنعتی فضلات نے 20 فیصد کردار ادا کیا ہے۔

آلودگی کے اسباب:

شہری علاقوں میں آلودگی کے متعدد اسباب ہیں۔ سلفر ڈائی آکسائڈ، نائٹروجن آکسائڈ، کاربن مونو آکسائڈ، اڑنے والے نامیاتی مرکبات اور باریک ذرات جیسی آلودگی پیدا کرنے والی چیزوں کا سب سے اہم سبب عام طور پر فاسل (پرانے) ایندھن کا جلنا ہے۔ اس ضمن میں ذرائع نقل و حمل کے لیے ایندھن کا جلنا اور توانائی کی پیداوار بطور خاص اہم ہیں۔ شہری علاقوں میں ماحولیاتی آلودگی کے تین بڑے اسباب ہیں: موبائل سے متعلق اسباب، اسٹیشنری سے متعلق اسباب اور کھلے میدان میں جلنے والے اسباب۔ ترقی پذیر ممالک میں کھانا بنانے یا کسی چیز کو گرم کرنے کے لیے کوئلے اور بایوماس (جیسے لکڑی، زرعی فضلات اور گوبر) کے استعمال کی وجہ سے بھی گھر کے اندر اور گھر کے باہر زبردست آلودگی پیدا ہوتی ہے۔ صنعتی ایندھن کے طور پر توانائی کی پیداوار کے لیے کوئلے کا جلنا بھی ہندوستان اور چین جیسے ممالک میں فضائی آلودگی کا اہم سبب ہے، جہاں سستے داموں

میں کوئلے کی فراہمی صنعتی منصوبوں کے لیے اہم محرک ثابت ہو رہی ہے۔

فضائی آلودگی کے حوالے سے ہندوستان بحث کا موضوع بن چکا ہے۔ ہندوستان میں فضائی آلودگی کے کچھ اہم اسباب انسانی اعمال جیسے صنعتی ادارے، تھرمل پاور مراکز، گاڑیاں، تعمیری اور انہدامی سرگرمیاں اور بایوماس کا جلنا ہیں۔ کچھ صنعتیں بطور خاص آلودگی کے اسباب فراہم کرتے ہوئے زہریلی گیس کا اخراج کرتی ہیں۔ ملک میں بہت سے توانائی مراکز اور اعلیٰ درجے کے تھرمل اسٹیشن ہیں۔ تھرمال پلانٹ میں کوئلے کئی ملین ٹن استعمال ہوتے ہیں جس کی وجہ سے راکھ کے ذرات اڑ کر متعدد نوع کے زہریلے مواد پیدا کرتے ہیں۔ گاڑیوں کی انجن سے نکلنے والی زہریلی گیس بھی فضائی آلودگی پیدا کرنے والی تھرمل پاور پلانٹ کے بعد دوسری قابل توجہ سبب ہے۔ گاڑیوں کے استعمال کی وجہ سے مسلسل بڑھتی ہوئی کثافت فضا کی شفافیت کے لیے ایک مستقل خطرہ ہے۔

گاڑیوں سے فضلات کے اخراج کی اہم وجوہات:

(الف) نظام اخراج

(ب) ایندھن کی ٹینک اور کاربوریٹر، اور

(ج) کرینک کیس یعنی انجن کا وہ ڈبا جس میں کرینک شافٹ ہوتا ہے۔

نظام اخراج کی وجہ سے فضائی آلودگی پیدا کرنے والے متعدد اسباب ظہور پذیر ہوتے ہیں، جیسے بغیر جلا ہوا ہائڈروکاربن، سلفر ڈائی آکسائڈ، نائٹروجن آکسائڈ، اور لیڈ آکسائڈ۔ ہمیں ایلڈی ہائڈ، ایسٹر، پیرآکسائڈ اور کیٹان کی موجودگی کے آثار بھی نظر آتے ہیں جو کیمیائی اعتبار سے متحرک ہوتے ہیں اور روشنی کی جگہ پر دھواں پیدا کرتے ہیں۔ پٹرول کی طیران پذیر فطرت کی وجہ سے ایندھن ٹینک سے تبخیر کی کیفیت مزید ہو جاتی ہے، اور اس کی وجہ سے ہائیڈروکاربن پیدا ہوتا ہے۔

انجن بند ہونے کے بعد جبکہ وہ مکمل طور پر گرم ہوتی ہے، تو کاربوریٹر سے تبخیر ہوتی ہے، اور ہر لمبے وقفے میں ۱۲ سے ۱۴۰ ایم ایل تک ایندھن ضائع ہوتا ہے جس کی وجہ سے ہائیڈروکاربن پیدا ہوتے ہیں۔ کچھ گیس بچ کر دیواروں اور پسٹن میں رہ جاتی ہے جو بعد میں فضا میں تحلیل ہو جاتی ہے۔

دنیا کے بڑے شہروں میں فضائی آلودگی کی صورت حال:

شہری فضائی آلودگی کی وجہ سے خرابیٔ صحت بھی دنیا کے بڑے ماحولیاتی تفکرات کا ایک مسئلہ ہے (یو این ای پی اور ڈبلیو ایچ او 1992، ڈبلیو آر آئی 1998)۔ شہری خصوصیات کی جانب تیزی سے بڑھتی ہوئی اس دنیا میں فضائی آلودگی کا راست اثر عالمی آبادی کے ایک بڑے حصے پر پڑ رہا ہے۔ اب اس بات کو تیزی سے قبول کیا جا رہا ہے کہ بڑے شہری اور صنعتی علاقوں سے پیدا ہونے والے فضائی فضلات پوری دنیا میں فضائی کیفیت کے ساتھ موسمیاتی تبدیلی کے نظام کو بھی متاثر کر رہے ہیں۔ اہم فطری اور زرعی ماحولیاتی نظام کی روئیدگی کی صلاحیت کو متاثر کرنے والی شہری فضا کی تباہ شدہ صورتحال ترقی پذیر ممالک میں شدید تر ہوتی جا رہی ہے جہاں تیزی سے پھیلتے ہوئے میگا شہر (ایسا شہر جس کی آبادی ۱۰ ملین یا اس سے زائد ہو) خطرناک ماحولیاتی آلودگی پیدا کر رہے ہیں۔

ہندوستان کی صورت حال:

ہندوستان کی ماحولیاتی حالت صنعتکاری اور شہر سازی کی وجہ سے بگڑی ہے۔ جہاں ہندوستان کی گھریلو پیداوار میں پچھلی دو دہائیوں کے دوران 5.2 گنا اضافہ ہوا ہے، وہیں گاڑیوں کی وجہ سے پیدا ہونے والی آلودگی میں آٹھ گنا اضافہ ہوا ہے، جب کہ صنعتی حلقوں سے پیدا ہونے والی آلودگی چار گنا بڑھ گئی ہے۔ اس ضمن میں گھریلو توانائی صارفیت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔ جن جگہوں پر بڑے پیمانے پر توانائی کا استعمال ہوتا ہے ان میں ہمارے گھر بھی شامل ہیں۔

توانائی کی صارفیت کے حوالے سے آبادی کی تقسیم سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ۶۰ فیصد سے زائد آبادی کو ایک گھر میں سالانہ فی کس ۰ء۵ کلو واٹ سے بھی کم توانائی کی ضرورت ہے۔ استعمال ہونے والی توانائی میں زبردست فرق کے علاوہ گھروں میں استعمال ہونے والی توانائی کی قسموں اور طریقۂ استعمال میں بھی بہت فرق ہے۔

پچھلی پانچ دہائیوں کے دوران ہندوستان میں توانائی کے طریقۂ استعمال میں کمیت اور کیفیت دونوں اعتبار سے نمایاں فرق ظاہر ہوا ہے۔ اس کی وجہ آبادی میں اضافہ اور معاشی سرگرمیوں اور ترقی میں بڑھوتری ہے۔ جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا، ہندوستان میں توانائی کا بڑا استعمال گھروں میں ہوتا ہے۔ توانائی کا گھریلو طریقۂ استعمال فلاحی حیثیت اور معاشی ترقی کے روپ میں ظاہر ہوتا ہے۔ جیسے جیسے معاشی صورت حال بہتر ہوتی ہے، ویسے ویسے صاف توانائی استعمال ہوتی ہے۔ مزید یہ کہ توانائی کی گھریلو صارفیت کے طریقے میں آمدنی کے اعتبار سے بھی فرق پڑ سکتا ہے؛ چنانچہ توانائی کی گھریلو صارفیت میں معاشی ترقی اور فی کس آمدنی میں اضافے کے ساتھ مستقبل میں اضافہ ہونے کا امکان ہے، انداز بود و باش میں فرق کی وجہ سے بھی توانائی کی گھریلو صارفیت میں اضافہ ہونے کا امکان ہے (پچوری: 2004)۔

سنٹرل پولیوشن کنٹرول بورڈ انڈیا (2000,CPCB) کے ایک سروے نے ہندوستان کے ۲۳ شہروں کو سنگین طور پر آلودہ قرار دیا ہے۔ ہندوستان کے ۱۲ میٹروپولیٹین شہر ۵۲ ۳ ٹن نائٹروجن آکسائڈ گیس خارج کرتے ہیں، جب کہ ۱۹۶۱ ٹن کاربن مونو آکسائڈ گاڑیوں کے فضلات سے اور ۶۷۲ ٹن ہائیڈروکاربن بنتے ہیں۔ ہندوستان کی چوطرفہ فضا میں کاربن ڈائی آکسائڈ، سلفر ڈائی آکسائڈ اور نائٹروجن کی مقدار عالمی ادارہ صحت کے ذریعے طے کردہ حفاظتی معیار سے زائد ہے۔ عالمی ادارہ صحت کی جانب سے جاری کردہ سالانہ رہنما اصول کے مطابق فضائی کیفیت کا معیار پورے معطل ذرات کے لیے فی مکعب میٹر ۹۰ مائیکروگرام اور سلفر ڈائی آکسائڈ اور نائٹروجن ڈائی آکسائڈ کے لیے ۵۰ مائکروگرام ہونا چاہیے۔ (ورلڈ ڈیولپمنٹ انڈیکیٹر، ۲۰۰۰)۔ ہندوستان کے بڑے شہروں سے پیدا ہونے والے سلفر ڈائی آکسائڈ اور نائٹروجن ڈائی آکسائڈ نے جو ماحولیاتی آلودگی کو جنم دیا ہے وہ فی مکعب میٹر ۳۰۰ مائیکروگرام ہے اور ۲۰۰۴ میں فی مکعب میٹر ۲۵۰ مائیکروگرام تھا (عالمی ترقیاتی رپورٹ، ۲۰۰۵)۔

فضائی کیفیت کی خرابی ایک بڑا مسئلہ ہے۔ ہندوستان کے ۳۰۰ ملین شہری باشندوں کی اکثریت جو ہندوستان کی کل آبادی کا ۳۰ فیصد حصہ ہیں، راست طور پر اس مسئلے سے دوچار ہے۔ حکومت ہند کی وزارت ماحولیات و جنگلات کی ایک حالیہ رپورٹ (جاری کردہ ۱۴ ستمبر، ۲۰۰۷) کے مطابق ہندوستان کے ۵۱ شہر سانس لینے کے لائق ماحولیات کے معیار پر پورا نہیں اترتے، جس کی سفارش نیشنل امبینٹ ائیر کوالیٹی اسٹنڈرڈ میں کی گئی ہے۔ ۲۰۰۵ میں ماحولیاتی موزونیت انڈیکس (ESI) نے ۱۴۶ ممالک میں ہندوستان کو ۱۰۱ واں مقام دیا (ہندوستان میں ماحولیاتی آلودگی، ۲۰۰۸)۔ اقوام متحدہ کے ماحولیاتی پروگرام (UNEP) کی رپورٹ (۲۰۰۱) کے مطابق رہائشی علاقوں میں معطل ذرات کی اوسط سطح ۹ سالوں (۱۹۹۰-۱۹۹۸) تک ۹۹ سے ۳۹۰ مائیکرومیٹر کے درمیان تھی؛ جب کہ صنعتی علاقوں میں ۱۲۳ سے ۴۵۷ مائیکرومیٹر کے درمیان تھی، جو رہائشی علاقوں کے لیے معطل ذرات کی سالانہ درمیانی حد ۱۴۰ مائیکرومیٹر اور صنعتی علاقوں کے لیے اس کی حد ۳۶۰ مائیکرومیٹر سے زائد ہے۔ عالمی ادارہ صحت کے مطابق راجدھانی دہلی دنیا کے سب سے زیادہ دس آلودہ شہروں میں سے ایک ہے۔ دہلی کے علاوہ دوسرے آلودہ میٹرو شہر ممبئی اور کلکتہ ہیں۔ وسیع فضا کے معیار پر نظر رکھنے والے ۹ آلات دہلی میں نصب ہیں (2001,CPCB)، جن میں سے ۵ صنعتی علاقے کے لیے؛ جب کہ ۴ رہائشی علاقے کے لیے خاص ہیں۔ ان میں سے بیشتر نگرانی اسٹیشن بڑے ٹریفک چوراہوں پر مستقل زہریلے مواد کو محسوس کیا (2001,CPCB , 2004) زہریلی گیسوں کی اوسط مقدار ۱۹۹۴ سے ۲۰۰۳ تک اکثر و بیشتر ۱۵ مائیکرومیٹر کے قومی معیار سے زائد ہوتی رہی ہے۔ نائٹروجن ڈائی آکسائیڈ کا زور ۲۰۰۱ سے مستقل بڑھ رہا ہے۔ ۲۴ گھنٹے میں نائٹروجن کی درمیانی سطح ۸۱ میں سے ۸ مقامات پر ۳۰ مائیکروگرام کے قومی معیار سے اوپر رہی۔ نیز ٹوٹل معطل ذرات کی سالانہ اور ماہانہ اوسط سطح ہمیشہ قومی معیار سے اوپر رہی ہے (2001,CPCB)؛ جب کہ نائٹروجن کی چوطرفہ سطح دہلی میں کم ہوتی نظر آرہی ہے (جیسا کہ قلیل سلفوری ایندھن کے متعارف ہونے کے بعد توقع کیا جا رہا تھا)۔

......☆......

ماحولیاتی آلودگی کی وجہ سے پیدا ہونے والے مسائل

صحت پر اثرات:

شہری علاقوں میں صحت سے متعلق بیشتر مسائل کے لیے ماحولیاتی آلودگی ذمہ دار ہے۔ ماحولیاتی آلودگی کی وجہ سے صرف انسانوں کی صحت کو ہی خطرہ نہیں بلکہ ہمارے سیارے پر موجود دیگر ذی روح اشیاء کو بھی اس سے خطرہ لاحق ہے۔ انسانوں کو اس کی وجہ سے گلے، ناک، پھیپھڑے اور آنکھوں میں تکلیف لاحق ہوتی ہے۔ اس کی وجہ سے سانس کی پریشانی بھی آتی ہے، پہلے سے لاحق شدہ کچھ امراض جیسے انفاخ نسوج (Emphysema) اور دمہ (Asthma) بڑھ بھی جاتے ہیں۔ باریک ذرات پھیپھڑے میں گھس جاتے ہیں اور انسان کے سانس لینے کی صلاحیت کو کم کر دیتے ہیں۔ سانسوں کے ذریعے باریک ذرات کے جسم کے اندر جانے کی وجہ سے شریانوں میں سختی پیدا ہوتی ہے، اور ہارٹ اٹیک کے علاوہ دیگر قلبی امراض کا خدشہ پیدا ہوجاتا ہے۔ آلودہ ہوا جسم کی دفاعی قوت کو کم کر دیتی ہے اور جسم کی انفیکشن سے لڑنے کی طاقت اور تنفسی نظام کو بھی متاثر کرتی ہے۔ آلودہ ہوا سے مسلسل اتصال کی وجہ سے امراض قلب کا خطرہ بھی بڑھ جاتا ہے۔ جو لوگ کھلے میدان میں کام کرتے ہیں وہ زیادہ تر فضائی آلودگی کے منفی اثرات قبول کرتے ہیں؛ اس لیے کہ ان کاموں میں عام پر گہرے اور تیز سانس لیے جاتے ہیں۔ تیزابی بارش میں ہائیڈروجن پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے درخت، فصل اور سمندری جانوروں کو نقصان پہنچتا ہے اور دھاتیں تحلیل ہوتی ہیں۔ دھویں اور دھند کے امتزاج کا بھی انسان اور جانوروں کی صحت پر منفی اثر پڑتا ہے۔ تحقیق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ ہوا میں کاربن ذرات کے بہت زیادہ پائے جانے کی وجہ سے ڈالفن میں سیاہ پھیپھڑے کے مرض کی علامتیں موجود ہیں۔ امراض قلب میں گرفتار افراد، بچے اور بوڑھے لوگ ماحولیاتی آلودگی کا اثر تیزی سے قبول کرتے ہیں۔

فضائی آلودگی: حقائق اور اعداد وشمار:

ہندوستان دنیا کا سب سے خراب ماحولیات کا حامل ملک ہے۔

بڑے شہروں میں 80 فیصد سے زائد جان لیوا آلودگی پیدا کرنے والے اسباب جو پھیپھڑوں کو نقصان پہنچاتے ہیں کار، بس، موٹر سائیکل اور سڑک پر دوڑنے والی دیگر گاڑیوں کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔

عالمی ادارہ صحت کے مطابق دنیا میں جتنی اموات (سالانہ ۱ء۳ ملین) کار حادثے کی وجہ سے ہوتی ہیں اتنی ہی فضائی آلودگی کے اثر سے ہوتی ہیں۔

اوسطاً بالغ لوگ ۳۰۰۰ گیلن ہوا روزانہ سانس لیتے ہیں۔

ہندوستان ماحولیاتی اعتبار سے دنیا کا ساتواں غیر محفوظ ملک ہے۔

بیشتر صنعتیں ماحولیاتی رہنما اصول اور قواعد وضوابط کی پابند نہیں ہیں۔

لکڑی اور بایوماس ایندھن سے پیدا ہونے والی آلودگی ایشیائی بھورے بادل کی ایک اہم وجہ ہے۔ یہ بادل ہندوستان میں مانسون کو مؤخر کر دیتا ہے۔

بہت سے آٹو رکشا اور ٹیکسی میں ملاوٹی ایندھن کا استعمال ہوتا ہے۔ یہ ملاوٹ قیمت کم کرنے کے لیے کی جاتی ہے۔ مگر اس کی قیمت ماحولیات اور نتیجے کے طور پر ہمیں چکانی پڑتی ہے۔ ملائی جانے والی کچھ چیزیں ماحولیات کے لیے انتہائی خطرناک ہیں، اس لیے کہ وہ غیر محفوظ آلودگی پیدا کرنے والے عناصر خارج کرتے ہیں جس کی وجہ سے فضائی کیفیت مزید خراب ہوتی ہے۔

سائنسی تحقیقات سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ بھیڑ میں جب گاڑیاں دھیرے چلتی ہیں تو اس سے ایندھن غیر موثر طور پر جلتا ہے اور اس سے ۸ گنا زائد فضائی آلودگی پیدا ہوتی ہے۔

انجن میں استعمال ہونے والے مواد (ڈیزل اور گیس) میں ۴۰ قسم کے خطرناک آلودگی پیدا کرنے والے اسباب پائے جاتے ہیں۔ ۷۰ فیصد ماحولیاتی آلودگی گاڑیوں کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔

فاسل ایندھن جیسے کوئلہ اور ڈیزل کے جلنے کی وجہ سے ہندوستان میں چاول کی کھیتی کم ہوگئی ہے۔ ہندوستان کوئلے کی پیداوار کے سلسلے میں دنیا کا تیسرا بڑا ملک ہے۔ تاہم کاربن ڈائی آکسائڈ خارج کرنے کے حوالے سے یہ ملک سب سے آگے ہے۔

بنگلور میں ۳۰ فیصد بچے ماحولیاتی آلودگی کی وجہ سے دمہ میں مبتلا ہیں؛ چنانچہ اس شہر کو ہندوستانی کی دمہ راجدھانی سمجھا جاتا ہے۔

این ڈی ٹی وی میں دکھایا گیا کہ دہلی دنیا کا سب سے زیادہ آلودہ شہر ہے، یہاں تک کہ اس نے آلودگی کے معاملے میں بیجنگ کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔ دہلی میں آلودگی کے اس سطح پر پہنچنے کی وجہ صنعت اور گاڑیوں سے نکلنے والے فضلات ہے۔ ہر دن دہلی کی سڑک پر ۱۴۰۰ نئی گاڑیوں کا اضافہ ہوتا ہے۔

ماحولیات پر آلودگی کے اثرات:

انسانی صحت پر اثر انداز ہونے کے علاوہ فضائی آلودگی ماحولیات پر درج ذیل اثرات بھی چھوڑتی ہے:

۱۔ تیزابی بارش: اس سے مراد ایسی بارش ہے جس میں خطرناک حد تک نائٹروجن اور سلفوری تیزاب کی مقدار پائی جاتی ہو۔ یہ تیزاب بنیادی طور پر فاسل ایندھن کے جلنے کی وجہ سے ماحولیات میں پیدا ہونے والے نائٹروجن ڈائی آکسائڈ اور سلفر آکسائڈ کی وجہ سے بنتی ہے۔ یہ تیزاب زمین پر یا تو بارش، اولے یا دھند کے ساتھ گرتی ہے یا پھر گیس اور ذرات کے ساتھ۔ کچھ تیزاب کو ہوا بھی اڑا کر لے جاتی ہے، کبھی کبھی سیکڑوں میل دور۔ ماحولیات میں تیزابی بارش درخت کو نقصان پہنچاتی ہے اور مٹی اور آبی اجسام میں تیزابیت پیدا کر دیتی ہے، جس کی وجہ سے پانی کچھ مچھلیوں اور جنگلی جانوروں کے لیے نامناسب ہوجاتا ہے۔ اس کی وجہ سے ہمارے قومی ورثے کا حصہ سمجھی جانے والی عمارتوں، مجسموں اور نقش ونگاری میں بھی تیزی سے فرسودگی پیدا ہوتی ہے۔ تیزابی بارش کی وجہ سے میساچوسیٹس کی جھیلوں، تالابوں، ندیوں اور مٹی کو نقصان پہنچا ہے جس کی وجہ سے جنگلی زندگی کو خطرہ لاحق ہو رہا ہے۔

۲۔ یوٹروفکیشن: اس کا مطلب آبی اجسام میں پودوں کی نشوونما کے لیے مفید اجزا (جیسے نائٹروجن) افراط کے ساتھ موجود ہوں مگر مچھلیوں اور دیگر جانوروں کے لیے نقصاندہ ہوں۔ گرچہ جھیلوں اور دریا کے کچھ چوڑے دہانوں کی عمر کی زیادتی کے ساتھ یوٹروفکیشن کا پایا جانا فطری ہے، تاہم انسانی سرگرمیاں اس کو تیز تر کرنے میں محرک ثابت ہوتی ہیں جس کی وجہ سے پانی کے گردوپیش میں بھی اس کا اثر سرایت کر جاتا ہے۔

۳۔ کہرا: سورج کی روشنی جب فضا میں آلودگی کے چھوٹے ذرات پر پڑتی ہے تو اس سے کہرا پیدا ہوتا ہے۔ ہم جس چیز کو دیکھتے ہیں کہرا اس کی شفافیت، رنگ، ساخت اور شکل کو چھپا دیتا ہے۔ کہرا پیدا کرنے والے کچھ اسباب (زیادہ تر باریک ذرات) پاور پلانٹ، صنعتی سہولیات، ٹرک، آٹو موبائل اور تعمیری سرگرمیوں کی وجہ سے راست طور پر ماحولیات میں پیدا ہوتے ہیں۔

۴۔ جنگلی زندگی پر اثر: ہوا، مٹی یا پانی کی سطح پر موجود آلودگی پیدا کرنے والے زہریلے اسباب مختلف انداز میں جنگلات کی زندگی کو متاثر کر سکتے ہیں۔ انسانوں کی طرح جانور بھی صحت سے متعلق مشکلات سے دوچار ہوسکتے ہیں اگر کبھی ان پر ایسی زہریلی ہواؤں کا ارتکاز ہو۔ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ ہوا میں موجود زہریلے عناصر کی وجہ سے جانوروں کے تولیدی نظام میں نقص کے علاوہ متعدد دیگر امراض پیدا ہوتے ہیں۔ فضا میں زہریلی آلودگی پیدا کرنے والے ضدی اسباب (وہ اسباب جو ماحولیات میں دھیرے دھیرے پھیلتے ہیں) آبی ماحولیات کے حوالے سے بطور خاص توجہ کے قابل ہیں۔ یہ اسباب تلچھٹ میں پائے جاتے ہیں اور جانوروں کے خلیوں میں زہریلے مواد کا ارتکاز پانی اور ہوا کے مقابلے زیادہ شدت کے ساتھ کر سکتے ہیں۔

۵۔ اوزون کی کثافت میں تخفیف: اوزون ایک طرح کی گیس ہے جو زمین کی نچلی سطح کے علاوہ بالائی سطح (Stratosphere) پر بھی پائی جاتی ہے۔ نچلی سطح پر اوزون آلودگی پیدا کرنے والا ایک سبب ہے جو انسانی صحت کے لیے نقصاندہ ہوسکتا ہے، جب کہ بالائی سطح پر اوزون ایک ایسا پردہ بناتا ہے جو سورج کی نقصاندہ تیز شعاعوں سے زمین پر زندگی کی حفاظت کرتا ہے۔ مگر یہ "مفید" اوزون بھی رفتہ رفتہ انسانوں کے ذریعے بنائے گئے متعدد

کیمیائی مواد کی وجہ سے تباہ ہو رہا ہے۔ یہ کیمیکل پہلے اور بسا اوقات آج بھی مادہ تبرید، جھاگ بنانے والے مواد، آگ بجھانے والے آلات، سالوینٹ، حشرات کش ادویات اور ایروسول کیمیکل میں استعمال ہوتا ہے۔ حفاظتی اوزون پردے میں باریکی پیدا ہونے کی وجہ سے سورج کی نقصاندہ شعاع زمین پر زیادہ مقدار میں پہنچ سکتی ہے، جس کی وجہ سے جلدی کینسر، موتیابند، اور کمزور دفاعی نظام میں اضافہ ہوسکتا ہے۔ سورج کی نقصاندہ شعاع سویابین جیسے حساس فصلوں کو بھی متاثر کرسکتی ہے اور فصلوں کی پیداوار میں کمی واقع ہوسکتی ہے۔

۶۔ فصل اور جنگلات کا نقصان: ماحولیاتی آلودگی فصلوں اور درختوں کو مختلف انداز میں نقصان پہنچا سکتی ہے۔ نچلی سطح کا اوزون زرعی اور جنگلات کی تجارتی پیداوار میں کمی لاسکتا ہے، درختوں کی کونپلوں کی زندگی اور نشوونما کو بھی متاثر کرسکتا ہے۔ اس سے پودوں میں بیماریوں کے تئیں حساسیت پیدا ہونے کا بھی امکان ہوتا ہے، نتیجے کے طور پر حشرات کی پیداوار اور دوسرے ماحولیاتی تناؤ کے اسباب (جیسے سخت موسم) بھی سامنے آسکتے ہیں، جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا کہ فصلوں اور جنگلات کا نقصان تیزابی بارش اور اوزون پردے کی کثافت میں تخفیف کے نتیجے میں سورج کی تیز نقصاندہ شعاعوں کے باعث بھی ہوسکتا ہے۔

۷۔ عالمی موسمیاتی تبدیلی: زمین کی فضا ایک فطری طور پر واقع ہونے والی گیس کے نازک توازن پر مشتمل ہوتی ہے جو زمینی سطح کے قریب سورج کی کچھ حرارت کو پھانس لیتی ہے۔ ہریالی گھر کے اثر (Greenhouse Effect) سے زمین کی حرارت متوازن رہتی ہے، بدقسمتی سے اس بات کے بے پناہ شواہد موجود ہیں کہ انسانوں نے بشمول کاربن ڈائی آکسائڈ اور میتھن ہریالی گھر کی کچھ گیس کی زیادہ مقدار میں پیداوار کے ذریعے اس فطری توازن کو بگاڑ دیا ہے۔ نتیجے کے طور پر زمینی ماحولیات سورج کی حرارت کو زیادہ مقدار میں پھانس رہی ہے جس کی وجہ سے زمین کی اوسط درجے کی حرارت میں اضافہ ہو رہا ہے، اور اسی مظہر کو گلوبل وارمنگ کہا جاتا ہے۔ بہت سے سائنس دانوں کا ماننا ہے کہ گلوبل وارمنگ انسانی صحت، زراعت، آبی وسائل، جنگلات، جنگلات کی زندگی اور ساحلی علاقوں پر منفی اثرات مرتب کر رہا ہے۔

خاتمہ:

ماحولیاتی آلودگی ایک پیچیدہ مسئلہ ہے جس کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ شہریوں کی صحت پر منفی اثر پڑ رہا ہے بلکہ ملک کی معاشیات بھی بگڑ رہی ہے، خانگی اور خارجی ماحولیاتی آلودگی ہندوستان میں اموات کے بڑے سبب کے طور پر ابھر کر سامنے آئی ہے۔ حالیہ رپورٹ جہاں شہری علاقوں میں بد سے بدتر ہوتی خارجی ماحولیاتی آلودگی پر روشنی ڈالتی ہیں، وہیں بایوماس کے جلنے اور غیر مناسب چولھے کی وجہ سے خانگی ماحولیاتی آلودگی بھی توجہ کے قابل ہے۔ ہندوستان کی مرکزی حکومت اور ریاستی حکومتوں نے ماحولیاتی آلودگی کے منفی اثرات کو تسلیم کیا ہے اور تمام لوگوں میں فضائی کیفیت کے مسئلے کو حل کرنے کے سلسلے میں بڑھتی ہوئی سنجیدگی دیکھنے میں آرہی ہے۔ نیز حالیہ کوششیں جیسے نیشنل ہوائی معیار انڈیکس اس بات پر زور دیتی ہیں کہ عوام میں اس ہوا کے تعلق سے بیداری لائی جائے جس سے وہ سانس لیتے ہیں۔ فاسل ایندھن پر انحصار کو کم کرنے کے لیے قابل تجدید توانائی کی طرف رخ کرنا اور گھریلو استعمال (جہاں ابھی روشنی کے لیے کراسن کا استعمال ہوتا ہے) کے لیے صاف توانائی فراہم کرنا بھی منصوبے کا ایک حصہ ہے یہ بات اہم ہے کہ ایک جامع اور طویل مدتی منصوبۂ عمل تیار کیا جائے جس میں مختلف وزارتیں اور شعبہ جات کو مشغول کیا جائے؛ تا کہ مسئلے کا حل سامنے آئے، ماحولیاتی آلودگی میں کمی واقع ہو اور یہ بات یقینی ہو سکے کہ ملک کے باشندے صاف ہوا میں سانس لے رہے ہیں۔

صوتی آلودگی:

موجودہ اور آئندہ نسلوں کو اپنی بقا کے لئے تین گمبھیر مسائل آبادی، غربت اور آلودگی کو حل کرنا ہوگا۔ آلودگی کینسر کی طرح سب سے خطرناک مسئلہ ہے جس میں دیر سویر موت یقینی ہے۔ ماحولیاتی آلودگی عالمی سطح پر خطرناک تناسب میں موجود ہے۔ ہندستان بھی اس زہریلے وبا سے محفوظ نہیں ہے۔ جدید طرز زندگی، صنعت کاری اور شہرکاری کا تحفہ ہے۔ اگر بروقت اقدامات نہیں کئے گئے تو مستقبل میں ہماری دنیا ناموافق اور تاریک ہوجائے گی۔

آواز، جو سننے والوں کو محظوظ کرتی ہے وہ موسیقی ہے، اور جو تکلیف اور الجھن کا باعث بنے وہ شور و غوغا ہے۔ بسا اوقات جو آواز کسی کے لئے موسیقی

وہی دوسروں کے لئے شور ہو سکتی ہے۔

شق 2(اے) ماحولیات (انسداد وانضباط آلودگی) ایکٹ 1981 کی رو سے شور ماحولیاتی آلودگی کی تعریف میں داخل ہے۔

صوتی آلودگی آج بھارت میں ماحولیاتی مسائل کی ایک بڑی وجہ ہے، اور افسوس کی بات ہے کہ بہت سے لوگ اس کے خطرات سے بے خبر ہیں۔ یہ بہت بڑاالمیہ ہے کہ ہم سب کو دن میں ایک معتدبہ وقت کے لئے تیز آواز سے سابقہ پڑتا ہے۔ سڑکوں پر بجتے ہارن کی چیخ سے جو غیر ضروری الجھن پیدا ہوتی ہے اسے برداشت کرنا روزمرہ کا کام ہے، لاوڈ اسپیکرس سے پیدا ہونے والا پاگل پن، خوشی کے مواقع پر نعرے، گلیوں سے گذرتے ہوئے جلوس اور ہندستانی ناٹکی سیریلز کے پس منظر کا حد سے بڑھا ہوا شور تقریباً ہر گھر میں ہنگامہ برپا کررہا ہے۔ علاوہ ازیں اور بھی ایسے بے شمار ذرائع ہیں جن کے بارے میں ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔ ایسا لگتا ہے جیسے لوگوں میں خوشی کے بارے میں یہ خیال راسخ ہے کہ شور شرابے کے ذریعہ خوشی کا بہتر طور پر اظہار ہو سکتا ہے؛ حتی کہ دیہی علاقوں میں کسی بچے کی پیدائش کا اعلان رسوئی کے برتنوں کی سمع خراش آواز سے کیا جاتا ہے۔ ان دنوں خواہ دیوالی ہو یا شادی ہو یا کسی میچ میں جیت ہو، ان مواقع پر تیز آواز والے پٹاخے چھوڑنا معمول بن چکا ہے۔ یعنی جب تک کہ آپ کے کان کے پردے پھٹ نہ جائیں آپ خوش نہیں ہوتے۔

شہری ہندوستان میں صوتی آلودگی:

ہندوستان کے شہری علاقے گذشتہ چند دہائیوں سے انتہائی آلودہ بن چکے ہیں۔ گذشتہ دہائی میں اس میں 31.8% کے تناسب سے اضافہ ہوا ہے۔ اس کی وجہ سے ماحولیات اور صحت کے حوالے سے بعض مسائل پیدا ہوئے جو خود بھی ماحولیاتی آلودگی کو شامل ہیں۔ ان میں سے بعض اسباب ناگزیر ہیں جن کا جاری رکھنا ترقیاتی سرگرمیوں کے لئے ضروری ہے؛ لہذا یہ ناممکن ہے کہ ان سے بالکلیہ اجتناب کیا جائے، تاہم اس کی شدت کو کم کرنے اور اس پر قابو پانے کے لئے کچھ احتیاطی اقدامات ضرور کئے جانے چاہئیں، جیسا کہ آلودگی کو کنٹرول کرنے اور اس کی روک تھام کی دفعہ جو 1981 سے نافذ ہے، کے تحت شور شرابہ کو فضائی آلودگی قرار دیا گیا ہے۔ یہ ناخوش گوار پریشان کن اور غیر ضروری آوازیں ہیں جن سے بچنا ضروری ہے؛ کیوں کہ یہ نیند سے محرومی اور قلت توجہ جیسی چیزوں کا باعث ہے۔ آدمی ان کے پیدا کردہ مسلسل اضطرابی کیفیت سے جھنجلا جاتا ہے۔ ڈبلو ایچ او کے اصولوں کے مطابق گہری نیند کے لئے کمرے میں آواز کی سطح 30 ڈی بی سے متجاوز نہ ہونی چاہئے۔ کسی درسگاہ میں توجہ قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ آواز کی سطح 35 ڈی بی سے زیادہ نہ ہو۔ ان حدوں سے زیادہ لگاتار شور وغوغا مختصر یا طویل مدت کے لئے ذہنی اور جسمانی صحت کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔ بڑے افسوس کا مقام ہے کہ آلودگی کے دوسرے مسائل جیسے فضائی اور آبی آلودگی کی طرح اس مسئلہ کو اتنی سنجیدگی سے نہیں لیا جاتا۔

بڑے پیمانے پر دو قسم کا شور ہے جو آلودگی کا سبب بنے ہوئے ہیں۔ ایک انسانی برادری کا شور اور دوسرا صنعتی اسباب کا شور۔ انسانی برادری میں پایا جانے والا شور بشمول گھریلو ذرائع سے پیدا ہونے والی آوازیں جیسے اندرون خانہ استعمال ہونے والے برقی آلات مثلاً فریج، جوسر، مکسر، ٹیلی ویژن، واشنگ مشین وغیرہ۔ اسی طرح صنعتی دنیا سے تعلق رکھنے والی آوازیں بشمول ان کے جو سڑکوں پر گاڑیوں کی وجہ سے، تعمیراتی کاموں سے آتش بازی اور لاوڈ اسپیکرس کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔

بھارت میں صوتی آلودگی پر مطالعہ:

اس میں شک نہیں کہ جن شہروں میں اوسط یا ادنی پیمانے پر صنعتی ادارے اور بڑے پیمانے پر تجارتی منڈیاں قائم ہیں ان میں دوسرے شہروں کی بہ نسبت کہیں زیادہ صوتی آلودگی پائی جاتی ہے۔ انٹرنیشنل ریسرچ جرنل آف انوائرنمنٹل سائنس کے ذریعہ مدھیہ پردیش کے ضلع مورینہ میں مختلف مقامات مثلاً تجارتی علاقے، خاموش مقامات، رہائشی علاقے میں صوتی آلودگی کی سطح پر ایک مطالعہ کیا گیا۔ اس میں پایا گیا کہ بہت زیادہ ہارن بجانا، اور قابل مرمت گاڑیوں سے پیدا ہونے والی تیز آوازیں صوتی آلودگی کے بڑے اسباب میں سے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ سڑکوں کی خستہ حالی مجموعی طور پر آلودگی کا سبب ہے؛ کیوں کہ یہ ٹریفک جام کا باعث بنتی ہے جس سے مزید صوتی آلودگی ہوتی ہے۔ خیر یہ تو ایک ضلع کی صورت حال ہے، ان بڑے شہروں کی

کیفیت کا تصور کیجیے جہاں تجارتی علاقے زیادہ وسیع ہیں نیز اسی طرح گاڑیاں اور سڑکوں کی صورت ہے۔ چنانچہ حکام کے لئے یہ امر انتہائی ناگزیر ہے کہ اس ضمن میں فوری طور پر ضروری اقدامات کریں؛ تاکہ اس صورت حال سے نمٹا جاسکے ورنہ بصورت دیگر یہ چیزیں قابو سے باہر ہوجائیں گی۔ صوتی آلودگی کے حوالے سے ملک کے کئی حصوں میں متعدد تجزیے کئے جاچکے ہیں۔ مشاہدے میں یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ اس لعنت کا بہت بڑا سبب موٹر ٹرانسپورٹ ہے، بالاسور کے مطالعہ میں پایا گیا کہ ٹرافک کی وجہ سے پیدا ہونے والا شور اپنے جائز حد 70 ڈی بی سے بڑھا ہوا ہے۔ نجی گاڑیوں سے پیدا ہونے والے شور کے جائزے سے معلوم ہوا کہ یہ تمام آوازیں اپنی جائز حدود سے متجاوز ہیں۔ سنٹرل پولوشن کنٹرول بورڈ کے ذریعہ چار مختلف علاقوں میں شور کی سطح کی پیمائش کے لئے کئے گئے تجزیے میں یہ بات سامنے آئی کہ دن کے وقت آواز کی بلند ترین سطح خاموش مقامات بشمول تعلیمی مقامات، اسپتال، مذہبی مقامات پر ریکارڈ کی گئیں جبکہ آواز کی کم ترین سطح رہائشی مقامات پر ریکارڈ کی گئی۔ رات کے وقت آلودگی کی اونچی سطحیں چوراہوں پر اور نیچی سطح تمام صنعتی علاقوں میں پائی گئیں۔ ان اسباب وعوامل میں شور کی سطح میں اضافے کا سبب لحہ بہ لحہ بڑھتی آبادی ہے جو وسائل نقل وحمل میں اضافہ چاہتی ہے اور گاڑیوں میں اضافے کا باعث بن کر نتیجۃً سڑکوں پر ازدحام پیدا کرتی ہے، بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے گاڑیاں شور کے ساتھ ساتھ ہوا میں مزید آلودگی پھیلاتی ہیں۔ تیز شور والے علاقوں میں رہنے والے لوگوں کو مسلسل ایسی آوازوں سے پالا پڑتا ہے، چنانچہ ان کا حساس عوارض بشمول قلت سماعت جیسے خطرات میں مبتلا ہونے کے خدشات متوقع ہیں۔ ایک اور تحقیق جو دیوالی کے تہوار کے دوران شور کی سطح جانچنے کے لئے کی گئی اس میں پایا گیا کہ آلودگی کی سطح اس میں بڑھ کر 80 ڈی بی تک جا پہنچتی ہے جو کہ عام دنوں کی سطح 57-69 ڈی بی سے دوگنی ہے۔

ممبئی سب سے زیادہ شور والا شہر ہے، دہلی نمبر 4 پر ہے: سنٹرل پولوشن کنٹرول بورڈ۔

نئی دہلی: فضائی آلودگی کے مدنظر دہلی گندہ ترین شہر ہے مگر تخمینہ یہ ہے کہ سب سے زیادہ پر شور شہر ممبئی ہے جس کے متعلق اطلاع یہ ہے کہ آواز کی معمولی سطح کی خلاف ورزی 2011-14 کے طویل دورانیے میں لگاتار یہاں دیکھنے میں آئی ہے۔ دہلی در حقیقت چوتھے نمبر پر ہے؛ جبکہ لکھنؤ اور حیدرآباد راجدھانی سے زیادہ پر شور ہیں، دہلی کے محفوظ رہنے کی وجہ سبزہ اور سڑک کنارے شجر کاری ہے۔ صوتی آلودگی کا عام سبب موٹر گاڑیاں ہیں اور دیگر ذرائع جیسے جنریٹر سیٹ، آفس کی مشینیں، پروازیں، صنعتی اور تعمیراتی سرگرمیاں بھی شہروں کے اندر کافی حد تک صوتی سطح میں اضافے کا باعث ہیں۔ اس سلسلہ میں سنٹرل پولوشن کنٹرول بورڈ (سی پی سی بی) کا مشاہدہ بھی سامنے آیا ہے۔ جس نے اپنی تازہ رپورٹ میں یہ نکتہ واضح کیا ہے کہ صوتی آلودگی کس طرح سے (صوتی سطح اپنی معمولی حد جو دن میں 55 ڈی بی اور رات میں 45 ڈی بی سے متجاوز ہونے کی صورت میں) تند خوئی، ہائی بلڈ پریشر، کان خراب ہونے، کان بجنے اور نیند میں خلل کا سبب بن سکتی ہے۔

کان بجنے کا مرض نسیان، شدید ذہنی تناؤ اور بسا اوقات گھبراہٹ کا باعث بن سکتا ہے۔" یہ بات ملک کے نیشنل آلودگی پر نظر رکھنے والے کتے نے کہی جس نے ۷ شہروں کے ۳۵ مقامات سے اصلی نگرانی کے وقت کی معلومات مرتب کی اور دن اور رات کے اوقات میں شور وشغب کی سطح کو مقامات کے اوسط سے اپنا نتیجہ پیش کیا۔ اس طرح کی معلومات پیش کرنے کا مقصد پالیسی سازوں کی صوتی آلودگی کو قابو کرنے کے لیے معیار بندی اور پالیسی سازی میں مدد کرنا ہے۔ ان معلومات سے بھی واضح ہوتا ہے کہ موجودہ قوانین کی پابندی کو یقینی بنایا جائے۔ گرچہ شور وشغب کی سطح پر ۷ شہروں کے ۳۵ مقامات پر نظر رکھی جارہی ہے، CPCB کا منصوبہ ہے کہ ۱۸ ریاستوں کے ۱۶۰ مقامات پر جلد ہی نگرانی مرکز قائم کیا جائے۔

......☆......

صوتی آلودگی کے منفی اثرات

صوتی آلودگی کے باعث سنگین جسمانی مسائل:

آج صوتی آلودگی ہندوستان میں ایک بڑے مسئلے کی شکل اختیار کر چکی ہے جس نے جسمانی صحت کے لیے سنگین مسائل پیدا کیے ہیں، جیسے قوت سماع کا نقصان، ذہنی تناؤ کی سطح میں اضافہ، رویہ جاتی اور ذہنی مسائل، بے خوابی، قلبی امراض، شدید ذہنی تناؤ اور دیگر بہت سے مسائل۔ جب حفاظتی سطح کو پار کر لیا جاتا ہے، شور صحت کے لیے ایک بڑا خطرہ بن جاتا ہے۔ بدقسمتی سے ہندوستان میں ان حفاظتی خطوط کا خیال نہیں کیا جاتا۔

آواز فاؤنڈیشن اور مہاراشٹر اپولیوشن کنٹرول بورڈ نے چار سال (۲۰۰۸، ۲۰۱۰، ۲۰۱۲ اور ۲۰۱۳) میں دیوالی کے موقعے سے پٹاخے بازی کی وجہ سے پیدا ہونے والے شور کی سطح کا جائزہ لیا، اس جائزے کے مطابق صوتی آلودگی کی سطح ۱۲۵ ڈی بی سے اوپر پہنچ گئی، یہاں تک کہ متعلقہ سرکاری شعبوں کو بھی اس صورت حال سے آگاہ کیا گیا، تاہم انھوں نے اس پر کوئی کام نہیں کیا۔

ہندوستان میں اس بڑھتے ہوئے خطرے کو قابو میں لانے کے لئے بہت کچھ کرنے کی ضرورت ہے۔ لوگ عام طور پر آبی اور فضائی آلودگی کا خیال کرتے ہیں، لیکن صوتی آلودگی کو بہت ہلکے میں لیتے ہیں۔ اس وجہ سے لوگوں میں اس بڑے ماحولیاتی خطرے کے حوالے سے بیداری پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اس ضمن میں کام کرنے کے لیے متعدد غیر سرکاری تنظیمیں سامنے آئی ہیں، وہ متعدد مقامات پر جا کر صوتی آلودگی کے ممکنہ نقصاندہ اثرات کی شدت کے بارے میں لوگوں کو بتاتے ہیں۔ صوتی آلودگی کسی جگہ کے پورے ماحول کو متاثر کرتی ہے جو آواز کی شدت کی وجہ سے صحت مند نہیں رہ جاتا، ایسی ماحولیات میں زیادہ دنوں تک رہنا سنگین ذہنی اور نفسیاتی مسائل پیدا کر سکتا ہے، جو اگر قابو سے باہر ہو جائیں تو کسی کے لیے بھی جان لیوا ثابت ہو سکتے ہیں، چنانچہ اس مسئلے کو بھی اتنی ہی سنجیدگی سے لینا چاہیے جتنی سنجیدگی سے ماحولیات سے متعلق دیگر مسائل پر غور وخوض کیا جاتا ہے۔

☆☆☆

تیسرا باب تفصیلی مقالات

فضائی وصوتی آلودگی اور اسلام

مفتی محمد راشد حسین ندوی[1]

نحمده و نصلی علیٰ رسوله الکریم ، أما بعد!

ایک مسلمان کی حیثیت سے ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اسلام ایک ہمہ گیر اور مکمل دین ہے جس کے اندر قیامت تک کی رہنمائی کرنے کی صلاحیت موجود ہے، دنیا میں خواہ کتنے بھی انقلاب آئیں، کیسی بھی تبدیلیاں پیدا ہوں، چاہے جتنے بھی انکشافات ہوں اور ایجادات سامنے آئیں، شریعت نے ایسے جامع اصول مقرر کئے ہیں کہ ہر ایک کا شرعی حکم بالغ نظر علماء اور فقہاء ڈھونڈھ نکالتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ دنیا کہاں سے کہاں پہنچ گئی، ہوائی جہاز، پانی کے جہاز، الیکٹرانک میڈیا، سوشل میڈیا، کمپیوٹر، انٹرنیٹ اور کیا کیا چیزیں وجود میں آئیں، جو قدماء کے خواب وخیال میں بھی نہیں آسکتی تھیں، لیکن کتنے تعجب کی بات ہے کہ علماء زمانہ نے کتاب وسنت اور قدیم فقہی کتابوں کے حوالوں سے سب سے متعلق احکام بیان فرمادیے اور کسی بھی گوشہ کو تشنہ نہیں چھوڑا۔

فضائی اور صوتی آلودگی کا مسئلہ کسی نئی ایجاد یا اکتشاف کی طرح نہیں ہے، اسلئے کہ آلودگی جس طرح آج ضرر رساں ہے اسی طرح پہلے بھی تھی، لیکن کچھ وجوہات سے اس کی مشابہت نئے مسائل سے ہوگئی ہے:

۱۔ عصر حاضر میں نئے آلات سے اس کی ضرر رسانی بہت واضح ہوگئی ہے، پہلے اس طرح کے آلات نہ ہونے کے سبب آلودگی کے نقصانات کا اتنا اندازہ نہیں ہو پاتا تھا۔

۲۔ بہت سی نئی ایجادات اگر چہ اپنے اندر بے شمار فوائد رکھتی ہیں لیکن ان سے بے پناہ فضائی آلودگی بھی پیدا ہوتی ہے، جیسے: کار، بس، ٹرین، ہوائی جہاز، پانی کے جہاز، اے سی، فریج، موبائل اور اسی طرح کی دیگر اشیاء۔

۳۔ ان اشیاء کے تیار کرنے کے لئے کارخانے ناگزیر ضرورت ہیں، اور کارخانوں سے طرح طرح کی گیسیں، فضلات اور مضر چیزیں پھیلتی ہیں، جو بلا شبہ فضائی آلودگی کا سبب بنتی ہیں۔

اسی طرح کے کئی اسباب کی وجہ سے فضائی اور صوتی آلودگی انسان کے لئے مسئلہ بن گئی ہے، یہاں تک کہ محققین کے مطابق اس کا دباؤ اتنا بڑھ گیا ہے کہ حیوانات کی زندگی کے لئے ضروری اوزون کی پرت میں ایک طویل وعریض خلا پیدا ہو گیا ہے، قطب جنوبی وشمالی میں موجود منجمد سمندر، نیز گلیشیئر پگھلنے لگے ہیں، جس سے سطح سمندر کے اوپر چلے جانے اور نشیبی جزائر کے زیر آب ہونے کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے، اسی لئے بین الاقوامی سطح پر کئی کانفرنسیں ہوئیں، اور آلودگی کم کرنے کے ذرائع پر غور کیا گیا، خاص طور سے گرین ہاؤس گیسیس کے بے تحاشا اخراج پر روک لگانے کی باتیں کی گئیں، اور جن ممالک میں تیزی سے صنعتی سرگرمیاں ہو رہی ہیں ان پر خاص طور سے اس سلسلہ میں زور ڈالا گیا ہے۔

نزول قرآن کے وقت نہ تو انسان کو ان آلودگیوں کا کوئی علم تھا، نہ ہی اتنے واضح انداز میں کثافت پھیلی ہوئی تھی، لیکن حیرت کی بات ہے کہ اس گوشہ کو بھی تشنہ نہیں چھوڑا گیا، اور حیات حیوانی کی بقا کے لئے ضروری اور رہنما اصول مقرر کیے گئے، اس کا اندازہ ان مباحث سے ہوگا جو سوالوں کو حل کرتے ہوئے ذیل میں درج کئے جا رہے ہیں:

---

[1] مدرسہ ضیاء العلوم، میدان پور، تکیہ کلاں، رائے بریلی۔

۱۔ ارزاں ایندھن کا استعمال:

کتاب وسنت کے احکام عمومی طور پر سب کے لیے یکساں ہوتے ہیں، لیکن خاص حالات میں اشخاص وطبقات کے اعتبار سے ان میں تنوع بھی ہوجاتا ہے، مثلاً: نماز سب پر فرض ہے جس میں قیام فرض ہے، لیکن اگر کوئی معذور ہو تو اس سے قیام کی فرضیت ساقط ہوجاتی ہے، یہاں تک کہ اگر معذوری بڑھی ہوئی ہو تو رکوع وسجود بھی اشارہ سے کیا جاسکتا ہے۔

زکوۃ ارکان اسلام میں سے ایک ہے لیکن یہ صاحب نصاب غنی پر فرض ہے، فقیر پر فرض نہیں ہے، اسی طرح اس کو غریب پر صرف کیا جاسکتا ہے امیر پر صرف نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح حج اسی پر فرض ہے جس کے پاس مخصوص مقدار میں مال ہو، جس کے پاس اتنی مقدار میں مال نہ ہو اس پر حج فرض نہیں ہے، اسی طرح کفارہ ظہار وصوم ویمین میں مالدار کے لئے الگ احکام ہیں اور غریب ومسکین کے لئے الگ احکام ہیں، یہ چند مثالیں بطور نمونہ ہیں ورنہ کتاب و سنت میں اس طرح کی بے شمار مثالیں مل سکتی ہیں، ان سب کا خلاصہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان کیا ہے کہ کسی بھی شخص پر صرف اتنا بار ڈالا جاتا ہے اور صرف اتنے کا مکلف بنایا جاتا ہے جس کو وہ انگیز کرسکے:

"لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا" (البقرۃ:۲۸۶)۔

اس کے بعد ہم اصل مسئلہ کی طرف آتے ہیں کہ اگر کوئی کم آلودگی پھیلانے والے ایندھن کے استعمال پر قادر ہے تو کیا اس ... سے زیادہ ضرر پھیلانے والے ایندھن کا استعمال جائز ہوگا؟

ظاہر بات ہے کہ کتاب وسنت یا فقہ اسلامی میں صراحۃً کوئی ایسی بات نہیں ملتی جس میں کسی خاص فرد کے لئے کسی خاص ایندھن کے استعمال پر پابندی لگائی گئی ہو، اس اعتبار سے اس کو جائز ہونا چاہیے، لیکن کتاب وسنت میں کثرت سے ایسی نصوص ملتی ہیں جن میں سب کو حکم دیا گیا کہ مفاد عامہ کا خیال رکھیں، عوام کے ساتھ خیر خواہی برتیں، ان کو ضرر سے بچائیں، اور دنیا میں فساد پھیلانے سے گریز کریں، اس سلسلہ کی چند نصوص ملاحظہ ہوں:

۱۔ "وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ" (البقرۃ:۱۱)۔

۲۔ "وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ" (البقرہ:۲۰۵)۔

۳۔ "وَلَا تُطِيعُوا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ. الَّذِينَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ" (الشعراء:۱۵۲،۱۵۱)۔

۴۔ "ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ" (الروم:۴۱)۔

۵۔ "وَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ" (الأعراف:۸۶)۔

ان سب آیات میں زمین میں فساد پھیلانے سے روکا گیا، اور ایسے امور کے انجام دینے سے روکا گیا جن سے کھیتیاں برباد ہوجائیں اور نسل آدم کو خطرہ لاحق ہوجائے، اور یہ بھی بتایا گیا کہ دنیا میں بگاڑ خود ان کے کرتوتوں کے سبب ہے، اور افساد کا انجام بڑا ہولناک ہے، ان میں فساد اور بگاڑ کی کوئی خاص شکل کا نام نہیں لیا گیا، لیکن ہر ایسا کام یقینی طور پر اس ممانعت میں داخل ہوجائیگا جس سے کائنات کے نظم میں خلل واقع ہو اور جمادات ونباتات نیز حیوانات کی بقا کو خطرہ لاحق ہوتا ہو:

۶۔ "عن تميم الداري أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: الدين النصيحة، قلنا: لمن؟ قال: لله ولكتابه ولرسوله ولأئمة المسلمين وعامتهم" (صحيح مسلم: باب بيان أن الدين النصيحة:۱۹۶)۔

(حضرت تمیم داریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا: دین نام ہے خیر خواہی کا، ہم نے عرض کیا: کس کی خیر خواہی؟ فرمایا: اللہ کی، اس کی کتاب کی، اس کے رسول کی، مسلمانوں کے ائمہ کی اور عام مسلمانوں کی)۔

شارحین نے عام مسلمانوں کی خیر خواہی کا مطلب بیان فرماتے ہوئے یہ بھی بتایا کہ ان سے ضرر دور کیا جائے اور ان کے مفاد میں کام کیا جائے:

"ولعامتهم بإرشادهم إلى مصالح دينهم و دنياهم و دفع الضرر عنهم وجلب النفع إليهم" (حاشيه مشكوة، بحوالة لمعات)۔

۷۔ "عن عبد الله بن عمرو قال: قال رسول الله صلى الله عليه و سلم: الراحمون يرحمهم الرحمن ارحموا من في

الأرض یرحمکم من فی السماء'' (سنن الترمذی، ابواب البر والصلة، باب ما جاء فی رحمة الناس: ۱۹۲۴۔ سنن أبي داود، کتاب الأدب، باب فی الرحمة: ۱۹۴۱)۔

(حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''رحم کرنے والوں پر رحمن سبحانہ وتعالیٰ رحم فرماتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والاتم پر رحم کرے گا)۔

وضاحت کرنے کی ضرورت نہیں کہ ہر ایسا کام کرنا جس سے زمین کی مخلوقات کی بقا متعلق ہو یقینا رحم کی اعلیٰ ترین قسم کہی جائے گی۔

۸۔ ''عن عبد اللّٰہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم: الخلق عیال اللّٰہ فأحب الخلق الی اللّٰہ من أحسن الی عیالہ'' (شعب الایمان للبیہقی، فصل فی نصیحة الولاة و وعظھم)۔

(حضرت عبداللہؓ فرماتے ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مخلوقات اللہ تعالیٰ کا کنبہ اور خاندان (جیسے) ہیں تو اللہ کو سب سے زیادہ محبوب بندہ وہ ہوتا ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے)۔

اچھا برتاؤ کرنے میں یقینی طور سے اس کی بقا کے لئے کام کرنا بھی ہوگا۔

۹۔ اسی طرح بعض احادیث میں ضرر پہنچ جانے کے اندیشہ سے برتن کو ڈھانک کر رکھنے، دروازہ بند رکھنے، سوتے وقت چراغ بجھا دینے کا حکم دیا گیا ہے:

''عن جابرِ بنِ عبدِ اللّٰہِ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: خمِروا الآنیة، وأوکوا الأسقیة، وأجیفوا الأبواب، واکفِتوا صِبیانکم عِند العِشائِ، فإن لِلجِنِ انتِشارا وخطفة، وأطفِئوا المصابیح عِند الرقادِ، فإن الفویسِقة ربما اجترتِ الفتِیلة فأحرقت أھل البیتِ'' (صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب خمس مِن الدوابِ فواسِق یقتلن فِی الحرمِ: ۳۳۱۶)۔

۱۰۔ ''عن أبی موسیٰ رضی اللّٰہ عنہ قال، احترق بیت بِالمدِینةِ علیٰ أھلِہِ مِن اللیلِ، فحدث بِشأنِھِم النبِی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ان ھٰذِہِ النار انما ھِی عدو لکم، فإذا نِمتم فأطفِئوھا عنکم'' (صحیح البخاری، کتاب الاستئذان، باب لاتترک النارفِی البیتِ عِند النومِ)۔

ظاہر ہے کہ یہ احکام حفظ ماتقدم کے طور پر ہیں، لہٰذا اگر کسی فعل کی ضرر رسانی ثابت ہو جائے تو بدرجہ اولیٰ اس کی ممانعت ثابت ہوگی۔

۱۱۔ اسی طرح فقہی قواعد وجزئیات میں ضرر عام کو دور کرنے، یہاں تک کہ اس کے لئے ضرر خاص کو انگیز کرنے کی بھی بات کہی گئی ہے، اس کے لئے کثرت سے فقہی عبارات پیش کی جاسکتی ہیں، لیکن ہم یہاں صرف علامہ ابن نجیمؒ کی ایک عبارت نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں:

''یتحمل الضرر الخاص، لِاجلِ دفعِ الضررِ العامِ، وھٰذا مقید لِقولِھِم: الضرر لا یزال بِمِثلِہِ وعلیہِ فروع کثِیرة...ومِنھا: منع اتِخاذِ حانوت لِلطبخِ بین البزازِین، وکذا لکل ضرر عام'' (الأشباہ، تنبِیہ یتحمل الضرر الخاص: ۳۱۴)۔

ان نصوص کی بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر کسی خاص ایندھن کے استعمال سے آلودگی پھیلتی ہو، اور اس سے ضرر عام لاحق ہوتا ہو، اور ایک شخص اس پر قدرت رکھتا ہے کہ ایسا ایندھن استعمال کرے جس میں نسبتاً اتنا ضرر نہ ہو تو حکومت اس کو مضر ایندھن کے استعمال سے روک سکتی ہے، اور جان بوجھ کر اس طرح کا مضر ایندھن استعمال کرنا جس سے مفاد عام کو نقصان پہنچتا ہے اس کے لئے باعث گناہ ہوگا اور شرعاً مکروہ ہوگا۔

یہ تو اصولی بحث ہے، لیکن میری معلومات کے مطابق اصحاب ثروت ایندھن کے طور پر گوبر کے اپلے یا لکڑی کا استعمال نہیں کرتے، بلکہ وہ گیس کا استعمال کرتے ہیں، آلودگی پیدا کرنے والی چیزیں گوبر کے اپلے وغیرہ زیادہ تر غریب ونادار لوگ استعمال کرتے ہیں، پھر میری معلومات کے مطابق زیادہ زہریلا مواد اے سی، فریج، اینٹ کے بھٹوں اور کارخانوں سے نکلتا ہے، لہٰذا زیادہ توجہ اس پر مرکوز کرنے کی ضرورت ہے۔

۲۔ گاڑیوں میں ڈیزل کے استعمال کا حکم:

اس سوال کا جواب بڑی حد تک پہلے سوال کے جواب ہی سے واضح ہو گیا ہے، کہ جس ایندھن کے استعمال سے فضا آلودہ ہوتی ہو اور جس سے لوگوں کو ضرر لاحق ہوتا ہو حکومت اس پر پابندی لگا سکتی ہے، کچھ دلائل اوپر گذر چکے ہیں، مزید یہ کہ جب حکومت پابندی لگا دے تو اس کی رعایت کرنا واجب ہوگا، اسلئے کہ حکومت کے جو احکام عوامی مفاد میں ہوں ان کا ماننا لوگوں پر واجب ہوتا ہے، بشرطیکہ وہ احکام شریعت سے متصادم نہ ہوں، اور یہاں جن احکام پر

بحث کی جارہی ہے وہ تو عین شریعت کی منشاء کے مطابق ہیں، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حکومت یا تو مسلمانوں کی ہوگی یا غیر مسلموں کے غلبہ والی ہوگی، اگر اسلامی حکومت ہو تو حاکم کے حکم کی پابندی کو بہت سے نصوص میں ضروری قرار دیا گیا ہے، چند نصوص ملاحظہ ہو:

ا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "أَطِيعُواْ اللَّهَ وَأَطِيعُواْ الرَّسُولَ وَأُوْلِي الأَمْرِ مِنكُمْ" (النساء: ۵۹)۔

۲۔ "عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: "من أطاعني فقد أطاع الله، ومن عصاني فقد عصى الله، ومن يطع الأمير فقد أطاعني، ومن يعص الأمير فقد عصاني" (صحيح مسلم، كتاب الامارة. باب وجوب طاعة الأمراء: ۴۷۴۷۔ بخاری كتاب الأحكام، باب قول الله تعالى وأطيعوا الله... الخ: ۷۱۳۷، واللفظ لمسلم)۔

۳۔ "عن ابن عمر قال: قال رسول الله ﷺ: السمع والطاعة على المرء المسلم فيما أحب وكره ما لم يؤمر بمعصية. فاذا أمر بمعصية فلا سمع ولا طاعة" (صحيح البخارى، كتاب الأحكام، باب السمع والطاعة للامام: ۷۱۴۴۔ صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب وجوب طاعة الامراء: ۴۷۶۳)۔

اس معنی کی احادیث کتب حدیث میں کثرت سے ملتی ہیں، اور پھر یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے، لہٰذا مزید دلائل کی ضرورت بھی نہیں، حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں:

"أقول لما كان الامام منصوبا لنوعين من المصالح للذين بهما انتظام الملة والمدن، وانما بعث النبي ﷺ لأجلهما، والامام نائبه ومنفذ أمره، كانت طاعته طاعة رسول الله ﷺ ومعصيته معصية رسول الله ﷺ. إلا أن يأمر بالمعصية، فحينئذ ظهر أن طاعته ليس بطاعة الله، وأنه ليس نائب رسول الله ﷺ. ولذلك قال عليه السلام: "ومن يطع الأمير فقد أطاعني ومن عصى الأمير فقد عصاني" (حجة الله البالغة ۲:۴۰۰، باب طاعة الامام و نائبه واجبة)۔

اور اگر حکومت مسلمانوں کے پاس نہ ہو، تب بھی اگر مسلمانوں نے وہاں رہنے کا فیصلہ کرلیا ہے تو ان کی حیثیت معاہد کی ہے، یعنی گویا انہوں نے عہد کررکھا ہے کہ یہاں کے قوانین کی پابندی کریں گے، لہٰذا جب تک وہاں مقیم ہے اس پر ضروری ہوگا کہ جو قوانین اسلامی شریعت سے متصادم نہ ہوں ان کی پابندی کرے، اس لئے کہ شریعت نے ایفائے عہد کا حکم دیا ہے:

"يا أيها الذين آمنوا أوفوا بالعقود" (المائدة: ۱)۔

اور حدیث شریف میں بھی نقض عہد کو نفاق کی علامت قرار دیا گیا ہے، نیز فقہ اکیڈمی کی ایک تجویز میں بھی اس کی پابندی کا ذکر آیا ہے:

پانی کی قلت کے پیش نظر اگر حکومتیں مفاد عامہ کی خاطر پانی کے بعض استعمالات پر پابندی لگاتی ہیں تو یہ درست ہے، اور اس پر عمل ضروری ہے، بشرطیکہ یہ پابندی کسی شرعی یا طبعی ضرورت کو پورا کرنے میں مانع نہ ہو (نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے ص: ۲۱۷ بعنوان: آبی وسائل اور ان کے شرعی احکام)۔

۳۔ روشنی کے حصول کے لئے کم آلودگی پیدا کرنے والے وسائل کا استعمال:

اس سوال پر بھی پہلے سوال کا جواب دیتے ہوئے خاصی بحث ہو چکی ہے، ظاہر ہے کہ مفاد عامہ کا خیال رکھنا، لوگوں کو نقصان سے بچانا، کائنات کے توازن کو باقی رکھنے کی کوشش کرنا انسان پر واجب ہے، لہٰذا اس کے لیے جو چیزیں بھی انسان کے بس میں ہوں ان کا بروئے کار لانا اس پر واجب ہوگا، اس طرح کے امور کی ذمہ داری اور نگرانی حکومت پر ہوتی ہے، لہٰذا اپنے فرض کا خیال رکھتے ہوئے حکومت اگر اس کا حکم دیدے تو یہ وجوب مزید مؤکد ہو جائے گا، اس لئے کہ حکومت کے ایسے احکام جو شریعت سے متصادم نہ ہوں واجب العمل ہوتے ہیں۔

۴۔ شمسی توانائی کا استعمال:

اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ شمسی توانائی کے استعمال سے فضائی آلودگی پر قابو پانے میں مدد ملتی ہے، اور جو سہولیات جنریٹر وغیرہ کے استعمال سے حاصل ہوتی ہیں ان کو شمسی توانائی سے بھی حاصل کرنا ممکن ہوتا ہے، اس سے روشنی بھی حاصل کی جاسکتی ہے، اور پنکھا، کولر، فریج، یہاں تک کہ بجلی کا موٹر بھی چلایا جاسکتا ہے، اس سلسلہ میں تحقیقات ابھی جاری ہیں، اس کے ذریعہ گاڑی چلانے یہاں تک کہ ہوائی جہاز اڑانے کے بھی تجربات کئے جا چکے ہیں، ممکن

ہے کہ ایک دن وہ بھی آئے کہ ایئر کنڈیشن اور اس طرح کی زیادہ توانائی کھینچنے والی چیزوں کا بھی اس سے چلانا ممکن ہوجائے۔

شمسی توانائی کے پروجیکٹ لگوانے میں ابتداء میں خاصی رقم صرف ہوتی ہے، لیکن جو مصارف ڈیزل اور بجلی کے استعمال سے مستقل طور پر رہتے ہیں ان سے چھٹی مل جاتی ہے، اس طرح مآل کے اعتبار سے دیکھا جائے تو دوسرے ایندھن کے مقابلہ میں یہ ایندھن کافی سستا رہتا ہے، پھر تحقیق کے مطابق اس سے فضائی آلودگی بھی بہت کم پھیلتی ہے، اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ کوئی بھی صاحب عقل اس ایندھن کے استعمال کے بہتر اور مستحسن ہونے کا انکار نہیں کرے گا، اس لئے میرے نزدیک شرعاً بھی اس کا استعمال بہتر ہے، اور چونکہ باعتبار مآل اس میں مصارف کم ہوتے ہیں، لہٰذا دنیوی اعتبار سے بھی اس کا استعمال مفید ہے۔

شرعاً اس کے استعمال کے مستحسن ہونے کی دلیل یہ ہے کہ (جیسا کہ عرض کیا گیا) اس سے نسبتاً آلودگی کم پھیلتی ہے، جس سے کائنات کے نظام میں خلل اندازی کا تناسب کم ہوجاتا ہے، اور آلودگی کم پھیلنے سے اس میں بلاشبہ جلب منفعت، دفع مضرت اور عامۃ الناس کے لئے نصح وخیر خواہی ہے، جو بلاشبہ روح اسلام کا تقاضہ ہے، لہٰذا اگر اس کو لگوانے سے ضروریات پوری ہوسکتی ہیں اور اس کو لگوانے کی استطاعت بھی موجود ہے تو بلاشبہ اس کو ایک مستحسن اقدام قرار دیا جائے گا۔

۵۔ کارخانوں کے لئے وضع کردہ سرکاری ضوابط کا شرعی حکم:

حکومت کے جو احکام شریعت سے متصادم نہ ہوں، ان پر عمل کرنا اور ان کی خلاف ورزی سے احتراز کرنا سب پر لازم ہے، اور جب حکومت خود مفاد عامہ کے لیے قوانین بنائے جن کا مقصد لوگوں کی صحت کا خیال رکھنا ہو، اور جن سے آلودگی کم کرنے میں مدد ملتی ہو، ہوا کی کثافت دور ہوتی ہو، فضا صاف ستھری ہوتی ہو، تو ان کا ماننا بلاشبہ بدرجہ اولیٰ ضروری ہوگا، اگر کوئی ان قوانین کو توڑے اور ان کی خلاف ورزی کرے تو بلاشبہ وہ فساد فی الأرض کا ارتکاب کر رہا ہے، لہٰذا حکومت بطور تعزیر و تادیب اس کے لئے کوئی سزا مقرر کرسکتی ہے، مثلاً ان قوانین کی خلاف ورزی کرنے والوں کو اولاً تنبیہ کی جائے، اور اگر تنبیہ سے بھی باز نہ آئیں تو باعتبار جرم سزا میں اضافہ کیا جائے، یہاں تک کہ اگر کوئی چارہ کار نہ ہو تو اس کا لائسنس منسوخ کردیا جائے، اس لئے کہ تعزیر اسی طرح کے جرائم کے لئے مشروع ہے، اور اس کے لئے کوئی متعینہ سزا شریعت نے مقرر نہیں کی ہے؛ بلکہ اس کو مکمل طور پر حکام کی صوابدید پر رکھا گیا ہے، جو جرم کی نوعیت اور اشخاص کے فرق مراتب کے اعتبار سے کوئی بھی مناسب سزا مقرر کرسکتے ہیں:

''الفرق بین الحد و التعزیر، أن الحد مقدر، والتعذیر منصوص الیٰ رأی الامام'' (شامی ۳:۱۹۴)۔

''(والتعزیر لیس فیه تقدیر) ... قال الزیلعی: ولیس فی التعذیر شیء مقدر، وانما هو مفوض الی رأی الامام علیٰ ما تقتضی جنایتهم، فإن العقوبة فیه تختلف باختلاف الجنایة'' (شامی ۳:۱۹۶، باب التعزیر)۔

جہاں تک شرعی طور سے اس کے حکم کا تعلق ہے تو ظاہر ہے کہ ان ضوابط کی خلاف ورزی ایک طرح سے زمین میں بگاڑ پھیلانے کے مترادف ہے جس کے بارے میں جواب نمبر ا کے تحت تفصیل بیان کی جاچکی ہے، اور اس کا یہ عمل عوام کی خیر خواہی کے خلاف ہے، اس کی اس کوتاہی سے نظام عالم میں خلل واقع ہو رہا ہے، پھر اس سے لوگوں کو ضرر ہے اور ضرر دینے والوں کے خلاف مستقل وعیدیں وارد ہوئی ہیں، مثلاً چند احادیث ملاحظہ ہوں:

ا۔ ''عن أبي صرمة عن رسولِ اللّٰهِ ﷺ قال: من ضار أضر اللّٰه بِهِ و من شاق شق اللّٰه علیهِ'' (سنن ابن ماجة، کتاب الأحکام، باب من بنی فِي حقِهِ ما یضر بجارِهِ: ۲۳۴۲)۔

(حضرت ابوصرمہؓ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو ضرر پہنچائے، اللہ تعالیٰ اس کو نقصان پہنچائے گا، اور جو مشقت میں ڈالے اللہ تعالیٰ اس کو مشقت میں مبتلا کردے گا)۔

۲۔ ''عن عبادة بنِ الصامِت قال: قال رسول اللّٰهِ ﷺ: لا ضرر ولا ضِرار'' (سنن ابن ماجة، کتاب الأحکام، باب من بنی فِي حقِهِ ما یضر بجارِهِ: ۲۳۴۰)۔

(حضرت عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہ ضرر برداشت کیا جائے اور نہ دوسروں کو ضرر پہنچایا جائے)۔

ان تمام نصوص کا تقاضا یہ ہے کہ کارخانوں کے مالکین پر ان ضوابط پر عمل کو واجب قرار دیا جائے اور خلاف ورزی کو کم از کم مکروہ تحریمی کہا جائے، فقہاء نے بھی اس طرح کے مسائل پر بحث کی ہے، اور اس طرح کی مضر چیزیں اگر لوگوں کو ضرر دیتی ہوں تو ان پر پابندی لگانے کو جائز قرار دیا ہے، مثلاً علامہ ابن عابدینؒ فرماتے ہیں:

''شری دارًا و دبغ و تأذی جیرانه ان علی الدوام یمنع وعلی الندرة یحتمل (قوله و تأذی جیرانه) قال فی جامع الفصولین: القیاس فی جنس هذه المسائل أن من تصرف فی خالص ملکه لا یمنع ولو أضر بغیره، لکن ترك القیاس فی محل یضر بغیره ضررا بینا قیل: وبه أخذ کثیر من المشایخ وعلیه الفتوی، وفیه أراد أن یبنی فی داره تنوراً للخبز دائما (أی) یمنع عنه لتضرر جیرانه ضررا فاحشا... الخ'' (شامی ۴، کتاب البیوع، باب المتفرقات:۲۴۵۔ وانظر، کتاب القضاء، مسائل شتی ص:۴۰۱)۔

اور ''فتاوی ہندیہ'' کے ایک جزئیہ میں بھی اس کا اشارہ موجود ہے:

''قریة فیها کلاب کثیرة، ولأهل القریة منها ضرر یؤمر أرباب الکلاب أن یقتلوا الکلاب، فإن أبوا رفع الأمر إلی القاضی حتی یلزمهم ذلك'' (هندیة۵:۳۶۰) والله أعلم بالصواب

۶۔ ذبیحہ کی کثرت کے وقت صحت عامہ کا خیال رکھنے کی ضرورت:

اسلام نے طہارت کو نصف ایمان قرار دیا ہے:

''عن أبی المالك الأشعری قال : قال رسول الله ﷺ:الطهور شطر الایمان'' (صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب فضل الوضوء) (مشکوٰة، کتاب الطهارة ۱، ۳۸)۔

طہارت میں جہاں وضو اور غسل شامل ہیں، وہیں بدن، کپڑے اور محل کا نجاستوں سے خالی ہونا بھی اسی کا حصہ ہے، حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ جس طرح جنت کی کلید نماز ہے اسی طرح نماز کی کلید طہارت ہے:

''عن جابر قال: قال رسول الله ﷺ: مفتاح الجنة الصلوٰة، ومفتاح الصلوٰة الطهور'' (سنن الترمذی، ابواب الطهارة، باب أن مفتاح الصلوٰة الطهور)۔

یہ تفصیلات تو خود جسم انسانی اور اس مکان سے متعلق ہے جہاں نماز پڑھی جاتی ہے، جہاں تک اپنے آپ کو اور دوسروں کو تعفن اور گندگی سے محفوظ رکھنے اور صحت عامہ کے لئے صفائی ستھرائی کا خیال رکھنے کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ایک واضح اور صریح بات یہ ارشاد فرمائی کہ اللہ کو صفائی ستھرائی رکھنے والوں سے محبت ہے:

"إِنَّ اللهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ" (البقرة:۲۲۲).

اس کے علاوہ فضا کو صاف ستھرا رکھنے اور صفائی ستھرائی کا عمومی مزاج پیدا کرنے کے لئے متعدد احکام دیے گئے، مثلاً:

۱۔ جمعہ، عیدین اور اجتماع کے دوسرے مواقع پر غسل کرنے، کپڑوں کی صفائی کرنے، یہاں تک کہ عطر اور مسواک کرنے کے احکام دئے گئے، وجہ یہ بتائی گئی کہ ایسا نہ کرنے پر بدن سے بد بو اٹھے گی جس سے ایک کو دوسرے سے اذیت ہوگی۔

''عن سلمان الفارسی قال: قال رسول الله ﷺ: من اغتسل یوم الجمعة وتطهر بما استطاع من طهر ثم ادهن و مس من طیب ثم راح... الحدیث'' (صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب لا یفرق بین اثنین یوم الجمعة، مشکوٰة :باب التنظیف والتکبیر، ص۱۲۲)۔

''عن ابنِ السباقِ أن رسول اللهِ ﷺ قال فِی جمعة مِن الجمعِ: یا معشر المسلِمِین إن هٰذا یوم جعله الله عِیدًا فاغتسِلوا ومن کان عِنده طِیب فلا یضره أن یمس مِنه وعلیکم بِالسِواكِ'' (مؤطاء مالك، کتاب الطهارة، باب

ماجاء فی السواك)۔

۲۔ بلغم اور تھوک جیسی چیزوں کو نکالنے کے بعد ان کو دفن کرنے کی تاکید کی گئی تاکہ کسی کو اس سے تکلیف نہ پہنچے، بعض مواقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ نفس نفیس بلغم وغیرہ کو دیوار پر لگا دیکھا تو اپنے ہاتھ سے صفائی کی؛ تاکہ اس کی قباحت دلوں میں زیادہ پیدا ہو، اور آئندہ لوگ اس سے باز رہیں:

''عن أنس قال : قال رسول الله ﷺ البزاق فی المسجد خطیئة وکفارتها دفنها'' (صحیح البخاری، کتاب ابواب المساجد، باب کفارة البزاق فی المسجد، مشکوٰة، باب المساجد، ص۶۹)۔

''عن أبی ذر قال : قال رسول الله ﷺ : ''عرضت علی أعمال أمتی، حسنها و سیئها . فوجدت فی محاسن أعمالها الأذی یماط عن الطریق، و وجدت فی مساوی أعمالها النخاعة تکون فی المسجد لاتدفن'' (صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب النهی عن البصاق فی المسجد فی الصلوٰة و غیرها، مشکوٰة ۷۹:۱، باب المساجد)۔

۳۔ ہر ایسی جگہ استنجاء کرنے سے روکا گیا، جہاں لوگ آتے جاتے اور اٹھتے بیٹھتے ہیں، جیسے عام راستہ، درخت کے نیچے، اور پانی کے چشموں کے پاس، ظاہر ہے کہ اس کا مقصد بھی لوگوں کو اس کی گندگی، بدبو، اور ضرر سے محفوظ رکھنا ہے:

''عن أبِی هریرة أن رسول اللہِ ﷺ قال: اتقوا اللعانینِ، قالوا: وما اللعانانِ یا رسول اللہِ؟ قال: الذی یتخلی فِی طرِیقِ الناسِ و فِی ظِلِهِم'' (صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب النهی عن التخلِی فِی الطرقِ والظِلالِ، مشکوٰة ، باب آداب الخلاء: ۱/ ۴۲) وفی روایة ابی داود عن معاذ ذکر الموارد ایضًا (ایضا: ۴۳)۔

۴۔ کئی روایات میں پانی میں پیشاب کرنے اور غسل وغیرہ کرنے سے بھی منع کیا گیا:

''عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ: لا یبولن أحدکم فی الماء الدائم الذی لا یجری ثم یغتسل فیه'' (صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب البول فی الماء الدائم)۔

''وفی روایة لمسلم قال : لا یغتسل أحدکم فی الماء الدائم وهو جنب'' (مشکوٰة ، باب أحکام المیاه، ص۵۰)۔

۵۔ اپنا گھر، صحن وغیرہ صاف ستھرا رکھنے کا صراحت سے بھی حکم دیا گیا، اور بتایا گیا کہ اللہ خود نظیف ہے اور نظافت وصفائی کو پسند فرماتا ہے:

''عن سعید ابن المسیب یقول: إن الله طیب یحب الطیب، نظیف یحب النظافة، کریم یحب الکرم، جواد یحب الجود. فنظفوا، أراه قال: أفنیتکم ولا تشبهوا بالیهود قال: فذکرت ذلك لمهاجر ابن مسمار قال: حدثنیه عامر بن سعد عن أبیه عن النبی ﷺ مثله، إلا أنه قال :نظفوا افنیتکم'' (سنن الترمذی، کتاب الأدب، باب ماجاء فی النظافة، مشکوٰة باب الترجل ص ۳۸۵)۔

اس کے علاوہ پیچھے کئی بحثوں میں تفصیل سے گذر چکا ہے کہ ہر اس چیز سے احتراز ضروری ہے جس میں ضرر عام ہو اور ہر اس چیز کا خیال رکھنا ضروری ہے جس میں مفاد عام ہو، اور اس میں ادنیٰ شبہ نہیں کہ جب جانور ذبح کر کے اس کی آلائش کھلے عام ڈال دی جائے تو اس سے سخت بدبو اٹھتی ہے، اس کے پاس سے گذرنا مشکل ہو جاتا ہے، پھر جب بڑی تعداد میں اس طرح آلائش ڈال دی جائیں تو کیا ہوگا؟ چنانچہ قربانی کے ایام میں بہت سے لوگ اس سلسلہ میں کوتاہی برتتے ہیں، جس سے شدید قسم کا تعفن پیدا ہو جاتا ہے، اور ادھر سے گذرنا مشکل ہو جاتا ہے، اور وبائی امراض کا شدید خطرہ پیدا ہو جاتا ہے، اعداء اسلام کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف زہر اگلنے کا ہتھیار فراہم ہو جاتا ہے، اس لئے اس عمل کو کسی بھی اعتبار سے صحیح نہیں قرار دیا جا سکتا، ایسا کرنے والے بلا شبہ مفسدین فی الارض میں شمار کرنے کے لائق اور واجب التعزیر ہیں، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوک اور بلغم جیسی چیزوں کو دفن کرنے کا حکم دیا، اور ایسا نہ کرنے کو گناہ بتایا، اور ناراضگی کا اظہار فرمایا، حالانکہ نہ تو اس میں شدید بدبو ہوتی ہے، نہ اتنا زیادہ بیماری کا خطرہ ہوتا ہے، تو ان آلائشوں کا اس طرح چھوڑنا کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گوارا ہو سکتا تھا؟ ظاہر ہے یہ عمل کسی بھی طرح درست نہیں ہو سکتا، لہٰذا مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ کبھی بھی جانوروں کے اعضاء اور آلائشوں کو کھلا نہ چھوڑیں، یا تو ان کو استعمال کریں یا پورے اہتمام سے دفن کریں۔

کہیں پر میلہ یا بڑا اجتماع ہو تو حکومت بعد میں وہاں موجود گندگیوں کی صفائی کرواتی ہے، لیکن تعجب ہے کہ قربانی مسلمانوں کا اتنا بڑا تہوار ہے، اس

موقع پر انتظامیہ اپنے فرض سے غفلت برتتی ہے، جب کہ مفاد عام کا خیال رکھنا اس کی اہم ذمہ داریوں میں سے ہے، اس لئے حکومت کو چاہیے کہ اس تہوار کے موقع پر پوری نگرانی رکھے، کسی کو کھلے میں تعفن پھیلانے والی اشیاء ڈالنے ہی نہ دے، دفن کرنے اور کروانے کو یقینی بنائے، پھر بھی کہیں کوتاہی ہو تو متعلقہ کارکنان کے ذریعہ دفن کروائے۔

علماء اور خطباء کو بھی عیدالاضحیٰ کے موقع پر دوسرے احکام کے ساتھ اس اہم معاملہ کی طرف کتاب وسنت کی روشنی میں توجہ دلانی چاہیے، اس سے انشاء اللہ اچھے نتائج نکلیں گے، ذہن میں رہنا چاہیے کہ چند لوگوں کی اس غیر ذمہ دارانہ حرکت سے پورا مسلم سماج بدنام ہوتا ہے، اور غیر مسلموں کی مسلمانوں سے دوری مزید بڑھ جاتی ہے، دوسری وجوہات اپنی جگہ، یہ ایک وجہ ہی اس طرف توجہ مبذول کرنے کے لیے کافی وزن رکھتی ہے، واللہ اعلم۔

۷۔ پلاسٹک کی تھیلیوں کا استعمال:

پلاسٹک کی تھیلی یا پولی تھن کا استعمال فی نفسہ بہت زیادہ باعث ضرر نہیں ہے، اس سے تو انسان کو سہولت ہی ہوتی ہے، اس لئے کہ ردّی کاغذ سے بنے ہوئے لفافوں میں ہر چیز کو نہیں رکھا جاسکتا، وہ کمزور بھی ہوتے ہیں، جبکہ پولی تھن میں چائے، دودھ، گھی جیسی چیزیں بھی پوری حفاظت کے ساتھ رکھی جاسکتی ہیں، لیکن اس کا اصل ضرر اس وقت شروع ہوتا ہے جب استعمال کرنے کے بعد اس کو کچرے کی شکل میں ڈال دیا جاتا ہے، اس لئے کہ اس پولیتھن کی خاصیت یہ ہے کہ چاہے جتنے دن کھلے میں پڑی رہے یا دفن کردی جائے یہ زمین میں تحلیل نہیں ہوتی، اس کے برخلاف کاغذ اور مٹی وغیرہ کے برتن کچھ دنوں بعد مٹی کا جزو بن جاتے ہیں، پھر جب یہ زمین میں پڑے رہیں تو اس سے کئی نقصانات ہوتے ہیں:

۱۔ اس میں موجود سامان کی لالچ میں آوارہ جانور اس کو کھا سکتے ہیں، اور جب یہ پلاسٹک کی تھیلیاں کافی مقدار میں ان کے پیٹ میں جمع ہوجاتی ہیں تو وہ بیمار ہو کر مرجاتے ہیں، ظاہر ہے کہ یہ چیز جانوروں پر رحم کے خلاف ہے:

''عن أبي هريرة قال في قصة الكلب الطويلة: قالوا: يا رسول الله! وان لنا في البهائم أجرًا؟ فقال: في كل ذات كبد رطبة أجر'' (صحيح البخاري، الادب، باب رحمة الناس والبهائم: ۶۰۰۹)۔

۲۔ گھروں کی نالیوں اور سیور لائن وغیرہ میں یہ تھیلیاں اڑ کر چلی جاتی ہیں، جس سے نالیاں بند ہوجاتی ہیں، اور عوام الناس کو تکلیف ہوتی ہے۔

۳۔ تالاب، ندی یا کسی زمین پر بڑی مقدار میں ان کو ڈال دیا جائے تو ان میں خرابی پیدا ہوجاتی ہے، ندی اور تالاب کا پانی خراب ہوجاتا ہے اور زمین بنجر ہو کر کسی لائق نہیں رہ جاتی۔

۴۔ اگر ضائع کرنے کے لئے ان کو جلایا جائے تو نہایت کثیف اور زہریلا دھواں پیدا ہوتا ہے جو فضا کو آلودہ کردیتا ہے، اور صحت عامہ کے لئے انتہائی مضر ہوتا ہے۔

لہٰذا حکومت کی ذمہ داری ہے کہ اس طرح کی تھیلیاں بنانے والے کارخانوں پر لگام کسے، اس طرح یہ تھیلیاں مارکیٹ سے خود بخود ختم ہوجائیں گی، اسی طرح تجار اور عوام پر ان کے استعمال پر پابندی لگائے تا کہ مذکورہ بالا نقصانات سے بچا جاسکے، حکومت کی پابندی لگانے کے بعد سب پر اس کا ماننا واجب ہوگا اور خلاف ورزی کرنا باعث گناہ ہوگا، اس لئے کہ بار بار گذر چکا ہے کہ حکومت کے ہر ایسے حکم کی بجا آوری لازم ہے جو احکام شریعت کے خلاف نہ ہو، اور اس حکم میں تو مفاد عام بھی شامل ہے، لہٰذا بدرجہ اولیٰ اس حکم کا ماننا ضروری ہوگا۔

اور جب تک حکومت پابندی نہ لگائے اس وقت تک ان کا استعمال کرنا جائز ہوگا، البتہ استعمال کے بعد ان کو اس طرح ڈالنا یا تلف کرنا جس سے فضا کی آلودگی پھیلے یا جس سے عام ضرر ہو شرعاً اسی طرح مکروہ ہوگا جیسا کہ آلودگی پھیلانے والی دوسری چیزیں مکروہ ہیں، جن کے بارے میں اوپر بحث گذر چکی۔

۸۔ تمباکو کا حکم:

پہلے تمباکو کی مضرتیں زیادہ معلوم نہیں تھیں، اسی لئے زیادہ تر علماء اس کے بارے میں زیادہ سخت باتیں نہیں کہتے تھے، صرف اس کو مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ کہتے تھے، چنانچہ ''الدر المختار'' کی شرح ''ردالمحتار'' میں اس کے بارے میں بڑی نرم رائے اور فتویٰ تھا:

''قلت : فيفهم منه حكم النباتِ الذي شاع في زمانِنا المسمى بالتتن فتنبه، وقد كرهه شيخنا العِمادي في بديتِهِ الحاقا له بالثومِ والبصلِ بالأولىٰ فتدبر۔ (فيفهم منه حكم النباتِ) وهو الإباحة على المختارِ و التوقف، وفيهِ اشارة الى عدم تسليم إسكارِهِ وتفتيرِهِ وإضرارِهِ، وان لم يصح إدخاله تحت القاعِدةِ المذكورةِ، ولذا أمر بالتنبهِ، (قوله: وقد كرهه شيخنا العِمادي في هدِيتِه) أقول: ظاهِر كلامِ العِمادِي أنه مكروه تحريما ويفسق متعاطِيهِ. فإنه قال في فصلِ الجماعة: ''ويكره الاقتِداء بِالمعروفِ بِأكلِ الربا أو شيء مِن المحرماتِ، أو يداوِم الإصرار على شيء مِن البِدعِ المكروهاتِ كالدخانِ المبتدعِ في هٰذا الزمانِ ولا سِيما بعد صدورِ منعِ السلطانِ، ورد عليهِ سيدنا عبد الغني في شرح الهدِيةِ بِما حاصِله ما قدمناه... قال أبو السعودِ: فتكون الكراهة تنزِيهية، والمكروه تنزِيها يجامِع الإباحةِ. وقال ط: ويؤخذ مِنه كراهة التحريمِ في المسجِدِ لِلنهيِ الوارِدةِ في الثومِ والبصلِ وهو ملحق بِهِما، والظاهِر كراهة تعاطِيهِ حال القِراءةِ لِما فِيهِ مِن الإخلالِ بِتعظِيمِ كِتابِ اللهِ تعالىٰ'' (شامی ۵:۲۲۷، كتاب الاشربة۔ ہندوستان کے اکثر ارباب فتاوی نے بھی اس کو مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ کہا ہے، دیکھئے: امداد الفتاویٰ ۴/ ۱۱۶، کفایت المفتی: ۹/ ۱۱۴- فتاویٰ رحیمیہ: ۲/ ۲۲۱ تا ۲۲۵)۔

لیکن اب جدید تحقیقات نے بالکل روز روشن کی طرح عیاں کردیا ہے کہ تمباکو صحت کے لئے نہایت مضر ہے، اس کا استعمال جس انداز میں کیا جائے وہ جگر اور پھیپھڑے کے کینسر، امراض قلب اور امراض بطن کا سبب بنتا ہے، جو چیز صحت کے لئے مضر ہو اس کا استعمال جائز نہیں ہوتا، جائز قرار دینے والے فقہاء نے عدم اضرار ہی کو جواز کی بنیاد بنایا ہے، صاف ظاہر ہے کہ اگر اس کی مضرتوں کا ان کو علم ہوتا تو وہ ہرگز اس کو جائز قرار نہ دیتے، مولانا حفظ الرحمن صاحب ندوی نے ''تمباکو اور اسلام'' کے نام سے اس موضوع پر محققانہ کتاب لکھی ہے، جس میں مسئلہ کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لیا ہے، پھر مبیحین اور محرمین کے دلائل کا جائزہ لینے کے بعد اخیر میں لکھتے ہیں:

جو لوگ تمباکو کے جواز کے قائل تھے وہ اس بنیاد پر تھے کہ تمباکو ان کے نزدیک مضر صحت نہیں، اور حرمت کے قائل حضرات مضر صحت تسلیم کرتے ہیں، سب میں قدر مشترک یہ پائی گئی کہ مضر صحت شئے استعمال نہیں کرنی چاہیے، بہر کیف دلائل وتحقیقات کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ تمباکو شراب کی طرح حرام اور نجس تو نہیں لیکن اسے مکروہ تحریمی کہا جاسکتا ہے، یہی قول میرے نزدیک اعدل الاقوال ہے، اس لئے تمباکو کو استعمال کرنا، اس کی کاشت کرنا اور خرید و فروخت کرنا شریعت کی روح کے منافی ہے، بلکہ یہ ایک غیر شرعی فعل ہے (تمباکو اور اسلام: ۱۷۴)۔

لہٰذا اب ضرورت اس بات کی ہے کہ جدید تحقیقات کے پیش نظر اس کے حکم پر نظر ثانی کی جائے، میرے نزدیک اس کو کم از کم مکروہ تحریمی قرار دینا چاہیے، ورنہ بہت سے عرب علماء تو اسے حرام تک کہتے ہیں، مولانا خالد سیف اللہ صاحب کا رجحان مکروہ تحریمی ہی کا معلوم ہوتا ہے (کتاب الفتاویٰ ۶/ ۱۸۸)۔

اور جب یہ معلوم ہے کہ اس کی مضرت صرف استعمال کرنے والے تک محدود نہیں رہتی، بلکہ اس کے قریب رہنے والوں کو بھی اس سے نقصان پہنچتا ہے، اسی لئے حکومت نے بہت سی عوامی جگہوں پر اس کے استعمال سے پر پابندی لگادی ہے، تو اول تو اس کا استعمال ہی شرعاً درست نہیں ہے، پھر جب اس کے ساتھ مفاد عامہ کے تحت حکومت کی ممانعت بھی جڑ جائے تو اس کے استعمال کی قباحت مزید بڑھ جائے گی، اس لئے کہ اس میں اولاً تو لوگوں کو ضرر پہنچانا ہے، دوسرے حکومت کے احکام کی خلاف ورزی ہے، تیسرے اپنے آپ کو اہانت اور تذلیل کے لئے پیش کرنا ہے، کہ اگر قانون کا نفاذ کرنے والوں کو پتہ چل جائے تو اس پر قانونی کارروائی ہوگی، اور جان بوجھ کر اپنے آپ کو ذلیل کرنا ایک مزید گناہ کی چیز ہے، لہٰذا کسی بھی صورت میں اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی، اور ان جگہوں پر تمباکو نوشی کی کراہت مزید بڑھ جائے گی۔

۹۔ عوامی جگہوں پر بول و براز کا حکم:

شریعت نے ہر ایسی جگہ بول و براز سے منع فرمایا جہاں لوگوں کی آمد و رفت رہتی ہے، اور جہاں قضائے حاجت کرنے سے آنے جانے والوں کی تکلیف کا اندیشہ رہتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کی عوامی جگہوں پر قضاء حاجت کو موجب لعن قرار دیا، ارشاد فرمایا:

''عن أبي هريرة أن رسول اللهِ ﷺ قال: اتقوا اللعانين، قالوا: وما اللعانانِ يا رسول اللهِ؟ قال: الذي يتخلى في

طرِيقِ النَّاسِ وَفِي ظِلِّهِم'' (صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب النهي عن التخلي في الطرق والظلال)۔

(حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دولعنت (کا سبب بننے) والی چیزوں سے بچو، لوگوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! یہ دولعنت کا سبب بننے والی چیزیں کیا ہیں؟ فرمایا: جو لوگوں کے راستہ یا ان کے سائے میں قضاء حاجت کرے)۔

''وعن معاذ رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: اتقوا الملاعن الثلاث، البراز في الموارد و قارعة الطريق والظل'' (سنن أبي داود، كتاب الطهارة، باب المواضع التي نهى النبي صلى الله عليه وسلم عن البول فيها)۔

(حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تین لعنت کی جگہوں سے بچو، چشموں، چالو راستوں اور سایہ میں قضاء حاجت کرنے سے)۔

ظاہر بات ہے کہ احادیث میں جن جگہوں کا ذکر کیا گیا ہے، ممانعت انہیں پر محدود نہیں ہے، ان جگہوں پر ممانعت کی علت لوگوں کو تکلیف اور مضرت سے بچانا ہے، لہٰذا جہاں بھی یہ علت پائی جائے بول و براز ممنوع ہوگا، مثلاً: ریلوے اسٹیشن، بس اسٹینڈ، پارک اور اسٹیڈیم وغیرہ میں بھی اگر ایسے انداز سے بول و براز کرے، جس سے لوگوں کو ضرر ہو، تعفن پھیلے اور فضا آلودہ ہو تو وہاں بھی بول و براز کرنا لعنت کا سبب بنے گا۔

جہاں تک اس عمل کے شرعی حکم کا تعلق ہے تو ملا علی قاریؒ نے فرمایا کہ ان احادیث میں اضافت ناس کی طرف ہے جس سے معلوم ہوا کہ ممانعت کا یہ حکم عوامی جگہوں کے لئے ہے جو سب کے لئے مباح ہوتی ہیں، ان کا کوئی متعین مالک نہیں ہوتا، تو اس طرح کی جگہوں پر بول و براز شرعاً مکروہ ہے، اگر وہ جگہ کسی کی ملکیت ہو تو مالک کی اجازت کے بغیر وہاں قضاء حاجت حرام ہوگا۔

''والاضافة تدل على كون المحل مباحا فيكره، وأما اذا كان مملوكا فيحرم قضاء الحاجة بغير إذن مالكه'' (مرقاة المفاتيح: ۲/ ۵۴)۔

سیور ٹینک وغیرہ کا پانی گلیوں میں بہانا:

بہت سے لوگ انتہائی غیر ذمہ داری کا ثبوت دیتے ہیں، ان کا نقطہ نظر غالباً یہ ہوتا ہے کہ ان کا کام سہولت سے ہوجائے، خواہ دوسروں کو اس سے پریشانی ہی کیوں نہ لاحق ہوجائے، شرعاً یہ نقطہ نظر ہی غلط ہے، یہ ایک مومن کی شان کے خلاف ہے، مومن کو پڑوسی کو اذیت دینے سے سختی سے روکا گیا ہے، افساد فی الارض پر روک لگائی گئی ہے، لہٰذا اس کے لئے اس کام کی کسی بھی طرح گنجائش نہیں ہوسکتی۔

خلاصہ یہ کہ گندے پانی اور فضلات کو اس طرح بہانا کہ اس سے لوگوں کو چلنے میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے، فضا آلودہ ہو اور تعفن پھیلے، نہایت ہی ناپسندیدہ اور موجب لعن عمل ہے، اگر یہ عمل عوامی جگہوں پر کیا جائے تو مکروہ ہوگا، اور کسی کی ذاتی جگہ میں اس کی اجازت کے بغیر کیا جائے تو حرام ہوگا، اس کے لیے دلیل وہ احادیث ہیں جن میں مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کرنے، اہل زمین پر رحم کرنے اور ان کو ضرر سے محفوظ رکھنے پر ابھارا گیا ہے، ان احادیث کا ذکر پیچھے کیا جاچکا ہے، بعض فقہی عبارات میں بھی اس طرح کی ممانعت موجود ہے، مثلاً ہندیہ میں ہے:

''وسئل في سكة غير نافذة في وسطها مزبلة فأراد واحد منهم أن يفرغ كنيفا له ويحوله الى تلك المزبلة ويتأذى به الجيران، فقال: لهم منعه عن ذلك وكل شيء يتأذون به تأذيا شديدا كذا في الحاوي للفتاوى'' (هندية ۵/ ۳۷۱، كتاب الكراهية، الباب التاسع والعشرون في الانتفاع بالأشياء المشتركة)۔

(اور ان سے ایک بند گلی کے بارے میں پوچھا گیا جس کے درمیان کوڑا گھر ہے، تو ان میں سے کسی نے چاہا کہ اپنا پاخانہ صاف کرے اور اس کوڑا گھر میں ڈال دے جبکہ پڑوسیوں کو اس سے تکلیف ہوتی ہے؟ فرمایا: ان کو حق ہے کہ اس کو اس سے روک دیں، اور ہر اس چیز سے روک دیں جس سے ان کو غیر معمولی تکلیف ہوتی ہے)۔

اور ''الدر المختار'' اور ''رد المحتار'' میں ہے:

''لأن الانتفاع بالمباح إنما يجوز إن لم يضر بأحد (قوله إن لم يضر بالعامة) فإن أضر... فلكل واحد

مسلما کان أو ذمیا أو مکاتبا منعه'' (شامی ۵/ ۲۱۱، کتاب إحیاء الموات ، فصل الشرب)۔

(اس لئے کہ مباح سے انتفاع تو تبھی جائز ہے جب کسی کو ضرر نہ ہو، تو اگر کسی کو ضرر ہو۔۔تو ہر ایک کو حق ہے کہ اس کو روک دے، خواہ مسلمان روکے یا ذمی یا مکاتب)۔

اور اس عمل میں چونکہ عوام کا ضرر ہے لہٰذا یہ عمل مکروہ ہوگا اور لوگوں کو حق ہوگا کہ اس کو ایسا کرنے سے منع کردیں، واللہ أعلم۔

۱۰۔ممنوعہ جگہوں پر تھوکنے کا حکم:

جہاں حکومت کی طرف سے تھوکنے کی ممانعت ہو وہاں تھوکنا منع ہے، وجہ بار بار گذر چکی ہے کہ حکومت کی ہدایات اور احکام کی پابندی کرنا ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے، خواہ حکومت مسلمانوں کی ہو یا غیر مسلموں کی، اور اگر اس سے لوگوں کو ضرر لاحق ہوتا ہو تو اس کی قباحت مزید بڑھ جائے گی، خاص طور سے جب منہ میں تمباکو، زردہ یا پان وغیرہ ہو تو اس سے جگہ گندی ہوجاتی ہے اور اس کے دھبے آسانی سے نہیں جاتے، لہٰذا یہ عمل مکروہ وممنوع ہوگا، افسوس کی بات یہ ہے کہ مدارس اسلامیہ میں بھی اس کا خیال نہیں رکھا جاتا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس معاملہ پر شرعی نقطۂ نظر سے غور نہیں کیا جاتا، حالانکہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام تھوک اور بلغم کو دفن کرنے کی تاکید فرمائی اور اس کو گناہ قرار دیا تو پڑیا، گٹکا اور پان وغیرہ کی پیک کا حکم بخوبی معلوم کیا جاسکتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ اس طرح کا عمل ایک مومن کے شایان شان نہیں ہے، اسلامی احکام پر گہرائی سے نظر رکھنے والا اس طرح کا کام نہیں کرسکتا۔

۱۱۔الیکٹرانک اور مشینی اشیاء کا استعمال:

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو بہت ہی توازن سے پیدا فرمایا ہے:

"بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ" (الأنعام:۱۰۱)۔

"مَا تَرَى فِي خَلْقِ الرَّحْمَٰنِ مِن تَفَاوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرَىٰ مِن فُطُورٍ" (الملك:۳)۔

آپ نے سوالات کے ساتھ محققین کے جو مقالے ارسال فرمائے ہیں ان میں اس حقیقت کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ اجاگر کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کائنات کے اس توازن کا بار بار ذکر کیا ہے، اور انسانوں کو باخبر کیا ہے کہ یہ سب چیزیں ان کے فائدہ کے لئے ہیں، لہٰذا ان کا توازن نہیں بگڑنا چاہیے، ورنہ نظام عالم تہ و بالا ہوجائیگا اور بڑا فساد برپا ہوجائے گا، اس سلسلہ کی چند آیات ملاحظہ ہو:

"سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى . الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّىٰ" (الأعلى:۱،۲)۔

"وَالْأَرْضَ مَدَدْنَاهَا وَأَلْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنبَتْنَا فِيهَا مِن كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُونٍ . وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ وَمَن لَّسْتُمْ لَهُ بِرَازِقِينَ . وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا عِندَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ" (الحجر:۱۹۔۲۱)۔

کوئی ایسا کام کیا جائے جس سے یہ توازن قائم نہ رہے تو اس سے مخلوقات کی بقا کو خطرہ پیدا ہوجائیگا، جو یقینی طور سے افساد فی الارض کے حکم میں آئیگا، اسی لئے بار بار اس سے روکا گیا:

"وَمِنَ النَّاسِ مَن يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللَّهَ عَلَىٰ مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ . وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ" (البقرة:۲۰۴۔۲۰۵)۔

"وَلَا تُطِيعُوا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ . الَّذِينَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ" (الشعراء:۱۵۱۔۱۵۲)۔

"ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ" (الروم:۴۱)۔

ان سب آیات میں زمین میں فساد پھیلانے سے روکا گیا ہے، اور اس کے سنگین نتائج سے آگاہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ تمہارے ان کرتوتوں کی وجہ سے بحر و بر میں فساد برپا ہوجائیگا، اور ان کا توازن بگڑ جائیگا، اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ فریج، اے سی، موبائل وغیرہ گرین ہاؤس افیکٹ (Green House Effect) پیدا کرنے کے سب سے بڑے ذرائع ہیں، جس سے اوزون کی پرت متاثر ہورہی ہے، اور سورج کی مضر شعائیں بغیر کسی رکاوٹ کے نیچے آنے لگی ہیں، اس سے نہ صرف یہ کہ جانداروں کی مختلف نسلیں ناپید ہورہی ہے بلکہ زمین کا درجہ حرارت بھی بڑھ رہا ہے، گلیشیر پگھل رہے ہیں، سطح

سمندر بلند ہورہی ہے، موسم میں تغیرات پیدا ہورہے ہیں، کینسر اور اس جیسے لا علاج امراض اپنے پنجے گاڑتے چلے جارہے ہیں، کیا یہ فساد فی الارض کی ہولناک شکل نہیں ہے؟ اور کیا یہ کھلے طور پر نظم کائنات میں عدم توازن پیدا ہوجانے کی علامات نہیں ہیں؟ اور یہ فساد قرآنی تعبیر میں بلاشبہ خود انسان کے کرتوتوں کے سبب ہے، لہٰذا ان تمام عوامل پر غور کرنے کی ضرورت ہے جن سے یہ تبدیلیاں رونما ہورہی ہیں، ورنہ ظاہر ہے کہ حیوانوں کی جتنی اقسام بھی ناپید ہورہی ہیں ان کا نظام عالم میں اپنا کردار تھا، ان کے نہ ہونے سے یقیناً اس توازن میں رخنہ پیدا ہوگا، قطبین میں منجمد سمندروں کے پگھلنے سے سطح سمندر بلند ہوجائے گی، انسان نئی نئی بیماریوں کا شکار ہوگا، اور خود دنیا کے وجود کے لئے خطرہ پیدا ہوجائیگا۔

لیکن ظاہر بات ہے کہ جتنی ایجادات کا نام لیا گیا ہے یہ سب آج انسان کی ضرورت بن چکی ہیں، ان پر پابندی لگانے کے بارے میں کہنا اور لکھنا تو شاید آسان ہو، لیکن عملی طور پر نفاذ تقریباً ناممکن ہے، لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ان پر پابندی لگانے کے بجائے ان کے بے تحاشا اور بیجا استعمال کی مضرتیں ٹی وی، ریڈیو، سوشل میڈیا اور اخبارات میں بتائی جائیں، عوام کا شعور بیدار کیا جائے، لوگوں کو صرف ان کے ضروری استعمال کا مشورہ دیا جائے، اور ان سے نکلنے والے زہریلے مادوں کو ختم کرنے کے متبادل ذرائع جنگی پیمانے پر حکومتوں کے ذریعہ شروع کئے جائیں، مثلاً:

۱۔ لوگوں کو کثرت سے درخت لگانے پر ابھارا جائے، ضرورت کے بغیر ہرے درخت کاٹنے پر پابندی لگائی جائے، اور خود حکومت بھی اس پر عمل کرے، اس لئے کہ میری معلومات کے مطابق عوام پر پابندیاں عائد ہیں اور حکومت خود جنگل کے جنگل صاف کروادیتی ہے، کیا یہ مضحکہ خیز بات نہیں ہے کہ ایک درخت کاٹنے پر سزا دینے والے سیکڑوں درخت خود کٹوا رہے ہوں!

۲۔ سائنس داں ان ایجادات پر مزید تحقیقات کریں، اور کوشش کریں کہ ان نقصانات کے بغیر یا کم نقصانات کے ساتھ یہی فائدہ دینے والی چیزیں وجود میں آجائیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ اگر چہ ان چیزوں کے استعمال سے بہت سے نقصانات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، لیکن ان میں فوائد بھی بے شمار ہیں، نقصانات غیر محسوس ہیں ان کا علم محققین کے ذریعہ ہوا ہے، جبکہ فوائد بدیہی ہیں، لہٰذا شرعاً ان پر پابندی نہیں لگائی جاسکتی، البتہ چونکہ معتبر محققین مسلسل ان کے نقصانات کا تذکرہ کررہے ہیں، اور اسراف ویسے بھی ناپسندیدہ عمل ہے، لہٰذا بلا وجہ ان کا زیادہ استعمال بہت سے ظاہری وباطنی نقصانات کے سبب مکروہ ہوگا، واللہ اعلم۔

۱۲۔ جنگل کاٹنے کا شرعی حکم:

جنگلات کا وجود کائنات کے فطری توازن کو قائم رکھنے میں اہم رول ادا کرتا ہے، درخت حیوانوں کو ضرر پہنچانے والی گیسوں جیسے کاربن ڈائی اکسائڈ (carbon dioxide) وغیرہ کو جذب کرکے اپنی غذا بنالیتے ہیں، اور حیوانوں کی زندگی کے لئے انتہائی ضروری گیس آکسیجن (oxygen) خارج کرتے ہیں، ظاہر ہے جنگلات کو بے تحاشا کاٹا جائے تو فضا مسموم گیسوں سے آلودہ ہوجائیگی، اور آب حیات سے بھی زیادہ ضروری گیس کا اخراج رک جائیگا جس سے کائنات کے فطری نظام میں بگاڑ پیدا ہوجائیگا، اور شریعت ہر ایسی چیز کو ناپسند کرتی ہے اور اس پر روک لگاتی ہے جس میں ضرر عام ہو، جیسا کہ اوپر قرآنی آیات اور مختلف احادیث کی روشنی میں واضح کیا جاچکا ہے، لہٰذا بے تحاشا جنگل کاٹنے کی کسی بھی صورت میں اجازت نہیں دی جاسکتی، اگر کاٹنے کی ضرورت ہو تو جتنی مقدار میں درخت کاٹے جائیں تو اگر اس سے زیادہ نہیں تو کم از کم اسی کے برابر دوسری طرف لگائے جائیں، تاکہ ضروریات بھی پوری ہوجائیں اور درخت بھی مطلوبہ تعداد میں برقرار رہ کر اپنا فطری فریضہ انجام دیتے رہیں۔

اب تو سائنس داں یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ جنگلات کی کمی سے مانسونی بارش میں کمی واقع ہوجاتی ہے، اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ بارش کا نظام جس طرح پہلے ایک توازن سے ہوا کرتا تھا، نظام قدرت وفطرت میں مسلسل انسانی چھیڑ خانیوں کے سبب اب اس طرح باقی نہیں رہ گیا ہے، کسی علاقہ میں سالوں خشک سالی رہتی ہے، جبکہ دوسرے علاقہ میں سیلاب قہر برپا کردیتا ہے، مختصر الفاظ میں اس کے بارے میں کچھ کہنا ہو تو قرآنی تعبیر سے بڑھ کر کوئی تعبیر اسکی صحیح منظر کشی سے قاصر نظر آتی ہے:

"ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ" (الروم: ۴۱)۔

"وإذا تولى سعى في الأرض ليفسد فيها ويهلك الحرث والنسل والله لا يحب الفساد" (بقرہ/۲۰۵)۔

لہٰذا اس پہلو پر تمام تر بنی نوع انسان کو توجہ دینے کی ضرورت ہے، لیکن اصل فریضہ حکومتوں پر عائد ہوتا ہے، اسلئے کہ بڑے پیمانے پر جنگلات کی

صفائی درحقیقت حکومتوں ہی کے زیر سایہ ہوتی ہے، اور جب تک حکومتیں حرکت میں نہ آئیں ان پر روک لگانا بھی ناممکن ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ حقیقت چونکہ کھل کر آچکی ہے کہ جنگلات کی کٹائی میں ضرر عام ہے، لہٰذا بڑے پیمانے پر جنگلات کاٹنا مکروہ ہوگا، الایہ کہ ایک طرف جتنی کٹائی کی جائے، دوسری طرف کم از کم اتنے ہی رقبہ میں شجرکاری بھی کی جائے۔

الف-آبادی بسانے کے لیے پلاٹس کی فروخت:

انسان جس زمین جائداد کا مالک ہو وہ شرعاً اس کو فروخت کرنے کا اختیار رکھتا ہے، اب یہ خریدنے والے پر منحصر ہے کہ اس میں کاشت کاری کرتا ہے، باغ لگاتا ہے یا مکانات تعمیر کرتا ہے، انفرادی طور پر اس میں کوئی عمل نہ شرعاً ممنوع ہے نہ قابل مواخذہ، اور یہ بات اتنی کھلی ہوئی ہے کہ اس پر دلائل پیش کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

البتہ کسی علاقہ میں سنگین صورتحال پیدا ہو جائے، اور کھیتوں وباغات کا ختم کرنا، وہاں آبادی بسانا عوام کے لئے نقصان کا باعث بننے لگے تو حکومت اس پر پابندی لگا سکتی ہے، اس کے دلائل اوپر کئی بار گذر چکے ہیں، اور حکومت کی پابندی کے بعد حکومت کے احکام کی بجاآوری لازم ہو جائے گی؛ اس لئے کہ حکومت کے ان احکام کی بجاآوری لازم ہوتی ہے جو شریعت کے خلاف نہ ہوں، اس کے بارے میں بھی اوپر کئی جگہ بحث کی جا چکی ہے۔

(ب) شجرکاری اور کاشتکاری کی حیثیت اسلام کی نظر میں:

نظام کائنات میں درختوں کی اہمیت پر بحث پیچھے گذر چکی ہے، یہ اہمیت دنیا کے سامنے سائنسی ترقیوں کے بعد آئی ہے، لیکن اسلام نے آج سے چودہ سو سال پہلے ہی درخت لگانے کی تاکید پرزور الفاظ میں کی تھی، حالانکہ اسلام کی ابتداء عرب کے سنگلاخ علاقہ میں ہوئی تھی جہاں کسی درخت کا لگانا کارے دارد بلکہ جوئے شیر لانے کے مترادف تھا، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی احادیث میں اس کی فضیلت ارشاد فرمائی، چند احادیث مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ ''عن أنس ابن مالك عن النبي ﷺ قال: ما من مسلم يغرس غرسًا أو يزرع زرعًا، فيأكل منه طير أو انسان أو بهيمة الا كان له به صدقة'' (صحيح البخاري، كتاب الحرث والمزارعة، باب فضل الزرع والغرس: ۲۳۲۰)۔

(حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو مسلمان بھی کوئی درخت لگاتا ہے، یا کھیتی کرتا ہے اور اس سے کوئی پرندہ یا انسان یا جانور کھاتا ہے تو اس کے لیے اس میں صدقہ ہوتا ہے)۔

۲۔ ''عن جابر قال: قال رسول الله ﷺ: ما من مسلم يغرس غرسًا إلا كان ما أكل منه صدقة، وما سرق منه له صدقة، وما أكل السبع منه فهو له صدقة، وما أكلت الطير فهو له صدقة، ولا يرزؤه أحد إلا كان له صدقة'' (صحيح مسلم، باب فضل الغرس والزرع: ۳۹۶۸)۔

(حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو مسلمان بھی کوئی پودا لگاتا ہے تو اس سے جو بھی کھایا جائے وہ صدقہ ہے، جو چوری کیا جائے وہ صدقہ ہے، اور جو درندے کھائیں وہ اس کے لئے صدقہ ہے، اور جو پرندے کھائیں وہ اس کے لئے صدقہ ہے، اور جو بھی اس کو کم کر دے اس کے لئے صدقہ ہے)۔

ان دونوں احادیث سے واضح طور سے شجرکاری اور کاشت کاری کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ درخت اور کھیت سے جب بھی کسی بھی طرح کا کوئی بھی فائدہ اٹھائے وہ کسان کے لئے ثواب کا باعث ہوتا ہے۔

۳۔ ''عن بريدة (في قصة سلمان الفارسي)۔ وكان ليهود، فاشتراه رسول الله ﷺ بكذا وكذا درهمًا، وعلى أن يغرس نخلًا، فغرس رسول الله ﷺ النخل إلا نخلة واحدة'' (مسند أحمد ۵/ ۴۵، حديث نمبر: ۲۳۳۸۵)۔

(حضرت بریدہؓ (حضرت سلمان فارسیؓ کے طویل قصہ کے ذیل میں) فرماتے ہیں:..... حضرت سلمانؓ یہودیوں کے غلام تھے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اتنے اتنے درہم نیز اس شرط کے بدلہ خرید لیا کہ حضرت سلمانؓ باغ لگائیں، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کو چھوڑ کر بقیہ باغ خود لگایا)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل کو خود انجام دینے سے اس کی فضیلت اور بڑھ گئی اور یہ عمل سنت نبی بن گیا۔

۴۔ ''عن سهل ابن معاذ عن أبيه عن رسول الله ﷺ قال: من بنى بنيانًا من غير ظلم أو غَرَس غرسًا في غير ظلم ولا اعتداء كان له أجر جار مااستنفع به من خلق الله تبارك و تعالى'' (مسند أحمد ۳/ ۴۳۷، حديث نمبر: ۱۵۷۰۱)۔

(آنحضرت ﷺ نے ارشادفرمایا جوظلم وزیادتی کے بغیر کوئی عمارت بنائے یا ظلم وزیادتی کے بغیر کوئی پودالگائے تو جب تک اس سے فائدہ اٹھایا جائے گااس وقت تک اس کے لئے مسلسل اجروثواب ہوگا)۔

اس میں یہ عام رکھا گیا کہ فائدہ اس کے پھل سے اٹھایا گیایااس کے سایہ سے، یہاں تک کہ اگراس سے فضاء کی آلودگی کم کرنے میں مددملتی ہےتو اس کے عموم میں وہ بھی صراحۃً شامل ہے۔

۵۔''عن أنس بن مالك قال: قال رسول الله ﷺ: إن قامت الساعة، وبيد أحدكم فسيلة. فان استطاع أن لا يقوم حتى يغرسها فليفعل'' (مسند أحمد، ۳/ ۱۹۱، حديث نمبر: ۱۳۰۱۲)۔

(حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا: اگر قیامت قائم ہوجائے اورتم میں سے کسی کے ہاتھ میں درخت کی قلم ہو، تواگروہ کھڑے ہونے سے پہلے اسے لگاسکتا ہوتو لگادے)۔

اس حدیث سے درخت لگانے کی فضیلت بالکل واضح انداز میں ثابت ہورہی ہے، اوراس سے ظاہر ہورہا ہے کہ اگر چہ ظاہری طور پر لگے کہ درخت لگانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے تب بھی درخت کثرت سے لگانا چاہیے، اس لئے کہ بہت سے فوائد ایسے ہیں جوانسانی عقل میں نہیں آسکتے ہیں۔

۶۔''...فقال الأعرابي:''والله لا تجده إلاّ قرشيا أو أنصاريا، فانهم أصحاب زرع'' (صحيح البخاری، كتاب المزارعة، باب۲۳۴۸:۲)۔

(ایک طویل حدیث ہے کہ ایک جنتی کھیتی کی خواہش کرے گا، جب آنحضرت ﷺ نے پورا قصہ سنادیا توایک اعرابی نے کہا:''وہ قریشی یاانصاری ہی رہا ہوگا، اس لئے کہ یہ لوگ کھیتی والے ہیں'')۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ کی افضل ترین جماعت کا مشغلہ کاشتکاری تھا، بلاشبہ یہ کاشتکاری کی کھلی ہوئی فضیلت ہے، اور یہ پیشہ اپنانے والوں کے لئے ایک قابل فخر وشرف بات ہے۔

اس کے علاوہ کاشت کاری اوردرخت اگانے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خوداپنی طرف کی ہے، تنہا یہ نسبت ہی ان دونوں کی فضیلت کے لئے کافی ہے:

"أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَحْرُثُونَ. أَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ"۔

آگے فرمایا: "أَفَرَأَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي تُورُونَ. أَأَنتُمْ أَنشَأْتُمْ شَجَرَتَهَا أَمْ نَحْنُ الْمُنشِئُونَ" (الواقعة: ۶۳، ۶۴۔ ۷۲، ۷۱)۔

(بھلاتمہاراکیاخیال ہے جوتم کھیتی کرتے ہو، کیاتم اس کو اگاتے ہو یااگانے والے ہم ہیں؟......بھلاتمہاراکیاخیال ہے وہ آگ جسے تم سلگاتے ہو، کیا تم اس کے درخت کواگاتے ہو یااگانے والے ہم ہیں؟)۔

پھراللہ تعالیٰ نے بار باراس بات کوقرآن مجید میں دہرایا کہ اس نے زمین کوتوازن کے ساتھ پیدافرمایاہے، پھراس زمین میں اس نے انسان کواپنا خلیفہ بنایا:

"وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً" (البقرة: ۳۰)۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے زمین کے توازن کوقائم رکھنے کا ذمہ دارانسان کو بنادیا ہے، اب ہراس چیز کی فکر رکھنااس پرلازم ہے جس سے اس کا توازن بگڑتا ہو، حدیث شریف میں اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا گیا:

''عن أبي سعيد الخدري عن النبي ﷺ قال: ان الدنيا حلوة خضرة وان الله مستخلفكم فيها، فينظر كيف تعملون'' (صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب اكثر أهل الجنة الفقراء: ۴۹۲۵)۔

(حضرت ابوسعید خدریؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: بلاشبہ دنیا شیریں اور سرسبز وشاداب ہے، اور اللہ تعالیٰ تم کو اس میں خلیفہ بنانا چاہتا ہے، پھر وہ دیکھے گا کہ تم کس طرح عمل کرتے ہو)۔

کیا اس حدیث میں صراحت کے ساتھ اس بات کا اشارہ نہیں کیا گیا کہ دنیا کی سرسبزی وشادابی (جس کو آج کی اصطلاح میں گرین ہاؤس کہا جاتا ہے) کو متاثر کرنے والی ہر چیز سے ٹکر لینا، اور شادابی کو برقرار رکھنے کی فکر کرنا یعنی آج کی اصطلاح میں اس میں افیکٹ یا تاثر نہ ہونے دینا انسان کی ذمہ داری ہے؟

بہر حال ان نصوص کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ جب نوبت اس کی آجائے کہ کاشت کاری اور شجر کاری کے بغیر بنی نوع انسانی کی بقا کو خطرہ لاحق ہوجائے، تو شجر کاری اور کاشت کاری فرض کفایہ ہوگی، عام حالات میں ان کا درجہ سنت واستحباب کا ہوگا، اس لئے کہ یہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی سنت ہے، اور اس کی نسبت اللہ رب العزت نے خود اپنی طرف کی ہے، اور جب انواع کسب سے تقابل کی بات ہو تو فقہاء کی اکثریت نے زراعت کو تجارت وصناعت سے افضل قرار دیا ہے، اور جہاد کے بعد اسی کا ذکر کیا ہے:

''وأفضل أسباب الكسب الجهاد ثم التجارة ثم الزراعة ثم الصناعة، كذا في الاختيار شرح المختار، والتجارة أفضل من الزراعة عند البعض، والأكثر على أن الزراعة أفضل، كذا في الوجيز للكردي'' (هندية ۵/ ۳۴۹، كتاب الكراهة، الباب الخامس عشر في الكسب)۔

صوتی آلودگی اسلامی نقطۂ نظر سے:

عام طور سے فضائی آلودگی کی خطرناکی سے لوگ ایک حد تک واقف ہوتے ہیں، لیکن صوتی آلودگی کے بارے میں بہت کم لوگوں کو علم ہے؛ اسی لئے اس کی خطرناکی کی طرف لوگوں کا دھیان نہیں جاتا، جبکہ محققین حضرات اور سائنسدانوں کے بقول صوتی آلودگی بھی بہت ہی تباہ کن ہوتی ہے، بعض اوقات اس سے ہلاکت تک کا خطرہ پیدا ہوجاتا ہے، ورنہ اس طرح کے واقعات تو بہت ہیں کہ کسی کا ذہنی توازن بگڑ جائے، یا نفسیاتی الجھن پیدا ہوجائے، اسی لئے کتاب وسنت میں اس کی مضرت کی طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے، اور فرمایا گیا کہ شور وہنگامہ ایک ایسی چیز ہے جس سے قیامت برپا ہوسکتی ہے، ایک قوم پر عذاب کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد ہے:

"وَمَا أَنزَلْنَا عَلَىٰ قَوْمِهِ مِن بَعْدِهِ مِن جُندٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَمَا كُنَّا مُنزِلِينَ. إِن كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ خَامِدُونَ" (یٰس: ۲۸،۲۹)۔

(اور اس کے بعد ہم نے اس کی قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نہیں اتارا، اور نہ ہمیں (لشکر) اتارنا تھا، وہ تو صرف ایک چنگھاڑ تھی بس وہ سب بجھ کر رہ گئے)۔

صوتی آلودگی سے محفوظ رکھنے کے لئے ہی شریعت نے بلاوجہ آواز نکالنے سے منع کیا، یہاں تک کہ تلاوت قرآن، ذکر واذکار اور وعظ ونصیحت جیسے کئی دینی کاموں کے لئے بھی ضرورت سے زیادہ آواز بلند کرنے کو منع کیا گیا، چند نصوص ملاحظہ ہوں:

۱۔ "وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا" (بنی اسرائیل: ۱۱۰)۔

(آپ اپنی نماز میں آواز کو زیادہ بلند کریں اور نہ زیادہ پست، اور درمیان کا طریقہ اختیار کریں)۔

۲۔ حضرت عمرؓ بلند آواز سے تلاوت کیا کرتے تھے، ان کا مقصد اس طرح سے شیطان کو بھگانا تھا، لیکن اتنے نیک مقصد کے باوجود آنحضرت ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ آواز کچھ پست رکھا کریں:

''وقال لعمر: اخفض من صوتك شيئا'' (سنن أبي داود، كتاب التطوع، باب في رفع الصوت بالقراءة في صلوة الليل)۔

۳۔ حضرت عائشہؓ کے گھر کے سامنے ایک صاحب بلند آواز سے وعظ کہتے تھے، حضرت عائشہ نے حضرت عمرؓ سے شکایت کی، حضرت عمرؓ نے ان کو منع کیا، وہ کچھ دنوں بعد پھر یہی کرنے لگے تو ان کی تعزیر کی (ذکر وفکر، از مولانا تقی عثمانی، بحوالہ اخبار المدینہ ۱/ ۱۵)۔

۴۔ امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں حضرت عائشہؓ کی روایت نقل کی ہے کہ اپنی آواز کو انہی لوگوں کی حد تک محدود رکھو جو تمہاری مجلس میں بیٹھے ہیں

(ذکروفکر، بحوالہ مجمع الزوائد ا / ۱۹۱)۔

۵۔ فقہاء نے نماز میں قرأت کرتے ہوئے بلاضرورت آواز کو بلند کرنے سے منع فرمایا ہے، اور لکھا ہے کہ ایسا کرنے والا گنہگار ہوگا:

''ویجهر الامام وجوبا بحسب الجماعة، فان زاد علیه أساء (قوله فان زاد علیه أساء) وفی الزاهدی عن أبی جعفر: لو زاد علی الحاجة فهو أفضل الا اذا أجهد نفسه أو اٰذیٰ غیره قهستانی'' (شامی، فصل فی القراءۃ ا/ ۳۹۳)۔

اسی طرح علامہ شامی نے ذکرواذکار اور تلاوت قرآن کے وقت آواز بلند کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے:

''هل یکره رفع الصوت بالذکر والدعاء؟ قیل نعم، (قوله قیل نعم) یشعر بضعفه مع أنه مشی علیه فی المختار والملتقی، فقال: وعن النبی ﷺ أنه کره رفع الصوت عند قراءۃ القرآن والجنازة والزحف والتذکیر، فما ظنك عند الغناء الذی یسمونه وجدا ومحبة فانه مکروه لأ صل له فی الدین'' (شامی۵/ ۲۸۱، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع ''فرع'')۔

۶۔ مولانا تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں: ''فقہاء متفق ہیں کہ تہجد کی نماز میں اتنی آواز بلند کرنا جس سے کسی کی نیند خراب ہو جائز نہیں، اگر کوئی ایسا کرے تو گنہگار ہوگا (ذکروفکر ص: ۲۸، بحوالہ خلاصۃ الفتاویٰ ا / ۱۰۳، شامی ۳ / ۴۰۳)۔

۷۔ اس کے علاوہ اوپر فضا کی آلودگی کی بحث میں وہ تمام نصوص بھی زیادہ شوروہنگامہ اور صوتی آلودگی کی ممانعت پر دلالت کرتی ہے جن میں حکم دیا گیا ہے کہ عام مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کی جائے، ان کو ہر طرح کے ضرر سے بچانے کی کوشش کی جائے، بلکہ تمام انسانوں اور ہر طرح کے جانداروں کے ساتھ رحم کا برتاؤ کیا جائے، کئی نصوص اوپر گذر چکی ہیں، ایک حدیث یہاں بھی نقل کی جارہی ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ کتے پر رحم کھانے اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنے پر ایک شخص کی مغفرت کردی گئی، اور کسی بھی جاندار کے ساتھ حسن سلوک پر اجروثواب کا وعدہ کیا گیا:

''عن أبی هریرة رضی الله عنه أن النبی ﷺ قال: بینما رجل یمشی بطریق، اشتد علیه العطش، فوجد بئرًا فنزل فیها فشرب، ثم خرج، فإذا الکلب یلهث یأکل الثری من العطش، فقال الرجل لقد بلغ هذا الکلب من العطش مثل الذی کان بلغ بی، فنزل البئر، فملأ خفه ثم أمسکه بفیه، فسقی الکلب، فشکر الله له، فغفر له، قالوا: یا رسول الله! وإن لنا فی البهائم أجرًا؟ فقال: فی کل ذات کبد رطبة أجر'' (صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب رحمة الناس والبهائم: ۶۰۰۹)۔

یہ بات بھی اوپر بار بار گذر چکی ہے کہ حکومت کے ایسے احکام کا ماننا ہر شخص کے لئے ضروری ہے جو شریعت کے مخالف نہ ہوں، خاص طور سے جن احکام کا مقصد ہی جلب منفعت اور دفع مضرت ہو ان کا ماننا اسی طرح ضروری ہے جیسے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ضروری ہے، اس کے متعلق دلائل گذر چکے ہیں، ان سب دلائل کی روشنی میں صوتی آلودگی سے متعلق سوالوں کے جوابات مندرجہ ذیل ہیں:

ا۔ کارخانہ آبادی سے باہر لگانا:

حکومت کارخانے آبادی سے ہٹ کر لگانے کی جو ہدایات دیتی ہے اس میں پوری طرح عوام کا مفاد وابستہ ہے، نہ صرف یہ کہ کارخانوں کے شور سے آس پاس کے رہائشی باشندوں کو پریشانی ہوسکتی ہے؛ بلکہ ان کارخانوں سے کئی طرح کی فضا آلودہ کرنے والی اشیاء باہر نکلتی ہیں، جن سے شہر کی فضا خراب ہوتی ہے، اور یہ بات طے ہے کہ حکومت کی ہر ایسی ہدایت کا ماننا شرعاً ضروری ہوتا ہے جو شریعت سے متصادم نہ ہو، پھر اس میں تو ضرر عام ہے جس کا ازالہ حکومت کے فرائض میں شامل ہے، الأشباہ میں ہے:

''یتحمل الضرر الخاص لأجل دفع الضرر العام...وعلیه فروع کثیرة...ومنها منع اتخاذ حانوت للطبخ بین البزازین، وکذا لکل ضرر عام'' (الأشباه: ۳۱۴)۔

اور علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

’’شرئ دارًا أو دبغ و تأذئ جیرانه إن على الدوام یمنع و على الندرة یحتمل (قوله وتأذئ جیرانه) قال فی جامع الفصولین: القیاس فی جنس هٰذه المسائل أن من تصرف فی خالص ملکه لا یمنع ولو أضر بغیره، لکن ترك القیاس فی محل یضر بغیره ضررا بینًا، قیل: وبه أخذ کثیر من المشایخ وعلیه الفتویٰ، وفیه أراد أن یبنی فی داره تنورًا للخبز دائما أو رحیٰ للطحن أو مدقة للقصارین یمنع عنه لتضرر جیرانه ضررًا فاحشًا‘‘ (شامی ۴/ ۲۴۵، کتاب البیوع، باب المتفرقات، وکذاأنظرص:۴۰۱، کتاب القضاء، مسائل شتیٰ)۔

جب اس طرح کی چیزوں پر روک لگانے کی بات ہمارے علماء نے لکھی ہے تو کارخانوں پر پابندی لگانا تو بدرجہ اولیٰ حکومت کے فرائض میں شامل ہوگا، جس کا ماننا عوام پر واجب ہوگا، اور چونکہ اس میں عوام کا ضرر ہے لہٰذا نہ ماننے پر حکومت کوئی تعزیری سزا بھی متعین کرسکتی ہے۔

۲۔غیر ضروری ہارن لگانا:

گاڑیوں میں ہارن کا استعمال ایک ضرورت کے لئے ہوتا ہے، جو چیزیں ضرورت کے تحت ہوں ان کی اجازت بقدر ضرورت ہی ہوا کرتی ہے، لہٰذا ضرورت سے زیادہ آواز نکالنے والا ہارن استعمال کرنا مکروہ ہوگا، اس لئے کہ جب بلا ضرورت زیادہ بلند آواز سے قرأت کرنے اور ذکر و دعا سے منع کیا گیا جب کہ یہ سب عبادات میں سے ہیں جیسا کہ تمہید میں تفصیل سے لکھا گیا ہے (دیکھئے تمہیدی عبارت میں دلائل)، اور صاحب درمختار نے اس کو باعث گناہ قرار دیا، تو بلا ضرورت پر شور ہارن لگانا اور بجانا تو بدرجہ اولیٰ مکروہ ہوگا، اور خاص طور سے ایمبولینس اور پولس وغیرہ کے سائرن کے استعمال میں تو ان خرابیوں کے ساتھ ایک مزید خرابی عوام کو دھوکہ دینا بھی ہے جس کی وجہ سے اس کی قباحت دو چند ہوجاتی ہے، اس لئے کہ اگر اس طرح کی نقلی آواز والے سائرن بار بار سنائی دیں تو لوگ اصلی ایمبولینس کو بھی نقلی سمجھیں گے، اور ہوسکتا ہے کہ ان کو راستہ ملنے میں دشواری پیش آئے، جس سے بعض اوقات مریضوں کی جان کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہے، لہٰذا یہ عمل مکروہ، قابل ترک، اور شرعاً باعث گناہ ہے، اس سے پرہیز لازم ہے۔

۳۔ڈی جے کا استعمال:

ڈی جے کا زیادہ تر استعمال غلط مقاصد کے لئے ہوتا ہے، اس میں فلمی گانے اور دھنیں بجائی جاتی ہیں، اگر ڈی جے کا استعمال کئے بغیر بھی ان چیزوں کو بجایا جائے یا سنا جائے تو صحیح نہیں ہوسکتا، چہ جائیکہ ڈی جے کے ذریعہ ہر شخص کو اس کے سننے پر مجبور کیا جائے، اس میں تمہید میں پیش کی جانے والی خرابیوں کے علاوہ فحش اور منکر کو بلند آواز سے پیش کرنے کی خرابی مزید برآں ہے جس کے بارے میں ارشاد ہے:

”لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظُلِمَ“ (النساء:۱۴۸)۔

لیکن اس کو بدقسمتی ہی کہا جاسکتا ہے کہ حکومت کارخانوں پر پابندی لگادیتی ہے تو حکومتی ادارے اس میں کچھ سرگرمی دکھاتے ہیں، خاص اوقات کے بعد لاؤڈ اسپیکر پر اذان دینے کی پابندی لگادی جائے تو اس کی تعمیل کروانے میں اصول پسندی کی نظیر قائم کردیتے ہیں، لیکن اس فحش اور بے حیائی پر اولاً تو پابندی لگائی ہی نہیں جاتی، اور کسی شہر یا علاقہ میں لگا بھی دی جائے تو زیادہ تر یہ پابندی صرف دستاویزات کی رونق بنی رہتی ہے، متعلقہ ادارے اس کے نفاذ میں کوئی دلچسپی نہیں دکھاتے، بہر حال گانا اور موسیقی تو ویسے بھی حرام ہے، اور ڈی جے وغیرہ کے ذریعہ اس کو مزید پھیلانا اس کی قباحت میں مزید اضافہ کر دیتا ہے، مزید یہ کہ یہ خرابی نا بھی ہو تو بلا وجہ صوتی آلودگی مزاج شریعت کے خلاف ہے، لہٰذا ڈی جے کے ذریعہ ناچ گانا وغیرہ کروانا شرعاً حرام ہے۔

۴۔تقریبات کے لیے اوقات کی تعیین کا حکم:

حکومت کے یہ احکام بھی بلا شبہ عوامی مفاد کے لئے ہیں، لہٰذا ان کا ماننا عوام پر لازم ہے، اور خلاف ورزی مکروہ ہے، احکام نہ ماننے والوں پر تعزیری کارروائی کرنا شرعاً درست ہے، اس کے دلائل کا ذکر بار بار ہوچکا ہے، اس لئے یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں ہے، واللہ اعلم۔

☆☆☆

ماحولیاتی آلودگی کا تحفظ شریعت اسلامیہ کے احکام کی روشنی میں

مولانا عبدالرب عبدالوہاب وابی[1]

ماحول اور ماحولیات کی تعریف:

ماحول اور ماحولیات کو عربی میں ''البیئۃ'' انگریزی میں Environment اور ہندی میں ''پریاورن'' کہتے ہیں۔

ماحول اور بیئۃ کے معنی لغت میں آتے ہیں: منزل، اردگرد کے حالات اور انسان کے آس پاس کی چیزیں انسان کا ماحول کہلاتی ہیں، مثلاً زمین، ہوا، گلی کوچہ، سڑکیں، ندی نالے، کھیت، پہاڑ، جنگلات وباغات، کارخانے اور فیکٹریاں وغیرہ، اور عمومی طور سے ماحول نام ہے مختلف اقسام کے حیاتی وغیر حیاتی عوامل کے آپسی اشتراک اور ان کے درمیان قائم تال میل سے بنے حالات کا۔

یہاں ماحول سے مراد انسان کو محیط جمیع احوال وظروف خواہ داخلی ہوں یا خارجی، چنانچہ دکتور وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

'' البیئة فی اللغة : المنزل والحال ... والبیئة بنحو عام: جمیع العوامل الأحیائیة واللاحیائیة لاحد المواقع. والمراد بالبیئة ہنا فی البحث: '' جمیع الأحوال والظروف المحیطة بالانسان فی الداخل والخارج'' (موسوعة الفقه الاسلامی والقضایا المعاصرة ۱۲/ ۷۸۱ ۷۸۲)۔

آلودگی کا مطلب:

جیسا کہ سطور بالا میں ذکر کیا گیا کہ ماحول مختلف اقسام کے حیاتی اور غیر حیاتی عوامل کے آپسی اشتراک اور ان کے درمیان قائم تال میل سے بنے حالات کا نام ہے، جب تک عناصر کا آپسی تال میل قائم رہتا ہے، ماحول موافق اور مناسب رہتا ہے، اور اسکے برعکس جب ان عناصر کا تال میل ٹوٹ جائے، تو یہ عناصر اپنے مثبت اشتراک کو ختم کردیتے ہیں، اور منفی اثرات ڈالنے لگتے ہیں، عناصر کے منفی اثرات ہی کا نام ہے '' آلودگی'' جس کو عربی میں ''تلوث'' اور انگریزی میں ''Pollution'' کہتے ہیں۔

کائنات کا توازن:

ماحولیاتی آلودگی کی بنیادی وجہ ماحول کے قدرتی توازن میں مداخلت ہے، اللہ رب العزت نے اس کائنات میں ہر چیز کو نپی تلی مقدار میں خاص اہتمام، اندازہ، توازن اور اعتدال کے ساتھ پیدا فرمایا ہے، چنانچہ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر کائنات کے نظم وترتیب اور توازن وتناسب کا حوالہ دیا گیا ہے، مثلاً ایک جگہ ارشاد ہے: ''اپنے رب برتر کے نام کی تسبیح کیا کرو، جس نے پیدا کیا، اور تناسب قائم کیا اور جس نے اندازہ مقرر کیا اور راہ دکھلائی''، اور دوسری جگہ ہے: ''اور ہم نے زمین کو پھیلایا، اور اسمیں بھاری بھاری پہاڑ ڈالدئے، اور اسمیں ہر قسم کی چیز ایک معین مقدار سے اگائی، اور اسمیں ہم نے تمہارے واسطے معاش کے ذرائع پیدا کئے، اور ان کو بھی معاش دی جن کو تم روزی نہیں دیتے، اور کوئی چیز ایسی نہیں، جس کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں، اور جس چیز کو بھی ہم نازل کرتے ہیں ایک مقرر مقدار میں اتارتے رہتے ہیں'' (سورۂ حجر:۱۹۔ ۲۱)، تیسری جگہ ارشاد خداوندی ہے: ''دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والا اللہ ہے، وہی زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے، اور وہی مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے، یہ سب اللہ کے کرشمے ہیں، تم کدھر بہکے جارہے ہو؟ رات کے پردے سے وہی دن نکالتا ہے، اور رات کو وجہ سکون بنایا، اور شمس وقمر کی گردش مقرر کی ہے، یہ اس غالب اور علم رکھنے والے اللہ کے ٹھہرائے ہوئے اندازے ہیں'' (سورۂ انعام: ۹۵، ۹۶)، ایک اور جگہ باری تعالی ارشاد فرماتے ہیں: ''اللہ ہی ہے جس نے کتاب (قرآن) کو حق کے ساتھ نازل فرمایا، اور میزان کو

---

[1] ؎

اتارا (سورۂ شوریٰ:۱۷)۔ اس طرح قرآن پاک نے ایک ایسی کائنات کی تصویر پیش کی ہے، جو ہر لحاظ سے منظم، مرتب اور متوازن وتناسب کے ساتھ بنائی گئی ہے۔

نظام قدرت میں توازن کی ایک مثال یہ ہے کہ جہاں اس نے کثافت اور آلودگی پیدا کرنے والے قدرتی وسائل عطا کئے وہیں اس نے کثافت کو تحلیل کرنے اور انسانیت کو اسکے مضر اثرات سے محفوظ رکھنے کی غرض سے کچھ قدرتی اور فطری ذرائع بھی پیدا کئے ہیں، جیسے سمندر کہ اس کا کھارا پانی آلودگی کو جذب کرنے کی غیر معمولی صلاحیت رکھتا ہے۔ اسی طرح خود وہ مٹی جس میں ہم رہتے ہیں، بستے ہیں، وہ بھی ٹھوس، کثافت آمیز مادوں تک کو تحلیل کر دیتی ہے، اور اسی طرح جو مردے اور مردار زمین میں دفن کئے جاتے ہیں، اور جو گندگیاں اور غلاظتیں زمین کی تہوں میں چھپا دی جاتی ہیں، اگر زمین اپنا سینہ کشادہ کر کے ان کو قبول نہ کرے، تو نہ جانے روئے زمین پر کتنی آلودگی پیدا ہو جائے، اور انسان وحیوان کے لئے جینا دوبھر ہو جائے۔

اسی طرح ہرے پودے اور جانور دونوں ہی اپنے ماحول سے گیس جذب بھی کرتے اور خارج بھی کرتے ہیں، ہرے پودے دن میں ہوا میں سے کاربن ڈائی آکسائڈ جذب کرتے ہیں، اور آکسیجن خارج کرتے ہیں، جانور ہوا سے آکسیجن گیس جذب کرتے ہیں، اور اس میں کاربن ڈائی آکسائڈ گیس خارج کرتے ہیں، یہ کاربن ڈائی آکسائڈ جانوروں کے لئے مضر ہے، جبکہ ہرے پودے اس کی مدد سے اپنی غذا تیار کرتے ہیں، اور آکسیجن جانداروں کے لئے حیات کا ذریعہ ہے، کہ وہ اسکے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے ہیں، اب اگر جانور زیادہ ہوتے تو وہ ہوا میں سے زیادہ آکسیجن جذب کرتے اور ساتھ ہی زیادہ کاربن ڈائی آکسائڈ گیس خارج کر کے ہوا کو بوجھل، آلودہ اور زہریلا بنا دیتے، اور اگر سبزہ زیادہ ہوتا تو اسے زندہ رہنے کے لئے زیادہ مقدار میں کاربن ڈائی آکسائڈ گیس درکار ہوتی، جو کہ کم جانور پیدا نہ کر پاتے، اندازہ لگایئے کہ کیا عمدہ توازن ہے!! یہی کہا جا سکتا ہے:

''ذلك تقدير العزيز العليم''۔

کائنات کے توازن میں بگاڑ:

قدرت نے جس طرح اپنی تخلیق میں تناسب، توازن اور اعتدال رکھا ہے، اس کا مطالبہ ہے کہ انسان بھی اسی طرح اپنے عمل میں اعتدال وتوازن رکھیں اور قدرت کی تخلیق میں خلل نہ ڈالیں، چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

"الشمس والقمر بحسبان والنجم والشجر يسجدان والسماء رفعها ووضع الميزان ألاّ تطغوا في الميزان وأقيموا الوزن بالقسط ولا تخسروا الميزان" (سورۂ رحمٰن:۵-۹)

(سورج اور چاند حساب کے ساتھ چلتے ہیں اور بے تنا کے درخت اور تنا دار درخت سجدہ ریز ہیں، اور اس نے آسمان کو بلند کیا اور میزان قائم کر دیا ہے، تا کہ تم میزان میں خلل نہ ڈالو، انصاف کے ذریعہ وزن قائم رکھو، اور ترازو میں ڈنڈی نہ مارو)۔

مرقومہ بالا آیت کریمہ میں شمس وقمر کی گردش کا حساب، پیڑ پودوں کی شادابی، آسمان کی بلندی وغیرہ، نعمتیں انسان کے سپرد کرنے کے ساتھ یہ ہدایت دی گئی ہے کہ یہ سب کچھ قدرت کے ایک متوازن اور معتدل نظام کا حصہ ہیں، اس نظام میں خلل ڈالنے اور اس حسن نظام میں فساد برپا کرنے کی کوشش نہ کرو، لہذا قوانین فطرت میں تبدیلی کرنا اور جو چیز اللہ نے جس انداز میں مخلوقات کے فائدے کے لئے بنائی ہے، اسکو بدل دینا کہ وہ اس مقصد کی نہ رہ جائے، یہی طغیان فی المیزان کہلائے گا۔

اتنی واضح تعلیمات کے باوجود آج ماحولیاتی آلودگی کی بنیادی وجہ یہی عدم توازن ہے، چنانچہ ہوا میں موجود جتنی کاربن ڈائی آکسائڈ گیس کی جتنی مقدار پیڑ پودے جذب کر کے صاف کر سکتے تھے، اس سے کہیں زیادہ مقدار ہم اپنے کارخانوں، فیکٹریوں، موٹر گاڑیوں وغیرہ سے ہوا میں خارج کر رہے ہیں، پانی جتنی غلاظت اور فضلے کو صاف کر سکتا تھا، ہم اس سے زیادہ مقدار میں اور زیادہ خطرناک قسم کا فضلہ پانی میں خارج کر رہے ہیں، نتیجۃً ماحولیاتی توازن بگڑ چکا ہے، تمام جانداروں کی صحت تو خطرے میں ہے ہی، وجود بھی خطرے میں پڑتا جا رہا ہے، اس کی منظر کشی کرتے ہوئے قرآن کریم ناطق ہے:

"ظهر الفساد في البر والبحر بما كسبت أيدي الناس ليذيقهم بعض الذي عملوا لعلهم يرجعون" (سورۂ روم:۴۱)۔

فساد کا ایک عمومی مطلب تو یہ ہے کہ انسانوں نے اپنے باغیانہ فسادات اور سرکشی سے اور باہم تنازع وتصادم کر کے زمین پر فساد برپا کر لیا ہے، لیکن

اس آیت کا ایک اہم مصداق ماحول بھی ہے، غالباً یہی وجہ ہے کہ بر یعنی خشکی کے ساتھ ساتھ خاص طور سے بحرین دریا وسمندر کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے، لہٰذا ماحول میں آلودگی فکر وخیال اور اعمال کی گندگی، بداخلاقی اور کج روی کی وجہ سے بھی ہے، اور قدرت کے عطیات کے غلط استعمال، استحصال اور ان میں انسانی کثافتوں کی آمیزش کی وجہ سے بھی ہے۔

قرآن پاک اور احادیث نبویہ میں ماحولیات کے تحفظ کے متعلق متعدد ہدایات دی گئی ہیں، اور مختلف طریقوں سے ہوا، پانی، زمین، جانوروں اور نباتات کے تحفظ اور سلامتی کی اہمیت وافادیت کو واضح کیا گیا ہے، آئندہ سطروں میں اس کی کچھ تفصیل پیش خدمت ہے:

قرآن کریم اور ماحولیات:

قرآن کریم کی مختلف آیتوں میں ماحولیات کے تحفظ کے سلسلے میں واضح ہدایات دی گئی ہیں، ذیل میں ایسی چند آیتوں کو بطور نمونہ نمبر وار مختصر تشریح کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے:

(۱) "إن فی خلق السمٰوٰت والأرض واختلاف اللیل والنھار والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس وما أنزل اللہ من السماء من ماء فأحیا به الأرض بعد موتھا وبث فیھا من کل دابة وتصریف الریاح والسحاب المسخر بین السماء والأرض لأیات لقوم یعقلون" (سورۂ بقرہ: ۱۶۴)۔

(بیشک آسمان وزمین کی پیدائش میں، شب وروز کی تبدیلی میں، ان کشتیوں میں جو لوگوں کے نفع کی چیزیں لے کر سمندر میں چلتی رہتی ہیں، اس بات میں کہ اللہ نے آسمان سے پانی برسائے، پھر اسکے ذریعہ مردہ زمین کو زندگی بخشی اور زمین میں ہر طرح کے جانور پھیلا دیئے، ہواؤں کی گردش میں، اور ان بادلوں میں جو آسمان وزمین کے درمیان مسخر ہیں، عقل مند لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں)۔

قرآن کریم کی اس آیت میں حسب ذیل ایسی دس چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے، جنکا تعلق براہِ راست ماحولیات سے ہے:

(۱) آسمان (۲) زمین (۳) دن ورات یعنی وقت (۴) جہاز رانی اور سمندر (۵) انسانوں کی نفع رسانی کے سامان (۶) بارش (۷) زمین کی روئیدگی یعنی کاشت کاری اور شجر کاری (۸) حیوانات کی زندگی (۹) ہواؤں کی گردش (۱۰) بادلوں کا فضاؤں میں معلق ہونا۔

قدرت کے عجائبات اور انسانی ماحول اور اس کی راحت رسانی سے تعلق رکھنے والی ان اشیاء کو قرآن پاک میں بار بار مشاہدہ، مطالعہ اور سبق آموزی کے لئے انسانوں کے سامنے پیش کیا گیا، اور اس آیت میں بھی بطور خاص ان حکمتوں کو سمجھنے اور ان سے استفادہ کرنے کی ضرورت کا احساس دلایا گیا ہے، غالباً اس لئے کہ اس سے ہمارے ماحول کی تشکیل ہوتی ہے، اور ان کا توازن برقرار رہتا ہے، قدرت صرف عطیات ہی نہیں دیتی بلکہ طریقۂ استعمال کی ہدایات بھی دیتی ہے، انسان کو دونوں سے استفادہ کرنا چاہئے۔

(۲) قرآن کریم میں کئی جگہوں پر صریح لفظوں میں تاکید کی گئی ہے کہ ماحول میں فساد برپا نہ کرو، چنانچہ ارشاد ربانی ہے: "ولا تفسدوا فی الأرض بعد إصلاحھا" (اعراف: ۵۶) اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد بگاڑ پیدا نہ کرو، چنانچہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''اصلاح کا ایک روحانی پہلو ہے، اور دوسرا مادی، مادی پہلو یہ ہے کہ زمین اور اسکی فضا کو انسان کی زندگی، اسکی صحت اور اس کی غذا کے لئے نہایت موزوں اور موافق بنایا گیا ہے، زمین میں آلودگی پھیلا کر اسکو صحت کے لئے نقصان دہ اور زندگی کے لئے مہلک نہ بنایا جائے، اور ماحولیات کا تحفظ کیا جائے'' (آسان تفسیر، ص/ ۴۸۸)۔

ایک اور جگہ ہے: "کلوا واشربوا من رزق اللہ ولا تعثوا فی الأرض مفسدین" (بقرہ: ۶۰)

(کھاؤ پیو اللہ کے (دیئے ہوئے) رزق سے اور زمین میں فساد مچاتے نہ پھرو)۔

نیز ایک جگہ حکیمانہ انداز میں عدم توازن کی شناعت بیان کرتے ہوئے فساد فی الارض سے باز رہنے کی تلقین کی گئی ہے:

"فأوفوا الکیل والمیزان ولا تبخسوا الناس أشیاءھم ولا تفسدوا فی الأرض بعد إصلاحھا" (اعراف: ۸۵)

(تم ناپ تول پورا پورا کرو، لوگوں کی چیزوں میں کمی نہ کرو، اور زمین میں اصلاح کے بعد بگاڑ پیدا نہ کرو)۔

فساد وصلاح یا اصلاح وافساد قرآن کریم کی دو اہم اصطلاحیں ہیں، جو بڑی معنی خیز ہیں، فساد صلاح کی ضد ہے، صلاح کے معنی آرڈر، نظم اور توازن کے ہیں، یعنی ہر چیز کا اپنی فطری جگہ پر قائم رکھنا، حالات کا مستقیم ومتوازن رہنا، لہذا افساد کے معنی توازن کا بگڑ جانا، بے ترتیبی (Disorder) اور خلل پیدا ہو جانا ہے، چنانچہ اہل لغت فساد کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''الفساد فی أصل اللغة :ہو تغیر الشئ عن الحال السلیمة و خروجه عن الاعتدال، فهو ضد الصلاح، یقال: فسد اللبن والفاکهة والهواء إذا اعتراه تغیر أو عفونة حتی أصبح غیر صالح، ثم استعمل لغة فی جمیع الأشیاء والأمور الخارجة عن النظام الاستقامة کالبغی والظلم والفتنة وعلیه قوله تعالی:ظهر الفساد فی البر والبحر'' (مفردات الراغب الاصفهانی والمصباح والقاموس المحیط واساس البلاغة بحواله المدخل الفقهی العام ۲/ ۶۷۳)۔

اہل لغت کے اس قول کی روشنی میں مذکورہ بالا آیات کا مطلب یہ ہوگا کہ قدرت نے کائنات میں ہر چیز اندازے، قرینے، اہتمام اور اعتدال کے ساتھ رکھا ہے، اسمیں اپنی بے راہ روی اور بداعمالی سے خلل نہ ڈالو اور بگاڑ پیدا نہ کرو، اس کا استعمال صرف خواہش کے مطابق نہیں بلکہ قدرت کے اصولوں کے مطابق کرو، ماحول کے اس نظم وتوازن کا فائدہ خود انسانوں کو ہوگا، اور اگر وہ اس میں بگاڑ پیدا کریں گے تو اسکے نقصانات اور مضر اثرات بھی اسی کو بھگتنے پڑیں گے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ قدرت کے عطیات سے اگر قدرت کے مقرر کردہ اصولوں کے مطابق استفادہ کیا جائے تو یہ اصلاح ہے، اور اگر ان اصولوں سے انحراف کیا جائے تو یہ فساد فی الارض اور افساد ہے۔

(۳) "وإذا تولی سعی فی الأرض لیفسد فیها ویهلك الحرث والنسل والله لا یحب الفساد" (سورۂ بقرہ:۲۰۵)

(اور جب اٹھ کر جاتا ہے تو زمین میں اسکی دوڑ دھوپ اس لئے ہوتی ہے کہ وہ اس میں فساد مچائے اور فصلیں اور نسلیں بتاہ کرے، حالانکہ اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا)۔

مذکورہ آیت کریمہ میں حرث ونسل سے مراد نباتات وحیوانات ہیں، اور بعض مفسرین نے حرث سے عورت اور نسل سے انسان مراد لیا ہے، بہر حال جو بھی تفسیر کی جائے، آیت میں یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ فصلوں اور نسلوں کو تباہ کرنا، بالفاظ دیگر ماحول میں فساد اور بگاڑ پیدا کرنا فساد عظیم ہے، اس سے بڑا کوئی فساد نہیں، لہذا فرمان باری' ویهلك الحرث والنسل" بہت ہی فصیح الفاظ پر مشتمل ہے، جو مختصر ہونے کے باوجود بہت زیادہ مبالغہ پر دلالت کر رہا ہے، چنانچہ فخر الدین رازی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

'' فالمراد ان ذلك الفساد عظیم لا أعظم منه، لأن المراد منها علی التفسیر الأول إهلاك النبات والحیوان وعلی التفسیر الثانی إهلاك الحیوان بأصله وفرعه، وعلی الوجهین فلا فساد أعظم منه، فإن قوله: ویهلك الحرث والنسل من الألفاظ الفصیحة جدا للدلالة مع اختصارها علی المبالغة الکثیرة'' (تفسیر کبیر ۳/ ۲۱۹)

نیز اس آیت کریمہ سے ماحول کے تحفظ کی طرف بھی رہنمائی ملتی ہے کہ کھیتی باڑی، زمین کی زراعت اور درخت وغیرہ لگانا چاہئے، اور طلب نسل یعنی حیوانات کی نشوونما کے طریقوں کو بھی اپنانا چاہئے، کہ ان سے انسان کی خوراک کی ضرورت پوری ہوتی ہے، جس پر انسانی زندگی کا مدار ہے، چنانچہ علامہ قرطبی اس آیت کے تحت رقم طراز ہیں:

'' دلت الآیة علی الحرث وزراعة الأرض وغرسها بالأشجار حملا علی الزرع وطلب النسل وهو نماء الحیوان وبذلك یتم قوام الانسان'' (الجامع لاحکام القرآن ۳/ ۱۸)۔

(۴) قرآن مجید کی دوسری ہی وحی میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے انسانوں کو ناپاکی اور گندگی سے دور رہنے کی ہدایت دی گئی ہے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے: "یأیها المدثر قم فأنذر وربك فکبر وثیابك فطهر والرجز فاهجر" (سورۂ المدثر: ۱-۵) (اے کپڑے میں لپٹنے والے! اٹھو اور لوگوں کو خبر دار کرو اور اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کرو، اور اپنے کپڑوں کو پاک صاف رکھو اور گندگی سے کنارہ کرلو)۔

بقول مولانا تقی عثمانی صاحب: ''بہت سے مفسرین نے یہاں گندگی سے بت مراد لئے ہیں، لیکن الفاظ ہر قسم کی گندگی کے لئے عام ہیں''۔

(توضیح القرآن، ص:۱۲۴۱) اور دلچسپ بات تو یہ ہے کہ انگریزی کے مشہور مترجمین قرآن پکتھال اور عبد اللہ یوسف علی نے ترجمہ ان الفاظ میں کیا ہے، جو ہمارے لئے مفید مقصود ہے: ''Pollution shun and all abomination shun'' (ترجمہ قرآن انگریزی از پکتھال، ص:۷۰۹ بحوالہ قرآن اور سائنس ص:۲۹۸-۲۹۹)۔

اس کے علاوہ تقریباً تیس آیتیں قرآن کریم میں طہارت اور تطہیر سے متعلق ہیں، جن سے ماحولیات کا تحفظ متعلق ہے، تفصیل کے لئے دیکھئے: ڈاکٹر وہبہ زحیلی کا مقالہ ''حفظ الصحة وسلامة البيئة مقصد تشريعي اساس'' (موسوعۃ الفقہ الاسلامی ۱۲/ ۸۰۹-۸۱۲)۔

(۵) قدرت نے اپنی نعمتیں انسانوں کو استعمال کے لئے دی ہیں، مگر ان کا استعمال بقدر ضرورت ہونا چاہئے، چنانچہ قرآن کریم میں ماحولیاتی توازن برقرار رکھنے کے لئے ''استعمال نہ کہ اسراف'' کی حکیمانہ تعلیم بار بار خوبصورت انداز میں دی گئی ہے، مثلاً باغات، نخلستان، کھیتوں اور پھلوں کا تذکرہ کرنے کے بعد باری تعالی ارشاد فرماتے ہیں: "كلوا من ثمره إذا أثمر وآتوا حقه يوم حصاده ولا تسرفوا انه لا يحب المسرفين" (انعام:۱۴۱)، اور دوسری جگہ مزید واضح لفظوں میں تاکید کی گئی ہے: "كلوا واشربوا ولا تسرفوا إنه لا يحب المسرفين" (اعراف:۳۱)۔

آج ماحولیات کی آلودگی کا ایک بہت بڑا سبب فضول خرچی اور وسائل قدرت کا بے دریغ استعمال بھی ہے، خاص طور سے ترقی یافتہ کہلانے والے ممالک، قدرت کے عطیات بڑی بے دردی کے ساتھ استعمال کر رہے ہیں، اور آلودگی میں اضافہ کا سبب بن رہے ہیں، چنانچہ آج آلودگی میں تنہا امریکہ ۳۵/ فی صد کا ذمہ دار ہے، اور وسائل کے استعمال کی شرح بھی اتنی ہے، جبکہ وہ دنیا کی آبادی کا صرف پانچ فیصد حصہ ہے، ظاہر ہے کہ جب ایک طبقہ غیر ذمہ دارانہ طریقے سے بے حد و حساب کسی چیز کا استعمال کرے گا تو دیگر طبقات یقیناً اس سے محروم رہیں گے، اسلئے کہ ہر چیز صارفین کے اندازے سے پیدا کی گئی ہے، قرآن کریم میں ایسے لوگوں کو شیطان کا بھائی اور ناشکرا قرار دیا ہے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

"ولا تبذر تبذيرا. إن المبذرين كانوا إخوان الشيطين. وكان الشيطان لربه كفورا" (بنی اسرائیل:۲۶-۲۷)۔

اللہ کے اس حکم کے مخاطب حکومت، ادارے، عوام، سماج اور قرب و جوار ہیں، ہر فرد کی خود ذمہ داری ہے کہ وہ اس حکم کی تعمیل کرے، چنانچہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

"قال عسى ربكم أن يهلك عدوكم ويستخلفكم في الأرض فينظر كيف تعملون" (اعراف:۱۲۹)۔

(۶) اللہ تعالی نے فرمایا: "ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة" (البقرة:۱۹۵) (یعنی اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو)۔

اس سے معلوم ہوا کہ انسانی جانیں انسان کی ملکیت نہیں کہ جس طرح چاہے اسمیں تصرف کرے، بلکہ یہ اللہ کی امانت ہے، لہذا جان کی حفاظت ہر مسلمان مرد و عورت پر از روئے شرع لازم وواجب ہے، بلکہ یہ بنیادی مقاصد شریعت میں سے ہے، جو کل پانچ ہیں:

(۱) دین کی حفاظت (۲) جان کی حفاظت (۳) عقل کی حفاظت (۴) نسب یا عزت کی حفاظت (۵) ماحول کی حفاظت، یہی وجہ ہے کہ خودکشی حرام ہے (موسوعۃ الفقہ الاسلامی والقضایا المعاصرۃ ۱۲/ ۸۰۵)۔

بالکل اسی طرح اللہ تعالی کا عطا کردہ یہ صاف ستھرا ماحول بھی کسی ایک فرد بشر کی ملکیت نہیں کہ جس طرح چاہے اسکو آلودہ کرے بلکہ یہ بھی اللہ کی عطا کردہ امانت ہے، جس کی حفاظت واجب اور ضروری ہے (حوالہ بالا)۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ماحولیات کا تحفظ:

سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین طرح سے ماحول کی پاکیزگی کو یقینی بنایا: (۱) اصولی ہدایات (۲) مؤثر تعلیمات (۳) اور عملی اقدامات، آئندہ سطور میں انہی تین باتوں کی کچھ تفصیل ذکر کی جارہی ہے:

(الف) اصولی ہدایات:- اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماحول کے تحفظ کے سلسلے میں بہت سی ہدایات دی ہیں، مثلاً:

۱- حاکم نے مستدرک میں ابو سعید خدریؓ سے روایت نقل کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''لاضرر ولا ضرار، من ضار ضاره الله ومن شاق شاق الله عليه'' (مستدرک حاکم طبع بیروت ۲/ ۵۷)۔

یعنی نہ ضرر لینا ہے نہ ضرر پہنچانا ہے، جو کوئی کسی کو نقصان پہنچائے گا اللہ اس کو نقصان میں مبتلا کریں گے، اور جو کوئی کسی کو مشقت پہنچائے گا اللہ تعالی اس کو مشقت میں مبتلا کریں گے۔

''لاضرر ولاضرار'' یہ الفاظ جوامع الکلم میں سے ہیں، ضرر اور ضرار کے درمیان فرق کے سلسلے میں متعدد اقوال ہیں، ایک قول یہ ہے کہ ضرر یہ ہے کہ اپنے فائدے کے لئے دوسروں کو نقصان پہنچائے، اور ضرار یہ ہے کہ اپنی منفعت کے بغیر دوسروں کو نقصان پہنچانا (القواعد الفقہیۃ لعلی احمد الندوی ،مطبوعۃ دار القلم دمشق، ص/۲۸۸)۔

ظاہر ہے کہ جو لوگ ماحول کو آلودہ کرتے ہیں وہ اپنے نفع کے لئے دوسروں کو نقصان پہنچاتے ہیں، جیسا کہ آج کل کارخانوں اور فیکٹریوں وغیرہ کی شکل میں شاہد ہے، یا پھر بلا کسی قانون کے نقصان پہنچاتے ہیں، ظاہر ہے کہ از روئے حدیث دونوں ممنوع ہیں، یہ حدیث ایسا قاعدہ کلیہ ہے جس پر بقول صاحب اشباہ ابواب فقہ کے کثیر مسائل اس قاعدے پر مبنی ہیں (الفوائد البہیۃ فی شرح القواعد الفقہیۃ، ص/۲۶۴)۔

(۲) حضرت ابوبکر صدیق سے مرفوعا منقول ہے: ''ملعون من ضار مؤمنا أو مکر بہ'' (رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب - مشکوۃ ۴۲۸/۲) (وہ شخص ملعون ہے جو کسی مؤمن کو ضرر پہنچائے یا اس کے ساتھ چال بازی کا معاملہ کرے)، لہذا معلوم ہوا کہ ماحول کو آلودہ کرنا لعنت کا سبب ہے۔

(۳) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور بلند آواز سے پکار کر فرمایا: اے وہ لوگو! جو زبان سے اسلام لاتے ہو اور اس کے دلوں میں ایمان نہیں اترا، تم مسلمانوں کو تکلیف مت پہنچاؤ (مشکوۃ ۴۲۸/۲-۴۲۹)۔

(ب) مؤثر تعلیمات:- پیغمبر اسلام کی اس اصولی تعلیم کے بعد دیکھئے کہ ماحولیات کے متعلق متعین ہدایات بھی انسانوں کو دربار نبوت سے ملتی ہیں، جو ماحولیات کے تحفظ اور پاکیزگی کے سلسلے میں رہنما خطوط اور سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں:

(۱) ماحول کے تحفظ کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بنیادی حکم یہ ہے کہ گندگی پھیلانے سے پرہیز کیا جائے، خاص طور پر پبلک مقامات کو گندگی سے بچایا جائے، چنانچہ حضرت حذیفہ بن اسید فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مسلمانوں کو ان کے راستے کے حوالے سے تکلیف دی ان کی لعنت اس پر واجب ہوگئی (مجمع الزوائد ۴۸۳/۱)، اور راستے سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹانے کو ایمان کا ایک شعبہ قرار دیا (مشکوۃ ۱۲/۱)، نیز اس کو صدقہ یعنی باعث ثواب قرار دیا ہے، معلوم ہوا کہ راستے میں تکلیف دہ چیز ڈالنا یا ماحول کو آلودہ کرنا ایمانی تقاضہ کے خلاف ہے، اور گناہ ہے۔

(۲) رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ماحولیاتی تعلیم وتربیت کا دوسرا اہم پہلو یہ ہے کہ روح اور جسم، لباس اور مکان کے ساتھ ماحول کی صفائی کا پورا اہتمام کیا جائے، چنانچہ آپ نے فرمایا: ''تنظفوا أفنیتکم ولا تشبھوا بالیھود'' (ترمذی ۱۰۷/۲) (اپنے صحنوں کو صاف ستھرا رکھو اور یہود کے ساتھ مشابہت مت اختیار کرو)۔ اور دار قطنی کی روایت میں ہے: ''صفائی ایمان کی طرف لے جاتی ہے، اور ایمان اپنے ساتھی کو جنت میں لے جاتا ہے'' (عصر حاضر میں اسوۂ رسول کی معنویت ص: ۷۷)۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس انقلابی تعلیم پر غور کیجئے کہ اگر جنت میں گھر بنانا چاہو تو پہلے اپنے ماحول کو پاک صاف کر کے جنت نشان بناؤ تاکہ تم صحیح معنوں میں جنت کے حقدار بن سکو۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ماحولیاتی تعلیم کا تیسرا اہم پہلو بقدر ضرورت استعمال کا نظریہ ہے، جسے (Conservation) کہا جاتا ہے، چنانچہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کلوا واشربوا وتصدقوا والبسوا من غیر إسراف ولا مخیلۃ'' (رواہ احمد بسند صحیح وابن ماجۃ والحاکم بحوالہ تفسیر مظہری، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی ۳۷۱/۳) (یعنی کھاؤ پیو، صدقہ کرو اور پہنو مگر اسراف نہ ہو اور تکبر نہ ہو)۔

اگر اس مؤثر تعلیم کو پیش نظر رکھا جائے تو ماحولیات میں عدم توازن کا مسئلہ حل ہوسکتا ہے۔

(۴) رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا سب سے اہم حصہ یہ ہے کہ آپ نے انسان کے اندر ذمہ داری اور جواب دہی کا احساس پیدا کیا، چنانچہ آپ نے زمین وآسمان کی نفع بخش چیزوں اور ماحول کی ساری نعمتوں کو ذمہ داری کے ساتھ استعمال کرنے کی تلقین فرمائی، اور اگر اس ذمہ داری کو پورا نہیں کیا تو دنیا میں چاہے حکومت اور معاشرہ باز پرس نہ کرے مگر قیامت میں اللہ تعالی کے حضور ضرور جواب دینا ہوگا، چنانچہ ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا: ''دنیا شیریں اور سرسبز و شاداب ہے، اور بلاشبہ اللہ رب العزت نے تمہیں اسمیں ایک امانت دار بنایا ہے، اور وہ دیکھ رہا ہے کہ تم کس طرح کا عمل کرتے ہو'' (مشکوۃ ۲ / ۲۶۷)، اور ابوالہیثم بن تیہان کے یہاں کھانا کھانے کے بعد اپنے ساتھیوں سے کہا: ''ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم'' (سورۂ تکاثر: ۸)۔

(ج) **عملی اقدامات:** - رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے عام قائدین کی طرح محض لوگوں کو زبانی تعلیم نہیں دیتے بلکہ آپ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ جو کچھ فرماتے اس کی صداقت کو اعتبار عطا کرنے کے لئے خود اس پر عمل کر کے دکھاتے ہیں، چنانچہ ماحولیات کے تحفظ کے سلسلے میں آپ کا یہی طرز عمل نمایاں طور سے نظر آتا ہے، مثلاً:

(۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پبلک مقامات پر بول و براز سے منع فرمایا کہ آلودگی نہ ہو، خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ قضائے حاجت کے لئے آبادی سے دور تشریف لے جاتے (ابوداؤد مع بذل ۱ / ۱)۔

(۲) اسی طرح شجر کاری کی صرف ترغیب نہیں دی بلکہ سلمان فارسی کی آزادی کی مدد کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے دست مبارک سے پودے لگائے وغیرہ۔

(۳) اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے تو سامنے دیوار قبلہ پر بلغم لگا ہوا دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ میں موجود چھڑی سے کھرچ دیا، اور خوشبو چھڑی کے سرے پر لگا کر اسکو بلغم کی جگہ پھیر دیا (ابوداؤد شریف - الدر المنضود ۲ / ۷۵)۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عملی مثالیں ماحولیات کے تحفظ کے سلسلے میں آج کے دانشمندوں، رفاہی اداروں اور ماہرین ماحولیات کے لئے بصیرت اور مہمیز کا کام دیتی ہیں۔

قرآن وحدیث کی اس صحت آفریں تعلیمات وہدایات کا تقاضہ یہ ہے کہ حکومت، ادارے، عوام، سماج اور فرد سب اپنے ماحول کو پاک صاف رکھنے کی فکر کرے اور اپنے محلہ اور بستی میں صفائی کی مہم چلائے اور ماحول کو کسی قیمت پر آلودہ نہ ہونے دے۔

اس سلسلے میں فقہ اکیڈمی کی جانب سے بندہ کو چند سوالات موصول ہوئے تھے، اب اس اصولی گفتگو کے بعد ان نمبروار سوالات کے جوابات لکھے جارہے ہیں۔

(الف) فضائی آلودگی:

۱۔ ہمارے گھروں میں باورچی خانوں میں مستقل ایندھن جلایا جاتا ہے، چاہے وہ لکڑی ہو یا مٹی کا تیل ہو یا گوبر کے اپلے، کم وبیش سبھی سے دھواں اور زہریلی گیسیں خارج ہوتی ہیں، ظاہر ہے کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ وسائل انسانی تصرف میں نہیں آتے تھے، لیکن اسکے باوجود احادیث میں اس سلسلے میں اشارات موجود ہیں، چنانچہ خواہ مخواہ چراغ کے استعمال کو پسند نہیں کیا گیا، حضرت جابر سے مروی ہے کہ '' آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت چراغ جلانے کو ناپسند فرماتے تھے'' (طبرانی، مجمع الزوائد ۸ / ۱۱۲)، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوتے وقت چراغ گل کرنے کا حکم فرمایا، جیسا کہ مسلم شریف میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے:

'' قال رسول اللہ ﷺ: إذا کان جنح اللیل أو أمسیتم فکفوا صبیانکم، فإن الشیطان ینتشر حینئذ فإذا ذهب ساعة من اللیل فخلوهم واغلقوا الأبواب واذکروا اسم الله، فان الشیطان لایفتح بابا مغلقا وأوکوا قربکم واذکروا اسم الله وخمروا آنیتکم واذکروا اسم الله ولو أن تعرضوا علیها شیئا وأطفئوا مصابیحکم '' (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۵۲۰۹، کتاب الاشربة مع تکملہ فتح الملهم ۳/ ۳۷۰)۔

اور مسلم ہی میں حضرت عبداللہ بن عمر سے ایک دوسری مرفوع روایت ان الفاظ میں مروی ہے:

'' لا تترکوا النار فی بیوتکم حین تنامون '' (صحیح مسلم مع تکملہ فتح الملهم ۳/ ۳۷۱، رقم الحدیث: ۵۲۱۶)۔

ظاہر ہے کہ اس تدبیر سے تیل کا دھواں کم کرنے کی کوشش کی گئی ہے، اسکے علاوہ اسلام میں اشیاء کے استعمال کے سلسلے میں دو بنیادی اصول بتلائے

گئے ہیں:

(الف) شریعت اسلامیہ کا قانون ہے کہ کسی بھی شخص کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ کوئی ایسا انتظام کرے جس سے دوسرے کو نقصان پہنچے، چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

''لا ضرر ولاضرار'' (ابن ماجه، کتاب الاحکام ،رقم الحدیث: ۲۳۴۰ ، مسند احمد۵/ ۳۲۷ ، قال البوصیری فی الزوائد (۳/ ۴۸) : اسناد رجاله ثقات إلا أنه منقطع ، لأن اسحق بن ولید لم یدرك عبادة ابن الصامت کما قال الترمذی وابن عدی ، ولكن للحدیث طرقا اخری، کما فی المقاصد الحسنة للسخاوی، ص:۴۶۸، رقم الحدیث:۱۳۱۰)۔

اس حدیث نے ضرر دور کرنے اور ضرر کا سبب بننے کی حرمت کے بارے میں شریعت اسلامیہ کے اصولوں میں سے ایک اہم اصول بیان کیا ہے۔

(ب) دوسرے جن چیزوں کا استعمال جائز ہے اور جو وافر مقدار میں آدمی کو فراہم ہوں، ان کو بھی بے محل استعمال نہ کیا جائے اور نہ ضرورت سے زیادہ استعمال کیا جائے، اسی کو قرآن کی زبان میں اسراف وتبذیر سے تعبیر کیا گیا ہے، چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "وکلوا واشربوا ولا تسرفوا" (الاعراف:۳۱)، اور احادیث صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی تک کو ضرورت سے زیادہ استعمال کرنے سے منع کیا ہے، چنانچہ ابن ماجہ میں روایت ہے:

'' عن عبد الله بن عمرو أن رسول الله صلی الله علیه وسلم مرّ بسعد وهو یتوضأ فقال: ما هذا السرف؟ فقال: أفی الوضوء إسراف؟ قال: نعم، وإن کنت علی نهر جار '' (سنن ابن ماجه ،ابواب الطهارة وسننها، باب ماجاء فی القصد فی الوضوء وکراهیة التعدی فیه، مطبوعه مکتبة الاشرفیه دیوبند/ ص۳۴)۔

جو شریعت پانی میں اسراف کو گوارا نہیں کرسکتی ہو، وہ کیروسین اور المونیم گیس وغیرہ جیسے قیمتی قدرتی وسائل کے بے جا استعمال کو کیونکر گوارا کرسکتی ہے، جسمیں وسائل کا ضیاع ہے، اور دوسروں کے لئے مضرت اور نقصان کا سبب بھی ہے۔

یہ وہ بنیادی اصول ہیں جن سے ماحول کو آلودہ کرنے اور نقصان پہنچانے والی اشیاء کی غیر محتاط اور بے جا استعمال کا حکم جانا جاسکتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ جو شخص ایسے وسائل استعمال کرنے پر قادر ہے، جن سے دھواں پیدا نہیں ہوتا، یا نسبۃً کم پیدا ہوتا ہے، اسکے لئے ارزاں ہونے کی وجہ سے آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال درست نہیں جبکہ وہ اجتماعی ضرر کا باعث ہے۔

۲۔ پٹرول کے موجودہ استعمال سے پہلے انسان کو اس کے وجود کا علم تھا، ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی ''پنسلوانیا'' نام کی ریاست میں اسے جوڑوں کے درد اور چوٹ میں مالش کے لئے استعمال کیا جاتا تھا لیکن اس کی اہمیت کا پتہ انسان کو ۱۸۵۷ عیسوی کے بعد مندرجہ ذیل وجوہات سے چلا:

(الف) پٹرولیم کے ذخائر کے جائے وقوع کے تعین میں آسانی۔

(ب) پٹرولیم کو صاف کرنے کی ٹکنالوجی کی ایجاد۔

(ج) پٹرولیم سے چلنے والے انجن کی ایجاد (انسان اور اس کا ماحول- از: ڈاکٹر محمد ہاشم قریشی ،ص/ ۳۹)۔

آج جس رفتار سے آبادی میں اضافہ ہو رہا ہے، اس سے کہیں زیادہ تیز رفتاری سے خودکار انجنوں والی گاڑیوں کی تعداد بڑھ رہی ہے اور پٹرول اور ڈیزل اسکی ترقی میں بہت ہی اہم رول ادا کررہے ہیں، چنانچہ ایک شمار کے مطابق سڑکوں کے ذریعہ ایک مقام سے دوسرے مقام تک جانے والے ۸۰ / فیصد مسافر اور ۴۹ / فی صد مال (goodsڈیزل یا پٹرول سے چلنے والی گاڑیوں سے ڈھوئے جارہے ہیں، نتیجہ یہ ہے کہ جو آکسیجن جانداروں (انسانوں اور جانوروں) کے کام آنی چاہئے وہ آکسیجن خودکار انجنوں میں خرچ ہورہی ہے، اور اس کے عوض مل رہا ہے نقصان دہ زہریلا دھواں، قسم قسم کے زہریلے مادے سانس کے ذریعہ پھیپھڑوں میں جاکر قسم قسم کے امراض پیدا کررہے ہیں، چنانچہ انجن میں استعمال ہونے والے مواد (ڈیزل اور گیس) میں ۴۰/ قسم کے خطرناک آلودگی پیدا کرنے والے اسباب پائے جاتے ہیں، اعداد وشمار کے مطابق ۷۰ / فیصد ماحولیاتی آلودگی گاڑیوں کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، بڑے شہروں میں ۸۰ / فیصد سے زیادہ جان لیوا آلودگی پیدا کرنے والے اسباب جو پھیپھڑوں کو نقصان پہنچاتے ہیں، کار، بس، موٹر سائیکل، اور سڑک پر دوڑنے والی دیگر گاڑیوں کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں، فاسل ایندھن جیسے کوئلے اور ڈیزل سے چلنے کی وجہ سے ہندوستان میں چاول کی کھیتی کم ہوگئی ہے،

ممبئی، کولکاتہ اور دہلی میں حالات خاص طور سے خراب ہیں، دہلی کی سڑکوں پر چلنے والوں کے کپڑوں پر سیاہ دھبے دکھائی دیتے ہیں، بہت سے آٹو رکشا اور ٹیکسی میں ملاوٹی ایندھن استعمال ہوتا ہے، اور یہ ملاوٹ قیمت کم کرنے کے لئے کی جاتی ہے، مگر اس کی قیمت ماحولیات اور نتیجے کے طور ہمیں چکانی پڑتی ہے، ملائی جانے والی کچھ چیزیں ماحولیات کے لئے انتہائی خطرناک ہیں، سائنسی تحقیقات سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ بھیڑ میں جب گاڑیاں دھیرے چلتی ہیں تو اس سے ایندھن غیر مؤثر طور پر جلتا ہے اور اس سے ۴/ سے ۸/ گنا زائد فضائی آلودگی پیدا ہوتی ہے، چنانچہ دکتور وہبہ زحیلی نے مذکورہ بالا بعض خطرات پر تنبیہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

''وكان تزايد نسبة الأوزون في غلاف الأرض، بسبب احتراق وقود السيارات سببا في تخرستات العيون واحتقانه أوتلوث الرئتين والتسبب في أمراض السرطان'' (موسوعة الفقه الاسلامي والقضايا المعاصرة ۱۲/ ۷۸۲)۔

گاڑیوں کے ایندھن سے پیدا ہونے والے ان خطرناک مفاسد کے پیش نظر ہمارے ملک (بھارت) کی حکومت نے ۱۹۸۸ء میں ایک نیا قانون نافذ کیا تھا اور آلودگی کے ذمہ دار ملکوں کو سزا دینے والی دفعات وضع ہوئی تھیں، اور یہ قوانین دراصل تمام انسانوں کی مصلحت کے تحت بنائے گئے ہیں، اور جو قوانین حکومت کی طرف سے عمومی مصلحت کے لئے بنائے جائیں، ان کی پابندی شرعی اعتبار سے واجب بھی ہے اور ان کی خلاف ورزی ناجائز، قرآن کریم کا ارشاد ہے: "أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم" (سورۂ نساء:۹۹) (یعنی اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور اپنے ذمہ دار حاکموں کی اطاعت کرو)۔

اس اطاعت سے مراد یہی ہے کہ حکام عمومی مصلحتوں کی بنیاد پر جو قاعدے مقرر کریں (بشرطیکہ وہ شریعت کے خلاف نہ ہو) ان کی پابندی کی جائے، اس پابندی کا حکم اللہ اور رسول اللہ کی اطاعت کے ساتھ دیا گیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے قواعد کی پابندی شرعاً بھی ضروری ہوجاتی ہے (ذکر وفکر/ ص ۱۸۶)۔

پھر خصوصاً جبکہ پٹرول اور ڈیزل کے متبادل بھی موجود ہیں، مثلاً الکوہل اور سی، این، جی (گیس) ایک اندازے کے مطابق مختلف ملکوں میں تقریباً ۷۰۰،۰۰۰/ گاڑیاں سی، این، جی سے اور ۸۰۰۰،۰۰۰/ گاڑیاں الکوہل سے چلائی جاتی ہیں۔

ڈیزل یا گیسولین انجنوں میں بغیر کسی خاص تبدیلی کے الکوہل کامیابی سے استعمال میں لائی جاسکتی ہے، انڈین انسٹی ٹیوٹ آف پٹرولیم (آئی، آئی، پی) دہرادون میں گاڑیوں میں الکوہل کے استعمال پر ۱۹۸۰ء سے ہی ریسرچ ہو رہے ہیں، یہ تجربہ اسکوٹر، موٹر سائیکل، موپیڈ سے لے کر بسوں تک میں کئے گئے ہیں، ایسے تجربے ٹاٹا اور لیلینڈ کی بالترتیب ۲۵ اور ۳۵/ بسوں پر کئے جاچکے ہیں، خاص بات یہ ہے کہ الکوہل ایندھن کے استعمال سے گاڑیوں میں سے ۴۰/ فیصد دھواں کم خارج ہوا، صرف یہی نہیں بلکہ ایندھن کی کارکردگی بھی بہتر نظر آئی، الکوہل میں ملے ڈیزل کا رنگ نیلا (B140) ہوجاتا ہے، جس سے اس ایندھن کے غلط مصرف پر بآسانی پابندی عائد کی جاسکے گی۔

بہت زیادہ دباؤ (pressure) کے ساتھ بھری جانے والی قدرتی گیس بھی پٹرول اور ڈیزل کا اچھا متبادل ثابت ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ سائنس دانوں نے بہت سے ایسے پودے (Plant) بھی دریافت کرلئے ہیں، جن سے پٹرول اور ڈیزل کے متبادل تیار ہوسکتے ہیں، ایسے پودے اب ''پٹرو پودے'' (Petroplants) کہے جاتے ہیں، نیز غیر غذائی تیل مستقبل میں ڈیزل کے اچھے متبادل ہوسکتے ہیں (ماحولیات -از: شمس الحق، ص/ ۲۶۹، ۲۷۳)۔

خلاصۂ کلام یہ کہ اگر حکومت کی طرف سے کوئی ہدایت نہیں تب بھی لوگوں کو ضرر سے بچانے اور ماحول کو حتی الامکان پاک وصاف رکھنے کے لئے ضروری ہوگا کہ ڈیزل (چونکہ فضا کو زیادہ کثیف کرتا ہے، لہذا ڈیزل) سے چلنے والی گاڑیاں استعمال کرنے سے حتی الامکان گریز کیا جائے اور کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن (جیسے الکوہل، سی، این، جی) کو ترجیح دی جائے، اور ایندھن سے چلنے والی گاڑیوں کا استعمال کم سے کم کیا جائے اور ایندھن سے چلنے والی سواری گاڑیوں کی باقاعدہ اہتمام سے سروس کروائی جائے تاکہ انجن درست حالت میں رہے، ایندھن مکمل طور پر جلے اور دھواں کم نکلے، زیادہ دھواں دینے والی گاڑی کو فوراً روک کر درست کرایا جائے۔

۳۔ اس سوال کا جواب بھی گزشتہ سوال کے جواب سے واضح ہوجاتا ہے، اور وہ یہ کہ اگر حکومت کی طرف سے استعمال کی ممانعت موجود ہے، تب تو بجھوائے

آیت قرآنی: "أطیعوا الله وأطیعوا الرسول وأولی الأمر منکم" (سورۂ نساء: ۵۹) اس کی پابندی شرعاً واجب ہے، اور خلاف ورزی ناجائز۔

لیکن اگر پابندی حکومت کی طرف سے نہ بھی ہو تو بھی بقاعدہ "لاضرر ولاضرار" مٹی کے تیل اور ڈیزل سے چلنے والے جنریٹر سے احتراز اور کم دھواں پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال شرعاً واجب ہوگا؛ تا کہ ماحول کو اس کے نقصان سے بچایا جاسکے۔

۴۔ ذرائع توانائی (sources of energy) میں سورج سے حاصل ہونے والی توانائی (Solar energy) سب سے اہم ہے، اسلئے کہ سورج اگر چہ زمین سے ۱۵ / کروڑ کلو میٹر دور واقع ہونے کی وجہ سے چھوٹا نظر آتا ہے، لیکن یہ ہماری زمین سے ۱۳ / لاکھ گنا بڑا ہے، یہ ہائیڈروجن کا زبردست خزانہ ہے، یہ ہائیڈروجن مسلسل جل کر ہلیم میں تبدیل ہوتی رہتی ہے، اور اس سے بڑی مقدار میں توانائی پیدا ہوتی ہے، یہ توانائی فضا میں چاروں طرف پھیلتی رہتی ہے، اسکے حصول کے لئے سورج کی کرنوں (Suns rays) کو بڑی بڑی چمکیلی پلیٹوں، یا آئینوں پر لیا جاتا ہے، سورج کی کرنوں کو قید کر کے ان سے بجلی بنانے، پانی گرم کرنے اور ہوا کو گرم کرنے کے کام لئے جاتے ہیں، جن سے کارخانوں میں کئی طرح کے کام ہوتے ہیں، دور جدید میں مصنوعی سیارے اور خلائی اسٹیشن بھی شمسی توانائی جمع کرتے ہیں، ماحولیات کے تناظر میں اسکی فراہمی نہایت اہم ہے۔

توانائی کے بڑھتے ہوئے بحران اور ماحول کی آلودگی کی وجہ سے سنجیدہ غور وفکر کو کم کرنے کی سمت میں انگلینڈ میں کیمبرج کی کمپنی "سولر جینن" کی بڑی اہمیت ہے، سولر جینن تکنیک میں توانائی پیدا کرنے پر روایتی طریقوں سے خرچ کم آتا ہے، فی کلوواٹ ۶۳۰۰۰ / روپے خرچ آتا ہے، یہ خرچ ڈیزل جلا کر توانائی حاصل کرنے کے برابر ہے، لیکن اسکی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اسمیں آلودگی کا نام ونشان نہیں ہوتا، جبکہ ڈیزل جلانے پر دھواں نکلتا ہے، اور کرۂ باد میں گرین ہاؤس گیس بڑھتی ہے۔

سولر جینن تکنیک کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعہ سمندر کے کھارے پانی کو میٹھا بنایا جاسکتا ہے، نیز سینٹرل ارڈ زون تجرباتی مرکز جودھپور نے شمسی توانائی کے استعمال کے شعبے میں اہم کام کئے ہیں، اس مرکز نے کئی ایسے آلات تیار کئے ہیں جو شمسی توانائی کو استعمال کرتے ہیں، اور یہ عام گھروں میں آسانی سے استعمال کئے جاسکتے ہیں، یہ اس قدر سستے ہیں کہ عام آدمی بھی ان کو خرید سکتا ہے، ایسے آلات میں بطور خاص شمسی چولھے اور شمسی گیزر شامل ہیں۔

سولر انرجی کے امکانات اور بہتر کارکردگی سے متاثر ہو کر ہمارے ملک کی سرکار نے کئی اقدامات کئے ہیں، چنانچہ اقتصادی طور سے پسماندہ علاقوں میں اس ٹکنالوجی کو استعمال کرنے والوں کو سبسیڈی بھی دی جاتی ہے (ماحولیات - از: محمد شمس الحق، ص/ ۲۷۸ تا ص ۲۸۵)۔

جہاں تک تعلق ہے حکم شرعی کا تو ظاہر ہے کہ جب شمسی توانائی کے استعمال میں خرچ کم ہے، جیسا کہ اوپر گذرا تو پھر دیگر روایتی طریقوں پر اس کو ترجیح دی جانی چاہئے، اس لئے کہ ان طریقوں میں مال کی بلاوجہ اضاعت ہے، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کی اضاعت سے منع فرمایا ہے، چنانچہ مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے:

قال رسول الله ﷺ: "إن الله یرضی لکم ثلاثا ویکره لکم ثلاثا... ویکره لکم قیل وقال وکثرة السؤال واضاعة المال" (صحیح مسلم، کتاب الاقضیة، رقم الحدیث: ۴۴۴۷)۔

اور مولانا محمد تقی عثمانی صاحب اس کی شرح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"ویدخل فی إضاعة المال کل إنفاق فی غیر وجهه المأذون فیه شرعًا، سواء کانت دینیة أو دنیویة" (تکمله فتح الملهم مطبوعه دار القلم دمشق ۲/ ۳۵۰)۔

اور پھر شمسی توانائی کا استعمال چونکہ آلودگی سے محفوظ ہے، اور دیگر روایتی طریقوں میں ماحولیاتی آلودگی ہے، اس لئے بھی بقاعدہ "الضرر یزال" (القاعدة الفقهیة لعلی احمد الندوی، ص/ ۲۷۸) اس کو ترجیح حاصل ہوگی۔

الغرض صاحب استطاعت افراد، اشخاص، مساجد ومدارس اور اداروں کے لئے آلودگی سے محفوظ اس توانائی کا استعمال کم از کم مستحب اور مستحسن عمل ضرور ہوگا۔

۵۔ بڑھتی آبادی کی بڑھتی ہوئی ضرورتوں کو سامنے رکھتے ہوئے آج ایندھن، کوئلہ اور پٹرولیم سے چلنے والی صنعتوں میں اضافے ہوئے ہیں، ایک اندازہ کے مطابق دنیا میں ہر سال تقریباً 4.5 / ارب ٹن ایسے ایندھن کی کھپت ہورہی ہے، جس کی وجہ سے کاربن ڈائی آکسائڈ کے ساتھ ہی دیگر گرین ہاؤس گیس کرہ باد میں پہنچ رہی ہیں، کلورو فلورو کاربن (c.f.c) گیس دور جدید میں سب سے زیادہ خطرناک گیس تسلیم کی جاتی ہے، جو ان دنوں کارخانوں میں بہت زیادہ استعمال میں لائی جاتی ہے حتی کہ ایرکنڈیشنگ اور ریفریجریشن کے کاموں، دواسازی، الکٹرونکس صنعتوں اور فوم (Foam) وغیرہ میں اس گیس کا استعمال بہت بڑھ گیا ہے، اور اوزون پرت (Ozone layer) میں چھید کرنے والی یہ گیس کئی قسم کے امراض کی بھی ذمہ دار ہے، اور ساتھ ہی اوپر سے اب الٹراوائلٹ کرنوں کے زمین تک آنے کا خطرہ بہت بڑھ گیا ہے۔

گرین ہاؤس اثرات کے علاوہ صنعتوں کی توسیع کا ایک اور برا نتیجہ سامنے آیا ہے اور وہ ہے تیزابی بارش (Acid rain)، جو نہ صرف جانداروں بلکہ عمارتوں، پہاڑوں اور چٹانوں کو بھی نقصان پہنچاتی ہے، اس لئے کہ تیزابی بارش کی وجہ سے پانی مچھلیوں اور جنگل جانوروں کے لئے نایاب ہوجاتا ہے، اس لئے مچھلیاں ہجرت کرجاتی ہیں اور سمندری جانور مرنے لگتے ہیں، اور اس کی وجہ سے ہمارے قومی ورثہ کا حصہ سمجھی جانے والی عمارتوں، مجسموں اور نقش و نگار میں بھی تیزی سے فرسودگی پیدا ہوتی ہے، اس تیزابیت کی وجہ سے مٹی میں موجود نمکیات اور غذائی اجزاء میں بھی کیمیائی عملات کی وجہ سے تبدیلیاں آجاتی ہیں، چنانچہ اگر مٹی تیزابیت زدہ ہوجاتی ہے، تو اس میں فصل کا لگانا اور پیدا کرنا بھی مشکل ہوجاتا ہے، اس لئے جن شہروں میں کارخانے زیادہ ہیں وہاں کی ہوا زیادہ مسموم ہے، یہ تیزاب بنیادی طور پر فاسل ایندھنوں کے جلنے کی وجہ سے ماحولیات میں پیدا ہونے والے نائٹروجن ڈائی آکسائڈ اور سلفر آکسائڈ کی وجہ سے بنتی ہے (دیکھئے: موسوعۃ الفقہ الاسلامی والقضایا المعاصرۃ ۱۲/ ۷۸۷)۔

الغرض اندھادھند صنعتی ترقی کی دین: تیزابی بارش، توانائی کا بحران اور ماحول پر منڈلاتے خطرات کے بادل وغیرہ ہیں۔

جہاں تک تعلق ہے حکم شرعی کا تو ظاہر ہے کہ وہ تمام کارخانے، فیکٹریاں اور کمپنیاں جو قدرتی صاف پانی، صاف ہوا اور پرسکون ماحول کو پراگندہ کرنے اور بگاڑنے کا ذریعہ ہیں، ان پر پابندیاں لگانی چاہئیں، وہ یہ کہ کارخانے اور فیکٹریاں اور اس قسم کے تمام ادارے آبادی کی ان جگہوں سے ہٹادئے جائیں، جن پر زہریلے اثرات پڑنے کا اندیشہ ہو، اور ایسی جگہ منتقل کرایا جائے جہاں خطرات نہ ہوں، چنانچہ وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

''العمل علی ترکیب آلات امتصاص أو تصفیة لکل أضرار السیارا ت، والآلات و الأفران ومداخن المصانع والمعامل، وابعادہا عن المناطق الآهلة بالسکان'' (موسوعة الفقه الاسلامی والقضایا المعاصرة ۱۲/ ۸۰۲)۔

اور اگر کارخانوں اور فیکٹریوں کو منتقل کرنا ممکن نہ ہو تو کارخانہ داروں اور فیکٹری مالکان پر لازم ہوگا کہ وہ اپنے کارخانوں سے صاف دھواں خارج کریں اور اسکے واسطے جو آلات موجود ہیں، ان کو لگوائیں، چنانچہ کارخانوں اور بجلی گھروں میں اونچی اونچی چمنیاں بناکر دھوئیں کو پھینک کر ہوا کو صاف رکھا جاسکتا ہے، نیز چمنیوں میں جالی لگائی جائے تاکہ راکھ کا بیشتر حصہ باہر اڑ کر ہوا میں شامل نہ ہوسکے، اسی طرح آلودہ پانی بھی صاف کرنے کے بعد ہی کارخانے سے خارج کریں ورنہ وہ بھی ان فساد پھیلانے والوں کے زمرے میں آجائیں گے، جن کے بارے میں سورۂ شعراء میں کہا گیا ہے: ''مسرفین'' (حد سے تجاوز کرنے والوں) کا حکم نہ مانو، جو زمین میں فساد برپا کرتے ہیں اور کوئی اصلاح نہیں کرتے (الشعراء: ۱۵۱-۱۵۲)، نیز رہائش گاہوں اور صنعتی علاقوں میں بڑے پیمانے پر درخت لگاکر ہری پٹی بنائی جائے جو ہوا کی آلودگی کو کم رکھتی ہے۔

آج کل ان سب کاموں کے واسطے ٹکنالوجی موجود ہے، کاروباری لوگ خرچ سے بچنے کے واسطے اس مد میں پیسہ خرچ نہیں کرتے، تاکہ زیادہ منافع کماسکیں، لیکن ایسا کرنا ناجائز ہے، علاوہ ازیں حکومت قانون بناکر انہیں نافذ کرے اور ہوا میں آلودگی پھیلانے والے اداروں پر بھاری ٹیکس عائد کرے۔

اور حکومت نے اس کے لئے کئی قوانین بھی بنائے ہیں، چنانچہ ہندوستان میں ماحول کے تحفظ کا قانون ۱۹۸۸ء میں پاس کیا جاچکا ہے، اور ماقبل میں گذر چکا ہے کہ جو قوانین حکومت کی طرف سے عمومی مصلحت کے لئے بنائے جائیں، ان کی پابندی شرعی اعتبار سے بھی واجب ہے، اور ان کی خلاف ورزی ناجائز، اسلئے کہ قرآن میں اولوالامر کی اطاعت کا حکم اللہ اور رسول کی اطاعت کے ساتھ دیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے قواعد کی پابندی شرعاً بھی ضروری ہوتی ہے، نیز مشہور قاعدہ فقہیہ ہے:

''التصرف علی الرعیة منوط بالمصلحة'' (القواعد الفقهیة لعلی احمد الندوی، ص/ ۴۰۵)۔

ان پابندیوں کے نتیجے میں کارخانہ داروں اور فیکٹری مالکان پر دباؤ پڑے گا، مالی نقصان بھی سہنا پڑے گا، اور بہت سی ذہنی اور جسمانی اذیتیں بھی پہنچ سکتی ہیں، مگر یہ سب ضرر خاص ہے، جو ضرر عام کو دفع کرنے کے لئے گوارا اور برداشت کیا جائے گا (انسانی حقوق اور اسلامی نقطۂ نظر، ص/ ۳۸۲)۔

چنانچہ فقہاء نے لکھا ہے: ''یتحمل الضرر الخاص لمنع الضرر العام'' (القواعد الفقہیۃ لعلی احمد الندوی، ص/ ۳۲۲)

اور تیسیر التحریر میں یہ الفاظ ہیں: ''رفع الضرر العام واجب باثبات الضرر الخاص'' (تیسیر التحریر فی اصول الفقہ ۲/ ۳۰۱)۔

۶۔ جن چیزوں سے ماحول آلودہ ہوتا ہے، ان کو زیر زمین دفن کرنے کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ اسلامی شریعت میں مردہ جسم کو دفن کرنے کا حکم دیا گیا ہے، قرآن مجید میں مذکور قابیل وہابیل کے واقعہ (سورۂ مائدہ: ۳۱) سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ابتدائے کائنات ہی سے انسان کو دفن کرنے کا طریقہ سکھایا گیا ہے، اس حکم پر عمل کرنے کے بہت سارے فوائد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان فضائی آلودگی (Air polloution) سے محفوظ رہتا ہے (قرآن اور سائنس: ۳۰۱)۔

اس لئے علماء نے لاشوں خاص کر مقتولین کی لاشوں کو ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے، بلکہ خود حدیث پاک میں آپ ﷺ کا ارشاد منقول ہے: ''ادفنوا القتلى فی مصارعھم'' (رواہ اصحاب السنن الاربعۃ عن جابر بن عبد اللہ)۔

پھر اسلام نے جیسے مسلمانوں کی تدفین کا حکم دیا ہے، غیر مسلموں کی نعش کو بھی دفن کرنے کی ہدایت کی گئی ہے، چنانچہ معرکۂ بدر کے بعد صحابہ نے آپ ﷺ کے حکم سے ان کو قلیب بدر (بدر کے کنویں) میں دفن کرکے پاٹ دیا تھا، نیز یہود بنو قریظہ کے مقتولین کے لئے خندقیں کھودی گئیں، تاکہ انہیں ان کو ڈالکر دفن کردیا جائے، اور یہ سب کچھ جہاں تکریم میت کے پیش نظر تھا، وہاں دوسری طرف ماحولیات کا تحفظ بھی مقصود تھا (موسوعۃ الفقہ الاسلامی والقضایا المعاصرۃ ۱۲/ ۸۰۰)۔

پھر قابل غور بات یہ ہے کہ قرآن مجید نے ہابیل وقابیل کے واقعے (مائدہ: ۳۱) میں کوے کو زیر زمین دبانے کا ذکر کیا ہے، یہ گویا اس بات کا اشارہ ہے کہ انسانوں کے علاوہ دیگر مردہ جانداروں کو بھی یونہی نہ چھوڑ دینا چاہئے، کہ اس سے تعفن پھیلے بلکہ ان کو بھی مٹی کے نیچے دبا دینا چاہئے۔

اور اسی پر بس نہیں بلکہ جانداروں کے جسم کے دیگر اعضاء جن سے تعفن پھیل سکتا ہو اور آلودگی پیدا ہوتی ہو، ان کو بھی دفن کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اسی طرح حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ناک سے نکلنے والی آلائش کو دفن کرنے کا حکم فرمایا ہے (مجمع الزوائد ۸/ ۱۱۴)، اسی طرح فقہاء نے خواتین کو ماہواری کے زمانے کے آلودہ کپڑوں کو دفن کرنے کا حکم فرمایا ہے (مجلہ شاہراہ علم، فقہ المناسبات نمبر، ص/ ۱۶۲)۔

ان اسلامی ہدایات وتعلیمات کی روشنی میں یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ عید الاضحیٰ کے موقع پر اور اسکے علاوہ اوقات میں بھی جانوروں کی آنتوں، اوجھڑیوں اور دیگر ناقابل استعمال اجزاء کو راستوں یا پبلک مقامات پر ڈالنا، یہ ناجائز اور گناہ ہے، اسلئے کہ یہ فساد فی الارض میں شامل ہے، اور قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "کلوا واشربوا من رزق اللہ ولا تعثوا فی الأرض مفسدین" (سورۃ البقرۃ: ۶۰)۔

اور مسلم وغیر مسلم حکومت پر واجب ہے کہ وہ مردہ جانوروں کو زیر زمین دفن کرنے اور ان کی آلائشوں اور گندگیوں سے معاشرہ کو محفوظ رکھنے کا بھرپور معقول انتظام کرے۔

''وفی ھذہ الحال وجب علی الدولۃ المسلمۃ وغیر المسلمۃ تدارك الآفات وترسیم الاضرار بالقدر الممکن وإنقاذ الجرحی وعلاج المرض ودفن الموتی ومواراۃ الحیوانات المیتۃ تحت التراب ومنع انتشار الأوبئۃ والأمراض الخطیرۃ'' (موسوعۃ الفقہ الاسلامی والقضایا المعاصرۃ ۱۲/ ۷۹۸)۔

اور پھر عوام کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اپنے علاقوں، محلوں، شہروں اور گاؤں وغیرہ میں ماحولیاتی تحفظ کے سلسلے میں حکومت کا مکمل تعاون کریں، اور قربانی کے دنوں میں بطور خاص صفائی ستھرائی کا پورا پورا خیال رکھیں اور کوئی بھی ایسا اقدام نہ کریں، جس کی وجہ سے ماحول میں گندگی پھیلتی ہو، یہ ہر شخص کی ایسی دینی ذمہ داری ہے جس کی ادائیگی کے لئے بنیادی ضرورت توجہ کی ہے، یہ توجہ پیدا ہوجائے تو دیکھتے ہی دیکھتے ماحول سدھر سکتا ہے۔

۷۔ آج دودھ کی تھیلی سے لیکر غلے تک کے لئے پلاسٹک کا استعمال ہورہا ہے، بازار سے کوئی بھی سامان خریدیں وہ پلاسٹک کی تھیلیوں میں ملتا ہے، اگلی آج دنیا

میں پلاسٹک پیدا کرنے والا سب سے بڑا ملک ہے، چنانچہ اٹلی میں ایک کھرب پلاسٹک کی تھیلیوں کا ہر سال استعمال ہو رہا ہے، ایک اندازے کے مطابق صرف امریکہ میں ایک کروڑ پلاسٹک ردی کوڑے دانوں میں پہنچتی ہے، بشمول ہندوستان دنیا کے کئی ترقی پذیر ممالک میں پلاسٹک کی پیداوار نہایت تیزی سے بڑھ رہی ہے، آج پلاسٹک سے ضروریات زندگی کی اکثر چیزیں بنائی گئی ہیں، جو نہایت پرکشش بھی ہیں اور سستی بھی، ایسے سامان خاص طور سے باورچی خانوں کی زینت بڑھانے کے لئے استعمال ہو رہے ہیں، مثلاً نمک اور مسالے وغیرہ رکھنے کے ڈبے وغیرہ، آج پلاسٹک سے بنے سامان ہر شہر ہر قصبہ اور گاؤں میں بھی آسانی سے میسر ہیں، اس کی سب سے بڑی وجہ قیمت کا کم ہونا ہے، نئی نئی تحقیقات اور نئے نئے تجربات سے تو ایسا لگتا ہے کہ جلد ہی پلاسٹک کے ایسے مکان تیار ہو جائیں گے جن میں رات کو بسیرے کے بعد دن میں ان کو موڑ کر رکھا جاسکے گا۔

لیکن ماہرین ماحولیات کا کہنا ہے کہ پلاسٹک کی تھیلیاں اور سامان آسانی تو فراہم کرتے ہیں، لیکن انکا استعمال گویا ماحولیاتی مسائل کو بڑھاوا دیتا ہے، آج پلاسٹک کے استعمال سے پیدا شدہ ماحولیاتی مسائل کا اندازہ لگانا دشوار ہے، یہ کینسر سمیت کئی دیگر امراض کی وجہ بن سکتی ہیں اور بنی ہیں، چنانچہ ۱۹۷۴ء میں پی، وی، سی بنانے والے ایک پلاسٹک کارخانے کے کئی درجن مزدور ایک جان لیوا مرض ''جگر کے کینسر'' (Lever Cancer) کی زد میں آگئے تھے۔

دراصل پلاسٹک مختلف قسم کے کیمیا (Chemicals) سے مل کر بنائے جاتے ہیں، پلاسٹک کی سختی اور لچیلے پن کی بنیاد پر کئی چیزیں اسمیں ملائی جاتی ہیں، جن میں ملائی جانے والی کیمیاوی اشیاء کی مقدار کی نہ کوئی جانچ ہوتی ہے نہ صارفین کو کسی طرح اس کا علم ہوتا ہے۔

پھر پلاسٹک اور پولی تھین قدرتی طور پر بالکل ہی سڑتا گلتا نہیں ہے، دوسری گندگیوں کے ساتھ مل کر یہ کئی اقسام کے زہر بناتا ہے، اور مٹی کو (Loose) کرتا رہتا ہے، ساتھ ہی آس پاس کی زرخیزی کو بالکل ختم کر دیتا ہے۔

پھر یہ پلاسٹک کی تھیلیاں پانی کے بہاؤ میں بھی رخنہ اور مویشیوں کی صحت کے لئے بھی مضر ہیں، چنانچہ انہی مفاسد کے پیش نظر دنیا کے کئی ملکوں میں پلاسٹک کو ختم کرنے کے طریقے ڈھونڈھے جارہے ہیں (ماحولیات از: محمد شمس الحق، ص/ ۱۹۸۔ ۲۵۲)۔

الغرض پولی تھین اور پلاسٹک سے بنی اشیاء آسان، سستی اور خوشنما ہونے کے باوجود چونکہ ماحول کے لئے بڑا خطرہ ہیں، اس لئے بقاعدہ مشہورہ ''درء المفاسد أولی من جلب المنافع'' (الاشباہ والنظائر) پلاسٹک کی تھیلی، بوتل، ڈبے لینے سے حتی الامکان گریز کرنا چاہئے، چنانچہ قرآن کریم میں باری تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: "ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة وأحسنوا إن الله يحب المحسنين" (سورۂ بقرہ: ۱۹۵) نیز کوشش یہ ہونی چاہئے کہ کاغذ یا گتے کی پیکنگ کا سامان لیں، تاکہ یہ اشیاء یا تو تحلیل ہوسکیں یا پھر دوبارہ استعمال (Recycle) ہو جائیں۔

اور خطباء اور علماء کو چاہئے کہ وہ لوگوں کو اسکے مضرات سے تحریراً و تقریراً آگاہ کریں اور حکومتوں کو بھی چاہئے کہ وہ بتدریج ایسی مضر صحت اشیاء کو قانوناً ممنوع قرار دیں۔

۸۔ تمباکو (جسے انگریزی میں (Tobacco) اور عربی میں ''تبغ''، دخان، تمباک، تنباک، طباق، طابہ اور تتن وغیرہ کہا جاتا ہے) مشہور پودا ہے، جس کے پتے بیضوی شکل کے ہوتے اور کھردرے ہوتے ہیں، بو تند و تیز اور ذائقہ تلخ اور خراش دار ہوتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ تمباکو کی ابتدا امریکہ کی سرزمین سے ہوئی اور اس وقت تقریباً سو ممالک میں تمباکو کی باضابطہ کاشت کی جاتی ہے، چین اور امریکا کے بعد تمباکو کی سب سے زیادہ کاشت ہمارے ملک ہندوستان میں ہوتی ہے، اور حکومت کو تمباکو کے ٹیکس سے سالانہ ایک ارب پچاس کروڑ ڈالر ملتے ہیں، ایک اندازے کے مطابق ۱۵ / لاکھ کسان تمباکو اگاتے ہیں، دس لاکھ تمباکو فارم ہیں، جس میں پچاس ہزار افراد کام کرتے ہیں، اور ہمارے ملک میں تقریباً ۵۲ / کروڑ کیلوگرام تمباکو پیدا کیا جاتا ہے۔

تمباکو کی تقریباً ساٹھ قسمیں ہیں، لیکن برصغیر میں چار قسم کے تمباکو مشہور و معروف ہیں۔

تمباکو کے استعمال کے مختلف طریقے ہیں:

(۱) منہ میں رکھ کر اسے چباتے رہنا: - یہ سب سے گھناؤنا طریقہ ہے اور سب سے زیادہ مضر بھی ہے؛ کیونکہ تمباکو کا اثر انتڑیوں میں بسرعت شامل

ہوجاتا ہے، اور اعصاب پر اس کا بہت شدید اثر پڑتا ہے، خواہ تمباکو کو پان میں رکھ کر استعمال کیا جائے، یا بغیر پان کے، دونوں کے نقصان یکساں ہیں، یہ طریقۂ استعمال برصغیر میں بہت مقبول ہے۔

(۲) سونگھ کر استعمال کرنا:۔ یعنی نسوار کو پاؤڈر کی شکل میں تیار کیا جاتا ہے، اور اسمیں نشاط انگیز دوسرے اجزاء کی آمیزش کی جاتی ہے، ناک کے ذریعہ اوپر کو کھینچا جاتا ہے، یہ طریقۂ استعمال بھی صحت کے لئے مضر ہے؛ کیونکہ اس سے بھی زہریلے اجزاء ناک کے ذریعہ جسم میں داخل ہوتے ہیں، پہلے یہ طریقۂ استعمال بہت رائج تھا، لیکن اب اس طریقۂ استعمال کی مقبولیت کم ہوگئی ہے۔

(۳) حقہ کے ذریعہ بھی تمباکو نوشی بہت کثرت سے کی جاتی ہے، اور یہ طریقۂ استعمال بعض عرب ملکوں میں بھی بہت مقبول ہے، ماضی میں برصغیر کے سلاطین ونوابوں نے بڑے تزک واحتشام سے اسے استعمال کیا ہے، اور ہنوز عوام میں اسے مقبولیت حاصل ہے۔

(۴) گل کی شکل میں:۔ تمباکو کو پوری طرح باریک پیس کر پاؤڈر کی شکل میں تیار کیا جاتا ہے، جسے منجن کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

(۵) سگریٹ اور بیڑی کی شکل میں تمباکو سب سے زیادہ استعمال ہوتا ہے، اور عالمی سطح پر یہی طریقہ مقبول اور رائج ہے، رپورٹوں کے مطابق عالمی سطح پر تمباکو ۹۰% سگریٹ کے ذریعہ استعمال کیا جاتا ہے۔

تمباکو کا حکم: عہد نبوی اور قرون اولی میں اسلامی معاشرہ تمباکو سے نا آشنا تھا، جس کی وجہ سے قرآن وحدیث اور آثار صحابہ وتابعین اور اقوال ائمہ مجتہدین میں اسکی حلت وحرمت کے بارے میں کوئی صراحت موجود نہیں ہے، لیکن دسویں صدی ہجری کے اواخر اور گیارہویں صدی کے اوائل میں اس کا وجود اسلامی معاشرہ میں ہوا، اس وقت سے اہل علم خصوصاً فقہائے مجتہدین نے اسکا حکم شرعی واضح کرنے کی کوشش کی، اور اس سلسلے میں رسالے تالیف کئے، اور یہ سلسلہ تاحال جاری ہے، تقریباً پچاس سے زائد مستقل رسائل کا ذکر ملتا ہے، ان میں سے ابن علان صدیقی کا رسالہ "اعلام الاخوان بتحریم الدخان" اور شیخ محمد سندھی کا رسالہ "تحفۃ الاخوان فی منع شرب الدخان" اور عبد الرحمن الاہدل الیمنی کا "تحفۃ النساک فی شرب التنباک" اور ابوالحسنات فرنگی محلی کا "ترویح الجنان بتشریح حکم شرب الدخان" اور شیخ الاسلام بیری زادہ کا "رفع الالتباس فی حکم تعاطی شجرۃ التنباک" اور محمد مرتضی زبیدی کا "ھدیۃ الاخوان فی شجرۃ الدخان" وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

اور بہت سے فقہاء نے اپنی فقہی کتابوں یا کتب فتاوی میں اس کی شرعی حیثیت واضح کی، جن کی ایک لمبی فہرست ہے۔

چنانچہ تمباکو کی شرعی حیثیت کے سلسلے میں کل تین اقوال ملتے ہیں:

قول اول: اباحت۔ یعنی تمباکو نوشی مباح ہے، اس قول کے قائلین میں شیخ عبدالغنی نابلسی، مولانا عبدالحی لکھنوی وغیرہ شامل ہیں، اور اکثر علمائے ہند وپاک کا یہی رجحان تھا، وہ زیادہ سے زیادہ تمباکو کے استعمال پر کراہت تنزیہی یا خلاف اولی کا حکم لگاتے ہیں، یعنی اس کا ترک اس کے استعمال سے اچھا ہے، علمائے مالکیہ میں سے شیخ علی الاجہوری المصری، شیخ احمد مالکی اور ابوالعباس سوڈان وغیرہ کا بھی یہی رجحان تھا، علمائے شافعیہ میں سے عبدالقادر طبری محمد بن احمد شوبری، علی زیادۃ، اور عبدالرؤف مشاوی کا میلان بھی اسی طرف ہے، علماء حنابلہ میں سے مرعی بن یوسف مقدسی، مصطفی سیوطی اور حسن بن مصطفی وغیرہ اباحت دخان کے قائل ہیں، مشہور یمنی عالم علامہ شوکانی نے بھی اسکی پرزور حمایت کی ہے۔

قول ثانی: حرمت۔ علمائے احناف میں سے ابوالحسن مصری، محمد عینی، احمد رومی، حسن بن عمار شرنبلالی مصری، محمد عبدالعظیم مکی، احمد حلبی، محمد حیات مدنی، علامہ حصکفی، چنانچہ ملتقی الابحر کی شرح "الدر المنتقی" (۲/۵۷۲) میں کتاب الاشربہ کے آخر میں تمباکو کی حرمت کے سلسلے میں علامہ حصکفی نے لکھا ہے

"وكذا تحرم حوزة الطيب وكذا التتن الذي شاع في زماننا ولاسيما بعد نهي ولي الامر نصره الله".

صاحب مظاہر حق نواب قطب الدین خان دہلوی وغیرہ نے اور فقہائے مالکیہ میں سے اکثر حضرات مثلاً برہان الدین لقانی مصری، محمود خطاب سبکی ازہری شیخ محمد بن جعفر کتانی اور ابوالعباس مرسی وغیرہ، اور علمائے شافعیہ میں محمد علی بن علاف صدیقی صاحب دلیل الفالحین، نجم الدین غزی اور ابوبکر اہدل وغیرہ، اور علمائے حنابلہ میں سے شیخ عبدالرحمن بہوتی، شیخ احمد سنبوری، احمد بن مفلح دمشقی، شیخ عبدالرحمن بن ناصر سعدی، شیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخ، شیخ عبد العزیز بن باز، شیخ محمد بن صالح عثیمین، شیخ ابوبکر جزائری، شیخ حمود بن عبداللہ التویجری اور برصغیر کے سلفی علماء میں سے مولانا نذیر حسین دہلوی

مولانا ثناء اللہ امرتسری، عبد الرحمن مبارکپوری صاحب تحفۃ الاحوذی وغیرہ کا رجحان یہی ہے۔

عصر حاضر میں عرب علماء کا عمومی رجحان یہی ہے، یہی وجہ ہے کہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں بتاریخ ۲۷۔ ۳۰/ جمادی الاولی ۱۴۰۲ھ مطابق ۲۲۔ ۲۵/ مارچ ۱۹۸۲ء انسداد منشیات پر عالمی کانفرنس منعقد ہوئی تھی تو علماء کرام نے متفقہ طور پر تمباکو کے استعمال کو حرام قرار دیا تھا (تمباکو اور اسلام، از: ص ۱۴/ تا ۱۷، تمباکو نوشی مضر صحت، ص/ ۲۷)۔

قول ثالث: مکروہ تحریمی- شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کا یہی رجحان ہے، اور "تمباکو اور اسلام" کے مصنف شیخ حفظ الرحمن اعظمی ندوی نے اس قول کو راجح قرار دیا ہے، اور کہا: یہی قول اعدل الاقوال ہے۔

دکتور وہبہ زحیلی کا بھی یہی رجحان معلوم ہوتا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"والواقع لا تقل مرتبة التدخين عن الكراهة أو الكراهة التحريمية "۔

دلائل اباحت اوران کے جوابات:

اباحت کے قائلین فقہی قاعدہ "الأصل في الأشياء الإباحة" سے استدلال کرتے ہیں، حالانکہ اس قاعدہ کے بارے میں خود اصولیوں کا اتفاق نہیں بلکہ اس میں کافی اختلاف ہے کہ آیا اصل اشیاء میں حرمت ہے یا اباحت یا توقف؟۔

صحیح یہ ہے کہ اباحت کا حکم غیر مضر اشیاء کے ساتھ خاص ہے اگر شئ مضر ہے تو مباح نہیں، جیسا کہ عبد الرؤف نے شرح جامع الصغیر (ج:۲/ص:۵۰۱) میں تحریر فرمایا ہے:

" وفيه أن الأصل المضار... التحريم ذكره الامام الرازى وأما المنافع فالأصل فيها الإباحة لآية خلق لكم ما في الأرض جميعا "۔

تمباکو کو جائز کہنے والوں کی سب سے حیرت انگیز دلیل یہ ہے کہ تمباکو مضر شئ نہیں ہے، حالانکہ اسکا مضر ہونا اظہر من الشمس ہے، جو سالانہ کم از کم ۳۰/ لاکھ افراد کو موت کی میٹھی نیند سلا دیتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

غالباً اس وقت تمباکو کے مضرات پر تحقیقات منظر عام پر نہ آنے کی وجہ سے اباحت کا قول کیا گیا تھا۔

دلائل حرمت وکراہت تحریمی:

شیخ محمد بن جعفر کتانی نے اپنی کتاب میں اسکی حرمت پر سترہ (۱۷) دلائل پیش کئے ہیں، جن کی بہت عمدہ تلخیص دکتور وہبہ زحیلی نے ذکر کی ہے، اور بہت سے علماء نے مزید دلائل فراہم کئے ہیں، ان میں بطور نمونہ چند دلائل کا اختصار سے ذکر کیا جاتا ہے:

(۱) قرآن مجید نے حلال وحرام سے متعلق ایک بنیادی اصول یہ بتلایا ہے کہ پاکیزہ وطیب چیزیں حلال اور خبیث حرام ہیں، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:

"ويحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث"۔

اور خبائث ایسی چیز کو کہا جاتا ہے: "ما تتخبثه الطبائع السليمة وتتنفر منه"، جس کو سلیم طبیعتیں ناپسند کرتی ہوں اور اس سے گھن اور نفرت محسوس کرتی ہوں، اور یہ بات ظاہر ہے کہ تمباکو کی ہر صورت شریف انسان کی نگاہ میں نہایت ناپسندیدہ اور مذموم ہے۔

(۲) اسلامی شریعت کا عام قاعدہ ہے کہ مسلمان کے لئے کسی ایسی چیز کا کھانا پینا جائز نہیں جو اسے فوراً یا آہستہ ہلاک کردے، مثلاً ہر قسم کا زہر اور کوئی مضر چیز، اس طرح بکثرت کھانا پینا بھی جائز نہیں کہ بسیار خوری کے نتیجے میں بیمار پڑ جائے، اس لئے کہ اسکی جان، مال، صحت اور اللہ کی ساری نعمتیں اسکے یہاں امانت ہوتی ہیں، لہذا ان کا ضائع کرنا جائز نہیں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "اپنے آپ کو قتل نہ کرو، یقیناً اللہ تم پر مہربان ہے"، اور دوسری جگہ ارشاد باری تعالی ہے: "اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو"۔

اور تمباکو خواہ کسی صورت میں ہو صحت کے لئے سخت نقصان دہ اور مضرت رساں ہے، اسکی وجہ سے مردانہ طاقت، دل اور نگاہ کمزور، اور اس سے پٹھوں

میں کھینچاؤ پیدا ہوتا ہے، کھانے کی خواہش ختم ہو جاتی ہے، تمباکو کے تفصیلی مطالعے سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ تمباکو کے اندر ۲۵۰/ زہریلے مادے موجود ہیں، ان میں سب سے بنیادی زہر نیکوٹین ہے، اسکا سب سے برا اثر دل کی حرکت اور ہائی بلڈ پریشر کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے، اسکے علاوہ ''السر'' معدے کا زخم وغیرہ۔

الغرض تمباکو بھی مہلک زہر ہے، لیکن فوری طور پر اثر نہیں کرتا، بلکہ سست رفتار زہر ہے، اسی لئے اس کو Slow poison کہا جاتا ہے، اسلئے تمباکو کا استعمال خودکشی ہے، جو مذکورہ بالا نصوص کی روشنی میں ناجائز ہے، اور جو زہر کھا کر خودکشی کرے گا، اسکی سزا حدیث پاک میں اسطرح بیان کی گئی ہے: ''جس نے زہر پی کر اپنے کو قتل کیا وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم کی آگ میں زہر پیتا رہے گا''۔

(۳) تمباکو نوشی سے انسان کا کوئی فائدہ نہیں ہے، نہ اس سے بھوک دور ہو سکتی ہے، نہ اس سے دل و دماغ کو جلا حاصل ہوتی ہے، اور نہ کسی حصۂ جسم کو اس سے کوئی نفع پہنچتا ہے، بلکہ سرتاسر مضر ہے، تو اس پر مال خرچ کرنا یقیناً فضول خرچی میں داخل ہے، اور اللہ تعالی نے فضول خرچی کو منع فرمایا ہے: "ولا تسرفوا" بلکہ فضول خرچی کرنے والے کو شیطان کا بھائی قرار دیا ہے: "إن المبذرين كانوا اخوان الشياطين"۔

نیز تمباکو پر مال خرچ کرنا مال کو ضائع کرنا ہے اور وہ ممنوع و مکروہ ہے، چنانچہ مسلم نے حضرت مغیرہ بن شعبہ سے مرفوع روایت نقل کی ہے:

''إن الله عز وجل حرم عليكم عقوق الأمهات ووأد البنات ومنعا وهات وكره لكم ثلاثا : قيل وقال وكثرة السؤال وإضاعة المال''۔

(۴) جب تمباکو نوش تمباکو کا استعمال کثرت سے کرے یا ایک عرصہ تک چھوڑ رکھنے کے بعد دوبارہ اسکا استعمال کرے تو اسکے نشہ آور ہونے کا پتہ چلتا ہے، اگر اس وقت بھی استعمال نہ کرے تو اس سے اعضاء لاغر اور بدن سست پڑنے لگتا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایسی چیز سے منع فرمایا ہے جو انسان کو نشہ میں مبتلا کرنے والی یا اسکے جسم کو کمزور کرنے والی ہے، چنانچہ امام احمدؒ نے اپنی مسند اور ابوداؤد نے حضرت ام سلمۃ والی روایت مرفوعا بیان کی ہے: ''نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن كل مسكر ومفتر''۔

(۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چیزوں سے بھی منع فرمایا ہے جو مضرت رساں ہوں، خواہ اس کی ذات کے لئے یا دوسروں کے لئے: ''لا ضرر ولا ضرار''، اور ضرر پہنچانا اپنی تمام صورتوں کے ساتھ ناجائز اور حرام ہے، اور تمباکو اور سگریٹ خود استعمال کرنے والے کے لئے تو مضر ہے ہی دوسرے انسانوں کے لئے بھی اسکا دھواں باعث ایذا ہے، بالخصوص نماز اور دیگر اجتماعات کے وقت، اور ایذائے مسلم حرام ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''من آذى مسلما فقد آذاني ومن آذاني فقد آذى الله''۔

نیز ارشاد نبوی ہے: ''من أكل ثوما أو بصلا فليعتزل وليعتزل مسجدنا وليقعد في بيته'' (التفسير الوجيز، ص/ ۱۷۱)

اور ظاہر ہے کہ تمباکو کی بدبو لہسن اور پیاز سے کم ناپسندیدہ نہیں۔

علاوہ ازیں تمباکو کی بدبو ملائکہ حفظہ اور کراما کاتبین کے لئے بھی موذی ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے:

''إن الملائكة تتأذى مما يتأذى منه الناس'' (مسلم، كتاب المساجد، حديث نمبر: ۵۶۴)۔

(۶) تمباکو نوشی عبث اور لہو ہے جو حنفیہ کے نزدیک حرام ہے (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۶ / ۱۱۵)۔

مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں تمباکو کی مصنوعات اور اسکے استعمال کے جملے طریقوں کو یوں تو حرام ہونا چاہئے، لیکن اگر از راہ احتیاط حرام نہ کہا جائے تو یہ مکروہ تحریمی اور اور قریب بہ حرام ضرور ہیں، مسلمانوں کا مذہبی اور اخلاقی فریضہ نیز ایک محب وطن شہری ہونے کا تقاضا ہے کہ وہ سماج میں رائے عامہ کو بیدار کریں، اور کوشش کریں کہ لوگ رضاکارانہ طور پر تمباکو سے اجتناب کریں، اور سیاسی سطح پر بھی سعی کی جائے کہ حکومت عوامی مفاد کو پیش نظر رکھتے ہوئے تمباکو کے جملہ استعمالات پر پابندی لگائے اور اسکی خرید و فروخت کو بالکل ممنوع قرار دے (شاہراہ علم، فقہ المناسبات نمبر، ص/ ۱۶۷)۔

اور قانوناً جن مقامات پر سگریٹ نوشی وغیرہ کی ممانعت ہو وہاں سگریٹ وغیرہ پینا شرعاً ممنوع ہے، اس لئے کہ ماقبل میں گذر چکا کہ جو قوانین حکومت وغیرہ کی طرف سے عمومی مصلحت کے لئے بنائے جائیں ان کی پابندی "أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم" میں شامل ہونے کی وجہ

سے شرعاً واجب اور اس کی خلاف ورزی ناجائز ہوتی ہے۔

۹۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات اور نظام زندگی ہے، جو تمام شعبہائے زندگی میں انسانوں کی مکمل رہنمائی کرتا ہے، من جملہ ان کے طہارت ونظافت بھی ہے، یعنی پاکی اور صفائی بھی، چنانچہ اسلام نے ہمیں ظاہری صفائی ستھرائی (نظافت) اور طہارت (پاکی) کے بھی مفصل احکام دیئے ہیں۔

چنانچہ قرآن کریم میں تقریباً تیس آیتیں براہ راست طہارت سے متعلق ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ نے مطہرین کی مدح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"إن الله يحب التوابين ويحب المتطهرين" (بقرہ: ۲۲۲)، اور اہل قباء جو استنجاء بالماء والحجر کو جمع کرتے تھے، ان کے بارے میں فرمایا:

"فيه رجال يحبون أن يتطهروا والله يحب المطهرين" (توبہ: ۱۰۸)، اور غسل کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے: "وإن كنتم جنبا فاطهروا" (سورۂ مائدہ: ۶)، اور فریضۂ وضو اور غسل کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا: "ما يريد الله ليجعل عليكم من حرج ولكن يريد ليطهركم" (سورۂ مائدہ: ۶)، طہارت ثوب کے بارے میں فرمایا: "وثيابك فطهر" (سورۂ مدثر: ۴)، مس مصحف کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے: "لا يمسه الا المطهرون" (سورۂ واقعہ: ۷۹) وغیرہ وغیرہ (موسوعۃ الفقہ الاسلامی والقضایا المعاصرۃ ۱۲ / ۷۹۳ - ۸۱۰)۔

اور حدیث پاک میں طہارت کو ایمان کا آدھا حصہ قرار دیا گیا: "الطهور شطر الايمان" (صحیح مسلم ۱ / ۱۱۸) بلکہ ہماری ہر دینی تعلیم کا آغاز ہی طہارت سے ہوتا ہے۔

نیز اسلام نے ہر جگہ ہر وقت ہر حال میں نظافت اور صفائی ستھرائی کا حکم دیا ہے، نظافت بیوت کے بارے میں ارشاد نبوی ہے:

"إن الله طيب يحب الطيب نظيف يحب النظافة كريم يحب الكرم جواد يحب الجود، فنظفوا أفنيتكم ولا تشبهوا باليهود" (رواه الترمذي عن سعد)۔

اور ایک روایت میں لفظ ہے: "نظفوا أفناء كم وساحاتكم ولا تشبهوا باليهود" وغیرہ (موسوعۃ الفقہ الاسلامی والقضایا المعاصرۃ ۱۲ / ۷۹۲ - ۸۱۲)

لہٰذا کوئی بھی ایسا اقدام جائز نہیں ہے، جس کی وجہ سے ماحول میں گندگی پھیلتی ہو، اور انسانی سماج کے لئے روحانی یا جسمانی لحاظ سے مضرت رساں ہو۔

متعدد احادیث میں تکلیف دینے والی چیزوں کو راستے سے ہٹانے کی فضیلت واہمیت اور راستوں میں تکلیف دینے والی چیزوں کے ڈالنے پر وعیدیں مذکور ہیں، مثلاً ایک مشہور حدیث ہے:

"الإيمان بضع وسبعون شعبة فأفضلها قول لا إله إلا الله وأدناها إماطة الأذى عن الطريق والحياء شعبة من الإيمان" (بخاری و مسلم)۔

اس ارشاد نبوی کی روشنی میں مؤمن کا کام تو یہ ہے کہ اگر کسی دوسرے شخص نے بھی کوئی گندگی پھیلائی ہے اور اندیشہ ہے کہ لوگوں کو اس سے تکلیف پہنچے گی تو وہ خود اسے دور کرے نہ یہ کہ خود گندگی پھیلاتا پھرے، اگر گندگی دور کرنا ایمان کا شعبہ ہے تو گندگی پھیلانا ظاہر ہے کہ بے ایمانی کا شعبہ ہوگا، معلوم ہوا کہ راستے میں تکلیف دہ چیزیں ڈالنا ایمان کے تقاضے کے خلاف ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ "راستے سے تکلیف دینے والی چیز کو ہٹا دینا صدقہ ہے" (مشکوۃ ۱ / ۱۶۹)، نیز حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے اوپر میری امت کے اچھے اور برے اعمال پیش کئے گئے تو میری امت کے اعمال میں سے بہترین چیز جس کو میں نے پایا وہ راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا (رواہ مسلم، مشکوۃ ۱ / ۶۹)، ایک اور حدیث میں ہے: "جو شخص مسلمانوں کو راستے کے متعلق کوئی تکلیف پہنچائے، اس شخص پر مسلمانوں کی لعنت ثابت ہوگی (طبرانی کبیر باسناد حسن عن حذیفۃ بن اسد بحوالہ موسوعۃ الفقہ الاسلامی ۱۲ / ۷۹۵)۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میں نے جنت میں ایک مرد کو پھرتے ہوئے دیکھا اور وہ جنت میں اس وجہ سے داخل کیا گیا کہ اس نے راستے سے لوگوں کو تکلیف دینے والا درخت کاٹ دیا تھا" (مسلم ۲ / ۳۲۸)۔

علاوہ ازیں ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو برزہ الاسلمیؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ مجھے کوئی ایسی چیز سکھا دیجئے جو میرے لئے نافع ہو، آپ ﷺ نے فرمایا: "تم لوگوں کے راستے سے تکلیف دینے والی چیزوں کو ہٹا دیا کرو" (حوالہ بالا)۔

راستوں کے متعلق تکلیف پہنچانے کی متعدد صورتیں ہیں، جو گناہ ہیں، مگر ان میں سے فقط سوالنامہ میں مذکور صورتوں کا ذکر کیا جاتا ہے:

(۱) پبلک مقامات پر قضائے حاجت کرنا:

اسلام میں ایسی جگہوں پر قضائے حاجت کرنا (پیشاب پاخانہ کرنا) ممنوع ہے، جہاں قضاء حاجت کرنے کی وجہ سے لوگوں کو تکلیف ہو، اس کے لئے تکدر کا باعث بنے اور لوگ ایسے شخص پر لعنت کریں مثلاً سایہ دار درخت کے نیچے، سڑکوں کے کنارے وغیرہ، چنانچہ حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اتقوا اللاعنین" دو سبب لعنت سے بچو، صحابہ نے عرض کیا کہ وہ دونوں چیزیں کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"الذی یتخلی فی طریق الناس أو فی ظلھم" (مرقاۃ المفاتیح ۱/ ۳۵۱)۔

یعنی وہ شخص جو لوگوں کے راستے یا ان کے سایہ حاصل کرنے کی جگہ میں پاخانہ کرے

اور ایک روایت میں، بہت سخت وعید وارد ہوئی ہے، چنانچہ طبرانی نے معجم اوسط میں اور بیہقی وغیرہ نے ابوہریرہ سے نقل کیا ہے:

"من سلّ سخیمۃ علی طریق من طرق المسلمین فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس أجمعین" سخیمۃ کے معنی غائط یعنی پاخانہ ہے (حاشیۃ موسوعۃ الفقہ الاسلامی والقضایا المعاصرۃ ۱۲/ ۷۹۵)۔

علماء نے لکھا ہے کہ چھوٹے بچوں کو پاخانہ کرنے کے لئے راستہ میں بٹھانا بھی جائز نہیں ہے، اور اس کا گناہ بٹھانے والے کو ہوگا، اسی طرح بھینسوں کا پیشاب بھی راستے سے نکالنا جائز نہیں (راستوں کے بارے میں اسلامی تعلیمات، از: مفتی آدم بھیلونی، ص: ۹)۔

(۲) عوامی مقامات مثلاً ریلوے اسٹیشن، بس اسٹینڈ وغیرہ پر پیشاب کرنا:

اس کا حکم بھی مذکورہ بالا کلام سے واضح ہے، البتہ ایک خاص بات یہ ہے کہ پیشاب سے احتراز فقط دوسرے لوگوں کے اعتبار سے ہی نہیں، بلکہ خود پیشاب کرنے والے کے اعتبار سے بھی مطلوب ہے، اس لئے کہ عام طور سے ایسے مقامات پر کھڑے کھڑے پیشاب کرنے کی وجہ سے پیشاب کے قطروں سے بچنا ممکن نہیں ہوتا، جو عذاب قبر کا سبب ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"عامۃ عذاب القبر من البول فاستنزھوا من البول" (رواہ البزار والطبرانی فی الکبیر عن ابن عباس. بحوالہ موسوعۃ الفقہ الاسلامی ۱۲/ ۷۹۶)۔

(۳) گندہ پانی اور فضلات کھلی نالیوں اور گلیوں میں بہا دینا:

چنانچہ بعض لوگ گٹر وغیرہ کا گندہ پانی بلا تکلف راستوں میں چھوڑ دیتے ہیں، اسی طرح بعض لوگ چھت کے پرنالے سے پانی گراتے ہیں جس کی وجہ سے نیچے لوگ پریشان ہوجاتے ہیں، اور بعض لوگ بیت الخلاء کی نجاست جمع کرنے کے لئے گٹر کا کھڈا راستہ پر کھود دیتے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔

ظاہر ہے کہ مذکورہ بالا نصوص (مثلاً "من اذی المسلمین فی طریقھم وجبت علیھم لعنتھم" رواہ الطبرانی فی الکبیر باسناد حسن عن حذیفہ بن اسید وغیرہ) کی روشنی میں یہ تمام صورتیں ناجائز اور بالکل ممنوع ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ کہ ایسے عوامی اور پبلک مقامات جو لوگوں کے اٹھنے بیٹھنے کے ہوں، سیر سپاٹے اور تفریح کے ہوں، سردیوں میں دھوپ کھانے، گرمیوں میں سایے اور ہوا خوری کے ہوں، راستے اور سڑکیں ہوں، پانی پینے، کپڑا دھونے یا ندی پار کرنے کے گھاٹ ہوں، ان مقامات کو نجاستوں سے آلودہ نہیں کرنا چاہئے، ایسی جگہوں پر پیشاب و پاخانہ کرنا ممنوع اور ناجائز ہے۔

۱۰۔ بہت سے لوگ راستوں پر تھوکتے ہیں، نیز پان کی پچکاری مارتے ہیں، ناک صاف کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ، یہ تمام چیزیں راستے کو گندہ کرنے والی اور گذرنے والے کو تکلیف دینے والی ہیں، خاص طور سے جب کہ تھوکنے والے نے کوئی نقصان دہ چیز کھا رکھی ہو، حالانکہ ماحول کے تحفظ کے سلسلے میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بنیادی حکم یہ ہے کہ گندگی پھیلانے سے پرہیز کیا جائے، خاص طور پر پبلک مقامات کو گندگی سے بچایا جائے، اور پبلک مقام کی جامع شکل عہد نبوی میں مسجد تھی (عصر حاضر میں اسوۂ رسول کی معنویت، ص/ ۷۶)۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ شریعت اسلامیہ میں مساجد کی تطہیر وتنظیف کی بڑی اہمیت ہے، تطہیر کا مطلب یہ ہے کہ مسجد کو نجس چیزوں سے پاک رکھا جائے، چنانچہ بول اعرابی فی المسجد کے واقعے (سنن ترمذی ۱/ ۴۰-۴۱) میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسجد کی تطہیر کا اہتمام فرمانا مصرح ہے، نیز ارشاد نبوی ہے:

''جنبوا مساجدكم صبيانكم ومجانينكم '' (سنن ابن ماجة، باب ما يكره في المسجد، ص/ ۵۴)

اور حدیث کے آخر میں ارشاد ہے: ''واتخذوا على أبوابها المطاهر وجمروها في الجمع ''.

اور ادخال میت فی المسجد کی کراہت کی وجہ بھی یہی ہے۔

تنظیف کا مطلب یہ ہے کہ گندگی، میلی کچیلی چیزوں اور طبع سلیم پر ناگوار اشیاء سے مسجد کو صاف رکھنا، جیسے تھوک، بلغم، ناک کی ریزش اور کوڑا کرکٹ وغیرہ، چنانچہ حدیث میں ہے:

''أمر النبي ﷺ ببناء المساجد في الدور وإن تنظف وتطيب '' (ترمذى، باب ماذكر في تطييب المساجد)

اور نہ صرف یہ کہ امر فرمایا، بلکہ آپ عملاً بھی اس کا اہتمام فرماتے تھے، چنانچہ بخاری شریف میں حضرت انس کی روایت میں ہے:

'' ان النبي ﷺ رأى نخامة (اى البلغم) في القبلة فشق ذلك عليه حتى رؤى في وجهه فقام فحكه بيده '' (بخارى، باب حك البزاق باليد من المسجد ۱/ ۵۸)

اور بخاری ہی کی دوسری روایت میں ہے: '' أن رسول الله صلى الله عليه وسلم رأى نخامة في المسجد فتناول حصاة فحتها '' (بخارى، باب حك المخاط بالحصى من المسجد ۱/ ۵۸- ۵۹)

نیز حضرت انس سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: '' البزاق في المسجد خطيئة وكفارتها دفنها '' (بخارى، رقم :۴۱۵، مسلم، رقم:۱۲۰۵ ابوداؤد، رقم:۴۷۴، ترمذى، رقم ۵۷۲، نسائى، رقم:۷۲۴)۔

مذکورہ بالا روایات سے معلوم ہوگیا کہ مسجد میں تھوکنا ممنوع ہے، تو پبلک مقامات اور سڑکوں پر تھوکنے کا حکم بھی معلوم ہوگیا، اس لئے کہ پبلک مقام کی جامع شکل عہد نبوی میں مسجد تھی، لہذا علت اذی کے اشتراک کی وجہ سے سڑکوں اور پبلک مقامات پر تھوکنا بھی ممنوع ہوگا۔

مذکورہ بالا مضرات کی وجہ سے بعض ملکوں میں سڑک اور عوامی مقامات پر تھوکنے سے قانوناً منع کیا جاتا ہے، اور بہت سے عوامی مقامات پر تھوک دان بنادئے گئے ہیں، تو ایسے امور کے سلسلے میں حکومت یا متعلقہ ادارہ کی ہدایت پر عمل کرنا واجب ہوگا۔

چنانچہ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے لکھا ہے کہ: ''میرے والد ماجد صاحب حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ وعدہ صرف زبانی نہیں ہوتا، بلکہ وعدہ عملی بھی ہوتا ہے، مثلاً ایک شخص ایک ملک میں بطور باشندے کے رہتا ہے، تو وہ شخص عملاً اس حکومت سے وعدہ کرتا ہے کہ میں آپ کے ملک کے قوانین کی پابندی کروں گا، لہذا اب اس شخص پر وعدہ کی پابندی واجب ہے، جب تک اس ملک کا قانون اس کو کسی گناہ پر مجبور نہ کرے، اسلئے کہ اس کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف ارشاد ہے: ''لاطاعة لمخلوق في معصية الخالق '' (اصلاحی خطبات ج: ۳/ص: ۱۶۸)۔

۱۱۔ ہمارے ماحول کا ایک اہم جز شعائیں (Radiation) ہیں، ان میں وہ قدرتی شعائیں بھی شامل ہیں جو سورج سے خارج ہوتی ہیں، اور وہ مصنوعی بھی، جو ہمارے ایٹمی بجلی گھروں اور ان شعاعوں کو استعمال کرنے والی مشینوں مثلاً ایکسرے مشین، ایم-آر-آئی، وغیرہ، نیز بجلی سے چلنے والے سامان خصوصاً ریفریجریٹر، ٹیلی ویژن، واشنگ مشین، اودن (Oven)، کمپیوٹر، میوزک سسٹم، بجلی کے بلب، پنکھے، موبائل فون اور ان کے چارجر، گرائنڈر ٹوسٹر، مکسر وغیرہ سے نکلتی ہیں۔

اسپتالوں اور بجلی گھروں کے علاوہ جو مشینیں ہمارے گھروں اور آفسوں میں استعمال ہوتی ہیں، اس نسبت سے ہمارے گھروں، آفسوں، کالجوں اور مدرسوں کے ماحول کا حصہ ہوتی ہیں، اسے متاثر بھی کرتی ہیں، اور آلودہ بھی کرتی ہیں، اور فقط انسانوں کو ہی نہیں بلکہ دیگر جانداروں کو بھی، جن میں بقول بعض دنیا بھر سے جانداروں کی تقریباً ۴۰ / سے ۱۴۰ /قسمیں روزانہ ناپید ہورہی ہیں، چنانچہ آجکل جانداروں کے ناپید ہونے کی رفتار قدرتی رفتار سے دس ہزار گنا زیادہ ہے، حالانکہ ماحول کے تحفظ میں پرندوں اور کیڑے مکوڑوں کا بھی حصہ ہے، مثلاً اگر آپ کو موسم بہار کی ایک سہانی صبح اربوں پھولوں کے

کی ادنی سی ذمہ داری دے دیں تو آپ بوکھلا کر خودکشی کرلیں، لیکن یہی ننھی سی تتلیاں، بھنورے اور مائیکروب بڑی تن دہی سے اس کام Pollination میں مصروف ہیں (قرآن اور ماحولیات ص: ۱۴۳۔۱۴۵)۔

الغرض حیوانات انسان ہی کی طرح اللہ کی مخلوق اور ہمارے ماحول کا حصہ ہیں، انسانوں کی ضرورت اور انسانی ماحول کی زینت ہیں، اللہ تعالی نے ان کو ہمارے استعمال کے لئے بنایا ہے، اس لئے ان کی نسلوں کا تحفظ اور ان کی دیکھ بھال کرنا انسانوں کی ذمہ داری ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:

"والأنعام خلقها لكم فيها دفء ومنافع (الى قوله) ويخلق ما لا تعلمون" (سورۂ نحل: ۵۔۸)۔

یہ آیت وائلڈ لائف کنزرویشن کی عظیم تحریک فراہم کرتی ہے، اس میں جانوروں کی تخلیق، ضرورت، مقصد اور ماحول کی ان سے زینت کے بہت سے گوشے اشاروں میں بیان کردئے گئے ہیں، خاص طور پر ایک ایسے سماج میں جس کی معیشت میں گلہ بانی مرکزی حیثیت رکھتا ہو (عصر حاضر میں اسوۂ رسول کی معنویت، ص/۸۱)۔

جب حیوانات ہمارے ماحول کا حصہ ہیں اور انکا تحفظ ہماری ذمہ داری ہے تو پھر ایسے تمام مادے اور بجلی اور الکٹرونک آلات سے نکلنے والی شعاعیں جو ارد گرد کی بستیوں کو نقصان پہنچاتی ہوں، اور چوپایوں اور پرندوں کو نقصان پہنچاتی ہوں، اس کی روک تھام اور اس کے لئے احتیاطی تدابیر اختیار کرنا (مثلاً عوام کو اس بات سے آگاہ کرنا کہ ایسے الیکٹرانک آلات اور مشینی اشیاء جہاں استعمال ہوں وہاں ہوا اور روشنی کا گزر لازمی ہونا چاہئے، اور چھوٹی جگہوں پر اس قسم کے زیادہ مسامات کو اکٹھا نہ کرنا چاہئے اس لئے کہ بند مکانوں میں ان کے اثرات بڑھتے جاتے ہیں؛ کیونکہ ان کو منتشر ہونے کی جگہ نہیں ملتی)، اسلامی تعلیمات کا عین تقاضا ہے، اس لئے کہ ان کی بقا میں انسان کی بقا مضمر ہے۔

چنانچہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر (۲۰۵) یهلك الحث والنسل کے تحت امام قرطبی لکھتے ہیں:

"دلت الآية على الحرث وزراعة الأرض وغرسها بالأشجار حملا على الزرع وطلب وهو نماء الحيوان وبذلك يتم قوام الإنسان" (الجامع لاحكام القرآن ۳/۱۸)۔

لہذا مشینی اشیاء اور الکٹرانک آلات جو شعاعوں کو جنم دیتی ہیں، جو انسانوں اور جانداروں نیز ماحول کے لئے سخت نقصان کا باعث ہوتی ہیں، انکا ضرورت سے زیادہ استعمال ممنوع ہوگا، اسلئے کہ رسول پاک ﷺ کی ماحولیاتی تعلیم کا ایک اہم پہلو بقدر ضرورت استعمال کا نظریہ ہے، جسے Conservation کہا جاتا ہے، اسلئے کہ یہ بات اگرچہ صحیح ہے کہ دنیا کی ہر چیز اللہ تعالی نے انسانوں کے استعمال کے لئے بنائی ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: "وسخر لكم ما في السموٰت وما في الأرض جميعا" (الجاثیۃ: ۱۳)، اور دوسری جگہ ہے: "هو الذى خلق لكم ما فى الأرض جميعا" لیکن قدرت کی عطا کردہ ان نعمتوں کا سلیقہ اور طریقہ سے ہونا چاہئے، بقدر ضرورت ہونا چاہئے، نہ تو بلا ضرورت ہونا چاہئے اور نہ ضرورت سے زیادہ ہونا چاہئے، ماحول میں توازن کو برقرار رکھنے کے لئے "استعمال نہ کہ اسراف" کی حکیمانہ تعلیم ایک خوبصورت تناظر میں اس طرح دی گئی ہے:

"كلوا من ثمره إذا أثمر وآتوا حقه يوم حصاده ولا تسرفوا إنه لا يحب المسرفين" (الانعام: ۱۴۱)

دوسری جگہ مزید واضح لفظوں میں تاکید کی گئی ہے: "كلوا واشربوا ولا تسرفوا انه لا يحب المسرفين" (الاعراف: ۳۱)۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مذکورہ بالا چیزیں جن کا استعمال جائز ہے، وہ اگرچہ وافر مقدار میں فراہم ہوں، ان کو بھی بے محل استعمال نہ کیا جائے اور نہ ضرورت سے زیادہ استعمال کیا جائے، اسی کو قرآن کی زبان میں اسراف وتبذیر سے تعبیر کیا گیا ہے، نبی کریم ﷺ نے پانی تک کو ضرورت سے زیادہ استعمال کرنے سے منع فرمایا (جیسا کہ حضرت سعد کے قصہ میں ہے) اور وضو اور غسل میں بھی محتاط طریقے پر پانی کے استعمال کا حکم دیا گیا ہے۔

تو جو شریعت پانی میں اسراف کو گوارا نہیں کرسکتی جو قدر عام ہے، تو مذکورہ بالا قیمتی اشیاء کے بے جا استعمال کو کیوں کر گوارا کرسکتی ہے؛ جسمیں وسائل کا ضیاع بھی ہے اور دوسروں کے لئے مضرت اور نقصان بھی۔

۱۲۔ کرۂ ارض پر ایک طویل عرصہ ایسا بھی گذرا کہ جب یہاں فضا حاجت انسانی کے لئے سازگار نہیں تھی، کاربن، ہائیڈروجن، آکسیجن، اور نائٹروجن، آکسائڈ کی اجارہ داری تھی، اسی طرح فضا میں آزاد آکسیجن برائے نام ہی تھی، چونکہ ایسا کرۂ ارض زندگی کی بقاء کے لئے موزوں نہیں تھا، اس لئے

اللہ تعالی نے پانی کی فراوانی کردی، اورکوئی ڈیڑھ ارب سال کے اندر یہ زمین گھنے جنگلات سے اٹ گئی، اس طرح جنگلات کے وجود نے سورج کی روشنی میں کاربن ڈائی آکسائیڈ کوخوراک کے طور پر استعمال کر کے آکسیجن کوفضا میں بہم پہنچانے کا عمل عرصۂ دراز تک جاری رکھا، اس طرح کرۂ ارض کی فضا معتدل اور حیوانات کے لئے ساز گار ہوگئی۔

غالباً انہی چیزوں کی طرف قرآن کریم نے مندرجہ ذیل آیت میں لطیف اشارہ کیا ہے:

"وجعلنا سراجا وهاجا، وأنزلنا من المعصرات ماءا ثجاجا، لنخرج به حبا ونباتا، وجنات ألفافا" (سورة النباء: ۱۳۔ ۱۶)۔

واقعہ یہ ہے کہ سورۃ النباء کی یہ آیات خوراک کے تانے بانے سمجھنے کے لئے گویا بنیادی حیثیت رکھتی ہیں، پیڑ پودے قدرتی طور سے اپنی غذا بنانے کے سلسلے میں کاربن ڈائی آکسائڈ لیتے ہیں، اور آکسیجن گیس چھوڑتے ہیں، یہی آکسیجن گیس کرۂ باد کو صاف رکھتا ہے، اور یہی آکسیجن جانداروں کے لئے زندگی ہے، گویا درخت ماحول کو صاف کرنے میں قدرتی چھلنی (Natural filter) کا کام کرتے ہیں، اس لئے ماہرین جنگلات کو آکسیجن کی فیکٹریاں کہتے ہیں۔

ان کے علاوہ پیڑ پودے بارش والے بادلوں کو کھینچتے ہیں، اور انہی کے ذریعہ ہی زمین پر پانی کا توازن قائم رہتا ہے، اور درختوں اور پودوں کی جڑیں آس پاس کی مٹی کو کافی حد تک مضبوطی سے جکڑے رہتی ہیں، اسکا ایک فائدہ یہ ہے کہ آندھی اور طوفان کے تھپیڑے زرخیز مٹی کی پرت کو اڑا کر نہیں لے جا پاتے، اس طرح مٹی زرخیز رہتی ہے۔

نیز انسانوں کے لئے پیڑ پودوں کی اہمیت کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ بقول بعض غذا کا ۸۵ / فی صد حصہ صرف تن تنہا نباتات سے حاصل ہوتا ہے، بقیہ صرف ۱۵ / فی صد حصہ غذا کی ضرورتوں کے لئے حیوانات پر انحصار ہوتا ہے، اور حیوانات کی زندگی بھی چونکہ نباتات سے ہی تعلق رکھتی ہے، تو اس طرح صد فی صد ہم اپنی بھوک مٹانے کے لئے نباتات ہی پر منحصر ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ کہ زندگی، حیات بخش ہوائیں، تحفظ آب، تحفظ زمین، زمین کی زرخیزی میں اضافے، اور تمام اقسام کے چرند و پرند کو پناہ دینا یہ جنگلات کی دین ہے۔ چنانچہ مشہور سائنس داں ڈاکٹر تارک موہن داس نے اپنے مشاہدات اور مطالعوں سے ثابت کیا ہے کہ ۵۰ /ٹن وزن کا ایک درخت، اپنی ۵۰ / سالہ اوسط زندگی میں انسانیت کی ۱۷ / لاکھ ۵۰ / ہزار روپے کے مساوی خدمت کرتا ہے، جب کہ اس درخت کو کاٹ دینے پر صرف (3. فی صد حصہ مل پاتا ہے، اور بقیہ (99.7 فی صد نقصانات اٹھانے پڑتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کی بیسیوں آیتوں میں نباتات کی افادیت، نافعیت اور اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے، خاص طور سے اللہ کے تعالی نے سورہ رحمن میں نباتات کی مختلف اقسام کو الگ الگ بیان فرمایا کر کفران نعمت سے باز رہنے کی تاکید کی ہے۔

انہی وجوہات کی بناء پر اسلام نے نہ صرف شجر کاری کی تحسین کی بلکہ خوب خوب حوصلہ افزائی بھی فرمائی ہے، چنانچہ احادیث میں ایسے متعدد ارشادات نبوی ﷺ ملتے ہیں، جن میں کاشت کاری کے فروغ، پیڑ پودوں کے لگانے اور زراعت وکاشت کاری پر زور دیا گیا ہے۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی حضرت انسؓ نے نقل کیا ہے:

"ما من مسلم يغرس غرسا أو يزرع زرعا فيأكل منه طير أو إنسان أو بهيمة كان له به صدقة" (بخاری ۲/ ۲۱۲، مسلم ۲/ ۱۵)

(یعنی کوئی مسلمان کوئی پیڑ پودا لگاتا ہے یا کاشتکاری کرتا ہے، پھر اس سے کوئی آدمی یا پرندہ یا کوئی جانور کھالیتا ہے تو اس شخص (پیڑ پودے لگانے والے یا کھیتی کرنے والے) کے لئے وہ صدقہ ہے (یعنی اس کا ثواب ملتا ہے)۔

نیز شجر کاری کو آپ ﷺ نے اتنی اہمیت دی ہے کہ قیامت قائم ہوتے وقت بھی اس کام کو کرنے کی ہدایت کی؛ چنانچہ حضرت انسؓ ہی کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" اذا قامت الساعة وفي يد أحدكم فسيلة فليغرسها " (مجمع الزوائد ۴/ ۶۳ کشف الاستار ۲/ ۸۱)

(یعنی اگر قیامت کا وقت آجائے اور تم میں سے کسی کے ہاتھ میں کھجور کا پودا ہو تو چاہئے کہ اس کو لگا دے)۔

شجر کاری کے ذریعہ ماحولیات کا تحفظ کرنے کے سلسلے میں اس سے بڑی بات نہیں کہی جاسکتی، اسلئے کہ جب کسی شخص کو اگلے لمحہ دنیا سے رخصت ہونے کا خیال آتا ہے تو وہ تعمیر و ترقی کے سارے کام بھول جاتا ہے، اور بس اپنی نجات کی فکر کرنے لگتا ہے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مرتے وقت تک ماحول کو بہتر بنانے کی کوشش کرنا بھی آخرت میں سرخروئی کا باعث ہے، یہ انقلابی تعلیم صرف رسول ہی سے انسانیت کو مل سکتی ہے۔

اسلامی قوانین میں بھی ایک قانون احیاء الموات یعنی بنجر زمین کو قابل کاشت بنانے کے متعلق ہے، جس کی رو سے کوئی شخص کسی بنجر زمین کو قابل کاشت بنائے تو اس پر اس کو حق ملکیت حاصل ہوجاتا ہے، چنانچہ حضرت جابر سے مرفوعاً منقول ہے:

''من أحيى أرضا ميتة فهي له'' (ترمذی، ابواب الاحکام، باب ماجاء فی احیاء ارض الموات)۔

اس کا مقصد بھی لوگوں کو ناقابل استعمال اور بیکار پڑی زمینوں کو مفاد عامہ کے لئے قابل استعمال بنانے کی ترغیب دینا ہے، اس سے شجر کاری کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔

نیز علامہ قرطبی سورہ بقرہ کی آیت نمبر (۲۰۵) کے تحت لکھتے ہیں: ''اس آیت سے اس بات کی طرف رہنمائی ملتی ہے کہ کھیتی باڑی، زمین کی زراعت اور درخت لگانا چاہئے، اور طلب نسل یعنی حیوانات کی نشوونما کے طریقوں کو بھی اختیار کرنا چاہئے، اور ان تمام چیزوں کے ذریعہ انسانی اقوام کی تکمیل ہوتی ہے (الجامع لاحکام القرآن ۳/۱۸) کاشتکاری کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت رافع بن خدیج سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کے پاس زمین ہو تو اپنے بھائی کو (عاریۃ یا ہبۃ) دیدے یا خود کھیتی کرے'' (ترمذی، ابواب الاحکام، باب ماجاء فی المزارعة)۔

جہاں شجر کاری اور زراعت کے فوائد بہت زیادہ ہیں وہاں درختوں کو کاٹنے اور جنگلات کو برباد کرنے کے بڑے نقصانات ہیں، چنانچہ پیڑ پودوں کی بے تحاشا کٹائی سے بارش کم ہوتی ہے، زیر زمین پانی کا توازن بگڑتا ہے، ہوا میں کاربن ڈائی آکسائڈ کی مقدار بڑھتی جاتی ہے، اور درجہ حرارت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے، وغیرہ وغیرہ اور تجربات اس کے شاہد ہیں، اس لئے ماحولیات کا تقاضا ہے کہ پیڑ پودے بلاضرورت برباد نہ کئے جائیں، اور جنگلات کی کٹائی نہ کی جائے، ''الحفاظ على الغابات والمناطق المشجرة ومنع امتداد يد الإنسان لإحراقها أو قطعها'' (موسوعة الفقه الاسلامی والقضایا المعاصرة ۱۲/ ۸۰۲)۔

اسلئے اسلام نے جہاں شجر کاری اور زراعت کی حوصلہ افزائی کی وہاں اس بات سے منع کیا کہ بلاضرورت پیڑ پودے کاٹے جائیں، اور جنگلات کو برباد کیا جائے، چنانچہ قرآن کریم میں ان لوگوں پر سخت نکیر کی گئی جو نسل انسانی کھیتی باڑی کو تباہ کرکے زمین میں فساد مچاتے ہیں، ارشاد ربانی ہے:

"وإذا تولى سعى في الأرض ليفسد فيها ويهلك الحرث والنسل والله لا يحب الفساد" (سورۂ بقرہ:۲۰۵)۔

عرب میں چونکہ بیری ہی کے درخت ہوا کرتے تھے، اسلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور خاص ارشاد فرمایا کہ اسکو کاٹنے والا اوندھے منھ جہنم میں جائے گا، چنانچہ حضرت عبیداللہ بن حبیش سے مرفوعاً روایت منقول ہے:

''من قطع سدرة صوب الله رأسه في النار'' رواه ابوداؤد، (مجمع الزوائد ۵/ ۱۱۵، مشکوۃ المصابیح ۱/ ۲۵۷)۔

اس سلسلے کی ایک اور مفصل روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''من قطع سدرة في فلاة يستظل بها ابن السبيل والبهائم غشما وظلما بغير حق يكون له فيها صوب الله رأسه في النار'' (مشکوۃ المصابیح ۱/ ۲۵۷)۔

یعنی جس نے جنگل میں ایسی بیری کے درخت کو بغیر حق کے ظلماً کاٹا، جس کے نیچے مسافر اور جانور سایہ حاصل کرتے تھے، تو اللہ تعالیٰ اس کو اوندھے منہ جہنم میں داخل فرمائیں گے۔

جنگ میں بہت سی وہ چیزیں استعمال کی جاتی ہیں جو غیر اخلاقی ہوتی ہیں تاکہ دشمن پر قابو پایا جاسکے، مگر امام مالک نے مؤطا میں حضرت ابوبکر صدیق کے بارے میں نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یزید بن ابی سفیان کو شام کے معرکے کے لئے روانہ کرتے ہوئے یہ نصیحت فرمائی کہ: ''لا تحرقن

نخلا" (موطا مالک ۲/۷۷۴۔۸۴۴) لیکن فقہائے کرام نے اس شرط کے ساتھ جنگوں میں درختوں کو کاٹنے اور جلانے اور کھیتی کو برباد کرنے کی اجازت دی ہے، جبکہ اس اقدام کے بغیر کامیابی اور فتح ونصرت کی کوئی امید نظر نہ آرہی ہو، ورنہ جائز نہیں، اس لئے کہ یہ بلاضرورت تباہی مچانا ہے، اور شرعاً اس کی گنجائش نہیں ہے، چنانچہ علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

"فيفعلون ما يمكنهم من التحريق وقطع الأشجار وإفساد الزرع، هذا إذا لم يغلب على الظن انهم مأخوذون بغير ذلك، وإن كان الظاهر أنهم مغلوبون وإن الفتح باد كره ذلك لأنه إفساد في غير محل الحاجة وما أبيح إلا لها" (فتح القدير ۵/ ۱۹۷، ۱۹۸، رد المحتار ۶/ ۲۱۰)۔

بہرحال شریعت مطہرہ نے جس طرح جہاد وسرایا کے موقع پر درختوں کو بضرورت کاٹنے کی اجازت دی ہے، اسی طرح عام حالتوں میں بھی انسان کی ضرورتوں کے پیش نظر مساجد ومدارس اور مکانات کی تعمیر کے لئے اور ایندھن کے طور پر استعمال کی غرض سے درختوں کے کاٹنے کی اجازت دی ہے، البتہ ایسے درختوں کے کاٹنے کی اجازت نہیں، جو عامۃ المسلمین کے فائدے کے ہوں، جیسے شاہراہوں کے کنارے لگے ہوئے درخت، جس کے سایے میں عام لوگ پناہ لیتے ہوں، پھلدار درخت (جس کے پھل سے لوگ اپنی بھوک مٹاتے ہوں) کے کاٹنے کی اجازت نہیں ہوگی؛ کیوں کہ جب اسطرح کی اجازت جہاد جیسے نامساعد حالات میں نہیں ہے تو عام حالتوں میں درجۂ اولی نہیں ہوگی (اسلام کا نظام زراعت، از: مولانا محمد نافع عارفی، ص/ ۹۹)۔

رہا یہ سوال کہ بلاضرورت جنگلات کو کاٹنے اور کھیتوں کو زیادہ پیسوں کے حصول کے لئے پلاٹس بنا کر آبادیوں کو بسانے کا شرعی حکم کیا ہے؟ تو اسکا جواب یہ ہے کہ شریعت کے عام اصول وضوابط کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ شریعت نے کسی چیز کی حلت وحرمت، جواز وعدم جواز میں بنی نوع انسان کی منفعت ومضرت کا خاص خیال رکھا ہے، شاید ہی کوئی ایسی چیز ہو جو انسانوں کے لئے مفید ونافع ہو پھر بھی اسلام نے ناجائز اور نادرست قرار دیا ہو۔

لہذا ایسا خیال ہوتا ہے کہ بلاضرورت جنگلات کو کاٹنا ناجائز ہے، اور کھیتوں کو پلاٹس بنا کر آبادیوں کو بسانے میں تفصیل یہ ہے کہ ایسے مقامات پر جہاں کے رہنے والے اشیاء خوردونوش کے محتاج نہ ہوں اور نہ آئندہ اسطرح کا کوئی اندیشہ ہو تو وہاں کی زراعتی زمین پر پلاٹس بنا کر آبادیوں کو بسانا جائز ہونا چاہئے، البتہ ہر ممکن صورت میں درست نہیں ہوگی (مستفاد از: اسلام کا نظام زراعت، ص/ ۶۲)

اور اس کی نظیر قحط کے زمانے میں شہری کی بیع دیہاتی سے اور کساد بازاری کی حرمت اور عام حالتوں میں اس طرح کی بیع اور کساد بازاری کا جائز ہونا ہے (ہدایہ ۳/ ۶۷)، البتہ صرف زیادہ پیسوں کے حصول کے لئے کھیتوں کو پلاٹس بنا کر آبادیوں کو بسانا درست نہیں معلوم ہوتا، اس سے منع کرنا چاہئے۔

"الحفاظ على الغابات والمناطق المشجرة ومنع امتداد يد الإنسان لإحراقها أو قطعها"

(موسوعة الفقه الاسلامي والقضايا المعاصرة لوهبة الزحيلي ۱۲/ ۸۰۲)۔

(ب) صوتی آلودگی:

۱۔ دور جدید میں ماحولیاتی آلودگی میں شوروغل ایک اہم اور پریشان کن مسئلہ ہے، ویسے آواز اللہ تعالی کی ایک بہت بڑی نعمت ہے، لیکن یہی آواز جب حد اعتدال سے تجاوز کر جائے اور اپنی تیزی کی وجہ سے شور میں تبدیل ہو جائے تو یہ زحمت بن جاتی ہے اور تکلیف والجھن کا باعث بنتی ہے، اور اسکو صوتی آلودگی (Sound polution) یا (Noise polution) کہا جاتا ہے۔

آج کا انسان اس کا بہت زیادہ شکار ہے، اور ہر جگہ انسان کو طرح طرح کی ناگوار آوازوں نے گھیر رکھا ہے، مثلاً گھروں میں چلنے والے ٹی وی اور میوزک سسٹم کی آواز گھر سے باہر گلی اور محلے میں سنائی دیتی ہے، سڑکوں پر ہر جگہ بالخصوص شہروں میں ٹریفک کا شور قیامت برپا کرتا ہے، لاؤڈ اسپیکر کا ظالمانہ استعمال ہو رہا ہے، نیز دیوالی، شادی یا کسی میچ وغیرہ میں جیت کے مواقع پر تیز آواز والے پٹاخے چھوڑنا معمول بن چکا ہے، گویا شور شرابے کے بغیر خوشی کا اظہار کیا ہی نہیں جا سکتا، علاوہ ازیں، ایرکنڈیشن، جنریٹر، گلیوں میں کارخانوں کی مشینیں، پروازیں، صنعتی وتعمیراتی سرگرمیاں بھی شہروں کے اندر کافی حد تک صوتی آلودگی کا سبب ہے، اور ہیڈ فون کا استعمال صوتی کثافت کی تازہ ترین شکل ہے۔

الغرض صبح سے شام تک انسان کسی نہ کسی قسم کے شوروغل سے متاثر ہوتا رہتا ہے، حالانکہ انسان پر شوروغل کے مختلف طرح سے مضر اثرات

مرتب ہوتے ہیں، مثلاً ہاضمے کا خراب ہونا، دماغی فتور، قوت سماع کا نقصان، کان خراب ہوجانا، اسقاط حمل، بے خوابی، قلبی امراض شدید، ذہنی تناؤ، تند خوئی، ہائی بلڈ پریشر، سردرد، بے چینی، چڑچڑاپن، دل کی دھڑکن کا تیز ہونا، بلڈ شوگر، السر کے مرض میں شدت وغیرہ۔حتی کہ سوپر سونک جٹ کی آواز عمارت تک کو نقصان پہنچاتی ہے، اور اس آواز سے بسا اوقات دروازوں اور کھڑکیوں کے شیشے تک ٹوٹ جاتے ہیں، اور پر سکون ماحول میں رہنے سے یہ تمام شکایتیں نہیں ہوتیں۔

دراصل آوازوں کو ناپنے کے لئے (Decibels) کا یونٹ استعمال کیا جاتا ہے، جس کا مخفف Db ہے، چنانچہ انسانوں کے درمیان عام گفتگو ۶۰/ ڈیسی بیل (60db) کے آس پاس ہوتی ہے، جبکہ جیٹ ہوائی جہاز یا آتشی جہازوں کے بڑے پٹاخوں کی آواز ۱۴۰/ ڈی بی تک پہنچ جاتی ہے، حالانکہ انسانی کان کی قوت برداشت ۸۰/ یا ۸۵/ ڈی بی ہوتی ہے، اور وہ بھی چند گھنٹوں کے لئے، اگر مستقل آتی رہے تو سماعت مجروح اور ذہنی سکون غارت اور تمام جسمانی افعال متاثر ہوتے ہیں۔

عام طور سے لوگ آبی اور فضائی آلودگی سے بچنے کا خیال تو کرتے ہیں لیکن صوتی آلودگی کو معمولی اور ہلکا سمجھتے ہیں، حالانکہ صوتی آلودگی بھی انسان کے لئے پانی اور ہوائی آلودگی سے کم خطرناک نہیں ہے۔

قرآن وحدیث دونوں سے بلاضرورت آواز کو بلند کرنے اور زور سے پکارنے کی مذمت ثابت ہوتی ہے، اور معتدل رویہ اختیار کرنے اور ہلکی آواز سے بولنے کی تعلیم ملتی ہے، مثلاً ایک جگہ ارشاد باری تعالی ہے: "إن الذین یغضون أصواتهم عند رسول الله" الخ (حجرات: ۳)

اور دوسری جگہ وضاحت کے ساتھ حضرت لقمان کے حوالے سے ان کی اپنے بیٹے کو نصیحت یوں مذکور ہے: "واغضض من صوتك إن أنكر الأصوات لصوت الحمير" (لقمان: ۱۹) یعنی اپنی آواز کو پست رکھو، بیشک آوازوں میں سب سے بری آواز گدھے کی ہے۔

یہ آیت آواز کے اعتدال کے بارے میں اصل کلی کی حیثیت رکھتی ہے، چنانچہ اس آیت سے آواز کو معتدل رکھنے کا ثبوت ملتا ہے، چنانچہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ ابن العربی نے احکام القرآن میں لکھا ہے:

"یعنی لا تتکلف رفع الصوت وخذمنه ما یحتاج الیه، فان الجهر باکثر من الحاجة تکلف یؤذی، وقد قال عمر لمؤذن تکلف رفع الأذان بأکثر من طاقته: لقد خشیت ان تنشق مریطاء ك و المریطاء ما بین السرة إلی العانة" (احکام القرآن للتهانوی ۳/ ۲۷۱)۔

ایک اور جگہ اعتدال کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: "ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها وابتغ بین ذلك سبیلا" (بنی اسرائیل: ۱۱۰)۔

خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی بلند آواز سے چلا چلا کر گفتگو نہیں فرمایا کرتے تھے، چنانچہ بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی روایت ہے کہ توریت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو اوصاف مذکور ہیں، ان میں یہ بھی ہے:

"ولا سخاب بالاسواق" (المرور-آداب واحکام ص/ ۲۲-۲۳) (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بازاروں میں شور وغل کرنے والے نہیں تھے)۔

خلاصۂ کلام یہ کہ شریعت اسلامیہ میں آداب کے بارے میں اعتدال مطلوب ہے، نہ تو اخفائے صوت ہو کہ مخاطب کچھ سن ہی نہ سکے، اسلئے کہ یہ بھی باعث ایذا ہے، اور نہ بلاضرورت شور وغل کرتا پھرے، اسلئے کہ یہ بھی تکلیف کا سبب ہے، لہذا حسب ضرورت اتنی بلند آواز مطلوب ہے کہ کسی نوع کی تکلیف وایذا نہ ہو۔

اگر اس سلسلے میں حکومت نے کوئی قانون بنایا ہے (مثلاً ہمارے ملک میں آلودگی کو کنٹرول کرنے اور اسکی روک تھام کی دفعہ جو ۱۹۸۱ء نافذ ہے، کے تحت شور شرابہ کو فضائی آلودگی قرار دیا گیا ہے) تو ان قوانین کی پابندی لازم ہوگی، اور خلاف ورزی ناجائز، اسلئے کہ ایک شخص جب ایک ملک میں بطور باشندہ کے رہتا ہے، تو وہ شخص عملاً حکومت سے وعدہ کرتا ہے کہ میں آپ کے ملک کے قوانین کی پابندی کروں گا، لہذا اب اس پر وعدے کی پابندی کرنا واجب ہے، جب تک اس ملک کا قانون اس کو کسی گناہ پر مجبور نہ کرے، چاہے وہ کافر ہی کیوں نہ ہو، جس سے آپ نے وعدہ کر رکھا ہے (اصلاحی خطبات ۳/ ۱۶۸، ۱۵/ ۲۷۲)۔

۲۔ آج کل ہر جگہ خصوصاً شہروں میں صوتی آلودگی بہت بڑا المیہ ہے، اور اس لعنت کا بہت بڑا سبب موٹر ٹرانسپورٹ ہے، اسلئے کہ آئے دن آبادی بڑھتی جارہی ہے، اور پھر بڑھتی آبادی وسائل نقل وحمل میں اضافہ چاہتی ہے، لہذا گاڑیوں میں اضافہ کا باعث بن کر نتیجہ سڑکوں پر ازدحام پیدا کرتی ہے، اور ازدحام صوتی آلودگی پیدا کرتا ہے، بایں طور کہ بعض لوگ زورزور سے ہارن بجاتے ہیں، اور بعض لوگ تو اپنی گاڑیوں کا سائیلینشن اس قدر بھیانک آواز والا لگاتے ہیں کہ دور تک لوگوں کو تکلیف پہنچاتے ہیں۔

اب ظاہر ہے راستے کے بارے میں تکلیف پہنچانے کی متعدد صورتیں ہوسکتی ہیں، حدیث پاک کے الفاظ ان سب کو شامل ہیں، منجملہ ان کے یہ بھی ہے کہ بلاضرورت راستوں میں ہارن بجاکر یا زوردار ہارن بجاکر تکلیف پہنچائی جائے یا اپنی سواریوں میں باآواز بلند گانا وغیرہ بجایا جائے۔

اور قانوناً بھی یہ گناہ ہے اسلئے کہ گاڑیوں سے پیدا ہونے والے شور کے جائزے سے معلوم ہوا کہ یہ تمام آوازیں اپنی جائز حد ۷۰/ڈی بی سے متجاوز ہیں، اس لئے کہ کار کے ہارن کی آواز ۱۱۰/ڈی بی تک پہنچتی ہے، اور اوپر سطور بالا میں گذر چکا ہے کہ ملکی قوانین کی پابندی واجب اور خلاف ورزی ناجائز ہے، اول تو اس لئے کہ ٹریفک کے تمام قوانین دراصل تمام انسانوں کی مصلحت کے تحت بنائے گئے ہیں، اور جو قوانین حکومت کی طرف سے عمومی مصلحت کے لئے بنائے جائیں، ان کی پابندی شرعی اعتبار سے بھی واجب ہے، اور ان کی خلاف ورزی ناجائز، قرآن کریم کا ارشاد ہے:

"أطیعوا اللہ وأطیعوا الرسول وأولی الأمر منکم" (اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور اپنے ذمہ دار حاکموں کی اطاعت کرو)۔

اس اطاعت سے مراد یہ ہے کہ حکام عمومی مصلحتوں کی بنیاد پر جو قاعدے مقرر کریں (بشرطیکہ وہ شریعت کے خلاف نہ ہوں) ان کی پابندی کی جائے، اس پابندی کا حکم اللہ اور رسول کی اطاعت کے ساتھ دیا گیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی قواعد کی پابندی شرعاً بھی ضروری ہوجاتی ہے۔

دوسرے جب کوئی شخص سڑک پر گاڑی چلانے کا لائسنس لیتا ہے تو وہ حکام سے زبانی، تحریری یا کم از کم عملی وعدہ کرتا ہے، کہ وہ سڑک پر گاڑی چلاتے وقت تمام مقررہ قواعد کی پابندی کرے گا، اگر لائسنس کی درخواست دیتے وقت ہی وہ متعلقہ حکام کو یہ بتادے کہ وہ ٹریفک کے اصولوں کی رعایت نہیں رکھ سکے گا، تو اسے لائسنس نہ دیا جائے، لہذا اسے لائسنس اسی وعدے کی بنیاد پر دیا گیا ہے، چنانچہ اس کے بعد اگر وہ ٹریفک کے قواعد کو توڑتا ہے تو اس میں وعدہ کی خلاف ورزی کا بھی گناہ ہے۔

تیسرے ان قواعد کو توڑنے سے عموماً کسی نہ کسی انسان کو تکلیف ضرور پہنچتی ہے، کسی بھی شخص کو بلاوجہ تکلیف پہنچانا اتنا سنگین گناہ ہے کہ اسکی معافی صرف توبہ سے نہیں ہوتی، جب تک کہ وہ شخص معاف نہ کرے۔

لہذا گاڑی چلانے والے کو اس کا بطور خاص خیال رکھنا چاہئے کہ اسکے ہارن سے کسی کو تکلیف نہ ہو۔

"وسائق السيارة يلزمه غض صوته فلا يرجع صوت المذياع أو مسجل السيارة ليسمع من في الشارع ويؤذي المارة من حوله، كما يلزمه أن يراعي غيره عند استخدام منبه السيارة فلا يستعمله إلا عند الحاجة مراعاة لشعور الآخرين" (المرور آداب واحكام، ص/ ۲۳)۔

علاوہ ازیں چونکہ موٹر گاڑیوں سے پیدا ہونے والی صوتی آلودگی کو سائلنسر (Silencer) کے ذریعہ قابو میں کیا جاسکتا ہے، اسلئے اس کا التزام ہونا چاہئے، اور قابل مرمت گاڑیوں کو سڑکوں پر ہرگز نہ اتارنا چاہئے تاکہ اس سے صوتی آلودگی کے مسائل پیدا نہ ہوں۔

علاوہ ازیں حکومت کی ذمہ داری ہے کہ سڑکوں کی خستہ حالی کی طرف خصوصی توجہ مبذول کرے، تاکہ وہ ٹریفک جام کا باعث بن کر صوتی آلودگی پیدا نہ کرے۔

۳، ۴۔ عربی زبان میں ظلم کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ "کسی بھی چیز کو بے جا استعمال کرنا ظلم ہے" چونکہ کسی چیز کا بے جا و بے محل استعمال یقیناً کسی نہ کسی کو تکلیف پہنچانے کا سبب ہوتا ہے، اسلئے ہر ایسا استعمال ظلم کی تعریف میں داخل اور شرعاً گناہ کبیرہ ہے، لیکن ہمارے معاشرے میں اس طرح کے بہت سے گناہ کبیرہ اس طرح رواج پاگئے ہیں کہ اب عام طور سے ان کے گناہ ہونے کا احساس بھی باقی نہیں رہا، ایذارسانی کی ان بے شمار صورتوں میں سے ایک انتہائی تکلیف دہ صورت DJ اور لاؤڈ اسپیکر کا ظالمانہ استعمال ہے۔

چنانچہ شادی بیاہ کی تقریبات اور دیگر مواقع پر رات دیر گئے DJ اور لاؤڈ اسپیکر پر مذہبی اور سیاسی جلسوں، مشاعروں اور گانے بجانے کا سلسلہ جاری رہتا ہے، بلکہ اکثر رات بھر پروگرام چلائے جاتے ہیں، اور آواز کا شور پوری بستی تک پہنچتا ہے، نتیجۃً آس پاس کے بسنے والے انسان بے چینی کے عالم میں پوری رات کروٹیں بدلتے رہ جاتے ہیں، اور اگر خدانخواستہ کوئی شخص بیمار ہو تو اسکو سکون کے ساتھ لٹانے کا اس ماحول میں کوئی راستہ نہیں ہوتا، اسلئے کہ بیرونی لاؤڈ اسپیکر پوری قوت سے کھلا ہوتا ہے، اور محلے کے گھر گھر میں آواز اس طرح پہنچتی ہے کہ کوئی شخص بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ اذان کی آواز تو دور تک پہنچنا برحق ہے، لیکن اسکے علاوہ کوئی خالص دینی اور مذہبی پروگرام ہو تو اسمیں بھی لوگوں کو لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ زبردستی شریک کرنا شرعاً بالکل جائز نہیں ہے۔

اس سلسلے میں چند نکات مولانا محمد تقی عثمانی صاحب نے اپنی کتاب ذکر وفکر میں پیش کئے ہیں:

(۱) مشہور محدث حضرت عمر بن شبہؒ نے مدینہ منورہ کی تاریخ پر چار جلدوں میں بڑی مفصل کتاب لکھی ہے، جس کا حوالہ بڑے بڑے علماء ومحدثین دیتے رہتے ہیں، اس کتاب میں انہوں نے ایک واقعہ اپنی سند سے روایت کیا ہے، کہ ایک واعظ صاحب حضرت عائشہؓ کے مکان کے بالکل سامنے، بہت بلند آواز سے وعظ کہا کرتے تھے، ظاہر ہے کہ وہ زمانہ لاؤڈ اسپیکر کا نہیں تھا، لیکن ان کی آواز بہت بلند تھی، اور اس سے حضرت عائشہؓ کی یکسوئی میں فرق آتا تھا، یہ حضرت فاروق اعظمؓ کی خلافت کا زمانہ تھا، اس لئے حضرت عائشہؓ نے حضرت عمرؓ سے شکایت کی کہ یہ صاحب بلند آواز سے میرے گھر کے سامنے وعظ کہتے رہتے ہیں، جس سے مجھے تکلیف ہوتی ہے، اور مجھے کسی اور کی آواز سنائی نہیں دیتی، حضرت عمر نے ان صاحب کو پیغام بھیج کر انہیں وہاں وعظ کہنے سے منع کیا، لیکن کچھ عرصے کے بعد واعظ صاحب نے دوبارہ وہی سلسلہ پھر شروع کر دیا، حضرت عمرؓ کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے خود جاکر ان صاحب کو پکڑا، اور ان پر تعزیری سزا جاری کی (اخبار المدینۃ لعمر بن شبہ ۱/۱۵)۔

(۲) بات صرف یہ نہیں تھی کہ حضرت عائشہؓ اپنی تکلیف کا ازالہ کرنا چاہتی تھیں، بلکہ دراصل وہ اسلامی معاشرت کے اصول کو واضح اور نافذ کرنا چاہتی تھیں کہ کسی کو کسی سے کوئی تکلیف نہ پہنچے، نیز یہ بتانا چاہتی تھیں، کہ دین کی دعوت وتبلیغ کا پروقار طریقہ کیا ہے؟ چنانچہ امام احمدؒ نے اپنی مسند میں روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ نے مدینہ منورہ کے ایک واعظ کو وعظ وتبلیغ کی آداب تفصیل کے ساتھ بتائے، اور ان آداب میں یہ بھی فرمایا کہ: "اپنی آواز کو انہی لوگوں کی حد تک محدود رکھو جو تمہاری مجلس میں بیٹھے ہیں، اور انہیں بھی اسی وقت تک دین کی باتیں سناؤ جب تک ان کے چہرے تمہاری طرف متوجہ ہوں، جب وہ چہرہ پھیر لیں تو تم بھی رک جاؤ، ......اور ایسا کبھی نہ ہونا چاہئے کہ لوگ آپس میں باتیں کر رہے ہوں، اور تم ان کی بات کاٹ کر اپنی بات شروع کر دو، بلکہ ایسے موقعہ پر خاموش رہو، پھر جب وہ تم سے فرمائش کریں تو انہیں دین کی بات سناؤ" (مجمع الزوائد ا/۱۹۱)۔

(۳) حضرت عطا بن ابی رباحؒ بڑے اونچے درجے کے تابعین میں سے ہیں، علم تفسیر وحدیث میں ان کا مقام مسلم ہے، ان کا مقولہ ہے کہ: "عالم کو چاہئے کہ اسکی آواز اس کی اپنی مجلس سے آگے نہ بڑھے" (آداب الاملاء والاستملاء للسمعانی، ص/۵)۔

(۴) یہ سارے آداب درحقیقت خود حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول وفعل سے تعلیم فرمائے ہیں۔ مشہور واقعہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاروق اعظمؓ کے پاس سے گذرے، وہ تہجد کی نماز میں بلند آواز سے تلاوت کر رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ وہ بلند آواز سے کیوں تلاوت کرتے ہیں؟ حضرت عمر نے جواب دیا کہ "میں سوتے کو جگاتا ہوں، اور شیطان کو بھگاتا ہوں" تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اپنی آواز کو تھوڑا پست کردو" (مشکوۃ ا/۱۰۷)۔

اس کے علاوہ حضرت عائشہؓ ہی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تہجد کے لئے بیدار ہوتے تو اپنے بستر سے آہستگی کے ساتھ اٹھتے تھے، (تاکہ سونے والوں کی نیند خراب نہ ہو)۔

(۵) انہی احادیث وآثار کی روشنی میں تمام فقہاء امتؒ اس بات پر متفق ہیں کہ تہجد کی نماز میں اتنی بلند آواز سے تلاوت کرنا جس سے کسی کی نیند خراب ہو، ہرگز جائز نہیں۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے گھر کی چھت پر بلند آواز سے تلاوت کرے جبکہ لوگ سو رہے ہوں تو تلاوت کرنے والا گناہ گار ہے (خلاصۃ الفتاوی ا/۱۰۳، شامی ا/۴۰۳-۴۴۴)۔

ایک مرتبہ ایک صاحب نے ایک استفتاء کی صورت میں مرتب کیا تھا کہ بعض مساجد میں تراویح کی قراءت لاؤڈ اسپیکر پر اتنی بلند آواز سے کی جاتی

ہے کہ اس سے محلے کی خواتین کے لئے گھروں میں نماز پڑھنا مشکل ہو جاتا ہے، نیز جن مریض اور کمزور لوگوں کو علاجاً جلدی سونا ضروری ہو وہ سو نہیں سکتے، اس کے علاوہ باہر کے لوگ قرآن کریم کی تلاوت ادب سے سننے پر قادر نہیں ہوتے، اور بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ تلاوت کے دوران کوئی سجدے کی آیت آجاتی ہے، سننے والوں پر سجدہ واجب ہو جاتا ہے، اور یا تو ان کو پتہ ہی نہیں چلتا، یا وہ وضو سے نہیں ہوتے، اس لئے سجدہ نہیں کر سکتے، اور بعد میں بھول ہو جاتی ہے۔ کیا ان حالات میں تراویح کے دوران بیرونی لاؤڈ اسپیکر زور سے کھولنا شرعاً جائز ہے؟

یہ سوال مختلف علماء کے پاس بھیجا گیا، اور سب نے متفقہ جواب یہی دیا کہ ان حالات میں تراویح کی تلاوت میں بیرونی لاؤڈ اسپیکر بلا ضرورت زور سے کھولنا شرعاً جائز نہیں ہے، یہ فتوی ماہنامہ ''البلاغ'' کی محرم ۱۴۰۷ھ کی اشاعت میں شائع ہوا ہے، اور واقعہ یہ ہے کہ یہ کوئی اختلافی مسئلہ نہیں ہے، اس پر تمام مکاتب فکر کے علماء متفق ہیں۔

مذکورہ بالا گذارشات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ شریعت نے دوسروں کو تکلیف سے بچانے کا کتنا اہتمام کیا ہے؟ جب قرآن کریم کی تلاوت اور وعظ ونصیحت جیسے مقدس کاموں کے بارے میں بھی شریعت کی ہدایت یہ ہے کہ ان کی آواز ضرورت کے مقامات سے آگے نہیں بڑھنی چاہئے، تو گانے بجانے اور دوسری لغویات کے بارے میں خود اندازہ کر لیجئے کہ انکو لاؤڈ اسپیکر پر انجام دینے کا کس قدر دہرا وبال ہے؟ (ذکر وفکر، ص: ۲۶ تا ۲۹)۔

مذکورہ بالا گفتگو سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ جب قرآن کریم کی تلاوت اور وعظ ونصیحت کی آواز ضرورت کے مقامات سے آگے نہیں بڑھ سکتی، تو DJ اور گانے بجانے کی دوسری لغویات کو لاؤڈ اسپیکر پر انجام دینے کا جواز کیسے ہو سکتا ہے؟ بلکہ اسمیں تو بلند آواز سے پھیلانے میں دوہری برائی ہے، اسلئے اس کا وبال بھی دوہرا ہوگا۔

جہاں مشہور فقہی ضابطہ: ''الضرورات تبیح المحظورات'' ہے وہاں یہ بھی قانون ہے: ''ماجاز للضرورة یقدر بقدرها''، لہذا لاؤڈ اسپیکر کا استعمال صرف بوقت ضرورت اور بقدر ضرورت ہونا چاہئے، اس سے تجاوز نہ کیا جائے۔

لہذا آواز کی تحدید اور پروگرام کے اوقات اگر حکومت کی طرف سے مقرر کئے جائیں، تو پہلے بارہا گذر چکا ہے کہ ان قوانین کی پابندی شرعاً لازم ہے، بشرطیکہ شرعاً گناہ نہ ہو، (جیسے اذان لاؤڈ اسپیکر پر دینے میں پابندی وغیرہ) اور ان قوانین کی خلاف ورزی ناجائز ہوگی، واللہ اعلم بالصواب۔

خلاصۂ جوابات

(الف) فضائی آلودگی:

(۱) جو شخص ایسے وسائل کے استعمال کرنے پر قادر ہو، جن سے دھواں پیدا نہیں ہوتا یا نسبۃً کم پیدا ہوتا ہے، اسکے لئے ارزاں ہونے کی وجہ سے آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال درست نہیں ہے۔

(۲) حکومت کی طرف سے ڈیزل کی ممانعت اور گاڑیوں کے لئے گیس کے استعمال کا قانون بنانے پر اس کی پابندی شرعاً واجب ہوگی، اور اگر حکومت کی طرف سے کوئی ہدایت نہ ہو، تب بھی ضروری ہوگا کہ کم از کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن میں سی، این، جی وغیرہ کو ترجیح دی جائے، اور باقاعدہ اہتمام سے گاڑیوں کی سروس کرائی جائے۔

(۳) مٹی کے تیل اور ڈیزل وغیرہ سے چلنے والے جنریٹر سے احتراز اور کم دھواں پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال شرعاً واجب ہے۔

(۴) صاحب استطاعت افراد واشخاص، مساجد ومدارس اور اداروں کے لئے آلودگی سے محفوظ شمسی توانائی کا استعمال مستحب اور مستحسن عمل ہے۔

(۵) صنعتی فضلات کی وجہ سے پیدا ہونے والی فضائی آلودگی کے بارے میں حکومت کی طرف سے عمومی مصلحت کے لئے بنائے جانے والے قوانین کی پابندی شرعاً واجب ہے، اور خلاف ورزی ناجائز ہے، اگرچہ فیکٹری مالکان کا نقصان ہی کیوں نہ ہو، بقاعدہ ''یحتمل الضرر الخاص لمنع الضرر العام''۔

(۶) ذبیحہ کے فضلات کو دفن کر دیا جائے، اس کو پبلک مقامات پر ڈالنا ناجائز اور فساد فی الارض میں شامل ہے، لہذا حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ میتات اور ذبائح کے فضلات کو زیر زمین دفن کرنے کا معقول انتظام کرے، اور عوام کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ حکومت کا اس سلسلے میں بھرپور تعاون کریں اور

قربانی کے دنوں میں بطور خاص صفائی ستھرائی کا پورا خیال رکھیں، اور ماحول کو بالکل آلودہ نہ ہونے دیں۔

(۷) پلاسٹک سے بنی اشیاء مثلاً تھیلی وغیرہ کے استعمال سے بوجہ مضرت حتی الامکان گریز کیا جائے، اور کاغذ یا گتے کی پیکنگ کا سامان استعمال کیا جائے۔

(۸) تمباکو کی جملہ مصنوعات کا استعمال (سگریٹ، بیڑی حقہ وغیرہ کسی بھی صورت میں ہو) مکروہ تحریمی اور قریب بہ حرام ہے، اور قانوناً جن مقامات پر سگریٹ نوشی وغیرہ ممنوع ہو وہاں سگریٹ نوشی وغیرہ شرعاً بھی ممنوع ہوگی، اور اسکی خلاف ورزی ناجائز ہوگی۔

(۹) پبلک مقامات پر رفع حاجت کرنا، یا گندا پانی کھلی نالیوں میں بہانا شرعاً ممنوع ہے۔

(۱۰) سڑکوں اور پبلک مقامات پر تھوکنا حکومت وغیرہ کی جانب سے ممنوع ہو، تو اس پر عمل کرنا شرعاً واجب اور اسکی خلاف ورزی ناجائز ہے۔

(۱۱) مشینی اشیاء اور الیکٹرانک آلات جو اپنی شعاعوں کی وجہ سے دوسروں کے لئے مضرت کا باعث ہیں، ان کا ضرورت سے زیادہ استعمال ناجائز ہے۔

(۱۲) اسلام نے شجر کاری اور کاشت کاری کی خوب خوب حوصلہ افزائی کی ہے، اور احادیث مبارکہ میں اسکے متعدد فضائل وارد ہوئے ہیں، اور خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے شجر کاری کی ہے، اور بعض علماء نے زراعت کو افضل المکاسب قرار دیا ہے، لہذا بلا ضرورت جنگلات کو کاٹنا اور کھیتوں کو زیادہ پیسوں کے لئے پلاٹس بنا کر آبادیوں کو بسانا درست نہیں۔

(ب) صوتی آلودگی:

(۱) پرشور مشینوں کے بارے میں اگر حکومت آبادی سے باہر لگانے کی ہدایت کرے تو شرعاً اس کی پابندی کرنا واجب اور خلاف ورزی ناجائز ہے۔

(۲) راستوں میں بلا ضرورت ہارن بجانا یا سائرن کی طرح کا تیز آواز کا ہارن گاڑیوں میں لگانا شرعاً اور قانوناً ہر دو اعتبار سے ممنوع اور گناہ ہے۔

(۳) DJ اور گانے بجانے کی دوسری لغویات کو لاؤڈ اسپیکر پر انجام دینا شرعاً بالکل حرام اور اس پر دوہرا وبال ہوگا۔

(۴) لاؤڈ اسپیکر وغیرہ کا استعمال صرف بوقت ضرورت اور بقدر ضرورت ہونا چاہئے، اس سے تجاوز ناجائز ہے، اور صوتی آلودگی سے بچانے کے لئے آواز اور اوقات کی تحدید سے متعلق حکومت کی ہدایات پر عمل کرنا شرعاً واجب اور اس کی خلاف ورزی کرنا ناجائز ہے۔

☆☆☆

ماحولیاتی آلودگی، احکام ومسائل

مولانا اختر امام عادل قاسمی[1]

انسان جس آب وہوا میں سانس لیتا ہے اور جس ماحول میں زندگی گذارتا ہے اس کی شفافیت اور پاکیزگی بے حد ضروری ہے، اس سے خود انسان کی بلکہ زمینی تمام جانداروں کی صحت وحیات وابستہ ہے، لیکن ادھر کئی برسوں سے فضائی آلودگی ایک عالمی مسئلہ بنی ہوئی ہے، ماہرین اور اہل تحقیق نے اس کو اس دور کا انتہائی سنگین مسئلہ قرار دیا ہے۔

موجودہ زمانہ میں آلودگی۔ محققین کی نگاہ میں:

اس کی حساسیت اور عالمگیریت کا اندازہ ان رپورٹوں سے ہوتا ہے جو بی بی سی اور دیگر عالمی ذرائع ابلاغ نے مختلف وقتوں میں شائع کی ہیں، بی بی سی کی مختلف رپورٹوں سے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

"عالمی ادارۂ صحت نے فضائی آلودگی کو دنیا میں صحتِ عامہ کے لیے سب سے بڑا خطرہ قرار دے دیا ہے، ایک نئی تحقیق کے مطابق یہ آلودگی دنیا میں مرنے والے ہر آٹھویں فرد کی موت کی وجہ ہے اور اس کی وجہ سے دنیا بھر میں صرف سنہ 2012 میں 70 لاکھ افراد ہلاک ہوئے، ان ہلاکتوں میں سے بیشتر جنوبی اور مشرقی ایشیا کے غریب اور متوسط درجے کے ممالک میں ہوئیں اور نصف سے زیادہ اموات لکڑی اور کوئلے کے چولہوں سے اٹھنے والے دھوئیں کی وجہ سے ہوئیں۔ تحقیق کے نتائج میں کہا گیا ہے کہ مکانات کے اندر کھانا پکانے کے عمل کے دوران اٹھنے والے دھویں سے خواتین اور بچے سب سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ اگر صرف کھانا پکانے کے لیے محفوظ چولہے ہی فراہم کردیئے جائیں تو دنیا میں لاکھوں افراد کی جانیں بچ سکتی ہیں"۔

آلودگی سے 70 لاکھ ہلاکتیں:

"دنیا میں 2012 میں 43 لاکھ اموات گھروں کے اندر کی آلودگی خصوصاً ایشیا میں لکڑیاں جلا کر یا کوئلوں پر کھانا پکانے کے دوران اٹھنے والے دھویں کی وجہ سے ہوئیں جبکہ بیرونی فضا میں آلودگی کی وجہ سے مرنے والوں کی تعداد 37 لاکھ کے لگ بھگ رہی جن میں سے 90 فیصد کے قریب ترقی پذیر ممالک میں تھے۔ ڈبلیو ایچ او کا کہنا ہے کہ بیرونی فضائی آلودگی چین اور بھارت جیسے ممالک کے لیے بڑا مسئلہ ہے جہاں تیزی سے صنعت کاری ہو رہی ہے۔ کنگز کالج لندن کے ماحولیاتی تحقیقاتی گروپ کے ڈائریکٹر فرینک کیلی کا کہنا ہے کہ 'ہم سب کو سانس لینا ہوتا ہے اس لیے ہم اس آلودگی سے بچ نہیں سکتے، اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہم ماسک پہن کر یہ پیغام دیتے ہیں کہ ہم آلودہ فضا میں سانس لینے کے لیے تیار ہیں جبکہ ہمیں آلودگی ختم کرنے کے لیے اپنے طرزِ زندگی کو بدلنے کی ضرورت ہے۔

ماہرین کے مطابق فضائی آلودگی کی وجہ سے سانس کے ساتھ ہمارے پھیپھڑوں میں ایسے ننھے ننھے ذرات چلے جاتے ہیں جو بیماری کا باعث بنتے ہیں۔ سائنسدانوں کے خیال میں فضائی آلودگی دل کی سوجن کی وجہ بھی بنتی ہے جس کی وجہ سے دل کا دورہ پڑنے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ترقی پذیر ممالک میں مردوں کے مقابلے میں خواتین کے فضائی آلودگی سے متاثر ہونے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔ دیگر ماہرین کا کہنا ہے کہ آلودگی پر قابو پانے کے لیے اس سلسلے میں مزید تحقیق کی ضرورت ہے کہ اس کے مہلک ترین اجزا کی نشاندہی کی جائے۔ امپیریل کالج لندن کے ماجد عزتی کا کہنا ہے کہ 'ہم نہیں جانتے کہ صحارا کے صحرا کی گرد اتنی ہی خطرناک ہے جتنا کہ ایندھن یا کوئلے کا دھواں۔

---

[1] مہتمم جامعہ ربانی منورواشریف، بہار۔

☆ ایک نئی تحقیق میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ جو حاملہ خواتین آلودہ فضا میں رہتی ہیں ان کے ہاں پیدا ہونے والے بچے دوسرے بچوں کی بہ نسبت کم وزن ہوتے ہیں۔'انوائرمنٹل ہیلتھ پرسپیکٹیو' نامی ادارے نے یہ نتائج نو ممالک میں تیس لاکھ سے زائد نوزائیدہ بچوں کے جائزے کے بعد اخذ کیے ہیں۔

تحقیق سے پتہ چلا کہ جن بچوں کا جنم آلودہ فضا والے علاقوں میں ہوا ہے، پیدائش کے وقت ان کا وزن اوسط سے کم تھا۔ محققین کا کہنا ہے کہ پیدا ہونے والے بچے پر فضائی آلودگی کا اثر کم ہی دیکھا گیا ہے اس لیے لوگوں کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ تاہم ان کے مطابق پیدائش کے وقت جن بچوں کا وزن کم ہوتا ہے انہیں مستقبل میں صحت سے متعلق مسائل کا سامنا رہتا ہے جیسا کہ انہیں ذیابیطس اور دل کی بیماری ہونے کا خطرہ نسبتاً زیادہ ہوتا ہے۔ اس تحقیقی ٹیم کے رکن اور یونیورسٹی آف کیلیفورنیا، سان فرانسسکو کے پروفیسر ٹریسی وڈروف کا کہنا ہے: اہم بات یہ ہے کہ اس تحقیق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ فضائی آلودگی کا عام طور پر اثر دنیا کے ہر انسان پر پڑتا ہے۔

لندن اسکول آف ہائجین اینڈ ٹروپیکل میڈیسن کے پروفیسر ٹونی فلیچر نے کہا کہ اس تحقیق کی دریافت واضح ہے۔ حالانکہ یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ فضائی آلودگی کا ہر بچے پر برابر اثر نہیں ہوتا ہے اس لیے والدین کو فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

☆ انسانی صحت کے لیے کھلی فضا اور صاف ہوا میں سانس لینا بہت ضروری ہے لیکن اس ترقی یافتہ اور سائنٹیفک دور میں انسان کو نہ صاف ہوا میسر ہے اور نہ ہی کھلی فضا۔ اس جدید ترین دور میں انسان آلودہ زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ اس آلودہ زندگی سے انسان نہ صرف بے شمار بیماریوں کا شکار ہو رہا ہے بلکہ ایک فعال زندگی گزارنے کی بجائے ذہنی کوفت میں مبتلا ہو رہا ہے۔

بڑھتی ہوئی ماحولیاتی آلودگی کی سب سے بڑی وجہ فضائی آلودگی ہے جو ایک صحت مند معاشرہ تشکیل دینے میں بڑی رکاوٹ بن رہی ہے۔ کیمیائی طور پر تیار کی گئیں اشیاء اور دیگر مختلف قسم کے کچرے کو جب جلایا جاتا ہے تو اس سے نکلنے والا دھواں فضائی آلودگی کا باعث بنتا ہے اور اس سے نکلنے والی زہریلی گیس اور ذرات فضا میں شامل ہو جاتے ہیں۔ ان سے انسانی صحت پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں اور کینسر، پھیپھڑوں کے علاوہ گلے کی پیچیدہ بیماریوں کا باعث بنتے ہیں۔

ماہرین ماحولیات نے تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ ترقی پذیر ممالک کی بڑی آبادی کوڑے کرکٹ کے ڈھیر کے پاس رہتی ہے، اگر یہی صورتحال برقرار رہی تو ان ممالک میں مختلف اقسام کی جسمانی اور ذہنی بیماریاں جنم لیں گی جو کسی بھی صحت مند معاشرے کے لیے مسائل کا انبار ہے۔

تحقیقات کے مطابق کچرے کے ڈھیروں سے بے شمار زہریلی گیسوں کا اخراج ہوتا ہے۔ بھارت، پاکستان اور انڈونیشیا کے ممالک جو دنیا کا تقریباً پانچواں حصہ بنتا ہے جو اس سے متاثر ہو رہا ہے۔ ماہرین کے مطابق زہریلا مادہ خون میں جذب ہونے سے رحم مادر میں پرورش پانے والے بچوں کو مسائل پیش آسکتے ہیں جو بچوں کی ذہنی نشوونما کے لیے خطرہ ہیں۔ میساچوسٹس انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی سے وابستہ سٹیون بیرٹ کا کہنا ہے کہ گزشتہ 5 سے 10 برسوں کے اعداد و شمار سے ثابت ہوا ہے کہ فضائی آلودگی سے شرح اموات میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے۔

☆ سڑکوں پر رواں دواں دھواں اڑاتی ہوئی گاڑیاں فضائی آلودگی میں اضافہ کا باعث ہیں۔ ہمارے یہاں روش چل پڑی ہے کہ ہر معاملے میں گاڑی کا استعمال کیا جاتا ہے جب کہ ان سڑکوں کے اردگرد اور درمیان میں سبزہ اور ماحول دوست پودوں کی کمی ہے۔ علاوہ ازیں گاڑیوں کی موزوں مینٹیننس کا نہ ہونا بھی ماحول کی خرابی کا سبب ہے..... بجلی کی پیداوار کے لیے استعمال کیے جانے والے ذرائع سے پہلے ہی موت کی جانب دھکیل رہے ہیں۔

لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ بجلی کی پیداوار کے لیے قدرتی ذرائع استعمال کیے جائیں تا کہ ماحولیاتی آلودگی میں کمی واقع ہو۔

عام تاثر ہے کہ جوہری بم سے کئی گنا خطرناک گلوبل وارمنگ کا بم ہے جس کے اثرات سے کرۂ ارض خطرات میں گھرا ہوا ہے۔ ماضی کی نسبت اب موسم گرما میں گرمی کی عمومی صورتحال شدید ہو رہی ہے اور گرمی شدت سے بڑھ رہی ہے جب کہ سردیوں کا موسم سکڑتا جا رہا ہے۔ موسمی تغیر کے باعث مختلف ممالک میں طوفانی بارشوں، سیلابی ریلوں، سمندری طوفان سے ہونے والے نقصانات میں اضافہ ہو رہا ہے اور کہیں قحط اور خشک سالی کی صورتحال دکھائی دے رہی ہے۔ یہ سب دراصل گلوبل وارمنگ ہی کا نتیجہ ہے۔ آب و ہوا کی تبدیلی کی وجہ سے زراعت متاثر ہو رہی ہے اور خوراک کی قلت بھی بڑھ رہی ہے۔ دوسری جانب صنعتی پیداوار بھی متاثر ہو رہی ہے؛ کیوں کہ اکثر اشیاء کی تیاری میں خام مال زرعی شعبے سے حاصل ہوتا ہے۔ ایک محتاط اندازے کے

مطابق آب وہوا کی تبدیلی سے دنیا کی مجموعی اقتصادی پیداوار میں 1.6 کی کمی واقع ہوئی ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ کرۂ ارض کے تمام مسائل اور مشکلات کا سب سے بڑا سبب یہاں بسنے والے انسان ہیں۔ سڑکوں پر دھواں اڑاتی گاڑیاں، کارخانوں کی دھواں اگلتی چمنیاں، کیمیکل پلانٹس سے خارج ہوتا زہریلا پانی گرین ہاؤس گیسوں کے خاتمے کی وجہ سے بن رہا ہے۔ علاوہ ازیں بڑے پیمانوں پر جنگلات کی کٹائی کرۂ ارض کے توازن میں بگاڑ کا باعث ہے جب کہ یہی درخت فضا میں موجود کاربن گیسوں کو دوبارہ زندگی بخش آکسیجن میں تبدیل کرتے ہیں۔

☆ ہماری زمین اور فضا کو آلودگی کے سبب ناقابل تلافی نقصان پہنچ رہا ہے۔ کائنات میں قدرت نے زبردست توازن رکھا ہے اور یہی توازن کائنات کی بقا کا ضامن ہے۔ جب سے انسان نے اپنے اردگرد کے ماحول پر یلغار کی ہے، یہ توازن برقرار نہیں رہا۔ نتیجتاً آج کا انسان فطرت سے دور ہوتا چلا جارہا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ کائنات کے نظام میں انسان کی بے جا دخل اندازی ہے۔ انسان نے جہاں سائنسی ایجادات کے بل پر اس ٹوٹے ہوئے تارے کو مہ کامل بنا دیا ہے، وہاں وقتی فوائد کی خاطر اس نے بے شمار تخریبی نوعیت کی سرگرمیاں بھی اختیار کررکھی ہیں، جن کی بدولت کائنات تباہی کے راستے پر گامزن ہے۔ ان خطرناک اور مہلک سرگرمیوں میں ماحول کی آلودگی کا مسئلہ سرفہرست ہے۔ سستی آسائش کی خاطر انسان کے اختیار کردہ مصنوعی ذرائع و وسائل نے ماحول کے حسن کو نہ صرف غارت کرکے رکھ دیا ہے، بلکہ اسے طرح طرح کی آلودگیوں کی آماجگاہ بنادیا ہے..... آج ہماری فضا، پانی اور زمین میں کیمیائی مادوں اور نقصان دہ عناصر کی آمیزش خطرناک حد تک ہوچکی ہے۔ آلودگی میں اضافے کی بہت سی وجوہات ہیں۔ اگرچہ انسان نے ترقی تو بہت کرلی ہے، لیکن اس ترقی میں انسانی صحت اور ماحول کو درپیش خطرات پر توجہ بہت کم دی گئی ہے۔ یہ افسوس کا مقام ہے کہ آج انسان نے اپنے ماحول میں موجود اس عظیم توازن کو خود ہی بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ ماحولیاتی آلودگی کی من جملہ اقسام میں اولین قسم "فضائی آلودگی" کی ہے۔ کرۂ ارض کے اردگرد گیسوں کا ایک غلاف موجود ہے۔ یہ تمام گیسیں ایک خاص تناسب سے فضا کا حصہ بنتی ہیں، لیکن انسان کی بے جا دخل اندازی سے گاڑیوں سے نکلنے والا دھواں اور کارخانوں سے خارج ہونے والی مضر صحت گیسیں ہوا میں شامل ہوکر اسے آلودہ کررہی ہیں، جس سے انسانوں میں کئی بیماریاں پیدا ہورہی ہیں۔ ایندھن کے بے دریغ استعمال سے فضا میں کاربن ڈائی آکسائیڈ کی مقدار بڑھ رہی ہے، جس کی وجہ سے ہوا کا درجہ حرارت بھی بڑھ رہا ہے۔ صنعتی علاقوں میں کام کرنے والے کاربن ان زہریلی گیسوں سے سب سے زیادہ متاثر ہورہے ہیں۔ اس کثافت کا اثر اردگرد کی عمارتوں پر بھی ہورہا ہے۔ کئی عمارتیں اس آلودگی کی زد میں آکر اپنی آب وتاب کھوچکی ہیں۔ اس فضائی آلودگی سے نمٹنے کے لئے معدنی ایندھن کا متبادل تلاش کرنا بہت ضروری ہے، نیز صنعتی علاقوں میں گیسوں کے اخراج پر قابو پانے کے لئے پلانٹ نصب کئے جائیں اور زیادہ سے زیادہ درخت لگا کر بھی فضائی آلودگی کے اثرات کو بڑی حد تک کم کیا جاسکتا ہے۔

فضائی آلودگی کے بعد آلودگی کی دوسری بڑی قسم "آبی آلودگی" ہے۔ ہوا کی طرح پانی بھی انسان کی زندگی کے لئے لازمی عنصر ہے۔ بیسویں صدی میں جہاں صنعتی انقلاب اور آبادی کے بڑھنے کے باعث پانی کی ضروریات میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے، وہاں پینے کے لئے صاف وشفاف پانی بھی ناپید ہوتا جارہا ہے۔ پانی میں کئی طرح کی کثافتیں اور مادے شامل ہوگئے ہیں۔ آبی آلودگی کی وجہ سے معدے اور جگر کی بیماریاں بہت تیزی سے پھیل رہی ہیں۔ صنعتی علاقوں کا کثیف مادہ عموماً صاف کئے بغیر ہی ندی نالوں اور دریاؤں میں بہا دیا جاتا ہے۔ اس سے نہ صرف آبی حیات متاثر ہوتی ہے، بلکہ ایسے پانی کو آبپاشی کے لئے استعمال کرنے سے کئی مضر کیمیائی اجزا پودوں کی جڑوں میں سرایت کرجاتے ہیں۔ ایسے پودوں کو بطور خوراک استعمال کرنے سے انسانی صحت کو شدید خطرات لاحق ہوجاتے ہیں۔

آلودگی کی ایک اور اہم قسم "زمینی آلودگی" ہے۔ زرعی پیداوار میں اضافے کے لئے فصلوں پر کیڑے مار ادویات کا استعمال کیا جاتا ہے، جس سے پیداوار میں تو اضافہ ہوجاتا ہے، لیکن ان ادویات کے استعمال سے مٹی کے اوپر کی تہہ کی زرخیزی خاصی کم ہوجاتی ہے۔ نیز فصلوں اور پودوں پر بھی ان کے مضر صحت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

زمینی آلودگی کم کرنے کے لئے جنگلات لگانا ایک نہایت موثر اقدام ہے۔ جنگلات اور درختوں کی کمی کے نتیجے میں زمین بردگی (کٹاؤ) کا شکار ہوجاتی ہے۔ بردگی کی شرح میں اضافے سے قابل کاشت اراضی میں کمی آجاتی ہے اور آبی ذخائر میں تلچھٹ کی مقدار بڑھ جاتی ہے، حکومت کو چاہیے کہ شجرکاری کے حوالے سے عوامی شعور کو بیدار کرے، تاکہ اس اہم مسئلے کا سد باب کیا جاسکے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ترغیبات کے ذریعے بھی

عوام کو غیر آباد اور بنجر زمینوں کو قابل کاشت بنانے پر آمادہ کیا جاسکتا ہے۔ آلودگی سے پاک معاشرہ ہی جدوجہد حیات اور ترقی کی رفتار میں زمانے کے تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگ ہوسکتا ہے۔ ماحول، انسانوں اور قوموں کی شخصیت کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ جہاں ماحول انسان سے متاثر ہوتا ہے، وہاں انسان بھی اپنے ماحول سے اثر پذیر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ انسان اپنے ماحول کی نمائندگی کرتا ہے تو ماحول انسان ہی کا دوسرا روپ ہے، گویا دونوں ایک دوسرے کے لئے ناگزیر ہیں۔

☆ لاہور (رپورٹ) ہر قسم کی آلودگی کے خاتمہ کے لئے قومی سطح پر انسانی رویوں میں تبدیلی ضروری ہے۔ گلیوں، محلوں میں جنریٹرز کے شور اور ٹریفک کے شور، ٹوٹی پھوٹی سڑکوں کی بری حالت سے بھی آلودگی بڑھ رہی ہے اور صحت مند قوم بیمار اور چڑچڑی ہوتی جارہی ہے۔ کچن گارڈن کا تصور اپنایا جائے۔ قانون بنانے سے پہلے محکمہ صنعتی اداروں اور عوام کو آگاہ کرے کہ ماحول کی بہتری کے لئے انہیں کیا کچھ کرنا چاہیے۔ اگر گندے پانی کے استعمال کو نہ روکا گیا تو آئندہ نسل میں کینسر کے اثرات بڑھ جائیں گے۔ مختلف علاقوں میں ٹریٹمنٹ پلانٹ لگانے کے لئے عملی اقدامات کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ ان خیالات کا اظہار جنگ اکنامک سیشن میں ''ماحولیاتی اور صنعتی آلودگی...... سماجی اور معاشی حالات پر اثرات...... حل کیا ہے؟'' کے موضوع پر ڈائریکٹر انوائرمنٹ پروٹیکشن ایجنسی نسیم الرحمان، ڈپٹی سیکرٹری انوائرمنٹ پروٹیکشن ایجنسی الطاف بلوچ، نمائندہ شعبہ صحت ڈاکٹر عائشہ اعظم، صدر لاہور چمڑا مارکیٹ شیخ ارشد، سابق صدر لاہور چیمبر آف کامرس پرویز حنیف اور صنعت کار منظور ملک نے کیا۔

ان رپورٹوں سے مسئلہ کی حساسیت اور انسانی مفادات کے لئے اس کی سنگینی کا اندازہ ہوتا ہے، اور انسان پر بحیثیت انسان کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ان کا بھی اظہار ہوتا ہے۔

انسان کی منصبی ذمہ داری:

انسان روئے زمین پر اللہ کا خلیفہ ہے، اس لئے تمام وسائل حیات اور مفادات عامہ کی حفاظت کرنا اور ممکنہ خطرات اور اندیشوں کو دور کرنا اس کی منصبی ذمہ داری ہے، اللہ پاک نے زمین کو انسان کے لئے بہترین مستقر بنایا ہے، اسی سے اس کی تخلیق ہوئی اور یہیں ہر طرح اس کی راحت و آسائش کا سامان کیا گیا، اور پھر اسی میں اسے واپس جانا ہے:

"وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ"

(زمین تمہارے لئے ایک قرارگاہ ہے، جہاں ایک وقت مقرر تک نفع اندوز ہونے کا سامان موجود ہے)۔

"مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ"

(اسی سے ہم نے تم کو پیدا کیا، اسی میں تم کو واپس کریں گے اور اسی سے تم کو دوبارہ نکالیں گے)۔

اس لئے اس فرش گیتی کو آباد اور شاداب رکھنا اور اس کے وسائل کو مستحکم کرنا انسانی فرائض میں شامل ہے، شریعت اسلامیہ نے اس اہم ترین انسانی فریضہ کو نظر انداز نہیں کیا ہے، بلکہ اس کے لئے ضروری ہدایات دی ہیں مثلاً:

ماحولیاتی تحفظ کے لئے شجر کاری کی اہمیت:

☆ فضائی آلودگی کو کم کرنے میں ہرے بھرے درختوں اور پیڑ پودوں کا بنیادی کردار ہے، اسی لئے متعدد روایات میں پیڑ پودے لگانے کی ترغیب دی گئی ہے، حضرت ابو ایوب انصاریؓ، حضرت خلاد بن السائبؓ، حضرت جابر بن عبد اللہؓ، حضرت ابو الدرداءؓ اور حضرت انس بن مالکؓ متعدد صحابہ کرام سے اس مضمون کی روایات منقول ہیں، حضرت انس بن مالکؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

''قال رسول الله ﷺ: إن قامت الساعة وبيد أحدكم فسيلة فإن استطاع أن لا يقوم حتى يغرسها فليفعل''

(تعليق شعيب الأرناؤط: إسناده صحيح على شرط مسلم)۔

(اگر قیامت قائم ہو اور تم میں سے کسی کے ہاتھ میں کھجور کی چھوٹی سی شاخ ہو اور اٹھنے سے پہلے اس پودے کو لگا سکتا ہو تو لگا دے)۔

یعنی اسے یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ اسے اس کا نفع ملے گا یا نہیں؟ بلکہ اس زمین کو شاداب رکھنے میں اپنا ممکنہ کردار ادا کرنا چاہیے۔

☆ حضرت انسؓ ہی راوی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''مَنْ غَرَسَ غِرَاسًا فَأَثْمَرَ، كَانَ لَهُ مِنَ الأَجْرِ بِعَدَدِ ذَلِكَ الثَّمَرِ بِهَذَا إِسْنَادٌ حَسَنٌ، رِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ''

(جس نے کوئی پودا لگایا اور وہ ثمردار ہوا تو ہر پھل کے بدلے میں اسے اجر ملے گا)۔

علامہ علی المتقیؒ نے کنز العمال میں باب: فضل الزرع والغراس" کے تحت متعدد صحابہ کی الگ الگ روایات جمع کی ہیں۔

ان ارشادات کے علاوہ عملی طور پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پیڑ پودوں کا لگانا ثابت ہے، حضرت عمرو بن یحییٰ اپنے والد کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

''فَأَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَرِيدَةً مِنْ جَرِيدِهَا فَزَرَعَهَا''

(حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شاخ اپنے دست مبارک میں لی اور اس کو لگا دیا)۔

اسی طرح حضرت سلمان فارسیؓ کے عقد مکاتبت کے قصے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کھجوروں کے پیڑ لگانے کا واقعہ بہت معروف ہے۔

ان تعلیمات کا اثر صحابہ کی زندگیوں میں بھی نظر آتا ہے، خاص طور پر حضرت عمرؓ کو اس کا بڑا اہتمام تھا:

''عن عمارة بن خزيمة بن ثابت: سمعت عمر بن الخطاب يقول لأبي: ما يمنعك أن تغرس أرضك؟ فقال له أبي: أنا شيخ كبير أموت غدا، فقال له عمر: أعزم عليك لتغرسها، فلقد رأيت عمر بن الخطاب يغرسها بيده مع أبي. ابن جرير''

(عمارہ بن خزیمہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے میرے والد سے دریافت کیا کہ آپ نے زمین آباد کیوں نہیں کی؟ انہوں نے اپنے بڑھاپے کا عذر پیش کیا کہ اب چل چلاؤ کا وقت ہے، حضرت عمرؓ نے تاکید کے ساتھ فرمایا کہ ہر حال میں زمین آباد کرنی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خود حضرت عمرؓ کو اس زمین میں اپنے ہاتھ سے پودے لگاتے ہوئے دیکھا)۔

حضرت عثمان غنیؓ کے بارے میں بھی آتا ہے کہ ان کو اس سے بہت شغف تھا اور اس کو وہ مصلحین کی علامت تصور کرتے تھے:

''عن عبد الرحمن بن عبد الله بن معقل بن يسار قال: دخل رجل على عثمان بن عفان وهو يغرس غراسا، فقال له: يا أمير المؤمنين الغرس وهذه الساعة قد جاءت؟ فقال: أن تأتي وأنا من المصلحين خير وأحب إلي من أن تأتيني وأنا من المفسدين. ابن جرير''

(حضرت عبدالرحمن بن عبداللہ سے مروی ہے کہ ایک شخص حضرت عثمان بن عفانؓ کے پاس حاضر ہوا اس وقت وہ پودہ لگا رہے تھے، اس نے عرض کیا: امیر المؤمنین! پودا لگا رہے ہیں، کیا قیامت کی گھڑی آگئی؟ آپ نے فرمایا: میری خواہش ہے کہ وہ میرے پاس اس حال میں آئے کہ میرا شمار مصلحین میں ہو نہ کہ اس حال میں کہ میرا شمار مفسدین میں ہو)۔

حضرت امیر معاویہؓ نے بھی اپنے آخری عہد حیات میں شجر کاری اور ویران زمینوں کی آبادکاری پر خاصی توجہ دی، ایک دن کھجور کا پیڑ لگاتے وقت کسی (بے تکلف شخص) نے آپ سے دریافت کیا کہ ان پودوں سے آپ کو کس نفع کی امید ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ میں نے نفع کی امید میں یہ درخت نہیں لگائے، بلکہ مجھے اسدی کے اس قول سے ترغیب ملی:

''ليس الفتى بفتى لا يستضاء به *** ولا يكون له في الأرض آثار''

(آدمی وہ آدمی نہیں جس سے روشنی نہ پھیلے اور زمین پر اس کے نقوش موجود نہ ہوں)۔

اس ضمن میں کسریٰ کا ایک دلچسپ قصہ بھی بیان کیا جاتا کہ ایک دن شکار کے دوران اس نے ایک شیخ ضعیف کو دیکھا کہ وہ زیتون کے پیڑ لگا رہا ہے، کسریٰ نے ٹھہر کر بوڑھے سے کہا کہ زیتون کا پیڑ تیس (۳۰) سال کے بعد پھل دیتا ہے، آپ کو اس سے کیا نفع ملے گا؟ بوڑھے نے کہا: اے بادشاہ! ہم سے پہلے کے لوگوں نے ہمارے لئے درخت لگائے، اب ہم بعد والوں کے لئے لگا رہے ہیں، کسریٰ بے حد خوش ہوا، شاہان فارس کا دستور تھا کہ جب وہ کسی کے

جملہ سے خوش ہوتے تو اس کو ایک ہزار دینار انعام دیتے تھے، کسریٰ نے ایک ہزار دینار بوڑھے کو دیا، بوڑھے نے انعام پانے کے بعد بادشاہ سے عرض کیا: اے بادشاہ! زیتون کا پیڑ تیس (۳۰) سال کے بعد پھل دیتا ہے لیکن میرے زیتون نے پودا لگاتے ہی پھل دے دیا، بادشاہ نے خوش ہوکر پھر ایک ہزار دینار بوڑھے کو انعام دیا، بوڑھے نے ادب سے کہا: ہر زیتون سال میں صرف ایک بار پھل دیتا ہے، لیکن میرے زیتون نے تو سال میں دو بار پھل دے دیئے، کسریٰ نے پھر اس کی طرف ایک ہزار دینار اچھال دیا اور اس کی اگلی بات سننے سے پہلے ہی تیزی کے ساتھ روانہ ہوگیا، کہ اگر اس بوڑھے کے چکر میں رہے تو سارا خزانہ خالی ہو جائے گا۔

غرض زراعت اور شجرکاری ایک انتہائی نفع بخش اور دور رس نتائج کی حامل چیز ہے؛ اسی لئے بہت سے علماء اور محدثین نے اپنی کتابوں میں اس کی فضیلت واہمیت پر مستقل ابواب قائم کئے ہیں، متعدد علماء نے زراعت کو سب سے افضل پیشہ قرار دیا ہے جب کہ کئی علماء نے اس کو جہاد اور تجارت کے بعد تیسرے نمبر پر رکھا ہے۔

بے ضرورت پیڑ پودے کاٹنا:

☆ احادیث میں بے ضرورت پیڑ پودوں کو کاٹنے کی بھی ممانعت آئی ہے، حضرت عبداللہ بن حبشیؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''مَنْ قَطَعَ سِدْرَةً صَوَّبَ اللّٰهُ رَأْسَهُ فِي النَّارِ۔ سُئِلَ أَبُو دَاوُد عَنْ مَعْنَى ہٰذَا الْحَدِيثِ فَقَالَ ہٰذَا الْحَدِيثُ مُخْتَصَرٌ يَعْنِي مَنْ قَطَعَ سِدْرَةً فِي فَلَاةٍ يَسْتَظِلُّ بِهَا ابْنُ السَّبِيلِ'' (جو شخص کسی پیڑ کو کاٹے گا اللہ پاک اس کا سر جہنم میں ڈالیں گے، اس حدیث کی تشریح میں امام ابوداؤد نے کہا کہ اس سے مراد سایہ دار درخت ہے جس سے مسافر سایہ حاصل کرتے ہوں)۔

زمین میں فساد برپا کرنا:

☆ ان کے علاوہ قرآن وحدیث میں ایسی متعدد نصوص اور عمومی ہدایات موجود ہیں جن میں روئے زمین کی پاک فضا اور انسانی وسائل حیات کو تخریبی سرگرمیوں سے آلودہ اور مسموم کرنے کی ممانعت ملتی ہے۔

یوں اس زمین میں جراثیم اور فاسد عناصر کو تحلیل کرنے کی بھی زبردست صلاحیت موجود ہے، جس کی مدد سے وہ مختلف جراثیمی حملوں کا دفاع کرتی رہتی ہے، لیکن ظاہر ہے کہ اس کی بھی ایک حد مقرر ہے، مقررہ حدود سے تجاوز کی صورت میں زمینی ماحول کا توازن بگڑنے لگتا ہے، اور اس کے منفی اثرات نسلوں اور کھیتیوں پر پڑتے ہیں، جس کو قرآن کریم کی زبان میں فساد قرار دیا گیا ہے، اور قرآن نے اس سے سخت بیزاری کا اعلان کیا ہے:

"وَإِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ"

(جب وہ پھرا تو زمین میں فساد برپا کرنے اور نسلوں اور کھیتیوں کو برباد کرنے کی کوشش کی، اور اللہ پاک فساد کو پسند نہیں کرتے)۔

"وَأَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللّٰهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ"

(بہتر کرو جس طرح اللہ نے تمہارے ساتھ بہتر کیا ہے اور زمین میں فساد پیدا کرنے کی کوشش نہ کرو)۔

"ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ"

(خشکی اور تری میں پھیلا ہوا فساد خود انسان کے ہاتھ کا پیدا کردہ ہے)۔

"وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا" (زمین میں فساد برپا مت کرو جب کہ پہلے سے وہ درست حالت میں ہے)۔

"كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا لِلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللّٰهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ" (جب بھی یہ لوگ آتش جنگ بھڑکاتے ہیں اللہ پاک اس کو بجھا دیتے ہیں، یہ لوگ زمین میں فساد بھڑکاتے ہیں، اور اللہ پاک فساد مچانے والوں کو پسند نہیں کرتے)۔

مہلکات سے بچنے کا حکم:

☆ قرآن نے مہلکات سے بچنے کا حکم دیا ہے:

"وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ"

(اپنے ہاتھ ہلاکت میں نہ ڈالو، اور اچھے کام کرو، اللہ اچھے کام کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں)۔

"وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا" (اپنے آپ کو قتل مت کرو اللہ تم پر بہت مہربان ہے)۔

اجتماعی مفادات کا تحفظ:

☆ اسلام میں اجتماعی مفادات کے تحفظ پر کافی زور دیا گیا ہے، حضرت حذیفہ بن الیمانؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''من لم يهتم بأمر المسلمين فليس منهم اه، لا يروى هذا الحديث عن حذيفة إلا بهذا الإسناد تفرد به عبد الله بن أبي جعفر الرازي'' (جو مسلمانوں کے عمومی مفادات کا لحاظ نہ رکھے وہ مسلمان نہیں ہے، حضرت حذیفہؓ سے اس حدیث کی روایت میں عبداللہ بن ابی جعفر متفرد ہیں)۔

عبداللہ بن ابی جعفر الرازی کو محمد بن حمید نے ضعیف کہا ہے، لیکن ابوحاتم، ابوزرعہ، ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے۔

حضرت جریر بن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں:

''بَايَعْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَلَى النُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ'' (میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر مسلمان کے لئے خیر خواہی پر بیعت کی)۔

حضرت تمیم داریؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''إِنَّمَا الدِّينُ النَّصِيحَةُ إِنَّمَا الدِّينُ النَّصِيحَة " قِيلَ: لِمَنْ ؟ قَالَ: " لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ ''

(دین خیر خواہی کا نام ہے، لوگوں نے پوچھا: کس کے ساتھ؟ آپؐ نے فرمایا، اللہ اور رسول، کتاب الٰہی، حکومت اسلامیہ اور عام مسلمانوں کے ساتھ)۔

اسلام میں طہارت ونظافت کی اہمیت:

☆ اسلام میں طہارت ونظافت کی بڑی اہمیت ہے، طہارت کو نصف ایمان قرار دیا گیا ہے، حضرت ابو مالک اشعریؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "الطهور نصف الإيمان" (پاکی نصف ایمان ہے)۔

نماز جیسی اہم ترین عبادت کے لئے طہارت کو کلید قرار دیا گیا:

''عن علي رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال: مفتاح الصلاة الطهور''

(حضرت علیؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز کی کنجی طہارت ہے)۔

ہر جمعہ غسل کرنے کو اسلامی حق قرار دیا گیا:

''حَقٌّ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ أَنْ يَغْتَسِلَ فِي كُلِّ سَبْعَةِ أَيَّامٍ يَوْمًا''۔

نظافت کے بارے میں حضرت ابوہریرہؓ کی ایک روایت ہے:

'' تنظفوا بكل ما استطعتم فإن الله بنى الإسلام على النظافة '' (ہر ممکن نظافت اختیار کرو اس لئے کہ اسلام کی بنیاد نظافت پر ہے)۔

حضرت سعد بن وقاصؓ ارشاد نبوی نقل فرماتے ہیں:

''إن الله طيب يحب الطيب ، نظيف يحب النظافة''

(اللہ پاک ہے اور پاکی کو پسند فرماتے ہیں، اور اللہ نظیف ہیں نظافت کو پسند فرماتے ہیں)۔

ایک روایت میں ہے کہ: "إِنَّ اللهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ" (بے شک اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے)۔

جمال ہر چیز کے فطری توازن کا نام ہے، اور اس توازن کو بگاڑنے کا نام فساد ہے، اسلام دین فطرت ہے اسی لئے اس کے بے شمار احکام کی بنیاد طہارت ونظافت پر ہے، مثلاً کھانے سے قبل اور بعد ہاتھ دھونے کا حکم دیا گیا، نیند سے بیدار ہونے کے بعد ہاتھ دھونے کی ہدایت کی گئی، وضع قطع، رہن سہن اور گھر مکان، راستہ سواری ہر چیز میں صفائی ستھرائی اور بہتر طرز زندگی اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے:

قرآن کریم میں ارشاد ہے: "وثیابك فطهّر" (اپنے کپڑوں کو پاک رکھو)۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے: ''فأحسنوا لباسكم و أصلحوا رحالكم حتى تكونوا كأنكم شامة فى الناس إن الله لا يحب الفحش و التفحش تعليق الذهبي ق التلخيص: صحيح ''۔

(اپنے لباس کو مزین کرو، اور اپنی رہائش گاہوں کو درست رکھو، یہاں تک کہ تم سارے انسانوں میں سب سے مضبوط حس رکھنے والی قوم شمار کئے جانے لگو، اللہ پاک برائی اور بے حیائی کو پسند نہیں فرماتے)۔

مسند ابی یعلیٰ اور مسند بزار میں "فنظفوا أفنيتكم وساحاتكم" کے الفاظ ہیں، یعنی اپنے صحنوں اور میدانوں کو صاف ستھرا رکھو۔

منہ کی صفائی کو رضامندی رب کا سبب قرار دیا گیا: ''اَلسِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِلرَّبِ''۔

کھانے پینے کے برتنوں کو ڈھانک کر رکھنے کا حکم دیا گیا، تاکہ انجانے میں اس کے اندر کوئی گندگی نہ پڑ جائے:

''أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَغْطِيَةِ الْوَضُوءِ، وَإِيكَاءِ السِّقَاءِ، وَإِكْفَاءِ الْإِنَاءِ'' (نبی ﷺ نے ہمیں حکم فرمایا کہ وضو کے برتن ڈھانک دیئے جائیں، پانی بھرے ہوئے برتنوں کے منھ باندھ دیئے جائیں، اور خالی برتن الٹ کر رکھے جائیں)۔

نبی کریم ﷺ نے ہدایت فرمائی ہے کہ گھروں کے دروازے بند کر کے سوؤ کہ مبادا رات میں کوئی موذی چیز اندر آجائے، اور سونے سے قبل چراغوں کو گل کردو، کہ اس میں اسراف بھی ہے، فضائی آلودگی بھی ہے اور اندیشے بھی ہیں:

''أطفئوا السرج وأغلقوا الأبواب وخمروا الطعام والشراب''

(چراغوں کو بجھادو، دروازے بند کرلو اور کھانے پینے کی چیزوں کو ڈھانک دو)۔

حدود سے تجاوز:

☆ ماحول میں فساد فطری توازن کے بگڑنے سے پیدا ہوتا ہے اور یہ توازن اس وقت بگڑتا ہے جب انسان مقررہ حدود سے تجاوز کرے، جس کو قرآن کی زبان میں اسراف کہا جاتا ہے، مقررہ حد سے تجاوز اباحت کو حرمت میں تبدیل کر دیتا ہے، قرآن کی نگاہ میں اسراف بے انتہا ناپسندیدہ چیز ہے:

"وکلوا واشربوا ولا تسرفوا إنه لا یحب المسرفین"

(کھاؤ اور پیو اور اسراف نہ کرو، اللہ پاک اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے)۔

بدبو پھیلانا:

☆ مقامات عامہ پر بدبو پھیلانے سے روکا گیا ہے، کہ اس سے لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے، حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''من أكل ثوما أو بصلا فليعتزلنا أو ليعتزل مسجدنا ''(جو شخص لہسن یا پیاز کھائے وہ ہم سے اور ہماری مسجدوں (نیز مقامات عامہ) سے دور رہے)۔

مسلم شریف کی روایت میں اس حکم کی توجیہ بھی موجود ہے:

'' فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَتَأَذَّى مِمَّا يَتَأَذَّى مِنْهُ بَنُو آدَمَ '' (کہ جس سے انسانوں کو تکلیف پہنچتی ہے اس سے ملائکہ کو بھی تکلیف پہنچتی ہے)۔

ایک موقعہ پر حضور ﷺ نے کراث (ایک بدبودار درخت) کی بو محسوس کی تو آپ نے تنبیہ آمیز انداز میں فرمایا:

''ألم أكن نهيتكم عن أكل هذه الشجرة، إن الملائكة تتأذى مما يتأذى منه الإنسان'' (کیا میں نے تمہیں اس بدبودار درخت کے استعمال سے نہیں روکا تھا اس لئے کہ جس چیز سے انسان کو تکلیف پہنچتی ہے اس سے فرشتے بھی تکلیف محسوس کرتے ہیں)۔

حضرت عمر بن الخطابؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے کئی ایسے لوگوں کو دیکھا جو پیاز اور لہسن جیسی بدبودار چیز کھا کر مسجد آئے تھے ان کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد سے نکلوا کر بقیع کی طرف بھیج دیا۔

اصول نفع وضرر:

☆ اس سلسلے کی ایک اہم ترین اصولی روایت جس کو اجتماعی زندگی کے لئے فقہاء نے ایک قاعدۂ فقہیہ کی حیثیت دی ہے، اور جو معاشرہ کے بے شمار مسائل میں فیصلہ کن اہمیت رکھتی ہے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ وَلِلرَّجُلِ أَنْ يَجْعَلَ خَشَبَةً فِي حَائِطِ جَارِهِ''

(اسلام میں نہ نقصان اٹھانے کی گنجائش ہے اور نہ نقصان پہنچانے کی، آدمی کو اگر ضرورت ہو تو اپنے پڑوسی کی دیوار پر لکڑی رکھ سکتا ہے)۔

ضرر اور ضرار کو بعض حضرات نے مترادف قرار دیا ہے، جیسے قتل اور قتال کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے، لیکن اکثر علماء اور اصحاب لغت نے اس میں فرق کیا ہے، ماہرین لغت کے نزدیک ضرر اسم ہے اور ضرار فعل ہے، اس کی بہترین تشریح علامہ خشنیؒ نے کی ہے کہ انسان اپنے نفع کے لئے کوئی ایسا کام کرے جس سے دوسرے کو نقصان پہنچے، یہ ضرر ہے، اور ضرار یہ ہے کہ اس عمل سے اس کو خود کوئی نفع نہ ہو لیکن دوسرے کو نقصان پہنچے، علامہ ابن عبدالبرؒ اور ابن الصلاح وغیرہ نے اسی معنیٰ کو ترجیح دی ہے، ایک دوسری تشریح یہ کی گئی ہے کہ ضرر یہ ہے کہ کسی ایسے شخص کو نقصان پہنچائے جس نے اس کو نقصان نہیں پہنچایا اور ضرار یہ ہے کہ ایسے شخص کو نقصان پہنچائے جس نے اس کو نقصان پہنچایا ہو۔

☆ راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹانے کو صدقہ قرار دیا گیا، حضرت ابو ہریرہؓ ارشاد نبوی نقل فرماتے ہیں:

''يميط الأذى عن الطريق صدقة'' (راستہ سے گندگی کو دور کرنا صدقہ ہے)۔

☆ ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے روکا گیا، کہ یہ مفاد عامہ کی چیز ہے، اور اس سے آبی اور فضائی آلودگی پیدا ہوتی ہے:

''عَنْ جَابِرٍ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ نَهَى أَنْ يُبَالَ فِي الْمَاءِ الرَّاكِدِ''

(حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے)۔

بلکہ طبرانی کی روایت میں جاری پانی میں بھی پیشاب کرنے کی ممانعت آئی ہے جس کو حکم شرعی سے زیادہ اخلاقی ہدایت اور طہارت سے زیادہ نظافت کی حیثیت دی جائے گی:

''عن جابر قال: نهى رسول الله ﷺ أن يبال في الماء الجاري لم يرو هذا الحديث عن الأوزاعي إلا الحارث''۔

اسی طرح مفاد عامہ کی جگہوں پر بھی استنجا پیشاب پاخانہ کرنے سے منع کیا گیا:

''اتقوا الملاعن الثلاث: البراز في الموارد والظل وقارعة الطريق''

(تین مقامات لعنت سے بچو: پانی پینے کے مقامات پر، سایہ دار جگہوں پر، اور راستوں پر غلاظت پھیلانے سے پرہیز کرو)۔

حضرت حذیفہ بن اسیدؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''من آذى المسلمين في طرقهم وجبت عليه لعنتهم''

(جو مسلمانوں کو ان کے راستوں میں تکلیف پہنچائے ان پر ان کی لعنت واجب ہوگئی)۔

☆ بلکہ عمومی مقامات (مثلاً مساجد وغیرہ) پر تھوکنے وغیرہ سے بھی روکا گیا ہے:

ایک موقع پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد کی دیواروں پر تھوک کے اثرات دیکھے تو چہرۂ انور پر ناگواری محسوس کی گئی، پھر آپ نے خود اپنے دست

مبارک سے اسے صاف کیا، اور آئندہ کے لئے تنبیہی ہدایات جاری فرمائیں۔

حضرت انس بن مالکؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں:

''اَلْبُزَاقُ فِی الْمَسْجِدِ خَطِیْئَةٌ وَکَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا'' (مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ اس کو دفن کرنا (یعنی اس کی تنظیف وتطہیر) ہے)۔

ایک شخص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیوار مسجد پر تھوکنے کے جرم میں مسجد کی امامت سے معزول فرمادیا اور راوی کا خیال ہے کہ یہ بھی ارشاد فرمایا:

''اِنَّکَ اٰذَیْتَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ'' (تم نے اللہ اور رسول کو تکلیف پہنچائی)۔

☆ پڑوسیوں کو تکلیف پہنچانے سے روکا گیا، حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَا یَأْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ'' (وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوسکتا جس کے ضرر سے اس کے پڑوسی محفوظ نہ ہوں)۔

نفع وضرر کا توازن: فقہاء حنفیہ کے نزدیک اس طرح کے بے شمار مسائل ہیں جو لاضرر ولاضرار کے اصول کے دائرے میں آتے ہیں، البتہ یہاں ایک اصولی بحث بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے، جس کا تذکرہ ہماری متعدد کتب فقہیہ میں کسی نہ کسی عنوان سے آیا ہے کہ:

کوئی شبہ نہیں کہ انسان کو قوت واختیار سے نوازا گیا ہے، مختلف اشیاء واملاک پر اس کی مالکانہ حیثیت تسلیم کی گئی ہے اور اپنی خاص ملکیت میں تصرفات کا حق بھی اسے دیا گیا، لیکن شریعت نے اس کے کچھ حدود بھی مقرر کئے ہیں، انسان کے گردوپیش کئی حقوق ہیں، جن کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، مثلاً: پڑوس کا حق، راستہ کا حق، جانوروں اور چرندو پرند کے حقوق وغیرہ، انسان اپنی چیزوں سے نفع اٹھانے کا حق رکھتا ہے، لیکن اپنے حدود سے تجاوز کرکے دوسروں کو نقصان پہنچانے کا حق نہیں رکھتا، شخصی املاک پر انسان کے حق تصرف کا جواز تسلیم کرنے کے ساتھ لاضرر ولاضرار کی تعلیم دراصل انسان کو اسی نقطۂ اعتدال پر لانے کی کوشش ہے کہ جس میں انسان خود اپنی ہی چیزوں سے استفادہ سے محروم نہ رہ جائے اور نہ دوسروں کے لئے باعث ضرر بن جائے، ایک طرف پڑوس کو ضرر پہنچانے سے روکا گیا تو دوسری طرف اس کو اپنے ضرر کے دفاع کا حق بھی دیا گیا ہے، مثلاً حق شفعہ (الجار احق بسقبہ)، اسی لئے فقہاء حنفیہ نے حدیث (لاضرر ولاضرار) کو عام مطلق کے بجائے عام مخصوص منہ البعض قرار دیا ہے، امام سرخسیؒ، علامہ ابن ہمامؒ اور کئی فقہاء نے اس کی وضاحت کی ہے کہ بظاہر لائے نفی جنس کے لئے محسوس ہوتی ہے، اور حدیث ہر قسم کے ضرر کی نفی کرتی ہے، لیکن اگر اس کے عموم کا دائرہ اتنا وسیع کردیا جائے گا تو انسان کے لئے دنیا میں زندگی دوبھر ہوجائے گی؛ کیونکہ کسی بھی جائز عمل سے کسی نہ کسی کو فی الجملہ ضرر پہنچنا عین ممکن ہے، جس سے بچنا بہت مشکل ہے، گھر میں پکوان کے دھوئیں اور خوشبو سے ایسے پڑوسی کو تکلیف پہنچ سکتی ہے جس کے گھر میں فقروافلاس، مرض یا کسی مجبوری کی بنا پر کھانا نہیں پک سکا، راستہ چلتے ہوئے سواری یا گاڑی کی دھول بازو کے گھروں یا کانوں تک پہنچتی ہے وغیرہ۔

اسی طرح شرعی حدود وتعزیرات کا تمام تر نظام بھی معطل ہوکر رہ جائے گا، اس لئے کہ جس پر سزا جاری کی جاتی ہے اس کو بالیقین تکلیف پہنچتی ہے، دوسری طرف انسانوں کو اپنی ذاتی املاک پر جو حق ملکیت دیا گیا ہے وہ بھی بے معنی ہوکر رہ جائے گا، مثلاً کسی کی اپنی زمین میں کوئی سایہ دار درخت ہے جس سے اس کا پڑوسی بھی سایہ حاصل کرتا ہو، ضرورت کے وقت اس کو اس درخت کے قطع وبرید سے صرف اس لئے روک دیا جائے کہ اس کا پڑوسی سایہ سے محروم ہوجائے گا، یہ انسان کو اپنی ملکیت خاصہ میں تصرف سے روکنا ہے، اور ایک ضرر کو روکنے کے لئے دوسرا بڑا ضرر (ظلم) قبول کرنا ہے، اسی لئے حنفیہ کے نزدیک لاضرر میں ہر ضرر شامل نہیں ہے بلکہ مخصوص قسم کا ضرر مراد ہے، یعنی ضرر بین یعنی واضح اور بڑا نقصان، جس کی مضرت کو ہر شخص محسوس کرسکتا ہو، حدیث کی اس تشریح سے ایک نقطۂ اعتدال سامنے آتا ہے، یعنی اصول کے مطابق تو انسان کو اپنی ملکیت خاصہ میں مطلق تصرف کا اختیار حاصل ہے، خواہ اس سے کسی کو کچھ بھی نقصان پہنچے، اس کی کوئی ذمہ داری صاحب تصرف پر نہیں ہوگی، اس لئے کہ شریعت مطہرہ انسانی ملکیت کو تسلیم کرتی ہے، زکوۃ وصدقات، وقف اور تمام مالی عبادات ومعاملات کی بنیاد اسی پر ہے، دوسری طرف حدیث ''لاضرر'' بظاہر انسان کو ہر ایسے عمل سے روکتی ہے جس سے کسی کو تھوڑی سی بھی تکلیف پہنچے، پس دونوں کے درمیان نقطۂ تطبیق یہ ہے کہ حدیث کا مصداق ایسا عمل ہے جو ضرر فاحش یا غیر عادی اعمال کے دائرے میں آتا ہو، نہ کہ مطلق ضرر؛ کیونکہ اگر شخصی املاک میں انسانی تصرفات کو بالکلیہ محدود کردیا جائے، تو یہ اصحاب اموال واملاک کا ضرر ہے، جو اس حدیث کی منشا کے خلاف ہے، کہ جب حدیث ہر ضرر کی نفی کرتی ہے تو اصحاب اموال کو ضرر سے دوچار کرنے کا کیا جواز ہوسکتا ہے؟ امام سرخسیؒ رقمطراز ہیں:

''(أَلَا تَرَی) أَنَّ مَنِ اتَّجَرَ فِی حَانُوتِهٖ نَوْعَ تِجَارَةٍ لَمْ یُمْنَعْ مِنْ ذٰلِكَ، وَإِنْ کَانَتْ تَکْسُدُ بِسَبَبِهٖ تِجَارَةٌ وَأَنَّ أَصْحَابَ

الْحَوَانِيتِ يَتَأَذَّوْنَ بِغُبَارِ سَنَابِكِ الدَّوَابِّ الْمَارَّةِ وَأَنْ يَتَأَذَّى الْمَارَّةُ بِدُخَانِ نِيرَانِهِمُ الَّتِي يُوقِدُونَهَا فِي حَوَانِيتِهِمْ، ثُمَّ لَيْسَ لِلْبَعْضِ مَنْعُ الْبَعْضِ مِنْ ذَلِكَ وَلِلْإِنْسَانِ أَنْ يَسْقِيَ أَرْضَهُ وَلَيْسَ لِجَارِهِ أَنْ يَمْنَعَهُ مِنْ ذَلِكَ مَخَافَةَ أَنْ يَقِلَّ مَاءُ بِئْرِهِ فَعَرَفْنَا أَنَّ الْمَالِكَ مُطْلَقُ التَّصَرُّفِ فِيمَا هُوَ خَالِصُ حَقِّهِ، وَإِنْ كَفَّ عَمَّا يُؤْذِي جَارَهُ كَانَ أَحْسَنَ لَهُ. قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا زَالَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُوصِي بِالْجَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ. وَالتَّحَرُّزُ عَنْ سُوءِ الْمُجَاوِرَةِ مُسْتَحَقٌّ دِينًا وَلَكِنَّهُ لَا يُجْبَرُ عَلَى ذَلِكَ فِي الْحُكْمِ۔

علامہ ابن ہمامؒ تحریر فرماتے ہیں:

''وأما قوله ﷺ لا ضرر ولا ضرار فلا شك أنه عام مخصوص للقطع بعدم امتناع كثير من الضرر كالتعازير والحدود ونحو مواظبة طبخ ينتشر به دخان قد ينحبس في خصوص أماكن فيتضرر به جيران لا يطبخون لفقرهم وحاجتهم خصوصا إذا كان فيهم مريض يتضرر به وكما أريناك من التضرر بقطع الشجرة المملوكة للقاطع فلا بد أن يحمل على خصوص من الضرر وهو ما يؤدي إلى هدم بيت الجار ونحوه من الضرر البين الفاحش''۔

علامہ زیلعیؒ رقمطراز ہیں:

'' (قَوْلُهُ وَقَالَ الْفَقِيهُ أَبُو اللَّيْثِ رَحِمَهُ اللَّهُ يُجْبَرُ فِي زَمَانِنَا) قَالَ الْعِمَادِيُّ وَالْحَاصِلُ أَنَّ فِي هَذِهِ الْمَسَائِلِ وَأَجْنَاسِهَا الْقِيَاسُ أَنَّ كُلَّ مَنْ تَصَرَّفَ فِي خَالِصِ مِلْكِهِ لَا يُمْنَعُ مِنْهُ فِي الْحُكْمِ وَإِنْ كَانَ يُلْحِقُ ضَرَرًا بِالْغَيْرِ، لَكِنْ تُرِكَ الْقِيَاسُ فِي مَوْضِعٍ يَتَعَدَّى فِيهِ ضَرَرُ تَصَرُّفِهِ إِلَى غَيْرِهِ ضَرَرًا بَيِّنًا وَقِيلَ بِالْمَنْعِ وَبِهِ أَخَذَ كَثِيرٌ مِنْ مَشَايِخِنَا وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى''۔

مندرجہ بالا عبارات کا مفہوم وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا، اس لئے تطویل سے بچنے کے لئے ترجمہ سے احتراز کیا گیا۔

ضرر فاحش کا معیار:

ضرر بین اور ضرر فاحش کی تشریح علامہ شامیؒ وغیرہ نے یہ کی ہے کہ جو عمل کسی مکان کے انہدام کا سبب بنے، یا بالکلیہ انتفاع مسدود ہو جائے یعنی حوائج اصلیہ کا پورا کرنا بھی ممکن نہ رہے، مثلاً روشنی بالکل ہی ختم ہو جائے کہ انسان دن میں بھی کچھ نہ لکھ سکے، ہوا کی آمد بند ہو جائے اور گھٹن محسوس ہونے لگے، باہر نکلنے کی کوئی سبیل باقی نہ رہے وغیرہ، یہ ضرر فاحش ہے۔

''والحاصل أن القياس في جنس هذه المسائل أن يفعل المالك ما بدا له مطلقا لأنه متصرف في خالص ملكه لكن ترك القياس في موضع يتعدى ضرره إلى غيره ضررا فاحشا وهو المراد بالبين وهو ما يكون سببا للهدم أو يخرج عن الانتفاع بالكلية وهو ما يمنع الحوائج الأصلية كسد الضوء بالكلية واختاروا الفتوى عليه، فأما التوسع إلى منع كل ضرر ما فيسد باب انتفاع الإنسان بملكه كما ذكرنا قريبا اه ملخصا''۔

فقہاء نے حوائج اصلیہ اور حوائج زائدہ میں فرق کیا ہے، مثلاً جس طرح روشنی انسان کی حاجت اصلیہ ہے تو مکان میں دھوپ یا ہوا کی آمد اس کی حاجت زائدہ ہے، مکان میں ایک کھڑکی سے روشنی آرہی ہے تو دوسری کھڑکی کی حاجت حاجت زائدہ ہے وغیرہ، دوسروں کے ضرر کی رعایت حاجت اصلیہ کی حد تک کی جائے گی، حاجت زائدہ میں نہیں، علامہ محمود مازہؒ تحریر فرماتے ہیں:

''والفرق: أن في مسألة البيتين الذي يريد البناء يمنع صاحبه عن الضوء والضوء من الحوائج الأصلية، وفي مسألتنا يمنعه عن الشمس والريح وذلك من الحوائج الزائدة''۔

علامہ شامیؒ رقمطراز ہیں:

''فعلى هذا لو كان للمكان كوتان مثلا فسدّ الجار ضوء إحداهما بالكلية لا يمنع إذا كان يمكن الكتابة بضوء الأخرى والظاهر أن ضوء الباب لا يعتبر لأنه يحتاج لغلقه لبرد ونحوه كما حررته في تنقيح الحامدية''۔

اسی طرح ایسے اعمال جن کا رواج نہ ہو یا خلاف عادت ہو مثلاً رہائشی علاقے میں کوئی شخص تجارتی تنور، یا آٹا چکی یا لانڈری وغیرہ کھول دے جن سے آس پاس کے لوگ مسلسل اذیت اور تنگی محسوس کریں، ان کو بھی فقہاء نے ضرر فاحش میں شمار کیا ہے، لیکن اگر یہی چیزیں رہائشی کے بجائے آبادی سے باہر یا صنعتی علاقے میں قائم کی جائیں، جہاں ہر طرف اسی طرح کی چیزیں چل رہی ہوں تو پھر ان کو ضرر فاحش کے زمرہ میں داخل نہیں کیا جائے گا اور ان پر قانونی پابندی بھی عائد نہیں کی جائے گی، گوکہ اس کے مضرات وہاں آس پاس کی آبادی تک فی الجملہ پہنچتے ہوں، شامی لکھتے ہیں:

''وفيه أراد أن يبني في داره تنورا للخبز دائما أو رحى للطحن أو مدقة للقصارين يمنع عنه لتضرر جيرانه ضررا فاحشا وفيه لو اتخذ داره حماما ويتأذى الجيران من دخانها فلهم منعه إلا أن يكون دخان الحمام مثل دخان الجيران اه۔

وفي البحر وذكر الرازي في كتاب الاستحسان لو أراد أن يبني في داره تنورا للخبز الدائم كما يكون في الدكاكين أو رحى للطحن أو مدقات للقصارين لم يجز لأنه يضر بجيرانه ضررا فاحشا لا يمكن التحرز عنه فإنه يأتي منه الدخان الكثير والرحى والدق يوهن البناء بخلاف الحمام لأنه لا يضر إلا بالنداوة ويمكن التحرز عنه بأن يبني حائطا بينه وبين جاره وبخلاف التنور المعتاد في البيوت اه وإن أراد أن يعمل في داره تنورًا صغيرًا على ما جرت به العادة جاز''

واضح رہے کہ عادت کے مفہوم میں جہاں عوامی رجحانات آتے ہیں وہیں حکومتی ہدایات وتعینات بھی شامل ہیں، یعنی اگر کوئی شخص حکومتی تعینات کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ایسے علاقے میں دھواں خیز یا کثافت انگیز فیکٹری قائم کرے جہاں حکومت نے صنعتی کارخانہ کی اجازت نہیں دی ہے تو یہ بھی خلاف عادت میں داخل ہوگا اور اس کو تعدی قرار دیا جائے گا، ضرر پہنچنے کی صورت میں مروج اعمال وتصرفات پر فقہاء حنفیہ قانونی پابندی تو عائد نہیں کرتے، اور نہ ان سے پہنچنے والے نقصانات کو قابل ضمان قرار دیتے ہیں:

''وَہُوَ نَظِيرُ مَا لَوْ أَوْقَدَ النَّارَ فِي أَرْضِهِ فَوَقَعَ الْحَرِيقُ بِسَبَبِ ذَلِكَ فَإِنَّهُ لَا يَكُونُ ضَامِنًا لِكَوْنِهِ مُتَصَرِّفًا فِي خَالِصِ مِلْكِهِ، وَكَذَلِكَ لَوْ نَزَّتْ أَرْضُ جَارِهِ مِنْ هَذَا الْمَاءِ۔

قال رحمه الله (اتخذ بئرا في ملكه أو بالوعة فنز منها حائط جاره فطلب تحويله لا يجبر عليه وإن سقط الحائط منه لم يضمن) لأنه تصرف في خالص ملكه ولأن هذا تسبب وبه لا يجب الضمان إلا إذا كان متعديا كوضع الحجر على الطريق واتخاذ ذلك في ملكه ليس بتعد فلا يضمن''۔

لیکن ممکنہ اخلاقی قواعد وضوابط اور دفاعی بندشوں کا وہ انکار نہیں کرتے:

''وكذلك لصاحب الحائط أن يفتح فيه بابا وإن تأذى جاره لما ذكرنا، والكف عما يؤذي الجار أحسن''۔

'' فَعَرَفْنَا أَنَّ الْمَالِكَ مُطْلَقُ التَّصَرُّفِ فِيمَا هُوَ خَالِصُ حَقِّهِ، وَإِنْ كَفَّ عَمَّا يُؤْذِي جَارَهُ كَانَ أَحْسَنَ لَهُ... وَالتَّحَرُّزُ عَنْ سُوءِ الْمُجَاوَرَةِ مُسْتَحَقٌّ دِينًا وَلَكِنَّهُ لَا يُجْبَرُ عَلَى ذَلِكَ فِي الْحُكْمِ''۔

دفاعی تدبیر کی ایک نظیر وہ واقعہ ہے جس کا ذکر متعدد کتب فقہ میں موجود ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ سے کسی نے دریافت کیا کہ میرے پڑوسی نے اپنے گھر میں ایک برف خانہ قائم کیا ہے، (جس کی سیلن میری دیواروں تک آتی ہے) تو امام صاحب نے اس کو مشورہ دیا کہ تم اپنے احاطے میں ایک بھٹی ڈال لو اس کا برف خانہ خود ہی پگھل جائے گا۔

''وَالْحِيلَةُ لِلْجَارِ أَنْ يَتَصَرَّفَ فِي مِلْكِهِ عَلَى وَجْهٍ يَدْفَعُ بِهِ ضَرَرًا عَنْ نَفْسِهِ وَيَحُولُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ مَقْصُودِهِ عَلَى مَا حُكِيَ أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إلَى أَبِي حَنِيفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ: إنَّ جَارِيَ اتَّخَذَ مُجَمِّدَةً بِجَنْبِ حَائِطِي فَقَالَ: اتَّخِذْ أَنْتَ أَتُونًا بِجَنْبِ الْحَائِطِ لِيَذِيبَ ہُوَ مَا يَجْمَعُ مِنْ الْجَمَدِ'' اس سے یک گونہ احتیاطی تدابیر اور دفاعی قواعد کی گنجائش نکلتی ہے۔

مشترکہ مفادات کے خلاف کوئی ضرر قابل برداشت نہیں، البتہ مشترکہ حقوق ومنافع اور مفاد عامہ کی چیزوں میں حنفیہ خالص ذاتی اشیاء کے بالمقابل زیادہ حساس ہیں، ان میں مطلق ضرر ہی ان کے نزدیک قابل ممانعت ہے، قطع نظر اس سے کہ وہ ضرر فاحش ہے یا نہیں؛ کیونکہ ان چیزوں میں ہر ایک کی فی

الجملہ شرکت پائی جاتی ہے اس لئے ہر تصرف کا ضرر سے پاک ہونا ضروری ہے۔

☆ اس کی ایک مثال کئی منزلہ عمارت ہے، اس میں نچلی منزل والوں کو اپنی دیواروں میں کوئی بھی تصرف صرف اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ بالائی منزل کو کوئی گزند نہ پہنچے، خواہ وہ بڑا ہو یا چھوٹا، اور اس کی توجیہ یہی کی گئی ہے کہ تحتانی منزل کی در و دیواروں پر گو کہ ملکیت بالائی منزل والوں کی نہیں ہے لیکن ان کا حق ان سے ضرور وابستہ ہے، اس لئے حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بالائی منزل والوں کی مرضی کے بغیر تحتانی منزل والے کوئی تصرف نہیں کرسکتے۔

''وقد یجاب بأن المسألة المتقدمة لیست من فروع هذه القاعدة فإن ما بنا فی تصرف الشخص فی خالص ملكه الذی لاحق للجار فیه وما مرفی تصرفه فیما فیه حق للجار فإن السفل وإن كان ملكا لصاحبه إلا أن لذی العلوحقا فیه فلذا أطلق المنع فیه ولذا لوہدم ذوالسفل سفله یؤمر بإعادته بخلاف ما بنا ہذا ماظهر لی فاغتنمه۔

ثم قیل :أبوحنیفة بنی علی أصله أنه لیس لصاحب العلو أن یبنی علی علوه إلا برضی صاحبه ،وعندهما یجوز.وقیل أجاب علی عادة أہل الكوفة فی اختیارهم السفل علی العلو۔

وعند أبي حنیفة الاصل الحظر لأنه تصرف فی محل تعلق به حق محترم للغیر.وقال شیخ الإسلام إذا أشكل تصرف صاحب العلو ،وهل یضر بالسفل أولا؟ لایملكه بالاتفاق ،وقال الصدر الشهید المختار إذا أشكل لایملكه وإذا لم یضر یملكه

☆ اس کی دوسری مثال راستہ پر تصرف کرنا ہے مثلاً کوئی عام راستہ پر بیت الخلا بنالے، یا پرنالہ کھول دے جس کا پانی راستے پر گرتا ہو، یا راستہ پر دکان ڈال دے وغیرہ، فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر اس سے عام لوگوں کو نقصان نہ پہنچے تو حرج نہیں ورنہ اس پر پابندی عائد کی جائے گی اور اس کا توڑنا واجب قرار پائے گا، نہ مانے تو اس کے خلاف عدالت میں استغاثہ کیا جائے گا...... اسی طرح مخصوص راستے جو چند لوگوں میں مشترک ہوتے ہیں ان میں بھی تمام شرکاء کی رضامندی ضروری ہے، خواہ ضرر ہو یا نہ ہو:

''من أحدث فی طریق العامة كنیفا أو میزابا أو جرصنا الجرصن قیل هو البرج وقیل جذع یخرجه الإنسان من الحائط لیبنی علیه وقیل هو مجری ماء یركب فی الحائط وهو بضم الجیم وسكون الراء المهملة وضم الصاد المهملة أو دكانا وسعه ذلك إن لم یضر بهم أی بالعامة لأن الطریق معد للتطرق فله الانتفاء ما لم تتضرر العامة به.... وَفِي الطَّرِيقِ الْخَاصِّ لَا يَسَعُهُ بِلَا إِذْنِ الشُّرَكَاءِ وَإِنْ لَمْ يَضُرَّ''۔

عام راستے میں حکومت بہت حد تک مجاز ہوتی ہے، لیکن فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر عام لوگوں کے لئے باعث ضرر ہو تو حکومت کو بھی اجازت نہیں دینی چاہئے، ایسی صورت میں اگر حکومت کی اجازت سے بھی کوئی شخص بنائے گا تو بھی گنہ گار ہوگا۔

البتہ مردہ راستہ جس پر بہت کم لوگ چلتے ہوں، اس میں لوگوں کے چلنے کے بقدر جگہ چھوڑ کر کچھ کیا جائے مثلاً غلہ سکھانے کے لئے کوئی استعمال کرے یا درخت لگادے وغیرہ اور لوگوں کو دقت نہ ہو تو اس کی گنجائش ہے۔

شافعیہ کے یہاں ضرر کا تصور:

شافعیہ بھی اس باب میں حنفیہ کے ہم خیال ہیں، حضرت امام شافعیؒ نے حدیث پاک "لاضرر ولاضرار" کی جو تشریح کی ہے، اس سے ان کا نقطۂ نظر صاف معلوم ہوتا ہے، امام شافعی کی رائے میں یہ حدیث کلام مجمل کے درجہ میں ہے اور اس کی بنیاد پر انسان کی ملکیت خاصہ کا انکار نہیں کیا جاسکتا، جو کہ واضح مسلمات میں سے ہے، امام شافعی کے نزدیک 'لاضرر' کا مفہوم یہ ہے کہ کسی انسان کی ملکیت میں زیادتی نہیں کی جائے گی، اور اس کے مالی واجبات مقررہ حد سے زیادہ وصول نہیں کئے جائیں گے اور 'لاضرار' کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو اپنے مال کے منافع سے محروم نہیں کیا جائے گا، ہر شخص اپنے مالی تصرفات میں نفع ونقصان کا خود مالک ہے، نہ اس کو کسی کام کے کرنے نہ کرنے پر مجبور کیا جائے گا اور نہ اس کے اعمال کی جوابدہی کسی دوسرے کے سر ہوگی۔

اسی تصور کی بنیاد پر فقہ شافعی میں یہ صراحت کی گئی ہے کہ:

’’ وکذا لو حفر بئرا فی ملکه فتندی جدار جاره فانهدم، أو غار ماء بئره أو حفر بالوعة فتغیر ماء بئر الجار، فلا شئ علیه، لأن الملاك لا یستغنون عن مثل هذا ‘‘۔

(اگر کسی شخص نے اپنے مملوکہ احاطے میں کنواں کھودوایا اور اس کے زیر اثر پڑوس کے مکان کی دیوار گر گئی، تو اس کا ضمان کنواں والے پر نہیں ہوگا، اس لئے کہ اصحاب ملکیت اس قسم کی ضرورتوں سے بے نیاز نہیں رہ سکتے)۔

البتہ یہ حکم اس وقت ہے جب کہ ان تصرفات میں کوئی تعدی اور زیادتی نہ پائی گئی ہو، جس کی ایک علامت یہ ہے کہ عادت یعنی معروف حدود سے تجاوز نہ کیا گیا ہو: علامہ نوویؒ رقمطراز ہیں:

’’لو حفر بئرا متعدیا فتلف بها إنسان بعد موته یجب الضمان ولو قصر فخالف العادة فی سعة البئر ضمن فإنه إهلاك ولیکن کذلك إذا قرب الحفر من الجدار علی خلاف العادة‘‘۔

قلیوبیؒ لکھتے ہیں:

’’وَيَتَصَرَّفُ (كُلُّ وَاحِدٍ) مِنَ الْمُلَّاكِ (فِي مِلْكِهِ عَلَى الْعَادَةِ) وَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ إِنْ أَفْضَى إِلَى تَلَفٍ (فَإِنْ تَعَدَّى) الْعَادَةَ (ضَمِنَ) مَا تَعَدَّى فِيهِ (وَالْأَصَحُّ أَنَّهُ يَجُوزُ أَنْ) (يَتَّخِذَ دَارَهِ الْمَحْفُوفَةَ بِمَسَاكِنَ حَمَّامًا وَإِصْطَبْلًا) وَطَاحُونَةً (وَحَانُوتَهُ فِي الْبَزَّازِينَ حَانُوتَ حَدَّادٍ) أَوْ قَصَّارٍ (إِذَا احْتَاطَ وَأَحْكَمَ الْجُدْرَانَ) بِمَا يَلِيقُ بِمَقْصُودِهِ . وَالثَّانِي يَمْتَنِعُ ذَلِكَ لِمَا فِيهِ مِنَ الضَّرَرِ وَعُورِضَ بِأَنَّ فِي مَنْعِهِ إِضْرَارًا بِهِ ‘‘۔

اسی لئے شوافع کسی کی دیوار پر بلا اجازت لکڑی رکھنے کی اجازت نہیں دیتے، جب کہ حدیث میں اجازت دینے کی تلقین کی گئی ہے، شوافع اس کو استحباب پر محمول کرتے ہیں۔

اس طرح حنفیہ کے یہاں جو بات ضرر بین یا ضرر فاحش کے الفاظ میں کہی گئی تھی وہ فقہ شافعی میں تعدی کے لفظ سے ادا کی گئی ہے، اسی طرح المعتاد یا مثلہم وغیرہ کی تعبیرات حنفیہ کے یہاں بھی ہیں اور شافعیہ کے یہاں بھی، حنفیہ بھی خلاف معتاد کام کرنے کو ضرر فاحش شمار کرتے ہیں، جیسا کہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے، حنفیہ کے یہاں بھی جس طرح اصل مذہب اور مفتی بہ رائے میں فرق ہے، اسی طرح امام شافعیؒ کے یہاں بھی قول قدیم اور قول جدید میں فرق ہے ،اس طرح فکری اعتبار سے دونوں مکاتب فقہ اس باب میں پوری طرح متفق ہیں۔

البتہ اس باب میں مالکیہ اور حنابلہ کے یہاں بظاہر زیادہ توسع بتایا جاتا ہے، کہ وہ حدیث (لاضرر) کو پورے عموم میں لیتے ہیں، اور اس ضمن میں جس قدر روایات وآثار منقول ہیں ان کو قانونی درجہ دیتے ہیں، حنفیہ اور شافعیہ بھی ان روایات وآثار کے منکر نہیں ہیں، اور نہ ان کی قانونی حیثیت کا انکار کرتے ہیں، البتہ تعبیر وتشریح اور مواقع استعمال کا فرق کرتے ہیں، لیکن میرے تجزیہ کے مطابق چند جزئیات کو چھوڑ کر نتیجہ اور مآل کے اعتبار سے مالکیہ اور حنابلہ کے تصورات میں بھی کوئی بہت زیادہ فرق نہیں ہے۔

مالکیہ کے یہاں تصور ضرر:

مالکیہ کے نزدیک اگر کسی کے عمل سے دوسرے کو ضرر پہنچتا ہے تو گو کہ وہ اپنی خاص ملکیت میں عمل کر رہا ہو لیکن اس پر قانونی پابندی عائد کی جائے گی مثلاً کسی کی زمین میں کنواں پہلے سے ہے، اور اس کے پڑوسی نے اس کے قریب اپنی زمین میں کنواں کھودوالیا جس سے اس کے کنویں کا پانی خشک یا کم ہوگیا تو یہ ضرر ہے اور اس کے پڑوسی کو اس کی اجازت نہیں دی جائے گی، اور اس کو اپنا کنواں بند کرنا پڑے گا، حضرت امام مالکؒ اس قسم کے نقصانات کو قابل ضمان بھی مانتے ہیں، المدونۃ الکبریٰ میں ہے:

’’ أرأیت لو أن رجلا حفر بئرا بعیدة عن بئر جار له، وکان أحیاها قبل ذلك فانقطع ماء البئر الأولی وعلم أنه إنما انقطع من حفر هذه البئر الثانیة، أیقضی له علی هذا بردم البئر الثانیة أم لا فی قول مالك؟ قال: قال مالك: للرجل أن یمنع ما یضر ببئره، فإذا کان له أن یمنع فله أن یقوم علی هذا فیردم بئره التی حفرها. قلت: أرأیت من حفر بئرا فی غیر ملکه فی طریق المسلمین، أو حفرها فی أرض رجل بغیر أمر رب الأرض، أو حفرها إلی جنب بئر ماشیة وهی تضر

ببئر الماشية بغير أمر رب البئر فعطب رجل فی تلك البئر، أيضمن ما عطب فيها هذا الذی حفرہا من دابة أو إنسان؟ قال: قال مالك: من حفر بئرا حيث لا يجوز له فهو ضامن لما عطب فيها. قلت أرأيت الآبار التی تكون فی الدور، أيكون لی أن أمنع جاری من أن يحفر فی داره بئرا يضر ببئری التی فی داری أم لا؟ قال: سمعت مالكا يقول فی الرجل يكون له فی داره بئرا إلی جنب جداره، فحفر جاره فی داره بئرا إلی جنب جداره من خلفها. قال: إن كان ذلك يضر ببئر جاره منع من ذلك''۔

مالکیہ نے انسانی تصرفات کوجلب مصلحت اور دفع مضرت کے ضابطہ کے ساتھ مربوط کیا ہے، اور جوان مقاصد سے متعارض ہوان کو کالعدم قرار دیا ہے ،علامہ شاطبیؒ نے اپنے مخصوص انداز میں اس کی ممکنہ آٹھ قسمیں بیان کی ہیں، جن میں کچھ جائز اور کچھ ناجائز ہیں، شاطبیؒ نے کافی تفصیل سے تقریباً سولہ (۱۶) صفحات میں ان اقسام کو بیان کیا ہے، میرا مقالہ اس تفصیل کا متحمل نہیں ہے، البتہ اس پوری بحث پر غور کرنے سے ان تقسیمات کی روح اور ان پر احکام شرعیہ کی بنیاد چند محوروں میں گردش کرتی نظر آتی ہے:

☆ ضرر پہنچانے کا قصد ہے یا نہیں، ☆ تصرف پر پابندی لگانے سے خود صاحب تصرف کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا؟ ☆ دفع مضرت جلب منفعت سے مقدم ہے، ☆غلبہ ضرر ضروری نہیں ہے تو کثرت ضرر ہے یا نہیں؟......

اوران تمام مباحث سے جو نتائج اخذ ہوتے ہیں ان میں جزئیات کے اعتبار سے فرق ضرور ہے لیکن بنیادی فکر کے لحاظ سے کوئی زیادہ تفاوت محسوس نہیں ہوتا، کیونکہ شاطبی بھی اس سے اتفاق کرتے ہیں کہ: ☆ ضرر عام کو روکنے میں خود صاحب عمل کے ضرر کا دھیان رکھنا بھی ضروری ہے، ☆ شاطبی نے قصد ضرر کو موضوع بحث بنایا ہے ☆ تعدی کا مسئلہ اٹھایا ہے ☆ ضرر محتمل ہے یا یقینی؟ اس کو مسئلہ کا مدار بنایا ہے، ☆ ضرر بکثرت پیش آتا ہے یا کم؟ ☆ تصرف کو روکنے میں ضرر زیادہ ہے یا نافذ کرنے میں؟ ☆ اور خود صاحب ملکیت کے مفادات کس حد تک محفوظ ہیں؟ وغیرہ۔

یہ ساری بحثیں یہ سمجھنے کے لئے کافی ہیں، کہ مسئلہ میں اتنا عموم نہیں ہے جتنا بادی النظر میں سمجھا جاتا ہے، مسائل وجزئیات کی تطبیق میں حالات اور افراد کی بنا پر فرق ضرور موجود ہے، لیکن بنیادی تصورات میں بہت زیادہ اختلاف نہیں ہے، مالکیہ کے یہاں ضرر کا دائرہ نسبتاً زیادہ وسیع ہے، لیکن ملکیت کا احترام بھی موجود ہے۔

مالکیہ کے یہاں ضرر قدیم اور جدید کی تقسیم بھی ملتی ہے، ایک رائے یہ ہے کہ دونوں کے حکم میں فرق ہے، جبکہ دوسری زیادہ معروف رائے یہ ہے کہ قدامت اور جدت سے ضرر کی معنویت پر فرق نہیں پڑتا، ضرر ہر حال میں قابل انسداد ہوتا ہے۔

اسی طرح ان کے یہاں ضرر کبیر اور صغیر نیز مسلسل اور وقتی کا بھی فرق ملتا ہے، پن چکی، دھوبی پاٹ، بیت الخلاء اور لوہار وغیرہ کی بحث کی ضمن میں فقہاء مالکیہ نے جو گفتگو کی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ زیادہ تکلیف دہ ہونے کی صورت ہی میں ان پر پابندی عائد کی جائے گی، یا دھوبی کی ضرب سے دیواریں متاثر ہوں، مسلسل انسانی سماعتوں کو کریہہ آوازوں کا سامنا کرنا پڑے تب اس پر روک لگے گی، بعض فقہاء نے رات اور دن کا بھی فرق کیا ہے کہ کسی کا یہ ذریعہ معاش ہے تو دن میں پابندی نہ ہوگی بلکہ صرف رات میں ہوگی:

''واماماكان صوتا كبيرًا مستدامًا كالكمادين۔ ...والرحا ذات الصوت الشديد فانه ضرر يمنع منه كالرائحة...۔ والراجح فی المذهب انه لايمنع من ذلك إلا أن يضر الصوت بالجدار......ان الصوت لايخرق الاسماع ولايضر الاحشاء فان أضر ذلك بالجدران منع''۔

بدبو کے بارے میں ابن فرحون لکھتے ہیں:

''إن الرائحة المنتنة تخرق الخياشيم وتصل إلى الامعاء وتؤذی الإنسان ...وكل رائحة تؤذی يمنع ...وبه العمل فی المذهب''

روٹی کے تنور، یا حمام، سونا، چاندی اور لوہا کی بھٹیوں سے نکلنے والے دھوئیں کی ممانعت کی توجیہ کرتے ہوئے ابن فرحون رقمطراز ہیں:

''وذلك ان وجه الضرر هو الدخان الذی يحصل من الفرن والحمام فيدخل على الجيران ويضر ...وهو من

الضرر الکبیر المستدام''

یعنی اصل وجہ ضرر وہ دھواں ہے جو حمام یا پائپ سے نکلتا ہے اور آس پاس میں پھیل کر لوگوں کو نقصان پہنچاتا ہے، اور یہ معمولی نہیں بلکہ مسلسل رہنے والا بڑا نقصان ہے۔

ان تفصیلات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ فقہاء مالکیہ کے یہاں بھی مطلق ضرر قابل مؤاخذہ نہیں ہے بلکہ ضرر جب فتیح صورت اختیار کرلے، یا یہ کہ مسلسل رہنے لگے تب وہ قابل بندش قرار پاتا ہے، اس لحاظ سے حنفیہ اور مالکیہ میں چند جزئیات کو چھوڑ کر نتیجہ کے لحاظ سے کوئی خاص فرق نہیں رہ جاتا۔

حنابلہ کا نقطۂ نظر:

البتہ حنابلہ کے یہاں ''لا ضرر ولا ضرار'' کا مفہوم نسبتاً زیادہ وسیع ہے، وہ ملکیت میں تصرف کے دائرے کو تنگ کرتے ہیں، وہ اس حدیث پاک کی بنیاد پر ایک بےضرر معاشرہ کی تشکیل کرنا چاہتے ہیں، ان کے نزدیک اصحاب ملکیت کا اپنا سامان استعمال کرنے سے محروم رہ جانا ایسا ضرر نہیں ہے جو قابل تحمل نہ ہو، بقول علامہ ابن رجب حنبلیؒ انسان کی اپنی ملکیت میں غیر معتاد تصرف تو دیگر فقہاء کے یہاں بھی غلط اور قابل ضمان ہے، مثلاً گرمی اور لو کے دنوں میں جب گرم ہوائیں چل رہی ہوں اگر کوئی شخص کسی کی کھلیان کے قریب اپنی زمین میں آگ جلائے اور اس کی چنگاری کھلیان کو خاکستر کردے، تو یہ ایک غیر معتاد عمل ہے، لیکن اگر انسان اپنے تصرف میں معروف حد سے متجاوز نہ ہو، پھر بھی کسی کو تکلیف پہنچے تو دیگر فقہاء کے یہاں یہ تصرف درست ہے اور اس پر روک نہیں لگائی جائے گی، لیکن حضرت امام احمدؒ کے نزدیک اس صورت میں بھی ضرر سے بچنا ضروری ہے، اور صاحب ملکیت کو اس کے عمل سے روکا جائے گا۔

قاضی ابو یعلیٰؒ لکھتے ہیں:

''ولا یحفر بئر إلیٰ جنب بئرہ أو کنیفًا إلیٰ جنب حائطہ وإن کان فی حدہ، قیل لہ، فیقدر أن یمنعہ؟ قال: نعم''۔

(کسی کے کنواں کے بازو میں کوئی دوسرا کنواں نہیں کھودا جائے گا، اور نہ کسی کی دیوار کے بغل میں بیت الخلا بنایا جائے گا گو کہ اپنی حد میں ہو، حضرت امام احمدؒ سے پوچھا گیا، کیا اس کو روکا جاسکتا ہے؟ آپ نے جواب دیا: ہاں)۔

علامہ ابن قدامہؒ رقمطراز ہیں: ''ولیس للرجل التصرف فی ملکہ تصرفًا یضر بجارہ، نحو أن یبنی فیہ حمامًا بین الدور''۔

(کسی انسان کو اپنی ملک میں ایسے تصرف کی اجازت نہیں ہے جو اس کے پڑوسی کے لئے نقصان دہ ہو، مثلاً مکانات کے درمیان حمام بنوانا وغیرہ)۔

اس طرح کی جزئیات بکثرت فقہ حنبلی میں موجود ہیں، لیکن اگر اس کے ساتھ ہم محققین حنابلہ کی تحقیقات کو بھی شامل کرلیں، تو ہمیں محسوس ہوگا کہ یہ مسئلہ کا صرف ایک رخ ہے، مسئلہ کا دوسرا رخ جیسا کہ علامہ ابن تیمیہؒ وغیرہ نے لکھا ہے اور ان کے حوالے سے دیگر فقہاء حنابلہ نے بھی اس کا ذکر کیا ہے، یہ ہے کہ دراصل ضرر کی بنیاد قصد وارادہ پر ہے یا ایسے عمل پر جس کا ضرر بالکل واضح ہو، یعنی اگر انسان کسی کو نقصان پہنچانے کے ارادے سے نہیں بلکہ اپنی ضرورت کے لئے اپنی ملکیت میں کوئی تصرف کرتا ہے جو دوسروں کے لئے ضرر رساں ہو تو یہ ضرر قابل لحاظ نہیں ہے، اس لحاظ سے حنفیہ کے ساتھ ان کی بہت زیادہ دوری باقی نہیں رہ جاتی، علامہ ابن تیمیہ تحریر فرماتے ہیں:

''والمضارة مبناها علی القصد والإرادة أو علی فعل ضرر علیہ فمتیٰ قصد الإضرار ولو بالمناخ أو فعل الاضرار من غیر استحقاق فهو مُضار وأما إذا فعل الضرر المستحق للحاجة إلیہ والانتفاع بہ لا لقصد الأضرار فلیس بمُضار''۔

علامہ مقدسیؒ نے بھی الفروع میں اس کو ابن تیمیہؒ کے حوالے سے بطور استشہاد نقل کیا، اور اسی بنیاد پر علامہ بہوتیؒ نے لکھا ہے کہ پڑوس کی دیوار پر بلا اجازت لکڑی رکھنا منع ہے جبکہ حدیث پاک میں اس کی صراحتاً اجازت آئی ہے، انہوں نے اس کو عدم ضرر اور ضرورت شدیدہ کے ساتھ مشروط کیا ہے:

''وحرم أن یتصرف فی جدار جار أو مشترك بفتح طاق أو ضرب وتد ونحوہ بلا إذنہ ولیس لہ وضع خشبہ علی حائط جارہ أو حائط مشترك (إلا عند الضرورة) فیجوز (إذا لم یمکنہ التسقیف إلا بہ) ولا ضرر لحدیث أبی هریرة یرفعہ ''لا یمنعن جار جارہ أن یضع خشبہ علی جدارہ''۔

فقہی آراء کے اس تجزیہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جزئیات اور بعض تطبیقات میں اختلاف کے باوجود تقریباً تمام ہی فقہاء اس کلیہ سے اتفاق رکھتے ہیں کہ شخصی تصرفات میں ہر قسم کے ضرر سے بچنا ممکن نہیں اور نہ شریعت میں یہ مطلوب ہے، بلکہ ممکن حد تک ایسے عمل سے گریز کا حکم ہے جس سے دوسروں کو قابل لحاظ ضرر پہنچے، جس کو حنفیہ نے ضرر فاحش، ضرر غیر عادی، شافعیہ نے ضرر غیر معتاد، مالکیہ نے ضرر بلا تعدی یا ضرر یقینی اور حنابلہ نے ضرر بلا قصد اور ضرر واضح کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔

آلودگی کی مختلف شکلیں:

ان اصولی مباحث کی روشنی میں زندگی کے بے شمار مسائل کی طرح آلودگی کے مسئلے کو بھی حل کیا جاسکتا ہے، اس ضمن میں جو سوالات اٹھائے گئے ہیں وہ دراصل آلودگی کے مسئلہ کی مختلف شکلیں ہیں جو جگہ بجگہ رونما ہورہی ہیں۔

ا۔ دھواں چھوڑنے والی اشیاء:

اگر وہ رپورٹیں جن کا حوالہ اوپر دیا گیا ہے، قابل اعتماد اور معتبر تحقیقی ذرائع سے آئی ہیں، اور ان کے مطابق کم از کم ظن غالب کی حد تک یہ باور کیا جاسکتا ہو کہ فضائی آلودگی میں دھواں پھینکنے والے ایندھن کا بڑا کردار ہے تو ایسی صورت میں ممکن حد تک ایسے ایندھن کے استعمال میں احتیاط کرنا ضروری ہے، اور اگر کم دھواں پھینکنے والے ایندھن یا دیگر متبادل وسائل بسہولت میسر ہوں، تو ترجیحی طور پر انہی کو اختیار کرنا چاہئے، معروف فقہی ضابطہ ہے:

''دَرْئُ الْمَفَاسِدِ أَوْلَى مِنْ جَلْبِ الْمَصَالِحِ''۔

مضرت کو دور کرنا منافع کے حصول سے مقدم ہے، شریعت میں معروفات کے حصول سے زیادہ منہیات سے گریز پر زور دیا گیا ہے، جیسا کہ ایک حدیث پاک میں منہیات سے ہر حال میں بچنے کا حکم دیا گیا ہے جبکہ معروفات پر حسب امکان عمل کرنے کو کہا گیا ہے، حضرت ابو ہریرہؓ راوی ہیں:

'' فإذا نهيتكم عن شيء فاجتنبوه وإذا أمرتكم بأمر فأتوا منه ما استطعتم ''

(جس کام سے میں روکوں اس سے رک جاؤ اور جس کام کا حکم دوں اس پر حتی الامکان عمل کرو)۔

ایک حدیث میں ہے:

'' مَا خُيِّرَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَ أَمْرَيْنِ أَحَدُهُمَا أَيْسَرُ مِنَ الآخَرِ إِلَّا اخْتَارَ أَيْسَرَهُمَا مَا لَمْ يَكُنْ إِثْمًا ''

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب دو امر میں اختیار ملتا تھا تو آپ آسان ترین کو اختیار فرماتے تھے، بشرطیکہ گناہ نہ ہو)۔

علامہ ابن عبدالبر القرطبیؒ نے اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آسانی کا تعلق آپ کی ذات سے نہیں بلکہ امت سے ہے:

''فلعلها ذهبت إلى أن رسول الله ﷺ لم يختر القصر في أسفاره إلا توسعة على أمته وأخذا بأيسر أمر الله ''۔

اس کا مطلب ہے کہ اجتماعی مفادات کی رعایت ذاتی مفادات کے مقابلے میں زیادہ لائق ترجیح ہے۔

علامہ ابن نجیمؒ نے لکھا ہے کہ اگر دو مساوی چیزوں کا مسئلہ ہو تو جس پر چاہے عمل کرسکتا ہے، لیکن اگر تفاوت ہو تو جو اہون ہے اسے اختیار کیا جائے گا، اور حرام چیزوں کے ارتکاب سے ہر حال میں پرہیز کیا جائے گا:

''الْأَصْلُ فِي جِنْسِ هٰذِهِ الْمَسَائِلِ أَنَّ مَنْ اُبْتُلِيَ بِبَلِيَّتَيْنِ ، وَهُمَا مُتَسَاوِيَتَانِ يَأْخُذُ بِأَيَّتِهِمَا شَاءَ ، وَإِنْ اخْتَلَفَا يَخْتَارُ أَهْوَنَهُمَا ؛ لِأَنَّ مُبَاشَرَةَ الْحَرَامِ لَا تَجُوزُ إِلَّا لِلضَّرُورَةِ ''.

مگر یہ حکم اس وقت ہے جب انسان صاحب استطاعت ہو، استطاعت نہ ہونے کی صورت میں مہنگے ایندھن کے استعمال کا پابند کرنا تکلیف مالایطاق ہے اور اس کو ضرر میں مبتلا کرنا ہے۔

۲۔ گاڑیوں میں ایندھن کا استعمال:

گاڑیاں آج کے دور میں انسان کی بنیادی ضروریات میں شامل ہے، ان سے سفری تقاضے ہی نہیں بلکہ بہت سے لوگوں کا معاش بھی وابستہ ہے کہ

اس کے بغیر بڑے شہروں میں انسان نہ ڈیوٹی دے سکتا ہے اور نہ کہیں آمدورفت کرسکتا ہے، کتنے لوگ ٹرانسپورٹ کے شعبہ ہی سے جڑے ہوئے ہیں وغیرہ۔ اور روزمرہ کے استعمال کی چیزوں میں ہر شخص کم سے کم گرانباری کا خواہشمند ہوتا ہے، بلکہ ہر شخص مہنگے وسائل کا متحمل بھی نہیں ہوسکتا، اس طرح کے مواقع پر فقہاء کے ان قواعد سے استفادہ کیا جاسکتا ہے جن میں مشقت کو باعث تخفیف قرار دیا گیا ہے:

''الضرر يزال... المشقة تجلب التيسير... إذا ضاق الأمر اتسع. وقد عزا الخطابي هٰذه العبارة إلى الشافعي رضي الله عنه عند كلامه على الذباب يقع في الماء القليل، ويقرب منها "الضرورات تبيح المحظورات''۔

اسی کے ساتھ ان قواعد کو بھی شامل کیا جائے:

''مَا أُبِيحَ لِلضَّرُورَةِ يُقَدَّرُ بِقَدْرِهَا... يُتَحَمَّلُ الضَّرَرُ الْخَاصُّ؛ لِأَجْلِ دَفْعِ ضَرَرِ الْعَامِّ''

جس حکم کی بنیاد ضرورت پر ہو وہ بقدر ضرورت ہی ہوتی ہے، نیز ضرر عام سے بچنے کے لئے ضرر خاص قابل تحمل ہوتا ہے۔

اسی ضمن میں فقہاء نے کپڑے کی دکانوں کے علاقے میں کھانا پکانے کا ہوٹل بنانے سے منع کیا ہے کہ مبادا کوئی چنگاری کپڑوں کو نقصان نہ پہنچادے، جبکہ ہوٹل انسان کی ضروریات میں شامل ہے، لیکن اس کے لئے مناسب مقام کا انتخاب کرنا ہوگا، اس قسم کی اور بھی جزئیات تفصیل کے ساتھ گذشتہ صفحات میں نقل کی جاچکی ہیں، ان ضوابط اور مباحث سے یہ متبادر ہوتا ہے کہ بلاشبہ گاڑیاں انسان کی لازمی ضرورت ہیں، اور ہر شخص مہنگے ایندھن کا متحمل نہیں ہوسکتا، اور نہ ہر علاقے میں نکلنے والا دھواں ناقابل تحمل ہوتا ہے، چھوٹے شہروں میں یا کھلی آبادیوں میں گاڑیاں بھی کم ہوتی ہیں، اور فضا بھی کھلی ہوتی ہے، اس لئے عام علاقوں میں ڈیزل گاڑی ترک کرنے کے لئے کوئی ترجیحی وجہ نہیں ہے، بلکہ نسبتاً ارزاں ہونے کی بنیاد پر عام لوگوں کے لئے اسی کے استعمال میں سہولت زیادہ ہے، اور اس پر پابندی عائد کرنے میں ان کا ضرر ہے، البتہ بڑے شہروں یا جن مقامات میں انتظامیہ محسوس کرے کہ یہاں ڈیزل گاڑیوں کا استعمال عام زندگی کے لئے نقصان دہ ہو ہے، وہاں انتظامی قواعد کی رعایت کرنا واجب ہے، اور اگر حکومت کی طرف سے کوئی قانون ممانعت موجود نہ ہو تب بھی حسب امکان ضرر عام سے بچنے کے لئے ڈیزل گاڑیوں کا ترک مستحب ہوگا۔

حکومتی قوانین کی رعایت:

حکومت کے انتظامی قواعد کی رعایت ایک تو ضرر کی بنیاد پر ہے۔

دوسرے مسلمان جس ملک کا شہری ہوتا ہے حسب ضابطۂ شہریت وہاں کے قوانین تمدن کی جائز حدود میں ممکنہ رعایت ضروری ہے کہ مسلمان اپنے عہد کی پاسداری کا پابند ہے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''الْمُسْلِمُونَ عِنْدَ شُرُوطِهِمْ فِيمَا وَافَقَ الْحَقَّ'' (موافق حق معاملات میں مسلمان شرائط کا پابند ہوتا ہے)۔

فقہاء نے قومی اور بین الاقوامی بے شمار مسائل میں اس حدیث کو بنیاد بنایا ہے۔

علاوہ ازیں مسلمان کی عزت وحرمت کی حفاظت مقاصد دین بلکہ ضروریات ستہ (حفاظت دین، حفاظت جان، حفاظت مال، حفاظت عقل، اور حفاظت آبرو یا نسب) میں شامل ہے، ملکی قوانین کی خلاف ورزی کی صورت میں اس کی عزت وآبرو خطرہ میں پڑسکتی ہے، اس لئے بلاکسی عذر شرعی کے اس کو خطرہ میں ڈالنا درست نہیں۔

۳۔ روشنی کے لئے جنریٹر کا استعمال:

یہی حکم روشنی کے حصول کے لئے جنریٹر کا بھی ہے، ڈیزل اور مٹی تیل سے جو جنریٹر چلتے ہیں وہ بہت دھواں دیتے ہیں، جبکہ گیس اور پیٹرول سے چلنے والے جنریٹر کم دھواں دیتے ہیں، روشنی انسان کی لازمی ضرورت ہے اس سے چارۂ کار نہیں ہے، اس لئے جنریٹر کے استعمال پر پابندی عائد کرنا ممکن نہیں، البتہ اگر بسہولت کم دھواں والا جنریٹر میسر ہو تو اسی کو استعمال کرنا چاہئے، بصورت دیگر گنجان علاقے یا بڑے شہروں میں ان کے استعمال سے گریز کرنا چاہئے، اور اگر ملک کا شہری قانون اس پر پابندی عائد کرے تو اس سے پرہیز کرنا واجب ہے۔

۴۔ سولر لائٹ کا استعمال:

ایندھن کے مذکورہ وسائل کے ساتھ ساتھ اس وقت شمسی توانائی کا استعمال کافی بڑھ رہا ہے، حکومت بھی اس کے لئے بعض سہولتیں فراہم کر رہی ہیں، اس میں ایک بار ضرور خطیر رقم خرچ ہوجاتی ہے لیکن آئندہ وہ برقی بلوں سے بچ جاتا ہے، صاحب استطاعت افراد اور اداروں کے لئے آلودگی سے محفوظ اس توانائی کا استعمال مستحسن قرار پائے گا، بالخصوص آلودگی سے متاثرہ علاقوں میں اس کی حوصلہ افزائی ہونی چاہئے کہ اس میں مالی بچت بھی ہے اور آلودگی سے تحفظ بھی، اور اس کو مستقبل کی بہتر منصوبہ بندی بھی قرار دیا جاسکتا ہے، پیغمبر خدا حضرت یوسفؑ نے بادشاہ مصر کو مالی وسائل کے حصول اور ترقی کا جو مشورہ دیا تھا اور جس کی بنا پر ملک آئندہ کے مالی بحران سے محفوظ رہا تھا، یہ مستقبل کی منصوبہ بندی ہی تھی، اگر بادشاہ حضرت یوسفؑ کے مشورہ کے مطابق اپنے تمام وسائل استعمال نہ کرتا تو آئندہ کے لئے اسے راحت نہیں مل سکتی تھی، اور ظاہر ہے کہ یہ کام مصر کا ہر شہری انجام نہیں دے سکتا تھا، یہ حکومت کے اختیار کی چیز تھی، اس سے بجا طور پر یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ صاحب استطاعت حضرات بہتر مستقبل کے لئے نسبتاً مہنگے وسائل کا استعمال کریں جن کی بدولت وہ آئندہ مالی گرانباریوں سے محفوظ رہ سکتے ہوں تو اسوۂ یوسفی سے اس کے جواز بلکہ استحسان پر استدلال کیا جاسکتا ہے۔

۵۔ کارخانوں کی کثرت:

صنعتی ترقی کے اس دور میں چھوٹے بڑے کارخانوں کی بہتات ہے اور یہ یقیناً موجودہ دور کی ایک ضرورت ہے، لیکن کارخانوں میں جو ایندھن استعمال کیا جاتا ہے وہ بہت دھواں پیدا کرنے والا ہوتا ہے، اور جو صنعتی فضلات باہر پھینکے یا بہائے جاتے ہیں، وہ فضائی آلودگی پیدا کرتے ہیں اس لئے حکومت نے اس کے لئے کئی قوانین بھی بنائے ہیں مثلاً کارخانے آبادیوں سے باہر ہوں، ان کی چمنیوں کو ایک خاص سطح تک اونچا رکھا جائے، کم سے کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھنوں کا استعمال کیا جائے، اسی طرح فضلات کو تحلیل کرنے کی تدابیر اختیار کی جائیں، ظاہر ہے کہ یہ قوانین انسانی بھلائی ہی کے نقطۂ نظر سے بنائے گئے ہیں، ان قوانین کی خلاف ورزی از روئے شرع درست نہیں، گذشتہ صفحات میں ایسی متعدد فقہی جزئیات نقل کی گئی ہیں جن میں مختلف کاروباروں کو فقہاء نے آبادی سے باہر یا مخصوص علاقوں میں کرنے کی ہدایت دی ہے، اور آباد یا گنجان علاقوں میں ان کو کرنے سے منع کیا ہے، اور ان کو ضرر فاحش یا ضرر غیر عادی وغیرہ سے تعبیر کیا ہے۔

۶۔ عوامی مقامات پر فضلات اور کچرے ڈالنا:

انسان جانور سے بھی غذا حاصل کرتا ہے، جانور کے قابل استعمال اجزاء کے حاصل کرنے کے بعد بعض اجزاء جیسے خون، اوجھڑی وغیرہ ضائع کردی جاتی ہے، نباتات کے مقابلے میں جانوروں میں جلد تعفن پیدا ہوجاتا ہے، اور یہ بہت تیزی سے فضا کو آلودہ کرتے ہیں، اس سے بکثرت بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، بالخصوص جب بیک وقت بہت سارے جانور ذبح کئے جائیں، جیسا کہ قربانی کے وقت ہوتا ہے، ایسے مواقع پر امکانی نقصانات سے بچنے کے لئے خصوصی ہدایات تو موجود نہیں ہیں، لیکن اسلام کے اصول نظافت وطہارت کا تقاضا ہے کہ اس طرح کے کام کرنے والے لوگوں کی خود ذمہ داری بنتی ہے کہ آباد علاقوں میں اس قسم کی غلاظتیں نہ پھیلائیں، بلکہ ان کو ان کے مخصوص مقامات پر ڈالیں جیسا کہ تمام کتب فقہ میں مختلف ابواب کے تحت مزبلہ، مجزرہ، مربض وغیرہ کے الفاظ ملتے ہیں، جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہر دور میں غلاظتوں کے لئے مخصوص مقامات رہے ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قوم کے سباطۃ (یعنی گندگی ڈالنے کی مخصوص جگہ) پر تشریف لائے اور پیشاب فرمایا، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عہد نبوت میں بھی گندگی اور کچرا وغیرہ ڈالنے کی مخصوص جگہیں تھیں۔

☆ اسی طرح پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ شریعت نے راستے سے گندگی اور تکلیف دہ چیزوں کے ہٹانے کا حکم دیا ہے۔

☆ کوئی درخت مسافروں کو تکلیف پہنچاتا ہو تو اس کو کاٹنے کی تلقین کی گئی ہے:

''إِنَّ شَجَرَةً كَانَتْ تُؤْذِي الْمُسْلِمِينَ فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَطَعَهَا فَدَخَلَ الْجَنَّةَ''۔

(حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک درخت مسلمانوں کو تکلیف پہنچاتا تھا ایک شخص نے اسے کاٹ دیا تو جنت کا مستحق ہوگیا)۔

''عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم أَنَّهُ قَالَ: نَزَعَ رَجُلٌ لَمْ يَعْمَلْ خَيْرًا قَطُّ غُصْنَ شَوْكٍ عَنِ الطَّرِيقِ إِمَّا

كَانَ فِي شَجَرَةٍ فَقَطَعَهُ وَأَلْقَاهُ وَإِمَّا كَانَ مَوْضُوعًا فَأَمَاطَهُ فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهُ بِهَا فَأَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ''۔

(حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص نے کبھی کوئی نیک عمل نہیں کیا تھا، اس نے راستہ سے کانٹے دار شاخ ہٹادی، یا کانٹا دار درخت تھا اس کو کاٹ دیا، یا کہیں دور جا کر ڈال دیا، یا راستہ پر کانٹا رکھا ہوا تھا اس کو ہٹا دیا، تو اللہ پاک نے اس کے اس عمل کی قدردانی فرماتے ہوئے اس کو جنت میں داخل فرمادیا)۔

☆ عام جگہوں پر پیشاب پاخانہ کرنے بلکہ تھوکنے سے بھی منع کیا گیا ہے، اگر کسی نے تھوک دیا تو حکم دیا گیا کہ اس کو دفن یا صاف کردے۔

☆ اجتماعی مواقع پر بدبودار چیزیں کھاکر آنے سے منع کیا گیا ہے۔

☆ فقہ حنفی کے حوالے سے گذر چکا ہے کہ عام راستہ میں اگر کوئی شخص بیت الخلا بنادے، یا پرنالہ کھول دے جس کا پانی راستے پر گرتا ہو اور اس سے عام لوگوں کو دشواری ہوتی ہو تو یہ قانونًا ممنوع ہے اور اس کے خلاف عدالت میں استغاثہ کیا جاسکتا ہے، بلکہ مخصوص راستوں میں بھی تمام شرکاء کی رضامندی ضروری ہے، کتاب الخراج میں حضرت امام ابویوسف تحریر فرماتے ہیں:

''لاینبغی لأحد أن یحدث شیئًا فی طریق المسلمین ممایضرہم ولایجوز للامام ان یقطع شیئًا من طریق المسلمین ممافیہ الضرر علیہم ولایسعہ ذلك''۔

(کسی کے لئے جائز نہیں کہ راستہ میں ایسا کام کرے جو مسلمانوں کے لئے تکلیف دہ ہو اور نہ حکومت کے لئے یہ جائز ہے کہ کسی کے لئے اس طرح کا عمل کرے، یہ اختیار حکومت کو بھی حاصل نہیں ہے)۔

بصورت دیگر اگر غلاظت پھیلانے والوں کا تعین نہ ہوسکے تو حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس تعلق سے ضروری اقدامات کرے، اور تمام گندے مقامات سے غلاظتوں کو صاف کرائے۔

☆ فقہ مالکی کا ایک جزئیہ پہلے نقل کیا جاچکا ہے کہ کسی خالی پڑی ہوئی زمین پر لوگ کچرا ڈال جاتے ہوں، جس سے آس پاس میں سخت بدبو پھیلتی ہو اور کچرا ڈالنے والوں کا تعین نہ ہو تو زمین کا مالک اس کی صفائی کا ذمہ دار ہوگا گو کہ وہ خود کوئی کچرا نہ ڈالتا ہو۔

☆ ایک روایت قبل میں گذر چکی ہے کہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی دیوار پر کسی کے تھوک کے نشانات دیکھے، تو آپ نے ناگواری کا اظہار فرمایا اور اپنے دست مبارک سے صاف فرمایا۔

اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ گندگی پھیلانے والوں کا پتہ نہ ہو تو مملوکہ زمین میں مالک زمین اور عام اراضی اور مقامات پر حکومت اس کی صفائی کے لئے جوابدہ ہے۔

۷۔ پلاسٹک کی تھیلیاں:

سامان کی پیکنگ بھی ایک اہم ضرورت ہے، لیکن اس کے لئے آج کل جس قسم کی پلاسٹک کی تھیلیاں دستیاب ہیں وہ زمین میں تحلیل نہیں ہوتیں اور اگر ان کو جلایا جائے تو بہت کثیف دھواں پیدا ہوتا ہے، مگر سستا اور خوشنما ہونے کی وجہ سے اس کا بکثرت استعمال کیا جاتا ہے، ماہرین اس کو ماحولیات کے لئے بہت خطرناک تصور کرتے ہیں۔ ایسی چیزوں کے استعمال سے پرہیز کرنا چاہئے، اور اگر اس کی ممانعت کا قانون بنتا ہے تو اس کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، اور اگر ایسا کوئی قانون موجود نہ ہو اور ماہرین کے مطابق یہ نقصان دہ ہو تو بھی اس سے احتراز کرنا چاہئے، اور اگر استعمال کیا جائے تو جلانے کے مقابلے میں دفن کرنے کو ترجیح دی جائے، حنفیہ بھی سخت کثافت پھیلانے والی اور دھواں خیز چیزوں کے استعمال سے منع کرتے ہیں:

''...لم یجز لأنہ یضر بجیرانہ ضررا فاحشا لا یمکن التحرز عنہ فإنہ یأتی منہ الدخان الکثیر''

(یہ جائز نہیں اس لئے کہ اس سے پڑوسیوں کو ایسا ضرر پہنچتا ہے جس سے بچنا ممکن نہیں کیونکہ اس سے بہت زیادہ دھواں نکلتا ہے)۔

۸۔سگریٹ وغیرہ کا استعمال:

اسی طرح تمباکو کی اشیاء جیسے سگریٹ، بیڑی اور حقہ وغیرہ کا استعمال بذات خود کراہت سے خالی نہیں، پھر ان سے جو کثیف دھواں نکلتا ہے اس کا نقصان آس پاس والوں کو بھی ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ آج کل ایر پورٹ اور عوامی مقامات پر ایسی چیزوں کے استعمال کے لئے اسموکنگ زون بنائے گئے ہیں، تا کہ عام لوگ ان کے اثرات بد سے محفوظ رہیں، شرعی طور پر ایسی چیزوں کا استعمال کرنا مکروہ ہے، اور جن مقامات پر ان کا استعمال ممنوع ہو وہاں ان کا استعمال کرنا درست نہیں ہے۔

۹۔عوامی مقامات پر استنجا کرنا:

ہمارے ملک میں اب بھی بہت سے گھروں میں بیت الخلا نہیں ہیں، اور لوگ کھیتوں میں یا سڑکوں کے کنارے رفع حاجت کرتے ہیں، اور پیشاب تو عوامی مقامات جیسے ریلوے اسٹیشنوں، بس اسٹینڈ وغیرہ پر بے تکلف کیا جاتا ہے، بہت سے لوگ گندا پانی اور فضلات کھلی نالیوں میں بلکہ گلیوں میں بہا دیتے ہیں، جس سے لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے اور اس سے فضائی آلودگی بھی پیدا ہوتی ہے، اس قسم کے اعمال سے گریز کرنا از روئے شرع لازم ہے۔

کھلے میں پیشاب پاخانہ کرنے کا رواج بہت قدیم ہے، عہد نبوت میں بھی اکثر لوگ کھیتوں وغیرہ ہی میں استنجا کی حاجت کے لئے جاتے تھے، مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہدایت کی تھی کہ عوامی مقامات، اور راستے وغیرہ پر غلاظت نہ کی جائے، پردہ کی جگہوں کا انتخاب کیا جائے، اور حتی الامکان پانی کا استعمال کیا جائے، اس سے طہارت کے علاوہ دوسرا فائدہ یہ حاصل ہوتا ہے کہ غلاظتیں زیر زمین پیوست ہو جاتی ہیں...... آج کے دور میں بیت الخلا بنانے کا عمومی رجحان ہے، اور تقریباً تمام ہی عوامی مقامات پر استنجا وغیرہ کا پورا نظم موجود ہے، ان حالات میں عوامی مقامات، کھلی جگہوں، یا راستے وغیرہ میں پیشاب پاخانہ کرنا اسلامی ہدایات کی صریح خلاف ورزی ہے، نیز فضائی آلودگی اور لوگوں کے لئے باعث ضرر ہونے کی بنا پر ممنوع ہے۔

۱۰۔عوامی مقامات پر تھوکنا:

تھوک اور اگر تھوکنے والے نے کوئی نقصان دہ چیز کھا رکھی ہے تو یہ بھی مضر صحت جراثیم پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ماحول کو نقصان پہنچاتے ہیں، اسی لئے بعض ملکوں میں سڑک اور عوامی مقامات پر تھوکنے کو قانوناً ممنوع قرار دیا گیا ہے، اور بہت سے عوامی مقامات پر تھوک دان بنا دیئے گئے ہیں، شریعت میں بھی عوامی مقامات پر تھوکنا ممنوع ہے، بالخصوص اگر اس نے کوئی زہریلی چیز کھا رکھی ہو۔

☆ جیسا کہ بدبودار چیز کھا کر مسجد آنے سے منع کیا گیا، ☆ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک امام مسجد کو دیوار مسجد پر بے احتیاطی کے ساتھ تھوکنے کی پاداش میں امامت سے معزول فرما دیا ☆ دیوار مسجد پر تھوک کے اثرات دیکھ کر آپ نے سخت ناگواری کا اظہار فرمایا، ☆ جہاں تہاں تھوکنے سے بھی آپ نے منع فرمایا ہے، بلکہ موقع محل کے لحاظ سے بائیں یا زیر قدم تھوکنے کی ہدایت فرمائی۔ اس لئے اس سلسلے میں قانون ممانعت کی حوصلہ افزائی ہونی چاہئے۔

۱۱۔شعاعوں کو جنم دینے والی مشینیں:

مختلف مشینیں مثلاً فریج، واشنگ مشین، ایر کنڈیشن، ٹی وی اور موبائل وغیرہ شعاعوں کو جنم دیتی ہیں، ماہرین کا خیال یہ ہے کہ بکثرت ان کے استعمال کی وجہ سے پرندوں اور کیڑے مکوڑوں میں کمی آتی جا رہی ہے، جب کہ ماحول کے تحفظ میں ان کا اہم کردار ہے۔

شرعی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو مذکورہ اشیاء میں سے اکثر آج کے دور میں انسانی ضروریات میں شامل ہیں، اس لئے بالکلیہ ان پر ممانعت عائد کرنا تو بہت مشکل ہے کہ یہ خود اصحاب ضرورت کو ضرر میں مبتلا کرنا ہوگا، البتہ حد ضرورت سے زائد استعمال کرنا منع ہے کہ ضرورت سے زیادہ استعمال اسراف ہے مضر صحت بھی ہے اور ماحولیاتی آلودگی کا باعث بھی۔

۱۲۔جنگلات اور درختوں کا تحفظ:

(الف، ب) ماحولیات کے تحفظ میں پیڑ پودوں کا بنیادی کردار ہے، ان میں زہریلی گیسوں کو تحلیل کر کے صالح گیسیں فراہم کرنے کی زبردست صلاحیت

ہے، سبزہ زار علاقے ہر جاندار کے لئے صحت بخش بھی ہوتے ہیں اور فرحت افزا بھی، ہرے بھرے علاقے میں جو روحانی اور ذہنی سکون حاصل ہوتا ہے، وہ کسی اور جگہ نہیں ہوسکتا، اسی لئے اسلام نے شجر کاری اور زمینوں کی آبادکاری کی بڑی ترغیب دی ہے، لگانے والے کے لئے اس کو باعث اجر وثواب اور مسافروں اور عام مخلوقات کے لئے باعث رحمت قرار دیا ہے، بلاضرورت اس کو کاٹنے سے منع کیا ہے اور اس پر عذاب الٰہی کی وعید سنائی ہے۔ تفصیل پہلے گذر چکی ہے۔

جمہور فقہاء کے نزدیک ہرے بھرے درختوں کو خواہ وہ پھلدار ہوں یا نہ ہوں، کاٹنا اجتماعی جرم اور زیادتی ہے؛ اس لئے کہ یہ مفاد عامہ کی چیزیں ہیں اور ان سے تمام خلق خدا کا حق وابستہ ہے، حدیث میں ہے:

''الناس شرکاء فی ثلاث فی الماء والکلأ والنار'' (سارے لوگ تین چیزوں میں شریک ہیں، پانی، گھاس، اور آگ)۔

البتہ زراعت کے نقطۂ نظر سے یا انسانی تغذیہ کی حاجت کے پیش نظر درختوں کی کٹائی کا استثنا کیا گیا ہے، کہ غذا انسان کی بنیادی ضرورت ہے، اسی لئے بعض روایات میں ''إلا من زرع'' کا استثناء منقول ہے یعنی زراعت کے تحفظ کے لئے کسی درخت کو کاٹا جائے تو وہ عذاب الٰہی کا مستحق نہیں ہوگا:

''من قطع السدر إلا من زرع صب علیه العذاب صبا''

(جو بیری کا درخت کاٹے گا اس پر عذاب الٰہی نازل ہوگا الا یہ کہ زراعت کے نقطۂ نظر سے کاٹا گیا ہو)۔

غذا کی طرح مکان بھی انسان کی بنیادی ضرورت ہے؛ اسی لئے قرآن کریم میں مردوں کو اپنے اہل وعیال کے لئے نان ونفقہ کی طرح (سکنیٰ) رہائشی مکان فراہم کرنے کا بھی حکم دیا گیا ہے:

"أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنتُم مِّن وُجْدِكُمْ وَلَا تُضَارُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ"

(حسب استطاعت اپنے مقام پر اپنی بیویوں کو رہائش فراہم کرو اور ان کو ضرر نہ پہنچاؤ کہ ان کو ضیق میں ڈال دو)۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ رہائش کی تنگی بھی ضرر میں داخل ہے، بدائع الصنائع میں علامہ کاسانیؒ نے بھی اس آیت کے ضمن میں یہی بات لکھی ہے:

''فتضیقوا علیهن المسکن فیخرجن''۔

اس لحاظ سے اگر انسانی رہائش میں وسعت پیدا کرنے کی غرض سے پیڑ پودے کاٹنے کی ضرورت پڑے تو وہ بھی اس حدیث کے دائرہ سے خارج ہوگا، اسی لئے فقہاء نے حسب ضرورت اپنی ملکیت کے پیڑ پودے کاٹنے کو درست قرار دیا ہے۔

''وَكَمَا أَرَيْنَاكَ مِنَ التَّضَرُّرِ بِقَطْعِ الشَّجَرَةِ الْمَمْلُوكَةِ لِلْقَاطِعِ''

(یعنی ہماری رائے میں کسی کے مملوکہ درخت کے کاٹنے پر پابندی لگانا اس کو ضرر پہنچانے کے مترادف ہے)۔

اس تفصیل کے مطابق رہائشی پلاٹنگ کی غرض سے جنگلات اور مزروعات کو کاٹنے کی اجازت ہے، اس لئے کہ شہری اور گنجان علاقے میں پلاٹنگ مہنگی اور عام انسانوں کی دسترس سے باہر ہوتی ہے، لیکن شہر سے باہر بیابانی علاقوں میں یہ نسبتاً سہل الحصول ہوتی ہے، اور غریب اور متوسط طبقہ کے لوگ اپنے لئے رہائشی زمینیں خرید سکتے ہیں، گو کہ پلاٹنگ کرنے والے کو بھی اس میں کافی منافع ہوتے ہیں جو اس پلاٹنگ کے لئے اہم محرک بنتے ہیں، لیکن عام انسانی حاجات کے پیش نظر شخصی منفعت پسندی کو نظر انداز کیا جائے گا۔...... ہاں اگر واقعتاً اس طرح کی ہوس دولت اور جوع الارض موجود ہو اور عام لوگوں کو اس کی کوئی خاص ضرورت نہ ہو تو اس کی حوصلہ افزائی نہیں کی جائے گی، بشرطیکہ ان سے ماحولیاتی خوشگواری متاثر ہوتی ہو اور محض توہمات کو بنیاد نہ بنایا گیا ہو۔

صوتی آلودگی کے مسائل:

صوتی آلودگی بھی ماحولیاتی یا فضائی آلودگی ہی کی ایک قسم ہے، پر شور آوازوں سے فضا میں ارتعاش پیدا ہوجاتا ہے، انسانی اور حیوانی پردۂ سماعت متاثر ہوتا ہے بلکہ گردوپیش کا پورا ماحول صوتی لحاظ سے آلودہ ہوجاتا ہے، اس سے سماعت اور قلب ودماغ کے کئی امراض پیدا ہوتے ہیں، گو کہ پہلے زمانے میں

آوازیں اتنی خطرناک نہیں سمجھی جاتی تھیں، اس لئے کہ ایسی آوازیں کرنے والے آلات نہیں تھے یا کم تھے، لیکن آج یہ عالمی مسئلہ بن چکا ہے، اور گاڑیوں اور مشینوں کی بڑھتی ہوئی تعداد نے اس کو پوری روئے زمین کا مسئلہ بنا دیا ہے، لوگ خواہ مخواہ ہارن بجاتے ہیں، سائرن کی آوازیں دل و دماغ کو ہلا کر رکھ دیتی ہیں، لاؤڈ اسپیکر کا شور وبال جان بنا ہوا ہے، وغیرہ ان حالات میں یہ یقیناً اس دور کا اہم ترین مسئلہ ہے۔

اسلام دین کامل ہے اور اس میں ہر دور کے لئے مکمل ہدایات موجود ہیں، چنانچہ:

☆ اسلام ضرورت سے زیادہ تیز آوازوں کو پسند نہیں کرتا، قرآن کریم میں ہے:

"وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِن صَوْتِكَ إِنَّ أَنكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ"

(درمیانی رفتار سے چلو، اور آواز پست رکھو بلاشبہ سب سے خراب آواز گدھے کی ہے)۔

☆ بہت زیادہ بلند آواز میں نماز پڑھنے سے بھی روکا گیا، جبکہ یہ ایک عبادت ہے۔

"وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا"

(اپنی نماز میں آواز بہت اونچی نہ کرو، اور نہ بہت پست کرو بلکہ بیچ بیچ راستہ اختیار کرو)۔

☆ جنت کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ وہاں صوتی آلودگی نہیں ہوگی، قرآن اس کی شہادت دیتا ہے:

"لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْثِيمًا إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا"

(جنت میں لوگ شور وشغب اور غلط آوازیں نہیں سنیں گے، ہر طرف صرف سلامتی کی آوازیں ہونگی)۔

"لَا تَسْمَعُ فِيهَا لَاغِيَةً" (جنت میں کوئی غلط بات نہیں سنی جائے گی)۔

ایک حدیث پاک میں ارشاد ہے:

"إن الله يبغض كل جعظري جواظ سخاب في الأسواق"

(بے شک اللہ پاک ہر متکبر، مغرور، بخیل اور بازاروں میں شور مچانے والے شخص کو ناپسند فرماتے ہیں)۔

☆ سنجیدگی اور خاموشی نبوت کی صفات میں سے ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں یہ بیان کیا گیا ہے: آپ تندخو، تیز آواز اور بازاروں میں شور مچانے والے نہ تھے: "ليس بفظ ولا غليظ ولا سخاب بالأسواق"۔

☆ مسجدوں میں گمشدہ چیزوں کے اعلان سے روکا گیا کہ عبادت کے دوران ایک نئی قسم کی آواز سے خواہ مخواہ تشویش پیدا ہوگی:

"من سمع رجلا ينشد ضالة في المسجد فليقل لا ردها الله عليك فإن المساجد لم تبن لهذا"

☆ اجتماعی طور پر ذکر الٰہی کرنا عبادت ہے، لیکن اتنی تیز آواز سے ذکر کرنا جو دوسروں کے لئے باعث تشویش ہو ممنوع ہے، علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

"وفي حاشية الحموي عن الإمام الشعراني أجمع العلماء سلفا وخلفا على استحباب ذكر الجماعة في المساجد وغيرها إلا أن يشوش جهرهم على نائم أو مصل أو قارىء الخ"

(حاشیہ حموی میں امام شعرانیؒ کے حوالے سے لکھا ہے کہ علماء سلف وخلف کا اس پر اجماع ہے کہ مساجد وغیرہ میں اجتماعی ذکر کرنا مستحب ہے بشرطیکہ سونے والوں، نمازیوں یا قرآن پڑھنے والوں کو تشویش نہ ہو)۔

☆ معروف تابعی حضرت سعید بن مسیبؒ کے بارے میں منقول ہے کہ ایک بلند آواز قاری کو یہ کہہ کر نکلوا دیا کہ اس نے مجھے تکلیف پہنچائی:

"اطرد هذا القارى عني فقد آذاني"۔

☆ فقہاء مالکیہ کے نزدیک تیز آواز جو مسلسل ہو اور آس پاس کی در و دیواروں کے لئے نقصان دہ ہو، قابل بندش ہے:

''واما ماكان صوتًا كبيرًا مستدامًا كالكمادين۔ والرحا ذات الصوت الشديد فانه ضرر يمنع منه كالرائحة''۔

یہ تفصیلات صوتی آلودگی کے بارے میں اسلامی نقطۂ نظر سمجھنے کے لئے کافی ہیں، اور ان کی روشنی میں ان تمام جزئیات کو ہم طے کر سکتے ہیں جو اس ضمن میں پیش کی جاتی ہیں:

ا۔ پرشور کارخانے:

کارخانے کی بعض مشینیں بہت پرشور ہوتی ہیں، حکومت کی طرف سے ان کو آبادی سے باہر لگانے کی ہدایت ہوتی ہے، یہ ہدایات شریعت کے مطابق ہیں، ماقبل میں کئی ایسے مسائل پیش کئے جاچکے ہیں جن میں فقہاء آبادی سے دور علاقوں میں اس قسم کے کاروبار کی اجازت دیتے ہیں۔

فقہاء نے جہاں خلاف عادت کی اصطلاح استعمال کی ہے اس میں عوامی رجحانات کے ساتھ حکومتی رجحانات بھی شامل ہیں، اگر حکومت نے کسی مخصوص علاقہ کو مخصوص قسم کے کاروبار کے لئے مختص کر دیا ہے، تو اس تحفظ کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، اس کی خلاف ورزی غیر قانونی اور گناہ متصور ہوگی۔

۲۔ گاڑیوں کے تیز ہارن:

گاڑیوں کے ہارنوں کی آواز بھی کبھی بہت بڑھی ہوئی ہوتی ہے، اس میں بھی عوامی رجحانات اور حکومتی ہدایات کی پاسداری ضروری ہے، غیر ضروری طور پر ہارن بجانا، یا بلا ضرورت بہت زیادہ تیز آواز کا ہارن لگانا وغیرہ درست نہیں کہ یہ اسراف اور حدود سے تجاوز ہے اور لوگوں کے لئے باعث ایذا بھی۔

۳- اسی طرح آج کل شادی بیاہ وغیرہ تقریبات میں DJ کا رواج کافی بڑھتا جارہا ہے، یہ ہمارے معاشرہ کے لئے ناسور ہے، اس کی قطعی گنجائش نہیں ہے، یہ مزامیر شیطانی میں داخل ہونے کے علاوہ عام انسانوں کے لئے ضرر رساں بھی ہے۔

۴۔ جلسے اور مشاعرے:

یہی حکم مذہبی یا سیاسی جلسوں اور مشاعروں کا بھی ہے، قانونی اعتبار سے جو اس کے اوقات مقرر ہیں یا آواز کی جو سطح طے کی گئی ہے اس کی رعایت ضروری ہے، بصورت دیگر کھلی جگہوں کے بجائے بند ہالوں میں یہ پروگرام کئے جائیں کہ آواز باہر نہ نکلے، اور دیگر غیر متعلق لوگوں کے لئے باعث تکلیف نہ ہو، البتہ رات بھر کے پروگراموں میں ایک خرابی مستزاد یہ ہے کہ عشاء کا مستحب وقت ایک تہائی شب بھی مان لیں تو عشا کے بعد غیر ضروری گفتگو یا تبادلۂ خیال جو کہ نماز فجر پر اثر انداز ہو، از روئے حدیث ناپسندیدہ ہے، اس اعتبار سے مشاعرے تو مشاعرے کبھی مذہبی پروگرام بھی معصیت میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

☆☆☆

فضائی وصوتی آلودگی

مفتی محمد الیاس قاسمی[1]

باری تعالیٰ نے اس کائنات کو ایک مخصوص توازن کے ساتھ پیدا فرمایا ہے، جب تک یہ توازن قائم رہے گا کائنات کا انتظام بحسن خوبی جاری رہے گا۔ دنیا میں قیام وبقا کیلئے اللہ تعالیٰ نے مختلف مادوں کو اضداد کی صورت میں پیدا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں کثافت وآلودگی پیدا کرنے والے ذرائع پیدا فرمائے ہیں وہیں اس نے آلودگی کو تحلیل کرنے والے اسباب بھی مہیا فرمائے ہیں، عمل تنفس واحتراق کے ذریعے کاربن ڈائی آکسائیڈ خارج ہوتی ہے تو اس کے سدباب اور تدارک کیلئے اللہ تعالیٰ نے پیڑ پودوں کو پیدا فرمایا جو حیات بخش آکسیجن کی تیاری کا کام انجام دیتے ہیں۔ عصر حاضر میں انسان کے ظالمانہ تصرفات کے سبب نظام عالم میں فساد وبگاڑ پیدا ہو گیا ہے اور کرہ ارض پر انسانی زندگی سخت خطرات ومسائل سے دوچار ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"ظهر الفساد فی البرّ و البحر بما كسبت أيدی الناس ليذيقهم بعض الذی عملوا لعلهم يرجعون" (الروم: ۴۱)

(خشکی اور تری میں لوگوں کی بداعمالیوں کے باعث فساد پھیل گیا تا کہ اللہ انہیں ان کے بعض کرتوتوں کے پھل چکھا دے ممکن ہے کہ وہ باز آجائیں)۔

خدائی ہدایات واحکامات کی تعمیل وبجا آوری ہی میں اس فساد وبگاڑ کا ازالہ اور حیات انسانی کی بقاوفلاح مضمر ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"والسماء رفعها ووضع الميزان ٥ ألا تطغوا فی الميزان ٥ وأقيموا الوزن بالقسط ولا تخسروا الميزان ٥" (الرحمن: ۷-۹)

(اسی نے آسمان کو بلند کیا اور اس میں توازن قائم فرمایا تا کہ تم توازن میں گڑبڑی پیدا نہ کرو، عدل وانصاف کے ساتھ توازن کو قائم رکھو اور توازن کو نقصان نہ پہنچاؤ)۔

۱۔ اسلام نے اشیاء کو استعمال کرنے کے سلسلے میں یہ بنیادی اصول بتایا ہے کہ کسی بھی شئے کا اس طرح استعمال نہ کیا جائے کہ اس سے دوسروں کو نقصان پہنچے:

"لاضرر ولا ضرار" (سنن ابن ماجہ، ص: ۱۶۹) (نہ ابتداءً نقصان پہنچایا جائے اور نہ ردعمل میں)۔

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"المسلم من سلم المسلمون من لسانه و يده" (صحيح بخاری ۱/۶، كتاب الايمان باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده، حديث نمبر: ۱۰) (مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں)۔

لہٰذا جو لوگ ایسے ایندھن استعمال کرنے پر قادر ہوں جن سے آلودہ ماحول نہیں ہوتا ان کے لئے آلودگی پیدا کرنے والے ارزاں ایندھن کا استعمال جائز نہیں ہوگا؛ کیونکہ ان سے اجتماعی ضرر پیدا ہوتا ہے، فقہاء کرام نے کئی مقامات پر اس اصول کا تذکرہ کیا ہے اور فقہ اسلامی کے متعدد احکام اس اصول پر مبنی ہیں کہ ضرر عام کو دفع کیا جائیگا، چنانچہ ضرر عام کو دفع کرنے کے لئے امام ابوحنیفہ نے مفتی ماجن، مکاری مفلس (کرائے پر دینے والا دیوالیہ شخص) اور جاہل طبیب پر حجر کو جائز قرار دیا ہے، اسی طرح فقہاء نے ضرر عام کے دفعیہ کے لئے نرخ کنٹرول کی اجازت دی ہے:

"تقدم أن الإمام يرى الحجر إذا عمّ الضرر كما فی المفتی الماجن و المكاری المفلس والطبيب الجاهل و هذه قضية عامة فتدخل مسئلتنا فيها لأن التسعير حجر معنى لانه منع عن البيع بزيادة فاحشة" (ردالمحتار ۹/ ۵۷۴)

(یہ بات اس سے پہلے گذر چکی ہے کہ جب ضرر عام واقع ہو جائے تو امام صاحب حجر کو جائز سمجھتے ہیں جیسا کہ مفتی ماجن، مکاری مفلس اور طبیب جاہل پر حجر جائز ہے اور یہ ایک عام مسئلہ ہے، لہٰذا ہمارا مسئلہ اس میں داخل ہو جائے گا، اس لیے کہ نرخ کنٹرول معنوی طور سے حجر ہی ہے؛ کیونکہ یہ قیمت

---

[1] خادم افتاء مدرسہ بیت العلوم، پونہ۔

میں بہت زیادہ اضافہ کر کے بیچ سے روکنا ہے)۔

فقہاء نے ضرر عام کو دفع کرنے کے لئے ضرر خاص کو گوارہ فرمایا ہے، چنانچہ فقہاء نے مسجد حرام ودیگر مساجد کی توسیع کے لئے اطراف کی عمارتوں کے انہدام کو جائز قرار دیا ہے اگرچہ عمارت کے مالکین انہدام پر راضی نہ ہوں، چنانچہ علامہ ظفر احمد تھانویؒ لکھتے ہیں:

''دلیل تحمل الضرر الخاص لدفع الضرر العام ...... أن الاثر دال علی تحمل الضرر الخاص لدفع الضرر العام ولا یخفی مافی ھدم البناء من ضرر البانی والصحابة لم یلتفتوا إلی ذلك وھدموا الأبنیة من غیر رضا بانیھا و غرموھم ثمنھا فلما لم یلتفتوا إلی ھذا الضرر فی توسیع المسجد الحرام لایلتفت إلیه فی غیره من المساجد أیضا، فأن المساجد إذا ضاقت بأھلھا أفضی الی ضرر العامة فیؤخذ ماجنبه من الدار والأرض بالقیمة ولوکرھا لکون الضرر الخاص أھون من الضرر العام'' (اعلاء السنن ۱۳/ ۲۰۶، طبع اشرفیه دیوبند)۔

(ضرر عام کو دفع کرنے کیلئے ضرر خاص کو گوارہ کرنے کی دلیل...... اثر ضرر عام کے دفعیہ کیلئے ضرر خاص کو گوارہ کرنے پر دلالت کرتا ہے، یہ بات مخفی نہیں ہے کہ عمارت کے انہدام سے عمارت تعمیر کرنے والے کو ضرر پہنچتا ہے لیکن صحابہ نے اس ضرر کی جانب توجہ نہیں دی اور عمارتوں کے مالکوں کی رضا مندی کے بغیر ہی انہیں منہدم کر دیا اور عمارتوں کی قیمت بطور تاوان کے انہیں ادا کر دی لہٰذا انہوں نے مسجد حرام کی توسیع میں اس ضرر کی جانب توجہ نہیں دی تو اس کے علاوہ دیگر مساجد کی توسیع میں اس ضرر کی جانب توجہ نہیں دی جائے گی، اس لئے کہ اگر مسجدیں اپنے باشندوں کے لیے تنگ ہوجائیں تو اس سے عوام الناس کو ضرر لاحق ہوتا ہے لہٰذا اس کے اطراف میں جو گھر اور زمین ہوگی اسے قیمتاً لے لی جائیگی اگرچہ زبردستی ہی کیوں نہ ہو اس لیے کہ ضرر خاص ضرر عام سے ہلکا ہے)۔

علامہ کاسانیؒ رقم طراز ہیں: '' فکان کل أحد بسبیل من الانتفاء لکن بشرط عدم الضرر با لنھر کالانتفاء بطریق العامة وان أضر بالنھر فلکل واحد من المسلمین منعه کما بینا انه حق لعامة المسلمین وإباحة التصرف فی حقھم مشروطة بانتفاء الضرر کالتصرف فی الطریق الأعظم'' (بدائع الصنائع ۵/ ۲۷۹، کتاب الشرط، طبع زکریا)۔

(تو (بڑی ندیوں میں سے) ہر شخص کو انتفاع کا حق ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ دریا کو ضرر نہ پہنچے جیسا کہ عوام کے راستے سے انتفاع کا حکم ہے، اور اگر دریا کو ضرر ہو تو مسلمان میں سے ہر شخص کو روکنے کا حق ہوگا، اس لیے کہ ہم نے بیان کیا ہے کہ وہ عام مسلمانوں کا حق ہے اور ان کے لئے تصرّف کی اباحت ضرر نہ ہونے پر مشروط ہے جیسے بڑی شاہراہ میں تصرّف کا حکم ہے)۔

فقہاء تحریر فرماتے ہیں کہ اگر ضرر عام نہ ہو تو عوام الناس کو بڑی ندیوں پر پن چکی اور رہٹ لگانے کا حق حاصل ہوگا، اور اگر اس سے ضرر عام کا وقوع ہو تو ان کے لئے ایسا کرنا جائز نہیں؛ کیونکہ عوام سے دفع ضرر واجب ہے۔

''ولھم نصب الأرحیة والدوالی إن کان لایضر بالعامة وإن کان یضر فلیس له ذلك لأن دفع الضرر عنھم واجب'' (عالمگیری ۵/ ۳۹۱)۔

صاحب استطاعت حضرات پر ماحول کو آلودہ کرنے والے ارزاں وسائل کی پابندی سے اگرچہ ان پر ضرر لازم آتا ہے لیکن فقہاء نے لکھا ہے کہ ضرر عام کو دفع کرنے کے لئے ضرر خاص کو گوارا کیا جائیگا:

'' یتحمل الضرر الخاص لأجل دفع الضرر العام ....و منھا : وجوب نقض حائط مملوك مال إلی طریق العامة علی مالکھا دفعا للضرر العام'' (الأشباہ والنظائر ۱/ ۳۱۲، القاعدة الخامسة)۔

(ضرر عام کو دور کرنے کے لئے ضرر خاص کو گوارا کر لیا جائیگا...... اس کی فروعات میں سے یہ ہے کہ عوام الناس کے راستے کی جانب مائل مملوک دیوار کو ضرر عام کے دفعیہ کے لئے توڑا جائے گا)۔

فتاوی عالمگیری میں ہے: ''رفع الضرر عن العامة أولی من رفع الضرر عن الواحد'' (عالمگیری ۵/۳۹۵)

(عام لوگوں سے ضرر کو دور کرنا ایک شخص سے ضرر دور کرنے سے زیادہ بہتر ہے)۔

لہٰذا آلودہ ماحول کی سنگین صورتحال کے خاتمہ کیلئے صاحب استطاعت لوگوں پر آلودگی پھیلانے والے ارزاں وسائل سے اجتناب لازمی ہوگا ،چنانچہ علماء لکھتے ہیں:

''قال الأتاسی نقلا عن الغزالی : أن الشرع إنما جاء لیحفظ علی الناس دینهم و أنفسهم وعقولهم وأنسابهم وأموالهم فکل مایکون بعکس هٰذا فهو مضرة یجب إزالتها ما أمکن وإلا فتأییدًا لمقاصد الشرع یدفع فی هٰذا السبیل الضرر الأعم بالضرر الأخص'' (الموسوعة الفقهیة ۲۲/ ۱۸۱)۔

(علامہ اتاسی امام غزالی سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''شریعت اس لئے آئی ہے تاکہ وہ لوگوں کے دین، ان کی جانوں، عقلوں، نسب اور ان کے مالوں کی حفاظت کرے، پس ہر وہ کام جو اس کے برعکس ہو تو وہ ضرر ہے جس کو بقدر امکان دور کرنا واجب ہے، اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو شریعت کے مقاصد کی رعایت کرتے ہوئے اس معاملے میں ضرر عام کو ضرر خاص کے ذریعے دور کیا جائیگا)۔

۲۔ اگر حکومت کی طرف سے ڈیزل کے استعمال کی ممانعت کردی جائے یا کسی خاص گاڑی کیلئے گیس ہی کے استعمال کو لازم کردیا جائے تو عوام کے لئے اس قانون پر عمل کرنا شرعاً واجب ہوگا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یا أیها الذین آمنوا أطیعوا الله وأطیعوا الرسول و أولی الأمر منکم'' (سورة النساء :۵۹)۔

حاکم وقت کو اس بات کا اختیار ہے کہ وہ عوام الناس کی مصلحت کے پیش نظر کوئی ایسا حکم جاری کرے جس میں لوگوں کو کسی کام سے منع کیا گیا ہو، چنانچہ ایک حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو ایک وقت متعینہ سے پہلے پانی کے استعمال سے منع فرمایا تھا:

''إنکم ستأتون غدًا إن شاء الله عین تبوك وإنکم لن تأتوها حتیٰ یضحی النهار فمن جاء ها منکم فلا یمس من مائها شیئا حتی آتی'' (مسلم : ۵۹۰۶ ،کتاب الفضائل باب فی معجزات النبی ﷺ)۔

(تم لوگ کل انشاء اللہ تبوک کے چشمہ پر پہنچ جاؤ گے اور تم نہیں پہنچ جاؤ گے یہاں تک کہ دن روشن ہوجائیگا، لہٰذا تم میں جو بھی وہاں پہنچ جائے گا تو اس کے پانی کو ذرا بھی مس نہ کرے یہاں تک کہ میں پہنچ جاؤں)۔

علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں: ''لأن طاعة الامام فیما لیس بمعصیة واجبة'' (رد المحتار ۸/ ۱۱۷ ،کتاب القضاء)۔

فتاویٰ معاصرہ میں ہے:

'فولی الأمر من حقه أن یقید بعض المباحات إذا کان فی ذلك مصلحة راجحة'' (فتاویٰ معاصرہ ۱/ ۵۹۴)۔

(حاکم کو اس بات کا حق ہے کہ وہ بعض مباحات پر پابندی عائد کردے جبکہ اس میں کوئی راجح مصلحت کارفرما ہو)۔

ڈاکٹر یوسف القرضاوی رقم طراز ہیں: ''فکل مایری ولی الأمر فعله أقرب الی الصلاح للرعیة وأبعد عن الفساد فله أن یفعل بل قد یجب علیه'' (فتاویٰ معاصرہ ۱/ ۵۸۳)۔

(پس حاکم جس کام کو کرنا رعایا کی مصلحت سے زیادہ قریب اور فساد سے زیادہ دور سمجھتا ہو تو اس کو اختیار ہے کہ وہ اس کام کو انجام دے بلکہ کبھی کبھی یہ اس پر واجب بھی ہوجاتا ہے)۔

حکومت کی طرف سے کوئی ہدایت نہ ہو تب بھی لوگوں کو ضرر سے بچانے اور ماحول کو پاک وصاف رکھنے کیلئے کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کو ترجیح دینا شرعاً مستحب ومستحسن ہے۔ ماحول کو پاک وصاف رکھنے کیلئے اسلام نے انفرادی واجتماعی دونوں سطحوں پر پاکیزگی وصفائی اختیار کرنے کی تعلیم دی ہے۔ شریعت اسلامی نے ان تمام ذرائع کا سد باب کیا ہے جن سے ماحول میں آلودگی وگندگی پیدا ہو۔ پاکی وصفائی کی اہمیت بیان کرتے ہوئے قرآن کریم کا ارشاد ہے:

إن الله یحب التوابین و یحب المتطهرین'' (البقرة: ۲۲۲)

(یقیناً اللہ تعالیٰ محبت رکھتے ہیں توبہ کرنے والوں سے اور محبت رکھتے ہیں صاف پاک رہنے والوں سے)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وثیابك فطهر" (سورہ المدثر:۴) (اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھئے)۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی تحریر فرماتے ہیں: اسلام وہ واحد مذہب ہے جس نے پاکی وصفائی کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے، صالح بن کیسان کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن المسیب کو فرماتے ہوئے سنا:

''إن الله طيب يحب الطيب، نظيف يحب النظافة، كريم يحب الكرامة، جواد يحب الجود، فنظفوا، أراه قال: أفنئتكم، ولا تشبهوا باليهود، قال: فذكرت ذلك لمهاجر بن مسمار فقال: حدثنيه عامر بن سعد بن ابي وقاص عن أبيه عن النبی ﷺ مثله، إلا أنه قال: نظفوا أفنئتكم'' (السنن للترمذی ۲/۱۰۷ باب ماجاء فی النظافة)۔

(بے شک اللہ تعالیٰ پاکیزہ ہے پاکیزگی کو پسند کرتا ہے، صاف وستھرا ہے صفائی ستھرائی کو پسند کرتا ہے، داتا ہے سخاوت کو پسند کرتا ہے، لہٰذا صاف ستھرا رکھو، میرا خیال ہے کہ انہوں نے کہا: اپنے صحنوں کو صاف ستھرا رکھو، اور یہود کے ساتھ مشابہت اختیار نہ کرو، راوی کہتے ہیں کہ اس کا ذکر میں نے مہاجر بن مسمار سے کیا تو انہوں نے حضرت سعد کے واسطہ سے رسول اللہ ﷺ سے اسی طرح روایت کیا، مگر انہوں نے براہ راست "نظفوا أفنئتكم" (اپنے صحنوں کو صاف کرو) کے الفاظ کا استعمال کیا)۔

اسلام نے پبلک مقامات کو گندہ وآلودہ کرنے سے منع فرمایا ہے، چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "اتقوا الملاعن الثلاث البراز فی الموارد و قارعة الطريق والظل" (تین ایسی چیزوں سے بچو جو سبب لعنت ہیں، گھاٹوں، راستوں اور سایہ میں پاخانہ کرنے سے)۔

ایک حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں:

''من سل سخيمة على طريق المسلمين فعليه لعنة الله والملائكة و الناس أجمعين'' (مجمع الزوائد ۱/ ۴۸۳، حدیث نمبر: ۱۰۰۲)۔

ماحول کو آلودگی سے بچانے کیلئے اللہ کے رسول ﷺ کا معمول تھا کہ آپ قضاء حاجت کیلئے آبادی سے خوب دور تشریف لے جاتے تھے۔

''عن المغيرة بن شعبة أن النبی ﷺ كان إذا ذهب المذهب أبعد'' (سنن أبي داؤد مع بذل المجهود، كتاب الصلوٰة، باب التخلی عند قضاء الحاجة ۱/ ۱۶۶)

(حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ جب قضاء حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تو خوب دور جاتے تھے)۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:

''كان النبی ﷺ يذهب لحاجته إلى المغمس، قال نافع، نحو الميلين من مكة'' (مجمع الزاوئد ۱/ ۴۸۱)۔

(آپ ﷺ قضائے حاجت کے لئے مغمس تک جاتے تھے، حضرت نافع فرماتے ہیں: تقریباً مکہ سے دو میل کے فاصلے پر)۔

لہٰذا ماحول کے تحفظ کے لئے ایسے ایندھن کا استعمال کرنا چاہیے جس سے کم سے کم آلودگی پیدا ہوتا کہ لوگ آلودگی کے ضرر سے محفوظ رہیں، فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر اپنی ملکیت میں انسان کے تصرف سے پڑوسی کو سخت تکلیف لاحق ہو تو اس کو اس تصرف سے منع کیا جائیگا، چنانچہ علامہ حصکفی تحریر فرماتے ہیں

''لا يمنع الشخص من تصرفه فی ملكه إلا إذا كان الضرر بجاره ضررا بينا فيمنع من ذلك، وعليه الفتوىٰ''

(الدر المختار علی الشامی ۸/ ۱۵۲)۔

(کسی شخص کو اس کی اپنی ملکیت میں تصرف سے نہیں روکا جائیگا مگر جبکہ اس کے پڑوسی کو واضح ضرر ہو تو اس کو اس سے روکا جائیگا اور اسی پر فتویٰ ہے)۔

۳۔ شریعت اسلامی نے ایسے تمام ذرائع کا سد باب کیا ہے، جو آلودگی میں اضافہ کا باعث ہوتے ہیں چنانچہ دھواں کم کرنے سے متعلق اشارات احادیث میں موجود ہیں۔ آپ ﷺ نے خواہ مخواہ چراغ کے استعمال کو پسند نہیں فرمایا ہے۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ صبح کے وقت چراغ جلانے کو ناپسند فرماتے تھے:

''عن جابر قال: كان رسول الله ﷺ يكره السراج عند الصبح رواه الطبرانی فی الأوسط'' (مجمع الزوائد، كتاب الأدب، باب كراهية السراج عند الصبح ۸/ ۲۰۸، رقم الحديث: ۱۳۲۵۵)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوتے وقت چراغ کو گل کرنے کا حکم فرمایا ہے: ''عن عبدالله بن سرجس أن النبی ﷺ قال : لایبولن أحدکم فی الجحر و إذا نمتم فأطفئوا السراج '' (مجمع الزوائد ۸/ ۲۰۶، رقم الحدیث :۱۳۲۴۷)۔

(حضرت عبداللہ بن سرجسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی ہرگز سوراخ میں پیشاب نہ کرے اور تم جب سونے لگو تو چراغ گل کردو)۔

دھوئیں میں کاربن ڈائی آکسائیڈ، کاربن مونو آکسائیڈ، سلفر ڈائی آکسائیڈ وغیرہ انتہائی مضر صحت گیسیں پائی جاتی ہیں جو انسانی زندگی کیلئے سم قاتل ہیں، ان کی وجہ سے آج انسانی زندگی سخت مشکلات وتکالیف میں مبتلا ہے، ڈاکٹر وہبہ زحیلی رقم طراز ہیں:

''ونشرت السیارات و نحوها غازاتها السامة و حرار تها مما أدى الى ارتفاع درجة الحرارة فی المدن۔ .... كما أن من مظاهر التلوث العامة : ازدياد الحرارة صيفا فی العامين الأ خيرين فی أروبة و غيرها وفی أمريكا و بلدان الشرق الأوسط ممالم يسبق له مثيل وأصبحت التغيرات المناخية موضع عناية بالغة ولاسيما بعد اكتشاف ثقب الأوزون : وهو التصدع فی سماء الكرة الأرضية مما اسهم فی زيادة معدل الحرارة والاضطرابات المناخية ''

''وأدى اهمال حماية البيئة فی داخل بلاد بعض الدول إلى كثير من أمراض التنفس والغدة وانتشار الأوبئة و تفاعل الميكروبات مع بعضها و توليد أمراض جديدة'' (الموسوعة الفقهية و القضايا المعاصرة ۱۲/ ۴۸۵-۴۸۴)۔

(موٹر کار اور ان جیسی چیزوں نے زہریلی گیس اور حرارت پھیلائیں جس کی وجہ سے شہروں کا درجہ حرارت بڑھ گیا ہے، جیسا کہ عام آلودگی کے مظاہر میں سے پچھلے دو سالوں میں یورپ، امریکا اور مشرقی وسطی مین موسم گرما میں درجہ حرارت کا اس قدر بڑھ جانا ہے جس کی اس سے پہلے کبھی نظیر نہیں ملتی، موسمیاتی تبدیلیاں انتہائی درجہ کی توجہ کا مقام بن چکی ہیں اور خصوصاً اوزون ہول کی دریافت کے بعد اور یہ (اوزون ہول) زمینی کرہ کے بالائی حصے میں ایک شگاف ہے، جو معتدل حرارت اور موسمیاتی اضطرابات کے اضافہ میں شریک ہے)۔

مختلف مضر صحت گیسوں کی وجہ سے اوزون گیس کے سوراخ میں اضافہ ہو رہا ہے اور یہ مختلف خطرناک بیماریوں کا باعث بن رہا ہے:

''وكان تزايد نسبة الأوزون فی غلاف الأرض بسبب احتراق وقود السيارات سببا فی تخرشات العيون واحتقانها و تلوث الرئتين والتسبب فی أمراض السرطان '' (الموسوعة الفقهية وا لقضايا المعاصره ۱۲/ ۴۸۷)۔

(موٹروں کے ایندھن کے جلنے کے سبب زمین کے غلاف میں اوزون گیس کے تناسب میں اضافہ آنکھوں میں خراش لگنے، ان میں جماؤ پیدا ہونے، پھیپھڑوں کے خراب ہونے اور کینسر کے امراض کا سبب بنتا ہے)۔

لہٰذا اگر حکومت جنریٹر میں زیادہ دھواں پیدا کرنے والے ایندھن پر پابندی عائد کردے تو کم دھواں پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال واجب ہوگا تاکہ ماحول کو اس کے نقصان سے بچایا جاسکے۔ زیادہ دھواں پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال فساد فی الأرض کے قبیل سے ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر فساد پھیلانے والے کی مذمت بیان فرمائی ہے: "ويسعون فی الأرض فسادا والله لايحب المفسدين " (سورۃ المائدہ: ۵۶) (اور وہ زمین میں فساد پھیلاتے ہیں حالانکہ اللہ فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں فرماتا)۔

ہندوستان کے شہری کی حیثیت سے ہم نے حکومت سے معاہدہ کیا ہے کہ ہم جائز قوانین کی پابندی کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے معاہدہ کو پورا کرنے کی تاکید کی ہے:

"وأوفوا بالعهد إن العهد كان مسئولاً" (سورۃ الاسراء: ۳۴) (اور وعدے کو پورا کرو بے شک قول وقرار کی باز پرس ہونے والی ہے)۔

علامہ ابن نجیم مصریؒ تحریر فرماتے ہیں: ''إذا كان فعل الامام مبنيا على المصلحة فيمايتعلق بالأمور العامة لم ينفذ أمره شرعا إلا إذا وافقه فان خالفه لم ينفذ '' (الأشباه والنظائر ۱/ ۴۱۲، ط: مکتبہ فقیہ الامت دیوبند)۔

(اگر امام کا فعل عام امور سے متعلق مسائل میں مصلحت پر مبنی ہو تو شرعاً اس کے حکم کا نفاذ اس وقت ہوگا جبکہ شریعت کے موافق ہو، مخالف ہونے

کی صورت میں نافذ نہیں ہوگا)۔

جنریٹر میں کم دھواں پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال اس وقت واجب ہوگا جبکہ اس کے اخراجات انسان کی قدرت وطاقت کے اندر ہوں۔

"لا یکلف اللہ نفسا إلا وسعها" (سورۃ البقرہ:۲۸۶) (اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں بناتا)۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر" (البقرہ:۱۸۵)

(اللہ تعالیٰ کا ارادہ تمہارے ساتھ آسانی کا ہے، سختی کا نہیں)۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وما جعل علیکم فی الدین من حرج" (الحج:۷۸) (اللہ نے دین کے بارے میں تم پر کوئی تنگی نہیں ڈالی)۔

۴۔ زمین پر زندگی کی بقا کیلئے سورج کی روشنی وحرارت انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔ سورج کے بغیر زمین پر زندگی کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ سورج اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک اہم نشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"ھو الذی جعل الشمش ضیاء والقمر نورا" (یونس:۵) (وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے جس نے آفتاب کو چمکتا ہوا بنایا اور چاند کو نورانی بنایا)۔

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وجعلنا سراجا وھاجا" (النبا:۱۳) (اور ایک چمکتا ہوا روشن چراغ (سورج) پیدا کیا)۔

سورج سے روشنی اور گرمی دونوں کا حصول ہوتا ہے۔ تفسیر روح المعانی میں ہے:

''سراجا وهاجا متلألئا من وهجت النار إذا أضاء ت أو بالغا فى الحرارة من الوهج والمراد به الشمس... وعن بعضهم أن النور كخيمة عليها ورأيت فى بعض كتبهم أنه ينشق من حوالى جرمها'' (روح المعانی ۳۰/۱۶-۱۵)۔

زمانہ قدیم سے لوگ سورج کی روشنی کے ساتھ ساتھ اس کی حرارت سے بھی استفادہ کرتے آئے ہیں۔ سردی کے زمانے میں لوگ جس مقام پر سورج سے گرمی کے حصول کے لئے بیٹھتے ہیں اُس مقام پر قضاء حاجت کے لئے بیٹھنا جائز نہیں جیسا کہ درخت کے سائے کے نیچے قضاء حاجت کرنا جائز نہیں۔ بذل المجہود میں ہے:

''قال الشخ بن حجر: والظلّ فى الصيف ومثله الشمس فى الشتاء أى فى موضع يستدفئى فيه الناس بها''
(بذل المجہود ۱/ ۲۵۶، طبع اعظم گڑھ، یوپی)۔

شیخ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: گرمی میں سائے کی طرح موسم سرما میں سورج کا بھی یہی حکم ہوگا یعنی وہ مقام جہاں پر لوگ سورج سے گرمی حاصل کرتے ہیں (یہاں پاخانہ کرنا جائز نہیں)۔

شمسی توانائی کے استعمال سے چونکہ آلودگی کا سدباب ہوتا ہے اور ماحولیات کا تحفظ ہوتا ہے لہٰذا صاحب استطاعت افراد واشخاص، مساجد ومدارس اور اداروں کیلئے آلودگی سے محفوظ اس توانائی کا استعمال مستحب اور مستحسن ہوگا، چنانچہ فقہ کا مشہور قاعدہ ہے:

''الأمور بمقاصدها'' (الأشباه والنظائر ۱/ ۱۱۳) (کاموں کا حکم ان کے مقاصد کے مطابق ہوتا ہے)۔

شمسی توانائی کا استعمال آلودگی کے انسداد کا ذریعہ وسیلہ ہے جبکہ آلودگی کا سدباب شرعاً مطلوب ومقصود ہے، لہٰذا شمسی توانائی کا استعمال بھی محمود ومستحسن ہوگا۔ فقہ کا مشہور قاعدہ ہے:

''إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما وتكون واجبة إذا كان المقصد واجبا''
(المقاصد الشرعیہ، ص ۴۶)۔

(وسیلہ یا ذریعہ حرام ہوتا ہے جبکہ مقصد حرام ہو، اور یہ واجب ہوتا ہے جبکہ مقصد واجب ہو)۔

''وسيلة المقصود تابعة لمقصود وكلاهما مقصود'' (اعلام الموقعين ۳/ ۷۵، فى سدّ الذرائع)

(مقصد کا وسیلہ مقصد کے تابع ہوتا ہے اور وہ دونوں مطلوب ہوتے ہیں)۔

''ما كان وسيلة إلى الواجب فهو واجب'' (موسوعة القواعد الفقهية ۹/ ۲۰۵) (جو چیز واجب کا ذریعہ ہو وہ بھی واجب ہوتی ہے)۔

۵۔ فقہ اسلامی میں دھویں کو آلودگی کا ایک ذریعہ تسلیم کیا گیا ہے اور اس سے حفاظت کی خاطر کئی احکامات دیئے گئے ہیں، چنانچہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی نان بائی کپڑے کی دکانوں کے بیچ میں اپنی نان کی دکان کھولنا چاہے تو اس کو اس سے روکا جائے گا؛ کیونکہ تنور کے دھویں سے کپڑے خراب ہوں گے اور اس میں ضرر عام ہے:

''خباز اتخذ حانوتا في وسط البزازين يمنع من ذلك وكذلك كل ضرر عام'' (فتاویٰ عالمگیری ۵/ ۳۷۴)۔

فقہاء تحریر فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ریشم کے کیڑے کے کوئے سے ریشم نکالنے کے لئے کرگہ نصب کرے اور دھویں اور کیڑوں کی مدد سے پڑوسیوں کو تکلیف ہوتی ہو تو پڑوسیوں کو اس سے منع کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

''نصب منوالًا لاستخراج الأبريسم من الفيلق فللجيران المنع إذا تضرّروا بالدخان ورائحة الديدان قال القاضي يرفع الى المحتسب فيمنعه إذا كان فيه ضرر بيّن'' (فتاویٰ عالمگیری ۵/ ۳۷۴)۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "والذين يؤذون المؤمنين والمؤمنات بغير ما اكتسبوا" (سورۃ الأحزاب: ۵۸)

(اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایذا دیں بغیر کسی جرم کے جو اُن سے سرزد ہوا ہو)۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی تحریر فرماتے ہیں:

''أذى المؤمنين و المؤمنات هي ايضا بالأفعال والأقوال القبيحة'' (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي ۱۴/ ۲۴۰)

(مومن مردوں اور مومن عورتوں کو تکلیف دینا یہ برے اعمال اور اقوال سے بھی ہوتا ہے)۔

لہٰذا کارخانے آبادی کے اندر رکھنا اور کارخانوں کی چمنیوں کو نیچی رکھنا ان اعمال میں شامل ہے جو لوگوں کے لئے تکلیف کا باعث ہوتے ہیں اور ایسا کرنا سخت گناہ کا باعث ہے۔ اس بارے میں بین الاقوامی مجلس فقہ اسلامی کی کانفرنس منعقدہ ۱۰۔۵ / جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ متحدہ عرب امارات کی تجویز درج ذیل ہے:

حث الدول الأعضاء منظمة المؤتمر الإسلامي على الاستمرار في إصدار التشريعات والقوانين المنظمة للبيئة والمانعة من تلويثها مع الاستعانة بسلطة القانون الجنائي بتوقيع العقوبات على الإضرار بالبيئة و تشديد أجهزة الرقابة على مختلف التصرفات والافعال التي قد تحمل الاضرار بأي عنصر من عناصر البيئة'' (الموسوعة الفقهية والقضايا المعاصره ۹/ ۸۶۸)۔

(تنظیم اسلامی کانفرنس کی ممبر ممالک کو مسلسل ایسے اصول وقوانین جاری کرنے کی ترغیب دینا جو ماحول کو اچھا بنا سکیں اور اس کو آلودہ کرنے سے روک سکیں، یہ کام تعزیری قانون کے ایسے حاکم کی مدد سے کیا جائے جو ماحول کو نقصان پہنچانے پر سزائیں نافذ کرے اور ایسے مختلف تصرفات اور افعال کی نگرانی کا نظام سخت کرے جو ماحول کے عناصر پانی، ہوا یا مٹی میں سے کسی عنصر کو نقصان پہنچانے کے ذمہ دار ہوں)۔

کارخانوں سے جو صنعتی فضلات باہر پھینکے جاتے ہیں وہ انسانی زندگی اور ماحولیات کے لئے انتہائی نقصاندہ ہیں۔ اس سلسلے میں بین الاقوامی مجلس فقہ اسلامی کی کانفرنس کا فیصلہ درج ذیل ہے:

''تحريم إلقاء أية نفايات ضارة على أي بقعة من بقاع العالم و إلزام الدول المنتجة لهذه النفايات بالتصرف بها في بلادها و على نحو لايضر بالبيئة مع التزام الدول الاسلامية بالامتناع عن جعل بلادها مكانا لتلقي أودفن هذه النفايات'' (الموسوعة الفقهية والقضايا المعاصره ۹/ ۸۶۷)۔

(دنیا کے کسی بھی حصے میں کسی بھی قسم کے نقصاندہ فضلات کو ڈالنے کو ممنوع قرار دیا جائے اور جن ممالک نے ان فضلات کو پیدا کیا ہے ان پر لازم قرار دیا جائے کہ وہ ان فضلات کو اپنے ملک میں ٹھکانے لگائیں اور اس طرح ٹھکانے لگائیں جو ماحول کے لئے مضر نہ ہو، ساتھ ہی ساتھ اسلامی ممالک پر

یہ بات لازم قرار دی جائے کہ وہ اپنے ملک کو ان فضلات کو ڈالنے یا دفن کرنے کی جگہ بنانے کو ممنوع قرار دیں)۔

موٹر گاڑیوں اور فیکٹریوں سے نکلنے والے دھوئیں سے آلودگی پیدا نہ ہو، اس کے انسداد کے لئے ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ کی تجویزیوں ہے:

(ایسے آلات جوڑنے کا عمل کیا جائے جو موٹروں، مشینوں، بیکریوں، فیکٹریوں اور کارخانوں کی چمنیوں کے نقصاندہ اجزاء کو جذب کرلیں یا انہیں صاف کردیں اور ان (بیکریوں وفیکٹریوں) کو رہائشی علاقوں سے دور رکھا جائے) (الموسوعۃ الفقہیۃ والقضایا المعاصرۃ ۱۲/ ۸۰۲)۔

لہٰذا حکومت کے ماحولیات سے متعلق بنائے ہوئے قوانین کہ کارخانے آبادیوں سے باہر ہوں، ان کی چمنیوں کو ایک خاص سطح تک اونچا رکھا جائے اور فضلات کو تحلیل کرنے کی تدابیر اختیار کی جائے، ان سب کی تعمیل شہریوں پر واجب ہے اور ان قوانین کی خلاف ورزی جائز نہیں، چنانچہ فقہ کا مشہور قاعدہ ہے:

''التصرف علی الرعیة منوط بالمصلحة'' (الأشباه والنظائر لابن نجیم ۱/ ۴۰۸)

(رعایا کے حق میں تصرف مصلحت کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے)۔

الموسوعۃ الفقہیۃ میں ہے: ''أجمع العلماء علی وجوب طاعة أولی الأمر من الأمراء و الحکام وقد نقل النووی عن القاضی وغیره علی هٰذا الاجماع قال تعالیٰ یایها الذین آمنوا أطیعوا الله وأطیعوا الرسول وأولی الأمر منکم'' (سورة النساء: ۵۹) (الموسوعة الفقهية ۲۸/ ۳۲۳)۔

(علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ أولی الامر یعنی امیروں اور حاکموں کی اطاعت واجب ہے، علامہ نوویؒ نے قاضی وغیرہ سے اس پر اجماع نقل کیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اے ایمان والو! اللہ اور رسول کی اور تم میں جو اولی الأمر ہیں ان کی اطاعت کرو'')۔

۶۔ حیوانی مردہ اجسام سے ماحول آلودہ ہوسکتا ہے اس لئے اسلام نے انہیں زمین میں دفن کرنے کی ہدایت دی ہے، اسلام نے تدفین کا نظم قائم کیا ہے۔ ہابیل وقابیل کے قصے میں قرآن مجید نے کوے کو زیر زمین دبانے کا ذکر کیا ہے۔ اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تمام مردہ اجسام کو زمین میں دفن کرنا چاہئے اور انہیں یوں ہی نہیں چھوڑنا چاہئے تا کہ وہ آلودگی کا باعث نہ ہوں۔ علامہ جصاص رازی لکھتے ہیں:

''قال الله تعالیٰ: ''فبعث الله غرابا یبحث فی الأرض لیریه کیف یواری سوأة أخیه''، قال ابن عباس وابن مسعود و مجاهد والسدی وقتادة والضحاك لم یدرکیف یصنع به حتی رأی غرابا جاء یدفن غرابا میتا... وهو الأصل فی سنة دفن الموتی، وقال تعالیٰ: ''ثم أماته فأقبره'' (عبس: ۲۱) (احکام القرآن ۲/ ۵۰۶)۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر اللہ تعالیٰ نے ایک کوے کو بھیجا جو زمین کھود رہا تھا تا کہ اسے دکھائے کہ وہ کسی طرح اپنے بھائی کی نعش کو چھپادے۔ عبداللہ بن عباسؓ، ابن مسعودؓ، مجاہد، سدی، قتادہ اور ضحاک کہتے ہیں، اسے معلوم نہ تھا وہ اس کا کیا کرے یہاں تک کہ اس نے ایک کوا دیکھا جو ایک مردہ کوے کو دفن کررہا تھا۔ مردوں کو دفن کرنے کی سنت ہونے کے بارے میں یہی اصل ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''پھر اسے موت دی اور پھر قبر میں دفن کیا''۔

فقہاء نے لکھا ہے کہ قبر کو نصف قامت یا سینے کے بقدر گہرائی تک کھودا جائیگا تا کہ درندوں سے حفاظت رہے اور مردہ جسم کی بدبو باہر آ کر ماحول کو آلودہ نہ کرے۔

''یحفر القبر نصف قامة أوإلی الصدر وإن یزد کان حسنا...... لأنه أبلغ فی الحفظ ای حفظ المیت من السبع و حفظ الرائحة من الظهور'' (مراقی الفلاح علی الطحطاوی، ص ۶۰۷، فصل فی حملها و دفنها، ط: دار الکتاب دیوبند)۔

اسلام نے غیر مسلموں کی نعش کو بھی دفن کرنے کی ہدایت دی ہے، چنانچہ ڈاکٹر وہبہ زحیلی تحریر فرماتے ہیں:

''وقد دفن المسلمون بأمر نبیهم قتلی المشرکین فی قلیب (بئرلم تطو) بعد معرکة بدر وحفرت لقتلی یهود بنی قریظة خنادق فی سوق المدینة المنورة لالقاء هم فیها'' (الموسوعة الفقهية والقضايا المعاصره ۱۷/ ۸۰۰)۔

(جنگ بدر کے بعد مسلمانوں نے اپنے نبی کے حکم سے مشرکین کے مقتولین کو قلیب (ایسا کنواں جس کی منڈیر نہ بنائی گئی ہو) میں دفن کیا اور بنو قریظہ کے یہودیوں کیلئے مدینہ کے بازار میں خندقیں کھودی گئیں تا کہ انہیں اس میں ڈالا جاسکے)۔

''فإذا فرضنا أن العدو لم یدفن قتلاہ فما موقف الاسلام فی شأنھم ؟ إن إلقاء المیت فی العراء یجعلہ عرضة للفسخ ویسبب وقوع الضرر بالمارۃ و نفور الناس منہ لتأذیھم برائحتہ ولھذا یجب مواراۃ الجثة لما فی ذلك من المحافظة علی الصالح العام'' (الموسوعة الفقھیة ۷/ ۴۴۵)۔

(تو اگر ہم یہ فرض کرلیں کہ دشمن نے اپنے مقتولوں کو دفن نہیں کیا تو ان کے بارے میں اسلام کا کیا موقف ہے؟ یقیناً میت کو کھلے میدان میں ڈال دینا اس کو پھولنے پھٹنے کا نشانہ بنا دے گا اور یہ وہاں سے گذرنے والوں کے ضرر میں پڑنے اور لوگوں کے اس سے دور بھاگنے کا سبب بن جائے گا؛ اس لیے کہ وہ اس کی بدبو سے اذیت میں مبتلا ہو جائیں گے، لہٰذا جسم کو دفن کرنا واجب ہے؛ کیونکہ اس میں مفاد عام کی حفاظت ہے)۔

ایسے اجزاء جسم جن سے تعفن پھیل سکتا ہے اور آلودگی پیدا ہوتی ہے اسلام نے انہیں بھی دفن کرنے کی ہدایت دی ہے، چنانچہ ام سعد زوجہ زید بن ثابتؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے پچھنا لگانے کے بعد خون کو دفن کرنے کا حکم فرمایا۔

''عن أم سعد امرأۃ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ قالت: سمعت رسول اللہ ﷺ یأمر بدفن الدم إذا احتجم'' رواہ الطبرانی فی الأوسط (مجمع الزوائد ۵/ ۱۵۸)۔

فقہاء نے بھی خون اور خواتین کے ایام حیض کے خون آلودہ کپڑوں کو دفن کرنے کا حکم دیا؛ تاکہ ان سے ماحول میں تعفن نہ پھیلے اور فضا آلودہ نہ ہو۔

''یدفن أربعة: الظفر والشعر وخرقة الحیض والدم کذا فی الفتاویٰ العتابیة'' (عالمگیری ۵/ ۳۵۸)۔

انسانی جلد کے بینک کے قیام کی شرائط کا تذکرہ کرتے ہوئے علماء نے لکھا ہے کہ جلد انسانی کے جن ٹکڑوں کی حاجت باقی نہ رہی ہو ان کا احترام کیا جائے اور انہیں زمین میں دفن کیا جائے۔

''أن تحترم قطع الجلد التی یستغنی عنھا فتدفن ولا تلقی فی مصب الفضلات'' (الموسوعة لفقھیة والقضایا إلمعاصرہ ۹/ ۸۲۸)

فقہاء نے جنگ کے مقتولین کے سروں کو ان کے ملک سے اسلامی ممالک میں منتقل کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے؛ تاکہ ان کی بدبو سے ماحول میں آلودگی پیدا نہ ہو۔ ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ رقم طراز ہیں:

''کرہ العلماء نقل رؤوس القتلیٰ من بلادھم إلی بلاد المسلمین کل ذلك إکراما للمیت و منھا من احتمالات تلویث البیئة بأمراض تحدث قال النبی ﷺ: ''ادفنوا القتلیٰ فی مصارعھم'' (الموسوعة لفقھیة القضایا المعاصرہ ۱۲/ ۸۰۰)۔

(علماء نے مقتولین کے سروں کو اپنے ملک سے مسلمانوں کے ملک میں منتقل کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ یہ سب میت کے اکرام کیلئے اور نئے پیدا ہونے والے امراض سے ماحول کو آلودہ کرنے کے امکانات سے بچانے کیلئے ہے، نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ''مقتولین کو ان کی قتل گاہوں میں دفن کرو'')۔

لہٰذا ذبیحہ کے بیکار اجزاء مثلاً اوجھڑی، خون، آنت وغیرہ کو زمین میں اچھی طرح سے دفن کیا جائے؛ تاکہ ان کی وجہ سے ماحول آلودہ نہ ہو۔

ایام قربانی میں بیماریاں پھیلنے کے امکانی نقصان سے بچنے کیلئے حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ مسلمانوں کی آبادی میں مختلف مقامات پر عارضی مذبح خانے قائم کرے تاکہ مسلمان آسانی سے قربانی کر سکیں۔ اسی طرح حکومت کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ جانور کے فاضل اجزاء کو مذبح خانے سے اٹھائے جانے کا انتظام کرے اور انہیں مناسب مقام پر منتقل کر کے ان کو زمین میں دفن کر دیا جائے۔

جانوروں کی قربانی کرنے والے کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ جانوروں کی قربانی مذبح خانے میں ہی کریں، اور اگر کسی وجہ سے مذبح خانے میں قربانی نہ کریں تو فاضل اجزاء کو مناسب مقام پر دفن کرنے کا کام اچھی طرح انجام دیں؛ تاکہ اس کے کھلے ہوئے پڑے رہنے سے ماحول آلودہ نہ ہو۔ فقہاء نے ایسے لنگڑے جانور کی قربانی کو ناجائز قرار دیا ہے جو مذبح خانے تک چل کر نہ جا سکے۔

''والعرجاء التی لاتمشی إلی المنسك ای المذبح'' (الدر المختار علی رد المحتار ۹/ ۴۶۸)۔

اس سے ضمناً یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ قربانی کے جانور کو مذبح خانے میں ہی ذبح کرنا چاہئے۔

۷۔ فقہ اسلامی اس بات کو تحسین کی نظر سے دیکھتی ہے کہ اشیاء کے ضائع ہونے کے بعد انہیں زمین میں تحلیل کر دیا جائے چنانچہ اسی بنا پر اسلام میں مردہ

اجسام کی تدفین کا نظم قائم کیا گیا ہے تا کہ یہ اجسام زمین میں تحلیل ہوجائیں، چنانچہ فقہاء نے اسی وجہ سے تابوت میں تدفین کو پسند نہیں کیا ہے؛ کیونکہ اس وجہ سے مردہ کے اجزاء زمین میں تحلیل نہیں ہوسکیں گے۔

پلاسٹک کی تھیلیاں زمین میں دب جانے کے بعد تحلیل نہیں ہوتیں اور یہ زمین کی زرخیزی کم کرنے کا باعث ہوتی ہیں اور ان کی وجہ سے زمین بنجر ہوتی جارہی ہے، جبکہ تمام غلے اور پھل وغیرہ زمین ہی میں پیدا ہوتے ہیں، اس طرح پلاسٹک کا استعمال آئندہ آنے والی نسلوں کے مستقبل کو تاریک کرسکتا ہے۔ بین الاقوامی مجلس فقہ اسلامی نے اپنی تجویز میں ایسے تمام تصرفات کو حرام قرار دیا ہے جن سے ماحولیاتی توازن خراب ہوتا ہے اور جو مستقبل کی نسلوں کے مصالح کے مغائر ہیں:

’’تحریم کافة الأفعال والتصرفات التی تحمل أیة أضرار بالبیئة أو إساءة إلیها مثل الأفعال والتصرفات التی تؤدی إلی اختلال التوازن البیئی أو تستهدف الموارد أو تستخدمها استخداما جائرا لایراعی مصالح الأجیال المستقبلیة عملا بالقواعد الشرعیة الخاصة بضرورة إزالة الضرر‘‘ (الموسوعة الفقهیة والقضایا المعاصره ۹/ ۸۶۷)۔

(ان تمام افعال اور تصرفات کو حرام قرار دیا جائے جو ماحول کو کسی بھی طرح نقصان پہنچاتے ہوں یا خراب کرتے ہوں مثلاً وہ افعال اور تصرفات جو ماحولیاتی توازن کے بگاڑ تک پہنچاتے ہیں یا جو پانی کے گھاٹ کو نشانہ بناتے ہیں۔ یا ان کا ایسا ظالمانہ استعمال کرتے ہیں جس میں مستقبل کی نسلوں کے مفاد کی رعایت نہیں کی جاتی شریعت کے ان قواعد پر عمل کرتے ہوئے جو ضرر کے ازالہ کے ضروری ہونے کے ساتھ مخصوص ہیں)۔

چونکہ پلاسٹک کی تھیلیاں مختلف نقصانات اور تکالیف کا باعث ہیں اسلئے جہاں تک ممکن ہو ان کا استعمال نہ کیا جائے۔ فقہ کا قاعدہ ہے کہ جو عمل کسی حرام تک پہنچاتا ہو وہ بھی حرام ہے۔

’’وما أدی إلی الحرام فهو حرام‘‘ (بدائع الصنائع ۱/۶۶۸، کتاب الصلوٰة فصل فی بیان من یصلح للامامة)۔

۸۔ اسلام اپنے ماننے والوں کو ہر ایسی چیز کے کھانے اور پینے سے منع کرتا ہے جو اسے فوراً یا آہستہ آہستہ ہلاک کردے۔ تمباکو کے استعمال سے انسان مختلف خطرناک امراض کا شکار ہوجاتا ہے لہٰذا اس کا استعمال جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

’’ولا تلقوا بأیدیکم الی التهلکة‘‘ (سورۃ البقرۃ: ۱۹۰) (اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو)۔

’’الدخان مضر بالأبدان ضررا بینا لاشك فیه ولا شبهة الآن عندالحکماء وهو من أهم أسباب سرطان الرئة والقلب وغیرذلك من الأمراض الخطیرة أو المنتنة‘‘ (الموسوعة الفقهیة والقضایا المعاصره ۶/۱۱۰)۔

(سگریٹ نوشی جسم کو واضح طور پر نقصان پہنچاتی ہے، حکماء کے نزدیک اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے، اور یہ پھیپھڑے اور دل کے کینسر اور اس کے علاوہ دوسرے خطرناک اور گھناؤنے امراض کے اہم اسباب میں سے ہے)۔

تمباکو میں ایک قسم کا نشہ ہوتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ہر طرح کے مسکرات سے منع فرمایا ہے:

’’نهی رسول الله ﷺ عن کل مسکر ومفتر‘‘ (مشکوٰة المصابیح، ص ۳۱۸)۔

(اللہ کے رسول ﷺ نے ہر نشہ پیدا کرنے والی اور بدن میں ضعف وسستی پیدا کرنے والی شئی سے منع فرمایا ہے)۔

تمباکو کا دھواں دوسروں کو تکلیف کا باعث ہوتا ہے۔ اس سے دوسرے بھی خطرناک امراض میں مبتلا ہوسکتے ہیں جب کہ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: ’’لاضرر ولا ضرار فی الاسلام‘‘ (مجمع الزوائد ۴/ ۱۳۸، کتاب البیوع، باب لاضرر ولا ضرار)۔

فقہاء نے پیاز اور دیگر بدبودار اشیاء کھا کر مسجد اور عوامی مقامات پر جانے سے منع فرمایا ہے؛ کیونکہ یہ مسلمانوں کی اذیت رسانی کا باعث ہے، لہٰذا عوامی مقامات پر سگریٹ نوشی بھی حرام قرار پائے گی۔ علامہ شامیؒ رقم طراز ہیں:

قوله ’’وأکل نحو ثوم أی کبصل ونحوه وماله رائحة کریهة للحدیث الصحیح عن قربان آکل الثوم والبصل المسجد، قال الامام العینی فی شرحه علی البخاری۔ قلت: علة النهی أذی الملائکة وأذی المسلمین ولایختص بمسجد علیه

الصلوٰۃ والسلام بل الکل سواء'' (شامی ۲/۴۳۵، باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیھا)۔

حکومت لوگوں کی صحت کی حفاظت کے لئے مناسب قوانین بنا سکتی ہے، لہٰذا جن مقامات پر قانونا سگریٹ نوشی ممنوع ہو وہاں سگریٹ پینا شرعا جائز نہیں ہوگا۔ ڈاکٹر یوسف القرضاوی تحریر فرماتے ہیں:

''تتسع دائرتها لكل التصرفات والاجراء ات التی من شأنها أن ترفع الظلم وتقيم العدل بين الناس وتزيل عنهم الضرر والضرار وأسباب النزاع والصراع'' (فتاویٰ معاصرہ ۱/۵۸۱)۔

(ان کا دائرہ ان تمام تصرفات اور کارروائیوں کے لئے وسیع ہے جو ظلم کو ختم کریں اور لوگوں کے درمیان عدل قائم کریں اور ان سے ضرر و تکلیف اور نزاع وجھگڑے کے اسباب کو دور کرسکیں)۔

الموسوعۃ الفقھیۃ میں علماء نے شادی کی محفلوں اور قضاء کی مجلسوں میں تمباکو نوشی کرنے والے شخص کو جانے سے منع کیا ہے۔

''هذا مع اختلاف الفقهاء فی منع من فی فمه رائحة الدخان من دخول المسجد أو مجامع العبادات ومجالس القرآن فحرمه الحنفية والمالكية وكرهه الشافعية والحنابلة۔ كذلك اختلف الفقهاء بالنسبة للمجامع التی ليست للصلوٰة أو الذكر أو قراءة القرآن وذلك كالولائم ومجالس القضاء'' (الموسوعة الفقهية ۱۰/۱۰۹-۱۰۸)۔

۹۔ عوامی مقامات مثلاً پارک، ریلوے اسٹیشن، بس اسٹینڈ، سڑکوں کو نجاست سے آلودہ کرنا اور خلق خدا کو تکلیف دینا اسلامی روح کے بالکل مغائر ہے۔ احادیث میں بہ صراحت ان چیزوں سے منع کیا گیا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دو ایسی چیزوں سے بچو جو لعنت کا سبب بنتی ہیں'' صحابہؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ دو چیزیں کیا کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

''الذی يتخلی فی طريق الناس أو ظلهم'' (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۴۲، باب آداب الخلاء)

(یعنی وہ باعث لعنت عمل لوگوں کے راستوں یا سایہ حاصل کرنے کی جگہوں پر پاخانہ پیشاب کرنا ہے)۔

حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اتقوا الملاعن الثلاث: البراز فی الموارد وقارعة الطريق والظل'' (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۴۲، باب آداب الخلاء)

(ایسی تین چیزوں سے بچو جو سبب لعنت ہیں: گھاٹوں، راستوں اور سایہ میں پاخانہ کرنے سے)۔

حضرت حذیفہ بن اسیدؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے راستے کے سلسلے میں مسلمانوں کو تکلیف پہنچائی اس پر لعنت واجب ہوگی۔

''عن حذيفة بن أسيد أن النبی ﷺ قال: من آذی المسلمين فی طرقهم وجبت عليه لعنتهم'' (مجمع الزوائد ۱/۲۸۳)۔

ایک حدیث میں آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

''من سل سخيمته علی طريق المسلمين فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين'' (مجمع الزوائد ۱/۲۸۳، رقم الحدیث: ۱۰۰۲) (جو شخص اپنا پاخانہ مسلمانوں کے راستے پر خارج کرے گا اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہوگی)۔

اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ نے پھل دار درخت کے سائے میں قضائے حاجت سے منع فرمایا ہے:

''عن ابن عمر قال: نهی رسول الله ﷺ أن يتخلی الرجل تحت شجرة مثمرة ونهی أن يتخلی ضفة نهر جار'' (مجمع الزوائد ۱/ ۲۸۳) (حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے پھل دار درخت کے نیچے اور جاری نہر کے کنارے قضائے حاجت کرنے سے منع فرمایا ہے)۔

لہٰذا عوامی مقامات پر کھلی جگہوں میں پیشاب کرنا قطعاً جائز نہیں۔ گندے پانی اور فضلات کھلی نالیوں میں بہا دینا جائز نہیں؛ کیونکہ اس سے آلودگی پیدا ہوتی ہے، اللہ کے رسول ﷺ سے متعدد احادیث مروی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قضاء حاجت آبادی سے دور کرنا چاہئے؛ تاکہ پاخانہ کی بدبو سے لوگوں کو اذیت نہ ہو۔

''عن المغيرة بن شعبة أن النبي ﷺ كان إذا ذهب المذهب أبعد'' (بذل المجهود ۱/ ۱۶۶)

(حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب قضائے حاجت کے لئے جاتے تو دور چلے جاتے)۔

علامہ خلیل احمد سہارنپوریؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

'' (أبعد) أي عن أعين الناس في الذهاب حتى لايراه أحد فدل هذا الحديث وأمثاله على أن الأدب لمن يريد قضاء الحاجة أن يتباعد عن الناس حتى لايرى شخصه ولايسمع صوت ما يخرج منه من الريح وإن كان التستر يحصل بالقرب'' (بذل المجهود ۱/ ۱۶۶- ۱۶۷)۔

(لوگوں کی نگاہوں سے اتنی دور چلے جاتے تھے کہ کوئی آپ کو نہ دیکھ سکے۔ فرماتے ہیں کہ یہ اور اس طرح کی حدیثیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ادب کا تقاضا ہے کہ جو کوئی قضاءِ حاجت کرنا چاہے تو لوگوں کی نگاہوں سے اتنا دور چلا جائے کہ نہ اس کا دھڑ نظر آئے نہ اس کی ریح کی آواز سنی جائے، خواہ پردہ نزدیک ہی میں کیوں نہ حاصل ہو جائے)۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے:

'' كان النبي ﷺ يذهب لحاجته الى المغمس ، قال نافع نحو الميلين من مكة '' (مجمع الزوائد ۱/ ۲۸۱)۔

اللہ کے رسول ﷺ نے کسی برتن میں پیشاب کرکے اسے گھر میں رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے غسل خانہ میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے:

'' عن النبي ﷺ قال : ''لاينقع بول في طست في البيت فإن الملائكة لاتدخل بيتا فيه بول منتقع ولا تبولن في مغتسلك'' (مجمع الزوائد ۱/ ۴۸۳ ، حديث نمبر :۹۹۹)۔

(نبی ﷺ سے روایت ہے فرماتے ہیں: گھر میں سلفچی میں پیشاب جمع کرکے نہ رکھا جائے؛ کیونکہ فرشتے ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں جمع کیا ہوا پیشاب ہو اور تم ہرگز اپنے غسل خانے میں پیشاب نہ کرو)۔

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے بہتے ہوئے پانی میں بھی پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے:

''وعن جابر قال نهى رسول الله ﷺ أن يبال في الماء الجاري '' (مجمع الزوائد ۱ / ۴۸۳ ، حديث: ۹۹۸)

ان احادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کھلی نالیوں اور گلیوں میں گندہ پانی اور فضلات بہانا جائز نہیں، لہٰذا جس قدر ممکن ہو اس سے اجتناب کرنا چاہئے۔

۱۰۔ شریعت اسلامیہ نے ایسے تمام اسباب کا سدباب کیا ہے جو ماحول کو نقصان پہنچاتے ہیں اور آلودگی میں اضافہ کا باعث ہوتے ہیں، اللہ کے رسول ﷺ نے بلغم کو دفن کرنے کا حکم دیا ہے، چنانچہ حضرت ابوسعیدؓ سے مروی ہے:

'' قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: إذا تنخم أحدكم فليغيب نخامته لاتصيب جلد مؤمن أو ثوبه'' (مجمع الزوائد ۸/ ۲۱۲ ، رقم الحديث :۱۳۲۶۹)۔

(فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: جب تم میں سے کسی کو بلغم آئے تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے بلغم کو چھپا دے تاکہ وہ کسی مومن کی جلد یا اس کے کپڑے پر نہ لگ جائے)۔

مسجد میں بھی تھوکنا یا ناک کی رینٹ نکال کر پھینکنا جائز نہیں، اگر مسجد میں یہ چیزیں نظر آئیں تو اسے دفن کرنا یا نکال کر جگہ صاف کرنا ضروری ہے، الموسوعۃ الفقہیہ میں ہے:

''ومن رأى بصاقا أو نحوه كالمخاط في المسجد يزيله بدفنه أو إخراجه ويستحب تطييب محله لحديث أنس : أن النبي ﷺ رأى نخامة في قبلة المسجد فغضب حتى احمر وجهه، فجاء ت امرأة أنصارية فحكتها وجعلت مكانها خلوقا فقال ﷺ: ما أحسن هذا '' (موسوعه فقهيه ۳/ ۲۶۱)۔

(جو شخص تھوک یا اس جیسی چیز جیسے رینٹ کو مسجد میں دیکھے تو وہ اس کو دفن کرکے یا اس کو باہر نکال کر اسے دور کردے اور اس جگہ پر خوشبو لگانا مستحب ہے، چنانچہ انسؓ کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی جانب قبلہ میں رینٹ دیکھی تو آپ غضبناک ہو گئے یہاں تک کہ آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا، ایک انصاریہ عورت آئی اور اس نے اسے رگڑ دیا اور اس جگہ خوشبو لگادی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کتنا اچھا ہے یہ!)۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پینے کی چیز میں پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے:

''عن أبي سعيد الخدري أن النبي ﷺ نهى عن النفخ في الشراب'' (سنن ترمذی ۲/ ۱۱)۔

علامہ خلیل احمد سہارنپوری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: ''نهى عن النفخ في الشراب من أجل ما يخاف أن يبدأ من ريقه فيه فيتأذى غيره ان شربه أو رائحة ردیئة تعلق بالماء'' (حاشیہ ترمذی ۲ / ۱۱)۔

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پینے کی چیز میں پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے اس اندیشے سے کہ اس کا تھوک اس میں ظاہر ہو جائے اور دوسرا کوئی اسے پیئے تو وہ اذیت محسوس کرے یا کوئی بدبو پانی میں مل جائے)۔

لہٰذا عوامی مقامات پر تھوکنے کی ممانعت ہوگی اور ایسے مقامات پر تھوک دان میں ہی تھوکنا واجب ہوگا تاکہ ماحول کا تحفظ ہو۔

'' طاعة الامام فيما ليست بمعصية واجبة '' (شامی ۸ / ۱۱۸، کتاب القضاء) (جو کام گناہ نہ ہو اس میں امام کی اطاعت واجب ہے)۔

۱۱۔ مختلف مشینی اشیاء مثلاً فریج، واشنگ مشین، ایئر کنڈیشن، ٹی وی موبائیل وغیرہ اشیاء مخصوص قسم کی شعائیں خارج کرتی ہیں، جو انسانی صحت وماحول کے لئے سخت نقصاندہ ہیں اس لئے ان چیزوں کا استعمال بقدر ضرورت کرنا چاہئے، چنانچہ فقہ کا مشہور قاعدہ ہے:

''الضرر يدفع بقدر الامكان '' (درر الحکام ۱/ ۴۲، المادۃ: ۳۱) (بقدر امکان ضرر کو دور کیا جائے گا)۔

نباتات، حیوانات، حشرات اور پرندے سب ہمارے ماحول کا حصہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں نباتات، حیوانات، حشرات اور پرندوں کو ایک خاص تناسب کے ساتھ پیدا فرمایا ہے:

"سبح اسم ربك الأعلى الذي خلق فسوّى" (الاعلیٰ: ۱۔ ۲) (اپنے رب کے نام کی تسبیح کرو، جس نے پیدا کیا اور تناسب قائم کیا)۔

"وإن من شئ إلا عندنا خزائنه وما ننزله إلا بقدر معلوم" (الحجر: ۲۱)۔

(کوئی چیز ایسی نہیں جس کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں اور جس چیز کو بھی ہم نازل کرتے ہیں ایک مقرر مقدار میں نازل کرتے ہیں)۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پرندوں کے تحفظ کی جانب توجہ مبذول کراتے ہوئے فرماتے ہیں: جس نے کسی گوریے کو بلاوجہ ذبح کیا یا مار دیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے باز پرس فرمائیں گے۔

'' ان النبي ﷺ قال: من ذبح عصفورًا أو قتله في شئ، قال عمرو: أحسبه قال: إلا بحقه سأله الله عنه يوم القيامة '' (مسند احمد ۲ / ۲۲۱، حدیث نمبر: ۶۵۴۷)۔

ایک مرتبہ ایک صحابی نے ایک پرندے کے بچوں کو پکڑ لیا تو ان کی ماں ان کے سر کے اطراف بچوں کے لئے منڈلانے لگی، انہوں نے اپنی چادر میں چھپائے ہوئے بچوں کو ماں کے سامنے کھولا تو ماں ان بچوں پر ٹوٹ پڑی اور انہوں نے اپنی چادر میں بچوں کیساتھ ماں کو بھی پکڑ لیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ واقعہ معلوم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ تم نے بچوں کو جہاں سے پکڑا تھا ان کو اور ان کی ماں کو وہیں پر رکھ دو

(سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، باب الأمراض المكفرة للذنوب، حدیث نمبر: ۳۰۸۹)۔

ماحولیات کے تحفظ میں چیونٹیاں بھی اہم کردار ادا کرتی ہیں، چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے چیونٹیوں کو جلانے سے منع فرمایا ہے:

''عن عبدالرحمن بن عبدالله عن أبيه في حديث طويل قال: رأى رسول الله ﷺ قرية نمل قد حرقناها قال: من حرق هذه فقلنا: نحن قال: إنه لا ينبغي أن يعذب بالنار إلا رب النار'' (سنن أبي داؤد، كتاب الأدب، باب في قتل الذر، ص ۷۱۴)۔

(عبدالرحمن بن عبداللہ اپنے والد سے ایک طویل حدیث میں روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے چیونٹیوں کی ایک بستی

دیکھی جس کو ہم نے جلا دیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے کس نے جلایا، تو ہم نے کہا کہ ہم نے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: آگ کا عذاب دینا آگ کے مالک کیلئے ہی جائز ہے)۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی جاندار کو نشانہ (تختۂ مشق) بنانے سے منع فرمایا ہے:

''عن ابن عباس قال: لا تتخذوا شيئا فيه الروح غرضا'' (سنن النسائی ۲/۱۸۵، کتاب الضحایا النھی عن المجثمۃ)۔

چونکہ فریج، واشنگ مشین، ایئر کنڈیشن، ٹی وی، موبائیل وغیرہ کے استعمال سے پرندوں پر خراب اثرات مرتب ہورہے ہیں اس لئے کم سے کم اور بقدر ضرورت ان کا استعمال ہونا چاہئے۔ انسان اپنے ہاتھوں سے دوسرے حیوانات ونباتات کو جس طرح برباد کررہا ہے اس کی قرآن مجید نے مذمت بیان فرمائی ہے:

"وإذا تولى سعى في الأرض ويهلك الحرث والنسل والله لا يحب الفساد" (البقرة: ۲۰۵)

(اور جب وہ لوٹ کر جاتا ہے تو زمین میں فساد پھیلانے اور کھیتی اور نسل کی بربادی کی کوشش میں لگا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ فساد کو ناپسند کرتا ہے)

اس آیت کی تفسیر میں امام رازیؒ لکھتے ہیں:

''فالمراد أن ذلك الفساد عظيم لا أعظم منه لأن المراد منها على التفسير الأول إهلاك النبات والحيوان وعلى التفسير الثاني إهلاك الحيوان بأصله وفرعه وعلى الوجهين فلا فساد أعظم منه فإن قوله ''ويهلك الحرث والنسل'' من الألفاظ الفصيحة جدا للدلالة مع اختصارها على المبالغة الكثيرة'' (تفسیر کبیر ۳/ ۲۱۹)۔

(مراد یہ ہے کہ یہ فساد و بگاڑ فساد عظیم ہے، اس سے بڑا کوئی فساد نہیں، اس لئے کہ اس کی مراد پہلی تفسیر کی بنیاد پر نباتات وحیوانات کو نیست ونابود اور تباہ وبرباد کرنا ہے اور دوسری تفسیر کی بنیاد پر حیوانات کو ان کی اصل وفرع سمیت ہلاک کردینا ہے۔ خواہ کوئی بھی تفسیر کی جائے بہر حال اس سے بڑا کوئی فساد نہیں، لہٰذا فرمان باری: "یھلك الحرث والنسل" بہت ہی فصیح الفاظ پر مشتمل ہے جو مختصر ہونے کے باوجود بہت زیادہ مبالغہ پر دلالت کرتا ہے)۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"ظهر الفساد في البر والبحر بما كسبت أيدي الناس" (الروم: ۴۱) (خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب فساد پھیل رہا ہے)۔

ایک حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے چیونٹی، شہد کی مکھی، ہدہد اور گوریا کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے:

'' عن ابن عباس قال: إن النبي ﷺ نهى عن قتل أربع من الدواب: النملة و النحلة والهدهد والصرد ''

(سنن أبي داؤد، کتاب الأدب، باب في قتل الذر)۔

۱۲۔ (الف) ماحولیات کے تحفظ کے لئے زمین پر مناسب مقدار میں نباتات کا پایا جانا ضروری ہے لیکن انسان نے اپنے ذاتی فوائد کے حصول کے لیے بے دریغ جنگلات کا صفایا کیا اور کھیتوں کو تاراج کیا جس کے سبب آج حالات انتہائی خراب ہوگئے ہیں، چنانچہ ڈاکٹر وہبہ زحیلی تحریر فرماتے ہیں:

''وصاحب ظهور الثورة الصناعية الكبرى في أوربة واكتشاف الكربون السام تدمير متواصل للبيئة فقطعت الغابات وأبيدت المراعي وقلعت الأشجار التي هي من أكبر عوامل تنقية الأجواء وتصفية الهواء وانتشرت مداخن المصانع التي ملأت الهواء بالسموم'' (الموسوعة الفقهية والقضايا المعاصرة ص ۱۲ / ۴۸۷)۔

(یورپ میں عظیم صنعتی انقلاب کی آمد اور زہریلی کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس کے ظہور سے ماحول کی مسلسل تباہی و بربادی ہورہی ہے، چنانچہ جنگلات کاٹے گئے اور چراگاہیں برباد کی گئیں۔ اور درخت اکھاڑ ڈالے گئے جو کہ فضا کو خالص بنانے اور ہوا کو صاف ستھری بنانے کے بڑے عوامل میں سے ہیں اور (ہر طرف) فیکٹریوں کی وہ چمنیاں پھیل گئیں جنھوں نے ہوا کو زہر سے بھر دیا)۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بلاضرورت درختوں کو کاٹنے کی مذمت بیان فرمائی ہے، چنانچہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو لوگ بیری کے درخت کاٹتے ہیں وہ اوندھے منہ جہنم میں جائیں گے۔

"عن عائشه قالت: قال رسول الله ﷺ: إن الذين يقطعون السدر يصبون في النار على وجوههم صبا"

(مجمع الزوائد ۸/۲۱۴، حدیث نمبر :۱۳۲۷۸)۔

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے بیری کے درخت کاٹنے والے پر لعنت فرمائی ہے:

"عن علي بن طالب قال: قال رسول الله ﷺ: أخرج فناد في الناس لعن الله قاطع السدر" (مجمع الزوائد ۸ / ۲۱۴، حدیث نمبر :۱۳۲۷۷)۔

جب حضرت ابوبکرؓ نے شام کی جانب مجاہدین کا لشکر روانہ فرمایا تو انہیں پھل دار درخت نہ کاٹنے کا تاکیدی حکم دیا تھا:

"روى عثمان بن عطاء عن أبيه قال: لما وجه أبوبكر الجيش إلى الشام كان فيما أوصاهم به: ولا تقطع شجرة مثمرة" (احكام القرآن للجصاص ۳/ ۵۷۴، ط: زکریا دیوبند)۔

لہٰذا زیادہ سے زیادہ پیسوں کے حصول کے لئے بلاضرورت جنگلات اور کھیتوں کو کاٹ کر پلاٹس بنا کر آبادیاں بسانا شرعاً جائز نہیں؛ کیونکہ اس کی وجہ سے ماحولیاتی توازن خراب ہورہا ہے۔ آلودگی میں اضافہ ہورہا ہے اور لوگوں کو ضررعام لاحق ہورہا ہے، چنانچہ علامہ حصکفی تحریر فرماتے ہیں:

"لايمنع الشخص من تصرفه في ملكه إلا إذا كان الضرر بجاره ضررا بينا فيمنع من ذلك وعليه الفتوىٰ"

(الدر المختار على رد المحتار ۸ / ۱۵۲)۔

(کسی کو اس کی ملکیت میں تصرف سے نہیں روکا جائے گا مگر جب کہ اس کے پڑوسی کو واضح طور پر ضرر ہو تو اس کو اس سے روکا جائے گا اور اسی پر فتویٰ ہے)۔

درر الحکام شرح مجلۃ الأحکام میں ہے: "لايمنع أحد من التصرف في ملكه مالم يكن ضرر فاحش للغير" (درر الحكام شرح مجلة الأحكام ۳ / ۲۱۰، رقم المادہ: ۱۱۹۷) (کسی شخص کو اس کی ملکیت میں تصرف سے منع نہیں کیا جائیگا مگر جبکہ دوسرے کو ضرر فاحش ہو)۔

(ب) متعدد احادیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے شجرکاری کی خصوصی ترغیب دی ہے، چنانچہ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے:

"عن أنس بن مالك أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ما من مسلم يغرس غرسا أو يزرع زرعا فيأكل منه طير أو إنسان أو بهيمة إلا كان له صدقة" (صحيح البخاري ۱/ ۳۱۲ كتاب الحرث والمزارعة، باب فضل الزرع والغرس)۔

(حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا جو بھی مسلمان کوئی درخت یا کھیتی لگائے اور اس میں سے پرندہ، انسان یا چوپایہ کھالے تو وہ اس کے لئے صدقہ ہوجاتا ہے)۔

حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے: "قال النبي ﷺ: لا يغرس المسلم غرسا فيأكل منه إنسان ولا دابة ولا طائر إلا كان له صدقة إلى يوم القيامة" (تكمله فتح الملهم ۱/ ۴۷۷، باب فضل الغرس والزرع، حدیث نمبر: ۳۹۴۱)۔

نبی ﷺ کا ارشاد ہے: "مسلمان کوئی درخت لگائے اور اس میں سے کوئی انسان، چوپایہ یا پرندہ کھالے تو یہ اس کیلئے قیامت تک کیلئے صدقہ ہوگا"

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے علامہ تقی عثمانی صاحب رقم طراز ہیں:

"قوله (الى يوم القيامة) هذا يدل على أن أجر الغرس يستمر مادام الغرس أو الزرع ماكولا منه ولومات زارعه أو غارسه ولوانتقل ملكه الى غيره" (تكمله فتح الملهم ۱/ ۴۷۷)۔

(اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد (الى يوم القيامة) یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ درخت لگانے کا ثواب اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ درخت یا کھیتی سے کھایا جاتا رہے اگرچہ اس کو اُگانے والا یا درخت لگانے والا انتقال کرجائے اور اگرچہ کہ اس کی ملکیت کسی دوسرے کی جانب منتقل ہوجائے)۔

اسلام میں افتادہ سرکاری زمین کے بارے میں یہ اصول مقرر کیا گیا ہے کہ جو بھی شخص مسلمان ہو یا غیر مسلم اس کو آباد کرے گا وہ اس زمین کا مالک ہو جائے گا:

"إذا أحيا مسلم أو ذمي أرضا غير منتفع وليست مملوكة لمسلم ولا ذمي ... ملكها" (الدر المختار على رد المحتار ۱/

۴۰۳ کتاب احیاء الموات)۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جوکوئی ایسی زمین آباد کرے جو کسی کی نہ ہو تو وہ اس کا زیادہ حقدار ہے، عروہ کہتے ہیں کہ عمرؓ اپنے زمانہ خلافت میں اس کے مطابق فیصلہ فرماتے تھے۔

''عن عائشة عن النبی ﷺ قال: من أعمر أرضا ليست لأحد فهوأحق، قال عروة: قضی به عمر فی خلافته'' (فتح الباری بشرح صحیح البخاری ۱۸/۵، ط: دارلمعرفه بیروت)۔

حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں ابوعبداللہ نامی ایک شخص نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ سرزمین بصرہ میں ایک ایسی زمین ہے جس کو اگر آپ مجھے عطا فرمادیں تو کسی مسلمان کو اس سے ضرر لاحق نہیں ہوگا اور یہ خراجی زمین بھی نہیں ہے اگر آپ چاہیں تو مجھے بطور جاگیر عطا فرمادیں تاکہ میں اس میں تروتازہ ساگ کی کاشت کروں اور زیتون کے باغ لگاؤں تو عمرؓ نے ابوموسیؓ کو خط لکھا کہ اگر معاملہ ایسا ہی ہے تو یہ زمین اسے عطا کردو۔

''وأخرج الطحاوی الطريق الأولى أتم منه بالسند إلى الثقفی المذكور قال: خرج رجل من أهل البصرة يقال له أبو عبدالله، إلى عمر فقال: إن بأرض البصرة أرضا لايضرّ بأحد من المسلمين وليست بأرض خراج فان شئت أن تقطعنيها أتخذها قضبا وزيتونا فكتب عمر إلى أبي موسیٰ: إن كانت كذلك فا قطعه اياه''۔

زراعت وشجرکاری کی اہمیت بیان فرماتے ہوئے ڈاکٹر وھبہ زحیلی رقم طراز ہیں:

''وحثت السنة النبوية على الزراعة وغرس الأشجار لمنع امتداد الغبار وجلب الأمطار والانتعاش بالخضرة فی التنفس والاستمتاع بالظل أو الانتفاع بالثمار فقال عليه الصلوٰة والسلام فی الحديث الصحيح: ''إن قامت الساعة وفی يد أحدكم فسيلة فإن استطاع ألا يقوم حتى يغرسها فليغرسها'' ولو عنی المسلمون بالتشجير العناية اللائقة الكافية لانقلبت بلادهم جناتٍ خضراء وبساتين نضرة'' (الموسوعة الفقهيه والقضايا لمعاصرة ۱۲/۸۱۳)۔

(سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے گردوغبار کو پھیلنے سے روکنے، بارش کے حصول، تنفس میں سبزہ زار سے تازہ دم ہونے، سایہ سے فائدہ حاصل کرنے یا پھلوں سے استفادہ کے لئے زراعت اور درختوں کو لگانے کی ترغیب دی ہے، چنانچہ صحیح حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''اگر قیامت آجائے اس حال میں کہ تم میں سے کسی کے ہاتھ میں کھجور کا پودا ہو، پس اگر ایسا ہوسکے کہ وہ اس کو لگانے سے پہلے نہ اٹھے تو اسے چاہئے کہ وہ اسے لگادے''، اور اگر مسلمان شجرکاری پر مناسب وخاطر خواہ توجہ دیں تو ان کے ملک سرسبز وشاداب اور تروتازہ باغات بن جائیں)۔

صوتی آلودگی:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آواز کو پست رکھنے کا حکم دیا ہے۔ ضرورت سے زیادہ آواز بلند کرنے کی مذمت بیان فرمائی ہے: "واغضض من صوتك ان أنكر الأصوات لصوت الحمير" (لقمان: ۱۹) (اور اپنی آواز پست کر یقینا آوازوں میں سب سے بدتر آواز گدھوں کی آواز ہے)۔

علامہ قرطبیؒ اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

'' قوله تعالیٰ ''واغضض من صوتك'' أی أنقص منه أی لاتتكلف رفع الصوت وخذ منه ماتحتاج اليه فان الجهر بأكثر من الحاجة تكلف يؤذی والمراد بذلك كله التواضع وقد قال عمر لمؤذن تكلف رفع الأذان بأكثر من طاقته: لقد خشيت أن تنشق مريطاؤك!'' (تفسير القرطبی ۱۴/۴۸)۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ''اور اپنی آواز کو پست کر'' یعنی اس کو کم کرو یعنی آواز بلند کرنے میں تکلف مت کرو اور جتنی حاجت ہو اتنی ہی آواز نکال، اس لیے کہ حاجت سے زائد آواز بلند کرنا تکلف ہے جس سے اذیت ہوتی ہے، اور ان تمام باتوں سے مراد تواضع ہے، حضرت عمرؓ نے اس مؤذن سے جو تکلف اپنی طاقت سے زیادہ اذان کی آواز بلند کررہا تھا فرمایا: مجھے اس بات کا اندیشہ ہوا کہ تیری ناف اور پیڑو کے بیچ کا حصہ کہیں پھٹ نہ جائے!''۔

کارخانوں کی بعض مشینیں بہت پُرشور ہوتی ہیں اور ان کی وجہ سے سماعت اور ذہنی سکون متاثر ہوتے ہیں۔ اسی طرح تیز آوازوں کے ماحول میں

رہنے سے سر درد، بے چینی اور چڑ چڑاہٹ کی شکایت بھی پیدا ہوتی ہے۔

آبادیوں کے اندر ایسے کارخانوں کے قیام سے انسان مختلف مصائب ومشکلات کا شکار ہو رہا ہے، چنانچہ ڈاکٹر وہبہ زحیلی تحریر فرماتے ہیں:

''واستبد جنون التفوق الصناعی فی کثیر من الدول إلی بناء مئات المعامل فی الأحیاء السکنیة أو القریبة من دیار السکان ونشرت ھذه المصانع أدخنتها و آثارها السیئة فأفسدت الهواء وعکرت صفو الحیاة وظهرت أمراض کثیرة بین عمال المصانع وامتد ضررها إلی المجاورین'' (الموسوعة الفقهیة والقضایا المعاصرة ۱۲ / ۷۸۴)۔

(اور صنعتی برتری کا جنون بہت سارے ممالک میں محلوں یا باشندوں کے گھروں کے قریب سیکڑوں فیکٹریوں کی تعمیر کی صورت میں ظاہر ہوا، اور ان فیکٹریوں نے اپنا دھواں اور برے اثرات پھیلائے چنانچہ ان چیزوں نے ہوا کو آلودہ کر دیا اور زندگی کا مزہ کرکرا کر دیا، اور فیکٹریوں کے مزدوروں میں بہت سارے امراض ظاہر ہوئے اور اس کا ضرر پڑوس میں رہنے والے لوگوں تک پھیل گیا)۔

حکومت پُر شور مشینوں کی صنعتوں کو آبادی سے باہر رکھنے کی ہدایت مفاد عامہ کے پیش نظر دیتی ہے۔ شریعت میں صراحتاً نہ اس ہدایت کے معتبر ہونے کا ذکر ملتا ہے اور نہ نامعتبر ہونے کا بلکہ یہ ان امور میں سے ہے جن میں حکومت کو حق ہے کہ وہ مفاد عامہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے قانون بنائے۔ اسے 'مصالح مرسلہ' کہا جاتا ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک مصالح مرسلہ حجت شرعیہ ہے۔ شیخ عبد الوہاب خلاف لکھتے ہیں:

''ذهب جمهور علماء المسلمین إلی أن المصلحة المرسلة حجة شرعیة یبنی علیها تشریع الأحکام'' (علم اصول الفقه/ ۸۵، ط: دار القلم کویت)۔

(جمہور علماء مسلمین کے نزدیک مصلحت مرسلہ حجت شرعیہ ہے، اس پر تشریعی احکام کی بنیاد رکھی جاتی ہے)۔

حکومت کے جائز قوانین کی پاسداری بھی لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "یأیها الذین آمنوا أطیعوا الله وأطیعوا الرسول وأولی الأمر منکم" (النساء: ۵۹) (اے ایمان والو! اللہ کی، اس کے رسول کی اور اولی الامر کی اطاعت کرو)۔

مفسرین نے اُولی الامر سے امراء اور علماء کو مراد لیا ہے چنانچہ علامہ ابن عربی فرماتے ہیں:

''والصحیح عندی أنهم، أی أولی الأمر- الأمراء والعلماء'' (احکام القرآن لابن عربی ۱/ ۴۵۱)۔

لہٰذا اگر کارخانے کی مشینیں بہت زیادہ پُر شور ہوں اور انسانی صحت کے لئے مضر ہوں تو آبادی کے باہر ہی کارخانوں کا قیام لازمی ہوگا:

''رفع الضرر عن العامة أولی من رفع الضرر عن الواحد'' (فتاویٰ ہندیہ ۵ / ۳۹۵)

(عام لوگوں سے ضرر کو دور کرنا ایک شخص سے ضرر دور کرنے سے زیادہ بہتر ہے)۔

البتہ اگر ان مشینوں کا شور معمولی ہو اور انسان کے لئے مضر نہ ہو تو ان کو آبادی کے اندر لگانے کی اجازت ہوگی۔

۲۔ بڑھتی ہوئی آواز کے ہارن سے سماعت کمزور ہوتی ہے۔ انسان کا بلڈ پریشر اور بلڈ شوگر بڑھ جاتا ہے، لہٰذا شدید قسم کی آواز کے ہارن بلاضرورت استعمال کرنا یا غیر ضروری طور پر ہارن بجانا شرعاً جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بلاضرورت آواز بلند کرنے کی مذمت بیان فرمائی ہے؛ کیونکہ یہ آواز جسم انسانی کے لئے تکلیف دہ ہے۔ تفسیر روح المعانی میں ہے:

''واغضض من صوتك'' ردّ سبحانه به علی المشرکین الذین کانوا یتفاخرون بجهارة الصوت ورفعه مع أن ذلك یؤذی السامع ویقرع الصماخ بقوة وربما یخرق الغشاء الذی هو داخل الأذن وبین عزوجل أن مثلهم فی رفع أصواتهم مثل الحمیر وأن مثل أصواتهم التی یرفعونها مثل نهاقها فی الشدة مع القبح الموحش'' (روح المعانی ۲۱/۱۳۹)۔

(''اور اپنی آواز کو پست رکھ'' اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس آیت سے ان مشرکین پر ردّ کیا ہے جو آواز بلند کرنے میں فخر کرتے تھے باوجود اس کے کہ یہ سننے والے کو تکلیف دیتی ہے اور کان کے سوراخ کو زور سے بجاتی ہے، اور کبھی کبھی اس پردے کو پھاڑ دیتی ہے جو کان کے اندر ہوتا ہے۔ اللہ عزوجل نے بیان کیا کہ آواز بلند کرنے میں ان کی مثال گدھوں کی سی ہے اور ان کی ان آوازوں کی مثال جسے وہ بلند کرتے ہیں گدھوں کے زور سے رینکنے کی طرح ہے،

ساتھ ہی یہ آواز وحشت میں مبتلا کرتی ہے)۔

بلاضرورت ہارن بجانا یا زیادہ شدت کا ہارن استعمال کرنا اسراف میں داخل ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے اسراف کی مذمت بیان فرمائی ہے:

"ولا تسرفوا انه لا یحب المسرفین" (الأعراف: ۳۱) (اور حد سے آگے مت بڑھو بے شک اللہ تعالیٰ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں فرماتا)۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ولا تبذر تبذیرا إن المبذرین کانوا إخوان الشیاطین وکان الشیطان لربه کفورا" (سورہ بنی اسرائیل: ۲۶، ۲۷)

(اور اسراف اور بیجا خرچ سے بچو، بے شک بیجا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ہی ناشکرا ہے)۔

گاڑیوں میں مستعمل ہارن بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے، اس کا بیجا استعمال اسراف میں داخل ہے۔ قاضی ثناء اللہ عثمانی تحریر فرماتے ہیں:

"اعلم أن الشکر علی ما قاله أهل التحقیق صرف النعمة فی رضاء المنعم والتبذیر صرف المال فی المعصیة فهو ضد الشکر" (تفسیر المظهری ۵/۲۸۲)۔

(جان لو کہ شکر نعمت کو منعم کی رضامندی میں استعمال کرنے کا نام ہے جیسا کہ محققین فرماتے ہیں اور تبذیر مال کو اللہ کی نافرمانی میں استعمال کرنے کو کہتے ہیں لہٰذا یہ شکر کی ضد ہے)۔

مختصر تفسیر ابن کثیر میں ہے: "قال ابن مسعود: التبذیر الانفاق فی غیر حق وقال مجاهد: لو أنفق انسان ماله کله فی الحق لم یکن مبذرا ولو أنفق ماله فی غیر حق کان مبذرا۔ وقال قتادة: "التبذیر النفقة فی معصیة الله تعالیٰ وفی غیر الحق و الفساد" (مختصر تفسیر ابن کثیر: ۲/۳۷۴)۔

(ابن مسعودؓ فرماتے ہیں: اسراف ناحق خرچ کرنے کو کہتے ہیں، مجاہد کہتے ہیں: اگر کوئی انسان اپنا پورا کا پورا مال حق کی راہ میں خرچ کردے تو یہ اسراف نہیں ہے، اور اگر ایک مد بھی ناحق خرچ کرے تو وہ اسراف کرنے والا سمجھا جائے گا۔ قتادۃ کہتے ہیں: اسراف اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں اور ناحق اور فساد کی راہ میں مال خرچ کرنے کو کہتے ہیں)۔

لہٰذا شدید قسم کا ہارن یا ضرورت سے زیادہ ہارن بجانا بھی فساد فی الارض میں داخل ہے اور ناجائز ہے؛ کیونکہ اس سے لوگوں کی جان ومال کو شدید نقصان پہنچتا ہے اور صوتی آلودگی ہوتی ہے۔ شدید قسم کے ہارن سے راہ گیروں کو سخت تکلیف اور دہشت ہوتی ہے اور بسا اوقات اس کی وجہ سے حادثات بھی واقع ہوتے ہیں لہٰذا ان کا استعمال شرعاً جائز نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ شخص ملعون ہے جو کسی مومن کو ضرر پہنچائے یا اسے دھوکہ دے"۔

"قال رسول الله ﷺ ملعون من ضار مؤمنا أو مکر به" (مشکوۃ المصابیح، ص: ۴۲۸)۔

ہارن کی آواز کا استعمال ضرورت کی خاطر ہے، اس لئے اس کا استعمال بقدر ضرورت ہونا چاہئے۔ فقہ کا مشہور قاعدہ ہے:

"ما أبیح للضرورة یتقدر بقدرها" (الأشباه والنظائر ۱/۳۰۸)۔

۳۔ DJ کا شور انسانی صحت کے لئے انتہائی نقصاندہ ہے اس کی شدید آواز ناقابل برداشت ہوتی ہے، اس کی وجہ سے اختلاج قلب کی شکایت ہوجاتی ہے، دل کی دھڑکن بے ضابطہ ہوجاتی ہے نیز نیند بھی متاثر ہوتی ہے، شدید قسم کی تیز آواز کو اللہ تعالیٰ نے مجرم قوم پر عذاب کے طور پر نازل فرمایا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"إنا أرسلنا علیهم صیحة واحدة فکانوا کهشیم المحتظر" (القمر: ۳۱)۔

(ہم نے ان پر ایک چنگھاڑ بھیجی پس وہ ایسے ہوگئے جیسے روندی ہوئی باڑ کانٹوں کی)۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم شدید قسم کی تیز آواز سنتے تو اللہ کی پناہ طلب کرتے تھے؛ چنانچہ آپؐ جب بادلوں کی گرج اور بجلی کی کڑک سنتے تو یہ دعا پڑھتے:

"اللهم لا تقتلنا بغضبك ولا تهلکنا بعذابك وعافنا قبل ذلك" (الأدب المفرد للبخاری)۔

(اے اللہ! ہمیں اپنے غضب سے ہلاک نہ کر، اپنے عذاب سے ہمیں تباہ نہ کر اور ایسا وقت آنے سے پہلے ہی ہمیں اپنے دامنِ عافیت میں لے لے)۔

DJ کی خطرناک آواز انسانوں کے لئے سخت تکالیف کا باعث ہے؛ جبکہ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں:

''المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده'' (صحیح البخاری ۱/۶ کتاب الایمان)

(مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھوں سے مسلمان محفوظ رہیں) اس حدیث کی تشریح فرماتے ہوئے مولانا تقی عثمانی تحریر فرماتے ہیں:

''ذکر المسلمین ھٰھُنا خرج مخرج الغالب لأن محافظة المسلم علی کف الأذی عن أخیه المسلم أشد تاکیدا''

(تکملة فتح الملھم ۱/۵۸۰، کتاب الایمان، باب بیان تفاضل الاسلام)۔

(یہاں مسلمانوں کا ذکر غالب کے طور پر ہے اسلئے کہ مسلمان کا اپنے مسلمان بھائی سے تکلیف دہ چیز کو دور کرنا زیادہ تاکیدی ہے)۔

DJ کو رواج دینا اسلام میں جاہلیت کے طریقے کو فروغ دینے کی طرح ہے جو شرعاً ممنوع ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں:

أبغض الناس إلی الله ثلاثة: ملحد فی الحرم، ومبتغ فی الاسلام سنة الجاھلیة، ومطلب دم امرئ مسلم لغیر حق لیھریق دمه'' (رواہ البخاری، مشکوٰۃ المصابیح، ص ۲۷، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الاول)

(لوگوں میں اللہ کے نزدیک سب سے مبغوض تین لوگ ہیں: حرم میں الحاد پھیلانے والا، اسلام میں جاہلیت کے طریقے کا طلب گار اور ناحق کسی مسلمان کے خون کا مطالبہ کرنے والا تا کہ اس کا خون بہائے)۔

DJ مختلف شرعی قباحتوں کا باعث ہے لہٰذا یہ حرام ہے۔ علامہ کاسانی رقم طراز ہیں:

''کل ما أدی الی الحرام حرام'' (بدائع الصنائع ۶/۴۸۸) (ہر وہ عمل جو حرام تک پہنچائے وہ بھی حرام ہے)۔

شامی میں ہے: ''ما کان سبب المحظور فھو محظور'' (۵/۲۳۳، ط: نعمانیہ) (جو کسی ممنوع کام کا سبب ہو وہ بھی ممنوع ہوتا ہے)۔

۴۔ مذہبی، سیاسی جلسوں اور مشاعروں میں حکومت کے قانون کی پیروی نہ کرتے ہوئے رات رات بھر پروگرام جاری رکھنا جائز نہیں، کیوں کہ اسکی وجہ سے دیگر دینی و دنیوی معمولات متاثر ہوتے ہیں اور انسان ان میں کوتاہی کرتا ہے۔ بسا اوقات نماز بھی قضا ہو جاتی ہے، ایسے جلسوں میں آواز کا شور پوری آبادی تک پہنچانا جائز نہیں، چنانچہ نماز کی قرأت میں اللہ تعالیٰ نے معتدل آواز میں قرأت کا حکم فرمایا ہے:

"ولا تجھر بصلا تك ولا تخافت بھاوابتغ بین ذلك سبیلا" (سورۃ الاسراء: ۱۱۰)

(اور پکار کر مت پڑھ اپنی نماز اور نہ چپکے پڑھ اور ڈھونڈ لے اس کے بیچ میں راہ)۔

فقہاء نے لکھا ہے کہ امام جماعت کے حساب سے بلند آواز سے قرأت کرے گا۔ اگر وہ جماعت کی حاجت سے زیادہ بلند آواز سے قرأت کرے گا تو گناہگار ہوگا، چنانچہ علامہ حصکفی تحریر فرماتے ہیں:

''ویجھر الامام وجوبا بحسب الجماعة فان زاد علیه أساء'' (الدالمختار علی رد المحتار ۲/۲۲۱)۔

''فتاوی ہندیہ'' میں ہے: ''ولا یجھد الامام نفسه بالجھر وإذا جھر الامام فوق حاجة الناس فقد أساء لأن الامام انما یجھر لإسماع القوم لیدبروا فی قراء ته لیحصل إحضار القلب'' (فتاویٰ عالمگیری ۱/۷۲)۔

(بلند آواز سے قرأت کرنے کے سلسلے میں امام اپنے آپ کو نہیں تھکائے گا اور جب امام لوگوں کی حاجت سے زائد آواز سے قرأت کرے گا تو وہ گناہ گار ہوگا؛ اس لئے کہ امام قوم کو سنانے کے لئے بلند آواز سے قرأت کرتا ہے تاکہ وہ اس کی قرأت میں تدبر کریں اور دل کو حاضر رکھ سکیں)۔

لہٰذا جب حاجت سے زائد آواز میں قرأت جائز نہیں تو حاجت سے زائد لاؤڈ اسپیکر کی آواز رکھنا بدرجۂ اولیٰ ناجائز ہوگا۔ جلسوں میں لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے آواز کا شور آبادی تک پہنچتا ہے، آبادی میں کتنے ہی بوڑھے، کمزور اور مریض ہوتے ہیں جنہیں تیز آواز سے سخت تکلیف ہوتی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے مریض کے قریب شور و غل کرنے سے منع فرمایا ہے:

''عن ابن عباس: قال من السنة تخفیف الجلوس وقلة الصخب فی العیادة عند المریض''

(مشكوٰة المصابيح، كتاب الجنائز، باب عيادة المريض، ص: ۱۳۸)۔

(حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا: مریض کے پاس شوروغل نہ کرنا اور کم بیٹھنا سنت ہے)۔

آواز کا شور آبادی میں پہنچنے کی وجہ سے کوئی ضعیف، کوئی بوڑھا اور معذور آدمی آواز کی شدت سے سو نہیں سکتا حالانکہ نبی کریم ﷺ کا عمل تو یہ تھا کہ آپ تہجد کی نماز کے لئے بیدار ہوتے تو دھیرے سے اٹھتے تھے اور آہستہ آہستہ دروازہ کھولتے تھے اور دھیرے سے دروازہ بھیڑتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ عائشہؓ کی آنکھ کھل جائے۔

''سمعت عائشة تحدث قالت: ألا أحدثكم عني وعن النبي ﷺ؟ قلنا بلى، قالت: لما كانت ليلتي التي هو عندي تعني النبي ﷺ انقلب فوضع نعليه عند رجليه ووضع رداءه وبسط طرف إزاره على فراشه فلم يلبث إلا ريثما ظن أني قد رقدت ثم انتعل رويدا وأخذ رداءه رويدا ثم فتح الباب رويدا وخرج وأجافه رويدا '' (سنن نسائی ۲/ ۸۱، كتاب عشرة النساء ،باب الغيرة)۔

لاؤڈ اسپیکر کی آواز سے آبادی کے باشندوں کو سخت تکلیف ہوتی ہے، جبکہ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوگا جس کے پڑوسی اس کی تکلیفوں سے محفوظ نہ ہوں۔

''لا يدخل الجنة من لا يأمن جاره بوائقه '' (مشكوٰة المصابيح ،ص ۴۲۲ ،باب الشفقة والرحمة على الخلق)۔

فقہائے کرام نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ ذکر اللہ اتنی آواز سے کرنا کہ جس سے کسی کی عبادت یا نیند میں خلل آتا ہو صحیح نہیں:

'' أجمع العلماء سلفا وخلفا على استحباب ذكر الجماعة في المساجد وغيرها إلا أن يشوش جهرهم على نائم أو مصل أو قارئ '' (ردّ المحتار ۲/۴۳۴ ، كتاب الصلوٰة ،مطلب في رفع الصوت بالذكر)۔

(علماء سلف وخلف کا مساجد وغیرہ میں اجتماعی ذکر کے مستحب ہونے پر اجماع ہے مگر جب کہ ان کی بلند آواز سے سونے والے، نماز پڑھنے والے یا تلاوت کرنے والے کو خلل ہوتا ہو)۔

ساؤنڈ سسٹم اور ساؤنڈ بکس کی تعداد کی رعایت اور حکومت کی جانب سے مقررہ وقت کی پابندی لازم ہے؛ کیونکہ جلسے کے منتظمین جلسے کا اجازت نامہ حاصل کرتے وقت حکومت سے وعدہ کرتے ہیں کہ وہ جلسے کے متعلق حکومت کے قوانین پر عمل کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وأوفوا بالعهد إن العهد كان مسئولا" (الاسراء: ۳۴)

(اور وعدے پورے کرو؛ کیونکہ قول وقرار کی باز پرس ہونے والی ہے)۔

روح المعانی میں ہے: "وأوفوا بالعهد أي ما عاهدتم الله تعالى عليه من التزام تكاليفه وعاهدتم عليه غيركم من العباد ويدخل في ذلك العقود" (روح المعانی ۹/ ۱۰۲) (اور وعدے کو پورا کرو یعنی جو تم نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا ہے یعنی اس کے احکامات کو لازم پکڑنے کا اور جو وعدے تم نے اپنے علاوہ دوسرے بندوں سے کیے ہوں اور اس میں معاہدے بھی داخل ہوں گے)۔

جائز امور میں حکومت کے قوانین کی پابندی لازمی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

''اسمعوا و أطيعوا وإن استعمل عليكم عبد حبشي كأن رأسه زبيبة '' (صحيح البخاری ، كتاب الاحكام ، باب السمع والطاعة للامام، حدیث نمبر: ۷۱۴۲) (سنو اور اطاعت کرو اگر چہ کہ تم پر کسی ایسے حبشی غلام کو امیر بنایا جائے جس کا سر چھوٹا ہو)۔

خلاصہ جوابات:

۱۔ جو شخص ماحول کو آلودہ نہ کرنے والے مہنگے وسائل استعمال کرنے پر قادر ہو اس کے لئے ارزاں لیکن دھواں چھوڑنے اور ماحول کو آلودہ کرنے والے وسائل کا استعمال شرعاً جائز نہیں۔

۲۔ ماحول کو آلودگی سے بچانے کیلئے کسی خاص گاڑی کیلئے گیس ہی کو لازم کردیا جائے یا حکومت کی طرف سے ڈیزل کے استعمال کی ممانعت کردی جائے تو عوام کے لئے اس قانون پر عمل کرنا شرعاً واجب ہوگا، اگر حکومت کی طرف سے کوئی ہدایت نہیں ہو تب بھی لوگوں کو ضرر سے بچانے اور ماحول کو پاک وصاف رکھنے کیلئے کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کو ترجیح دینا واجب ہوگا۔

۳۔ صاحب استطاعت حضرات پر حکومت کی جانب سے ممانعت کی صورت میں تیل اور ڈیزل سے چلنے والے جنریٹر کا استعمال واجب ہوگا؛ تاکہ ماحول کو اس کے نقصان سے بچایا جاسکے۔

۴۔ شرعی نقطۂ نظر سے صاحب استطاعت افراد واشخاص، مساجد ومدارس اور اداروں کے لئے شمسی توانائی کا استعمال مستحب اور مستحسن ہے۔

۵۔ کارخانے آبادیوں سے باہر ہوں، ان کی چمنیوں کو ایک خاص سطح تک اونچا رکھا جائے، کم سے کم ایندھن استعمال کیا جائے جو آلودگی پیدا کرنے کا باعث ہو اور فضلات کو تحلیل کرنے کی تدبیر اختیار کی جائے، حکومت کے ایسے قوانین کی خلاف ورزی شرعاً جائز نہیں۔

۶۔ جانور کے جو اجزاء ضائع کردیئے جاتے ہیں اور جن سے فضا آلودہ ہوتی ہے انہیں زمین میں دفن کردینا چاہئے۔ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ جانوروں کی قربانی کیلئے مناسب تعداد میں مذبح کا انتظام کرے۔ اور جانور کے فاضل اجزاء کو اٹھوا کر انہیں دفن کرانے کا انتظام کرے، ذبح وقربانی کرنے والوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ بڑے جانوروں کو مذبح خانے میں ذبح کریں اور گھر میں ذبح کردہ جانوروں کے فاضل اجزاء کو دفن کرانے کا انتظام کریں۔

۷۔ پلاسٹک ماحول کو نقصان پہنچانے والی چیزوں میں انتہائی خطرناک ہے لہٰذا جس قدر ممکن ہو اس کے استعمال سے اجتناب کیا جائے۔

۸۔ سگریٹ، بیڑی حقہ وغیرہ اشیاء جن میں تمباکو استعمال کیا جاتا ہے صحت کیلئے سخت مضر ہیں اور یہ بتدریج انسان کو ہلاکت کی جانب لے جاتی ہیں، لہٰذا ان چیزوں کا استعمال جائز نہیں، اور قانوناً جن مقامات پر سگریٹ نوشی وغیرہ کی ممانعت ہو وہاں سگریٹ پینا شرعاً جائز نہیں۔

۹۔ عوامی مقامات پر جیسے ریلوے اسٹیشن، بس اسٹینڈ اور سڑکوں پر پیشاب کرنا جائز نہیں۔ جس قدر ممکن ہو گندے پانی اور فضلات کو کھلی نالیوں میں بہانے سے اجتناب کرنا چاہئے۔

۱۰۔ اگر حکومت سڑک اور عوامی مقامات پر تھوکنے سے قانوناً منع کردے تو ان مقامات پر تھوکنا جائز نہیں، ان مقامات پر تھوک دان میں ہی تھوکنا واجب ہوگا۔

۱۱۔ فریج، واشنگ مشین، ایئر کنڈیشن، ٹی وی، موبائیل وغیرہ مضر صحت شعاعوں کو جنم دینے والی اشیاء کا استعمال بقدر ضرورت ہی کرنا چاہئے۔

۱۲۔ (الف) بلاضرورت جنگلات کو کاٹنا اور قابل کاشت زمین کو پلاٹس بنا کر آبادیاں بسانا شرعاً جائز نہیں۔

(ب) اسلام کی نظر میں شجرکاری وکاشت کاری شرعاً مطلوب ومحمود اور مستحسن ہے۔

صوتی آلودگی:

۱۔ کم شور کی حامل مشینوں کو آبادی کے اندر لگانا جائز نہیں جبکہ بہت پرشور مشینوں کو آبادی سے باہر ہی لگانا واجب ہے۔

۲۔ گاڑیوں میں تیز آواز کا ہارن لگانا اور بلاضرورت ہارن کا استعمال کرنا شرعاً جائز نہیں۔

۳۔ DJ کی آواز انتہائی شدید ہوتی ہے اور اس کا شور انسان کی سماعت اور ماحول کیلئے سخت نقصان دہ ہے لہٰذا اس کا استعمال قطعاً جائز نہیں۔

۴۔ مذہبی اور سیاسی جلسوں اور مشاعروں سے متعلق حکومت کے قوانین وہدایات پر عمل کرنا شرعاً واجب ہے۔ ان کی خلاف ورزی کرتے ہوئے آواز کا شور پوری آبادی تک پہنچانا اور رات بھر پروگرام چلانا شرعاً جائز نہیں۔

......☆......

فضائی اور صوتی آلودگی

ڈاکٹر محمد شاہ جہاں ندوی[1]

تمہید:

اس وقت پوری دنیا کے لئے ماحولیاتی آلودگی کا مسئلہ سنگین نوعیت اختیار کر گیا ہے، اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ انسان نے زندگی کے مختلف شعبوں میں سائنس اور ٹکنالوجی کی بدولت اندھادھند ترقی کی دوڑ میں ماحولیات کو نظر انداز کر دیا ہے، اور تعیش پسندی، شہوات اور لذات میں انہماک، مال اور منافع کو کسی بھی طریقے سے کمانے اور پیداوار کو غیر فطری طور پر تیز رفتاری سے بڑھانے کی آرزو اور ذاتی خواہشات کو معاشرہ کے مفاد پر، اور جلدی حاصل ہونے والے فوائد کو دیر پا فوائد پر ترجیح دینا، اس کا شیوہ بن گیا ہے۔ جس کی بنا پر ہوا، پانی اور زمین کی طبعی، کیمیائی اور حیاتیاتی خصوصیات میں ناپسندیدہ اور نامناسب تبدیلیاں پیدا ہوگئی ہیں، اور زمین کے درجہ حرارت میں نقصان دہ حد تک اضافہ ہو گیا ہے، جس کی بنا پر عالمی حدت (Global Warming) کا مسئلہ پیدا ہو گیا ہے۔

چنانچہ ان تبدیلیوں سے انسان اور دیگر جانداروں کی زندگیوں کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے، اور اس بات کا خدشہ پیدا ہو گیا ہے کہ مکمل طور پر ان کی زندگی ہی کہیں ختم نہ ہو جائے، جبکہ ماحولیات (Environment) وہ سب کچھ ہے جس میں انسان یا دیگر جاندار رہتے ہیں، چنانچہ زمین، جنگل، پہاڑ، دریا، صحرا، مختلف النوع جاندار جیسے انسان، پرندے، حشرات الارض اور بڑے بڑے جانور اور چھوٹے جاندار یہ سب ماحولیات کے لازمی اجزاء ہیں، اور یہ سب اپنی فطری زندگی میں ایک دوسرے کے لئے ضروری ہیں، لیکن اب انسان نے فطرت (Nature) میں مداخلت (Interference) کرتے ہوئے اپنی سہولت وراحت کی زندگی گزارنے کے لئے مختلف طرح سے فطری توازن (Natural Balance) کو درہم برہم کر دیا ہے، جس کی وجہ سے وہ فضائی (Air)، آبی (Water)، زمینی (Land)، صوتی (Sound)، سمندری (Sea) اور شعاعی (Radial) آلودگی (Pollution) سے دوچار ہے، چنانچہ فضا میں انسان اور ماحول (Environment) کے لئے مضر مادوں کی بھاری تعداد موجود ہے، جس کی وجہ سے ہوا کے قدرتی اجزائے ترکیبی بگاڑ کا شکار ہو کر رہ گئے ہیں، اور پانی میں بھی ناپسندیدہ اشیاء کی بڑی مقدار جیسے ٹھوس کے ذرات، حل شدہ نمکیات، صنعتی ناکارہ اشیاء، گردوغبار اور حیاتیاتی اشیاء موجود ہیں، جن سے پانی آلودہ ہو کر متعدد بیماریوں کے پھیلنے کا ذریعہ بن گیا ہے۔

اور زمین بھی اپنی طبعی، حیاتیاتی، اور کیمیاوی (Chemical) ترکیب میں تبدیلی سے دوچار ہے، نیز بے ہنگم اور غیر ضروری آواز کی وجہ سے صوتی آلودگی (Sound Pollution) پیدا ہو گئی ہے، جس سے انسانی صحت پر مضر اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔

اسی طرح سمندر کے اندر پوشیدہ معاشی دولت (Economic Wealth) جیسے تیل، سیپی، مونگا، مچھلی وغیرہ مسلسل بڑے پیمانے پر نکالنے سے سمندروں کا قدرتی توازن تیزی سے بگڑ رہا ہے، اور ساحل سمندر پر قائم شہروں سے انسانی وصنعتی فضلہ (Industrial Waste) کچرا اور گندگی کو سمندر میں بہانے کی وجہ سے وہ آلودہ ہوتے جا رہے ہیں، ایسے ہی شعاعیں (Rays) جو دراصل وہ توانائی ہیں جو خلا یا کسی مادے سے تیزی سے نکلتی ہے، چنانچہ یہ شعاعیں انسان کے لئے مفید ہیں، لیکن مقررہ مقدار سے ان کا زیادہ استعمال انسانی صحت کے لئے مضر ہے، لیکن جوہری (Nuclear) تجربات، جوہری بجلی (Electricity)، موبائل فون ٹکنالوجی (Technology) اور اس کے ٹاور سیٹلائٹ (Satellite) وغیرہ سے زمین پر پھیلنے والی شعاعی آلودگی کی وجہ سے نہ صرف انسانی جسم، بلکہ پانی، مٹی، ہوا، پودے (Plants) اور جانور سب کی صحت کو خطرہ لاحق ہے۔

---

[1] عمید کلیۃ الحدیث، جامعہ اسلامیہ، شانتاپورم، مالاپورم کیرالہ۔

اسلام جو کہ دین فطرت اور مذہب اعتدال ہے ☐ اس نے ماحولیات اور قدرتی وسائل (Natural Sources) جیسے جنگلاتی وسائل ☐ (Forest Sources) آبی وسائل ☐ (Water Sources) معدنی وسائل ☐ (Mineral Sources) غذائی وسائل (Elimental Sources) اور زمینی وسائل (Land Sources) کی بقا اور تحفظ کی خاطر مختلف تعلیمات دی ہیں ☐ جن پر عمل پیرا ہو کر ماحولیات کا تحفظ کیا جاسکتا ہے۔

اس تمہید کے بعد سوالات کے جوابات درج ذیل ہیں:

۱۔ اجتماعی مفاد فرد کے مفاد پر مقدم ہے، اسی طرح اجتماعی ضرر کا ازالہ انفرادی ضرر کے ازالہ پر مقدم ہے، چنانچہ مشہور فقہی قاعدہ ہے:

''المصلحة العامة مقدمة على المصلحة الخاصة'' (شاطبی، الموافقات ۳/ ۸۹ طبع اول، دار ابن عفان، ۱۴۱۷ھ ۱۹۹۷ء، تحقیق: ابوعبیدہ آل سلمان) (عمومی مصلحت خصوصی مصلحت پر مقدم ہے)۔

اور ''مجلة الأحكام العدلية'' میں ہے: ''يتحمل الضرر الخاص لدفع ضرر عام'' (مجلة الأحكام / ص۱۹، دفعہ: ۲۶، کراچی: نور محمد) (عام ضرر کو دور کرنے کے لئے خاص ضرر کو برداشت کیا جائے گا)۔ اسی میں آگے درج ہے: ''الضرر الأشد يزال بالضرر الأخف'' (المجلة/ ص۱۹، دفعہ ۲۷) (ہلکے ضرر کو برداشت کر کے سخت ضرر کو دور کیا جائے گا)۔

نیز ایک جگہ درج ہے: ''إذا تعارض مفسدتان روعي أعظمهما ضررا بارتكاب أخفهما'' (المجلة / ص۱۹، دفعہ :۲۸)، (جب دو باعث فساد چیزوں میں تعارض ہو، تو ان میں ہلکے ضرر کے ارتکاب کے ذریعہ بڑے ضرر کے ازالہ کا اہتمام کیا جائے گا)۔

اور حضرت ابوعبداللہ محمد بن بہادر زرکشیؒ دو ضرر کے تعارض سے متعلق قاعدہ کی وضاحت کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''قال ابن عبد السلام: أجمعوا على دفع العظمى في ارتكاب الدنيا، وقال ابن دقيق العيد: من القواعد الكلية أن تدرأ أعظم المفسدتين باحتمال أيسرهما إذا تعين وقوع إحداهما، بدليل حديث بول الأعرابي في المسجد لما نها هم النبي ﷺ عن زجره وأن يحصل أعظم المصلحتين بترك أخفهما، إذا تعين عدم إحداهما، قال: وأعني أن ذلك في الجملة ، لأنه عام مطلقا حيث كان ووجد، وقال الشيخ عزالدين: إذا تعارض مصلحتان حصلت العليا منهما بتفويت الدنيا'' (زرکشی، المنثور في القواعد ۱/ ۳۴۸- ۳۴۹ طبع دوم، کویت: وزارت اوقاف، ۱۴۰۵ھ، تحقیق: د. تیسیر فائق، ح. أ. م)

(ابن عبد السلام کا کہنا ہے کہ اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کم تر ضرر کے ارتکاب کے ذریعہ عظیم تر ضرر کو دور کیا جائے گا، اور ابن دقیق العیدؒ فرماتے ہیں کہ کلی قواعد میں سے یہ ہے کہ کم تر خرابی کو برداشت کر کے عظیم تر فساد کو دور کیا جائے، جبکہ دو خرابیوں میں سے ایک کا پیش آنا متعین ہو، اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو ایک بدو کو مسجد میں پیشاب کرنے سے روکنے سے منع فرمادیا، اور یہ بھی کلی قاعدہ ہے کہ کم تر مصلحت کو چھوڑ کر بڑی مصلحت کو حاصل کیا جائے، جبکہ دونوں مصلحتوں میں سے ایک کا فوت ہونا متعین ہو، اور ابن دقیق العیدؒ کا کہنا ہے کہ اس سے میری مراد یہ ہے کہ مجموعی حیثیت سے یہی صورت حال ہے، یہ مراد نہیں ہے کہ یہ ہر لحاظ سے عام ہے جہاں بھی یہ صورت حال ہو اور شیخ عزالدین فرماتے ہیں کہ جب دو مصلحتوں میں تعارض ہو تو کم تر مصلحت کو چھوڑ کر بڑی مصلحت حاصل کی جائے گی)۔

البتہ عمومی مصلحت کی تقدیم خصوصی مصلحت پر اس وقت ہوگی جبکہ دونوں ایک ہی درجہ کی ہوں، مثال کے طور پر ٹھہرے ہوئے پانی میں غسل کرنے سے منع کیا جائے گا اگر چہ غسل کرنے والا اس سے فائدہ اٹھا رہا ہے، لیکن اس میں چونکہ عمومی مصلحت کا ضرر ہے، لہذا اسے اس عمل سے منع کیا جائے گا، اسی طرح شریعت نے اس بات سے منع کیا ہے کہ سامان تجارت لانے والے تاجر سے مارکیٹ پہنچنے سے پہلے ہی آگے بڑھ کر کوئی سامان خرید لے؛ کیونکہ اہل مارکیٹ کی مصلحت عام ہے اور آگے بڑھ کر خریدنے والے کی مصلحت خاص ہے، اس طرح اسلام نے عمومی اور خصوصی مصالح کے درمیان توازن کو برقرار رکھا ہے، نہ اس نے اشتراکیت کی طرح عمومی مصلحت کو خصوصی مصلحت پر ہر حال میں مقدم رکھا ہے، اور نہ ڈیموکریسی (Democracy) کی طرح ہر حال میں فرد کی مصلحت کو عمومی مصلحت پر مقدم رکھا ہے۔

اس کی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے جو حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں جہاد کی غرض سے

حاضر ہوا، سو آپ ﷺ نے اس سے دریافت کیا: "أحي والداك، قال: نعم، قال: ففيهما فجاهد" (صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۳۰۰۴، ۵۹۷۲، طبع اول، دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۵۴۹، تحقیق: محمد فؤاد عبد الباقی، بیروت، دار الاحیاء، سنن نسائی، حدیث نمبر: ۳۱۰۳، طبع دوم، حلب، مکتب المطبوعات، ۱۴۰۶ھ-۱۹۸۶ء، سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۲۵۲۹، بیروت، دار الفکر، سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۱۶۷۱، بیروت، دار الاحیاء، تحقیق: احمد محمد شاکر، مسند احمد، حدیث نمبر: ۶۵۴۳، طبع اول، بیروت، موسسۃ الرسالۃ، ۱۴۲۱ھ-۲۰۰۱ء) (کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ تو اس نے جواب دیا: ہاں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ان کے اندر ہی (ان کی خدمت کر کے) جہاد کرو)۔

اس حدیث کے اندر والدین کی خدمت جو کہ خاص مصلحت ہے اسے عمومی مصلحت یعنی جہاد پر ترجیح دی گئی ہے، اس لئے کہ جہاد کفائی کو چھوڑنے سے زیادہ بڑا فساد اس کے اندر ہے کہ محتاج والدین کی خدمت ترک کر کے ان کو ضائع کر دیا جائے، چنانچہ خاص مصلحت کو مقدم رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا درجہ عمومی مصلحت سے بڑھا ہوا ہے۔

اسی طرح حضرت عمر فاروقؓ نے یہ قاعدہ مقرر کیا کہ جہاد کے لئے نکلنے والا چار مہینے کے بعد بیوی کے پاس لازماً لوٹ آئے گا (دیکھئے: سنن سعید بن منصور، حدیث نمبر: ۲۴۶۳، بیروت، العلمیۃ، وبیہقی، السنن الکبری، حدیث نمبر: ۱۷۶۲۸، مکہ مکرمہ، دار الباز ۱۴۱۴ھ-۱۹۹۴ء)۔

اس ضابطہ بندی کا مقصد یہ تھا کہ اس کی بیوی کی عصمت کی حفاظت ہو، تو اس صورت میں بھی جہاد جیسی عمومی مصلحت پر بیوی کی خصوصی مصلحت کو ترجیح دی گئی ہے، اس لئے کہ خصوصی مصلحت کو ضائع کرنے کی صورت میں حاصل ہونے والا ضرر عمومی مصلحت کو ترک کرنے کے ضرر سے بڑھ کر ہے، لہذا ہلکے ضرر کا ارتکاب کیا گیا، اور دو مصلحتوں میں سے زیادہ راجح مصلحت کو مقدم رکھا گیا۔

ایسے ہی چند اشخاص کو بے خبری میں مار ڈالنے کا خطرہ ہو تو لوگوں کے آنے جانے کی آزادی پر پابندی عائد کی جاسکتی ہے؛ کیونکہ عمومی مصلحت کو ترک کرنے سے بڑا فساد چند انسانی جانوں کا ضائع ہو جانا ہے۔

خلاصہ یہ کہ عمومی اور خصوصی مصالح کے درجات کو دیکھ کر دونوں میں سے ایک کی تقدیم کا فیصلہ کیا جائے گا؛ چنانچہ اس اصولی بحث کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جو شخص پکوان کے لئے ایسے وسائل استعمال کرنے پر قادر ہو جو دھواں پیدا نہیں کرتے، گو وہ نسبتاً مہنگے ہوں، اس کے لئے ارزاں ہونے کی وجہ سے آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال بہتر نہیں ہے؛ کیونکہ آلودگی کی وجہ سے انسان اور دیگر جانداروں کی زندگیوں کو خطرہ لاحق ہے۔

البتہ چونکہ بعض وسائل جیسے گیس اور بجلی اگر چہ دھواں پیدا نہیں کرتے ہیں، لیکن خود پکوان کے لئے ان کا استعمال ضرر سے خالی نہیں، لہذا ان کے استعمال کو واجب نہیں قرار دیا جاسکتا ہے، خاص طور سے پکوان کے لئے بجلی کے استعمال میں آلودگی سے بڑھ کر ضرر ہے، لہذا اس کے استعمال کو بہتر بھی نہیں قرار دیا جاسکتا ہے؛ کیونکہ بجلی کے ذریعہ تیار پکوان کے بہ کثرت استعمال سے سائنس دانوں کے نزدیک کینسر کا خطرہ ہے۔ لہذا اس صورت میں فرد کے ضرر کا درجہ اجتماعی ضرر سے بڑھا ہوا ہے، اس لئے فرد کی مصلحت کو ترجیح ہوگی، چنانچہ ابن نجار حنبلی (و: ۹۷۲ھ) رقم طراز ہیں:

"وإذا دار الأمر بين درء إحدى مفسدتين، وكانت إحداهما أكثر فسادا من الأخرى، فدرء العليا منهما أولى من درء غيرها، وهذا واضح يقبله كل عاقل، واتفق عليه أولو العلم" (ابن نجار، شرح الكوكب المنير ۴/ ۴۴۷، طبع دوم، مكتبه العبيكان ۱۴۱۸ھ ۱۹۹۷ء)

(اگر معاملہ دو ضرر کے ازالہ کے درمیان دائر ہو، اور ایک ضرر دوسرے سے بڑھ کر ہو، تو بڑے فساد کے ازالہ کو کمتر فساد کے ازالہ پر ترجیح حاصل ہوگی، اور یہ بالکل واضح بات ہے، ہر عقل مند اسے قبول کرے گا، اور اہل علم کا اس پر اتفاق بھی ہے)، اور فقیہ علی حیدر حنفی رقم طراز ہیں:

"إلا أن المنفعة إذا كانت فائدتها أزيد بكثير مما يترتب على المفسدة من الإضرار، فتقدم المصلحة، ولا ينظر إلى المفسدة القليلة" (علی حیدر، درر الحکام شرح مجلۃ الأحكام ۱/ ۳۷، بیروت، العلمیہ)

(البتہ اگر باعث نفع چیز سے حاصل ہونے والا فائدہ، باعث فساد چیز پر مرتب ہونے والے ضرر سے بہت زیادہ ہو، تو منفعت مقدم ہوگی، اور تھوڑے سے فساد کی رعایت نہیں کی جائے گی)۔

اور یہ ظاہر ہے کہ پکوان کے لئے لکڑی، کوئلہ اور گوبر کے استعمال سے پیدا ہونے والے دھواں کا ضرر ان جدید وسائل کے ذریعہ تیار پکوان کے منافع

سے کم ہے، لہذا گیس اور خاص طور سے بجلی کے استعمال کو ضروری نہیں قرار دیا جاسکتا ہے۔

۲۔الف: سب سے زیادہ آلودگی مواصلات اور ٹرانسپورٹیشن (Transportation) یعنی ذرائع نقل وحمل اور وسائل آمد ورفت میں گاڑیوں سے ہی پیدا ہوتی ہے، اور یہ آلودگی ہوا، پانی اور زمین کی طبعی، کیمیائی اور حیاتیاتی خصوصیات میں ناپسندیدہ اور نامناسب تبدیلیوں کا سبب بنتی ہے، اور ان تبدیلیوں سے انسان اور دیگر جانداروں کی زندگیوں کو خطرہ لاحق رہتا ہے، لہذا اگر حکومت کی طرف سے ڈیزل کے استعمال کی ممانعت کردی جائے، یا کسی خاص گاڑی کے لئے گیس ہی کے استعمال کو لازم کردیا جائے، تو عوام کے لئے اس قانون پر عمل کرنا شرعاً واجب ہے، اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

ا۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "وتعاونوا علی البر والتقوی، ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان" (مائدہ: ۲)

(اور نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرو، اور گناہ اور زیادتی پر باہم ایک دوسرے کا تعاون نہ کرو)۔

اور یہ ظاہر ہے کہ لوگوں کو ضرر سے بچانا خیر اور بھلائی کا کام ہے، لہذا اس سلسلہ میں حکومت کا تعاون واجب ہے۔

۲۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے: "یا أیها الذین آمنوا أطیعوا الله وأطیعوا الرسول وأولی الأمر منکم" (سورۂ نساء: ۵۹)

(اے ایمان والو! اللہ، رسول اور اپنے سربراہان کار کی اطاعت کرو)۔

اور ذمہ داران کار میں اہل علم اور حکمراں دونوں شامل ہیں، اگرچہ امام طبریؒ نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ سربراہان کار سے مراد حکمراں ہیں، وہ لکھتے ہیں:

''وأولی الأقوال في ذلك بالصواب، قول من قال: هم الأمراء والولاة، لصحة الأخبار عن رسول الله ﷺ بالأمر بطاعة الأئمة والولاة فیما کان لله طاعة وللمسلمین مصلحة'' (طبری، جامع البیان في تأویل القرآن ۸/ ۵۰۲، طبع اول، بیروت، مؤسسة الرسالة ۱۴۲۰ھ ۲۰۰۰ء تحقیق: احمد محمد شاکر، ۲۲۶: ۱۰)

(اس سلسلہ میں زیادہ صحیح ان لوگوں کا قول ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ذمہ داران کار سے مراد حکمراں ہیں، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کی صحیح احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالی کی اطاعت اور مسلمانوں کی مصلحت کے مطابق امور میں حکمراں کی اطاعت کا حکم دیا ہے)۔

لیکن آیت کے عموم کو دیکھتے ہوئے یہ بات راجح معلوم ہوتی ہے کہ ''أولوا الأمر'' سے مراد امت کے سربراہان کار ہیں، لہذا اس کے مصداق کے اندر ارباب علم وبصیرت اور ارباب اقتدار وسیاست دونوں شامل ہیں، البتہ ان کی اطاعت اللہ ورسول کی اطاعت کے تحت ہے، لہذا اللہ ورسول کے احکام کے خلاف ان کی اطاعت جائز نہیں ہے۔

اور یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ عام لوگوں کو ضرر سے بچانا شریعت کے مطابق ہے، لہذا اس سلسلہ میں حکومت کا تعاون واجب ہے۔

۳۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''وأطیعوا، وإن استعمل علیکم عبد حبشي کأن رأسه زبیبة'' (صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۷۱۴۲، سنن ابن ماجه ،حدیث نمبر: ۲۸۶۰) (تم پر سننا اور اطاعت کرنا لازم ہے، اگرچہ کسی کالے کلوٹے غلام کو تمہارا امیر بنادیا گیا ہو، گویا اس کا سر (بال کے کالے پن اور گھونگھریالے پن میں) کشمش کے دانہ کی طرح ہو)۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ جائز امور میں حکومت کے وضع کردہ قوانین کی پابندی لازم ہے۔

۴۔ حکومت ضرر عام کے ازالہ کی ذمہ دار ہے، لہذا اس سلسلہ میں اس کے بنائے ہوئے قوانین کی پابندی لازم ہے۔

۵۔ سماج کے لئے صحیح نظام بنانے اور مفاد عام کے تحفظ کی ذمہ داری حکومت پر عائد ہوتی ہے، لہذا عام لوگوں کو ضرر سے بچانے کے لئے اس کے وضع کردہ قوانین کی پابندی ضروری ہے۔

۶۔ غیر معصیت میں حکومت کے حکم کی تعمیل لازم ہے، چنانچہ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''لا طاعة لمخلوق في معصیة الله عزوجل'' (مسند احمد، حدیث نمبر: ۱۰۹۵، اور یہ صحیح درجہ کی حدیث ہے)

(اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے ساتھ کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے)۔

اور حضرت علیؓ سے ہی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''لا طاعة لمخلوق في معصية الله، إنما الطاعة في المعروف'' (صحيح البخاري، حديث نمبر: ۴۳۴۰، ۷۱۴۵، ۷۲۵۷، صحيح مسلم، حديث نمبر: ۱۸۴۰، حميدي، الجمع بين الصحيحين ۱/ ۷۹، حديث نمبر: ۱۳۲، طبع دوم، بيروت، دار ابن حزم، ۲۰۰۲ء)

(اللہ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے، اطاعت تو بس نیکی کے کام میں جائز ہے)۔

چونکہ ملک کے ہر باشندے کی زندگی کو خطرات سے بچانا حکومت کی ذمہ داری میں داخل ہے، لہٰذا اجتماعی مصلحت، مفاد عامہ کے تحفظ اور ضرر عام کے ازالہ کی خاطر حکومت ڈیزل کے استعمال پر پابندی لگا سکتی ہے، اور ایسے ہی خاص گاڑی کے لئے گیس ہی کے استعمال کو لازم قرار دے سکتی ہے، یہ حکومت کا حق ہے، اور اس سلسلہ میں اس کے وضع کردہ قوانین کی پابندی لازم ہے۔

۷۔ فقہاء نے بھی اس بات کی صراحت کی ہے کہ اگر حاکم اور ذمہ دار کسی ایسے کام کا حکم دے جس کی تعمیل میں خالق کی نافرمانی نہ ہوتی ہو، تو اس کام کو انجام دینا لازم ہے، چنانچہ ابن عابدینؒ لکھتے ہیں:

''طاعة الإمام فيما ليس بمعصية واجبة'' (ردالمحتار ۲/ ۱۷۲، بيروت، دار الفكر، ۱۴۲۱ھ ۲۰۰۰ء)

(امام کی اطاعت ایسے معاملات میں جو معصیت نہ ہوں واجب ہے)

اور البحر الرائق کے حوالہ سے لکھتے ہیں: ''طاعة الإمام في غير معصية واجبة، فلو أمر بصوم يوم وجب'' (ابن عابدين، ردالمحتار، كتاب القضاء، مطلب: طاعة الإمام واجبة ۵/ ۴۲۲)

(امام کی اطاعت ایسے امور میں جو نافرمانی نہ ہوں، واجب ہے، چنانچہ وہ اگر کسی دن کے روزہ کا حکم دے، تو اس دن کا روزہ رکھنا واجب ہوگا)۔

اور علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں: ''طاعة الإمام فيما ليس بمعصية فرض، فكيف فيما هو طاعة'' (كاساني، بدائع الصنائع ۷/ ۱۴۰، بيروت، دار الكتاب العربي ۱۹۸۲ء)

(جو چیزیں معصیت میں داخل نہیں ان میں امام کی اطاعت فرض ہے تو جو چیزیں طاعت ہیں ان میں کس درجہ اطاعت لازم ہوگی)۔

اور ابن عبدالبر قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

''وأما طاعة الإمام فواجبة في كل ما يأمر به، إلا أن تكون معصية بينة لا شك فيها'' (ابن عبد البر (و: ۴۶۳ھ)، الاستذكار الجامع لمذاهب فقهاء الأمصار ۵/ ۱۳۴، بيروت، العلمية ۲۰۰۰ء) (بہر حال امام کی اطاعت ہر اس چیز میں واجب ہے جس کا وہ حکم دے، مگر یہ کہ وہ کھلی ہوئی نافرمانی ہو، جس کے معصیت ہونے کے بارے میں کوئی شک نہ ہو)۔

اور ماوردی شافعی رقم طراز ہیں: ''أن طاعة الإمام واجبة إلا فيما يعلم أنه ظلم'' (ماوردی، الحاوی الکبیر ۱۲/ ۷۷، طبع اول، بیروت العلمیہ ۱۴۱۴ھ ۱۹۹۴ء، ۱۰۶:۱۸)

(امام کی اطاعت واجب ہے، مگر جس چیز کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ ظلم ہے، اس میں اطاعت جائز نہیں ہے)۔

اور ابن قدامہ حنبلیؒ فرماتے ہیں:

''لوجوب طاعة الإمام فيما ليس بمعصية'' (ابن قدامه، المغني ۹/ ۴۸۰، طبع اول، بيروت، دار الفكر ۱۴۰۵ھ، ۱۰:۱۰۶)

(اس لئے کہ امام کی اطاعت ان امور میں جو معصیت نہیں، واجب ہے)، اسی طرح غیر مسلم حکومت نظم وضبط قائم رکھنے، مفاد عامہ کے تحفظ اور ضرر عام کے ازالہ کے لئے جو قوانین بنائے، اور وہ شریعت کے احکام سے متصادم نہ ہوں تو ان کی تعمیل بھی لازم ہے، اس لئے کہ ہندوستان ودیگر غیر مسلم ممالک کا نظام حکومت موجودہ دور میں جمہوریت پر مبنی ہے اور دستور کے تحت مختلف مذہبی اکائیوں سے مسلمانوں کا معاہدہ ہے کہ وہ اپنے مذہب پر قائم رہتے ہوئے امن وآشتی کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ رہیں گے اور ملکی قوانین کی تعمیل کریں گے۔

ب: اگر حکومت کی طرف سے کوئی ہدایت نہیں ہو تب بھی لوگوں کو ضرر سے بچانے اور ماحول کو پاک وصاف رکھنے کے لئے کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کو ترجیح دینا واجب ہے، اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ آج ماحولیاتی آلودگی کی وجہ سے انسان اور دیگر جانداروں کی زندگیوں کو زبردست خطرہ لاحق ہے، اور اس سے انسانی صحت پر مضر اثرات مرتب ہو رہے ہیں؛ لہذا ماحولیات کو آلودگی سے بچانے کے لئے کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کو ترجیح دینا واجب ہے۔

۲۔ فقہی وشرعی قاعدہ ہے: ''درء المفاسد أولی من جلب المنافع'' (المجلة / ص۱۹، دفعه۳۰)

(مفاسد کا ازالہ منافع کی تحصیل پر مقدم ہے)، اور ضرر جب ضرر عام ہو تو اس کا ازالہ بدرجہ اولی مقدم ہوگا۔

۳۔ فقیہ علی حیدر لکھتے ہیں: ''إذا تعارضت مفسدة و مصلحة يقدم دفع المفسدة على جلب المصلحة. فإذا أراد شخص مباشرة عمل ينتج منفعة له، ولكنه من الجهة الأخرى يستلزم ضررا مساويا لتلك المنفعة. أو أكبر مما يلحق بالآخرين. فيجب أن يقلع عن إجراء ذلك. درء اللمفسدة المقدم دفعها على جلب المنفعة؛ لأن الشرع اعتنى بالمنهيات أكثر من اعتنائه بالمأمور بها'' (علي حيدر. درر الحكام شرح مجلة الأحكام ۱/ ۲۷. بيروت. العلمية)

(جب باعث فساد اور منفعت چیز میں تعارض ہو، تو فساد کے ازالہ کو منفعت کی تحصیل پر مقدم رکھا جائے گا، چنانچہ اگر کوئی شخص ایسا عمل انجام دینا چاہے جو اس کے لئے نفع آور ہو، لیکن دوسری حیثیت سے اس سے اس منفعت کے مساوی یا اس سے بڑا ضرر لازم آئے جو دوسروں کو لاحق ہو، تو اس پر لازم ہے کہ اس کام کو جاری کرنے سے باز رہے؛ تاکہ اس ضرر کا ازالہ ہو جس کو زائل کرنا منفعت کی تحصیل پر مقدم ہے، اس لئے شریعت کا اہتمام ممنوعات (منع کردہ اشیاء) میں حکم کردہ امور کے مقابلہ میں زیادہ ہے)۔

اور یہ واضح ہے کہ زیادہ آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کے استعمال میں منفعت سے زیادہ ضرر ہے جو خاص بھی نہیں بلکہ عام ہے، لہذا اس سے بچنا لازم ہے۔

۳۔ جنریٹر (Generator) میں کم دھواں پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال شرعاً واجب ہے، اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ بہت زیادہ دھواں چھوڑنے والے جنریٹر کے استعمال سے ماحول زیادہ آلودہ ہوتا ہے، جس سے مختلف بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، لہذا ایسے ایندھن کے استعمال میں منفعت سے زیادہ ضرر ہے، اس لئے اس سے بچنا لازم ہے۔

۲۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لا ضرر ولا ضرار، من ضار ضاره الله، ومن شاق شاق الله عليه'' (حاکم، المستدرک، حدیث نمبر: ۲۳۴۵، طبع اول، بیروت، العلمیة ۱۴۱۱ھ-۱۹۹۰ء، اور یہ صحیح درجہ کی حدیث ہے) (خود کو ضرر پہنچانا اور نہ ہی دوسروں کو ضرر پہنچانا درست ہے، جو ضرر پہنچائے گا اللہ اسے ضرر میں ڈالے گا، اور جو مشقت میں مبتلا کرے گا اللہ تعالی اسے مشقت سے دوچار کرے گا)۔

یہ حدیث صراحتاً اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ایک مسلمان پر لازم ہے کہ وہ کسی فرد کو ضرر نہ پہنچائے، خاص طور سے ایسا ضرر جو اس کی منفعت سے بڑھ کر ہو، تو پھر عام لوگوں کو ضرر پہنچانا کیوں کر درست ہوگا؟

۳۔ فقیہ علی حیدرؒ لکھتے ہیں: ''يمنع المالك من التصرف في ملكه فيما إذا كان تصرفه يورث الجار ضررا فاحشا'' (علی حیدر، درر الحکام ۱/ ۳۷)

(مالک کو اپنی ملکیت میں تصرف کرنے سے اس صورت میں روک دیا جائے گا، جبکہ اس کا تصرف ہم سایہ کے لئے کھلے ضرر کا سبب بنے)۔

لہذا عام لوگوں کو ضرر سے بچانے کی خاطر مالک جنریٹر پر شرعاً واجب ہوگا کہ کم دھواں پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال کرے۔

۴۔ اگر شمسی توانائی کی پیداوار یقینی ہو، اور اس کا استعمال ضرر سے خالی ہو، تو صاحب استطاعت افراد واشخاص، مساجد و مدارس اور اداروں کے لئے آلودگی سے محفوظ اس توانائی کا استعمال مستحسن عمل ہے، اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

ا۔ توانائی کے روایتی طریقے جیسے ڈیزل کے ذریعہ بجلی کی پیداوار سے ماحولیاتی آلودگی پیدا ہوتی ہے جس سے صرف انسانوں کی صحت کو ہی خطرہ نہیں بلکہ زمینی سیارے پر موجود دیگر ذی روح اشیاء کو بھی اس سے خطرہ لاحق ہے، چنانچہ اس کی وجہ سے انسان مختلف بیماریوں کے شکار ہو جاتے ہیں، مثلاً انسانوں کو اس کی وجہ سے گلے، ناک، پھیپھڑے اور آنکھوں میں تکلیف لاحق ہوتی ہے، اس کی وجہ سے سانس کی پریشانی بھی آتی ہے، پہلے سے لاحق شدہ کچھ امراض جیسے انفاخ نسوج (Emphysema) اور دمہ (Asthama) بڑھ بھی جاتے ہیں، باریک ذرات پھیپھڑے میں گھس جاتے ہیں، اور انسان کے سانس لینے کی صلاحیت کو کم کر دیتے ہیں، سانسوں کے ذریعہ باریک ذرات کے جسم کے اندر جانے کی وجہ سے شریانوں میں سختی پیدا ہوتی ہے، اور ہارٹ اٹیک (Heart Attack) کے علاوہ دیگر قلبی امراض کا خدشہ پیدا ہو جاتا ہے۔

ایسے ہی آلودہ ہوا جسم کی دفاعی قوت کو کم کر دیتی ہے اور جسم کی انفیکشن (Infection) سے لڑنے کی طاقت اور تنفسی نظام کو بھی متاثر کرتی ہے، ساتھ ہی آلودہ ہوا سے مسلسل اتصال کی وجہ سے امراض قلب کا خطرہ بھی بڑھ جاتا ہے، چنانچہ جو لوگ کھلے میدان میں کام کرتے ہیں وہ زیادہ تر فضائی آلودگی کے منفی اثرات قبول کرتے ہیں، اس لئے کہ ان کاموں میں عام طور پر گہرے اور تیز سانس لئے جاتے ہیں۔

ایسے ہی آلودگی کی وجہ سے تیزابی بارش ہوتی ہے، جس میں ہائیڈروجن پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے درخت، فصل اور سمندری جانوروں کو نقصان پہنچتا ہے اور دھاتیں تحلیل ہوتی ہیں، اسی طرح آلودگی کی وجہ سے کہرا پیدا ہوتا ہے، اور یہ چیز پوشیدہ نہیں ہے کہ دھویں اور دھند کے امتزاج کا بھی انسان اور جانوروں کی صحت پر منفی اثر پڑتا ہے، لہذا آلودگی کی وجہ سے زمینی سیارے پر موجود جانداروں کو لاحق سنگین خطرات کو دیکھتے ہوئے ہر ایک انسان کی ذمہ داری ہے کہ وہ آلودگی کو کم کرنے کے لئے ہر ممکن طریقہ اختیار کرے۔

۲۔ ماحولیاتی آلودگی کی وجہ سے اس بات کا خدشہ پیدا ہو گیا ہے کہ زمینی سیارے پر موجود جانداروں کی زندگی ہی مکمل طور پر کہیں ختم نہ ہو جائے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة" (بقرہ: ۱۹۵) (اور اپنی جانوں کو ہلاکت میں مت ڈالو)، اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ ایک مومن کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہلاکت کے ہر طرح کے اسباب سے بچے، چنانچہ امام طبریؒ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"فمعنى قوله: ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة، ولا تستسلموا للهلكة، فتعطوها أزمتكم فتهلكوا" (طبری، جامع البيان في تأويل القرآن ۳/ ۵۹۳) (اللہ تعالیٰ کے فرمان (اپنی جانوں کو ہلاکت میں مت ڈالو) کا مفہوم یہ ہے کہ خود کو ہلاکت کے سپرد مت کرو کہ اپنی باگ ڈور اس کے حوالہ کر دو اور ہلاک ہو جاؤ)۔

لہذا ایک مومن کے لئے آلودگی سے محفوظ طریقہ کا استعمال مباح ہی نہیں بلکہ مستحب اور مستحسن عمل ہے۔

۳۔ ماحولیاتی آلودگی انسانی جانوں کے ضیاع کا سبب بنتی ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"ولا تقتلوا أنفسكم، إن الله كان بكم رحيما" (نساء: ۲۹) (اور خود کو مت مارو، بے شک اللہ تم پر مہربان ہے)۔

اس کی تفسیر میں آلوسیؒ لکھتے ہیں: "وقيل: المعنى: لا تلقوا بأنفسكم إلى التهلكة" (آلوسی، روح المعانی ۴/ ۳۰) (اور بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ خود کو قتل کرنے کی ممانعت سے مراد یہ ہے کہ اپنی جانوں کو ہلاکت میں مت ڈالو)۔

لہذا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ انسانی ہلاکت کے اسباب سے پرہیز کرے، چنانچہ آلودگی سے محفوظ توانائی کا استعمال ہر مومن کے حق میں مباح ہی نہیں بلکہ بہتر اور مستحسن عمل ہے۔

۴۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آلودگی پیدا کرنے کے اسباب سے دور رہنے کا حکم دیا ہے؛ چنانچہ بلغم، رینٹ وغیرہ کو دفن کرنے کا حکم دیا ہے، تاکہ کھلے عام گندگی نہ پھیلے اور فضا مکدر اور مسموم نہ ہو، جیسا کہ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"النخامة في المسجد خطيئة وكفارتها دفنها" (صحيح البخاري، حديث نمبر: ۴۱۵، صحيح مسلم، حديث نمبر: ۵۵۲، مسند طيالسي، حديث نمبر: ۱۹۸۸، صحيح ابن حبان، حديث نمبر: ۱۶۳۵) (مسجد کے اندر رینٹ جھاڑنا گناہ ہے، اور اس کا کفارہ اسے دفن کر دینا ہے)۔

اور ایک روایت میں ہے: "التفل في المسجد خطيئة وكفارتها دفنها" (صحيح مسلم، حديث نمبر: ۵۵۲)

(مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ اسے دفن کردینا ہے)۔

اور حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''عرضت علي أعمال أمتي حسنها وسيئها فوجدت في محاسن أعمالها الأذى يماط عن الطريق، ووجدت في مساوي أعمالها النخاعة تكون في المسجد لا تدفن'' (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۵۵۳، الأدب المفرد للبخاری، حدیث نمبر: ۲۳۰، مسند طیالسی، حدیث نمبر: ۴۸۳، صحیح ابن حبان، حدیث نمبر: ۱۶۴۱)

(مجھ پر میری امت کے اچھے برے اعمال پیش کئے گئے، تو میں نے اس کے اچھے اعمال میں سے یہ عمل دیکھا کہ تکلیف دہ چیز کو راستہ سے ہٹا دیا گیا، اور اس کے برے اعمال میں سے یہ عمل دیکھا کہ مسجد میں رینٹ ہو، اور اسے دفن نہ کیا جائے)۔

ان احادیث پاک میں مسجد کی تخصیص مزید شناعت وقباحت بیان کرنے کے لئے ہے، ورنہ ہر عمومی جگہ کا یہی حکم ہے کہ قابل تنفر اشیاء کو ڈھک دیا جائے، تو جب اسلام میں آلودگی پیدا کرنے والے معمولی اسباب سے بچنے کا حکم ہے تو پھر آلودگی سے محفوظ شمسی توانائی کا استعمال کیوں کر مستحب اور مستحسن عمل نہیں ہوگا؟

۵۔ اسلام کی ایک تعلیم یہ ہے کہ ان پاک اشیاء کو بھی پانی میں ڈالنا ممنوع ہے جو پانی کو آلودہ کردیتی ہیں، جیسا کہ ''الدر المختار'' میں ہے:

''والقاء النخامة والامتخاط في الماء'' (حصکفی، الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطهارة، سنن الوضوء ۱/ ۱۳۲)

(اور وضو کے ممنوعات میں سے بلغم اور رینٹ کو پانی میں ڈالنا ہے)۔

اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ یہ چیزیں پانی کو آلودہ کرنے والی ہیں، لہذا ان سے منع کیا گیا ہے، تو جب پانی کو آلودہ کرنے والے معمولی اسباب سے شریعت میں منع کیا گیا ہے، تو پھر آلودگی سے محفوظ شمسی توانائی کا استعمال کیوں کر مستحب اور مستحسن عمل نہیں ہوگا؟

۵۔ کارخانے آبادیوں سے باہر ہوں، ان کی چمنیوں کو ایک خاص سطح تک اونچا رکھا جائے، کم سے کم ایسا ایندھن استعمال کیا جائے جو آلودگی پیدا کرنے کا باعث نہ ہو اور صنعتی فضلات کو تحلیل کرنے کی تدبیر اختیار کی جائے، یہ اور اس طرح کے دیگر قوانین جو انسانی بھلائی کے نقطہ نظر سے حکومت نے بنائے ہیں، ان کی تعمیل شرعی اعتبار سے لازم ہے، اور ان کی خلاف ورزی ناجائز اور باعث گناہ ہے، اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ مصالح عامہ قائم کرنا اور ایسا نظام بنانا جس سے ملک کے تمام شہریوں کی صحت محفوظ رہے حکومت کی ذمہ داری ہے، لہذا حکومت اپنے فرائض کو انجام دیتے ہوئے اگر ایسے قوانین بناتی ہے جو عام شہریوں کی صحت کی حفاظت کے لئے ضروری ہیں تو ان کی تعمیل لازم ہے اور خلاف ورزی ناجائز اور گناہ ہے۔ اس کے دلائل درج ذیل ہیں؛

۱۔ مصالح عامہ قائم کرنا اور ایسا نظام بنانا جس سے ملک کے تمام شہریوں کی صحت محفوظ رہے حکومت کی ذمہ داری ہے، لہذا حکومت اپنے فرائض کو انجام دیتے ہوئے اگر ایسے قوانین بناتی ہے جو عام شہریوں کی صحت کی حفاظت کے لئے ضروری ہیں تو ان کی تعمیل لازم ہے اور خلاف ورزی ناجائز اور گناہ ہے۔

۲۔ حکومت کی خیر خواہی کا تقاضا ہے کہ انسانی بہبود کی خاطر بنائے گئے قوانین کی خلاف ورزی نہ کی جائے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے معاملات کے ذمہ دار حکمراں حضرات اور عوام الناس کے ساتھ خیر خواہی کو لازم قرار دیا ہے، جیسا کہ حضرت تمیم داریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''الدين النصيحة، قلنا: لمن؟ قال: لله ولكتابه ولرسوله ولأئمة المسلمين وعامتهم'' (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۵۵)

(دین خیر خواہی کا نام ہے، ہم نے پوچھا: کن لوگوں کی خیر خواہی کا نام ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا: اللہ، اس کی کتاب، اس کے رسول، مسلمانوں کے حکمراں اور عام لوگوں کی خیر خواہی کا نام ہے)، نیز ایک اور حدیث میں ہے، جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''وأن تناصحوا من ولاه الله أمركم'' (بخاری، الأدب المفرد، حدیث نمبر: ۴۴۲، مالک، موطا، حدیث نمبر: ۱۷۹۶، اور یہ صحیح درجہ کی حدیث ہے)

(اور اللہ تعالی نے تمہارے معاملات کا جن لوگوں کو ذمہ دار بنایا ہے، ان کی خیر خواہی کرو)۔

اور حکمراں کی خیر خواہی کا مطلب یہی ہے کہ حق بات کے سلسلہ میں ان کا تعاون کیا جائے، چنانچہ امام ابوسلیمان خطابیؒ رقم طراز ہیں:

''والنصيحة لأئمة المؤمنين أن يطيعهم في الحق'' (خطابي، معالم السنن ۴/ ۱۲۵، طبع حلب المطبعة العلمية ۱۳۵۱ھ ۱۹۳۲ء)

(مسلمانوں کے حکمرانوں کی خیر خواہی یہ ہے کہ حق کے سلسلہ میں ان کی اطاعت کی جائے)۔

اور امام نوویؒ لکھتے ہیں: ''وأما النصيحة لأئمة المسلمين فمعاونتهم على الحق وطاعتهم فيه'' (نووی، المنهاج شرح صحيح مسلم ۲/ ۳۸، طبع دوم، بيروت، دار الاحياء ۱۳۹۲ھ)

(رہا مسلمانوں کے حکمرانوں کی خیر خواہی تو حق کے سلسلہ میں ان کا تعاون کرنا، اور اس میں ان کی اطاعت کرنا ہے)۔

لہٰذا حکومت کے تعاون اور جائز امور میں اس کی اطاعت کا تقاضا ہے کہ ملک کے عام شہریوں کی صحت کے تحفظ کی خاطر اس کے وضع کردہ قوانین کی خلاف ورزی نہ کی جائے۔

۳۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بڑے صحابہ نے منع فرمایا کہ

''لا تسبوا أمراء كم، ولا تغشوهم ولا تعصوهم، واتقوا الله، واصبروا، فإن الأمر قريب'' (بيهقي، شعب الإيمان، حديث نمبر: ۷۵۲۳، ابن ابي عاصم، ''السنة'' حديث نمبر: ۱۰۱۵، داني، السنن الواردة في الفتن ۲/ ۳۹۸، اور اس کی سند صحیح ہے)

(اپنے حکمرانوں کو گالی مت دو، اور ان کو فریب مت دو، اور ان کی نافرمانی مت کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو، اور صبر کرتے رہو؛ کیونکہ فیصلہ کن معاملہ جلد آنے والا ہے)۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ حاکم وقت اگر کوئی ایسا قانون بنائے جس کی تعمیل میں خالق کی نافرمانی نہ ہو تو اس کی خلاف ورزی جائز نہیں ہے۔

۶۔ الف- ذبیحہ کے ایسے اجزاء جو قابل استعمال نہیں ہوتے ہیں جیسے خون، اوجھڑی وغیرہ ان کو دفن کردینا چاہئے، تاکہ فضا ان کے تعفن سے آلودہ اور مسموم نہ ہو، چنانچہ کھلے عام گندگی نہ پھیلانے کی خاطر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلغم، رینٹ وغیرہ دفن کرنے کا حکم دیا ہے، جیسا کہ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''النخامة في المسجد خطيئة وكفارتها دفنها'' (صحيح البخاري، حديث نمبر: ۴۱۵، صحيح مسلم، حديث نمبر: ۵۵۲)

(مسجد کے اندر رینٹ جھاڑنا گناہ ہے، اور اس کا کفارہ اسے دفن کردینا ہے)۔

اس حدیث شریف میں مسجد کی تخصیص مزید شناعت وقباحت بیان کرنے کے لئے ہے، ورنہ ہر عمومی جگہ کا یہی حکم ہے کہ قابل تنفر اشیاء کو ڈھک دیا جائے۔

ب- مصالح عامہ قائم کرنا اور مفاسد عامہ کو دور کرنا اور عام شہریوں کی بنیادی ضروریات کی دیکھ ریکھ، اور اس کا انتظام وانصرام چونکہ حکومت کی ذمہ داری ہے جیسا کہ حضرت ابومریم ازدیؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''من ولاه الله عزوجل شيئا من أمر المسلمين فاحتجب دون حاجتهم وخلتهم وفقرهم، احتجب الله عنه دون حاجته وخلته وفقره، قال: فجعل رجلا على حوائج الناس'' (سنن ابي داؤد، حديث نمبر: ۲۹۴۸، اور یہ صحیح درجہ کی حدیث ہے)

(جس شخص کو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے معاملات میں سے کسی معاملہ کا والی اور ذمہ دار بنائے، اور پھر وہ ان کی حاجات وضروریات کا اہتمام نہ کرے، تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی ضرورتوں کو پورا نہیں فرمائے گا، اس حدیث کو سن کر حضرت امیر معاویہؓ نے لوگوں کی ضروریات کے سلسلہ میں ایک شخص کو مقرر کردیا)۔

اور حضرت عمرو بن مرہ جہنی سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''ما من إمام يغلق بابه دون ذوي الحاجة والخلة والمسكنة، إلا أغلق الله أبواب السماء دون خلته وحاجته ومسكنته'' (سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۱۳۳۲، مسند ابی یعلی، حدیث نمبر: ۱۵۶۵، مسند احمد، حدیث نمبر: ۱۸۰۳۳، اور یہ صحیح درجہ کی حدیث ہے)

(جو حاکم بھی ضرورت مندوں کے سامنے اپنے دروازے بند رکھے گا، اللہ تعالی اس کی ضرورتوں کے سامنے آسمان کے دروازے بند رکھے گا)۔

لہذا ذبیحہ کے نا قابل استعمال اجزاء کے امکانی نقصان سے بچانے کے لئے حکومت کی درج ذیل ذمہ داریاں ہیں:

۱۔ ایسے قوانین بنائے جن کی مدد سے حفظان صحت کے اصول کی خلاف ورزی نہ ہو سکے۔

۲۔ مذبح خانے آبادیوں سے باہر بنانے کا حکم جاری کرے، اور اس کے لئے زمین الاٹ یعنی مخصوص کرے۔

۳۔ جانور کے نا قابل استعمال اجزاء کو دفن کرنے یا تحلیل کرنے کی تدبیر اختیار کرنے کا حکم جاری کرے۔

ج- ذبح وقربانی کرنے والے کی ذمہ داری درج ذیل ہے:

ا۔ اسلام چونکہ صاف صفائی کا مذہب ہے لہذا وہ غلاظت اور آلائشوں سے دور رہنے کا حکم دیتا ہے، نبی کریم ﷺ نے خاص طور سے اس پر زور دیا ہے، چنانچہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

''تنظفوا، إن الإسلام نظيف'' (علی القاری، الأسرار المرفوعة/ ص۱۵۳، بیروت، مؤسسة الرسالة ۱۳۹۱ھ ۱۹۷۱ء بہ حوالہ: ابن حبان، الضعفاء، اوراس کی سند میں کلام ہے) (صفائی اختیار کرو؛ کیونکہ اسلام صاف ستھرا مذہب ہے)

، اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''النظافة تدعو إلى الإيمان، والإيمان مع صاحبه في الجنة'' (طبرانی، المعجم الأوسط ،حدیث نمبر:۷۳۱۱، ودیلمی، الفردوس بما ثور الخطاب ،حدیث نمبر:۲۳۰۹، ابن الفاخر الأصبهاني، موجبات الجنة، حدیث نمبر: ۴۲، اوراس کی سند میں کلام ہے) (صفائی ایمان کی دعوت دیتی ہے، اور ایمان مومن کو جنت میں لے جائے گا)۔

لہذا ذبح کرنے والے کی ذمہ داری ہے کہ وہ جانور کے نا قابل استعمال اجزاء کو دفن کردے تا کہ فضا آلودہ اور مسموم نہ ہو، اور ذبح کرنے والا عام انسانوں کے لئے ضرر کا باعث نہ بنے کہ اسلامی نقطہ نظر سے انسانوں کو ضرر پہنچانا سخت مذموم عمل ہے، چنانچہ ابوصرمہ بن قیس انصاری مازنیؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''من ضار أضر الله به، ومن شاق شق الله عليه'' (سنن ابی داود، حدیث نمبر:۳۶۳۵، سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۱۹۴۰، سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۲۳۴۲، مسند احمد، حدیث نمبر: ۱۵۷۵۵، اور یہ حسن درجہ کی حدیث ہے) (جو نقصان پہنچائے گا، اس کی وجہ سے اللہ اسے ضرر میں مبتلا کرے گا، اور جو مشقت میں ڈالے گا، اللہ اسے مشقت میں مبتلا کرے گا)۔

۷۔ جس چیز کا باعث ضرر ہونا یقین یا گمان غالب کے طور پر ثابت ہو جائے، اس کا استعمال ممنوع ہے، اس لئے کہ مضرت رساں چیزوں میں اصل حرمت ہے، علامہ ابن عابدین شامیؒ لکھتے ہیں:

''والثاني أن الأصل في المضار التحريم والمنع، لقوله عليه السلام: لا ضرر ولا ضرار في الإسلام'' (ابن عابدين، العقود الدرية في تنقيح الفتاوى الحامدية ۲/ ۳۲۲، بیروت، دار المعرفة)

(اور دوسرا کلی قاعدہ یہ ہے کہ مضرت رساں چیزوں میں اصل حرمت اور ممانعت ہے، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: اسلام میں خود ضرر اٹھانا اور نہ ہی دوسروں کو ضرر پہنچانا جائز ہے)، لہذا پلاسٹک کی تھیلیوں کا استعمال مکروہ تنزیہی ہے، البتہ اس سلسلہ میں اصل ذمہ داری حکومت کی ہے کہ وہ قانونی طور پر اس کے بنانے اور استعمال کرنے پر مکمل پابندی لگادے، اس لئے کہ عام شہریوں کی صحت کے تحفظ کے لئے ضروری چیزوں کا انتظام وانصرام اس کے واجبات میں داخل ہے، لہذا اسے چاہئے کہ محض ٹیکس کی خاطر عوام کی زندگی کو خطرہ میں نہ ڈالے، چنانچہ حضرت معقل بن یسارؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''من استرعى رعية، فلم يحطهم بنصيحة، لم يجد ريح الجنة، وريحها يوجد من مسيرة مائة عام'' (مسند احمد، حدیث نمبر: ۲۰۳۱۵، ابن قانع، معجم الصحابة، حدیث نمبر: ۱۰۳۳، مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر: ۳۲۷۷۲، اور یہ صحیح درجہ کی حدیث ہے) (جسے رعیت کا ذمہ دار بنایا گیا، اور اس نے ان کی بھرپور خیر خواہی نہیں کی، تو وہ جنت کی خوشبو بھی محسوس نہیں کرے گا، حالانکہ اس کی خوشبو سو سال کی مسافت سے محسوس ہوگی)۔

اور ان ہی سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''لا يسترعي الله عبدا رعية، فيموت يوم يموت، وهو لها غاش، إلا حرم الله عليه الجنة'' (صحيح مسلم ،حديث نمبر:

۱۴۲۔ مسند احمد، حدیث نمبر: ۲۰۲۹۱)

(جس بندہ کو بھی اللہ تعالیٰ رعیت کا نگراں ونگہ بان بنائے، اور وہ اسے دھوکہ دے کر مرجائے، تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام قرار دے گا)۔

۸۔ گیارہویں صدی ہجری کے آغاز میں تمباکو (Tobacco) کا استعمال شروع ہوا، اور اسی وقت سے اس کے حکم کے سلسلہ میں فقہاء کرام کے درمیان اختلاف رہا ہے۔

۱۔ چنانچہ ابن حمدون اور نجم الدین زاہدی حنفیؒ نے اس کے استعمال کو حرام قرار دیا، اور دلیل یہ دی کہ تمباکو انسان کو مضمحل اور سست کردینے والی چیزوں میں سے ہے، اور ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے:

''نهى رسول الله ﷺ عن كل مسكر و مفتر'' (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۳۶۸۶، اور اس کی سند میں کچھ کلام ہے)

(رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نشہ آور اور انسانی اعضاء میں فتور، اضمحلال اور سستی پیدا کرنے والی چیز سے منع فرمایا)

اور فتور پیدا کونے والی چیز کی تشریح کرتے ہوئے ابن اثیر جزریؒ رقم طراز ہیں:

''المفتر: الذي إذا شرب أحمى الجسد، وصار فيه فتور، وهو ضعف وانكسار'' (جزری، النهاية ۳/ ۴۷۳، بيروت، المكتبة العلمية ۱۳۹۹ھ ۱۹۷۹ء) (فتور پیدا کرنے والی چیز وہ ہے جسے جب پیا جائے، تو وہ جسم کو گرم کردے اور اس میں کمزوری اور سستی پیدا ہوجائے)۔

۲۔ شیخ عبدالغنی نابلسی حنفیؒ نے تمباکو اور اس سے تیار اشیاء کے استعمال کے مباح ہونے کا فتوی دیا، اور مکروہ یا حرام قرار دینے والے کے قول کو مسترد کرتے ہوئے درج ذیل دلائل دیئے:

الف- حرمت اور کراہت دو شرعی حکم ہیں، جن کے لئے شرعی دلیل ضروری ہے، اور اس سلسلہ میں کوئی دلیل نہیں ہے، اس لئے کہ اس کا نشہ آور یا باعث فتور یا ضرر ہونا ثابت نہیں ہے، بلکہ اس کے منافع ثابت ہیں، لہذا تمباکو کی اشیاء کا استعمال فقہی وشرعی قاعدہ: ''الأصل في الأشياء الإباحة'' (اشیاء کے اندر اباحت اصل ہے) کے تحت داخل ہے، اور اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ بعض اشخاص کے حق میں وہ باعث ضرر ہے، تو اس سے یہ بات لازم نہیں آتی ہے کہ اسے ہر ایک کے حق میں حرام قرار دیا جائے؛ کیونکہ شہد بھی تو ان لوگوں کے لئے مضر ہے جن کی صفرا (بدن کے اخلاط اربعہ میں سے ایک خلط) بڑھ گئی ہو، اور بسا اوقات اس کا استعمال ایسے حضرات کے مرض میں مبتلا ہونے کا سبب بھی بن جاتا ہے، جبکہ قرآن کریم کی نص قطعی سے ثابت ہے کہ شہد باعث شفا ہے۔

ب- احتیاط اس بات میں نہیں ہے کہ حرمت یا کراہت جن کے لئے دلیل ضروری ہے اسے ثابت کرکے اللہ تعالیٰ پر افترا پردازی کی جائے، بلکہ اباحت جو اصل ہے اس کے قائل ہونے میں احتیاط ہے، البتہ اس کی بو طبیعتوں پر گراں گذرتی ہے، لہذا وہ طبعی اعتبار سے ناپسندیدہ ہے نہ کہ شرعی اعتبار سے۔

ج- تمباکو اور اس سے تیار اشیاء کے سلسلہ میں چونکہ شریعت خاموش ہے، لہذا وہ اللہ تعالیٰ کے درگزر کردہ معاملات میں شامل ہیں، چنانچہ حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''الحلال ما أحل الله في كتابه، والحرام ما حرم الله في كتابه، وما سكت عنه فهو مما عفا عنه'' (حاکم، المستدرک علی الصحیحین ۴/ ۱۲۹، حدیث نمبر: ۷۱۱۵، اور یہ صحیح درجہ کی حدیث ہے) (حلال وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال ٹھہرایا ہے، اور حرام وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام ٹھہرایا ہے، اور جس سے خاموشی اختیار کی ہے، تو وہ اس کے درگزر کردہ معاملات میں شامل ہے)۔

۳۔ تمباکو اور اس سے تیار اشیاء کا استعمال فقیہ عمادی حنفیؒ کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے، چنانچہ علامہ ابن عابدین شامیؒ تحریر فرماتے ہیں:

''ظاهر كلام العمادي أنه مكروه تحريما، ويفسق متعاطيه؛ فإنه قال في فصل الجماعة: ويكره الاقتداء بالمعروف بأكل الرباء، أو شيء من المحرمات، أو يداوم الإسرار على شئ من البدع المكروهات، كالدخان المبتدع في هذا الزمان، ولا سيما بعد صدور منع السلطان'' (ابن عابدين، رد المحتار ۶/ ۴۶۰، بيروت، دار الفكر ۱۴۲۱ھ ۲۰۰۰ء)

(عمادی کے کلام کا بہ ظاہر تقاضا یہ ہے کہ تمباکو کا استعمال مکروہ تحریمی ہے، اور استعمال کرنے والے کو فاسق قرار دیا جائے گا؛ کیونکہ انہوں نے نماز کے

اندر جماعت سے متعلق فصل میں لکھا ہے کہ سودخوری یا حرام اشیاء میں سے کسی چیز کے استعمال کے ساتھ مشہور ہو، یا مکروہ بدعتوں میں سے کسی بدعت پر خفیہ طور پر دوام رکھتا ہو، جیسے اس زمانہ میں نو ایجاد بیڑی اور تمباکو سے تیار دیگر اشیاء استعمال کرنے والے کے پیچھے نماز ادا کرنا مکروہ ہے، خاص طور سے بادشاہ وقت کی طرف سے ممانعت جاری ہونے کے بعد)۔

دلائل کا مناقشہ:

حقیقت یہ ہے کہ تمباکو، بیڑی اور سگریٹ وغیرہ کے اضرار یقینی طور سے ثابت ہو چکے ہیں، لہذا اسے بے ضرر قرار دینا صحیح نہیں ہے؛ کیونکہ میڈیکل سائنس (Medical Science) اور لیبارٹری (laboratory) تجربات اور تجزیئے (Analyses) سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ تمباکو میں زہریلے اور ہلاکت خیز اجزاء موجود ہیں، جیسے نیکوٹین (Nicotine) اور تارکول (ایک لیس دار سیاہ سیال مادہ: Tar) وغیرہ، جو امراض کا سبب بنتے ہیں، خاص طور سے پھیپھڑے اور گلے کے کینسر (Cancer) کا باعث ہوتے ہیں، لہذا تمباکو زہر ہلاہل کے درجہ میں ہے، البتہ وہ بتدریج ہلاک کرتا ہے، اس لئے ان اضرار کے پیش نظر وہ ممانعت کے دائرہ میں داخل ہے۔

رہا علامہ نابلسیؒ کا یہ قول کہ ”اگر تمباکو کے ضرر کو بعض افراد کے حق میں مان بھی لیا جائے، تو ہر ایک پر اس کی حرمت لازم نہیں آتی ہے، جس طرح صفراوی مادہ بڑھے ہوئے شخص کے حق میں شہد مضرت رساں ہے..... تو اس کا جواب یہ ہے کہ تمباکو کے اضرار ذاتی ہیں، چنانچہ وہ ہر اس شخص کے حق میں مضر ہے جو اسے استعمال کرے، لہذا وہ زہر کی طرح ہے، لیکن جہاں تک شہد کا تعلق ہے تو اس کا ضرر ذاتی نہیں ہے، بلکہ اس میں تو اس کی ذات کے اعتبار سے منفعت ہے، اگر کسی کو یہ نفع حاصل نہیں ہوا، یا اس کے استعمال سے ضرر پیدا ہوا، تو اس کا سبب خود استعمال کرنے والے کے بدن میں خلل کا ہونا ہے، بذات خود شہد اس کا سبب نہیں ہے۔

رہا اس حدیث سے استدلال کرنا جس میں کہا گیا کہ ”اللہ تعالی جس سے خاموشی اختیار کرے وہ اس کے درگذر کردہ شئ میں شامل ہے، تو اس کا مصداق وہ چیز ہے جس کا حکم شریعت کے دلائل اور قواعد کی روشنی میں معلوم نہ ہو سکے، جبکہ یہاں شریعت کے دو بنیادی قاعدے موجود ہیں جن کی روشنی میں ہم تمباکو اور اس سے تیار اشیاء کا حکم جان سکتے ہیں، ان میں پہلا قاعدہ یہ ہے: ”الأصل في المنافع الإباحة، إلا إذا قام الدليل على التحريم“ (منافع میں اصل اباحت ہے، مگر جبکہ حرمت پر کوئی دلیل قائم ہو)۔

اور دوسرا قاعدہ یہ ہے: ”الأصل في المضار التحريم“ (مضرت رساں چیزوں میں اصل حرمت ہے)، اور یہ امر مخفی نہیں ہے کہ تمباکو، بیڑی اور سگریٹ وغیرہ پینے کی مضرتوں پر قطعی دلیل قائم ہے، لہذا وہ اسی دوسرے قاعدہ کا مصداق بن کر ممانعت کے دائرہ میں رہیں گے۔

قول راجح:

تمباکو، بیڑی اور سگریٹ وغیرہ اپنے اضرار کی بنیاد پر قطعی طور سے مکروہ تحریمی ہیں، اور اس شخص کے حق میں قطعی طور سے حرام ہیں جس پر اس کے پینے کے مضر اثرات ظاہر ہونے لگے ہوں، اور طبیب نے یہ کہہ دیا ہو کہ اس کی بنا پر علاج کی ضرورت ہے، یا بیڑی سگریٹ چھوڑنا ہی اس کا سب سے بہتر علاج ہے، ایسے ہی بیڑی سگریٹ نوشی اس کے حق میں حرام ہے جو اس کی بنا پر اپنے زیر کفالت اشخاص پر خرچ کرنے میں کوتاہی کرتا ہو۔

ب- قانونا جن مقامات پر سگریٹ نوشی وغیرہ کی ممانعت ہو، وہاں سگریٹ وغیرہ پینا شرعا ناجائز ہے؛ کیونکہ مصالح عامہ کے قیام اور مفاسد عامہ کے ازالہ کی خاطر حاکم کے بنائے قوانین کی پابندی شرعا لازم ہے۔

۹- الف- اگر کسی کے گھر میں بیت الخلاء نہ ہو تو رفع حاجت دور دراز جگہ پر جا کر کرے، اور بہتر یہ ہے کہ رفع حاجت کے بعد اسے ڈھک دے، اور سڑکوں کے کنارے یا ایسے جگہ پر نہ کرے جہاں سے لوگ گذرتے ہوں، اور عوامی مقامات جیسے ریلوے اسٹیشن اور بس اسٹینڈ وغیرہ پر ایسی جگہ پیشاب کرے جسے انتظامیہ نے اس مقصد کے لئے بنایا ہو، چنانچہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کا بڑا اہتمام کرتے تھے، جیسا کہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر پر تھا ”فأتى النبي ﷺ حاجته فأبعد في المذهب“ (سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۲۰، سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۳۳۱، اور یہ صحیح درجہ کی حدیث ہے) (سو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رفع حاجت کے لئے دور دراز جگہ تشریف لے گئے)۔

اور حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم سفر میں نکلے: "وكان رسول الله ﷺ لا يأتي البراز حتى يتغيب فلا يرى" (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۳۳۵، سنن دارمی، حدیث نمبر: ۱۷، مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر: ۱۲، اور یہ صحیح درجہ کی حدیث ہے)

(رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رفع حاجت کے لئے نہیں آتے یہاں تک کہ لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو جاتے کہ آپ پر نظر نہیں پڑتی)۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمومی جگہوں پر بول و براز سے منع فرمایا، جیسا کہ ارشاد ہے: "اتقوا الملاعن الثلاث: البراز في الموارد، وقارعة الطريق، والظل" (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۲۶، ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۳۲۸، اور اس کی سند صحیح درجہ کی ہے)

(تین لعنت کا سبب بننے والی چیزوں سے بچو یعنی پانی کے گھاٹ پر، راستہ میں، سایہ دار جگہوں میں پاخانہ کرنے سے بچو)۔

اور پیشاب کے لئے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی جگہ کا انتخاب کرتے جس سے لوگوں کو تکلیف نہ ہو، چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ

"عدل رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى الشعب فبال، حتى أني آوي له من فلث وركيه حين بال"

(سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۳۴۱، اور اس کی سند میں کچھ کلام ہے) (رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شاہ راہ سے ہٹ کر گھاٹی (پہاڑی راستہ) میں تشریف لے گئے اور پیشاب سے فراغت حاصل کی، یہاں تک کہ پیشاب کے وقت آپ کے سرین کے ڈھیلے ہونے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر میں ترس کھاتا)۔

اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں: ایک تو یہ کہ رفع حاجت کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم شرم وحیا کا پورا لحاظ رکھتے، اور دوسری بات یہ کہ عام گزرگاہوں پر پیشاب نہیں کرتے تاکہ لوگوں کو تکلیف نہ ہو، اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ "كان رسول الله ﷺ يتبوأ لبوله كما يتبوأ لمنزله" (طبرانی، المعجم الأوسط، حدیث نمبر: ۳۰۸۸، اور اس کی سند میں کلام ہے) (رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیشاب کے لئے (نرم) جگہ اختیار کرتے، جس طرح اپنے قیام کے لئے مناسب جگہ مقرر کرتے)۔

اور حضرت ابوموسی اشعریؓ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو لکھا:

"إني كنت مع رسول الله ﷺ ذات يوم فأراد أن يبول، فأتى دمثا في أصل جدار، فبال، ثم قال ﷺ: إذا أراد أحدكم أن يبول فليرتد لبوله موضعا" (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۳، اور اس کی سند میں کلام ہے)

(میں ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب کرنا چاہا اور ایک (بوسیدہ) دیوار کی جڑ کے پاس نرم زمین پر آئے، اور پیشاب کیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی پیشاب کرنا چاہے تو اپنے پیشاب کے لئے مناسب جگہ تلاش کر لے)۔

اس حدیث میں نرم زمین میں پیشاب کرنے کا تذکرہ ہے جس کے کئی فوائد ہیں:

۱۔ چھینٹیں نہ اڑیں اور کپڑا آگندہ اور ناپاک نہ ہو۔

۲۔ نرم زمین میں پیشاب کے جذب ہونے سے لوگوں کو تکلیف اور تنفر نہ ہو۔

۳۔ پیشاب کے زمین میں جذب ہونے کی وجہ سے فضا میں کم سے کم آلودگی پیدا ہو۔

اسی طرح حضرت حذیفہ بن الیمانؓ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا:

"فانتهى إلى سباطة قوم، فبال قائما" (صحيح البخاري، حديث نمبر: ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۴۷۱، صحيح مسلم، حديث نمبر: ۲۷۳)

(سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم کے کوڑے خانہ کے پاس پہنچے، اور کھڑے ہو کر پیشاب کیا)۔

اس حدیث سے کئی فوائد معلوم ہوئے:

۱۔ عذر کی بنا پر کھڑے ہو کر پیشاب کر سکتے ہیں۔

۲۔ پیشاب کے لئے مخصوص جگہ پر پیشاب کرنا چاہئے۔

۳۔ کوڑے کرکٹ کی جگہ عام طور سے نرم ہوتی ہے، لہذا ایسی جگہ پر پیشاب کرنے سے چھینٹیں نہیں اڑیں گی۔

۴۔ ایسی جگہ پر پیشاب جلد زمین میں جذب ہوجائے گا، لہذا فضا میں آلودگی کم سے کم پیدا ہوگی۔

سوان احادیث کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ عوامی مقامات پر پیشاب کرنا شریعت کی نظر میں مکروہ ہے۔

ب- عام شہریوں کو چاہئے کہ گندے پانی اور فضلات کھلی نالیوں یا گلیوں میں نہ بہائیں، بلکہ بند نالیوں کا انتظام کریں، اس لئے کہ عام انسانوں کی صحت کے لئے مضر طریقہ سے بچنا ضروری ہے، چنانچہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے نظافت اور صاف صفائی کی مختلف صورتوں پر خصوصی طور سے ابھارا ہے، اور انسانی صحت پر خصوصی توجہ دی ہے، اور اس مقصد کے لئے صاف صفائی پر بہت زور دیا ہے، اور نہ صرف ناپاکی کی حالات میں غسل کو لازم کیا ہے بلکہ وقتاً فوقتاً صفائی کی خاطر غسل پر ابھارا ہے، جیسا کہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''حق علی کل مسلم أن یغتسل في کل سبعة أیام یوما یغسل فیه رأسه وجسده'' (صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۸۹۸، ۸۹۷، ۳۴۸۷، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۸۴۹) (ہر مسلمان پر حق ہے کہ سات دن میں ایک دن غسل کرے، جس میں اپنے سر اور جسم کو دھوئے)۔

اور وضو جو نماز کی کنجی اور اس کی ادائیگی کے لئے شرط ہے، اس کے ذریعہ پاکی کے ساتھ ان اعضاء کی صفائی حاصل ہوتی ہے جو بہ کثرت مٹی اور گرد و غبار کی زد میں رہتے ہیں اور امراض وغیرہ سے دوری کی خاطر اسلام نے کپڑے کی صفائی پر بھی زور دیا ہے، جیسا کہ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ میلا کپڑا پہنے ہوئے ہے، تو اس موقع پر ارشاد فرمایا: ''أما کان هذا یجد ما یغسل به ثوبه'' (صحیح ابن حبان، حدیث نمبر: ۵۴۸۳، سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۴۰۶۲، اور یہ صحیح درجہ کی حدیث ہے) (کیا اس شخص کے پاس وہ چیز نہ تھی جس سے وہ اپنے کپڑے دھولے)۔

اسلام نے نہ صرف انفرادی صفائی پر زور دیا ہے بلکہ ماحولیاتی صفائی پر بھی زور دیا ہے، اور گھروں، راستوں، مسجدوں اور لوگوں کی اجتماع گاہوں کی صفائی پر بھی خصوصی طور سے ابھارا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وطهر بیتي للطائفین والقائمین والرکع والسجود'' (حج: ۲۶) (اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں، عبادت کرنے والوں، رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک رکھو)۔

اور حضرت ابراہیم اور اسماعیلؑ کو حکم دیا گیا کہ ''طهرا بیتي للطائفین والعاکفین والرکع السجود'' (بقرہ: ۱۲۵) (میرے گھر کو طواف کرنے والوں، عبادت کی نیت سے قیام کرنے والوں اور رکوع وسجدہ کرنے والوں کے لئے پاک رکھو)۔

اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''یمیط الأذی عن الطریق صدقة'' (صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۲۹۸۹، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۰۰۹) (راستے سے تکلیف دہ چیز کو دور کرنا صدقہ دینے کے حکم میں ہے)، اور حضرت ابوبرزہ اسلمیؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی: ''علمني شیئا أنتفع به، قال: اعزل الأذی عن طریق المسلمین'' (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۶۱۸، بیہقی، شعب الایمان، حدیث نمبر: ۱۱۱۶۵، ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۳۶۸۱، مسند احمد، حدیث نمبر: ۱۹۷۶۸) (کوئی ایسی چیز مجھے بتائیے کہ میں اس سے فائدہ اٹھاؤں، جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمانوں کے راستہ سے تکلیف دہ چیز دور کرو)۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ راستہ سے مسلم اور غیر مسلم سبھی گزرتے ہیں، خود مدینہ منورہ میں یہود بھی بستے تھے جو اسی راہ کو استعمال کرتے تھے جسے مسلمان استعمال کرتے تھے، لہذا مسلمان کی قید اتفاقی ہے، راستہ سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹانے کی فضیلت اسلام کے اندر کس درجہ ہے اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مغفرت اور جنت میں داخل ہونے کا سبب قرار دیا ہے، چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''بینما رجل یمشي بطریق، وجد غصن شوك علی الطریق، فأخره، فشکر الله له، فغفرله'' (صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۶۵۲، ۲۴۷۲، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۹۱۴، موطا مالک، حدیث نمبر: ۲۹۳، سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۱۹۵۷)

(اس اثناء میں کہ ایک شخص راستہ پر چل رہا تھا کہ اس نے کانٹے دار شاخ کو پایا، تو اسے راستہ سے ہٹادیا، سو اللہ نے اس کے اس کام کو قبول کیا اور اس کے ثواب میں اسے بخش دیا)، اور ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لقد رأیت رجلا یتقلب في الجنة، في شجرة قطعها من ظهر الطریق، کانت تؤذي الناس'' (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۹۱۴)

(ایک شخص کو میں نے جنت میں لوٹتے پوٹتے دیکھا، ایک درخت کے ثواب کے بدلہ میں جسے اس نے راستہ کے درمیان سے کاٹ کر پھینک دیا جو لوگوں کے لئے باعث اذیت تھا)

اور ایک روایت میں ہے: ''مرّ رجل بغصن شجرة علی ظهر طریق، فقال: والله لأنحین هذا عن المسلمین لا یؤذیهم، فأدخل الجنة'' (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۹۱۴) (ایک شخص درخت کی ٹہنی کے پاس سے گزرا جو بیچ راستہ پر پڑی تھی، تو اس نے دل میں کہا: اللہ کی قسم! میں اسے مسلمانوں کے راستہ سے دور کروں گا تاکہ ان کے لئے تکلیف کا باعث نہ ہو، سو اسے جنت میں داخل کر دیا گیا)۔

اور ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نزع رجل لم یعمل خیرا قط، غصن شوک عن الطریق إما کان في شجرة فقطعه، وإما کان موضوعا، فأماطه عن الطریق فشکر الله ذلک له فأدخله الجنة'' (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۵۲۴۵، طبرانی، المعجم الأوسط، حدیث نمبر: ۳۱۳۳، صحیح ابن حبان، حدیث نمبر: ۵۴۰، اور یہ صحیح درجہ کی حدیث ہے) (ایک شخص نے جس نے کبھی کوئی غیر معمولی نیکی نہیں کی تھی، راستے سے کانٹے دار شاخ کو ہٹا دیا، یا تو وہ درخت سے جڑی تھی جسے اس نے کاٹ دیا یا راستہ پر پڑی تھی جس کو اس نے ہٹا دیا، سو اللہ نے اس کے اس عمل کو قبول کیا اور اسے جنت میں داخل کر دیا)۔

چنانچہ اسلام کی ان تعلیمات سے واضح ہے کہ مسلمان کے شایان شان نہیں کہ وہ گندے پانی اور فضلات کھلی نالیوں یا گلیوں میں بہادے جس سے لوگوں کو تکلیف ہو اور فضا میں آلودگی پیدا کرنے کا سبب بنے۔

دراصل اس سلسلہ میں معقول نظم کرنا اور گندے پانی اور فضلات کی نکاسی کے لئے بند نالیوں اور ڈرینج کا نظام بنانا حکومت اور عام شہریوں کی مشترکہ ذمہ داری ہے؛ تاکہ پوری آبادی کی صحت محفوظ رہے۔ خاص طور سے اس سلسلہ میں حکومت ذمہ دار ہے، چنانچہ حضرت معقل بن یسارؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ما من أمیر یلي أمر المسلمین، ثم لا یجهد لهم وینصح إلا لم یدخل معهم الجنة'' (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۴۲، مسند رویانی، حدیث نمبر: ۱۲۹۹) (جو حاکم بھی مسلمانوں کے معاملات کا ذمہ دار ہو، اور وہ ان کی بہبودی کے لئے مکمل کوشش نہ کرے، اور ان کی بھرپور خیرخواہی نہ کرے، وہ ان کے ساتھ جنت میں داخل نہ ہوگا)۔

اگرچہ اس حدیث میں مسلم حکمراں کی ذمہ داری بیان کی گئی ہے، لیکن غیر مسلم حکمراں کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے عوام کو نقصان سے بچائے، اور ان کی صحت کی حفاظت کا نظم کرے۔

۱۰۔ عوامی مقامات پر تھوکنے سے پرہیز کرنا چاہیے؛ تاکہ اگر اس میں مضر صحت جراثیم ہوں تو اس سے آدمی اور ماحول کو نقصان نہ پہنچے، چنانچہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عوامی مقامات پر تھوکنے سے منع فرمایا ہے، اور خاص طور سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کا ذکر فرمایا ہے؛ تاکہ اس برے عمل کی شناعت اجاگر ہو، ورنہ دیگر عوامی مقامات کا یہی حکم ہے، جیسا کہ حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''عرضت علي أعمال أمتي حسنها وسیئها فوجدت في محاسن أعمالها، الأذی یماط عن الطریق، ووجدت في مساوي أعمالها النخاعة تکون في المسجد، لا تدفن'' (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۵۵۳، بخاری ''الأدب المفرد''، حدیث نمبر: ۲۳۰، مسند طیالسی، حدیث نمبر: ۴۸۳، صحیح ابن حبان، حدیث نمبر: ۱۶۴۱)

(مجھ پر میرے امت کے اچھے برے اعمال پیش کئے گئے، تو میں نے اس کے اچھے اعمال میں سے یہ عمل دیکھا کہ تکلیف دہ چیز کو راستہ سے ہٹا دیا گیا، اور اس کے برے اعمال میں سے یہ عمل پایا کہ مسجد میں رینٹ ہو، اور اسے دفن نہ کیا جائے)۔

اور حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''التفل في المسجد خطیئة وکفارتها دفنها'' (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۵۵۲) (مسجد میں تھوکنا جرم وگناہ ہے، اور اس کا کفارہ اسے دفن کر دینا ہے)۔ بہتر یہ ہے کہ اس مقصد کے لئے رومال وغیرہ رکھے تاکہ تھوک کا غلبہ ہو تو اس میں تھوک کر صاف کر لے، جیسا کہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''أخذ طرف ردائه، فبصق فیه، ثم رد بعضه علی بعض'' (صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۴۰۵) (اپنی چادر کے کنارہ کو ہاتھ میں لیا اور اس میں تھوکا، پھر چادر کے ایک حصہ کو دوسرے حصہ سے ملا دیا) اور اگر کسی عام جگہ پر تھوکنے پر مجبور ہو جائے تو اسے جوتے یا چپل سے رگڑ دے، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن شخیرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے ''صلی مع النبي صلی اللہ علیہ وسلم قال:

فتنخع فدلكها بنعله اليسرى" (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۵۵۴) (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی، تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلغم نکالا، پھر اسے اپنی بائیں جوتی سے رگڑ دیا)، لہٰذا عوامی مقامات پر بنائے گئے تھوک دان میں تھوکنا چاہئے اور ایسے امور کے سلسلہ میں حکومت یا متعلقہ ادارہ کی ہدایت پر عمل کرنا اخلاقاً واجب ہے، اور خلاف ورزی مکروہ ہے، اس سلسلہ میں فقہاء کرام کے ان اقوال سے استئناس کیا جاسکتا ہے جو مسجد سے متعلق ہیں، چنانچہ زین الدین ملیباری شافعیؒ لکھتے ہیں: "وإنما يحرم البصاق في المسجد إن بقي جرمه، لا إن استهلك في نحو ماء مضمضة" (زین الدین ملیباری، فتح المعين لشرح قرة العين بمهمات الدين ۱ /۲۲۴، طبع اول بیروت ۱۴۱۸ھ) (مسجد میں تھوکنا حرام ہے اگر اس کا جرم (جسم) باقی رہے، اس صورت میں حرام نہیں جبکہ کلی کے پانی وغیرہ میں وہ فنا ہو جائے)۔

اور رعینی مالکی (و: ۹۵۴ھ) لکھتے ہیں: "يجوز البصاق في المسجد إن كان المسجد محصبا، قال في "المدونة": ولا يبصق في المسجد فوق الحصير ويدلكه برجله، ولكن تحته، ولا في حائط قبلة المسجد ولا في مسجد غير محصب، إذا لم يقدر على دفن البصاق فيه، وإن كان المسجد محصبا، فلا بأس أن يبصق به بين يديه، وعن يمينه وعن يساره وتحت قدمه، ويدفنه" (حطاب رعینی مالکی، مواہب الجلیل ۲/ ۴۴۷، بیروت، عالم الکتب ۱۴۲۳ھ ۲۰۰۳ء)

(مسجد کے اندر تھوکنا جائز ہے اگر مسجد میں کنکریاں بچھی ہوں، "مدونہ" میں درج ہے کہ مسجد میں چٹائی کے اوپر نہ تھوکے، اور اسے اپنے پاؤں سے نہ رگڑے، لیکن چٹائی کے نیچے تھوکے، اور نہ ہی مسجد کی قبلہ والی دیوار میں تھوکے، اور نہ ہی ایسی مسجد میں تھوکے جس میں کنکریاں بچھی نہ ہوں، جبکہ اس میں تھوک کو دفن کرنے پر قادر نہ ہو، اور اگر مسجد کنکری دار ہو تو سامنے، دائیں، بائیں اور پیر کے نیچے تھوکنے میں حرج نہیں، لیکن اسے دفن کردے)۔

اور علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ لکھتے ہیں: "وإذا بدره البصاق وهو في المسجد، يبصق في ثوبه، ويحك بعضه ببعض، وإن كان في غير المسجد يبصق عن يساره أو تحت قدمه" (ابن قدامه، المغنی ۱/ ۶۹۸، طبع اول بیروت، دار الفکر ۱۴۰۵ھ)

(اور اگر نمازی تھوک سے مغلوب ہو جائے، حالانکہ وہ مسجد میں ہو تو اپنے کپڑے میں تھوک لے اور کپڑے کے ایک حصہ کو دوسرے حصہ سے رگڑ لے، اور اگر مسجد کے علاوہ کسی جگہ ہو تو اپنے بائیں یا پیر کے نیچے تھوک لے)۔

اور منصور بہوتی حنبلی (و: ۱۰۵۱ھ) لکھتے ہیں: "وهل المراد بالخطيئة الحرمة أو الكراهة قولان، قاله السيوطي"

(بہوتی حنبلی، شرح منتهى الإرادات ۱/ ۲۱۳، بیروت، عالم الکتب، ۱۹۹۶ء)

(اور گناہ سے مراد حرمت ہے یا کراہت، اس سلسلہ میں اہل علم کے دو قول ہیں، سیوطی نے اسے ذکر کیا ہے)۔

اور محقق ابن ہمامؒ لکھتے ہیں: "ولا يبزق فيه، فيأخذ النخامة بثوبه، ولو بزق، كان فوق الحصير أسهل منه تحتها؛ لأن ما تحتها مسجد حقيقة، والحصر لها حكم المسجد وليس به حقيقة، فإن لم يكن فيه بوار يدفنها في التراب، ولا يدعها على وجه الأرض" (ابن الهمام (و: ۸۶۱ھ)، فتح القدير ۱/ ۴۲۲، بیروت، دار الفکر)

(اور مسجد میں نہ تھوکے (بلکہ) بلغم کو اپنے کپڑے میں لے لے، اور اگر تھوک ہی دے، تو چٹائی کے اوپر اس کے نیچے سے کم تر ہے، اس لئے کہ چٹائی کے نیچے کا حصہ حقیقت کے اعتبار سے مسجد ہے، اور چٹائیوں کے لئے مسجد کا حکم ہے، اور وہ حقیقتاً مسجد نہیں، سو اگر مسجد میں بے کار حصہ نہ ہو، تو اسے مٹی میں دفن کردے اور سطح زمین پر نہ چھوڑے)۔

خلاصہ یہ کہ مسجد میں تھوکنا درست نہیں ہے کہ اس سے مسجد آلودہ ہوگی، اور یہ ادب کے بھی خلاف ہے، لہٰذا اپنے کپڑے میں تھوک کر رگڑ لے۔

اسی پر قیاس کرتے ہوئے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ عوامی مقامات پر تھوکنا مناسب نہیں ہے، بلکہ مکروہ ہے؛ کیونکہ اس سے ماحول آلودہ ہوتا ہے، اور ایسے امور کے سلسلہ میں حکومت یا متعلقہ ادارہ کی ہدایت پر عمل کرنا واجب ہے، اور خلاف ورزی مکروہ ہے۔

۱۱۔ مختلف مشینی اشیاء جو شعاعوں کو جنم دیتی ہیں، اور انسانوں اور جانداروں، نیز ماحول کے لئے سخت نقصان کا باعث ہوتی ہیں، جیسے فریج، واشنگ مشین، ایر کنڈیشن، ٹی وی اور خاص کر موبائل وغیرہ ایسی چیزوں کا استعمال اعتدال کے ساتھ درست ہے، اور ضرورت سے زیادہ استعمال سے پرہیز لازم ہے، اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ ایسی چیزوں کے استعمال میں مصالح اور مفاسد دونوں جمع ہیں اور اگر اعتدال ملحوظ ہو تو مصالح کی تحصیل کے ساتھ مفاسد کا ازالہ ممکن ہے، لہٰذا اعتدال کے ساتھ اور بقدر ضرورت ان کا استعمال درست ہے، چنانچہ سلطان العلماء امام عز الدین بن عبد السلام (و: ۶۶۰ھ) رقم طراز ہیں:

''إذا اجتمعت مصالح و مفاسد، فإن أمكن تحصيل المصالح ودرء المفاسد، فعلنا ذلك امتثالا لأمر الله تعالى فيهما، لقوله سبحانه و تعالى: فاتقوا الله ما استطعتم'' (تغابن:۱۶)، وإن تعذر الدرء والتحصيل، فإن كانت المفسدة أعظم من المصلحة درأنا المفسدة، ولا نبالي بفوات المصلحة، قال الله تعالى: يسألونك عن الخمر والميسر قل فيهما إثم كبير ومنافع للناس، وإثمهما أكبر من نفعهما'' (بقره:۲۱۹) ...وإن كانت المصلحة أعظم من المفسدة حصلنا المصلحة مع التزام المفسدة، وإن استوت المصالح والمفاسد، فقد يتخير بينهما، وقد يتوقف فيهما، وقد يقع الاختلاف في تفاوت المفاسد'' (ابن عبد السلام، قواعد الأحكام في مصالح الأنام ۱/ ۸۳، بيروت، دار المعارف)

(اگر مصالح و مفاسد جمع ہو جائیں، تو اگر مصالح کی تحصیل اور مفاسد کا ازالہ ممکن ہو، تو ان کے بارے میں اللہ تعالی کے حکم (اللہ سے جہاں تک تم سے ہو سکے ڈرو) کی تعمیل میں ہم ایسا کریں گے یعنی دونوں کو جمع کریں گے، اور اگر مفاسد کا دور کرنا اور مصالح کا حاصل کرنا دشوار ہو، اور مفسدہ مصلحت سے بڑھ کر ہو، تو ہم مفسدہ کو زائل کریں گے، اور مصلحت کے فوت ہونے کی پرواہ نہیں کریں گے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: (لوگ آپ سے شراب و جوا کے سلسلہ میں دریافت کرتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے، اور لوگوں کو فائدے بھی ہیں، اور ان کا گناہ ان کے نفع سے بڑھا ہوا ہے)، اور اگر مصلحت مفسدہ سے بڑھ کر ہو تو مفسدہ کے لزوم کے ساتھ مصلحت کی تحصیل کریں گے، اور اگر مصالح و مفاسد برابر ہوں تو کبھی ان کے درمیان اختیار ہوگا، اور کبھی ان کے بارے میں توقف کیا جائے گا، اور کبھی مفاسد کے کم و بیش ہونے کے بارے میں اختلاف ہوگا)۔

۲۔ زندگی کے وسائل اختیار کرنے کے سلسلہ میں شریعت اعتدال کا حکم دیتی ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: "وكلوا واشربوا ولا تسرفوا" (اعراف: ۳۱) (اور کھاؤ، پیو البتہ حد سے تجاوز نہ کرو)، اور ایک دوسری جگہ فرمان الٰہی ہے: "ولا تسرفوا إنه لا يحب المسرفين" (أنعام: ۱۴۱) (اور حد سے تجاوز نہ کرو، اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا)۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بقدر حاجت مال کو کامیابی کی علامت قرار دیا ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قد أفلح من أسلم ورزق كفافا، وقنعه الله لما آتاه" (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۰۵۴، سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۲۳۴۸) (کامیاب ہے وہ جو اسلام لے آئے، اور اسے بقدر ضرورت روزی مل جائے، اور ملی ہوئی دولت پر اللہ تعالی اسے قناعت کرنے والا بنا دے)۔

اسلام کی ان تعلیمات سے یہ روشنی ملتی ہے کہ حرص و ہوس مذموم ہے، اور ہر چیز میں اعتدال مطلوب ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ اگر اعتدال اور میانہ روی کے ساتھ دنیا ترقی کی راہ پر گامزن رہے تو نظام توازن بھی برقرار رہے گا، اور ماحولیات کا بھی تحفظ ہوگا، اور ساتھ ہی ترقی بھی حاصل ہوتی رہے گی۔

لہٰذا اعتدال کے ساتھ ان چیزوں یعنی مشینی اشیاء جیسے فریج وغیرہ کا اگر استعمال کیا جائے، تو ماحولیات کا تحفظ ممکن ہے۔

۳۔ ماحولیات کے تحفظ میں پرندوں اور کیڑے مکوڑوں کا جو حصہ ہے اس سے انکار ممکن نہیں لہٰذا پرندوں کی حفاظت کے لئے تعیش پسندی چھوڑ کر بہ قدر ضرورت مشینی اشیاء کا استعمال ضروری ہے، چنانچہ اسلام کی ایک تعلیم یہ بھی ہے کہ جانور کو بھی ناحق ہلاک نہ کیا جائے؛ کیونکہ ماحولیات کے لازمی عناصر میں سے ایک عنصر وہ بھی ہے چنانچہ شرید بن سویدؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''من قتل عصفورا عبثا عج إلى الله عز وجل يوم القيامة، يقول: يا رب إن فلانا قتلني عبثا، ولم يقتلني لمنفعة''
(سنن نسائی، حدیث نمبر: ۴۴۴۶، صحیح ابن حبان، حدیث نمبر: ۵۸۹۴، اور یہ حسن درجہ کی حدیث ہے)

(جو کسی پرندہ کو بہ طور تفریح قتل کرے گا، وہ کل قیامت کے دن اللہ عز وجل کے سامنے فریاد کرتے ہوئے کہے گا کہ اے رب فلاں نے مجھے تفریح کے طور پر قتل کیا، اور کسی فائدہ کی خاطر قتل نہیں کیا)، اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ما من إنسان قتل عصفورا فما فوقها بغير حقها، إلا سأله الله عزوجل عنها''، قيل: يا رسول الله، وما حقها؟ قال: يذبحها فيأكلها، ولا يقطع رأسها يرمي بها'' (سنن نسائی، حدیث نمبر: ۴۳۴۹، مسند طیالسی، حدیث نمبر: ۲۲۷۹، اور یہ حسن درجہ کی حدیث ہے)

(جو انسان بھی گوریا یا اس سے بڑی چڑیا کو ناحق مار ڈالے، تو اللہ تعالی اس سے اس کے بارے میں سوال کرے گا، پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! اس کا حق کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: اسے ذبح کرکے کھائے، اور اس کا سر کاٹ کر کے پھینک نہ دے)۔

۴۔ مشینی اشیاء کے استعمال میں اعتدال لازم ہے تاکہ ماحول کے تحفظ میں حصہ لینے والے جاندار عناصر کا وجود باقی رہے، چنانچہ اسلام کی ایک تعلیم یہ بھی ہے کہ کسی بھی جاندار مخلوق کی نسل کشی نہ کی جائے؛ کیونکہ ہر جاندار مخلوق کا ایک سماجی وجود ہے، اور انسان کی طرح وہ بھی ایک امت ہے، جیسا کہ ارشاد باری ہے: "وما من دابة في الأرض، ولا طائر يطير بجناحيه إلا أمم أمثالكم. مافرطنا في الكتاب من شئ" (أنعام: ۳۸) (اور کوئی جانور نہیں جو زمین پر چلتا ہو، اور کوئی پرندہ نہیں جو فضا میں اپنے دونوں بازوؤں سے اڑتا ہو، مگر یہ سب تمہاری ہی طرح امتیں ہیں، اور ہم نے اپنی کتاب میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے)۔

اس سے پتہ چلا کہ انسان کی طرح کائنات کی دیگر مخلوقات کی بھی الگ الگ نوعیتیں ہیں اور ان کی بھی اپنی اپنی خصوصیات ہیں، جو ایک نوع کو دوسری نوع سے الگ کرتی ہیں، سو ہر ایک کی ایک مخصوص جبلت، شعور، ادراک اور جذبات ہیں، اور ہر نوع کے اندر اپنی اجتماعی ہستی کا ایک شعور ہے، جو انہیں آمادہ کرتا ہے کہ یہ ایک وحدت (Unit) کے اجزاء کی طرح اپنے اجتماعی وجود کے بقاو تحفظ کا سامان کریں، اور اپنے نوعی مقصد تخلیق کی تکمیل میں ان میں کا ہر فرد اپنا کردار ادا کرے، اور جب ہر جاندار مخلوق کا ایک سماجی وجود ہے، تو وہ ماحولیات کا ایک اہم حصہ اور لازمی عنصر ہے، لہذا پوری نسل کو ختم کردینا درست نہیں ہے، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لولا أن الكلاب أمة من الأمم لأمرت بقتلها، فاقتلوا منها الأسود البهيم" (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۲۸۴۵، سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۱۴۸۹، سنن نسائی، حدیث نمبر: ۴۲۸۵، سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۳۲۰۵، طحاوی، شرح معانی الآثار، حدیث نمبر: ۵۷۰۳، صحیح ابن حبان، حدیث نمبر: ۵۶۵۶، اور اس کی سند صحیح ہے) (اگر یہ بات نہ ہوتی کہ کتے بھی ایک امت ہیں، تو میں انہیں قتل کرنے کا حکم دیتا، لہذا ان میں سے خالص سیاہ کتے کو قتل کردو)۔

اور کالے کتے سے مراد کٹ کھنے اور شریر کتے ہیں جو انسانوں پر حملہ آور ہوتے ہیں، اور ان کے کاٹنے کی وجہ سے جسم میں زہر پھیل جاتا ہے، سو اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ ہر مخلوق کی تخلیق میں اللہ تعالی کی حکمت مضمر اور پوشیدہ ہے، اور بظاہر شر نظر آنے والی مخلوق بھی فوائد سے خالی نہیں، لہذا انسانوں کے لئے روا نہیں کہ وہ اپنی تعیش پسندی کی وجہ سے ایسا طریقہ اختیار کریں کہ ماحولیات کے تحفظ میں حصہ لینے والے جاندار عناصر کا خاتمہ ہو جائے۔

۱۲۔ الف، (ا)۔ بلاضرورت جنگلات کو کاٹنا درست نہیں ہے، اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت عبداللہ بن حبشیؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "من قطع سدرة صوب الله رأسه في النار" (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۵۲۳۹، شرح مشکل الآثار للطحاوی، حدیث نمبر: ۲۹۷۸، اور اس کی سند صحیح ہے) (جو کسی بیری کے درخت کو کاٹے گا، اللہ تعالی جہنم میں اس کے سر کو اوندھا کرے گا)۔ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے امام ابوداؤد رقم طراز ہیں کہ اس سے مراد "بیری کا وہ درخت ہے جو کسی بیابان میں ہو، اور مسافر اور چوپائے اس سے سایہ حاصل کرتے ہوں، اسے ناحق ختم کرنے پر یہ وعید ہے" (سنن ابی داؤد ۴/ ۳۶۱)۔ چنانچہ یہ حدیث صراحتاً اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اسلامی نقطہ نظر سے سبزہ کا تحفظ صرف مطلوب ہی نہیں بلکہ ضروری ہے، نیز اس حدیث کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ سبزہ کے تحفظ کا تصور سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا، لہذا بلاضرورت جنگلات کو کاٹ کر سبزہ کو ختم کرنا درست نہیں ہے۔

۲۔ جنگلات کا ماحولیات کے تحفظ میں بڑا رول ہے، لہذا اس پر دست درازی ناجائز ہے، یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ اس سلسلہ میں سخت قوانین بنائے، اگر حکومت کی طرف سے کسی جنگل کے درخت کاٹنے کی ممانعت ہو تو لوگوں پر اس کی خلاف ورزی حرام ہوگی، چنانچہ علامہ ابن عابدین شامیؒ زیلعی کے حوالے سے لکھتے ہیں: "إن للإمام ولاية عامة، وله أن يتصرف في مصالح المسلمين" (ابن عابدین، ردالمحتار ۴/ ۱۸۲) (امام کو ولایت عامہ حاصل ہے، اور اسے مسلمانوں کی مصلحتوں میں تصرف کرنے کا حق ہے)۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ جنگلات کے تحفظ میں عوامی مصلحت کی حفاظت ہے، جسے قائم کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے، اور جو شرعی حکم سے ہم آہنگ بھی ہے، لہذا اس کی تعمیل لوگوں پر واجب ہے۔

۳۔ زمین پر زندگی کی بقا کا ایک ذریعہ درخت بھی ہے، چنانچہ اللہ تعالی نے اسے پوری انسانیت پر احسان قرار دیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

"هو الذي أنزل من السماء ماء لكم، منه شراب ومنه شجر فيه تسيمون ينبت لكم به الزرع والزيتون والنخيل والأعناب ومن كل الثمرات إن في ذلك لآية لقوم يتفكرون" (نحل: ۱۰۔ ۱۱)

(وہی ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا جس میں سے تم پیتے ہو، اور اسی سے وہ پیڑ پودے بھی اگتے ہیں جن میں تم مویشیوں کو چراتے ہو، وہ اسی سے تمہارے لئے کھیتی، زیتون، کھجور، انگور اور ہر قسم کے پھل پیدا کرتا ہے، بے شک اس کے اندر بہت بڑی نشانی ہے، ان لوگوں کے لئے جو غور وفکر کریں)۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پیڑ پودوں کو اپنی گوناگوں نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت قرار دیا ہے، لہذا اس کے شکر کا تقاضا ہے کہ اس کی حفاظت کی جائے، اس کی دیکھ ریکھ کی جائے، اور اسے بڑھانے کے وسائل اختیار کئے جائیں، نہ کہ ان کا خاتمہ کر کے زمین کے جانداروں کی زندگی کے لئے خطرہ کا سبب پیدا کیا جائے۔

۴۔ جنگلات کسی کی شخصی ملکیت نہیں، لہذا عمومی ملکیت پر دست درازی حرام ہوگی، چنانچہ غنیمت جو عمومی ملکیت ہے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ومن يغلل يأت بما غلّ يوم القيامة، ثم توفى كل نفس ما كسبت وهم لا يظلمون" (سورۂ آل عمران: ۱۶۱) (اور جو کوئی خیانت کرے گا تو قیامت کے دن وہ اپنی خیانت سمیت پیش ہوگا، پھر ہر جان کو اس کی کمائی کا پورا پورا بدلہ ملے گا، اور ان کے ساتھ کوئی ظلم نہ ہوگا)۔

عمومی ملکیت تو عام مسلمانوں کا حق ہے جس میں مصلحت کے مطابق تصرف کا اختیار صرف امام کو ہے، ابن عابدین لکھتے ہیں:

''تصرف الإمام منوط بالمصلحة'' (ابن عابدین: رد المحتار ۲/ ۳۳۷) (امام کا تصرف کرنا مصلحت کے ساتھ مربوط ہے)۔

اور فخر الدین زیلعی حنفیؒ لکھتے ہیں: ''تصرف الإمام في بيت المال مقيد بشرط النظر'' (زیلعی تبیین الحقائق ۳/ ۵۷، قاہرہ، دار الکتب، ۱۳۱۳ھ)

(بیت المال جو کہ مسلمانوں کی عمومی ملکیت کا خزانہ ہے اس میں امام کا تصرف مصلحت کی رعایت کے ساتھ مقید ہے)۔

۵۔ عام مال پر دست درازی تمام شہریوں پر دست درازی ہے، لہذا اس کی حرمت زیادہ سنگین ہے، اور اس پر لینے والے کی ملکیت نہیں ثابت ہوتی ہے، بلکہ ذمہ دار ادارہ کو لوٹانا لازم ہے، چنانچہ سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''على اليد ما أخذت حتى تؤديه'' (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۳۵۶۱، سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۱۲۶۶، نسائی، السنن الکبری، حدیث نمبر: ۵۷۸۳، حاکم، المستدرک، حدیث نمبر: ۲۳۰۲، مسند احمد، حدیث نمبر: ۲۰۰۸۶، اور یہ حسن درجہ کی حدیث ہے) (قبضہ کرنے والے ہاتھ پر لئے ہوئے مال کی ذمہ داری ہے، یہاں تک کہ اسے ادا کردے)۔

(۲)۔ کھیتوں کو زیادہ سے زیادہ پیسوں کے حصول کے لئے پلاٹس بنا کر آبادیوں کو بسانا جائز ہے، بشرطیکہ اس سے انسانی سماج کو کوئی قابل اعتبار ضرر نہ لاحق ہو، اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

ا۔ کسی شخص کو اس کی ملکیت میں تصرف کرنے سے اس وقت تک باز نہیں رکھا جاسکتا ہے جب تک کہ اس کے تصرف سے دوسرے انسان یا سماج کا قابل لحاظ ضرر لازم نہ آئے، چنانچہ علامہ شامی علامہ بیری کے حوالہ سے لکھتے ہیں: ''والذي استقر عليه رأي المتأخرين أن الإنسان يتصرف في ملكه، وإن أضر بغيره، مالم يكن ضررا بينا'' (ابن عابدین، رد المحتار ۶/ ۲۷۲) (اور جس قول پر متاخرین کی رائے جم چکی ہے، وہ یہ ہے کہ آدمی کو اپنی ملکیت میں ہر طرح تصرف کا حق ہے، اگرچہ اس سے دوسرے کو ضرر لاحق ہو، جب تک کہ کھلا ہوا ضرر نہ ہو)۔

اور فقیہ علی حیدرؒ لکھتے ہیں: ''يمنع الإنسان من التصرف في ملكه إذا كان في ذلك ضرر فاحش للغير أما إذا لم يكن الضرر فاحشا فلا يمنع، سواء كان تصرفه غير مضر مطلقا، أو كان مضرا ضررا غير فاحش'' (علی حیدر، درر الحکام ۳/ ۲۲۱)

(آدمی کو اس کی ملکیت میں تصرف کرنے سے روکا جائے گا، جبکہ اس میں دوسرے کا حد سے بڑھا ہوا ضرر ہو، البتہ اگر حد سے بڑھا ہوا ضرر نہ ہو، تو اسے منع نہیں کیا جائے گا، خواہ اس کا تصرف بالکل ضرر رساں نہ ہو، یا حد سے بڑھا ہوا ضرر رساں نہ ہو)۔

۲۔ آبادی بڑھ رہی ہے، اس سے بسنے بسانے اور دیگر معاملات کے لئے عمارت کی تعمیر کی ضرورت بھی روز بہ روز بڑھ رہی ہے، لہذا کھیتوں کو پلاٹس بنا کر بیچنے اور آبادیوں کو بسانے کی اجازت ہونی چاہئے۔

۳۔ کھیت کا مالک اپنی زمین میں تصرف کر رہا ہے اگرچہ اس کا مقصد زیادہ سے زیادہ پیسوں کا حصول ہے، لیکن شرعی اعتبار سے اس میں کوئی مضائقہ

نہیں ہے، چنانچہ حضرت عمر بن منکدرؒ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: "کل ذي مال أحق بماله، يصنع به ما شاء" (بیہقی، السنن الکبری، حدیث نمبر: ۱۱۷۸۷، اور اس کی سند میں ارسال کا کلام ہے) (ہر مال والا اپنے مال کا دوسروں سے زیادہ حقدار ہے، وہ اس میں جو چاہے تصرف کرے)، البتہ اگر اس طرح آبادی بسنے سے مفاد عام کو نقصان پہنچنے کا گمان غالب ہو تو حکومت کو منع کرنے کا حق ہے، اور اس کے حکم کی تعمیل لازم ہوگی، چنانچہ عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "وأطيعوا من ولاه الله أمركم" (حاکم، المستدرک، حدیث نمبر: ۳۳۰، اور یہ صحیح درجہ کی حدیث ہے) (اور ان کی اطاعت کرو جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے معاملات کا ذمہ دار بنایا ہو)۔

ب، (ا)- اسلام کی نظر میں درخت لگانے کی بڑی اہمیت ہے، چنانچہ فرمان الٰہی ہے:

"وهو الذي أنزل من السماء ماء فأخرجنا به نبات كل شئ فأخرجنا منه خضرا" (أنعام: ۹۹)

(اور وہی ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا، پھر ہم نے اس سے ہر چیز کے انکھوے نکالے، پھر ہم نے اس سے سرسبز شاخیں ابھاریں)۔

یہ آیت ہمیں سبزہ کے اسباب پیدا کرنے کی طرف توجہ دلا رہی ہیں، شجر کاری کی اہمیت کا اندازہ اس حدیث سے بھی لگایا جاسکتا ہے جو حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ما من مسلم يغرس غرسا إلا كان ما أكل منه له صدقة، وما سرق منه له صدقة، ولا يرزؤه أحد إلا كان له صدقة إلى يوم القيامة" (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۵۵۲)

(جو مسلمان بھی پودا لگائے گا، اور اس سے کچھ کھالیا جائے گا، تو وہ اس کے لئے صدقہ ہوجائے گا، اور جو چوری کرلیا جائے، وہ اس کے لئے صدقہ ہوجائے گا، اور جو کوئی اس میں کمی پیدا کردے گا، وہ قیامت تک کے لئے اس کے لئے صدقہ ہوجائے گا)۔

اور ایک دوسرے اسلوب سے آپ ﷺ نے شجر کاری کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:

"ما من رجل يغرس غرسا إلا كتب الله له من الأجر قدر ما يخرج من ثمر ذلك الغرس" (مسند احمد، حدیث نمبر: ۲۳۵۲۰، اور یہ حسن درجہ کی حدیث ہے) (جو شخص پودا لگائے گا، اس کے لئے اس پودا سے نکلنے والے پھل کے بقدر ثواب لکھا جائے گا)۔

اسلام کی نگاہ میں شجر کاری کی کتنی اہمیت ہے اس کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "إن قامت الساعة وفي يد أحدكم فسيلة، فإن استطاع أن لا يقوم حتى يغرسها فليغرسها" (بخاری، "الأدب المفرد"، حدیث نمبر: ۴۷۹، مسند عبد بن حمد، حدیث نمبر: ۱۲۱۶، دیلمی، الفردوس، حدیث نمبر: ۹۲، مسند بزار، حدیث نمبر: ۷۴۰۸، معجم ابن الاعرابی، حدیث نمبر: ۱۷۹، مسند احمد: حدیث نمبر: ۱۲۹۰۲، ۱۲۹۸۱، اور یہ صحیح درجہ کی حدیث ہے) (اگر قیامت آجائے، اور تم میں سے کسی کے ہاتھ میں کھجور کا چھوٹا سا پودا ہو، تو اگر کھڑے ہونے سے پہلے اسے لگا سکے تو چاہئے کہ اسے لگادے)، اور ایک روایت میں ہے: "فإن استطاع أن لا تقوم حتى يغرسها فليغرسها" (بخاری، الأدب المفرد، حدیث نمبر: ۴۷۹، اور اس کی سند صحیح ہے) (سو اگر قیامت کی گھڑی مکمل ہونے سے پہلے اسے لگا سکے تو چاہئے کہ اسے لگادے)۔

اس حدیث سے آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ اسلام کی نظر میں درخت لگانے کی کتنی اہمیت ہے حتی کہ قیامت کی گھڑی قائم ہورہی ہو، اور بہ ظاہر پودے لگانے کا کوئی فائدہ بھی نظر نہ آرہا ہو، تو بھی ایک مومن کی شان یہ ہونی چاہئے کہ وہ سخت ترین لمحہ میں بھی روئے زمین کے لئے نفع بخش ہونے کا ثبوت دے کر موت کے منہ میں جائے، شجر کاری کی اہمیت کا مزید اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اسلامی نقطہ نظر سے وہ دنیا داری نہیں بلکہ عین دین داری ہے، چنانچہ جلیل القدر زاہد و عابد اور پارسا صحابی حضرت ابو درداءؓ نے اپنے طرز عمل سے یہ وضاحت کی کہ شجر کاری کی اسلام میں زبردست اہمیت ہے، اور وہ دنیا داری اور متاع دنیا کی حرص و ہوس کی تعبیر نہیں، بلکہ عین عبادت اور کار ثواب ہے، اور خشک اور بنجر زمین کو سرسبز و شاداب بنانا سنت رسول ﷺ ہے، چنانچہ ایک موقع سے وہ شجر کاری کررہے تھے کہ ایک شخص کا ان کے پاس سے گزر ہوا، اور اس نے ان پر اعتراض کیا کہ آپ صحابی رسول ہوکر یہ کام کررہے ہیں، اس پر حضرت ابو درداءؓ نے اس شخص سے کہا کہ مجھ پر جلد بازی میں حکم نہ لگاؤ، میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

"من غرس غرسا، لم يأكل منه آدمي، ولا خلق من خلق الله عز وجل إلا كان له صدقة"

(جس نے پودا لگایا، اور اس سے کسی آدمی یا اللہ عزوجل کی مخلوق میں سے کسی مخلوق نے کھالیا تو وہ اس کے لئے صدقہ ہوجائے گا)۔

(۲)- کاشتکاری کی بھی اسلام میں بڑی اہمیت ہے کہ اس کے ذریعہ پیداوار کی فراہمی کے ساتھ ماحول کو بھی متوازن رکھنے میں مدد ملتی ہے، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف کاشت پر ابھارا ہے بلکہ کاشت کی زمین کے رقبہ کو بڑھانے کی بھی ترغیب دلائی ہے، جیسا کہ حضرت عروہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "من أحيا أرضا ميتة فهي له" (موطأ مالک، حدیث نمبر: ۱۴۲۴، سنن ابی داود، حدیث نمبر: ۳۰۷۴، سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۱۳۷۸، اور یہ صحیح درجہ کی حدیث ہے) (جو غیر آباد زمین کو آباد کرے، تو وہ اسی کی ہے)۔

اسلام میں کاشت کا کیا مقام ہے اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالی نے کھیتی اور دانے کو اپنی دیگر نعمتوں سے پہلے بیان کیا، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: "وآية لهم الأرض الميتة أحييناها وأخرجنا منها حبا فمنه يأكلون، وجعلنا فيها جنات من نخيل وأعناب، وفجرنا فيها من العيون، ليأكلوا من ثمره وما عملته أيديهم أفلا يشكرون" (یس: ۳۳-۳۵) (اور ایک بہت بڑی نشانی ان کے لئے مردہ زمین ہے، اس کو ہم نے زندہ کیا اور اس سے غلے اگائے، سو اس میں سے وہ کھاتے ہیں، اور اس میں ہم نے کھجوروں اور انگوروں کے باغ لگائے، اور اس میں چشمے جاری کردیئے کہ وہ اس کے پھل کھائیں، اور یہ ان کے ہاتھوں کی کارگزاری نہیں ہے، تو کیا وہ شکر ادا نہیں کرتے)، اور ایک دوسری آیت میں بھی اللہ تعالی نے دانے کو مقدم کیا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: "وأنزلنا من المعصرات ماء ثجاجا لنخرج به حبا ونباتا، وجنات ألفافا" (النبأ: ۱۴-۱۶) (اور ہم نے پانی سے لبریز بدلیوں سے موسلا دھار پانی برسایا کہ اس کے ذریعہ غلہ اور نباتات اور گھنے باغ اگائیں)۔

اور زمین سے اگنے والی مختلف نباتات کو اللہ تعالی نے بہ طور احسان ذکر فرمایا ہے، جس سے کاشت کاری کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

"وهو الذي أنزل من السماء ماء فأخرجنا به نبات كل شئ فأخرجنا منه خضرا نخرج منه حبا متراكبا، ومن النخل من طلعها قنوان دانية، وجنات من أعناب والزيتون والرمان مشتبها وغير متشابه انظروا إلى ثمره إذا أثمر وينعه، إن في ذلكم لآيات لقوم يؤمنون" (انعام: ۹۹) (اور وہی ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا، پھر ہم نے اس سے ہر چیز کے انکھوے نکالے، پھر ہم نے اس سے سرسبز شاخیں ابھاریں جن سے ہم تہ بہ تہ دانے پیدا کردیتے ہیں، اور کھجور کے گابھے سے لٹکتے ہوئے گچھے، اور انگوروں کے باغ اور زیتون اور انار، باہم دیگر ملتے جلتے بھی، اور ایک دوسرے سے الگ بھی، ہر ایک کے پھل کو دیکھو جب وہ پھلتا ہے، اور اس کے پکنے کو دیکھو جب وہ پکتا ہے، بے شک ان کے اندر نشانیاں ہیں، ان لوگوں کے لئے جو ایمان لانا چاہیں)۔

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کاشت کار کے لئے بے حد وحساب اجر وثواب کا ذکر فرمایا ہے، چنانچہ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"سبع يجري للعبد أجرها بعد موته، وهو في قبره: من علم علما، أو كرى نهرا، أو حفر بئرا، أو غرس نخلا، أو بنى مسجدا، أو ورث مصحفا، أو ترك ولدا يستغفر له بعد موته"

(مسند بزار، حدیث نمبر: ۷۲۸۹، دیلمی، الفردوس، حدیث نمبر: ۳۴۹۲، اور یہ حسن درجہ کی حدیث ہے) (سات چیزیں ایسی ہیں کہ بندہ کے لئے اس کے مرنے کے بعد اور اس کے قبر میں ہونے کی حالت میں بھی ان کا ثواب جاری رہتا ہے، جو علم سکھائے یا نہر کھودے، یا کنواں کھودے، یا کھجور کا پودا لگائے، یا مسجد کی تعمیر کرے، یا مصحف کا وارث بنائے، یا اولاد چھوڑے جو اس کے لئے اس کے مرنے کے بعد مغفرت طلب کرے)۔

اور حضرت انسؓ سے ہی مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ما من مسلم يغرس غرسا، أو يزرع زرعا، فيأكل منه طير، أو إنسان أو بهيمة، إلا كان له به صدقة"

(بخاری شریف، حدیث نمبر: ۲۳۲۰، ۶۰۱۲، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۵۵۳، ترمذی شریف، حدیث نمبر: ۱۳۸۲)

(جو مسلمان پودا لگائے، یا کھیتی کرے، اور اس سے کوئی پرندہ، انسان، یا چوپایہ کھالے تو وہ اس کے لئے صدقہ بن جائے گا)۔

صوتی آلودگی کا جواب:

۱- کارخانے کی جو مشینیں بہت پرشور ہوں اور حکومت کی طرف سے ان کو آبادی سے باہر لگانے کی ہدایت ہو، تو اس ہدایت پر شرعاً عمل واجب ہے، اس کے

دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ عمومی مصالح کی حفاظت کے لئے حاکم وقت کے بنائے ہوئے قوانین کی پابندی ضروری ہے، ارشاد الٰہی ہے: "یأیها الذین آمنوا أطیعوا الله وأطیعوا الرسول وأولی الأمر منکم" (نساء:۵۹) (اے ایمان والو! اللہ، رسول اور اپنے سربراہان کی اطاعت کرو)۔

۲۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''من أطاعني فقد أطاع الله، ومن عصاني فقد عصى الله، ومن یطع الأمیر فقد أطاعني ، ومن یعص الأمیر فقد عصاني''
(صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۲۹۵۷، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۸۳۵، مسند احمد، حدیث نمبر: ۷۳۳۴)

(جس نے میری اطاعت کی سو اس نے اللہ کی اطاعت کی، اور جس نے میری نافرمانی کی، اس نے اللہ کی نافرمانی کی، اور جو امیر کی اطاعت کرے، سو اس نے میری اطاعت کی، اور جو امیر کی نافرمانی کرے، سو اس نے میری نافرمانی کی)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غیر معصیت میں حکومت کی اطاعت واجب ہے۔

۳۔ فقہاء کرام نے بھی اس بات کی صراحت کی ہے کہ مفاد عام کی حفاظت کی خاطر حاکم کے وضع کردہ شریعت سے ہم آہنگ قوانین کی تعمیل ضروری ہے، چنانچہ علامہ ابن نجیمؒ رقم طراز ہیں:

''إذا کان فعل الإمام مبنیا علی المصلحة فیما یتعلق بالأمور العامة لم ینفذ أمره شرعا إلا إذا وافقه، فإن خالفه لم ینفذ، ولهذا قال الإمام أبویوسف في کتاب الخراج من باب إحیاء الموات: ولیس للإمام أن یخرج شیئا من ید أحد إلا بحق ثابت معروف'' (ابن نجیم، الأشباه والنظائر / ص۱۲۴، بیروت، العلمیة ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء)

(اگر امور عامہ سے متعلق چیزوں میں امام کا فعل مصلحت پر مبنی ہو تو وہ شرعاً اسی وقت نافذ ہوگا، جبکہ شریعت کے موافق ہو، اور اگر اس کے مخالف ہو تو نافذ نہیں ہوگا، اسی لئے امام ابو یوسفؒ نے اپنی کتاب ''الخراج'' کے مردہ زمین کو آبادی کرنے کے سلسلہ میں قائم کردہ باب میں درج فرمایا ہے کہ امام کو اختیار نہیں ہے کہ معروف اور ثابت شدہ حق کے بغیر کسی کے قبضہ سے کسی چیز کو باہر کرے)۔

۲۔ غیر ضروری طور پر ہارن بجانا یا ضرورت سے زیادہ تیز آواز کا ہارن لگانا مکروہ ہے، اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ عبادت کے اندر بھی معتدل آواز مطلوب ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "ادعوا ربکم تضرعا وخفیة إنه لا یحب المعتدین" (اعراف:۵۵) (اپنے رب کو پکارو گڑگڑاتے ہوئے اور چپکے چپکے، بے شک وہ حدود سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا)۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر چیز کو اس کے حدود میں رکھنا لازم ہے، چنانچہ اسلامی نقطۂ نظر سے حدود سے کسی مقام پر انحراف کی گنجائش نہیں ہے۔

اور فرمان الٰہی ہے: "واذکر ربك في نفسك تضرعا وخیفة و دون الجهر من القول بالغدو والآصال، ولا تکن من الغافلین" (اعراف:۲۰۵) (اور اپنے رب کو صبح وشام یاد کرو، اپنے دل میں عاجزی اور خوف کے ساتھ اور پست آواز سے اور غافلوں میں سے نہ بنو)۔

تو جب اللہ تعالیٰ کے ذکر میں یہ مطلوب ہے کہ بہت زیادہ بلند آواز سے نہ ہو، بلکہ درمیان کی راہ کو اختیار کیا جائے تو دیگر مقامات پر تو اعتدال بدرجہ اولی لازم ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها وابتغ بین ذلك سبیلا" (اسراء:۱۱۰) (اور نہ تم اپنی جہری نماز میں زیادہ زور سے پڑھو اور نہ بالکل ہی آہستہ پڑھو اور ان دونوں کے درمیان کا راستہ اختیار کرو)۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تلاوت قرآن پاک میں بھی میانہ روی مطلوب ہے، تو دیگر مقامات پر بھی اسی اعتدال کا حکم ہوگا۔

۲۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے:

''کنا مع رسول الله ﷺ فکنا إذا أشرفنا علی واد هللنا وکبرنا، ارتفعت أصواتنا، فقال النبي ﷺ: یأیها الناس اربعوا علی أنفسکم، فإنکم لا تدعون أصم ولا غائبا، إنه معکم، إنه سمیع قریب، تبارك اسمه وتعالی جده''
(صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۲۹۹۲، ۴۲۰۲، ۶۳۸۴، ۶۴۰۹، ۶۶۱۰، ۷۳۸۶، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۷۰۴)

(ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے، اور جب ہم وادی سے قریب ہوتے تو لا الہ الا اللہ، اور اللہ اکبر پکارتے اور ہماری آواز زیادہ بلند ہوجاتی، سو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع سے ارشاد فرمایا: اے لوگو! اپنے اوپر ترس کھاؤ؛ کیونکہ تم بہرے یا غیر موجود کو نہیں پکارتے، وہ تو تمہارے ساتھ ہے، وہ سننے والا اور قریب ہے، اس کا نام بابرکت ہے، اور اس کی عظمت انتہائی بلند ہے)۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ ذکر کے سلسلہ میں آواز نکالنے میں بھی اعتدال مطلوب ہے، تو دوسرے مقامات پر تو آواز نکالنے یا آواز پیدا کرنے میں اعتدال بدرجہ اولی مطلوب ہوگا۔

۳۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت میں وارد ہے، جیسا کہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص ؓ سے مروی ہے: "لا سخاب في الأسواق" (صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۲۱۲۵) (آپ صلی اللہ علیہ وسلم بازار میں چیخنے چلانے اور شور مچانے والے نہیں ہیں)، اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ضرورت سے زیادہ آواز نکالنا یا پیدا کرنا درست نہیں ہے، لہذا ضرورت سے زیادہ تیز آواز کا ہارن لگانا جس سے صوتی آلودگی پیدا ہو اور راہگیروں کو دہشت ہو ناجائز اور مکروہ ہے۔

۴۔ الف: اس وقت معاشرہ میں جوڈی جے (DJ) یعنی ریکارڈیڈ پاپولر میوزک (Recorded Popular Music) رائج ہے وہ میوزک اور وجد انگیز آلات پر دھن اور سر نکالنے اور فحش گانے پر مشتمل ہے، جس کے دھن پر ناچ گانے ہوتے ہیں، اور عام طور پر نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کا اختلاط ہوتا ہے، اس کے حرام ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل عن سبيل الله بغير علم" (لقمان: ۶) (اور لوگوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو گمراہ کن گانے کو ترجیح دیتے ہیں تا کہ بغیر کسی علم کے اللہ کی راہ سے گمراہ کریں)۔

اس لئے ڈی جے (DJ) چلانے کا پیشہ اختیار کرنا جائز نہیں ہے اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی بھی حلال نہیں ہے، ہر مسلم کو یقین ہونا چاہئے کہ پیدا کرنے والے نے اس کی روزی مقدر کر رکھی ہے، لہذا وہ اسے ضرور حاصل ہوگی، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"إن الروح الأمين نفث في روحي أنه لن تموت نفس حتى تستوفي رزقها، فاتقوا الله وأجملوا في الطلب، ولا يحملنكم استبطاء الرزق أن تطلبوه بمعاصي الله، فإنه لا يدرك ما عند الله إلا بطاعته"

(بیہقی، شعب الایمان، حدیث نمبر: ۹۸۹۱، حاکم، المستدرک، حدیث نمبر: ۲۱۳۶، اور یہ صحیح درجہ کی حدیث ہے)

(حضرت جبریل علیہ السلام نے میرے دل میں یہ بات ڈالی کہ کسی شخص کی موت اس وقت تک نہیں آسکتی ہے جب تک وہ اپنا پورا رزق وصول نہ کرلے، لہذا اللہ سے ڈرو، اور اعتدال کے ساتھ رزق کی تلاش کرو، اور رزق کی حصولیابی میں دیری تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ اسے اللہ کی نافرمانی کے ذریعہ طلب کرنے لگو؛ کیونکہ اللہ کے پاس جو نعمت ہے وہ طاعت ہی کے ذریعہ حاصل کی جاسکتی ہے)۔

ب: مزامیر میں داخل ہونے سے قطع نظر بھی ڈی جے (DJ) کا استعمال ناجائز وحرام ہے، اس لئے کہ اس کا شور انسان کی سماعت اور ماحول کے لئے سخت نقصان دہ ہے، اور بے فائدہ شور وہنگامہ کفار ومشرکین کا طریقہ ہے نہ کہ اہل ایمان کا، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: "وما كان صلاتهم عند البيت إلا مكاء وتصدية" (أنفال: ۳۵) (اور بیت اللہ کے سامنے ان کی پوجا پاٹ سیٹی بجانے اور تالی پیٹنے کے سوا کچھ نہیں)۔

اور حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"صوتان ملعونان في الدنيا والآخرة: مزمار عند نعمة، ورنة عند مصيبة"

(مسند بزار، حدیث نمبر: ۷۵۱۳، دیلمی، الفردوس، حدیث نمبر: ۳۷۷۸، اور اس کی سند صحیح درجہ کی ہے، دیکھئے: ہیثمی، مجمع الزوائد ۳/ ۱۰۰، بیروت، دار الفکر ۱۴۱۲ھ)

(دو آوازیں دنیا اور آخرت میں ملعون ہیں: ۱۔ ایک نعمت کی حصولیابی کے وقت باجے کی آواز، ۲۔ دوسری مصیبت کے وقت زور کی غمگین آواز)۔

عقل کا بھی تقاضا ہے کہ ڈی جے (DJ) کا استعمال ناجائز ہو؛ کیونکہ اس کا شور ۱۱۵ ڈیسیبل (Decibel) سے زیادہ ہے، اور سائنسی اعتبار سے کسی بھی صورت میں ۱۱۵ ڈیسیبل کی آواز کانوں اور عام صحت دونوں کے لئے نقصان دہ ہوتی ہے، ایسے ہی زیادہ اور مسلسل ناگوار آواز کے سننے سے ذہنی تناؤ پیدا ہوتا ہے، طبیعت میں بے چینی اور خوف کا احساس جنم لیتا ہے، خون کے دباؤ (Blood Pressure) اور کولیسٹرول (Cholestrol) کی سطح میں اضافہ ہوتا ہے، دل کی دھڑکن تیز ہوجاتی ہے، قوت ہاضمہ اور بصارت پر بھی اس کا اثر پڑتا ہے، آواز کی زیادتی اور شور سے

نیند نہ آنے کی شکایت عام ہے، حتی کہ تیز آواز سے ماں کے پیٹ میں پل رہے بچے کی صحت بھی متاثر ہوسکتی ہے، اسی لئے اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ آواز نکالنے میں بھی اعتدال مطلوب ہے اور موقع ومحل اور ضرورت سے زیادہ آواز نکالنا مذموم ہے، جیسا کہ حضرت لقمان علیہ السلام کی نصیحت نقل کرتے ہوئے ارشاد باری ہے: "واغضض من صوتك، إن أنكر الأصوات لصوت الحمير" (سورۂ لقمان: ۱۹) (اور اپنی آواز کو پست رکھ، بے شک سب سے زیادہ مکروہ آواز گدھے کی آواز ہے)، اس آیت سے پتہ چلا کہ اس طرح شور پیدا کرنا کہ لوگوں کے کانوں پر گراں گذرے درست نہیں ہے، چنانچہ اسلام یہ حکم دیتا ہے کہ ہر حال میں بقدر ضرورت ہی آواز نکالی اور پیدا کی جائے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات گشت کرتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ کے پاس سے گزرے، تو دیکھا کہ وہ نہایت پست آواز کے ساتھ نماز ادا کر رہے تھے، اور جب حضرت عمرؓ کے پاس سے گزر ہوا تو دیکھا کہ خوب بلند آواز کے ساتھ قرأت کر کے نماز ادا کر رہے ہیں، صبح جب دونوں حاضر خدمت ہوئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ تم رات نہایت پست آواز کے ساتھ نماز ادا کر رہے تھے، اس پر حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا: "قد أسمعت من ناجيت" (اے اللہ کے رسول! میں جس ہستی سے ہم کلام تھا اسے سنا دیا)، پھر حضرت عمرؓ سے دریافت کیا کہ تم رات خوب بلند آواز سے نماز ادا کر رہے تھے، تو حضرت عمرؓ نے جواب دیا: "أوقظ الوسنان وأطرد الشيطان" (میں ایسا اس لئے کر رہا تھا کہ سوتے کو بیدار کروں اور شیطان کو دھتکاروں)، دونوں کے جواب کو سننے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتدال کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا: "يا أبابكر، ارفع من صوتك شيئا"، وقال لعمر: "اخفض من صوتك شيئا" (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۱۳۲۹، سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۴۴۷، اور اس کی سند صحیح ہے) (اے ابوبکر! اپنی آواز کچھ بلند کرو، اور حضرت عمرؓ سے فرمایا: اے عمر! اپنی آواز کچھ پست کرو)۔

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام نے عبادت جیسے عمل میں اعتدال کی تعلیم دی ہے، تو پھر صوتی آلودگی پیدا کرنے والے ڈی جے (DJ) اسلامی نقطہ نظر سے کیوں کر مباح ہوسکتی ہے؟

۴۔ مفاد عامہ کے تحفظ کی خاطر حکومت وقت کے وضع کردہ قوانین کی پابندی شرعا واجب ہے اور ان کی خلاف ورزی ناجائز ہے، لہذا اگر مذہبی، سیاسی جلسوں اور مشاعروں کے لئے قانونی اعتبار سے ایک وقت مقرر ہو مثلاً ساڑھے دس بجے رات تک کہ اس کے بعد پروگرام جاری نہیں رکھا جاسکتا ہے، یا آواز کے بارے میں تحدید ہو کہ فلاں درجہ کا ساؤنڈ سسٹم ہونا چاہئے، اور مثلاً پانچ ساؤنڈ بکس رکھے جاسکتے ہیں، تو اس طرح کے قوانین جو شریعت سے متصادم نہیں، ان کی پابندی ضروری ہے، خواہ غیر مسلم حکومت کے وضع کردہ قوانین ہوں، اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ غیر معصیت میں حکومت وقت کی اطاعت واجب ہے، چنانچہ حصکفیؒ لکھتے ہیں:

"لا طاعة الإمام فيما ليس بمعصية فرض" (حصكفي، الدر المختار ۴/ ۲۶۴، بيروت، دار الفكر، ۱۳۸۶ھ)

(غیر معصیت میں امام کی اطاعت فرض ہے)۔

۲۔ کوئی شخص ایسا تصرف کرتا ہے جس سے دوسروں کو ضرر ہو تو حاکم وقت کو اس پر قانونی اعتبار سے پابندی لگانے کا حق ہے، فقیہ علی حیدر لکھتے ہیں:

"إلا أنه مشروط بعدم الإضرار بالآخرين، فإذا أفاض أحد الماء وأضر بالناس، أو انقطعت مياه النهر كليا، أو منع سير الفلك فيمنع" (علی حیدر، درر الحکام ۳/ ۲۷۹)

(البتہ غیر مملوکہ نہروں سے فائدہ اٹھانے کا حق اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ اس سے دوسروں کو نقصان نہ پہنچے، سو اگر کوئی شخص پانی بہائے، اور لوگوں کو اس سے ضرر ہو، یا کلی طور سے نہر کا پانی ختم ہوجائے، یا کشتی چلنے کے لئے رکاوٹ بن جائے، تو اسے باز رکھا جائے گا)۔

۳۔ مصالح عامہ کی حفاظت کی خاطر نیز عوام کو ضرر سے بچانے کے لئے انتظامی قوانین بنانے کا حق حکومت کو شرعا حاصل ہے، لہذا ان کی تعمیل واجب ہوگی، یہی عقل وانصاف کا تقاضا ہے، اور اسی سے معاملات درست رہ سکتے ہیں اور امن واستحکام حاصل ہوسکتا ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"السمع والطاعة على المرء المسلم فيما أحب وكره، مالم يؤمر بمعصية فإذا أمر بمعصية فلا سمع ولا طاعة"

(صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۷۱۴۴، سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۲۶۲۶، سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۱۷۰۷)

(مسلمان شخص پر امیر کی بات ماننا اور اطاعت کرنا واجب ہے، خواہ اس کی پسند کے مطابق ہو یا پسند کے مطابق نہ ہو، جب تک اسے معصیت کا حکم

نہ دیا جائے، سو اگر اسے معصیت کا حکم دیا جائے تو نہ بات سننا جائز ہے اور نہ ہی اطاعت جائز ہے)۔

خلاصہ بحث:

۱۔ جو وسائل دھواں پیدا نہیں کرتے ہیں ان کا استعمال بہتر ہے گو وہ نسبتاً مہنگے ہوں، لیکن پکوان کے لئے بجلی کا استعمال بہتر نہیں؛ کیونکہ اس کا ضرر آلودگی کے ضرر سے بڑھ کر ہے۔

۲۔ اگر حکومت کی طرف سے ڈیزل کے استعمال کی ممانعت ہو یا کسی خاص گاڑی کے لئے گیس ہی کے استعمال کو لازم کر دیا جائے تو عوام کے لئے اس قانون پر عمل کرنا شرعاً واجب ہے۔

۳۔ اگر حکومت کی طرف سے کوئی ہدایت نہ ہو تب بھی لوگوں کو ضرر سے بچانے اور ماحول کو پاک وصاف رکھنے کے لئے کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کو ترجیح دینا شرعاً واجب ہے۔

۴۔ جنریٹر کے لئے کم دھواں پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال شرعاً واجب ہے۔

۵۔ صاحب استطاعت افراد اور اداروں کے لئے آلودگی سے محفوظ شمسی توانائی کا استعمال مستحب ہے۔

۶۔ چھوٹے بڑے کارخانوں کے تعلق سے حکومت کے وضع کردہ قوانین کی پابندی واجب ہے اور ان کی خلاف ورزی جائز نہیں ہے۔

۷۔ ذبیحہ کے ایسے اجزاء جو قابل استعمال نہیں ہوتے ہیں، ان کو دفن کر دینا چاہئے۔

۸۔ پلاسٹک کی تھیلیوں کا استعمال مکروہ ہے۔

۹۔ سگریٹ، بیڑی اور حقہ وغیرہ کا استعمال مکروہ تحریمی ہے۔

۱۰۔ قانوناً جن مقامات پر سگریٹ نوشی وغیرہ کی ممانعت ہے، وہاں سگریٹ وغیرہ پینا شرعاً ناجائز ہے۔

۱۱۔ عوامی مقامات پر پیشاب وغیرہ کرنا مکروہ ہے۔

۱۲۔ عام شہریوں کو چاہئے کہ گندے پانی اور فضلات کھلی نالیوں یا گلیوں میں نہ بہائیں بلکہ بند نالیوں کا انتظام کریں۔

۱۳۔ عوامی مقامات پر تھوکنے سے پرہیز کیا جانا چاہئے؛ کیونکہ یہ عمل شریعت کی نگاہ میں مکروہ ہے، اور ایسے امور کے سلسلہ میں حکومت یا متعلقہ ادارہ کی ہدایت پر عمل کرنا واجب ہے۔

۱۴۔ مشینی اشیاء جیسے فریج وغیرہ کا استعمال اعتدال کے ساتھ درست ہے۔

۱۵۔ بلاضرورت جنگلات کو کاٹنا حرام ہے۔

۱۶۔ کھیتوں کو پلاٹس بنا کر آبادیوں کو بسانا درست ہے، مگر یہ کہ حکومت پابندی لگا دے تو اس پابندی پر عمل کرنا واجب ہے۔

۱۷۔ اسلام کی نگاہ میں درخت لگانے اور کاشت کاری کرنے کی زبردست اہمیت ہے۔

۱۸۔ کارخانوں کی مشینیں لگانے کے سلسلہ میں حکومت کی ہدایت پر عمل کرنا شرعاً واجب ہے۔

۱۹۔ ضرورت سے زیادہ تیز آواز کا ہارن لگانا ناجائز اور مکروہ ہے۔

۲۰۔ مزامیر میں داخل ہونے سے قطع نظر بھی ڈی جے (DJ) کا استعمال ناجائز وحرام ہے۔

۲۱۔ سیاسی جلسوں اور مشاعروں کے سلسلہ میں حکومتی قوانین کی پابندی واجب ہے۔

☆☆☆

فضائی اورصوتی آلودگی

مولانا محمد عثمان بستوی[1]

اللہ رب العزت نے انسان کو اپنی مخلوقات میں سب سے زیادہ مکرم ومحترم بنایا اور کائنات کی تمام چیزوں کو انسانی نفع کے لئے پیدا کیا اور مختلف طریقوں سے تمام چیزوں کو انسان کی نفع رسانی کے لئے کام میں لگایا" کما قاله سبحانه تعالى: هو الذى خلق لكم ما فى الأرض جميعا" (بقرہ:۲۹) "وسخر لكم ما فى السموات وما فى الأرض جميعا منه" (سورۂ جاثیہ:۱۳)۔

"قال الجصاص: يحتج بجميع ذلك في أن الأشياء على الاباحة مما لا يحظره العقل فلا يحرم منه شئ إلا ما قام دليله" (احكام القرآن للجصاص ۱/ ۳۲)۔

لہذا انسان کو ان تمام چیزوں سے نفع اٹھانے کا حق ہے جن سے حصول نفع اور فائدہ اٹھانے سے منع نہیں کیا گیا ہے، لیکن حقوق کے استعمال کو شریعت مقدسہ نے کچھ قید و بند سے بھی مقید کیا ہے جس کی پابندی انسان پر بہر حال لازم ہے۔

استعمال حق کے اصول وضوابط:

اللہ تعالی نے جن چیزوں کو استعمال کرنے کا حق دیا ہے ان میں من مانی کا اختیار نہیں دیا؛ بلکہ استعمال حق کو تین قیود سے مقید کیا گیا ہے: ۱۔ دوسرے کا اضرار اور نقصان نہ ہو، ۲۔ اسراف نہ ہو، ۳۔ تبذیر نہ ہو۔ "على الإنسان أن يستعمل حقه وفقا لما أمر به الشرع وأذن به، فليس له مما رسة حقه على نحو يترتب عليه الإضرار بالغير فردا أو جماعة، سواء قصد الاضرار أم لا، وليس له إتلاف شئ من أمواله أو تبذيره لأن ذلك غير مشروع" (الفقه الإسلامي وأدلته ۴/ ۲۹)۔

قیود ثلاثہ کی تفصیل:

اضرار: اصطلاح شریعت میں اضرار کسی دوسرے کے حقوق ومصالح ومنافع وغیرہ کو برباد کردینے اور ان میں خلل پیدا کردینے کو کہتے ہیں:

"الضرر في الإصطلاح إلحاق مفسدة بالغير وهذا يشمل الإتلاف والإفساد وغيرهما" (الموسوعة الفقهيه ۲۸/ ۲۲۳)۔

حکم:

شریعت مقدسہ نے اصولی اعتبار سے اضرار سے منع فرمایا ہے، کتاب وسنت میں اس کی بہت سی دلیلیں موجود ہیں جن میں سے چند پیش خدمت ہیں:

"قال الله تعالى: وإذا طلقتم النساء فبلغن أجلهن فأمسكوهن بمعروف أو سرحوهن بمعروف ولا تمسكوهن ضرارا لتعتدوا، وقال: من بعد وصية يوصى بها أو دين غير مضار وصية من الله" (سورہ طلاق ونساء)۔

"وقال النبى ﷺ: مثل القائم فى حدود الله والواقع فيها كمثل قوم استهموا على سفينة، فأصاب بعضهم أعلاها، وبعضهم أسفلها، وكان الذين فى أسفلها إذا استقوا من الماء مروا على من فوقهم، فقالوا: لو أنا خرقنا في نصيبنا خرقا ولم نؤذ من فوقنا؟ فإن تركوهم وما أرادوا، هلكوا جميعا، وإن أخذوا على أيديهم نجوا، ونجوا جميعا". أمر رسول الله ﷺ بمنع من في أسفل السفينة من خرقها، لما فيه من الضرر، وهو هلاك الجميع، ففعلهم يكون تعسفا حراما"

---

[1] ریاض العلوم، گوریني، جونپور، یوپی۔

(الفقہ الاسلامی وأدلتہ ۳۹/۴)۔

مذکورہ بالا آیات اور روایات سے معلوم ہوا کہ شریعت میں ہر ایسا فعل جس سے دوسرے کو نقصان پہنچتا ہو منع ہے، لہذا ہر وہ چیز جو فضا کو آلودہ کرے وہ بھی ممنوع ہوگی؛ کیونکہ فضائی آلودگی: یعنی دھواں، گرد وغبار، بدبو وغیرہ کا انسانی صحت کے لئے مضر ہونا قدیم وجدید حکیم واطباء فلاسفہ اور سائنس دانوں کے درمیان متفق علیہ ہے، اس سلسلے میں جالینوس، ابن سینا وغیرہ کے اقوال ملاحظہ ہوں:

''قال ابن سینا: ''لولا الدخان والقتام، لعاش ابن ادم ألف عام، وقال جالینوس: اجتنبوا ثلاثة وعلیکم بأربعة ولا حاجة لکم الطبیب، اجتنبوا الدخان والغبار والنتن، وعلیکم بالدسم والحلوی والطیب والحمام''

(الدخان/ص ۱۳۱، مابین القدیم والحدیث)۔

لیکن ممانعت کے درجے مختلف ہوں گے، دوسروں کو نقصان پہنچانے والی چیزوں کی ممانعت کبھی اخلاقی درجہ کی ہوگی اور کبھی حرام وناجائز کے درجہ میں ہوگی، تمام چیزوں کا حکم یکساں نہیں ہوسکتا، لہذا ان کے درمیان فرق کرنے کے لئے حضرات فقہاء کے کتاب وسنت سے ماخوذ قواعد وضوابط پر نظر رکھنی لازمی ہوگی اور ان کی روشنی میں ماحولیات سے پہنچنے والے نقصان کا حکم متعین ہوگا؛ اس لئے ذیل میں حضرات فقہاء کے اس سے متعلق چند اصول وضوابط نقل کئے جاتے ہیں، بعدہ انشاء اللہ سوال میں درج جزئیات کے جوابات بالتفصیل عرض کئے جائیں گے:

اضرار سے متعلق اصول وضوابط:

۱۔ کوئی بھی نفع عادۃً ضرر سے خالی نہیں ہوتا، لہذا اس میں غلبہ کا اعتبار ہوگا، نادر وشاذ معدوم کے درجے میں ہوگا، یعنی منفعت ومصلحت اگر غالب ہے تو اس کے استعمال کی اجازت ہوگی اور اگر ضرر وفساد غالب ہو تو اس کے استعمال کی اجازت نہیں ہوگی،

''إن المصلحة إذا کانت غالبة فلا إعتبار بالندور فی انخرامها، إذ لا توجد فی العادة مصلحة عریة عن المفسدة جملة'' (الموفقات للشاطبی ۲/ ۳۵۸)۔

۲۔ جب انسان اپنے نفع کے لئے کسی مباح چیز کا استعمال کرے تو فی نفسہ اس میں کوئی ممانعت اور محظور نہیں لیکن اگر اس چیز کے استعمال سے کسی دوسرے کا ایسا ضرر اور نقصان ہو کہ دوسرے کی مملوک چیز کا نفع اور مقصود بالکلیہ فوت ہوجائے یا اپنے نفع کا حصول مقصود نہ ہو بلکہ دوسرے کا اضرار مقصود ہو خواہ حقیقتاً خواہ حکماً یعنی اضرار کا قصد تو نہ ہو لیکن ایسا متبادل موجود ہو جس میں نہ تو استعمال کرنے والے کا ضرر ہو اور نہ ہی دوسرے کا تو اس متبادل کے موجود ہوتے ہوئے ایسی چیز کا استعمال جس میں دوسرے کا ضرر اور نقصان ہو حکماً قصد اضرار میں داخل ہے تو ان دونوں صورتوں میں یعنی دوسرے کے ضرر فاحش اور قصد اضرار کی صورت میں اپنے نفع کا استعمال شرعاً منع اور ناجائز ہے۔

''لا یمنع أحد من التصرف فی ملکه ما لم یکن فیه ضرر فاحش للغیر'' (المجلة الاحکام العدلیة، المادہ/ ۱۱۹۷)۔

''ما یضر البناء أی یوجب وهنه ویسبب انهدامه أویمنع الحوائج الأصلیة أی المنفعة الأصلیة المقصودة من البناء کالسکنی هو ضرر فاحش'' (المجلة الاحکام العدلیة، المادہ/ ۱۱۹۹) ''وهو أنه إما أن یکون إذا رفع ذلك العمل والنقل إلی وجه آخر فی استجلاب تلك المصلحة أو درء تلك المفسدة، أو لا فإن کان کذلك فلا اشکال فی منعه منه لأنه لم یقصد ذلك الوجه إلا لأجل الإضرار'' (الموافقات فی اصول الشریعة ۲/ ۳۴۹)

''کان لسمرة بن جندب نخل في بستان رجل من الأنصار وکان یدخل هو وأهله فیؤذي صاحب الأرض، فشکا الأنصاري ذلك إلی رسول الله ﷺ فقال الرسول لصاحب النخل: بعه: فأبي الخ'' (الفقه الاسلامی / ۴۹۹۵)۔

۳۔ جب دوسرے کو ضرر سے بچانے کی صورت میں خود اپنے کو نقصان سے بچانا مقدم ہو،

''إن اعتبرنا الحظوظ فإن حق الجالب أو الدافع مقدم وإن استضر غیره بذلك، لأن جلب المنفعة أو دفع المضرة مطلوب للشارع مقصود، لا بأس أن یطرحه عن نفسه مع العلم بأنه یطرحه علی غیره إذا کان المطروح جورا بینا وذکر عبد الغني في المؤتلف والمختلف عن حماد بن أبي أیوب قال: قلت لحماد بن أبي سلیمان: إني أتکلم فترفع عني

النوبة فإذا رفعت عني وضعت على غيري فقال: إنما عليك أن أتكلم في نفسك'' (الموافقات فی اصول الشریعۃ ۲/ ۳۵۱)۔

۴۔ دوسرے کو غیر ضرر فاحش سے محفوظ رکھنے کے لئے اپنے نفع کو ترک کردینا واجب نہیں لیکن مکارم اخلاق میں سے ہے یعنی جب دوسرے کو کسی مباح عمل سے ضرر اور نقصان ہو اور یہ ضرر ضرر فاحش کے درجے میں نہ ہو تو ایسی صورت میں اپنے مباح عمل کو چھوڑ دینا باعث ثواب تو ہے لیکن واجب نہیں۔

''رجل أصاب ساحة في القسمة فأراد أن يبنيها ويرفع بناؤها وأراد الآخر منعه وقال تسد على الريح والشمس له أن يرفع بناءه وله أن يتخذ فيها حماما أو تنورا، وإن كف عما يؤذي جاره فهو حسن ولا يجبر ذلك''

(فتح القدیر ۷/ ۳۲۵، الموافقات فی اصول الشریعۃ ۲/ ۳۵۴)۔

۵۔ اپنے حق کے استعمال کرنے سے دوسرے لوگوں کا عمومی ضرر ہو گرچہ وہ ضرر فاحش کے درجے میں نہ ہو تو ایسی صورت میں حکومت و منتظمین کے لئے ایسے قوانین بنانے کا حق اور اختیار ہے جس کے ذریعہ عمومی ضرر کا سدباب ہو سکے اور اس طرح کے قوانین کی پابندی ہر شخص پر لازم و واجب ہوگی گرچہ اس کی وجہ سے کسی مباح شئی کے انتفاع سے دست بردار ہونا پڑے۔

''ثم إن فقهاء المذاهب قرروا أن لولي الأمر أن ينهي إباحة الملكية بحظر يصدر منه لمصلحة تقتضيه، فيصبح ما تجاوزه أمرا محظورا فإذا منع من فعل مباح صار حراما وإذ أمر به صار واجبا والدليل على إعطاء ولي الأمر مثل هذه الصلاحيات في غير المنصوص على حكمه صراحة هو قوله تعالى:

يأيها الذين آمنوا أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم" (نساء: ۵۹)

''وأولوالأمر في السياسة والحكم: هم الأمراء والحكام والعلماء كما تبين سابقا'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۷/ ۴۹۹۲) ''لا ينظر في الاضرار العامة إلى قصد الضرر أو عدم قصده وإنما ينظر إلى النتائج المترتبة في الواقع'' (الفقہ الاسلامی ۷/ ۴۹۹۴)۔

۶۔ شریعت میں وہ ضرر معتبر ہے جس کا وقوع یقینی یا ظن غالب کے درجہ میں ہو ضرر موہوم اور مشکوک کا اعتبار نہیں یعنی جب کسی کے عمل سے دوسرے کو ضرر پہنچنا یقین یا ظن غالب کے درجے میں ہو تو اس ضرر کی وجہ سے استعمال حق سے روکنے کا اختیار ارباب انتظام کو ہوگا، اور اگر ضرر محتمل اور مشکوک ہے تو پھر اس ضرر کا اعتبار نہیں لیکن عمومی منافع اور مصالح کے لئے ارباب حکومت کو قانون سازی کا اختیار ہوگا۔

''ولكن ليس كل ما يتوهم من ضرر أو يتخيل من مصلحة يكون مساغا لتقييد الملكية أو مصادرتها بالتعويض وإنما ينبغي أن تكون المصلحة العامة المحققة الحدوث أو الضرر العام محقق الوقوع أو غالب الوقوع لا نادرا ولا محتملا ويكفي عند فقهاء المالكية والحنابلة أن يكون احتمال وقوع الجرر مسوغا لمنع الفعل أخذا بقاعدة: ''دفع المضار والمفاسد مقدم على جلب المصالح'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۷/ ۴۹۹۳) ''وإذا حصل اشتباه في حصول الضرر الفاحش من عدم حصوله أي كان مشكلا فيمنع أيضا من التصرف كما ذكر محشي الأشباه وقد مرّ في شرح المادة (۱۱۹۲)۔

۷۔ اگر عامة الناس ایسی چیز کا استعمال کر رہے ہوں جس میں ہر ایک سے دوسرے کا ضرر ہوتا ہو تو ایسی صورت میں کسی کو استعمال سے منع کیا جا سکتا ہے؛ البتہ اگر ان میں سے کسی ایک کی طرف سے ایسا ضرر پایا جانے لگے جو دوسرے کے ضرر سے، بہت بڑھا ہوا ہو تو ضرر زائد سے روکنے کا حق اور اختیار ہوگا

''اتخذ داره حماما وتأذى الجيران من دخانها فلهم منعه إلا أن يكون دخان الحمام مثل دخانهم'' (ہندیہ ۳/ ۴۴۵)، ''إذا اتخذ أحد داره حماما وحصل ضرر فاحش للجيران من دخانه يمنع مالم يكن دخان الحمام بقدر دخان الجيران، ''أما إذا كان الحمام يجلب رطوبة لجابية الجار فلا يعد ذلك ضررا فاحشا ولا يمنع لأنه يمكن لجاره أن يبني حائطا بين ملكه وبين الحمام، وصحح النسفي في الحمام أن الضرر لو كان فاحشا يمنع وإلا فلا'' (شرح المجلۃ لعلی حیدر ۱۰/ ۲۲۶)۔

۸۔ ایسی چیزیں جن سے دوسرے کے حقوق وابستہ ہوں بالقصد ان کو برباد کر دینا شرعاً جائز نہیں؛ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے اور نجاست ڈالنے سے منع فرمایا ہے جس طرح سے ان کو برباد کرنا جائز نہیں اسی طرح ایسے اسباب پیدا کر دینا منع ہے جن سے عمومی

نفع سے متعلق چیزوں کے برباد ہونے کا خطرہ اور ظن غالب پیدا ہوجائے اور فضا بھی عمومی نفع سے متعلق چیزوں میں سے ہے اس لئے بلاضرورت اس کو آلودہ کرنا شرعاً ممنوع ہوگا۔

''قال النبی ﷺ:لا یبولن أحدکم فی الماء الدائم وفی روایة: ''نهی أن یبال في الماء الجاری'' والحکمة أن کل واحد منهما لا یخلو من أحد الأمرین، إما أن یغیر الماء بالفعل أو یفضی إلی التغیر بأن یراه الناس یفعل فیتتابعوا وهو بمنزلة اللاعنین'' (حجة الله البالغه۱/ ۱۸۳)۔

۹۔ ایسی جگہ جس میں نجاست وغیرہ پہنچنے سے نجاست وغیرہ خود تحلیل ہوجائے اس چیز کو فاسد اور خراب نہ کرے تو اس جگہ نجاست ڈالنے کی اجازت ہے، اسی طرح اگر آلودگی فضا کی کسی خاص حد تک پہنچ کر خود تحلیل ہوجائے اور فضا کو متاثر نہ کرے تو آلودگی اس حد میں چھوڑنے کی اجازت ہوگی

''بخلاف إجرائها إلی النهر الذی هو مجمع المیاه النجسة وهو المسمی بالمالح'' (شامی۱/ ۵۵۶)۔

اسراف اور فضول خرچی:

شریعت میں اسراف اور فضول خرچی دونوں کی ممانعت منصوص ہے کسی بھی چیز میں حد سے تجاوز اور زیادتی شریعت میں محمود و پسندیدہ نہیں؛ کیونکہ تمام امور میں اعتدال مطلوب ہے، لیکن اگر کسی کے اسراف سے دوسرے کا حق ضائع ہونے لگے تو ایسی صورت میں اسراف اور حد سے زیادتی ناجائز اور حرام ہوگی

''الاسراف:صرف الشئ فیما ینبغی زائدا علی ما ینبغی'' (قواعد الفقه/ ۱۷۷) ''إن السرف مجاوزة حد المباح إلی المحظور، فتارة یکون السرف في التقصیر وتارة في الافراط لمجاوزة حد الجائز في الحالین'' (احکام القرآن۲/ ۸۱)، ''وقد ذکر المحقق آخرا أن الزیادة علی ثلاث مکروهة وهی من الإسراف وهذا إذا کان ماء النهر أو مملوکا له فإن کان ماء موقوفا علی من یتطهر أویتوضأ حرمت الزیادة والسرف بلا خلاف'' (البحر الرائق۱/ ۲۹)۔

تبذیر:

عام طور پر تبذیر اور اسراف کو لوگ ہم معنی خیال کرتے ہیں، لیکن یہ دونوں دو مستقل دفعات ہیں:

تبذیر: مال کو ناجائز خواہشات کی تکمیل کے لئے استعمال کرنے کو کہتے ہیں اور اسراف: جائز کاموں میں ضرورت سے زائد مال خرچ کرنے کو کہتے ہیں

''والمبذرین المنفقین أموالهم في معاص الله، التبذیر: لغة ''هو إفساد المال وإنفاقه في السرف'' (التفسیر المنیر۱۵/ ۵۸)، ''روی عن عبدالله بن مسعود وابن عباس وقتادة قالوا:''التبذیر إنفاق المال فی غیر حقه. وقال مجاهد: ''لوأنفق مدا في باطل کان تبذیرا'' (احکام القرآن للجصاص۲/ ۲۵۷)، ''والإسراف: صرف الشئ فیما ینبغی زائدا علی ما ینبغی بخلاف التبذیر فانه صرف الشئ فیما لا ینبغی'' (قواعد الفقه/ ۱۷۷)۔

''ویحرم الإسلام الاسراف وتبذیر الأموال من دون وجه مشروع أو یؤدی إلی الضرر ولو فی سبیل الخیر. قال الله تعالی:إن المبذرین کانوا إخوان الشیاطین'' (الفقه الاسلامی وادلته۷/ ۴۹۸۳)۔

لائٹ اور بجلی بھی اللہ رب العزت کی ایک نعمت اور مال ہے، لہذا بجلی سے چلنے والے آلات مثلاً بلب، پنکھا، ہیٹر، کولر، ایئر کنڈیشن وغیرہ کو بلا ضرورت چلتے ہوئے چھوڑ دینا یہ مال کا اسراف ہے، نیز جن جگہوں میں بجلی کی قلت ہو ان جگہوں میں دوسرے کی حق تلفی بھی ہے، اس لئے بلاضرورت ان آلات کو چلتے ہوئے چھوڑ دینا شرعاً منع ہے، خصوصاً جن مقامات پر بل استعمال کرنے والے کو خود نہ ادا کرنا پڑتا ہو مثلاً سرکاری دفتروں میں یا کمپنی کی طرف سے الاٹ مکانوں میں لائٹیں روشن، پنکھے اور ایئر کنڈیشن چلتے ہوئے چھوڑ دینا شرعاً جائز نہیں، اس پر مال مفت دل بے رحم کی مثال پوری آب وتاب کے ساتھ صادق آتی ہے۔

سوال نمبر ا کا جواب:

فضا میں دھواں وغیرہ چھوڑنا یہ انتفاع بالمباح کی قبیل سے ہے اور مباح چیزوں سے انتفاع کے جواز کے لئے یہ شرط ہے کہ اس سے دوسرے لوگوں کو ضرر اور نقصان نہ ہو، ''أن الا نتفاء بالمباح لا يجوز إلا إذا كان لايضر بأحد'' (بحر، تقریرات رافعی ملحق بالشامیه ۱۰/ ۲۱۲)
، ''إن الإنتفاء بالمباح إنما يجوز إذا لم يضر بأحد كالإنتفاء بشمس وقمر وهواء'' (شامی ۱۰/ ۱۳، زکریا) .

لیکن مباح چیز سے ایسا انتفاع جس کے بغیر چارہ کار نہ ہو اس صورت میں بھی جائز ہے جبکہ اس سے دوسرے لوگوں کو ضرر ہو لیکن اس کے لئے یہ شرط ہے کہ جتنا ضرر اور نقصان کی ضرورت اور مجبوری ہو اتنا ہی جائز ہے اس سے زائد نہیں، چنانچہ حضرات فقہاء نے فضاء میں دھواں چھوڑنے کی اجازت اسی اصول وضابطے پر دی ہے کہ یہ ایسی مجبوری ہے جس کے بغیر چارہ کار نہیں۔

''لا ضرر ولا ضرار'' هٰذه القاعدة وإن كانت عامة فهي من نوع العام المخصوص لا تصدق إلا على قسم مخصوص مما يشمله لأن التعازير الشرعية ضرر ولكن إجراء ها جائز كذلك الدخان الذي ينتشر من مطبخ دار شخص إلى دار جاره يعد ضررا لأنه قد يضر بالجيران مباشرة أو يسبب اشتهاء الأطعمة الفقراء منهم فينشأ عن ذلك ضرر لهم'' (شرح مجلة لعلى حيدر ا/ ۳۲) ، ''لا ضرر ولا ضرار'' فلا شك أنه عام مخصوص للقطع بعدم امتناع كثير من الضرر... ونحو مواظبة طبخ ينتشر به دخان فيتضرر به جيران... خصوصا إذا كان فيهم مريض يتضرر به'' (فتح القدير ملخصا/ ۳۲۶)-

اور جو امور ضرورت ومجبوری کی بنیاد پر جائز ہوتے ہیں ان کا جواز بقدر ضرورت ہوتا ہے اور ضرورت سے زائد کی اجازت نہیں؛ کیونکہ ضرورت سے زائد اضرار ظلم میں داخل ہوگا، البتہ اگر کسی جگہ اور علاقہ میں ہر ایک کو ایک دوسرے سے کسی ذریعہ اور سبب کی وجہ سے ضرر اور نقصان پہنچتا ہو تو جب تک کسی کی طرف سے ضرر معروف سے زائد ضرر نہ پہنچے تو اس وقت تک کسی کے لئے بھی ممانعت نہ ہوگی گرچہ اس سے کم ضرر پر قادر ہو؛ کیونکہ ضرر معروف گرچہ زائد ہو دوسرے لوگوں کی طرف سے عرفاً اس کی رضا اور اجازت عامہ ہوتی ہے، البتہ اگر کسی کی طرف سے ضرر فاحش پایا جائے تو اس کی اجازت نہ ہوگی۔

''اتخذ داره حماما وتأذى الجيران من دخانها فلهم منعه إلا أن يكون دخان الحمام مثل دخانهم'' (ہندیہ ۲/ ۴۴۵)

لہٰذا جن مقامات میں عام طور پر لوگ زیادہ آلودگی والے ایندھن استعمال کرتے ہوں ان جگہوں پر کم آلودگی والے ایندھن پر قدرت کے باوجود زیادہ آلودگی والے ایندھن کا استعمال کرنا جائز ہے لیکن لوگوں کو ضرر سے محفوظ رکھنے کے لئے کم آلودگی والے ایندھن کا استعمال افضل وبہتر بہرحال ہوگا

''وإن كفّ عما يؤذي جاره فهو حسن ولا يجبر على ذلك'' (فتح القدير ۷/ ۳۲۵)

،اور اگر کوئی علاقہ ایسا ہو جہاں پر عام طور پر لوگ کم آلودگی والے ایندھن کا استعمال کرتے ہوں تو اس جگہ کم آلودگی والے ایندھن پر قدر کے باوجود زیادہ آلودگی والے ایندھن کا مستقل استعمال جس سے لوگوں کو تکلیف وضرر اور نقصان ہوتا ہو جائز نہیں۔

''أن الإنتفاء بالمباح لا يجوز إلا إذا كان لايضر بأحد'' (الفقه الإسلامي ۵/ ۶۰۳)

،اور اگر کسی کو کم آلودگی والے ایندھن پر قدرت نہ ہو تو یہ اس کی مجبوری ہے تو جب تک ارباب انتظام کی طرف سے کم آلودگی والے ایندھن کی فراہمی نہ کی جائے تو اس کے لئے زیادہ آلودگی والے ایندھن کا استعمال کرنا ضرورۃً ومجبوراً جائز ہے ''لان الضرورات تبيح المحظورات''۔

اسی طرح زیادہ آلودگی والے ایندھن کا عارضی استعمال بھی جائز ہے۔

''إذا استمر أحد في إجراء الدباغة في داره وتأذى الجيران يمنع أما إذا أجرى هٰذه الصنعة نادرا فلا يمنع'' (لعلی حیدر ۲/ ۲۲۶)

خلاصہ:

حاصل یہ کہ آلودگی والے ایندھن کے استعمال کی صورت میں انتفاع بالمباح العام (فضا) لازم آتا ہے، اور مباح العام سے انتفاع کی اجازت کے لئے یہ شرط ہے کہ اس سے کسی کو نقصان اور تکلیف نہ ہوتی ہو، لیکن دھواں کا فضا میں پہنچنا ایک ایسی ضرورت اور مجبوری ہے جس کے بغیر چارہ کار نہیں،

لہذا دھواں دینے والے ایندھن کا استعمال ضرورت ومجبوری کی وجہ سے جائز ہے اور اس کا تقاضایہ ہے کہ اگر کسی کو کم دھواں دینے والے ایندھن کے استعمال پر قدرت ہو تو اس کے لئے زیادہ دھواں دینے والے ایندھن کا استعمال جائز نہ ہو، لیکن جب کسی ایسی چیز کا استعمال معروف ہو جس سے ایک دوسرے کو ضرر ہوتا ہو تو اس وقت ضرر معروف اجازت عرفیہ میں داخل ہونے کی وجہ سے جائز ہوتا ہے، لہذا اس ضابطے سے جن علاقوں میں زیادہ دھواں دینے والے ایندھن کا استعمال ہوتا ہے اس علاقے میں زیادہ دھواں دینے والے ایندھن کا استعمال کرنا، کم دھواں دینے والے ایندھن پر قدرت کے باوجود جائز ہوگا، البتہ اس سے بچنا بہر حال افضل وبہتر ہوگا، اور جن علاقوں میں کم دھواں دینے والے ایندھن کا استعمال ہوتا ہو ان علاقوں میں کم دھواں دینے والے ایندھن کے استعمال پر قدرت کے باوجود زیادہ دھواں دینے والے ایندھن کا مستقل استعمال ضرورت سے زائد اور غیر معروف ہونے کی وجہ سے جائز نہیں۔

سوال نمبر ۲ کا جواب:

عوامی مصالح اور فائدے کے لئے ارباب انتظام کی طرف سے جو قوانین وضع کئے جائیں ان کی پابندی اولوالأمر کی اطاعت یا معاہدہ میں داخل ہونے کی وجہ سے واجب اور لازم ہوگی، جس کی مخالفت شرعاً جائز نہیں۔

''صرح الفقهاء بأن طاعة الإمام فيما ليس بمعصية واجبة قال ابن عابدين في باب الاستسقاء من ردالمحتار (۲/ ۴۲، زکریا) إذا أمر الإمام بالصيام في غير الأيام المنهية وجب لما قدمناه في باب العيدين (۳/ ۵۳ زکریا)

من أن طاعة فيما ليس بمعصية واجبة وحكى أبنه العلامة علاء الدين عن البيرى: إن الحاكم لو أمر أهل بلدة بصيام أيام بسبب الغلاء أو الوباء وجب امتثال امره'' (دیکھئے: قرة عيون الأخيار ۲/ ۵۴)۔

ولكن هذه الطاعة كما أنها مشروطة يكون أمر الحاكم غير معصية فإنما مشروطة أيضا يكون الأمر صادرا عن مصلحة لاعن هواء أو ظلم (تكمله فتح الملهم ۳/ ۳۲۳) الذي يظهر أن ما أمربه مما ليس فيه مصلحة عامة لايجب امتثاله إلا ظاهرا فقط بخلاف ما فيه ذلك فانه يجب باطنا أيضا (روح المعاني ۵/ ۶۶)

إذا كان الإنسان مصاحبا لهم (الكفار) فقد أمن كل واحد منهم صاحبه وسفك الدماء وأخذ المال مع ذلك غدر حرام'' (قسطلانی شرح بخاری ۴/ ۴۴۷، التفصيل في معارف القرآن ۶/ ۳۵۰، شرح ۳/ ۲۲۵)۔

لہذا ماحولیات کو آلودگی سے بچانے کے لئے ارباب حکومت کی طرف سے ڈیزل، پٹرول، گیس وغیرہ کے استعمال سے متعلق جو قانون بنائے جائیں ان کی پابندی لازم ہوگی اور قانون شکنی جائز نہ ہوگی؛ کیونکہ ان قوانین کا عوامی منفعت ومصالح کے لئے ہونا بالکل ظاہر ہے، البتہ اگر ارباب انتظام کی طرف سے اس سلسلے میں کوئی قانون نہ ہو تو ہر ایک کو اپنی سہولت اور پسند کے اعتبار سے گیس، ڈیزل، پٹرول وغیرہ کے استعمال کی اجازت ہوگی گرچہ اسمیں سے بعض میں دھواں زیادہ مقدار میں نکلتا ہو اور بعض سے کم مقدار میں؛ کیونکہ ان سے پہنچنے والا ضرر ضرر فاحش کے درجے میں نہیں ہے، نیز عرفاً ضرر پہنچنے والوں کی طرف سے استعمال کی اجازت بھی ہوتی ہے، حاصل یہ کہ ضرر معروف اور غیر فاحش ہونے کی وجہ سے ہر ایک کے استعمال کرنے کی اجازت ہے گرچہ ان میں سے کسی ایک کا ضرر ونقصان دوسرے کے مقابل میں بڑھا ہو۔

''قد مرتوجيهه وقال ابن الهمام: والحاصل أن القياس في جنس هذه المسائل أن يفعل صاحب الملك مابدا له مطلقا لأنه ينصرف في خالص ملكه وإن كان يلحق الضرر لغيره لكن يترك القياس في موضع يتعدى ضرره إلى غيره ضررا فاحشا كما تقدم وهو المراد باليمين فيما ذكر الصدر الشهيد وهو ما يكون سببا للهدم وما يوهن البناء سبب له أو يخرج عن الانتفاع بالكلية وهو ما يمنع من الحوائج الأصلية كسد الضوء بالكلية على ما ذكر في الفرق المتقدم واختار الفتوى عليه وأما التوسع إلى منع كل ضرر ما فيسد باب الانتفاع بملك الانسان كما ذكرنا قريبا'' (فتح القدير ۷/ ۳۲۶)۔

البتہ حکومت کی طرف سے کوئی ممانعت نہ ہونے کی صورت میں بھی لوگوں کو ضرر سے بچانے کے لئے کم آلودگی والے ایندھن کو ترجیح دینا بہر حال افضل وبہتر ہوگا؛ کیونکہ جہاں تک ممکن ہو کسی کو بھی تکلیف نہ دینا دینی واسلامی تقاضا ہے اگر بلا قصد واختیار کے کسی کو ضرر پہنچے تو جتنا کم سے کم ہو سکے اس

کوشش کرنا بھی اسلامی واخلاقی ذمہ داری ہے، ذیل میں اس سے متعلق چند روایات درج کی جاتی ہیں:

''كان لسمرة بن جندب نخل في بستان رجل من الأنصار وكان يدخل هو وأهله فيؤذي صاحب الأرض فشكا الأنصاري ذلك إلى رسول الله ﷺ، فقال الرسول لصاحب النخل: بعه، فأبى، فقال الرسول ﷺ: فاقطعه، فأبى، قال: فهبه ولك مثله في الجنة فأبى فالتفت رسول الله إليه وقال: أنت مضار ثم التفت إلى الأنصاري وقال: اذهب فاقلع نخله'' (الفقه الاسلامی وادلته٧/ ٤٩٩٥)، ''قال رسول الله ﷺ: من أغلق بابه دون جاره مخافة على أهله وماله فليس ذلك بمؤمن وليس بمؤمن من لم يأمن جاره بوائقه، أتدري ما حق الجار؟ إذا استعانك أعنته وإذا استقرض أقرضته وإذا افتقر عدت عليه وإذا مرض عدته وإذا أصابه خير هنأته وإذا أصابته مصيبة عزيته وإذا مات اتبعت جنازته ولا تستطيل عليه بالبنيان فتحجب عنه الريح إلا بإذنه ولا تؤذه بقتار ريح قدرك إلا أن تغرف له منها وإن اشتريت فاكهة فاهد له فإن لم تفعل فادخله سرا ولايخرج بها ولدك ليغبط بها ولده (الترغيب والترهيب)'' وقال النبي ﷺ: المؤمن يألف ويؤلف لاخير فيمن لا يألف ولا يؤلف وخير الناس أنفعهم'' (مجمع الزوائد/ ١٥٥، رقم الحديث:٧٧٢)۔

سوال نمبر ۳ کا جواب:

جس طرح سے سفر انسانی مجبوری اور اس کے ذرائع (نقل وحمل) انسانی ضروریات میں سے ہیں اسی طرح سے روشنی اور اس کے وسائل بھی انسانی ضروریات میں داخل ہیں اور اس ضرورت کا حاصل کرنا انسانی حق ہے، لہذا اگر اس کے اسباب وسائل سے دوسرے لوگوں کو کچھ ایسے لابدی نقصانات پہنچ رہے ہوں اور پہنچنے والا نقصان ضرر معروف کے دائرے میں ہو اور اس ضرر کی وجہ سے کسی کے حقوق اصلیہ فوت نہ ہوتے ہوں تو ایسے نقصانات کو انگیز کیا جائے گا، البتہ اگر اس سلسلے میں انسانی مصالح کے پیش نظر کوئی قانون بنایا جائے اس قانون کی پابندی واجب ولازم ہوگی اور اس کی خلاف ورزی جائز نہ ہوگی۔

''يجب طاعة الإمام في أمره ونهيه مالم يأمر بالمحرم وقال بعضهم: الذي يظهر أن ما أمر به مما ليس فيه مصلحة عامة لا يجب امتثاله إلا ظاهرا فقط بخلاف مافيه ذلك فانه يجب باطنا ايضا'' (روح المعانی٥/٦٦)

''وفي شرح الجواهر: تجب إطاعته فيما أباحه الشرع وهو ما يعود نفعه على العامة... وأخذ البيرى من هذا: أنه أمر بصوم أيام الطاعون ونحوه يجب امتثاله'' (شامی١٠/ ٤٤٣ طبع زکریا)۔

لہذا اگر حکومت کی طرف سے ڈیزل، پٹرول، گیس، مٹی کے تیل وغیرہ کے استعمال سے متعلق کوئی قانون عوامی مصالح کے لئے بنایا جائے تو اس کی پابندی واجب ہوگی قانون شکنی جائز نہیں۔

سوال نمبر ۴ کا جواب:

اسلام اپنے گردوپیش اور اپنے بدن اور کپڑے وغیرہ کو صاف ستھرا رکھنے کا حکم دیتا ہے، اور ایسی گندگی جس سے دوسرے کو معمولی تکلیف ہو اس سے بچنے کی تعلیم دیتا ہے، چنانچہ آپ ﷺ ایک روایت میں ارشاد فرماتے ہیں: بے شک اللہ تعالی پاکیزہ ہے پاکیزگی کو پسند کرتا ہے، کریم وسخی ہے کرم و سخاوت کو پسند کرتا ہے، لہذا اپنے گھر کے صحن کو صاف ستھرا رکھا کرو، یہودیوں سے مشابہت مت اختیار کرو۔

''إن الله تعالى طيب يحب الطيب، نظيف يحب النظافة، كريم يحب الكرم، جواد يحب الجود، فنظفوا أراه قال: أفنيتكم ولا تشبهوا باليهود قال: فذكرت ذلك لمهاجر بن مسمار فقال: حدثنيه عامر بن سعد عن أبيه عن النبي ﷺ مثله إلا أنه قال: نظفوا أفنيتكم'' (ترمذی٢/ ١٠٧)۔

''السواك مطهرة للفم ومرضاة للرب'' (ابن ماجه، باب السواك)

(آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسواک منہ کے لئے پاکیزگی اور اللہ تعالی کی رضا کا سبب ہے)۔

''البسوا الثیاب الأبیض فإنها أطهر وأطیب'' (ترمذی ۱/ ۹۳)

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سفید کپڑا پہنو یہ زیادہ طہارت وپاکیزگی کا ذریعہ ہے)۔

''عن أبي سعید رضی اللہ عنہ أن النبی ﷺ قال: علی کل مسلم الغسل یوم الجمعة ویلبس من صالح ثیابه وإن کان له طیب مسّ منه'' (رواہ احمد، نیل الأوطار ۳/ ۲۳۴)

(ہر مسلمان پر جمعہ کے دن غسل کرنا اور عمدہ لباس پہننا ضروری ہے، اور اگر خوشبو میسر ہو تو اس کو بھی لگالے)۔

''عن سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ قال: قال النبي ﷺ: لایغتسل رجل یوم الجمعة ویتطهر بما استطاع من طهر ویدهن من دهنه أو یمس من طیب بیته ثم یروح إلی المسجد ولا یفرق بین اثنین ثم یصلی ما کتب له ثم ینصت للإمام إذا تکلم إلا غفر له ما بین الجمعة إلی الجمعة الأخری'' (رواہ احمد، نیل الأوطار ۳/ ۲۳۵)

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص جمعہ کو غسل کرے اور میسر تیل وخوشبو وغیرہ کو لگائے پھر مسجد جاکر فریضہ ادا کرے اور امام کے خطبہ کو خاموشی کے ساتھ سنے اور دو شخصوں کے درمیان نہ گھسے تو اس کے جمعہ سے دوسرے جمعہ تک تمام گناہوں کی مغفرت کردی جاتی ہے)۔

اسلام کی مذکورہ بالا پاکیزہ تعلیمات سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ اگر کسی کو ایسے وسائل پر قدرت واستطاعت ہو جس سے ماحول پاکیزہ اور صاف ستھرا رہے اور لوگوں کو ضرر وتکلیف کم سے کم ہو تو اس کے لئے ایسے وسائل کا اختیار کرنا بہرحال افضل وبہتر ہوگا اور اسلام کی پاکیزہ تعلیمات پر عمل کرنے کی نیت سے اس کو اختیار کرنا باعث اجر وثواب ہوگا لیکن واجب ولازم نہیں؛ کیونکہ قلیل آلودگی والے ایندھن پر قدرت سے زیادہ آلودگی والے ایندھن کا استعمال اس وقت تک ناجائز نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کا ضرر ونقصان ناقابل برداشت حد تک نہ پہنچ جائے؛ البتہ اگر حکومت کی طرف سے عوامی مصالح کے پیش نظر کسی خاص قسم کے وسائل کو اختیار کرنے کا پابند کیا جائے تو اس کی پابندی لازم ہوگی۔

سوال نمبر ۵ کا جواب:

سوال نمبر ۲ اور سوال نمبر ۳ کے جواب میں اسی طرح تمہید کے ضابطہ ۵ میں بڑی وضاحت کے ساتھ یہ درج کردیا گیا ہے کہ عوامی مصلحت اور عوامی ضرر ونقصان سے حفاظت کے پیش نظر ارباب انتظام کی طرف سے جو بھی جائز قوانین بنائے جائیں ان کی پابندی اولوالامر کی اطاعت یا معاہدہ میں داخل ہونے کی وجہ سے واجب ولازم ہوگی، قانون شکنی جائز نہ ہوگی، لہٰذا کارخانوں سے متعلق اور ان کے فضلات سے متعلق جتنے بھی مفید اور عوامی بھلائی وخیر خواہی کو ملحوظ رکھ کر قوانین بنائے جائیں ان کی پابندی واجب ہوگی، خواہ وہ ایندھن استعمال کرنے سے متعلق ہو یا فضلات کو تحلیل کرنے سے متعلق ہو، یا کارخانوں کے قیام اور ان کی چمنیوں سے متعلق ہو۔

- ''إذا أحدث أحد مطبخا فی سوق البزازین وکان دخان المطبخ یصیب أقمشة جاره یدفع الضرر (علی آفندی) (شرح مجلة ۱۱،۱۰/ ۲۲۷ لعلی حیدر تحت شرح المادہ:۱۲۰۰) ''یتحمل الضرر الخاص لدفع ضرر عام بما أن الضرر الخاص لایکون مثل الضرر العام بل دونه فیدفع الضرر العام به فمنع الطبیب الجاهل والمفتي الماجن...کما انه یجوز تحدید أسعار المأکولات عند طمع التجار في زیادة الارباح زیادة تضر بمصالح العامة وکذلك یمنع إخراج بعض الذخائر والغلال من بلدة لأخری إذا کان في إخراجها ارتفاع الأسعار في البلدة'' (شرح مجلة لعلی حیدر تحت شرح المادہ/ ۲۶)۔

سوال نمبر ۶ کا جواب:

جن جگہوں سے عوامی حقوق وابستہ اور متعلق ہوں ان جگہوں میں کوئی ایسا فعل انجام دینا جس سے لوگوں کو ضرر اور تکلیف ہو شرعاً جائز نہیں، چنانچہ راستہ گھاٹ، سایہ، وغیرہ جیسی عوامی ضرورت کے مقامات پر بول وبراز کرنے پر سخت وعید آئی ہے، اسی طرح راستہ میں گندگی اور تکلیف دہ چیزوں کو ڈالنے کی ممانعت بھی احادیث میں آئی ہے، نمونے کے طور پر چند روایات ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

"قال أبوهريرة: سمعت رسول الله ﷺ يقول: من سلّ سخيمته على طريق من طرق المسلمين، فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين" (الترغيب والترهيب۱/ ۸۱)

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اپنی غلاظت راستہ میں بہائی اس پر اللہ تعالی اور ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہو)۔

"عن معاذ بن جبل قال: قال رسول الله ﷺ: اتقوا الملاعن الثلاث: البراز في الموارد وقارعة الطريق والظل" (الترغيب والترهيب۱/ ۸۰) (لعنت کے تین اسباب سے بچو: گھاٹوں، راستوں، سایہ میں پاخانہ کرنے سے پرہیز کرو)۔

"عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال: بينما رجل يمشي بطريق وجد غصن شوك فأخره فشكر الله له فغفر الله له" (رواه البخاري والمسلم، الترغيب والترهيب۳/ ۳۷۹) (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص راستہ چلتے ہوئے کانٹے والی کوئی شاخ پائے پھر اس کو راستہ سے ہٹا دے تو اللہ تعالی اس کی مغفرت فرما دیتے ہیں)۔

"عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: الإيمان بضع وستون أو سبعون شعبة أدناها إماطة الأذى عن الطريق وأرفعها قول لا إله إلا الله، رواه البخاري و مسلم وأبوداؤد والترمذي والنسائي. والمراد بالأذى كل ما يؤذي المار كالحجر والشوكة والعظم والنجاسة ونحو ذلك"

(ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایمان کے ساٹھ یا ستر سے زائد شعبے ہیں، سب سے آسان راستہ سے تکلیف پہنچانے والی چیز کو ہٹا دینا ہے اور سب سے اعلی مرتبہ کلمہ طیبہ کا کہنا ہے)۔

"عن أبي ذر قال: قال النبي ﷺ: عرضت علي أعمال أمتي حسنها وسيئها فوجدت في محاسن أعمالها الأذى يماط عن الطريق ووجدت في مساوي أعمالها النخامة تكون في المسجد لا تدفن" (رواه مسلم وابن ماجه، ايضا/ ص۳۷۶)

(میری امت کے اچھے اور برے اعمال پیش کئے گئے تو میں نے سب سے عمدہ عمل راستہ سے تکلیف پہنچانے والی چیز کو ہٹانا پایا اور سب سے برا عمل مسجد میں بلغم تھوک کر دفن نہ کرنا پایا)۔

"عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: والله لا يؤمن والله لا يؤمن والله لا يؤمن قيل: من يا رسول الله؟ قال: الذي لا يأمن جاره بوائقه، رواه أحمد والبخاري و مسلم، وفي رواية لمسلم: لا يدخل الجنة من لا يؤمن جاره بوائقه" (الترغيب والترهيب۳/ ۲۳۹)

(اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص مومن کامل ہو ہی نہیں سکتا جس کی تکلیف وایذا سے اس کے پڑوسی محفوظ نہ ہوں)۔

"كان النبي ﷺ يتبوأ لبوله كما يتبوأ بمنزله" (مجمع الزوائد المطالب العاليه۱/ ۲۹)

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب کرنے کے لئے مناسب جگہ کو اس طرح تلاش فرماتے تھے جیسے انسان مکان بنانے کے لئے تلاش کرتا ہے)۔

مذکورہ بالا روایات سے اچھی طرح یہ واضح ہوتا ہے کہ اپنے گردوپیش کو گندا رکھنا، اسی طرح راستے وغیرہ کو گندا کرنا، پڑوسیوں کو تکلیف دینا اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ میں یہ منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب کرنے کے لئے ایسی مناسب جگہ تلاش فرماتے تھے جیسے کہ انسان مکان بنانے کے لئے مناسب جگہ تلاش کرتا ہے، پوری تفصیل سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ قربانی کرنے والے کی خود اپنی ذمہ داری ہے کہ قربانی کی غلاظت وآلائش وغیرہ کو کسی ایسی جگہ اس طرح سے دفن کرے کہ اس کی وجہ سے لوگوں کو کوئی تکلیف وپریشانی نہ ہو۔

لوگوں کو تکلیف سے بچانا حکومت کی ذمہ داری:

جن چیزوں سے لوگوں کو تکلیف ہو اور لوگ خود اپنے وسائل واسباب سے اس تکلیف دہ چیز کو دور کرنے کی استطاعت وقدرت نہ رکھتے ہوں تو اس

کے دور کرنے کا انتظام کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے اور قربانی کا فریضہ شہری باشندوں کی ایک ضرورت ہے اور اس سے پیدا ہونے والی آلودگی کا انتظام اگر ان کے بس میں نہ ہو تو اس کے انتظام کی ذمہ داری حکومت کے ذمہ عائد ہوتی ہے، اور اس نظم وانتظام کے لئے کوئی خاص جگہ متعین کی جاتی ہے تو اس کی پابندی لازم ہوگی اور حکومت کے ضوابط کو توڑ کر لوگوں کو ایذا و تکلیف میں مبتلا کرنا شرعاً ناجائز وحرام ہوگا، جس طرح قربانی ایک فریضہ ہے اسی طرح لوگوں کو تکلیف سے بچانا بھی ایک دینی فریضہ ہے، اس دوسرے فریضہ کی ادائیگی سے اگر خود قاصر ہو تو حکومت کے نظام کا پابند ہو کر اس فریضے کو ادا کرنا لازم ہوگا اور اس فریضے میں ہر قسم کی تساہلی شرعاً جرم ہوگی۔

''من واجبات الإمام رعاية مصالح المسلمين بأنواعها... وعدها أصحاب كتب الأحكام السلطانيه عشرة ولا تخرج في عمومها عما ذكره الفقهاء فيما مرّعلى أن ذلك يزيد وينقص بحسب تجدد الحاجات الزمنيه وما تقفى المصالح بأن لا يتوالاه الأفراد والهيئات بل يتوالاه الإمام'' (موسوعه فقهيه ۶/ ۲۳)۔

''وظائف الإمام يمكن قسمتها إلى وظائف دينية ووظائف سياسية، الوظائف السياسية قد أورد الماوردى ستة على سبيل المثال لا على سبيل الحصر: المحافظة على الأمن والنظام العام في الدولة، الدفاع عن الدولة في مواجهة الأعداء، الاشراف على أمور العامة بنفسه، إقامة العدل بين الناس، إدارة المال، تعيين المؤظفين'' (الفقه الاسلامی وادلته ۶/ ۶۸۸، ۷۰۱)۔

عوامی جگہ کا استعمال اسی شرط کے ساتھ جائز ہے کہ دوسرے لوگوں کو تکلیف نہ ہو۔

سوال نمبر ۷ کا جواب:

جب کسی چیز سے نفع اور ضرر دونوں متعلق ہوں اور لوگ اس کے ضرر سے اچھی طرح واقف ہوں اور خود اس ضرر کو برداشت کرتے ہوں تو ایسی صورت میں جب تک وہ ضرر غالب اور فاحش کے درجے میں نہ پہنچے اس وقت تک اس کو ناجائز نہیں کہا جاسکتا؛ البتہ اگر اس کا ضرر عمومی ہو تو حکومت کو اس پر پابندی لگانے کا اختیار ہوگا اور عوامی مصلحت کے پیش نظر بنائے گئے قانون کی پابندی بھی لازم ہوگی، قانون شکنی شرعاً جائز نہ ہوگی، چنانچہ مفتی تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں کہ جس چیز میں نفع وضرر دونوں پہلو ہو وہ چیز فی نفسہ حرام وناجائز نہیں ہوا کرتی ہے، اسی وجہ سے جس چیز کے جائز استعمال کی کوئی صورت ہو اس کی خرید وفروخت وغیرہ سب جائز ہے (انعام الباری ۶/ ۲۰۹، ۲۷۰، نیز دیکھئے: طحطاوی علی الدر ۳/ ۱۳۹)۔

اور زمانہ موجودہ میں پلاسٹک کی تھیلیوں کا استعمال کرنے والے افراد نفع ونقصان دونوں سے واقف ہوتے ہیں اور اس کا ضرر فاحش کے درجے میں نہیں نیز ضرر غالب بھی نہیں اس لئے اس کے استعمال کو ناجائز تو نہیں کہا جاسکتا لیکن اس کے استعمال سے عمومی ضرر کسی نہ کسی درجے میں بہر حال لاحق ہوتا ہے، اس لئے حکومت کی ذمہ داری ہے کہ اس طرح کی عمومی ضرر رساں اشیاء کے استعمال پر قدغن لگانے اور روک تھام کرنے کی سنجیدہ کوشش کرے اور عوام الناس کی یہ ذمہ داری ہے کہ اس کوشش میں حکومت کا پورا تعاون کریں، اور اگر حکومت کی طرف سے کوئی پابندی نہیں لگتی ہے تو عامۃ الناس کو خود ایسی مضر اشیاء کے استعمال سے احتراز کرنا ان کی اخلاقی ذمہ داری بنتی ہے اور اس میں کوتاہی کراہت سے خالی نہیں۔

''ما يكون أداء ه إلى المفسدة نادرا فهو على اصله من الإذن لأن المصلحة إذا كانت غالبة فلا اعتبار بالنذور في إنخرامها إذ لا توجد في العادة المصلحة عرية عن المفسدة جملة تقصيرا في النظر ولا قصد إلى وقوع ضرر فالعمل إذًا باق على أصل المشروعية'' (الموافقات للشاطبی ۲/ ۳۵۹، ۳۶۰)۔

سوال نمبر ۸ کا جواب:

ایسے سگریٹ جن سے نشہ ہوتا ہے مثلاً کوکین، ہیروئین جیسی نشہ آور چیزوں سے بنے سگریٹ کی حرمت پر سب کا اتفاق ہے، اس لئے اس پر کچھ لکھنے کی حاجت نہیں، البتہ تمباکو سے بنے سگریٹ کی حلت، حرمت، کراہت میں علماء عرب اور علماء ہند کا اختلاف ہے، اکثر علماء ہند تمباکو نوشی کو مکروہ تنزیہی (حلال) قرار دیتے ہیں اور اکثر علماء عرب کراہت تحریمی یا حرمت کے قائل ہیں؛ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دونوں سے متعلق دلائل اور ترجیح کو ذکر کیا جائے۔

دلیل حرمت:

۱۔ تمباکو خبائث میں داخل ہے؛ کیونکہ اکثر طبیعت سلیمہ اس سے نفرت کرتی ہے اور شرفاء اس کو ناپسند کرتے ہیں اس لئے شرعاً اس کی اجازت نہیں، جو چیزیں خبائث میں داخل ہیں ان کی حرمت منصوص ہے۔

اس دلیل کا جواب علامہ لکھنوی نے اپنے رسالہ ''ترویح الجنان'' میں یہ دیا ہے کہ طبیعتوں کا نفور مختلف وجوہ کی بنا پر ہوتا ہے، کبھی مضرت کی وجہ سے کبھی نجاست کی وجہ سے، کبھی رداءۃ کی بنا پر ناپسندیدگی کی وجہ سے طبیعتوں کو نفور ہوتا ہے اور ان سب اسباب کے لئے خبیث اور خبث کا لفظ استعمال ہوتا ہے، تو معلوم ہوا کہ لفظ خبیث مشترک لفظ ہے، لہذا جب تک اس کی وجہ اور کیفیت نہ بیان کردی جائے اس وقت تک کوئی قطعی حکم نہیں لگایا جاسکتا اور اس کی حرمت پر بھی استدلال نہیں کیا جاسکتا۔

''وأنت تعلم ما فيه فان الخبيث يطلق على المعاني المتشتة منها المضر كما يقال بعض الحشرات الخبيثة. ومنها النجس كالخمر وغيره ومنها المكروه طعام وريحا كالثوم ونحوه ومنها المكروه من حيث الرداء ة... فمجرد إطلاق الخبيث على الشئ لا يستلزم حرمته مالم يبين كيفيته'' (رسائل للكھنوی ۲/ ۵۳)۔

۲۔ تمباکو فی الحال یا فی المآل صحت اور بدن کے لئے مضر ہے اور مضر اشیاء کی حرمت متفق علیہ ہے، "لا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة"۔

جواب: مضر ہونا تمباکو کی صفت لازمہ نہیں بلکہ مزاج وزمانہ واحوال کے لحاظ سے اس میں اختلاف ہوتا ہے، لہذا اس کا حکم ادویہ کا ہوگا، جس کے حق میں مفید ہو اس کے لئے جائز اور جس کے حق میں مضر ہو اس کے لئے ناجائز۔

''وفيه ما فيه فان كونه مضرا محضا بجميع الازمنة في جميع الأزمنة في حيز البطلان بل فيه منافع لبعضها وفي بعضها حسب ما شهد به ارباب الاتقان...فهو كسائر الادوية التي هي نافعة للبعض ومضرة للبعض فالحكم الكلي لحرمته واضراره خطأ أي خطأ'' (رسائل للکھنوی ۲/ ۴۷)۔

۳۔ تمباکو نوشی دوسرے لوگوں کے لئے باعث تکلیف اور ایذا ہے اور شریعت میں ایذا حرام ہے۔ ''ملعون من ضار مؤمنا أو مكر به'' (ترمذی)۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ جس چیز میں اضرار ذاتی نہ ہو بلکہ کسی عارضی کی وجہ سے ہو تو اس عارض کی بنا پر اصل کی حرمت ثابت نہیں ہوسکتی، البتہ عارض کو دور کرنے کا حکم ہوگا اور تمباکو نوشی میں اضرار منہ صاف نہ کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے، لہذا منہ صاف کرنے کا حکم ہوگا نہ کہ اس کی حرمت کا جس طرح لہسن پیاز وغیرہ کا حکم ہے۔

''وفيه مع الصغرى لما حققنا سابقا أنه ليس في نفسه ما يحصل منه الإيذاء فإن كان ذلك لعارض وجب دفع ذلك العارض ولا يلزم منه حرمة أصله'' (رسائل للکھنوی ۲/ ۵۵)۔

۴۔ تمباکو کی بو سے فرشتوں کو تکلیف ہوتی ہے، اور جو چیز فرشتوں کی تکلیف کا باعث ہو وہ شرعاً جائز نہیں۔

إنها موذية للحفظة الكرام... ''فإن الملائكة تتأذى مما يتأذى منه بنو آدم'' (صحيح مسلم: ۵۶۴)۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ بدبو نہ تو تمباکو میں ذاتی ہے اور نہ ہی اس کے دھویں؛ میں بلکہ منہ، برتن وغیرہ کی صفائی نہ کرنے کی وجہ سے ہوتی ہے، لہذا ان عوارض کی وجہ سے تمباکو نوشی پر حرمت کا حکم عائد نہ ہوگا بلکہ ان عوارض کو ختم کرنے کا حکم ہوگا حاصل یہ کہ اس کا حکم لہسن پیاز کا ہوگا۔

''ومثل هذا الريح الكريه العارض لا يوجب الحكم بكراهة تلك الأشياء كل يؤمر بإزالة الريح بعد استعمال هذه الأشياء...ولو سلم أن الرائحة الكريهة فيما نحن فيه كالرائحة الكريهة في الثوم والبصل في كونه من ذاتياته، فيقال لا شبهة في أنها دونها فان استلزمت الكراهة فانما تستلزم الكراهة التنزيهية لا التحريم'' (رسائل ۲/ ۵۲)

۵۔ تمباکو میں نشہ ہوتا ہے، اور نشہ کی حرمت منصوص ہے۔ ''إنه سكر وكل سكر حرام''۔

جواب: جواب یہ ہے کہ نشہ کا دعوی محتاج دلیل ہے جس کا ثابت کرنا انتہائی مشکل ہے اور اس پر دونہ کخرط القتاد () وجمع القتام () کی مثال صادق آتی ہے،

جس کو ہندی زبان میں جوئے شیر لانا کہتے ہیں۔

''وفيه خدشة ظاہرة يعلمها الخاص والعام فان إدعاء كونه سكرا محتاج إلى بيان تام...ودونه كخرط القتاد او كجمع القتام'' (رسائل لکھنوی ۲/ ۲۹۸)۔

۶۔ تمباکو سے نشہ کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے، مثلاً آنکھوں کا بند ہونا اور ہاتھ پاؤں وغیرہ سے قابو اور اختیار کا ختم ہوجانا جس کو اصطلاحاً فتور کہتے ہیں اور اس کی بھی حرمت منصوص ہے۔

''نهى رسول الله ﷺ عن كل مسكر ومفتر (احمد) والمراد بالمفتر كل شئ يورث الفتور والخدر فى الأطراف''۔

جواب: اور اس کا جواب یہ ہے کہ فتور وغیرہ کی حرمت اضرار میں داخل ہونے کی وجہ سے ہے اور اضرار کا ہونا اشخاص واحوال وازمنہ کے لحاظ سے مختلف ہے، لہذا اس کی وجہ سے جو اس کی ذاتی صفت میں داخل نہیں اس کی حرمت پر استدلال ممکن نہیں بلکہ ان احوال کا جریان شورش اور حدت کی وجہ سے ہوتا ہے اور حدت موجب حرمت نہیں۔

''وأنت تعلم ما فيه فان كونه مفترًا ومخدرًا من حيث طبعه غير مسلم...أن الفتور الواقع يوجد فى أوائل الشرب لمن لا يعتاده...فعلى ہذا لا يكون موجبا للحرمة إلا من الاضرار مع أن الفتور الواقع منه كالفتور الواقع من الأدوية التى فيها حدة وحرقة لمن لا يعتادہا وهو غير موجب لحرمتها'' (رسائل لکھنوی ۲/ ۲۹۹)۔

۷۔ تمباکو نوشی میں اسراف پایا جاتا ہے اور اسراف کی حرمت منصوص ہے۔ ''الاسراف وهو حرام بالنص''۔

جواب: جواب اس کا یہ ہے کہ اسراف اس کا ذاتی اور لازمی خاصہ نہیں، بہت سے تمباکو نوش اعتدال پر قائم رہتے ہیں، لہذا حرمت پر استدلال ممکن نہیں۔

''وفيه بعد بعيد عن الانصاف فانه ليس بمستلزم له بل كثيرا ما يحصل بدونه'' (رسائل لکھنوی ۲/ ۳۰۰)۔

۷۔ تمباکو نوشی میں آگ سے پیدا ہونے والے دھوئیں کا استعمال ہوتا ہے اور آگ کا کھانا حدیث کی وجہ سے حرام ہے۔

''فيه إدخال الدخان فى البدن وهو متولد من النار والنتن واكل النار حرام لحديث: إن الله ما أطعمنا النار''

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ کسی چیز کے حرام ہونے سے اس پر مرتب ہونے والی چیز کی حرمت ضروری نہیں۔

''وفيه أن كون الشئ حراما لا يستلزم كون ما يترتب منه حراما'' (رسائل اللکھنوی ۲/ ۳۰۰)۔

۹۔ تمباکو نوشی لہو میں داخل ہے یعنی ایسا عمل ہے جس میں دین ودنیا کا کوئی نفع نہیں، اور لہو کی حرمت منصوص ہے، ''فإن الحكم بحرمة العبث مطلقا''۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا نفع سے بالکل خالی ہونا ہمیں تسلیم نہیں؛ کیونکہ اس سے کچھ نہ کچھ نفع بہت سے لوگوں کو ہوتا ہے، لہذا یہ عبث اور لہو میں داخل نہیں۔

''فيه ما فيه وإثباته بالآية المذكورة والروايات المسطورة بعيد عن التحقيق وإن مشى عليه جمع من أرباب التحقيق'' (رسائل لکھنوی ۲/ ۴۴)۔

۱۰۔ تمباکو نوشی ایک بدعت ہے، اور ہر بدعت ضلالت ہے اور اس کی حرمت منصوص ہے۔

''الأولى فى تعريفه البدعة الشرعية فانها عبادة عما استحدث من حيث العبادة بعد الأزمنة الثلاثة بحيث لم يدل عليه دليل من الأدلة الشرعية شرب الدخان ليس كذلك''۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ بدعت عبادت نہیں ہے بلکہ یہ عادت کی قبیل سے ہے، لہذا موجب حرمت نہیں۔

''نعم هو بدعة قطعية لغوية قطعا وهى ليست بسيئة مطلقا'' (رسائل لکھنوی ۲/ ۴۶)۔

۱۱۔ تمباکو نوشی میں یہود ونصاری سے مشابہت ہے اور ان سے تشبہ شرعاً ناجائز ہے۔

"التشبه بهم كما أنه مكروه في أفعالهم الخاصة، كذٰلك هو منهي عنه في لهو وعذابهم. ويؤيده أن النبي ﷺ نهى من لبس خاتم الحديد عن لبس الحديد وقال: إنما حلية أهل النار" (اخرجه ابوداؤد، رسائل لکھنوی ۲/۴۸)۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ اب اس کے شیوع کی وجہ سے یہود ونصاری کے ساتھ خاص نہیں رہا، لہذا تشبہ مفقود ہے اس لئے حرمت پر استدلال ممکن نہیں، البتہ تشبہ باہل النار (دھوئیں کا منہ، ناک وغیرہ سے نکلنا) بہر حال موجود ہے، جس کے موجب کراہت ہونے میں شبہ نہیں۔

۱۲۔ اگر قانونًا ممنوع ہو تو اولوالامر کی مخالفت میں داخل ہونے کی وجہ سے تمبا کو نوشی ناجائز ہوگی۔

"ونهي أولي الأمر عنه حرم قطعا قد قالوا من قال لسلطان زماننا كفر... مقتضاه أن امراء زماننا لا يفيد أمرهم الوجوب" (شامی ۱۰/ ۴۳)۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ اولوالامر سے مراد سلطان عادل ہے جس کی اطاعت واجب ہے، اور اب عادل سلاطین مفقود ہیں، لہذا اس قانون کی پابندی شرعًا واجب نہ ہوگی، اور مخالفت حرام نہ ہوگی، خلاصہ یہ ہے کہ تمبا کو نوشی اور سگریٹ نوشی کی حرمت پر جن دلائل سے استدلال کیا جاتا ہے ان میں سے اکثر مخدوش ہیں، یہ دلائل رد وقدح سے خالی نہیں، اور بعض دلائل کچھ مفید تو ہیں لیکن حرمت پر استدلال کے لئے کافی نہیں، ان سے زیادہ سے زیادہ کراہت ثابت ہوسکتی ہے، "وقد عرفت أن اكثر مسالكهم مخدوشة وبعضها إن كانت صحيحة لا تثبت الحرمة بل الكراهة" (رسائل لکھنوی ۲/ ۵۷)۔

دلائل اباحت:

۱۔ دلائل اربعہ کتاب وسنت اور اجماع وقیاس میں سے کسی سے بھی اس کی حرمت ثابت نہیں، لہذا یہ اباحت میں داخل ہوگا۔

۲۔ اصل اشیاء میں اباحت ہے، لہذا تمبا کو نوشی اباحت میں داخل ہوگی اور یہ اباحت اصلیہ پر دلیل حرمت کے نہ پائے جانے کی وجہ سے باقی رہے گی۔

۳۔ منفعت کی چیزوں میں اصل استعمال کا مباح ہونا ہے اور مضرت کی چیزوں میں اصل حرمت ہے اور تمبا کو نوشی فی الجملہ نافع اور مفید ہے، اس لئے حرمت اصلیہ میں داخل نہیں (رسائل لکھنوی ۲/ ۵۸)۔

۴۔ فتاوی ہندیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس چیز کا نقصان فی الحال ظاہر ہو اس کا استعمال حرام اور اگر نقصان فی الحال ظاہر نہ ہو تو اس کا استعمال حرمت کے دائرے میں نہیں آئے گا (ہندیہ ۵/ ۳۴۱)۔

۵۔ جو چیز ضرر کی وجہ سے ممنوع وناجائز ہو تو وہ چیز قدر مضر تو ناجائز ہوگی لیکن قلیل نافع ناجائز نہیں ہوگی بلکہ مباح ہوگی (نیل الأوطار ۴/ ۲۰۸)۔

علماء کے فتاوی:

علماء ہند میں سے اکثر علماء تمبا کو نوشی کی حلت کے قائل ہیں مثلاً حضرت گنگوہیؒ، حضرت تھانویؒ، حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب عثمانی، حضرت مفتی محمد شفیع صاحب، حضرت مفتی رشید احمد صاحب، مولانا یوسف صاحب لدھیانوی، مفتی کفایت اللہ صاحب، مفتی عبد الرحیم صاحب وغیرہم نے اپنے فتاوی میں تمبا کو نوشی کے مباح ہونے کا فتوی دیا ہے، تفصیل کے لئے (تالیفات رشیدیہ/ ۴۶۱، امداد الفتاوی ۴/ ۱۲۶، فتاوی دار العلوم ۱۶/ ۲/ ۱۴۲، امداد المفتیین ۱/ ۱۰۷، ۲/ ۸۰۷، کفایت المفتی ۹/ ۱۴۵، فتاوی رحیمیہ ۱۰/ ۲۱۱، فتاوی محمودیہ ۱۸/ ۳۸۸، آپ کے مسائل اور ان کا حل ۸/ ۳۸۹، فتاوی ریاض العلوم جونپور ۶/ ۴۷۵) دیکھیں، نیز خاص طور پر حضرت تھانویؒ کا فتوی (امداد الفتاوی ۴/ ۹۷-۹۹)، علامہ لکھنوی کی رائے (رسائل لکھنوی ۲/ ۳۰۹) اور فتاوی ریاض العلوم گورینی (۶/ ۴۴۷) کو دیکھا جاسکتا ہے۔

حاصل بحث:

بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ سگریٹ نوشی کے سلسلے میں علماء ہند اور علماء عرب کا جو اختلاف نظر آتا ہے اگر غور کیا جائے تو درحقیقت کوئی اختلاف نہیں؛ کیونکہ علماء ہند نے تمبا کو پر جو حکم لگایا ہے اس میں خارجی عوارض کو ملحوظ نہیں رکھا گیا، علماء عرب نے خارجی عوارض کو ملحوظ رکھ کر عدم جواز کا حکم لگایا ہے،

اگر علماء عرب خارجی عوارض سے قطع نظر کرلیں تو ان کے نزدیک بھی اباحت ہی کا حکم متعین ہوگا، اسی طرح اگر علماء ہند عوارض خارجیہ کوملحوظ رکھیں تو ان کے نزدیک بھی تمباکو نوشی پر عدم جواز کا حکم عائد ہوگا، جیسا کہ حضرت تھانویؒ کے فتوی اور اباحت کی شرائط کو دیکھنے سے یہی معلوم ہوتا ہے، اس لئے جواز وعدم جواز کا مدار اس پر ہوگا کہ اگر تمباکو نوش اپنے منہ کو صاف رکھتا ہے اور عمومی مجالس وغیرہ میں پینے سے احتراز کرتا ہے اور قدر ضرورت پر اکتفا کرتا ہے، نیز دیگر شرائط کو بھی ملحوظ رکھتا ہے تو اس کے لئے بقدر ضرورت پینا جائز لیکن اگر شرائط کو ملحوظ نہ رکھتا ہو تو اس کا جواز محل نظر ہے۔

ممنوع مقام پر سگریٹ نوشی:

جن مقامات پر قانونا سگریٹ نوشی کی ممانعت ہو ان مقامات میں سگریٹ نوشی شرعاً جائز نہیں؛ کیونکہ اس طرح کے قوانین عوامی مصالح کو پیش نظر رکھ کر بنائے جاتے ہیں، اس لئے یہ قوانین شریعت اسلامیہ کے مطابق ہیں اور ان قوانین کو توڑنے کی صورت میں معاہدہ شکنی کے ساتھ ایذا اور اضرار وغیرہ کی وجہ سے جائز نہیں؛ کیونکہ عوامی مقامات پر کوئی بھی ایسا فعل انجام دینا جس سے لوگوں کو تکلیف ہو شرعاً جائز نہیں۔

''قال النبی ﷺ: لا یدخل الجنة من لا یؤمن جاره بوائقه'' (الترغیب والترہیب ۳/ ۲۳۹)، ''أن لا تستعمل بحضرة من يتأذى برائحتها ممن لا يشربها أو بالمجالس التي فيها قرآن أو علم يتلى أو صلاة على النبي ﷺ أو ذكر أو نحو ذلك'' (الدخان ما بين القديم والحديث/ ۲۷۵)، ''ان الانتفاع بالمباح إنما يجوز إذا لم يضر بأحد... مسلما كان أو ذميا أو مكاتبا'' (الدر المختار مع رد المحتار ملخصا ۱۰/ ۱۳)، ''اتقوا الملاعن الثلاث: البراز في الموارد و قارعة الطريق والظل'' (الترغیب ۱/ ۸۰)۔

سوال نمبر ۹ کا جواب:

بول و براز اور تکلیف دہ چیزوں کو عوامی مقامات پر انجام دینے سے متعلق چند روایات ذکر کی جاتی ہیں، بعدہ ان روایات اور کلام فقہاء کی روشنی میں ان کا حکم بھی متعین کردیا جائے گا:

''عن أبي هريرة رضي الله عنه أن النبي قال: اتقوا اللاعنين، قالوا: وما اللاعنان يا رسول الله؟ قال: الذي يتخلى في طريق الناس أو في ظلهم'' (رواه احمد و مسلم وابوداؤد، نيل الأوطار ۱/ ۸۵)

(لعنت کے دو اسباب سے بچو، سوال کیا گیا کہ وہ دو اسباب کیا ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ راستہ، یا سایہ میں پاخانہ کرنا، اور ایک روایت میں ہے کہ لعنت کے تین اسباب یعنی گھاٹ، راستہ اور سایہ میں پاخانہ کرنے سے احتراز کرو، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے آباد راستہ میں اپنی غلاظت بہائی اس پر اللہ رب العزت، ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہو) (نیل الأوطار ۱/ ۸۵)۔

انہیں روایات کی روشنی میں حضرات فقہاء نے ایسے مقامات میں بول و براز کو ناجائز قرار دیا ہے جس سے لوگوں کا اکثر و بیشتر سابقہ پڑتا رہتا ہے، مثلاً حوض، تالاب، کنواں، پانی کے چشمہ وغیرہ کے کنارے، پھلدار درخت کے نیچے اور کھیتی کے درمیان، اور ایسے سایہ کے نیچے جہاں لوگ بیٹھتے ہوں، مسجد عیدگاہ کے پاس اور جانوروں کے درمیان اور لوگوں کی گزرگاہوں میں۔

''يكره بول و غائط على طرف نهر أو بئر أو حوض أو عين أو تحت شجرة مثمرة أو في زرع أو في ظل ينتفع بالجلوس فيه وبجنب مسجد ومصلى عيد وفي مقابر وبين دواب'' (شامی ۱/ ۵۵۶ طبع زکریا)۔

لہذا سڑکوں کے کنارے اور ریلوے اسٹیشن، بس اسٹینڈ وغیرہ پر بول و براز کرنا جس سے لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہو شرعاً ناجائز وحرام ہے، اسی طرح گندے پانی اور فضلات کو کھلی نالیوں اور گلیوں میں اس طرح بہانا جائز نہیں جس سے لوگوں کو تکلیف ہو (شرح مجلۃ لعلی حیدر ۳/ ۲۲۷)۔

سوال نمبر ۱۰ کا جواب:

عوامی مقامات مثلاً سڑک، ائرپورٹ، اسٹیشن وغیرہ جیسی عمومی جگہوں پر تھوکدان کے علاوہ دوسرے مقامات پر تھوکنے سے دوسرے لوگوں کو تک

تکلیف ہوتی ہے، نیز ان کے منتظمین کی طرف سے اس کی اجازت بھی نہیں ہوتی، اس لئے ایسی جگہوں پر تھوکنا بھی شرعاً جائز نہیں، یہی اسلامی تعلیمات کا بھی تقاضا ہے، چنانچہ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''عن سعد بن أبي وقاص قال: سمعت رسول الله يقول: إذا تنخم أحدكم فليغيب نخامته تصيب جلد مؤمن أو ثوبه'' (رواه البزار ورجاله ثقات، مجمع الزوائد ۸/ ۱۱۷)

(آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی بلغم تھوکے تو اس کو چھپائے تا کہ کسی کے کپڑے اور بدن وغیرہ میں نہ لگے)۔

''قال النبي ﷺ: عرضت علي أعمال أمتي حسنها وسيئها فوجدت في محاسن أعمالها الأذى يماط عن الطريق ووجدت في مساوئ أعمالها النخامة تكون في المسجد لا تدفن'' (الترغيب والترهيب ۲/ ۳۲۶)

(میری امت کے اعمال میں سب سے برا عمل بلغم کو مسجد میں ڈال کر نہ چھپانا ہے)۔

مذکورہ بالا روایات میں سے پہلی روایت میں بلغم وغیرہ کو کپڑے و بدن میں لگنے کے خطرے سے چھپانے کا حکم دیا گیا ہے اور اسی طرح دوسری روایات میں بھی بلغم کو نہ چھپانے پر وعید کا ذکر ہے، جس سے معلوم ہوا کہ تھوک بلغم وغیرہ ایسی جگہ ڈالنے کا حکم ہے کہ جس سے کسی کو تکلیف وضرر نہ ہو، نیز اسلام کی تعلیم نظافت کا بھی یہی تقاضہ ہے اور اسلام نے نظافت پر بہت زور دیا ہے، چند روایات ذیل میں ملاحظہ ہوں:

۱۔ ''تنظفوا لكل ما استطعتم فإن الله بنى الإسلام على النظافة'' (كنز العمال، رقم الحديث: ۲۶۰۰۲)۔

۲۔ ''إن الله جميل يحب الجمال، نظيف يحب النظافة'' (رواه احمد ۴/ ۱۳۳)۔

۳۔ ''عامر بن سعد عن أبيه عن النبي ﷺ قال: إن الله طيب يحب الطيب، نظيف يحب النظافة... طيبوا ساحاتكم فإن أنتن الساحات ساحات اليهود'' (رواه الترمذى، رقم الحديث: ۲۷۹۹)۔

تفصیل مذکور کا حاصل یہ ہے کہ عوامی جگہوں پر تھوکنے وغیرہ کے سلسلے میں بنائے جانے والے ضابطے اسلام کی تعلیمات وہدایات کے مطابق اور عمومی مصالح کے موافق ہیں، لہٰذا ان پر عمل کرنا واجب ہے اور حکم اسلامی سمجھ کر عمل کرنا باعث اجر وثواب بھی ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تائید میں مولانا سید مناظر احسن گیلانی کی کتاب اسلامی معاشیات/ ۳۱۰، ۳۱۱ سے ایک اقتباس نقل کر دیا جائے: عام شوارع اور راستے جن کی حیثیت اسلام ہی میں نہیں بلکہ تقریباً دنیا کے تمام قوانین اور دستور میں آبادی کے عام باشندوں کے مشترک مفاد کی ہے، اسلامی مقننین نے بھی اس کی اس حیثیت کو باقی رکھا ہے، بغیر کسی اختلاف کے فقہ کا یہ اتفاقی مسئلہ ہے۔

''ما كان من الشوارع والطرقات والرحاب بين العمران فليس لأحد إحياء ه سواء كان واسعا أو ضيقا وسواء ضيق على الناس أو لم يضيق''

(راستے، کوچے، شہر کے میدان چوک جو آبادیوں کے درمیان ہوتے ہیں ان کے متعلق کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ ان کو آباد کرے، خواہ کشادہ ہوں یا تنگ اور خواہ اس میں تصرف کرنے سے لوگوں پر تنگی ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو)۔

مسلمانوں میں شاہراہوں اور شہر کے ان مقامات میں عام باشندوں کے مفاد کو کس حد تک اہمیت حاصل ہے اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس حکم کی توجیہ کرتے ہوئے صاحب مغنی لکھتے ہیں: ''لأن ذلک مشترک فيه المسلمون و متعلق به مصلحتهم فأشبه مساجدهم'' (کیونکہ عام مسلمانوں میں یہ چیزیں مشترک ہیں اور ان کی مصلحتیں ان سے متعلق ہیں، تو گویا مسلمانوں کی مسجدوں کے مانند ان کا حال ہے)۔

مندرجہ بالا فقرہ میں ''فأشبه مساجدهم'' کے الفاظ قابل غور ہیں، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شہری حقوق کا مسلمانوں نے کتنا احترام کیا ہے، اور سچی بات تو یہ ہے کہ جب خود حضور ﷺ نے ''إماطة الاذى عن الطريق'' یعنی راستوں سے ان چیزوں کا ہٹانا جو راہ گیروں کے لئے باعث تکلیف ہوں، اس فعل کو من الایمان (یعنی ایمان کا جز) قرار دیا ہے، اور اسی بنا پر مشہور حدیث ''الطهور شطر الايمان'' (پاکیزگی اور صفائی ستھرائی

ایمان کا ایک بڑا حصہ ہے) میں دوسری چیزوں کی تطہیر وستھرائی کے ساتھ مکانوں اور سڑکوں کی صفائی کو بھی داخل سمجھنا چاہئے، جب راستوں کی صفائی کی صحیح حدیثوں میں اتنی اہمیت ہے تو فقہاء نے شوارع وطرق کو مسلمانوں کے حقوق کے اعتبار سے اگر "أشبه بالمساجد" قرار دیا ہے تو اس پر قطعا تعجب نہ ہونا چاہئے اور اس خیال کی بھی تغلیط ہوتی ہے کہ بلدیات اور میونسپلٹی وغیرہ کے اصول وقوانین جدید مغربی تمدن کے نتائج ہیں، واقعہ یہ ہے کہ آج جن قوانین کا تعلق محکمہ صفائی یا آرائش وغیرہ سے ہے اسلامی فقہاء نے ان کے مختلف پہلوؤں پر اپنی کتابوں میں بحث کی ہے، جاننا چاہئے کہ فقہ کی ان کتابوں سے ان قوانین کا ایک اچھا خاصہ مجموعہ تیار کیا جاسکتا ہے (اسلامی معاشیات/ ۳۱۰)۔

سوال نمبر ۱۱ کا جواب:

فریج، واشنگ مشین، ایئر کنڈیشن، موبائل وغیرہ کے استعمال سے انسانی نفع وابستہ ہے، لہذا اس کے نفس جواز میں کوئی شبہ نہیں، لیکن ان کے استعمال میں حد سے تجاوز اسراف سے خالی نہیں اور ان کا بے محابا اور بے دریغ استعمال کہ خالی کمروں میں بلب جلتے ہوئے، پنکھے اور ایئر کنڈیشن چلتے ہوئے چھوڑ دینا اسلامی تعلیمات کے منافی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہتے ہوئے دریا میں کھڑے ہوکر وضو کرتے وقت زیادہ پانی خرچ کرنے سے منع فرمایا اور پانی کو احتیاط کے ساتھ استعمال کرنے کی تاکید فرمائی۔

''عن عبد الله بن عمر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم مرّ بسعد وهو يتوضأ فقال: ما هٰذا السرف؟ فقال: أفي الوضوء إسراف؟ قال: نعم، وإن كنت على نهر جار'' (ابن ماجه من حديث عبد الله بن عمر ا/ ۱۴۷)

جب ندی نہر کے پانی سے وضو کرنے میں اسراف کا تحقق ہوسکتا ہے تو بجلی کا بے جا استعمال اسراف میں داخل ہوکر بدرجہ اولی ممنوع ہوگا، نیز جب ان کے بے جا استعمال سے پرندے کیڑے مکوڑے وغیرہ بھی موت کا شکار ہوجاتے ہیں تو اس کی ممانعت بدرجہ اتم واکمل ہوگی؛ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر موذی چرند وپرند وغیرہ کے قتل کرنے اور ان کو بلا وجہ تکلیف دینے سے منع فرمایا ہے۔

''عن ابن عباس قال: نهي رسول الله ﷺ عن قتل كل ذي روح إلا أن يؤذى''، ''عن سهل بن سعد أن النبي ﷺ نهى عن قتل النملة والنحلة والهدهد والصرد''، ''عن عبدالله بن عمر قال: نهى رسول الله ﷺ عن قتل الضفادع وقال نقيقها تسبيح'' (مجمع الزوائد ۴/ ۴۴)، ''عن أبي زهير المنيرى أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا تقتلوا الجراد فإنه جند الله الأعظم'' (مجمع الزوائد ۴/ ۴۲)، ''أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا تطرقوا الطير في أو كارها فإن الليل أمان لها''، ''عن عمر بن يزيد عن أبيه قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: ما من أحد يقتل عصفورًا إلا عجّ يوم القيامة يقول: يارب هٰذا قتلني عبثًا فلا هو انتفع بقتلي ولا هو تركني فأعش في أرضك'' (مجمع الزوائد ۴/ ۳۳)۔

مذکورہ بالا روایات سے صاف یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی بھی ذی روح کو بلا وجہ تکلیف دینا شرعا منع ہے۔ لہذا اس سوال میں درج آلات آسائش کے بے جا استعمال سے زمین کے کیڑے مکوڑے، چرند پرند وغیرہ فوت ہوتے ہیں تو ان کے بے جا استعمال کی ممانعت اسراف اور دیگر جاندار مخلوقات کے لئے باعث تکلیف ہونے کی وجہ سے ہوگی، حاصل یہ کہ ان سب کا بے جا استعمال شریعت کے ضابطے سے جائز نہیں، اور بقدر ضرورت استعمال کے جواز میں شبہ بھی نہیں۔

سوال نمبر ۱۲ کا جواب:

الف، ب: جنگلات اور کھیتوں وغیرہ سے اللہ تعالی کی بہت سی مخلوقات کا نفع وابستہ ہے، اسی لئے احادیث میں کھیتی کرنے اور درخت لگانے پر بڑی فضیلت آئی ہے، اور بلا ضرورت درختوں کے کاٹنے اور کھیتوں کے برباد کرنے کی ممانعت بھی وارد ہوئی ہے، اس سے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ملاحظہ ہوں:

۱- ''إن قامت الساعة وفي يد أحدكم فسيلة فإن استطاع أن لا تقوم حتى يغرسها فليغرسها'' (مسند احمد ...

الحدیث: ۱۲۹۰۲)

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر قیامت قائم ہورہی ہو اور کسی کو صرف اتنی مہلت ہو جس میں کوئی پودا لگا سکے تو اس کو پودا لگا دینا چاہئے، اس حدیث کو سنداً صحیح شرط مسلم پر مانا گیا ہے)۔

۲۔ ''عن معاذ بن أنس عن رسول اللہ ﷺ قال: من بنى بنيانا في غير ظلم ولا اعتداء أو غرس غرسا في غير ظلم ولا اعتداء كان له أجر جاريا ما انتفع به من خلق الرحمن تبارك و تعالى'' (رواہ احمد)۔

۳۔ ''عن جابر قال: قال رسول اللہ ﷺ: ما من مسلم يغرس غرسا إلا كان ما أكل منه له صدقة وما سرق منه له صدقة ولا يرزؤه أحد إلا كان له صدقة إلى يوم القيامة''۔

الفاظ کے فرق کے ساتھ اس موضوع کی دوسری روایتیں بھی موجود ہیں۔

بہرحال مذکورہ بالا روایات سے درخت لگانے کی اہمیت اور اس پر ملنے والے اجر وثواب کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے، خصوصاً پہلی روایت کہ اگر کسی کو صرف درخت لگانے کی مہلت ملے تو درخت لگا دینا چاہئے، اور دوسری روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ درخت وغیرہ سے جب تک خلق خدا کو کسی بھی قسم کا نفع پہنچتا رہے گا تو اس کے نامہ اعمال میں اجر لکھا جاتا رہے گا۔

بلاضرورت درخت کاٹنے اور کھیتی برباد کرنے کی ممانعت:

۱۔ ''عن معاوية بن جيده عن النبي ﷺ قال: من الله لا من رسوله لعن الله قاطع السدر''۔

۲۔ ''عن عمر بن أوس قال: سمعت رسول اللہ ﷺ يقول: من قطع السدر إلا من الزرع بنى الله له بيتا في النار''۔

۳۔ ''عن عبد الله بن حنيس قال: قال رسول اللہ ﷺ: من قطع سدرة صوب الله رأسه في النار'' (مجمع الزوائد ۴/ ۶۷)

۴۔ ''عن علي يعني ابن أبي طالب قال: قال رسول اللہ ﷺ: أخرج فناد في الناس: لعن الله قاطع السدر'' (الترغيب والترہيب ۸/ ۱۱۸)۔

۵۔ ''عن عائشة قالت: قال رسول اللہ ﷺ: إن الذين يقطعون السدر يصبون في النار على وجوههم صبا''

(رواہ الطبرانی فی الاوسط ورجالہ کلھم ثقات، مجمع الزوائد ۸/ ۱۱۸)۔

۶۔ ''روى عثمان بن عطاء عن أبيه قال: لما وجه أبوبكر الجيش إلى الشام كان فيما أوصاهم به ولا تقطع شجرة مثمرة'' (احکام القرآن للجصاص ۳/ ۵۷۴)۔

۷۔ ''ان النبي ﷺ كان إذا بعث جيشا قال: لا تعودوا عينا ولا تعقروا عينا ولا تعقروا شجرا إلا شجرا يمنعكم من القتال'' (نیز دیکھئے: تفسیر مظہری ۹/ ۲۲۴)۔

زراعت اور شجر کاری کی فضیلت اور درخت وزراعت کو بلاضرورت برباد کرنے کی ممانعت والی روایات سے یہ حکم اچھی طرح واضح ہوجاتا ہے کہ اسلام میں بلاضرورت درخت کاٹنا ناپسندیدہ عمل ہے اور یہ فساد فی الارض میں ایک طرح سے داخل ہے، اسی وجہ سے اسلام بلاضرورت دشمن کے درختوں کو کاٹنے سے منع کرتا ہے اور حضرات فقہاء نے بھی عام حالات میں درخت کاٹنے سے منع ہی کیا ہے، البتہ ضرورت کے وقت دشمن کے درخت وغیرہ برباد کرنے کی اجازت دی گئی ہے، حاصل یہ کہ اسلام جب دشمن کے درخت وغیرہ کے کاٹنے کو پسند نہیں کرتا ہے تو بلاضرورت اپنے لوگوں کے درخت کو برباد کرنا کیونکر پسند کرے گا، البتہ اپنی ذاتی ملکیت کے درخت میں انسان کو اپنے صواب دید کے مطابق کاٹنے اور باقی رکھنے کی شرعاً اجازت ہے۔

''اتلاف بعض المال إصلاح باقيه مصلحة جائزة شرعًا مقصودة عقلا'' (قرطبی ۱۸/ ۸)

لیکن جہاں تک ممکن ہو اپنے ذاتی درخت کاٹنے سے احتراز کرنا باعث فضیلت اور اجر وثواب ہے۔

کھیتی کی زمین پر پلاٹ بنا کر فروخت کرنا:

تفصیل مذکور سے معلوم ہو چکا ہے کہ زراعت باعث فضیلت عمل ہے اور بلا وجہ کھیتی کی زمین کو معطل رکھنا پسندیدہ نہیں، اسی لئے حدیث میں آیا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی زمین پر کھیتی نہ کر سکے تو اپنے کسی مسلم بھائی کو کھیتی کرنے کے لئے مفت دے دے، لیکن اگر کوئی اپنی کھیتی کو بیکار چھوڑ دے تو اس کو معطل رکھنے کا حق ہے۔

''قال النبي ﷺ: من كانت له أرض فليزرعها أو ليمنحها أخاه فإن لم يفعل فليمسك أرضه''

جب اس کو معطل رکھنے کا حق ہے تو حصول نفع کے لئے پلاٹ بنا کر فروخت کرنے کی بھی اجازت ہوگی، ملکیت کا یہی تقاضا ہے، البتہ زمین پر زراعت اور آبادکاری سے متعلق شہری اور ملکی ضرورت و مصالح کی بنا پر کوئی پلان اور ضابطہ اس طرح کا ہو کہ اس پر صرف کاشت ہی کی جاسکتی ہو آبادی نہیں بنائی جاسکتی، تو اس طرح کے ضوابط کی پابندی اولوالامر کی اطاعت یا معاہدہ میں داخل ہونے کی وجہ سے ہوگی اور اس کی خلاف ورزی شرعاً جائز نہ ہوگی، اور اس طرح کے قوانین اسلامی اصول کے موافق ہیں مخالف نہیں، البتہ اولوالامر کی اطاعت واجب ہونے کے لئے یہ چار شرائط ہیں:

۱۔ وہ حکم مباحات کے دائرے میں ہو، ۲۔ قرآن وسنت کے مخالف نہ ہو، ۳۔ اس حکم سے کسی پر ظلم نہ ہوتا ہو، ۴۔ وہ حکم مصلحت کے مطابق ہو۔

صوتی آلودگی:

ذکر وتلاوت اور وعظ ونصیحت جو عین عبادت ہیں جس کی ادائیگی کے لئے انسان کی تخلیق ہوئی، جب ان کی ادائیگی کے لئے یہ شرط ہے کہ ان کو ایسی آواز میں انجام دیا جائے جس سے سونے والے اور مریض وغیرہ کو تکلیف نہ ہو اور ان کو اس طرح سے انجام دینا جس سے دوسرے لوگوں کو تکلیف اور حرج ہو شرعاً جائز نہیں تو دوسرے امور کو انجام دینے کے لئے یہ شرط بدرجہ اولی ہوگی، اور دوسرے لوگوں کو تکلیف دے کر انجام دینا جائز نہیں ہوگا، چنانچہ اس سلسلہ میں چند روایات وآثار وغیرہ نقل کی جاتی ہیں:

۱۔ ''عن نافع عن ابن عمر قال: قلت له: أذكرت هذا الحديث عن أبيك؟ قال: نعم، قال: أرسلت عائشة إلى أبي عمر في قاص كان يقعد على بابها: ''إن هذا قد آذاني وتركني لا أسمع الصوت''، فأرسل إليه فنهاه فعاد، فقام إليه أبي عمر بعصاه حتى كسرها على رأسه'' (تاريخ المدينة لعمر بن شبه ا/ ۱۵)۔

۲۔ ''عن عبد الله بن عمر قال: تخلف عنا النبي ﷺ في سفرة سافرناها فأدركنا وقد رهقتنا الصلوة صلوة العصر و نحن نتوضأ فجعلنا نمسح أرجلنا فنادى بأعلى صوته ويل للاعقاب من النار مرتين أو ثلاثا ولا يرفع صوته إلا بقدر ما يسمع للحاضرين قال الله تعالى: واغضض من صوتك'' (آداب الاملاء والاستملاء / ۴۹)۔

۳۔ ''عن عثمان بن عطاء عن أبيه قال: ينبغي للعالم أن لا يعدو صوته مجلسه'' (آداب الاملاء والاستملاء/ ۴۹)۔

''ان رسول الله ﷺ خرج ليلة فإذا هو بأبي بكر يصلي يخفض من صوته، ومرّ بعمر وهو يصلي رافعا صوته ... فقال النبي ﷺ: يا أبابكر! يرفع من صوتك شيئًا وقال لعمر: اخفض من صوتك شيئا'' (مشكوة مع مرقاة ۳/ ۲۵۰)۔

۴۔ ''قال النبي ﷺ: من اذى مسلما فقد آذاني ومن آذاني فقد آذى الله، وقال: كل مؤذ في النار، وقال: من ضار مسلما ضار الله به، وقال: ملعون من ضار مومنا أو مكر به'' (ترغيب ا/ ۵۰۳، كنز العمال، رقم: ۲۹۳۸۴، مشكوة: ۴۲۸)

روایت نمبر ایک سے معلوم ہوا کہ تیز آواز کے ذریعہ تکلیف دینا گرچہ وہ آواز وعظ ونصیحت کے لئے ہو موجب تعزیر جرم ہے، نیز نمبر دو اور نمبر چار سے معلوم ہوا کہ آواز کو ضرورت کے بقدر تیز رکھنا چاہئے، ضرورت سے زائد تیز کرنا منع ہے، اور نمبر ۵ سے معلوم ہوا کہ کسی کو ناحق تکلیف دینا حرام ہے، انہیں احادیث وآثار کی روشنی میں تمام فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ تہجد کی نماز میں اتنی بلند آواز سے تلاوت کرنا جس سے کسی کی نیند خراب ہو ہرگز جائز نہیں، اسی طرح فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے گھر کی چھت پر بلند آواز سے تلاوت کرے جبکہ لوگ سو رہے ہوں یا کسی جائز کام میں مشغول ہوں تو تلاوت

کرنے والا گنہگار ہوگا۔

''قال فی الخلاصة: رجل یکتب الفقه وبجنبه رجل یقرأ القرآن فلا یمکنه استماع القرآن فالإثم علی القاری، وعلی ہذا لوقرأ علی السطح فی اللیل جہرًا و الناس نیام یأثم'' (فتح القدیر ا/ ۲۴۲، والحلبی کبیری/ ۴۹۷)۔

''أجمع العلماء سلفا وخلفا علی استحباب الذکر بالجماعة فی المساجد وغیرہا إلا أن یشوش جہرہم علی نائم أو مصل أو قارئ'' (شامی ۲/ ۴۳۴)۔

اسی طرح لاؤڈ اسپیکر کے غلط استعمال سے متعلق ایک واضح مضمون حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کا ذکر وفکر (ص ۲۵ تا ۲۹) میں ملاحظہ فرمائیں کہ آپ نے متعدد روایات اور کلام فقہاء سے غلط استعمال کی حرمت کو ثابت کیا ہے۔

صوتی آلودگی سے متعلق جوابات:

۱۔ آبادیوں کے اندر پر شور مشینوں سے نیند کا خراب ہونا خصوصاً بیمار وغیرہ کے لئے باعث پریشانی ہونا بالکل واضح ہے، اور اس کا آبادی سے باہر ہونا عقل وشریعت اور مصالح ناس کے موافق ہے، لہذا حکومت کی طرف سے باہر لگانے کی ہدایت واجب العمل ہے۔

''وفی شرح الجواہر: تجب إطاعته فیما أباحه الشرع وہو ما یعود نفعه علی العامة وقد نصوا فی الجہاد علی امتثال أمرہ فی غیر معصیة... وأخذ البیری من ہذا: أنه لو أمر بصوم أیام الطاعون ونحوہ یجب امتثاله'' (شامی ۱۰/ ۴۴)۔

۲۔ گاڑیوں کا ہارن ضرورت سے زیادہ تیز رکھنا جس سے راستہ چلنے والوں کو وحشت اور گھبراہٹ ہو، اسی طرح بار بار بلاضرورت ہارن بجا کر دوسرے لوگوں کو تکلیف دینا یا ایمبولنس میں لگائے جانے والے ہارن کا استعمال کر کے دوسرے راہ گیروں کے لئے حرج وتنگی کا سبب بننا، یہ سب اسلامی تعلیمات کے خلاف ہیں، ایسی عمومی جگہیں مثلاً راستے سڑک وغیرہ کا استعمال اس طرح سے واجب ہے جس سے لوگوں کو تکلیف نہ ہو، اور ایسا کوئی طریقہ اختیار کرنا جس سے لوگوں کو تکلیف اور حرج ہو شرعاً جائز نہیں، اور ایمبولنس کے سائرن والے ہارن سے راہ گیروں کو تکلیف اور حرج کا ہونا بالکل ظاہر ہے۔

''إن الانتفاع بالمباح إنما یجوز إذا لم یضر بأحد ...فإن أضر بأن یفیض الماء ویفسد حقوق الناس فلکل واحد مسلما کان أو ذمیا أو مکاتبا منعه'' (الدر مع الرد ۱۰/ ۱۳)۔

۳۔ DJ یہ ایسا شیطانی آلہ لہو ہے جس کو کوئی بھی مہذب شریف انسان خواہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہو پسند نہیں کرتا ہے، اور اس کی آواز کریہہ الصوت ہونے میں قرآن کریم کی اس آیت کا مصداق ہے: ''إن أنکر الأصوات لصوت الحمیر''، نیز صحت کے لئے مضر ہونا خصوصاً قلب کے لئے بالکل ظاہر ہے، انہیں وجوہ کی بنا پر غالباً شہری علاقوں میں اس کا استعمال قانوناً ممنوع ہے، لہذا لوگوں کے لئے باعث تکلیف ہونے اور مضر صحت ہونے نیز قانونی ممانعت کی بنا پر اس کا استعمال کرنا جائز نہیں، اگر قانوناً ممنوع ہے تو یہ قانون عین اسلامی تقاضہ کے مطابق ہے، اسلام نے بہت زیادہ شور وشغب سے ممانعت فرمائی ہے۔

''واغضض من صوتك إن أنکر الأصوات لصوت الحمیر، تعلیل لغض الصوت یعنی أن صوت الحمیر منکرا جدا لکونه جہیرا جدا، فلا یکن صوتك مثل صوتہا زفیر وآخرہا شہیق وہما صوت أہل النار'' (تفسیر مظہری ۷/ ۲۶۵)۔

۴۔ صوتی آلودگی سے متعلق ذکر کی گئی تفصیل سے اچھی طرح یہ واضح ہوگیا ہے کہ سیاسی ومذہبی جلسوں کے لئے مائک کی آواز اور اوقات کی تعیین سے متعلق جو قوانین بنائے گئے ہیں وہ شریعت اسلامیہ کے بالکل مطابق اور انسانی بھلائی وخیر خواہی پر مبنی ہیں اور انسانی بھلائی پر مبنی قوانین کی پابندی شرعاً واجب ہوتی ہے، خواہ اولوالامر کی اطاعت میں داخل ہو کر واجب ہو یا ازروئے معاہدہ واجب ہو، بہر حال ایسے قوانین کی پابندی واجب ہے اور قانون شکنی جائز نہیں۔

''قال محمد: إذا أمر أمير العسكر بشئ كان على العسكر أن يطيعوه في ذلك إلا أن يكون المامور به معصية يقين'' (شامی ۱/ ۱۷۹) ''أجمع العلما سلفا وخلفا على استحباب ذكر الجماعة في المساجد وغيرها إلا أن يشوش جهرهم على نائم أو مصل أو قارى'' (شامی ۲/ ۴۳۴)۔

خلاصہ جواب:

۱۔ جن مقامات پر عام طور سے لوگ زیادہ آلودگی والے ایندھن استعمال کرتے ہوں ان جگہوں پر کم آلودگی والے ایندھن پر قدرت کے باوجود زیادہ آلودگی والے ایندھن کا استعمال کرنا جائز ہے لیکن لوگوں کو ضرر سے محفوظ رکھنے کے لئے کم آلودگی والے ایندھن کا استعمال افضل و بہتر بہرحال ہوگا اور اگر کوئی علاقہ ایسا ہو جہاں پر عام طور سے لوگ کم آلودگی والے ایندھن ہی استعمال کرتے ہوں تو اس جگہ کم آلودگی والے ایندھن پر قدرت کے وقت زیادہ آلودگی والے ایندھن کا مستقل استعمال جس سے لوگوں کو تکلیف وضرر ہوتا ہو جائز نہیں، البتہ قدرت نہ ہو تو مجبوری ہے۔

۲۔ عوامی مصالح وفائدے کے لئے ارباب انتظام کی طرف سے جو قوانین و پابندی وضع کئے جائیں اس کی پابندی لازم ہے، مخالفت جائز نہیں، لہذا ماحولیات کو آلودگی سے بچانے کے لئے ڈیزل، پٹرول، گیس وغیرہ کے استعمال سے متعلق جو قانون بنائے جائیں ان کی پابندی لازم ہوگی اور قانون شکنی جائز نہ ہوگی اور اگر کوئی قانون نہ ہو تو ہر ایک کو اپنی سہولت و پسند کے اعتبار سے ایندھن استعمال کرنے کی اجازت ہوگی، البتہ اگر کسی ایندھن سے پہنچنے والا ضرر ضرر فاحش کے درجہ میں ہو تو پھر اس کی اجازت نہ ہوگی۔

۳۔ روشنی کے لئے استعمال کے جانے والے ایندھن سے متعلق اگر حکومت کی طرف سے کوئی قانون عوامی مصالح کے پیش نظر بنایا جائے تو اس کی پابندی واجب ہوگی۔

۴۔ ماحول کو صاف وستھرا رکھنے کی اسلامی تعلیمات میں ہدایات موجود ہیں، لہذا جو شخص ماحول کو پاکیزہ اور صاف وستھرا رکھنے کے لئے کم آلودگی والے ذرائع کو اختیار کرتا ہے تو اس کے لئے افضل و بہتر اور باعث ثواب ہے۔

۵۔ کارخانوں اور ان کے فضلات سے متعلق عوامی مصالح کے پیش نظر جتنے قوانین وضع کئے جائیں سب کی پابندی لازم ہوگی۔

۶۔ شریعت مقدسہ میں ایسی جگہ جن سے عوامی حقوق وابستہ اور متعلق ہوں کوئی ایسا فعل انجام دینا جس سے دوسرے لوگوں کو تکلیف وضرر ہو شرعا جائز نہیں، نیز آپ ﷺ نے راستوں اور گزرگاہوں کو گندہ کرنے سے منع فرمایا ہے اور اپنے مکانات کے گرد و پیش کو صاف رکھنے کا حکم دیا ہے، لہذا قربانی کے فضلات کو کھلی فضاء میں چھوڑ دینا جس سے لوگوں کو ضرر ہو شرعا جائز نہیں، اور اس سلسلے میں نظم وانتظام کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے کہ ماحول کو صاف رکھنے کے لئے قانون بنائے اور قانون پر پابندی کا انتظام کرے۔

۷۔ جب کسی چیز سے نفع وضرر دونوں متعلق ہوں اور خود اس ضرر کو برداشت کرتے ہوں ایسی صورت میں جب تک وہ ضرر ضرر غالب وفاحش کے درجہ میں نہ پہنچے اس وقت تک اس کو ناجائز نہیں کہا جاسکتا، البتہ اگر اس کا ضرر عمومی ہو تو حکومت کو اس پر پابندی لگانے کا اختیار ہے اور قانون کی پابندی واجب ہے، لہذا پلاسٹک کی تھیلوں سے متعلق اگر کوئی قانون ہے تو اس کی پابندی لازم ہے اگر کوئی پابندی نہ ہو تو اس کا استعمال جائز ہے، البتہ احتراز افضل و بہتر ہے۔

۸۔ جن جگہوں پر سگریٹ نوشی کی پابندی ہو ان مقامات میں سگریٹ نوشی جائز نہیں اور اگر کوئی پابندی وغیرہ نہ ہو تو ایسی صورت میں سگریٹ نوشی کی حلت وحرمت وکراہت کے درمیان اختلاف ہے، بندہ کے نزدیک تمام عوارض سے قطع نظر سگریٹ نوشی فی نفسہ مکروہ تنزیہی ہے، البتہ دیگر عوارض کی وجہ سے یہ کبھی مکروہ تحریمی، کبھی حرام وناجائز بھی ہوسکتا ہے، سگریٹ نوشی سے متعلق علماء ہند علماء عرب کے دلائل وغیرہ پر بڑی تفصیل سے مقالے میں گفتگو کی گئی ہے۔

۹۔ اسلامی تعلیمات میں لوگوں کو تکلیف سے بچانے کا اہتمام کرنے کی بڑی تاکید آئی ہے اور تکلیف پہنچانے والے اسباب کو اختیار کرنے پر بہت سخت

وعیدیں بھی آئی ہیں، لہذا ریلوے اسٹیشن، بس اسٹینڈ پر بول و براز کرنا، راستے کو گندہ کرنا اور فضلات کو کھلی نالیوں میں بہا دینا شرعاً ناجائز و حرام ہے۔

۱۰۔ بلغم تھوک وغیرہ سے بھی لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے، لہذا ان سے متعلق حکومت کے جو قوانین ہیں ان کی پابندی واجب ہے، اور قانون کی خلاف ورزی جائز نہیں۔

۱۱۔ مشین، ایئر کنڈیشن وغیرہ کا استعمال جس میں مال بھی خرچ ہوتا ہے اور دیگر مخلوقات کو ضرر بھی ہو، تو ایسے آلات و مشینوں کا استعمال بقدر ضرورت جائز ہے اور بلاضرورت ان کا استعمال منع ہے۔

۱۲۔ الف، ب: اسلام میں کھیتی کرنے، درخت لگانے کو باعث ثواب قرار دیا گیا ہے، اور بلاضرورت درختوں کے کاٹنے، کھیتوں کے برباد کرنے سے منع کیا گیا ہے، یہاں تک کہ جنگ میں بھی دشمنوں کی کھیتیوں کو برباد کرنے اور ان کے درختوں کو کاٹنے سے منع کرنے کی روایات موجود ہیں، اس سلسلہ میں روایات وغیرہ کو تفصیل سے مقالہ میں جمع کر دیا گیا ہے۔

۱۳۔ اسلام نے آواز کو پست کرنے کی، بلاضرورت چیخنے سے منع فرمایا ہے (سورۂ لقمان)، لہذا شور شرابا اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ مشینوں وغیرہ سے متعلق کوئی قانون بنایا جائے تو اس کی پابندی واجب ہے، اسی طرح گاڑیوں میں ضرورت سے زائد تیز ہارن لگانا اس سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے، اسی طرح بلاضرورت ہارن بجانے سے بھی لوگوں کو وحشت و تکلیف بہر حال ہوتی ہے، اس لئے بلاضرورت ہارن بجانا اور ضرورت سے زائد تیز ہارن استعمال کرنا اسلامی تعلیمات کے خلاف ہونے کی وجہ سے منع ہے۔ DJ شیطانی آلہ لہو ہے، جس کو شریف مہذب انسان پسند نہیں کرتا، صحت کے لئے بھی مضر ہے اس لئے اس کا استعمال شرعاً جائز نہیں۔

☆☆☆

فضائی اور صوتی آلودگی سے مربوط بعض مسائل

مفتی محمد عارف باللہ القاسمی[1]

یہ ایک حقیقت ہے کہ سائنس وٹکنالوجی کے میدان میں ہونے والی بے پناہ ترقی، مختلف النوع ایجادات، گونا گوں تحقیقات اور انتہائی مفید طبعی، کیمیائی اور حیاتیاتی دریافتوں سے انسان نے اپنے طرز زندگی کو ماضی کے مقابلے میں تو بہت بہتر اور آسان بنالیا ہے، لیکن یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ معیار زندگی کو بہتر بنانے کی ان انسانی کاوشوں کے قدرتی ماحول پر انتہائی بھیانک اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ ماحول کے آلودہ ہونے کا منطقی نتیجہ مختلف خوفناک اور مہلک بیماریوں اور گلوبل وارمنگ کی صورت میں برآمد ہوا ہے، ماحولیاتی آلودگی کی سب سے بڑی وجہ صنعتکاری کا فروغ، جنگلات کا خاتمہ، شہروں کا بہت زیادہ بڑھنا، اسی طرح غذائی اجناس کی کمی پوری کرنے اور فصلوں کی پیداوار بڑھانے کیلئے کھادوں، کیڑے مار ادویات، فنجائی مار ادویات، جڑی بوٹیوں کو تلف کرنے والی ادویات اور اسپرے کا استعمال ہے۔

ماہرین نے آلودگی کے مختلف اقسام ذکر کئے ہیں: مثلاً زمینی آلودگی، آبی آلودگی، فضائی آلودگی اور صوتی آلودگی وغیرہ۔ ان تمام اقسام کی آلودگیوں کے انسان وحیوان اور کائنات پر جو منفی نتائج ہیں ان کے پس منظر میں بنیادی اور اصولی طور پر یہ بات تو طے شدہ ہے کہ آلودگی اپنے تمام اقسام کے ساتھ اسلام میں ناپسندیدہ ہے اور آلودگی پیدا کرنے والے اعمال سے بھی اجتناب لازم ہے؛ کیونکہ اسلام نظام کائنات کی بہتری اور انسان وحیوان کی صحت کے تحفظ کی تعلیم دیتا ہے۔ اور اس کی تعلیم میں ایسے بہت احکامات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں ماحولیات کو آلودگی سے محفوظ رکھنا اہم ترین ذمہ داری ہے اور اسلام نے ہر اس چیز سے منع کیا ہے جو ماحول کو آلودہ کرتا ہے اور جس کے منفی نتائج انسان یا کسی مخلوق پر پڑتے ہیں۔ اور ان چیزوں کی تاکیدی تعلیم دی ہے جو ماحول اور معاشرہ کو پاکیزہ اور غیر آلودہ رکھنے کے لئے ضروری ہیں۔

ا۔ پکوان میں زیادہ دھواں پیدا کرنے والی چیزوں کا استعمال:

غذا کی تیاری انسان کی بنیادی ضرورت ہے جس کے لئے اللہ کی طرف سے پکوان کے کئی وسائل عطا کئے گئے ہیں، ماضی میں لکڑی، کوئلہ، اور گوبر کا استعمال عام تھا، لیکن موجودہ زمانہ میں گیس اور بجلی کا استعمال غالب ہوگیا ہے، یہ دونوں ایندھن ماحول دوست سمجھے گئے ہیں؛ کیونکہ ان میں لکڑی، کوئلہ اور گوبر کی طرح دھواں کا اخراج نہیں ہوتا ہے، عہد حاضر میں شہروں کی گنجان آبادی میں دھواں پیدا کرنے والے وسائل کا استعمال بہت زیادہ منفی اثرات کا ذریعہ بنتا ہے، اور انسانی صحت وجان پر اس کے بہت برے اثرات پڑتے ہیں، اس وقت دار الحکومت دہلی کی جو سنگین صورت حال ہے وہ اس کی ایک مثال ہے، اس لئے معاشرہ کو دھواں سے پاک رکھنا ضروری ہے، اور تحفظ ماحول کی خاطر پکوان کے لئے دھواں سے پاک وسائل کا استعمال شرعاً ضروری ہے، گرچہ کہ وہ دوسرے وسائل کے بہ نسبت مہنگے ہوں، کیونکہ کسی چیز کے مہنگا خریدنے میں ضرر خاص ہے اور دھواں والے وسائل کو استعمال کرنے میں ضرر عام ہے، اور شریعت اسلامیہ کا قاعدہ ہے:

''یتحمل الضرر الخاص لأجل دفع الضرر العام'' (شرح مجلة الاحکام: ۳۶، الاشباہ والنظائر: ۸۷)

(ضرر عام کو دور کرنے کے لئے ضرر خاص کا تحمل کیا جائے گا)۔

اس لئے قدرت واستطاعت کے باوجود آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال ایسے علاقوں میں درست نہیں ہوگا، جہاں دھواں ماحول کو خطرناک حد تک آلودہ کرتا ہو، اور اجتماعی ضرر کا ذریعہ بنتا ہو۔

---

[1] استاذ جامعہ عائشہ نسواں، حیدرآباد، ناظم مدرسہ اسلامیہ دار العلوم الربانیہ، حیدرآباد۔

۲۔ حکومت کی جانب گاڑیوں میں گیس کے استعمال کے لزوم کا حکم؟

حکومت کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اپنی رعایا کی صحت کے تحفظ کے اقدامات کرے، چناں چہ ان ہی اقدامات میں سے یہ بھی ہے کہ حکومت کسی خاص شہر میں یا کسی خاص گاڑی میں دھواں کو کثرت سے پیدا کرنے والی چیزوں پر روک لگا کر گیس کے استعمال کو لازم کرے، تا کہ دھواں سے پیدا ہونے والے مسائل کا سد باب ہو سکے، ظاہری بات ہے کہ یہ قانون مفاد عامہ سے تعلق رکھتا ہے، اور اس میں ضرر عام کی روک تھام بھی ہے، اس لئے دفع ضرر کی خاطر اس قانون پر عمل کرنا واجب ہوگا؛ کیونکہ فقہاء نے صراحت کی ہے کہ حکومت وقت کے ایسے قوانین جو کہ خلاف شرع نہ ہوں اور وہ مفاد عامہ کی خاطر نافذ کئے جائیں تو ان کی مخالفت حرام ہے، الشبکۃ الاسلامیہ کی فتوی کمیٹی کی جانب سے صادر فتوی میں ہے:

''أن القوانين التي لا تخالف الشرع وتقصد إلى تحقيق مصلحة الناس ودرء الشر عنهم، ومن ذلك القوانين المنظمة لملكية بعض السيارات يحرم على المسلم مخالفتها'' (فتاوى الشبكة الاسلامية: ۶۰۲۳۰)۔

(وہ قوانین جو کہ شریعت کے خلاف نہیں ہیں اور جن کا مقصد لوگوں کی مصلحتوں کا حصول اور ان سے شر کو دور کرنا ہے، جیسا کہ گاڑیوں کی ملکیت کا قانون، مسلمان پر اس کی مخالفت حرام ہے)۔

فتاوی دار العلوم دیو بند میں ہے: جب تک کسی شرعی احکام کی خلاف ورزی لازم نہ آئے اس وقت تک مسلمانوں کو بھی حکومت کے قوانین کی پابندی ضروری ہے۔ (فتاوی دار العلوم دیو بند: ۱۲۸۹۸)۔

دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس کراچی سے صادر ایک فتوی میں ہے:

حکومت وقت کے مفاد عامہ سے متعلق جائز قوانین کی پابندی کرنا (بشرطیکہ وہ قانون کسی شرعی حکم کے خلاف نہ ہو) شرعاً واجب ہے (ماہنامہ ''الابرار''، اپریل ۲۰۱۰ء)۔

اس لئے اگر حکومت کسی علاقہ میں گیس کی گاڑی کے استعمال کو لازم کرے تو وہاں پر اس قانون پر عمل کرنا لازم ہوگا اور اس کی مخالفت درست نہ ہوگی۔

اور اگر گیس کی گاڑیوں کے لزوم کے سلسلہ میں حکومت کی جانب سے کوئی ہدایت اور حکم نہ ہو تو پھر اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

(۱) شہر کی گنجان آبادی اور گاڑیوں کی کثرت وغیرہ کی وجہ سے ماحول میں زیادہ آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن سے اگر عام انسانی زندگی پر بہت زیادہ منفی اثرات پڑ رہے ہوں اور ماحول خطرناک حد تک آلودہ ہو رہا ہو اور اجتماعی ضرر پڑ رہا ہو تو پھر لوگوں کو ضرر سے بچانے اور ماحول کو پاک وصاف رکھنے کے لئے کم آلودگی والے ایندھن کو ترجیح دینا واجب ہوگا؛ کیونکہ قاعدہ شرعیہ ہے: ''الضرر یزال'' ضرر کو دور کیا جائے گا۔

اور اسلام میں دوسروں کو ضرر پہنچانا جائز نہیں ہے اور امر ناجائز سے بچنا واجب ہے، جیسا کہ متعدد احادیث میں یہ مضمون آیا ہے:

''عن ابن عباس قال: قال رسول الله ﷺ: "لا ضرر ولا ضرار'' (ابن ماجه: ۲۳۴۱)۔

(حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی کو نہ ابتداء نقصان پہنچایا جائے اور نہ بدلے میں)۔

بہر حال دفع ضرر کی خاطر ماحول کو خطرناک حد تک آلودہ کرنے والے ایندھن سے اجتناب لازم ہوگا۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ آبادی یا گاڑیوں کی قلت کی وجہ سے پٹرول وغیرہ سے ماحول خطرناک حد تک آلودہ نہ ہو رہا ہو تو پھر کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کو استعمال کرنا واجب نہیں ہوگا البتہ مستحب ہوگا؛ کیونکہ اسلام میں آلودگی سے فضا کو صاف رکھنا مرغوب اور پسندیدہ ہے۔

۳۔ جنریٹر کا استعمال:

روشنی کے حصول کے لئے جنریٹر کو استعمال کیا جاتا ہے، جنریٹر کے چلانے میں ڈیزل، پٹرول، گیس اور مٹی تیل کا استعمال کیا جاتا ہے، لیکن مٹی تیل اور پٹرول والے جنریٹر بہت دھواں چھوڑنے کی وجہ سے ماحول کو بہت زیادہ آلودہ کرتے ہیں جس کی وجہ سے بہت سے مقامات پر حکومت کی

جانب سے اس کے استعمال پر پابندی ہے، اس پس منظر میں زیادہ دھواں چھوڑنے والے جنزیٹر کے استعمال کا حکم یہ ہے کہ جن مقامات پر حکومت کی طرف سے امتناع ہے وہاں دفع ضرر کی خاطر کم دھواں چھوڑنے والے جنزیٹر کا استعمال واجب ہوگا اور زیادہ دھواں چھوڑنے والے جنزیٹر سے اجتناب واجب ہوگا؛ کیونکہ یہ بات پہلے تحریر ہو چکی ہے کہ حکومت کے ایسے قوانین جو مفاد عامہ اور مصالح کی خاطر نافذ کئے جاتے ہیں اور جن میں شرعی احکام کی مخالفت بھی نہیں ہوتی ہے تو ان قوانین کو ماننا واجب ہے۔ اور اس لئے بھی اس حکم کو اختیار کرنا واجب ہوگا؛ کیونکہ شرعی قواعد: "الضرر یزال" اور "یتحمل الضرر الخاص لأجل دفع الضرر العام" بھی اسی کے متقاضی ہیں۔

۴۔ شمسی توانائی کا استعمال:

آلودگی اس زمانہ کا اہم موضوع ہے، اور اس سے نجات کی مختلف صورتوں پر غور کیا جا رہا ہے، ان صورتوں میں سے ایک یہ بھی ہے شمسی توانائی کے استعمال کو فروغ دیا جائے، آج شمسی توانائی سے بہت سے کام لیے جا رہے ہیں۔ چاہے کھانا پکانا ہو، پانی گرم کرنا ہو یا مکانوں کو ٹھنڈا یا گرم رکھنا ہو۔ فصلوں کے دنوں میں دھان سکھانا ہو یا پائپوں کے ذریعے سینچائی وغیرہ ہو، اور یہ حقیقت ہے کہ روایتی توانائی کے ذرائع: کوئلہ، معدنی تیل، لکڑی اور گوبر وغیرہ کے بالمقابل غیر روایتی توانائی کے ذرائع: شمسی توانائی، آبی یا موجی توانائی، ہوائی توانائی وغیرہ ماحول دوست ہیں اور ان کا استعمال ماحول کو آلودگی سے محفوظ رکھتا ہے۔ اس لئے جو لوگ شمسی توانائی کے استعمال پر قادر ہوں ان کے لئے شرعاً یہ بات مستحسن ہوگی کہ وہ ان کو استعمال کریں اور ماحول کو آلودگی سے محفوظ رکھ کر آلودگی کے مضر اثرات سے کائنات اور اس میں بسنے والی اللہ کی مخلوق کی جان وصحت کے تحفظ میں اپنا مؤثر کردار ادا کریں۔ یہ عمل ان کے لئے اس وجہ سے مستحسن ہوگا کہ اسلام میں ماحول کو آلودگی سے محفوظ رکھنے کی بڑی اہمیت ہے، اور اسلام میں آلودگی کی روک تھام کے لئے واضح ہدایتیں موجود ہیں، جن کو اختیار کرنے سے آلودگی کے تمام اقسام سے نجات ملتی ہے۔

۵۔ انسانی آبادی میں کارخانوں کا قیام اور ان کے لئے حکومتی قوانین کی حیثیت:

صنعتی انقلاب کے اس دور میں انسانی ضروریات کی تکمیل کی خاطر بڑے پیمانے پر کارخانوں کا قیام عمل میں آیا، یہ کارخانے مصنوعات کی تیاری میں جو ایندھن استعمال کرتے ہیں وہ بہت زیادہ ماحول کو آلودہ کرنے والا ہوتا ہے، اسی لئے حکومت نے اس کے مضر اثرات کی روک تھام یا ان کو کم کرنے اور جانداروں کو ان کے منفی اثرات سے محفوظ رکھنے کی خاطر کئی قوانین بنائے ہیں، کہ کارخانہ آبادیوں سے باہر ہو، ان کی چمنیوں کو ایک خاص سطح تک اونچا رکھا جائے، کم سے کم ایندھن استعمال کیا جائے، جو آلودگی پیدا کرنے کا باعث نہ ہو، اور فضلات کو تحلیل کرنے کی تدبیر اختیار کی جائے، ظاہری بات ہے کہ ان قوانین کا مقصد انسان وحیوان کی صحت وجان کا تحفظ اور انسانی ماحول کو زہر آلود ہونے سے بچانا ہے، کہ اگر ان کی رعایت نہ کی جائے تو یہ مختلف مہلک امراض کا سبب بن جائیں گے، اور یہ کوئی فرضی تصور نہیں ہے، بلکہ یہ حقیقت ہے کہ بہت سے بڑے شہروں میں ان قوانین کی عدم پاسداری کی وجہ سے انسانی زندگی برے اور مہلک اثرات سے دوچار ہے، اور اگر اس پر کنٹرول نہیں کیا گیا تو اور بھی برے نتائج سامنے آسکتے ہیں۔ چونکہ ان قوانین کا مقصد ماحول کا تحفظ اور انسان وجاندار کو خطرات وامراض سے بچانا ہے، اس لئے ایسے قوانین کی خلاف ورزی درست نہ ہوگی؛ کیونکہ انسانوں کو ضرر سے بچانا مقاصد شریعت میں سے ہے اور انسانی مفادات اور ملکی مصلحتوں پر مبنی حکومتی قوانین اگر خلاف شرع نہ ہوں تو ان کی اتباع واجب ہوتی ہے، جیسا کہ یہ بات ماقبل میں ذکر کی جا چکی ہے۔ نیز فقہاء نے پڑوسی کو نقصان پہنچنے کی صورت میں تنور بنانے سے روکا ہے، اس کے ذریعہ پہنچنے والے ضرر کو دور کرنے کا حکم دیا ہے، علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد میارہ لکھتے ہیں:

"یزال الضرر عن الجار لقوله علیه الصلاة والسلام لا ضرر ولا ضرار وذلك كإحداث الفرن الذي یؤذي القریب منه بدخانه وناره" (الاتقان والاحکام ۲/۲۴۵)۔

(پڑوسی سے ضرر کو دور کیا جائے گا؛ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: لاضرر ولاضرار، جیسے کہ ایسا تنور بنانا جو پڑوسی کو دھواں اور آگ کے ذریعہ اذیت دے رہا ہو)۔

۶۔ذبیحہ کے ناقابل استعمال اجزاء کے سلسلہ میں شرعی ہدایت:

لحمی جانوروں کے کئی اجزاء وہ ہیں جن کو غذائی ضرورتوں میں استعمال نہیں کیا جاتا، اور عام طور پر ان کو دیگر ضرورتوں میں یا مختلف مصنوعات کی تیاری میں بھی استعمال نہیں کیا جاتا ہے، بلکہ اسے پھینک دیا جاتا ہے، ان ناقابل استعمال اجزاء کو دفن کرنا اصلاً واجب ہے یا نہیں اس کا حکم مردار جانوروں کے حکم پر قیاس سے کیا جاسکتا ہے؛ کیونکہ اس میں کلیت وجزئیت کی نسبت موجود ہے، مردار جانوروں کے سلسلہ میں ایک حدیث یہ منقول ہے:

''عن ابن عباس أن رسول الله صلى الله عليه وسلم مرّ بشاة مطروحة أعطيتها مولاة لميمونة من الصدقة، فقال النبی ﷺ: ألا أخذوا إهابها فدبغوه فانتفعوا به؟'' (مسلم: ۳۶۳)۔

(حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایک پھینکی ہوئی (مردار) بکری کے پاس سے گزرے جو حضرت میمونہؓ کی باندی کو صدقہ میں دی گئی تھی، تو نبی ﷺ نے فرمایا: لوگوں نے اس کی کھال کو کیوں نہ نکال لیا کہ دباغت کے بعد اس سے فائدہ اٹھاتے)۔

یہ روایت متعدد کتب حدیث میں مختلف طرق سے منقول ہے، لیکن کسی میں بھی یہ منقول نہیں ہے کہ آپ نے اس کو یونہی پھینکنے سے منع کیا یا دفن کرنے کا حکم دیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مردار جانور کو دفن کرنا شرعاً لازم نہیں ہے، اگر لازم ہوتا تو آپ یونہی پھینکنے سے منع فرماتے اور دفن کرنے کا حکم دیتے، اس لئے ذبیحہ کے ناقابل استعمال اجزاء کو دفن کرنا یا کسی کیمیکل سے اس کی تحلیل کا انتظام کرنا اصلاً واجب نہیں ہے۔

البتہ اسلام میں ایذاء رسانی حرام ہے اور راستوں سے تکلیف دہ چیزوں کے ہٹانے کا حکم ہے نیز لوگوں کی گزرگاہوں کو گندہ کرنے سے سختی سے روکا گیا ہے اور اس عمل کو لعنت کا موجب بتایا گیا ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''اتقوا الملاعن الثلاث: البراز فی الموارد والظل وقارعة الطريق'' (سنن ابن ماجہ: ۳۲۸)۔

(تین لعنت کی چیزوں: یعنی پانی لینے کی جگہ پر، سایہ میں (جہاں لوگ بیٹھتے ہوں) اور راستہ میں قضائے حاجت کرنے سے بچو)۔

ان تین چیزوں کی ممانعت اسی لئے ہے کہ اس سے راستے گندے ہوتے ہیں اور گزرنے والوں کو اس سے اذیت ہوتی ہے، اسلام نے مزید آگے بڑھتے ہوئے راستوں کو پاک وصاف رکھنے کی اہمیت کو اس طور پر بھی واضح کیا ہے کہ خود تو اس کو گندا کرنے سے بچنا ہی ہے، بلکہ اگر کسی اور نے گندا کر دیا ہے تو ایمان والوں کو تعلیم دی گئی ہے کہ وہ اس کو صاف کر کے ثواب کے مستحق بنیں، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''من أماط أذى عن طريق المسلمين كتبت له حسنة ومن تقبلت منه حسنة دخل الجنة'' (معجم طبرانی کبیر: ۱۶۸۹۲)۔

(جس نے مسلمانوں کی راہ سے کسی تکلیف دہ چیز کو ہٹادیا تو اس کے لئے ایک نیکی لکھی جائے گی، اور جس کی ایک نیکی قبول ہوگئی تو وہ جنت میں داخل ہوگا)۔

اس لئے راستوں یا عام گزرگاہوں پر ذبیحہ کے ناقابل استعمال اجزاء کو پھینکنا جائز نہیں ہے؛ کیونکہ یہ بھی ''اذی'' (گندگی) ہے اور اس سے گزرنے والوں کو سخت اذیت ہوتی ہے۔

''لا يجوز لأی شخص كان أن يحدث أو ينشئ فی طريق المسلمين ما يضرّهم ويضيّق عليهم الطّريق؛ لأنّ الطّريق العام ملك لعامّة المسلمين'' (موسوعة القواعد الفقهية ۸/ ۱۰۸۷)۔

(کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ مسلمانوں کے راستہ میں کوئی ایسا کام کرے یا کوئی ایسی چیز بنائے جو مسلمانوں کو تکلیف پہنچاتی ہو اور ان کے راستہ کو تنگ کرتی ہو، اس لئے کہ عوامی راستہ عام مسلمانوں کی ملکیت ہے)۔

نیز گنجان آبادی کے درمیان ہی اس کو اگر کسی جگہ پھینکا جائے اور زائد مقدار میں ایک ہی جگہ جمع ہو جائے تو اس سے اس کے اطراف کے ماحول میں بھی تعفن، بدبو اور امراض پھیلتے ہیں اس لئے اس سے بھی بچنا ضروری ہوگا اور ضرر عام کی وجہ سے اس کی بھی اجازت نہ ہوگی۔ علامہ عبدالرحمن بن نصر علیہ الرحمۃ ان مچھلیوں کے بارے میں لکھتے ہیں جو خراب ہو جاتی ہیں اور سڑ جاتی ہیں:

''ومتى مذر السمك المكسود والطريح، وجب أن يرمى على المزابل خارج البلد'' (نهاية الرتبة: ۳۳)۔

(جب زمین پر ڈالی ہوئی اور جمع کی ہوئی مچھلیاں سڑ جائیں تو اسے شہر کے باہر کچڑے کی جگہ پر پھینکنا واجب ہے)۔

ہاں اگر آبادی سے باہر کسی مقام پر یا آبادی کے درمیان حکومت وغیرہ کی جانب سے متعین کسی مقام پر اس کو پھینکا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے؛ کیونکہ اس صورت میں کوئی ضرر وایذا نہیں ہے۔ اس لئے کہ حکومت کی جانب سے جو مقام گندگیوں کے پھینکنے کے لئے متعین ہوتے ہیں وہاں سے ان کو صاف کرنے یا ان کو تحلیل کرنے کا بھی اہتمام ہوتا ہے، جس کی وجہ سے مضر اثرات سے حفاظت رہتی ہے۔ لیکن اگر حکومت اپنے فرائض سے غافل ہو اور صفائی اور حفاظتی انتظامات سے مکمل بے توجہی برتی جارہی ہو اور گندگی کے جمع ہونے کے بعد عام طور پر اٹھانے کا کوئی انتظام نہ ہو، اور وہاں پر گندگی کے جمع ہونے سے اطراف کے باشندوں کو ضرر کثیر پہنچ رہا ہو تو پھر اس جگہ گندگی اور ذبیحہ کے غیر ماکول اجزاء ڈال کر اسے مزید پر تعفن بنانا درست نہیں ہوگا؛ کیونکہ اس مقام کے اس مقصد کے لئے متعین ہونے کی وجہ سے گرچہ یہ بھی اس سے استفادہ کا حق رکھتا ہے؛ لیکن اس جگہ پر صفائی کا اہتمام نہ ہونے کی وجہ سے اس جگہ کا استعمال کر کے یہ بھی ضرر پہنچانے والوں میں شامل ہو جائے گا جبکہ فقہاء نے یہ صراحت کی ہے کہ اگر کوئی انسان اپنی ملکیت میں کوئی ایسا تصرف کرتا ہے جو دوسروں کے لئے بیّن ضرر کا ذریعہ ہو تو اسے اپنے ملک میں ایسے تصرف سے روکا جائے گا۔ اور اگر ضرر کثیر نہ ہو بلکہ ضرر قلیل ہو اس طور پر کہ صفائی کا کچھ نہ کچھ انتظام ہو، یا اس کے اطراف آبادی کے مکان کچھ فاصلہ پر ہوں، یا بہت کم مقدار میں اس طرح کی چیزیں وہاں ڈالی جاتی ہوں اور مٹی میں تحلیل ہو کر باعث مضرت نہ ہوتی ہوں وغیرہ، تو معمولی ضرر کو برداشت کر کے اس جگہ کا اس مقصد کے لئے استعمال اور اس سے استفادہ درست ہوگا۔ جیسا کہ موسوعۃ القواعد الفقہیہ کی عبارت سے یہ بات واضح ہوتی ہے، لکھتے ہیں:

''لا يمنع الرّجل من التصرف في ملكه إذا لم يضرّ بغيره ضررًا بيّنًا . . . فالمالك له الحقّ في التّصرف بما يملكه كيف يشاء، ولو أضرّ ذلك بغيره، ما لم يتعمّد الضّرر. ولكن هٰذه القاعدة تقيّد تصرّف المالك في ملكه بقيد عدم حصول الضّرر الفادح بغيره، أمّا إذا كان يتصرّف في ملكه بما يضرّ غيره ضررًا بيّنًا واضحًا فإنّه يمنع من ذلك التّصرّف. لأنّ تصرّفه مقيّد بقيد السّلامة وهٰذا عند أبي حنيفة رحمه الله وعليه الفتوى والعمل.

من أمثلة هٰذه القاعدة ومسائلها: إذا أراد صاحب الدّار أن يبني في داره اصطبلًا، أو حمامًا عامًّا، أو تنورًا، يمنع من ذلك؛ لثبوت الضّرر على الجيران. ومنها: إذا أراد أن يجعل في داره مصنعًا أو ورشة فإنّه يمنع من ذلك لما فيه من الإيذاء الواضح والضّرر البيّن على الآخرين'' (موسوعة القواعد الفقهية ۸/ ۱۰۸۵)۔

(انسان کو اپنے ملک میں تصرف سے نہیں روکا جائے گا جب تک وہ دوسروں کو بیّن ضرر نہ پہنچائے ...... پس مالک کو اپنی ملکیت میں جیسا چاہے تصرف کا حق ہے، اگر چہ کہ وہ دوسروں کو نقصان پہنچائے، بشرطیکہ اس کا ارادہ ضرر پہنچانے کا نہ ہو، لیکن اس قاعدہ میں یہ قید ہے کہ مالک کے اپنے ملک میں تصرف سے دوسرے کو ضرر کثیر نہ پہنچے، چناں چہ اگر مالک کے اپنے ملک میں تصرف کی وجہ سے دوسروں کو واضح بیّن ضرر پہنچ رہا ہو تو اسے اس تصرف سے روکا جائے گا، اس لئے کہ اس کے تصرف میں سلامتی کی قید ہے، یہی امام ابوحنیفہ کی رائے ہے اور اسی پر فتوی اور عمل ہے۔

اس قاعدہ کی مثالوں اور اس کے مسائل میں سے یہ ہے کہ اگر کسی گھر کا مالک اپنے گھر میں اصطبل یا عوامی حمام یا تنور بنانا چاہے، تو اسے اس سے روکا جائے گا؛ کیونکہ اس سے پڑوسیوں کو ضرر پہنچے گا۔

اسی طرح اگر اپنے گھر میں (پڑوسیوں کو نقصان پہنچانے والا) کارخانہ یا ورکشاپ بنانا چاہے تو بھی اسے اس سے روکا جائے گا؛ کیونکہ اس میں دوسروں کے لئے واضح ایذاء رسانی اور بیّن ضرر ہے)۔

لحمی جانوروں کے ناقابل استعمال اجزاء سے عام طور پر ایسے وقت میں ماحول میں بہت زیادہ تعفن پھیلتا ہے جبکہ بڑی مقدار میں ان اجزاء کو ایک ہی جگہ ڈال دیا جائے، اور صفائی وتحلیل کا کوئی انتظام نہ کیا جائے، اور اس سے متعدد امراض پھیلتے ہیں، اس لئے حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ عوام کی صحت کی حفاظت کے اقدامات کرے، اور حکومت کی ذمہ داری ہے کہ ایسی چیزوں سے آبادی کو پاک رکھنے کا اہتمام کرے، اور جدید ٹکنالوجی سے استفادہ کرتے ہوئے اس کی تحلیل کا نظام بنائے اور آبادی کو اس کے برے اثرات سے محفوظ رکھنے کی تدبیریں کرے تاکہ ماحول میں تعفن نہ ہو؛ کیونکہ انسانی آبادی کو تعفن سے بچانے کا اہتمام عوام کی صحت کے تحفظ کا لازمی حصہ ہے۔

اسی طرح عوام کی بھی ذمہ داری ہے کہ ممکنہ حد تک دوسروں کو ضرر سے بچانے کا اہتمام کریں اور اس کو اس طرح نہ پھینکیں جو ماحول کو گندا کرے یا لوگوں کے لئے باعث تکلیف ومضرت ہو۔

۷۔ پلاسٹک کی تھیلیوں کا استعمال:

موجودہ زمانہ میں پلاسٹک کی تھیلیوں کا استعمال عام ہے، بلکہ سامان کے حمل ونقل میں ہر پیمانے پر اس کا استعمال ہو رہا ہے، جبکہ ماہرین اس کے استعمال کو بہت مضر بتاتے ہیں؛ کیونکہ پلاسٹک طویل عرصہ تک زمین میں تحلیل نہیں ہوتا ہے، اور اسے ختم کرنے کے لئے جب اسے جلایا جاتا ہے تو بہت کثیف دھواں پیدا ہوتا ہے، اسی لئے ماہرین کا کہنا ہے کہ ماحول کو اس سے بہت زیادہ نقصان پہنچتا ہے۔

أنها شديدة الضرر على البيئة لعدم تحللها بسرعة وصمودها الفترة طويلة (ما بين 400 إلى 1000 سنة) (ویکیپیڈیا: کیس نایلون)

یہی وجہ ہے کہ کئی ممالک میں اس کی روک تھام کی تدبیریں بھی کی گئی ہیں، اور اس کے استعمال پر پابندی لگائی ہے۔

شرعی نقطۂ نظر سے اس کی مضرت کے پہلو پر غور کیا جائے تو دفع ضرر کی خاطر اس کا استعمال ممنوع ہونا چاہئے، لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس کا استعمال "عموم بلوی" کی حد تک ہے؛ کیونکہ عموم بلوی کی شکلوں میں سے ایک شکل یہ بھی ہے کہ کوئی چیز اس قدر عام ہو کہ لوگوں کا اس سے بچنا ممکن نہ ہو اور لوگوں کو اپنی روزمرہ کی زندگی میں اس کی ضرورت بھی درپیش ہو، پلاسٹک کی تھیلیوں کے استعمال کی صورت حال بھی یہی ہے کہ اس کا استعمال عام ہے اور عموماً اس کا متبادل مہیا نہیں ہے، اس لئے شرعی ضابطہ کے تحت عموم بلوی کی صورت میں ملنے والی یُسر وآسانی اس کے حکم میں بھی ملحوظ رکھی جائے گی، تاکہ عام انسانی زندگی میں مشقت وحرج پیدا نہ ہو۔ موسوعۃ القواعد الفقھیۃ میں مذکور ہے:

"فما كثر وقوعه وابتلاء أكثر الناس به خفّ أثره، ووجب تيسير حكمه وعدم التّشدّد فيه؛ لأنّ التّشدّد فيه يوقع النّاس في الحرج والضّيق، والحرج في الشّريعة مدفوع ومرفوع" (موسوعة القواعد الفقهية ۹/ ۱۸۴)۔

(جس چیز کا وقوع بکثرت ہو اور اکثر لوگ اس سے دوچار ہوں تو اس کے اثر میں نرمی ہوگی، اور یہ واجب ہوگا کہ اس کے حکم میں آسانی اختیار کی جائے تشدد اختیار نہ کیا جائے؛ کیونکہ اس میں تشدد اختیار کرنے سے لوگ حرج وتنگی سے دوچار ہوں گے، حالانکہ شریعت میں حرج کو ختم اور دور کیا گیا ہے)۔

اس لئے پلاسٹک کی تھیلیوں کی موجودہ صورت حال کی وجہ سے اس کا استعمال جائز ہے، تاہم یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے ماحول دوست متبادل کو فروغ دینے اور عام انسانی ضرورتوں میں اس کے استعمال کو عام کرنے کی تدبیریں کی جائیں۔

۸۔ عوامی مقامات پر بیڑی اور سگریٹ نوشی:

سگریٹ، بیڑی اور حقہ وغیرہ انتہائی نقصاندہ ہیں، ان کے مضر اثرات دل، معدہ، بلڈ پریشر اور سانس پر اثر انداز ہوتے ہیں اور کینسر جیسی مہلک بیماری اس کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، بالخصوص پھیپھڑے کے کینسر کے اسباب میں سے ایک اہم سبب سگریٹ نوشی ہے۔ اور چونکہ ان سے انتہائی کثیف اور مسموم دھواں نکلتا ہے اس لئے ماحول پر بھی اس کا برا اثر پڑتا ہے، اور پینے والوں کے متعلقین اور اس ماحول میں رہنے والوں پر بھی اس کے مضر اثرات پڑتے ہیں، شرعی نقطۂ نظر سے تو ان چیزوں کا استعمال حد درجہ ناپسندیدہ بلکہ ممنوع ہے؛ کیونکہ صحت کا تحفظ اسلام میں بڑی اہمیت کا حامل ہے، اور جو چیزیں صحت انسانی کے لئے مضر اور مہلک ہیں ان کا استعمال ممنوع ہے، قرآن کریم میں اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے:

"ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة" (سورہ بقرۃ: ۱۹۵) (اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو)۔

علامہ شوکانی علیہ الرحمۃ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"فكل ما صدق عليه أنه تهلكة في الدين أو الدنيا فهو داخل في هذا" (فتح القدير للشوكاني، بقرة: ۱۹۵)۔

(ہر وہ چیز جس پر یہ بات صادق ہو کہ وہ دینی یا دنیاوی اعتبار سے ہلاکت خیز ہے وہ آیت میں داخل ہے)۔

علامہ آلوسی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

''واستدل به علی تحریم الاقدام علی ما یخاف منه تلف النفس'' (روح المعانی .بقرة :۱۹۵)۔
(اس آیت کے ذریعہ اس چیز پر اقدام کرنے اور اس کو اختیار کرنے کے حرام ہونے پر استدلال کیا گیا ہے جس سے جان کے ختم ہونے کا اندیشہ ہو)۔

ان تفسیری اقوال کی روشنی میں یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ سگریٹ، بیڑی اور حقہ وغیرہ جو انسان کو مہلک امراض میں مبتلاء کرتی ہیں ان سے بچنا لازم ہے؛ کیونکہ اللہ نے ایسی چیزوں سے دور رہنے کا حکم دیا ہے جو انسان کی ہلاکت کا باعث ہیں۔اور شریعت اسلامیہ میں ان چیزوں کا کھانا، پینا حرام یا کم از کم مکروہ ہے جو انسان کی صحت یا عقل کے لئے نقصان دہ ہو (تفصیل کیلئے دیکھئے: الموسوعة الفقهية ۵/۱۲۵)۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب لکھتے ہیں:

زردہ اس سے زیادہ سگریٹ اور اس سے بھی بڑھ کر گٹکا صحت انسانی کے لئے نقصاندہ ہے، اس لئے اس سے بچنا واجب ہے اور اس کا استعمال مکروہ ہے؛ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیہ وسلم نے نشہ آور اور صحت کے لئے مضرت رساں دونوں طرح کی چیزوں سے منع فرمایا ہے، اور اب ان چیزوں کا صحت کے لئے سخت نقصاندہ ہونا پوری طرح ثابت ہو چکا ہے (کتاب الفتاوی ۶/۱۸۸)۔

ان اقتباسات کی روشنی میں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ایسی چیزوں کا استعمال شریعت کی نظر میں مکروہ تحریمی ہے؛ کیونکہ اس پر ہونے والی تحقیقات یہ ثابت کرتی ہیں کہ انسانی صحت وجان کے لئے یہ ایسا زہر ہے جو تدریجی طور پر انسان کو موت وہلاکت تک پہنچاتا ہے، ساتھ ہی اس میں مال کا ضیاع بھی ہے جو مستقل ایک معصیت ہے۔

اور عوامی مقامات پر بیڑی، سگریٹ یا حقہ پینا ماحول کو بہت زیادہ نقصان پہنچاتا ہے، اور ماحول میں رہنے والے لوگوں کے قلب ودماغ تک اس کے مضر اثرات پہنچتے ہیں، اور ان میں پھیپھڑوں کے کینسر کے علاوہ دیگر متعدی مہلک امراض کا ذریعہ بنتے ہیں، اسی لئے عوامی مقامات پر ان چیزوں کو استعمال کرنا قانونی طور ممنوع ہے، تاکہ عام افراد اس کے برے اثرات سے محفوظ رہیں۔شرعی نقطہ نظر سے عوامی مقامات پر ان کو پینا ناجائز ہے، اور اس میں کئی قباحتیں ہے:

(۱) عوام کی فلاح وبہبود سے متعلق ملکی قوانین کی مخالفت ہے، اور اسلام ایسے قوانین پر عمل کو واجب قرار دیتا ہے۔

(۲) ماحول کو مسموم کرنا اور دوسروں کو ضرر پہنچانا ہے، اور اسلام میں دونوں ہی ممنوع ہیں۔

(۳) عوامی مقامات پر ان کو پینا مکروہ عمل کا اعلان کرنا ہے اور کسی مکروہ عمل کا علی الاعلان ارتکاب بھی معصیت ہے۔

ان قباحتوں کی وجہ سے شرعاً عوامی مقامات پر سگریٹ، بیڑی اور حقہ پینا ناجائز ہوگا، اور اس عمل سے اجتناب لازم ہوگا۔

۹۔ راستوں اور عوامی مقامات پر قضائے حاجت اور گلیوں میں گندے پانی کا اخراج:

راستوں اور عوامی مقامات پر قضائے حاجت کرنا اسلام کی نظر میں انتہائی برا عمل ہے، جس سے بچنا واجب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے

''اتقوا الملاعن الثلاث : البراز فی الموارد والظل وقارعة الطریق'' (سنن ابن ماجه :۳۲۸)۔
(تین لعنت کی چیزوں: یعنی پانی لینے کی جگہ پر، سایہ میں (جہاں لوگ بیٹھتے ہوں) اور راستہ میں قضائے حاجت کرنے سے بچو)۔

اس حدیث میں تین جگہوں پر قضائے حاجت سے روکا گیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان جگہوں سے عام لوگوں کا گزر ہوتا ہے اور وہ اس سے استفادہ کرتے ہیں، اور قضائے حاجت کے ذریعہ ان کو گندا کرنے سے عام لوگوں کو اذیت پہنچے گی، ریلوے اسٹیشن، بس اسٹینڈ اور دیگر عوامی مقامات پر بول وبراز کرنے میں بھی یہی علت موجود ہے کہ اس سے مسافرین اور آنے جانے والوں کو اذیت پہنچے گی، اور اس میں طبعی اذیت کے ساتھ ساتھ ضرر بھی ہے کہ اس سے ماحول میں تعفن پیدا ہوتا ہے، اس لئے ریلوے اسٹیشن، بس اسٹینڈ اور دیگر عوامی مقامات اور راستوں پر بول وبراز کرنا مکروہ تحریمی ہے، جس سے بچنا واجب ہے۔

''ویکره البول والغائط فی الماء ولو کان جاریا ویکره علی طرف نهر أو بئر أو حوض أو عین أو تحت شجرة مثـ

أو فی زرع أو فی ظل ینتفع بالجلوس فیه ویکره بجنب المساجد ومصلی العید وفی المقابر وبین الدواب وفی طرق المسلمین'' (البحر الرائق: ۱/ ۲۵۶)۔

(پانی میں بول وبراز کرنا مکروہ ہے گرچہ کہ وہ بہتا ہوا پانی ہو، نہر یا کنواں یا حوض یا چشمہ کے کنارے، یا پھل دار درخت کے نیچے یا کسی کھیتی میں یا کسی سائے میں جس میں لوگ بیٹھتے ہیں بول وبراز کرنا مکروہ ہے، اور مسجد اور عیدگاہ سے لگ کر اور قبرستان میں، چوپایوں کے درمیان، اور مسلمانوں کے راستوں میں بول وبراز کرنا مکروہ ہے)۔

ان چیزوں میں کراہت کا جو حکم ہے اس سے مراد مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ علامہ طحطاویؒ نے اس بحث کے ضمن میں صراحت کی ہے:

''إطلاق الکراهة یقتضی التحریم'' (حاشیۃ الطحطاوی: ۵۳) (کراہت کا لفظ مطلقاً بولنا تحریم کا تقاضا کرتا ہے)۔

گندے پانی اور فضلات کو کھلی نالیوں اور گلیوں میں بہانے میں بھی اذی اور ضرر ہے اس لئے اس کا بھی وہی حکم ہے جو راستوں اور عوامی انتفاع کی جگہوں پر بول وبراز کا ہے، اور اس سے بچنا واجب ہے۔ علامہ عبدالرحمن بن نصر شافعیؒ لکھتے ہیں:

''کسی کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ اپنے مکان یا دوکان کی دیوار معہود و متعین گزرگاہ میں نکالے، اسی طرح ہر وہ عمل جائز نہیں ہے جس میں راستہ پر چلنے والوں کے لئے اذیت وضرر ہو، جیسے کہ سردی کے موسم میں مکان کا پرنالہ راستہ پر نکالنا، گندے پانی کی نالیوں کو گرمی کے موسم میں بیچ راستہ میں بہانا، ایسی صورت میں نگراں کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ پرنالہ والوں کو یہ حکم دے کہ وہ اس کے بدلہ میں اپنی دیوار میں ہی کوئی ایسی نالی بنائے جس میں چھت کا پانی بہے، اور ہر شخص جس کے گھر کی گندی نالی راستہ پر نکل رہی ہو تو گرمی کے موسم میں نگراں اسے اس بات کا پابند کرے گا کہ اسے بند کرے اور گھر کے اندر ایسا گڑھا کھودے جس میں پانی جمع ہو'' (نہایۃ الرتبۃ الشریفۃ: ۱۴)۔

ڈاکٹر محمد صدقی غزی لکھتے ہیں:

''إذا سلط إنسان میزابه علی الطریق العام بحیث یضر بالمارین، فإنه یزال'' (الوجیز فی ایضاح قواعد الفقه الکلیة: ۲۵۸)۔

(اگر کوئی انسان اپنی نالی عام راستہ پر کھول دے جس سے گزرنے والوں کو تکلیف ہو تو اسے دور کیا جائے گا)۔

لیکن یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ بہت سی آبادیاں ایسی بھی ہوتی ہیں جہاں کے رہنے والوں کے سامنے اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں ہوتا، مثلاً بہت سے مقامات پر حکومت کی جانب سے ہی کھلی نالیاں بنائی گئی ہیں، جن میں عوام کو اپنی ڈرینج لائن کو جوڑنے کی اجازت وسہولت ہوتی ہے، اور بہت سے مقامات وہ ہیں جہاں نالیوں اور ڈرینج کا کوئی نظم ہی نہیں ہے وہاں پر مستعمل پانی کو باہر بہانے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہوتا، زیادہ سے زیادہ وہاں پر لوگ صرف اتنا کر سکتے ہیں اور کرتے ہیں کہ بول وبراز کو باہر بہانے کے بجائے ایک مخصوص گڑھا کھود کر اس میں بہادیتے ہیں، لیکن اس میں عام مستعمل پانی کو بہانے کی گنجائش نہیں ہوتی ورنہ وہ جلد بھر کر پھر راستوں کو اور بھی زیادہ گندہ کرنے کا ذریعہ بنتا ہے، ایسے حالات میں اگر لوگوں کو مستعمل پانی باہر راستوں میں بہانے سے روکا جائے تو اس میں حرج عظیم لازم آئے گا؛ کیونکہ ہر آدمی اس کے لئے بڑی رقم خرچ کر کے ایسا نظام بنانے پر قادر بھی نہیں ہوتا کہ اس کے گھر کے سارے فضلات اور گندے پانی کسی مخصوص حوض میں گریں اور وہیں پر تحلیل ہوتے رہیں، خاص طور پر ایسے علاقوں میں جہاں پر اکثر کالونیاں پہاڑی علاقوں میں آباد ہیں اور مختصر سے زمین پر پورا گھر بنا ہے؛ کیونکہ وہاں گڑھا کھودنا بہت مشکل اور بڑے خرچ والا عمل ہوتا ہے، جو بسا اوقات بہت سے کم آمدنی یا متوسط آمدنی والوں کی وسعت سے باہر ہوتا ہے، اس لئے اس اضطراری حالت میں ''المشقة تجلب التیسیر''، اور ''الضرر یزال'' اور ''ولا محرم مع اضطرار'' کے قواعد کے تقاضے کے تحت اور اضطرار کی رعایت میں ایسے مقامات کے لوگوں کو اس بات کی اجازت ہوگی کہ وہ مستعمل پانی کو باہر بہائیں یا جہاں پر کھلی نالیاں ہی ہیں تو وہاں کے لوگوں کو بھی اس سے استفادہ کی اجازت ہوگی، تاہم ان کے لئے بھی اس بات کی کوشش لازم وضروری ہوگی کہ ممکنہ حد تک وہ اس بات کی کوشش کریں کہ عام لوگوں کو ضرر نہ پہنچے یا راستے کے مقاصد فوت نہ ہوں، اور اگر نالیاں کھلی ہیں اور حکومت کی جانب سے اس کو بند کرنے پر پابندی نہ ہو تو اپنی حد تک اس کو بند کرنے کا اہتمام کریں؛ کیونکہ قاعدہ شرعیہ ہے:

''الضرر یدفع بقدر الإمکان'' (مجلۃ الاحکام: ۱۳۰) (ممکنہ حد تک ضرر کو دور کیا جائے گا)۔

لیکن عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ لوگ راستوں پر بلا ضرورت بھی مستعمل پانی بہادیتے ہیں، یا مجبوری کی صورت میں بھی ایسے انداز سے بہاتے ہیں

کہ راستہ ایسا خراب ہوجاتا ہے کہ گزرنا دشوار ہوجاتا ہے، راستہ کو ایسا خراب کرنا یا بغیر اضطراری مجبوری کے راستہ پر پانی بہانا جائز نہیں ہے۔

البتہ یہ اشکال ہوتا ہے کہ عام راستوں پر پانی بہانے میں ضرر عام ہے اور بہانے پر ممانعت نافذ کرنے میں ضرر خاص ہے، اور ضرر خاص کو برداشت کر کے ضرر عام کو دور کیا جاتا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر اگر ان کالونیوں کی حقیقی صورت حال دیکھی جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ ممانعت کی صورت میں اس کالونی میں رہنے والوں کے بہ نسبت یہ ضرر عام ہے، جو نا قابل تحمل ہے، اور بہانے کی اجازت ضرر عام ہے جو قابل تحمل ہے؛ کیونکہ راستوں پر پانی رفتہ رفتہ زمین میں جذب ہوتے اور سورج کی شعاعوں کے پڑنے پر سوکھ جاتے ہیں، یا ادھر ادھر منتشر ہو کر ختم ہوجاتے ہیں، لیکن اگر ہر آدمی کو اس سے روکا جائے تو اپنے گھر کے اندر اس کا نظام بنانا اس کے لئے ممکن نہیں ہوتا، اور گنجان آبادی کے چھوٹے چھوٹے ہر گھر میں اس طرح گندے پانی کا کسی گڑھے میں جما ؤ رہے تو اس سے پھیلنے والا تعفن اور اس سے پیدا ہونے والے مچھر اور کیڑے صرف گھر والوں کے لئے ہی نہیں بلکہ پوری بستی کے لئے متعدد امراض کا ذریعہ بن جائیں گے، اور یہ پورے علاقے کے لئے نا قابل تحمل ضرر عام بن جائے گا، اور قاعدہ شرعیہ ہے:

''الضرر لا يزال بمثله، ولا بما هو فوقه بالأولى، بل بما هو دونه ... الضرر يزال أي إلا إذا كانت إزالته لا تتيسر إلا بإدخال ضرر مثله على الغير، فحينئذ لا يرفع بل يجبر بقدر الإمكان'' (شرح القواعد الفقهية: ۱۹۵)۔

(ضرر کو اس کے برابر ضرر یا اس سے بڑے ضرر سے دور نہیں کیا جائے گا، بلکہ اس سے کم تر ضرر سے دور کیا جائے گا،...... ضرر کو دور کیا جائے گا مگر اس وقت اس کا تحمل کیا جائے گا جبکہ اس کو دور کرنا اسی جیسا ضرر دوسرے کو پہنچائے بغیر ممکن نہ ہو، ایسی صورت میں اس کو دور کرنے کے بجائے ممکنہ حد تک کم کیا جائے گا)۔

لیکن بہر حال یہ حکم مجبوری کی حد تک محدود ہے، ورنہ عام حالات میں یا وسعت وقدرت کی صورت میں عام راستوں پر گندے پانی کا بہانا مکروہ تحریمی ہے، جس سے بچنا واجب ہے۔ ساتھ ہی ارباب حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ انسانی آبادی سے گندے پانی کے اخراج کا انتظام کریں تا کہ اس کے منفی اثرات سے انسان محفوظ رہیں۔

۱۰۔ راستوں اور عوامی مقامات پر تھوکنا:

زمین پر تھوکنا انسانوں کے لئے جائز ہے، علامہ بہوتی لکھتے ہیں:

''ويباح أن يبصق ونحوه بغير مسجد عن يساره وتحت قدمه'' (شرح منتهی الارادات: ۱/ ۲۱۳)

(مسجد کے علاوہ کسی اور مقام پر بائیں جانب یا قدم کے نیچے تھوکنا جائز ہے)۔

اس لئے راستہ میں تھوکنا نا جائز نہیں ہوگا، خاص طور پر جب انسان کو اس کی ضرورت درپیش ہوجائے تو تھوکنا ہی پسندیدہ ہے؛ کیونکہ منہ میں تھوک کو جمع کرنا اور نہ پھینکنا ناپسندیدہ ہے، البتہ ایسے حالات میں یہ خیال رکھنے کی بھی اسلام تعلیم دیتا ہے کہ محترم مقامات پر یا ایسی جگہوں پر نہ تھوکیں جس سے دوسروں کو اذیت ہو، احادیث میں راستوں سے اذیت کی چیزیں دور کرنے کو صدقہ کہا گیا ہے اور ایمان کے شعبوں میں شمار کیا گیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''الايمان بضع وسبعون شعبة أفضلها لا إله إلا الله، وأدناها إماطة الأذى عن الطريق''۔

(ایمان کے ستر سے زائد شعبے ہیں جن میں سب سے افضل لا الہ الا اللہ ہے، اور اس میں سے ادنی یہ ہے کہ راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دیا جائے)۔

حضرت ابو برزہ اسلمیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مجھے ایسا عمل بتا دیجئے جس سے مجھے فائدہ پہنچے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اعزل الأذى عن طريق المسلمين'' (مسلم: ۲۶۱۸) (مسلمانوں کے راستہ سے گندگی کو دور کرو)۔

نیز احادیث میں مسجد میں تھوکنے یا دائیں جانب یا قبلہ کی جانب تھوکنے کی ممانعت آئی ہے اور یہ تعلیم بھی آئی ہے کہ اس کو دفن کر دیا جائے:

''إذا قام أحدكم إلى الصلاة، فلا يبصق أمامه، فإنما يناجي الله ما دام في مصلاه، ولا عن يمينه، فإن عن يمينه ملكا، وليبصق عن يساره، أو تحت قدمه، فيدفنها'' (بخاری: ۴۱۶)

(جس سے یہ مفہوم ہوتا کہ تھوکنے میں مقام کی اہمیت ملحوظ ہے، اور معمولی گندگی بھی ناپسندیدہ ہے، اور گندگی سے بچنے اور گندگی کو دور کرنے کی تعلیم دی گئی ہے، اس لئے تھوک پھینک کر راستہ کو یا عام مقامات کو گندہ کرنا مکروہ ہے، اور مستحب ہے کہ ایسی صورت میں آداب وتعلیمات اور اس سے متعلقہ قانون وہدایت کی رعایت کی جائے)۔ شیخ صالح المنجد لکھتے ہیں:

"وينبغي للمسلم أن يراعي ما يعتبره الناس "أدبا" ، ما دام لا يخالف الشريعة ، فلا يفعل أمامهم ما يتقذرونه. أو يعتبرونه منافيا للأدب" (الاسلام ،سوال وجواب : 229198)۔

(مسلمان کے لئے بہتر ہے کہ ان چیزوں کی رعایت کرے جسے لوگ ادب سمجھتے ہیں اس حد تک جس حد تک شریعت کی مخالفت نہ ہو، اس لئے وہ کام نہ کرے جس سے لوگوں کو گھن آتی ہے، یا جسے لوگ ادب کے خلاف سمجھتے ہیں)

عام طور پر صرف تھوکنے سے زیادہ مسائل پیدا نہیں ہوتے، لیکن اگر اس کو کوئی متعدی مرض ہے یا اس نے کوئی نقصان دہ چیز کھا رکھی ہے، یا پان کھا رکھا ہے کہ اس کا رنگ واثر تھوکنے کی جگہ پر جم جاتا ہے، جو طبعی گھن کے ساتھ اس مقام کے لئے بھی نقصاندہ ہوتا ہے، اور پھر اس سے رفتہ رفتہ عام لوگوں کو ضرر پہنچتا ہے، جیسا کہ بہت سے عوامی مقامات پر اس کا بکثرت مشاہدہ ہوتا ہے، اور اس سے متعدد امراض ومسائل پیدا ہوتے ہیں، تو ایسی مخصوص صورت میں لازم وضروری ہوگا کہ دفع ضرر کی خاطر صرف تھوکنے کے مخصوص مقام پر ہی تھوکا جائے، عام راستوں پر اور عام مقامات پر تھوکنے کی اجازت نہیں ہوگی اور اس میں موجود ضرر کی وجہ سے یہ حدیث نبوی "لا ضرر ولا ضرار" کے عموم میں داخل ہوکر ممنوع ہوگا۔ عبداللہ الفقیہ لکھتے ہیں:

"لا مانع من البصق في الطريق، سواء كان الفاعل يعاني من مرض أو لا. إلا إذا كان المرض معديا وتنتشر عدواه بالبصاق فيمنع حينئذ من البصاق في الطريق إلا إذا دفنه؛ لعموم قوله ﷺ: لا ضرر ولا ضرار" (فتاوى الشبكة الاسلامية : 61665)۔

(راستہ میں تھوکنے کی کوئی ممانعت نہیں ہے، چاہے تھوکنے والا کسی مرض میں مبتلا ہو یا نہ ہو، ہاں اگر مرض متعدی ہو اور تھوک کے ذریعہ وہ پھیلتا ہو تو ایسی صورت میں ایسے شخص پر روک ہوگی کہ وہ راستہ میں نہ تھوکے، الا یہ کہ وہ اسے دفن کردے، رسول اللہ ﷺ کے قول "لا ضرر ولا ضرار" کے عموم کی وجہ سے)۔

۱۱۔ مشینی اشیاء کا استعمال اور اس کے حدود:

مشینوں کی ایجاد کا مقصد انسانوں کو سہولت پہنچانا ہے، لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ ان کے ایجاد سے جہاں انسانی زندگی میں بے شمار سہولتیں آئی ہیں وہیں ان کے منفی نتائج بھی انسانوں پر اور اس کے ماحول پر پڑے ہیں، اور بہت سے امراض مشینوں کی مرہون منت ہیں، اور صرف انسان ہی کیا؟ اس کے منفی اثرات دیگر مخلوقات پر بھی بالواسطہ یا بلا واسطہ پڑے ہیں، اور بہت سے برے اثرات ماحول پر اس کے ذریعہ مرتب ہورہے ہیں، اس لئے ان مشینوں کے استعمال کو ضرورت کی حد تک محدود رکھنا ہی ضروری ہے؛ کیونکہ اس میں انسانی منفعت بھی ہے اور ضرر بھی ہے، تو منفعت کی بنیاد پر وہ مباح تو ہوگا لیکن اس میں پائے جانے والے ضرر کی وجہ سے دفع ضرر کی خاطر اس کے استعمال کو محدود رکھنا بھی لازم ہوگا۔

نیز ماہرین کے بقول مشینی آلات کے نقصانات عام طور پر اس کے زائد استعمال پر ہی ظاہر اور مرتب ہوتے ہیں، جیسے کہ موبائل کے بارے میں متعدد ماہرین کا کہنا ہے کہ اس کے زیادہ استعمال سے استعمال کنندہ کئی امراض بشمول کینسر وغیرہ میں مبتلا ہوتے ہیں، یہی حال دیگر مشینی آلات کا بھی ہے کہ اس کے زائد استعمال سے نقصانات مرتب ہوتے ہیں، اور محدود استعمال نقصان سے بچاتا ہے، اس لئے دفع ضرر کی خاطر زائد استعمال درست نہیں ہے۔

ایسے بھی اسلام تمام امور زندگی میں اعتدال کی تعلیم دیتا ہے اور بے اعتدالی اور فضول خرچی سے روکتا ہے، اور ضرورت کی تکمیل میں محدود رہنا ہی اعتدال ہے۔ قرآن کریم میں اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

"وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ" (الاعراف: ۳۱)۔

(کھاؤ پیو اور اسراف نہ کرو، بے شک اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا)۔

اسراف کی ممانعت کے سلسلہ میں یہ آیت صریح نص ہے،اور گرچہ کہ اس میں صرف کھانے پینے میں اسراف کی ممانعت ہے لیکن اسراف کا تعلق ان تمام چیزوں سے ہے جسے انسان استعمال کرتا ہے،اور ان تمام میں اسراف ممنوع ہے،حضرت عطا فرماتے ہیں:

"نهوا عن السرف فی كل شیء" (التیسیر فی احادیث التفسیر ۲/۱۷۶) (لوگوں کو تمام چیزوں میں اسراف سے روکا گیا ہے)۔

اور اسراف کی یہ تعریف کی گئی ہے:

"الإسراف، مجاوزة الحد المعتاد فی التصرف" (التفسیر الوسیط ۲/۳۵۷) (تصرف کی معتاد حد کو پار کر جانا اسراف ہے)۔

کسی بھی چیز کا حد معتاد یہ ہوتا ہے کہ اس سے وابستہ ضرورت کی تکمیل کرلی جائے اور بس۔اس لئے مشینی آلات کو ضرورت سے زیادہ حاصل کرنا یا ان کا ضرورت سے زیادہ استعمال کرنا اسراف میں داخل ہے اور ممنوع ہے۔

۱۲۔ بلاضرورت جنگلات کو کاٹنا:

ماحول کے تحفظ میں پیڑ پودوں کو بڑی اہمیت حاصل ہے،اور ان کا وجود انسانوں اور دیگر ذی روح کے لئے عظیم نعمت ہے،اس لئے اسلام نے شجر کاری کو بڑی اہمیت دی ہے،اور بلا وجہ درختوں کے کاٹنے سے منع کیا ہے؛ کیونکہ آلودگی سے ماحول کی حفاظت میں ان کو بڑی اہمیت حاصل ہے،شجر کاری کے بارے میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"ما من مسلم يغرس غرسا أو يزرع زرعا فيأكل منه طير أو إنسان أو بهيمة إلا كان له به صدقة" (بخاری: ۲۱۵۲)۔

(جو مسلمان کوئی درخت لگاتا ہے یا کسی چیز کی کھیتی کرتا ہے پھر اس درخت یا کھیت سے کوئی پرندہ یا کوئی انسان یا کوئی جانور کچھ کھاتا ہے،تو اس کے لئے صدقہ ہے)۔

ایک حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"إن قامت على أحدكم القيامة، وفي يده فسيلة فليغرسها" (مسند احمد: ۱۲۹۰۲)

(اگر تم میں سے کسی پر قیامت اس حال میں آرہی ہو کہ اس کے ہاتھ میں ایک پودا ہو تو اسے چاہئے کہ اس پودے کو لگادے)۔

شجر کاری کی اس ترغیب کے ساتھ موجودہ اشجار کے تحفظ کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ غزوات وسرایا میں صحابہ کرام کو روانہ کرتے وقت اس بات کی خصوصی وصیت کرتے تھے کہ وہ دوران جنگ فصلوں اور باغوں کو تباہ نہ کریں اور بچوں،عورتوں اور بوڑھوں کو بھی قتل نہ کریں (سنن کبریٰ بیہقی: ۱۶۶۹۸، الرحیق المختوم: نظرة على الغزوات) اور آپ ﷺ ہی کے نقش قدم پر بعد کے امیر المؤمنین بھی جنگوں میں ان باتوں کا خصوصی خیال رکھتے تھے اور امیر لشکر کو اس کی ہدایت دیتے تھے،حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب کسی لشکر کو روانہ کرتے تو یہ وصیت فرماتے کہ کسی پھل دار درخت کو نہ کاٹو اور کسی آباد مکان اور جگہ کو ویران نہ کرو (ترمذی: ۱۵۵۲)۔

نیز ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"من قطع سدرة صوب الله رأسه فی النار" جس شخص نے بیری کا درخت کاٹا اللہ اس کے سر کو جہنم میں ڈالیں گے۔

محدثین نے اس حدیث میں موجود وعید کو بلاضرورت کاٹنے پر محمول کیا ہے،امیر عزالدین محمد بن اسماعیل لکھتے ہیں:

"سئل أبو داود السجستانی عن هذا الحديث فقال: هو حديث مختصر ومعناه: من قطع سدرة فی فلاة يستظل بها ابن السبيل عبثًا وظلمًا بغير حق يكون له فيها صوب الله رأسه فی النار أی نكسه فيها" (التنویر شرح الجامع الصغیر: ۱/۲۶۱)

(ابوداؤد سجستانی سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ یہ حدیث مختصر ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ جو شخص کسی جنگل میں ایسے بیری کے درخت کو بلاضرورت یا ظالمانہ طور پر ناحق کاٹے جس سے لوگ سایہ حاصل کرتے ہیں تو اللہ اس کے سر کو جہنم میں ڈالیں گے)۔

اس لئے بلاضرورت جنگلات کاٹ کر اور کاشت کی زمینوں میں کاشت کو بند کر کے زیادہ پیسے بنانے کے لئے پلاٹس بنانا جبکہ وہاں پر آبادی کے بسنے

کے حالات نہیں ہیں، شرعاً ناپسندیدہ ہے؛ کیونکہ جہاں جنگلات کے کٹنے سے ماحول پر اس کے برے اثرات مرتب ہوں گے وہیں کھیتیوں کی قلت سے اجناس کی پیداوار متاثر ہوگی، جس کا راست نقصان انسانوں پر پڑے گا، اور غذائی قلت اور اس سے جڑے ہوئے دیگر اثرات مثلاً اجناس کی قیمتوں میں زیادتی وغیرہ سے انسانوں کو دوچار ہونا پڑے گا، اور یہ عام انسانوں کے لئے ضرر عظیم بن جائے گا۔

لیکن اگر انسانی ضرورت مثلاً لکڑیوں کے استعمال یا مکانات کی تعمیر اور بود و باش کی خاطر درختوں کو کاٹا جائے اور کھیتوں کو ختم کیا جائے تو اس کی اجازت ہوگی، علامہ مہلب فرماتے ہیں:

''یجوز قطع الشجر والنخل لخشب یتخذ منه أو لیخلی مکانها لزرع أو غیره مما هو أنفع منه یعود علی المسلمین من نفعه أکثر مما یعود من بقاء الشجر لأنه علیه السلام قطع النخل بالمدینة وبنی فی موضعه مسجده'' (التوضیح لشرح الجامع الصغیر: ۱۵/ ۲۴۱)۔

(لکڑی حاصل کرنے کے لئے یا اس جگہ پر کھیتی کرنے کے لئے یا کسی اور مقصد کی خاطر جس کی منفعت عام مسلمانوں کے لئے درخت کی بقا سے زیادہ نفع بخش ہو، درخت اور کھجور کے پیڑ کاٹنا جائز ہے، اس لئے کہ نبی علیہ السلام نے مدینہ میں کھجور کے درخت کاٹ کر اس جگہ اپنی مسجد کی تعمیر کی)۔

صوتی آلودگی:

شور وغل اور چیخ و پکار سماعت کے لئے نقصاندہ ہیں، اعصاب وجوارح کو تھکاتے ہیں، عقل وفکر کو مبتلائے تشویش کرتے ہیں، سکون وطمانینت کو ختم کرتے ہیں، نیند کو خراب کرتے ہیں، لوگوں کو بے خوابی سے دوچار کرتے ہیں، اور عام انسانی زندگی پر منفی اثرات ڈالتے ہیں، بلکہ مریضوں، بچوں اور یکسوئی کے ماحول میں علم وتحقیق کا کام کرنے والوں کے لئے تو بہت ہی بے سکونی اور کرب والم کا باعث بنتے ہیں، شور وغل اور ہنگاموں کی ان خطرناکیوں کے باوجود موجودہ زمانے میں اس کے اسباب بہت ہو چکے ہیں، کارخانوں میں بلند آواز سے چلنے والی مشینوں، راستوں پر دوڑنے والی گاڑیوں، ٹرینوں، تعمیراتی کاموں میں استعمال کی جانے والی مشینوں، لاؤڈ اسپیکر، ٹیلی ویژن وغیرہ کی آواز نے موجودہ زمانے میں شہری ماحول کو صوتی آلودگی میں مبتلا کر دیا ہے، اور وہاں کے رہنے والوں کو شور وہنگامے سے پیدا ہونے والے قلق واضطراب سے ہمکنار کر دیا ہے، جس کی وجہ سے بہت سے سکون کے متلاشی شہر کے بجائے دیہاتوں کی رہائش کو ترجیح دے رہے ہیں۔

اسلام تکلیف دہ ہنگاموں اور شور وغل کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے، اور اس نے ماحول کو معتدل رکھنے کے لئے آواز میں اعتدال کی تعلیم دی ہے، تاکہ شور وہنگامے کی کیفیت پیدا نہ ہو، اور کسی کی آواز کسی کے لئے باعث اذیت نہ ہو، قرآن کریم میں حضرت لقمان علیہ السلام کی حکایت کرتے ہوئے اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

"واقصد فی مشیك واغضض من صوتك إن أنكر الأصوات لصوت الحمیر" (لقمان: ۱۹)۔

(اور اپنی رفتار میں اعتدال اختیار کرو اور اپنی آواز کو پست کرو، بے شک آوازوں میں سب سے بری آواز گدھوں کی آواز ہے)۔

اسلام کی ترجمانی کرنے والے فقہاء کرام کی تحریروں میں یہ بات صراحت کے ساتھ ملتی ہے کہ انہوں سے باعث اذیت آواز اور ہنگاموں کو ناجائز لکھا ہے۔ ابن رشد قرطبی مالکی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

''یمنع من ضرر الأصوات'' (۹/ ۲۶۸) (آواز کے ضرر سے روکا جائے گا)۔

قاضی ابن رافع کے سامنے ایک مقدمہ آیا کہ لوگوں کی آبادی کے قریب جانوروں کا اصطبل بنایا جائے یا نہیں؟ انہوں نے اس مسئلہ میں فتوی صادر کیا کہ اس اصطبل میں رہنے والے جانوروں کی آواز سے اس کے قریب کے مکینوں کو دشواری ہوگی اور ان کی نیندیں خراب ہوں گی اس لئے اسے آبادی سے الگ تعمیر کیا جائے (الاسکان فی المدینۃ الاسلامیۃ: ۲۸۵)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں کے لئے باعث اذیت شور وغل اسلام میں ناپسندیدہ ہے اور اسلام اس سے منع کرتا ہے، اور اس طرح اسلام صوتی آلودگی سے ماحول کا تحفظ کرتا ہے۔

ا۔کارخانوں کو آبادی سے باہر بنانے کا لزوم:

کارخانوں کی بعض مشینیں بہت پرشور ہوتی ہیں، اور ان کی آواز معاشرہ میں صوتی آلودگی کا باعث بنتی ہے، اسی لئے حکومت کی جانب سے یہ ہدایت ہوتی ہے کہ ایسے کارخانے آبادی سے باہر قائم کئے جائیں، اس ہدایت کی بنیاد یہی ہے کہ معاشرہ کو صوتی آلودگی سے محفوظ رکھا جائے، اور مشینوں کی پرشور آواز کے منفی اثرات سے انسانوں کو بچایا جائے، اس اعتبار سے یہ ہدایت انسانی فلاح و بہبود سے متعلق ہے، اس لئے حکومت کی ایسی ہدایات پر عمل کرنا ضروری اور واجب ہے، جیسا کہ ماقبل میں یہ بات ذکر کی جاچکی ہے۔

۲۔گاڑیوں کے ہارن:

گاڑیوں کے ہارن کا مقصد بوقت ضرورت دیگر گاڑی چلانے والوں کی تنبیہ وارشاد ہے، اور اس کو بلاوجہ بجانا عام حالات میں عبث ہے، جو شریعت میں مکروہ ہے، لیکن بعض مرتبہ ہارن کے بلاضرورت استعمال سے دوسروں کو ضرر بھی پہنچتا ہے، بلکہ بسا اوقات یہ شدید الجھن کا باعث بنتا ہے، اور راستہ کے اطراف میں آباد لوگوں کو اس سے بہت تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اس طرح بلاضرورت ہارن بجانے سے بچنا لازم ہے؛ کیونکہ بلاضرورت ہارن بجانا صوتی آلودگی کا ذریعہ بنتا ہے اور اس کے مضر اثرات انسانوں پر پڑتے ہیں، بعض لوگ ضرورت سے زائد تیز آواز میں ہارن لگاتے ہیں، اور بعض ایمبولینس وغیرہ کی مخصوص آواز میں ہارن لگالیتے ہیں، اور بعض شائقین تو کتے وغیرہ کی آواز کا ہارن بھی لگالیتے ہیں، یہ عمل شرعی اعتبار سے انتہائی غلط اور ناجائز ہے؛ کیونکہ اس کے اس انداز کے غلط استعمال میں کئی نقصانات اور مضر اثرات ہیں:

ا۔ ایمبولینس وغیرہ کی مخصوص ہارن کا مقصد یہ ہے کہ اس کا امتیاز معلوم ہو اور اس میں سوار مریض کی جان کے تحفظ کی خاطر لوگ اسے ترجیح دیں تاکہ اس مریض کو درپیش خطرات سے اسے بچایا جاسکے، یہی وجہ ہے کہ اس کو یہ استثناء حاصل ہوتا ہے کہ وہ سگنل کے بھی پابند نہیں ہوتے، اس کا مخصوص ہارن عام گاڑیوں میں استعمال کرنا عام مسافرین کو دھوکہ دینا ہے، اور اس سے ایمبولینس وغیرہ کا امتیاز متاثر ہوگا، جو مریضوں اور حاجت مندوں کے لئے نقصاندہ ہوگا۔

۲۔ حد درجہ تیز یا مخصوص قسم کے ہارن سے عام راہ گیروں میں خوف ودہشت پیدا ہوتی ہے اور بسا اوقات یہ حادثہ کا سبب بھی بن جاتا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "لا یحل لمسلم أن یروع مسلما" (ابوداؤد: ۵۰۰۴) (مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ وہ کسی مسلمان کو خوف زدہ کرے)۔

۳۔ڈی جے کا استعمال:

شادیوں اور تقاریب میں ڈی جے بجانا شرعی اعتبار سے انتہائی مذموم عمل ہے؛ کیونکہ یہ مزامیر میں داخل ہونے کی وجہ سے ممنوع تو ہے ہی، اس کے مضر اور منفی اثرات سے بھی اس کی ممانعت ظاہر ہوتی ہے، موجودہ زمانہ کی گنجان آبادی میں انسان سکون کا متلاشی ہے، اور بہت سے مریض تو ایسے ہوتے ہیں کہ معمولی تیز آواز ان کے لئے پریشانی کا باعث بن جاتی ہے، ڈی جے کی آواز اس قدر تیز ہوتی ہے کہ جتنی دیر اسے بجایا جاتا ہے، اطراف کے لوگوں کو تکلیف سے دوچار ہونا پڑتا ہے، تعلیم وتدریس میں مصروف لوگوں کو اپنی مصروفیت روکنی پڑ جاتی ہے، عبادت کرنا دشوار ہو جاتا ہے، اور مریضوں کو اس سے حد درجہ تکلیف ہوتی ہے، بلکہ بعض مرتبہ اطراف کے لوگوں کو یہ دشواری بھی برداشت کرنی پڑتی ہے کہ اگر کسی کا ضروری فون آگیا تو بات کرنا دشوار ہو جاتا ہے، مزید یہ کہ اس سے صوتی آلودگی پیدا ہوتی ہے اور سماعت پر اس کے بڑے منفی اثرات پڑتے ہیں، اس لئے مزامیر میں داخل ہونے سے قطع نظر ان قباحتوں کی وجہ سے ڈی جے ناجائز ہے؛ کیونکہ اس میں متعدد ضرر جمع ہیں۔

۴۔جلسوں میں مائک کا بے جا استعمال:

اسلام میں اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ اپنے کسی عمل سے دوسروں کو تکلیف پہنچایا جائے، جلسے چاہے مذہبی ہوں یا سیاسی، ان کو عام انسانوں کے لئے ایذا رسانی کا ذریعہ بنانا درست نہیں ہے، آواز کا شور پوری آبادی تک پہنچاتے ہوئے رات بھر جلسے کرنا جہاں مفاد عامہ سے متعلق حکومتی قانون کی

مخالفت ہے وہیں یہ عمل انسانوں کے لئے بھی تکلیف دہ ہوتا ہے؛ کیونکہ اس سے مریضوں اور عام لوگوں کی راحت وآرام اور نیند متاثر ہوتی ہے جو کہ انسانوں کی بنیادی ضرورت ہے؛ کیونکہ رات کی نیند کے بعد وہ اگلے دن کی دوڑ دھوپ اور مصروفیت کے قابل ہو پاتے ہیں، اور نیند کے نظام میں خلل سے بہت سے لوگ کئی تکالیف سے دوچار ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اسلام میں کسی کی نیند خراب کرتے ہوئے تلاوت کرنے کی اجازت نہیں ہے، روایات میں جہری تلاوت کی فضیلت وارد ہوئی ہے، لیکن جس وقت جہری تلاوت سے لوگوں کی نیند وغیرہ میں خلل پڑ رہا ہو تو اس سے منع بھی کیا ہے، حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں:

''اعتکف رسول الله في المسجد فسمعهم يجهرون بالقراءة فكشف الستر وقال: ألا إن كلكم مناج لربه فلا يؤذين بعضكم بعضًا ولا يرفع بعضكم على بعضكم في القراءة'' (ابوداؤد:۱۳۳۲)۔

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں اعتکاف فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو جہری قرأت کرتے ہوئے سنا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ ہٹا کر فرمایا کہ تم میں کا ہر شخص اپنے رب سے مناجات کر رہا ہے، اس لئے کوئی کسی کو تکلیف نہ پہنچائے اور تلاوت میں کوئی کسی کی آواز سے اپنی آواز اونچی نہ کرے)۔

ذخیرۃ العقبی کے مصنف لکھتے ہیں:

''أنكر عليهم رفع الصوت المؤدي لتشويش بعضهم على بعض'' (ذخيرة العقبى في شرح المجتبى ۱۱/ ۲۶۹)۔

(ایک دوسرے کی تشویش کا باعث بننے والی آواز کی تیزی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند فرمایا)۔

علامہ شامی تلاوت قرآن کریم کے بارے میں لکھتے ہیں:

''لو قرأ على السطح والناس نيام يأثم اه أي لأنه يكون سببا لإعراضهم عن استماعه، أو لأنه يؤذيهم بإيقاظهم'' (رد المحتار ۱/ ۵۳۶)۔

اگر چھت پر قرآن پڑھا اور لوگ سو رہے ہیں تو پڑھنے والا گنہگار ہوگا، یا تو اس لئے کہ وہ تلاوت سننے سے سونے والے کے اعراض کا سبب بن رہا ہے، یا اس لئے کہ وہ لوگوں کو جگا کر انہیں تکلیف دے رہا ہے۔

شبینہ یا دینی جلسوں کی آواز سے سونے والوں کی نیند میں خلل پڑنے کی صورت میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کو غیر درست بتاتے ہوئے مفتی تقی عثمانی صاحب ایک فتوی میں لکھتے ہیں:

(اگر اس کی آواز ان لوگوں تک پہنچتی ہے جو مجلس میں حاضر نہیں ہیں، اور ان کی نیند وغیرہ میں خلل اندازی ہوتی ہے، یا اس سے تلاوت کلام پاک کی بے حرمتی کا امکان ہے تو مائیکروفون میں تلاوت کرنا درست نہیں) (فتاوی عثمانی ۱/ ۱۸۸)۔

جب تلاوت قرآن کریم کا یہ حکم ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جلسوں کی آواز سے لوگوں کو پریشان کرنا درست نہیں ہے، اور اس سلسلہ میں عوامی مفاد سے متعلق حکومتی ہدایات کی رعایت لازم وضروری ہے، تاکہ لوگ اذیت سے محفوظ رہیں، اور اس قانون کی مخالفت کر کے لوگوں کو ایذا پہنچانا درست نہیں ہے۔

☆☆☆

ماحولیاتی آلودگی - مسائل واحکام

مفتی سید باقر ارشد بنگلوری[1]

فضائی آلودگی:

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو پیدا کیا، اور اس کائنات میں کئی ایک عالم بنائے، اور ان عالموں کو چلانے کے لئے نظام بنایا، اور ان عالموں کو اسی نظام کے تابع کردیا۔ عالم انسانی وحیوانی کا بھی اللہ نے ایک نظام بنایا بلکہ اس عالم کو ٹھیک ٹھاک چلنے کے لئے اس میں کئی ایک جزوی نظاموں کو قائم کیا، آسمان کا نظام، زمین کا نظام، ہوا وفضا کا نظام، سمندر، دریا، ندی نالوں کا نظام، جنگلات، اشجار، پیڑ پودوں، کھیتوں وفصلوں کا نظام، برسات، دھوپ، بادل و سورج کا نظام، سردی گرمی، رات دن، اجالے واندھیرے کا نظام؛ اللہ تعالیٰ نے ان تمام نظاموں کو قائم کیا، اور ان کی بدولت اس دنیائے انسانی وحیوانی کے اپنے مقصد وانجام کی طرف بڑھنے کا فطرتی قانون بنایا جس پر یہ دنیا چل رہی ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں توازن وتناسب پیدا کیا ہے، اپنی عادلانہ، حکیمانہ شان ورحیمی صفت سے اس کائنات میں ہر رنگ، ہر روپ، ہر انداز نہ صرف رکھا ہے بلکہ ان میں غیر معمولی توازن وتناسب رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ ان نظاموں میں سے اگر کوئی نظام بگڑ جائے، یا اس میں خرابی پیدا ہوجائے تو پھر یہ عالم انس وحیوان، چرند وپرند درہم برہم ہوجائے اور پھر اس کا توازن بگڑ کر وہ تباہی کے راستے پر چل پڑے۔

ماحولیات؛ دنیائے انس وحیوان، چرند وپرند کی حیات کا بنیادی عنصر ہے، ماحولیات ٹھیک ٹھاک وبہتر ہے تو انسان وحیوان کی زندگی بھی ٹھیک ٹھاک ہوگی، اگر ماحولیات میں بگاڑ پیدا ہوجائے، اس کا توازن بگڑ جائے تو پھر انسانی زندگی میں بھی خرابی پیدا ہونے کا خطرہ موجود ہے۔ انسان کی بہتر صحت اور امراض کا تعلق اسی ماحولیات سے ہے۔ پہلے کی بہ نسبت آج کے اس زمانے میں امراض کی بہتات اسی ماحولیات کی خرابی، اس کے توازن میں بگاڑ اور اس نظام قدرت میں دخل اندازی کا نتیجہ ہے۔

پہلے قدرتی وسائل ہی پر انحصار کی وجہ سے ماحولیات میں اعتدال، توازن، تناسب قائم تھا، ہی آج قدرتی وسائل کو تدریجاً ختم کردینے، ماحول کے عناصر کو پائمال کردینے، غیر قدرتی وسائل پر اکتفا کرنے، مشینی ومصنوعی رواج کو عام کرلینے نیز جنگلات، تالاب، ندیاں، کھیت کھلیان کو ختم کرکے تو ماحول کو ختم کردینے کی وجہ سے ماحولیات میں حد درجہ بگاڑ، خرابی، برہمی وآلودگی پیدا ہوگئی ہے جس کے نتیجہ میں وقت پر موسموں میں تبدیلی، فضائی وہوائی برہمی، نظام زمین ونظام آسمان میں تغیر رونما ہوچکا ہے جس سے انسان تو انسان حیوان، چرند وپرند سب کے سب بے شمار ونت نئے امراض کا شکار ہورہے ہیں اور ماحولیات میں آلودگی اور دن بہ دن حیات انسانی کے لئے نقصان دہ تبدیلی آتی جارہی ہے۔

اس وقت دنیا بھر میں ماحولیات کے سلسلہ میں حکومتیں سنجیدہ ہیں اور سنجیدگی کے ساتھ اس مسئلہ سے نمٹنے کے لئے کوشاں ہیں۔ حکومت ہند بھی پچھلی چار دہائیوں سے اس سلسلہ میں کوشش کررہی ہے، چنانچہ ۱۹۶۶ء میں اس مسئلہ سے نمٹنے کے لئے تحفظ ماحولیات ایکٹ بنایا گیا، پھر ۱۹۷۴ء میں واٹر پولیوشن کنٹرول ایکٹ بنا اور اس کے بعد ۱۹۸۱ء میں ایئر پولیوشن کنٹرول ایکٹ بنا، اس پچھلی دہائی سے تو اس سلسلہ میں حکومت کافی سنجیدہ ہے مگر عجیب بات یہ ہے کہ دوسری جانب قدرتی وسائل کو نابود کرنے کے اقدامات بھی برابر ہوئے جارہے ہیں۔ بڑھتی ہوئی آبادی کو بسانے جنگلات، اشجار، تالاب، ٹیلے، پہاڑ، جیسے ماحولیات کے قدرتی محافظ کو تیزی سے ختم کیا جارہا ہے، اور مزید برآں آلودگی پیدا کرنے والے اسباب بھی عام ہوتے جارہے ہیں، ایندھن کا بے جا استعمال ہورہا ہے۔ چنانچہ حکومت کو اس سلسلہ میں عوام کو ساتھ لے کر ٹھوس اقدامات کی جانب پیش قدمی ضروری ہے، اور من حیث المسلم ہمارا بھی

---

[1] فاضل دار العلوم وقف دیوبند، مدیر "الفقی ریسرچ، اسٹڈی سرکل اینڈ پبلی کیشنز"، چن پٹن، بنگلور، چیرمین؛ مائی برائٹ فیوچر اسکول، چن پٹن۔

اسلامی ودینی فریضہ ہے کہ ہم عبادات ودینی مشاغل ودینی احکام کے پابجائی اور ایمان کی حفاظت کے ساتھ ساتھ ماحولیات کا، ماحولیات کے قدرتی وسائل کا بھی تحفظ کریں۔ اسلام نے جہاں فرد کی اصلاح اور اس کی روحانی وبدنی درستگی کے احکام جاری فرمائے وہیں ماحول اور اپنے اطراف واکناف کی درستگی، اصلاح، بہتری اور ان کی حفاظت کے احکام بھی اپنے ماننے والوں کو دئے ہیں۔

اسلامک فقہ اکیڈمی کا اپنے چھبیسویں (۲۶) فقہی سمینار کے لئے اس اہم وضروری موضوع کا انتخاب واقعی ایک عصری تقاضا تھا جس پر اکیڈمی کے ذمہ دار قابلِ مبارک باد ہیں، اکیڈمی کی ہمیشہ سے یہ انفرادیت رہی ہے کہ وہ اپنے سمیناروں کے لئے واقعی جدید اور عصری مسائل کا انتخاب کرتی ہے جس سے ملک وملت کا کافی فائدہ وافادہ ہوتا ہے۔

ا۔ ایندھن سے فضائی آلودگی اور اس کا متبادل:

فی زمانہ ساری دنیا کا ایک اہم، پُرخطر و پُرتشویش مسئلہ ''ماحولیاتی آلودگی'' ہے جس میں سے فضائی آلودگی وصوتی آلودگی ہے۔ زمانہ قدیم وماضی قریب تک یہ کوئی اہم مسئلہ نہیں تھا، جنگلات تھے، گھروں میں باغیچہ ہوا کرتا تھا، اشجار و پودے تھے، بڑے بڑے شہروں میں بھی پیڑ پودوں کا رواج تھا، سبزہ تھا، چنانچہ ایندھن کے دھویں سے نکلنے والے زہریلے ذرات ہوں یا ہوا وفضا کو آلودہ کرنے والے جراثیم ان جنگلات واشجار کی وجہ سے ماحول میں ضم وزائل ہوکر ختم ہوجاتے اور بے اثر ہوجاتے تھے۔ لیکن آج جنگلات کی کمی، اشجار کی کمی کی وجہ خصوصاً شہروں میں قدرتی پیڑ پودوں کی جگہ مصنوعی سبزے (Artificial Greenery) کے لے لینے کی وجہ سے ماحول میں ذرا سی بھی کثافت ماحول کو، ہوا وفضا کو آلودہ کرکے رکھ دیتی ہے۔ چنانچہ آج کے اس اہم و پُرخطر مسئلہ کے حل کے لئے ہمارا بہ حیثیتِ مسلمان یہ فریضہ ہے کہ ماحول کو پاکیزہ رکھنے میں ہر ممکن کوشش کریں۔ پاکیزہ وصاف ماحول میں بگاڑ وآلودگی کی ایک وجہ ''ایندھن'' سے نکلنے والا دھواں بھی ہے۔ لکڑی، کوئلہ، گوبر وغیرہ سے نکلنے والا دھواں فضا وہوا میں مل کر آلودگی پیدا کرتا ہے اور ایسی فضا وہوا آلودہ ہوکر انسانی صحت کے لئے مضر اثرات پیدا کرتی ہے۔

چنانچہ اسلام نے اس سلسلہ میں ہدایات جاری کیں کہ فضا کو آلودہ نہ کیا جائے، پاک، شفاف وکھلی ہوا کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا؛ تاکہ اس سے انسان کی صحت بھی اچھی رہے اور ماحول بھی پاکیزہ رہے۔ اگر اس کے بجائے ہمارا کوئی ایسا قدم کہ جس سے ماحول وفضا آلودہ ہوا تھے اسلامی تعلیمات سے سرے سے انحراف کا باعث ہے اور قرآن نے تو جگہ جگہ پر انسانوں کو اس ضمن میں توجہ دلائی ہے کہ آدمی اپنے ماحول کو پاک وصاف رکھے، آلودہ ہونے سے بچائے۔

چنانچہ قرآن میں ہے: يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ...1

ترجمہ: اے کپڑے میں لپٹنے والے، اٹھو اور لوگوں کو خبردار کرو اور اپنے رب کی تکبیر کہو اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو اور گندگی سے کنارہ کرلو۔

ایک موقع پر ارشاد فرمایا: إِنَّ اللهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ 2

یعنی بے شک اللہ تعالیٰ خوب توبہ کرنے والوں اور خوب پاک رہنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔

ایک حدیث ہے جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طہارت وپاکیزگی کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے فرمایا: الطهور شطر الإيمان 3 کہ طہارت و پاکیزگی آدھا ایمان ہے، خود کے جسم کی، لباس کی، اپنے رہنے کی جگہ کی پاکیزگی کا حکم اسلام نے دیا بلکہ اپنے ماحول وفضا کی پاکیزگی کا حکم بھی اسی حدیث کے ذیل میں آتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں بدن ولباس کی طہارت کا حکم دیا وہیں یہ بھی ہدایت کی کہ اپنے ماحول کو بھی آدمی پاکیزہ رکھے۔

''عن أبي هريرة، قال، قال رسول الله ﷺ قال؛ الايمان بضعٌ و سبعون، أو بضعٌ و ستون شعبة فأفضلها قول لا إله إلا الله و أدناها إماطة الاذى عن الطريق والحياء شعبة من الإيمان 4۔

اس ضمن میں قرآن وحدیث کے اس اہتمام کا حاصل یہ ہے کہ کوئی ایسے عمل سے رکنا ضروری ہے جس سے ماحول یا فضا آلودہ ہو۔ اور ماحول کو متاثر یا آلودہ ہونے سے بچانا لازم ہے۔ قرآن میں ارشاد ہوا:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ 5

یعنی لوگوں نے اپنے ہاتھوں جو کمائی کی، اس کی وجہ سے خشکی وتری میں فساد پھیل گیا تا کہ انہوں نے جو کام کئے ہیں اللہ ان میں سے کچھ کا مزہ انہیں چکھائے، شاید کہ وہ باز آجائیں۔

فی الجملہ اس مسئلہ سے نمٹنے اور بچنے کے لئے ہر ممکن کوشش کی ضرورت ہے اور ان تدابیر کو اختیار کرنے کی ضرورت ہے جس سے اس پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

چنانچہ پکوان میں ایندھن کے طور پر استعمال ہونے والے وسائل میں ان اشیاء سے اجتناب ضروری ہے جو دھواں چھوڑتی ہوں، ان کی جگہ پر ایسی اشیاء کا استعمال ضروری ولازمی ہے جن میں سے دھواں نہ نکلتا ہو، اور خصوصاً ایسے شخص کے لئے جو دھواں نہ چھوڑنے والی مہنگی اشیاء کے استعمال پر قادر ہو ارزاں قیمت والی دھواں چھوڑنے والی اشیاء کا استعمال درست نہیں ہے۔ اس کو چاہئے کہ وہ مہنگی ہی سہی لیکن ان اشیاء یا وسائل کا استعمال کرے جس میں ضرر عام نہ پایا جائے؛ کیونکہ حدیث ہے لا ضرر ولا ضرار 6... یعنی نہ خود نقصان اٹھاؤ اور نہ دوسروں کو نقصان پہنچاؤ۔

یہ تو ایک متمول شخص کے بارے میں حکم ہے؛ رہا وہ شخص جو مہنگے وسائل کا متحمل نہیں ہوسکتا بہتر یہ ہے کہ وہ بھی ایک بڑے اور اجتماعی نقصان سے بچنے کے لئے، عام لوگوں کو ایذاء دہی سے بچنے اور ماحول کو پاکیزہ رکھنے کے لئے ان ہی وسائل کو اختیار کرے جو کم دھواں چھوڑنے والے ہوں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے:

''قال رسول اللہ ﷺ: من كان يومن بالله واليوم الآخر فلا يوذِ جاره، ... الخ 7۔

اور فقہاء کا قاعدہ ہے کہ الضرر الاشد یزال بالضرر الاخف 8......

ویسے بھی آجکل جدید وسائل کا استعمال عام ہوتا جارہا ہے، معمولی آدمی بھی ان وسائل کو اختیار کررہا ہے اور ان وسائل کے استعمال میں دھویں کے نکلنے کا احتمال بھی نہیں کے برابر ہے، پرانے وسائل لکڑی، گوبر، کوئلہ کا استعمال گھروں میں مفقود ہے، البتہ ان اشیاء کا استعمال زیادہ تر کمرشیل مقامات پر، ہوٹلوں میں یا پھر شادی بیاہ کے موقع پر ہوتا ہے، لہٰذا یہ ضروری ولازم بلکہ واجب ہے کہ ان کا استعمال ترک کر کے ان مواقع ومقامات پر بھی قدرے مہنگے وسائل جن میں دھواں نہ نکلتا ہو جیسے گیس یا بجلی کا استعمال کیا جائے، اس میں ہوسکتا ہے کہ تھوڑا سا نقصان ہو مگر یہ نقصان برداشت کیا جاسکتا ہے اس نقصان سے جو اجتماعی طور پر انسانوں کو، جانوروں کو اور قدرتی وسائل کو ہونے والا ہے، یعنی لکڑی کے استعمال سے ایک طرف جنگلات اور پیڑوں کے ختم ہوجانے کا خدشہ ہے تو دوسری طرف دھویں سے فضائی آلودگی کا خطرہ؛ جب کہ آلودگی سے انسانوں، جانوروں کے ساتھ ساتھ خود جنگلات ودرختوں کو بھی خطرہ ہے۔

لہٰذا ایسا غریب شخص جو ان جدید وسائل کے استعمال کا متحمل نہ ہو تو اس کو قدیم وسائل کے استعمال کی اجازت تو ہے مگر بہتر وافضل یہ ہے کہ ان سے گریز کیا جائے۔

لیکن کمرشیل یا تجارتی نقطۂ نظر سے جو لوگ ان قدیم وسائل (لکڑی، گوبر یا کوئلہ) کا استعمال کررہے ہوں تو یہ بہتر نہیں ہے بلکہ ان کو چاہئے کہ وہ جدید وسائل (گیس وبجلی) کا استعمال کر کے دنیا میں اپنے اطراف واکناف میں پیدا ہورہی آلودگی کو ختم کریں یا ماحول کو پاک وصاف، فضا وہوا کو شفاف رکھنے میں مدد کریں؛ کیونکہ یہ بھی فقہی قاعدہ ہے کہ درء المفاسد اولی من جلب المنافع۔ 9

یہ بات بھی مسلم ہے کہ انفرادی فائدے پر اجتماعی نقصان کی طرف زیادہ توجہ دینی چاہئے جہاں ایک فرد کا فائدہ ہو لیکن اس سے اجتماعی طور پر نقصان ہورہا ہو تو پھر یہ ضروری ہے کہ اس شخص کو اس سے روکا جائے اور اجتماعی نقصان سے بچا جائے۔ جیسے فقہی قاعدہ ہے:

یتحمل الضرر الخاص لدفع الضرر العام 10 (ضرر عام کے دفعیہ کے لئے خاص نقصان کو برداشت کیا جاسکتا ہے)۔

چنانچہ ایک متمول شخص کے لئے واجب ہے کہ وہ نسبتاً کم دھواں خارج کرنے والی اشیاء وسائل کا استعمال کرے۔

غریب طبقے کے لئے قدیم وسائل کے استعمال کی اجازت تو ہے مگر اس کے لئے مستحب ہے کہ وہ جدید وسائل کا استعمال کرے۔

اور تجارتی وکمرشیل مقاصد کے لئے ایندھن کا استعمال کرنے والوں کے لئے واجب ہے کہ وہ جدید وسائل کا استعمال کریں اور زیادہ دھواں خارج کرنے والے قدیم وسائل سے بالکلیہ گریز کریں۔

۲۔ڈیزل یا پٹرول کے استعمال پر حکومتی پابندی کی تعمیل سے متعلق شرعی حکم:

ماحول کو پاک وشفاف رکھنے کی سعی وکوشش صرف حکومت کی ذمہ داری نہیں ہے بلکہ شخصی طور پر سبھوں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ ماحول کو پاک، شفاف رکھنے، آلودگی سے اس کو بچانے کے سلسلہ میں حکومت کی مدد کرے بلکہ اس سلسلہ میں حکومتی اقدامات کی نہ صرف تائید کرے بلکہ تعمیل بھی کرے۔

یہ بات صحیح ہے کہ آج کل موٹر گاڑیوں کی بہتات، آبادی کی کثرت، نیز بڑے شہروں میں ان کے رقبہ سے بڑھ کر آبادی کی وجہ سے ماحول میں گھٹن، فضا میں حدت، موسموں میں تغیرات کا سامنا ہے بلکہ ڈیزل، پٹرول اور آئل سے گرین ہاؤز گیسس بن کر فضا میں کاربن ڈائی آکسائیڈ میں زیادتی اور آکسیجن میں کمی ہونے کے باعث آلودگی پھیل رہی ہے، اس کے سدباب کے لئے حکومتیں بھی ہر ممکن اقدامات کرتی ہیں، ایمیشن ٹسٹ کو لازمی قرار دینا، پرانی گاڑیوں کو سڑکوں پر نہ لانے کی ہدایت دینا وغیرہ جیسے اقدامات کر رہی ہیں، مگر اس کے باوجود پھیلتی اور بڑھتی ہوئی آلودگی سے بچنے کے لئے اگر حکومت موٹر گاڑیوں کے ایسے ایندھن کے استعمال کی ہدایت کرے جس سے دھواں نہ نکلتا ہو یا کم نکلتا ہو (جیسے گیس کا بیٹری کا استعمال یا بجلی سے چلنے والی گاڑیاں) تو حکومت کے ایسے حکم کو ماننا رعایا کے لئے لازمی ہے۔

کیونکہ حکومت کی جانب سے یہ پابندی یا حکم عوام کے فائدہ کے لئے نیز اجتماعی طور پر ہونے والے ضرر کے تدارک کے لئے ہے، فطری وقدرتی وسائل کے تحفظ نیز ماحولیات کی حفاظت کے لئے ہے، لہٰذا شرعاً اس طرح کا حکم کرنا جائز ہے؛ چنانچہ الاشباہ والنظائر میں ہے:

اذاکان فعل الامام مبنيًا علی المصلحه فيما يتعلق بالامور العامة لم ينفذ أمره شرعًا إلّا اذا واقفه، فان خالفه لم ينفذ" قال المصنف فی شرح الکنز ناقلا عن أئمتنا اطاعة الامام فی غير المعصية واجبة فلو أمر الامام بصوم يوم وجب 11۔

یعنی جب امام کا فعل ان امور میں جن کا تعلق عوام سے ہو مصلحت پر مبنی ہو تو اس کا حکم شرعاً نافذ نہ ہوگا مگر یہ کہ وہ شرع کے موافق ہو (یا شرع کے مخالف نہ ہو)، لہٰذا اگر اس کے مخالف ہو تو نافذ نہ ہوگا، مصنف نے شرح کنز میں ائمہ احناف سے نقل کرتے ہوئے کہا کہ امام کی اطاعت ماسوائے معصیت واجب ہے، اگر امام ایک دن کے روزہ کا حکم دے تو روزہ رکھنا واجب ہے۔

علامہ ابوالولید الباجی المالکیؒ نے واقعہ تبوک "جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو حکم دیا تھا کہ کل ان شاء اللہ تم لوگ چشمۂ تبوک تک پہنچ جاؤ گے، اور اگر تم نہیں پہنچ سکو گے حتیٰ کہ دن روشن ہو جائے تو تم میں سے جو بھی وہاں پہنچ جائے تو اس کے پانی کو ذرا بھی نہ چھوئے یہاں تک کہ میں پہنچ جاؤں" کے ذیل میں لکھا کہ:

فيه دليل علی أن الامام أن يمنع من الأمور العامة کالماء و الکلأ من المنافع التی يشترك فيها المسلمون لما يراه من المصلحة 12 یعنی اس میں اس بات پر دلیل ہے کہ امام کے لئے یہ جائز ہے کہ امور عامہ جیسے پانی، گھاس سے منع کر دے جس میں مسلمانوں کی منفعت مشترک ہو، جب کہ وہ کوئی مصلحت دیکھے۔

صحیح البخاری کی حدیث ہے: لاطاعة لمخلوق فی معصية الخالق 13۔ یعنی خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت نہیں ہوسکتی؛ چنانچہ حکومت کے ایسے حکم کی تعمیل ضروری وواجب ہے جس میں خالق کی نافرمانی نہ ہو اور وہ عوام کے فائدہ کے لئے بھی ہو۔

ردالمحتار میں ہے: طاعة الامام فی غير المعصية واجبة 14 یعنی غیر معصیت عمل میں اطاعت امام واجب ہے۔

لہٰذا اگر واقعی ڈیزل یا پٹرول فضائی آلودگی کا سبب بن رہے ہوں اور اس سے عوام کو تکلیف ہو رہی ہو، ماحول میں آلودگی بڑھ رہی ہو تو ایسی صورت میں حکومت اس کے تدارک کے لئے گاڑیوں میں ڈیزل یا پٹرول کے استعمال پر پابندی لگائے تو اس پابندی پر عمل کرنا رعایا پر واجب ہے۔

لیکن اگر حکومت کی جانب سے پابندی نہیں ہے تو پھر دو صورتیں واقع ہوسکتی ہیں:

پہلی صورت یہ کہ آیا ماحول میں آلودگی تکلیف دہ حد تک ہے؟ اور ڈیزل وپٹرول سے واقعی عوام کو فضائی آلودگی کا سامنا ہے؟

اس صورت میں حکومت کی جانب سے پابندی نہ بھی ہو تب بھی عوام کے لئے ضروری ہے کہ وہ ماحول کو پاک وصاف رکھنے، فضا کو شفاف رکھنے نیز

لوگوں کو ضرر سے بچانے کے لئے ڈیزل یا پٹرول یا زیادہ آلودگی پھیلانے والے وسائل پر کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کو ترجیح دیں؛ کیونکہ یہ صرف حکومت کی پابندی پر موقوف نہیں ہے بلکہ ماحول کو پاکیزہ رکھنے، فضا و ہوا اور پانی کو شفاف رکھنے والے اقدامات تو دینی احکام کے درجہ میں ہیں۔ حدیث میں ہے: لا ضرر ولا ضرار 15۔ یعنی نہ خود نقصان اٹھاؤ اور نہ دوسروں کو نقصان پہنچاؤ۔ اور فقہی قاعدہ ہے:

یتحمل الضرر الخاص لدفع الضرر العام 16 (ضرر عام کے دفعیہ کے لئے خاص نقصان کو برداشت کیا جاسکتا ہے)

اس حدیث اور فقہی قاعدہ کے تحت ہماری شخصی ذمہ داری بنتی ہے کہ ماحول کی حفاظت کریں، اس کو فضائی، ہوائی اور صوتی آلودگی سے بچانے کی فکر کریں۔ اور ایسا کرنا واجب کے درجہ میں ہوگا۔ قرآن میں ارشاد ہوا:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ 17

یعنی لوگوں نے اپنے ہاتھوں جو کمائی کی، اس کی وجہ سے خشکی وتری میں فساد پھیل گیا تاکہ انہوں نے جو کام کئے ہیں اللہ ان میں سے کچھ کا مزہ انہیں چکھائے، شائد وہ باز آجائیں۔ اس آیت میں فساد سے ''ماحولیاتی فساد'' بھی مراد ہے، اور فساد کو روکنا صرف حکومت یا امام ہی کا نہیں بلکہ یہ شخصی ذمہ داری بھی ہے جو وجوب کا درجہ رکھتی ہے۔

ماحول میں فضائی آلودگی تو نہیں ہے مگر احتیاط کی ضرورت ہے؛ تو ایسی صورت میں احتیاطاً کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال استحباب کے درجہ میں ہے۔

۳۔ فضائی آلودگی کے ضمن میں جنریٹر کے استعمال سے متعلق شرعی حکم:

جیسا کہ سوالنامے میں مرقوم ہے کہ جنریٹر دو قسم کے ہیں: ایک وہ جو مٹی کے تیل اور ڈیزل سے چلتے ہیں تو دوسری قسم کے جنریٹر پٹرول اور گیس سے چلتے ہیں۔ مٹی کے تیل اور ڈیزل سے چلنے والے جنریٹر میں دھواں بھی بہت نکلتا ہے اور آواز بھی۔ پٹرول اور گیس سے چلنے والے جنریٹر میں دھواں نہیں کے برابر اور آواز تو بالکل بھی نہیں۔ اب ایسے جنریٹر کا استعمال جائز ہے جو کم دھواں چھوڑتے ہوں اور آواز بھی ان سے نہیں آتی۔

لیکن ڈیزل اور مٹی کے تیل سے چلنے والے جنریٹر کے سلسلہ میں جن سے دھواں بہت زیادہ نکلتا ہے؛ اگر حکومت نے ممانعت کر رکھی ہے تو اس کے حکم کی تعمیل ضروری بلکہ واجب ہے۔ لیکن اگر حکومت کی جانب سے پابندی نہیں ہے تو ایسی صورت میں حدیث: لا ضرر ولا ضرار 18 (نہ خود نقصان اٹھاؤ اور نہ دوسروں کو نقصان سے دوچار کرو) کے تحت یہ ضروری ہے کہ ایسے جنریٹر کا استعمال ترک کیا جائے۔

خاص طور سے بڑی بڑی فیکٹریوں یا کارخانوں میں جہاں پر بچت کے لئے یا اپنے مالی فائدے کے لئے ایسے جنریٹر کا استعمال ہوتا ہے، ایسے کارخانوں میں ان جنریٹرز کے استعمال کو ترک کرنا چاہئے، کیونکہ ایسی جگہوں پر ان کا کثرت سے استعمال ہوتا ہے اور اس استعمال کی وجہ سے کثیف دھواں نکلتا ہے جو آس پاس کی آبادیوں کو نقصان پہنچاتا ہے، لہٰذا انفرادی طور پر یا پھر ایسے بڑے کارخانوں میں اس قسم کے زیادہ دھواں چھوڑنے والے جنریٹر کا استعمال ترک کر کے کم دھواں چھوڑنے والے جنریٹر کا استعمال کرنا چاہئے۔

اور یہ حکم واجب کے درجہ میں ہے بلکہ تاکید کے ساتھ ہدایت جاری کی جاسکتی ہے؛ کیونکہ فقہاء نے عام ضرر سے بچنے کے لئے خاص نقصان کو برداشت کرنے کی گنجائش دی ہے، ایسی صورت میں کارخانے ہوں یا کوئی بڑے دفتر جہاں روشنی کے استعمال کے لئے اور دوسری مشینوں کو چلانے کے لئے جنریٹر کا استعمال کیا جاتا ہے وہ اس بات کے متحمل ہوسکتے ہیں کہ کچھ زیادہ خرچ کو برداشت کر کے بجائے ڈیزل یا مٹی کے تیل کے جنریٹر کے ''پٹرول گیس'' سے چلنے والے جنریٹر کا استعمال کریں؛ تاکہ ماحول آلودہ ہونے سے بچے، فضا بھی پاک وصاف رہے، عام لوگوں کو نقصان نہ ہو، اور صحت کے مسائل سے بھی عوام محفوظ رہیں۔ عموماً ایسے جنریٹر سے آواز بھی زیادہ نکلتی ہے جس سے فضائی آلودگی کے ساتھ ساتھ صوتی آلودگی بھی پیدا ہوتی ہے، لہٰذا اس وجہ سے بھی ایسے جنریٹر کے استعمال سے احتراز ضروری ہے۔

حدیث میں لوگوں کو ایذا دینے سے منع کیا گیا ہے، اور مومن کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ''پڑوسی کو ایذاء نہ دینا'' بھی پایا گیا ہے؛ انسان تو انسان حتیٰ کہ جانوروں سے بھی اچھا سلوک کرنے کا حکم اسلام میں دیا گیا ہے، صحیح البخاری میں حدیث ہے:

عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ: من كان يومن بالله و اليوم الآخر فلا يؤذ جاره... الخ19 (کہ جس نے اللہ پر ایمان لایا اور یوم آخرت پر یقین رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کو ایذاء نہیں پہنچائے گا)

چنانچہ ایذاء پہنچانے والا مومن نہیں ہوسکتا ہے، اس حدیث کی رو سے بھی ماحول کو نقصان سے بچانے، آلودگی سے بچانے نیز پاک وصاف وشفاف ماحول کو بنانے میں مدد کرنے کے لئے کم دھواں چھوڑنے والے جنریٹر کا استعمال کرنا لازم ہے۔ اور فقہی قاعدہ: يتحمل الضرر الخاص لدفع الضرر العام 20 (ضرر عام کے دفعیہ کے لئے خاص نقصان کو برداشت کیا جاسکتا ہے) کے تحت کارخانے کے مالک یا انفرادی طور پر کوئی شخص اپنے ذاتی نقصان کو برداشت کر کے اجتماعی نقصان کو روک سکتا ہے اور اس کا ایسا کرنا اخلاقی ذمہ بھی ہے اور دینی فریضہ بھی۔

۴۔ شمسی توانائی کے استعمال کا شرعی حکم:

اس وقت دنیا بھر میں دو بڑے مسئلے ہیں ایک یہ کہ آبادی زیادہ ہونے کی وجہ سے اشیاء و وسائل کا استعمال حد سے زیادہ ہورہا ہے، دوسرا مسئلہ یہ کہ اس حد سے زیادہ استعمال کی وجہ سے وسائل کی کمی اور بعض اوقات وسائل کے مفقود ہوجانے کا خطرہ ہے۔ ایسی صورت میں سائنسدان ہوں کہ حکمران اور ذمہ دار ادارے واشخاص اس بات میں کوشاں ہیں کہ قدرتی وسائل کی کمی یا فقدان کو مصنوعی وسائل یا سائنسی ایجادات کے ذریعہ سے پورا کیا جاسکے۔ اس میں ایک وسیلہ شمسی توانائی کا ہے، سولار انرجی کا ہے جو کہ بجلی و بیٹری کے متبادل کی صورت میں سامنے آیا ہے۔ حکومتیں اس بات کی سفارش بھی کر رہی ہیں کہ اس شمسی توانائی کا استعمال اپنے گھروں میں کیا جائے تا کہ ایک طرف بجلی کے بحران سے بچا جائے تو دوسری طرف شمسی توانائی سے حاصل ہونے والے چند فوائد کو حاصل کیا جائے مثلاً بجلی کے خطیر رقمی بلوں سے خلاصی، یک وقتی مصارف، اور پھر اس کے استعمال یا انسٹال کرنے کی صورت میں حکومت کی سہولیات سے استفادہ وغیرہ۔ چنانچہ آج کل نئے مکانات کی تعمیر یا بجلی کے نئے کنکشن کے موقع پر یہ لازمی قرار دیا گیا ہے کہ گھر پر سولار انرجی یونٹ انسٹال کیا جائے۔ ایسی صورت میں جب کہ اس سے نقصان تو کچھ بھی نہیں البتہ فوائد ضرور ہیں؛ اس کے استعمال کا شرعی جائزہ لیا جائے تا کہ مسلمانوں کو اس کے استعمال کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہ ہو۔

عام طور سے عوامی سطح پر یہ بات مشہور ہے کہ سورج کی گرمی میں گرمائی گئی کوئی شئ کا استعمال اسلام میں ممنوع ہے۔ جیسا کہ حدیث بھی ہے کہ سورج کی گرمی وحرارت سے گرم کیا گیا پانی کا استعمال جسم کے لئے مضر ہے، اس سے روکا گیا ہے، تو سوال یہ ہے کہ کیا سولار انرجی کو سورج پر قیاس کیا جائے تو اس کا استعمال شرعاً ممنوع تو نہیں؟ ابن قدامہ نے اس سلسلہ میں المغنی میں لکھا ہے اور اس حدیث کے راوی کے سلسلہ میں کلام کیا اور حدیث کے غیر ثابت ہونے کو بھی ثابت کیا ہے نیز طب میں ماء مشمس کے نقصان کے سلسلہ میں اہل طب کی جانب سے لاعلمی ظاہر کی ہے، کما فی المغنی:

لا تكره الطهارة بالماء المشمس وقال الشافعي تكره الطهارة بماء قصد الى تشميسه في الاواني ولا أكرهه إلا من جهة الطب لما روى عن عائشة رضي الله عنها قالت: دخل عليّ رسول الله ﷺ وقدسخنت له الماء في الشمس فقال: ''لا تفعلي يا حميراء فإنه يورث البرص''، ولنا أنه سخن بطاهر أشبه مافي البرك و الأنهار و ما سخن بالنار و ما لم يقصد تشميسه فان الضرر لا يختلف بالقصد و عدمه، والحديث غير ثابت يرويه خالد بن اسماعيل وهو متروك الحديث و عمر بن محمد الاعسم وهو منكر الحديث قاله الدارقطني قال ولا يصح عن الزهري وحكى عن أهل الطب انهم لايعرفون لذلك تأثيرًا في الضرر 21۔

لہٰذا اس کا جواب یہ ہے کہ ماء مشمس کا استعمال ناجائز نہیں ہے اور رہا سولار پینل یہ سورج کا متبادل نہیں ہے بلکہ یہ سورج سے تحریک پا کر انرجی پیدا کرنے والا ایک آلہ ہے لہٰذا سولار انرجی پینل کو سورج پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، کہ یہ صرف ایک ذریعہ یا وسیلہ ہے۔ یہ ایسی مشین ہے جو سورج کی گرمی و حرارت کو اپنے اندر جذب کر کے توانائی پیدا کرتی ہے اور اس توانائی سے گھر کی ٹنکی میں موجود پانی گرم ہوجاتا ہے، گھر میں موجود بلب جلنے لگتے ہیں، بیٹری چارج ہوتی ہے، بلکہ موٹر گاڑی بھی اسی انرجی سے چارج ہو کر چلتی ہے۔ لہٰذا اس حدیث کو صحیح بھی مان لیا جائے تو پھر یہ بات کوئی وزن نہیں رکھتی کہ سولر انرجی کا استعمال اس حدیث کی روشنی میں ممنوع ہے۔

سولر انرجی پینل آج کی ایک جدید ایجاد ہے جو کہ ہمارے لئے فائدہ مند بھی ہے اور سہولت بھی فراہم کرتی ہے۔ چنانچہ فقہاء نے سائنسی ایجادات

اور خصوصاً جدید تحقیقات وایجادات سے استفادہ کرنے کو روکا نہیں ہے اگر ان میں کوئی شرعی قباحت نہ ہو۔ دنیا میں بے شمار وسائل ایسے ایجاد ہو رہے ہیں جو انسانیت کے لئے اور انسانی حیات کے لئے مفید ومعاون اور سہولت فراہم کرنے والے ہیں، ان ہی ایجادات میں ''سولر انرجی پینل'' بھی ہے جس سے انسان کو کئی ایک فوائد حاصل ہوتے ہیں، بجلی کے فقدان کا مسئلہ ہو یا دوسرے وسائل سے ہونے والے ضرر کا معاملہ، بیٹری، ڈیزل اور پٹرول وغیرہ سے جو نقصانات ماحول کو ہو رہے ہیں ان کا تدارک اس سولر انرجی پینل سے ممکن ہے، اور اس سے معاشی فائدہ بھی ہے کہ ایک بار گی خرچ کر دینے کے بعد اس میں پھر کوئی خرچ نہیں ہے، اس سے عام آدمی، متوسط آدمی کو کافی سہولت ہو سکتی ہے، نیز اس کے استعمال سے ماحولیاتی آلودگی کے کم سے کم تر ہونے کا امکان ہے بلکہ ایقان ہے، لہٰذا اس کا استعمال کرنا اور اس کے استعمال کی سفارش کرنا مستحب ومستحسن عمل ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''كُلًّا نُّمِدُّ هٰؤُلَاۗءِ وَهٰؤُلَاۗءِ مِنْ عَطَاۗءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَاۗءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا''۔ 22

ایک اور موقع پر ارشاد ہوا: ''هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا......'' 23، ان دونوں آیتوں سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین میں جو کچھ پیدا کیا، اور بنایا وہ ہمارے لئے ہے، شرط یہ ہے کہ اللہ کے بنائی ہوئی تمام چیزوں میں کوئی شرعی قباحت نہ ہو نیز ان کا صحیح اور درست استعمال ہو، چنانچہ سولر انرجی پینل بھی اللہ ہی کا عطیہ ہے جس کا استعمال ہمارے لئے مستحب ہوگا۔

فقہاء کا قاعدہ ہے: الاصل في الأشياء الإباحة 24۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ، تخلیق کردہ تمام اشیاء اصل میں مباح ہیں، اب اس کے استعمال پر ہے کہ یہ جائز یا ناجائز ہوں؛ اگر ان کا صحیح اور درست استعمال ہوگا، نیک واچھے ارادہ سے ہوگا تو وہ جائز ہے اور اس کا استعمال غلط وممنوع طریقے سے کیا جائے تو وہی شئی حرام وممنوع ہوگی۔ جب تک کسی شئی میں کوئی شرعی قباحت نہ ہو اور اس کے استعمال میں کوئی غلط یا بد ارادہ کارفرما نہ ہو اس کا استعمال جائز بلکہ مستحب ہوگا۔

حدیث رسول اللہ ﷺ: انما الاعمال بالنیات 25 کے تحت فقہی قاعدہ ہے: الامور بمقاصدها 26 کے تحت یہاں سولر انرجی پینل کا استعمال صحیح، درست، نیک واچھے ارادہ سے ہوگا لہٰذا اس کے استعمال کا جواز ہے اور یہ مستحسن ومستحب کے درجہ میں ہے۔

بلکہ اگر کہیں ایسی صورت حال ہے کہ بجلی کے فقدان کا مسئلہ شدت کے ساتھ موجود ہے، اس سلسلہ کے دوسرے وسائل کی بھی کمی ہونے کا خطرہ موجود ہے یا پھر برقی توانائی، ڈیزل، بیٹری وجنریٹر سے فضائی آلودگی کا مسئلہ درپیش ہو تو ایسی صورت میں سولر انرجی پینل کے استعمال کو لازمی قرار دیا جا سکتا ہے جس کی پابندی عوام کے لئے واجب کے درجہ میں ہے۔

۵۔ کارخانوں سے فضائی آلودگی اور اس کا سدِّ باب:

اس وقت فضائی آلودگی کا سب سے بڑا سبب وہ بڑے بڑے کارخانے وفیکٹریاں ہیں جو کبھی شہر کی حدود سے باہر تھیں مگر آبادی کے بڑھ جانے کی وجہ سے اور شہری حدود میں اضافہ کے باعث وہ شہر کے اندر یا کم از کم شہر کے کنارے پر آگئی ہیں یا پھر شہر کی حدود ان تک پہنچ گئی ہیں۔ اس کے لئے حکومتیں کوشش کرتی ہیں کہ ان کو منتقل کیا جائے بلکہ اس کے لئے ایک الگ سے ''انڈسٹریل سٹی'' کے نام سے ایسے شہر تیار کئے جا رہے ہیں جہاں صرف انڈسٹریز، کارخانے وفیکٹریاں قائم کی جائیں اور وہ شہر آبادی سے دور ہوتے ہیں۔

جہاں فیکٹری یا کارخانے موجود ہیں وہاں لازمی طور پر فضائی وصوتی آلودگی کا ہونا ضروری ہے، ان سے نکلنے والا دھواں، افزود وبے کار صنعتی فضلات ومادوں سے فضائی آلودگی پیدا ہوتی ہے اور کارخانے کی مشینوں سے نکلنے والی زوردار آواز اطراف کے ماحول میں صوتی آلودگی پیدا کرتی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ایسے کارخانوں کی ضرورت واہمیت بھی ہے مگر ان سے درپیش ماحولیاتی نقصان کا تدارک بھی ضروری ہے۔

ان سے ہونے والے ماحولیاتی نقصانات سے نمٹنے کے لئے حکومت نے قوانین بھی وضع کئے ہیں، مزید ان میں اصلاحات ضروری ہے:

یہ کہ کوئی چھوٹا یا بڑا کارخانہ یا فیکٹری شہری حدود یا آبادی کے اندر موجود نہ ہو، اس ہدایت پر سختی سے عمل ہو۔

جیسا کہ آج کئی مقامات پر ہو رہا ہے کہ انڈسٹریل سٹی بنائے جا رہے ہیں؛ ایسے ہی ہر صوبہ میں اور ہر بڑے شہر کے باہر ایسے انڈسٹریل سٹی بنائے جائیں جہاں پر صرف کارخانے وفیکٹریاں ہوں اور وہاں سے ہٹ کر شہری حدود میں ان کو آنے نہ دیا جائے۔

اگر بفرض محال کوئی کارخانہ یا فیکٹری جس کو شہری حدود ہی میں رکھنا پڑے تو وہ ان شرائط پر سختی سے کاربند رہے کہ:

اس سے نکلنے والا دھواں نیچے نہ پھیلنے پائے بلکہ اونچی چمنی سے دھویں کو اونچائی تک پہنچا کر چھوڑا جائے۔

اس سے خارج ہونے والے فضلات کو جو بعض دفعہ بہت ہی زہریلے اور جان لیوا ہوتے ہیں؛ تحلیل کرنے والے عمل کو اختیار کر کے ان کی زہریلی تاثیر کو ختم کر کے بند نالیوں میں بہایا جائے۔ جیسے استحالہ کا عمل اختیار کر کے ان فضلات کی ماہیت کو تبدیل کیا جاسکتا ہے یا کم از کم ان کے اندر موجود زہریلے اثرات کو ختم کیا جاسکتا ہے۔

کارخانے میں کام کرنے والے مزدوروں کی صحت برقرار رکھنے اور آلودگی سے ان کو بچائے رکھنے کے مؤثر اقدامات کئے جائیں۔

اور ایسا ایندھن کارخانے کے چلانے میں استعمال کیا جائے جو ماحول میں آلودگی کا سبب نہ بنے۔

اگر ان قوانین کی خلاف ورزی کی جائے تو اس کا حکم خودکی اور کسی کی جان لینے کی کوشش کا سا ہوگا۔ جان بوجھ کر اگر کوئی فضا میں زہریلے مادے یا فضلات پھینکتا ہے جس سے انسانیت کو، عام انسانوں کی جانوں کو خطرہ ہے تو اس کا حکم "جان لینے کی کوشش" جیسا ہی ہوگا، اور شرعاً اس کی جو بھی سزا ہے وہ اس پر لاگو ہوتی ہیں۔

چنانچہ قرآن میں ارشادِ باری ہوا ہے: "وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ" 27 (یعنی اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو)۔

ایک اور موقع پر ارشاد ہوا: أَنَّهُ مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا 28...

یعنی (جو کوئی قتل کرے ایک جان کو بلا عوض جان کے یا بغیر فساد کرنے کے ملک میں تو گویا قتل کر ڈالا اس نے سب لوگوں کو)۔

ایک اور آیت ہے: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا 29

(یعنی جو کوئی نیک عمل کرتا ہے وہ اپنے نفع کے لئے کرتا ہے اور جو کوئی برا عمل کرتا ہے اس کا بھی وبال اس پر پڑے گا)۔

صحیح البخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اجتنبوا السبع الموبقات: ...... وقتل النفس التی حرم اللہ إلا بالحق30 یعنی سات چیزوں سے اپنے آپ کو بچاؤ،...... ناحق کسی کو قتل کرنے سے)31۔

صحیح مسلم میں ہے: قال رسول اللہ ﷺ: من استطاع منکم أن ینفع أخاہ فلیفعل32...

(یعنی تم میں کا جو شخص اپنے بھائی کو کچھ فائدہ پہنچانے کی استطاعت رکھتا ہو تو اس کو چاہئے کہ اسے کر گزرے)۔

حدیث ہے: لا ضرر ولا ضرار33۔ یعنی نہ خود نقصان اٹھاؤ اور نہ دوسروں کو نقصان پہنچاؤ۔

اس کے علاوہ بھی کئی دلائل ہیں جو اطاعت امام وامیر کے تعلق سے سوال نمبر ۲ کے ذیل میں گزر چکے۔

علیٰ ہٰذا! چھوٹے بڑے کارخانوں کے مالکین کیلئے ماحولیاتی آلودگی کے تدارک کے سلسلہ میں حکومت کی جانب سے وضع کردہ قوانین وجوب کے درجہ میں ہیں، ان کی پابندی واجب ہے، اگر ان کی خلاف ورزی کی جاتی ہے تو ان پر جرمانہ عائد کیا جائے گا؛ کیونکہ جو عوام کی بہبودی کے لئے بنائے گئے قوانین کی خلاف ورزی کرتا ہے گویا کہ وہ عوام مخالف یا فساد فی الارض کا بھی مرتکب ہوتا ہے اور ایسے شخص کو اس کے کئے ہوئے جرم کی سزا دینی ضروری ہے۔ ایسا شخص عوام کا مجرم ہے، ماحولیاتی آلودگی پیدا کرنے کے سبب ضرر عام کا مرتکب ہے۔ عوام کو اور خود کو ہلاکت میں ڈالنے والا ہے، ناحق قتل کی کوشش کرنے والا ہے لہٰذا اس پر انسانی بھلائی والے قوانین سے روگردانی اور "فساد فی الارض" جیسے مجرم جیسا سلوک کیا جائے گا۔

قرآن میں یہ بھی ارشاد ہے: وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا... الخ 34...... یعنی زمین میں فساد مت برپا کرو جب کہ اس کی اصلاح ہو جائے۔

۶- مذبح خانوں اور جانوروں کے غیر مستعمل اجزاء سے فضائی آلودگی کا تدارک:

یہ سوال تین اجزاء پر مشتمل ہے؛

(الف) مذبوح جانوروں کے غیر مستعمل اجزاء سے متعلق شریعت کے احکام

(ب) مذبوح جانوروں کے غیر مستعمل اجزاء سے ہونے والی آلودگی کے سلسلہ میں حکومت کی ذمہ داریاں

(ج) مذبوح جانوروں کو ذبح کرنے اور قربانی دینے والے کی ذمہ داریاں

(الف) مذبوح جانوروں کے غیر مستعمل وحرام اجزاء سے متعلق شریعت کے احکام:

مذبوح جانوروں کے غیر مستعمل وحرام اجزاء سے ماحول میں کافی آلودگی پیدا ہونے کا خدشہ ہوتا ہے، اگر ان کو صحیح طریقے پر ٹھکانے نہ لگایا جائے تو عین ممکن ہے کہ وہ ماحول کو آلودہ اور فضا کو زہریلی کردیں جس سے کئی بیماریاں پیدا ہوسکتی ہیں۔

شریعت نے پاکی صفائی کے جو احکام بیان کئے، ان کا مقصد ہی ماحول وفضا کی پاکیزگی، طہارت اور اس کی حفاظت ہے، حفظان صحت کے سلسلہ میں پاک وصاف ماحول کا اہم رول ہوتا ہے، چنانچہ شریعت نے ہر اس ذریعہ کا اور ان تمام وسائل کا تدارک کردیا ہے جن سے ماحول پراگندہ ہو، اس سلسلہ میں احادیث وارد ہیں، ایک حدیث میں ہدایت کی گئی کہ سونے سے قبل چراغ گل کر کے سوئیں، اس میں حکمت یہ ہے کہ ایک تو اس سے بے احتیاطی کی وجہ سے آگ نہ لگ جائے اور دوسری یہ کہ اس سے نکلنے والا دھواں کہیں ماحول کو آلودہ نہ کردے، اسی طرح ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب سے منع کیا گیا، عین سڑک پر، سایہ درخت کے نیچے رفع حاجت کرنے یا گندگی کرنے سے منع کیا گیا، وغیرہ۔

حضرت سالم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ

لا تترکوا النار فی بیوتکم حین تنامون 35 یعنی اپنے گھروں میں سوتے وقت آگ کو جلتی ہوئی مت چھوڑا کرو۔

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے: قال رسول اللہ ﷺ: خمّروا الأنية، و أجيفوا الأبواب، و أطفئوا المصابيح، فان الفويسقة ربّما جرّت الفتيلة فأحرقت أهل البيت۔ 36

حضرت جابر ہی کی ایک اور روایت ہے: قال رسول اللہ ﷺ :أطفؤوا المصابيح بالليل اذا رقدتم، و غلقوا الابواب، و أوكوا الأسقية، و خمروا الطعام و الشراب، قال همام: وأحسبه قال: ولو بعود۔ 37

چنانچہ حضرت معاذؓ سے روایت ہے، کہتے ہیں:......

لقد سمعت رسول اللہ ﷺ يقول: اتقوا الملاعن الثلاث: البراز في الموارد و الظل و قارعة الطريق38۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: أتقوا اللعانين، قالوا: وما اللعانان يا رسول الله؟ قال: الذي يتخلى في طريق الناس أو في ظلهم 39۔

ان تمام دلائل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ گندگی وغلاظت کو عام جگہوں پر نہ کرنے کی ہدایت ہے ٹھیک اسی طرح مذبوح جانور کے غیر مستعمل اجزاء کو بھی ان جگہوں پر ڈال دینا جس سے ان میں سڑن پیدا ہو جائے اور لوگوں کو تکلیف ہو، بیماریاں پیدا ہونے کا شدید خطرہ ہو اور اس سے ہر خاص وعام کو ایذاء پہنچے جائز نہیں ہے۔

لہٰذا یہ واجب ہے کہ مذبوح جانور کے بچے ہوئے غیر مستعمل اجزاء جیسے اوجھڑی، خون یا گوبر وغیرہ کو کھلے عام سڑکوں پر یا کھلے ہوئے کوڑا دانوں میں یا لوگوں کے بیٹھنے کی جگہوں پر، مجلوں میں، گھروں کے آس پاس نہ ڈالیں بلکہ ان کو آبادی سے دور لے کر زمین میں دفن کردیں تا کہ ان کی سڑن سے فضا میں آلودگی نہ پھیلے یا پھر حکومت کی جانب سے مقرر کردہ جگہ پر لے جا کر ڈالیں۔ پاکی صفائی کے سلسلہ میں حکومت کی اگر کوئی ہدایت ہو تو اس کی پابندی کریں

کما في ردالمحتار؛ ويدفن أربعة: الظفر والشعر و خرقة الحيض و الدم 40۔

خون اور گوبر کو جدید کیمیائی طریقہ پر اس قابل بنایا جاسکتا ہے کہ وہ کھاد کے طور پر استعمال کیا جاسکے یا اس کو پرندوں اور جانوروں کی غذا میں تبدیلی کیا جاسکے؛ چنانچہ ایسے کسی ادارہ کو خون، گوبر یا دوسرے اجزاء دیدینا چاہئے تا کہ ان کا کوئی دوسرا استعمال ہو جائے اور اس سے ہونے والی گندگی وآلودگی سے بچا جائے۔ چنانچہ فتاویٰ التاتارخانیہ میں ہے:

دجاجة شويت فخرج من بطنها شئ من الحبوب يتنجس موضع الحبوب و تطيره أن تطبخ ثلاث مرات بالماء الطاهر و تبرد فی كل مرة41۔

وفی ردالمحتار: وجاز بيع السرقين مطلقًا فی الصحيح عندنا لكونه مالًا منتفعًا به لتقوية الارض فی الانبات42۔

وفی تكمله فتح الملهم: وأما أبوحنيفة و الكوفيون فقد ذهبوا إلی جواز بيع السرقين ... وكل ما فيه منفعة مباحة؛ لأن مدار حلة البيع ليس على طهارة المبيع عندهم و انما مداره علی كونه منتفعًا به فی صورة ما، فكل ما فيه منتفعة مباحة جاز بيعه43۔

آج کل کوڑا کرکٹ یا پھر جانور کے ایسے غیر مستعمل اجزاء کو کیمیاوی طریقہ سے ایسی صورت میں تبدیل کردیا جاتا ہے کہ اس سے ماحول میں آلودگی نہ پھیلے، اس طریقہ کار کو اپنا کر اس سے ہونے والی آلودگی سے بچا جاسکتا ہے۔

(ب) مذبوح جانوروں کے غیر مستعمل اجزاء سے ہونے والی آلودگی کے سلسلہ میں حکومت کی ذمہ داریاں:

حکومت کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ پاکی وصفائی کا خیال رکھے، عوام کو کوئی اس سلسلہ میں تکلیف نہ ہونے دے، اس کے شعبوں میں ایک شعبہ صحت عامہ کا، ماحول کو صاف شفاف رکھنے کا بھی ہے۔ چنانچہ وہ اس سلسلہ میں اقدام کرے کہ جہاں بھی جانور ذبح کیا جائے خصوصًا مذبح خانے تو ان کی پاکی صفائی کا اور وہاں سے فورًا اغلاظت وجانور کے غیر مستعمل حرام اجزاء کو ہٹانے کا نظم کرے، مذبح خانے ایسی جگہ ہوں جو آبادی سے دور ہو، شہری حدود کے باہر مذبح خانوں کی تعمیر ہو اور وہاں حکومت کی جانب سے ''ماحولیاتی آلودگی'' پر قابو پانے کا نظم ہو۔

اس وقت ہر جانب سے صفائی ستھرائی کا شعور جاگا ہے، لیکن وہ جگہیں یا مقامات جہاں پر غریب طبقہ بستا ہے یا جن کو سلم ایریا کہا جاتا ہے وہاں پاکی صفائی کا کوئی نظم نہیں، ہر کسی کا بڑے بڑے پوش علاقوں کی جانب دھیان جاتا ہے لیکن وہیں سلم علاقوں کو نظر انداز کردیا جاتا ہے، جب کہ اصل پاکی وصفائی کی ضرورت تو ایسی ہی جگہوں پر ہوتی ہے، لہٰذا حکومت کی ذمہ داری ہے کہ مذبح خانوں کے اطراف کے علاقے اور سلم علاقوں میں پاکی کا نظم کرے، وہاں نالیاں بنائے تا کہ غلاظت بہہ کر دور نکل جائے، گلیوں میں صفائی کا نظم کرے تا کہ کوڑا کرکٹ جمع نہ ہو۔

آج کل کوڑا کرکٹ یا پھر جانور کے ایسے غیر مستعمل اجزاء کو کیمیاوی طریقہ سے ایسی صورت تبدیل کردیا جاتا ہے کہ اس سے ماحول میں آلودگی بھی نہ پھیلے اور اس گندگی یا غلاظت کو استعمال میں بھی لالیا جائے، اس طریقہ کار کو اپنا کر اس سے ہونے والی آلودگی سے بچا جاسکتا ہے۔

(ج) جانوروں کو ذبح کرنے اور قربانی دینے والے کی ذمہ داریاں:

عام دنوں میں روزانہ اور خاص دنوں یعنی قربانی کے دنوں میں یا پھر ہندو تہوار کے مواقع پر جانور ذبح کئے جاتے ہیں، ان مواقع پر سب کی ذمہ داری ہے کہ وہ ماحول کا خیال رکھیں، ذبح ہوتے ہی غیر مستعمل اجزاء کو پیک کرکے آبادی سے دور لے جاکر پھینکیں تا کہ اس سے ماحول میں آلودگی نہ پیدا ہو، اسلام کی تعلیم تو یہی ہے کہ آدمی نہ صرف اپنے جسم وکپڑوں کو پاک وصاف رکھے بلکہ اس کے ساتھ اپنے رہنے کی جگہ کو، مقام کو، محلہ کو، اپنے شہر کو پاک صاف رکھنے کی کوشش کرے۔ اسی لئے کہا: الطهور شطر الايمان 44 پاکی آدھا ایمان ہے۔ اللہ کے لئے ہم قربانی تو دیتے ہیں مگر اس قربانی کے جانور کے بچے کھچے اجزاء کو وہیں سڑکوں پر یا کوڑا دانوں میں ڈال کر لوگوں کو ایذا پہنچانے کا گناہ کرتے ہیں، اس طرح سے جانور کے بچے کچے اجزاء کو ڈال دینا کہ وہ آگے چل کر ماحول کو پراگندہ کردیں، آلودگی پیدا کردیں جس سے آدمی بیمار بلکہ کوئی ایسی بیماری کا شکار ہوجائیں جو ان کے لئے جان لیوا ہو، سخت ممنوع ہے، لہٰذا بیماریوں اور آلودگی سے بچنے کے لئے ماحول کو پاکیزہ رکھنا ضروری ہے، اور ماحول کو پاکیزہ رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ مذبوح جانور کے غیر مستعمل وحرام اجزاء کو درست طریقہ پر ٹھکانے لگائیں۔

ارشاد باری ہے: قُل لَّا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَىٰ طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَن يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَّسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ 45۔

ایک اور جگہ ارشاد باری ہوا: يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ 46۔

اے کپڑے میں لپٹنے والے اٹھو اور لوگوں کو خبر دار کرو اور اپنے رب کی تکبیر کہو اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو اور گندگی سے کنارہ کرلو۔

ایک اور آیت ہے: إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ 47

یعنی بے شک اللہ تعالیٰ خوب توبہ کرنے والوں اور خوب پاک رہنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔

اس سلسلہ میں بے احتیاطی کرنا ممنوع ہے، جانور کو ذبح کر کے اس کے افزود اجزاء کو جن کو عام طور سے استعمال نہیں کیا جاتا یا شرعا حرام ہیں، کھلے عام ڈال دینا یا ایسے ہی چھوڑ دینا مکروہ ہے، بلکہ ان کو صحیح جگہ پر ٹھکانے لگانا واجب ہے۔

اگر حکومت کی جانب سے مذبح خانے موجود ہوں تو ان کے رہتے گھروں کے پاس یا اپنی ہی دوکان کے پاس ذبح کرنا قانونا و شرعا جرم ہے، مذبح خانے ہی میں ذبح کریں یہ واجب ہے، اگر مذبح خانے موجود نہ ہوں تب وہ اپنی سہولت والی کوئی جگہ پر ذبح کر سکتے ہیں مگر اس سے جگہ میں گندگی نہ ہو اور ماحول پراگندہ نہ ہو، اور صفائی ستھرائی کا خاص خیال و لحاظ رکھا جائے۔

صحیح البخاری کی حدیث ہے: لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق 48۔ یعنی خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت نہیں ہوسکتی؛ چنانچہ حکومت کا ایسا حکم جس میں خالق کی نافرمانی نہ ہو اور وہ عوام کے فائدہ کے لئے بھی ہو تو پھر ایسے حکم میں کوئی قباحت نہیں ہے بلکہ اس کی تعمیل ضروری و واجب ہے۔

"ردالمحتار" میں ہے: طاعة الامام فی غیر المعصیة واجبة 49... یعنی غیر معصیت عمل میں اطاعت امام واجب ہے۔

۷۔ پلاسٹک کی ردی کے استعمال کا حکم:

کوئی ایسی شئ چاہے وہ کتنی ہی خوشنما کیوں نہ ہو اگر وہ ماحول کے لئے نقصان دہ ہے، تو اس کا استعمال مکروہ ہے۔ پلاسٹک گو خوبصورت لگتا ہے مگر یہ زمین میں دفن کیا جاتا ہے تو وہ گلتا نہیں جس سے کاشتکاری کی زمین خراب ہونے کا اندیشہ ہے اور جب اس پلاسٹک کو جلایا جاتا ہے تو سب سے بڑھ کر فضا میں آلودگی پیدا کرتا ہے۔ پلاسٹک کی تھیلیوں میں کوئی گرم چیز ڈالی جاتی ہے تو اس گرمی سے اس تھیلی میں خاص قسم کی گیس پیدا ہوتی ہے جو انسانی صحت کے لئے بھی نقصان دہ ہے۔ کوئی جانور ان پلاسٹک کے اجزاء کو کھالے یا نگل لے تو وہ ہضم نہیں ہوتے بلکہ وہ معدہ میں ہی رہ جاتے ہیں اور نقصان پہنچاتے ہیں، پلاسٹک کاغذ کی طرح تحلیل بھی نہیں ہوتا بلکہ اس سے سڑن پیدا ہوتی ہے، تعفن پیدا ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے جراثیم اور زہریلی گیس بنتے ہیں جو کہ ماحول کو آلودہ کردیتے ہیں۔ ذرا سا روپیہ بچتا ہے، دیکھنے میں خوبصورت لگتا ہے مگر نقصان بہت کرتا ہے۔ ڈاکٹروں نے اس کے کئی نقصانات گنائے ہیں جن سے انسانی صحت اور ماحول و فضا متاثر ہوتے ہیں۔ اب اس کے یہ اثرات بھی عیاں ہورہے ہیں، اسی لئے حکومتیں اس کے استعمال پر پابندی لگا رہی ہیں؛ چنانچہ ایسی شئ کا استعمال ایک تو خود کی ہلاکت ہے بلکہ اس کی کثافت سے جانور و پرندوں اور ماحول و فضا کو بھی نقصان پہنچتا ہے، اسی لئے قرآن میں ارشاد ہوا: وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ 50 (یعنی اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو)۔

ایک اور آیت ہے: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا 51

(یعنی جو کوئی نیک عمل کرتا ہے وہ اپنے نفع کے لئے کرتا ہے اور جو کوئی برا عمل کرتا ہے اس کا بھی وبال اس پر پڑے گا)۔

حدیث ہے: لا ضرر ولا ضرار 52 (نہ خود نقصان اٹھاؤ اور نہ دوسروں کو نقصان سے دوچار کرو)

اور فقہاء کا قاعدہ ہے: الضرر الاشد یزال بالضرر الاخف 53

(یعنی ہلکا نقصان شدید تر نقصان کو زائل کردے گا)، شدید تر نقصان کو اگر ہلکے سے نقصان سے زائل کرسکو تو کرلو۔

او پر دی گئی پلاسٹک کے نقصانات کی تمام تفصیلات کے علاوہ یہ بھی تحقیق سے معلوم ہوا کہ پلاسٹک کے جلنے پر نکلنے والا دھواں دوسرے تمام دھویں سے زیادہ خطرناک اور فضا کو آلودہ کرنے والا ہوتا ہے۔

جہاں تک پیکنگ کا مسئلہ ہے، اب پلاسٹک کی جگہ پر اس کا متبادل بازار میں آچکا ہے، پلاسٹک کی تھیلیوں، دعوتوں میں استعمال کئے جانے والے پلاسٹک کے برتنوں، نیز پیکنگ کے لئے خوبصورت ڈبے وغیرہ کی جگہ اب متبادل کے طور پر کاغذ وغیرہ کی بنی ہوئی بہترین اشیاء اس وقت بازار میں موجود

ہیں، لہٰذا پلاسٹک کا استعمال نہ کرتے ہوئے اس کی جگہ پر اس کا متبادل کاغذ یا تحلیل ہونے والے اجزاء سے بنی ہوئی ردی کا استعمال کیا جاسکتا ہے۔

بہر حال ان تمام دلائل و وجوہات کی بنا پر پلاسٹک کی ردی کا استعمال ممنوع و مکروہ ہوگا، اگر حکومت اس کے استعمال پر پابندی لگاتی ہے تو یہ صحیح ہے۔ حکومت کے اس طرح کے فرمان کی تعمیل واجب ہے۔ امتناع کے باوجود اگر کوئی اس کا استعمال کرتا ہے تو اس پر جرمانہ لگانا بھی جائز ہے۔

۸۔ تمباکو کی اشیاء اور اس کے دھوئیں کا حکم:

تمباکو خود استعمال کرنے والے کے لئے نقصان دہ ہے ہی لیکن اس سے کہیں زیادہ ضرر اس کے دھوئیں کو سونگھنے والے کو ہوتا ہے۔ گو عند الشرع تمباکو پینا سگریٹ، بیڑی وحقہ کی شکل میں حرام تو نہیں مگر اس میں بدبو ہو تو وہ مکروہ ہے اور اس کو پی کر مسجد میں جانے سے شریعت روکتی ہے، یعنی پہلے منہ سے اس کی بدبو زائل کرے پھر مسجد جائے۔ تمباکو، سگریٹ وبیڑی میں نشہ نہیں ہے، اس میں موجود حدت کا اثر دماغ پر پڑتا ہے جس سے دماغ چکرا جاتا ہے، لہٰذا ان کا حکم نشہ آور اشیاء میں نہیں کیا جاسکتا، اس کی بدبو اور اس کے دھویں سے سونگھنے والے کے لئے ضرر رساں ہونے کی وجہ سے یہ مکروہ ہے لیکن اگر خود کے ساتھ دوسرے کو بھی ضرر دینے سے بچ جائے تو پھر ان اشیاء کا استعمال درست ہوگا بلکہ بطور دوا ان کا استعمال جائز ہوگا؛ لیکن اس کے استعمال سے دوسرے کو تکلیف ہو رہی ہو تو ایذا دینا لازم آئے گا، اور اس کا ایسا استعمال جس سے دوسرے کو نقصان، ضرر، ایذا یا تکلیف ہو "جائز" نہ ہوگا۔

ارشادِ باری ہوا ہے: "وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ" 54 (یعنی اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو)۔

ایک اور موقع پر ارشاد ہوا: أَنَّهُ مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا 55...

یعنی (جو کوئی قتل کرے ایک جان کو بلا عوض جان کے یا بغیر فساد کرنے کے ملک میں تو گویا قتل کر ڈالا اس نے سب لوگوں کو)۔

حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی تمباکو کے استعمال کے سلسلہ میں استفتاء کے جواب میں لکھتے ہیں: (تمباکو) نشہ آور منع ہے، بدبودار مکروہ ہے، دونوں سے خالی ہو جائز ہے۔ 56

وفی حاشیۃ فتاویٰ محمودیہ: فيفهم منه حكم النبات الذي شاع في زماننا المسمى بالتتن وهو إباحة على المختار أو التوقف و فيه إشارة إلى عدم تسليم إسكاره وإضراره ... (شامی کراچی ۶/ ۱۶۰) 57۔

چنانچہ تمباکو کا استعمال درست ہے مگر اس کا دھواں جو صحت کے لئے نقصان دہ ہے اور پینے والے سے ہٹ کر اس کو سونگھنے والے کے لئے مضر ہے، اس سے فضائی آلودگی پیدا ہوتی ہے، اسی لئے بیڑی سگریٹ کا عام جگہوں پر استعمال ممنوع ہوگا، چنانچہ الدر المختار میں ہے: ومن أكل ما يتأذى به، أي برائحته كثوم و بصل، و يؤخذ منه أنه لو تأذى من رائحة الدخان المشهور له منعها من شربه 58۔

و في حاشية فتاوىٰ محموديه: "لقد رأيت رسول الله ﷺ اذا وجد ريحهما من الرجل في المسجد أمر به فأخرج الى البقيع" (مسلم شریف ۱/ ۲۱۰ م كتاب المساجد، باب نهي من أكل ثومًا أو بصلًا... الخ، مطبوعه رشيدية) 59۔

و في ردالمحتار: و اكل نحو الثوم اى كبصل و نحوه مما له رائحة كريهة للحديث الصحيح في النهي عن قربان أكل الثوم و البصل المسجد قلت علة النهي أذى الملائكة و أذى المسلمين 60۔

وفي حاشية ابن ماجه: هذا تصريح باباحة الثوم وهو مجمع عليه، لكن يكره لمن أراد حضور المسجد و حضور جمع في غير المسجد... و يلحق بالثوم كل ماله رائحة كريهة من البصل و الكراث و نحوهما 61۔

اسلامک فقہ اکیڈمی کا فیصلہ "نشہ آور اشیاء" کے سلسلہ میں ہے: جسم وجان اور صحت وصلاحیت سب اللہ کی نعمت وامانت ہیں، ان کی ہر ممکن حفاظت انسان پر فرض ہے، اس لئے نشہ آور اشیاء سے احتراز کے ساتھ ان تمام اشیاء کے استعمال سے بھی بچنا ضروری ہے جو جسم وصحت کو نقصان پہنچاتی ہیں اور خطرناک بیماریوں کا ذریعہ بنتی ہیں مثلاً سگریٹ، بیڑی، گٹکھا تمباکو وغیرہ 62۔

چنانچہ تمباکو جو نشہ آور نہ ہو تو جائز ہے اور نشہ آور ہو تو عام حالات میں جائز نہیں لیکن اگر وہ علاج کے لئے بطور دوا استعمال کیا جائے تو جائز ہے۔

ایک تمباکو خوشبودار ہوتا ہے اور ایک بدبو پیدا کرتا ہے، خوشبودار تمباکو کا استعمال درست ہے، اور بدبو پیدا کرنے والے تمباکو کا استعمال مکروہ

تنزیہی ہے۔

بیڑی، سگریٹ اور حقہ کا شوقیہ طور پر استعمال مکروہ تنزیہی ہے، اگر وہ خوشبودار ہو یا اس کے استعمال سے اگر بدبو نہ پیدا ہوتی ہو تو ''درست'' ہے، اس کے استعمال سے بدبو پیدا ہو جائے تو پھر اس کو زائل کئے بغیر مسجد میں جانا ممنوع ہے۔ بطور دوا اس کا استعمال درست ہے۔

نان اسموکنگ زون میں سگریٹ نوشی کا حکم:

رہا سوال ان جگہوں کا جہاں سگریٹ نوشی کرنا ممنوع ہے، یعنی نان اسموکنگ زون کا، تو ایسے مقامات پر سگریٹ نوشی کرنا ''جائز'' نہیں ہے، بلکہ دوسروں کو ایذا پہنچانے، نقصان وضرر پہنچانے کی وجہ سے یہ ''جرم'' ہے، جیسا کہ بدبو والی شئی کو (پیاز ولہسن وغیرہ کو) کھا کر مسجد میں آنے سے روکا گیا، اس کی وجہ یہی دوسروں کو ایذا نہ دینا مقصود ہے، چونکہ پیاز لہسن کے استعمال سے آدمی کے منہ میں بدبو رہتی ہے جو ملائکہ اور دوسرے مسلمانوں کے لئے تکلیف اور ایذا کا باعث ہے، اسی لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے اشخاص کو روکا، مسجد سے نکل جانے کو کہا اور ایسی بدبودار اشیاء کھا کر مسجد میں آنے سے روکا؛ تاکہ دوسروں کو ایذا سے بچائیں اور ماحول کو آلودہ ہونے سے بچائیں۔ یہی حکم سگریٹ وبیڑی کا ہے، ان کے استعمال سے ایک تو دھواں خارج ہوتا ہے جو ماحول کو پراگندہ کر دیتا ہے، فضا کو آلودہ کر دیتا ہے جس سے عوام کو ایذا پہنچتا ہے، کئی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں اور سگریٹ کی بدبو سے بھی دوسروں کو تکلیف ہوتی ہے۔

سگریٹ یا بیڑی پینے سے جو نقصان ہوتا ہے اس سے کہیں زیادہ ان کے دھویں کو سونگھنے سے ہوتا ہے، سگریٹ اور بیڑی کے دھویں کو سونگھنے سے دل کی بیماریاں، تنفس ودمہ کی بیماریاں، اسی طرح پھیپڑوں کے کینسر ہونے کا خطرہ ہوتا ہے، اس کے علاوہ سگریٹ وبیڑی کے دھویں کی بدبو بسا اوقات عوامی جگہوں پر آدمی کو تکلیف وایذا پہنچاتی ہے، وہ دشواری (uneasiness) محسوس کرتا ہے، جو اسے پریشانی میں ڈال سکتی ہے، من جملہ سگریٹ کے دھویں سے دوسروں کو جو تکلیف ہوتی ہے اس کے خطرناک نتائج ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ قرآنی آیت ہے: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا 63 (یعنی جو کوئی نیک عمل کرتا ہے وہ اپنے نفع کے لئے کرتا ہے اور جو کوئی برا عمل کرتا ہے اس کا بھی وبال اس پر پڑے گا)۔

حدیث میں ہے: لا ضرر ولا ضرار ۶۴ (نہ خود نقصان اٹھاؤ اور نہ دوسروں کو نقصان سے دوچار کرو)۔

الدر المختار میں ہے: ومن أكل ما يتأذى به، أي برائحته كثوم و بصل، و يؤخذ منه أنه لو تأذى من رائحة الدخان المشهور له منعها من شربه۶۵۔

وفي حاشية ابن ماجه: هذا تصريح بإباحة الثوم وهو مجمع عليه، لكن يكره لمن أراد حضور المسجد و حضور جمع في غير المسجد۶۶۔

البتہ سگریٹ نوشی کی عادت والوں کے لئے آجکل ہر عوامی جگہ جیسے ائرپورٹ، ریلوے اسٹیشن، بس اسٹیشن، بینک، بڑے بڑے سرکاری وغیر سرکاری دفاتر پر ایسی جگہیں مختص کی جارہی ہیں جن کو اسموکنگ زون کہا جاتا ہے؛ لہٰذا ایسے افراد کو چاہئے کہ وہ ان کا استعمال کریں، اس سے ماحول بھی پاک وصاف رہتا ہے، فضا بھی مکدر نہیں ہوتی اور دوسروں کو اس سے کوئی تکلیف بھی نہیں پہنچتی۔ لہٰذا اسموکنگ زون میں سگریٹ نوشی کی اجازت ہے۔

نان اسموکنگ زون یا عوامی مقامات پر سگریٹ نوشی ممنوع ہے، مکروہ تحریمی ہے، حکومت کے منع کرنے کے باوجود سگریٹ نوشی کرنا جرم ہے، جس پر جرمانہ یا سزا عائد کی جا سکتی ہے؛ کیونکہ ایسا شخص عوام کا مجرم ہے، جو نان اسموکنگ زون یا عوامی مقامات پر سگریٹ نوشی سے ضرر عام پہنچانے کا مرتکب ہے، عوام کو ہلاکت میں ڈالنے والا، اور قتل ناحق جیسے جرم کی کوشش کرنے والا اور مفاد عامہ کے خلاف ''فساد فی الارض'' کا ارتکاب کرنے والا ہے۔

لہٰذا اگر کوئی اسموکنگ زون کے علاوہ نان اسموکنگ زون میں یا عام مقامات میں، ریل گاڑی، بس اور ہوائی جہاز وغیرہ میں سگریٹ نوشی کرتا ہے تو پھر اس کا یہ فعل مکروہ تحریمی ہوگا، حکومت اس کو عوام کو ایذا پہنچانے اور ماحول کو پراگندہ کرنے نیز فضا کو مکدر کرنے کے ساتھ ساتھ صحت مند معاشرہ میں بیماری کے اثرات کو پیدا کرنے کے جرم میں سزا دے سکتی ہے؛ کیونکہ ان مقامات پر سگریٹ نوشی کرنا طبی نقطہ نظر سے ''جرم'' کرنے کے مترادف ہے، ایسا شخص حکومت اور عوام دونوں کا ''قصوروار'' ہے اور سزا کا مستحق ہے۔

۹۔عوامی جگہوں پر رفع حاجت یا گندگی کرنے کا حکم:

ایسی جگہوں پر رفع حاجت یا پیشاب کرنا ممنوع ہے جو عوامی ہو یا عوام جن جگہوں سے استفادہ کرتی ہو، خصوصاً سڑک کے کنارے یا عین سڑک کے بیچ میں، کھیت کھلیان میں، سایہ دار ایسی جگہ میں جہاں بیٹھنے کی سہولت ہو وغیرہ جیسی جگہوں پر رفع حاجت یا پیشاب کرنے سے منع کیا گیا، رہی بات گھروں میں بیت الخلاء کی سہولت نہ ہو (جیسا کہ ہمارے ملک میں اکثر قریہ جات وگاؤں میں یہ حال ہے) تو ایسی صورت میں پہلی بات تو یہ ہے کہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان کو رفع حاجت کی سہولت بنا کر دے یا ان کے گھروں میں بیت الخلاء بنائے۔

دوسری بات یہ ہے کہ گھروں میں بیت الخلاء نہ ہونے کے سبب باہر رفع حاجت کرنے والے لوگوں کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ کہیں بھی رفع حاجت کے لئے بیٹھ جائیں۔ سڑکوں کے کنارے، بیچ راستوں میں، کھیتوں میں، نہر کے کنارے رفع حاجت کردیں؛ کیونکہ ایسا کرنے سے شریعت نے روکا ہے بلکہ ایسے لوگوں پر اللہ کی، ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہوتی ہے؛ کیونکہ انہوں نے اپنے اس فعل سے عام لوگوں کو نہ صرف ایذاء پہنچائی ہے بلکہ ایک انسانیت واخلاق سے گری ہوئی غیر مہذبانہ حرکت کی ہے۔ حدیث میں آیا ہے:

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: من سل سخيمته على طريق عامر من طريق المسلمين فعليه لعنة الله و الملائكه و الناس أجمعين67۔

البتہ ان کو چاہئے کہ وہ دور ویران جگہ پر جائیں جہاں کوئی نہ دیکھے اور وہ جگہ عوام کے دوسرے استعمال میں بھی نہ ہو۔

عن عبدالرحمن بن أبي قراد قال: خرجت مع رسول الله ﷺ الى الخلاء، وكان إذا أراد الحاجة أبعد68۔

وعن جابر بن عبدالله أن النبي ﷺ كان إذا أراد البراز انطلق حتى لا يراه أحد69۔

کما فی المغنی: ويستحب أن يستتر عن الناس فان وجد حائطا أو كثيبا أو شجرة أو بعيرا استتر به وان لم يجد شيئا أبعد حتى لا يراه أحد لما روى عن النبي ﷺ أنه قال: ''من أتى الغائط فليستتر فان لم يجد إلا أن يجمع كثيبا من الرمل فليستدبره'' و روى عنه عليه السلام ''أنه خرج و معه درقة ثم استتر بها ثم بال'' وعن جابر قال: كان النبي ﷺ إذا أراد البراز انطلق حتى لا يراه أحد''، و البراز الموضع البارز سمى قضاء الحاجة به لأنها تقضى فيه وعن المغيرة بن شعبة قال: ''كان النبي ﷺ إذا ذهب أبعد''70۔

''فتاوىٰ الهندية ''میں ہے: ويكره البول و الغائط فى الماء جاريا كان أو راكدا، ويكره على طرف نهر أو بئر أو حوض أو عين أو تحت شجرة مثمرة أو فى زرع أو فى ظل ينتفع بالجلوس فيه، ويكره بجنب المساجد و مصلى العيد و فى المقابر و بين الدواب و فى طرق المسلمين71.

(یعنی جاری پانی یا ٹھہرے ہوئے پانی میں، نہر یا کنویں یا حوض یا چشمہ کے کنارے پر یا پھل دار درخت کے نیچے یا کھیتی میں یا ایسے سایے میں جہاں بیٹھنے کا آرام ملے اور مسجد کے برابر اور عیدگاہ کے برابر اور قبروں میں اور چوپائے کے رہنے کی جگہ میں اور مسلمانوں کے راستہ میں پیشاب کرنا اور رفع حاجت کرنا مکروہ ہے)۔

عوامی مقامات جیسے ریلوے اسٹیشن، بس اسٹانڈ وغیرہ پر عوامی بیت الخلاء یا پیشاب خانے بنائے جاتے ہیں یا پے اینڈ یوز کے بھی بیت الخلاء موجود ہوتے ہیں، ان کو چھوڑ کسی دوسری جگہ پر کھلے عام پیشاب کرنا معیوب عمل ہے، عند الشرع اس سے منع کیا گیا ہے، چنانچہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔

اس سلسلہ میں حکومت کی ذمہ داری ہے کہ جن گھروں میں بیت الخلاء نہیں ہیں ان میں بیت الخلاء کی تعمیر کرا کے دے، حکومت کی جانب سے اگر ممکن ہو تو قریوں میں، گاؤں میں عوامی بیت الخلاء کی تعمیر کرائے، ان کی پاکی وصفائی وغیرہ کا بھی انتظام کرے، خاص طور پر ریلوے اسٹیشنوں اور بس اسٹیشنوں میں جو بیت الخلاء ہوتے ہیں وہ نہایت ہی بدبودار اور ناپاک ہوتے ہیں، کوئی بھی سلیم الطبع شخص ان کو استعمال نہیں کر سکتا، اس لئے ان کی صفائی کا خصوصی خیال رکھا جائے تاکہ ایسے عوامی مقامات پر فضائی آلودگی سے بچا جا سکے، اور عوام بھی ان کو بلا جھجک استعمال کر سکے۔

راہ چلتے چلتے کچھ لوگ بلا تکلف دیواروں و درختوں کے پاس پیشاب کر دیتے ہیں جو ایک معیوب فعل ہے اور اس سے گندگی پیدا ہوکر فضائی آلودگی پیدا ہوتی ہے اور راہ چلتے راہگیروں کو اس سے ایذاء پہنچتی ہے، حکومت اس جانب توجہ دے اور ایسے افراد پر ''جرمانہ'' عائد کرے۔

فضلات کو کھلی نالیوں میں بہادینے کا حکم:

گندے پانی اور فضلات کو کھلی نالیوں میں بہا دینا، یا ایسی نالی میں بہانا جس میں غلاظت و گندہ پانی بہہ کر نکل نہ سکے بلکہ رک کر ابل پڑے اور راستہ میں پھیل جائے یا پھر گلیوں میں گندے پانی و فضلات کو بہا دینا، یہ سب صورتیں ممنوع ہیں، ناجائز ہیں، ایذاء دہی کے فعل ہیں، شریعت نے اس سے روکا ہے، بلکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ، ملائکہ اور عوام الناس کی لعنت کے موجب فعل ہیں۔

آج کل بڑے بڑے شہروں بلکہ چھوٹے شہروں یا گاؤں میں بھی ایسا ہوتا ہے کہ لوگ اپنے بیت الخلاء کے پائپ کھلی نالیوں سے جوڑ دیتے ہیں، جس سے گھروں کے بیت الخلاء کی غلاظت، گندہ پانی ان کھلی نالیوں میں سے تمام گھروں کے روبرو سے اور سڑکوں کے کنارے کنارے بہتا ہوتا ہے، جس سے دوسرے گھروں میں اور راستوں پر بدبو پھیل جاتی ہے، بسا اوقات گندگی زیادہ ہوجانے کے سبب سارے علاقے میں بدبو پیدا ہوجاتی ہے اور ماحول میں عجیب گھٹن اور فضا میں آلودگی پیدا ہوجاتی ہے، جس سے مچھروں کی افزائش ہوکر بیماریاں پھیلنے کے خطرات بڑھ جاتے ہیں۔

عوام کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس سلسلہ میں احتیاط کریں اور شرعی احکام کی پابندی کریں جن میں عوام کو تاکید کی گئی ہے کہ ماحول کو آلودہ نہ کریں اور لوگوں کو ایذا نہ دیں، حدیث:

'' عن أبي هريرة قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: من سل سخيمته على طريق عامر من طريق المسلمين فعليه لعنة الله و الملائكه و الناس أجمعين72. . . ''

نیز فتاویٰ ہندیہ کی اس عبارت: ويكره أن يقعد في أسفل الارض و يبول الى أعلاها۷۳

(یعنی نیچی جگہ میں بیٹھ کر اونچی جگہ کی طرف پیشاب کرنا مکروہ ہے) کے تحت لوگوں پر یہ واجب ہے کہ گندہ پانی اور بیت الخلا کی غلاظت کی نکاسی کے سلسلہ میں احتیاط برتیں اور کھلی نالیوں میں اس کو نہ چھوڑیں؛ کیونکہ ایسا فعل ''واجب اللعنة'' ہے، اور غیر ذمہ دارانہ حرکت ہے جو کہ شریعت کی نظر میں ناجائز و ممنوع ہے۔

اس سلسلہ میں حکومت کی بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ ڈرینج سسٹم اچھا اور بہتر بنائے جس سے گندگی بغیر رکے گذر جائے۔

یہ حکومت کے فرائض میں ہے کہ شہر یا گاؤں کے گندے پانی کی نالیوں، ڈرینج سسٹم کی دیکھ بھال کرے وقتاً فوقتاً ان کی اصلاح کرائے، نیز عوام کو اس بات کا حکم دے کہ وہ اپنے بیت الخلا کی غلاظت یا گندہ پانی چھوٹی چھوٹی کھلی ہوئی نالیوں میں نہ بہائیں، اگر کوئی اس کی خلاف ورزی کرے تو اس سے اس کا ایکشن لیا جائے۔ اور اگر کوئی اس طرح کا عمل کرتا ہے تو اس پر جرمانہ عائد کیا جائے اور مجبور کیا جائے کہ وہ اپنے بیت الخلاء کی غلاظت یا گندہ پانی کھلی نالی میں نہ بہائے بلکہ اس کی نکاسی کا بہتر نظم کرے۔

۱۰۔ سڑکوں پر تھوکنے کے سلسلہ میں شرعی ہدایات:

آج کل یہ عام ہوتا جا رہا ہے کہ لوگ سر راہ بے دھڑک تھوک دیتے ہیں اور راستوں میں گندگی و آلودگی پیدا کرنے کا سبب بنتے ہیں، خصوصاً شوقیہ مزاج افراد کا راہ چلتے تھوکنا، پان کھا کر اس کی پیک تھوکنا، یا کوئی نقصان دہ شئی کھا کر اس کو راستے میں تھوکنا جیسے مناظر بہت دیکھنے کو ملتے ہیں، خاص طور سے عوامی مقامات پر راستے میں موجود دیواروں کے کونے، ریلوے اسٹیشنوں، بس اڈوں کے کونے شوقیہ مزاجوں کی پان کی پیک سے منقش نظر آتے ہیں، اسی لئے بعض ممالک میں راہ چلتے تھوکنا منع ہے اور ساتھ ہی ساتھ وہاں راستہ میں جگہ جگہ تھوک دان، ڈسٹ بن رکھ دئے جاتے ہیں اور یہ لازمی قرار دیا جاتا ہے کہ تھوکنے کے لئے انہی تھوک دانوں کو استعمال کیا جائے۔ ہمارے ملک کے بھی بڑے شہروں میں پوش مقامات پر، بڑی بڑی شاہراہوں وشاپنگ کی جگہوں پر تھوک دان رکھے جا رہے ہیں۔ ان سب کا مقصد ماحول میں ہورہی گندگی، فضائی آلودگی کو روکنا ہے، اسلامی شریعت نے بہت پہلے ہی ان کا لحاظ کرنے کی ہدایت جاری کی ہے، چنانچہ حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے راہ چلتے گندگی کو ڈالنا موجب لعنت قرار دیا، راستہ سے نقصان دہ و تکلیف دہ شئی کے ہٹانے

کو صدقہ قرار دیا، راستے کے آداب میں یہ شامل کیا ہے کہ سڑکوں پر، طرف نہر اور بیچ راستہ پر گندگی نہ کی جائے۔

شریعت نے تو راستہ کو تمام ایذاء رسانیوں سے اور تکلیف دہ اشیاء سے پاک وصاف رکھنے کو ''راستہ کے'' اور ''راہگیروں کے حقوق'' میں شامل کیا گیا۔

راستہ کے حقوق کے سلسلہ میں ایک روایت ہے:

عن أبي سعيد الخدري عن النبي ﷺ قال: أيا كم و الجلوس على الطرقات . فقالوا: ما لنا بدّ، انما هي مجالسنا نتحدث فيها، قال: فاذا أبيتم الا المجالس فأعطوا الطريق حقها۔ قالوا:وما حق الطريق؟ قال: غضّ البصر و كفّ الأذى و ردّ السلام و أمر بالمعروف و نهي عن المنكر 74۔

حدیث میں ''کف الاذی'' یہ بتاتا ہے کہ کوئی ایسا فعل انجام نہ دیں جس سے دوسرے راہگیر کو ایذا پہنچے، چنانچہ راستہ چلتے پان کھا کر، کوئی نقصان دہ چیز کھا کر تھوکنا نہ صرف راستہ کو گندہ کرنا ہے بلکہ اس سے راہگیروں کو ایذا پہنچانا ہے، فضا میں آلودگی پیدا کرنا، ماحول پراگندہ کرنا ہے اور اس پراگندگی سے مختلف قسم کی تکالیف راہگیروں کو ہوتی ہیں؛ چنانچہ راہ چلتے تھوکنا ''ممنوع'' ہے، اور کوئی نقصان دہ شئی (تمباکو، گٹکھا وغیرہ) کھا کر تھوکنا ''ناجائز'' ہے۔

راہ چلتے اگر تھوکنے کی حاجت ہو تو کوئی ایسی جگہ تلاش کرنا چاہئے جہاں تھوکے جانے والی نجاست فوراً زائل ہو جائے، یا پھر حکومت یا کسی ادارہ کی جانب سے رکھے گئے تھوک دانوں کا استعمال کرنا چاہئے۔

راستوں کی حفاظت، اور ان کو پاک وصاف رکھنے کی ذمہ داری حکومت کے ساتھ ساتھ عوام کی بھی ہے، اور اگر حکومت یا کسی ادارہ نے ان کو پاک و صاف رکھنے کے لئے چند قوانین بنائے ہیں تو ان پر عمل کرنا شرعاً واجب ہے؛ کیونکہ ان قوانین کا مقصد مفاد عامہ ہے اور مفاد عامہ کے لئے کئے جانے والے کام کی شریعت بھی اجازت دیتی ہے۔

اگر حکومت کی جانب سے کوئی قانون بنایا گیا جس میں راہ چلتے تھوکنا غیر قانونی قرار پائے یا تھوکنے پر حکومت کی جانب سے جرمانہ عائد کیا جاتا ہو تو ایسا حکومتی اقدام شرعاً جائز ہے، حکومت کا اس طرح کا کوئی قانون بنانا جائز ہے اور اس کی خلاف ورزی کرنے والے پر جرمانہ عائد کرنا بھی جائز ہے، دلائل اوپر گذر چکے۔

۱۱۔ برقی مشینوں کی شعاعوں سے فضائی آلودگی اور ان کا سدِّ باب:

فی عصرنا ہٰذا برقی اشیاء کا استعمال ناگزیر ہو گیا ہے، ان کے بغیر اب زندگی کا تصور بھی محال ہے، خصوصاً اگلا جنریشن تو ان مشینوں کے بغیر ایک دن بھی جی نہ سکے گا۔ انسان ان کا اتنا عادی ہو گیا ہے کہ وہ اب اس کی روزِ مرہ زندگی میں شامل ہو گئی ہیں، پہلے پہل گھڑی، عینک وغیرہ کی ایجاد ہوئی تو اس وقت انسانوں کو شروع شروع میں دقت کا سامنا کرنا پڑا لیکن پھر وہ اس کے عادی ہو گئے، اب یہی حال شخصی استعمال میں موبائیل، ٹیب، لیپ ٹاپ، پام ٹاپ وغیرہ کا ہے، اور اجتماعی استعمالات الیکٹرانک ڈیوائسز (Electronic Devices) میں ٹی وی، وی سی ڈی، ڈی وی ڈی، فریج، واشنگ مشین، ایر کنڈیشن، برقی چولھا، ٹوسٹر وغیرہ جیسی بیسیوں مشینیں ہیں جن کا انسان وانسانی معاشرہ، گھریلو ماحول اتنا عادی ہو گیا کہ اب ان کے بغیر جینا محال ہے۔

ان مشینوں کی ایجاد نے جہاں انسانی سماج کو بہت سے فائدے دئے وہیں ان کے نقصانات بھی کچھ کم نہیں ہیں، جہاں تک برقی اشیاء یا الیکٹرانک ڈیوائسز کا تعلق ہے ان سے زہریلی لہروں کا اخراج ہوتا رہتا ہے جو ماحول میں فضائی آلودگی کا سبب بنتی ہیں۔ ان میں صوتی آلودگی، فضائی آلودگی، کیمیائی آلودگی جیسی کئی قسم کی آلودگیاں پیدا ہوتی ہیں جو انسانی وحیوانی صحت وزندگی کے لئے خطرہ ہیں۔ ان سب آلودگیوں میں ایک اور قسم ہے جو فضا میں غیر مرئی اور غیر محسوس انداز میں خطرناک اثرات مرتب کرتی ہے اور اس کو الیکٹرومیگنیٹک پولوشن (Electromagnetic Pollution) کہتے ہیں۔

الیکٹرومیگنیٹک لہروں (Electromagnetic Waves) کی کئی اقسام ہیں جن میں سے ایک برقی شعاع ہے، اس کے علاوہ ریڈیو ویوز (Radiowaves)، مائکروویوز (Microwaves)، الٹراوائیولٹ لائٹ (Ultraviolet light)، گاما ریڈیشن (Ghamarediation) وغیرہ ہیں جو الیکٹرومیگنیٹک لہریں کہلاتی ہیں۔

موبائیل فون میں مائکروویوز اور ریڈیو ویوز ہوتی ہیں اور یہ بہت ہی خطرناک لہریں ہوتی ہیں۔ جو راست طور پر دماغ کو متاثر کرتی ہیں، اور جو ایریل

ہوتے ہیں وہاں سے لہریں خارج ہوتی ہیں جن سے موبائیل کنکٹ ہوتا ہے، ان لہروں کو یہ پتہ نہیں ہوتا کہ اصل میں موبائیل کہاں ہے لہٰذا اس کو تلاش کرنے کے لئے یہ تمام سمتوں میں گھومتی رہتی ہیں، روٹیٹ کرتی رہتی ہیں، لہروں کے اس گھومنے اور روٹیٹ کرتے رہنے کے عمل میں وہ درمیان میں آنے والی ہر چیز انسان، درخت، پرندے، جانور وغیرہ سے ٹکراتی ہیں اور یہ جس سے بھی ٹکراتی ہیں ان پر اپنا اثر چھوڑتی ہیں اور فضا میں ہمیشہ موجود رہتی ہیں، ان سے فضا میں آلودگی پیدا ہوتی ہے۔ جبھی تو جب سے یہ موبائیل اور اس کے ٹاور آئے ہیں آبادی والے علاقوں سے چھوٹے چھوٹے پرندے ناپید ہوتے جارہے ہیں، یہ انہی خطرناک لہروں کا اثر ہے۔ یہ لہریں خصوصاً بچوں کے جسم اور دماغ پر بہت گہرا اثر ڈالتی ہیں۔ عموماً بچوں میں نشونما کی کمی، جسمانی طور پر اَن فٹ ہونا، دماغی طور پر یا تو کند ہوجانا یا پھر ذہنی بیماریوں کا شکار ہوجانا نیز آنکھوں کی بیماریاں، کانوں اور دوسری کریٹیکل بیماریاں پیدا ہونا انہی لہروں کی وجہ سے ہے۔

لہٰذا موبائیل کا استعمال کرنے والے اس بات کی احتیاط رکھیں کہ فون کو بلاضرورت اپنے پاس مت رکھیں، اس کو ضرورت کے علاوہ وقت میں بند رکھیں خصوصاً وہ موبائیل جس سے انٹرنیٹ کا استعمال کیا جاتا ہو، کیونکہ ایسا موبائیل ڈاٹا یا وائی فائی آف ہونے کے باوجود مائکروویوز کو ریسیو کرتا رہتا ہے، اور جب استعمال ہوتا ہے تب وہ خود بھی مائکروویوز کو خارج کرتا ہے۔ نیز سوتے وقت موبائیل کو اپنے پاس رکھنا، چارج کرتے کرتے استعمال کرنا، بچوں کے ہاتھوں میں کھلونوں کی مانند دے دینا، نیز بغیر کسی ضرورت اس کو چالو یا آن رکھنا یہ سب انسانی صحت وزندگی کے لئے بلکہ ہر جاندار کے لئے خطرناک حد تک نقصان دہ ہے، ان کا روزانہ کا استعمال آگے چل کر جسم پر منفی اثرات مرتب کرے گا، جس سے دماغی بیماریاں، دل کی بیماریاں، نظر وآنکھ کی بیماریاں، خصوصاً نفسیاتی بیماریوں میں انسان مبتلا ہوجاتا ہے۔ آج کل ذہنی مریضوں، نفسیاتی مریضوں کی بہتات ہے، بے سکونی، بے خوابی، اضطرابی کیفیت، ہیجانی کیفیت نیز کوئی انجانے خوف، غیر بیانیہ خطرے کا احساس، بے سبب اندیشوں میں مبتلا ہونے جیسی بیماریاں عام ہوتی جارہی ہیں، یہ سب ان برقی مشینوں، الیکٹرانک ڈوائیسز کے کثرتِ استعمال وبے جا استعمال کی وجہ سے ہورہا ہے۔

یہی نہیں بلکہ ایک سے زیادہ برقی مشینوں کے گھر میں استعمال کی وجہ سے گھر کی فضا دھماکہ خیز بن جاتی ہے، سارا گھر اور گھریلو فضا انہی خطرناک لہروں کی زد میں ہوتی ہے جس کا نقصان دہ اثر ہر چھوٹے بڑے اور استعمال کرنے والے کے علاوہ ان مشینوں کا استعمال نہ کرنے والے پر بھی ہوتا ہے۔

خصوصاً انٹرنیٹ، نیٹ ورک نیز وائی فائی کنکشن اور وائی فائی نیٹ ورک ڈیوائس، موبائل ٹاور ریڈییشن کو اپنی بلڈنگ کے اوپر نصب کروایا جاتا ہے جو نہ صرف محلہ کے لئے بلکہ خود اس بلڈنگ والوں کے لئے خطرناک حد تک نقصان دہ ہے۔

موبائل کے علاوہ دوسری برقی مشینوں میں بھی خطرناک قسم کے اثرات ہوتے ہیں جو فضا کو آلودہ کردیتے ہیں اور انسانی صحت وزندگی کے لئے نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں۔

برقی مشینوں کی سرکٹ بورڈ میں نیز اس کی پلاسٹک کیسنگ میں برومینیٹیڈ فلیم ریٹارڈنٹس کا استعمال ہوتا ہے جو آسانی سے منقطع نہیں ہوتیں بلکہ استعمال کے بعد بھی وہ فضا میں موجود رہتی ہیں اور آلودگی پیدا کرتی رہتی ہیں، اور اس سے قوت حافظہ اور سیکھنے کی صلاحیت متاثر ہوتی ہے نیز ان سے تھائرائڈ اور ایسٹروجین ہارمون سسٹم میں بھی خلل پیدا کرتی ہیں۔

مانیٹر میں استعمال ہونے والے کیتھوڈ رے ٹیوبس (CRT) بچوں میں ذہنی صلاحیتوں کو متاثر کرتے ہیں، اور بالغوں میں شریانوں کو، خون کو اور قوت تولید کو نقصان پہنچاتے ہیں۔

کمپیوٹر ریچارجیبل بیٹریز میں استعمال ہونے والا مادہ ''کیاڈمیمیم'' جو بڑے سی آر ٹی کو مربوط کرتا ہے، یہ فضا کو متاثر کرتا ہے، Highly Toxic ہے، بنیادی طور پر گردوں اور ہڈیوں کو متاثر کرتا ہے۔

برقی شعاعوں والی مشینوں، فلیٹ اسکرین ڈسپلے کے لئے استعمال ہونے والا ''مرکیوری'' دماغ اور شریانوں کے مرکزی سسٹم کو نقصان پہنچاتا ہے، اسی طرح ان برقی مشینوں میں استعمال ہونے والی کئی اشیاء ہیں جو انسانی صحت وزندگی کے لئے نقصان دہ ہیں نیز فضائی وصوتی آلودگی کو بڑھانے والی ہیں۔

آج ہمارے گھروں میں ہر کام مشینوں ہی سے انجام پارہا ہے مگر ان میں احتیاط اور اعتدال لازمی ہے۔ آج یہ معمول ہے کہ گھر کے ایک فرد کے

حساب سے ایک موبائل اور آدمی جتنا مصروف یا مشغول ہے اس حساب سے کسی کسی کے پاس دو یا تین موبائیل، ٹیب، لیپ ٹاپ، ٹی وی، ڈی وی ڈی پلیر، وغیرہ یہ ایک فرد کی متعلقہ اشیاء ہیں، جتنے افراد اتنی تعداد۔ ان کے علاوہ واشنگ مشین، فریج، اے سی، مکسر، گرائنڈر، جوسر، الیکٹرک چولھا، ٹوسٹر وغیرہ یہ سارے کچن کی مشینیں ہیں، گھر چھوٹا اور اتنے سارے سامان، ان سے گھر میں فضائی وصوتی آلودگی کا پیدا ہونا لازمی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ گھر میں موجود افراد طرح طرح کی بیماریوں کا شکار ہوتے رہتے ہیں؛ کیونکہ آلودگی آٹھوں پہر، چوبیس گھنٹے چلنے والی لاٹھی ہے جس کی ضربیں بڑوں کے ساتھ ساتھ بچوں کے جسم وذہن پر پڑتی رہتی ہیں، اس لئے ان کے استعمال میں اعتدالی کیفیت لانے کی ضرورت ہے۔

ایک بڑا نقصان اس وقت ساری دنیا کو درپیش ہے وہ ہے ''گلوبل وارمنگ'' کا مسئلہ۔ موبائل، انٹرنیٹ، نیٹ ورک ڈیوائسز، کمپیوٹر، سیٹلائٹ فون وغیرہ جیسی الیکٹرانک ڈیوائسز سے یہ ضرر دنیا بھر کو ہو رہا ہے۔ اس وقت دنیا کی انسانوں کی آبادی کا قریب قریب دو تہائی حصہ موبائیل فون کا استعمال کر رہا ہے، اور موبائیل فون وغیرہ سے جو حدت پیدا ہوتی ہے اس کو ختم کرنے کے لئے مہیا قدرتی وسائل جنگلات، اشجار، پہاڑ وغیرہ دن بہ دن ختم ہوتے جا رہے ہیں، جس کے نتیجہ میں ان الیکٹرانک ڈیوائسز سے پیدا ہونے والی حدت کا اثر فضا پر پڑ رہا ہے جس سے موسموں کا نظام متاثر ہو رہا ہے اور نتیجتاً دنیا کو ''گلوبل وارمنگ'' سے سابقہ ہے۔

چنانچہ ایسی تمام اشیاء کا ضرورت سے زیادہ استعمال، انسانی زندگی وانسانی صحت کے پیش نظر مکروہ ہے۔ اسلام نے اعتدال کی تعلیم دی ہے، ہر کام میں اعتدال اسلام کا وطیرہ ہے، مسلمان وہ ہے جو میانہ روی اختیار کرتا ہے اور دنیا و مافیھا کا بقدر ضرورت استعمال کرنا مومن کا شیوہ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ زمانہ برقی مشینوں کے استعمال کا زمانہ ہے، دیہی، قدیم زمانے کی اشیاء ووسائل اب قریب الختم بلکہ ختم ہی ہوتے جا رہے ہیں، دن بہ دن نت نئی ایجادات اور انسان کی سہولت وخدمت کے لئے نئی نئی مشینیں ایجاد ہو رہی ہیں اور گھروں میں داخل ہو رہی ہیں، لیکن ان سب کا استعمال فقہی قاعدہ ''الأصل في الأشياء الإباحة'' 75 کے تحت عند الشرع درست ہے مگر ان کے بے جا، غلط اور بے ضرورت استعمال سے شریعت نے روکا بھی ہے۔ قرآن میں ارشاد باری ہے: "هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا..." 76 زمین میں موجود تمام اللہ کی مخلوقات انسانوں ہی کے استعمال کے لئے ہے مگر ان کے استعمال میں اعتدال ملحوظ رہے؛ چنانچہ استعمال کرنے والے کا ضرورت سے زیادہ استعمال کرنا، بے جا استعمال کرنا ''اسراف'' کے حکم میں آتا ہے جس کو قرآن نے "وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ" 77 کہہ کر اس کی تاکید کی ہے، اور استعمال نہ کرنے والے کا نقصان گویا کہ ایذا پہنچانے، مفاد عامہ کے خلاف کرنے کے ضمن میں آتا ہے جس کو شریعت نے روکا ہے۔

حدیث میں آیا ہے: لا ضرر ولا ضرار 78۔ یعنی نہ نقصان اٹھاؤ اور نہ ہی کسی کو نقصان پہنچاؤ۔ نیز فقہی قاعدہ ہے: درء المفاسد اولی من جلب المنافع 79۔ فقہاء کا یہ بھی قاعدہ ہے: الضرر الاشد یزال بالضرر الاخف 80۔

اوپر کی ان تمام دلائل کی بنیاد پر کسی شئی سے ایسا فائدہ کہ جس سے نقصان زیادہ ہو جائز نہیں ہے، منافع کو حاصل کرنے سے پہلے نقصان کو دور کر لینا چاہئے؛ چنانچہ گھریلو استعمال میں آنے والی اور دوسری برقی مشینوں کا اعتدال کے ساتھ استعمال ہونا چاہئے تاکہ خود بھی نقصان سے محفوظ ہو، ماحول بھی آلودگی سے بچا رہے اور دوسری مخلوقات جانور، پرندے وچرندے بھی ان کے ضرر سے بچے رہیں۔

۱۲۔ (الف) جنگلات سے متعلق اور ان کو بلا وجہ کاٹنے کے سلسلہ میں شرعی احکام:

زمین پر موجود جنگلات اور پیڑ پودوں کی ایک افادیت یہ بھی ہے کہ وہ فضائی ماحول میں توازن رکھتے ہیں، کاربن ڈائی آکسائیڈ کو جذب کر کے اس کے بدلے آکسیجن کا اخراج کرتے ہیں، نیز ان ہی سے ماحول کی حدت زائل ہوتی ہے اور فضائی ماحول کو یہ ٹھنڈا رکھتے ہیں۔ آج ''گلوبل وارمنگ'' کا مسئلہ تمام ملکوں کے سامنے ہے وہ انہی جنگلات اور پیڑ پودوں کے خاتمہ یا کم از کم فقدان کی وجہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زندگی کی بقا کے لئے پانی، زمین اور سبزہ (جنگلات واشجار) میں توازن پیدا کیا۔ اگر کوئی اس توازن میں چھیڑ خانی کرتا ہے تو پھر وہ زندگی کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ آج ترقی کے نام پر جنگلات کا خاتمہ اور بڑے بڑے شہروں میں کالونیوں کے نام پر، سڑکیں چوڑی کرنے کے بہانے اشجار کو ختم کر دیا جا رہا ہے جس کے نتیجہ میں فضائی آلودگی نیز ماحول میں حدت، گلوبل وارمنگ جیسے مسائل پیدا ہو گئے ہیں۔

یہ امر بھی قابل غور ہے کہ دنیا بھر میں آبادی بڑھ رہی ہے اور زمین تنگ ہوتی جا رہی ہے، ماضی قریب میں جب دنیا میں سرحدیں قائم نہیں ہوئی تھیں،

دنیا ملکوں میں، علاقوں میں نہیں بٹی ہوئی تھی اس وقت توازن یہ تھا کہ ایک جگہ زمین تنگ ہوتی تو لوگ دوسری ایسی کشادہ جگہ چلے جاتے جہاں یہ بود و باش کر سکیں۔ لیکن اب ملکی سرحدیں قائم ہو چکی ہیں، قانون بن چکا ہے، ایک ملک سے دوسرے ملک جانے کے لئے خصوصی طور پر حکومتوں کی اجازت ضروری و لازمی ہے، بلکہ ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل مکانی کا تصور اب ختم ہی ہو گیا ہے، ایسے میں اب اگر کسی ملک میں زمین تنگ ہو جائے اور آبادی بڑھ جائے تو ایسی صورت میں آبادی بسانے کے لئے زمین تو بہر حال صاف کرنی پڑتی ہے، لہٰذا جنگلات ختم کئے جا رہے ہیں اور کالونیاں بنا کر انسانوں کو بسانے کی کوشش کی جا رہی ہے، اس کے نتیجہ میں ماحول میں حدت اور آلودگی بڑھتی ہی جا رہی ہے خصوصاً شہروں میں اب سال بھر موسم گرما ہی کا سا ماحول رہتا ہے۔

بڑے بڑے شہروں میں تو یہ رواج بن گیا ہے کہ لوگ زراعت کی زمینوں کو خرید کر یا بڑے بڑے باغات کو خرید کر ان میں موجود پیڑوں کو کاٹ کر اس میں سائیٹس بناتے ہیں اور ان کو کئی کئی گنا زیادہ منافع میں فروخت کرتے ہیں، اسی طرح سے شہر اب کالونیوں یا لے آؤٹس کے جنگل بن گئے ہیں، درخت اور سبزہ ان شہروں میں ناپید ہو کر رہ گئے ہیں، یہی وجہ ہے کہ فضائی آلودگی گاؤں کی بہ نسبت شہروں میں کئی گنا زیادہ ہو رہی ہے۔

ان حالات میں جب کہ جنگلات کی کمی، اشجار کے فقدان کا مسئلہ ابھر کر سامنے آچکا ہے، اور اس مسئلہ کی وجہ سے جو نقصان ماحول کا، فضا و ہوا کا، موسموں کا ہوا ہے وہ بھی ظاہر ہے، ایسے میں اصول یہی ہے کہ ضرر خاص پر ضرر عام کو ترجیح دیتے ہوئے ضرر خاص کو برداشت کیا جائے اور ضرر عام سے بچا جائے، یہ بھی قاعدہ ہے کہ شدید تر نقصان سے بچنے کے لئے خفیف تر نقصان کو برداشت کیا جائے۔ یہ بھی قاعدہ ہے فقہاء کے یہاں کہ نفع حاصل کرنے سے پہلے نقصان کو دور کر لیا جائے؛ چنانچہ یہ جائز نہیں کہ زیادہ پیسوں کے حصول کے لئے جنگلات کو کاٹ کر یا کھیتوں میں پلاٹس بنا کر آبادی کو بسایا جائے، اس وقت ضروری ہے کہ جنگلات اور اشجار کی حفاظت کی جائے۔

جنگلات جس سے کئی فائدے ہیں، موسموں میں توازن ہوتا ہے، پاک وشفاف ہوا میسر ہوتی ہے، پاکیزہ فضا مہیا ہوتی ہے نیز ماحول سے حدت، گرین ہاؤز گیسس و کاربن ڈائی آکسائیڈ زائل ہو کر "آکسیجن" فراہم ہوتی ہے، لہٰذا جنگلات، درخت یا اشجار کے تحفظ کی اس وقت شدید ضرورت ہے بلکہ ان کی حفاظت اور نشو و نما کرنے کی تاکید شرعی موجود ہے؛ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد گرامی ہے:

ما من مسلم يغرس غرسا أو يزرع زرعًا فيأكل منه طير أو إنسان أو بهيمة إلا كان له به صدقة81.

عموماً درختوں سے ہوا (آکسیجن)، غذا (پھل) اور سایہ ملتے ہیں۔ حدیث میں بظاہر تو پھل کا اشارہ موجود ہے مگر اس کے بین السطور میں درخت سے کسی نہ کسی فائدہ کا پہنچنا درخت لگانے والے کے لئے صدقہ ہے؛ کیونکہ کچھ درخت صرف پھل دیتے ہیں مگر کچھ درخت ایسے بھی ہیں جو پھل نہ سہی فضا سے نقصان دہ گیسوں کو زائل کرتے ہیں، آکسیجن اور سایہ دیتے ہیں، اب ایسے درختوں کی بھی افادیت ہے، چنانچہ فتح الباری میں درختوں کی ایک اور خاصیت کا ذکر کیا گیا:

ان المعنى فيه أنه يسبح مادام رطبًا، فيحصل التخفيف ببركة التسبيح و على هذا فيطرد في كل ما فيه رطوبة من الاشجار و غيرها82۔

اور خود قرآن کے اندر موجود ہے: "يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ"83۔

ایک اور موقع پر ارشاد ہوا:

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَن فِيهِنَّ وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلٰكِن لَّا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا84۔

ایک جگہ ارشاد ہوا:

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللهَ يُسَبِّحُ لَهُ مَن فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالطَّيْرُ صَافَّاتٍ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ وَاللهُ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ85۔

ان تمام آیات قرآنی اور فتح الباری کی عبارت سے معلوم ہوا کہ ہرے بھرے درخت اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں، اس اعتبار سے بھی بلا ضرورت ان کو کاٹنا جائز نہیں ہے بلکہ ان کی حفاظت کرنی چاہئے۔

ہاں! اگر ایسی ضرورتِ شدیدہ ہے کہ جس سے انسانی جان کو خطرہ لاحق ہو بغیر درخت کاٹے انسان کے لئے بود و باش کا کوئی اور راستہ نہ ہو اور دوسرا

کوئی اور ذریعہ بھی نہ ہو تو ایسی صورت میں انسانی جان کو بچانے کی خاطر شدید ضرورت کے وقت پر بقدر ضرورت درختوں کو کاٹا جاسکتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس سے انسانی جان کا تحفظ مقصود ہو اور سوائے ان جنگلات کے کوئی اور جگہ آباد کرنے کے لئے باقی نہ بچی ہو...... ایک بات یہ بھی ملحوظ ہونی چاہئے کہ اس میں حکومت کی رضامندی شامل ہو؛ تاکہ اس اجازت کا غلط استعمال نہ کیا جاسکے۔

چنانچہ قرآنی ارشاد ہے: هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا 86۔ اللہ تعالیٰ نے زمین پر موجود تمام اشیاء کو ہمارے لئے تخلیق کیا ہے؛ چنانچہ ان سے عندالضرورت استفادہ جائز ہے مگر شدید نقصان سے بچنے کے لئے یا نقصان سے بچانے کے لئے۔

مشہور فقہی قاعدہ ہے: الضرورات تبیح المحظورات 87 کہ ضرورات محظورات کو مباح کردیتی ہیں۔

کھیتوں میں آبادی بسانے کے سلسلہ میں شرعی حکم:

جنگلات کی طرح کھیت بھی انسانی فائدہ کا ایک ذریعہ ہیں، ان سے ایک تو اناج اُگتا ہے جو انسانوں کی بھوک کو مٹاتا ہے، اور دوسرا ان کھیتوں سے زمین سرسبز وشاداب رہتی ہے جس سے فضائی ماحول پاکیزہ اور شفاف رہتا ہے۔ ایسے میں اگر کوئی ان کھیتوں کو ختم کرکے وہاں پلاٹس بنا کر آبادی بسانا چاہتا ہے اپنے فائدہ کے لئے تو اس کا ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔

لیکن اگر کوئی کھیت ایسا ہے کہ جس پر کاشت کاری نہ ہو رہی ہو یا وہ کاشت کاری کے لائق نہ رہ گیا ہو تو پھر فقہی قاعدہ ''الضرورات تبیح المحظورات'' کے تحت اس کو آبادی بسانے کے لئے استعمال کرنا درست ہوگا، یا لوگوں کے لئے رہنے کو زمین نہیں یا پھر زمین تنگ ہوتی جارہی ہے تو ایسی صورت میں لوگوں کی رہائش ضروری ہے ورنہ ان کو ضرر لاحق ہوگا، مگر اس کے لئے حکومت کی منظوری ضروری ہے۔

ملکی قوانین کی رو سے زمینات کی اقسام ہیں، ایک زمین صرف کاشت کاری کے لئے ہوتی ہے، ایک رہائشی زمین ہوتی ہے، ایک زمین جہاں پر کارخانے وغیرہ بنائے جاسکتے ہیں، ایک فاریسٹ لینڈ کہلاتی ہے، ریوینیولینڈ وغیرہ۔ مجموعی طور پر زمین کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے: ایک گرین بیلٹ ہے اور دوسری یلو بیلٹ (Green Belt and Yellow Belt)۔

گرین بیلٹ والی زمین صرف کھیتی باڑی، کاشت کاری کے لئے ہوا کرتی ہے اور یلو بیلٹ رہائشی زمین کہلاتی ہے۔ اب اگر ایسی زمین جو گرین بیلٹ میں آتی ہے لیکن لوگوں کی رہائش کے لئے اس کی حیثیت کو بدلنا ہے تو اس سلسلہ میں جائز اسباب بتاکر حکومت سے اجازت لی جاسکتی ہے کہ اس زمین کی حیثیت کو بجائے کھیت کے رہائشی زمین میں تبدیل کیا جائے۔

چنانچہ اس سلسلہ میں شرعی حکم بھی یہی ہے کہ انسانوں کی اشد ضرورت کے موقع پر ایسے کھیت یا زمینوں کو آبادی بسانے کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے مگر ضرورت شدیدہ اور حکومت کی اجازت کی قید کے ساتھ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ اس سلسلہ میں تمام دلائل وجزئیات اوپر جنگلات سے متعلق سوال کے جواب میں گذر چکی ہیں۔

۱۲۔(ب) درخت لگانے کی اور کاشت کاری کی اہمیت:

آج گلوبل وارمنگ کا مسئلہ بہت بڑا مسئلہ ہے، رسوئی گھر سے لے کر فیکٹریوں، کارخانوں اور بڑی بڑی انڈسٹریز سے ایندھن کے بے تحاشا اخراج سے ''گرین ہاؤز گیسس'' کا کافی اثر اور دباؤ ہوا اور فضا پر ہے۔ اس کی تاثیر کو ختم کرنے کے لئے مہیا وسائل ''جنگلات واشجار'' دنیا بھر میں تیزی سے ختم کئے جارہے ہیں، جب کہ ان جنگلات واشجار کا کام یہ ہے کہ وہ گرین ہاؤز گیسوں کو فضا میں موجود کاربن ڈائی آکسائیڈ کو زائل کرکے زیادہ سے زیادہ آکسیجن کا اخراج کریں؛ تاکہ فضا مکدر نہ رہے بلکہ خوشگوار اور آلودگی سے پاک رہے۔ اس وقت دنیا بھر کو جنگلات کی حفاظت، شجرکاری نیز کاشت کاری کی کافی ضرورت ہے اور اہمیت بھی؛ کیونکہ یہی وہ وسائل ہیں جو ہمیں گلوبل وارمنگ جیسے مسئلہ سے نمٹنے میں مدد دیتے ہیں۔

شریعت نے درخت لگانے کی نہ صرف ترغیب وتاکید کی بلکہ اس کی افادیت کو بھی ظاہر کیا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

''ما من مسلم يغرس غرسا أو يزرع زرعًا فيأكل منه طير أو إنسان أو بهيمة إلا كان له به صدقه'' 88۔

آدمی اگر کاشت کاری کرتا ہے یا کوئی پھل دار درخت لگاتا ہے تو اس سے عوام کی غذا کا انتظام ہوتا ہے جو کہ اس درخت لگانے والے یا کاشت کاری کرنے والے کی طرف سے صدقہ ہے، اس سے بڑھ کر اور کیا شجر کاری وکاشت کاری کی فضیلت ہوسکتی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل کو عبادت میں، کار ثواب میں داخل کردیا۔

اس وقت شجر کاری کو ایک مہم کے طور پر چلانے کی ضرورت ہے، حکومت اور دوسرے فلاحی ادارے یہ کام کررہے ہیں مگر ان میں تیزی لانے اور منظم طریقہ سے جنگلات کے تحفظ، درخت لگانے کی مہم، اور کھیتی باڑی، باغبانی، کاشت کاری کو اہمیت اور توجہ کے ساتھ عوامی سطح پر لانے کی ضرورت ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سلسلہ میں کئی ایک احادیث ہیں جو درختوں کی افزائش، کاشت کاری، زراعت، کھیتی باڑی، باغبانی وغیرہ کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہیں۔ اسلام نے ہمیشہ سے ہی ماحول کی حفاظت اور قدرتی وسائل کے تحفظ کی وکالت کی ہے، لہٰذا آج کے ان حالات میں اسلامی تعلیمات سے استفادہ کرتے ہوئے دنیا بھر میں ماحولیاتی آلودگی پر قابو پایا جاسکتا ہے، اس کی ایک شکل جنگلات کی حفاظت، کاشت کاری، کھیتی باڑی، زراعت، باغبانی کا فروغ ہے۔

صوتی آلودگی

۱۔ کارخانوں کو آبادی سے باہر لگانے کے حکومتی فرمان کا شرعی حکم:

مفاد عامہ اور ماحول کی حفاظت نیز صوتی آلودگی سے بچنے کے لئے اگر حکومت کوئی ایسا فرمان جاری کرتی ہے کہ کارخانے، فیکٹریاں وغیرہ کو آبادی یا شہری حدود سے باہر لگایا جائے تو حکومت کا ایسا فرمان جاری کرنا جائز ہے، اور حکومت کے اس فرمان کی تعمیل رعایا پر واجب ہے؛ کیونکہ حکومت کی جانب سے حکم کی حیثیت غیر شرعی نہیں ہے بلکہ وہ تو مفاد عامہ کے سلسلہ میں ہے۔ حکومت کی ذمہ داریوں میں سے ایک ذمہ داری عوام کی صحت کے تحفظ کی بھی ہے، اور کارخانوں کا آبادی کی حدود میں قائم ہونا عوام کی صحت کے لئے نقصان دہ ہے، کارخانوں کے بے جا شور کی وجہ سے ماحول میں صوتی آلودگی کے پیدا ہونے کے قوی امکانات ہیں، چنانچہ حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ اس کا تدارک کرے اور عوام کے لئے اس ضمن میں حکومتی فرمان کی تعمیل واجب ہے۔

الاشباہ والنظائر میں ہے: ''إذا كان فعل الامام مبنيًا على المصلحة فيما يتعلق بالأمور العامة لم ينفذ أمره شرعًا إلا إذا وافقه، فإن خالفه لم ينفذ'' قال المصنف فى شرح الكنز ناقلا عن أئمتنا إطاعة الامام فى غير المعصية واجبة فلو أمر الامام بصوم يوم وجب 89۔

یعنی جب امام کا فعل ان امور میں جن کا تعلق عوام سے ہو مصلحت پر مبنی ہو تو اس کا حکم شرعًا نافذ نہ ہوگا مگر یہ کہ وہ شرع کے موافق میں ہو (یا شرع کے مخالف نہ ہو)، لہٰذا اگر اس کے مخالف ہو تو نافذ نہ ہوگا، مصنف نے شرح کنز میں ائمۂ احناف سے نقل کرتے ہوئے کہا کہ امام کی اطاعت ماسوائے معصیت واجب ہے، اگر امام ایک دن کے روزہ کا حکم دے تو روزہ رکھنا واجب ہے۔

علامہ ابو الولید الباجی المالکیؒ نے ''واقعہ تبوک'' جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو حکم دیا تھا کہ کل انشاء اللہ تم لوگ چشمۂ تبوک تک پہنچ جاؤ گے اور اگر تم نہیں پہنچ سکو گے حتی کہ دن روشن ہوجائے گا تو تم میں سے جو بھی وہاں پہنچ جائے تو اس کے پانی کو ذرا بھی نہ چھوئے یہاں تک کہ میں پہنچ جاؤں'' کے ذیل میں لکھا کہ؛ فيه دليل على ان الامام أن يمنع من الامور العامة كالماء و الكلأ من المنافع التى يشترك فيها المسلمون لما يراه من المصلحة 90 یعنی اس میں اس بات پر دلیل ہے کہ امام کے لئے یہ جائز ہے کہ امور عامہ جیسے پانی، گھاس سے منع کردے جس میں مسلمانوں کی منفعت مشترک ہو، جب کہ وہ کوئی مصلحت دیکھے۔

صحیح البخاری کی حدیث ہے: لاطاعة لمخلوق فى معصية الخالق 91۔ یعنی خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ حکومت ایسا حکم جس میں خالق کی نافرمانی نہ ہو اور وہ عوام کے فائدہ کے لئے بھی ہو تو پھر ایسے حکم کی تعمیل ضروری و واجب ہے۔

ردالمحتار میں ہے: طاعة الامام فی غیر المعصیة واجبة 92..... یعنی غیر معصیت عمل میں اطاعت امام واجب ہے۔

۲۔ گاڑیوں کے ہارن کا بے جا استعمال ممنوع ہے:

آج کل صوتی آلودگی کا ایک سبب "سڑکوں پر دوڑتی گاڑیوں کے تیز آواز ہارن" بھی ہیں۔ شہروں میں ٹرافک کا اژدھام، دھول دھواں، ماحولیاتی حدت اور اس پر لوگوں کا تیز آواز ہارن بجانا یا ہارن پر ہارن دیے جانا، اس کے نتیجے کے طور پر راہ گیروں میں جو مریض ہیں ان کو تو خیر تکلیف ہوتی ہی ہے لیکن اچھے خاصے آدمی بھی ٹرافک اور لوگوں کی گاڑیوں کے ہارن سن کر بدحال ہوجاتے ہیں۔ اس وقت ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں ایک طرف تو ٹرافک بے قابو ہونے کی حد تک بڑھا ہوا ہے اور دوسری جانب یہ گاڑیوں کے تیز آواز ہارن اور ہارن کے بے جا استعمال کی وجہ سے "صوتی آلودگی" (Noise Pollution) حد درجہ پیدا ہورہی ہے، جس سے بہرہ پن، دماغی بیماریاں نیز امراض قلب اور طبیعت میں ہیجانی و اضطرابی کیفیت، ذہنی دباؤ جیسے امراض بڑھ رہے ہیں۔

ہر چیز کے استعمال کا ایک اصول ہوتا ہے اور اس کی حدود ہوتی ہیں، چنانچہ اس شئی کے استعمال میں ان اصول وحدود کا خیال رکھا جائے۔ سڑک پر چلنے یا گاڑی چلانے کے بھی آداب ہیں کہ ٹرافک اصولوں کی پابندی کی جائے، سڑک کے ایک ٹرانک پر گاڑی چلانا، یکساں رفتار اور رفتار کے اصولوں و ہدایات پر عمل، اگلی گاڑی سے دوری بنائے رکھنا، اوورٹیک کرنے کے لئے اگلی گاڑی کو اطلاع دے کر ڈرائیو سائڈ سے آگے بڑھنا، موڑ آنے پر رفتار دھیمی کرنا اور ہارن دے کر آگے بڑھنا نیز راہ میں پیدل چلتے راہ گیروں کا خیال رکھ کر گاڑی چلانا نیز ہارن کا برموقع ومہذب استعمال کرنا یہ سب گاڑی چلانے کے آداب ہیں، ان کا لحاظ رکھنا اور ان کی پابندی کرنا ڈرائیور کے لئے "واجب" ہے۔ ان کی خلاف ورزی کرنے والے پر حکومت کی جانب سے جو جرمانہ ہے وہ ادا کرنا ہوگا یعنی ان کی پابندی نہ کرنا "جرم" ہے۔

راستہ کے حقوق کے سلسلہ میں حدیث میں آیا ہے: "عن أبي سعيد الخدري عن النبي ﷺ قال: أياكم و الجلوس على الطرقات، فقالوا: ما لنا بدّ، انما هي مجالسنا نتحدث فيها، قال: فاذا أبيتم إلا المجالس فأعطوا الطريق حقها، قالوا: ما حق الطريق؟ قال: غضّ البصر و كفّ الأذى و ردّ السلام و أمر بالمعروف و نهي عن المنكر 93۔

حدیث میں راستے کے حقوق میں ایک حق "کف الاذی" کو بھی بیان کیا گیا ہے؛ چنانچہ "کف الاذی" یعنی ایذا دینے والی چیز کو ہٹانے کے حکم سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ کوئی ایسا فعل انجام نہ دیں جس سے دوسرے راہگیر کو ایذا پہنچے، چنانچہ سڑکوں پر گاڑی چلاتے ہوئے بے جا ہارن کا استعمال کرنا یا پھر ایسے ڈروانی آواز والے، چونکا دینے والی آواز والے ہارن بجانا بھی راہ چلتے راہ گیروں کو ایذا پہنچانے کے حکم میں ہے، اور حدیث کی رو سے کسی کا ایسا کرنا "ناجائز" ہے، "جرم" ہے۔

لہٰذا سڑکوں پر گاڑی چلاتے ہوئے ایسے ہارن کا استعمال کیا جائے کہ جس سے راہ گیروں کو تکلیف نہ ہو، اور ہارن کا استعمال بھی مہذب انداز میں کریں، اور ایسے ہارن استعمال کریں جو اتنی آواز والے ہوں جس سے راہ گیروں کو پتہ چل جائے کہ پیچھے گاڑی موجود ہے، اور اگر اس سلسلہ میں حکومت کی کوئی ہدایت ہو یا حکم ہو تو اس کی تعمیل اشد ضروری ہے۔

صحیح البخاری کی حدیث ہے: لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق 94۔ یعنی خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ حکومت کا ایسا حکم جس میں خالق کی نافرمانی نہ ہو اور وہ عوام کے فائدہ کے لئے بھی ہو تو پھر ایسے حکم کی تعمیل ضروری وواجب ہے۔

"ردالمحتار" میں ہے: طاعة الامام فی غیر المعصیة واجبة 95..... یعنی غیر معصیت عمل میں اطاعت امام واجب ہے۔

۳۔ ڈی جے کا شرعی حکم:

انسان کو خوشی منانے اور اس میں دوسروں کو شریک کرنے کا حق ہے، لیکن شریعت نے خوشی منانے کے بھی آداب سکھائے ہیں، عید کے موقع پر رسول اکرم ﷺ کے گھر بی بی عائشہ اپنی سہیلیوں کے ساتھ دف بجا کر گیت گا رہی تھیں، اور رسول اکرم ﷺ نے ان کو نہیں روکا۔ خود رسول اکرم ﷺ کے مدینہ میں استقبال میں خوشی کے گیت گائے گئے، جس میں شکر واحسان کے جذبات کا اظہار تھا، اسی طرح مختلف خوشی کے موقعوں پر اسلام نے گیت ودف

کی اجازت دی ہے۔

لیکن اسلام نے کہیں بھی یہ اجازت نہیں دی کہ اپنی خوشی کا اظہار بھونڈے طریقے پر، چیخ وپکار کر کے، شور وغل، لہو ولعب سے غیر مہذبانہ وغیر شرعی انداز میں کیا جائے۔

آجکل شادی بیاہ میں ڈی جے کا رواج بڑھتا ہی جارہا ہے، جس سے ایک طرف غیر شرعی موسیقی کا گناہ ہے سو ہے لیکن اس کا دوسرا نقصان وضرر ماحول میں صوتی آلودگی کا ہے۔ رات رات بھر جاگ کر فل ساؤنڈ دے کر موسیقی اور گیت بجانے سے فضا میں صوتی آلودگی پیدا ہوتی ہے جس سے مریضوں، ضعیفوں اور عوام کو نقصان وضرر ہوتا ہے اور اذیت پہنچتی ہے، ایسا کرنا شرعاً گناہ ہے، حرام ہے۔ فی نفسہ کیا جانے والا عمل خود حرام ہے اور اس سے کسی دوسرے کو تکلیف ہو، ماحول پراگندہ ہو، ماحول میں شور سے ضرر پیدا ہو یہ تو صریح حرام ہے، ایسا کرنے والا سخت گنہ گار ہے۔

چنانچہ قرآنی آیت ہے: مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفۡسِهٖ وَمَنۡ أَسَآءَ فَعَلَيۡهَا 96..... (یعنی جو کوئی نیک عمل کرتا ہے وہ اپنے نفع کے لئے کرتا ہے اور جو کوئی برا عمل کرتا ہے اس کا بھی وبال اس پر پڑے گا)۔

صحیح مسلم میں ہے: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من استطاع منکم أن ینفع أخاه فلیفعل 97

(یعنی تم میں کا جو شخص اپنے بھائی کو کچھ فائدہ پہنچانے کی استطاعت رکھتا ہو تو اس کو چاہئے کہ اسے کر گزرے)۔

سنن ابن ماجہ کی حدیث ہے: لا ضرر ولا ضرار 98۔ یعنی نہ خود نقصان اٹھاؤ اور نہ دوسروں کو نقصان پہنچاؤ۔

لہٰذا ڈی جے یا کوئی غیر شرعی موسیقی کی محفل کا انعقاد کر کے ماحول میں صوتی آلودگی پیدا کرنا، لوگوں کو اس سے ایذا پہنچانا عند الشرع ''حرام'' ہے، اور اس جیسے پروگرام میں شریک ہونے والے سب کے سب گنہ گار ہیں۔ شادی ہال کو کرایہ پر دینے والا جب کہ وہ اس بات سے واقف ہو کہ اس تقریب میں ناچ گانا ہوگا، شادی ہال کے تزئین میں حصہ لینے والا، اس ناچ گانے والی محفل ''ڈی جے'' کو منعقد کرنے والا، اس میں شرکت کرنے والا، اس کو سننے والا نیز ایسی دعوت میں شریک ہونے والا سب کے سب اس گناہ میں شریک ہیں اور ایک حرام فعل میں حصہ دار ہیں۔

اسلام پاکیزہ مذہب ہے، اپنے ماننے والوں کو وہ تہذیب کی اعلیٰ اقدار نوازتا ہے، اسلامی تہذیب سب سے اعلیٰ، اس کی اقدار سب سے ارفع، اس کی تعلیمات سب سے پاکیزہ، اس کے احکام سب سے اونچے ہیں، چنانچہ اس کے ماننے والے ہی آج مغرب کی اندھی تقلید میں اپنے خوشی کے مواقع پر مغربی طرز پر آرکسٹرا، موسیقی، گانا بجانا اور ڈی جے وغیرہ کا اہتمام کرتے ہیں اور مرد وعورت بچے بوڑھے سبھی ایک ساتھ ان پروگراموں سے تلذذ حاصل کرتے ہیں اور اپنی تہذیبی شناخت کو ختم کرتے ہیں تو ایسا کرنا اجتماعی جرم ہے، اور اس میں شامل ہونے والے سارے کے سارے فعلِ حرام کے مرتکب ہیں، اور جان بوجھ کر ماحول میں صوتی آلودگی کے ذمہ دار ہونے کی وجہ سے بھی مجرم ہیں۔

کما قال اللہ تعالیٰ: وَاسۡتَفۡزِزۡ مَنِ اسۡتَطَعۡتَ مِنۡهُمۡ بِصَوۡتِكَ وَأَجۡلِبۡ عَلَيۡهِمۡ بِخَيۡلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكۡهُمۡ فِي الۡأَمۡوَالِ وَالۡأَوۡلَادِ وَعِدۡهُمۡ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيۡطٰنُ إِلَّا غُرُورًا 99۔

اس آیت کی تفسیر کے تحت علامہ قرطبی نے لکھا ہے: قوله تعالیٰ: (بصوتك) و صوته كل داعٍ يدعوا الیٰ معصية الله تعالیٰ۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال مجاهد: الغناء والمزمار و اللهو، قال الضحاك: صوت المزمار 100۔

نیز سورۃ لقمان میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَشۡتَرِي لَهۡوَ الۡحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنۡ سَبِيلِ اللّٰهِ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا، أُولٰئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ مُهِينٌ 101۔

سورۃ لقمان کی اس آیت کے ذیل میں علامہ بغوی لکھتے ہیں:

عن عبدالله بن مسعود و ابن عباس رضی اللہ عنہ، والحسن و عكرمة و سعيد بن جبير، قالوا: (لَهۡوَ الۡحَدِيثِ) هو الغناء، والآية نزلت فيه۔ و معنى قوله (يَشۡتَرِي لَهۡوَ الۡحَدِيثِ)؛ أى يستبدل و يختار الغناء والمزامير والمعازف علىٰ القرآن۔ قال أبو الصهباء البكرى؛ سألت ابن مسعود رضی اللہ عنہ عن هذه الآية فقال: هو الغناء، والله الذى لا اله إلا هو، يرددها ثلاث

مرات۔ وقال إبراهيم النخعي: الغناء ينبت النفاق في القلب، وكان أصحابنا يأخذون بأفواه السكك يخرقون الدفوف۔ و قيل : الغناء رقية الزناء۔ و قال قتادة: هو كل لهو و لعب (لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ) يعني يفعله عن جهل102۔

كما في البحر الرائق: و استماع صوت الملاهي حرام كالضرب بالقصب وغيره ، قال عليه الصلاة و السلام: ''استماع الملاهي معصية، والجلوس عليها فسق، و التلذذ بها كفر''۔103

وفي الدر المختار: وكل ما أدى الى ما لا يجوز لا يجوز104۔

۴۔ساؤنڈسسٹم سےصوتی آلودگی اوراس کاحکم:

مذہبی وسیاسی جلسوں اور مشاعروں کے انعقاد کے سلسلہ میں جو قوانین حکومت کی جانب سے لاگو کئے گئے ہیں ان کی تعمیل منتظمین پر واجب ہے۔اوران کی خلاف ورزی کرنے پر جو بھی جرمانہ مقرر ہے؛اس کی ادائیگی ضروری ہے۔

اصل میں حکومت کا مقصد یہی ہے کہ ان جیسی محافل سے دوسرے لوگوں کو تکلیف نہ ہو، ایذاء نہ ہو۔مثلاً رات کی محفلوں میں وقت کی تحدید (دس یا ساڑھے دس بجے) عوام کی سہولت کے لئے رکھی گئی ہے، عموماً لوگ دس بجے سوجانے کے عادی ہوتے ہیں اور بالخصوص جو مریض یاضعیف ومعذورافراد ہیں ان کے لئے تو اس وقت آرام کی ضرورت ہوتی ہے، لہٰذا حکومت کی جانب سے جو قانون لاگو ہے وہ عوام کی سہولت کے لئے، آرام کے لئے ہے، لہٰذا اس کالحاظ کرنا ہر شہری پر واجب ہے۔

حکومت کی جانب سے یہ بھی قانون ہے کہ محدود آواز والا لاؤڈ اسپیکر استعمال کریں، یہ بھی صوتی آلودگی کے تدارک کے لئے کیا گیا اقدام ہے کہ رات کے سناٹے میں یوں بھی معمولی آواز دور تک پہنچتی ہے، اگر بہت زیادہ آواز پھینکنے والے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ہو تو دور تلک آواز جائے گی اور سارے لوگوں کو اس سے تکلیف ہوگی اور جو بالکل قریب ہیں ان کے لئے تو یہ آواز سوہان روح ثابت ہوگی؛ کیونکہ آواز اگر مریضوں تک جائے گی تو ان کے مرض میں اور اضافہ ہوگا اور عام لوگوں تک جائے گی تو صوتی آلودگی کا وہ شکار ہونگے اور یہ ان کے لئے اذیت کا باعث ہوگا۔تحقیق سے ثابت ہے کہ لاؤڈ اسپیکر کی حد سے زیادہ بڑھی ہوئی آواز سے ذہنی تناؤ کے مریضوں کے دماغ کی شریانوں کے پھٹ جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ایسے میں حکومت کی جانب سے آواز کی تحدید اور مقررہ مقدار وتعداد میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کی ہدایت حق بجانب اور درست ہے، اس کی پابندی کرنا ہر شہری پر واجب ہے۔

چنانچہ قرآنی آیت ہے: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَآءَ فَعَلَيْهَا 105...

(یعنی جو کوئی نیک عمل کرتا ہے وہ اپنے نفع کے لئے کرتا ہے اور جو کوئی برا عمل کرتا ہے اس کا بھی وبال اس پر پڑے گا)۔

حدیث میں بھی لوگوں کو ایذا دینے سے منع کیا گیا ہے، اور مومن کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ''پڑوسی کو ایذا نہ دینا'' بھی بتایا گیا ہے، انسان تو انسان حتیٰ کہ جانوروں سے بھی اچھا سلوک کرنے کا حکم اسلام میں دیا گیا ہے، صحیح البخاری میں حدیث ہے:

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ : من كان يؤمن بالله و اليوم الآخر فلا يؤذ جاره... الخ106

کہ جس نے اللہ پر ایمان لایا اور یوم آخرت پر یقین رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کو ایذا نہیں پہنچائے گا)؛ چنانچہ ایذا پہنچانے والا مومن نہیں ہوسکتا ہے۔

حوالہ جات:

1 (سورة المدثر:۱۔۵)

2 (سورة البقرة:۲۲۲)

3 (صحيح مسلم : كتاب الطهارة، باب فضل الوضوء، رقم: ۲۲۳، ص/۱۰۰)

4 (صحيح مسلم: كتاب الايمان، باب بيان عدد شعب الايمان و افضلها و ادناها... الخ، رقم :۸۵۰، ص/۳۸)

5 (سورۃ الروم:۴۱)

6 (سنن ابن ماجه :۲۳۴۰)

7 (صحیح البخاری، کتاب الادب، باب من کان یومن بالله والیوم الآخر فلا یؤذ جاره، رقم: ۶۰۱۸)

8 (القواعد الفقهية ،الرسالة الثالثة للمفتی السید محمد عمیم الاحسان المجددی دکه، ص:۸۸)

9 (القواعد الفقهية ،الرسالة الثالثة للمفتی السید محمد عمیم الاحسان المجددی دکه، ص:۸۱)

10 (درر الحکام، دفعه :۲۶)

11 (الاشباه و النظائر مع الحموی ا/ ۴۱۲)

12 (تکمله فتح الملهم ۱۰/ ۴۲۰)

13 (صحیح البخاری، باب السمع والطاعة للامام مالم تکن معصية)

14 (ردالمحتار:کتاب القضاء)

15 (سنن ابن ماجه :۲۳۴۰)

16 (درر الحکام، دفعه: ۲۶)

17 (سورۃ الروم:۴۱)

18 (سنن ابن ماجه :۲۳۴۰)

19 (صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب من کان یومن بالله والیوم الآخر فلا یؤذ جاره، رقم: ۶۰۱۸)

20 (درر الحکام، دفعه :۲۶)

21 (المغنی لابن قدامة ا/ ۱۷)

22 (سورۃ الاسراء: ۲۰)

23 (سورۃ البقرۃ: ۲۹)

24 (القواعد الفقهية ،الرسالة الثالثة للمفتی السید محمد عمیم الاحسان المجددی دکه، ص:۵۹)

25 (صحیح البخاری، باب کیف کان بدء الوحی)

26 (الاشباه والنظائر ا/ ۵۳)

27 (سورۃ البقرۃ:۱۹۵)

28 (سورۃ المائدۃ:۳۲)

29 (سورۃ حم سجده:۴۶)

30 (صحیح البخاری، کتاب الوصایا، باب قول الله تعالیٰ "ان الذین یاکلون اموال الیتمیٰ... الخ)

31 (عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبی ﷺ قال: اجتنبوا السبع الموبقات، قالوا: یا رسول الله وما هن؟ قال: الشرك بالله، والسحر، وقتل النفس التی حرم الله إلا بالحق، و أكل الربا و أكل مال اليتيم والتولّی یوم الزّحف . وقذف المحصنات المؤمنات الغافلات... (صحیح البخاری، کتاب الوصایا، باب قول الله تعالیٰ: {ان الذین یاکلون أموال الیتمیٰ ظلمًا یاکلون فی بطونهم نارًا و سیصلون سعیرًا} [النساء:۱۰])

32 (صحیح مسلم ۲/ ۲۲۳)۔ 33 (سنن ابن ماجه :۲۳۴۰)۔

34 (سورۃ الاعراف:۵۶)

35 (صحیح البخاری، کتاب الاستئذان، باب لا تترك النار فی البیت عند النوم، رقم:۶۲۹۳)۔

36 (صحیح البخاری، کتاب الاستئذان، باب لا تترك النار فی البیت عند النوم، رقم:۶۲۹۵)۔

37 (صحیح البخاری، کتاب الاستئذان، باب اغلاق الابواب باللیل، رقم: ۶۲۹۶)۔

38 (ابن ماجه ،باب النهی عن الخلاء علی قارعة الطریق، رقم: ۳۲۸)۔

39 (صحیح مسلم: کتاب الطهارة، باب النهی عن التخلی فی الطریق و الظلال، رقم:۲۶۹)۔

40 (ردالمحتار: کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع)۔ 41 (الفتاویٰ التاتارخانیه۱/ ۵۷۱)۔

42 (ردالمحتار۹/ ۵۵۲)۔ 43 (تکمله فتح الملهم۱/ ۵۵۹)۔

44 (صحیح مسلم: کتاب الطهارة، باب فضل الوضوء، رقم :۲۲۳، ص/ ۱۰۰)

45 (سورۃ الانعام:۱۴۵)۔ 46 (سورۃ المدثر:۱۔ ۵)۔

47 (سورۃ البقرۃ:۲۲۲) 48 (صحیح البخاری، باب السمع والطاعة للامام مالم تکن معصیة)۔

49 (ردالمحتار:کتاب القضاء)۔ 50 (سورۃ البقرۃ:۱۹۵)۔

51 (سورۃ حم سجدہ:۳۶)۔ 52 (سنن ابن ماجه :۲۳۴۰)۔

53 (القواعد الفقهية،الرسالة الثالثة للمفتی السید محمد عمیم الاحسان المجددی دکه، ص:۸۸)

54 (سورۃ البقرۃ:۱۹۵)۔ 55 (سورۃ المائدۃ:۳۲)۔

56 (فتاویٰ محمودیه۲۷/ ۲۳۰)۔ 57 (فتاویٰ محمودیه ۲۷/ ۲۳۰)۔

58 (ردالمحتار: کتاب النکاح، قبیل باب الرضاع۴/ ۳۸۸)۔ 59 (فتاویٰ محمودیه ۲۷/ ۲۴۶)۔

60 (ردالمحتار۲/ ۴۳۵)۔ 61 (انجاح الحاجة علی هامش ابن ماجه، کتاب الاطعمة، باب أکل الثوم، ۲۴۱)

62 (نشه آور اشیاء/ ص۳۶)۔ 63 (سورۃ حم سجدہ:۳۶)۔

64 (سنن ابن ماجه :۲۳۴۰) 65 (ردالمحتار: کتاب النکاح، قبیل باب الرضاع۴/ ۳۸۸)

66 (انجاح الحاجة علی هامش ابن ماجه، کتاب الاطعمة، باب أکل الثوم، ۲۴۱)

67 (السنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الطهارة، باب النهی عن التخلی فی طریق الناس۱/ ۱۵۸)

68 (سنن النسائی، کتاب الطهارة، باب الابعاد عند ارادة الحاجة) 69 (سنن أبي داؤد، کتاب الطهارة، باب التخلی عند قضاء الحاجة)

70 (المغنی لابن قدامة المقدسی:کتاب الطهارة، فصول فی آداب التخلی۱/ ۱۵۵)

71 (الفتاویٰ الهندية: کتاب الطهارة،فصل فی الاستنجاء، قبیل کتاب الصلوٰة۱/ ۵۶)

72 (السنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الطهارة، باب النهی عن التخلی فی طریق الناس۱/ ۱۵۸)

73 (الفتاویٰ الهندية: کتاب الطهارة،فصل فی الاستنجاء، قبیل کتاب الصلوٰة۱/ ۵۶)

74 (صحیح البخاری، کتاب المظالم و الغضب، باب أفنية الدور و الجلوس فیها، رقم :۲۴۶۵)

75 (القواعد الفقهية،الرسالة الثالثة للمفتی السید محمد عمیم الاحسان المجددی دکه، ص:۵۹)

76 (سورۃ البقرۃ: ۲۹)۔ 77 (سورۃ الانعام:۱۴۱)۔
78 (سنن ابن ماجه :۲۳۴۰)۔
79 (القواعد الفقهية، الرسالة الثالثة: للمفتى السيد محمد عميم الاحسان المجددى دكه، ص:۸۱)
80 (القواعد الفقهية، الرسالة الثالثة: للمفتى السيد محمد عميم الاحسان المجددى دكه، ص:۸۸)
81 (صحيح البخارى، كتاب الحرس و المزارعة، باب فضل الزرع و الغرس إذا اكل منه)
82 (فتح البارى، كتاب الوضوء، باب من الكبائر أن لا يستتر من بوله، رقم :۲۱۶)
83 (سورة الحشر: ۲۴)۔ 84 (سورة الاسراء:۴۴)۔
85 (سورة النور:۴۱)۔ 86 (سورة البقرة: ۲۹)۔
87 (الاشباه والنظائر لابن نجيم المصرى ۱/ ۸۷)۔
88 (صحيح البخارى، كتاب الحرس و المزارعة، باب فضل الزرع و الغرس إذا اكل منه)۔
89 (الاشباه و النظائر مع الحموى ۱/ ۴۱۲)۔ 90 (تكمله فتح الملهم ۱۰/ ۴۲۰)۔
91 (صحيح البخارى، باب السمع والطاعة للامام مالم تكن معصية)۔ 92 (ردالمحتار :كتاب القضاء)۔
93 (صحيح البخارى، كتاب المظالم و الغضب، باب أفنية الدور و الجلوس فيها، رقم: ۲۴۶۵)
94 (صحيح البخارى، باب السمع والطاعة للامام مالم تكن معصية)۔
95 (ردالمحتار :كتاب القضاء)۔ 96 (سورة حم سجده:۳۶)۔
97 (صحيح مسلم ۲/ ۲۲۳)۔ 98 (سنن ابن ماجه :۲۳۴۰)۔
99 (سورة الاسراء: ۶۴)۔ 100 (الجامع لأحكام القرآن للقرطبى ۱۰/ ۲۸۸)۔
101 (سورة لقمان:۶)۔ 102 (معالم التنزيل للبغوى، ج۳،ص۴۹۰)۔
103 (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل فى الاكل والشرب، ج۸،ص ۲۳۶)۔
104 (ردالمحتار على الدرالمختار: كتاب الحظر و الاباحة، فصل فى اللبس)۔
105 (سورة حم سجده:۳۶)۔
106 (صحيح البخارى، كتاب الأدب، باب من كان يومن بالله واليوم الآخر فلا يؤذ جاره، رقم:۶۰۱۸)۔

☆☆☆

فضائی اور صوتی آلودگی

مفتی محمد اسعد بن مولانا عبدالرزاق پالنپوری فلاحی [1]

۱۔ مذہب اسلام ایک نہایت ہی صاف ستھرا اور جامع مذہب ہے، اس نے اپنے متبعین کو جہاں عبادات، عقائد، معاملات اور ان جیسے دیگر شعبوں پر مضبوطی کے ساتھ جمنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کا سختی سے حکم دیا ہے اور خلاف ورزی کی صورت میں بڑی وعیدیں سنائی ہیں، وہیں سماجی، اخلاقی اور معاشرتی حقوق کو اپنا کر انسانی حقوق کی حفاظت کی بھی بڑی تاکید فرمائی ہے اور اپنے متبعین کو اس بات کی تعلیم دی ہے کہ اپنے کسی بھی قول وفعل سے دوسرے انسان کو اذیت پہنچانے سے اپنی ذات کو بچائے؛ لہذا ایک انسان کے لیے لازم اور ضروری ہے کہ وہ اس بات کا پورا پورا خیال رکھے کہ اس کی ذات سے کسی بھی مخلوق کو تکلیف نہ پہنچے۔

انسان کے واسطے اپنی خوراک اور غذائی اشیاء کے پکوان کے لیے عام طور پر مختلف ایندھن استعمال میں لائے جاتے ہیں، جیسا کہ سوال میں مذکور ہیں، ان کے بغیر غذائی اشیاء کا پکوان دشوار ہے؛ لیکن اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ہر انسان کو اس بات کی بھی ہدایت اور تاکید کی گئی ہے کہ اپنے کسی فعل سے دوسرے انسان کو تکلیف نہ پہنچائے اور اپنے ذاتی مفاد کو حاصل کرنے کے لیے وہ عمومی نقصان کا سبب اور ذریعہ نہ بنے؛ لہذا ہر اس شخص کے لئے جو مالی وسعت کی وجہ سے نسبتاً مہنگے اور کم دھواں چھوڑنے والے ایندھن کے استعمال پر قدرت رکھتا ہو؛ لیکن اس کے باوجود وہ ارزاں اور زیادہ دھواں چھوڑنے ایندھن استعمال کرتا ہے، تو اس کی چند صورتیں ہیں:

۱۔ اس سے اس کا مقصد اور نیت اپنے پڑوسیوں کو نقصان پہنچانا اور صاف ستھری فضا کو آلودہ کرنا ہے، تو بقواعد: الضرر یزال، لاضرر ولاضرار کی روشنی میں ضرر عام کے لاحق ہونے کی وجہ سے اس کے لئے ایسے ایندھنوں کا استعمال ناجائز اور حرام ہوگا؛ چنانچہ ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ "الفقہ الاسلامی وأدلتہ" میں حسب ذیل قاعدے اور اصول کے تحت لکھتے ہیں:

"تصرف الانسان فی خالص حقه إنمایصح إذا لم یتضرر به غیره هذه القاعدة مستمدة من الحدیث النبوی السابق ذکره "لاضرر ولاضرار" وهی أساس واضح لنظریة "منع التعسف فی استعمال الحق" التی أخذ بها الحنفیة وغیرهم استحسانًا، وهی القاعدة المنظمة لحقوق الجار۔ ومعناها: أن الانسان علیه مراعاة حقوق جاره، فلایلحق به ضررًا؛ وبنی علی ذلك مایأتی: ...۔إذاکان دخان الأفران والمعامل أو رائحة المعاصر یضر ضررًا بالغًا بالجیران بحیث لایحتمل عادة، وجب إزالته دفعًا للضرر الفاحش" (الفقه الاسلامی وأدلته۹/ ۸۲۱۔ ۸۲۲، مطبوعة الهدیٰ انٹرنیشنل دیوبند)۔

مذکورہ بالا قاعدے اور عبارت کی روشنی میں یہ بات بخوبی واضح ہوگئی کہ انسان کو اپنے خالص حق میں بھی تصرف کی اجازت شرعاً اسی وقت مل سکتی ہے، جبکہ اس تصرف کی وجہ سے دوسروں کو اور بالخصوص پڑوسیوں کو ضرر اور نقصان لاحق نہ ہو؛ کیوں کہ انسان کے لئے اپنے پڑوسیوں کے حقوق کی رعایت کرنا اور اس بات کا خیال کرنا کہ اس کے کسی فعل سے اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچے یہ شرعاً واجب ہے، اور انہی حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ روٹی پکانے کے تنور، بسکٹ بنانے کی بھٹی اور کارخانوں کے دھویں، تیل نکالنے والی مشینوں اور کولھو کی بدبو سے اگر پڑوسیوں کو ایسا ضرر لاحق ہوتا ہو، جس کا عادۃً وہ تحمل نہیں کر سکتے ہیں، تو ضرر فاحش کو دور کرنے کے لئے شرعاً اس کا ازالہ واجب ہے۔

---

[1] خادم الحدیث والافتاء دارالعلوم مرکز اسلامی انکلیشور، بھروچ، گجرات۔

اور ڈاکٹر عبدالحمید محمود طہماز اپنی کتاب ''الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید'' میں تحریر فرماتے ہیں: کہ اپنے پڑوسیوں کو نقصان پہنچانا خواہ مباشرۃ ہو یا سبب بن کر ہو، اسلام میں قطعاً حرام ہے؛ فرماتے ہیں:

حرّم الاسلام قطعیا إیذاء الجار بمباشرة ذلك أو بالتسبب فی إیذائه؛ ففی الحدیث عن أبی هریرة أن رسول الله ﷺ قال: ''لایدخل الجنة من لا یأمن جاره بوائقه (الفقه الحنفی فی ثوبه الجدیده/ ۴۹۲، مطبوعة مکتبه دارالایمان سهارن پور)

۲۔ ان ارزاں ایندھنوں کے استعمال سے اس کا مقصد اور نیت دوسروں کو ضرر پہنچانا تو نہیں ہے؛ بلکہ ان سے اپنے کسی ذاتی مقصد کو حاصل کرنا ہے؛ مثلاً: طبعی بخل کی وجہ سے پیسہ بچا کر کم استعمال کرنا وغیرہ، تب بھی اس کے لیے ان ایندھنوں کا استعمال ضرر عام کے لاحق ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہوگا؛ کیوں کہ فقہ کا قاعدہ ہے: ''دفع المضرة أولی من جلب المنفعة'' نقصان کو دور کرنا نفع کے حاصل کرنے کے مقابلے میں اولی ہے،

اور ''الاشباہ والنظائر'' میں ہے: یتحمل الضرر الخاص لأجل دفع الضرر العام۔ یعنی ضرر عام کو دفع کرنے کے لیے ضرر خاص کو برداشت کرلیا جائے گا اور اس کی من جملہ تفریعات میں سے ایک تفریع یہ بھی پیش کی ہے: و منها: منع اتخاذ حانوت للطبخ بین البزازین۔ یعنی کپڑا فروشوں کی دکانوں کے درمیان اگر کوئی شخص کھانے کے ہوٹل کھولنے کا ارادہ کرے، تو اسے روکا جائے گا؛ کیوں کہ اس کے ہوٹل کھولنے کی وجہ سے ساری دکان کے مالکان کو عمومی ضرر لاحق ہوگا (الاشباہ والنظائر/ ۳۱۲-۳۱۴، مطبوعہ مکتبہ فقیہ الامت دیوبند، مع تحقیق وتعلیق للشیخ المفتی محمد یوسف التاولی)۔

۔ مذکورہ بالا قاعدے اور تفریع سے بطریق دلالت النص اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ کوئی شخص محض اپنے ذاتی مفاد کے حصول کی خاطر مذکورہ ایندھنوں کو استعمال کرتا ہے، تو اسے بھی شرعاً روکا جائے گا؛ کیوں کہ اس سے بھی عمومی ضرر لاحق ہوسکتا ہے۔

نیز بے شمار احادیث میں آں حضرت ﷺ نے پڑوسیوں کے حقوق کی بڑی تاکید فرمائی ہے، ایک حدیث میں تو یہاں تک ارشاد فرمایا ہے: ''وہ شخص کامل مؤمن ہو ہی نہیں سکتا، جس کے نقصانات سے اس کا پڑوسی مامون نہ ہو''، اس حدیث کا بھی تقاضہ یہی ہے کہ پڑوسیوں کے حقوق کی مکمل رعایت کی جائے، اپنے قول وفعل سے انہیں نقصان نہ پہنچانا چاہیے۔

نوٹ:......البتہ دوسری صورت میں ضرر پہنچانے کی نیت نہ ہونے کی وجہ سے اس کا گناہ پہلی صورت کے مقابلے میں کم ہوگا۔

۲۔ جواب سے قبل بطور تمہید اس بات کو جان لیجئے کہ حکومت کی طرف سے عوام پر لاگو کئے جانے والے قوانین کی چار قسمیں ہیں: اول: وہ قوانین جن میں مذہب اسلام کی تعلیمات اور اس کی آئین کے خلاف کوئی بات نہ ہو اور ان پر عمل کرنے کی صورت میں مسلمانوں کا کوئی نقصان بھی نہ ہوتا ہو۔ دوم: وہ قوانین جو مذہب اسلام کی تعلیمات کے خلاف یا اس کے آئین اور قانون میں مداخلت پر مبنی ہوں اور اس سے حکومت کا منشا مذہب اسلام کے خلاف قوانین بنانا مقصود ہو۔ سوم: وہ قوانین جو مذہب اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب کے ماننے والوں کی مذہبی تعلیمات اور ان کے آئین کے خلاف ہوں اور ان قوانین سے صرف ان مذاہب کے ماننے والوں کی مذہبی تعلیمات کو ٹھیس پہنچتی ہو۔ چہارم: وہ قوانین جو کسی بھی مذہب کے ماننے والوں کی مذہبی تعلیمات کے خلاف نہ ہوں؛ بلکہ ان کا تعلق صرف نظام حکومت کے حسن واستحکام سے ہو اور جن کے لاگو کرنے میں حکومت کے پیش نظر عوام کا عمومی نفع ہو، یعنی ان قوانین پر عمل پیرا ہونے کی صورت میں بلا تفریق مذہب عوام کا عمومی نفع ہو اور عمل نہ کرنے کی صورت میں عمومی نقصان بھی ہو۔

پہلی صورت میں ان قوانین پر عمل کرنا ملک میں بسنے والے ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے؛ کیوں کہ ان قوانین میں اسلامی تعلیمات کے خلاف کوئی بات نہیں ہے۔

چنانچہ ڈاکٹر وہبہ زحیلی تحریر فرماتے ہیں:

''مصدر الالتزام علی الطاعة آیات وأحادیث، منها قوله تعالی: یٰأیها الذین آمنوا أطیعوا الله وأطیعوا الرسول وأولی الأمر منکم''[النساء:۹۵] وأولوا الأمر: الحکام والعلماء کما بین المفسرون والصحابة۔ ومنها: قوله ﷺ: ''علیك بالسمع والطاعة فی عسرك ویسرك ومنشطك ومکرهك وأثرة علیك'' (رواه البزار عن سعد بن عبادة)۔

''علی المرء المسلم السمع والطاعة فیما أحب أو کره الا أن یؤمر بمعصیة، فان أمر بمعصیة فلا سمع و

طاعة''[رواه أحمد و أصحاب الكتب الستة عن ابن عمر رضی اللہ عنہ] ''ولایجوز الخروج عن الطاعة بسبب أخطاء غیر أساسیة لاتصادم نصا قطعیا'' (الفقہ الاسلامی وأدلتہ ۶/ ۶۱۰- ۶۱۱، مطبوعۃ الہدیٰ انٹرنیشنل دیوبند)۔

اور درمختار میں ہے:''أمر السلطان إنما ینفذ إذا وافق الشرع، وإلا فلا''۔

اس پر علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:''قوله: (أمر السلطان انما ينفذ) أي: يُتبعُ ولاتجوز مخالفتهٗ... وعن الحموي أن صاحب البحر ذكرناقلا عن أئمتنا أن طاعة الامام في غير معصية واجبة فلو أمربصوم يوم وجب. وقدمنا أن السلطان لوحكم بين الخصمين ينفذ في الأصح، وبه يفتى'' (الدرالمختار مع الشامی ۷/ ۸۱۷- ۸۱۸، مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند)

مذکورہ بالا فقہی عبارات سے یہ بات بخوبی واضح ہوگئی کہ حکومت کے وہ قوانین جو مذہب اسلام اور اس کے کسی آئین کے خلاف نہ ہوں، توان میں حاکم کی اطاعت واجب ہے۔

دوسری صورت میں ان قوانین پر مسلمانوں کے لئے عمل کرنا جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ ان قوانین میں حکومت کی جانب سے اسلامی تعلیمات کی صریح خلاف ورزی پائی جاتی ہے؛ بلکہ ایک درجے میں مذہب اسلام کے ماننے والوں کے مذہبی آئین کو چیلنج کرنا ہے؛ اس صورت میں اہل علم کی ذمہ داری ہے کہ وہ اہل حکومت کی نرمی اور حسن اسلوب کے ساتھ فہمائش کرے اور اس طرح کے قوانین بنانے سے حکومت کو روکے اور ہٹ دھرمی کی صورت میں ڈٹ کر اس کا مقابلہ کرے؛ چنانچہ ڈاکٹر وہبہ زحیلی تحریر فرماتے ہیں:

''وإذا أخطأ الحاكم خطأ غير أساسي لايمس أصول الشريعة وجب على الرعية تقديم النصح له باللين و الحكمة والموعظة الحسنة؛ قال عليه الصلوة والسلام: الدين النصيحة، قلنا: لمن يارسول الله؟ قال: لله و لرسوله ولكتابه و لأئمة المسلين وعامتهم'' [رواه مسلم عن أبي رقية] وقد خص رسول الله ﷺ على إسداء النصح والمجابرة بقول الحق؛ فقال: أفضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جائر'' (رواه ابن ماجة عن أبي سعيد الخدري)۔

ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں:''إذا ما أقدمت الحكومة على اصدار قوانين أو أوامر تتضمن معصية صريحة بالمعنى الشرعي، فانه لا سمع ولا طاعة على المواطنين'' (الفقہ الإسلامی وأدلتہ ۶/ ۶۱۱- ۶۱۳، مطبوعۃ الہدیٰ انٹرنیشنل دیوبند)۔

اور صاحب درمختار تحریر فرماتے ہیں:''فلو أمر قضاته بتحليف الشهود وجب على العلماء أن ينصحوه، ويقولوا له: لاتكلف قضاتك إلى أمر يلزم منه سخطك أو سخط الخالق تعالى'' (الدرالمختار مع الشامی ۸/ ۱۱۸، مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند)۔

مذکورہ بالا فقہی عبارات سے یہ بات معلوم ہوئی کہ حکومت کے وہ قوانین وضوابط جو تعلیمات اسلامی کے خلاف ہوں، توان میں حاکم اور حکومت کے قوانین کی اطاعت جائز نہیں۔

تیسری صورت میں صرف ان مذاہب کے ماننے والوں کو مداخلت کا حق ہے جن کی مذہبی تعلیمات کے خلاف یہ قوانین بنائے گئے ہیں؛ کیوں کہ حکومت کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے ملک میں بسنے والے ہر مذہب کے پیروکار کے حقوق کی رعایت کرے، اور ایسے قوانین نہ بنائے جن سے کسی مخصوص مذہب کے ماننے والوں کو ٹھیس پہنچے۔

چوتھی صورت میں ملک کے ہر باشندے کے لئے بلاتفریق مذہب حکومت کے قوانین پر عمل کرنا ضروری ہوگا، خلاف ورزی کی صورت میں حکومت کی جانب سے جرمانہ اور سزا بھی عائد کی جاسکتی ہے؛ کیوں کہ حکومت نے وہ قوانین اپنے مفاد کے لئے نہیں بنائے ہیں؛ بلکہ ان قوانین کے بنانے میں ملک میں بسنے والے ہر باشندے کا مفاد وابستہ ہوتا ہے اور کسی ایک بھی فرد کے ان قوانین کی خلاف ورزی کرنے کی صورت میں قوانین کو استحکام حاصل نہیں ہوگا، نتیجہ یہ ہوگا کہ ملکی قوانین کی کوئی اہمیت باقی نہیں رہے گی اور ہر شخص کے دل میں قانون شکنی کی ہمت بڑھتی جائے گی، اس طرح ملک کا آئینی ڈھانچہ کمزور ہوتا جائے گا، جس سے ملک کو استحکام نصیب نہیں ہوگا۔

مذکورہ بالا تمام فقہی عبارات سے ملکی قوانین کی چاروں قسموں کا حکم معلوم ہوگیا، اب سوال مذکور کے جواب کو بھی ان عبارات کی روشنی میں دیکھا جائے، تو معلوم ہوگا کہ مذکورہ قوانین کا تعلق پہلی تین قسموں سے نہیں ہے؛ بلکہ ان کا تعلق چوتھی قسم سے ہے، جن سے حکومت کے پیش نظر صرف عوام کا فائدہ ہے۔

؛ کیوں کہ ڈیزل اور پٹرول میں جب دھواں زیادہ مقدار میں خارج ہوگا، تو اس سے فضائی آلودگی بڑھ جائے گی، جس سے انسانی حیات پر منفی اثرات مرتب ہوں گے، اور دھواں ویسے بھی صحت انسانی کے لئے مضر ہے، اسی وجہ سے تو بیڑی اور سگریٹ کو بعض صورتوں میں فقہاء نے شرعاً مکروہ تحریمی قرار دیا ہے؛ لہذا فضا کو صاف ستھرا رکھنے کے لئے حکومت کی طرف سے اگر ڈیزل اور پٹرول کے استعمال پر پابندی لگائی جائے، تو شرعاً یہ کوئی برا قانون نہیں؛ بلکہ ایک اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو یہ اچھا قانون ہے، بالخصوص جبکہ اس کا متبادل گیس کی شکل میں موجود بھی ہے؛ لہذا ایسی صورت میں ملک کے ہر باشندے کے لئے اس قانون کی پابندی کرنا شرعاً واجب ہوگا؛ کیوں کہ قانون بننے کے بعد اگر عمل کے سلسلے میں لوگوں کو اختیار دیا جائے، تو ملک کا آئینی نظام کمزور ہو جائے گا، لوگوں کے دلوں سے ملکی قوانین کی اہمیت ختم ہو جائے گی، ان کی ہمتیں بڑھ جائیں گی اور رفتہ رفتہ ان کا یہ عمل دیگر قوانین شکنی کی طرف بھی ان کو پہنچا سکتا ہے، جس سے ملک کا نظام بجائے مستحکم ہونے کے اور زیادہ کمزور ہو جائے گا؛ اس لئے اس قانون پر عمل کرنا شرعاً واجب ہوگا۔

اور حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ ''فتاوی محمودیہ'' میں ایک فتوے کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

جائز قانونِ حکومت کی پابندی:

سوال: دو قریبی ملکوں کے درمیان پنجاب حکومت نے آنا جانا منع کر دیا ہے، اب اگر کوئی شخص چپکے سے چلا آئے یا چپکے سے چلا جائے، تو شرعی نظر سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

رعایا کے ہر فرد کو اپنی حکومت کے ہر جائز قانون کی پابندی لازم ہے؛ خلاف قانون کرنا جرم ہے، جس سے عزت اور جان ومال کا خطرہ ہے، جس کی حفاظت ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاوی محمودیہ ۴/ ۵۷۰، مطبوعہ اشرفی بک ڈپو دیوبند)۔

حضرت مفتی صاحبؒ کے مذکورہ جواب سے بھی احقر کی رائے کی تائید ہوتی ہے۔

اور حکومت کی طرف سے اگر کوئی قانون نہ بنایا جائے، تب بھی لوگوں کو ضرر سے بچانے اور ماحول کو صاف ستھرا رکھنے کے لیے بقاعدہ: ''لا ضرر ولا ضرار'' اور ''دفع المضرة أولى من جلب المنفعة'' کی روشنی میں ضروری ہے کہ ایسے ایندھنوں کے استعمال سے جتنا ہو سکے احتیاط برتا جائے، بالخصوص جبکہ اس کا متبادل اس وقت موجود بھی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

۳۔ سوال مذکور کا جواب فقہی ایک اصول کی روشنی میں دیا جا سکتا ہے؛ اصول یہ ہے:

''يتحمل الضرر الخاص لأجل دفع الضرر العام'' یعنی ضرر عام کو دور کرنے کی وجہ سے ضرر خاص کو برداشت کر لیا جائے گا؛ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کے اپنانے کی صورت میں اگر دو طرح کے ضرر لاحق ہوتے ہوں؛ ایک ضرر خاص ہو اور دوسرا ضرر عام؛ تو ایسی صورت میں ضرر خاص کو برداشت کر لیا جائے گا اور ضرر عام کو دفع کیا جائے گا۔

پس مذکورہ قاعدے کی روشنی میں سوال مذکور کا جواب معلوم ہو جائے گا اس طور پر کہ یہاں بھی دو ضرر ہیں: ایک ضرر خاص اور دوسرا ضرر عام۔

ضرر خاص تو یہ ہے کہ ایک آدمی کا جنریٹر میں مٹی کے تیل، ڈیزل اور پٹرول کے عدم استعمال کی صورت میں امکانی طور پر اس کا ذاتی ضرر ہونا بایں معنی کہ مذکورہ ایندھنوں کے عدم استعمال کی صورت میں جنریٹر کو وافر مقدار میں طاقت نہیں ملے گی کہ جس سے بجلی کی فراہمی سرعت کے ساتھ ہو سکے اور ایک ساتھ بجلی کے کئی بلب اور پنکھوں کا بوجھ وہ جنریٹر برداشت کرنے کی طاقت رکھ سکے، ظاہری بات ہے کہ اس میں آدمی کا اپنا ذاتی ضرر خاص ہے۔

اور ضرر عام یہ ہے کہ مذکورہ ایندھنوں کو استعمال کر کے ان کے چھٹنے والے دھویں سے صاف ستھری فضا کو آلودہ کرنا اور پڑوسیوں کو اور پورے محلے والوں کو نقصان پہنچانا ہے۔

لہذا مذکورہ قاعدے کی روشنی میں ضرر عام کو دفع کرنے کے لئے ضرر خاص کو برداشت کرتے ہوئے جنریٹر کے مالکان کے لئے مٹی کے تیل، ڈیزل اور پٹرول جیسے دیگر زیادہ دھواں چھوڑنے والے ایندھنوں کا استعمال نا جائز ہوگا؛ بل کہ کم دھواں چھوڑنے والے ایندھنوں کا استعمال ان کے لئے شرعاً واجب ہوگا؛ بالخصوص ان مقامات پر جہاں مذکورہ ایندھنوں کا متبادل کم دھواں چھوڑنے والے ایندھن (گیس) کی شکل میں بآسانی دست یاب

ہو جاتے ہوں۔

نیز دونوں ایندھن کی قیمتوں کے مابین فرق کو دیکھا جائے، تو بھی گیس کا استعمال عقلاً راجح ہونا چاہئے؛ کیوں کہ گیس کی قیمت ان ایندھنوں کے مقابلے میں نسبتاً کافی کم ہوتی ہے لہذا قیمت کے اتنے بڑے فرق کو دیکھتے ہوئے بھی مالکین کے لئے شرعاً واجب ہے کہ کم دھواں چھوڑنے والے ایندھن کے استعمال کو ترجیح دیں۔ واللہ اعلم بالصواب

۴۔ سوال مذکور کے جواب کے لئے بھی قدرے تفصیل ضروری ہے۔

شمسی توانائی سے استفادہ شمسی حرارت کی قوت، دھوپ کی تیزی اور اس کی شعاعوں کی شدت پر موقوف ہے؛ چنانچہ دھوپ اور اس کی حرارت جتنی زیادہ تیز ہوگی اتنی ہی سرعت کے ساتھ اس کی بیٹری چارج ہوگی اور بیٹری جتنی سرعت کے ساتھ زیادہ مقدار میں چارج ہوگی، اتنی ہی وہ دیر پا ثابت ہوگی ؛مثلا: آٹھ نو گھنٹوں تک وہ مسلسل بجلی فراہم کرتی رہے گی؛ اس کے برخلاف اگر دھوپ میں زیادہ حرارت کے بجائے برودت زیادہ پائی جاتی ہے، تو بیٹری سرعت کے ساتھ زیادہ مقدار میں چارج بھی نہیں ہوگی اور جب بیٹری سرعت کے ساتھ خاطر خواہ مقدار میں چارج نہیں ہوگی، تو وہ دیر پا ثابت نہیں ہوگی اور درمیان ہی میں وہ اپنا جواب دے دے گی، جس سے استعمال کرنے والوں کو ایک طرح کی پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا، اور احقر نے اس سلسلے میں اس کے ایک سے زائد ماہرین سے رابطہ کر کے اس کے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنے کی مکمل طور پر کوشش کی ہے؛ بلکہ ہمارے یہاں گجرات کے الیکٹرک کے بعض ماہرین سے اس سلسلے میں رابطہ کیا گیا تو سبھی نے بیک زبان مذکورہ بالا معلومات کی تائید کی۔

الغرض مذکورہ معلومات کی روشنی میں یہ ناچیز اس نتیجے پر پہنچا کہ ممالک حارہ کے اصحاب ثروت حضرات کے لئے اپنی مساجد، مدارس، دینی اداروں اور اپنے مکانات میں مذکورہ شمسی توانائی کا استعمال مستحسن ہوگا، گرچہ اس کے لئے ایک بار خطیر رقم ضرور خرچ ہوگی؛ لیکن آئندہ کئی سالوں کے لئے برقی بجلی کے بل سے چھٹکارہ مل جائے گا، اور جو حضرات اصحاب ثروت میں سے نہیں ہیں، ان کے لئے خواہ مخواہ خطیر رقم کا بوجھ برداشت کر کے مذکورہ توانائی کے خریدنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے، یہ عمل ان کے لئے مستحسن نہیں ہوگا؛ کیوں کہ اس صورت میں ان کو عظیم قرض میں ڈوب جانے کا قوی اندیشہ ہے، اس کے برخلاف ممالک باردہ کے باشندگان یا ممالک حارہ کے ان علاقوں کے باشندگان (خواہ وہ اصحاب ثروت میں سے ہوں یا نہ ہوں) کے لئے بھی جہاں سال کے اکثر مہینوں میں موسم ٹھنڈا رہتا ہے، مذکورہ توانائی کا استعمال کوئی امر مستحسن نہیں ہوگا؛ کیوں کہ موسم کی برودت اور عدم اعتدال کی وجہ سے ان کے لئے اس توانائی سے خاطر خواہ استفادہ ممکن نہیں ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ ممالک حارہ کے اصحاب ثروت باشندگان کے لئے اس توانائی سے فائدہ اٹھانا امر مستحسن ہوگا، اور ممالک باردہ کے باشندگان اسی طرح ممالک حارہ کے ان علاقوں کے باشندگان کے لئے مطلقاً (خواہ اصحاب ثروت ہوں یا نہ ہوں) جہاں سال کے اکثر مہینوں میں موسم ٹھنڈا رہتا ہے، اس توانائی سے فائدہ اٹھانا مذکورہ بالا وجوہات کی بنیاد پر بہتر نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب

۵۔ حکومت کی جانب سے مذکورہ قوانین چوں کہ ملک میں بسنے والے تمام باشندگان کی بھلائی ہی کی خاطر بنائے گئے ہیں، نیز ان میں خلاف شرع کوئی بات بھی نہیں ہے؛ اس لئے مذکورہ قوانین کا لحاظ اور ان کا احترام کرنا ملک میں بسنے والے ہر باشندے کے لئے شرعاً واجب ہوگا؛ خلاف ورزی کی صورت میں وہ عند الحکومت تو گنہ گار ٹھہرے گا ہی؛ لیکن عند الشرع بھی وہ گنہگار ہوگا۔

جیسا کہ الدر المختار کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے: أمر السلطان إنما ينفذ إذا وافق الشرع، وإلا فلا''۔

اس پر علامہ شامیؒ لکھتے ہیں: ''قوله: (أمر السلطان انما ينفذ) أي: يُتبعُ ولاتجوز مخالفته... وعن الحموي أن صاحب البحر ذكر ناقلا عن أئمتنا أن طاعة الامام في غير معصية واجبة، فلو أمر بصوم يوم وجب، وقدمنا أن السلطان لوحكم بين الخصمين ينفذ في الأصح، وبه يفتى'' (الدر المختار مع الشامی ۸/ ۱۱۷۔ ۱۱۸، مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند)

اور مشکوۃ شریف میں کتاب الامارۃ والقضاء میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان موجود ہے:

''السمع و الطاعة على المرء المسلم فيما أحب وكره مالم يؤمر بمعصية، فإذا أمر بمعصية فلا سمع ولا طاعة'' (متفق علیہ)

اور اعلاء السنن میں بحوالہ بخاری شریف حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت منقول ہے:

''عن عبداللہ بن مسعود قال: قال لنا رسول اللہ ﷺ: إنکم سترون بعدی أثرة وأمورا تنکرونها، قالوا: فما تأمرنا یارسول اللہ! قال: أدوا إلیهم حقهم وسلوا اللہ حقکم'' (رواہ البخاری ۲/ ۱۰۴۵)۔

اس پر صاحب اعلاء السنن تحریر فرماتے ہیں:

''قوله: إنکم سترون... الخ۔ أقول: دل الحدیث علی صحة إمارة الامام الجائر، لأنه ﷺ ندب الناس إلی إطاعتهم لقوله: أدوا إلیهم حقهم'' اور آگے تحریر فرماتے ہیں: ''ویمکن أن یقرر الاستدلال بأنه ﷺ أوجب إطاعة الأمراء فیما هو لیس بمعصیة علی جورهم'' (اعلاء السنن ۱۵/ ۵۰۔ ۵۱، مطبوعۃ کراچی)۔

مذکورہ بالا عبارات میں حاکم اور ذمہ دار کی طرف سے ملکی مفاد کے لئے بنائے ہوئے ان قوانین کے لزوم کے لئے جو خلاف شرع نہ ہوں ''وجب'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، جس سے یہ بات بخوبی واضح ہوتی ہے کہ ان قوانین کا لحاظ کرنا شرعاً واجب ہے اور ترک واجب کی صورت میں جو گناہ ہوگا وہی گناہ اس کے تارک پر لازم ہوگا؛ کیوں کہ ان قوانین میں خلاف شرع کوئی بات نہیں ہے بلکہ یہ قوانین ملک کے ہر باشندے کے مفاد کے لئے بنائے گئے ہیں، نیز ان پر عمل کرنا کوئی دشوار بھی نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

۶۔ قرآن واحادیث میں کپڑے، بدن، مکان، گھر کے صحن اور ماحول کی طہارت ونظافت کی بڑی تاکید آئی ہے؛ بلکہ ان کا اہتمام کرنا بہت سے امراض سے حفاظت کا بھی ذریعہ ہے؛ اللہ رب العزت قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

''ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطھرین'' (اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور خوب پاکی حاصل کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں)

ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''الطھور شطر الایمان'' (طہارت اور پاکی صفائی آدھا ایمان ہے)

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا گیا: ''إن اللہ طیب یحب الطیب، نظیف یحب النظافة، کریم یحب الکرم، جواد یحب الجود، فنظفوا أفنیتکم، ولاتشبهوا بالیهود'' (اللہ تعالیٰ پاک ہے پاکی کو پسند فرماتے ہیں نظیف ہے نظافت کو پسند فرماتے ہیں، سخی ہے سخاوت کو پسند فرماتے ہیں، جواد ہے جود کو پسند فرماتے ہیں؛ لہٰذا تم اپنے (گھروں کے) صحن کو صاف رکھا کرو اور یہود کی مشابہت اختیار مت کرو)۔

ان جیسی دیگر بے شمار احادیث میں پاکی اور صفائی ستھرائی کی بڑی تاکید وارد ہوئی ہے اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایسے کام سے لوگوں کو روکا ہے، جس سے گندگی پھیلے، بدبو اٹھے اور ماحول خراب اور پراگندہ ہو، مثلاً: لب سڑک اور سایہ دار درخت کے نیچے پیشاب وپاخانہ کرنا، راستے میں گندگی ڈالنا، گھر کا مستعمل اور گندا پانی راستے میں بہادینا وغیرہ۔

چنانچہ ڈاکٹر عبدالحمید طہماز اپنی کتاب ''الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''ولا شك أن الطهارة من أهم أسباب الوقایة من الأمراض، منع انتشارها فی المجتمع؛ ولهذا اهتم الاسلام بنظافة البدن والثیاب وحرض علی المحافظة علی البیئة و نظافتها؛ قال علیه الصلاة والسلام: (اتقوا اللعانین، قالوا: وما اللعانان؟ قال: الذی یتخلّی فی طریق الناس أو فی ظلّهم۔ [رواہ مسلم] کما اهتم الاسلام بنظافة المساکن والشوارع والأفنیة'' (الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید ۱/ ۲۵ مطبوعہ دار الایمان سہارنپور)۔

مذکورہ بالا نصوص اور عبارت سے اسلام میں پاکی اور صفائی ستھرائی کے اہتمام کا بخوبی اندازہ ہوگیا، یہیں سے ذبیحے کے ناقابل استعمال اجزاء کا شرعی حکم بھی معلوم ہوگیا کہ ان کو ادھر ادھر پھینک کر ماحول کو آلودہ اور پراگندہ کرنے کے بجائے ان کے ضیاع اور ختم کرنے کا اہتمام کیا جائے اور یہ خود ذبح کرنے والے کی بھی ذمہ داری ہے، اب ان اجزاء کو ضائع اور ختم کرنے کے حسب ذیل مختلف طریقے ہیں:

۱۔ اگر یہ اجزاء تھوڑی مقدار میں ہوں، تو انہیں یا تو زمین میں دفن کردیا جائے یا ان جانوروں کو کھلادیا جائے جن کی یہ غذا ہے، مثلاً: کتوں وغیرہ کو۔

۲۔ اگر وہ اجزاء زیادہ مقدار میں ہوں اور زمین میں بسہولت گڑھا کھود کر انہیں دفن کرنا ممکن ہو تو دفن کردیا جائے، پھر رفتہ رفتہ یہ اجزاء مٹی میں تحلیل ہوجائیں گے، اس کے بعد ان میں تعفن اور بدبو بھی پیدا نہیں ہوگی۔

۳۔ اگر وہ اجزاء اتنے زیادہ ہوں کہ ان کو نہ تو جانوروں کو کھلانا ممکن ہو اور نہ بسہولت گڑھے کھود کر انہیں زمین میں دفن کرنا ممکن ہو؛ بالخصوص جبکہ دہلی، ممبئی، کلکتہ اور مدراس جیسے بڑے شہروں میں جانور ذبح کئے جائیں، تو حکومت کی ذمہ داری بنتی ہے کہ انہیں ضائع کرنے کے طریقے اپنائے؛ کیوں کہ حکومت کی ذمہ داریوں میں سے ایک بڑی اہم ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ اپنے ملک کی رعایا کو عمومی سہولتیں فراہم کرنے کا مکمل خیال رکھے، مثلاً: پانی، بجلی اور آلودگی سے پاک وصاف ماحول وغیرہ۔

چنانچہ علامہ شہاب الدین الشبہی اپنی کتاب "المستطرف فی کل فن مستظرف" میں تحریر فرماتے ہیں:

"من حق الملك أن يفحص عن أسرار الرعية فحص المرضعة عن ابنها" (المستطرف ۱/ ۱۹۹ مطبوعة دار الكتب العلمية بيروت)

بادشاہ کی ذمہ داریوں اور اس کے واجبات میں سے یہ ہے کہ وہ اپنی رعایا کی نگرانی اور خبر گیری اس طرح کرے جیسے دودھ پلانے والی عورت اپنے بچے کی نگرانی کرتی ہے۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی تحریر فرماتے ہیں: "علاقة الامام بالأمة أو بالرعية علاقة خادم أمين بمخدومه، فعليه توفير السعادة ونشر الأمن والرخاء للجميع" (الفقه الاسلامى وأدلته ۶/ ۶۲۹، مطبوعه الهدى انٹرنیشنل دیوبند)۔

امام کا تعلق اپنی رعیت کے ساتھ امانت دار خادم جیسا ہو، چناں چہ اس کے ذمہ لازم ہے کہ وہ سعادت کو عام کرے اور ساری رعایا کے لئے نرمی اور امن کو پھیلائے۔

مذکورہ بالا فقہی عبارات سے یہ معلوم ہوگیا کہ رعایا کو ہر طرح کی عمومی سہولیات فراہم کرنا حاکم کے فرائض منصبی میں سے ہے، انہیں میں سے رعایا کو آلودگی سے پاک اور صاف ستھرا ماحول فراہم کرنا بھی ہے؛ کیوں کہ جب دیہاتوں اور شہروں میں گندگی زیادہ پھیل جائے گی، بدبو اٹھے گی، تو اس سے ماحول پراگندہ ہوجائے گا جو رعایا کے لئے تکلیف کا باعث بنے گا اور اس سے مختلف انواع کے امراض اور بیماریاں پھیلیں گی؛ اس لئے حکومت کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ تیسری صورت میں ذبیحوں کے ناقابل استعمال اجزاء کے ضائع کرنے کا انتظام کرے۔

اس ناچیز کے ذہن میں اس کے ضائع کرنے کا ایک طریقہ یہ سمجھ میں آرہا ہے کہ حکومت ان اجزاء کے جلانے کا انتظام کرے؛ جیسے آج کل مردوں کو جلانے کے لئے بڑے شہروں میں دیکھا جاتا ہے کہ شمشان میں لوہے کا ایک بڑا صندوق ہوتا ہے، جس میں مردے کو سلا کر اوپر سے پچیس یا تیس ہزار وولٹ کا برقی پاور چھوڑا جاتا ہے، بس دو ہی منٹ میں مردہ جل کر راکھ ہوجاتا ہے اور جس مردے کا وزن ستر اور اسی کیلو کے برابر تھا جل کر اس کی راکھ صرف ایک کیلو یا پانچ سو گرام کے برابر رہ جاتی ہے؛ ٹھیک اسی طرح تیسری صورت میں بھی ذبیحے کے ناقابل استعمال اجزاء کے جلانے کے لئے حکومت آبادی سے باہر اس طرح کے بڑے بڑے شمشان بنا کر ان کے جلانے کا انتظام کرے اور لوگوں کو اس بات کا سختی سے پابند بنائے کہ وہ اپنے ذبیحوں کے مذکورہ اجزاء کو ادھر ادھر پھینکنے کے بجائے شمشان تک خود پہنچائیں اور خلاف ورزی کرنے والوں پر جرمانہ بھی عائد کرے یا حکومت خود ہی کارندوں کو متعین کردے کہ وہ پورے شہر سے ان اجزاء کو لاکر شمشان تک پہنچائیں اور شمشان پر بھی کچھ کارندوں کو متعین کردے جو ان اجزاء کے جلانے میں مصروف کار رہیں، اس کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ ان اجزاء کو ادھر ادھر پھینکنے کی صورت میں ان کی سڑاند اور بدبو سے ماحول کی پراگندگی اور آلودگی سے حفاظت ہوجائے گی۔ واللہ اعلم بالصواب

۷۔ سوال مذکور میں پلاسٹک کی تھیلیوں کے استعمال پر اگر یکسر روک لگادی جائے، تو لوگوں کو اور خاص کر ملک کی کمپنیوں اور فیکٹریوں کے مالکان کو بڑی دقتوں اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے گا؛ کیوں کہ عصر حاضر میں کوئی چھوٹی بڑی کمپنی اور فیکٹری ایسی نہیں ہے، جہاں کی چیزوں اور ساز وسامان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ ایکسپورٹ کرنے کے لئے پلاسٹک کی بنی ہوئی تھیلیوں کو استعمال نہ کیا جاتا ہو اور اس کی متعدد وجوہات ہیں:

۱۔ ان تھیلیوں میں سامان کی پیکنگ مضبوطی کے ساتھ ہوتی ہے۔

۲۔ ٹرانسپورٹ کی گاڑیوں میں مزدوروں کے ہاتھوں یا مشینوں کے ذریعہ سامان کے حمل ونقل کے دوران پیکنگ کے بکسوں کو پٹخنے کی وجہ سے پھٹنے سے بھی حفاظت ہوتی ہے، جس سے اندر کا سامان ٹوٹنے پھوٹنے سے بھی محفوظ رہتا ہے۔

۳۔ بعض چیزیں ان میں ایسی بھی ہوتی ہیں جنہیں ٹھنڈی، گرمی اور بارش کی وجہ سے ہوا پانی لگنے کی صورت میں نقصان پہنچنے اور ان کے بگڑ جانے کا قوی اندیشہ رہتا ہے اور بعض چیزیں تو اتنی کمزور ہوتی ہیں کہ معمولی ٹکر لگنے سے بھی وہ ٹوٹ پھوٹ جاتی ہیں، اسی وجہ سے بعض چیزوں کی اضافی حفاظت کے لئے پیکنگ کی تھیلیوں میں ہوا بھی بھری جاتی ہے اور ہوا پلاسٹک کی بنی ہوئی تھیلیوں ہی میں رک سکتی ہے، نہ کہ کاغذ کی بنی ہوئی تھیلیوں میں۔

ظاہری بات ہے ان حالات میں سامان کی حفاظت پلاسٹک کی بنی ہوئی تھیلیوں میں جیسی ہو سکتی ہے ویسی کاغذ وغیرہ سے بنی ہوئی تھیلیوں میں نہیں ہو سکتی، ان پر روک لگانے اور پابندی عائد کرنے کی صورت میں فیکٹری اور کمپنی والوں کو بڑا ضرر اور نقصان لاحق ہو سکتا ہے؛ لہٰذا مذکورہ بالا وجوہات اور فوائد کے پیش نظر کمپنی اور فیکٹری کے مالکان کو اپنے سامان کی حفاظت کے لئے اور ان کو نقصان سے بچانے کے لئے ان تھیلیوں کے استعمال کی شرعاً اجازت ہونی چاہئے؛ کیوں کہ اصول فقہ کا قاعدہ ہے: ''الضرر یزال'' یعنی ضرر اور نقصان کو زائل کیا جائے گا۔

نیز یہ ایک ایسی ضرورت ہے جو ہر کمپنی اور فیکٹری کے مالکان کو پیش آسکتی ہے، اس کے بغیر چارۂ کار نہیں؛ لہٰذا بقاعدہ: ''الحاجة تنزل منزلة الضرورة'' (حاجت ضرورت کے درجہ میں ہوتی ہے) کے پیش نظر اس کی اجازت ہونی چاہئے، جب ضرورت کی وجہ سے شریعت نے بعض حرام چیزوں کو بھی استعمال کرنے کی اجازت دی ہے، تو یہاں بدرجۂ اولیٰ اس کی اجازت ہونی چاہئے۔

اور ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ اپنی کتاب ''الفقه الاسلامي وأدلته'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''الحاجة الماسة سواء أكانت عامة أم خاصة تؤثر في تغيير الأحكام مثل الضرورة، فتبيح المحظور وتجيز ترك الواجب'' (الفقه الاسلامي وأدلته ۹/ ۵۸۸ مطبوعه الهدى انٹرنیشنل دیوبند)

حاجتِ متقاضی خواہ وہ عام ہو یا خاص احکام کی تغییر میں ضرورت کے مانند مؤثر ہوتی ہے؛ لہٰذا وہ ممنوع چیزوں کو مباح کرے گی اور ترک واجب کی اجازت دے دے گی۔

اور حاجت کی شروط میں سے ایک شرط کے متعلق ڈاکٹر صاحب ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

''يشترط لتحقق معنى الحاجة شروط تفهم مما ذكر في شروط الضرورة... ومن أهم هذه الشروط ما يأتي: أن تكون الشدة الباعثة على مخالفة الحكم الشرعي الأصلي الغام بالغة درجة الحرج والمشقة غير المعتاد'' (الفقه الاسلامي وأدلته ۹/ ۶۰۰، مطبوعه الهدى انٹرنیشنل دیوبند)۔

نیز عدم جواز کی صورت میں ان کمپنی اور فیکٹری کے مالکان کو حرج لازم آئے گا اور مشقت بھی لاحق ہوگی؛ اس لئے حرج اور مشقت کو دور کرنے کے لئے بقاعدہ: ''الحرج مدفوع'' اور ''المشقة تجلب التيسير'' ان تھیلیوں کے استعمال کی اجازت ہونی چاہئے؛ کیوں کہ شریعت مطہرہ میں حرج کو دفع کیا گیا ہے اور مشقت اپنے لئے آسانی کو کھینچ کر لے آتی ہے۔

لیکن ان تھیلیوں کے ادھر ادھر پھینک دینے کی صورت میں نقصان بھی ہو سکتا ہے، کبھی جانوروں کے ان تھیلیوں کے کھا جانے کی صورت میں ان کی اموات بھی واقع ہو سکتی ہیں؛ اس لئے حکومت کی ذمہ داری بنتی ہے کہ ان کے ختم کرنے کے لئے آبادی سے بالکل باہر یا تو گہرے گڈھے کھدوا کر ان کے دفن کرنے یا جلانے کا انتظام کرے؛ کیوں کہ ملک میں بسنے والی ساری رعایا کو عمومی راحت وسکون پہنچانا اور عمومی ضرر سے ان کو بچانا حکومت کے فرائض منصبیہ میں سے ہے؛ جیسا کہ سوال نمبر چھ کے جواب میں تفصیل ذکر کی جاچکی ہے۔

اس کے برخلاف شہر کی چھوٹی دکان والوں کو اس کی اجازت نہیں دینی چاہئے؛ کیوں کہ ان کو وہ ضرورت درپیش نہیں ہوتی ہے جو کمپنی اور فیکٹری والوں کو ہوتی ہے، ان کو اپنی دکان کے لوز اور ریٹیل سامان کی پیکنگ کے لئے کاغذ کی بنی ہوئی تھیلیوں کے استعمال کا پابند بنایا جائے اور خلاف ورزی کرنے والوں پر اس کا جرمانہ بھی عائد کیا جائے؛ کیوں کہ کمپنی اور فیکٹری والوں کو اس کی اجازت ضرورت کی وجہ سے دی گئی ہے، اور ضرورت کی وجہ سے جو چیز ثابت ہوتی ہے وہ بقدر ضرورت ثابت ہوتی ہے، چنانچہ اصول فقہ کا ایک قاعدہ ہے:

''ما أبيح للضرورة يتقدر بقدرها'' (الأشباه والنظائر/ ۳۰۸، مطبوعه مكتبه فقيه الأمت ديوبند، مع تحقيق وتعليق للشيخ المفتي محمديوسف التاولي)۔

اور ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں: ''ان الحاجة كالضرورة تقدر بقدرها؛أى:ان ماجاز للحاجة يقتصر فيه على موضع الحاجة فقط'' (الفقه الاسلامى و أدلته ۹/ ۶۰۰ مطبوعه الهدى انٹرنیشنل دیوبند)۔

خلاصہ یہ کہ کمپنی اور فیکٹری کے مالکان کو ضرورت کی وجہ سے پلاسٹک کی بنی ہوئی تھیلیوں کے استعمال کی اجازت دی جاسکتی ہے، اور حکومت کی ذمہ داری ہوگی کہ کام پورا ہوجانے کے بعد ان کے ضائع کرنے کا بھی انتظام کرے، اور شہر کی چھوٹی دکان کے مالکان کو ضرورت شدیدہ نہ ہونے کی وجہ سے اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ واللہ اعلم بالصواب

۸۔ سوال میں مذکور نفس تمباکو اور اس سے بنی ہوئی اشیاء کے استعمال کے مختلف احکام ہیں:

چنانچہ حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ فتاوی محمودیہ میں تحریر فرماتے ہیں: کہ جس تمباکو میں سکر اور بدبو نہیں وہ بلا کراہت جائز ہے، جس میں بدبو ہو وہ مکروہ تنزیہی ہے، جس میں سکر ہو وہ ناجائز ہے؛ البتہ دواء جائز ہے جب کہ کوئی دوسری جائز دوا نہ ہو اور طبیب حاذق عادل اس میں شفا کو متعین کردے (فتاوی محمودیہ ۱۸/ ۳۸۱ مطبوعہ اشرفی بک ڈپو دیوبند)۔

محیط برہانی میں ہے: ''الاستشفاء بالمحرم انما لايجوز إذا لم يعلم أن فيه شفاء؛أما إذا علم أن فيه شفاء، وليس له دواء أخرغيره فيجوز الاستشفاء به؛ألا ترى إلى ما ذكرمحمد فى كتاب الأشربة إذا خاف الرجل على نفسه العطش ووجد الخمر،شربها إن كان يدفع؛لكن يشرب بقدرما يرويه ويدفع عطشه،ولايشرب للزيادة على الكفاية'' (المحيط البرهانى، كتاب الاستحسان، الفصل التاسع عشر ۶/ ۱۱۶)۔

لیکن بدبودار منہ لے کر مسجد میں آنا ناجائز ہے؛ کیوں کہ اس سے دوسرے مصلی اور ملائکہ کو تکلیف ہوگی، جس کی ممانعت کا ذکر کتب احادیث اور کتب فقہ میں موجود ہے؛ ایک حدیث میں ہے کہ ''ایسے شخص کو جو بدبودار چیز کھا کر بغیر منہ صاف کئے مسجد میں آتا تھا تو حضرت نبی کریم ﷺ مسجد سے نکلوا دیتے تھے؛ کیوں کہ جس چیز (بدبو) سے انسانوں کو اذیت ہوتی ہے، اس سے ملائکہ کو بھی اذیت ہوتی ہے''۔

ایک اور جگہ حضرت مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

کہ جس تمباکو سے نشہ پیدا ہوتا ہو، اس کا کھانا (پان میں ہو یا اور کسی طرح سے) پینا (حقہ، بیڑی، سگریٹ کسی طرح ہو) ناجائز ہے؛ کیونکہ بخاری شریف کی ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ''کل مسکر حرام'' (فتاوی محمودیہ ۱۸/ ۳۸۸ مطبوعہ اشرفی بک ڈپو دیوبند)۔

بلاضرورت شوقیہ سگریٹ پینا مکروہ ہے۔

حقہ کسی بیماری کی وجہ سے علاجاً پینا درست ہے، بغیر بیماری کے شوقیہ پینا مکروہ ہے اور نشہ ہو تو ناجائز ہے، بدبودار منہ لے کر مسجد میں جانا بہر صورت ناجائز ہے، مسواک وغیرہ سے منہ صاف کرکے جانا چاہئے (فتاوی محمودیہ ۱۸/ ۳۹۲ مطبوعہ اشرفی بک ڈپو دیوبند)۔

اور علامہ تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں: ''جس حقے میں نشہ اور اختلال حواس ہو، سخت بدبودار ہو، بلاضرورت اس کا پینا حرام ہے، صاف تازہ بضرورت علاج مباح ہے، بلاضرورت مکروہ تنزیہی ہے'' (فتاوی محمودیہ ۱۸/ ۳۸۳ مطبوعہ اشرفی بک ڈپو دیوبند)۔

اور فتاوی محمودیہ کے حاشیے میں حقے کو بعض امراض کے لئے علاج بھی بتایا ہے، پس اگر کسی نے ضرورت شدیدہ کی وجہ سے کسی مرض دشوار کے علاج کے لئے احتیاط کے ساتھ بطور دوا کے ایک آدھ بار پی لیا ہے، تو کوئی حرج نہیں، اور بیماری کے ازالے کے بعد بھی بلاضرورت محض شوقیہ پیتے رہنا، جیسا کہ آج کل لوگوں کی عادت بنی ہوئی ہے اور اس کو زینت محفل بنانا بلاشبہ برا اور سخت مکروہ ہے۔

لیکن ڈاکٹر وہبہ زحیلی ''الفقہ الاسلامی وأدلتہ'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ محمد بن جعفر کتانی نے اپنی کتاب ''حکم التدخین عند الأئمة الأربعة وغیرہم'' میں دخان کی حرمت پر سترہ دلائل ذکر کرکے اس پر مرتب ہونے والے بے شمار مفاسد کو واضح کیا ہے، سترہ دلائل بالترتیب حسب ذیل ہیں:

۱۔ دخان نص کتاب کی وجہ سے خبائث محرمہ میں سے ہے اور خبائث ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس سے طبیعت سلیمہ کراہت اور نفرت محسوس کرے۔

۲۔ یہ جسم انسانی کے لئے بھی بلاشبہ مضر ہے، اسی وجہ سے اطباء اور حکماء کا یہ کہنا ہے کہ دخان دل اور پھیپھڑوں کے کینسر کے اسباب میں سے ایک اہم ترین

سبب ہے، اوراس کے علاوہ بھی دیگر بہت سے مہلک اور بدبودار امراض کے لئے سبب ہے۔

۳۔ یہ اپنی مکروہ اورناپسندیدہ بدبوکی وجہ سے دوسرے ایسے لوگوں کے لیے بھی ایذارسانی کا سبب ہے جواس کے عادی نہیں ہیں۔

۴۔ یہ اپنی بدبوکی وجہ سے ملائکہ حفظہ اور ملائکہ کراماً کاتبین کے لئے بھی باعث ایذاء ہے۔

۵۔ یہ اپنے پینے والے کے دین کے لئے بھی مضر ہے اور سلوک کی راہوں کے طے کرنے سے بھی روکنے والا ہے۔

۶۔ یہ اپنے پینے والے کی صحت کے لئے بھی مضر ہے، اس کی وجہ سے قوت یادداشت میں بھی کمی واقع ہوتی ہے۔

۷۔ یہ نگاہوں اورقوت بینائی میں بھی فتور واقع کرتا ہے اور غیر عادی یا ابتداءً پینے والوں کے لئے کبھی باعث سکر بھی ہوتا ہے، جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسکر ومفتر چیز سے منع فرمایا ہے۔

۸۔ اس میں مال کے اسراف اور فضول خرچی کے ساتھ ساتھ نہ توکوئی دینی فائدہ ہے اور نہ دنیوی۔

۹۔ یہ فطرت انسانی سے بھی ٹکراتا ہے، دل میں تردد واضطراب اور شکوک وشبہات پیدا کرتا ہے، جبکہ حدیث میں ہے کہ ''جس آدمی نے مشتبہ چیزوں سے اپنے آپ کو بچالیا تو گویا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو بچالیا''۔

۱۰۔ یہ جلی ہوئی چیز کے کھانے تک پہنچاتا ہے، اور جب جب بھی وہ اسے استعمال کرتا ہے، تواس کے جلے ہوئے کچھ نہ کچھ اجزاء اس کے حلق میں سرایت کرجاتے ہیں، جس کی وجہ سے اسے نقصان پہنچتا ہے۔

۱۱۔ اس کی وجہ سے آگ سے جلی ہوئی لکڑی کا کھانا لازم آتا ہے اور جذب ہوکر اس کے اجزاء جوف تک بھی پہنچتے ہیں۔

۱۲۔ اس کی وجہ سے سوداوی یا صفراوی مزاج میں بھی بگاڑ پیدا ہوتا ہے؛ کیوں کہ اس کی حرارت سے رطوبات بدنیہ خشک ہوجاتی ہیں۔

۱۳۔ یہ ایک عبث اور بیکار کام ہے جو احناف کے نزدیک حرام ہے۔

۱۴۔ اس سے ترکی، مغرب، سوڈان اوراس کے علاوہ یورپی ممالک کے حکمرانوں نے بھی روکا ہے۔

۱۵۔ یہ قرون ثلثہ مشہود لھا بالخیر کے بہت بعد بلکہ دسویں صدی کے بعد کی ایجاد اور بدعت ہے، جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ایاکم ومحدثات الأمور، فان کل محدثة بدعة، وکل بدعة ضلالة، وکل ضلالة فی النار''۔

۱۶۔ اس میں ایک طرح کا غول ہوتا ہے اور غول اس کیفیت کو کہتے ہیں جو پینے والے کی ذات پر اس کے چھوڑنے کی صورت میں طاری ہوتی ہے؛ یعنی بے چینی، طبیعت اور مزاج کا فساد اور عقل وحواس میں فتور وغیرہ، پھر جب پیتا ہے تو مذکور ساری کیفیات کافور ہوجاتی ہیں اور رفتہ رفتہ یہ کیفیات اتنی قوت پکڑلیتی ہیں کہ پھر اس کا چھوڑنا اس کے لئے مشکل امر بن جاتا ہے۔

۱۷۔ جس چیز کی حلت وحرمت کے متعلق شک ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس کے متعلق کوئی نص نہ ہو، ایسی مشتبہ چیز سے بچ کر ورع اور تقوی پر عمل کیا جائے (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۶ / ۱۱۴۔۱۱۶)۔

خلاصہ یہ کہ تمباکو یا اس سے بنی ہوئی مذکورہ اشیاء کا استعمال جبکہ وہ مسکر ہوں حرام اور ناجائز ہے؛ کسی طبیب حاذق کے بطور علاج تجویز کرنے کی صورت میں علاجاً ہو، تو بقدر علاج جائز ہے، اس سے زائد بمقتضی ''لأن الضرورة تتقدر بقدر الضرورة'' مکروہ ہوگا، بدبودار ہو یا بلا ضرورت محض شوقیہ ہو تو بندے کی ناقص رائے میں مذکورہ سترہ دلائل کی روشنی میں نیز آوارہ اوراوباشوں کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہوگا؛ لیکن تمام صورتوں میں بدبودار منہ لے کر مسجد میں آنا بوجہ علت اذی المسلمین والملائکہ ناجائز ہوگا، جس سے احتراز لازم ہے۔

رہ گئی بات ان مقامات پر سگریٹ نوشی وغیرہ کرنے کی جہاں قانوناً ممانعت ہے، تواس سلسلے میں عرض ہے کہ ایسی جگہوں پر مذکورہ تمام اشیاء کا استعمال شرعاً مکروہ ہوگا؛ کیوں کہ اس میں بندے کی ناقص رائے میں تین بڑی بڑی خرابیاں لازم آرہی ہیں:

۱۔ ماحول کا پراگندہ کرنا، جبکہ مذہب اسلام میں ماحول کو صاف ستھرا رکھنے کی بڑی تاکید آئی ہے۔

۲۔ اڑوس پڑوس والوں اور دوسرے لوگوں کو تکلیف پہنچانا، جبکہ احادیث میں کامل مؤمن کی شان یہ بتلائی ہے کہ وہ اپنے کسی قول وفعل سے دوسروں کو تکلیف نہ پہنچائے؛ ایک حدیث میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک ارشاد فرمایا کہ: وہ شخص مؤمن نہیں ہے جس کی تکالیف سے اس کا پڑوسی مامون نہ ہو۔

۳۔ ممنوع مقامات میں سگریٹ نوشی وغیرہ کرنے کی صورت میں کبھی پینے والے کی غفلت یا ہوا کے جھونکوں کی وجہ سے چنگاری اڑ کر کسی کے کپڑے یا سامان میں لگ جانے کی وجہ سے آتش زنی کا قوی خطرہ ہونا۔ واللہ اعلم بالصواب

۹۔ اسلام میں بدن، اعضاء اور جگہوں کی صفائی ستھرائی کی بڑی تاکید آئی ہے، نجاست اور گندگی پھیلانے والے تمام کاموں سے روکا ہے، بعض احادیث میں تو صفائی کو آدھا ایمان کہا گیا ہے اور بعض احادیث میں مرفوعاً وارد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لب سڑک اور سایہ دار درخت کے نیچے پیشاب و پاخانہ کرنے سے منع فرمایا ہے، بلکہ اسے موجب لعنت قرار دیا:

’’عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ قال: اتقوا اللعانين قالوا: و ما اللعانان يارسول الله؟ قال: الذي يتخلى في طريق الناس أو في ظلهم‘‘ (رواه مسلم)۔

اور ڈاکٹر عبدالحمید محمود طہماز اپنی کتاب ’’الفقه الحنفي في ثوبه الجديد‘‘ میں تحریر فرماتے ہیں:

’’ويكره تحريمًا البول والغائط في ماء ولو جاريا، وعلى طرف نهر وحوض وبئر وعين ماء، وتحت شجرة وخاصة اذا كانت مثمرة، وفي زرع وخضرة ينتفع الناس بها، وفي مكان يجتمع فيه الناس على مباح، وفي الطريق‘‘ (الفقه الحنفي في ثوبه الجديد ا/ ٦٣، سنن وآداب قضاء الحاجة، مطبوعة دار الايمان سهارنپور)۔

اور ڈاکٹر وہبہ زحیلی تحریر فرماتے ہیں:

’’وعناية الاسلام بجعل المسلم دائمًا طاهرًا من الناحيتين المادية والمعنوية أكمل وأوفى دليل على الحرص الشديد على النقاء والصفاء، وعلى أن الاسلام مثل أعلى للزينة والنظافة، والحفاظ على الصحة الخاصة والعامة، و بناء البنية الجسدية في أصح قوام وأجمل مظهر وأقوى عماد، ولصون البيئة والمجتمع من انتشار المرض والضعف والهزال لأن غسل الأعضاء الظاهرة المعترضة للغبار الأتربة والنفايات والجراثيم يوميًا...... وقد ثبت طبيًا أن أنجح علاج وقائي للأمراض الوبائية وغيرها هو النظافة، والوقاية خير من العلاج‘‘ (الفقه الاسلامي وأدلته ا/ ٢٠٧ مطبوعه الهدى انٹرنیشنل دیوبند)۔

مذکورہ بالا عبارت سے بھی بدن، اعضاء اور مقامات وامکنہ کی صفائی کی اسلام میں کیا اہمیت ہے، بخوبی واضح ہوگیا؛ بل کہ صفائی ستھرائی کا فقدان بہت سے وبائی امراض پیدا کرنے کا سبب بھی ہے۔

الغرض! مذکور حدیث اور فقہی عبارات کی روشنی میں سوال میں مذکور امور کے جواب کی حسب ذیل چند صورتیں ہیں:

۱۔ لب سڑک یا عوامی مقامات، مثلاً: ریلوے اسٹیشن، بس اسٹینڈ اور ہوائی اڈے پر رفع حاجت اس طرح کرنا جس سے کشف عورت ہو اور کپڑے ناپاک ہوجائیں، ناجائز اور حرام ہے، اور اگر مذکور دو وجوہات میں سے کوئی ایک بھی وجہ نہ پائی جائے، تب بھی ایک تیسری وجہ کی بنیاد پر مذکورہ مقامات پر رفع حاجت کرنا ناجائز ہوگا، اور وہ یہ ہے کہ رفتہ رفتہ لوگ یہاں رفع حاجت کے عادی بن جائیں گے، جس سے گندگی اور بدبو پھیلے گی، جراثیم پیدا ہوں گے اور ان سے مختلف قسم کے امراض پیدا ہوں گے؛ نیز یہ فعل دوسرے لوگوں کے لئے بھی باعث اذیت ثابت ہوگا، ان کے لئے وہاں سے چلنا اور گذرنا بھی مشکل امر بن جائے گا؛ اس لئے سد باب کے طور پر روکا جائے گا، اور یہ ایسا ہی ہے جیسے ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماء راکد میں پیشاب و پاخانہ کرنے سے منع فرمایا ہے، جبکہ ایک شخص کے اس میں پیشاب و پاخانہ کرنے سے پانی ناپاک تو نہیں ہوجائے گا؛ لیکن اس کی علت بیان کرتے ہوئے حضرات شراح احادیث نے تحریر فرمایا ہے کہ اسے دیکھ کر دوسرے لوگ بھی وہاں پیشاب و پاخانہ کرنا شروع کردیں گے، پھر رفتہ رفتہ اس کی کثرت کی وجہ سے پانی اپنے اوصاف ثلثہ سے متغیر ہوکر ناپاک ہوجائے گا اور لوگوں کے لئے یہ پانی

قابل استعمال باقی نہ رہے گا؛ اس لئے سدباب کے طور پر اس میں پیشاب و پاخانہ کرنے سے روکا گیا ہے، پس جس طرح یہاں سدباب کے طور پر روکا گیا ہے، ٹھیک اسی طرح مذکورہ مسئلے میں بھی سدباب کے طور پر روکا جائے گا۔

۲۔ کھیت خالی ہو، آبادی اور لوگوں کی نگاہوں سے اتنا دور ہو کہ قضائے حاجت کرنے والے پر لوگوں کی نگاہیں نہ پڑیں، تو وہاں رفع حاجت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ کیوں کہ ابوداؤد شریف کی ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل منقول ہے: "إذا ذهب المذهب أبعد" یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت کے لئے تشریف لے جاتے، تو دور تشریف لے جاتے تھے۔

مذکور حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ آبادی سے باہر جنگلات اور کھیتوں میں قضائے حاجت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۳۔ آبادی سے باہر کسی سایے دار درخت اور بالخصوص پھل دار درخت کے نیچے، کھیتی اور ایسے سبزے میں جس سے لوگ منتفع ہوتے ہوں، کسی مباح کام کے لیے لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ میں اور لب سڑک پیشاب و پاخانہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی تحریر فرماتے ہیں: "ولا يبول تحت شجرة مثمرة في حال كون الثمرة عليها لئلا تسقط عليه الثمرة ـ ـ ـ قال الشافعية: وكذا في غير وقت الثمرة صيانة لها عن التلويث عند الوقوع، فتعافها الناس" (الفقه الاسلامی وأدلته ۱/ ۲۰۶ مطبوعه الهدى انٹرنیشنل دیوبند)۔

اب رہ گیا حکم گندے پانی اور فضلات کے کھلی نالیوں میں بہانے کا، تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ اس طرح گندے پانی اور فضلات کے کھلی نالیوں میں بہانے کی وجہ سے یہ چیز لوگوں کے لئے ایذا رسانی اور مختلف امراض کے پھیلنے کا بھی سبب بنے گی اور فضا بھی آلودہ ہو جائے گی، جبکہ احادیث میں اپنے کسی بھی قول و فعل سے لوگوں کو تکلیف پہنچانے سے روکا گیا ہے؛ چناں چہ بخاری شریف کتاب الایمان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد منقول ہے:

"المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده"، حقیقی مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان سلامت رہے۔

ایک اور حدیث میں ایمان کے شعبوں کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"الايمان بضع وسبعون شعبة أفضلها قول لا إله إلا الله وأدناها إماطة الأذى عن الطريق"۔

ایمان کے ستر سے زائد شعبے ہیں، ان میں افضل ترین شعبہ کلمۂ توحید ہے، اور ادنی شعبہ راستے سے تکلیف پہنچانے والی چیزوں کو ہٹانا ہے۔

الغرض مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں یہ بات بخوبی واضح ہوگئی کہ کھلی نالیوں میں گندے پانی اور فضلات کا بہانا مذہب اسلام کی نظر میں قبیح، مذموم اور شنیع فعل ہے، اور بندے کی ناقص رائے میں یہ کام مکروہ تحریمی ہے، جس سے بچنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے؛ بل کہ کوشش اس بات کی کرنا ضروری ہے کہ ان کھلی نالیوں کے بند کرنے کا انتظام کیا جائے؛ تا کہ ان کے مضر جراثیم لوگوں کے لئے مختلف امراض کا سبب بن کر مہلک ثابت نہ ہوں۔

والله اعلم بالصواب

۱۰۔ جیسا کہ ماقبل میں سوال نمبر دو کے جواب میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ ملکی قوانین جو خلاف شرع نہ ہوں، حکومت کا ان میں اپنا کوئی ذاتی مفاد بھی وابستہ نہ ہو اور لوگوں کا ان میں عمومی نفع ہو، تو ایسے قوانین پر عمل کرنا لوگوں کے لئے ضروری ہوگا۔ ظاہری بات ہے کہ ادھر ادھر تھوکنے کی وجہ سے ماحول خراب ہوگا، بدبو پھیلے گی، لوگوں کو اس سے گھن محسوس ہوگی اور تھوکنے والے نے اگر کوئی مضر صحت چیز کھا رکھی ہے (جیسا کہ سوال میں بھی اس کا ذکر موجود ہے) تو اس سے بھی مضر جراثیم پیدا ہو سکتے ہیں؛ لہذا حکومتی لیول پر یا صوبائی و ضلعی لیول پر اگر اس طرح کا کوئی قانون بنایا جائے کہ: "سڑکوں یا عوامی مقامات پر تھوکنا ممنوع ہے" تو لوگوں کے لئے اس پر عمل کرنا قانونا تو لازم ہوگا، اور خلاف ورزی کی صورت میں وہ حکومت یا متعلقہ ادارے کی نگاہ میں مجرم قرار پائے گا اور اس کی جو بھی سزا مقرر ہوگی اس کا بھی وہ مستحق ہوگا، اور شرعا بھی ان قوانین پر عمل کرنا واجب ہوگا؛ کیوں کہ یہ قوانین کوئی خلاف شرع نہیں ہیں کہ جن پر عمل کرنا گناہ کا باعث ہو یا ان پر عمل کرنے کے لئے کسی معصیت کا ارتکاب کرنا پڑتا ہو؛ بل کہ ان پر عمل کرنا ایک درجہ میں لوگوں کے لئے عمومی نفع کا باعث ہوگا کہ لوگ اس کے مضر اثرات، مہلک جراثیم اور مختلف امراض کے شکار ہونے سے محفوظ رہیں گے؛ نیز اس سے ان کو صاف ستھرا ماحول بھی ملے گا، جس سے ان کی صحت پر بھی مثبت اثر پڑے گا وغیرہ۔

چنانچہ ڈاکٹر شہاب الدین الشیہی اپنی کتاب ''المستطرف''میں تحریر فرماتے ہیں:''وأن طاعة السلطان تؤلف شمل الدين و تنظم أمور المسلمين، وأن عصيان السلطان يهدم أركان الملة، وأن أرفع منازل السعادة طاعةُ السلطان، وأن طاعتة عصمة من كل فتنة'' (المستطرف ۱/ ۲۰۱، مطبوعة دار الكتب العلمية بيروت)۔

مذکورہ بالاعبارت سے یہ بات بخوبی واضح ہوگئی کہ لوگوں کے لئے حکومت کے ان قوانین پر عمل کرنا ہی باعث خیر وفلاح ہے جو خلاف شرع نہ ہوں اور خلاف ورزی کی صورت میں اپنی ہی ذات کو نقصان پہنچانا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

۱۱۔ مذکورہ تمام اشیاء ضرورت کے درجہ کی ہے؛ لہٰذا انہیں ضرورت کے درجہ ہی میں رکھنا چاہئے، ضرورت سے زیادہ رکھنا بہتر نہیں؛ کیونکہ فقہ کا ایک اصول ہے: ''الضرورة تتقدر بقدر الضرورة'' ضرورت بقدر ضرورت ثابت ہوتی ہے، اور ضرورت سے زائد رکھنے میں بندے کی ناقص رائے میں دو بڑی قباحتیں ہیں:

۱۔ اسراف اور فضول خرچی؛ کیوں کہ اسراف کرنے والے کو اللہ رب العزت نے شیطان کا بھائی کہا ہے، فرمایا:

"ان المبذرين كانوا إخوان الشيطين" (الاسراء:۲۷)۔

۲۔ ان کی مضر شعاعوں سے ماحول، انسانوں اور دیگر جانداروں کو نقصان پہنچنا، جیسا کہ سوال میں بھی اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے؛ بل کہ آج سے بیس پچیس سال قبل پلٹ کر اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ جب ان چیزوں کا رواج کم بل کہ نہ ہونے کے درجہ میں تھا اس وقت پرندوں اور کیڑے مکوڑوں کی کثرت پائی جاتی تھی؛ جس کی وجہ سے لوگوں کو صاف ستھرا ماحول ملتا تھا، خطرناک اور لاعلاج امراض سے لوگ محفوظ رہتے تھے، اب جب کہ پرندوں کی کمی ہوگئی بل کہ نایاب ہوگئے، تو لوگ صاف ستھرے ماحول سے بھی محروم ہوگئے اور قسماقسم کی بیماریوں میں مبتلا ہونے لگے؛ کیوں کہ ماحول کے تحفظ میں ان کیڑے مکوڑوں کی حیات کا بھی بڑا دخل ہے۔

خلاصہ یہ کہ مذکورہ اشیاء ضرورت کے درجہ کی ہیں؛ لہٰذا ان کو ضرورت کی مقدار میں رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور ضرورت سے زیادہ رکھنا مذکورہ بالا دو وجوہات کی بنیاد پر جائز نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب

۱۲۔ الف: بلاضرورت جنگلات کو کاٹنا اور کھیتی باڑی کی زمین کو زیادہ پیسوں کے حصول کے لئے پلاٹس بنا کر فروخت کرنا جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ جنگلات کی بلاضرورت کثرت سے کٹائی اور بلاضرورت کھیتی باڑی کی زمینوں میں زراعت وکاشت کو ختم کر کے ان کو پلاٹس میں تبدیل کرنے کی وجہ سے ماحول پر اس کا منفی اثر مرتب ہوگا، فضا مکدر ہو جائے گی، انسانوں کی صحت متاثر ہوگی؛ اس لئے کہ نباتات، درختوں اور پیڑ پودوں میں اللہ رب العزت نے فاسد اور مضر ہوا اور گیس کو جذب کرنے کی بے پناہ صلاحیت رکھی ہے، جب بکثرت ان کی کٹائی ہونے لگے گی تو ظاہری بات ہے کہ ماحول اور فضا پر ان کا منفی اثر ضرور مرتب ہوگا اور اس سے انسانوں کی صحتیں بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتیں؛ لہٰذا بلاضرورت جنگلات کو کاٹنا اور زراعت وکاشت کی زمینوں کو بلاضرورت پلاٹوں میں تبدیل کرنا جائز نہیں ہوگا؛ کیوں کہ اصول فقہ کا ضابطہ ہے:

''الضرر يزال، ودفع المضرة أولى من جلب المنفعة''۔

اور مشکوٰۃ شریف میں ابن ماجہ اور سنن دارمی کے حوالے سے حضرت سعید بن حریث سے منقول ہے، فرماتے ہیں:

''سمعت رسول الله ﷺ يقول: من باع منكم دارا أو عقارا قِمَنٌ ألا يبارك له إلا أن يجعله في مثله'' (مشکوۃ المصابیح/ ۲۵۶)

(آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے جس کسی نے کوئی مکان یا کوئی منقولہ چیز فروخت کردی ہے، تو وہ لائق ہے اس بات کے کہ اسے برکت نہ دی جائے، مگر یہ کہ وہ اسے اسی کے مثل میں لگائے)۔

اس کی شرح میں شارح مشکوۃ ملا علی قاریؒ مظہر کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:

''يعني بيع الأراضي والدور وصرف ثمنها إلى المنقولات غير مستحب؛ لأنها كثيرة المنافع، قليلة الآفة، لايسرقها سارق، ولايلحقها غارة بخلاف المنقولات، فالأولى أن لاتباعها، إن باعها فالأولى صرف ثمنها إلى أرض أو دار''

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الشفعۃ ۶/ ۱۴۸، مطبوعۃ فیصل پبلیکیشنز دیوبند)۔

مذکورہ بالا حدیث اور اس کی پیش کردہ تشریح کی روشنی میں یہ بات بخوبی معلوم ہوگئی کہ بلاضرورت اپنی زمینوں اور غیر منقولہ جائداد کو بیچنا اور اس کے ثمن کو دوسری منقولہ چیزوں کے خریدنے میں صرف کرنا درست نہیں ہے؛ بل کہ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وعید پر مشتمل جملوں سے تو یہاں تک بات معلوم ہوئی کہ بیچنے والے نے اس کے ثمن کو اگر کسی منقولہ جائداد کے بسانے میں صرف کیا ہے تو اسے برکت بھی نہ دی جائے۔

ہاں! اگر واقعی ضرورت ہو، اس کے بغیر کوئی چارۂ کار نہ ہو؛ مثلاً: شہر اور گاؤں کی آبادی دن بدن بڑھتی ہی جارہی ہے، آبادی میں اب مزید کی گنجائش نہیں ہے، تو ضرورت کی حد تک جنگلات کی کٹائی کرنے اور مذکورہ زمینوں کو پلاٹوں میں تبدیل کرنے میں کوئی حرج نہیں؛ بقاعدہ:

''الضرورات تبیح المحظورات، والضرورۃ تتقدر بقدر الضرورۃ'' واللہ اعلم بالصواب۔

ب: مذہب اسلام میں زراعت وکاشت کاری اور درختوں کے لگانے کے کتب احادیث میں بڑے فضائل وارد ہوئے ہیں؛ چنانچہ بخاری شریف میں حضرت انسؓ کی سند سے ایک روایت موجود ہے:

''قال رسول اللہ ﷺ: مامن مسلم یغرس غرسًا أو یزرع زرعًا، فیأکل منہ طیر أو إنسان أو بہیمۃ إلا کان لہ بہ صدقۃ''

(اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو بھی مسلمان شخص کوئی پودا لگاتا ہے یا کوئی کھیتی باڑی کرتا ہے، پھر اس میں سے کوئی پرندہ یا کوئی انسان یا کوئی جانور کھاتا ہے، تو اس کے عوض اس کے لئے صدقہ کا ثواب لکھا جاتا ہے)۔

اور مسلم شریف میں حضرت جابر بن عبداللہؓ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ام مبشر انصاریہؓ کے باغ میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ ان کھجوروں کے درختوں کو کس نے لگایا ہے، کسی مسلمان نے یا کافر نے؟ تو انہوں نے جواب دیا: بلکہ مسلمان نے لگائے ہیں، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی مسلمان نہ کسی درخت کو لگاتا ہے اور نہ کوئی کھیتی کرتا ہے، پھر اس میں سے کوئی بھی انسان یا کوئی بھی چوپایہ یا دوسرا کوئی بھی جاندار کھاتا ہے، مگر یہ چیز اس کے لئے صدقہ ہوتی ہے (مسلم شریف ۲/ ۱۵)۔

لیکن شراح احادیث نے ان احادیث کی تشریحات میں لکھا ہے کہ مذکورہ فضیلت اس وقت حاصل ہوگی جبکہ وہ ان کاموں میں مشغول ہوکر اللہ رب العزت کی یاد اور دینی امور سے غافل نہ ہوجائے اور حد سے آگے نہ بڑھ جائے؛ ہاں! جب ان امور میں حد سے زیادہ مشغولی اسے اللہ کی یاد اور اوامر دینیہ سے غافل بنادے تو اس وقت اپنے آپ کو ان میں لگانا جائز نہیں ہوگا۔

صوتی آلودگی:

۱۔ مذکورہ کارخانوں کی مشینیں (خواہ وہ کپڑوں یا دھاگوں کی بنائی کی ہوں یا ڈائمن کی گھسائی کی یا اور کسی بھی چیز کی مصنوعات کی ہوں) بے حد پر شور ہوتی ہیں، جن کی پر شور آوازوں سے آبادی میں بسنے والے لوگوں کی زندگیوں پر منفی اثر پڑتا ہے، آوازیں ان کے کانوں سے ٹکراتی ہیں تو طبی اعتبار سے بھی کانوں کے پردوں پر اس کا منفی اثر پڑتا ہے، رات دن ان مشینوں کے چلتے رہنے کی وجہ سے لوگوں کی نیند میں بھی خلل واقع ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا، لکھنے پڑھنے والوں کو ان کی پر شور آوازوں سے یکسوئی بھی نصیب نہیں ہوسکتی، بالخصوص اس وقت جبکہ اس طرح کی مشینیں اسکول یا کسی تعلیمی ادارے کے بالکل قریب ہوں، تو اس وقت وہاں پڑھنے والے طلبہ کو اپنی تعلیم میں یکسوئی بالکل نصیب نہیں ہوسکتی؛ لہٰذا حکومت کی جانب سے مفاد عامہ کے پیش نظر ایسے کارخانے آبادی سے باہر لگانے کی ہدایت کی جائے، تو بندے کی ناقص رائے میں اس پر عمل کرنا قانونًا بھی ضروری ہوگا اور شرعًا بھی واجب ہوگا؛ کیوں کہ ان پر عمل کرنے کی صورت میں خلاف شرع کسی امر کا ارتکاب لازم نہیں آتا ہے، اس کی مزید تفصیل سوال نمبر: ۵ کے جواب کے تحت دیکھی جاسکتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

۲۔ سوال مذکور کے جواب سے قبل بطور تمہید یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ احادیث میں کسی مسلمان کو خواہ مخواہ ڈرانے اور خوف زدہ کرنے کی بڑی سخت وعیدیں وارد ہوئی ہے؛ چنانچہ ابوداؤد شریف کی ایک حدیث میں حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلی سے منقول ہے، فرماتے ہیں:

''حدثنا أصحاب محمد ﷺ أنهم كانوا يسرون مع رسول الله ﷺ، فنام رجل منهم، فانطلق بعضهم الى حبل معه، فأخذه ففزع، فقال رسول الله ﷺ: ''لايحل لمسلم أن يروّع مسلمًا'' (رواه أبوداؤد بحواله مشكوة المصابيح: ۳۰۸)۔

(اللہ کے نبی ﷺ کے حضرات صحابہ نے ہمیں بیان کیا کہ وہ لوگ اللہ کے رسول ﷺ کے ہمراہ سفر کر رہے تھے، ایک صحابی کو نیند آ گئی، تو وہ سو گئے، لوگوں میں سے کوئی ایک ان کے قریب اپنی رکھی ہوئی رسی کے پاس گئے اور اس کو (مزاحا) لے لیا، تو وہ سونے والے صحابی گھبرا گئے؛ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ دوسرے مسلمان کو ڈرائے اور خوف زدہ کرے)۔

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں حضرت جابر بن زیدؒ سے منقول ہے، فرماتے ہیں:

''بلغني عن رسول الله ﷺ، قال: من روّع مسلمًا روّعه الله يوم القيمة''۔

(مجھے اللہ کے رسول ﷺ سے یہ بات پہنچی ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو (بلاضرورت خواہ مخواہ) ڈرائے گا یا خوف زدہ کرے گا، تو اللہ رب العزت قیامت کے روز اسے (بھی) خوف زدہ کریں گے)۔

ترمذی اور ابن ماجہ شریف میں حضرت ابوصرمہؓ سے حضور ﷺ کا فرمان منقول ہے، فرماتے ہیں:

''من ضار ضار الله به'' (رواه الترمذى وابن ماجة، بحواله مشكوة المصابيح: ۴۲۸)۔

(جس نے کسی کو نقصان پہنچایا، تو اللہ رب العزت (قیامت کے روز) اسے نقصان پہنچائیں گے)۔

ترمذی شریف میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے حضور ﷺ کا ایک اور فرمان منقول ہے، فرماتے ہیں:

''ملعون من ضار مؤمنًا أو مكر به'' (رواه الترمذى، بحواله مشكوة المصابيح: ۴۲۸)۔

(ملعون ہے وہ شخص جو کسی مومن کو نقصان پہنچائے یا اس کے ساتھ مکر کا معاملہ کرے)۔

اسی طرح اسلامی ویب سائٹ مرکز الفتوی الأداب والأخلاق والرقاق، الترهيب الشديد من ترويع المسلم، الأحد ۲۸ جمادى الأخرى ۱۴۳۰ھ المطابق: ۲۰۰۹/۶/۲۱ء رقم الفتوی: ۱۲۳۸۱۰ میں کسی مسلمان کو خواہ مخواہ ڈرانے اور خوف زدہ کرنے کے متعلق پوچھے گئے ایک فتوے کے جواب میں لکھا ہے:

''فترويع المسلم ظلم وتعدٍ ظاهر، وہو حرام بكل حالٍ، بل إن حرمته شديدة''۔

''قال المناوى فى فيض القدير: ترويع المسلم حرامٌ شديد التحريم''۔

''وقد عدہ بعض أهل العلم فى الكبائر كابن حجر الهيثمى فى كتابه: ''الزواجر عن اقتراف الكبائر'' والشيخ محمد بن عبدالوہاب فى كتابه: ''الكبائر'' وقد قال رسول الله ﷺ: من أشار الى أخيه بحديدة، فإن الملائكة تلعنه حتى يدعه وإن كان أخاه لأبيه وأمه'' (رواه مسلم)۔

''وقال النووى: فيه تأكيد حرمة المسلم والنهى الشديد عن ترويعه وتخويفه والتعرض له بما قد يؤذيه، وقوله ﷺ: ''وإن كان أخاه لأبيه وأمه'' مبالغة فى إيضاح عموم النهى فى كل أحد، سواء من يُتّهم فيه أو لا يُتّهمُ، وسواء كان هذا هزلًا ولعبًا أم لا؛ لأن ترويع المسلم حرامٌ بكل حالٍ''۔

مذکورہ بالا احادیث اور فتوے کی روشنی میں یہ بات بخوبی معلوم ہوگئی کہ کسی بھی شخص کے لئے یہ بات حلال اور جائز نہیں کہ وہ کسی مسلمان کو خواہ مخواہ ڈرائے اور اسے خوف زدہ کرے؛ بل کہ فتوے کی عبارات سے تو اس کا حرام ہونا بھی معلوم ہوتا ہے، ظاہری بات ہے کہ اپنی گاڑیوں میں تیز آواز والے ہارن لگانے اور بلاضرورت انہیں بجانے سے صوتی آلودگی تو پیدا ہونے ہی والی ہے، جیسا کہ سوال میں درج ہے، ساتھ ہی ساتھ راہ گیروں کو دہشت بھی ہوگی، اور بسا اوقات ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ اس طرح کے بلند آواز والے ہارن یا سائرنوں کے اچانک بجنے کی وجہ سے ہوسکتا ہے کہ دوسری گاڑی والے

کو دہشت محسوس ہو اور وہ اپنا توازن، اعتدال اور ڈرائیونگ کا بیلنس کھو بیٹھے، جس سے اس کی گاڑی کا ایکسڈنٹ ہو جانے کا قوی خطرہ ہو سکتا ہے؛ لہذا مذکورہ وجوہات کی بنیاد پر اپنی پرائیویٹ گاڑیوں میں اس طرح تیز بجنے والے ہارن اور سائرنوں کا لگانا، رکھنا اور بجانا ناجائز اور حرام ہوگا، ہاں! سرکاری بعض گاڑیوں میں جیسے: ایمبولنس اور فائر بریگیڈ کی گاڑیوں میں اس طرح تیز بجنے والے ہارنوں کے رکھنے کی مصلحۃً اجازت ہو سکتی ہے؛ کیوں کہ ان کو اپنے متعینہ اور مقررہ مقام تک جلد از جلد پہنچنا ہوتا ہے، تاخیر کی صورت میں مریض کی حالت مزید خطرے میں پڑ جانے کا اندیشہ رہے گا اور لگی ہوئی آگ کے مقام پر تاخیر سے پہنچنے کی صورت میں آگ کے مزید بھڑک کر نقصان پہنچانے کا خطرہ رہے گا، ظاہر سی بات ہے کہ یہ مقصد کم آواز کرنے والے ہارنوں یا عام ہارنوں کے ذریعہ پورا نہیں ہو سکتا ہے، یہ مقصد مخصوص آواز کرنے والے ہارنوں سے ہی حاصل ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب

۳۔ ایذائے مسلم میں داخل ہونے کی وجہ سے یہ عمل شرعاً حرام اور ناجائز ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب

۴۔ مذکورہ عمل سے کئی قسم کی قباحتیں اور مفاسد لازم آرہے ہیں، مثلاً: اس کی پر شور آواز سے ماحول کو پراگندہ کرنا، لوگوں کی صحت خراب کرنا، ان کی نیند برباد کرنا، اسٹوڈنٹ اور طلبہ کی تعلیم و تعلم میں خلل انداز ہونا، لوگوں کے لئے ایذا رسانی کا سبب بننا وغیرہ۔

مذکورہ بالا امور کا قبیح ہونا تو بالکل واضح ہے، انہیں قباحتوں سے بچنے ہی کے لئے تو پروگرام منعقد کرنے والے کے ساتھ حکومت پروگرام کے آخری وقت کی تعیین، آواز کی تحدید، ساؤنڈ بکس کی تعداد وغیرہ امور پر پہلے ہی سے بات چیت طے کر لیتی ہے۔

مذکورہ وجوہات کی بنیاد پر لوگوں کا یہ عمل شرعاً ناجائز اور حرام ہوگا اور بندے کی ناقص رائے کے مطابق پروگرام منعقد کرنے والوں کی جانب سے حکومت کے ساتھ یہ ایک طرح کا معاہدہ اور عہد و پیمان بھی ہے، ان کی پابندی کرنے کی شرط کے ساتھ حکومت نے اس پروگرام کے انعقاد کی اجازت دی ہے؛ لہذا ایفائے عہد کے لئے بھی اس قانون پر عمل کرنا ضروری ہوگا؛ کیوں کہ اللہ رب العزت نے اپنے کلام پاک میں "یأیها الذین آمنوا أوفوا بالعقود" فرما کر آپسی عہود کو پورا کرنے کی تاکید فرمائی ہے، اور احادیث میں بھی وعدہ خلافی کرنے کو منافق کی نشانی بتایا ہے، بعض احادیث میں یہ بھی منقول ہے کہ جس شخص کے اندر ایفائے عہد کی صفت نہیں وہ پکا مؤمن نہیں۔

خلاصہ یہ کہ حکومت کے ساتھ کئے ہوئے وعدے کو نبھانا شرعاً لازم اور واجب ہوگا اور خلاف ورزی کی صورت میں نقض عہد اور وعدہ خلافی کا اس پر گناہ عائد ہوگا، ہاں! اگر اس معاہدے میں کوئی ترمیم کروانے کی واقعی ضرورت ہے، تو پیشگی اطلاع کرنا ضروری ہوگا، مثلاً: مجمع کی کثرت کی وجہ سے اگر ساؤنڈ بکس میں اضافے کی ضرورت یا پروگرام کے میعادی وقت میں کمی کی وجہ سے بڑھوتری کی ضرورت وغیرہ۔

واللہ اعلم بالصواب

☆☆☆

فضائی اور صوتی آلودگی

مفتی عبدالرشید قاسمی[1]

آلودگی کی تعریف:

انسان کے اپنے پھیلائے ہوئے فاضل مادے جو اس کے لئے نقصان دہ ہوں آلودگی کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔

آلودگی کا تعارف اور قسمیں:

فضائی آلودگی، ماحولیاتی آلودگی، صوتی آلودگی (شور)۔

عام طور پر فیکٹریوں اور گاڑیوں کے دھویں، شاپنگ بیگ اور پلاسٹک تھیلوں سے ہوتی ہے۔

ماحولیاتی آلودگی:

فصلوں پر ادویات کے چھڑکاؤ سے، شہروں، صنعتوں اور فیکٹریوں کا گندا پانی ندیوں میں چھوڑنے اور آبادی کے پھیلاؤ کی بنا پر جنگلات کاٹنے، زرخیز زمین کی بربادی اور صنعتی کچڑوں وغیرہ سے ہوتی ہے، فصلوں پر ادویات کے چھڑکاؤ سے زمین اس کو جذب کر لیتی ہے، پھر لگی فصل اس کو جذب کرتی ہے اور فصل زہریلی ہوجاتی ہے، شہروں، فیکٹریوں اور صنعتوں کے گندے پانی سے جھیلوں اور دریاؤں کا پانی آلودہ ہوتا ہے، جنگلات اور زرخیز زمین کی بربادی سے آکسیجن گیس متاثر ہوتی ہے جو ہر جاندار کیلئے انتہائی ضروری ہے۔

صوتی آلودگی (شور):

جس کو آلودگی تصور نہیں کیا جاتا لیکن یہ سب سے خطرناک ہے، اس کو ''موت کا ایجنٹ'' بھی کہہ سکتے ہیں اور اس سے انسانی صحت کو گہرا نقصان ہوتا ہے۔

اس وقت پوری دنیا میں تین چیزیں موضوع بحث بنی ہوئی ہیں: (۱) آلودگی خواہ وہ ماحولیاتی ہو، فضائی ہو، صوتی ہو، بری ہو یا بحری، (۲) بڑھتی ہوئی حرارت (Global Warmig) جس کی وجہ سے گلیشیر (Glaciers) پگھل رہے ہیں، سمندری سطح بڑھ رہی ہے اور قابل رہائش زمین کو خطرہ لاحق ہو رہا ہے، (۳) قابل استعمال پانی کی قلت لیکن یہ تیسری مصیبت درحقیقت پہلے کی دین ہے۔

اللہ پاک نے کائنات کو اس انداز میں تخلیق فرمایا ہے کہ اگر ماحول کے قدرتی توازن میں خارجی بگاڑ کے ذریعہ مداخلت نہ کی جائے اور اس کو اپنی فطرت (Nature) کے مطابق چھوڑ دیا جائے تو زمین پر بسنے والے کسی بھی جاندار کو کسی طرح کی آلودگی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

ہوا، پانی، روشنی، گرمی، سردی، نباتات، حیوانات، غرض ہر چیز، ہر نوع، ہر جنس، اور ہر قوت وطاقت کیلئے ایک حد مقرر ہے جس پر وہ ٹھہری ہوئی ہے، اور ایک مقدار مقرر ہے جس سے وہ نہ گھٹتی ہے نہ وہ بڑھتی ہے۔ اسی تقدیر اور کمال درجہ کی حکیمانہ تقدیر ہی کا یہ کرشمہ ہے کہ زمین سے لے کر آسمانوں تک پورے نظام کائنات میں یہ توازن، یہ اعتدال اور یہ تناسب نظر آ رہا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وان من شئ إلا عندنا خزائنه وما ننزله إلا بقدر معلوم" (سورہ حجر: ۲۱)۔

(کوئی چیز ایسی نہیں جس کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں اور جس چیز کو بھی ہم نازل کرتے ہیں ایک مقررہ مقدار میں نازل کرتے ہیں)۔

---

[1] (مفتی) مدرسہ جامع العلوم جامع مسجد پٹکاپور، کانپور (یو، پی)۔

"ولو بسط اللہ الرزق لعبادہ لبغوا فی الأرض ولکن ینزل بقدر مایشاء" (سورۂ شوریٰ: ۲۷)۔

(توازن) یعنی حد بندی کا اصول کائنات کی تمام چیزوں میں رائج ہے۔ ہوا ایک حد کے اندر چلتی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کبھی کبھی دکھاتے ہیں کہ وہ آندھی بھی بن سکتی ہے، سورج ایک خاص فاصلہ پر ہے۔ اگر وہ اس سے اوپر چلا جائے تو زمین برف کی طرح جم جائے، نیچے آجائے تو زمین جلتی ہوئی بھٹی بن جائے، زمین کی کشش نہایت موزوں مقدار میں ہے، اگر زمین کی جسامت دوگنا ہوتی تو اس کی کشش اتنی بڑھ جاتی کہ بوجھ کی وجہ سے زمین پر چلنا مشکل ہوجاتا۔ اگر زمین کی جسامت آدھی ہوتی تو اس کی کشش اتنی گھٹ جاتی کہ آدمی اور مکانات ہلکے پن کی وجہ سے زمین پر ٹھہر نا سکتے۔ یہی حال ان تمام چیزوں کا ہے۔ ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر ہے، وہ نہ اس سے گھٹتا ہے اور نہ اس سے بڑھتا ہے۔

انسان ایک بے حد نازک مخلوق ہے، اس کے ماحول میں ادنیٰ سا فرق اس کی ہستی کو تہہ وبالا کردینے کیلئے کافی ہے، ایسی حالت میں بے شمار اجزاء کی ایک کائنات، لاتعداد امکانات کا حامل ہونے کے باوجود، عین اسی اندازے سے قائم ہے جو انسان جیسی ایک مخلوق کیلئے مناسب ہے۔

زمین میں کسی بھی طرح کی گڑبڑی کو "فساد فی الارض" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ قرآن کہتا ہے:

"ولا تفسدوا فی الأرض بعد إصلاحھا" (سورۂ اعراف: ۵۶)۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا کو ایک خاص توازن کے ساتھ پیدا فرمایا ہے اور انسان خلیفۃ اللہ فی الارض ہے، اس قدرتی توازن کو برقرار رکھنا انسان کی ذمہ داری ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"والسماء رفعھا ووضع المیزان o ألا تطغوا فی المیزان o وأقیموا الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان o" (الرحمن: ۷، ۸، ۹)۔

(آسمان کو اس نے بلند کیا اور میزان قائم کردی۔ اس کا تقاضا ہے کہ تم میزان میں خلل نہ ڈالو۔ انصاف کے ساتھ ٹھیک ٹھیک تولو اور ترازو میں ڈنڈی نہ مارو)۔

تقریباً تمام مفسرین نے یہاں میزان (ترازو) سے مراد عدل لیا ہے، اور میزان قائم کرنے کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کے اس پورے نظام کو عدل پر قائم کیا ہے۔ یہ بے حد وحساب تارے سیارے جو فضا میں گھوم رہے ہیں، یہ لاتعداد مخلوق جو اس جہاں میں پائی جاتی ہیں، ان سب کے درمیان اگر کمال درجے کا عدل وتوازن قائم نہ کیا گیا ہوتا تو یہ کارگاہ ہستی ایک لحہ کیلئے بھی نہ چل سکتی تھی۔ خود اس زمین پر کروڑوں برس سے ہوا، پانی اور خشکی میں جو مخلوقات موجود ہیں انہیں کو دیکھ لیجئے ان کی زندگی اسی لئے تو برقرار ہے کہ ان کے اسباب حیات میں پورا پورا عدل اور توازن پایا جاتا ہے ورنہ ان اسباب میں ذرہ برابر بھی بے اعتدالی پیدا ہوجائے تو یہاں زندگی کا نام ونشان تک باقی نہ رہے۔

''نظام قدرت میں توازن کی ایک مثال یہ ہے کہ جہاں اس نے کثافت پیدا کرنے والے قدرتی وسائل عطا کئے ہیں، وہیں اس نے کثافت کو تحلیل کرنے اور انسان کو اس کے مضر اثرات سے محفوظ رکھنے کی غرض سے کچھ قدرتی اور فطری ذرائع بھی پیدا کئے ہیں، جیسے سمندر، کہ اس کا کھارا پانی آلودگی کو جذب کرنے کی غیر معمولی صلاحیت رکھتا ہے، اسی طرح درخت اور جنگلات، یہ جہاں انسان کو صاف شفاف ہوا فراہم کرتے ہیں، وہیں فضا میں پھیلی ہوئی آلودگی کو جذب کرنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں، خود وہ مٹی جس میں ہم رہتے اور بستے ہیں اور جس کی پشت پر ہزاروں سال سے کتنی ہی مخلوق شاد وآباد ہے، وہ ٹھوس کثافت آمیز مادوں تک کو تحلیل کردیتی ہے، جو مردے اور مردار زمین میں دفن کئے جاتے ہیں اور جو گندگی اور غلاظتیں زمین کی تہوں میں چھپادی جاتی ہیں، اگر زمین اپنا سینہ کشادہ کرکے ان کو قبول نہ کرے، تو نہ جانے زمین پر کتنی آلودگی پیدا ہوجائے اور انسان وحیوان کیلئے جینا دوبھر ہوجائے''

(اسلام اور جدید فکری مسائل/ ۲۷۴)۔

انسانوں، جانداروں اور نباتات کیلئے جتنی اور جس طرح کی گیسوں کی ضرورت تھی اللہ تعالیٰ نے وہ سب پیدا فرمادیں، اب اس متوازن کائنات میں لوگوں کا یہ فریضہ ہے کہ وہ توازن کو برقرار رکھیں، اپنے کسی بھی عمل سے اس توازن میں خلل واقع نہ ہونے دیں۔ خلل واقع نہ ہونے دینے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ آلودگی کی کوئی بھی چیز کسی سے سرزد نہ ہونے پائے؛ کیونکہ یہ ممکن نہیں۔ کوئلہ جلتا ہے، دھواں اٹھتا ہے اور راکھ نکلتی ہے جب بجلی تیار ہوتی ہے۔ آدمی رفع حاجت کرتا ہے، نہاتا ہے دھوتا ہے، گندا پانی بہرحال نکلے گا۔ دیہی علاقوں میں لکڑی اور گوبر ایندھن کے طور پر استعمال

ہوتا ہے، ترقیاتی سرگرمیوں کیلئے بہت سی چیزیں ناگزیر ہیں جن سے آلودگی ہوتی ہے، لہٰذا یہ ناممکن ہے کہ ان سے بالکلیہ اجتناب کیا جائے؛ تاہم آلودگی کو کم کرنے اور اس پر قابو پانے کیلئے کچھ احتیاطی اقدامات کئے جانے چاہئیں۔ انسان بس اتنے ہی کا مکلف ہے ورنہ وہ قدرت کے نظام میں بے بس ہے۔ سائنس داں کہتے ہیں کہ ڈائناسور دنیا سے ختم ہو گئے، اس وقت کون سی آلودگی تھی؟ شیر دنیا کا سب سے بہادر جانور ہے، اسے اپنی غذا کے حصول کیلئے بہت محنت درکار نہیں، اسے بچانے کیلئے حکومتیں کروڑوں روپے خرچ کر رہی ہیں، لمبا چوڑا بجٹ پاس ہوتا ہے، شیروں کے لئے الگ جنگلات مختص کئے جا رہے ہیں، بلکہ انسانی جانوں کی بھی پرواہ نہیں کی جاتی، انسان کے مقابلہ میں شیروں کا تحفظ زیادہ عزیز ہے۔ کتنی ہی اس کی مثالیں ہیں۔ لیکن اس سب کے باوجود شیر کی نسلیں ختم ہو رہی ہیں۔ ہاتھی عظیم الجثہ ہے لیکن کم ہوتے جا رہے ہیں، جب کہ بکری کا شمار مسکین جانوروں میں ہوتا ہے، بھیڑیئے، کتے شکار کر لیتے ہیں، اسے اپنا وجود بچانا مشکل ہے، مزید یہ کہ دنیا بھر میں ہر مذہب کے لوگ اپنے اپنے طور پر ذبح کر کے کھاتے ہیں، صرف بقرعید ہی میں دیکھ لیجئے ہر سال کروڑوں بکریوں کی قربانی کی جاتی ہے لیکن دیکھئے کتنی فراوانی ہے۔ یہ اللہ ہی کو معلوم ہے کہ کس چیز کو کب کتنا پیدا کرنا ہے۔

"وإن من شئ إلا عندنا خزائنه وما ننزله إلا بقدر معلوم" (سورۂ حجر: ۲۱)۔

احتیاطی اقدامات میں سب سے پہلا مرحلہ یہ ہے کہ کسی بھی چیز کا بیجا استعمال نہ ہو اور اسراف سے اجتناب کیا جائے۔

شریعت میں اسراف کی مذمت:

اسلام میں اسراف کی بڑی مذمت آئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وکلوا واشربوا ولا تسرفوا" (اعراف: ۳۱)۔

"ولا تسرفوا انه لا یحب المسرفین" (انعام: ۱۴۱)۔

(اور حد سے تجاوز نہ کرو اللہ تعالیٰ تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا)۔

"ولا تبذر تبذیرا ۝ إن المبذرین کانوا إخوان الشیطین" (بنی اسرائیل: ۲۶،۲۷)۔

اسراف وتبذیر سے منع کیا گیا ہے خواہ وہ کسی بھی چیز میں ہو، کھانے پینے میں ہو، رہن سہن میں ہو یا آرام وتعیش میں، حتیٰ کہ صدقہ وخیرات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ اتنا مت صدقہ کردو کہ اگلے دن تمہیں خود اس کی ضرورت محسوس ہو۔ فرمایا کہ اگر نہر کے کنارے بھی وضو بنا رہے ہو تو زیادہ پانی استعمال نہ کرو۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ زندگی اعتدال سے گذاری جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"و کذلک جعلنا کم أمة وسطا" (بقرہ: ۱۴۳) (اور ہم نے تمہیں معتدل امت بنایا)۔

ماحولیاتی کثافت کی بنیادی وجہ اعتدال سے ہٹ کر ماحول کے قدرتی توازن میں مداخلت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں ہر چیز کو نپی تلی مقدار میں اور باہم توازن کے ساتھ پیدا فرمایا ہے، اب بندہ اس میں زیادتی کر کے اس توازن کو بگاڑتا ہے۔ مثلاً: گرمی سے بچنے کیلئے پنکھا کولر کافی ہیں اور اگر ایئر کنڈیشن بھی استعمال کرنا ہے تو ۲۶ / ڈگری سیلسیس (26 oC) پر چلانا کافی ہے لیکن ہوتا یہ ہے کہ لوگ گھروں میں، آفسوں میں، ہوٹلوں میں ۱۸ / ڈگری سیلسیس (18 oC) پر اے سی چلاتے ہیں اور سخت گرمی میں کمبل اور لحاف اوڑھ کر سوتے ہیں جس کی وجہ سے (Global Warming) میں اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ ہے بے اعتدالی اور اسراف، اور قدرتی توازن میں مداخلت۔ بندہ نے جدہ ایئر پورٹ پر اس کا مشاہدہ کیا، فلائٹ کے انتظار میں کئی گھنٹے ایئر پورٹ پر رکنا پڑا، ایئر پورٹ کے اندر کا ماحول اتنا ٹھنڈا تھا کہ ایک معتدل مزاج کیلئے گرم کپڑے پہنے بغیر اندر ٹھہرنا مشکل ہو رہا تھا، نتیجتاً گروپ کے دیگر افراد کے ساتھ رات ایئر پورٹ کے باہر کھلے آسمان کے نیچے گذارنا پڑی۔ آخر گرم ملک میں گرمی کے زمانے میں اتنا ٹھنڈا (Low Temperature) کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ ایک مثال ہے ورنہ ہر جگہ کا یہی حال ہے۔ گرمی کو اس حد تک کم کرنا کہ گرمی نہ لگے معقول بات ہے لیکن گرمی کو سردی میں تبدیل کرنا کون سی عقلمندی ہے!!

حاصل یہ کہ قدرت کی طرف سے ہر چیز متوازن اور معتدل پیدا کی گئی ہے۔ یہ حضرت انسان ہے جو اپنے عمل سے اس میں فساد برپا کر رہا ہے،

اور "ظهر الفساد في البر والبحر بما كسبت أيدي الناس ليذيقهم بعض الذي عملوا لعلهم يرجعون" (روم: ۴۱) (لوگوں کے (برے) اعمال کے سبب خشکی اور تری میں فساد پھیل پڑا تا کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا مزہ ان کو چکھائے تا کہ وہ باز آجائیں) کا مصداق بن رہا ہے۔

اسلام میں ماحول کو آلودگی اور کثافت سے بچانے کا اہتمام:

شریعت اسلامی جو انسانی زندگی کے تمام مسائل کا احاطہ کرتی ہے، اس سلسلہ میں بھی اس نے ہماری رہنمائی کی ہے، جیسے:

☆ پانی میں استنجا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

''عن أبي هريرة عن النبي ﷺ لا يبولن أحدكم في الماء'' (ترمذی شریف ۱/ ۲۱/ ۲۲)۔

☆ بہتے ہوئے پانی میں بھی پیشاب کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

''عن جابر قال: نهى رسول الله ﷺ أن يبال في الماء الجاري'' (المعجم الاوسط للطبرانی، حدیث نمبر: ۱۷۴۹)۔

☆ مردوں کے دفن کرنے کا حکم۔

تدفین کے علاوہ جو بھی شکلیں ہیں، مردے کو جلانا یا پانی میں بہانا وہ آلودگی سے خالی نہیں ہے۔ دفن کرنے میں جہاں ایک مقصد تکریم انسان ہے وہیں ایک مقصد یہ بھی ہے کہ نعش سے ہونے والی سڑاند اور بدبو سے فضا مسموم نہ ہو۔ قرآن پاک میں ہابیل قابیل کے واقعہ میں مردے کو دفن کرنے کو کوتے کے ذریعہ سکھایا گیا ہے۔

"فبعث الله غرابا يبحث في الأرض ليريه كيف يواري سوأة أخيه" (مائدہ: ۳۱)۔

☆ درختوں کی حفاظت اور شجر کاری کی ترغیب۔

''عن أنس بن مالك قال: قال النبي ﷺ: ما من مسلم يغرس غرسا أو يزرع زرعا فيأكل منه طير أو إنسان أو بهيمة إلا كان له به صدقة'' (بخاری شریف ۱/ ۳۱۲، باب فضل الزرع والغرس)۔

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کوئی درخت یا کھیتی لگائے اور اس میں سے انسان، درندہ، پرندہ یا چوپایہ کھائے تو اس کیلئے صدقہ ہو جائے گا)۔

☆ اسلام میں زمین کو زرخیز اور اُپجاؤ بنانے کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔

یہاں تک کہ اگر کوئی بنجر و افتادہ زمین کو زرخیز بنائے تو اس کے حوالے کر دی جائے گی، اور اگر یوں ہی چھوڑ دے تو اس سے چھین لی جائے گی۔ صاحب مجمع الانہر لکھتے ہیں:

''من أحياها بإذن الامام ولو ذميا ملكها وبلا إذنه لا، خلاف لهما ومن حجر أرضا ثلاث سنين ولم يعمرها أخذت منه ودفعت إلى غيره'' (مجمع الانہر ۴/ ۲۲۰، مکتبہ فقیہ الامت دیو بند)۔

(جس نے بھی امام کی اجازت سے زمین کو زندہ کیا (زرخیز بنایا) تو وہ اس کا مالک ہو جائے گا اگر چہ ذمی ہو، اور اگر بلا اجازت امام ایسا کیا تو مالک نہ ہوگا)۔ مگر صاحبین کے یہاں تب بھی مالک ہو جائے گا (اور جس نے زمین کو گھیر کر (معطل) چھوڑ دیا اس کو کھیتی کر کے آباد کرنے کی فکر نہ کی تو اس سے لے کر دوسرے کو دے دی جائے گی)۔

زمین کی ہریالی کو ختم کرنے کو فساد فی الارض سے تعبیر کیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وإذا تولى سعى في الأرض ليفسد فيها ويهلك الحرث والنسل والله لا يحب الفساد" (بقرہ: ۲۰۵)۔

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے ضرورت درخت کاٹنے کو ناپسند فرمایا، بیری کے درخت کے بارے میں فرمایا کہ جو اس کو (بلا ضرورت) کاٹے گا

اوندھے منہ جہنم میں جائے گا۔

''قال رسول اللہ ﷺ: من قطع سدرة صوب الله رأسه' في النار، سئل أبو داؤد عن معنیٰ هٰذ الحديث مختصر، يعني من قطع سدرة في فلاة يستظل بها ابن السبيل والبهائم عبثا وظلمًا بغيرحق يكون لها فيها ،صوب الله رأسه' في النار''

(مجمع الزوائد ۸/ ۱۱۵، ابوداؤد، حدیث: ۵۲۲۹، ص ۳۶۴، ج ۲، کتاب الادب، باب في قطع السدر)۔

بیری کا درخت بطور مثال ہے، باقی درختوں کا بھی یہی حکم ہوگا بلکہ بیری کے درخت میں تو کانٹے ہوتے ہیں، جب اس کے بارے میں یہ وعید ہے تو دیگر درختوں کے بارے میں بطریق اولیٰ یہ وعید ہوگی۔

☆ جنگ میں بھی کھیتوں اور درختوں کو جلانے اور نقصان پہنچانے کو ناپسند فرمایا۔قرآن میں ان لوگوں کی مذمت آئی ہے جو فتح کے بعد کھیتوں کو تباہ وبرباد کریں۔

"وإذا تولیٰ سعیٰ في الأرض" الیٰ اخر الآیت (بقرہ: ۲۰۵)۔

بنو نضیر کے باغات جلانے اور اس پر شبہ کا جواب:

اسلام میں درخت لگانے کی فضیلت اور بلاضرورت درخت کاٹنے پر مذمت آئی ہے، لیکن بنو نضیر کے باغات خود آنحضرت ﷺ نے کٹوائے اور حضرت حسانؓ نے اس پر اشعار کہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے:

''عن النبي ﷺ أنه حرق نخل بني نضير وقطع وهي البويره ولها يقول حسان:

وهان علی سراة بني لوی حريق بالبويرة مستطير'' (بخاری شریف ۱/ ۳۱۲)۔

''رسول کریم ﷺ نے بنو نضیر کے کھجوروں کے درختوں کو کاٹنے اور جلانے کا حکم فرمایا، اسی کے بارے میں حضرت حسان بن ثابتؓ نے مذکورہ اشعار کہے: یعنی بنی لُوی کے سرداروں کیلئے پھیلے ہوئے بویرہ کو جلا ڈالنا آسان ہوگیا''۔

دراصل جنگ اور ایمر جنسی کے حالات الگ ہوتے ہیں، جنگ میں جب دشمن کی جان لینے کی اجازت ہے تو درختوں کا کاٹنا اس سے کم درجہ رکھتا ہے۔ قانون جنگ کا یہ قاعدہ ہے کہ اگر دشمن کے علاقہ میں تخریبی کارروائی کی ضرورت ہو تو اس سے گریز نہ کیا جائے؛ ''یہ فساد فی الارض'' کی تعریف میں نہیں آتی۔جنگی مصلحت کے پیش نظر کبھی ایسا کرنا پڑتا ہے۔ بنو نضیر کے محاصرہ کے وقت ان کے باغات کے کچھ درخت جنگی مصلحت کے تحت کاٹے گئے تھے، یہ کوئی عام اصول نہیں۔ یہ اللہ کے حکم سے ہوا؛ چنانچہ اس واقعہ کے بعد یہ آیت نازل ہوئی:

"ماقطعتم من لينة أوتر كتموها قائمة علیٰ أصولها فبإذن الله وليخزي الفاسقين" (سورہ حشر: ۵)۔

(تم لوگوں نے کھجور کے جو درخت کاٹے یا جن کو اپنی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا یہ سب اللہ ہی کے اذن سے ہوا تھا۔ اور (اللہ نے یہ اذن اس لئے دیا) تاکہ فاسقوں کو ذلیل وخوار کرے)۔

ایک شخص یہ سوال کرسکتا ہے کہ قرآن مجید کی یہ آیت مسلمانوں کو تو مطمئن کرسکتی تھی، لیکن جو لوگ قرآن کو کلام اللہ نہیں مانتے تھے انہیں اپنے اعتراض کے جواب میں یہ سن کر کیا اطمینان ہوسکتا تھا کہ یہ دونوں فعل اللہ کے اذن کے بنا پر جائز ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کی یہ آیت مسلمانوں ہی کو مطمئن کرنے کیلئے نازل ہوئی ہے، کفار کو مطمئن کرنا سرے سے اس کا مقصود ہی نہیں ہے؛ چونکہ یہود اور منافقین کے اعتراض کی وجہ سے، یا بطور خود، مسلمانوں کے دلوں میں یہ خلش پیدا ہوگئی تھی کہ کہیں ہم فساد فی الارض کے مرتکب تو نہیں ہوگئے ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو اطمینان دلا دیا کہ محاصرہ کی ضرورت کیلئے کچھ درختوں کا کاٹنا، اور جو درخت محاصرہ میں حائل نہ تھے ان کو نہ کاٹنا، یہ دونوں ہی فعل قانون الٰہی کے مطابق درست تھے''۔

☆ ماحول کے تحفظ کیلئے جانوروں اور پرندوں کا وجود بھی ضروری ہے۔ اسی لئے آپ نے شوقیہ شکار کو منع فرمایا۔

''شکار کرے تو کھائے یہ نہیں کہ شکار کرکے سر کاٹ کر پھینک دے''۔

''عن عبد الله بن عمرو بن العاص ان رسول الله ﷺ قال: من قتل عصفورًا فما فوقها بغير حقها سأله الله عن قتله قيل: يا رسول الله وما حقها؟ قال ان يذبحها فيأكلها ولا يقطع رأسها فيرمى بها'' (مشكوٰة شريف ۲/ ۳۵۹، كتاب الصيد)

''من قتل عصفورًا عبثًا عج إليه يوم القيامه يقول: يا رب إن فلانًا قتلني عبثا ولم يقتلني لمنفعة'' (جمع الفوائد ۲/ ۲۹۳، حديث: ۳۱۱۷)۔

☆ فرمایا! ''اگر یہ بات نہ ہوتی کہ کتے بھی ایک امت ہیں تو میں انہیں قتل کرنے کا حکم دیتا، اس لئے ان میں سے صرف کالے کتے کو قتل کرو''

''عن عبدالله بن مغفل عن النبی ﷺ قال: لولا أن الكلاب أمة من الأمم لأمرت بقتلها كلها فاقتلوا منها كل أسود بهيم'' (مشکوٰۃ ۱/ ۳۵۹)۔

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رفع حاجت کیلئے دور تشریف لے جاتے تھے۔

''عن المغيرة بن شعبه قال: كنت مع النبی ﷺ فی سفر فأتى النبی ﷺ حاجته فأبعد فی المذهب'' (ترمذی شریف ۱/ ۱۱)۔

اس میں جہاں پردہ مطلوب تھا وہیں ماحول کی پاکیزگی بھی مطلوب تھی۔

☆ تین مقامات میں قضائے حاجت کرنے کو منع فرمایا، ایسی جگہ جہاں مسافر پڑاؤ ڈالیں، راستوں پر اور درختوں کے سائے میں۔

''عن معاذ ابن جبل قال: قال رسول الله ﷺ: اتقوا الملاعن الثلاثة، البراز فی الموارد، وقارعة الطريق، والظل'' (ابو داؤد، ص ۵)۔

☆ مسجد میں بلغم جھاڑنا گناہ قرار دیا گیا اور اس کا کفارہ اس کو دفن کرنا ہے۔

''عن أنس بن مالك قال: قال رسول الله ﷺ: البزاق فی المسجد خطيئة وكفارتها دفنها'' (ترمذی ۱/ ۱۳۷)۔

مسجد کی قید اتفاقی یا مزید قباحت بیان کرنے کیلئے ہے ورنہ ہر عمومی جگہ کا یہی حال ہے کہ گندگی اور گھن والی چیزوں کو کھلا نہ چھوڑیں بلکہ اسے ڈھک دیا جائے۔

☆ گھر کا کوڑا کرکٹ دروازے پر ڈالنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ یہ یہودیوں کی علامت ہے، لہٰذا گھر کے سامنے بھی صفائی ستھرائی کا اہتمام کریں۔

''ان النبی ﷺ قال: إن الله طيب يحب الطيب ... جواد يحب الجواد، فنظفوا بيوتكم، ولا تشتبهوا باليهود التی تجمع الاكناف فی دورها'' (مسند ابی یعلیٰ ۲/ ۱۲۲)۔

☆ نظافت کا حکم، سو کر اٹھنے کے بعد پانی میں ہاتھ نہ ڈالنا۔

''عن أبی هريرة عن النبی ﷺ قال: إذا استيقظ أحدكم من الليل فلا يدخل يده فی الإناء حتى يفرغ عليها مرتين أو ثلاثًا فانه لا يدری أين باتت يده'' (ترمذی ۱/ ۱۳)۔

☆ پانی میں سانس لینا، تھوکنا، پھونکنا، ادخال الید بعد الیقظہ سے منع فرمایا۔

''قال رسول الله ﷺ: إذا شرب أحدكم فلا يتنفس فی الاناء'' (بخاری، باب النهی عن التنفس ۲/ ۸۴۱)۔

''لقد نهى الشريعة الغراء عن النفس والبصاق فی الماء وعن إدخال اليد فيه بعد اليقظة'' (العرف الشذی مع ترمذی ۲/ ۲۲)۔

یہ سب امور ممنوع ہیں اسی لئے کہ پانی آلودہ نہ ہو۔

☆ پانی کے یا دیگر برتنوں کے ڈھکنے کا حکم۔

''عن جابر أن رسول الله ﷺ... وأوكوا الأسقية وخمروا الطعام والشراب وأحسبه قال: ولو بعود تعرضه عليه

(بخاری ۲/ ۸۴۱)۔

پانی ذریعہ حیات ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: "وجعلنا من الماء کل شئ حی" (الانبیاء: ۳۰)۔

اسی لئے پانی کو آلودگی سے بچانے کا مذہب اسلام میں خاص اہتمام کیا گیا ہے اور کفایت شعاری کا حکم دیا گیا۔آپ نے فرمایا کہ طہارت وغیرہ میں پانی کم استعمال کرو اگرچہ تم نہر کے کنارے ہو۔منی کا کھرچنے سے پاک ہونا، بچے کے پیشاب میں غسل خفیف کا کافی ہونا، وضو ایک مد سے، غسل ایک صاع سے، یہ سب احکام اسی لئے ہیں کہ پانی کی قدر کی جائے اور اسے زیادہ سے زیادہ بچایا جاسکے۔

☆ سوتے وقت چراغ کو بجھا دینے کا حکم۔

☆ دھواں چھوڑنے والی چیزیں مثلاً چراغ کو خواہ مخواہ جلانے سے منع فرمایا۔

''عن جابر أن رسول الله ﷺ قال: اطفئوا المصابیح إذا رقدتم'' (بخاری ۲/ ۸۴۱، باب تغطیة الاناء)۔

ظاہر ہے کہ اس سے دھویں کی آلودگی کو کم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

صوتی آلودگی:

جس کو آلودگی تصور نہیں کیا جاتا۔اس سلسلے میں بھی اسلام کی نمایاں ہدایات موجود ہیں۔

☆ شور وشغب اور چیخنے چلانے کو منع کیا گیا ہے۔

''ان الله یبغض . . . سخاباً فی الاسواق'' (موارد الظمان ۱۹/ ۷۵ بحوالہ اسلام اور جدید فکری مسائل، ص ۲۸۳)۔

☆ اہل عرب آواز کی پستی کو ذلت اور بلند ہونے کو باعث فخر سمجھتے تھے، قرآن کریم نے اس غلط سوچ پر متنبہ کیا۔

"إن أنکر الأصوات لصوت الحمیر" (لقمان: ۱۹) (اپنی آواز کو پست رکھو کہ سب سے بدترین آواز گدھے کی آواز ہے)۔

گدھے کی آواز چونکہ تیز اور بے ڈھنگی ہوتی ہے اس لئے اسے مکروہ آواز قرار دیا گیا۔ضرورت سے زیادہ اونچی آواز میں تکلف بھی ہے اور تکلیف بھی ہے:

''فان الجهر بأکثر من الحاجة تکلف وتؤذی'' (الجامع الاحکام القرآن ۱۴/ ۷۱)۔

غیر معتدل آواز مذموم ہے، آواز کو معتدل ہونا چاہئے حتیٰ کہ عبادات میں بھی اس کا لحاظ ضروری ہے۔

آپ ﷺ نے حضرت عمر فاروقؓ کو معتدل آواز میں قرآن پڑھنے کا حکم دیا:

''عن أبی قتادة أن النبی ﷺ قال لأبی بکر: مررت بك وأنت تقرؤ وأنت تخفض من صوتك فقال: إنی أسمعت من ناجیت قال: ارفع قلیلاً وقال لعمر: مررت بك وأنت تقرؤ وأنت ترفع صوتك فقال: إنی أوقظ الوسنان واطرد الشیطان قال: اخفض قلیلاً'' (ترمذی شریف ۱/ ۱۰۰، باب ماجاء فی القرأة باللیل، مطبع اشرفی)۔

(آپ ﷺ ایک بار رات کے وقت باہر نکلے، دیکھا کہ نماز میں صدیق اکبر آہستہ تلاوت کر رہے ہیں اور عمر فاروق زور زور سے قرآن پڑھ رہے ہیں، آپ نے پوچھا کہ ابوبکر تم آہستہ کیوں پڑھ رہے تھے اور عمر تم باآواز بلند کیوں پڑھ رہے تھے، دونوں نے اپنی اپنی وجہ بیان کی، صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ میں جس ذات کو سنا رہا تھا اس نے سن لیا، عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ سوتوں کو جگا رہا تھا اور شیطان کو بھگا رہا تھا، آپ ﷺ نے دونوں کو ہدایت دی کہ ابوبکر تم آواز ذرا بلند کرو اور عمر تم ذرا پست کرو'' (ابوداؤد: ۱۳۲۹، ترمذی ۱/ ۱۰۰)۔

☆ رسول اللہ ﷺ مسجد نبوی میں معتکف ہوئے اور زور زور سے قرأت کرتے ہوئے سنا تو فرمایا کہ ایک دوسرے کو تکلیف نہ دو اور قرآن پڑھنے میں ایک دوسرے پر آواز بلند نہ کرو (ابوداؤد: ۱۳۳۲)۔

☆ ایک موقع پر فرمایا:

''الجاہر بالقرآن کالجاہر بالصدقہ والمسر بالقرآن کالمسر بالصدقہ'' (ابو داؤد: ۱۳۳۳)۔

''زور سے قرآن پڑھنے والا کھلے عام صدقہ کرنے والے کی طرح ہے، اور آہستہ پڑھنے والا پوشیدہ صدقہ کرنے والے کی طرح ہے''۔

صاحب الدر المختار فرماتے ہیں:

''ویجہر الامام وجوبا بحسب الجماعة فإن زاد علیه أساء'' (الدر المختار مع الرد ۲/ ۲۴۹)۔

علامہ شامی نقل کرتے ہیں: ''إلا إذا أجهد نفسه' أو آذی غیره'' (الدر المختار مع الرد ۲/ ۲۴۹)۔

اتنی بلند آواز جو خود کو تھکا دے اور دوسروں کو اذیت دے، اچھی بات نہیں۔

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مذہب اسلام نے اپنے متبعین کو عبادات حتیٰ کہ قرآن پڑھنے تک میں اعتدال کو ملحوظ رکھا ہے۔

یہ چند نمونے ہیں کہ اسلام میں ماحول کو ہر طرح کی آلودگی سے بچانے کیلئے کس قدر اہتمام کیا گیا ہے۔ ورنہ آلودگی کو لے کر جو فکریں آج ہو رہی ہیں مذہب اسلام نے بہت پہلے ہی ان سے آگاہ کر دیا تھا۔

آلودگی کے سلسلہ میں شرعی احکامات:

شرعی نقطہ نظر سے ماحول کو آلودگی سے بچانا اپنے مقدور بھر ہر شخص کا فریضہ ہے، اس کے ساتھ ساتھ بسا اوقات ملکی قانون جڑ جاتا ہے، اس تناظر میں بندے پر دوہری ذمہ داری عائد ہوجاتی ہے۔ یعنی شرعی نقطہ نظر سے اپنی طاقت بھر ماحول کو آلودگی سے بچانا اور ماحول صاف رکھنے میں ملکی قانون کی پابندی کرنا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ کسی بھی ملک کی رعایا، حکومت کے بنائے ہوئے قانون کی پابند ہوتی ہے؛ بشرطیکہ وہ قانون خلاف شرع نہ ہو، مثلاً ملک کا قانون ہے کہ سڑک کے بائیں طرف گاڑی چلائیں تو اب بائیں طرف گاڑی چلانا لازم ہوگا؛ اگرچہ شرعاً تیامن (داہنی طرف) کی افضلیت ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ حکومت نے آلودگی کے تعلق سے کوئی قانون بنایا ہے یا نہیں بنایا، اگر قانون موجود ہے تو اس پر عمل واجب اور ضروری ہوگا، الا یہ کہ کوئی شخص اس پر عمل کرنے پر قادر نہ ہو۔ اور اگر حکومت نے تو کوئی قانون نہیں بنایا لیکن بندہ از خود ماحول کو آلودگی سے بچا سکتا ہے تو شرعاً اس پر لازم ہوگا کہ اپنے طور پر ماحول کو آلودہ ہونے سے بچائے۔ ہم حصر کے طور پر یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ حکومت نے باضابطہ کوئی قانون بنایا یا نہیں بنایا، اگر بنایا تو وہاں کے باشندے اس پر عمل کرنے پر قادر ہیں یا نہیں، اگر قادر ہیں تو سب یا بعض، ہر شق کا حکم اس طرح ہوگا:

(۱) آلودگی کے تعلق سے حکومت نے قانون بنایا اور اس پر عمل کی قدرت ہے تو قادر شخص کیلئے عمل کرنا واجب ہے۔

(۲) حکومت نے قانون بنایا لیکن عمل پر قدرت نہیں تو غیر قادر شخص پر شرعاً عمل واجب نہ ہوگا۔ "لایکلف اللہ نفسًا الا وسعها" مثلاً حکومت نے قانون بنایا کہ پکوان کیلئے گیس استعمال کی جائے، لکڑی اور گوبر نہ جلایا جائے، لیکن مبتلیٰ بہ شخص اس پر قدرت نہیں رکھتا، وہ بس اس پر قادر ہے کہ جنگل سے لکڑیاں چن کر لائے اور کھانا پکائے، تو ظاہر ہے جان بچانے کیلئے وہ یہی کرسکتا ہے کہ جنگل سے لکڑیاں لائے اور کھانا پکائے۔ اب اس پر گیس سے کھانا پکانے کا حکم لازم نہ ہوگا؛ کیونکہ ایسا شخص دو مصیبتوں میں گرفتار ہے، ایک ماحول کو نقصان پہنچانا دوسرے بھوکے مرنا، تو ضابطہ (اھون البلیتین) کے مطابق جان بچانا ضروری ہوگا اگرچہ ماحول کو نقصان پہنچ جائے۔

(۳) حکومت نے قانون نہیں بنایا لیکن عمل پر قدرت ہے تو قادر شخص کیلئے بنصوص شرعیہ ماحول کو نقصان سے بچانا واجب ہوگا۔

(۴) حکومت نے قانون نہیں بنایا اور وہ شخص بھی قادر نہیں تو غیر قادر شخص پر ماحول کو نقصان سے بچانا واجب نہ ہوگا۔

مذکورہ بالا تفصیلات اور دلائل کی روشنی میں سوالات کے جوابات اس طرح ہوئے۔

۱۔ قادر شخص کیلئے آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن (لکڑی، کوئلہ، گوبر) کا استعمال درست نہیں:

آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کے استعمال سے اجتماعی ضرر ہے اور یہ شخص مہنگے ایندھن (جس سے آلودگی نہ ہو) کے استعمال پر قادر بھی ہے تو ایسے قادر شخص کیلئے آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال شرعاً درست نہ ہوگا۔

۲، ۳۔ جنریٹر اور گاڑیوں میں ڈیزل کا استعمال:

حکومت کی طرف سے ڈیزل کے استعمال کی ممانعت یا کسی خاص گاڑی کیلئے گیس ہی کے استعمال کو لازم کئے جانے کے بعد عوام کیلئے اس قانون پر عمل کرنا شرعاً واجب ہوگا، اور اگر حکومت کی طرف سے کوئی ہدایت نہ ہو تب بھی لوگوں کو ضرر سے بچانے اور ماحول کو پاک صاف رکھنے کیلئے جنریٹر اور گاڑیوں میں کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کو ترجیح دینا واجب ہوگا؛ البتہ قانون والی صورت میں حکم زیادہ مؤکد ہوگا۔

۴۔ صاحب استطاعت اور اداروں کیلئے شمسی توانائی (Solar System) کا استعمال مستحب ہے:

صاحب استطاعت افراد و اشخاص، مساجد و مدارس اور اداروں کیلئے آلودگی سے محفوظ توانائی (Solar System) کا استعمال اور فروغ مستحب اور مستحسن عمل ہوگا۔

۵۔ فضلات خارج کرنے والے کارخانوں کیلئے قانون کی خلاف ورزی کا حکم:

صنعتی فضلات کو باہر بہانے اور کارخانوں کو آبادی سے باہر لے جانے کے سلسلے میں حکومت کی طرف سے عوام کو جو تعاون ملنا چاہئے وہ نہیں مل پا رہا ہے جس کی وجہ سے اس پر قابو نہیں پایا جاسکا اور عوام قانون کی خلاف ورزی پر مجبور ہے۔ حکومت کو سنجیدگی کے ساتھ ایسے وسائل فراہم کرنا چاہئے جس سے کارخانوں کو آبادی کے باہر لے جانے اور فضلات کو تحلیل کر کے بہانے میں عوام کو مدد ملے، اگر دیہاتوں میں کم قیمت پر ۲۴/ گھنٹہ بجلی کی سپلائی ہو اور عمدہ سڑکوں کے ذریعہ انہیں شہروں سے جوڑ دیا جائے تو لوگ کارخانے اور فیکٹریاں خود بخود شہروں کی گھنی آبادیوں سے دیہاتوں کی طرف منتقل کر دیں گے اور فیکٹریوں کے منتقل ہونے کے ساتھ ساتھ ان میں کام کرنے والا طبقہ بھی منتقل ہو جائے گا۔ ایک شور برپا ہے کہ آبادی بڑھ رہی ہے، شہر گنجان ہو رہے ہیں اور لوگوں سے ٹھسا ٹھس بھرے ہوئے ہیں، لیکن سچ یہ ہے کہ دیہات ویران اور اجڑ رہے ہیں، تاہم قادر شخص کیلئے شرعاً ایسے قانون کی خلاف ورزی درست نہ ہوگی۔

۶۔ اوجھڑی اور خون وغیرہ کو ٹھکانے لگانے کے سلسلے میں حکومت اور عوام کی ذمہ داریاں:

قربانی وغیرہ کے ایام میں حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ جلد از جلد اوجھڑی وغیرہ اٹھوانے کا انتظام کرے اور لوگوں کے ذمہ یہ ہے کہ وہ اوجھڑی وغیرہ کو راستہ وغیرہ میں نہ ڈالیں بلکہ ان مقامات تک پہنچائیں جہاں سے حکومت نے اٹھوانے کا انتظام کیا ہوا ہے۔

۷۔ پلاسٹک تھیلوں کا حکم:

ہر وہ چیز جس سے ماحول کو نقصان پہنچے اس سے احتیاط لازم ہے۔ پلاسٹک کے تھیلے انہیں میں سے ایک ہیں۔ اس سلسلے میں حکومت کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ عوام کو منع کرنے کے ساتھ ساتھ فیکٹریوں میں ممنوعہ پلاسٹک تھیلیوں کی مصنوعات پر پابندی لگائے؛ تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ ویسے اب انہیں تحلیل (Recycle) کر کے اینٹیں بنائی جا رہی ہیں لیکن اس میں بھی حکومت کا تعاون درکار ہوگا۔ ماہرین کا خیال ہے کہ یہ اینٹیں مٹی کے اینٹوں سے ہلکی اور مضبوط ہوتی ہیں۔

۸۔ نو اسموکنگ زون میں سگریٹ نوشی کا حکم:

اطباء کہتے ہیں کہ سگریٹ پینے والے کے مقابلے میں نہ پینے والے کو اس کا دھواں زیادہ ضرر رساں ہے؛ کیونکہ پینے والا کسی قدر عادی (Habitual) ہو چکا ہوتا ہے، یہ ایک تجرباتی چیز ہے جس کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے، لہٰذا نو اسموکنگ زون اور عوامی مقامات میں سگریٹ پینا ناجائز ہوگا۔

۹۔ کھیتوں اور گذرگاہوں میں رفع حاجت کا حکم:

کسی کو اذیت پہنچانا خواہ جسمانی ہو یا ذہنی حرام ہے۔ کھلے عام گندگی پھیلانے اور چلنے پھرنے کی جگہ رفع حاجت کرنے سے لوگوں کو اذیت پہنچتی ہے، بسا اوقات گندگی پیروں میں لگ جاتی ہے ورنہ ذہنی اذیت تو ہوتی ہی ہے۔ اس لئے یہ عمل ناجائز ہوگا؛ البتہ کھیتوں کا حکم مستثنیٰ ہے، وہ نہ

عوامی جگہ ہے نہ چلنے پھرنے کی جگہ، نیز کھیتوں میں رفع حاجت کو معیوب نہیں سمجھا جاتا، کسی کو اذیت بھی نہیں ہوتی بلکہ کھیت والا اسے کھاد محسوب کرتا ہے۔

۱۰۔ پبلک پلیس (Public Places) میں بلغم، پیک اور تھوکنے کا حکم:

مسجد میں تھوکنے اور بلغم جھاڑنے کی ممانعت کا ذکر گذر چکا۔ تھوک، بلغم، پیک ایسی چیزیں ہیں جن سے طبیعت کو تنفر ہوتا ہے نیز کسی بھی جگہ کے قانون اور ضابطوں کی خلاف ورزی جائز نہیں، لہٰذا اسپتالوں، اسکولوں، مدرسوں اور گھومنے پھرنے کی جگہوں میں جہاں باضابطہ یہ ہدایات لکھی ہوئی ہوتی ہیں کہ یہاں تھوکنا منع ہے، ایسی جگہوں پر حکومت یا متعلق ادارہ کی ہدایات پر عمل بدرجہ وجوب مطلوب ہے؛ البتہ تھوک، بلغم، پان کی پیک، ناک کی رینٹ، ان میں درجہ بدرجہ حکم میں خفت وشدت متعلق ہوگی۔

۱۱۔ نقصان دہ شعاعوں کو خارج کرنے والے الکٹرانک کا ضرورت سے زیادہ استعمال کا حکم:

فریج، واشنگ مشین ، ایئر کنڈیشن، ٹی وی، خاص کر موبائل اور موبائل کے ٹاور سے نکلنے والی برقی اور مقناطیسی شعاعوں (Radiation) نے جانور اور خصوصاً پرندوں اور کیڑے مکوڑوں کی زندگی پر برا اثر ڈالا ہے۔ مشینی زندگی نے جہاں ایک طرف آسانیاں پہنچائی ہیں وہی زحمتوں کو بھی جنم دیا ہے۔ اب دنیا اس اسٹیج پر ہے کہ ان چیزوں سے بالکلیہ صرف نظر نہیں کیا جاسکتا □ ہاں نقصان دہ اثرات کو کم ضرور کیا جاسکتا ہے۔ اس کیلئے حکومتوں کو اور عوام کو سنجیدہ ہونا پڑے گا۔ بندے نے کچھ سالوں پہلے چین کے تعلق سے ایک خبر پڑھی تھی کہ چین نے ایئر کنڈیشن بنانے والی کمپنیوں کو پابند کیا ہے کہ وہ ۲۶/ ڈگری سیلسیس (26 oC سے نیچے اے سی نہ بنائیں۔ عموماً اے سی ۱۶/ سے ۳۲/ ڈگری سیلسیس کے بیچ بنتے ہیں ، ۱۶/ ٹمپریچر میں کافی ٹھنڈک ہوتی ہے جب کہ ۲۶/ ڈگری ٹمپریچر معتدل مانا جاتا ہے ، اس سے بجلی کا استعمال (Consumption) بھی کم ہوگا اور (Global Warming) کو کم کرنے میں بھی مدد ملے گی ، لہٰذا اگر حکومت ایسا قانون بنادے اور عوام بھی سنجیدہ ہو تو ان خطرات کو کافی حد تک کم کیا جاسکتا ہے۔

بہر کیف مذکورہ الکٹرانک اشیاء کا ضرورت سے زیادہ استعمال کراہت سے خالی نہیں، یہ الگ بات ہے کہ ضرورت سے زیادہ استعمال کی حد بندی بہت مشکل ہے یعنی یہ معیار قائم کرنا بڑا مشکل ہے کہ کب اور کتنا استعمال ضرورت کے دائرے میں ہے اور کب ضرورت سے زیادہ ہوجائے گا۔

۱۲۔ الف: درختوں کے کاٹنے کی مخالفت اور شجر کاری کی فضیلت:

ماحول کے تحفظ کے لیے شجر کاری کو فروغ دیا جائے۔ جنگلات اور درختوں کا وجود بھی ناگزیر ہے، لہٰذا بلا ضرورت جنگلات و درخت کاٹنا درست نہ ہوگا، اس سلسلے میں دلائل گذر چکے۔

ب- آبادی بسانے کیلئے کھیتوں کو مہنگے پلاٹ میں تبدیل کرنا:

آبادی بسانے کیلئے پہلے گاؤں کو ترجیح دینا چاہئے؛ کیونکہ آج کل گاؤں خالی ہو رہے ہیں پھر بنجر زمین ، اور پھر کھیتوں کا رخ کرنا چاہئے، بلاضرورت شدیدہ کھیتوں کو زیادہ پیسوں کے حصول کیلئے پلاٹس بنا کر آبادی بسانا کراہت سے خالی نہیں۔ اگر کسی جگہ گاؤں آباد ہوں، شوریدہ زمین نہ ہو تو بڑھتی آبادی کے پیش نظر کھیتوں کو پلاٹس بنا کر آبادی بسانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ جب آبادی بڑھے گی تو اسے کہیں نہ کہیں تو بسانا ہی پڑے گا۔

صوتی آلودگی (شور):

صوتی آلودگی کو عموماً دوسری آلودگیوں کے مقابلے ہلکا تصور کیا جاتا ہے اور بعض لوگ تو اسے آلودگی تصور ہی نہیں کرتے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ سب سے خطرناک آلودگی ہے۔ لوگوں کو جتنی اذیت صوتی آلودگی سے ہوتی ہے کسی دوسری آلودگی سے نہیں ہوتی۔ مزید یہ کہ صوتی آلودگی سے پہنچنے والا نقصان اور اذیت بنسبت دوسری آلودگیوں کے کثیر الجہتی ہے۔ نفخ قیامت بھی صوتی ہوگا، اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے اور لوگوں کے کلیجے پھٹ جائیں گے، پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑیں گے، اس سے آواز کے ذریعہ ہونے والی اذیت اور دہشت ناکی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ جب

تیز ساؤنڈ بجایا جاتا ہے تو لوگوں کی نیند حرام ہو جاتی ہے، مزاج میں چڑ چڑا پن پیدا ہو جاتا ہے، بے چینی، سماعت کی کمزوری، بلڈ پریشر، السر، اختلاج قلب جیسی مہلک بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ دوسری آلودگیوں کا اثر دیر سویر دھیرے دھیرے ہوتا ہے لیکن صوتی آلودگی سے اولاً فوری اذیت ہوتی ہے پھر بعد میں اس کے نتائج الگ جھیلنے پڑتے ہیں۔ لطف یہ ہے کہ دوسری آلودگیوں کے مقابلہ صوتی آلودگی سے تحفظ اور اس پر کنٹرول کرنا بہت آسان ہے پھر بھی اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جارہی ہے۔ نہ حکومت کی طرف سے اور نہ عوام کی طرف سے۔

صوتی آلودگی کے تعلق سے اگر حکومت اور عوام تھوڑا سا بھی سنجیدہ ہو جائیں تو اس کو بہت حد تک کم کیا جا سکتا ہے۔ صوتی آلودگی کا زیادہ تر حصہ حکومت اور عوام کی غفلت کا نتیجہ ہے۔ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ صرف قانون بنانے پر اکتفا نہ کرکے قانون کے نفاذ پر سختی سے عمل کرے۔ دیکھا یہ جارہا ہے کہ اس کی سنگینی کے باوجود لوگ، خواہ وہ کسی بھی مذہب کے ہوں، توجہ نہیں دے رہے ہیں۔ ہندو بھائی رام لیلا، گنگا میلا، گنپتی اور دیگر تہواروں میں جم کر ڈی جے بجاتے ہیں اور رات دن کی پرواہ کئے بغیر کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔ مذہبی مقامات اور مذہبی جلسوں میں رات رات بھر پُر شور ساؤنڈ بجائے جاتے ہیں، گنپتی کے لمبے لمبے جلوسوں میں لاکھوں ساؤنڈ باندھ کر خوب ادھم مچایا جاتا ہے؛ بلکہ زیادہ شور والے لاؤڈ اسپیکر بجانے میں اب مقابلہ آرائی ہو رہی ہے۔

رہے مسلمان تو بھلا وہ کسی سے پیچھے کیوں رہیں۔ جلسوں، قوالیوں، مشاعروں میں ضرورت سے زائد ساؤنڈ بکس استعمال ہوتے ہیں اور رات رات بھر ہنگامہ برپا رہتا ہے۔ محرم اور ربیع الاول کے جلوسوں اور ان میں بجائے جانے والے ڈی جے نے تو گنپتی کو بھی مات دیدی ہے۔ بیٹا ڈور میں ممکن حد تک بڑے بڑے ساؤنڈ بکس لگا کر جم کر ہنگامہ کیا جاتا ہے۔

یہ جو بات کہی گئی ہے کہ مسلمانوں کے محرم اور ۱۲ / ربیع الاول کے جلوسوں نے گنگا میلا اور گنپتی کے جلوسوں کو مات دیدی ہے، یہ بے دلیل نہیں، ہم صرف کانپور کی مثال دیتے ہیں، ۱۲ / ربیع الاول کا جلوس تقریباً ۱۲ / کلومیٹر لمبا ہوتا ہے، کہا جاتا ہے کہ یہ ایشیا کا سب سے بڑا جلوس ہے اور اگر اس پر دوسرا مقدمہ جوڑ دیجئے کہ ایشیا کے باہر کہیں بھی اتنے بڑے جلوس نہیں ہوتے تو نتیجہ یہ نکلا کہ یہ جلوس دنیا کا سب سے بڑا جلوس ہے، اس جلوس میں لاکھوں ساؤنڈ بکس اور بڑے بڑے اسپیکر گاڑیوں میں لگائے جاتے ہیں، شہر کم پڑ جانے کی وجہ سے دوسرے علاقوں سے بھی ساؤنڈ بکس منگوائے جاتے ہیں اور فل آواز میں بجائے جاتے ہیں۔ محرم کا حال اس سے برا ہے، محرم میں دس دن تک رات ودن یہ ہنگامہ برپا رہتا ہے، سوچئے ذرا صوتی آلودگی کہاں تک پہنچے گی۔ رمضان کی راتیں بھی کچھ خیریت سے نہیں گذرتیں، سحری کا وقت جانے دیجئے، رات رات بھر بھائی لوگ (بریلوی حضرات) ریکارڈنگ بجاتے ہیں اور سونے والوں کی نیند حرام کرتے ہیں، عبادت کرنے والوں کی عبادت میں خلل ڈالتے ہیں، یہ بھی نہیں سوچتے کہ سنجیدہ غیر مسلم ہمارے بارے میں کیا خیال کرتے ہوں گے۔ انہیں وجوہات سے بہت سے غیر مسلم اذان پر پابندی کی مانگ کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کا ایک گروہ مذہب کی بدنامی سے بے پرواہ ہو کر اسلام کے نام پر وہ سب کچھ کر رہا ہے جو اسے نہیں کرنا چاہئے، غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے ایک فرقہ میں اس تعلق سے جہالت اور تعلیم کی کمی، ہندوؤں سے زیادہ ہے۔

لطف یہ ہے کہ یہ سب (یعنی طرفین سے ہنگامہ آرائی) افسران کی نگرانی میں ہوتا ہے جس سے لگتا ہے کہ عوام تو غافل ہے ہی، حکومت بھی کچھ کرنا نہیں چاہتی۔ اگر حکومتیں سنجیدہ ہو جائیں اور ہر مذہب کے مذہبی رہنماؤں کو لیکر گفت وشنید ہو کہ وہ اپنے اپنے متبعین (Followers) کو سمجھائیں تو کافی حد تک قابو پایا جا سکتا ہے۔

اس اعتراف کے باوجود کہ بعض علاقوں میں کچھ غیر تعلیم یافتہ مسلم نوجوان شرعی حدود کا خیال نہیں رکھتے اور بے ضرورت زیادہ ساؤنڈ بکس کا استعمال کرکے صوتی آلودگی میں اضافہ کا سبب بنتے ہیں لیکن غیر مسلموں کے یہاں تو آلودگی ان کے مذہب کا حصہ ہے۔ ڈر لگتا ہے کہ کہیں ان کے مذہبی جذبات مجروح نہ ہوں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہولی اور دیوالی میں جس قدر آلودگی میں اضافہ ہوتا ہے وہ کسی پر مخفی نہیں۔ اور یہ آلودگی ہمہ جہت ہوتی ہے، آتش بازی سے بیک وقت دھواں، شور اور حرارت میں اضافہ ہوتا ہے، ہولی میں لکڑی جلانے سے دھواں اور حرارت میں اضافہ ہوتا ہے۔ دیوالی ۲۰۱۶ء کے اگلے دن دینک جاگرن کے شمارے میں یہ خبر شائع ہوئی کہ آج کی رات آلودگی میں چھ گنا اضافہ ہوا۔ تادم تحریر دہلی کے اسکول بند کر دیئے گئے، پھر کھلے، لیکن بچے منہ میں ماسک لگا کر اسکول جارہے ہیں۔ کہا یہ جارہا ہے کہ پنجاب اور ہریانہ میں کسانوں کے پُوال ... انے سے دہلی

میں دھند پھیلی، لیکن عجیب سمجھدار دھواں ہے کہ پنجاب اور ہریانہ چھوڑ کر دہلی میں ڈیرا ڈالے ہے۔ اور اس سال (۲۰۱۶ء میں) شاید دیش بھکتی میں اپنے ملک کے پٹاخے زیادہ ہی جل گئے اور اس سے آلودگی خصوصاً دھویں میں اضافہ ہوگیا۔ اس طرح ہم بہت تیزی سے گیس چیمبر میں پھنستے جا رہے ہیں۔ دیوالی کے ایک ہفتہ گذرنے کے بعد بھی دہلی میں دھند برقرار ہے اور بالآخر دہلی کے وزیر اعلیٰ کو پٹاخوں کے خلاف بولنا پڑا (ہندوستان ٹائمز ۶/ نومبر ۲۰۱۶ء بروز اتوار)، یہ مسموم ہوا جو سانسوں پر بھاری پڑ رہی ہے، گھروں میں داخل ہو چکی ہے۔ اور اب شہروں سے دیہاتوں کی طرف منتقل ہو رہی ہے۔

ماہرین کے مطابق اس ہوا میں موجود کثافت اتنی ہے کہ جتنی آپ نے ۴۰۰/سو سے زیادہ سگریٹ کا دھواں اپنی سانسوں میں لے لیا ہو۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ لوگوں کو کیسے سمجھایا جائے، پہلے جب کچھ غلط ہوتا تھا تو لوگ یہ کہہ کر پلہ جھاڑ لیتے کہ یہ سب لاعلمی میں ہو رہا ہے لیکن کیا آج کی دنیا کو لاعلم کہہ سکتے ہیں۔

صوتی آلودگی سے غفلت اور بے حسی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ لمبے لمبے جام میں، چوراہوں پر ریڈ سگنل پر ٹھہرنے میں ہارن پر ہارن بجائے جاتے ہیں حالانکہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس وقت ہارن بجانا بالکل بے سود ہے؛ لیکن بس عادت سے مجبور ہیں۔ ان پڑھ لوگوں کو جانے دیجئے پڑھے لکھے لوگ اس سلسلے میں غفلت کا شکار ہیں۔

۱۔ پرشور مشینوں کا حکم:

کارخانے کی وہ مشینیں جو بہت پرشور ہوتی ہیں، حکومت کی طرف سے ان کو آبادی سے باہر لگانے کی ہدایت ہوتی ہے۔ لوگوں کو اذیت سے بچانے کیلئے اس ہدایت پر عمل کرنا شرعاً واجب ہوگا، البتہ اگر لوگ اس کے عادی ہوں اور اذیت محسوس نہ کریں جیسے مئو، مالے گاؤں اور بھیونڈی میں ۲۴/ گھنٹے لوم چلنے کی آوازیں، تو آبادی میں اس کی گنجائش ہوگی؛ کیونکہ وہاں کے لوگ اس آواز سے مانوس ہوتے ہیں۔

۲۔ گاڑیوں میں تیز ہارن کا حکم:

عام گاڑیوں میں ضرورت کے بقدر ہارن ہوتا ہے اس لئے تیز ہارن یا سائرن وغیرہ لگوانا اور اس کا استعمال ناجائز ہے۔ ایمبولینس گاڑیاں اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اور ایمرجنسی حالات میں یہ ناگزیر ہے۔

۳۔ ڈی جے (D.J.) کا حکم:

اگرچہ ڈی جے کی حرمت کے اور بھی اسباب ہیں لیکن اذیت اور صوتی آلودگی مستقل سبب ہے، اس لئے تقریبات یا تہواروں میں اتنا تیز ڈی جے بجانا جس سے لوگوں کو اذیت ہو، حرام ہے۔

۴۔ جلسہ، جلوس، مشاعروں میں ضرورت سے زائد اور بے وقت مائک کے استعمال کا حکم:

مذہبی، سیاسی جلسوں، جلوسوں اور مشاعروں میں حکومت کی طرف سے دیئے گئے وقت مقررہ اور ساؤنڈ سسٹم کی حد بندی کی خلاف ورزی شرعاً ناجائز ہے کہ یہ قانون کی خلاف ورزی بھی ہے اور ایذارسانی بھی۔

آلودگی کو کم کرنے سے متعلق حکومت اور عوام کو مشورے:

اس سلسلے میں کچھ کام حکومت کے کرنے کے ہیں اور کچھ کام عوام کے کرنے کے ہیں۔ دونوں کے تعاون سے ماحول کو سازگار بنایا جاسکتا ہے، مثلاً:

۱۔ حکومت اے سی بنانے والی کمپنیوں کو پابند کرے کہ وہ ۲۶/ ڈگری سیلسیس سے کم اے سی نہ بنائیں جیسا کہ چین نے کیا۔ اس سے بجلی کا استعمال بھی کم ہوگا اور گلوبل وارمنگ (Global Warming) کی بھی کمی ہوگی۔ باہر کی کمپنیوں سے جو ایئر کنڈیشن امپورٹ (Import) کئے جائیں ان میں بھی یہی پابندی ہو۔ اسپتالوں کیلئے کم ٹمپریچر والے اے سی درآمد کئے جاسکتے ہیں۔ اگر حکومت یہ کام نہیں

کرتی تو لوگوں کو چاہئے کہ وہ اتنے کم ٹمپریچر پر اے سی نہ چلائیں کہ گرمی میں کمبل اوڑھنا پڑے۔

۲۔ حکومت ڈیژل کی چھوٹی گاڑیوں پر پابندی لگائے اور اس کیلئے ڈیژل گاڑیوں کے بنانے والی کمپنیوں کو پابند کیا جائے؛ تا کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ پلاسٹک تھیلا بنانے والی کمپنیوں کو پابند کیا جائے کہ وہ مخصوص سائز کی ہی تھیلیاں بنائیں جن کی سخت ضرورت ہو، روزمرہ بازاروں میں استعمال ہونے والے تھیلے نہ بنائے۔ عوام کو پابند کرنے سے کوئی فائدہ نہیں، جب پلاسٹک تھیلے ہی نہیں بنیں گے تو ان کا استعمال خود بخود بند ہو جائے گا۔

۳۔ جو پلاسٹک تھیلے استعمال ہوں انہیں ری سائیکل (Recycle) کر کے اینٹیں بنالی جائیں اور چونکہ یہ کام ہر فرد نہیں کر سکتا اس لئے حکومت اس کا انتظام کرے۔

۴۔ گاڑیوں میں جو ہارن کمپنیوں کی طرف سے گاڑی میں لگے ہوتے ہیں وہ کافی (Sufficient) ہوتے ہیں، عام گاڑیوں میں زائد ہارن یا ہوٹر وغیرہ پر پابندی ہوتی ہے لیکن عمل نہیں ہوتا۔ ضرورت ہے کہ اس پر سختی سے عمل کرایا جائے۔

۵۔ ڈیژل سے چلنے والی گاڑیاں استعمال کرنے سے گریز کیا جائے۔

۶۔ ایندھن سے چلنے والی گاڑیوں کا استعمال کم سے کم کریں، جہاں تک ہو سکے میٹرو کا استعمال کریں۔

۷۔ سائیکل سواری کو فروغ دیا جائے۔ لوگوں کو پبلک ٹرانسپورٹ استعمال کرنے کیلئے اکسایا جائے۔

۸۔ شمسی توانائی (Solar System) کو فروغ دیا جائے۔

۹۔ کارخانہ اور فیکٹری والے صنعتی فضلات کو صاف کرنے والے آلات لگوائیں۔

۱۰۔ اسکول، کالج، مدارس میں بچوں کی مستقل ذہن سازی کی جائے، اور انہیں فضائی وصوتی آلودگی کی سنگینی بتائی جائے۔

۱۱۔ اس غفلت سے بیدار کیا جائے کہ کم از کم لوگ لمبے لمبے جام اور بھیڑ بھاڑ والے علاقوں میں بلاضرورت ہارن نہ بجائیں۔

۱۲۔ جلسوں، جلوسوں، تہواروں اور تقریبات میں بقدر ضرورت مائک کے استعمال کی تاکید کی جائے۔

۱۳۔ محراب ومنبر سے لوگوں کو آلودگی کے سنگین نتائج سے آگاہ کرایا جائے۔

۱۴۔ تمام مذاہب کے رہنماؤں اور دانشوروں کو جمع کر کے یہ ذمہ داری سپرد کی جائے کہ وہ اپنے اپنے متبعین کو سمجھائیں۔

۱۵۔ ایک دوسرے سے اس موضوع پر خوب بات چیت کی جائے، اسے مہم بنا کر شہر شہر قریہ قریہ جا کر لوگوں کو بیدار کیا جائے۔

☆☆☆

فضائی اور صوتی آلودگی

مولانا محمد صابر حسین ندوی [1]

دنیائے انسانی کی تخلیق وتزئین عالی وبے مثال ہے، اسکی خلقت کا ہر ذرہ شہ پارہ اور قابل دید ہے، واقعہ یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے خلقت عالم کی ہر شئی متوازن (perfect) بنائی ہے "... وأنبتنا فيها من كل شئ موزون" (الحجر:۱۹)، ہر قسم کے کھوٹ اور نقص سے بری رکھا ہے؛ چنانچہ قرآن آسمان کے بارے میں کہتا ہے: "والسماء بغير عمد ترونها" (رعد:۲، لقمان:۱۰)، انہی چیزوں کو قرآن آیات وعلامات سے موسوم کرتا ہے: "ومن آياته خلق السموات والأرض..." (روم:۲۲)، صرف یہ ہی نہیں بلکہ عصری تحقیقات وجدید انکشافات نے بھی تخلیق خداوندی میں ایسے ایسے راز ہائے سربستہ نمایاں کئے یا کر رہے ہیں جن سے بے ساختہ زبان ودل تسبیح وتہلیل کے کلمات کہہ اٹھتا ہے، اگر بنیادی واساسی ضروریات پر ہی نظر دوڑائیں (زمین، ہوا، پانی وغیرہ) تو بلا تأمل بارگاہ ایزدی میں سر تسلیم خم کئے بغیر نہیں رہا جاتا، غور کیجئے! زمین خدا کی عظیم نعمتوں میں سے ایک ہے، اسی پر چلنا پھرنا کاشتکاری کرنا، غلہ اگانا، معاش ومعاد کی فکر کرنا اور جینا مرنا ودفن ہونا ہے۔ "منها خلقناكم وفيها نعيدكم ومنها نخرجكم تارةً اخرى" (طٰہٰ:۵۵) لیکن بظاہر عام وبسیط یہ زمین پہاڑوں اور چٹانوں کے ریزہ ریزہ ہونے (جس میں لاکھوں سال لگتے ہیں) وجود میں آتی ہے، اور جو کیمیائی اجزاء ان پتھروں میں ہوتے ہیں وہی ان سے بنی مٹی کا مزاج ہوتا ہے، یعنی کہیں بنجر تو کہیں زرخیزی وشادابی تو کوئی سپاٹ اور ناقابل کاشت، اسی طرح یہ بھی ایک سائنسی حقیقت ہے کہ؛ زمین پر ہریالی وزرخیزی میں معمولی ساخت کے ہزاروں جانداروں کا اہم رول ہوتا ہے اور یہ جاندار پودوں کے خاندان کے بھی ہوتے ہیں جیسے؛ بیکٹیریا، کاہی، پھپھوند کی کچھ اقسام، اور جانوروں کے خاندان سے بھی جیسے؛ امیبا (ameoba)، پرامیشیم وغیرہ، یہ ننھے جاندار مٹی میں موجود غذائی اجناس، نیز جانوروں، پیڑ پودوں کے مردہ حصوں کو تحلیل کر کے مٹی کا جز بنا دیتے ہیں، کہا جاتا ہے کہ زمین کے اوپر پائے جانے والے جانداروں سے کہیں زیادہ تعداد میں جاندار مٹی کے اندر ہوتے ہیں، ایک تحقیق کے مطابق پودوں کی جڑوں کے گرد مٹی کے ایک گرام میں اوسطاً ۱۰/ کروڑ بیکٹیریا موجود ہوتے ہیں، ان تمام جانداروں کی بقا اور اس مٹی میں پرورش پا رہے پیڑ، پودوں کی صحت وسلامتی کا براہ راست تعلق اس مٹی سے اور اس کے ماحول سے ہمیشہ رہتا ہے (۱)۔

بڑی خوشی کی بات ہے کہ عصر حاضر کی عظیم مجمع فقہ اسلامی (اسلامک فقہ اکیڈمی، انڈیا) نے ۲۰ ویں صدی میں اٹھنے والے اور رفتہ رفتہ پوری انسانیت اور اسکی بقا کو متاثر کرنے والے ماحولیاتی آلودگی بنام "فضائی اور صوتی آلودگی" کو چھبیسویں سیمینار کیلئے موضوع بحث بنایا ہے، قبل اس کے کہ مسئولہ سوالات کے جوابات تحریر کئے جائیں؛ ماحولیات وآلودگی کے متعلق اسلامی تعلیمات وحل کا ایک خاکہ نقل کر دیا جائے تا کہ موضوع پر قدرے سیر حاصل بحث ہو سکے۔

قرآن کریم میں دنیا کی تخلیق وتحسین میں بہت سی آیتیں مذکور ہیں، لیکن انہی آیتوں میں یہ آیت بھی ہے: "ظهر الفساد فى البر والبحر بما كسبت أيدى الناس" (روم:۴۱)، یعنی یہ کہ دنیا کی تخلیق میں خود اس کے امین ورہبر ہی کی بدولت بدنما داغ اور فساد وبگاڑ پیدا ہوا، حالانکہ بہتر سے جگہوں پر قرآن کریم انسانی جان کو مخاطب کرتے ہوئے عرض گو ہے کہ: "لا تفسدوا فى الأرض بعد إصلاحها" (اعراف:۵۶،۸۵ وغیرہ)؛ زمین میں فساد نہ مچاؤ، نہ صرف یہ بلکہ اس کے نتیجہ میں قوموں کے دردناک عذاب اور ہلاک وبرباد ہونے کا بھی تذکرہ ہے "وما أصابكم من مصيبة فبما كسبت أيديكم ويعفو عن كثير" (شوریٰ:۳۰)، ایسے میں محل نظر ہے کہ فساد یا فسد سے قرآن مجید میں کیا مراد ہے، دراصل "فساد" کا معنی لغت میں کسی چیز کی حالت سلیم کا بدل جانا اور اعتدال سے نکل جانا کہلاتا ہے، کہا جاتا ہے: "فسد اللبن" دودھ خراب ہو گیا، میوہ خراب ہو گیا، ہوا خراب ہو گئی؛ جبکہ اس میں تغیر

[1] جامعہ ضیاء العلوم، کنڈلور، کرناٹک۔

"جائے اور تعفن پیدا ہوجائے اور درست باقی نہ رہے، پھر بعد میں فساد کا لفظ لغوی اعتبار سے ان تمام اشیاء اور امور کیلئے استعمال کیا جانے لگا جو نظام استقامت سے نکل گئے ہوں، جیسے بغاوت، ظلم، فتنہ، اللہ کا فرمان "ظهر الفساد الخ" اسی معنی میں ہے، نیز فساد "صلاح" کی ضد ہے، صلاح کا مطلب ہے: "حالات کا مستقیم ومتوازن رہنا"، لہذا افساد کا مطلب ہے: "توازن کا بگڑ جانا"، بے ترتیبی، Disorder پیدا ہوجانا" (۲) قرآن نے بھی مفسدین فساد پھیلانے والوں کے مقابلہ میں مصلحین کا لفظ استعمال کیا ہے: "وإذا قيل لهم لا تفسدوا في الأرض قالوا إنما نحن مصلحون" (بقرہ:۱۱)، حرث و نسل تباہ کردینے کو فساد کہا گیا: "وإذا تولى سعى في الأرض ليفسد فيها ويهلك الحرث والنسل والله لا يحب الفساد" (بقرہ:۲۰۵)، مسرفین کو بھی مفسد کہا گیا: "ولا تطيعوا أمر المسرفين، الذين يفسدون في الأرض ولا يصلحون" (شعراء:۱۵۱-۱۵۲)۔

"افساد و فساد" کے معنی مفسرین نے بھی مختلف بتلائے ہیں؛ قتادۃ اور سدی کا کہنا ہے کہ: سب سے بڑا فساد خدا کے ساتھ شرک کرنا ہے، "الافساد: الشرك، وهو أعظم الفساد"، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ فساد: قحط سالی، پیداوار میں کمی، اور برکت کا ختم ہوجانا ہے۔

اور فساد بحری: بنی آدم کے گناہوں کی وجہ سے سمندری شکاروں کا ختم ہوجانا ہے۔

"وقيل: الفساد: القحط وقلة النبات و ذهاب البركة.... والفساد في البحر انقطاع صيده بذنوب بني آدم"

اس سے مراد یہ بھی لیا گیا ہے کہ یہ کساد بازاری اور قلت معاش کی تعبیر ہے "قيل: الفساد كساد الاسعار وقلة المعاش"

بعضوں کا قول ہے کہ فساد: گناہ، لوٹ مار، اور ظلم وستم سے کنایہ ہے، یعنی ان اعمال کی وجہ سے کھیتی، آبادی، اور تجارات وغیرہ میں فساد واقع ہوا

"وقيل: الفساد المعاصي و قطع السبيل والظلم، اى صار هذا العمل مانعا من الزرع والعمارات والتجارات"

علامہ قرطبیؒ نے ان بیانات کا تجزیہ کرتے ہوئے نقل کیا ہے کہ مذکورہ تمام معنی متقارب ہیں...... یعنی جب خشکی وتری میں گناہوں کی کثرت ہوئی تو اللہ تعالی نے ان سے بارش روک لی اور غلوں میں کمی کردی، تاکہ ان کے کئے کا مزہ چکھائیں، اور اس طرح وہ توبہ کرلیں۔

"والمعنى كله متقارب.... اى ظهرت المعاصي في البر والبحر وحبس الله عنهم الغيث وأغلى سعرهم ليذيقهم عقاب بعض الذى عملوا (لعلهم يرجعون) لعلهم يتوبون" (۳)۔

اسی طرح مفسرین نے "فساد" کی تشریح کرتے ہوئے ایک طرف معنوی چیزوں مثلاً: خدا کی معصیت اور اس کی خلاف ورزی، کفران نعمت، شریعت کے ساتھ تمرد، حرمت کی پامالی، فواحش کا عموم، فضائل میں بگاڑ، خیر میں تاجیل، شر میں تعجیل، ظالموں کا ضعفاء پر ظلم، اغنیاء کا فقراء پر قساوت وغیرہ مراد لی ہیں، تو وہیں مادی افساد کو بھی شامل کیا گیا ہے مثلاً: آبادی کی تخریب، سرسبزی وشادابی کی مردنی، طاہرات کا آلودہ کرنا اور بلاضرورت قدرت خداوندی میں اسراف وغیرہ۔

صرف یہی نہیں بلکہ قرآن کے بیان کے مطابق ماحولیات خواہ آبی ہو یا زمینی اسکی حفاظت ایمان باللہ کا تقاضہ اور صلاح وتقوی کا معیار بھی ہے، جو جتنا صاحب کمال ہوگا وہ اتنا ہی ماحولیات کا خیال کرے گا؛ جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے:

"ولو أن أهل القرى آمنوا واتقوا لفتحنا عليهم بركات من السماء والأرض" (اعراف:۹۶)

اللہ تبارک وتعالی نے کفار کو ایمان کی رغبت اس طور پر دلائی کہ اگر وہ ایمان لے آئیں تو اللہ انکی کفالت کریگا، معاش پیدا کرے گا، آسمان وزمین کے برکات کھول دے گا اور ان کے لئے ماحولیات درست کردے گا؛ چنانچہ فرمایا: "وأن لو استقاموا على الطريقة لأسقيناهم ماءً غدقًا" (جن:۱۶)

اور فرمایا: "ولو أنهم أقاموا التوراة والانجيل وما أنزل إليهم من ربهم لأكلوا من فوقهم ومن تحت أرجلهم ...." (مائدہ:۶۶)

ساتھ ہی انسان کے کفر اور اس کے فساد ماحولیات وظلم وجور کو اس طرح پیش کیا:

"ضرب الله مثلاً قرية كانت آمنة مطمئنة يأتيها رزقها رغدًا من كل مكان فكفرت بأنعم الله فأذاقها الله لباس الجوع والخوف بما كانوا يصنعون" (نحل:۱۱۲)

یہ فرمان خواہ اہل مکہ سے کیوں نہ ہو لیکن آیت عام ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کو جھٹلایا جبکہ ان کو خوب کشادگی وفراوانی نصیب تھی، ایسے میں اللہ

نے انہیں بھوک و پیاس اور قحط سالی سے دوچار کردیا، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس قانون خداوندی کا نفاذ ہم پر یا ہماری وجہ سے آئندہ نسلوں پر بھی ہو جائے۔

قرآن کریم نے جہاں ہر قسم کے فساد و بگاڑ کی پرزور مخالفت کی وہیں آپ ؐ نے ماحولیات کے درست رکھنے اور اس کے لئے کاوشیں کرنے کی ترغیب دی، گندگی و ناپاکی سے تنفر کا یہ عالم کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طہارت، صفائی، ستھرائی کو نصف ایمان تک قرار دیا "الطھور شطر الایمان۔۔۔" (صحیح مسلم)

بلکہ اسے اللہ تعالی کی محبوب شئ اور اسکی صفت قرار دی: "إن اللہ یحب التوابین و یحب المتطھرین" (بقرۃ: ۶۲)

"ان اللہ طیب یحب الطیب نظیف یحب النظافۃ۔۔۔" (۴)

ماحولیات میں معاون و آلودگی کیلئے تریاق کی حیثیت رکھنے والے درخت و پیڑ، پودوں کے لگانے کی فضیلتیں بیان کیں

"ما من مسلم یغرس غرسا فأکل منہ إنسان أو دابۃ إلا کان لہ صدقۃ" (۵)

حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر قیامت بھی آرہی ہو اور تم میں سے کسی کے پاس ایک پودا ہے تو چاہئے کہ اسے زمین میں لگادے۔

"إن قامت الساعۃ وفی ید أحدکم فسیلۃ فإن استطاع أن لا تقوم حتی یغرسھا فلیغرسھا" (۶)

اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے سربکف مجاہدین کو بھی درختوں کے کاٹنے سے منع فرمایا گیا (۷)۔

ساتھ ہی آلودگی سے انسانی جان کی حفاظت کو اولین ترجیح دیتے ہوئے کوڑے، کرکٹ کو گھر میں نہ رکھنے کی ہدایت دی اور فرمایا یہ شیطانی ٹھکانے ہیں:

"لا تبیتوا القمامۃ فی بیوتکم فأخرجوھا نھارًا فانھا مقعد الشیطان" (۸)

اور اس سے بھی منع کیا گیا کہ کچرا گھر کے پیچھے بھی رکھا جائے یا پھینکا جائے؛ کیونکہ یہ بھی شیطان کے ٹھکانے ہیں۔

"لا تؤتوا التراب خلف الباب فا نہ مأوی الشیطان" (۹)

بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کی مخالفت کرتے ہوئے اپنے صحن کی صفائی ستھرائی کا خاص حکم دیا۔

"فنظفوا أفنئتکم ولا تشبھوا بالیھود" (ترمذی: ۱/ ۱۰۷)

اور اس کار خیر کو اپنے آپ تک محدود نہ رکھتے ہوئے؛ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معروف (ہر قسم کی بھلائی) کو عام کرنے، منکرات (ہر ناپسندیدہ شئ) سے روکنے کو ایمان کا جز قرار دیا (۱۰) بلکہ جو شخص صرف اپنی بھلائی و خیر خواہی کی فکر کرے اور اوروں سے نظریں چرائے ایسوں کو کامل مومن نہیں سمجھا گیا؛ کیونکہ "الدین النصیحۃ" (۱۱) نعمت خداوندی کے ساتھ ناروا سلوک کرنے سے منع فرمایا، روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی میں خواہ بہتا ہوا ہو یا ٹھہرا ہوا پیشاب کرنے یا نجس کرنے سے منع فرمایا: "لا یبولن أحد کم فی الماء الدائم الذی لا یجری ثم یغتسل بہ" (۱۲)

"نھی رسول اللہ صلی اللہ غلیہ وسلم أن یبال فی الماء الجاری" (۱۳)

راستہ، سایہ اور لوگوں کی بیٹھکوں یا دوسرے لفظوں میں آبادی میں قضائے حاجت کرنے سے منع فرمایا:

"اتقوا الملاعنۃ الثلاث: البراز فی الموارد وقارعۃ الطریق والظل" (۱۴)

خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سیرت نگار لکھتے ہیں کہ آپ قضائے حاجت کے لئے بہت دور جاتے اور مناسب جگہ کی تلاش کرتے اور اتنی دور جاتے کہ کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھ پائے "إذا أراد البراز انطلق لا یراہ أحد" (۱۵)۔

تمام دبستان فقہ کی کتابیں طہارت، انجاس، احیاء الارض کی مفصل بحثوں سے لبریز ہیں، "الفقہ معرفۃ النظائر" کے تحت ایسے قواعد و نظائر بھی وافر پائے جاتے ہیں جو اس مسئلہ کا کلی طور پر حل پیش کرتے ہیں، جن میں مقاصد شریعہ "حفظ جان، دین، عقل، نسب، مال" کو اولین ترجیح حاصل ہے؛ جو تمام تعلیمات اسلامی اور فقہ اسلامی کا خلاصہ و عرق دبیز ہے، یعنی یہ کہ انسانی جان، دین و مال کی ہر ممکن حفاظت کی فکر، اور مصالحہ عامہ کو مصالح خاصہ پر ترجیح دینا

"تقدیم المصلحۃ العامۃ علی المصلحۃ الخاصۃ" (۱۶)

نیز اس سلسلہ میں دو اور قاعدہ بہت اہمیت کے حامل ہیں:

۱۔"لاضرر ولا ضرار" (نہ نقصان برداشت کیا جائے اور نہ ہی نقصان پہنچایا جائے)(۱۷)

۲۔"الضرر یزال" (بہر صورت نقصان کا ازالہ کیا جائے)(۱۸)

اسی سے متعلق یہ قواعد بھی ہیں: "الضرر لا یزال بضرر مثلہ" (ضرر ونقصان کی تلافی اسی کے مثل سے نہ کی جائے)(۱۹)۔

"اختیار أخف الضررین" (اگر ضرر کا ازالہ ممکن نہ ہو تو کم سے کم ضرر اختیار کیا جائے)(۲۰)

اور یہ خیال رکھا جائے کہ دفع مضرت جلب منفعت پر مقدم ہے، "درء المفاسد علی جلب المنافع" (۲۱)

اسی طرح ظاہر ہے کہ مسلمان عموماً غیر اسلامی حکومت کے باشندگان ہیں ایسے میں ماحولیات کی حفاظت کے پیش نظر بنائے گئے حکومتی قوانین و ضوابط "لا طاعة لمخلوق فی معصية الله" کا خیال کرتے ہوئے پابندی بھی ضروری ہے، کیونکہ امراء کو اصولاً مصالحتی قوانین کے بنانے اور عوام میں جاری کرنے کا حق دیا گیا ہے: "تدخل ولی الامر منوط بالمصلحة، تصرف الامام علی الرعية منوط بالمصلحة (۲۲)

مزید یہ کہ انفرادی یا حکومتی سطح پر "ما لا یتم الواجب إلا به فهو واجب" (۲۳)

یعنی ہر وہ چیز جس سے کسی وجوب کا اتمام لازم ہو، کے تحت بہت سے فروع پر پابندیاں قائم کی جاسکتی ہیں، جن کا تعلق ماحولیات سے ہو، نیز ماحولیات پر مؤثر کن قدرتی آفات (زلزلہ، سونامی، سیلاب وغیرہ)، اور مہلک امراض وفساد سے بچنے کیلئے فقہی قاعدہ "الدفع الاسهل من الرفع" (۲۴) کے تحت مستقبل کی خطرناکی کی نشاندہی کرتے ہوئے ان سے حفاظت کی ترغیب وتلقین اور لائحہ عمل تیار کیا جاسکتا ہے، چونکہ یہ نسل انسانی کی حفاظت وبقا کی بات ہے ایسے میں ایسے قوانین کا پاس ولحاظ ہر خاص وعام کیلئے ایمان کی حرارت واخلاقی معیار کی بلندی کی علامت ہوگی۔

مذکورہ تعلیمات الٰہی ونبوی اور سرچشمہ فقہ ہی کا وہ دھارا ہے جو عصر حاضر کے "فضائی وصوتی آلودگی" کی تشنگی کی سیرابی کا ذریعہ ہیں، اور جن پر عمل درآمد اتباع قرآن کا ہی دوسرا نام ہے؛ کیونکہ قرآن ہی کا کہنا ہے "یا أیها الذین آمنوا اطیعوا الله واطیعوا الرسول وأولی الأمر منکم" (نساء:۵۹) بلکہ اس کے برخلاف کیلئے جہنم کا اعلان ہے: "من یعص الله ورسوله فان له نار جهنم" (جن:۲۳)، ایسے میں لازمی ہے کہ امانت کے ساتھ دیانت اور نعمت کے ساتھ شکر کا معاملہ کیا جائے اور فساد وافساد سے پرہیز کیا جائے "لإن شکرتم لأزیدنکم ولإن کفرتم إن عذابی لشدید" (ابراہیم:۷)۔

۱۔ انسانی زندگی کے وجود ہی سے اسکی بقا کے طور پر کھانے پکانے کا بھی رواج معلوم ہوتا ہے، جس کے مختلف طریقے صفحۂ ہستی پر وجود میں آئے، کبھی بغیر پکائے تو کبھی سورج پھر آگ اور پھر ایندھن کے طور پر لکڑی، کوئلہ، گوبر، گیس استعمال کی گئی؛ حتی کہ آج بجلی (Electrecity) کا استعمال کیا جارہا ہے، لیکن ان چیزوں کا استعمال خصوصاً شہری علاقوں میں آلودگی کے اسباب ہیں، یوں تو شہری علاقوں میں آلودگی کے متعدد اسباب ہیں: سلفر ڈائی آکسائڈ، نائٹروجن آکسائڈ، کاربن مونو آکسائڈ، اڑنے والے نامیاتی مرکبات اور باریک ذرات حسی؛ لیکن ان میں بھی سب سے اہم سبب عام طور پر فاسل (پرانے) ایندھن کا جلنا ہوتا ہے جو کہ پوری انسانیت کے لئے خطرہ ہے (۲۵)، چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں آگ ولکڑی کا استعمال تھا، لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمت اور غالباً ماحولیات کی حفاظت کے طور پر صحابہ وصحابیات (رضی اللہ عنہم) کو ان کے متعلق بعض تعلیمات سے آگاہ فرمایا تھا، حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چراغ بجھادیا کرو۔

"خمروا الآنية وأجيفوا الأبواب وأطفئوا المصابيح فان الفويسقة ربما جرت الفتيلة فأحرقت البيت" (۲۶)

، حضرت ابوموسیٰؓ نے مدینہ کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ: ایک مرتبہ مدینہ میں رات کو کسی گھر میں آگ لگ گئی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکی خبر دی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ آگ تمہاری دشمن ہے، لہذا جب تم سونے لگو تو اسے بجھادیا کرو۔

"... فقال: إن هذه النار انما هي عدو لكم فإذا نمتم فاطفؤها عنكم" (مسلم:۲/۱۷۱)

ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چراغ (آگ) کا بقدر ضرورت ہی استعمال کرتے تھے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند تھا کہ صبح کے وقت چراغ جلایا جائے۔ "کان رسول اللہ یکرہ السراج عند الصبح" (۲۷)

اس میں یہ بات بھی پوشیدہ تھی کہ ایسے دھواں چھوڑنے والی اور ماحولیات کیلئے مضر اشیاء بقدر ضرورت ہی استعمال کی جائیں، اسی طرح فقہاء کرام نے

بھی نقل کیا ہے کہ جس چیز کا استعمال درست نہ ہو یا مضر ہو لیکن کرنا ناگزیر بن جائے تو اسے بقدر ضرورت ہی کرنے کی اجازت ہوگی "ما أبیح للضرورة یقدر بقدرھا" (۲۸) بلکہ اگر اس کا بدل مل جائے جو اس سے کم مضر ہو تو ضروری ہے کہ کم سے کم ضرر ونقصان کے ساتھ حاجت روائی کی جائے "اختیار أخف الضررین" (سبق) نیز ایسی صورت حال میں اجتماعی مفاد کو اولین ترجیح حاصل ہوگی "یتحمل الضرر الخاص لدفع الضرر العام" (سبق)۔

ایسے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ خواہ پکوان میں مضر ایندھن کا استعمال ضروری ہی کیوں نہ ہو؛ اسکی مضرت اور انسانوں کے لئے خطرہ محسوس کرتے ہوئے اس کا استعمال بقدر ضرورت کے ساتھ ساتھ کم سے کم مضر والی شئ کو ہی اختیار کرنا چاہئے، بالخصوص جبکہ معمولی مضر والے وسائل پر قادر ہوں، لیکن دیگر ایندھن کو سستی وارزانی کی وجہ سے استعمال کرتا ہو، بلکہ مناسب ہے کہ ایسوں پر واجب قرار دیا جائے؛ کیونکہ یہاں پر قدرت کے ساتھ اجتماعی مفاد بھی شامل ہے جسے انفرادی مفاد پر حتی الامکان ترجیح حاصل ہوگی۔

۲۔ عصر حاضر میں نقل وحمل کا کام بہت ہی آسان اور سہل ہو گیا ہے، زمانہ گزشتہ کی سی دشواریاں تقریباً ناپید ہوتی جارہی ہیں، آج عموماً مختلف قسم کی گاڑیوں، سواریوں کا استعمال کیا جارہا ہے، بلکہ ان کا استعمال نقل وحمل کیساتھ ساتھ انسانی ضرورت بھی بن گیا ہے، جن کے بغیر دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور زندگی محال ہو جاتی ہے۔ لیکن ان کا بھی استعمال ایندھن پر منحصر ہے جو ڈیزل، پٹرول اور کئی قسم کی گیس، شمسی توانائی اور اب تو بجلی کی صورت میں بھی ہوتا ہے، مگر انجن سے نکلنے والی زہریلی گیس فضائی آلودگی پیدا کرنے والی تھرمل پاور پلانٹ کے بعد دوسری قابل توجہ سبب ہے، اور گاڑیوں کے استعمال کی وجہ سے مسلسل بڑھتی ہوئی کثافت فضا کی شفافیت کیلئے ایک مستقل خطرہ ہے، ہمارے وطن عزیز کی کیفیت اس معاملہ میں بہت ہی ناگفتہ بہ ہے حتی کہ عالمی پیمانے پر محور گفتگو بنا ہوا ہے، کہا جاتا ہے کہ فضائی آلودگی میں گاڑیوں کی وجہ سے آٹھ گنا زیادہ اضافہ ہوا ہے بالخصوص دلی وممبئی کی حالت تو زار وقطار ہے، حالانکہ حکومتی سطح پر مستقل قانون سازی وکیبینیٹ میٹنگ اور مشاوراتی مجلسیں قائم ہورہی ہیں اور اب فاسل ایندھن کا یا زیادہ دھوئیں والی گاڑیوں کا چالان بھی بنایا جاتا ہے، ایسے میں مذکورہ سوال قابل نظر ہے۔

اس سلسلہ میں یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ماحولیات کی ہر ممکن حفاظت اور اس کا خیال رکھنا مقاصد شرعیہ میں سے ہے؛ کیونکہ ماحولیات کی حفاظت پر انسانی بقا کا انحصار بھی ہے اور فقہ کا یہ قاعدہ مشہور ہے کہ "مالایتم الواجب إلا به فهو واجب" (سبق) نیز ماحولیات ایک امانت ہے جسے ہمیں آئندہ نسلوں تک بہتر وعمدگی کی کیفیت میں پہنچانا ہے، اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے والدین کی تعریف فرمائی بلکہ نصیحت کی ہیکہ اپنے بچوں اور نسلوں کو اچھی کیفیت میں چھوڑنا زیادہ بہتر ہے، بمقابلہ بری حالتوں کے؛ کہ وہ دست سوال دراز کریں "انک أن تذر ورثتک أغنیاء خیر من أن تذرھم عالة یتکففون الناس" (۲۹)، اسی طرح معروف کو عام کرنا بھی صدقہ ہے "کل معروف صدقة" (بخاری: ۵۶۷۵ وغیرہ)۔

اسی طرح فقہاء نے بھی اس بات کی صراحت کی اور اصول بتایا کہ "تدخل ولی الامر منوط بالمصلحة" اور "تصرف الامام علی الرعیة منوط بالمصلحة" (سبق) یعنی امام وقت دوسرے لفظوں میں ولی یا حاکم یا سرکار کو مصلحت کے پیش نظر عوام پر قانون سازی اور ان پر عمل پیرا کرنے کا حق ہے، ساتھ ہی امت مسلمہ کو یہ مطلقاً درس دیا گیا کہ اپنے امام وحاکم کی اتباع کرو اگر چہ وہ کالا حبشی ہی کیوں نہ ہو۔

"اسمعوا وأطیعوا وإن استعمل علیکم حبشی کان رأسه زبیبة" (۳۰)

علماء نے قرآن وحدیث کی روشنی میں تمام امراء کی معروفات میں اطاعت پر اجماع نقل کیا ہے:

"طاعة ولی الأمر فی المعروف واجبة بالکتاب والسنة وإجماع الأمة" (tafsir.net)

بس اتنا خیال رہے: "لا طاعة لبشر فی معصیة الله، انما الطاعة فی المعروف" (احمد: ۱۷۹) اور "الطاعة علی قدر الاستطاعة" (alroeya.ae) کہ اللہ کی اور شریعت اسلامیہ کی خلاف ورزی قطعاً نہ کی جائے گی اور اطاعت حتی المقدور ہی کی جائے گی۔

۱ ان تعلیمات واصول وضوابط کی روشنی میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اگر حکومت ماحولیات کے پیش نظر ڈیزل یا کسی خاص گیس کے استعمال پر ممانعت قرار دیدے تو حتی الوسع شرعاً قانون پر عمل پیرا ہونا لازم ہوگا، اور اگر قانون سازی نہ بھی کرے تب بھی اخلاقی فریضہ ہوگا کہ ان گیس یا کم مضر والی ایندھنوں کا استعمال کیا جائے، جس سے ماحولیات کی شفافیت برقرار اور آئندہ نسل محفوظ رہ سکے۔

۳۔ انسان اول نے دنیا میں قدم تاریکی وظلمت میں رکھا، رفتہ رفتہ عقل وشعور کے نشوونما ہونے، تجربہ وتجزیہ اور علم ودانش کی بدولت شب کی ہولناکی کو

چھانٹنے کی طرف رہنمائی پائی، آگ، مشعل، کیروسین (مٹی تیل)، ڈیزل اور دیگر ایندھن کی خدمت حاصل کی؛ لیکن جیسا کہ کہا جاتا ہے: "سہولتوں سے مصیبتیں جنم لیتی ہیں"، چنانچہ ایندھن کے ایجاد نے بالخصوص ڈیزل، فاسل، گیس وغیرہ نے انسانی وجود کی بقا پر ہی سوالیہ نشان قائم کر دیا، خدا کی عطا کردہ صاف وشفاف فضا گرد آلود ہونے لگی، ہر طرف دھند ہی دھند چھانے لگا، جاندار ناپید ہونے لگے، اور مختلف بیماریوں نے انسانوں کو آ جکڑا، تیزابی بارش سے فصلیں تباہ ہونے لگیں، قحط وخشک سالی عام ہونے لگی مگر چونکہ "ضرورت ایجاد کی ماں ہے" انسانی ہنرمندی وضرورت نے الیکٹرک روشنی کی طرف رہنمائی پائی، جسمیں دیگر ذرائع کے مقابل کم ضرر اور نفع کثیر ہے، اس کے باوجود آج بھی جنریٹر اور فاسل ایندھن کے استعمال کو ہی ترجیح دیا جارہا ہے، حالانکہ بہت سی جگہوں پر حکومت کی طرف سے بہت ایندھن والی مشینوں پر پابندی بھی عائد کر دی گئی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ معاملہ صرف قانون وحکومت کا ہی نہیں بلکہ ایمان واسلام کا ہے، چنانچہ شرعی نقطہ نظر کے اعتبار سے ماحولیات کا جو جتنا خیال رکھے گا وہ اتنا ہی کامل مومن کہلائے گا، بلکہ قرآن کریم کی رو سے "یحل لھم الطیبات ویحرم علیھم الخبائث" (اعراف: ۱۵۷) یعنی ہر پاک وعمدہ چیز تمہارے لئے حلال اور ہر خبیث، رذیل چیزیں تمہارے لئے حرام کی گئی ہیں، اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جنریٹر، ڈیزل وغیرہ سے نکلنے والا دھواں خبائث میں سے ہے، ایسے میں روشنی کیلئے کم سے کم دھوئیں والے ایندھن کے استعمال میں اور بھی سختی کی جاسکتی ہے۔ نیز فقہاء اصولیین نے بھی درء مفسد کو جلب منفعت پر ترجیح دی ہے۔ "درء المفاسد مقدم علی جلب المنافع" (سبق) یعنی یہ ضرور ہے کہ ڈیزل، مٹی تیل سستے ہیں اور جیب پر کم بوجھ کے ساتھ روشنی کر سکتے ہیں مگر اس کا نقصان کہیں زیادہ ہے اور جب کہیں ضرر ونقصان بہت زیادہ ہو تو حتی المقدور ضرر دور کرنے اور کم سے کم تر کا استعمال کرنا لازم ہوتا ہے۔ "الضرر یدفع بقدر الامکان" (سبق) الضرر الاشد یزال بالضرر الاخف" (سبق)۔

ایسے میں شرعاً واخلاقاً یہ کہا جاسکتا ہے کہ کم دھواں پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال حتی المقدور و (الطاعة بالاستطاعة) واجب ہوگا، تاکہ ماحولیات کو نقصان سے بچایا جاسکے یا کم سے کم نقصان ہوسکے۔

۴۔ یوروپ کی ترقی نے جہاں ایک طرف بہت سی آسائشیں اور سہولتیں فراہم کی ہیں، وہیں اس نے قدرتی وسائل کے ساتھ کھلواڑ، فضائی آلودگی اور ماحولیات کو تہس نہس کر دیا ہے، بیسویں صدی میں ماحولیات کی آلودگی کا مسئلہ بڑے زور وشور سے اٹھا لیکن لبرل کہلائے جانے والے لوگوں کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی، نتیجتاً آج اوزون زخم آلود، چرند، پرند دار فانی سے رخصت ہوتے جارہے ہیں اور انسانیت ٹک ٹکی لگائے دیکھ رہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کا حل صرف مسلمانوں ہی کے پاس ہے جو دھڑکتے دل کے ساتھ ساتھ ضابطہ الٰہی کے پابند ہیں؛ چنانچہ تاریخ بھی گواہ ہے کہ جب تک افق عالم پر اسلامی تارہ چمکتا رہا نسل انسانی اس خطرہ سے کبھی دو چار نہ ہوئی، کیونکہ تمام تر ترقیات کے باوجود اسلامی تعلیمات مسلمانوں پر سایہ فگن تھی، جسے وہ حکومتی سطح پر نافذ بھی کیا کرتے تھے، آج خواہ زمام اقتدار مسلمانوں کے پاس نہیں تب بھی اپنی آبادی کی کثرت کے اعتبار سے وہ ماحولیات کی درستگی اور فضا کی شفافیت میں اہم رول ادا کر سکتے ہیں بالخصوص جبکہ حکومتی امداد ونصرت بھی فراہم ہو۔

چونکہ دور حاضر میں مختلف فضا سوز اور جاں سوز ایندھنوں کے درمیان شمسی توانائی کا بھی استعمال بڑھ رہا ہے جس میں ضرر بہت ہی کم ہے، مزید یہ کہ حکومتی امداد کے ساتھ ایک بار خطیر رقم خرچ کرنے کے بعد برقی بل سے چھٹکارا مل جاتا ہے، ایسے میں گزشتہ تشریحات وتوضیحات کے مطابق شرعی نقطہ بھی یہی کہتا ہے کہ صاحب استطاعت افراد واشخاص، مدارس ومساجد اور اداروں کے لئے بالیقین مستحسن ومستحب ہوگا کہ وہ شمسی توانائی کا استعمال کریں، ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جس گھر ومسجد اور ادارے کے چراغاں میں آسائش وآرام سے زندگی بسر کر رہے ہیں، خدا کی عبادت کر رہے ہیں، وہ ہم تک ہی محدود رہ جائے اور آئندہ نسل وجود ہی میں نہ آئے اور اگر آ بھی جائے تو ماحولیات کی آلودگی میں گھٹ گھٹ کر سانسیں لے، چنانچہ ہر ممکن کوشش کی جائے کہ مقاصد شریعت یعنی حفظ جان، دین ونسل وغیرہ کا پاس ولحاظ رکھیں۔

۵۔ حیات انسانی کی تعمیر وترقی میں صنعتی مراکز وکارخانوں کا ایک خاص مقام ہے، اس نے بہتیرے مواقع روزگاری، آسائش اور سہولیات فراہم کی ہیں، ایسے میں اب یہ نوع انسانی کے لئے جزء لاینفک بن چکا ہے؛ لیکن اس سکہ کا دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ یہ مراکز وکارخانے انسانی جان کے لئے آفت بھی ثابت ہورہے ہیں، دراصل ان کارخانوں میں جو ایندھن استعمال کیا جاتا ہے وہ بہت دھواں پیدا کرنے والا ہوتا ہے جنہیں فیکٹری پالیوشن اور انڈسٹریل پالیوشن کہا جاتا ہے، اس کے فضلات ماحولیات پر گہرا اثر ڈالتے ہیں؛ بالخصوص Ice factory, leather factory اور

Cottage industries نے تو قابل غور صورت حال پیدا کردی ہے، حالانکہ ماہرین وقانون سازوں کے چند قوانین کی پابندی وتدابیر سے اس نقصان کو بہت حد تک کم کیا جاسکتا ہے مثلاً:

۱۔ کارخانوں اور صنعتی اداروں کا قیام آبادی سے دور کیا جائے۔

۲۔ فضلات اگر قابل استعمال وتحلیل ہوں تو صحیح طور پر استعمال وتحلیل کردیا جائے یا پھر کہیں دور پھینک دیا جائے۔

۳۔ چمنیوں کی بلندی ایک خاص سطح تک بلند رکھی جائے (ماہرین سے معلوم کرنے کے بعد)۔

۴۔ مشینیں مناسب اور عمدہ معیار کی استعمال کی جائیں اور وقت وقت پر Repair اور Maintenance کی فکر کی جائے۔

۵۔ ہر ملک کے (Green house law سبز گھر؛ جس کے تحت ماحولیات کے آلودہ نہ کرنے پر بحث ہوتی ہے) کے ضوابط کی پابندی کی جائے۔

۶۔ اور حتی المقدور اس ایندھن کا استعمال کیا جائے جو کم سے کم آلودگی کا باعث بنتا ہو (۳۱)۔

اس کے باوجود قدرتی وحکومتی قوانین کی خلاف ورزی نے کیفیت کشیدہ کردی، حالانکہ شرعی نقطۂ نظر سے حکومتی قوانین کی پاسداری جب تک کہ اسلامی تعلیمات کے مغائر نہ ہوں ضروری ہے؛ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں تک فرمایا کہ اپنے حکمران کی اطاعت کرو اگر چہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔

''اسمعوا واطیعوا وان استعمل علیکم حبشی کان رأسه زبیبة'' (سبق)

اسی طرح وطن عزیز ہندوستان کی باشندگی مسلمانوں نے اپنی رضا وخوشنودی سے اختیار کی اور ہمارا یہاں کے قوانین کی حفاظت واطاعت کا عہد بھی ہے ایسے میں قانون کی خلاف ورزی نقض عہد اور دھوکا ہے جس کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں ''من غشنا فلیس منا'' (مسلم: ۶۷/ ۱۰۲) نیز قوانین فطرت کی خلاف ورزی اور اس میں بگاڑ وفساد کا سبب بننا خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی ہے؛ جس پر قوموں کو عذاب بھی دیا گیا (نحل: ۱۱۲) ایسے میں ان قوانین کی خلاف ورزی بالخصوص جبکہ وہ انسانی بھلائی کے پیش نظر بنائے گئے ہوں نامناسب بلکہ قابل مؤاخذہ عمل ہے۔

۶۔ حقیقت یہ ہے کہ ماحولیاتی آلودگی میں دھواں، گیس وایندھن کے علاوہ ایک بڑا حصہ ان چیزوں کا بھی ہے جن سے شکم سیری، ولذت ولطف اٹھاتے ہیں، بالخصوص مأکولات لحمی؛ اس میں کوئی شک نہیں کہ گوشت انسانی اعضاء واعصاب، قوت وزور میں بڑی اہمیت کا حامل ہے، شاید یہی وجہ ہیکہ دنیا کی تہائی آبادی یا اس سے زیادہ گوشت خور ہے، ایسے میں گوشت کی فراوانی کرنے اور ضرورتوں کی تکمیل کے لئے ہر دن بڑے پیمانے پر جانور ذبح کئے جاتے ہیں؛ اسکی مقدار اس وقت اور دوگنی بلکہ چوگنی ہوجاتی ہے جبکہ عید الاضحیٰ کا موقع ہو؛ چونکہ ہر مسلمان جو صاحب استطاعت ہو اپنے رب کی رضامندی وخوشنودی اور ایمانی تقاضہ کے تحت چند مخصوص ایام میں مخصوص جانوروں کی قربانی پیش کرتا ہے، ایسی صورت میں فضلات کی کثرت اور انکا مصرف قابل غور امر بن جاتا ہے۔

فضلات عموماً نادانی وکم عقلی اور ماحولیات کی نزاکت سے ناواقفیت کی بنا پر کھلے میدان، کھیت کھلیان بلکہ گلیوں اور نالیوں میں پھینک دئے جاتے ہیں، جو کہ تعفن کے ساتھ ساتھ مختلف بیماریوں کا سبب بنتا ہے جبکہ اسلامی تعلیمات کی رو سے مسلمانوں کو اذیت دینا یا ماحولیات کی آلودگی کا سبب بننا گناہ ہے؛ قرآن کریم ایسے ہی لوگوں کے بارے میں کہتا ہے:

''والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانا وإثما مبینا'' (احزاب: ۵۸)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے فعل کو اسلامی اخلاق کے مغائر شمار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده'' (۳۲)

یعنی مسلمان اذیت رساں نہیں ہوسکتا؛ چنانچہ مسلمان کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ لوگوں کے لئے نفع بخش ہو، ایک صحابی کو حضورؐ نے تعلیم دی کہ:

''اعزل الأذی عن طریق المسلمین'' (۳۳) یعنی مسلمانوں کے راستہ سے تکلیف دہ چیزوں کو دور کرو۔

معاذ بن جبلؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اتقوا الملاعن الثلاثة: البراز في الموارد وقارعة الطريق والظل'' (سبق) لت

ہ اپنے آپ کو لعنت وملامت سے بچاؤ، اس طور پر کہ ہر آنے جانے راستوں اور سایوں میں بول وبراز سے پرہیز کرو، اور ایسے فعل کو صدقہ بھی قرار دیا گیا جو کہ ایمان کے ایک اہم شعبوں میں سے ہے، ایسے میں اگر کوئی لوگوں کے لئے مضرت کا باعث بنے تو یہ فسق وعصیان کے شعبوں میں شمار ہوگا؛ جو اسکی دنیا وآخرت میں تکلیف دہ ثابت ہوسکتا ہے۔ اب اگر راستوں یا آبادیوں میں فضلات وذبائح کے ذریعہ لوگوں کی تکلیف کا باعث بنیں گے تو ظاہر ہے کہ لعن وطعن اور ملامت کی سوغاتیں ملینگی؛ لہذا اس تعلق سے ہر فرد کو سوچنے اور مناسب لائحہ عمل تیار کرنے کی ضرورت ہے مثلاً:

۱۔ فضلات اور دم مسفوح وغیرہ گھر میں نہ رکھیں؛ کیونکہ یہ اپنے آپ کو تکلیف دینے کے مترادف ہے، جو کہ منع ہے۔

"لا تلقوا بأيديكم إلى التهلكه" (بقرہ: ۱۹۵)۔

۲۔ فضلات کو آبادی سے باہر کہیں دور زمین میں دفن کردیں یا جلا کر راکھ کردیں (ترجیح اول الذکر کو ہوگی)۔

۳۔ وہ فضلات جو قابل استعمال ہیں جیسے: بال، کھال، سینگ وغیرہ انہیں مناسب طور پر صفائی وستھرائی کے ساتھ رکھیں۔

اسی طرح ''الكيس من دان نفسه وعمل لما بعد الموت'' (۳۴) اور ''الدفع اسهل من الرفع'' (سبق) کے تحت حکومت امکانی نقصان وخرابی کی فکر کرتے ہوئے چند امور کی جانب توجہ دے تو فضلات کے ضرر سے بہت حد تک ماحولیات کو بچایا جاسکتا ہے، یہ تدابیر سعودی عربیہ کے شعبہ ''الادارة العامة لصحة البيئة وادارة المسالخ'' کی طرف سے شائع ہوئے ہیں، جن میں فضلات کے جلانے، دفن کرنے اور شہر سے دور ہونے کے ساتھ ساتھ فضلات کے لئے مستقل کمرے تیار کرنے پر زور دیا گیا؛ تاکہ ہر فضلہ اپنے اسی خاص جگہ پر جمع کیا جائے اور وہیں انہیں قابل مصرف اور غیر مصرف کی تمیز کے ساتھ معاملہ کیا جائے، عموماً یہ کمرے چار قسم کے ہوسکتے ہیں:

۱۔ غرفة الجلود (چرمی کمرہ)۔

۲۔ غرفة الاحشاء الصالحة للاستهلاك الآدمي۔

۳۔ غرفة المعدة والامعاء (معدہ وآنتوں کے کمرے)

۴۔ غرفة الاعدامات (معدومات کے کمرے) (۳۵)۔

لیکن اس صورت پر کلی عمل تب ہی ممکن ہے؛ جبکہ ذبح وقربانی کے لئے حکومت شہر سے باہر علیحدہ مراکز ومذابح تیار کروائے اور تا آخر نگرانی ودیکھ ریکھ کی جائے؛ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑی تعداد کی قربانی پر حضرت علیؓ کو ذمہ دار بنایا، اور ہر ایک عضو کو اس کے مصرف میں استعمال کرنے کی تاکید کی گئی تھی؛ جیسا کہ امام مسلم روایت کرتے ہیں کہ امام علی نے کہا:

''أمرني رسول الله صلى الله عليه وسلم أن أقوم على بدنه وأن أتصدق بلحمها وجلودها واجلتها وأن لا أعطي الجزار منها، قال: نحن نعطيه من عندنا'' (۳۶)

اور اگر حکومت توجہ نہ بھی دے تب بھی مسلمانوں کو چاہئے کہ ایمانی تقاضہ ومصلحت عامہ کی خاطر جمعیت ومراکز کے تحت ایسے انتظامات کی فکر کریں اور دنیا کو لاحق عظیم خطرے سے ابرنے میں معاون ثابت ہوں۔ "تعاونوا على البر والتقوى" (مائدہ: ۲)۔

۷۔ اللہ تبارک وتعالی نے زمین میں وہ صلاحیت رمز فرمائی جس سے وہ ہر عمدہ وخراب شئ کو خواہی نہ خواہی اپنے آپ میں تحلیل کرلے، لیکن زمانے کی تند ہی ترقی کے دوران انسانی جمگھٹ میں سے ''بائی کالینڈ'' نامی شخص نے نیویارک کے شہر میں ۱۹۰۷ء کے زمانے میں وہ چیز ایجاد کردی جسے زمین نے بھی قبول کرنے سے انکار کردیا، جسے آج پلاسٹک سے موسوم کیا جاتا ہے، اس نے ۱۹۴۷ء میں مزید ترقی کی اور ''مالٹا'' میں Bottle کی شکل میں ہاتھوں ہاتھ پہنچا (mcreeklife.com) ساتھ ہی ساتھ ماحولیات کو گرد آلود کرنے اور انسانی زندگی کو خطرات میں مبتلا کرنے کا بڑا ذریعہ بھی فراہم ہوگیا، اسکی وجہ یہ ہے کہ:

پلاسٹک چھوٹے بڑے کیمیائی ترکیبات سے وجود میں آتا ہے، پلاسٹک ویکیپیڈیا کے مطابق یہ ایسے چھروں اور اچٹتی گولیوں سے تیار کیا جاتا ہے جس میں Extruder یعنی اپنے آپ کو باہر پھینکنے کی صلاحیت ہوتی ہے، چونکہ اسے بنانے میں کوئلہ، قدرتی گیس، نمک اور کچا تیل وغیرہ بڑے پیمانے پر شامل کیا جاتا ہے لہذا اخراج کی صورت میں بہت ہی نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں (wikipedia of plastic) کیونکہ پلاسٹک پھینک دئے جانے کی صورت میں آہستہ آہستہ اس کے تمام اجزاء الگ ہونے لگتے ہیں، جنہیں زمین تحلیل کرنے میں ہزاروں سال لیتی ہے، اور اسکی زوال پذیری کے دوران بہت ہی باریک وخوردبین زہریلی گیس اس گندے زمین سے نکلتی ہے جو کھانا، پینا، سانس وغیرہ کے ذریعہ کینسر تک کا ذریعہ بن سکتی ہے (۳۷) حالانکہ اور دوسری چیزیں زمین میں جلد ہی تحلیل ہوجاتے ہیں مثلاً:

۱۔ کیلے وسنترہ وغیرہ کے چھلکے ۲ سے ۵ ہفتوں میں تحلیل ہوجاتے ہیں۔

۲۔ نیوز پیپر واخبار ورسائل وغیرہ ۳ سے ۱۲ مہینے میں تحلیل ہوجاتے ہیں۔

۳۔ سگریٹ......Cigarette۱ سے ۵ سال میں تحلیل ہوکر مٹی بنتے ہے۔

۴۔ چبانے والی چیزیں اور Gum۵ سال میں تحلیل ہوتے ہیں۔

۵۔ نائیلون (Nylon) ۳۰ سے ۴۰ سال میں تحلیل ہوتے ہیں۔

۶۔ المونیم (aluminium) ۱۰ سے ۵۰۰ سال میں تحلیل ہوتے ہے۔

۷۔ پلاسٹک (Plastic) ۱۰۰ سے ۱۰۰۰ سال میں تحلیل ہوتے ہیں۔ (۳۸)

اس کی سنگینی اور نہ تحلیل ہونے کے باوجود ایک رپورٹ کے مطابق ہر سال ۳۰۰ ملین ٹن پلاسٹک بنائی جاتی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر دو سال میں ضائع پلاسٹک کا وزن انسانی آبادی کے برابر ہوجائے گی (۳۹)

ایسے میں ظاہر ہے کہ انسانی زندگی بھی محال ہوجائے گی، یہی وجہ ہے کہ دنیا کی بہیتر ے رفاہی تنظیموں اور اصلاحی بیروؤں نے پلاسٹک کے خلاف مورچہ کھولا، اور حکومتی سطح پر بھی متعدد ممالک نے پیش قدمی کرتے ہوئے اس پر پابندی عائد کی ہے جن میں چند ممالک یہ ہیں:

۱۔ جرمنی ۲۔ ساؤتھ افریقہ ۳۔ اٹلی۔ ۴۔ آسٹریلیا ۵۔ ہندوستان (مختلف شہروں میں) ۶۔ صومالیا۔ ۷۔ بوٹسوانا ۸۔ یوگانڈا ۹۔ جاپان۔ ۱۰۔ زنجیبار (zanjibar) ۱۱۔ ترکی ۱۲۔ بلجیم۔ ۱۳۔ ساؤتھ کوریا ۱۴۔ سویڈن ۱۵۔ اریٹریا (Eritrea)۔ ۱۶۔ سنگاپور ۱۷۔ چائنا۔ ۱۸۔ بھوٹان۔ ۱۹۔ کینیا ۲۰۔ Papua NewGuinea ۲۱۔ اتھوپیا۔ ۲۲۔ مالٹا ۲۳۔ ساموآ (Samoa)۔ (blogspot.com)

عموماً پلاسٹک بیگ کو پھینک دیا جاتا ہے، جس کے بعد یہ کچرے کے ڈھیر کا حصہ بن جاتے ہیں، ملک میں کہیں بھی کچرے کے ڈھیر میں جا بجا پلاسٹک کے بیگز نظر آتے ہیں، گویا جب ہم ان کو استعمال کے ضائع کردیتے ہیں؛ تب بھی یہ ہمارے ماحول میں ہی رہتے ہیں، یہ نہ صرف ماحولیاتی آلودگی کا سبب بنتے ہیں بلکہ ان کی وجہ سے سمندری آلودگی میں تیزی سے اضافہ ہورہا ہے، جس کے باعث سمندری حیات بھی خطرہ میں ہیں، اس کے علاوہ یہ بھی مشاہدہ میں آتا ہے کہ: پلاسٹک بیگز کو آگ لگادی جاتی ہے جو کچرے میں ڈالنے سے زیادہ خطرناک ہے؛ کیونکہ جب انکو جلایا جاتا ہے تو کیمیائی عمل اور حرارت کے نتیجہ میں ایک کیمیائی مادہ جنم لیتا ہے جس کو "ڈائی آکسن" کہتے ہیں؛ یہ نہ صرف جسم کے لئے شدید نقصان دہ ہے بلکہ اس سے سرطان (کینسر) بھی ہوسکتا ہے (zameen.com,DW.com)۔

واقعہ یہ ہے کہ اسلام ایک فطری مذہب ہے، اس لئے یہ فطرت کو مسخ کرنے والی تمام خبائث کی نکیر کرتی ہے اور اسے انسانی استعمال کے لئے حرام قرار دیتی ہے (اعراف: ۱۵۷) تو وہیں مقاصد شریعت میں سے ہے کہ انسانی بقا ونسل کی حفاظت کی جائے اور اس کے لئے ضروری لوازمات (ماحولیات) کو بھی اسی کے مثل درجہ دیا جائے، اس طور پر کہ اس کی صفافیت وشفافیت لازمی قرار پائے؛ کیونکہ: "مایتم الواجب الا بہ فھو واجب" (سبق) بلکہ اسلام کا آئینہ دار تو یہ ہے کہ: "لا ضرر ولا ضرار" "نہ نقصان برداشت کیا جائے اور نہ ہی نقصان پہنچایا جائے" (سبق) اور خدانخواستہ ضرر ہو بھی تو ضروری ہے کہ اسے ختم کیا جائے "الضرر یزال" (سبق)، اگر اس کا ازالہ عین ممکن نہ ہو تو "اختیار أخف الضررین" (سبق) کم سے کم نقصان دہ پر عمل کیا ئے۔

ان تعلیمات کے پیش نظر پلاسٹک کو محض سستا ہونے یا یا خوشنمائی کی غرض سے استعمال کرنا اور ماحولیات کی فکر بالائے طاق رکھ دینا درست نہیں؛ چنانچہ ہر ممکن اس سے بچنا ایمان کا تقاضہ ہے، نیز حکومت پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ پلاسٹک پر پابندی کے ساتھ ساتھ اس کی مینوفیکچرنگ پر نظر رکھے، ساتھ ہی اشد ضروری یہ ہے کہ اسکا بدل یا اخف الضرر متعارف کراتے ہوئے اسے عام کیا جائے اور بقائے انسانی میں حصہ دار ہوں۔

۸۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور ماقبل بعثت بھی نشہ آور اشیاء مثلاً: شراب وغیرہ کا استعمال کثرت سے تھا، لیکن اسلام نے اپنے زمانہ حکومت میں تقریباً اسے ناپید کردیا، مگر بیسویں صدی کی ترقیاتی صدی نے نشہ آور اشیاء میں بھی بھرپور ترقی کی، بیڑی، چیلم، زردہ، کھینی، ہیروئن، افیون، بھنگ، گانجہ، ڈاکسن، مارفین، میری جوان، حشیش اور نشہ آور انجکشن وغیرہ کا استعمال چہار جانب عام ہوگئیں، انہیں میں ایک سگریٹ بھی ہے، جس نے ہر لب کو چھوا اور اسکی شان بن گئی لیکن شاید ہی یہ کسی کو خبر رہی ہو کہ اس شان میں اسکی موت بھی مضمر ہے، اس کا اندازہ BBCurdu.com کی اس رپورٹ سے لگایا جاسکتا ہے کہ:

۱۔ سگریٹ کے استعمال سے نظام ہضم بے اعتدالی کا شکار ہوجاتا ہے اور گیسٹک جیسی بیماری وجود میں آتی ہے۔

۲۔ ان کا استعمال دل کے نظام عمل پر اثر انداز ہوکر بے ترتیبی پیدا کردیتا ہے، جس کی وجہ سے بلڈ پریشر اور دل کے مختلف امراض جنم لیتے ہیں، اور نتیجتاً ہارٹ اٹیک کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے، سائنسدانوں کے مطابق سگریٹ پینے سے خون میں لوتھڑا بننے کا امکان بڑھ جاتا ہے جس سے ہارٹ اٹیک یا فالج ہونے کا خطرہ پیدا ہوسکتا ہے۔

۳۔ حمل کے دوران سگریٹ نوشی سے بچہ پر نہایت ہی برا اثر پیدا ہوتا ہے، بچہ دماغی اور جسمانی اعتبار سے غیر مستحکم ہوجاتا ہے، یہاں تک کہ جنین کے نمو میں کمی آجاتی ہے اور ولادت کے دوران اس کے مرنے کے زیادہ مواقع ہوتے ہیں، ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ترقی پذیر ممالک میں کہیں زیادہ عورتیں اور بچے اپنے گھروں میں اسموکنگ کے کے منفی اثرات کا شکار ہوتے ہیں اور بہت ساری عورتوں نے اس کا تجربہ کیا ہے، جس سے ان کے اور انکے ہونے والے بچوں کا کینسر، دل کی بیماری اور دیگر بیماریوں میں مبتلا ہونے کا احتمال بڑھ جاتا ہے۔

۴۔ ۱۹۴۷ء میں ''جنیوا'' میں ہوئے W.H.O (world health organization ایک عالمی صحتی ادارہ) کی ایک کانفرنس میں ماہرین اور معتدبہ اطباء ونباض نے مانا کہ زیادہ تر پھیپھڑے، گلے، زبان، پٹھوں اور مثانہ وغیرہ کے کینسر، اسی طرح پٹھوں اور مثانہ میں ورم وسوزش (T.B) اور دمہ کا سبب اسموکنگ ہی ہے۔

۵۔ فروری ۲۰۰۸ء میں دنیا بھر میں عالمی سرطان دن منایا گیا، اس موقع سے اقوام متحدہ کے ادارہ صحت نے جو رپورٹ پیش کی اس کے مطابق سگریٹ نوشی کو کینسر کا بنیادی سبب قرار دیا گیا، تنظیم کے مطابق اگر سگریٹ نوشی کا موجودہ طریقہ جاری رہا تو اس صدی کے پہلے ۲۵ سال میں اس سے ۱۵ کروڑ افراد کی موت کا خدشہ ہے۔

۶۔ تمباکو کے اندر موجود زہریلے مواد میں سب سے مشہور اور ضرر رساں نیکوٹن (Nicotine) ہوتا ہے، بعض اطباء کا کہنا ہے کہ ایک سگریٹ میں اس کا اتنا مادہ پایا جاتا ہے کہ اگر انجکشن کے ذریعہ کسی آدمی کے نس میں داخل کردیا جائے تو اسکی موت کے لئے کافی ہے۔

۷۔ W.H.O نے اپنی حالیہ رپورٹ میں انتباہ کیا ہے کہ اگر تمباکو کے بڑھتے استعمال پر روک نہ لگی تو اکیسویں صدی میں اس کی وجہ سے ایک ارب جانیں جاسکتی ہیں، واضح رہے کہ اس سے بیسویں صدی میں دس کروڑ لوگ موت کے منہ میں جاچکے ہیں۔

۸۔ سگریٹ نہ پینے والے بلکہ اسکا دھواں سونگھنے والے اور ساتھ رہنے والوں کے لئے بھی نقصان دہ ہے، کہتے ہیں کہ سگریٹ کے دھویں کے اندر ایک مادہ polycyclic aromatic hydrocorbons نامی ہوتا ہے، جو بعض کیمیائی تعملات کے ذریعہ ٹیومر بننے کا ذریعہ بنتا ہے جس سے کینسر ہوتا ہے، Toronto میں ایک عالمی کانفرنس میں یہ تحقیق پیش کی گئی کہ دوسروں کی اسموکنگ سے ''آسٹیوپوروسس'' جیسی بیماری ہوسکتی ہے، اس بیماری سے ہڈیاں کمزور ہوجاتی ہیں اور ان کے جلدی ٹوٹنے کا خطرہ پیدا ہوتا ہے، اسی لئے برٹش میڈیکل جرنل کی رپورٹ کے مطابق تمباکو نوشی کرنے والوں کے ساتھ رہنے والوں میں موت کا خطرہ ۱۵ فیصد بڑھ جاتا ہے، اور برٹش جرنل آف اوپتھلمالوجی کے مطابق: سگریٹ کا دھواں آدمی کو نابینا بنا سکتا ہے، اور مسلسل دردسر میں مبتلا کرسکتا ہے (۴۰)۔

حقیقتاً شریعت اسلامیہ کے اولین مقاصد میں سے ہے کہ انسانی جان و مال کی حفاظت کی جائے، اور اسے ہر مہلک شئی سے بچایا جائے، قرآن کریم نے صریح طور پر فرمایا: "لا تلقوا بأيديكم الى التهلكة" (بقرہ: ۱۹۵) "لا تقتلوا أنفسكم" (نساء: ۲۹، ۳۰)۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انسانی جان و مال کی حفاظت ہی کے پیش نظر ہر نشہ آور شئی کو خواہ وہ کم ہو یا زیادہ حرام قرار دیا ہے:

''کل مسکر خمر وکل مسکر حرام'' (مسلم: ۳/ ۱۵۸۷)، ''ما أسكر كثيره فقليله حرام'' (ابو داؤد: ۳۱۲۸، ۳۶۸۱)

، اسی طرح ابوداؤد، ترمذی اور مسند احمد میں روایت موجود ہے کہ: ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور جو چیز ایک پیالہ کے مقدار میں نشہ دیتی ہو اس کا ایک چلو بھی حرام ہے: ''کل مسکر حرام وما أسكر منه الفرق فملأ الكف منه حرام''

بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نشہ کی وعید سناتے ہوئے یہاں تک فرمایا کہ: نشہ کرنے والے شخص کی چالیس دن تک نماز قبول نہ ہوگی۔

''من شرب الخمر وسكر له لم تقبل له صلاة أربعين- - - - -'' (۴۱)۔

انہی تعلیمات کی روشنی میں فقہاء کرام نے ''کل مسکر حرام'' (۴۲) کا قاعدہ وضع کیا ہے، یہ بات الگ ہے کہ ظنی الدلالۃ سے حرمت کا ثبوت نہیں، لہذا احناف عموماً شراب (خاص قسم) کے علاوہ نشہ آور اشیاء کو مکروہ تحریمی قرار دیتے ہیں (......)

لیکن واقعہ یہ ہے کہ سگریٹ نوشی و دیگر نشہ آور اشیاء انسانی جان و ماحولیات یعنی نسل کے لئے وبال ہیں؛ جیسا کہ مذکورہ تصریحات سے پتہ چلتا ہے، ایسے میں علامہ نووی کی یہ صریح عبارت بڑی مناسب معلوم ہوتی ہے:

''کل ما أضر أكله كالزجاج والحجر والسم يحرم أكله، وكل طاهر لا ضرر في أكله يحل أكله، إلا المستقذرات الطاهرات كالمني والمخاط فإنها حرام على الصحيح ...'' ويجوز شرب دواء فيه قليل سم إذا كان غالب السلامة (۴۳)

جسے فقہی قاعدہ کے تحت بسہل بیان کیا جاسکتا ہے: ''کل ما يضر بصحة الانسان يجب أن يحرم شرعًا'' (۴۴)

یعنی ہر وہ شئی جو انسانی صحت کے لئے مضر ہو شرعی نقطہ نظر سے حرام ہونی چاہئے۔

عصر حاضر کے ممتاز فقیہ علامہ ابن بازؒ اور شیخ یوسف القرضاوی نے اسی خاطر سگریٹ نوشی کو حرام قرار دیا ہے، بلکہ ایک طویل بحث کے بعد عصر حاضر کے علماء سے بھی مخاطب ہیں کہ انہیں حرام قرار دیں (۴۵)

نیز شریعت مطہرہ کا قانون ہے کہ "لاضرر ولا ضرار" یعنی جس طرح اپنے آپ کو اذیت دینا جائز نہیں اسی طرح دوسروں کو بھی اذیت دینا حرام ہے، ساتھ ہی حکومتی قوانین انسانی بھلائی و خیر کے لئے ہوتے ہیں، انکی خلاف ورزی بھی اخلاق حسنہ کے خلاف ہے، ایسے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ سگریٹ خواہ عوام میں پیئے یا تنہا بہر صورت حرام ہے، نشہ آوری کی صورت میں خدا اور اس کے رسولؐ کی خلاف ورزی لازم آئے گی جو کہ درست نہیں (نساء: ۱۴)۔

۹۔ آج پوری دنیا ترقی و تعمیری پیش قدمی کے رنگ میں رنگی ہوئی ہے، بالخصوص ہمارا ملک ہندوستان ڈیجیٹل ورلڈ میں قدم رکھ چکا ہے، منصوبے فلک بوس، ہمتیں بےلوث اور مقاصد بےخطر ہیں، اس کے باوجود زمینی حقائق میں سے یہ ہے کہ: اب بھی ''ورلڈ ٹائیلیٹ ڈے'' پر شائع شدہ ایک رپورٹ کے مطابق ۶۰ فیصد لوگ گھروں سے باہر کھلے میں قضائے حاجت کرتے ہیں، ان کے لئے بیت الخلاء میسر نہیں ہیں ۲۰۱۵ء کی ایک رپورٹ کہتی ہے کہ دنیا میں ۹۴۶ ملین لوگ کھلے میں رفع حاجت پر مجبور ہیں، جن میں سے ۵۹۴ ملین لوگ ہندوستان سے تعلق رکھتے ہیں، چونکہ کھلے میں قضائے حاجت کرنا ماحولیات کو متاثر بلکہ بہت متاثر کرتا ہے، اور بیماریوں کا ذریعہ بنتا ہے، عموماً اس کے شکار بچے ہوتے ہیں جو ڈائیریا جیسی مہلک بیماری میں مبتلا ہو جاتے ہیں، نتیجتاً رپورٹ کے مطابق ہندوستان میں ہر دن ۴۰۰ اور ہر سال ۱۴۰،۰۰۰ سے زائد بچے جنکی عمر چار سال سے متجاوز ہوتی ہے، انتقال کر جاتے ہیں، اور اگر نہ مر سکے تو ذہنی و جسمانی اعتبار سے کمزور ثابت ہوتے ہیں (۴۶)۔

حقیقت یہ ہے کہ ایک مکمل و کامل مذہب اور نظام حیات "اليوم أكملت لكم دينكم وأتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام دينا" (مائدہ: ۳) صرف اور صرف اسلام ہی ہے، جس میں ہاتھ، منہ دھونے اور قضائے حاجت کرنے کے آداب سے لے کر حکومت و سیاست، جنگ و قیادت تک کے مسائل کا حل بتلایا گیا ہے؛ چنانچہ سیرت طیبہ میں یہ بات نقل کی گئی ہے کہ آپؐ قضائے حاجت کے لئے کہیں نظروں سے اوجھل جگہ

انتخاب کرتے، یہاں تک کہ سفر میں بھی اس کا خیال رکھتے اور دور دراز، پوشیدگی میں فارغ ہوتے:

''عن جابر خرجنا مع النبی ﷺ فی سفر فکان لا یأتی البراز حتی یتغیب فلا یری''، ولأبی داؤد :إذا أراد البراز انطلق حتی لایری أحد'' (ابن ماجہ:۳۳۵،ابوداود:۱/ ۲۲)

اور آپ خود فرمایا بھی کرتے کہ: لعنت کرنے والوں کی لعنت سے بچو اس طور پر کہ لوگوں کے راستوں، سایوں اور بیٹھکوں میں قضائے حاجت نہ کیا کرو (سبق)، حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آپ قضائے حاجت کیلئے مغمس تک جاتے، حضرت نافع کہتے ہیں: یہ تقریباً مکہ سے دو میل کے فاصلہ پر ہے

''کان النبی ﷺ یذھب لحاجتہ إلی المغمس ،قال نافع: نحو المیلین من مکۃ'' (مجمع الزوائد:۱/ ۴۸۱)۔

صاحب بذل المجہود ''إذا ذھب المذھب أبعد'' کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''یعنی لوگوں کی نگاہوں سے اتنا دور چلے جاتے تھے کہ کوئی آپ کو نہ دیکھ سکے، فرماتے ہیں کہ یہ اور اس طرح کی حدیثیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ادب کا تقاضہ ہے کہ جو کوئی قضائے حاجت کرنا چاہے لوگوں کی نگاہوں سے اتنا دور چلا جائے کہ نہ اس کا دھڑ نظر آئے نہ اس کی ریح کی آواز سنی جائے، خواہ پردہ نزدیک ہی میں کیوں نہ حاصل ہو جائے'' (۱/۱) چنانچہ ابن ماجہ کی روایت بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے: تین ملعون شئی سے بچو: یعنی پانی، سایہ یا لوگوں کے راستوں پر فارغ نہ ہو (سبق)

اور ہمیشہ اپنے ساتھیوں کو صفائی، ستھرائی کی تلقین کیا کرتے: ان اللہ طیب یحب الطیب ،نظیف یحب النظافۃ '' (۴۷)

یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام نے بھی تمام فقہی کتابوں میں ''باب قضاء الحاجۃ'' کے تحت اس کے ہر چھوٹے، بڑے مسئلہ سے مکمل و تشفی بخش بحث کی ہے، حتی کہ ان بحثوں سے دفاتر کے دفاتر تیار ہو سکتے ہیں۔

دور حاضر میں سڑکوں کے کنارے، عوامی مقامات، ریلوے اسٹیشن، بس اسٹینڈ وغیرہ پر رفع حاجت شرعی اعتبار سے ایک بری عادت اور خلاف سنت عمل ہے، اسی طرح فضلات کا پانی میں، نالیوں میں بہا دیا جانا بھی فضائی آلودگی کا سبب ہے، جو حفظ انسانی کے خلاف اور تعلیمات نبوی کے مغائر ہے، اس سلسلہ میں شرعی ہدایات پر عمل کرنا اشد ضروری ہے، یعنی قضائے حاجت کے لئے اولین تعمیری بیت الخلاء کو ترجیح دی جائے، اور اگر ممکن نہ ہو تو لوگوں سے اوجھل کہیں دور؛ رفع حاجت کی جائے، ساتھ ہی فارغ ہونے کے بعد ہاتھ دھونے کا بالخصوص خیال رکھا جائے، جیسا کہ آپ بھی کیا کرتے تھے (۴۸) بلکہ ایک رپورٹ کے مطابق ڈائیریا جیسے مہلک مرض کو کھانے سے پہلے ہاتھ دھو کر ۴۰ فیصد کم کیا جا سکتا ہے (Teamswachh.in) نیز انفرادی اور حکومتی ذمہ داری ہے کہ لوگوں کی اور بالخصوص آئندہ نسل یعنی بچوں کی حفاظت کا سامان کیا جائے، اور زیادہ سے زیادہ تعمیری قضائے حاجت کی فکر کی جائے، کرنے کا کام یہ بھی ہے کہ لوگوں کے درمیان کھلے میں رفع حاجت کرنے کی نازکی، نالیوں میں فضلات بہانے کی خطرناکی، اور صفائی ستھرائی نہ رکھنے کی سنگینی کے بارے میں بتلایا جائے، اور ان میں بیداری مہم چلائی جائے۔

۱۰۔ اللہ رب العزت نے انسان کی خلقت بیکار و بے مراد نہیں کی بلکہ ایسا خیال کرنے والوں سے قرآن اپنے ہی انداز میں پوچھتا ہے۔

"أفحسبتم أنما خلقناکم عبثا وأنکم إلینا لا ترجعون" (مؤمنون:۱۱۵،انبیاء:۱۶)

اسی طرح انسان اور اس کے اعضاء نیز اس میں ہر وقت پیدا ہوتی تبدیلیاں یونہی نہیں ہیں بلکہ "فی أحسن تقویم" کا مظہر ہیں، خواہ وہ ہاتھ پیروں کا اپنے اپنے دائرے میں عمل، پیٹ اور معدہ کی کاروائیاں ہوں یا منھ سے نکلنے والا تھوک، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جس تھوک کو ہم بلا سوچ بوجھ و تکلف کے زمین پر پھینک دیتے ہیں، وہ نہ جانے کتنی بیماریوں کی وجہ اور ماحولیات کیلئے نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے، بالخصوص جبکہ کوئی تھوکنے والا نشیلی اشیاء کھائے ہوئے ہو، یا اسے TB یا سوائن فلو، نمونیا کی بیماری ہو یا قریب ہی میں ان بیماریوں سے صحت یاب ہوا ہو تو کہتے ہیں کہ ایسے شخص کے تھوک میں وبائی امراض کے کے بیکٹیریا ۲۴ گھنٹے بلکہ ایک دن بھی رہ سکتے ہیں؛ جو اس کے آس پاس کے لوگوں کو بیمار کر سکتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اب عوام الناس میں تھوکے جانے سے روکا جاتا ہے اور اسے بری عادتوں میں شمار کیا جاتا ہے، ۲۰۱۱ء (Hindiya hospital) کی ایک رپورٹ کے مطابق مکمل طور پر منشیات مزاحم (T.R.D) ٹی، بی کے مقدمات میں سے ہے اور مختلف وبائی امراض تھوک سے ہوتے ہیں، ڈاکٹر منی کیٹراپال، ممبئی ''ٹی بی'' افسر کا کہنا ہے کہ ٹی، بی سے لڑنے کی خاطر ہم مریض کے لئے تعلیمی پروگرام کرتے ہیں، چونکہ ٹی، بی کے بیکٹیریا مریض کے تھوک میں ایک لمبے عرصہ تک باقی رہتے ہیں، اسی لئے ہم انہیں عام زندگی جینے اور کھلے میں تھوکنے سے روکتے ہیں کیونکہ اس کی وجہ سے دوسروں کو متعدد بیماریاں

ہوسکتی ہیں جیسے: برون کائٹس یعنی نمونیا، ٹی بی، سوائن فلو اور زکام وغیرہ، ڈاکٹر اوم شری واستو (محکمہ وبائی امراض کے صدر :Jaslok Hospital) کے مطابق بہت سے ممالک میں No spitting جیسے ضابطہ پر عمل ہورہا ہے، اگر ہم معمولی پابندیاں اختیار کرلیں تو ٹی بی اور ساتھ ہی دوسرے وبائی امراض کو بہت حد تک کم کیا جاسکتا ہے (۴۹)۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام ازلی وابدی دین ہے، ایسے میں اسکی نظر سے یہ مسئلہ بھی اوجھل نہیں، چنانچہ حضور اکرمؐ نے مسجد میں تھوکنے والے کو ہدایت فرمائی تھی کہ: ناک سے نکلنے والی آلائش (تھوک) کو مٹی میں چھپادیں تاکہ وہ دوسروں کے لئے اذیت یا گھن کا باعث نہ بنے۔

''إذا تنخم أحدکم فلیغیب نخامته ، لا تصیب جلد مؤمن أو ثوبه'' (مجمع الزوائد: ۸/ ۲۱۲)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس حکم کے پس پشت اگر مسجد کی حرمت وعزت تھی تو وہیں اس کے بیکٹیریا اور مضرت کا بھی خیال تھا، اسی طرح فقہاء کرام نے ''سؤر'' یعنی جوٹھے کی مستقل بحث کی ہے: جس میں انسان کے جوٹھے کو اشرف المخلوقات ہونے اور کسی کے نجس نہ ہونے کی وجہ سے پاک قرار دیا گیا ہے، لیکن یہ بھی عین ممکن ہے کہ انسان کالحیوان ہوجائے اور اس کا تھوک بھی مختلف نشہ آور اشیاء کے اختلاط یا بیماریوں کی وجہ سے مہلک ہوجائے؟ چنانچہ بہتر ہے کہ انسانی تھوک کو دو صورتوں میں تقسیم کردیا جائے: ایک فطری، دوسری غیر فطری، یعنی یہ کہ ایک عام صحت مند کا تھوکنا، یہ تھوک زیادہ نقصان دہ نہیں جتنا کہ امراض میں مبتلا یا غلط عادتوں کے عادی کا تھوک ہوگا۔

ایسے میں حکومتی سطح پر اور اخلاقی طور پر بھی مستحسن ہے کہ غیر فطری تھوک تھوکنے والے عوام الناس کے درمیان، عام سڑکوں اور محلوں میں نہ تھوکیں بلکہ بنائے گئے تھوک دان کا استعمال کریں، تو وہیں فطری تھوک تھوکنے والے چونکہ تھوک ایک عام عمل ہے، ایسے میں زیادہ پابندیاں مشکل کا باعث ہونگی اور ''لا یکلف الله نفسًا إلا وسعها'' (بقرہ: ۲۸۶) کا قاعدہ کلیہ مشہور ہے، تب اگر تھوک دان کا استعمال کریں اور ہر کہیں تھوکنے سے پرہیز کریں تو یہ بھی لائق ستائش عمل ہوگا۔ خیال رہے کہ تھوکنا ایک انسانی ضرورت ہے، اس پر پابندیاں قائم کرنے سے بہتر ہے کہ لوگوں کو نظافت کا سبق پڑھا یا جائے اور گندگی کرنے کی شناعت بتلائی جائے اور یہ بتلایا جائے کہ یہ ایمان ویقین کا جز بلکہ جزء لاینفک ہے اور عنداللہ ماجوری کی ضمانت ہے ''إن الله طیب یحب الطیب . . .''۔

۱۱۔ ایک رپورٹ کے مطابق موبائل، ٹی وی وغیرہ کا استعمال انسانی دماغ کو بے حد متاثر کرتا ہے اور متعدد امراض کا گڑھ بنادیتا ہے (Bitlanders.com)، کیونکہ ان مشینی اشیاء سے ایک خاص قسم کی شعاعیں خارج ہوتی ہیں جو نہ صرف صحت بلکہ ماحولیات کے لئے بھی خطرناک ہیں، ڈاکٹر اسلم پرویز ''ماحول - ایک تعارف'' میں لکھتے ہیں: ''ہمارے ماحول کا ایک اور اہم جز شعاعیں (RADIATION) ہیں، ان میں وہ قدرتی شعاعیں بھی شامل ہیں جو سورج سے خارج ہوتی ہیں اور وہ مصنوعی شعاعیں بھی جو ہمارے ایٹمی بجلی گھروں، ان شعاعوں کو استعمال کرنے والی مشینوں مثلاً: ایکسرے مشین، ایم۔ آر۔ آئی، ای۔ سی۔ پی، اور اسی قبیل کی اسپتالوں میں استعمال ہونے والی دیگر مشینوں سے نکلتی ہیں، ہمارے بجلی سے چلنے والے سامان خصوصا ریفریجریٹر، ٹیلی ویژن، مائکروویو، واشنگ مشین، اور موبائل فون سے نکلتی ہیں، اسپتالوں اور بجلی گھروں کے علاوہ بقیہ تمام مشینیں ہمارے گھروں میں، آفسوں میں استعمال ہوتی ہیں۔ اسی نسبت سے یہ ہمارے گھروں، آفسوں، کالجوں اور مدرسوں کے ماحول کا حصہ ہوتی ہیں، اسے متاثر بھی کرتی ہیں اور آلودہ بھی کرتی ہیں'' (ص: ۳)۔

بلاشبہ گزشتہ تصریحات، مقاصد شریعہ اور قواعد فقہیہ اور مسلم اصول ''درء المفاسد مقدم علی جلب المنافع'' ''یتحمل الضرر الخاص لدفع الضرر العام'' کے پیش نظر کہا جاسکتا ہے کہ ماحول کے تحفظ میں کیڑے مکوڑوں اور پرندوں کا بھی حصہ ہے جو خارج ہونے والے شعاعوں سے ناپید ہو رہے ہیں، لہٰذا ان مشینی اشیاء کے استعمال کو ضرورت کی حد تک محدود رکھا جائے، لیکن اس سکہ کا ایک دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ مختلف مشینی اشیاء نے اب انسان اور بڑھتی دنیا، ثقافت وحضارت کی نہ صرف ضرورت بلکہ بسا اوقات حاجت کا مقام پالیا ہے، ہر تمدن وتعمیر کو ان اشیاء کی ضرورت ہے، ایسے میں ان کے استعمال پر پابندی فرسودگی معلوم ہوتی ہے؛ البتہ عوام میں بیداری کی مہم نیز ماہرین کو اس مشکل کا حل تلاش کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، ساتھ ہی حکومتی سطح پر شہر، شہر، گاؤں، گاؤں میں لوگوں کے درمیان بیداری کیمپ وغیرہ کا انعقاد کرنا چاہئے، اور مشینی اشیاء کے تعلق سے صحیح استعمال اور کم سے کم یونٹ کے خرچ کی ترغیب دینی چاہئے اور یہ باور کرانا چاہئے کہ ''ہر شئی خواہ وہ اچھی ہو یا بری، ضرورت سے زائد ہونے پر نقصان دہ ہوتی ہے''۔

۱۲۔ (الف): یہ حقیقت ہے کہ مخلوقات عالم میں انسان کو اشرف المخلوقات اور امانت کے ساتھ ہی صارف عالم بھی بنایا گیا (احزاب:۷۲) ساتھ ہی اسے اپنی روزی روٹی، بود و باش کے انتظام کرنے کا مکلف بھی بنایا گیا "فانتشروا فی الأرض وابتغوا من فضل الله" (جمعہ:۱۰) اسی کے پیش نظر صحیح اور غلط کی تمیز قائم رکھنے کی ہدایت کرتے ہوئے حلال کو درست اور تمام غلط طریقوں کو حرام قرار دیا "أحل الله البیع وحرم الربا" (بقرہ:۲۷۵) چنانچہ بنی آدم نے ہر زمانے میں تجارت، کھیتی باڑی، یا دوسرے مروجہ منافع پیشہ اختیار کئے۔ اسی طرح آج کا مروجہ وانفع پیشہ تجارت و پلاٹنگ کا ہے، جس کے لئے جنگلات بھی متاثر ہوتے ہیں، حالانکہ اس سے بھی انکار نہیں کہ انسانی آبادی وسہولت کی خاطر پلاٹنگ و جنگلات کی کٹائی میں کوئی حرج نہیں؛ کیونکہ دنیا کی تمام تخلیق انسان ہی کی خاطر ہیں،

"هو الذی خلق لکم ما فی الأرض جمیعاً" (بقرہ:۲۹) "إن الدنیا خلقت لکم وإنکم خلقتم للآخرة"۔

البتہ اگر کوئی شوقیہ طور پر جنگلات کاٹے تو اسکی اجازت نہ ہوگی؛ کیونکہ جنگ کی حالت میں بھی درخت کاٹنے سے منع کیا گیا ہے تا آنکہ دشمن کے لئے فائدہ مند نہ ہوجائیں؛ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمان فوجوں کو ہدایت تھی کہ وہ شہروں اور قصبوں کو تباہ نہ کریں (۵۰)

بلکہ ایسوں کو جہنم میں پھینکا جاسکتا ہے۔ کنز العمال کی روایت ہے کہ: جو کوئی "سدر" کے درخت کو کاٹے گا وہ سر کے بل جہنم میں داخل ہوگا (۵۱)

(خیال رہے کہ اس میں ہر قسم کے درخت مراد لئے جاسکتے ہیں)۔

نیز یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ پلاٹنگ ایک ضرورت ہے جو عین نظام الٰہی بھی ہے، قرآن کریم میں ہے: "والسماء بنیناها بأید وإنا لموسعون" (ذاریات:۴۶)، یعنی اللہ رب العزت بھی اس دنیا کو وسیع کررہا ہے، اور اس میں رہنے والوں کے لئے اسکی ساخت میں وسعت دے رہا ہے (۵۲)

مولانا عبدالرحمن کیلانی اس آیت کے حوالہ سے لکھتے ہیں: "کائنات میں بے شمار چیزیں ایسی ہیں، جن میں آج تک تخلیق وتوسیع کا عمل جاری ہے اور آئندہ بھی جاری رہے گا، پہلے انسان ہی کو لیجئے اسکی نسل بڑھ رہی ہے، تعداد میں اضافہ ہورہا ہے، اور یہی کائنات کا شاہکار ہے پھر زمین کی پیداوار بھی اسی نسبت سے بڑھاتے جارہے ہیں" (۵۳)۔

چونکہ ان چیزوں سے ماحولیات کو بھی نقصان ہے، ایسے میں اگر لائحہ عمل ایسا ہو کہ ہر پلاٹنگ کی جگہ پر ایک معتدبہ جگہ درخت و پودوں کے لئے خاص کردیا جائے اور اسکی باغبانی و دیکھ ریکھ مناسب طور وطریق پر ہو، ساتھ ہی اپنے اپنے گھروں کے آگے شجرکاری کی جائے، پھول، بوٹے کھلائے جائیں تو بہت حد تک ضرر کم کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح حکومت بھی ایسے تاجروں پر نظر رکھتے ہوئے "سیلس پرمٹ" جاری کرے اور خاص شرائط وغیرہ کی پابندی کا مکلف بنایا جائے، تو بڑی حد تک بے جا زمینی استعمال اور ماحولیات کا تحفظ ممکن ہوسکتا ہے۔

(ب): آج ماحولیات میں کثافت اور آلودگی کا ذکر ہے، اسکی بنیادی وجہ عدم توازن ہے، اس توازن کو برقرار رکھنے میں جو عمل سب سے زیادہ موثر ہے وہ ہریالی کی فکر یعنی شجرکاری، کھیتی وزراعت کو خوب فروغ دینا ہے، اسلام نے بلاشبہ شجرکاری کرنے اور زراعت کرنے کی جتنی ترغیب دی وہ کسی اور مذہب میں نہیں، حتی کہ قرآن کریم میں لفظ "شجر" کا ذکر ۲۹ مرتبہ اور زراعت یعنی "زرع" کا لفظ تقریباً ۱۰ مقامات پر مذکور ہے، اسی طرح روایتیں اس قدر ہیں کہ سب کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔ حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: مسلمان جو بھی پودا لگائے، اس میں سے جو بھی کھائے خواہ کوئی چوری کرے یا درندہ و پرندہ ہی کیوں نہ کھائیں اسے صدقہ کا ثواب ملے گا (مسلم:۴۰۵۰)، حضرت ام مبشر الانصاریؓ سے حضور ﷺ نے فرمایا تھا: مسلمان جو بھی پودا لگائے یا کھیتی کرے، پھر اس میں سے انسان یا چوپایا ہی کیوں نہ کھائیں؛ اس کے لئے صدقہ ہے:

"لا یغرس مسلم غرساً ولا یزرع فیأکل منه إنسان ولا دابة ولا شئ الا کانت له صدقة" (مسلم: ۴۰۵۶،۴۰۵۱)

، ایسی ہی ایک روایت حضرت جابرؓ سے بھی ثابت ہے (مسلم:۴۰۵۲) بلکہ ایک روایت میں تو اسے تا قیامت ثواب قرار دیا ہے:

"إلا کان له صدقة إلی یوم القیامة" (مسلم:۴۰۵۳)

اسی طرح کی روایتیں عطاء، ابی الزبیر اور عمرو بن دینار سے بھی ثابت ہیں (مسلم: ۴۰۵۴، باب فضل الغرس والزرع)۔

حضرت ابوایوب انصاری حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ: جو بھی شخص درخت لگاتا ہے اللہ تعالی اس درخت سے نکلنے والے پھل کے بقدر

اجر لکھ دیتا ہے: ''ما من رجل يغرس غرسا إلا كتب الله من الأجر ما يخرج من ثمر ذلك الغرس'' (كنز العمال: ۹۰۵۷)

ایک صحابی کہتے ہیں کہ میں نے حضورؐ کو کہتے ہوئے سنا: جو کوئی درخت لگائے پھر اسکی حفاظت و پرداخت پر صبر کرے؛ یہاں تک کہ وہ پھل آور ہو جائے۔ تو اس درخت کے ساتھ جو کچھ بھی ہو ہر ایک پر عند اللہ صدقہ کا اجر پائے گا (؟) صرف یہی نہیں بلکہ ثواب کی ترغیب و تفہیم کے لئے بھی احادیث شریفہ میں شجر کا لفظ استعمال ہوا ہے؛ حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں: ''من قال: سبحان الله العظيم وبحمده غرست له نخلة في الجنة'' کہ جو کوئی سبحان اللہ العظیم... کہے اس کیلئے جنت میں ایک کھجور کا درخت لگا دیا جاتا ہے (ترمذی: ۳۴۶۴، وکثیر من غیر الستہ) ابن مسعود آپ ﷺ کا قول نقل کرتے ہیں کہ: سبحان اللہ، الحمد للہ، لا إلہ إلا اللہ، واللہ الکبر کا کہنا جنت میں شجر کاری کرتا ہے (۵۴)۔

مزید اسکی فضیلت کا اندازہ حضرت انس بن مالکؓ کی اس روایت سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''إن قامت الساعة وفي يد أحدكم فسيلة فان استطاع أن لا تقوم حتى يغرسها فليغرسها''

یعنی قریب قیامت بھی اگر کسی کے پاس درخت کا پودا ہو اور وہ لگا سکتا ہو تو اسے لگائے (احمد: ۱۲۹۰۲، بزار: ۷۴۰۸)

امام بخاری ''کتاب المفرد'' میں داؤد بن ابی داؤد سے نقل کرتے ہیں کہ مجھ سے عبد اللہ بن سلام نے کہا: ''إن سمعت بالدجال قد خرج وأنت على ودية (فسيلة) تغرسها فلا تعجل ان تصلحه فان للناس بعد ذلك عيشا'' (المفرد: ۴۸۰)

عمارہ بن خزیمہ بن ثابت کہتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ نے میرے والد کے ساتھ شجر کاری کی اور میں نے یہ کہتے ہوئے سنا کہ:

''اعزم عليك أن تغرس أرضك فقال أبي: أنا شيخ كبير أموت غدًا فقال عمر: اعزم عليك لتغرسنها. فلقد رأيت عمر بن خطاب يغرسها بيده مع أبي'' (۵۵)

شاید آپ کا یہ عمل حضورؐ کے اس فرمان کی وجہ سے تھا کہ حضور ﷺ کو قیامت کے دن روئے زمین کے درخت کے برابر شفاعت کا موقع دیا جائے گا ''إن رسول الله ﷺ أذن له أن يشفع يوم القيامة عدد ما على الأرض من شجرة'' (۵۶)۔

زراعت کی فضیلت بھی شجر کاری سے کم نہیں؛ کیونکہ یہ بھی زمینی عمل ہے، محدثین نے بھی زراعت وغراست کا بیان ایک ساتھ کیا ہے، علامہ شوکانیؒ نے بھی اپنی تفسیر میں اسکی طرف اشارہ کیا ہے (فتح القدیر، بقرۃ: ۳-۵) ایک روایت میں یہاں تک ہے کہ حضور ﷺ نے عبد اللہ بن زبیر سے فرمایا: ''کھیتی کرو یہ تمھارے فقر کو دور کردیگا''؛ چنانچہ حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں: ''اطلبوا الرزق في خبايا الأرض'' (۵۷) شاید اسی وجہ سے امام قرطبی کا کہنا ہے: آیت ''ويهلك الحرث والنسل...'' اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ کھیتی باڑی، زمین کی زراعت اور درخت وغیرہ لگانا چاہئے۔......'' (۵۸)

اسی طرح انبیاء کی تاریخ بھی ہمیں بتلاتی ہے کہ انہوں نے زراعت کی، غرض زراعت وغراست اسلامی نقطہ نظر سے فضیلت میں بہت اعلی و برتر ہیں، امام نووی لکھتے ہیں: سب سے پاکیزہ، عمدہ اور افضل ترین پیشہ کاشتکاری ہے:

''وقد اخلتف العلماء في أطيبها وأفضلها قيل: التجارة، وقيل: الصنعة باليد، وقيل: الزراعة، وهو الصحيح'' (۵۹)

لہذا ہر وہ شخص جو درخت لگا سکتا ہو؛ لگائے، زراعت کرسکتا ہو کرے، اور ماحولیات کی حفاظت کے ساتھ ساتھ نسل انسانی کی حفاظت کا سامان کرے جس کے صدقہ پوری انسانیت و آئندہ نسل کا شکر گزار و ممنون قرار پائے گا۔

صوتی آلودگی:

اللہ تعالی نے اس دار فانی کا نظام دن اور رات پر قائم رکھا ہے، دن محنت و مشقت اور رات راحت و آرام کیلئے بنائی گئی ہے (نباء: ۱۰-۱۱) لیکن عصر حاضر کی برق رفتار ترقی، مشینری کی کثرت، گاڑیوں، سواریوں کی بھر مار، ٹرانسپورٹ و ایکس پورٹ کی ضرورت، کارخانے، تیز میوزک، ریڈیو، ٹیلی ویژن وغیرہ کے شور و شغب نے انسانی سکون و راحت میں گہری سیندھ و قدغن لگا دیا ہے؛ بلکہ ماحولیات کو بھی صوتی آلودگیوں سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے، نتیجتا سر درد، بے چینی، چڑچڑاہٹ کی شکایت عام ہوتی جارہی ہے، قوت سماعت، آپسی کمیونیکیشن، بلڈ پریشر اور بلڈ شوگر، اختلاج قلب کی شکایت، دل کی دھڑکن کا بے ضابطہ ہوجانا، نیند نہ آنا جیسی مشکلوں نے آگھیرا ہے۔ ظاہر ہے جب نظام قدرت کے ساتھ کھلواڑ ہوگا اور اپنے آپ کو استطاعت سے زائد کا

مکلف بنایا جائے گا؛ تو دشواریاں پیش آتی ہی ہیں، کہتے ہیں کہ آواز کو ناپنے کے لئے ڈیسی بیلس (DECIBELS) کا یونٹ استعمال کیا جاتا ہے جس کا مخفف DB ہے، انسانوں کے درمیان عام گفتگو ۶۰ ڈیسی بیلس کے آس پاس ہوتی ہے جبکہ جیٹ ہوائی جہاز یا آتش بازی کے بڑے پٹاخوں کی آواز 140db تک پہنچتی ہے، اسی طرح کار کے ہارن 110، جہاز اڑتے وقت 120db اور بندوق کی گولی کی آواز 140db ہوتی ہے، جبکہ انسانی کان کی قوت برداشت 80 سے 85 ڈیسی بیلس تک ہوتی ہے؛ وہ بھی چند گھنٹوں کے لئے، اگر اتنی آواز مستقل کانوں میں آئے تو سماعت اور ذہنی سکون اور پھر اس کے سبب بھی جسمانی افعال متاثر ہوتے ہیں (۶۰)۔

حالانکہ عالمی پیمانے پر صوتی آلودگی کی فکر کی جاری ہے، اور مختلف قوانین وضوابط عمل میں لائے جارہے ہیں، ہمارے ملک ہندوستان میں بھی ۱۹۹۶ء میں پاس ہوئے دفعہ 48-A اور دفعہ 51-A کے تحت فضائی آلودگی نہ کرنے کیلئے ہر ایک شہری کو ذمہ دار قرار دیا گیا ہے، اور سیکشن ۱۳۳ کوڈ کرمنل کے تحت باشندگان کو تکلیف دینے کے جرم میں ایکٹ ۱۹۹۹ A-2ء کے تحت، خواہ وہ بلند آواز ہی کیوں نہ ہو مجسٹریٹ کورٹ کو حق حاصل ہے کہ ملزم کے تئیں کارروائی کرے، چونکہ ضابطہ (1) 25 اور (B) 26 کے تحت مذہبی امور میں آزادی ہونے کی وجہ سے مشرقی بنگال کے ایک جج نے ۱۹۹۹ء میں اذان کو مستثنیٰ کرتے ہوئے رات کے ۹ بجے سے صبح کے ۶ بجے تک کسی بھی قسم کے شور کو منع کیا گیا، خود سپریم کورٹ نے اسے قبول کیا ہے؛ کیونکہ اذان عین مذہب ہے نہ کہ ڈھول نگاڑے وغیرہ، اس کے علاوہ سیکشن ۱۹۸۶ (c) 2ء کے تحت باقاعدہ تحفظات ماحولیات میں کسی بھی قسم کی آلودگی کو شامل کیا گیا ہے، تو وہیں زیادہ تیز ہارن رکھنے یا بیجا استعمال کرنے پر پولس ٹریفک کو چالان بنانے اور اس کا لائسنس رد کرنے کا بھی حق ہے...... (۶۱)

اسلام چودہ سو سال قبل بادہ وصحراء میں ایک امی پر اترا ہوا کامل ومکمل شریعت ہے، جس میں الی یوم القیامہ کی برآمدات، پریشانیوں اور مسائلوں کا حل ہے، اس نے بیسویں صدی میں اٹھنے والی صوتی آلودگی پر بھی بخوبی روشنی ڈالی ہے؛ چنانچہ قرآن کریم نے حضرت حکیم لقمانؑ کی زبانی اپنے بیٹے کو نادر ونایاب نصیحت کا ذکر کرتے ہوئے نقل کیا ہے: "واغضض من صوتك إن أنكر الأصوات لصوت الحمير" (لقمان: ۱۹) کہ اے بیٹے! اپنی آواز پست رکھو، اس لئے کہ سب سے ناپسندیدہ آواز گدھے کی ہوتی ہے۔ نسائی ابو ہریرہ سے اسکی تفسیر یوں روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جب تم مرغ کی پکار سنو تو اللہ سے فضل کا سوال کرو اور جب تم گدھے کی آواز سنو تو شیطان سے اللہ کی پناہ چاہو کیونکہ وہ شیطان کو دیکھتا ہے:

''إن سمعتم صياح الديكة فاسئلوا الله من فضله، واذا سمعتم شهيق الحمير فتعوذوا بالله من الشيطان فإنها رأت شيطانا'' (۶۲) اس کی تفسیر کرتے ہوئے قتادہ اور مجاہد کا کہنا ہے کہ اسکی آواز سب سے قبیح وبری ہوتی ہے، اس کا اول زفیر اور آخر شہیق ہے (قباحت کی شدت مراد ہے) (۶۳)۔

ابو بکر الجزائری کا کہنا ہے کہ لوگوں کے نزدیک اسکی آواز سب سے بری ومتنفر ہوتی ہے، اس لئے کہ اس کا اول زفیر اور آخر شہیق ہے (۶۴)۔

علامہ ابن کثیر اس جملہ کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں اس جملہ کے ذکر کا مقصود یہ ہے کہ بلاضرورت بلند آواز کرنے سے روکا جائے، لہذا کہا کہ سب سے قبیح آواز گدھے کی ہوتی ہے اس لئے کہ اسکی آواز بہت بلند ہوتی ہے......'' (۶۵)۔

بلکہ شریعت اسلامیہ نے دعاء واستغفار اور عبادات میں بھی بلند آواز کو پسند نہیں کیا اور فرمایا: "ادعوا ربكم تضرعًا وخفية" (اعراف: ۵۵) کہ اپنے رب سے گڑگڑا کر اور چھپ کر مانگا کرو۔ علامہ ابن جریج کہتے ہیں کہ دعا میں چیخ وپکار اور بلند آواز ناپسند کیا گیا ہے اور انکساری وتضرع کا حکم ہے:

''يكره رفع الصوت والنداء والصياح في الدعاء ويؤمر بالتضرع والاستكانة'' (ابن کثیر: ۲/ ۲۲۱)

حضور اکرم ﷺ نے بھی خاص طور سے فرمایا تھا کہ ایک دوسرے پر خواہ صلاۃ وقرات ہی کے لئے کیوں نہ ہو، آواز بلند نہ کیا کرو اور لوگوں کو تکلیف نہ دیا کرو۔

''عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه أنه قال: اعتكف رسول الله ﷺ في المسجد فسمعهم يجهرون بالقراءة فكشف الستر وقال: ألا إن كلكم مناج ربه فلا يؤذين بعضكم بعضا، ولا يرفع بعضكم على بعض في القراءة'' (۶۶)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ: "لا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها" (اسراء: ۱۱۰) کا مطلب یہ ہے کہ دعاؤں میں اپنی آواز بلند نہ کیا کرو (فتح الباری: ۸/ ۲۳، ۴۷۴) ابن مسعود کا کہنا ہے کہ: ہر حامل قرآن کی صفت غم وبکاء، حکمت وحلم، اور سکینت والی ہونی چاہئے، اس کے لئے درست نہیں کہ وہ

ترش، غافل، چیخ وپکار کرنے والا اور سخت ہو(الفوائد: ۴۴)۔

۱۔ انسانوں کے لئے یہ بالکل جائز ہے کہ وہ ترقیوں کی سیڑھیاں چڑھیں، آسمان وستاروں پر کمندے ڈالیں، سیاروں کو اپنا اسیر بنائیں؛ لیکن انسانی بقا اور اسکے سکون کو خطرہ میں ڈال کر نہیں، دور حاضر کی فیکٹریاں، کارخانے و پر شور مشینیں بھی اسی زمرے کی ہیں، حالانکہ قواعد وضوابط کے اعتبار سے انہیں آبادیوں سے باہر لگانے کی ہی اجازت دی جاتی ہے، لیکن حکومت وضوابط کی خلاف ورزی کرتے ہوئے صوتی وفضائی آلودگی کا ذریعہ بنتے ہیں ،جبکہ شرعی نقطہ نظر سے بھی غلط ہے، چونکہ حکومتی قوانین مصالح پر مبنی ہوتے ہیں جنکی پابندی حتی المقدور باشندگان کے لئے ضروری ہوتی ہے، فقہاء نے حکومت کو مصلحتی قوانین بنانے کی اجازت بھی دی ہے "تصرف الامام علی الرعیۃ منوط بالمصلحۃ" ایسے میں ہر باشندے کی اخلاقی و شرعی ذمہ داری ہے کہ ماحولیات کی فکر کریں اور "لا طاعۃ لعباد فی معصیۃ اللہ" کا خیال کرتے ہوئے حتی المقدور قوانین کی پابندی کریں۔

۲۔ سواریوں کے طور پر موٹر گاڑیاں عصر حاضر کی بڑی ایجادات اور ضرورت میں سے ہیں، لیکن زیادہ تیز آواز کا ہارن لگانا اس سے راہگیروں کو بھی دہشت ہوتی ہے، قانون ہند کے اعتبار سے بھی غلط ہے اور شرعی نقطہ نظر سے بھی؛ کیونکہ شریعت اسلامی میں دوسروں کو تکلیف دینا حرام ہے، فقہاء کا مشہور قاعدہ ہے: "لا ضرر ولا ضرار"، نیز ماحولیات کو متاثر کرنا بھی امانت میں خیانت اور مقاصد شریعت کی خلاف ورزی ہے، ایسے میں بھلا کیونکر بلند آواز کے ہارن کی اجازت ہوسکتی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ضرورت کو ضرورت کے بقدر ہی استعمال کیا جائے۔

۳۔ ایک بڑے مجمع میں اپنی آواز دور، دور تک ہونچانے اور مختلف مواقع پر جشن منانے کے لئے مختلف ساؤنڈ سسٹم ایجاد ہوگئے ہیں، جس کی آواز عموماً ایک عام شہری کیلئے تکلیف کن ہوتی ہے، یہ تکلیف اس وقت دوبالا ہوجاتی ہے جب برادران وطن مذہبی رسوم کے نام پر رفع صوت کی آلودگی سے فضا معطر کردیتے ہیں، افسوس کی بات ہیکہ خود مسلم معاشرہ بھی اس سے محفوظ نہیں۔ شادی، بیاہ، نت نئے پروگرام بلکہ دینی مجلسیں بھی DJ سے سجنے لگی ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآنی تعلیمات واحادیث شریفہ اور رمز شریعت کی رو سے یہ درست نہیں، اس میں ایک طرف حکومتی قوانین کی خلاف ورزی ہے تو وہیں دوسروں کیلئے اذیت کا باعث بننا بھی ہے، ایسے میں اگر حرام بھی کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔

اس سلسلہ میں مسلم معاشرہ میں بیداری، اسلام کے تئیں محبت ولگاؤ اور غیر شرعی امور سے قباحت ونفرت پیدا کرنے کی ضرورت ہے؛ کیونکہ دنیا جانتی ہے کہ: "صرف قوانین سے اخلاق نہیں بنا کرتے"۔

۴۔ ہندوستان رسم ورواج، دھرم ومذاہب کا ملک ہے، اسلام نے جب اس ملک کی افق پر ضیاء پاشی کی تو وہ اپنی تمام تر صفافیت وشفافیت سے لبریز تھا لیکن "المرء علی دین صاحبہ" (۶۷) کے تحت اس میں نت نئے رسم ورواج کی آمیزش ہونے لگی؛ بلکہ آج بہت سے ایسے رسم ورواج پائے جاتے ہیں جن کا اسلام وشریعت سے دور دور تک کوئی تعلق نہیں ہوتا، انہیں افسوسناک کڑیوں میں یہ بھی شامل ہے کہ مذہب ودین کے نام پر رات رات بھر مجلسیں قائم ہونے لگی ہیں جیسے ہندو "ہون" کیا کرتے ہیں، مزید یہ کہ اس میں شور وشغب اور قانون ہند کی خلاف ورزی اپنا حق سمجھنے لگے ہیں۔

بلا شبہ شب بھر کسی پروگرام کا کرنا درست نہیں، قابل غور امر ہے کہ حضورؐ کا شب بھر عبادات کی حرص وطمع رکھنے کے باوجود آپ کو بھی حکم تھا کہ رات کے بعض حصوں ہی میں عبادت کریں "قم اللیل إلا قلیلا" (مزمل: ۲) صحابہ کرام بھی اسی شوق وجذبہ کے حامل تھے لیکن آپ ﷺ نے سختی سے فرمایا: تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے: "إن لعینیک علیک حقا" (۶۸) ایسے میں مروجہ طریقہ شرعی مخالف طریقہ ہے، نیز ہندوستانی قوانین جو مصالحت پر مبنی ہوں انکی پاسبانی ہماری ذمہ داری ہے، چونکہ حکومت سے ہمارا معاہدہ ہے ایسے میں قانون کی خلاف ورزی معاہدہ کی خلاف ورزی ہوگی جو کہ منافقت ہے (۶۹) ساتھ ہی یہ اخلاق حسنہ کے بھی مغائر ہے کہ برادران وطن کو شب بھر کے پروگرام سے اذیت دی جائے اور ماحولیات میں بگاڑ کا باعث بنا جائے، اس میں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ عموماً اس طرح کے پروگرام میں شرکت کے بعد گہری نیند کا غلبہ ہوتا ہے جس کے صدقہ فجر کی نماز قربان ہوجاتی ہے؛ حالانکہ فقہاء کی بحثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نے وہ تمام کام جو فجر متاثر کرتی ہو غیر درست ہے، اسکی ایک مذمت یہ بھی ہے کہ یہ دعوتی طور پر جس کے لئے یہ امت مبعوث کی گئی ہے، سخت مضر ہے، لوگوں میں نفرت کا باعث ہے جبکہ حضور ﷺ نے فرمایا: "یسروا ولا تعسروا وبشروا ولا تنفروا" (مسلم: ۱۷۳۲)۔

لیکن اس تعلق سے اشد ضرورت اس بات کی ہے کہ علماء کرام میدان عمل ومقاصد میں اسے بھی شامل کریں کہ عوام کو بے جا رسومات، دین کے نام پر

شب بھر کے انعقادات اور ان میں بیجا وقت و مال کے خرچ سے روکیں، اور خود بھی ایسی محفلوں کی زینت بننے اور لوگوں کے گناہ اور حکومت کے قانون کی خلاف ورزی کا باعث نہ بنیں۔ واللہ اعلم بالصواب

خلاصہ مقالہ:

۱۔ اگر کوئی پکوان کیلئے بجلی یا کم ایندھن پر قادر ہو لیکن تب بھی ارزانی کے پیش نظر زیادہ آلودگی والے لکڑی، کوئلہ وغیرہ بطور ایندھن استعمال کرتا ہو اور اجتماعی ضرر کا باعث بنتا ہو تو اس کا یہ فعل شرعی نقطہ نظر سے درست نہیں، اس پر واجب ہوگا کہ اس سے پرہیز کرے۔

۲۔ ماحولیات کے پیش نظر اگر حکومت ڈیزل، یا کسی خاص گیس پر پابندی عائد کردے تو حتی الوسعہ عمل پیرا ہونا لازم ہوگا، اور اگر قانون سازی نہ بھی کرے تب بھی کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال ایمانی واخلاقی ذمہ داری ہے۔

۳۔ شرعاً واخلاقاً ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ بجلی کے طور پر کم سے کم دھواں والے ایندھن کا استعمال کرے، اور حکومتی قوانین کی خلاف ورزی سے بچے؛ بلکہ اگر قدرت ہو تو انورٹر، یا سولر کا استعمال کرے، جس سے ماحولیات کو مٹی تیل، جنریٹر کے مقابلہ بہت کم ضرر ہوتا ہے۔

۴۔ ماحولیات پر مسلمان اپنی کثرت وتعلیم کی بنا پر عمدہ اثر ڈال سکتے ہیں، ایسے میں صاحب استطاعت کیلئے بالیقین مستحسن ومستحب ہوگا خواہ مساجد و مدارس اور ادارے ہی کیوں نہ ہوں کہ آلودگی سے حفاظت کیلئے شمسی توانائی کا استعمال کریں۔

۵۔ صنعتی ترقی کے اس دور میں چھوٹے بڑے کارخانوں کی بہتات ہے جو یقیناً خوش آئند ہیں؛ لیکن ساتھ ہی اس سے پیدا ہونے والے دھواں و فضلات انسانی جان وماحولیات کے لئے آفت ہیں، ایسے میں ضروری ہے کہ کارخانوں سے متعلق حکومت کی جانب سے بنائے گئے مصالحتی قوانین کی پابندی کی جائے، بدیگر صورت شرعاً نقض عہد، دھوکا، اور فطرت سے جنگ کے مترادف مانا جائے گا۔

۶۔ جانوروں کی قربانی خواہ قربت الی اللہ کے لئے ہو یا شکم سیری کیلئے، اس کے ذبح و مذبوح کے متعلق آداب کا خیال ضروری ہے، اور اس کے لئے انفرادی وحکومتی طور پر شہر سے باہر مذبح خانہ بنانے اور فضلات کے مابین مستعمل وغیر مستعمل کی تمیز کے ساتھ صحیح عمل کرنے کی ضرورت ہے؛ تاکہ ماحولیات میں تعفن پیدا نہ ہوسکے۔

۷۔ زمین اپنے آپ میں ہر چیز تحلیل کر لیتی ہے سوائے پلاسٹک کے؛ لہذا یہ ماحولیات میں سینکڑوں سال باقی رہتی ہے، جس سے ہمارے ماحول کو نقصان پہنچتا ہے اور اگر جلا دیا جائے تو اس سے بہت کثیف خطرناک دھواں پیدا ہوتا ہے، ایسے میں محض خوشنمائی یا سستا ہونے کی غرض سے اس کا استعمال غیر شرعی عمل ہے، جس سے بچنا ساتھ ہی اس کا بدل تلاش کرنا ہر مسلمان کیلئے لازم ہے۔

۸۔ سگریٹ نوشی نہ صرف خود کیلئے بلکہ دوسروں کیلئے بھی زہر ہے، عصر حاضر کے حالات کے پیش نظر سگریٹ نوشی خواہ سیپریٹ جگہ پر ہو یا عوام میں بقول علامہ یوسف القرضاوی، بہرحال حرام ہونی چاہئے۔

۹۔ قضائے حاجت خدا کی ایک نعمت اور اس کے لئے مناسب جگہ کی تلاش ماحول کی ضرورت اور ہماری اخلاقی ذمہ داری ہے، نیز فضلات کھلی نالیوں، گلیوں میں بہادینا غیر ذمہ دارانہ عمل ہے؛ شرعی اعتبار سے یہ تمام اعمال بداخلاقی و بدتہذیبی کے دائرے میں آئیں گے جو سنت کے مغائر ہیں۔

۱۰۔ فطری تھوک کے علاوہ غیر فطری یعنی بیماریوں سے قریب صحت یافتہ مریض کا تھوکنا فضا اور آس پاس کے لوگوں کیلئے متعدد مہلک بیماریوں کا ذریعہ ہے، ایسے میں بالخصوص غیر فطری تھوک کیلئے تھوک دان کا استعمال استحباب کے درجہ میں ہوگا؛ جبکہ فطری تھوک بھی اگر تھوک دان یا مناسب جگہ پر تھوکے تو مستحسن ہوگا۔

۱۱۔ مشینری اشیاء کی ایجادات اور ان سے نکلنے والی شعاعوں نے پرندو چرند کو جن کا کہ ماحولیات کے تحفظ میں اہم کردار ہوتا ہے، خاصہ متاثر کیا ہے، اسی لئے بہتر ہوگا کہ ان مشینی اشیاء فریج، واشنگ مشین، ٹی وی، ایئر کنڈیشن وغیرہ کا ضرورت سے زیادہ استعمال نہ کیا جائے؛ بلکہ اس سے زیادہ بہتر ہوگا کہ ماہرین اس پریشانی کا حل تلاش کریں؛ کیونکہ بلاشبہ مشینری اشیاء کے بغیر زندگی محال ہے۔

۱۲ (الف): بلاضرورت جنگلات کا کاٹنا یا کھیت کو زیادہ سے زیادہ پیسوں کے حصول کیلئے پلاٹس بنا کر آبادیوں کو بسانا انسانی نسل کیلئے خودکشی کے

مترادف ہے، لیکن اس سے بھی انکار نہیں کہ یہ وقت کی ایک ضرورت ہے، ایسے میں حکومتی سطح پر چند قوانین وضوابط تیار کئے جائیں اور نامناسب رویوں پر شکنجا کسا جائے، تو بہت حد تک غیر ضروری عملوں سے ماحولیات کو بچایا جاسکتا ہے۔

(ب): اسلامی نظر میں درخت لگانا ثواب وصدقہ جاریہ ہے، یہاں تک کہ قیامت کے قریب اسکی ہولنا کی میں بھی اگر کسی کے پاس پودا ہوتو اسے لگانے کا حکم ہے، اور اس کے برعکس بلاضرورت درخت کاٹنے والوں کیلئے اوندھے منہ جہنم کا وعدہ ہے، نیز کاشت کاری تمام حرفت وصنعت میں سب سے افضل تصور کیا گیا ہے تا کہ نہ صرف پیداوار فراہم ہو بلکہ ماحول کو بھی متوازن رکھا جاسکے۔

صوتی آلودگی:

۱۔ کارخانے اور اس سے پیدا ہونے والے شور وایندھن ماحولیات وانسانی بقا کیلئے خطرہ ہیں، ایسے میں اس کے تعلق سے حکومتی قوانین کی خلاف ورزی کرنا شرعاً درست نہیں؛ بلکہ ان ہدایات پر عمل درآمد واجب کے درجہ میں ہوگا۔

۲۔ گاڑیوں میں تنبیہ کیلئے ہارن لگائے جاتے ہیں، لیکن بہت تیز آواز کے ہارن ماحولیات کیلئے نقصان دہ ہیں، نیز یہ قانون کی خلاف ورزی بھی ہے، ساتھ ہی یہ راہگیروں کیلئے دہشت کا باعث بھی ہے، لہذا شرعاً یہ عمل مکروہ وناروا ہے۔

۳۔ شریعت اسلامیہ میں کسی کی تکلیف کا باعث بننا حرام ہے، ایسے میں DJ وغیرہ کا استعمال بھلا کیونکر درست ہوسکتا ہے، جس سے پڑوسیوں وعام شہریوں کو تکلیف ہوتی ہے؛ نیز یہ مزامیر وماحولیات کے مسائل میں سے بھی ہے۔

۴۔ رات رات بھر پروگرام کرنا خواہ وہ سیاسی ہو یا سماجی یا وہ دین کے نام پر ہی کیوں نہ ہو؛ درست نہیں، یہ عین غیر شرعی امر ہے، جس سے بہت سے مفاسد متعلق ہیں، دینی واخلاقی اور حکومتی ہر اعتبار سے غلط ہے، چونکہ اللہ نے رات آرام کرنے کیلئے بنائی ہے؛ چنانچہ یہ فطرت سے بھی کھلواڑ ہے۔

حواشی:

۱۔ ماحول: ایک تعارف، ص: ۱۔ ۲ (ڈاکٹر اسلم پرویز)۔

۲۔ مفردات الراغب اصفہانی، والمصباح، والقاموس المحیط، واساس البلاغۃ، بحوالہ: المدخل الفقہی العام ۲/ ۶۷۳۔

۳۔ الجامع لأحکام القرآن للقرطبی ۷/ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔

۴۔ سنن ترمذی: ۱۷۹۹، مسند ابی یعلی: ۷۹۱۔

۵۔ صحیح بخاری: ۲/ ۸۸۹، صحیح مسلم: ۱۴۲۔ وغیرہ۔

۶۔ صحیح بخاری، الأدب المفرد: ۴۷۹، وفی روایۃ احمد: ''إن قامت علی أحدکم القیامۃ وفی یدہ فسیلۃ فلیغرسہا'' مسند احمد: ۱۲۹۰۲۔

۷۔ الجہاد فی الاسلام (مودودی) ۳۱۔ ۲۲۷۔

۸۔ مسند جابر بن عبداللہ ﷺ: ۱۱۱۵، البحار: ج/ ۷۳، میزان الحکمۃ (لمحمد ریشہری) ۱۳/ ۲۲۴۰ دیکھئے: alshirazi.com۔

۹۔ میزان الحکمۃ (لمحمد ریشہری) ۱۳/ ۲۲۴۰۔

۱۰۔ صحیح بخاری: (الجمعۃ) ۵۹۶، مسلم: (الایمان) ۷۳، ترمذی: ۲۱۷۲، نسائی: ۵۰۰۹، ابوداؤد: ۱۱۴۰۔

۱۱۔ صحیح مسلم: ۱/ ۷۴، وصحاح ستہ۔

۱۲۔ صحیح بخاری ۱/ ۳۷، مسلم: ۱/ ۱۳۸، ۱۳۸، ترمذی: ۱۹۳۷ وغیرہ۔

۱۳۔ مجمع الزوائد، حدیث نمبر: ۹۹۳۔

۱۴۔ ابوداؤد مع بذل الجہود ۱/ ۱۸۔ ۱۹، ھکذا، المستدرک علی الصحیحین: ۶۱۱ (کتاب الطہارۃ)۔

۱۵۔ سنن ابی داؤد ۱/ ۱۲۲ (کتاب الطہارۃ) ۱/ ۱۲ وغیرہ۔

۱۶۔ الأشباہ والنظائر للسیوطی / ۹۶، الوجیز: ۲۶۳۔

۱۷۔ الأشباہ والنظائر للسیوطی / ۷۵۔ ۷۶۔

۱۸۔ الأشباه والنظائر للمصری/ ۸۳۔
۱۹۔ القواعد الفقهية وتطبيقاتها فی المذاهب الاربعة، القاعدة: ۲۲ (۲/ ۲۵)۔
۲۰۔ الأشباه والنظائر للسيوطی/ ۸۷، للمصری: ۹۶، الوجيز، ايضاح قواعد الفقه: ۲۶۰۔
۲۱۔ قاعدة درء المفاسد مقدم علی جلب المصالح: محمد بن عبد العزيز المبارك۔
۲۲۔ الأشباه والنظائر للمصری/ ۱۳۷، للسيوطی: ۱۲۱۔
۲۳۔ ابن اللحام/ ۹۴، الوجيز: ۲۶۳۔
۲۴۔ ابن السبكی والأشباه ۱/ ۱۲۷، السيوطی: ۱۳۸۔
۲۵۔ ماحولیاتی آلودگی کا مسئلہ، ص: ۱۔ (شعبہ ماحولیات: انٹیگرل یونیورسٹی لکھنؤ)۔
۲۶۔ شرح السنة ۱۱/ ۳۹۱۔
۲۷۔ مجمع الزوائد ۸/ ۲۰۸ (كتاب الأدب)۔
۲۸۔ ابن عابدين ۵/ ۲۲۷۔ روضة الطالبين: ۹/ ۱۰۴۔ المغنی: ۹/ ۱۳۵۔
۲۹۔ صحيح بخاری (الجنائز): ۱۲۹۶، مسلم: ۱۶۲۸، ترمذی: ۲۱۱۶، نسائی: ۳۶۲۸۔
۳۰۔ صحيح بخاری: ۶۷۲۳ (باب السمع والطاعة للامام ما لم تكن معصية)۔
۳۱۔ دیکھئے: www.pollutionpollution.com۔
۳۲۔ صحیح بخاری ۱۰/ ۶۴۸۴، مسلم: ۴۱، ابوداؤد: ۲۴۸۱، ترمذی: ۲۶۲۷ وغیرہ۔
۳۳۔ صحيح مسلم: ۴۷۵۳، ۴۸۷۶ (كتاب البر والصله والآداب)۔
۳۴۔ طبرانی الکبیر: ۱۴۱/ ۷، (ضعیف) وغیرہ۔
۳۵۔ طرق الاستفادة أو التخلص من مخلفات المسالخ (مقاله: الادارة العامة نصحة البيئة...)۔
۳۶۔ صحیح مسلم: ۲۴۳۳ (باب جواز رکوب البدنۃ......)۔
۳۷۔ دیکھئے: senergy.rs=14- published.com4-4=14-۔
۳۸۔ حوالہ سابق۔
۳۹۔ حوالہ سابق
۴۰۔ سگریٹ نوشی اور اس کے شرعی احکام (mohaddis.com)۔
۴۱۔ سنن ابی داؤد: ۳۶۸۷، ترمذی: ۱۸۶۶، مسند احمد: ۶/ ۷۱۔ ۱۳۱۔
۴۲۔ صحيح مسلم ۳/ ۱۵۸۷، ابن ماجه: ۲۳۷۷، صحيح الجامع الصغير لألبانی: ۶۳۱۲۔
۴۳۔ روضة الطالبين للنووی، ج: ۳ (كتاب البيع)، دیکھئے: www.ahlalhadeeth.com۔
۴۴۔ الحكم الشرعی فی التدخين startimes.com۔
۴۵۔ Roro44.net□ علامہ موصوف نے حکمت ووجوہات سے بھی تشفی بخش بحث کی ہے۔
۴۶۔ دیکھئے Indianexpress.com =wikipedia of toilet□Teamswachh.in:
۴۷۔ سنن ترمذی: ۲۷۹۹، بزار ومسند ابی یعلی: ۷۹۱۔
۴۸۔ رواه الشيخان: اسی کے نتیجہ میں عبداللہ بن عباسؓ کو ''اللهم فقهه فی الدين وعلمه التأويل'' کا تمغہ ملا تھا۔ islamweb.net۔
۴۹۔ دیکھئے and:www.aarogga.com etc =cdc.gov= (spitting blame for spread of desease) -dnaindia.com:۔
۵۰۔ الجہاد فی الاسلام: ۳۱۔ ۲۲۷ (مودودیؒ)۔
۵۱۔ کنز العمال: ۳/ ۸۹۴، اور مجمع الزوائد: ۸/ ۲۱۴ میں ہے: ''لعن اللہ قاطع السدر'' (سدر کاٹنے والے پر اللہ کی لعنت ہے) چونکہ عرب کے ریگستان میں سدر (ببول) کے ہی درخت زیادہ ہوتے تھے اسی لئے خصوصاً اس کا تذکرہ ہے (اسلام اور ماحولیات ۱۹۰)۔

۵۲۔ آسان معانی قرآن، بلال عبدالحی حسنی مختصر حواشی کے ساتھ۔

۵۳۔ تیسیر القرآن لعبدالرحمن کیلانی، دیکھئے: quraaninurdu.blogpost۔

۵۴۔ سنن ترمذی (باب ماجاء فی ان الجنة قیعان وان غرسها سبحان الله والحمد لله) هکذا: ابن ماجه عن ابی هريرة۔

۵۵۔ الجامع الکبیر للسیوطی ۲/ ۲۲۷۔کتاب الشفاعة فی الکتاب والسنة: جعفر سبحانی / ۸۹۔۷۵۔

۵۶۔ www.alifta.net = moroc24.ma = darulfatwa.org.in۔

۵۷۔ مسند ابی یعلی للموصلی: ۴۳۸۳، مسند احمد: فی فضائل الصحابة۔

۵۸۔ الجامع لأحکام القرآن للقرطبی ۳/ ۱۸۔

۵۹۔ شرح نووی علی هامش صحیح مسلم ۲/ ۱۵، باب فضل الغرس۔

۶۰۔ ماحول: ایک تعارف، ملخص، ص ۶، ۷ وغیرہ (اسلم پرویز)۔

۶۱۔ ☐ipleader.in اور دیکھئے encyclopedia of sound:۔

۶۲۔ روی النسائی عند تفسیر الآیة، لقمان: ۱۹۔

۶۳۔ فتح القدیر للشوکانی عند تفسیر الآیة، لقمان: ۱۹۔

۶۴۔ ایسر التفاسیر لکلام العلی الکبیر عند تفسیر الآیة، لقمان: ۱۹۔

۶۵۔ ابن کثیر ۶/ ۳۳۷، دیکھئے: 3roos.com۔

۶۶۔ سنن ابی داود، ۱۳۳۲، مؤطا: ۸۱، جامع الاصول: ۵/ ۳۵۶۔

۶۷۔ صحیح بخاری ۱۰/ ۳۶۲، ۳۶۱، مسلم: ۲۶۴۰۔

۶۸۔ صحیح بخاری ۳/ ۱۹۳، ۱۹۱، مسلم: ۱۱۵۹۔

۶۹۔ صحیح بخاری: ۳۳ (الایمان)۔ مسلم: ۵۹۔ ترمذی: ۲۶۳، نسائی: ۵۰۲۱، احمد: ۲/ ۳۵۱۔

ماحولیات اور اس سے متعلق اسلامی احکام

مولانا عباس بن یوسف سعادتی[1]

تمہید:

انسان کے آس پاس کی چیزیں انسان کا ماحول کہلاتی ہیں، یہ آس پاس کی چیزیں گاؤں، گھر، گلی کوچے، سڑکیں، ندی نالے، کھیت، پہاڑ، جنگلات، باغات، کارخانے، اور فیکٹریاں سبھی ہوتے ہیں۔ جس طرح انسان کی اپنی زندگی پاکیزہ اور ہر قسم کی آلودگی سے محفوظ ہونی چاہئے، اسی طرح انسان کو اپنے پورے ماحول کو پاکیزہ اور صاف ستھرا رکھنا چاہئے، انسان اور اس کے ماحول کی پاکیزگی دو طرح کی ہوتی ہیں: (۱) روحانی پاکیزگی (۲) مادی پاکیزگی، اسلام کی ساری تعلیمات روحانی پاکیزگی کا مظہر ہیں، بلکہ اسلام کا مقصد ہی یہی ہے کہ وہ کائنات کو روحانی پاکیزگی سے معمور کردے، اسی طرح اسلام کی روحانی پاکیزگی کے اثرات بہت ہی طویل وعریض اور دوررس ہیں، قرآن وحدیث کے بحر ناپیدا کنار نے شناوران حق کے لئے ایک عظیم میدان فراہم کردیا ہے۔ یہاں بات کو صرف مادی پاکیزگی تک محدود رکھنا اور بتانا ہے کہ اس میں ماحول کا تحفظ کیسے ہوگا؟ آلودگی سے حفاظت کیسے ہوگی؟ اس سلسلے میں اسلامی تعلیمات وہدایات کیا ہیں؟ اور اسلام نے ان کی رعایت کہاں کہاں رکھی ہے؟ (مختلف ممالک میں اقلیتوں کے حقوق، ص: ۲-۱۷۲-۲۷۳)۔

اصولی بحث:

شریعت اسلامی کا اصل منشا دنیا وآخرت کے مصالح کی تکمیل اور مضرتوں کا ازالہ ہے، وہ انسانیت کے لئے زحمت نہیں بلکہ رحمت ہے، اسی لئے اسلام نے زندگی کے ہر شعبہ میں ضرر ونقصان سے بچانے اور مطلوبہ مصلحتوں کو پورا کرنے کی پوری پوری کوشش کی ہے (قاموس الفقہ ۴/ ۳۱۰)، چنانچہ اسلام میں اشیاء کے برتنے اور استعمال کرنے کے سلسلے میں دو بنیادی اصول بتائے گئے ہیں: (۱) کسی بھی چیز کو اس طرح استعمال نہ کیا جائے کہ اس سے دوسروں کو نقصان پہنچے (۲) کسی چیز کو بے محل و بے ضرورت استعمال نہ کیا جائے، جسے قرآنی زبان میں اسراف وتبذیر سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور اسراف فساد ہی کی ایک نوع ہے اس لئے یہاں مجموعی اعتبار سے تین اصول، ضرر، اسراف وتبذیر اور فساد کے متعلق بحث کی جارہی ہے، جس سے ماحول کو آلودہ کرنے اور نقصان پہنچانے والی اشیاء کے غیر محتاط اور بے جا استعمال کا حکم جانا جاسکتا ہے (اسلام اور جدید فکری مسائل، ص: ۲۷۹-۲۸۰، البیئہ فی القرآن الکریم، ص: ۲)۔

پہلا اصول-ضرر:

(الف) لغوی تحقیق:

"اسم من الضرر وقد أطلق على كل نقص يدخل الأعيان، لغة: ضد النفع وهو النقصان" (الموسوعة ۲۸/ ۱۷۹. مادہ/ ضرر)

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی فرماتے ہیں: ضرر کے معنی نقصان کے ہیں، یہ نفع کی ضد ہے اور اس مادہ سے نکلنے والے تمام ہی الفاظ میں نقصان و خسران کا پہلو ملحوظ ہے (قاموس الفقہ ۴/ ۳۰۹)۔

(ب) نصوص: آیت:

"والذين يؤذون المؤمنين والمؤمنات بغير ما اكتسبوا فقد احتملوا بهتانا وإثما مبينا" (الاحزاب: ۵۸)

[1] جامعہ مظہر سعادت ہانسوٹ، بھروچ، گجرات۔

''ای بأی وجه من وجوه الأذی من قول و فعل'' (التلوث وعلاقة المسلم بالبيئة .ص:٣).
یعنی جو لوگ اوروں کو بلا وجہ تکلیف پہنچاتے ہیں، وہ بڑے بہتان، جھوٹ اور بڑے گناہ کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔

حدیث (۱): ''لاضرر ولا ضرار فی الإسلام'' (موطا مالک ۲/۷۴۵) (اسلام میں نہ ابتداءً ضرر پہنچانا ہے اور نہ ردعمل میں)۔

حدیث (۲): ''من ضار ضار اللہ بہ ومن شاق شاق اللہ علیہ'' (الترمذی)

(دوسروں کو ضرر پہنچانا یا ضرر وایذا کا سبب بننا نتیجۃً خود اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا اور آخرت میں ضرر میں مبتلا کرنا ہے)۔

حدیث (۳): '' عن خذیفة بن أسید رضی الله عنه أن النبی ﷺ قال : من آذی المسلمین فی طرقهم وجبت علیه لعنتهم '' (المعجم الکبیر ۱/ ۲۰۰) (یعنی وہ شخص لعنت کا مستحق ہے جو دوسروں کو ایذا پہنچانے کا کام کرے)۔

بہر حال قرآن وسنت کے اس مزاج کو فقہاء نے بھی ہر جگہ برتا ہے، چنانچہ اس سلسلہ میں چند مشہور فقہی قواعد یہ ہیں:

قاعدہ (۱) ''الضرر یزال'': یعنی نقصان کو دور کیا جائے گا، علامہ ابو وہبہ فرماتے ہیں: یہ قاعدہ دیگر کئی فقہی احکام کی اساس ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

''فمن ارتکب فعلا غیر مشروع أو قام بفعل مشروع ترتب علیه ضرر بالآخرین فیجب إزالته''۔

یعنی کوئی بھی کام خواہ مشروع ہو یا غیر مشروع، اگر دوسروں کے لئے باعث ایذا ہے، تو اس کو ختم کیا جائے گا (الفقه الاسلامی ۹/ ۸۲۰)، البتہ یہ قاعدہ ایک دوسرے قاعدہ کے ساتھ مقید ہے: ''الضرر لا یزال بالضرر''، یعنی دوسرے کو ضرر پہنچا کر ضرر دور نہیں کیا جائے گا (قاموس الفقه ۴/ ۳۱۰)۔

قاعدہ (۲): ''یحتمل الضرر الخاص لأجل دفع الضرر العام'' یعنی ضرر عام کو دور کرنے کے لئے ضرر خاص کو گوارا کیا جائے گا۔

قاعدہ (۳): ''الضرر الأشد یزال بالضرر الأخف'' یعنی کم نقصان گوارا کر کے بڑے نقصان سے بچا جائے۔

حکم ضرر: '' الأصل تحریم سائر أنواع الضرر إلا بدلیل '' (فیض القدیر للمناوی ۶/ ۴۳۱) '' لأن النکرة فی سیاق النفی تعم وتزداد حرمته کلما زادت شدته '' (الموسوعة :۱۷۹)

یعنی ضرر کی تمام انواع اپنی اصل کے اعتبار سے حرام ہیں، ہاں! اگر اس کے خلاف دلیل ہو تو پھر حکم اس کے مطابق ہوگا۔

شریعت اسلامی کا اصل منشا مصالح کی تکمیل اور مفاسد کا ازالہ ہے، لیکن بسا اوقات مختلف مصالح کے درمیان، مختلف مفاسد کے درمیان اور کبھی مصالح اور مفاسد کے درمیان موازنہ اور ترجیح کی ضرورت دامنگیر ہوتی ہے، اس لئے یہاں علامہ یوسف القرضاوی حفظہ اللہ کی ذکر کردہ بحث کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) مصالح کے درمیان موازنہ:

(الف) یقینی مصلحت کو ظنی وموہوم مصلحت پر مقدم کیا جائے گا، (ب) بڑی مصلحت کو چھوٹی مصلحت پر مقدم کیا جائے گا، (ج) جماعتی مصلحت کو انفرادی مصلحت پر مقدم کیا جائے گا، (د) اکثریت کی مصلحت کو اقلیت کی مصلحت پر مقدم کیا جائے گا، (ہ) دائمی مصلحت کو عارضی مصلحت پر مقدم کیا جائے گا، (و) اصل اور بنیادی مصلحت کو ظاہری مصلحت پر مقدم کیا جائے گا، (ز) مستقبل کی قوی مصلحت کو حال کی کمزور مصلحت پر مقدم کیا جائے گا۔

(۲) مفاسد اور مضرتوں کے درمیان موازنہ:

(الف) وہ مفسدہ جو کسی ضروری چیز کی تعطیل کا ذریعہ بنے اس مفسدہ سے مختلف ہے جو کسی حاجی امر کو معطل کردے، اور وہ اس مفسدہ سے مختلف ہے جو کسی تحسینی چیز میں رکاوٹ بنے (ب) وہ مفسدہ جو مال کے لئے مضر بنے، اس مفسدے سے کم درجے میں ہے، جو جان کے لئے مضر ہو، اور یہ اس مفسدہ سے کم ہے جو دین اور عقیدہ کو نقصان پہنچائے (ج) ''الضرر لا یزال بضرر مثله أو أکبر منه'' (د) ''یرتکب أخف الضررین وأهون

الشرین" (ھ) "یتحمل الضرر الأدنی لدفع الضرر الأعلی" (د) "یتحمل الضرر الخاص لدفع الضرر العام"۔

(۳) مصالح ومفاسد میں تعارض کے وقت موازنہ:

(الف) خرابی کو دفع کرنا مصلحت کے حصول پر مقدم ہے۔ (ب) چھوٹی خرابی کو بڑی مصلحت کی خاطر نظر انداز کیا جائے گا (ج) عارضی خرابی کو دائمی مصلحت کی خاطر نظر انداز کیا جائے گا (د) یقینی مصلحت کو موہوم خرابی کی وجہ سے نہیں چھوڑا جائے گا (ماخوذ: دین میں ترجیحات، ترجمہ: گل زادہ، ص: ۴۹ تا ۵۱)۔

دوسرا اصول- اسراف:

اسلام جو دین فطرت اور اعتدال ہے اس نے ماحولیات اور قدرتی وسائل کی بقا وتحفظ کی خاطر مختلف تعلیمات دی ہیں، چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

"وکلوا واشربوا ولا تسرفوا إنه لا یحب المسرفین" (الاعراف: ۳۱)، یعنی زندگی اعتدال سے گزاری جائے،

اور قدرتی ماحول میں بگاڑ کی اہم وجہ انسان کی حریص طبیعت اور ضائع کرنے والی فطرت ہے جسے "غیر ضروری اور فضول" سے بالفاظ دیگر "اسراف وتبذیر" سے تعبیر کیا جاتا ہے، اسلامی نقطہ نظر سے گناہ اور ناجائز ہے۔

اسراف: (۱) "ضیاع شئ بطریقة لم تتم فائدته لذلك إذا سال الماء فی الأرض ولم یحصل أیة فائدة یقال: سرف الماء" (تاج العروس بحواله التلوث البیئی قضایا ومزایا ص: ۴۳)۔

(۲) "السرف الذی نهی الله عنه فهو ما أنفق فی غیر طاعة الله قلیلا کان أو کثیرا" (الموسوعة ۴/ ۱۷۲)۔

(۳) "صرف الشئ فی ما ینبغی زائدا علی ما ینبغی" (ردالمحتار ۱۰/ ۴۹۴، کتاب التعریفات ص: ۲۶، قواعد الفقه ص: ۱۷۷)

(۴) "إن الإسراف ہو الاستعمال فوق الحاجة الشرعیة وإن کان شط النهر" (بحر، حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۵۳)، (۵) "هو الزیادة فی الإنفاق فی موقعه" (جلالین ص: ۲۲۲ حاشیه ۱۱)، (۶) صرف بے اندازہ اور صرف بے محل (تفسیر ماجدی ۲/ ۱۵۰)، (۷) علامہ تھانویؒ فرماتے ہیں: اسراف مقدار سے ناواقف ہونے کا نام ہے، یعنی آدمی کو یہی معلوم نہ ہو کہ کتنا خرچ کرنا ہے اور کتنا نہیں (بیان القرآن ۱/ ۸۳)۔

حضرت مفتی شفیع صاحبؒ نے (معارف القرآن ۵/ ۴۷۰) اور علامہ زحیلیؒ نے (التفسیر المنیر ۵/ ۵۸) میں اسراف وتبذیر میں اس طرح فرق کیا ہے: تبذیر: جو مال جائز خواہشوں کی تکمیل کے لئے انسان کو دیا گیا ہے اسے ناجائز خواہشوں میں اور غیر قانونی اعمال وافعال پر یا بالکل بے موقع اور بے محل خرچ کیا جائے، یہی بات ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں لکھی ہے: "الإنفاق فی غیر الحق" (۳/ ۳۶) اور اسراف: جائز کاموں میں ضرورت سے زائد خرچ کرنا۔

اسلامی تعلیمات: - اسلام فضول خرچی اور اسراف کو نہایت ناپسندیدہ نظر سے دیکھتا ہے اور اس نے ہر باب میں اس کی ممانعت فرمائی ہے؛ چنانچہ کھانے، پینے اور پہننے کے سلسلے میں چند روایات ملاحظہ فرمائیں:

(۱) حضرت سلمان فارسیؓ سے مروی ہے کہ دنیا میں جو جتنا زیادہ آسودہ ہو کر کھاتا ہوگا قیامت کے دن وہ اسی قدر بھوکا ہوگا۔

"إن أکثر الناس شبعا فی الدنیا أطولهم جوعا یوم القیامة" (ابن ماجه: ۳۳۹۴)۔

(۲) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جو کچھ طبیعت چاہے اسے کھا گذرنا، اسراف ہی کی ایک صورت ہے:

"إن من السرف أن تاکل کل ما اشتهیت" (ابن ماجه: ۳۳۹۵، کنز العمال: ۷۳۶۶)،

(۳) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: "کل ما شئت و البس ماشئت ما أخطأتك اثنتان: سرف أو مخیلة أی کبر،

الرازی مختار الصحاح''، ص:۱۹۶ (رواہ البخاری تعلیقا ،کتاب اللباس ۵/ ۲۱۸۰ بحوالہ الرؤیۃ الشرعیۃ الاسلامیۃ ومنھجھا فی الحفاظ علی البیئۃ للدکتور محمد محمد شلس، ص:۱۵۳)

(۴) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کھاؤ پیئو، صدقہ کرو اور پہنو؛ البتہ فضول خرچی نہ ہو اور تکبر نہ ہو (سنن ابن ماجۃ: ۳۶۵۰)۔

اسی طرح دینی امور میں بھی اسراف سے منع کیا گیا:

(۱) حضرت ثابت بن قیسؓ صحابی نے ایک دن پانچ سو کھجور کے درختوں کے پھل کاٹے اور اسی دن پورے تقسیم کردئے اور اہل وعیال کے لئے کچھ نہیں رکھا، تو آپؐ نے اسے ناپسند فرمایا، اسی موقع پر حکم ربانی نازل ہوا: "ولا تسرفوا" (الجامع لاحکام القرآن ۷/ ۱۱۰)

(۲) وضو اور غسل میں بھی ضرورت سے زیادہ پانی استعمال کرنے کو منع فرمایا، چنانچہ عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعدؓ کے پاس سے گذرے اس حال میں کہ وہ وضو کررہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کیا اسراف ہے؟ انھوں نے عرض کیا: کیا وضو میں بھی اسراف ہوتا ہے؟ تو فرمایا: ہاں، اگرچہ تم جاری نہر پر ہو (مسند احمد: ۷۰۶۵، ابن ماجہ: ۴۲۵)۔

حکم:...... ناجائز اور گناہ ہے۔

تیسرا اصول-فساد:

(۱) لغوی تحقیق:

'' الفساد فی أصل اللغۃ ہو تغیر الشئ عن الحال السلیمۃ وخروجہ عن الأعتدال، وھو ضد الصلاح یقال: فسد اللبن والفاکھۃ والھواء إذا عتراہ تغیرا أو عفونۃ حتی أصبح غیر صالح ۔ ثم استعمل لغۃ فی جمیع الأشیاء والأمور الخارجۃ عن نظام الاستقامۃ کالبغی والظلم والفتنۃ وعلیہ قولہ تعالی: ظھر الفساد فی البر والبحر'' (المدخل الفقھی العام ۲/ ۶۷۳)۔

فساد کا معنی لغت میں کسی چیز کی حالت سلیمہ کا بدل جانا اور اعتدال سے نکل جانا ہے، فساد صلاح کی ضد ہے، کہا جاتا ہے: فسد اللبن۔...الی آخرہ دودھ خراب ہوگیا، میوہ خراب ہوا، ہوا خراب ہوئی، جب کہ اس میں تغیر آجائے اور تعفن پیدا ہوجائے، پھر بعد میں فساد کا لفظ لغوی اعتبار سے ان تمام اشیاء اور امور کے لئے استعمال کیا جانے لگا جو نظام استقامت سے نکل گئے ہوں جیسے بغاوت، ظلم، فتنہ، چنانچہ اللہ تعالی کا فرمان "ظھر الفساد فی البر والبحر'' اسی معنی میں ہے۔

علامہ رازیؒ آیت کریمہ "ظھر الفساد فی البر والبحر" کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ ہر فساد و بگاڑ کا سبب شرک، خدا ناشناسی اور خدا بیزاری کا اظہار ہو تو اسے فسق وعصیان سے تعبیر کیا جاتا ہے (تفسیر کبیر) گویا جو لوگ قولاً اور اعتقاداً خدا پرست ہیں لیکن عملاً فساد اور بگاڑ میں مبتلا ہیں اور اس کا سبب بن رہے ہیں وہ عملاً خدا بیزاری کے مرتکب ہیں، اسی طرح انسان اور حیوانات کو تباہی کے دہانے پر لے جانے والی تمام کوششیں بھی عملی خدا بیزاری کے تحت آئیں گی، علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ سورہ بقرہ کی آیت نمبر: ۲۰۵ یہ اپنے عموم کے سبب ہر فساد کو شامل ہے، چاہے وہ زمین میں ہو یا مال میں یا دین میں، اور انشاء اللہ تعالی یہی صحیح بھی ہے (دیکھئے: تفسیر کبیر اردو ۲/ ۴۳/ بحوالہ المحرر الوجیز تحت ھذہ الآیۃ)۔

علامہ شوکانی علیہ الرحمۃ آیت کریمہ "إنما جزاء الذین یحاربون..الخ (المائدۃ: ۳۳) کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

'' وقد اختلف فی ھذا الفساد المذکور فی ھذہ الأیۃ ما ذا ھو؟ فقیل: الشرك ، وقیل :قطع الطریق ، وظاھر النظم القرآنی أنہ ما یصدق علیہ أنہ فساد فی الأرض فالشرك فساد فی الأرض وقطع الطریق فساد فی الأرض وسفك الدماء وھتك الحرم ونھب الأموال فساد فی الأرض والبغی علی عباد اللہ بغیر حق فساد فی الأرض وھدم البنیان وقطع الأشجار وتغویر الأنھار فساد فی الأرض'' (التلوث وعلاقۃ المسلم بالبیئۃ ،ص:۵)۔

یعنی فساد فی الارض کے مصداق میں اختلاف ہے، بعض نے شرک اور بعض نے ڈکیتی کو قرار دیا؛ لیکن قرآنی اسلوب میں ہر وہ چیز ہے جس پر

فساد فی الارض صادق آئے ؛ چنانچہ شرک ، ڈکیتی ، خونریزی ، ہتک عزت ، مال کی لوٹ کھسوٹ ، اللہ کے بندوں پر ناحق زیادتی ، عمارتوں کو ڈھانا ، درختوں کو کاٹنا اور پانی کو اس کی سطح سے مزید نیچے کرنا سب شامل ہیں۔

بہرحال قرآن کی نظر میں ہر وہ چیز جو صلاح اور درستگی سے دور ہوجائے اور نفع کی صلاحیت کھو بیٹھے وہ فساد ہے، اگر چہ اس کا غالب استعمال عقیدہ وعمل کی خرابی کے لئے ہوتا ہے؛ لیکن کسی چیز کے نظام توازن اور اعتدال کو بگاڑنے پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

اس مختصر گفتگو سے معلوم ہوا کہ اسلام نے تحفظ ماحولیات پر کس قدر زور دیا ہے ان نصوص اور قواعد فقہیہ کی روشنی میں اسلامک فقہ اکیڈمی کے مطلوبہ سوالات کے جوابات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ واللہ المستعان۔

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی تمام چیزوں سے منع فرمایا ہے، جن سے فضائی آلودگی پھیلتی ہو، اور انسان کی صحت کے لئے مضرت رساں ہوں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو سوتے وقت چراغ گل کرنے کا حکم فرمایا، اس لئے کہ اس سے گھر میں آگ لگنے کا خطرہ ہے، نیز دھواں جو کاربن گیس سے مرکب ہوتا ہے دم گھٹنے اور فضائی آلودگی کا قوی سبب ہے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

”خمروا الأنية وأجيفوا الأبواب وأطفئوا المصابيح فإن الفويسقة ربما جرت الفتيلة فأحرقت البيت“ (شرح السنة ۱۱/ ۳۹۱)

اسی طرح حضرت ابوموسیٰؓ سے مروی ہے: ”احترق بيت على أهله بالمدينة من الليل فلما حدث رسول الله ﷺ بشأنهم فقال: إن هذه النار إنما هي عدوكم فإذا نمتم فأطفئوها عنكم“ (مسلم ۲/ ۱۷۱)

ایک اور مقام پر محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلاضرورت چراغ جلانے سے منع فرمایا جو اس بات کا اشارہ ہے کہ اسلام کی نظر میں بلاضرورت ایسی چیزوں کا استعمال جن سے دھواں وغیرہ کا اخراج ہو اور فضائی آلودگیاں جنم لیتی ہوں قطعاً محبوب نہیں ہے، حضرت جابرؓ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

”كان رسول الله ﷺ يكره السراج عند الصبح“ (رواه الطبراني في الاوسط ومجمع الزوائد ۸/ ۲۰۸، كتاب الادب)۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ اسلام کسی بھی ایسی چیز کو بلاضرورت استعمال کرنے سے منع کرتا ہے جس سے دوسرے کو ضرر ہو اور بلاشبہ ارزاں ایندھن کا ضرر کوئی ضرر موہوم نہیں بلکہ عالمی ادارہ صحت کی رپورٹ اور حالیہ ”گجرات ٹوڈے“ کی ایک سرخی نے واضح کردیا کہ بھارت میں ہر ۲۳/ سکنڈ پر فضائی آلودگی کی وجہ سے ایک موت واقع ہوتی ہے اور یہ غیر معمولی جانی نقصان ہے۔ بہرحال یہاں مستعمِل کا عارضی، خاص، چھوٹا اور مالی فائدہ ہے، اور اس کے مقابلے میں عام لوگوں کا بڑا، قوی اور عام ضرر ہے، ایسی صورت میں شریعت کے ضابطے کے مطابق ”درأ المفاسد أولى من جلب المصالح“ ممنوع اور حرام نہیں تو کراہت کے دائرے میں ضرور آئے گا، اس کے علاوہ یہاں مال وجان کا تقابل ہے جس میں شرعی مقاصد کے مراتب کے اعتبار سے جان کے تحفظ کو تقدم حاصل ہے۔

۲۔ اس سلسلے میں اصول یہ ہے کہ:

(۱) اگر وہ حکم ایسا ہے کہ اس میں عام لوگوں کی مصلحت ہے اور اس کے خلاف کرنے میں عام ضرر ہے تو اس میں (حاکم کی اطاعت، قانون کی پابندی) ظاہراً وباطناً واجب ہے (علانیہ طور پر بھی واجب ہے اور خفیہ طور پر بھی یعنی حاکم کو اطلاع نہ ہو تب بھی)۔

(۲) اور اگر ایسا نہیں ہے (یعنی خلاف کرنے میں عام ضرر نہیں) تو صرف ظاہراً (حاکم کی اطاعت) واجب ہے تاکہ فتنہ نہ ہو، باطناً واجب نہیں (یعنی اگر حاکم کو اطلاع نہ ہو تو خفیہ طور پر اس حکم کے خلاف کرنے میں گناہ نہیں)؛ کیوں کہ اپنے نقصان کے التزام کا ہر شخص کو اختیار ہے (غیر اسلامی حکومت کے شرعی احکام/ ۴۵ بحوالہ امداد الفتاوی)۔

اس اصول کے مطابق حکومتی قانون پر عمل ضروری اور لازم ہوگا اور حکومت کی طرف سے عدم قانون کی صورت میں دوسروں کو ضرر سے بچانے کے لئے کم آلودگی والے ایندھن کے استعمال کو ترجیح دینے کی شرعی حیثیت ضرر کی نوعیت پر موقوف ہوگی، اگر زیادہ آلودگی والے ایندھن کے استعمال میں ضرر غیر متلافی ہوتا ہے، تو کم آلودگی والا ایندھن استعمال کرنا ضروری ہوگا اور اگر متلافی نقصان ہوتا ہے تو کم آلودگی والا ایندھن استعمال کرنا مقدم ہوگا۔ چنانچہ علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں:

''وإن أمكن انجبار الأضرار ورفعه جملة فاعتبار الضرر العام أولى فيمنع الجالب أو الدافع مما هم به لأن المصالح العامة مقدمة على المصالح الخاصة '' (الموافقات ۲/ ۳۵۰)۔

۳۔ مذکورہ تفصیل کے مطابق شرعاً کم دھواں پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال واجب ومطلوب ہوگا، اس کے علاوہ فقہی قاعدہ بھی ہے: ''یرتکب أخف الضررين وأهون الشرين ''یعنی دوضرر اور شر میں سے اہون اور اخف کو ترجیح دی جائے گی، اس کے مطابق یہاں دوطرح کے اسباب ہیں: (۱) زیادہ دھواں چھوڑنے والے (۲) کم از کم دھواں خارج کرنے والے؛ البتہ نقصان دونوں سے ہے اس لئے ہلکے نقصان کو برداشت کیا جائے گا۔

۴۔ صاحب استطاعت افراد واشخاص اور اداروں کے لئے اس کا استعمال مستحب ومستحسن ہوگا، اس لئے کہ اس میں ابتداء اگر چہ خطیر رقم خرچ ہوتی ہے لیکن بعد میں سہولت ہوجاتی ہے، جس سے مال کی حفاظت ہوتی ہے، جو کہ شرعاً مطلوب ہے نیز اس صورت میں ایک طرف قدرتی نعمت کا صحیح استعمال ہونے کی جہ سے منعم کے انعام کی شکر گزاری ہوگی، تو دوسری طرف دیگر قدرتی وسائل کی حفاظت ہوگی، جس کی سخت ضرورت ہے؛ کیوں کہ ماہرین کا کہنا ہے کہ روشنی اور ایندھن کے وسائل بے دریغ استعمال کی وجہ سے کافی کم ہوچکے ہیں، اور آئندہ اسی طرح کا استعمال انسانیت کے لئے سخت چیلنج ہوسکتا ہے، اس کے علاوہ شمسی توانائی کے استعمال سے آلودگی سے بھی ایک حد تک بچا جاسکتا ہے۔

۵۔ فقہاء نے ہوا آلودہ کرنے والے اعمال کی دو قسمیں بتائی ہیں:

(۱) وہ آلودگی جس سے شدید نقصان اور ضرر لاحق ہونے کا خطرہ ہوتو اسے ہر صورت میں بند کرنا چاہئے، اس کی مثال علماء نے حمام اور ہوٹل کے دھویں سے دی ہے جبکہ موجودہ دور کے کارخانے ہوٹلوں اور حماموں سے زیادہ آلودگی پھیلاتے ہیں لہذا جو کارخانے ہوا میں مضر گیس چھوڑنے کا ذریعہ ہوں اور اس کے روک تھام کا کوئی بندوبست نہ ہوتو اس پر پابندی لگانی چاہئے، (۲) وہ آلودگی جس سے کم ضرر پیدا ہو اور زندگی پر اثر انداز نہ ہوتی ہو اس کی مثال گھروں میں روٹی پکانے کے تنور سے دی ہے (حماية البيئة عن التلوث لمحمد عبد القادر، ص: ۲۲-۲۳)

اس سلسلے میں قواعد فقہیہ پر مبنی عبارات بھی بنیاد بن سکتی ہیں: ''يتحمل الضرر الخاص لدفع الضرر العام '' تاہم یہ مقید ہے ''الضرر لا يزال بمثله '' اس کے فروع بہت زیادہ ہیں، انھیں میں ہے کپڑا فروش کے درمیان کھانا پکانے کی دوکان (ہوٹل وغیرہ) کھولنے کی ممانعت ہے (تحفة المحتاج في شرح المنهاج ۶/ ۲۱۰)، ایسے ہی ہر ضرر عام کا معاملہ ہے۔ خلاصہ یہ کہ حکومت کی جانب سے بنائے گئے قوانین انسانی بھلائی کے نقطہ نظر سے ہیں اور اس کے خلاف کرنے میں انسانیت کا ضرر ہے اس لئے شرعاً ایسے قوانین کی پابندی لازم اور ضروری ہوگی جیسا کہ جواب ۲/ میں اصول گذر چکا۔

۶۔ جن چیزوں سے ماحول آلودہ ہوتا ہے ان کو زمین میں دفن کرنے کی ہدایت دی گئی ہے، اسلام میں مردوں کی تدفین کا نظم کیا گیا، جو حیوانی مردہ اجسام سے پیدا ہونے والی آلودگیوں سے حفاظت کا سب سے مؤثر طریقہ ہے، اسلام نے جیسے مسلمانوں کی تدفین کا حکم دیا ہے اسی طرح غیر مسلموں کی نعش کو بھی دفن کرنے کی ہدایت کی ہے، پھر غور کیجئے کہ قرآن مجید نے ہابیل وقابیل کے واقعے میں کوے کو زیر زمین دبانے کا ذکر کیا ہے (المائدہ: ۳۱)

یہ گویا اس بات کا اشارہ ہے کہ مردار کو بھی یوں ہی نہ چھوڑنا چاہئے، بلکہ ان کو بھی مٹی کے نیچے دبا دینا چاہئے، اور کچھ اسی پر موقوف نہیں؛ بلکہ دوسرے اجزائے جسم جن سے تعفن پھیل سکتا ہے، اور آلودگی پیدا ہوتی ہو ان کو بھی دفن کرنے کا حکم دیا گیا، چنانچہ حضرت ام سعدؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے خون کو دفن کرنے کا حکم فرمایا (مجمع الزوائد ۵/ ۹۲ بحوالہ طبرانی)، اسی طرح محسن انسانیت ﷺ نے ناک سے نکلنے والی آلائش کو دفن کرنے کا حکم فرما کر فضا کو آلودہ کرنے سے بچانے کی بنیادی اور اصولی تدبیر پیش کی ہے، حضرت سعدؓ فرماتے ہیں:

''سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إذا تنخم أحدكم فليغيب نخامته لا تصيب جلد مؤمن أوثوبه''
(رواه البزار في مسنده و مجمع الزوائد ۸/ ۱۱۳)۔

نیز حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے انسانی جسم سے نکلنے والی سات چیزوں کو دفن کرنے کا حکم دیا: بال، ناخن، خون، حیض کا

چیتھڑا، دانت، ختنہ کی کھال اور ولادت کے وقت پیٹ سے نکلنے والی نال (نوادر الاصول ۱۸۶/۱ ،الاصل التاسع والعشرون فی النظافة) اس میں جہاں انسانی تکریم کا پہلو ہے وہیں یہ بھی حکمت ہے کہ ماحول آلودہ نہ ہو؛ اسی لئے فقہاء نے خواتین کو ماہواری کے زمانے کے آلودہ کپڑوں کو دفن کرنے کا حکم دیا۔

ان کے علاوہ بے شمار نصوص ہیں جن میں دوسروں کو ضرر و تکلیف پہنچانے کی ممانعت وارد ہوئی ہے ان ہدایت کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ قربانی کے جانوروں کے ناقابل استعمال اجزاء کو کسی بھی ایسے مقام پر ڈالنے کی اجازت نہیں ہے جس سے دوسروں کو تکلیف پہنچے، اس لئے حکومت کو چاہئے کہ وہ آبادی سے باہر جس طرح دیگر گندی اشیاء کے ڈالنے اور بستی سے اس مقام تک گندگی پہنچانے کے لئے گاڑیوں اور افراد کا نظم کرتی ہے، اسی طرح قربانی کے فضلات کے لئے بھی ایسا معقول نظم کرے، اور عوام کو چاہئے کہ وہ اس نظم سے مکمل استفادہ کر کے حکومت کا اس باب میں تعاون کرے اور جب تک حکومت کی طرف سے کوئی نظم نہ ہو بذات خود آبادی سے دور اپنی ذمہ داری سے فضلات کے ڈالنے اور دفن کا نظم کرے۔

۷۔ آسانی اور خوشنمائی فی نفسہ جائز ہے اور من وجہ مطلوب بھی ہے، اور رخیص ہونے کی وجہ سے مال کی بھی حفاظت ہوتی ہے، یہ سب مصالح ہیں پلاسٹک کی تھیلیوں کے استعمال میں لیکن اس میں عام انسانی مضرت بھی ہے، اس لئے قاعدۂ شرعیہ: ”درء المفاسد اولی من جلب المصالح“ کی وجہ سے ان کے استعمال سے بچنا اولی ہے، نیز زمانۂ سابق میں کاغذ سے تیار شدہ اسباب کا استعمال کیا جا چکا ہے، اسی کو پھر رواج دینا چاہئے۔

۸۔ سوال مذکور میں دو چیزیں ہیں:

(۱) فی نفسہ ان چیزوں کے استعمال کا کیا حکم ہے؟ (۲) مخصوص مقامات پر ممانعت کے باوجود اس کا ان چیزوں کے لئے استعمال کیسا ہے؟

(۱) اسلامی نقطۂ نظر اس سلسلے میں واضح ہے، قرآن مجید نے کچھ بنیادی اصول حلال وحرام کے باب میں بتلائے ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ جو چیزیں پاک اور طیب ہیں وہ حلال ہیں اور جو خبیث ہیں وہ حرام ہیں (الاعراف: ۱۵۷)، اور خبیث سے ایسی چیزیں مراد ہیں جن کو سلیم طبیعتیں ناپسند کرتی ہوں (التفسیر الوجیز للزحیلی ص: ۱۷۱)، اور یہ بات ظاہر ہے کہ تمباکو اسی میں شامل ہے، نیز شرعاً اپنے آپ کو ہلاک کرنے کی ممانعت ہے (البقرہ: ۱۹۵)

اور اطباء اس بات پر متفق ہیں کہ منشیات ایک سست رفتار زہر ہے، اس کے علاوہ اس میں فضول خرچی بھی ہوتی ہے، جو ناجائز ہے (الانعام :۱۴۱)

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایسی چیز سے جو انسان کو نشے میں مبتلا کرے یا اس کے جسم کو کمزور اور صحت کو متاثر کرے اس سے منع فرمایا (ابو داؤد: ۳۶۸۶، کتاب الاشربة، باب ما جاء فی السکر، مسند احمد ۳۰۹/۶)۔

اسی لئے بعض فقہاء نے تمباکو کو حرام اور بعض نے مکروہ تحریمی قرار دیا ہے، علامہ علاء الدین حصکفیؒ نے حرام قرار دیا ہے (الدر المنتقی علی بامش مجمع الانہر ۵۳۲/۲)، فقہاء احناف کے شیخ محمد العینیؒ نے چار وجوہ سے حرام قرار دیا ہے: مضر صحت، عقل، بدبودار ہونا اور فضول خرچی۔ شیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ نے نقل صحیح، عقل صریح اور معتبر اطباء کے اس کے متعلق ثقہ رپورٹ کے ساتھ حرمت کا فتوی دیا ہے (تمباکو نوشی مضر صحت، ص: ۵)

ان کے علاوہ مولانا رحمانی لکھتے ہیں: گٹکھا اور اس طرح کے مضرت رساں تمباکو کی مصنوعات کو یوں تو حرام ہونا چاہئے؛ لیکن از راہ احتیاط حرام نہ کہا جائے تو یہ مکروہ تحریمی اور قریب بہ حرام ضرور ہے (اسلام اور جدید فکری مسائل، ص: ۴۰۱)۔

(۲) جو مواقع بہت سے لوگوں کے مجتمع ہونے کے ہوتے ہیں، وہاں لوگوں کو اذیت سے بچانے کے لئے اسلامی تعلیمات موجود ہیں، چنانچہ جمعہ اور عیدین میں غسل کرنا (ابو داؤد، کتاب الطہارة: ۳۵۴)، خوشبو لگانا (مسلم، کتاب الجمعة: ۸۴۸)، عمدہ اور صاف کپڑے پہننا (ابن ماجہ، باب ما جاء فی الزینة یوم الجمعة: ۱۰۹۷)، ان روایات کی حکمت و مصلحت حضرت عکرمہؓ نے حضرت ابن عباسؓ سے یہی نقل کی ہے کہ لوگوں کو اذیت سے بچانا مقصود تھا (ابو داؤد، باب الرخصة فی ترک الغسل یوم الجمعة ۵۱/۱)۔

اسی طرح ایسی جگہیں جو لوگوں کے اٹھنے بیٹھنے کی ہوں، سیر سپاٹے تفریح کی ہوں، سردیوں میں دھوپ کھانے، گرمیوں میں سایے اور ہواخوری کی ہوں، راستے اور سڑکیں ہوں، ایسی جگہوں کے آلودہ کرنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

''اتقوا الملاعن الثلاث: البراز في الموارد، وقارعة الطريق، والظل'' (ابوداؤد، باب المواضع التی نهی عن البول فیها ۵/۱)

، دوسری روایت میں ''الذي يتخلى في طريق الناس أوفي ظلهم'' کے الفاظ ہیں۔ اس روایت کے ضمن میں شرح مسلم میں لکھا ہے:

''أما قوله ﷺ: الذي يتخلى في طريق الناس'' فمعناه أن يتغوط في موضع يمرّ به الناس ومانهى عنه في الظل والطريق لما فيه من إيذاء المسلمين بتنجيس من يمرّ به ونتنه واستقذاره'' (۱/ ۱۲۲)۔

اسی طرح فتح العزیز مع شرح المہذب (۱/ ۴۶۱) میں اس کو مکروہ قرار دیا ہے۔

ان روایات کے علاوہ اس باب میں علامہ تھانویؒ نے اصول بیان فرمایا ہے: اگر وہ حکم ایسا ہے کہ اس میں عام لوگوں کی مصلحت ہے، اور اس کے خلاف کرنے میں عام ضرر ہے، اس میں (حاکم کی اطاعت، قانون کی پابندی) ظاہراً و باطناً واجب ہے (علانیہ طور پر بھی واجب ہے اور خفیہ طور پر بھی یعنی حاکم کو اطلاع نہ ہو تب بھی)، (غیر اسلامی حکومت کے شرعی احکام، ص: ۴۵) لہذا جن مقامات پر سگریٹ نوشی کی ممانعت ہے، وہاں سگریٹ نوشی شرعاً ممنوع ہوگی۔

۹۔ سابق جواب میں ابوداؤد شریف کی روایت قدرے وضاحت سے گذر گئی، اس کے علاوہ اس باب میں کچھ اور نصوص یہاں ذکر کئے جاتے ہیں:

(۱) ''إذا أراد أحدكم أن يبول فليرتد لبوله'' (ابو داؤد، کتاب الطهارة، باب الرجل يتبوأ لبوله: ۳)
(یعنی استنجاء کے لئے دور جانا چاہئے)،

(۲) ''من غسل سخيمته على طريق من طرق المسلمين فعليه لعنة الله والملئكة والناس أجمعين'' (رواه الطبرانی فی الاوسط) (یعنی جو شخص اپنی گندگی مسلمانوں کے راستے پر دھوئے اس پر اللہ، ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہے)۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ نہ عوامی مقامات میں قضائے حاجت کی اجازت ہے اور نہ نالیوں اور گلیوں میں فضلات بہا کر فضا کو آلودہ کرنے کی گنجائش ہے، بلکہ جو چیز جس کے لئے بنائی گئی ہے اس کو اسی میں استعمال کرنا چاہئے ورنہ ''وضع الشئ في غير محله'' کے دائرے میں آنے کی وجہ سے اس فعل کی قباحت وشناعت دگنی ہوجاتی ہے، نیز عام لوگوں کی مضرت کا ظن غالب ہے، اس لئے اس طرح کرنا عقلاً عرفاً اور شرعاً ممنوع ہے۔

۱۰۔ اس سلسلے میں چند نصوص ملاحظہ ہوں:

(الف) راستے میں اپنی ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہنچانا:

''قالوا وما حقها يا رسول الله؟ قال: وكف الاذى'' (بخاری، کتاب المظالم، باب أفنية الدور والجلوس فيها ۱/ ۳۳۳، رقم: ۲۴۶۵)

(ب) راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا:

''الايمان بضع وسبعون شعبة فأفضلها قول لاإله إلاالله وأدناها إماطة الأذى عن الطريق'' (مسلم، كتاب الايمان، باب بيان عدد شعب الايمان ۱/ ۴۷، رقم: ۳۵)،

(ج) عن ابي هريرة ... يا نبي الله علمني شيئا أنتفع به قال: إعزل الأذى عن طريق المسلمين'' (مسلم شریف، رقم: ۲۶۳۰)
یعنی یہ ایک سیکھنے سکھانے کی چیز ہے کہ راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹائی جائے۔

(د) ''من آذى المسلمين في طرقهم وجبت عليه لعنتهم'' (طبرانی) راستے میں ایذا دینا موجب لعنت ہے۔

(ہ) مسلم شریف، کتاب البر والصلة، باب فضل ازالة الاذى عن الطريق کے تحت الفاظ کے قدرے فرق کے ساتھ پانچ، چھ روایات موجود ہیں

، جن میں راستے میں موجود اس درخت یا ٹہنی کے ہٹانے یا کاٹنے کا تذکرہ ہے جو لوگوں کے لئے تکلیف کا سبب تھا اور اس پر جنت میں دخول کا وعدہ کیا گیا: ''إن شجرة كانت تؤذي المسلمين فجاء رجل فقطعها فدخل الجنة''۔

دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:

قال رسول اللہ ﷺ: ''لقد رأيت رجلا يتقلب في الجنة في شجرة قطعها من ظهر الطريق كانت تؤذي الناس''۔

ایک روایت میں کچھ اس طرح ہے: ''بينما رجل يمشي بطريق وجد غصن شوك عن الطريق فأخره فشكر الله له فغفر له''

ان کے علاوہ خاصۃً تھوکنے کے باب میں بھی کچھ ہدایات منقول ہیں، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے مسجد میں بلغم دیکھا تو اس قدر غصے ہوئے کہ چہرۂ انور سرخ ہوگیا (ابن ماجہ: ۷۶۳)، ایک اور مقام پر آپ ﷺ کا عمل منقول ہے کہ آپ نے بطور تعلیم چادر کے کنارے کو پکڑ کر اس میں تھوک کر اس کو صاف کرلیا (النسائی: ۳۰۸)، دوسری جگہ دفن کرنے کا تذکرہ ہے (مسند احمد: ۱۵۳۱)، اور بخاری شریف میں ہے:

''البزاق في المسجد خطيئة وكفارتها دفنها'' (كتاب الصلوة، باب كفارة البزاق في المسجد ۱/ ۵۹ رقم: ۴۱۵)

ان روایات سے بخوبی واضح ہوگیا کہ شرعاً اس طرح راستوں کو آلودہ کرنے کی اجازت نہیں ہے اور حکومت اور متعلقہ ادارے کی ہدایات پر عمل کرنا حتی الامکان ضروری ہوگا۔

۱۱۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب فرماتے ہیں کہ انسان جن چیزوں میں مال خرچ کرتا ہے، اس کے چار حصے ہیں:

(الف) بہت ضروری: بہت ضروری مصارف کو کسی بھی طرح نظر انداز نہیں کیا جاسکتا نہ ان میں کمی کی جاسکتی ہے، جیسے کھانے پینے کی اتنی مقدار جو آدمی کی بقا کے لئے ضروری ہے، سادگی کے ساتھ علاج معالجہ، بچوں کی کفالت کے ساتھ تعلیم، اور شادی بیاہ کے انتہائی ضروری اخراجات۔

(ب) ضروری: ضروری مصارف میں مناسب اور طبیعت کے لئے موزوں کھانے پینے کا نظم، بقدر ضرورت سواری، سہولت بخش علاج، سماجی مزاج سے ہم آہنگ بقدر ضرورت کپڑے وغیرہ داخل ہیں، ان کو فقہ اسلامی کی اصطلاح میں ''حاجت'' کہتے ہیں، اس میں کسی قدر کمی کی جاسکتی ہے۔

(ج) نہ ضروری نہ غیر ضروری: جیسے آرام دہ سواری، ایک حد تک راحت بخش علاج وغیرہ، یہ ضروریات نہیں ہیں البتہ جائز خواہشات ہیں، اور فقہ اسلامی کے ماہرین کی زبان میں ''تحسینیات'' ہیں، ان سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے، زیادہ تر حرص وہوس اور خواہشات کا لا متناہی سلسلہ آدمی کو نت نئی آسانیوں کا قیدی بنالیتا ہے، اور یہ آسانیاں انسان کو اسراف اور فضول خرچی کی طرف لے جاتی ہیں۔

(د) غیر ضروری اور فضول: جیسے مکانات میں حد سے زیادہ تزیین وآرائش، کپڑوں میں بہت قیمتی ملبوسات کا انبار وغیرہ، اسلامی نقطۂ نظر سے یہ گناہ اور ناجائز ہے (راہ عمل/ ص ۴۶۹ تا ۴۷۰)۔

ڈاکٹر جمال الدین عطیہ رہائش کے باب میں فرماتے ہیں:

(۱) رہائش کا ضروری درجہ جھونپڑی اور خیمے کا پایا جانا، اور اس سے نیچے کا درجہ یہ ہے کہ لوگ غاروں میں کھلی ہوئی جگہوں میں پلیٹ فارم پر عوامی پارکوں میں اور ریلوے اسٹیشن پر سوئیں

(۲) لیکن تمدن کی ترقی کے نتیجے میں جھونپڑیاں اور خیمے بھی ضروری سے نیچے کے درجے میں آگئے اور ان کی جگہ دروازوں اور کھڑکیوں پر مشتمل ان بے ترتیب مکانوں نے لے لی جو سہولیات سے محروم ہوتے ہیں جہاں خاندان کے تمام افراد ایک ہی کمرے میں رہنے پر مجبور رہتے ہیں، جہاں راستہ یا محلے کے کسی ایک ہی پمپ سے پانی لایا جاتا ہے اور لوگ کھنڈرات میں اور نہروں کے کنارے اپنی ضروریات پوری کرتے ہیں

(۳) مذکورہ سطح ''ضروری'' کی تھی، اس کی ''حاجی'' سطح میں وہ مکانات آتے تھے جن میں پانی اور بجلی کی سپلائی ہوتی تھی لیکن تمدن کے دوبارہ ترقی کے نتیجے میں بجلی اور پانی کی سہولیات سے آراستہ مکانات بھی ضروری کے درجہ میں آگئے اور حاجی کی سطح اتنی بلند ہوگئی کہ فریج، واشنگ مشین، ٹیلی فون بلکہ اونچے اونچے فلیٹوں کے لئے لفٹ بھی اس میں شامل ہوگئی

(۴) یہ ذرائع قریب کے زمانے تک معیار تحسینی کی خصوصیات میں سے تھے، جن میں اس وقت حاجی کی دیگر خصوصیات کے ساتھ نیچے کی

منزلوں کے لئے بھی لفٹ شامل ہوگئی، اور ایر کنڈیشن بھی، رہائش کی کم سے کم حد ایک عمارت ہے، ایک عمارت میں ایک فلیٹ ہے، اور اس کی اعلیٰ ترین حد ایک علی حدہ بنگلہ اور ایک باغ ہے وغیرہ وغیرہ

(۵) رہائش میں تحسینی سے آگے کا درجہ فضول خرچی اور اسراف میں داخل ہے (مقاصد شریعت عصری تناظر میں/ص ۴۹ تا ۵۱)۔

مذکورہ بالا گفتگو سے چند امور معلوم ہوئے:

(۱) سوال میں مذکور بطور مثال اشیاء کا استعمال فی نفسہ مباح اور امور تحسینی میں شامل ہونے کی وجہ سے جائز ہے، (۲) تحسینی سے آگے کا درجہ اسراف وفضول خرچی ہے، جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں، (۳) اور اگر یہ چیزیں تکبر، ریاکاری، فخر ومباہات کی غرض سے استعمال کی جائے تو حدیث کی رو سے ممنوع اور مذموم ہے، بہرحال مذکورہ اشیاء کا استعمال ۲/شرطوں کے ساتھ جائز ٹھہرا: (الف) اسراف نہ ہونا چاہئے (ب) فخر وغرور کی غرض سے نہ ہو۔ ان کے علاوہ اگر ان چیزوں کی وجہ سے ماحولیات کا نقصان ہوتا ہے تو ان سے اجتناب کرنا اولیٰ ہوگا۔

۱۲۔ (الف): جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شجرکاری اور زراعت کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے وہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو ناپسند فرمایا ہے کہ درخت بلا ضرورت کاٹے جائیں، اللہ تعالیٰ نے درختوں کو زمین کی زینت قرار دیا ہے پھر کیوں کر ان کے ناحق کاٹنے کی اجازت ہوسکتی ہے، ارشاد ربانی ہے: "إنا جعلنا ما علی الأرض زینة لها" (الکہف: ۸) روئے زمین پر جو کچھ ہے (حیوانات، نباتات، جمادات وغیرہ) اسے ہم نے زمین کے لئے رونق بنایا ہے، نیز جب کہ درختوں اور پودوں کا نظام آسمان سے پانی برسنے کا سبب بنتا ہے، اسی سے کائنات کا قدرتی حسن دوبالا ہوتا ہے، جانداروں کو آکسیجن فراہم ہوتا ہے، ہواؤں کی رفتار میں اعتدال پیدا ہوتا ہے، درجۂ حرارت میں تخفیف ہوتی ہے، غرضیکہ فضائی آلودگی کا سبب بننے والے ہر طرح کے جراثیم کو اپنے اندر جذب کر لیتے ہیں۔

عہد نبوی میں عام طور پر عرب کے ریگستانوں میں زیادہ تر بیری اور ببول کے درخت ہوتے تھے، اس لئے خاص طور سے احادیث میں بیری کے درخت کا تذکرہ ملتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"إن الذین یقطعون السدر یصبون فی النار علی وجوههم صبا" (رواہ الطبرانی فی الاوسط بحوالہ مجمع الزوائد، کتاب الادب، باب فیمن قطع السدر ۸/ ۲۱۴) یعنی بیری کو کاٹنے والے جہنم میں اوندھے منہ جائیں گے

،ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے: "اخرج فنادفی الناس لعن اللہ قاطع السدر" (ایضا) یعنی درخت کے کاٹنے والے پر لعنت بھیجی گئی،

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: "إن من قطع شجرة من غیر وجه فجزاء ه فی الآخرة تصویب رأسه فی نار جهنم" (ابوداؤد)

اسی مضمون کی روایت عبداللہ بن حبشی سے مروی ہے کہ عمرو بن اوس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے بیری کا درخت کاٹا سوائے اس کے کہ کھیتی کے لئے کاٹے، اللہ تعالیٰ دوزخ میں اس کا گھر بنائیں گے (ایضا)۔

عرب ریگستانی علاقہ تھا، اور لوگ دور دراز علاقوں سے خانۂ کعبہ کی زیارت اور حج کے لئے مکہ مکرمۃ آتے، لوگوں کا بڑا مجمع ہوتا، اس لئے مکہ میں ماحولیات کی حفاظت کا انتظام بھی فطرتاً ضروری تھا، چنانچہ اسلام نے حرم مکی اور مدنی کے درختوں اور سبزہ زاروں کو کاٹنے کی ممانعت کردی تاکہ ماحولیات کا تحفظ بصورتِ اتم ہوسکے، قرب وبعد سے آنے والے حجاج کرام اور زائرین ماحولیاتی آلودگی کے مضر اثرات سے محفوظ رہ سکیں، ترمذی کی روایت ہے،

"إن مكة حرمه الله تعالى ولم يحرمها على الناس ولا يحل لامرئ يؤمن بالله واليوم الآخر أن يسفك فيها دما أو يعضد بها شجرة" (موسوعة الحدیث جامع ترمذی، ص: ۱۸۲۷، رقم: ۸۰۹، نسائی ۲/ ۲۴) اسی مضمون کی دیگر روایات قدرے فرق کے ساتھ حضرت سعدؓ سے مشکوۃ میں (۱/ ۲۳۹) اور حضرت ابوہریرہ سے مسلم شریف میں (۲/ ۱۰۰۰) ہے۔

یہاں تک کہ جنگ میں بھی اسلام نے کھیتوں اور درختوں کو جلانے اور نقصان پہنچانے کو ناپسند کیا ہے، قرآن مجید نے ایسے سرکش فاتحین کی مذمت کی ہے، جو کسی علاقے پر غلبہ پانے کے بعد وہاں کے کھیتوں کو تباہ وبرباد کرتے ہیں۔

"وإذا تولى سعى في الأرض ليفسد فيها ويهلك الحرث والنسل والله لا يحب الفساد" (البقرة:۲۰۵)

اور جب پیٹھ پھیرتا ہے تو اس دوڑ دھوپ میں پھرتا رہتا ہے کہ شہر میں فساد کرے اور کسی کے کھیت یا مویشی کو تلف کردے، حالانکہ اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا، امام رازیؒ لکھتے ہیں: " فالمراد أن ذلك الفساد عظيم لا أعظم منه لأن المراد منها على التفسير الأول إهلاك النبات والحيوان فلا فساد أعظم منه فإن قوله، ليهلك الحرث والنسل من ألفاظ الفصيحة جدا للدلالة مع اختصارها على المبالغة الكثيرة " (تفسیر کبیر ۲/ ۲۱۹)

مراد اس بات کا بیان کرنا ہے کہ یہ فساد و بگاڑ فساد عظیم ہے، اس سے بڑا کوئی فساد نہیں؛ اس لئے کہ اس کی مراد پہلی تفسیر کی بنیاد پر نباتات وحیوانات کو نیست و نابود کرنا ہے، بہر حال اس سے بڑا کوئی فساد نہیں، لہٰذا فرمان باری "ویہلك الحرث والنسل" بہت ہی فصیح الفاظ ہیں جو اختصار کے باوجود زیادہ مبالغے پر دال ہیں۔

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین اسلام کو خاص طور پر درختوں اور کھیتوں کو برباد کرنے سے منع فرمایا کہ یہ خشک سالی میں جانوروں کی زندگی کی ضمانت ہیں (مصنف عبد الرزاق، باب عقر الشجر بارض العدو ۲۰۱/۵)، اسی طرح حضرت صدیق اکبرؓ نے یزید بن ابی سفیانؓ کو وصیت فرمائی جب کہ ان کو شام کی طرف روانہ کیا کہ دشمن کے کھجور کے باغات ہرگز نہ کاٹے جائیں اور نہ جلائیں جائیں۔

(مصنف ابن ابی شیبة، باب من ینهی عن قتله فی دار الحرب من کتاب الجهاد ۳۸۳/۱۲ - مؤطا مالک ۴۴۸/۲ - بیہقی فی الکبری، کتاب السیر ۸۹/۹)

بلکہ تمام خلفائے راشدینؓ نے اس کی طرف خاصی توجہ فرمائی (مجلة البحوث العلمية ج: ۳۳، ۱۴۳۲ھ)۔

سابق نصوص سے معلوم ہوا کہ بلا ضرورت درختوں کو کاٹنا جائز نہیں ہے؛ البتہ ضرورت کے مواقع میں گنجائش ہے، چنانچہ ماقبل میں حضرت عبد اللہ بن حبشیؓ نے عمرو بن اوسؓ کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے اس میں کھیتی کو ضرورت کے لئے کاٹنا جائز قرار دیا، اسی طرح بخاری شریف میں ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی غرض سے مدینہ منورہ میں قطع اشجار کی اجازت فرمائی (رقم: ۳۹۳۲)

اور اگر درخت عام راستے پر ہے جس سے راہ گیروں کو تکلیف ہوتی ہے تب بھی کاٹنے کی اجازت ہے، روایت کے الفاظ ہیں:

" لقد رأيت رجلا يتقلب في الجنة في شجرة قطعها عن ظهر الطريق كانت تؤذى الناس " (مسلم، کتاب البر والصلة، باب فضل ازالة الاذى عن الطريق، رقم: ۶۶۲۸/ بحواله تکمله ۵/ ۴۲۷)

نیز اعداء اسلام کی جانب سے کچھ نامساعد حالات پیدا کردئے جائیں کہ مسلمان فوجیں قطع شجر کے لئے مجبور ہوں تو اس کی اجازت ہے جیسا کہ صحاح کی اکثر کتب میں یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلۂ بنو نضیر کے درختوں کو کاٹنے اور جلانے کا حکم فرمایا (مسلم ۲/ ۸۵، بخاری ۵/ ۲۳)

اور خود اللہ تعالیٰ نے اس عمل کی تائید ان الفاظ میں فرمائی:

"ما قطعتم من لينة أو تركتموها قائمة على أصولها فبإذن الله وليخزى الفاسقين" (الحشر: ۵)۔

لیکن فقہاء کرام نے درختوں کو کاٹنے اور ڈبو دینے کے جواز کو اس شرط کے ساتھ مقید کیا ہے کہ اس اقدام کے بغیر کامیابی کی کوئی امید نظر نہ آرہی ہو، ورنہ اس کے بغیر ہی فتح کی امید ہو تو پھر یہ عمل جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ بلا ضرورت فساد ہے، جس کی شریعت میں اجازت نہیں، چنانچہ علامہ ابن ہمامؒ فرماتے ہیں:

" فيفعلون ما يمكنهم من التحريق وقطع الأشجار وإفساد الزرع هذه إذا لم يغلب على الظن أنهم مأخوذون بغير ذلك وإن كان الظاهر أنهم مغلوبون وأن الفتح بادكره ذلك لأنه إفساد في غير محل الحاجة وما أبيح إلا لها"

(فتح القدير ۵/ ۱۹۷ تا ۱۹۸، رد المحتار ۶/ ۲۱۰، المغنی ۱۳/ ۱۴۶ بحواله اسلام کا نظام زراعت، ص: ۹۸)

یعنی درختوں کو کاٹنا، جلانا اور کھیتی کا برباد کرنا وغیرہ جو ممکن ہو کیا جائے؛ لیکن یہ اس صورت میں جب کہ غالب گمان یہ ہو کہ اس کے بغیر ان پر قابو نہیں پایا جاسکتا، اور اگر غالب گمان ہو کہ اس کے بغیر ہی وہ مغلوب ہو جائیں گے تو ایسا کرنا مکروہ (حرام) ہے؛ اس لئے کہ یہ بلاضرورت فساد برپاد کرنا ہے؛ حالانکہ درختوں کو جلانا اور کاٹنا محض ضرورت کی وجہ سے مشروع ہوا ہے۔

خلاصہ یہ کہ جب جہاد جیسی عظیم شرعی چیز میں بلاضرورت قطع اشجار کی ممانعت ہے تو اپنی ذاتی مصلحت اور نفع کے لئے بلاضرورت کیسے اجازت ہوگی، جب کہ اس کی وجہ سے ماحولیاتی آلودگی کے دفاع کی قوت بھی کم ہو کر عام انسان کے مضرت میں مبتلا ہونے کا قوی خطرہ ہے، اور اصول ہے کہ عام مضرت کو دور کرنے کے لئے خاص فائدے کو ترک کر دیا جائے گا۔

ب- اسلام نے ماحولیات کے بنیادی عناصر میں کاشتکاری شجرکاری کو شمار کیا ہے، بایں طور کہ غذا اور دوا کی بنیاد ہی پیڑ پودے اور اشجار ہیں، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر اس کے ذریعہ احسان جتلایا، ارشاد خداوندی ہے: "فلینظر الإنسان إلی طعامہ أنا صببنا الماء صبا ثم شققنا الأرض شقا فأنبتنا فیھا حبا وعنبا وقضبا وزیتونا ونخلا وحدائق غلبا وفاکھۃ و أبا متاعا لکم ولأنعامکم" (عبس: ۲۴ تا ۳۲) اس کے علاوہ کئی مقامات پر نعمت زراعت کا تذکرہ ہے (دیکھئے: النحل: ۶۰، الواقعہ: ۶۳ تا ۶۵ وغیرہ) اور کسی چیز کی شرافت واہمیت منسوب الیہ سے معلوم ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس میں سابق حوالہ جات کے علاوہ فعل انبات کی نسبت اپنی طرف فرما کر شجرکاری کی فضیلت میں اضافہ کر دیا (الانعام: ۹۹)، نیز فعل غرس اور اثمار کو (پھل) اہل ایمان کی جزا (بدلہ) قرار دیا ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"من قال سبحان اللہ العظیم وبحمدہ غرست لہ نخلۃ فی الجنۃ" (ترمذی)

ایک اور روایت میں فرمایا: "من صام یوما تطوعا غرست لہ شجرۃ فی الجنۃ" (طبرانی فی معجم الکبیر)

ان سب کے علاوہ انسان کی بقا کا اہم سبب غذا ہے اور غذا دو طرح کی ہیں: سبزیاں ۸۵ / فیصد اور لحمیات ۱۵ / فیصد، لیکن لحمیات جن جانوروں سے حاصل ہوتی ہے ان کی بقا بھی خود اشجار اور نباتات پر ہے، اس لئے مجموعی طور پر انسان درختوں کے بغیر نہیں رہ سکتا۔

بہر حال اسلام نے درختوں کی حفاظت اور شجرکاری کی طرف خصوصی توجہ دلائی ہے، یہاں کچھ ارشادات نبوی اور آثار ذکر کئے جاتے ہیں:

(۱) "عن أنس بن مالك عن النبی ﷺ: ما من مسلم غرس غرسا فأكل منه إنسان أو دابة إلا كان له صدقة"

(بخاری، باب رحمۃ الناس والبہائم ۲/۸۸۹، رقم: ۶۰۱۲، ۲۳۲۰)

(یعنی مسلمان کوئی درخت یا کھیتی لگائے اور اس میں سے انسان درندہ پرندہ یا چوپایہ کھائے تو اس کے لئے صدقہ ہے)۔

(۲) "عن جابر قال: قال رسول اللہ ﷺ: ما من مسلم يغرس غرسا إلا كان ما أكل منه له صدقة وما سرق منه فهو له صدقة وما أكل السبع منه فهو له صدقة وما أكلت الطير فهو له صدقة ولا يرزءه أحد إلا كان له صدقة"

(مسلم، کتاب المساقات، باب فضل الغرس والزرع، رقم: ۴۰۵۰)

اس روایت میں چوری کا بھی تذکرہ ہے کہ اگر کھیتی یا پودے کو کوئی چوری کر لے تب بھی کاشت کار کے لئے صدقہ ہے۔

(۳) "عن أبي أيوب الأنصاری عن النبی ﷺ قال: ما من رجل يغرس غرسا إلا كتب اللہ له من الأجر قدر ما يخرج من ثمر ذلك الغرس" (مجمع الزوائد ۲/۶۷، مسند احمد ۵/۴۱۵) اس میں پیداوار کے بقدر اجر کے ملنے کا تذکرہ ہے۔

(۴) "عن رجل من أصحاب النبی ﷺ قال: سمعت رسول اللہ ﷺ بأذنی هاتين يقول: من نصب شجرة فصبر على حفظها والقيام عليها حتى تثمر كان له فی كل شئ يصاب من ثمرها صدقة عند اللہ عز وجل"

(مسند احمد ۴/۶۱، ۵/۳۷۴، مجمع الزوائد ۳/۸)

(یعنی جس نے درخت لگا کر اس کی حفاظت کی یہاں تک وہ پھل آور ہو گیا تو اس کے بقدر اس کے لئے صدقہ ہے)۔

(۵) "عن عبد اللہ بن زبير قال أمر النبی ﷺ عمه العباس يأمر بنيه أن يحرث القضب فإنه ينفی الفقر" (اخرجہ الطبرانی)

اس روایت میں نبی کریم ﷺ نے اپنے چچا کو یہ ترغیب دی کہ وہ اپنی اولاد کو درخت لگانے کا حکم دیں، اس لئے کہ شجر کاری غربت کو دور کرتی ہے۔

(۶) ''عن أنس عن النبی ﷺ قال: سبع یجری للعبد أجرہن وھو فی قبرہ وبعد موتہ ... (عد منھا) أو غرس نخلا'' (رواہ البیھقی فی شعب الایمان ۲۲۸/۳، اخرجہ البزار وابو نعیم) خادم رسول ﷺ نے شجر کاری کو صدقہ جاریہ بتلایا۔

(۷) ''عن أبی داؤد الأنصاری قال: قال عبداللہ بن سلام: إن سمعت بالدجال قد خرج وأنت علی ودیعۃ أی فسیلۃ تغرسھا فلا تعجل عن تصلحہ فإن للناس بعد ذلک عیشا'' (الادب المفرد، ص: ۹۷)۔

(۸) ''عن أنس أن النبی ﷺ قال: إن قامت الساعۃ وفی ید أحدکم فسیلۃ فإن استطاع أن تقوم حتی یغرسھا فلیغرسھا'' (رواہ احمد فی مسندہ ۱۹۱/۳، ۱۸۴، ۱۸۳، بخاری فی الادب المفرد، مجمع الزوائد، کتاب البیوع، باب الحث علی طلب الرزق ۹۳/۲، الطیالسی: ۲۰۶۸)

نبی کریم ﷺ کے یہ دونوں ارشاد کس قدر چونکا دینے والے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر دجال کا خروج ہو جائے یا قیامت برپا ہو رہی ہو اور تمہیں پودا لگانے کی نیکی کا موقع مل جائے تو فوری طور پر اس میں شامل ہو جاؤ، اس ارشاد کا مقصود اگرچہ نیکی کے مواقع کو غنیمت جاننے کی تاکید ہے، لیکن بے شمار نیکیوں میں سے آپ ﷺ نے شجر کاری کا انتخاب کرکے اس کی افادیت کو اجاگر فرمایا (شجر کاری اور اسلامی تعلیمات از مولانا سید احمد ومیض ندوی)۔

(۹) ''عن عمارۃ بن خزیمۃ بن ثابت قال: سمعت عمر بن الخطاب یقول لأبی: إعزم علیک أن تغرس أرضک فقال أبی: أنا شیخ کبیر أموت غدا فقال عمر: اعزم علیک لتغرسھا فلقد رأیت عمر بن الخطاب یغرسھا بیدہ مع أبی'' (الجامع الصغیر للسیوطی ۳۳۷/۲، انظر السلسلۃ الصحیحۃ ۱۰/۱)۔

(۱۰) ''روی أن رجلا مرّ بأبی الدرداء وھو یغرس جوزۃ (شجرۃ جوز) فقال: أتغرس ھٰذہ وأنت شیخ کبیر وہی لا تثمر إلا فی کذا وکذا عاما فقال أبو الدرداء رضی اللہ عنہ: ما علی أن یکون لی أجرھا ویأکل منھا غیری''۔

دونوں روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر پودا لگانے والے کو اس سے اپنی حیات میں استفادہ ممکن نہ ہو تب بھی لگانا چاہئے۔

(۱۱) ''عن حرام بن سعد بن محیصۃ الأنصاری عن أبیہ عن البراء بن عازب أنہ کانت لہ ناقۃ ضاربۃ فدخلت حائطا فأفسدت فیہ فکلم رسول اللہ ﷺ فیھا فقضی بأن حفظ الحوائط بالنھار علی أھلھا وأن حفظ الماشیۃ باللیل علی أھلھا'' (مؤطا مالک ۷۴۷/۲/ مرسلا، الخطابی فی معالم السنن ۸۲۹/۳، ابو داؤد، رقم: ۳۵۷۰)۔

اس قضیے میں نبی کریم ﷺ نے جو فیصلہ رات ودن میں فرق کرکے فرمایا اس کی غرض کھیت اور درخت کی حفاظت ہے، دن میں خود باغ والے حفاظت کی ذمہ داری پوری کریں اور رات میں اہل مواشی اس کو انجام دیں؛ تاکہ دونوں وقت باغات جانوروں کی دست برد سے محفوظ ہو جائیں۔

(۱۲) ''روی عروۃ عن أبیہ أن رسول اللہ ﷺ قال: من أحیا أرضا میتۃ فھی لہ ولیس لعرق ظالم حق'' قال مالک العرق الظالم کل محتقر أو غرس بغیر حق (مؤطا مالک ۳۰/۵)

اس میں نبی کریم ﷺ نے بنجر اور ویران زمین کو سرسبز وشاداب کرنے کی ترغیب اور حوصلہ افزائی فرمائی۔

(۱۳) ''روی عطا عن جابر بن عبداللہ قال: کان لرجال فضول أرضین من أصحاب رسول اللہ ﷺ فقال رسول اللہ ﷺ: من کانت لہ فضل أرض فلیزرعھا أو لیمنحھا أخاہ فإن أبی فلیمسک أرضہ'' (مسلم شریف: ۲۵۳۶)

یعنی بے کاشت زمین کو قابل کاشت بنانے کی ترغیب دی کہ جس کے پاس زمین ہو اس کو چاہئے کہ وہ استعمال میں لائے، اگر خود کاشت نہ کرسکتا ہو تو اپنے مسلمان بھائی کو دے تاکہ وہ کاشت کرے۔

(۱۴) حضرت حسنؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: شہد کی مکھی اور درخت باعث برکت ہیں (مجمع الزوائد ۶۷/۴)۔

(۱۵) ''عن عبداللہ بن عمر قال: نهی رسول اللہ ﷺ أن يتخل الرجل تحت شجرة مثمرة'' (طبرانی فی الاوسط ۳۹۳۲ ،فتح العزیز ۱/ ۴۶۵)۔

(۱۶) ''عن معاذ قال: قال رسول اللہ ﷺ: اتقوا الملاعن الثلاث: البراز فی الموارد وقارعة الطريق والظل''
(ابوداؤد/ص۲۸، ابن ماجہ:۳۲۸، مشکوۃ، کتاب الطہارۃ:۳۵۵)

پہلی روایت میں پھل دار درخت کے نیچے اور دوسری روایت میں سائے کے نیچے رفع حاجت کی ممانعت فرمائی اور اس عمل کے کرنے والے کو مستوجب لعنت ٹھہرایا، اس کی بہت سی وجوہ میں سے ایک یہ ہے کہ درخت کو آلودگی سے بچایا جائے (مجلۃ البحوث العلمیۃ ج: ۲/۳۳ ۱۴۱۵ھ)۔

(۱۷) ''عن النبی ﷺ أنه قال: التمسوا الرزق فی خبایا الارض'' (کنز العمال : ۹۳۰۳) ''أی التمسوه فی الحرث لنحو زرع وغرس فإن الأرض تخرج مافیها من النبات الذی به قوام الحیوان'' (فیض القدیر للمناوی ۱/ ۶۹۲)

،یعنی نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم زمین کی نباتات میں اپنا رزق تلاش کرو، اس پر علامہ مناویؒ نے فرمایا کہ ''خبایا الارض'' سے حرث اور کھیتی مراد ہے، اس لئے کہ اسی پر حیات انسانی کا مدار ہے۔

(۱۸) ''جاء فی الحدیث أن رسول اللہ ﷺ أذن له أن یشفع یوم القیامة عدد ما علی الأرض من شجرة'' (مسند ۵/ ۳۴۷ من حدیث بریدة)، خلاصہ روایت یہ ہے کہ بروز قیامت جناب نبی کریم ﷺ روئے زمین کے درختوں کے بقدر سفارش فرمائیں گے، معلوم ہوا کہ امت کو زیادہ سے زیادہ شجر کاری کرنی چاہئے۔

(۱۹) درخت کو آپ ﷺ نے درخت والوں کے لئے اور ان کے بعد کی نسل کے لئے برکت کا باعث قرار دیا (مجمع الزوائد ۲ /۶۸)۔

رسول اللہ ﷺ کی ان ہی ترغیبات کا نتیجہ تھا کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین شجر کاری کا خاص اہتمام فرماتے تھے، حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے حضرت ابوالدرداءؓ سے نقل کیا ہے کہ حضرات صحابہ صدقے کی نیت سے درخت لگانے کا اہتمام فرماتے تھے (مجمع الزوائد ۴/ ۶۸)

شجر کاری اور کاشت کے ان ہی فوائد کے پیش نظر اسلام نے افتادہ سرکاری زمین کے بارے میں یہ اصول مقرر کیا کہ جو شخص بھی اس میں کاشت کرنا چاہے حکومت کی اجازت سے کرسکتا ہے، اگر کوئی شخص ایسی اراضی قبضے میں لے کر پھر اسے آباد کرنا چھوڑ دے تو امام صاحبؒ کے نزدیک زمین اس سے لے کر دوسرے کے حوالے کردی جائے گی تا کہ وہ اس میں کھیتی کرے (خلاصۃ الفتاوی ۴ / ۳)

اور امام شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک تو ایسی افتادہ زمین کی آبادکاری کے لئے حکومت سے اجازت کا حصول بھی ضروری نہیں (رحمۃ الامۃ ص:۴۶)۔

سورہ بقرہ کی آیت نمبر: ۲۰۵ / کے تحت علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں: ''دلت الآیة علی الحرث وزراعة الأرض وغرسها بالأشجار حملا علی الزرع وطلب النسل وهو نماء الحیوان وبذلك یتم قوام الانسان'' (الجامع لاحکام القرآن ۳/ ۱۸)

یعنی یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ کھیتی باڑی، زمین کی زراعت اور درخت وغیرہ لگانا چاہئے اور طلب نسل یعنی حیوانات کی نشوونما کے طریقوں کو اپنانا چاہئے کہ اس سے انسان کی خوراک کی ضرورت پوری ہوتی ہے، جس پر انسانی زندگی کا مدار ہے۔

حکم شجر کاری:

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ بہت سارے فقہاء شجر کاری کو فرض کفایہ میں شامل کرتے ہیں، ابوحامد غزالیؒ، ابوالفرج ابن الجوزیؒ اور علامہ قرطبیؒ نے شرح صحیح میں یہی بات لکھی ہے، اور علامہ ابن الحاجؒ نے المدخل میں فرمایا کہ مکلف پر جو صنعت وحرفت اور اسباب معیشت ضروری ہے ان میں سب سے اہم زراعت ہے، امام نوویؒ نے بھی یہی لکھا ہے: ''وقد اختلف العلماء فی أطیب المکاسب وأفضلها فقیل: التجارة وقیل: الصنعة بالید وقیل: الزراعة وهو الصحیح'' (شرح نووی علی هامش مسلم، باب فضل الغرس والزرع ۲/ ۱۵)۔

صوتی آلودگی:

۱۔ مسئلے کے حل سے پہلے یہ بات سمجھنا ضروری ہے کہ ان مشینوں کی آواز سے پیدا ہونے والی صوتی آلودگی کے منفی اثرات کیا ہیں؟ ڈاکٹر محمد اسلم

پرویز لکھتے ہیں کہ صوتی آلودگی نے جسمانی صحت کے لئے سنگین مسائل پیدا کئے ہیں، مثلاً قوت سماع کا نقصان، ذہنی تناؤ کی سطح میں اضافہ، بے خوابی، قلبی امراض اور دیگر حضرات نے دردسر، بلڈ پریشر، بلڈشوگر، دل کی دھڑکن کا بے ضابطہ ہونا وغیرہ وغیرہ، اور عالمی ادارہ صحت (W.H.O.) نے بتلایا کہ صوتی آلودگی سے اسقاط حمل اور دماغی امراض جنم لیتے ہیں (ماحولیات۔ از: محمد شمس الحق ص: ۱۶۷) نیز جناب اسلم صاحب لکھتے ہیں کہ اگر یہ نفسیاتی مسائل قابو سے باہر ہوجائیں تو کسی کے لئے بھی جان لیوا ثابت ہو سکتے ہیں، خلاصہ یہ کہ جان کا خطرہ تو موہوم ہے؛ لیکن جسمانی صحت کا متاثر ہونا قطعی نہیں تو ظن غالب کے درجے میں ضرور داخل ہے، اور شریعت میں ظن غالب پر کئی مسائل کا مدار ہے۔

فقہاء نے ہوا آلودہ ہونے والے اعمال کی دو قسمیں بتائی ہیں: (۱) وہ آلودگی جس سے شدید ضرر لاحق ہونے کا خطرہ ہو تو اسے ہر صورت میں بند کرنا چاہئے، اس کی مثال علماء نے حمام اور ہوٹل کے دھویں اور کارخانے کی مشین سے دی ہے، لہذا جو کارخانے ہوا میں مضر گیس چھوڑنے کا ذریعہ ہوں اور اس کے روک تھام کا کوئی بندوبست نہ ہو، تو اسے ہر صورت میں بند کرنا چاہئے، (۲) وہ آلودگی جس سے کم ضرر پیدا ہو اور زندگی پر اثر انداز نہ ہوتی ہو اس کی مثال گھروں میں روٹی پکانے کے تنور سے دی ہے (حماية البيئة عن التلوث لمحمد عبد القادر، ص: ۲۲-۲۳)۔

مفتی جمیل احمد نذیری ''اسلام اور حقوق انسانی۔ ماحولیات کے تناظر میں'' نامی مقالے میں رقم طراز ہیں: ماحولیات کو ضرر پہنچانے والوں اور مضر ذرائع اور اسباب کے تئیں کیا رویہ اختیار کیا جائے؟ قواعد فقہیہ پر مبنی عبارات اس کے لئے بنیاد بن سکتی ہیں:

''يتحمل الضرر الخاص لدفع الضرر العام''

البتہ یہ قاعدہ فقہاء کے یہاں ایک دوسرے قاعدے کے ساتھ مقید ہے: ''الضرر لا يزال بمثله'' اس کے فروع بہت زیادہ ہیں، انھیں میں سے کپڑا فروخت کرنے والوں کے درمیان کھانا پکانے کی دوکان (ہوٹل وغیرہ) کے کھولنے کی ممانعت ہے، ایسے ہی ہر ضرر عام کا معاملہ ہے، اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ وہ تمام افراد، کارخانے اور فیکٹریاں جو پرسکون ماحول کو پراگندہ کرنے اور بگاڑنے کا ذریعہ ہیں اور جن سے ماحول میں عدم توازن پیدا ہو رہا ہے ان پر روک لگا دی جائے اور کارخانے آبادی کی ان جگہوں سے ہٹا دیئے جائیں، ان پابندیوں کے نتیجے میں کارخانہ داروں کو مالی نقصان بھی سہنا پڑے گا، اور بہت سی ذہنی اور جسمانی اذیتیں بھی پہنچ سکتی ہیں مگر یہ سب ضرر خاص ہیں، جو ضرر عام کو دفع کرنے کے لئے برداشت کئے جائیں گے۔

(مختلف ممالک میں اقلیتوں کے حقوق، ص: ۳۸۰/تا ۳۸۲)۔

مذکورہ بالا گفتگو سے چند امور معلوم ہوتے ہیں: (۱) صوتی آلودگی کا ضرر موہوم نہیں بلکہ ظن غالب کے درجے کا ہے (۲) اس کے ذریعے جو منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں ان میں سے بعض کا تعلق حفظ نفس سے ہے اور بعض کا تعلق حفظ عقل سے، اور فیکٹری کو دوسری جگہ لے جانے سے مال کا ضرر ہے جس کا درجہ مقاصد شریعت میں نفس وعقل کے بعد ہے (۳) یہ ضرر عام ہے جس کو دور کرنا ضروری ہے خواہ خاص ضرر کو برداشت کرنا پڑے، خلاصہ یہ کہ حکومت کی جانب سے یہ حکم شرعاً وجوب کی حیثیت رکھتا ہے۔

اس سلسلے میں اصول یہ ہے کہ: (۱) اگر وہ حکم ایسا ہے کہ اس میں عام لوگوں کی مصلحت ہے اور اس کے خلاف کرنے میں عام ضرر ہے اس میں (حاکم کی اطاعت، قانون کی پابندی) ظاہراً و باطناً واجب ہے (علانیہ طور پر بھی واجب ہے اور خفیہ طور پر بھی یعنی حاکم کو اطلاع نہ ہو تب بھی)۔

(۲) اور اگر ایسا نہیں ہے (یعنی خلاف کرنے میں عام ضرر نہیں) تو صرف ظاہراً (حاکم کی اطاعت) واجب ہے تاکہ فتنہ نہ ہو، باطناً واجب نہیں (یعنی اگر حاکم کو اطلاع نہ ہو تو خفیہ طور پر اس حکم کے خلاف کرنے میں گناہ نہیں)؛ کیوں کہ اپنے نقصان کے التزام کا ہر شخص کو اختیار ہے (غیر اسلامی حکومت کے شرعی احکام، ص: ۴۵)۔

۲۔ اس سوال میں مجموعی اعتبار سے تین باتیں ہیں:

(۱) ہارن کا ضرورت سے زیادہ ہونا یا غیر ضروری ہونا (۲) ایمبولنس کے ہارن کی طرح ہارن لگوانا (۳) راہگیروں کا دہشت زدہ ہونا۔

اولا: یہ تمام امور اس باب میں منقول اسلامی اصولی تعلیمات وہدایات کے صریح خلاف ہیں، جیسا کہ ابتداءً گزر چکا۔

ثانیا: امر اول یہ اسراف، تبذیر، فساد اور ظلم کے دائرے میں داخل ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے، جیسا کہ اصولی گفتگو میں گزر چکا۔

اور امر ثانی یہ ایک طرف تو ملکی وریاستی ایسے قانون کی مخالفت ہے جو شریعت سے متصادم نہیں، نیز ہمارا ملک بھارت آئینی طور پر اسلام کے خلاف محارب نہیں ہے اور دوسری طرف مذہبی اور دعوت وتبلیغ کی آزادی کی وجہ سے ''دارالامن'' ہے جیسے عہد رسالت میں حبشہ تھا، اور من جملہ احکام دارالامن کے ایک یہ ہے کہ ملک کی دفاعی قوت میں اضافہ اور مدد کرنے میں مسلمانوں کے لئے کوئی حرج نہیں بشرطیکہ وہ کسی مسلم ملک سے برسرپیکار نہ ہوں (قاموس الفقہ ۳/ ۴۰۳)، نیز کفار سے جیسے باقاعدہ زبانی یا تحریری معاہدے کی پابندی ضروری ہے، اسی طرح بعض اوقات عملی معاہدہ بھی ہوتا ہے، اس کی بھی رعایت ضروری ہے، چنانچہ سورہ قصص میں مذکور قبطی کا قتل وہ اسی قبیل سے ہے؛ کیوں کہ اس کا قتل عملی عہد کے خلاف تھا اس لئے اس عمل پر عتاب ہوا اور استغفار ومغفرت کی نوبت آئی، جیسا کہ بخاری کی ایک حدیث بروایت مغیرہ بن شعبہؓ میں اس کا ثبوت ہے اور علامہ قسطلانیؒ نے اس کی تصریح کی ہے (اسلام اور سیاست، ص: ۱۹۷) اور مذکورہ بالا مسئلے میں مصلحت عامہ کے پیش نظر ہی اس کو قانون میں شامل کیا گیا، لہذا غیر قانونی طور پر استعمال صحیح نہیں۔ رہی بات امر ثالث کی تو اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ کی صراحتاً ممانعت منقول ہے ارشاد نبوی کے الفاظ یہ ہیں:

''لا يحل لمسلم أن يروع مسلما'' (رواه ابوداؤد، كتاب الادب، باب من ياخذ الشئ على المزاح/ ۵۰۰۴)۔

۳۔ اول الذکر دو سوال کے جواب اور چوتھے جواب میں مذکور روایات آثار اور فقہاء کے اقوال وآراء سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ شریعت میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے، نیز ماہرین صوتیات کہتے ہیں کہ انسانی کان کی قوت برداشت 80-85 Db ہوتی ہے وہ بھی چند گھنٹوں کے لئے حالانکہ Dj کی آواز 80-120 Db ہوتی ہے جس سے نقصان اغلبی بلکہ یقینی ہے۔

۴۔ مولانا محمد تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں کہ ظلم صرف یہ نہیں کہ کسی کا مال چھین لیا جائے یا اسے جسمانی تکلیف پہنچائی جائے؛ بلکہ عربی زبان میں ''ظلم'' کی تعریف ''وضع الشئ فی غیر محلہ'' یعنی کسی بھی چیز کو بے جگہ استعمال کرنا سے کی گئی ہے، چونکہ کسی چیز کا بے محل استعمال یقینا کسی نہ کسی کو تکلیف پہنچانے کا موجب ہوتا ہے، اس لئے ہر ایسا استعمال ظلم کی تعریف میں داخل ہے اور اگر اس سے کسی انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ شرعاً گناہ کبیرہ بھی ہے، ایذاء رسانی کی بے شمار صورتوں میں ایک انتہائی تکلیف دہ صورت لاؤڈ اسپیکر کا ظالمانہ استعمال ہے۔

اگر کوئی خالص دینی اور مذہبی پروگرام ہو تو اس میں بھی لوگوں کو لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے زبردستی شریک کرنا شرعی اعتبار سے ہرگز جائز نہیں ہے اور ہمارے معاشرے میں یہ اصول بھی بہت غلط مشہور ہو گیا ہے کہ نیت کی اچھائی سے کوئی غلط کام بھی جائز اور صحیح ہو جاتا ہے، واقعہ یہ ہے کہ کسی کام کو درست ہونے کے لئے صرف نیک نیت ہی کافی نہیں؛ بلکہ اس کا طریقہ بھی درست ہونا ضروری ہے، اور لاؤڈ اسپیکر کا ایسا ظالمانہ استعمال دعوت وتبلیغ کے بنیادی اصول کے بھی خلاف ہے، چند آثار ملاحظہ ہوں:

(۱) مشہور محدث حضرت عمر بن شبہؒ نے مدینہ منورہ کی تاریخ پر ۴/ جلدوں میں بڑی مفصل کتاب لکھی ہے اس کتاب میں انھوں نے ایک واقعہ اپنی سند سے روایت کیا ہے کہ ایک واعظ حضرت عائشہؓ کے مکان کے بالکل سامنے بہت بلند آواز سے وعظ کہا کرتے تھے، ظاہر ہے کہ وہ زمانہ لاؤڈ اسپیکر کا نہ تھا بلکہ ان کی آواز بہت بلند تھی اور اس سے حضرت عائشہؓ کی یکسوئی میں فرق آتا تھا، یہ دور فاروقی تھا اس لئے حضرت عائشہؓ نے حضرت عمرؓ سے شکایت کی تو حضرت عمرؓ نے ان صاحب کو پیغام بھیج کر وہاں وعظ کہنے سے منع کیا لیکن کچھ عرصے کے بعد واعظ نے دوبارہ وہی سلسلہ شروع کر دیا اور حضرت عمرؓ کو اطلاع ہوئی تو انھوں نے خود جا کر ان کو پکڑا اور ان پر تعزیری سزا جاری کی (اخبار مدینہ ۱/ ۱۵)۔

(۲) بات صرف یہ نہ تھی کہ حضرت عائشہؓ اپنی تکلیف کا ازالہ کرنا چاہتی تھیں؛ بلکہ وہ در اصل اسلامی معاشرت کے اس اصول کو واضح اور نافذ کرنا چاہتی تھیں کہ کسی کو کسی سے کوئی تکلیف نہ پہنچے، نیز دعوت وتبلیغ کا پروقار طریقہ بتلانا چاہتی تھیں، چنانچہ امام احمدؒ نے اپنی مسند میں روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے مدینہ منورہ کے ایک واعظ کو وعظ وتبلیغ کے آداب تفصیل کے ساتھ بتائے اور ان آداب میں یہ بھی فرمایا کہ اپنی آواز کو ان ہی لوگوں تک محدود رکھو جو تمہاری مجلس میں بیٹھے ہیں (مجمع الزوائد ۱/ ۱۹۱)۔

(۳) حضرت عطاء بن رباحؒ کا مقولہ ہے: ''عالم کو چاہئے کہ اس کی آواز اس کی اپنی مجلس سے آگے نہ بڑھے'' (ادب الاملاء والاستملاء للسمعانی، ص: ۵)۔

انہیں آثار کی روشنی میں تمام فقہائے امت اس بات پر متفق ہیں کہ تہجد کی نماز میں اتنی بلند آواز سے تلاوت کرنا جس سے کسی کی نیند خراب ہو،

ہرگز جائز نہیں، نیز اگر کوئی شخص اپنے گھر کی چھت پر بلند آواز سے تلاوت کرے جب کہ لوگ سور ہے ہوں تو تلاوت کرنے والا گنہگار ہے (خلاصۃ الفتاوی ا/ ۱۰۳، شامی ا/ ۴۰۳)۔

مولانا تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں کہ ایک صاحب نے ایک استفتاء مرتب کیا تھا کہ بعض مساجد میں تراویح کی قراءت لاؤڈ اسپیکر پر اتنی بلند آواز سے کی جاتی ہے کہ اس سے محلے کی خواتین کے لئے گھروں میں نماز پڑھنا مشکل ہوجاتا ہے، جن مریض اور کمزور لوگوں کو علاجاً جلدی سونا ضروری ہے وہ سونہیں سکتے وغیرہ وغیرہ، ان حالات میں لاؤڈ اسپیکر زور سے کھولنا کیا شرعاً جائز ہے؟

یہ سوال مختلف علماء کے پاس بھیجا گیا اور سب نے متفقہ جواب یہی دیا کہ ان حالات میں تراویح کی تلاوت میں بیرونی لاؤڈ اسپیکر بلاضرورت زور سے کھولنا شرعاً ناجائز ہے، یہ فتوی ماہنامہ البلاغ کی محرم ۱۴۰۷ھ کی اشاعت میں شائع ہوا ہے۔

مذکورہ بالا گزارشات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ شریعت نے دوسروں کو تکلیف سے بچانے کا کتنا اہتمام کیا ہے جب قرآن کریم کی تلاوت اور وعظ ونصیحت جیسے مقدس کاموں کے بارے میں بھی شریعت کی ہدایت یہ ہے کہ ان کی آواز ضرورت کے مقامات سے آگے نہ بڑھے، تو گانے بجانے اور دوسری لغویات کے بارے میں خود اندازہ کر لیجئے کہ ان کو لاؤڈ اسپیکر میں انجام دینے کا کس قدر دوہرا وبال ہے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی فرماتے ہیں کہ گانا بجانا، ڈھول باجے، رقص وسرور، نعرہ بازی، بے وقت وبے محل محلہ کا آرام غارت کردینے والی تقریریں اور شور ہنگاموں کا اسلام سے کوئی رشتہ نہیں بلکہ ایسے تکلیف دہ رویے کو اسلام ناپسند کرتا ہے (اسلام اور جدید فکری مسائل، ص/ ۲۸۴)۔

خلاصۂ بحث

فضائی آلودگی:

(۱) مستعمل کا عارضی، خاص، چھوٹا اور مالی فائدہ ہے اور اس کے مقابلے میں عام لوگوں کا بڑا قوی اور عام ضرر ہے ایسی صورت میں شریعت کے ضابطے کے مطابق "درء المفاسد أولی من جلب المصالح" ممنوع اور حرام نہیں تو کراہت کے دائرے میں ضرور آئے گا، اس کے علاوہ یہاں مال وجان کا تقابل ہے جس میں شرعی مقاصد کے مراتب کے اعتبار سے جان کے تحفظ کو تقدم حاصل ہے۔

(۲) حکومتی قانون پر عمل ضروری اور لازم ہوگا اور حکومت کی طرف سے عدم قانون کی صورت میں دوسروں کو ضرر سے بچانے کے لئے کم آلودگی والے ایندھن کے استعمال کو ترجیح دینے کی شرعی حیثیت ضرر کی نوعیت پر موقوف ہوگی۔ اگر زیادہ آلودگی والے ایندھن کے استعمال میں ضرر غیر متلافی ہوتا ہے تو کم آلودگی والا ایندھن استعمال کرنا ضروری ہوگا اور اگر متلافی نقصان ہوتا ہے تو کم آلودگی والا ایندھن استعمال کرنا مقدم ہوگا۔

(۳) شرعاً کم دھواں پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال واجب ومطلوب ہوگا، اس کے علاوہ فقہی قاعدہ بھی "یرتکب أخف الضررین وأھون الشرین" یعنی دو ضرر اور شر میں سے اہون اور اخف کو ترجیح دی جائے گی، اس کے مطابق یہاں دو طرح کے اسباب ہیں: (۱) زیادہ دھواں چھوڑنے والے (۲) کم از کم دھواں خارج کرنے والے، البتہ نقصان دونوں سے ہے اس لئے ہلکے نقصان کو برداشت کیا جائے گا۔

(۴) صاحب استطاعت افراد واشخاص اور اداروں کے لئے اس کا استعمال مستحب ومستحسن ہوگا۔

(۵) حکومت کی جانب سے بنائے گئے قوانین انسانی بھلائی کے نقطۂ نظر سے اور اس کے خلاف کرنے میں انسانیت کا ضرر ہے اس لئے شرعاً ایسے قوانین کی پابندی لازم اور ضروری ہوگی۔

(۶) حکومت کو چاہئے کہ وہ آبادی سے باہر جس طرح دیگر گندی اشیاء کے ڈالنے اور بستی سے اس مقام تک گندگی پہنچانے کے لئے گاڑیوں اور افراد کا نظم کرتی ہے، اسی طرح قربانی کے فضلات کے لئے بھی ایسا معقول نظم کرے، اور عوام کو چاہئے کہ وہ اس نظم سے مکمل استفادہ کرکے حکومت کا اس باب میں تعاون کرے اور جب تک حکومت کی طرف سے کوئی نظم نہ ہو بذات خود آبادی سے دور اپنی ذمہ داری سے فضلات کے ڈالنے اور دفن کا نظم کرے۔

(۷) آسانی اور خوشنمائی فی نفسہ جائز ہے اور من وجہ مطلوب بھی ہے، اور ارزاں ہونے کی وجہ سے مال کی بھی حفاظت ہوتی ہے، اور یہ سب مصالح ہیں پلاسٹک کی تھیلیوں کے استعمال میں لیکن اس میں عام انسانی مضرت بھی ہے، اس لئے قاعدہ شرعیہ: ''درء المفاسد أولی من جلب المصالح'' کی وجہ سے ان کے استعمال سے بچنا اولی ہے، نیز زمانۂ سابق میں کاغذ سے تیار شدہ اسباب کا استعمال کیا جاچکا ہے، اسی کو پھر رواج دینا چاہئے۔

(۸) جن مقامات پر سگریٹ نوشی کی ممانعت ہے وہاں سگریٹ نوشی شرعاً ممنوع ہوگی۔

(۹) نہ عوامی مقامات میں قضائے حاجت کی اجازت ہے اور نہ نالیوں اور گلیوں میں فضلات بہا کر فضا کو آلودہ کرنے کی گنجائش ہے، بلکہ جو چیز جس کے لئے بنائی گئی ہے اس کو اسی میں استعمال کرنا چاہئے ورنہ وضع الشئ فی غیر محلہ کے دائرے میں آنے کی وجہ سے اس فعل کی قباحت وشناعت دگنی ہوجاتی ہے، نیز عام لوگوں کی مضرت کا ظن غالب ہے اس لئے اس طرح کرنا عقلاً، عرفاً اور شرعاً ممنوع ہے۔

(۱۰) شرعاً اس طرح راستوں کو آلودہ کرنے کی اجازت نہیں ہے اور حکومت اور متعلقہ ادارے کی ہدایات پر عمل کرنا حتی الامکان ضروری ہوگا۔

(۱۱) سوال میں مذکور بطور مثال اشیاء کا استعمال فی نفسہ مباح اور امور تحسینی میں شامل ہونے کی وجہ سے جائز ہے، دو شرطوں کے ساتھ: (الف) اسراف نہ ہونا چاہئے (ب) فخر وغرور کی غرض سے نہ ہو، ان کے علاوہ جب ان چیزوں کی وجہ سے ماحولیات کا نقصان ہوتا ہے اس لئے اس سے اجتناب کرنا اولی ہوگا۔

(۱۲) (الف) جہاد جیسی عظیم شرعی چیز میں بلا ضرورت قطع اشجار کی ممانعت ہے تو اپنی ذاتی مصلحت اور نفع کے لئے بلا ضرورت کیسے اجازت ہوگی جب کہ اس کی وجہ سے ماحولیاتی آلودگی کے دفاع کی قوت بھی کم ہوکر عام انسان کے مضرت میں مبتلا ہونے کا قوی خطرہ ہے، (ب) بہت سارے فقہاء شجر کاری کو فرض کفایہ میں شامل کرتے ہیں، اور مکلف پر جو صنعت وحرفت اور اسباب معیشت ضروری ہے ان میں سب سے اہم زراعت ہے۔

صوتی آلودگی:

(۱) اگر وہ حکم ایسا ہے کہ اس میں عام لوگوں کی مصلحت ہے اور اس کے خلاف کرنے میں عام ضرر ہے اس میں (حاکم کی اطاعت، قانون کی پابندی) ظاہراً و باطناً واجب ہے۔ (علانیہ طور پر بھی واجب ہے اور خفیہ طور پر بھی یعنی حاکم کو اطلاع نہ ہو تب بھی)، اور اگر ایسا نہیں ہے (یعنی خلاف کرنے میں عام ضرر نہیں) تو صرف ظاہراً (حاکم کی اطاعت) واجب ہے تاکہ فتنہ نہ ہو، باطناً واجب نہیں (یعنی اگر حاکم کو اطلاع نہ ہو تو خفیہ طور پر اس حکم کے خلاف کرنے میں گناہ نہیں)؛ کیوں کہ اپنے نقصان کے التزام کا ہر شخص کو اختیار ہے۔

(۲) اس سوال میں مجموعی اعتبار سے تین باتیں ہیں: (۱) ہارن کا ضرورت سے زیادہ ہونا یا غیر ضروری ہونا (۲) ایمبولنس کے ہارن کی طرح ہارن لگوانا (۳) راہگیروں کا دہشت زدہ ہونا۔

اولا: یہ تمام امور اس باب میں منقول اسلامی اصولی تعلیمات وہدایات کے صریح خلاف ہیں۔ ثانیا: امر اول یہ اسراف، تبذیر، فساد اور ظلم کے دائرے میں داخل ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے۔ اور امر ثانی کو مصلحت عامہ کے پیش نظر ہی اس کو قانون میں شامل کیا گیا، لہذا غیر قانونی طور پر استعمال صحیح نہیں، امر ثالث بھی نصاً ممنوع ہے۔

(۳) جائز نہیں ہے۔ (۴) جائز نہیں ہے۔

فضائی اور صوتی آلودگی کے بارے میں جدید فقہی مسائل

مولانا محمد مصطفی عبدالقدوس ندوی [1]

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو پیدا کیا، اور اپنی شان ربوبیت کے مظہر کے طور پر جہاں انسانوں اور دیگر جانداروں کے لئے بہت ساری نعمتیں پیدا کیں، وہیں ان کے لئے جینے اور راحت کے ساتھ سانس لینے کے لئے سازگار ماحول بنایا، اور انسانوں کو افراط وتفریط سے خالی زندگی گذارنے کا حکم دیا، اور اعتدال پسند رہنے، اعتدال کی راہ اختیار کرنے اور متوازن زندگی بسر کرنے کا حکم دیا، اور ماحول کو آلودگیوں سے پاک صاف رکھنے کے لئے بہت ساری ہدایات دیں۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے ایسی چیزیں بھی پیدا کی ہیں جو کثافتوں کو جذب کر لیتی ہیں، اور مختلف طرح کی آلودگیوں سے ماحول کو بچاتی ہیں۔

فضائی آلودگی:

ہمارے استعمال میں مختلف ایسی چیزیں آتی ہیں، جو فضائی آلودگی کا باعث بنتی ہیں، جیسے آلودگی کرنے والے ایندھن، صنعتی فضلات، کھلی جگہوں پر قضاء حاجت، سڑکوں پر تھوکنا، ایسی اشیاء کا استعمال کرنا جو سستی ہوں؛ لیکن تحلیل نہ ہو پاتی ہوں، ذبیحہ کے فاضل اجزاء کو کھلی جگہ پر ڈال دینا، دوسری طرف قدرت نے جن چیزوں میں آلودگی کو جذب کرنے کی صلاحیت رکھی ہے، ان کو ختم کر دینا، جیسے درختوں کی کٹائی وغیرہ۔ اس پس منظر میں چند جدید فقہی مسائل پیش خدمت ہیں:

۱۔ آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال:

اسلام کا بنیادی اصول ہے کہ جب کبھی اجتماعی اور شخصی ضرر ومفاسد جمع ہو جائیں، تو شخصی ضرر ومفسدہ کو انگیز وبرداشت کیا جائے گا اور اجتماعی ضرر ومفسدہ سے بچا جائے گا۔ "يتحمل الضرر الخاص لأجل دفع الضرر العام" (الاشباہ والنظائر لابن نجیم ۱/۸۸، الموافقات للشاطبی ۲/۹۴، فتح القدیر ۵/۳۸۴، باب الغنائم)، ظاہر ہے کہ اجتماعی ضرر بڑا ہے، شخصی ضرر چھوٹا ہے، اس لئے چھوٹے کا ارتکاب کرتے ہوئے بڑے ضرر کو دور کیا جائے گا۔ "لو كان أحدهما أعظم ضرراً من الآ خر، فإن الأشد يزال بالأخف" (الاشباہ والنظائر لابن نجیم ۱/۹۸)، یہ بات عقل سے قریب تر ہے کہ جب معاشرہ، سماج یا کوئی انسان دو مصیبتوں سے، دو پریشانیوں، دو ضرروں اور نقصاندہ چیزوں سے دوچار ہو، پورے طور پر اس سے خلاصی ممکن نہ ہو، تو بڑے نقصان وضرر اور مصیبت سے بچا جائے اور چھوٹے وادنی ضرر اور مصیبت کو برداشت کیا جائے۔

دوسرے الفاظ میں فقہاء نے اسی سے قریب اصول یہ بھی لکھا ہے کہ جب مفاد عامہ اور شخصی مفاد کا تعارض ہو تو مفاد عامہ کو شخصی مفاد پر ترجیح حاصل ہوگی اور شخصی مفاد کو نظر انداز کر دیا جائے گا۔ "المصلحة العامة مقدمة على المصلحة الخاصة" (الموافقات للشاطبی ۳/۹۸)۔

شخصی مفاد کے مقابلہ میں اجتماعی مفاد کو ترجیح وتقدیم، اسی طرح شخصی وانفرادی ضرر کے مقابلہ میں اجتماعی ضرر، اور بالفاظ دیگر ضرر خاص کے مقابلہ میں ضرر عام کو تقدیم وترجیح اور اس سے بچنے کا حکم قرآن وحدیث میں ملتا ہے، یا یوں کہا جائے کہ مفاد عامہ کی حفاظت وصیانت اور اس کے مقابلہ میں شخصی مفاد کو نظر انداز کئے جانے کی قرآن وحدیث میں نظیریں ملتی ہیں اور فقہی شواہد تو بہت ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قصاص وحدود کے اجراء میں اسی بات کو ملحوظ رکھا ہے، مجرم کا نقصان ہوتا ہے؛ لیکن اس سے جہاں قتل وغارت، چوری ڈکیتی اور برائیوں کا سد باب ہوتا ہے، دوسروں کے لئے

---

[1] استاذ جامعۃ الصالحات، کڑپا، آندھرا پردیش۔

عبرت کا ساماں بنتا ہے اور لوگ جرائم کے ارتکاب سے باز رہتے ہیں، وہیں زمین پر امن وامان قائم ہوتا ہے، لوگوں کی جانیں اور عزتیں محفوظ ہوتی ہیں، اور لوگوں کا مال مامون ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ فرد کا نقصان ہوتا ہے اور جماعت سے نقصان مدفوع ہوتا ہے۔ یہی وہ بات ہے کہ اللہ تعالی نے قصاص کے بارے میں فرمایا:

"وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ" (البقرۃ: 179)

اے عقل وخرد رکھنے والے! تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے، امید ہے کہ تم اس قانون کی خلاف ورزی سے پرہیز کرو گے۔

ضرر خاص کے ذریعہ ضرر عام کو دفع کے مقصد کی خاطر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع حاضر للبادی (شہری کا دیہاتی کے لئے فروخت کرنا) سے منع فرمایا (ترمذی عن ابی ھریرۃؓ باب ماجاء لا یبیع حاضر للباد، حدیث: ۲۲۲۱)۔ اسی طرح تلقی جلب سے روکا (ترمذی عن ابی ھریرۃؓ، باب ما جاء فی تلقی البیوع، حدیث: ۱۲۲۱)، تلقی جلب کی صورت یہ ہوتی ہے کہ بیرونی تجارتی قافلے آئیں اور شہر میں ان کی آمد سے قبل ہی شہر کے تاجران کا سرمایہ خرید لیں؛ تاکہ وہ خود ان کو فروخت کریں۔

اللہ تعالی نے زمین پر فتنہ وفساد اور بگاڑ برپا کرنے سے روکا، اور فساد پھیلانے والے کو پسند نہیں کیا، فساد عدم توازن سے عبارت ہے، ماحولیاتی کثافت میں اضافہ قدرتی ماحولیات کے توازن میں بگاڑ پیدا کرنا ہے؛ کیونکہ اللہ تعالی نے اس کائنات میں ہر چیز کو نپی تلی مقدار میں اور باہم توازن کے ساتھ پیدا فرمایا ہے: "وَالْأَرْضَ مَدَدْنَاهَا وَأَلْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَوْزُونٍ" (الحجر: ۱۹) (ہم نے زمین کو پھیلایا، اس میں پہاڑ جمائے، اس میں ہر نوع کی نباتات ٹھیک نپی تلی مقدار کے ساتھ اگائی)۔

"وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَعْلُومٍ" (الحجر: ۲۱) (اور جس چیز کو بھی ہم نازل کرتے ہیں، ایک مقررہ مقدار میں نازل کرتے ہیں)۔

"سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّى" الأعلى: □ - ۲ (آپ اپنے رب عالیشان کی تسبیح کیجئے جس نے (ہر شئی) کو پیدا کیا اور تناسب قائم کیا)۔

"وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ" (الأنعام: ۱۴۱) (اور حد سے تجاوز نہ کرو، اللہ تعالی حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا)۔

"وَإِذَا تَوَلَّى سَعَى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ" (البقرۃ: ۲۰۵) (اور جب وہ تمہارے پاس سے دور ہوتے ہیں تو ان کی ساری بھاگ دوڑ اس لئے ہوتی ہے کہ زمین میں فساد مچائیں اور کھیتی اور نسل کو تباہ کریں اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا)۔

پس مذکورہ بالا قرآن وحدیث اور اصول وقواعد کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ جو شخص ایسے وسائل استعمال کرنے پر قادر ہو جو نسبتاً مہنگے ہوں؛ لیکن ان سے دھواں پیدا نہ ہوتا ہو، یا پیدا ہوتا بھی ہو تو معمولی، اس کے لئے ارزاں ہونے کی وجہ سے آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال درست نہیں ہوگا۔ اور چونکہ اسلام کا نظریہ ہے کہ خود بھی جیو اور دوسروں کو بھی جینے کا موقع دو، خود بھی صاف ستھرا رہو اور دوسروں کو بھی صاف ستھرا ماحول فراہم کرو۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں کا کوئی شخص اس وقت تک (کامل) مومن ہو نہیں سکتا یہاں تک کہ وہ اپنے لئے جو پسند کرتا ہے وہی اپنے (ایمانی) بھائی کے لئے پسند کرے (بخاری، باب من الایمان أن یحب لأخیه، حدیث: ۳۱)۔

۲۔ ڈیزل کے استعمال کی ممانعت اور گیس کے استعمال کا لزوم:

حاکم کا فرمان مفاد عامہ سے متعلق ہو اور وہ عوام کے حق میں مفید ہو تو وہ نافذ ہوگا (الأشباہ والنظائر لابن نجیم ۱/ ۲۲۱)۔ حدیث کی رو سے عام حالات میں اشیاء کی قیمتیں مقرر کرنا حاکم کے لئے جائز نہیں ہے؛ لیکن از راہ ضرورت جبکہ تاجر لوگ شرارت کریں اور من مانی شروع کردیں کہ اشیاء کی قیمتیں بہت زیادہ بڑھا چڑھا دیں، تو اس وقت حاکم کے لئے درست ہے کہ تجربہ کار ماہر معاشیات سے مشورہ کے ذریعہ ایک نرخ متعین کردے؛ تاکہ لوگوں کے حقوق کی حفاظت ہو اور ان کا استحصال نہ ہو (الاختیار لتعلیل المختار لعبد اللہ بن محمود الموصلی، فصل فی الاحتکار ۴/ ۸۲)۔ امام مالکؒ کا بیان ہے کہ ایسے وقت میں حاکم پر واجب ہے کہ عوام سے ضرر کو دور کرنے کے لئے نرخ مقرر کردے (تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق للزیلعی، فصل فی البیع: ۶/ ۸۳)۔ یہی بات علامہ عینیؒ نے بھی کہی ہے (البنایۃ شرح الھدایۃ للعینی ۱۲/ ۲۱۷)۔ فقہی قاعدہ "یتحمل الضرر الخاص لأجل دفع الضرر العام"

(الأشباہ والنظائر لابن نجیم المصری: ۱/۸۸) کا تقاضا یہی ہے؛ کیونکہ کچھ خاص تاجر لوگوں کا فائدہ ہوتا ہے اور عام پبلک کا نقصان ہوتا ہے، اسی وجہ سے علامہ ابن نجیم مصری نے اسی قاعدہ پر فقہی جزئیات متفرع کرتے ہوئے لکھا ہے کہ تاجر لوگ غبن فاحش کے ساتھ خوردنی اشیاء فروخت کرنے لگیں تو نرخ متعین کردیا جائے گا۔ اسی قاعدہ کے تحت مزید لکھا ہے کہ ضرر عام کو دور کرنے کے لئے احتکار کرنے والے کے غلہ کو زبردستی فروخت کیا جائے گا جبکہ مارکیٹ میں اناج کی ضرورت ہو اور وہ فروخت کرنے سے گریز کرے (حوالہ سابق ۱/۸۹)۔

معلوم ہوا کہ عوام کو فائدہ پہنچانے اور ان کو ضرر ونقصان سے بچانے کے مقصد کی خاطر اگر حکومت کی طرف سے ڈیزل کے استعمال کی ممانعت کردی جائے، یا کسی خاص گاڑی کے لئے گیس ہی کے استعمال کو لازم کردیا جائے، تو حکومت کا یہ اقدام از روئے شرع درست ہوگا، اور عوام کے لئے اس قانون پر عمل کرنا شرعاً واجب ہوگا۔ اگر عوام میں سے کوئی اس کی مخالفت کرے تو وہ سزا کا مستحق ہوگا، اور حکومت اس کے لئے جو سزا مناسب سمجھے، دے سکتی ہے، جیسا کہ فقہاء نے احتکار کے بارے میں لکھا ہے کہ اگر احتکار کرنے والے کی شکایت قاضی کے پاس دوسری بار پہنچی کہ اس نے پھر احتکار کیا ہے، تو قاضی اس کو گرفتار کرے گا اور جو سزا مناسب سمجھے گا، دے گا؛ تاکہ اس کے حق میں تادیب ہو اور لوگوں سے ضرر دور ہو (الاختیار لتعلیل المختار ۴/۱۶۱)۔

لوگوں کو ضرر سے بچانے اور ماحول کو صاف ستھرا رکھنے کی ذمہ داری:

لوگوں کو ضرر سے بچانے، ماحول کو آلودگی سے محفوظ رکھنے، خوشگوار اور پاکیزہ ماحول بنانے اور صفائی ستھرائی کا اہتمام کرنے، خود بھی صاف ستھرا رہو اور دوسروں کو بھی پاک صاف ماحول فراہم کرو، خود بھی اچھے ماحول میں جیئو اور دوسروں کو بھی جینے کا موقع دو، ایسا کرنا جہاں ایمان کا ایک حصہ ہے وہیں ایمان والے کی شان وشناخت اور اس کی پہچان ہے اور اس کے مذہب اسلام کا حکم ہے۔ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو صاف ستھرا رہنے کا حکم اس حد تک دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ کوئی شخص غسل خانہ میں پیشاب کرے (صحیح ابن حبان ۴/۶۶، حدیث: ۵۵۲۱)،

اور جمع ہوا ٹھہرے پانی میں پیشاب کرنے سے بڑی تاکید کے ساتھ روکا (بخاری، وضو، حدیث: ۲۳۹، مسلم، طہارۃ، حدیث: ۲۸۱)۔

ایک موقع سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پانی کے گھاٹ، چالو راستہ اور سایہ میں قضاء حاجت سے بچو (ابوداؤد، طہارۃ، حدیث: ۲۶)

حاکم نے مستدرک (۱/۲۷۳، حدیث: ۵۹۴) میں لکھا ہے: اس حدیث کی سند صحیح ہے، حافظ ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے)

خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا جبکہ بیت الخلاء بنا نہیں تھا کہ آپ قضاء حاجت کے لئے اتنی دور نکلتے کہ کسی کو آپ نظر نہیں آتے (ابوداؤد، طہارۃ، حدیث: ۲، شیخ البانی نے حدیث کو صحیح کہا ہے)۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو ہدایت دی کہ وہ انسانی آبادی کو آلودگی سے پاک صاف رکھیں۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ایمان کا سب سے بلند اور افضل شاخ لا الہ الا اللہ ہے اور سب سے کمتر درجہ راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا ہے (مسلم، ایمان، باب شعب الایمان، حدیث: ۱۸۵)۔

حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک شخص راستہ پر چل رہا ہے، اس نے راستہ پر کانٹے کی ٹہنی دیکھی اور اس کو راستہ سے ہٹا دیا، تو اللہ نے اس کے اس عمل کی قدردانی کی اور اس کو بخش دیا (بخاری، اذان، حدیث: ۶۵۲)

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹائے تو صدقہ ہے (بخاری، کتاب المظالم والغصب، باب إماطۃ الأذی)۔ امام عینیؒ نے لکھا ہے کہ جس نے راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹایا درحقیقت اس نے راستہ چلنے والوں کو تکلیف پہنچنے سے بچا کر ان پر سلامتی کا صدقہ کیا اسلئے اس کو صدقہ کا ثواب ملے گا (عمدۃ القاری ۱۳/۱۵)، شارح بخاری ابن بطال نے لکھا ہے کہ راستہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا نیکی کا کام ہے، جس کی بنا پر اللہ کی طرف سے اس کی مغفرت کی امید ہے (شرح صحیح بخاری از ابن بطال ۲/۱۸۲)۔

تکلیف دہ چیزوں کی فہرست میں جہاں کانٹا، پتھر، مٹی کا ڈھیلا، راکھ، غلاظت، لکڑی، شیشہ اور ٹھیکرے وغیرہ آتے ہیں وہیں فضا میں آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن اور وہ تمام چیزیں اس میں شامل ہیں جو انسانی صحت کے لئے مضر اور ذھنی کوفت کا باعث بنتی ہیں۔

معلوم ہونا چاہئے کہ جہاں راستہ سے ضرر رساں اور تکلیف دہ چیزوں کو ہٹانے اور اس سے لوگوں کو بچانے اور حفاظت کا سامان فراہم کرنا

کار خیر اور ثواب کا ذریعہ ہے، راستہ کو پراگندہ کرنا، فضا میں آلودگی پیدا کرنا اور آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کے استعمال کے ذریعہ ماحول کو مسموم کرنا اور ہواؤں میں زہر پھیلانا بلکہ خود ہواؤں کو زہریلا بنانا باعث گناہ اور خسارہ ہے، انسانیت سوز عمل ہے، اور نقصانِ ایمان کی علامت ہے؛ کیونکہ ایمان والا وہ ہوتا ہے جس کا دل زندہ ہو، وہ لوگوں کے نقصان وفائدے کا شعور رکھتا ہو، اور وہ لوگوں کے لئے وہی پسند کرتا ہو جو اپنے لئے پسند کرتا ہو جیسا کہ حدیث شریف میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں کا کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا تا آنکہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کرنے لگے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے (بخاری، ایمان، حدیث: ۱۳)۔

پس دریافت کردہ صورت میں حکومت کی طرف سے کوئی ہدایت نہ ہونے کے باوجود لوگوں کو ضرر سے بچانا، ماحول کو پاک صاف رکھنا اور کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کو حسب استطاعت ترجیح دینا شرعاً واجب ہوگا۔

۳۔ جنریٹر میں کم دھواں پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال:

جنریٹر آج بھی بنیادی ضرورتوں میں داخل ہے، آج بھی گاؤں و دیہاتوں میں جنریٹر ہی چلا کر چند گھنٹے روشنی حاصل کی جاتی ہے، جنریٹر کے استعمال میں اس بات کا ضرور خیال رکھا جائے کہ اس سے دھواں نکلنے والے پائپ کا رخ کھلی فضا غیر آبادی کی طرف کردیا جائے تا کہ انسانی آبادی اس کے ضرر سے کسی حد تک محفوظ یا کم ضرر سے دوچار ہوسکے؛ تا کہ فقہی اعتبار سے أہون البلیتین پر عمل ہوجائے (الأشباہ والنظائر لابن نجیم المصری ۱/ ۹۰)۔

مذکورہ بالا قرآنی آیات واحادیث اور فقہی قواعد جن میں زمین پر فساد مچانے، ماحول کو آلودہ اور فضا کو پراگندہ کرنے سے روکا گیا ہے، اور شخصی ضرر کو نظر انداز کرتے ہوئے ضرر عام سے بچنے، بچانے اور مفاد عامہ کو ترجیح دینے کی صراحت کی گئی ہے، کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ شرعاً کم دھواں پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال ضروری اور تاکیدی حکم ہوگا؛ تا کہ انسانی ماحول کو اس کے نقصان سے جہاں تک ممکن ہو بچایا جاسکے۔ اور انسانیت کا تقاضا بھی ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان کو ہر طرح کا تحفظ فراہم کرے؛ کیونکہ سب حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں، اور تکریم انسانی بھی اسی کا متقاضی ہے، چنانچہ اللہ تعالی نے احسان جتلاتے ہوئے کرامت انسانی یوں بیان فرمایا:

"وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا" (الإسراء: ۷۰)

(یہ تو ہماری عنایت ہے کہ ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی اور انہیں خشکی وتری میں سواریاں عطا کیں، اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فوقیت بخشی)۔

۴۔ شمسی توانائی کے استعمال کا حکم:

یقیناً اس توانائی کا استعمال صاحب استطاعت لوگوں، مساجد ومدارس اور دیگر اداروں کے لئے مستحسن عمل ہوگا؛ کیونکہ شمسی توانائی کے علاوہ ایندھن کے مذکورہ وسائل کے استعمال سے جو لوگوں کی صحت کو ضرر ونقصان پہنچتا ہے اس سے حفاظت کا ذریعہ بنیں گے، اور یہ نیت کرلیں کہ ایندھن کے مذکورہ وسائل کو چھوڑ کر شمسی توانائی کا استعمال ہم محض اس لئے کررہے ہیں کہ لوگ فضائی آلودگی سے محفوظ رہیں، تو یہ راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹانے کے حکم میں ہوگا، اور راستہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا صدقہ وکار خیر ہے، جس کی وجہ سے وہ اللہ کے یہاں ماجور ہونگے، جیسا کہ تفصیل سے پیچھے بات آچکی ہے۔ اور نیز شمسی توانائی کے استعمال میں پیسے کی بچت ہوگی اور خود وہ اور اس کے اہل وعیال اور اس کے آس پاس رہنے والے دوسرے لوگ فضائی آلودگی کے مضر اثرات سے محفوظ رہیں گے۔ اور مسلمان تو واقعی وہ ہے جس کی ذات اور اس کے قول وفعل کے ضرر سے دوسرے لوگ محفوظ رہیں (دیکھئے: بخاری، کتاب الایمان، حدیث: ۱۰)۔

۵۔ کارخانے کے مالکان کی طرف سے سرکاری قوانین کی خلاف ورزی کرنے کا حکم:

مادیت اور مفاد پرستی کی بات ہے کہ کارخانے والے سرکاری قوانین کا پاس ولحاظ نہیں رکھتے ہیں اور انسانیت دشمنی کا مظاہرہ کرتے ہیں، بہر حال ایسے قوانین کی خلاف ورزی کرنے والے شرعی نقطۂ نظر سے گنہگار ہیں؛ کیونکہ اللہ تعالی نے انسان دوستی کی تعلیم دی نہ کہ دشمنی کی، پیچھے تفصیل سے

بات آچکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹانے کی فضیلت بیان فرمائی جس سے معلوم ہوا کہ انسان کے لئے تکلیف دہ اشیاء کا پیدا کرنا، فضائی آلودگی اور آبی آلودگی کو بڑھانا یا بڑھانے میں تعاون کرنا معصیت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی میں پیشاب کرنے، سایہ میں و راستہ پر اور پانی کے گھاٹ پر قضاء حاجت کرنے سے سختی سے منع فرمایا (بخاری، وضو، حدیث: ۲۳۹، مستدرک حاکم، حدیث: ۵۹۴، ابوداؤد، حدیث: ۲۶)۔

اسی طرح دریافت کردہ صورت میں سرکاری قوانین کی خلاف ورزی کرنے والے مالکانِ کارخانے گرفتاری وسزا کے مستحق ہیں؛ البتہ گرفتاری وسزا حکومت کی صوابدید پر ہوگا، حالات کے اعتبار سے مفاد عامہ کے پیش نظر جو مناسب اقدام سمجھے، کرسکتی ہے، اس کی نظیر فقہ اسلامی کی کتابوں میں نرخ متعین کرنے کے بعد اس کی خلاف ورزی کرنے اور احتکار کے مسئلہ میں احتکار کرنے والے مالوں کو ذخیرہ اور احتکار کے عمل سے باز نہ آنے کی صورت میں ان کے خلاف کارروائی کرنے کا حق قاضی کو حاصل ہے، اور مناسب سمجھے تو گرفتاری اور تعزیر کرسکتا ہے (دیکھئے: الاختیار تعلیل المختار ۴/ ۱۶۱)۔

۶۔ ذبیحہ کے ناقابل استعمال اجزاء سے آلودگی سے حفاظت کا مسئلہ:

ذبیحہ کے ناقابل استعمال اجزاء کے سلسلہ میں شریعت کا حکم یہ ہے کہ ان کو زمین میں دفن کردیا جائے تاکہ اس کے تعفن سے پیدا ہونے والی آلودگی سے لوگ محفوظ رہ سکیں، جیسا کہ پیچھے بات آچکی ہے کہ لوگوں کو ضرر سے بچانا اور اس میں تعاون کرنا کار خیر ہے، اور لوگوں کی صحت کے لئے مضر اشیاء سے لوگوں کی حفاظت کا سامان فراہم کرنا اور اس میں مدد کرنا ثواب کا کام ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے راستہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا صدقہ فرمایا ہے (بخاری، باب اماطۃ الاذی، حدیث: ۲۲۴۶ کے بعد)، تکلیف دہ چیز عام ہے یعنی جو بھی شئی انسانی صحت وجسم کے لئے مضر ہو اور اس کے لئے اذیت کی باعث ہو، وہ تکلیف دہ کے مفہوم میں داخل ہے (جیسا کہ پیچھے حوالہ جات گذر چکے ہیں، مزید ملاحظہ ہو: شرح النووی علی مسلم ۱۳/ ۶۰۶)۔

شریعت اسلامیہ میں اس کی نظیر مردار ہے کہ جہاں انسانی احترام وتکریم کا تقاضا ہے کہ اس کو زمین میں سلیقہ سے دفن کردیا جائے، وہیں ایک دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ دوسرے زندہ لوگ اس کے تعفن سے اور اس سے پیدا ہونے والی آلودگی سے محفوظ رہ سکیں۔

ذبح کرنے والے کی ذمہ داری یہ ہے کہ ذبیحہ کے ناقابل استعمال اجزاء کو زمین میں دفن کردیں، یہ سب سے بہتر طریقہ ہے، اور ایسا نہ کرسکے تو کم از کم انسانی آبادی سے اتنی دور جاکر پھینک آئے کہ اس کا تعفن لوگوں تک نہ پہنچ پائے؛ تاکہ لوگ اس کی آلودگی سے محفوظ رہ سکیں، جہاں تک حکومت کی ذمہ داری کی بات ہے تو اس کے موقع سے خاص طور پر صفائی وستھرائی کا انتظام کرے، شہروں میں پانی کی سپلائی ۱۰، ۱۱، ۱۲، اور ۱۳ تاریخوں میں یقینی بنائے، اور کچڑے کی جگہوں پر بلیچنگ پاؤڈر کے چھڑکاؤ کا اہتمام کرے، اور شہروں میں کچھ مقامات متعین کردے جہاں لوگ ذبیحہ کے ناقابل استعمال اجزاء پھینکیں اور حکومت اس کی تاکید بھی کردے؛ تاکہ کوئی اس کے خلاف نہ کرے۔

۷۔ پلاسٹک کی تھیلیوں کا حکم:

بات اوپر آچکی ہے کہ انسانی صحت کے لئے ضرر رساں اشیاء کے استعمال سے خود بھی گریز کیا جائے اور دوسروں کو بھی اس سے باز رکھا جائے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا تقاضا بھی یہی ہے۔ حکومت کو چاہئے کہ اس کی تیاری اور اس کے استعمال پر پابندی عائد کرے اور اس کا متبادل فراہم کرے، اور متبادل فراہم کیا جانا ممکن ہے بھی۔

سامان کی پیکنگ کے لئے پلاسٹک کے علاوہ دوسری چیزیں جن میں سرفہرست کاغذ متبادل موجود ہے، تو پلاسٹک کی تھیلی تیار کرنے کی حاجت بھی باقی نہیں رہتی ہے، اس لئے فقہی نقطہ نظر سے اس کا تیار کرنا درست نہیں ہوگا۔

جہاں تک استعمال کی بات ہے تو لوگوں کو استعمال کرنے سے گریز کرنا چاہئے اور جو دوکاندار اپنے طور پر اپنی دوکانوں یا کمپنیوں سے تھیلیاں بنواتے ہیں، وہ پلاسٹک کی تھیلیاں ہرگز نہ چھپوائیں، کیونکہ ایسا کرنا کراہت تحریمی سے خالی نہیں ہوگا، اس لئے کہ حفظ نفس مقاصد شریعت میں سے ایک ہے جس کا ذکر قرآن وحدیث میں آیا ہے، اور حفظان صحت کے بغیر حفظ نفس ممکن نہیں۔

۸۔ سگریٹ، بیڑی، حقہ وغیرہ کا حکم:

جیسا کہ اوپر ذکر کیا جاچکا ہے کہ مقاصد شریعت میں سے ایک حفظ نفس یعنی جان کی حفاظت انسان پر لازم ہے؛ کیونکہ انسان کی جان خود اس کے پاس اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی امانت ہے، اور امین جب امانت کو قبول کرلے تو اس کی حفاظت اس پر لازم ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے خودکشی کو حرام قرار دیا (بقرہ:۱۹۵، نساء:۲۹)، اور حدیث شریف میں اس پر سخت وعید وارد ہوئی ہے؛ لہٰذا ہر وہ عمل ناجائز وممنوع ہوگا جو حفظ نفس کے مغائر ہو، اور ہر اس شئ کا استعمال ممنوع ہوگا جو انسانی صحت کے لئے مضر ہو۔ جان کی حفاظت اور ضرر سے بچنے کے لئے مریض کے واسطے تیمم کو مشروع کیا گیا ہے۔ اسی طرح مضطر انسان کے لئے حرام کو مباح قرار دیا گیا تا کہ اس کی جان بچ سکے، ایسے وقت میں جان بچانے کے لئے دفع ضرر کو واجب قرار دیا گیا (المعتمد لأبي الحسين البصري المعتزلي ۱/ ۱۴۴)۔ لہٰذا اتمبا کو کا استعمال، سگریٹ نوشی، بیڑی اور حقہ پینا مکروہ تحریمی اور ناجائز ہوگا، اس لئے کہ ان سب کا ضرر متعدی ہے اس طور پر کہ اس کا نقصان صرف پینے والے کو ہی نہیں ہوتا ہے؛ بلکہ اس کے متعلقین اور ہم نشینوں کو بھی ہوتا ہے۔

قانونًا جن مقامات پر سگریٹ نوشی وغیرہ کی ممانعت ہو، وہاں سگریٹ پینا شرعًا ناجائز وممنوع ہوگا۔ معلوم ہونا چاہئے کہ ان کا استعمال بذات خود شرعًا ممنوع ہے ہی، پبلک مقامات پر اور جہاں قانونًا پینا ممنوع ہو جیسے ٹرین اور بس وغیرہ، وہاں پینا شرعًا ناجائز ہی نہیں بلکہ بڑا جرم ہوگا اور حکومت چاہے تو ایسے لوگوں کو سزا دے سکتی ہے؛ اس لئے کہ اس سے آلودگی زیادہ پھیلتی ہے کہ راستہ سے تکلیف دہ اشیاء کا ہٹانا جہاں باعث ثواب ہے وہیں راستہ، پبلک مقامات اور لوگوں کے مجمع میں تکلیف دہ، ضرررساں اور آلودگی پیدا کرنے والی اشیاء کا پھیلانا یا ڈالنا باعث گناہ ہے، پس ایسے لوگ حکومت کے نزدیک مجرم ہونے کے ساتھ اللہ کے یہاں بھی مجرم ہیں۔

۹۔ سڑکوں کے کنارے اور عوامی مقامات پر قضاء حاجت:

پہلی بات تو یہ ہے کہ لوگوں کو چاہئے کہ اپنے گھروں میں یا اپنے گھروں کے آس پاس بیت الخلاء بنائیں، اگر کسی کے پاس بیت الخلاء بنانے کی استطاعت نہ ہو تو حکومت کی طرف سے غریبوں کو بیت الخلاء کے لئے پیسے ملتے ہیں اس سے استفادہ کریں اور بیت الخلاء اپنے یہاں تعمیر کریں۔ حکومت کو بھی چاہئے کہ غربت زدہ علاقوں میں چند پبلک بیت الخلاء کی تعمیر کرائے اور صفائی کا بھی انتظام کرائے؛ تا کہ آلودگی سے فضا پاک رہے اور ماحول خوشگوار رہے؛ کیونکہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ اپنی رعایا کو ممکن حد تک سہولیات فراہم کرے اور ان کو فضائی آلودگیوں سے بچانے کا اقدام کرے

''تصرف الإمام على الرعية منوط بالمصلحة'' (الأشباه والنظائر لابن نجيم المصري ۱/ ۳۲۱)۔

دوسری بات یہ ہے کہ جن لوگوں کے پاس بیت الخلاء کا انتظام اب تک نہ ہو سکا ہو، ان لوگوں کو چاہیئے کہ وہ اتنی دور جا کر قضاء حاجت کریں کہ لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو جائیں، یا قریب گڑھے یا جھاڑ کی آڑ میں چھپ کر قضاء حاجت کریں؛ البتہ اس بات کا خیال رہے کہ قربت اتنی نہ ہو کہ اس کی بدبو آبادی تک آئے، مقصد یہی ہے کہ آبادی سے اتنی دوری پر قضاء حاجت ہو کہ اس کی بدبو اور آلودگی انسانی آبادی تک نہ آسکے، چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیت الخلاء جب تک نہیں تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لئے اتنی دور تشریف لے جاتے کہ کسی کو نظر نہیں آتے،

''عن عبد الله أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا أراد البراز انطلق حتى لايراه أحد'' (أخرجه أبوداؤد في الطهارة، برقم:۲، حكم الألباني: صحيح)۔ پس سڑکوں کے کنارے رفع حاجت کرنا بدرجہ اولیٰ ممنوع ہوگا۔

عوامی مقامات جیسے ریلوے اسٹیشن، بس اسٹینڈ وغیرہ پر پیشاب کرنا شرافت وانسانیت سے گری ہوئی حرکت ہے اور بڑی بری عادت ہے، شریعت کی نگاہ میں ایسا شخص گنہگار ہے، اور یہ عمل مکروہ تحریمی ہے؛ کیونکہ پیچھے بات گزر چکی ہے کہ قرآن میں فساد سے منع کیا گیا اور فساد برپا کرنے والے کو اللہ پسند نہیں کرتا ہے۔ فساد کے لفظ میں فضائی آلودگی پھیلانا بھی شامل ہے۔ نیز حدیث شریف گزر چکی ہے، جس میں تکلیف دہ چیز کو راستہ سے ہٹانے کو صدقہ (بخاری، باب اماطۃ الاذی، حدیث:۲۴۶۶ کے بعد)، اور راستہ پر بول وبراز کرنے سے ڈرنے کا حکم ہے (ابوداؤد، طہارۃ،

حدیث:۲۵، ۲۶)

مسند احمد: ۴ / ۴۴۹۹ اور حاکم نے مستدرک ۱ / ۲۷۳، ۲، حدیث: ۵۹۴) میں تخریج کے بعد لکھا ہے: "هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه" اور حافظ ذہبی نے ان کی موافقت کی)؛ لہٰذا نصوص کے مجموعہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ مذکورہ بری عادت مکروہ تحریمی ہوگی؛ کیونکہ حدیث صحیح ہے اور اس کے مضمون کی تائید قرآن سے بھی ہوتی ہے۔

کھلی نالیوں میں فضلات پھینکنے اور گلیوں میں گندے پانی بہانے کا حکم:

ظاہر ہے کہ اس سے فضا کی آلودگی میں اضافہ کا سبب بنا ظلم وعدوان پر تعاون ہوگا، جس سے قرآن نے روکا ہے: "وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ" (المائدۃ: ۲) (اور تم لوگ گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد مت کرو)، پس اس سلسلہ میں شریعت کی ہدایت یہ ہے کہ فضلات کھلی جگہوں اور کھلی نالیوں میں نہ پھینکیں بلکہ بیت الخلاء میں ڈالنے کا اہتمام کریں، گھروں میں سوختہ بنایا جائے جس میں گندے پانی ڈالے جائیں، یا پھر حکومت کی طرف سے بند نالیاں بنی ہوئی ہوتی ہیں جو دراصل فضلات اور گندے پانی بہانے کے لئے ہیں، پس اس میں گندے پانی بہانے اور فضلات ڈالنے کا اہتمام کیا جائے۔ جن شہروں میں سرکاری بند نالیاں نہ ہوں تو حکومت کی ذمہ داری ہے کہ اس کام کو اپنی ترجیحات میں شامل کرے اور پہلی فرصت میں اس کام کو پورے کرے، اور اہلیان محلہ وشہر والوں کی ذمہ داری ہے کہ اپنے علاقے کے سیاسی لیڈران کو اس طرف توجہ دلائیں؛ کیونکہ حکومت عوام سے ہے اور عوام حکومت کی ہے، اور حکومت کو ہر ایسے کام میں زیادہ دلچسپی لینی چاہئے جس سے لوگوں کی صحت وتندرستی کا تحفظ ہو سکے اور بیماریوں سے حفاظت کا سامان فراہم ہو سکے۔

۱۰۔ کہاں تھوکا جائے؟

صحیح بخاری کے حوالہ سے مرفوع حدیث گذر چکی ہے کہ راستہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا صدقہ ہے، پس جو شخص راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹائے تو اس کے لئے صدقہ کا ثواب ہے (عمدۃ القاری ۱۳ / ۱۵)۔ اس کے برعکس اگر کسی نے راستہ کو پراگندہ کیا، راستہ پر کچرا ڈالا، یا تکلیف دہ چیز ڈالا تو وہ گنہگار ہوگا، اس کے لئے خسارہ ہے اور اسکے اندر ایمان کے ناقص ہونے کی علامت ہے (شرح ریاض الصالحین، باب الاصلاح بین الناس للعثیمین ۳ / ۳۷)۔

حدیث میں وارد لفظ اذی جس کا اردو میں تکلیف دہ شئی سے معنی کیا جاتا ہے، عام ہے، وہ تمام چیزیں اور تمام صورتیں داخل ہیں جو راستہ چلنے والے کو ضرر پہنچائے (طرح التثریب فی شرح التقریب للعراقی ۲، ۷۰ / ۳۰۴، شرح النووی علی مسلم ۱۳ / ۲۰۶)۔

پس نفس تھوک اور خاص طور پر نقصان دہ چیز کھا کر جہاں تہاں تھوکنا اور خاص طور پر راستے اور سڑکوں پر تھوکنا ممنوع وناجائز ہوگا، تھوکنے والا گنہگار ہوگا، تھوکنے والے کو چاہئے اور بطور خاص مضر اشیاء کھانے والے کو چاہئے کہ تھوک دان میں تھوکیں، اور اگر تھوکدان نہ ہو تو راستہ سے ہٹ کر نالی یا کچڑے کے مقامات پر تھوکیں؛ تاکہ ممکن حد تک دوسرے لوگ اس کے ضرر سے بچ سکیں۔

جہاں تک اس سلسلہ میں حکومت یا متعلق ادارہ کی ہدایت پر عمل کرنے کے درجہ کی بات ہے، تو عمل آوری تاکیدی وضروری ہوگا؛ البتہ فقہ کے لفظ اصطلاحی واجب سے کمتر تاکید ہوگی۔ اور اس پر عمل نہ کرنے والے کو سرزنش یا اس پر مالی جرمانہ عائد کیا جاسکتا ہے، حالات کے اعتبار سے حکومت جیسا مناسب سمجھے گی، کارروائی کرسکتی ہے۔

۱۱۔ شعاعوں کو جنم دینے والی مختلف مشینی اشیاء کا استعمال:

یہ مشینی چیزیں انسان کی زندگی میں اس طرح داخل ہو چکی ہیں کہ زندگی کا ایک حصہ بن چکی ہیں؛ بلکہ ضروریات زندگی کا درجہ حاصل کر چکی ہیں، گویا فقہ کی زبان میں عموم بلوی ہے۔ دوسری طرف ان سے پیدا ہونے والی آلودگی اور مضر شعاعوں کا جنم لینا بھی ایک حقیقت ہے، اور اللہ کی دوسری مخلوقیں بھی متاثر ہو رہی ہیں، جن کا ماحول کے تحفظ میں حصہ ہے؛ اس لئے ان چیزوں کا استعمال بقدر ضرورت ہی جائز ہوگا؛ کیونکہ اصل کے اعتبار سے ان کا استعمال ممنوع ہے؛ کیونکہ انسانی صحت اور ماحول کے لئے مضر ہے، اور شریعت میں ممانعت کے اسباب میں ایک اہم سبب مضر ہونا بھی ہے۔ اب چونکہ ان کا استعمال عموم بلوی کے درجہ میں ہے، ان سے لوگوں کو روکنا تکلیف مالا یطاق ہوگا، صورت حال یہ ہے کہ روکنے سے بھی رہ نہیں رکیں

گے، پس یہی کہا جاسکتا ہے کہ ازراہ ضرورت ان کا استعمال درست اور بقدر ضرورت درست ہوگا، ضرورت سے زیادہ استعمال ممنوع ہوگا، فقہ کا قاعدہ ہے کہ جو چیز ضرورت وحاجت کی وجہ سے جائز ہوتی ہے تو بقدر ضرورت ہی جائز ہوتی ہے۔

الحاجة تنزل منزلة الضرورة، عامة كانت أو خاصة، الضرورات تبيح المحظورات، ما أبيح للضرورة يقدر بقدرها (الأشباه والنظائر لابن نجيم المصرى ۱، ۹۳/ ۸۷)۔

۱۲۔ الف: بلاضرورت جنگلات کا کاٹنا:

اللہ تعالی نے تمام چیزوں کو انسان کے فائدے کے لئے پیدا فرمایا، اور کائنات کی تمام اشیاء کسی نہ کسی اعتبار سے انسان کے خادم ہیں (بقرہ:۲۹، نحل:۱۱۔۱۶، لقمان:۲۰)۔ ماحولیات کے اعتبار سے ہریالیاں اور جنگلات آلودگی اور نقصان دہ گیس کو ہضم کرتے ہیں، جس کی وجہ سے انسان بہت ساری زہریلی گیسوں اور بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے، اس لئے ہریالیوں کو ختم کرنا اور جنگلات کو کاٹنا اپنے لئے نقصان دہ اسباب میں اضافہ کرنا ہے، اس لئے بلاضرورت جنگلات کو کاٹنا اور کھیتوں کو محض زیادہ سے زیادہ پیسوں کے حصول کے لئے پلاٹس بنا کر آبادیاں بسانا شرعاً صحیح نہیں ہوگا؛ کیونکہ جنگلات کی کٹائی اور کھیتوں کی پلاٹنگ سے کچھ لوگوں کا فائدہ ضرور ہوگا لیکن اکثر عام لوگوں کا نقصان ہوگا؛ اس لئے کہ جنگلات کٹنے کی وجہ سے اور ہریالیاں ختم ہونے کی بنا پر بارش میں کمی پیدا ہوگی، خشکی بڑھے گی اور طرح طرح کی بیماریاں جنم لیں گی اور فضائی آلودگی کی تحلیل کے اسباب میں کمی واقع ہوگی۔ فقہ اسلامی کا قاعدہ ہے:

المصلحة العامة مقدمة على المصلحة الخاصة (الموافقات للشاطبی ۳/ ۸۹)، درء المفاسد أولى من جلب المصالح (الأشباه والنظائر لابن نجيم المصرى ۱/ ۹۱)۔

عرب میں عام طور پر بیری کے درخت ہوا کرتے تھے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیری کے درخت کاٹنے والے پر لعنت فرمائی (ابوداؤد، ادب، باب فی قطع السدر، حدیث:۵۲۴۱)، ایک دوسری حدیث میں کاٹنے والے کے حق میں جہنم کے عذاب کا ذکر ہے (المعجم الاوسط للطبرانی:۹/ ۵۳، حدیث:۵۶۱۵) کہ اوندھے منہ سر کے بل جہنم میں ڈالے جائیں گے (السنن الکبری للبیہقی:۶/ ۲۳۱، حدیث:۱۱۷۶۳)

واضح رہے کہ اگر ضرورت کی وجہ سے کاٹنا ہو جیسے: کھیتی کی وجہ سے تو کوئی مضائقہ نہیں، جیسا کہ ایک حدیث میں استثناء موجود ہے (المعجم الکبیر للطبرانی:۱۷/ ۴۱، حدیث:۸۶)، حدیث میں کھیتی کی ضرورت کی وجہ سے بیری کے درخت کاٹنے کے ذکر سے مستفاد ہوتا ہے کہ انسانی ضرورت ہو تو اس کو کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لئے کہ تمام چیزیں انسان کے فائدے کے لئے پیدا کی گئی ہیں (بقرہ:۲۹، نحل:۱۱۔۱۶، لقمان:۲۰)؛ اسی بنا پر حضرت عروہ بن زبیرؓ بیری کے درخت کاٹ کر دروازے بنوایا کرتے تھے (شرح مشکل الآثار للطحاوی:۷/ ۴۲۷)۔

ب۔ شجر وکاشت کاری اور ماحول کے توازن میں اس کا کردار:

اصولی طور پر اسلام ہر ایسے کام کا حکم دیتا ہے اور اس کی حمایت کرتا ہے اور لوگوں کو اس کی طرف راغب کرتا ہے جو انسان کے لئے آخرت کے اعتبار سے یا کم از کم دنیوی اعتبار سے مفید ہو اور تعمیری ہو تخریبی نہ ہو۔ درخت لگانا، پیڑ پودے اگانا، کھیتی کرنا، کاشت کاری کرنا، اللہ کی زمین کو سرسبز وشاداب کرنا، ہرے بھرے پھول پتیوں سے معمور کرنا اور ہر طرف ہریالیاں بکھیرنا اسلام کے نزدیک بڑا ہی پسندیدہ عمل ہے۔

جہاں تک شجر کاری وکاشت کاری کی اہمیت کی بات ہے، تو اسلام نے اس کی بڑی تاکید فرمائی ہے؛ بلکہ آخری سانس کے وقت روح پرواز کرنے سے پہلے بھی اتنا موقع ملے کہ کوئی پودا لگا سکتا ہے، تو پودا لگا کر مرے؛ چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اگر قیامت قائم ہو رہی ہو اور تم میں سے کسی کے ہاتھ میں کوئی پودا ہو اور وہ قیامت قائم ہونے سے پہلے پہلے اسے لگا سکتا ہو تو اسے لگا دینا چاہئے (بخاری، حدیث:۴۷۹)

نیز اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص (بلاضرورت) بیری کا درخت کاٹے تو اس کو اوندھے منہ سر کے بل جہنم میں ڈالا جائے گا (المعجم الاوسط للطبرانی:۵/ ۳۷۹، حدیث:۵۶۱۵، سنن بیہقی:۶/ ۲۳۱، حدیث:۱۱۷۶۳)۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مسلمان نے کوئی پودا لگایا، اور اس سے انسان، یا جانور نے کھایا تو اس کے لئے وہ صدقہ ہے (بخاری، ادب، حدیث:۶۰۱۲)۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی مسلمان کوئی پودا لگائے، کھیتی کرے، اس سے کوئی انسان، کوئی جانور اور کوئی بھی کھائے تو وہ اس کے لئے صدقہ ہے (مسلم، مساقاۃ، باب فضل الغرس والزرع، حدیث: ۱۵۵۲)۔

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کو خوشگوار ماحول بہت پسند تھا اور اس کی بڑی فکر بھی فرمایا کرتے تھے، اور اس کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اپنی امت کو ترغیب و ترہیب دونوں طریقے سے ہدایت فرمائی۔

صوتی آلودگی:

ڈاکٹر محمد اسلم پرویز صاحب (وی سی، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی حیدرآباد) نے ایک مضمون ماحول-ایک تعارف میں لکھا ہے:

آوازوں کو ناپنے کے لئے ڈیسی بیل (decibels) کا یونٹ استعمال کیا جاتا ہے جس کا مخفف db ہے۔ انسانوں کے درمیان عام گفتگو 60 ڈیسی بیل (60db) کے آس پاس ہوتی ہے، جبکہ جیٹ ہوائی جہاز یا آتش بازی کے بڑے پٹاخوں کی آواز (140db) تک پہنچتی ہے۔ انسانی کان کی قوت برداشت 85-80 ڈیسی بیل ہوتی ہے، وہ بھی چند گھنٹوں کے لئے، اگر اتنی آواز مستقل کانوں میں آئے تو سماعت اور ذہنی سکون اور پھر اس کے سبب بھی جسمانی افعال متاثر ہوتے ہیں (سوالنامہ کے ساتھ ارسال کردہ مضمون، ص: ۸)۔

مختلف اشیاء کی آوازوں کے اتار چڑھاؤ db یونٹ کے حساب سے مندرجہ ذیل دیئے جاتے ہیں؛ تاکہ اندازہ کیا جاسکے کہ انسان کس حد تک آواز کی تیزی برداشت کرسکتا ہے، اور کس حد تک اور کتنا اس کے لئے مضر ثابت ہوسکتی ہے، ضرر کی مقدار معلوم ہونے کے بعد اسی اعتبار سے شرعی حکم کا درجہ بتایا جاسکتا ہے، مختلف اشیاء کی صوتی شور کی مقدار ملاحظہ ہو:

شور کی کیفیت ڈیسی بیلشور کی کیفیتڈیسی بیل

مکمل خاموشی 0 ہلکی ٹریفک 70، پتوں کی پازیب 10 ٹرین 90، سرگوشی 15 کار کا ہارن 110، ایئر کنڈیشن کی آواز 50 جہاز اڑتے وقت 120،

عام گفتگو محفلوں میں 60 بندوق کی گولی 140

ڈیسی بیل کے تفاوت کے اعتبار سے جسمانی صحت پر اس کا اثر مرتب ہوتا ہے؛ چنانچہ ڈیسی بیل ۱۱۰ ہو تو جسمانی کھال پر آواز کا اثر اور کانوں میں جھنجھناہٹ کی کیفیت، ۱۲۰ ہو تو وہ کانوں کے لئے اذیت کا باعث، ۱۳۰۔ ۱۳۵ ہو تو متلی، چکر، غشی بھی ہوسکتی ہے اور کان سُن، ۱۴۰ ہو تو کانوں میں درد، اور زیادہ دیر تک سننے سے حواس باختہ، ۱۵۰ ہو تو نبض کی رفتار تیز ہوتی ہے اور بلڈ پریشر بڑھتا ہے، ۱۶۰ ہو تو کانوں کو ہمیشہ کے لئے نقصان دہ، ۱۹۰ ہو تو سماعت ختم اور کانوں کو ہمیشہ کے لئے نقصان (ملاحظہ ہو: سابق حوالہ)۔

بہر حال انسان کے لئے شور وغل اس کے سکون وراحت کے لئے مزاحم ہے، اور اس کی قوت برداشت کا امتحان ہے؛ لیکن اس کی بھی ایک حد ہے، اور وہ حد یہ ہے کہ انسان کے لئے قابل برداشت عام طور پر 80 db کا شور 8 گھنٹے، 90 db کا 4 گھنٹے، 95 db کا 2 گھنٹے، 100db کا ایک گھنٹہ، 105db کا آدھا گھنٹہ، 110db کا 1/4 گھنٹہ، 115db کا 1/8 سے زیادہ نقصان دہ اور اذیت ناک ہے۔ روزمرہ کی زندگی میں رہائشی علاقوں میں شور کا اتار چڑھاؤ دن کے وقت 50db، شام کے وقت 45db اور رات کے وقت 40db سے تجاوز نہیں کرنا چاہئے (دیکھئے: قرآن اور ماحولیات، ص: ۳۹۱)۔

جیسا کہ اوپر بیان ہوا کہ انسانی قوت برداشت زیادہ سے زیادہ 85 تا 80 ہے؛ بلکہ آواز کی اتنی مقدار بھی مسلسل کانوں میں آئے تو قوت سماع متاثر ہوسکتی ہے اور دیگر جسمانی افعال پر بھی منفی اثر پڑے گا، اور اس مقدار سے بڑھ جائے تو جہاں انسان کی طبیعت مکدر سے مکدر ہوتی چلی جائے گی، ذہنی تناؤ اور بے چینی میں اضافہ ہوگا وہیں جسمانی صحت کے اعتبار سے مختلف امراض و پریشانیوں سے دوچار ہوگا، جیسا کہ بعض کا تذکرہ اوپر آچکا ہے، نیز مزید محققین نے لکھا ہے کہ سانس لینے میں دشواری، قلب کا دورہ، دھڑکن، گھبراہٹ، قوت سماع میں کمی، متلی وقیء، جلد کی سوزش، اختلاج، بے خوابی اور طبیعت میں چڑچڑاہٹ، اور نہ جانے اور کیا کیا عوارض پیش آسکتے ہیں۔ اسی پس منظر میں درج ذیل امور پر روشنی ڈالی جاتی ہے:

اسلامی ہدایات:

اسلام کا ایک بڑا طرۂ امتیاز افراط وتفریط سے خالی، بیچ کی راہ اعتدال ہے، اور ایک دوسرا امتیاز یہ بھی ہے کہ جہاں خود کو ضرر سے بچایا جائے وہیں دوسروں کو بھی ضرر سے محفوظ رکھا جائے، اور خود اپنے آپ کو اور دوسروں کو ضرر سے بچانے کی ممکن حد تک تدبیر وتنظیم، اہتمام وخیال، ارادہ وجذبہ، اور عملی کوشش ہونی چاہئے، اسلام اپنے ماننے والے کو خاص طور پر اس کی تعلیم دیتا ہے؛ چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واقعی مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان (بھی) محفوظ رہیں (بخاری، ایمان، حدیث: ۱۰)۔ قرآن نے مسلمانوں کو خیر امت کا لقب دیا، اور فرمایا: تمہاری امتیازی شان لوگوں کو اچھی باتوں کی تلقین کرنا اور بری باتوں سے روکنا ہے [آل عمران: ۱۱۰]۔ ظاہر ہے کہ ضرر رساں عمل سے دوسروں کو راحت بخشنا نہی عن المنکر کے زمرے میں آتا ہے۔

اسلام بے جا شور وشغب کو پسند نہیں کرتا ہے، میانہ روی کی تعلیم دیتا ہے اور اس کو پسند کرتا ہے؛ حد اعتدال سے بڑھا ہوا شور جس کو صوتی آلودگی کہا جاتا ہے، قرآن کی زبان میں فساد ہے، اور اللہ تعالی نے زمین پر فساد مچانے سے منع فرمایا ہے: [بقرہ: ۲۰۵، ۱۱، اعراف: ۸۶، شعراء: ۱۵۱۔ ۱۵۲، روم: ۴۱]، نیز اللہ تعالی نے ایک مقام پر یوں ارشاد فرمایا: "وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا" الأسراء: ۱۱۰۔

اور اپنی نماز نہ بہت زیادہ بلند آواز سے پڑھو اور نہ بہت پست آواز سے، ان دونوں کے درمیان اوسط درجہ کا لہجہ اختیار کرو۔

روایت میں آتا ہے کہ رات کا وقت تھا، حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ دونوں اپنی اپنی جگہ تہجد کی نماز میں مصروف تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دونوں کے پاس سے گذر ہوا، حضرت ابوبکر صدیقؓ سے فرمایا: تم اپنی آواز تھوڑی بلند رکھو، اور حضرت عمرؓ سے فرمایا: تم اپنی آواز تھوڑی پست رکھو (ابوداؤد، صلاۃ، باب رفع الصلاۃ بالقراءۃ، حدیث: ۱۳۲۹، ترمذی، صلاۃ، حدیث: ۴۴۷، امام ترمذی کا بیان ہے: یہ حدیث غریب ہے)۔ اللہ نے قرآن مجید میں بہت تیز آواز کی مذمت فرمائی؛ چنانچہ حضرت لقمانؑ کی زبانی ان کے بیٹے کے نام نصیحت کے عنوان سے ارشاد باری تعالی ہے:

"وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِن صَوْتِكَ إِنَّ أَنكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ" (لقمان: ۱۹)

(اپنی رفتار میں میانہ روی اختیار کر، اور اپنی آواز پست کر، یقیناً آوازوں میں سب سے بدتر آواز گدھوں کی آواز ہے)۔

حضرت ابوامامہ باہلیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیز آواز والے آدمی کو ناپسند فرماتے تھے اور پست آواز والے شخص کو پسند فرماتے تھے

(المعجم الکبیر للطبرانی ۱۷۷/۸، حدیث: ۷۷۳۶، الجامع لابن وہب، حدیث: ۳۴۳)۔

اب اس کے بعد سوالات کے جوابات ملاحظہ ہوں:

ا۔ کارخانہ کی پُرشور مشینیں آبادی سے باہر لگانے کی سرکاری ہدایت:

مذکورہ بالا تفصیلات کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ کارخانہ والے اپنی پرشور مشینیں آبادی سے باہر نصب کریں؛ تاکہ لوگ صوتی آلودگی سے محفوظ رہ سکیں، جیسا کہ اوپر بیان آچکا ہے کہ انسان کے اندر شور برداشت کرنے کی کتنی طاقت ہے، اور کتنی db برداشت کرسکتا ہے اور کتنی دیر برداشت کرسکتا ہے، اس سے زیادہ دیر ہونے کی صورت میں انسان کسی طرح کے امراض جن میں مہلک بیماریاں بھی شامل ہیں، کا شکار ہوسکتا ہے۔

حکومت کی طرف سے پرشور مشینوں کو آبادی سے باہر لگانے کی ہدایت شرعاً واجب الاتباع ہوگی؛ کیونکہ پرشور صوتی آلودگی سے انسان کی جانیں خطرے میں ہیں، جان کی حفاظت جس طرح خود انسان پر واجب ہے اسی طرح دوسروں پر دوسروں کی جان کی حفاظت بھی واجب ہے، تب ہی تو اللہ تعالی نے ناحق قتل کو حرام قرار دیا [مائدہ: ۳۲، نساء: ۹۲، انعام: ۱۵۱]، اور قاتل کا ٹھکانہ وسزا جہنم بتایا [نساء: ۹۳]؛ اس لئے حکومت کی ہدایت پر عمل کرنا کارخیر میں تعاون کے مرادف ہے، خاص طور پر جب تعاون متعین ہوجائے تو واجب العین ہوجاتا ہے، یہاں ایسا ہی معاملہ ہے۔

اور اگر کسی مجبوری کی وجہ سے منتقلی میں دشواری ہو رہی ہو تو آج کل پرشور مشینوں کی آواز کو کم کرنے والے آلات آچکے ہیں، جس کا نام

antinoise devices ہے، ان کا لازماً استعمال کریں؛ تاکہ دوسروں کی صحت وجانیں محفوظ رہ سکیں۔ خلاصہ کلام یہ ہوا کہ اس سلسلہ میں حکومت کی ہدایت پر عمل کرنا واجب ہے۔

۲۔ گاڑیوں کا ہارنوں کی آواز سے آلودگی کا حکم:

ضرورت سے زیادہ تیز آواز کا ہارن لگانا شرعاً صحیح نہیں ہوگا؛ کیونکہ اس سے صوتی آلودگی پیدا ہونے کے ساتھ راہگیروں کو دہشت بھی ہوتی ہے، اس اعتبار سے دو حیثیتوں سے راستہ چلنے والے کو تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے، پیچھے بات حدیث کے حوالہ سے آچکی ہے کہ راستہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا ایمان کا جز، حصہ اور صدقہ ہے، اس کے برخلاف یعنی راستہ کو پراگندہ کرنا، یا راستہ پر کوئی تکلیف دہ چیز ڈالنا اور اسی کے حکم میں صوتی آلودگی اور دہشت پیدا کرنا بھی شامل ہے، گناہ کا کام ہے، پس ضرورت سے زیادہ تیز آواز کا ہارن لگانا باعث گناہ عمل ہوگا۔

جب اس سے راہگیروں کو تکلیف اور ضرر پہنچتا ہے، تو شریعت اسلامیہ میں کسی کام کے ناجائز وممنوع ہونے کا ایک سبب ضرر بھی ہے، جیسا کہ پیچھے وضاحت آچکی ہے کہ انسان کے لئے تیز آواز مختلف جسمانی امراض کا سبب بنتی ہے اور بعض اوقات اس کے بڑے سنگین نتائج برآمد ہوتے ہیں، اور نیز کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا ہے کہ راہگیر گھبرا کر گر جاتا ہے، کبھی لڑکھڑا کر رہ جاتا ہے اور کبھی حادثہ کا شکار ہو جاتا ہے۔

۳۔ تقریبات میں DJ شور کا حکم:

شریعت اسلامیہ کی نظر میں dj مزامیر میں داخل ہے؛ اس لئے اس کا استعمال ناجائز وحرام ہے، جہاں تک اس کی تیز آواز اور زوردار شوروشغب کی بات ہے تو شریعت اس کو پسند نہیں کرتی ہے، مذکورہ بالا تصریحات کی روشنی میں یہ بھی ناجائز وممنوع ہے، اس اعتبار سے dj کا استعمال معصیت در معصیت ہے۔

۴۔ جلسوں اور مشاعروں میں سرکاری قوانین کی پابندی:

جو لوگ جس ملک میں رہتے ہیں وہ وہاں کے قوانین کے پابند ہوتے ہیں، دوسرے الفاظ میں کہئے کہ ان کے اور ملک کے درمیان معاہدہ ہوتا ہے کہ باشندگان ملک دستور وآئین کے پابند ہیں، وہ اس پر راضی ہیں؛ لہذا حکومت کی طرف سے مقرر کردہ وقت اور متعین کردہ ساؤنڈ سسٹم کے قوانین کی پابندی واجب کے درجہ کی ہوگی، ان کی خلاف ورزی مستحق سزا ہوگی، یہ سزا حکومت وقت کے صوابدید پر ہوگی، اس مسئلہ کو تسعیر (اشیاء کا نرخ مقرر کرنا) پر قیاس کیا جا سکتا ہے، اور تسعیر (اشیاء کا نرخ مقرر کرنا) کے بارے میں بات آچکی ہے کہ حکومت کی طرف سے مقرر کردہ نرخ کی پابندی تاجروں پر واجب ہے، خلاف ورزی کی صورت میں حکومت اسلامیہ کے قاضی کو حق ہوتا ہے کہ اس کو گرفتار کرے اور جو سزا مناسب سمجھے، دے۔

ویسے حکومت کے یہ قوانین شریعت اسلامیہ سے متصادم بھی نہیں ہیں بلکہ موافق ہیں؛ کیونکہ ان قوانین کا مقصد لوگوں کو صحت اور ماحولیات کا تحفظ اور ان کو بے خوابی سے بچانا ہے، شریعت ان چیزوں میں اپنے ماننے والے کو ان کی پاسداری و پابندی کا حکم دیتی ہے۔

☆☆☆

ماحولیات کا تحفظ

مولانا ولی اللہ مجید قاسمی [1]

یہ حسین وجمیل کائنات ایک خاص مقصد اور انسانیت کے فائدے کے لئے ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: "ھو الذی خلق لکم ما فی الأرض جمیعا" (سورۂ بقرہ: ۲۹)، اور ایک دوسری آیت میں ہے: "وما خلقنا السموات والأرض وما بینھما لاعبین" (سورۂ دخان: ۳۸)۔

یہ سب انسان دوست اور اس کے لئے معاون ومددگار ہیں اور ایک نپی تلی مقدار میں ہیں، نیز ان میں حد درجہ توازن اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے، چنانچہ قرآن حکیم میں ہے: "إنا کل شئ خلقناہ بقدر" (سورۂ قمر: ۴۹)، اور ایک دوسری آیت میں ہے:

"والأرض مددناھا وألقینا فیھا رواسی وأنبتنا فیھا من کل شئ موزون وجعلنا لکم فیھا معایش ومن لستم لہ برازقین۔ وإن من شئ إلا عندنا خزائنہ وما ننزلہ إلا بقدر معلوم" (سورۂ حجر: ۱۹۔ ۲۱)۔

انسان اس کائنات میں اللہ کا خلیفہ ہے یعنی اللہ کے احکام کو قائم رکھنے اور اس کے حکموں کے نفاذ میں اس کا نائب ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس کائنات کا مالک نہیں بلکہ امین اور محافظ ہے، وہ یہاں خود مختار نہیں اور نہ ہی وہ ہر طرح کے تصرف کا حقدار ہے، بلکہ وہ اللہ کے حکموں کا پابند ہے، اور اس نے اس کائنات میں جس موزونیت اور تناسب کو قائم کیا ہے اس کو باقی رکھنے کا ذمہ دار ہے، ایسا کوئی بھی کام جس کی وجہ سے توازن اور تناسب میں خلل واقع ہو روئے زمین پر فساد پھیلانے کے مترادف ہے، اور دنیاوی مصیبت اور اخروی عذاب کا باعث ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"ولا تفسدوا فی الأرض بعد إصلاحھا" (سورۂ اعراف: ۸۵)۔

لیکن آج کا انسان اپنے ہی ہاتھوں گلا گھونٹنے کے لئے کوشاں ہے، اس نے اپنی مفسدانہ حرکتوں سے کائنات کے توازن کو بگاڑ دیا ہے، اور کوئی چیز اپنی اصل اور طبعی حالت پر باقی نہیں رہی، جس کے نتیجے میں خود اس کا اپنا وجود خطرے میں ہے، بلکہ اس کے کرتوتوں کی وجہ سے چرند، پرند، نباتات وجمادات ہر ایک کی زندگی داؤ پر لگی ہوئی ہے، گویا کہ آج کے حالات پر یہ آیت پوری طرح سے صادق آرہی ہے کہ

"ظھر الفساد فی البر والبحر بما کسبت أیدی الناس لیذیقھم بعض الذی عملوا لعلھم یرجعون" (سورۂ روم: ۴۱)۔

مذکورہ آیت میں ماحولیاتی آلودگی، اس کی خطرناکی، اس کے اسباب اور اس کے علاج کو ایک اچھوتے انداز میں اور نہایت اختصار کے ساتھ بیان کردیا گیا ہے کہ ماحولیاتی آلودگی کا نتیجہ خشکی اور تری ہر جگہ فساد کا ظہور ہے، اور اس کا سبب انسانوں کے کرتوت اور ان کی غلط حرکتیں ہیں اور اس کا علاج یہ ہے کہ انسان اپنے ان مفسدانہ کاموں سے باز آجائے۔

یہ صحیح ہے کہ انسان کو کچھ آزادی دی گئی ہے لیکن یہ آزادی بھی مشروط ہے کہ اس سے کسی دوسرے کو تکلیف نہ پہنچے، اگر اس کی اس آزادی سے دوسرے کو نقصان پہنچتا ہے، خواہ یہ نقصان اجتماعی ہو یا انفرادی تو اس کے ہاتھ کو پکڑنا ایک مذہبی فریضہ ہے، رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

"مثل القائم علی حدود اللہ والواقع فیھا کمثل قوم استھموا علی سفینۃ فأصاب بعضھم أعلاھا وبعضھم أسفلھا۔ فکان الذین أسفلھا إذا استقوا من الماء مروا علی من فوقھم فقالوا: لو أنا خرقنا فی نصیبنا خرقًا ولم نؤذ من فوقنا فإن یترکوھم وما أرادوا ھلکوا جمیعا وإن أخذوا علی أیدیھم نجوا ونجوا جمیعا" (صحیح بخاری: ۲۳۶۱، جامع ترمذی: ۲۱۷۳، مسند احمد: ۱۸۳۸)

---

[1] جامعۃ الفلاح بلریا گنج، اعظم گڑھ (یوپی)۔

اس حدیث میں کشتی کے نچلے حصے میں رہنے والوں کو ان کی نیک نیتی اور سہولت کی تلاش کی وجہ سے معذور نہیں سمجھا گیا ہے؛ کیونکہ ان کی حسن نیت اور آسانی کا نتیجہ تمام لوگوں کی ہلاکت کی شکل میں ظاہر ہونے والا ہے، اس لئے عمومی مصلحت اور ضرر عام کو دور کرنے کے لئے ان کے ہاتھ کو پکڑنا ضروری ہے، لہٰذا ہر ایسی کوشش کی حوصلہ شکنی بھی لازمی ہے جس سے ماحولیات کو نقصان پہنچے جس کا نتیجہ جسم، عقل، اور نسل کے ضرر اور تباہی کی شکل میں بالکل سامنے ہے، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''لا ضرر ولا ضرار'' (السنن لابن ماجه:۲۳۴۰، موطا مالك:۱۴۲۹، مسند احمد:۲۸۶۷، وقال الحاكم :صحيح على شرط مسلم ووافقه الذهبي ، المستدرك:۲۳۴۵)۔

علامہ ابن عبد البر وغیرہ نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''ضرر'' یہ ہے کہ انسان اپنے فائدے کے لئے کسی کو نقصان پہنچائے، اور ''ضرار'' یہ ہے کہ بلاوجہ اور بے فائدہ کسی کو نقصان پہنچائے (جامع العلوم والحکم لابن رجب: ۳۴۰)۔

پانی کی حفاظت:

پانی زندگی کا ایک بنیادی حصہ ہے اور اسی کے ساتھ ایک مسلمان کے لئے نماز اور تلاوت قرآن جیسی اہم عبادت کے لئے بھی ناگزیر ہے، اس لئے حدیث اور فقہ کی کتابوں میں اس سے متعلق تفصیلی بحث ملتی ہے، جس سے پانی کی طہارت و نظافت اور نجاست و قذارت کے بارے میں اسلامی نقطہ نظر کو معلوم کیا جا سکتا ہے، اور خود کلام پاک میں کہا گیا ہے: "وینزل علیکم من السماء ماء لیطهرکم" (سورۂ انفال:۱۱)۔

اور حدیث میں ہر ایسی کوشش کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے، اور دنیا و آخرت میں کامیابی و کامرانی کی بشارت دی گئی ہے جس کے ذریعہ لوگوں کے لئے پانی کا نظم کیا جائے، حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''سبعة يجري على العبد أجرهم بعد موته في بره، من علم علما، أو اكرى نهرا، أو حفر بئرا أو غرس نخلا أو بنى مسجدا أو ورث مصحفا أو ترك ولدا يستغفر له'' (المسند لبزار ۷۲۸۹، صحیح الجامع للالبانی: ۳۶۰۲)۔

اور آبی ذخائر کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے اور اس میں اسراف سے منع کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"کلوا واشربوا ولا تسرفوا انه لا یحب المسرفین" (سورۂ اعراف:۳۱)

اسراف اور فضول خرچی درحقیقت فساد کی ایک شکل ہے، اس لئے دوسری جگہ فرمایا گیا ہے:

"کلوا واشربوا من رزق اللہ ولا تعثوا فی الارض مفسدین" (سورۂ بقرہ:۶۰)

اور فرمایا گیا: "ولا تطیعوا أمر المسرفین الذین یفسدون فی الأرض ولا یصلحون" (سورۂ شعراء:۱۵۱، ۱۵۲)

(اور حد سے تجاوز کرنے والوں کی بات مت مانو جو زمین میں فساد برپا کرتے ہیں اور کوئی اصلاح نہیں کرتے)

اور حضرت عبد اللہ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد کو وضو کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا:

''ما هذا الإسراف؟ فقال: أفي الوضوء إسراف؟ قال: نعم، وإن كنت على نهر جار''

(سنن ابن ماجہ:۴۲۵، مسند احمد:۷۰۶۵، صحیح البانی:۲۸۴۳)

(یہ کیسی فضول خرچی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: کیا وضو میں بھی فضول خرچی ہے؟ فرمایا: ہاں، اگرچہ تم بہتے ہوئے نہر کے کنارے پر وضو کر رہے ہو)۔

پاکی حاصل کرنا ایک عبادت ہے، اور حضرت سعد کے تصور سے یہ بالاتر تھا کہ عبادت کے لئے پانی استعمال کرنے میں بھی احتیاط کی ضرورت ہے اور حد سے تجاوز فضول خرچی ہے، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال کو ختم کرنے کی کوشش کی اور فرمایا کہ ہاں عبادت کے لئے بھی حد سے زیادہ پانی خرچ کرنا فضول خرچی ہے، اور علامہ نووی لکھتے ہیں کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ پانی میں فضول خرچی ممنوع ہے گرچہ وہ سمندر کے کنارے پر ہو (المنہاج ۴/۲)۔

اور پانی کو آلودہ کرنے سے منع کیا گیا ہے، بلکہ پانی کو ڈھانک کر رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، تاکہ اس میں بیماری کے جراثیم سرایت نہ کریں،
حضرت جابر بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

''غطوا الإناء أوكوا السقاء، فإن في السنة ليلة ينزل فيها وباء لا يمر بإناء ليس عليه غطاء أو سقاء ليس عليه وكاء إلا نزل فيه من ذلك الوباء'' (صحیح مسلم: ۲۰۱۴، مسند احمد: ۱۴۸۷۱)۔

اور حضرت ابوہریرہؓ سے منقول روایت میں ہے: ''نهى النبي ﷺ أن يشرب من في السقاء'' (صحیح بخاری: ۵۳۰۵ وغیرہ)۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشک میں من لگا کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔

اس حدیث کی شرح میں کہا گیا ہے کہ پانچ وجہوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے:

۱۔ ہوسکتا ہے کہ مشک میں کوئی کیڑا یا تنکا ہو اور وہ حلق میں چلا جائے۔

۲۔ یکبارگی بڑی مقدار میں پانی جانے کی وجہ سے گلا گھٹ جانے کا اندیشہ ہو۔

۳۔ پانی چوس کر پینا ممکن نہیں اور یکبارگی منہ بھر کر پینے کی وجہ سے جگر کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔

۴۔ مشک میں بدبو پیدا ہوجائے گی۔

۵۔ دوسروں کو یہ خیال ہوگا کہ پینے والے کے منہ سے کچھ پانی میں واپس مشک میں چلا گیا ہوگا اور وہ اس سے پانی پینے میں گھن محسوس کرے گا

(كشف المشكل من حديث الصحيحين ۱/ ۵۷۴)۔

جدید اکتشافات کی روشنی میں ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اس طرح پانی پینے سے متعدی جراثیم دوسروں کو منتقل ہوسکتے ہیں، اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ مشک سے پانی پینے کی بعض روایتیں حالت ضرورت پر محمول ہیں (فتح الباری ۱۰/ ۹۳)۔

اور حضرت ابوہریرہؓ ہی سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''إذا شرب أحدكم فلا يتنفس في الإناء فإذا أراد أن يعود فلينح الاناء ثم ليعد إن كان يريد'' (السنن لابن ماجہ ۳۴۲۷)

اور حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے:

''أن النبي ﷺ نهى عن النفخ في الشرب فقال رجل: القذاة أراها في الاناء، قال: أهرقها قال: فإني لا أروى من نفس واحد، قال: فأبن القدح إذن عن فيك'' (الجامع للترمذی: ۱۸۸۷، مسند احمد: ۱۱۲۱۹)۔

اس حدیث کی شرح میں علامہ ابن عبدالبر کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ برتن میں سانس لینے کی ممانعت کی وجہ کیا ہے اس میں علماء کے درمیان اختلاف ہے، بعض لوگوں کے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک سانس میں پانی پینا علماء طب کے یہاں ناپسندیدہ ہے؛ کیونکہ اس سے جگر کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے، اور بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ آداب مجلس کے خلاف ہے؛ کیونکہ برتن میں سانس لینے کی وجہ سے اس کے ذریعہ تھوک اور لعاب اس میں منتقل ہوسکتا ہے، اور یہ بے ادبی ہے کہ کوئی ایسی چیز اپنے ہم نشیں کو دے جس میں اس کے لعاب کی آمیزش ہو (التمہید ۱/ ۳۹۷)۔

اور علامہ ابن دقیق العید کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ اس کے منہ سے کوئی چیز نکل کر اس میں شامل ہوجائے جس سے دوسروں کو گھن محسوس ہو، اس لئے ایسا کرنے میں دوسروں کے لئے پانی کو خراب کرنا ہے؛ کیونکہ اس کی طبیعت اسے پینا گوارا نہیں کرے گی (احکام الاحکام شرح عمدۃ الاحکام ۱/ ۴۶)۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ پانی کو صاف رکھنے کے مقصد سے یہ ممانعت بطور ادب ہے، اس لئے کہ سانس کے ساتھ تھوک، ناک کی ریزش، یا خراب ہوا پانی میں منتقل ہوسکتی ہے، جس کی وجہ سے اسمیں بدبو پیدا ہوجائے گی، اس لئے وہ خود یا کوئی دوسرا اسے پینے میں گھن محسوس کرے گا (فتح الباری ۱/ ۲۵۳)۔

اور جدید تحقیقات سے یہ ثابت ہے کہ برتن میں سانس لینے کی وجہ سے منہ میں موجود بعض جراثیم اس میں منتقل ہو جاتے ہیں، اور اس برتن اور پانی کے ذریعہ بہت سے امراض دوسروں تک متعدی ہو سکتے ہیں، اور پانی کو آلودگی سے بچانے ہی کے لئے ایک حدیث میں کہا گیا ہے:

''اتقوا الملاعن الثلاث البراز فی الموارد وقارعة الطریق والظل'' (السنن لابی داؤد: ۲۶، ابن ماجہ: ۳۲۸)
(لعنت کی تین جگہوں سے بچو یعنی پانی کے راستے میں، عام گزرگاہوں پر اور سایہ کی جگہوں میں پاخانہ کرنے سے)۔

اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لا یبولن أحدکم فی الماء الدائم الذی لا یجری ثم یغتسل فیه'' (تم میں سے کوئی ٹھہرے ہوئے پانی میں جو بہتا نہ ہو پیشاب نہ کرے اور پھر اس میں غسل کرے)۔

علامہ نووی کہتے ہیں کہ پانی میں پیشاب کرنا ہر حال میں ممنوع ہے خواہ اس میں اس کے بعد غسل کیا جائے یا نہ کیا جائے نیز وہ کہتے ہیں کہ پیشاب کی طرح اس میں پاخانہ کرنا بھی ممنوع ہے بلکہ یہ اس سے بھی زیادہ قبیح ہے، اور یہی حکم اس وقت بھی ہے جب کہ کسی برتن میں پیشاب کرے اور پھر اسے پانی میں ڈال دے یا کسی تالاب کے کنارے پیشاب کرے اور وہ بہہ کر پانی میں پہنچ جائے (المنہاج ۳/ ۱۸۸)۔

اور حضرت ابوہریرہؓ سے منقول دوسری حدیث میں ہے: ''لا یغتسل أحدکم فی الماء الدائم وهو جنب فقال: کیف یفعل یا أباهریرة؟ قال: یناوله تناولا'' (الصحیح مسلم: ۲۸۳، السنن للنسائی: ۲۲۰)۔

اسلام اس سلسلہ میں کس درجہ حساس ہے اس کا اندازہ اس حدیث سے لگایا جا سکتا ہے:

''إذا استیقظ أحدکم من نومه فلا یغمس یده فی الإناء حتی یغسلها ثلاثا فانه لایدری أین باتت یده''
(صحیح مسلم: ۲۷۸، السنن لابی داؤد: ۱۰۳، الجامع للترمذی: ۲۴، المسند احمد: ۱۰۰۹۳)۔

یعنی محض شک کی بنیاد پر پانی کو آلودگی سے بچانے کے لئے ہاتھ دھونے سے پہلے اسے پانی کے برتن میں ڈالنے سے منع کیا گیا ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ ممانعت کی وجہ اس بات کا احتمال ہے کہ کیا اس کے ہاتھ میں کوئی ایسی چیز لگی ہوئی ہے جو پانی کو خراب کردے یا نہیں؟ اور اس حدیث کا تقاضا ہے کہ اگر کسی کو بیداری کی حالت میں بھی اس طرح کا شک پیش آجائے تو اسے بھی ہاتھ دھلے بغیر برتن میں نہیں ڈالنا چاہئے۔

آج کے دور میں پانی کی آلودگی کا مسئلہ محض پیشاب، پاخانہ تک محدود نہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ خطرناک اور زہریلے مادوں کے ذریعہ پانی کو مسلسل آلودہ کیا جا رہا ہے، صنعتی اور کیمیاوی فضلات اور دیگر آلودگی پیدا کرنے والی چیزوں کے ذریعہ ندی، تالاب اور سمندر کو آلودہ کیا جا رہا ہے، جس کی وجہ سے آبی جانوروں اور خود انسان کی زندگی ایک بڑی مصیبت اور ایک زبردست خطرے سے دوچار ہے۔

ہوا کو آلودگی سے بچانا:

ہوا بھی اللہ کی نعمتوں میں سے ایک اہم نعمت ہے، جس کے بغیر زندگی کا تصور ناممکن ہے، چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

''لا تسبوا الریح فإنها من روح الله تبارك و تعالی وسلوا الله خیرها وخیر ما فیها وخیر ما أرسلت به وتعوذ وا بالله من شرها وشر ما فیها وشر ما أرسلت به'' (السنن لابی داؤد: ۵۰۹۷، ابن ماجہ: ۳۷۲۷، مسند احمد: ۲۱۱۷)۔

(ہوا کو گالی مت دو؛ کیونکہ وہ اللہ کی رحمت ہے، اور اللہ سے اس کی بھلائی اور جس کے لئے وہ بھیجی گئی ہے اس کی بھلائی کے طلب گار بنو، اور اللہ سے اس کے شر اور جس کے لئے وہ بھیجی گئی ہے اس کے شر سے پناہ مانگو)۔

اور علامہ ابن قیم لکھتے ہیں کہ تم ہوا کے بارے میں غور کرو کہ وہ سب سے پہلے ناک میں داخل ہوتی ہے اور وہاں اس کی ٹھنڈک ختم ہو جاتی ہے اور پھر حلق تک پہنچ کر اس کا مزاج معتدل ہو جاتا ہے، اور پھر ایک پاکیزہ لطیف ہوا پھیپھڑے میں پہنچتی ہے اور پھر وہاں سے دل کے ذریعہ تمام نسوں سے ہوتے ہوئے پورے جسم میں پھیل جاتی ہے، اور وہاں جا کر وہ ہوا جب گرم ہو جاتی ہے اور انتفاع کے لائق نہیں رہتی ہے تو پھر پھیپھڑے کے ذریعہ حلق اور ناک کے راستے وہ جسم سے خارج ہو جاتی ہے اور پھر دوبارہ اسی طرح سے صاف ستھری ہوا داخل ہو جاتی ہے، اور اس مختصر مدت میں جس میں ہم سانس لیتے ہیں اور چھوڑتے ہیں اللہ کی بے شمار نعمتیں پنہاں ہیں (التبیان فی اقسام القرآن ۱/ ۱۹۰)۔

جدید سائنس میں کہا جاتا ہے کہ سانس کے ذریعہ آکسیجن گیس بھی جسم میں داخل ہوجاتی ہے اور جسم کے ہر حصے میں پہنچ کر غذا کو تحلیل کرنے اور توانائی کے لائق بنانے کا کام انجام دیتا ہے، اس عمل کے نتیجے میں کاربن ڈائی آکسائیڈ بھی تیار ہوجاتی ہے جو جاندار کے لئے ایک زہریلی گیس ہے اور خون اسے جسم کے ہر حصے سے لاکر پھیپھڑوں میں چھوڑ دیتا ہے جہاں سے یہ سانس کے ذریعہ باہر نکل جاتا ہے۔

اور علامہ خطابی لکھتے ہیں کہ ہوا کا بہتر اور خوشگوار ہونا انسانی صحت کو برقرار رکھنے میں سب سے زیادہ معاون ہے، اور ہوا کا خراب ہونا جسم کے لئے سب سے زیادہ نقصان ہے اور اس کی وجہ سے بیماری بہت جلد قدم جمالیتی ہے (معالم السنن ۴/۲۳۶)۔

اسلامی شریعت کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد جسم وجان کی حفاظت بھی ہے، چنانچہ علامہ شاطبی لکھتے ہیں کہ پوری امت بلکہ تمام مذاہب کے لوگ اس پر متفق ہیں کہ شریعت اور قانون پانچ ضروری چیزوں کی حفاظت کے لئے بنایا جاتا ہے، اور وہ دین، نفس، نسل، مال اور عقل ہے (الموافقات ۱/۳۱)۔

ان عمومی دلیلوں سے ہوا اور فضا کی حفاظت کے سلسلے میں اسلامی شریعت کے نقطہ نظر کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، اور ظاہر ہے کہ فضائی آلودگی کے سلسلے میں آج ہم جس خطرناک صورتحال سے دوچار ہیں ماضی میں اس کا تصور نہیں کیا جاسکتا ہے، تاہم بعض روایتوں کے اشارات سے اس سلسلے میں کچھ مدد مل سکتی ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے: ''أطفئوا المصابیح إذا رقدتم وغلقوا الأبواب'' (الصحیح للبخاری: ۵۳۰۱، المسند لاحمد: ۱۵۰۵۷)۔

اور ایک دوسری حدیث کے الفاظ ہیں: ''لا تترکوا النار فی بیوتکم حین تنامون'' (الصحیح للبخاری: ۵۹۳۵، مسلم: ۲۰۱۵)۔

گذشتہ ادوار میں اس حدیث کی تشریح میں یہی کہا جاسکتا تھا کہ ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اس سے گھر میں آگ لگ جانے کا خطرہ تھا، اس لئے آگ بجھا کر سونے کا حکم دیا گیا، لیکن جدید تحقیق کی روشنی میں اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ آگ جلنے کی وجہ سے آکسیجن ختم ہوتی ہے اور کاربن ڈائی آکسائیڈ میں اضافہ ہوتا ہے، جس کی وجہ سے انسان اور دیگر حیوانات کی زندگی خطرہ سے دوچار ہوجاتی ہے، اس لئے حدیث میں جلتی ہوئی آگ چھوڑ کر سونے سے منع کیا گیا ہے، اور اس پر قیاس کرتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ ہر ایسا عمل نادرست ہے جس کی وجہ سے فضائی آلودگی میں اضافہ ہو اور زندگی گذارنا مشکل ہوجائے۔

اور متعدد حدیثوں میں میت کو جلد دفنانے کا حکم دیا گیا ہے جس کا ایک مقصد پھٹنے اور سڑنے سے پہلے ہی اسے اس کے ٹھکانے پر پہنچادیا جائے؛ کیونکہ ایسا نہ کرنے کی صورت میں اس کی بے حرمتی نیز بدبو کی وجہ سے دوسروں کو تکلیف ہوگی، نیز بہت سی حدیثوں میں پیڑ پودے لگانے کا حکم دیا گیا ہے جس کی ایک مصلحت فضائی آلودگی سے حفاظت بھی ہوسکتی ہے۔

اسی طرح بعض فقہی عبارتوں سے بھی ہمیں اس مسئلے میں رہنمائی ملتی ہے جیسے کہ ہوا کے سلسلے میں علامہ ابن نجیم مصری نے لکھا ہے کہ اگر کسی درخت کی شاخوں نے دوسرے کے گھر کی ہوا کو روک رکھا ہے، اور گھر کے مالک نے ان شاخوں کو کاٹ دیا تو دیکھا جائے گا کہ اگر شاخیں ایسی ہوں کہ انہیں اس سے باندھ کر ہوا کی جگہ کو فارغ کیا جاسکتا ہے تو کاٹنے والا ضامن ہوگا، اور اگر ایسا نہ ہو تو ضامن نہیں ہوگا جبکہ ایسی جگہ سے کاٹا ہو کہ اگر معاملہ عدالت میں پہنچ جاتا تو قاضی اس جگہ سے کاٹنے کا حکم دیتا (البحر الرائق ۷/۱۹۷)۔

اسی طرح کی بات علامہ ابن رشد، امام نووی اور علامہ ابن قدامہ نے بھی لکھی ہے (دیکھئے: البیان والتحصیل ۹/۳۰۹، المجموع ۱۳/۴۱۰، المغنی ۵/۲۲)

اور ان سب کا حاصل یہ ہے کہ ہوا انسان کی بنیادی ضرورت ہے جسے روکنے کا حق کسی کو حاصل نہیں ہے، اسی طرح سے حنفی، مالکی اور حنبلی فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے گھر میں تنور، حمام، لوہار یا سنار کی بھٹی لگالے جس کے دھویں سے پڑوسیوں کو تکلیف ہوتی ہو تو اسے اس سے منع کیا جائے گا، الا یہ کہ وہ دھویں کو زائل کرنے کی کوئی تدبیر اختیار کرے (دیکھئے: الفقہ الاسلامی وادلتہ ۶/۴۵۶، الموسوعۃ الفقہیہ ۲۰/۲۴۱)

بعض شافعی علماء کی رائے اس کے برخلاف ہے، لیکن ان میں سے بہت سے لوگوں نے جمہور کی رائے کو اختیار کیا ہے، چنانچہ فقہ شافعی کی بعض کتابوں میں ہے کہ حدیث کے ظاہر کا تقاضا ہے کہ ضرر کی تمام صورتیں حرام ہوں، خواہ اس سے کم نقصان ہو یا زیادہ، الا یہ کہ کسی دوسری دلیل سے اس

کا جائز ہونا معلوم ہو، اس لئے کہ حدیث کے الفاظ بالکل عام ہیں، لہذا کسی شخص کے لئے اپنے گھر میں کوئی ایسا روشن دان کھولنا حرام ہے جس کے ذریعہ وہ پڑوسی کی عورتوں کو دیکھ سکے، اور اس طرح تنور، حمام، چکی وغیرہ بھی حرام ہے؛ کیونکہ دھویں اور چکی کی آواز سے دوسروں کو تکلیف ہوگی (تحفۃ الحبیب علی شرح الخطیب ۳/۴۱۱)

اور علامہ ابن قدامہ حنبلی نے لکھا ہے کہ کسی شخص کا ایسا عمل جو دوسرے پڑوسی کے لئے ضرر رساں ہو جائز نہیں ہے، اور اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حدیث میں کہا گیا ہے: "لا ضرر ولا ضرور" اور اس لئے بھی کہ اس کی وجہ سے پڑوسی کو نقصان پہنچ رہا ہے، لہذا جائز نہیں ہے، جیسے کہ کوئی شخص کسی چیز کو اس طرح سے کوٹتا ہے کہ اس سے پڑوسی کی دیوار ہل رہی ہے اور کمزور ہو رہی ہے یا اس کی دیوار کی جڑ میں کھاد یا مٹی لاکر رکھ دے جس سے اس کی دیوار کو نقصان پہنچے، یا کسی نے پانی کا حوض بنا رکھا ہے اور اس کے پڑوسی نے قریب میں انجیر وغیرہ کا درخت لگا دیا جس کی جڑیں پانی کے حوض کی دیوار میں شگاف ڈال رہی ہیں تو اسے ایسا کرنے کا حق نہیں اور اسے اس درخت کے لگانے سے منع کیا جائے گا اور اگر لگا دیا ہے تو اکھاڑ دینا درست ہے (المغنی ۶/۲۰۲)۔

اور علامہ عبدالرحمن بن نصر شیزری نے تنور وغیرہ کے سلسلے میں محتسب کے فرائض کے بیان میں لکھا ہے کہ مناسب ہے کہ روٹی پکانے کی دکان کی چھتیں اونچی ہوں، ان کے دروازے کھلے ہوئے ہوں، اور چھتوں میں دھواں نکلنے کے لئے بڑی اور کشادہ چمنی ہوتا کہ اس کی وجہ سے لوگوں کو ضرر نہ پہنچے۔

(نہایۃ الرتبۃ الظریفۃ فی طلب الحسبۃ الشریفۃ/۲۲)۔

ان تفصیلات کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ:

۱۔ اگر کوئی پکوان کے لئے ایندھن کے طور پر ایسی چیز کے استعمال پر قادر ہو جس سے کم دھواں پیدا ہوتا ہے لیکن وہ زیادہ دھواں پیدا کرنے والے ایندھن سے قدرے مہنگی ہوں تو اجتماعی ضرر سے بچنے کے لئے اسے کم دھواں چھوڑنے والے یا دھواں نہ پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال اس کے لئے ضروری ہوگا۔

۲۔ اگر حکومت کی طرف سے کسی خاص گاڑی کے لئے گیس کے استعمال کو لازم کر دیا تھا تو اس قانون کی پابندی شرعاً واجب ہوگی، نیز اگر حکومت کی طرف سے کوئی ہدایت نہ ہو جب بھی اس کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ لوگوں کو ضرر سے بچانے، ماحول کو پاک وصاف رکھنے، ضروریات زندگی کو فساد سے بچانے اور جسم وجان اور عقل ونسل کی حفاظت کے لئے کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کو اختیار کرے۔

۳۔ اگر حکومت کی طرف سے جنریٹر کے لئے ہوا کو آلودگی سے بچانے کے مقصد سے ڈیزل اور مٹی کے تیل کے استعمال کی ممانعت کر دی گئی ہے تو اس کی تعمیل لازم ہے؛ تاکہ ماحول کو نقصان سے بچایا جاسکے، اور اگر حکومت کی طرف سے کوئی پابندی نہ ہو تو بھی حسب استطاعت ایسے ایندھن کو استعمال کرنا چاہئے جس سے کم سے کم دھواں پیدا ہو۔

۴۔ لوگوں کو چاہئے کہ جہاں تک ہو سکے وہ روشنی اور دیگر سہولیات کے لئے آلودگی سے محفوظ توانائی کا استعمال کریں جیسے کہ شمسی توانائی وغیرہ۔

۵۔ کارخانے وغیرہ کو آبادیوں سے باہر ہونا چاہئے اور ان کی چمنیوں کو ایک خاص سطح تک اونچا رکھا جائے اور ان میں ایسا ایندھن استعمال کیا جائے جس سے کم سے کم آلودگی پیدا ہو، یہ ہر ایک کی اخلاقی ذمہ داری ہے، اور اگر حکومت کی طرف سے اس کے متعلق کوئی قانون بنا دیا جاتا ہے تو اس کی پابندی ضروری ہے۔

زمین کی حفاظت اور اس میں بگاڑ پیدا کرنے کی ممانعت:

اللہ تعالیٰ نے زمین کو انسانوں اور دیگر جاندار کی رہائش اور کاشت کے لائق بنایا ہے، چنانچہ کلام پاک میں ہے کہ:

"واذ کروا إذ جعلكم خلفاء من بعد عاد وبوأكم في الأرض تتخذون من سهولها قصورا وتنحتون الجبال بيوتا فاذكروا آلاء الله ولا تعثوا في الأرض مفسدين" (اعراف:۷۴)۔

نیز زمین ہی سے انسان کی خلقت بھی ہوئی ہے، ارشاد ربانی ہے:

"هو أنشأكم من الأرض واستعمركم فيها" (سورۂ ہود: ٦١). "هو أعلم بكم إذ أنشأكم من الأرض" (سورۂ نجم/ ۳۲)۔

اس آیت کی تفسیر میں بعض مفسرین کہتے ہیں کہ انسان کی تخلیق زمینی مادے سے ہوئی ہے، جدید سائنس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ انسان جن عناصر سے مرکب ہے وہ تمام عناصر زمین کی مٹی میں موجود ہیں، اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ انسان کی پیدائش زمین سے اس حیثیت سے ہے کہ زمین سے پیدا ہونے والی غذا سے مادہ منویہ اور حیض کا خون تیار ہوتا ہے، اور ان دونوں سے انسان کی تخلیق ہوئی ہے (الدر المنثور ۴/ ۴۴۴، البحر المحیط ۵/ ۲۳۹)۔

نیز اس زمین سے ایک اہم عبادت طہارت اور صلاۃ بھی متعلق ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"وجعلت لي الأرض مسجدا وطهورا فأيما رجل من أمتي أدركته الصلاة فليصل" (الصحيح للبخاري: ۳۲۸)

اور پوری روئے زمین میرے لئے صلاۃ کی جگہ اور پاکی کا ذریعہ بنادی گئی ہے، اس لئے جس جگہ بھی صلاۃ کا وقت ہوجائے وہاں اسے ادا کرلو)۔

زمین کی اس خصوصیت کے پیش نظر قرآن حکیم میں چارسوتیس مرتبہ اس کا تذکرہ کیا گیا ہے اور اسکی یہ صفات بیان کی گئی ہیں:

فراش (بستر)، مہد، مہاد (بستر)، قرار، ذلول (نرم)، بساط (بستر)، کفات (برتن)۔

زمین کی اس خصوصیت اور اہمیت کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالی نے اسے جس مقصد کے لئے بنایا ہے اس میں کسی طرح کی تبدیلی نہ کی جائے؛ اس لئے کہ زمین میں ایسی کوئی تبدیلی جس سے اس کی یہ حیثیت متاثر ہوتی ہے اس میں بگاڑ پیدا کرنا اور فساد برپا کرنا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"ولا تفسدوا في الأرض بعد إصلاحها" (سورۂ اعراف: ٥٦).

ابوحیان اندلسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس آیت میں زمین میں فساد پھیلانے سے منع کیا گیا ہے اور اس میں فساد کی تمام شکلیں داخل ہیں، چاہے اس کا تعلق جسم وجان، دین وعقل، یا نسب اور مال سے، اور اصلاح کے بعد کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اسے اس طرح بنایا ہے کہ وہ مخلوقات کی منفعت اور مکلفین کی مصلحت کے لائق ہے، اور اس سلسلے میں بعض مفسرین نے فساد اور اصلاح کی جونوعیت متعین کرنے کی کوشش کی ہے تو وہ بطور مثال ہے، اس لئے کہ ان چیزوں کے ساتھ مخصوص ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے (البحر المحیط ۴/ ۳۱۳)۔

اور علامہ قرطبی کہتے ہیں کہ اللہ تعالی نے ہر طرح کے فساد سے منع فرمایا ہے چاہے وہ کم ہو یا زیادہ ...... توصحیح قول یہی ہے، آیت بالکل عام ہے (الجامع لاحکام القرآن ۷/ ۲۲۶)۔

اور ایک دوسری آیت میں اللہ تعالی نے منافقین کی خصلت یہ بیان فرمائی ہے:

"وإذا تولى سعى في الأرض ليفسد فيها ويهلك الحرث والنسل والله لا يحب الفساد" (البقرة: ۲۰۵).

یعنی زمین میں فساد کا نتیجہ یا فساد کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ کھیتی کو تباہ وبرباد کیا جائے جس کی وجہ سے نسل انسانی اور حیوانی تباہی وہلاکت سے دوچار ہو؛ کیونکہ زمین کا مقصد وجود اس کی تعمیر اور اصلاح ہے، اور اس میں کسی طرح کی تخریب اور فساد ناروا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"هو الذي أنشأكم من الأرض واستعمركم فيها" (سورۂ ہود: ٦١).

اس آیت کی تفسیر میں حضرت زید بن اسلم کہتے ہیں:

"أمركم بعمارة ما تحتاجون إليه فيها من بناء مساكن وغرس الأشجار" (الجامع لاحكام القرآن ۹/ ۵۶)۔

اور "استعمركم" کے لفظ سے یہ سمجھا گیا ہے کہ زمین کی تعمیر انسان پر واجب اور ضروری ہے۔

"لأن الطلب المطلق من الله تعالى على الوجوب" (حوالہ مذکور)۔

اور اسی بنیاد پر زمخشری نے لکھا ہے کہ تعمیر کی چار قسمیں ہیں: واجب، مستحب، مباح اور مکروہ، اور نقل کیا ہے کہ زمین کی تعمیر لمبی عمر پانے کا سبب ہے، چنانچہ ایرانی حکمرانوں نے خوب درخت لگوائے، اور نہریں بنوائیں، اور لمبی عمریں پائیں، حالانکہ وہ رعایا کے ساتھ ظلم کیا کرتے تھے، ان کے زمانے کے ایک نبی نے اللہ تعالی سے ان کی درازی عمر کی وجہ معلوم کی تو جواب ملا کہ ''إنھم عمروا بلادی فعاش فیہا عبادی'' (الکشاف ۳/ ۱۰۱)۔

اور احادیث میں بھی زمین کی تعمیر اور اسے زندہ رکھنے کی ترغیب دی گئی ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''من أحیا أرضا میتة فھی له'' (السنن لابی داؤد: ۳۰۷۳، مسند احمد: ۱۴۳۱۰)۔

اور ایک دوسری حدیث میں زمین کی تعمیر کی مختلف شکلوں کو صدقہ جاریہ قرار دیا گیا ہے، حضرت انس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''سبعة یجری علی العبد أجرھن بعد موته فی برہ، من علم علما، أو أکری نھرا، أو حفر بئرًا أو غرس نخلا أو بنی مسجدًا أو ورث مصحفًا أو ترك ولدا یستغفر له'' (المسند للبزار: ۷۲۸۹، ابن ماجہ: ۲۴۲)۔

اور ایسی چیزوں سے منع کیا گیا ہے جو زمین کی زندگی کو تباہ و برباد اور وہاں رہنے والوں کے لئے دشواری پیدا کرتی ہوں، اور تکلیف دہ چیزوں کو زمین سے ہٹانے کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ فرمایا گیا ہے:

''الإیمان بضع وسبعون شعبة فأفضلھا قول لا إله إلا الله وأدناھا إماطة الاذی عن الطریق'' (صحیح مسلم: ۵۸ وغیرہ)

اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یمیط الأذی عن الطریق صدقة'' (صحیح بخاری: ۲۸۲۷)۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جس طرح سے تکلیف دہ چیز کے مفہوم میں راستے کے اینٹ، پتھر، کانٹا وغیرہ شامل ہیں اسی طرح سے وہ چیزیں بھی داخل ہیں جو انسانی صحت کے لئے خطرناک یا ضرر رساں ہوں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ:

''بینما رجل یمشی بطریق وجد غصن شوك علی الطریق فأخرہ فشکر الله له فغفر له'' (صحیح بخاری: ۲۳۴)۔

اور مشہور صحابی رسول حضرت ابوبرزہ اسلمیؓ درخواست کرتے ہیں: ''یا نبی الله! علمنی شیئا أنتفع به'' (اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے ایسی چیز بتلا دیجئے جس سے مجھے نفع ہو)، جواب ملتا ہے: ''اعزل الأذی عن طریق المسلمین'' (مسلم: ۲۶۱۸)۔

اور گذرگاہوں کی طرح گھر اور صحن کو بھی صاف ستھرا رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، ایک حدیث میں ہے:

''طھروا أفنیتکم فإن الیھود لا تطھر أفنیتھا'' (المعجم الاوسط ۴/ ۲۳۱)

اور ایک روایت کے الفاظ ہیں: ''نظفوا أفنیتکم فإنا لیھود أنتن الناس'' (الجامع للترمذی: ۲۷۹۹، المسند لابی یعلی: ۷۹۰)۔

اور گھر اور صحن کی طرح گذرگاہوں میں بھی گندگی اور آلودگی پھیلانے سے منع کیا گیا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''اتقوا اللعانین قالوا: وما اللعانان یا رسول الله؟ قال: الذی یتخلی فی طریق الناس أوفی ظلھم'' (صحیح مسلم: ۲۶۹)

ظاہر ہے کہ کوڑا اور گندگی کی وجہ سے بدبو پھیلتی ہے اور یہ بہت سے امراض کے پھیلانے کا ذریعہ بھی ہے، ان گندگیوں میں بیماری کے جراثیم جنم لیتے ہیں، یہاں تک کہ صرف ایک مکھی انسان میں بیالیس قسم کی بیماریاں منتقل کرسکتی ہے، اور کسی جگہ صرف ایک ہفتے کے لئے کوڑے کو چھوڑ دیا جائے تو مکھیوں کی پوری ایک نسل اور فوج تیار ہوسکتی ہے۔

ہماری فقہی کتابوں میں راستے اور عمومی جگہوں پر کسی ایسے عمل کی ممانعت کی متعدد مثالیں ملتی ہیں جن سے دوسروں کو تکلیف یا نقصان پہنچ سکتا ہے (دیکھئے: الفتاوی الہندیہ ۶/ ۴۰۔۴۱)، اور اس سلسلے میں امام غزالی کی یہ تحریر بڑی جامع اور تمام شکلوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے، وہ راستوں کے منکرات کے متعلق لکھتے ہیں:

اسی طرح سے اگر قصاب اپنی دوکان کے سامنے راستے میں جانور ذبح کرتا ہے جس کی وجہ سے راستہ خون سے آلودہ ہو جاتا ہے تو یہ بھی ایک منکر ہے اور اس سے منع کیا جائے گا، بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی دکان ہی میں ذبح کرنے کی کوئی صورت نکالے؛ کیونکہ اس کی وجہ سے راستے میں تنگی ہوگی، نیز لوگوں پر ناپاک چھینٹے پڑنے کا خطرہ ہے اور اس گندگی کی وجہ سے لوگ گھن محسوس کریں گے، اسی طرح سے عام راستوں پر کوڑا یا تربوز کے چھلکے ڈال دینا یا پانی بہا دینا جس سے لوگوں کے پھسلنے کا اندیشہ ہے یہ بھی ایک منکر ہے (احیاء علوم الدین ۲/۳۳۹)۔

اس زمانے میں اس طرح کی چیزوں سے چند لوگ ہی متاثر ہوتے تھے اور نقصان کا دائرہ بڑا محدود ہوتا تھا اور آج ایک گھر کی گندگی سے پورا سماج اور ماحول متاثر ہوتا ہے اور نقصان کا دائرہ بہت وسیع ہے، اس لئے روئے زمین پر آلودگی پھیلانے کا کوئی بھی عمل سخت ناروا ہوگا کہ اس سے زمین کی زرخیزی متاثر ہوتی ہے، فضائی اور آبی آلودگی پھیلتی ہے، لہذا:

۶۔ جانور ذبح کرنے کے بعد اس کے ناقابل استعمال اجزاء کو کسی کھلی جگہ چھوڑ دینا جائز نہیں، جیسا کہ عام طور پر قربانی کے دنوں میں دیکھنے کو ملتا ہے، بلکہ اسے محفوظ طریقے سے ٹھکانے لگا دینا ضروری ہے۔

۷۔ سامان کی پیکنگ اور حمل ونقل کے لئے ممکن حد تک پلاسٹک کے استعمال سے پرہیز کرنا چاہئے کہ یہ زمینی اور فضائی آلودگی کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔

۹۔ سڑک کے کنارے یا عوامی مقامات پر قضاء حاجت کرنا حرام اور لعنت کا سبب ہے، اسی طرح سے گندہ پانی اور فضلات کھلی نالیوں یا گلیوں میں بہانا درست نہیں ہے۔

۱۰۔ سڑک یا عوامی مقامات پر تھوکنا خلاف ادب ہے، اور اگر حکومت کی طرف سے اس سلسلے میں کوئی قانون بنایا جاتا ہے تو اس کی پابندی لازمی ہے، چنانچہ متعدد حدیثوں میں مسجد میں تھوکنے سے منع کیا گیا ہے۔

شجرکاری:

اس کائنات کی تمام چیزیں ایک دوسرے سے مربوط ہیں بلکہ بہت سی چیزوں کی زندگی ایک دوسرے سے وابستہ ہے، چنانچہ انسان اور حیوانات کے وجود کے لئے درختوں کا ہونا ضروری ہے کہ ان کے ذریعہ آکسیجن حاصل ہوتا ہے جس کے بغیر زندگی کا تصور ناممکن ہے اور درختوں کے وجود کے لئے حیوانات کا پایا جانا ناگزیر ہے کہ ان کو کاربن ڈائی آکسائیڈ کی ضرورت ہے جو جاندار کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔

اسی کے ساتھ نباتات انسانی غذا کا سرچشمہ ہیں کہ بلا واسطہ وہ غلے، پھولوں اور پھلوں سے استفادہ کرتا ہے یا بالواسطہ گوشت اور دودھ کے ذریعہ؛ کیونکہ ایسے جانور نباتات سے غذا حاصل کرتے ہیں، اس لئے کتاب وسنت میں کھیتی کرنے اور پودہ وغیرہ لگانے کی ترغیب دی گئی ہے، چنانچہ قرآن حکیم میں کھیتی اور باغات کو اللہ کی نعمتوں میں شمار کیا گیا ہے اور اس کا ذکر بطور احسان کیا گیا ہے، اور حدیث میں ہے:

''ما من مسلم يغرس غرسًا أو يزرع زرعًا فيأكل منه طير أو إنسان أو بهيمة إلا كان له به صدقة'' (بخاری: ۲۱۹۵، مسلم: ۱۵۵۲)

اور حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ام مبشر انصاریہ کے باغ میں داخل ہوئے اور ان سے پوچھا:

''من غرس هذا النخل أمسلم أم كافر؟ فقالت: بل مسلم، فقال: لا يغرس مسلم غرسا ولا يزرع زرعًا فيأكل منه إنسان ولا دابة ولا شئ إلا كانت له صدقة'' (مسلم: ۱۵۵۲)۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ حدیث کے ظاہر سے پتہ چلتا ہے کہ اگر کوئی شخص دوسرے کی ملکیت میں بھی کوئی پودا لگا دے تو اسے مذکورہ ثواب ملے گا، اس لئے کہ حدیث میں ہے کہ وہ باغ ام مبشر کا تھا اور اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اسے کس نے لگایا ہے (فتح الباری ۵/۴)۔

اور علامہ سرخسی کہتے ہیں کہ مذکورہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ کھیتی اور باغ کے ذریعہ آمدنی حاصل کرنا مستحب ہے؛ کیونکہ یہ اخروی ثواب کا ذریعہ ہے (المبسوط ۲۳/۲۴)۔

اور حضرت معاذ بن انس سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''من بنی بنیانا من غیر ظلم ولا اعتداء أو غرس غرسا فی غیر ظلم ولا اعتداء کان له أجر جار ما انتفع به من خلق الله تعالی'' (مسند احمد: ۱۵۶۵۴، المعجم الکبیر: ۱۰۱۶۲)۔

اور حضرت انسؓ سے منقول حدیث میں ہے: ''إن قامت الساعة وفی ید أحدکم فسیلة فإن استطاع أن لا یقوم حتی یغرسها فلیفعل'' (مسند احمد: ۱۳۰۰۴، الادب المفرد للبخاری: ۴۷۹)۔

علامہ مناوی کہتے ہیں کہ اس حدیث میں درختوں کے لگانے اور نہر بنانے پر خوب ابھارا گیا ہے؛ تاکہ یہ دنیا قیامت تک آباد اور سرسبز شاداب رہے، تو جس طرح سے دوسروں نے تمہارے لئے درخت لگائے ہیں تو تم بھی اپنے بعد آنے والوں کے لئے درخت لگا جاؤ گرچہ دنیا کی زندگی بہت معمولی رہ گئی ہو (فیض القدیر ۳/۴۰)۔

اور یحییٰ بن آدم نے اپنی کتاب ''الخراج'' میں لکھا ہے کہ ایک شخص حضرت علیؓ کے پاس آیا اور کہا کہ میں ایک ویرانے زمین پر پہنچا اور وہاں کے لوگ اسے چھوڑ کر جا چکے تھے میں نے وہاں تک پانی پہنچانے کے لئے نالی بنائی اور اس میں کاشت کاری کی، حضرت علیؓ نے فرمایا کہ خوش دلی سے ساتھ اس کے غلے کو استعمال کرو؛ کیونکہ تم اصلاح کرنے والے ہو، فساد کرنے والے نہیں، تعمیر کرنے والے ہو تخریب کرنے والے نہیں (الخراج/ ۹)۔

کھیتی اور باغبانی سے غلہ اور آمدنی کے ساتھ بعض دوسرے فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں جیسے ہریالی میں اضافہ کہ ہرے پودوں کے ذریعہ ماحولیاتی آلودگی میں کمی ہوتی ہے، وہ زہریلی گیس یعنی کاربن ڈائی آکسائیڈ کو جذب کرتے ہیں اور جاندار کی زندگی کے لئے مطلوب گیس یعنی آکسیجن فراہم کرتے ہیں، ان کے ذریعہ آندھی طوفان اور گرد وغبار میں کمی آتی ہے اور بارش کا سبب بھی ہے۔

اور اسی بنیاد پر اسے بلاوجہ کاٹنے سے منع کیا گیا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ولا تفسدوا فی الأرض بعد إصلاحها۔

مفسر ضحاک کہتے ہیں کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ پانی کے چشمے کو بند نہ کرو اور نہ کسی پھل دار درخت کو ضرر پہنچانے کے مقصد سے کاٹو (الجامع لاحکام القرآن ۷/ ۲۲۶)۔

نیز حدیث میں ہے: ''من قطع سدرة صوب الله رأسه فی النار'' (السنن لابی داؤد: ۵۲۳۹)۔

امام ابوداؤد کہتے ہیں کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو کوئی بلاوجہ صحرا میں موجود بیری کے درخت کو کاٹ دے جس کے سایہ میں انسان اور جانور پناہ لیا کرتے تھے تو اللہ تعالی اسے سیدھے جہنم میں ڈال دیں گے (حوالہ مذکور)۔

اور علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ میرے خیال کے مطابق حدیث اس صورت پر محمول ہے جبکہ بیری کے درخت کو بلا فائدہ کاٹا جائے، گرچہ وہ اس کی ملکیت میں ہو (روح المعانی ۲۲/ ۱۲۸)۔

اور ملا علی قاری وضاحت کرتے ہیں کہ حدیث میں خاص طور سے بیری کے درخت کا نام اس لئے مذکور ہے کہ دوسرے درختوں کی بہ نسبت اس کے سائے میں زیادہ ٹھنڈک ہوتی ہے، لیکن مذکورہ وعید صرف اسی کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ تمام سایہ دار درختوں کا یہی حکم ہے جس کے سایہ میں انسان اور جانور پناہ لیتے ہوں (مرقات المفاتیح ۹/ ۴۲۳)۔

اور حضرت ابوبکرؓ لشکر کو روانہ کرتے ہوئے یہ نصیحت اور وصیت کیا کرتے تھے کہ:

''ولا تخربوا عمرانا ولا تقطعوا شجرة إلا لنفع ولا تعقرن بهيمة إلا لنفع'' (موطا لمالک: ۹۶۵)۔

اور اسی بنیاد پر جنگ کے موقع پر درخت کاٹنے کے لئے فقہاء نے یہ شرط لگائی ہے:

''هذا إذا لم يغلب على الظن أنهم مأخوذون بغير ذلك، فإن كان الظاهر أنهم مغلوبون، وإن الفتح باد کره ذلك؛ لأنه إفساد فی غير محل الحاجة وما أبيح إلا لها'' (فتح القدیر ۵/ ۴۴۷)۔

اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ بلاضرورت ہرے بھرے درختوں اور جنگلات کو کاٹنا جائز نہیں ہے۔

حیوانات کی حفاظت اور رعایت:

اللہ تعالی نے اس کائنات کو انتہائی اعتدال اور توازن پر قائم کر رکھا ہے، اور ہماری بے اعتدالی اور بے احتیاطی سے اس کائنات کی تمام چیزیں متاثر ہوتی ہیں، غور کیجئے کہ اگر جاندار چیزوں کی بہتات ہوجائے تو وہ آکسیجن کو ختم کردیں گے اور ساتھ ہی زہریلی گیس خارج کر کے ماحول کو آلودہ بنادیں گے، نیز ان جانوروں میں جو سبزی خور ہوں گے وہ اپنی خوراک حاصل کرنے کے لئے ہریالی میں مزید کمی کریں گے اور اگر ہریالی زیادہ ہوجائے تو انہیں زندہ رہنے کے لئے زیادہ مقدار میں کاربن ڈائی آکسائیڈ کی ضرورت ہوگی جو کم تعداد میں موجود جانور مہیا نہیں کرپائیں گے، اور اسی کے ساتھ فضا میں آکسیجن کی مقدار بڑھ جائے گی جس کی وجہ سے ہرے پودوں کے بڑھنے کا عمل سست پڑ جائے گا، کائنات میں موجود اسی توازن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن حکیم میں کہا گیا ہے:

"وأنبتنا فیھا من کل شئ موزون" (سورۂ حجر:۱۹)۔

اور دوسری آیت میں کہا گیا ہے کہ اللہ تعالی نے انسانوں کے فائدے ہی کے لئے جانوروں کو پیدا کیا ہے:

"والأنعام خلقھا لکم" (سورۂ نمل:۵)۔

غرض یہ کہ یہ بھی اللہ کی ایک عظیم نعمت ہے اور حسن وجمال کا سبب بھی، اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ بھی انسانوں کی طرح ایک جاندار گروہ ہے، ارشاد ربانی ہے: "وما من دابة فی الأرض ولا طائر یطیر بجناحیه إلا أمم أمثالکم ما فرطنا فی الکتاب من شئ ثم إلی ربھم یحشرون" (سورۂ انعام:۳۸)۔

یعنی یہ بھی ہماری طرح ایک مخلوق ہے، اور بلا وجہ اور بے فائدہ پیدا نہیں کیا گیا ہے، علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ یہ بھی تمہاری طرح ایک گروہ ہے جسے اللہ نے پیدا کیا ہے اور ان کی روزی کی ضمانت لی ہے، اور ان کے سلسلے میں عدل وتوازن کا خیال رکھا ہے، لہذا ان پر ظلم کرنا اور ان کے سلسلے میں جو حکم دیا گیا ہے اس سے تجاوز نہیں کرنا چاہئے (الجامع لاحکام القرآن ۶/ ۴۱۹)۔

اور جانوروں کو بلا وجہ ستانے اور مارنے سے منع کیا گیا ہے، حضرت عبداللہ بن عمرو سے منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''ما من إنسان قتل عصفورا فما فوقھا بغیر حقھا إلا سأله الله منھا قیل: یا رسول الله! وماحقھا؟ قال: یذبحھا فیأکلھا ولا یقطع رأسھا یرمی بھا'' (السنن للنسائی: ۴۳۴۹، مسند احمد: ۶۵۵۰)۔

اور اسی بنیاد پر تمام فقہاء اس پر متفق ہیں کہ ایسے کیڑے مکوڑے کو مارنا مکروہ ہے جو نقصان نہ پہنچاتے ہیں بلکہ فقہ حنفی میں بڑی دقت نظری پائی جاتی ہے، چنانچہ فقہاء حنفیہ کہتے ہیں کہ چیونٹی کو اسی وقت مارنا درست ہے جبکہ وہ کاٹ لے اور اس سے پہلے مارنا مکروہ ہے (البحر ۸/ ۲۳۲، ہندیہ ۵/ ۳۶۱)۔

اور علامہ شامی لکھتے ہیں: ''طرح القمل فی المسجد إن کان میتا حرم لنجاسته، وإن کان میتا ففی کتب المالکیة کذلك لأن فیه تعذیبا له بالجوع'' (ردالمحتار ۱/ ۶۵۳)۔

اور ''فتاوی ہندیہ'' میں ہے: ''قتل الزنبور والحشرات ہل یباح فی الشرع ابتداء من غیر ایذاء وہل یثاب علی قتلھم قال: لا یثاب علی ذلك، وإن لم یوجد منه الإیذاء فالأولی أن لا یتعرض بقتل شئ منه'' (فتاوی ہندیہ ۵/ ۳۶۱)۔

فقہ اسلامی میں چیونٹی، مچھر، جوں وغیرہ کے سلسلے میں جو تفصیلات ملتی ہیں، اس سے جانوروں کے تعلق سے لطف ومہربانی اور رحمت ورافت اور نرمی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سب اللہ کی مخلوقات اور ذی روح ہیں، ان کے ساتھ بہتر سلوک انسانیت کا تقاضا ہے اور برا سلوک قساوت اور بے رحمی کی دلیل ہے، اور تمام جانور اس حدیث کے عموم میں شامل ہے جس میں روئے زمین پر رہنے والوں پر رحم کرنے میں آسمان والے کے رحم کی بشارت سنائی گئی ہے، اور ایک حدیث میں خصوصیت کے ساتھ کہا گیا ہے کہ ''الشاۃ إن رحمتھا رحمك الله'' (مسند احمد: ۱۵۶۳۰)۔

اور اللہ تعالی نے ان جانوروں کو بے مقصد پیدا نہیں کیا ہے بلکہ ان سے اس کائنات کا مفاد وابستہ ہے، اس لئے حکمت الہی کا تقاضا ہے کہ تما

جانوروں کی نسل برقرار رہے، چنانچہ طوفان نوح کے وقت اللہ تعالی نے خصوصیت سے انہیں حکم دیا کہ تمام جانوروں کے ایک ایک جوڑے کو کشتی میں جگہ دیں۔

''حتی إذا جاء أمرنا وفار التنور قلنا احمل فيها من كل زوجين اثنين وأهلك إلا من سبق عليه القول ومن آمن''

(الجامع لاحکام القرآن ۹/ ۳۲)۔

علامہ قرطبی کہتے ہیں کہ ایسا اس لئے کیا گیا تا کہ طوفان کے بعد ان کی نسل برقرار رہے، لہذا ہمیں جانوروں کی نسل کو برقرار رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے اور کسی ایسے عمل سے بچنا چاہئے جس سے ان کے کم یا ختم ہونے کا خطرہ ہو؛ کیونکہ ماحولیاتی تحفظ میں پرندوں اور کیڑے مکوڑوں کا بھی بڑا حصہ ہے، اور ایسی مشینوں کے بےضرورت استعمال سے بچنا چاہئے جن کی شعاعوں کی وجہ سے پرندے ناپید ہوتے جارہے ہیں، جیسے کہ فریج، واشنگ مشین، ایئر کنڈیشن، ٹی وی اور موبائل وغیرہ۔

صوتی آلودگی:

آواز میں بھی توازن اور اعتدال برقرار رکھنا ضروری ہے کہ حد اعتدال سے زیادہ آواز ذہنی اور جسمانی صحت کے لئے نقصان دہ ہے اور اس سے طرح طرح کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، جیسے قوت سماعت میں کمی، چڑچڑاہٹ کی شکایت، ذہنی تناؤ میں اضافہ، بےخوابی، دل کے امراض، ہاضمے کی خرابی، بلڈ پریشر اور بلڈ شوگر وغیرہ۔

بےوجہ اور بےضرورت چیخنا کسی انسان کے لئے خوبی نہیں بلکہ خامی ہے، ماضی میں بھی اور آج بھی عام طور پر یہ ذہنیت پائی جاتی ہے کہ بلند آواز سے بولنا مردانگی اور بہادری کی علامت اور باعث افتخار ہے اور معتدل آواز سے بات کرنا بزدلی اور پستی کی نشانی ہے، قرآن مجید میں اس ذہنیت اور فکر کی تردید کی گئی کہ اگر تیز آواز سے بولنا کوئی پسندیدہ صفت ہوتی تو انسان کو بھی گدھے کی طرح بولنے کی صلاحیت عطا کردی جاتی، اور گدھے کی آواز سب سے اچھی آواز سمجھی جاتی، حالانکہ ایسا نہیں ہے، ارشاد ربانی ہے:

"واغضض من صوتك إن أنكر الأصوات لصوت الحمير" (سورۂ لقمان: ۱۹)

(اور اپنی آواز پست رکھو اور سب آوازوں میں سب سے ناپسندیدہ آواز گدھے کی ہوتی ہے)۔

مذکورہ آیت کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ بےفائدہ اپنی آواز کو بلند نہ کرو، اور آیت میں بلند آواز کو گدھے کے ساتھ تشبیہ دینے کا تقاضا ہے کہ ایسا کرنا حرام ہو اور حد درجہ لائق مذمت، اور علامہ قرطبی کہتے ہیں کہ خوامخواہ آواز بلند نہ کرو، اور ضرورت کے بقدر آواز بلند کرو؛ کیونکہ ضرورت سے زیادہ بلند آواز سے بولنا تکلف اور باعث ایذاء ہے، اور علامہ وہبہ زحیلیؒ کہتے ہیں کہ تیز آواز سے بولنا قوت سماعت کے لئے نقصان دہ ہے۔

اور نماز و ذکر جیسی عبادت میں بھی آواز کو پست رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها وابتغ بين ذلك سبيلا"۔

(نہ تو اپنی نماز بہت بلند آواز سے پڑھو اور نہ بالکل پوشیدہ بلکہ اس کے درمیان کا راستہ تلاش کر)، اور حضرت ابوموسی اشعریؓ بیان کرتے ہیں:

''كنا مع رسول الله ﷺ فكنا إذا أشرفنا على واد هللنا وكبرنا ارتفعت أصواتنا فقال النبي ﷺ: يا أيها الناس اربعوا على أنفسكم فإنكم لا تدعون غائبا ولا أصم إنه معكم إنه سميع قريب'' (الصحيح للبخاری: ۲۹۹۲)۔

اور حضرت ابوقتادہ نقل کرتے ہیں: ''ان النبي ﷺ خرج ليلة فإذا هو بأبي بكر يصلي يخفض من صوته قال: ومرّ بعمر بن الخطاب وهو يصلي رافعا صوته، قال فلما اجتمعا عند النبي ﷺ قال: يا أبابكر مررت بك وأنت تصلي تخفض صوتك قال: قد أسمعت من ناجيت يا رسول الله! قال: وقال لعمر: مررت بك وأنت تصلي رافعا صوتك قال: فقال: يا رسول الله! أوقظ الوسنان وأطرد الشيطان فقال النبي ﷺ: يا أبا بكر ارفع من صوتك شيئا، وقال لعمر: اخفض من صوتك

شیئا'' (السنن لابی داؤد:۱۳۲۹)۔

اور حضرت ابوسعید روایت کرتے ہیں:

''اعتکف رسول الله ﷺ فی المسجد فسمعهم یجهرون بالقراءة فکشف الستر وقال: ألا أن کلکم مناج ربه فلا یؤذین بعضکم بعضا ولا یرفع بعضکم علی بعض فی القراءة'' (السنن لابی داؤد:۱۳۳۲)۔

اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت توریت وغیرہ میں یہ بیان کی گئی تھی کہ ''ولا صخابا بالاسواق'' (السنن للدارمی:۵)۔

اور حضرت قیس بن عباد کہتے ہیں:

''کان الصحابة یکرهون رفع الصوت عند الذکر وعند القتال وعند الجنائز'' (عمدة القاری ۱۴/ ۲۴۵)۔

اور ان احادیث کی روشنی میں فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ:

''ویجهر الإمام وجوبا بحسب الجماعة فإن زاد علیه أساء'' (الدر مع الرد ۲/ ۲۴۹)۔

اور علامہ شامی کہتے ہیں کہ اتنی بلند آواز جو خود اس کو تھکا دے اور دوسروں کے لئے تکلیف کا ذریعہ ہو تو بہتر نہیں ہے (ردالمحتار ۲/ ۲۴۹، از اسلام اور جدید فکری مسائل/ ۲۸۲)۔

اور فقہی کتابوں میں یہ مسئلہ بھی لکھا ہوا ہے کہ اگر کوئی شخص تہجد کی نماز میں اتنی بلند آواز سے قرآن پڑھتا ہے جس سے کسی کی نیند خراب ہوتی ہو تو جائز نہیں ہے، اسی طرح سے اگر کوئی شخص اپنے گھر کی چھت پر بلند آواز سے تلاوت کرے جبکہ لوگ سو رہے ہوں تو تلاوت کرنے والا گنہگار ہوگا۔

(خلاصۃ الفتاوی ۱/ ۱۰۳، ردالمحتار ۱/ ۴۰۳، از: ذکر و فکر/ ۲۸)۔

اور عمر بن شبہ نے نقل کیا ہے کہ ایک واعظ حضرت عائشہؓ کے مکان کے بالکل سامنے بلند آواز سے وعظ کہا کرتے تھے، جس سے حضرت عائشہ کی یکسوئی میں فرق آتا تھا، انہوں نے حضرت عمر سے اس کی شکایت کی، انہوں نے انہیں وعظ کرنے سے منع کر دیا؛ لیکن کچھ عرصے کے بعد انہوں نے دوبارہ شروع کر دیا تو حضرت عمرؓ کو اطلاع ہوئی اور ان کو اس پر سزا دی (اخبار المدینۃ ۱/ ۱۵، از: ذکر و فکر/ ۲۷)۔

ان آیات وروایات اور فقہی عبارتوں کی روشنی میں کہا جائے گا کہ کارخانے وغیرہ کی پر شور مشینوں کے بارے میں اگر حکومت کی طرف سے ان کو آبادی سے باہر لگانے کی ہدایت کی جاتی ہے تو شرعا اس کی تعمیل ضروری ہے۔

اور بے ضرورت گاڑی کا ہارن بجانا نیز ایمبولینس کی طرح سے سائرن لگانا درست نہیں ہے کہ اس سے صوتی آلودگی پھیلتی ہے اور دوسروں کو تکلیف پہنچتی ہے۔

تقریبات یا جلوس وغیرہ کے موقع پر DJ کا استعمال ناجائز ہے؛ کیونکہ وہ مزامیر میں شامل ہے، نیز اس سے صوتی آلودگی پھیلتی ہے اور لوگوں کو خصوصا مریضوں کو اس سے بڑی کوفت ہوتی ہے بلکہ اس کی وجہ سے ہارٹ اٹیک کے واقعات بھی رونما ہوئے ہیں۔

اگر حکومت کی طرف سے مذہبی سیاسی جلسوں اور مشاعروں وغیرہ کی آواز کے سلسلے میں کوئی تحدید عائد کی جاتی ہے تو شرعا اس کی پابندی ضروری ہے۔

☆☆☆

فضائی آلودگی سے متعلق سوالات کے جوابات

مفتی محمد جہانگیر حیدر قاسمی [1]

اسلام جغرافیائی سرحدوں سے ماوراء، زمانہ اور عہد کے قید وبند سے آزاد انسانیت کے لئے امن کا پیغامبر اور انسان کے جان ومال کو تحفظ فراہم کرنے والا آسمانی اور خدائی مذہب ہے، ممکن نہیں کہ اس نے ماحولیاتی آلودگی کے سلسلہ میں مستقبل کی نسل کے لئے کوئی روشنی نہ دی ہو، چنانچہ آبی، زمینی اور صوتی آلودگی کے علاوہ فضائی آلودگی سے متعلق بھی بنیادی ہدایات اور احکام اسلام میں موجود ہیں۔

یہ سچ ہے کہ زندگی کے جو اسباب آج دنیا میں پائے جاتے ہیں وہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود نہیں تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانے کے لحاظ سے ایسی ہدایات دی ہیں جو اس سنگین مسئلے کا حل پیش کرتی ہیں اور آپ کی تعلیمات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام میں اس بات کی قطعاً گنجائش نہیں ہے کہ فضا کو آلودہ کرنے کے اسباب فراہم کر کے انسانیت کے لئے مصیبتیں کھڑی کی جائیں اور ایسے عوامل پیدا کئے جائیں جن سے ماحولیاتی آلودگی کا مسئلہ سنگین صورت اختیار کرلے۔

فضائی آلودگی پیدا کرنے والے اسباب ومحرکات کے استعمال کے نتیجے میں ابھرنے والے سوالات کے جوابات اختصار کے ساتھ حسب ذیل ہیں:

۱۔ ایندھن کے طور پر پتہ، سوکھی گھاس، تنا، گوبر اور کوئلہ کا استعمال سستا ہے مگر دھواں کے کثیر اخراج کی وجہ سے فضائی آلودگی کا یہ ایک بڑا سبب ہے، جب کہ گیس اور بجلی کا استعمال قدرے مہنگا ضرور ہے مگر آلودگی کا ضرر نسبتاً کم ہے، ان کا استعمال معاشرت اور معیار زندگی گاؤں اور شہر کے فرق کے تابع ہے، عام طور پر پہلی قسم کے ایندھن کے استعمال دیہی سطح پر معاشی اعتبار سے کمزور لوگ کرتے ہیں، اور وہاں کا فطری ماحول اس سے پیدا ہونے والے فضائی آلودگی کے اثرات کو کم کرنے میں مددگار بھی ہوتا ہے، کچھ عناصر شہری حلقوں میں بھی کوئلہ کا استعمال تجارتی اغراض سے کرتے ہیں، شادی بیاہ اور اجتماعی ضیافت کے موقع پر بھی لکڑی یا کوئلہ سے استفادہ کیا جاتا ہے۔

دوسری قسم کے ایندھن کا چلن زیادہ تر شہروں میں یا گاؤں دیہات کے لوگوں میں ہے جو معاشی اعتبار سے مستحکم ہیں؛ لہذا جو لوگ ایسے وسائل کے استعمال پر قادر ہوں جو کہ مہنگے ہوں مگر دھواں کے کم اخراج سے آلودگی کا ذریعہ نسبتاً کم بنتے ہوں، ان کے لئے ایسی چیزوں کا بلا وجہ استعمال جو کثیف دھواں پیدا کر کے آلودگی کا سبب بنتی ہوں درست نہ ہوگا؛ کیونکہ سستے وسائل کا استعمال اقتصادی نقطہ نظر سے بہتر اور مفید ضرور ہے لیکن آلودگی کا ضرر زیادہ اور متعدی ہے کہ اس سے پھیلنے والا دھواں خود اس کے لئے اور دوسرے ہمسایوں کے لئے بھی ایسے ضرر کا باعث ہے جس سے کئی خطرناک اور مہلک بیماریاں جنم لیتی ہیں۔

جیسے گٹکھا اور سگریٹ انسانی صحت کے لئے نقصان دہ ہیں اسی لئے ان سے بچنا ضروری اور واجب ہے اور ان کا استعمال مکروہ تحریمی ہے؛ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چیزوں سے منع فرمایا ہے جو صحت کے لئے ضرر رساں یا نشہ آور ہوں، علامہ شامی فرماتے ہیں: ''ویمنع من بیع الدخان وشربہ'' (رد المحتار ۵/ ۲۹۵)، اسی طرح سڑا ہوا گوشت کھانے سے صحت کا نقصان ہے اسی لئے فقہاء نے اسے حرام قرار دیا ہے؛ کیونکہ انسانی صحت اللہ کی عطا کردہ عظیم نعمت ہے اور اس کی حفاظت شرعی فریضہ ہے، صاحب ''فتاوی ہندیہ'' لکھتے ہیں: ''واللحم إذا أنتن یحرم أکلہ'' (ہندیہ ۵/ ۳۳۹)۔

ایسے ہی مٹی اپنی ذات میں پاک ہے اور اس کا کھانا جائز ہے لیکن اگر وہ بیماری کا سبب بنے اور صحت پر اس کے مضر اثرات پڑیں تو فقہاء نے اس کے استعمال کو بھی ناجائز قرار دیا ہے۔

---

[1] شیخ الحدیث جامعہ انوار الہدی، حیدرآباد ونائب صدر مفتی افتاء کونسل حیدرآباد۔

''أكل الطين مكروه ہكذا فی فتاوی أبی الليث رحمه الله تعالی و ذكر شمس الأئمة الحلوانی فی شرح صومه إذا كان يخاف علی نفسه أنه لو أكله أورثه ذلك علة أو آفة لا يباح له التناول وكذلك فی كل شئ سوی الطين وإن كان يتناول منه قليلا أو كان يفعل ذلك أحيانا لا بأس به وسئل بعض الفقهاء عن آكل طين البخاری ونحوه قال: لا بأس بذلك مالم يضره، كراهية اكله لا للحرمة بل لتهييج الداء'' (ہنديه۵/ ۳۴۰-۳۴۱)۔

نیز یہ نفع خاص کے مقابلے میں ضرر عام کی صورت ہے، ایسے مواقع پر فقہاء نے ضرر عام کو ضرر خاص پر ترجیح دی ہے اور انفرادی منفعت کے مقابلے اجتماعی ضرر کا خیال رکھا ہے، چنانچہ یہ اصول مشہور ہے: "يتحمل الضرر الخاص لأجل دفع الضرر العام" (الأشباه/ ۱۴۲)۔

شریعت میں اس کی بہت سی نظیریں موجود ہیں کہ ایک چیز فی نفسہ جائز تھی مگر ضرر عام کی صورت میں اسے ممنوع قرار دیا گیا، مثلاً احتکار اور تلقی رکبان وغیرہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''الجالب مرزوق والمحتكر ملعون'' (اخرجه ابن ماجه، رقم: ۲۱۵۳، والحاكم فی المستدرك ۲/ ۱۱)

''نهی عن تلقی الركبان'' (اخرجه احمد فی المسند ۲/ ۶۳)۔

فقہاء اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''لأن فيه إضرارا بالعامة فيكره كما يكره الاحتكار'' (بدائع الصنائع ۵/ ۲۱۰)

اقتصادی حیثیت سے بھی دیکھیں تو نفع کی مقدار کم اور آلودگی کے نقصانات زیادہ ہیں، لہذا حفظان صحت کے پیش نظر جلب منفعت کی بجائے دفع مضرت کو اہمیت دی جانی چاہئے جیسا کہ فقہاء کا مشہور قاعدہ ہے: "درء المفاسد أولی من جلب المصالح" (الاشباه / ۱۳۹)۔

۲۔ ایندھن کے طور پر گاڑیوں میں ڈیزل، پٹرول اور گیس کا استعمال ہوتا ہے، پٹرول اور گیس کے مقابلے ڈیزل سے چلنے والی گاڑیوں سے دھواں زیادہ خارج ہوتا ہے، اور کاربن ڈائی آکسائیڈ اور سیسہ جیسے مہلک عنصر سے مرکب ہونے کی وجہ سے فضائی آلودگی کا سبب بنتا ہے اور ہوا کی روانی سے سانسوں کے ذریعہ پھیپھڑوں میں پہنچ کر سانس کی بیماریاں پیدا کرتا ہے جو انسانی حیات کے لئے چیلنج سے کم نہیں ہے۔

اس پس منظر میں اگر حکومت تقلیل ضرر یا دفع ضرر کے مقصد سے ڈیزل کے استعمال پر مکمل امتناع عائد کردے یا کسی خاص قسم کی گاڑی کے لئے گیس ہی کے استعمال کو لازم قرار دے دے تو عوام کے لئے اس قانون پر عمل کرنا شرعاً واجب ہوگا۔

کیونکہ شرعی اعتبار سے موٹر گاڑیوں میں ایندھن کے طور پر ڈیزل، پٹرول اور گیس کا استعمال یکساں طور پر مباح ہے، لیکن اگر کسی خاص مصلحت یا ناگزیر ضرورت کی بنا پر کسی ایک قسم کے ایندھن پر پابندی عائد کردی جائے تو یہ غیر منصوص مباح کی ایک صورت کو خاص اور دوسری صورت کو ممنوع قرار دینا ہے، جس کا اختیار ''تصرف الامام علی الرعية منوط بالمصلحة'' کی روشنی میں حکومت وقت کو ہے اور عوام کیلئے اس قانون پر عمل کرنا ضروری ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالی نے مباحات میں اولوالامر کی اطاعت کو ضروری قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

"يأيها الذين آمنوا أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولی الأمر منكم"۔

اور حدیث شریف میں ہے: ''علی المرء المسلم السمع والطاعة فيما أحب أو كره إلا أن يؤمر بمعصية فإن أمر بمعصية فلا سمع ولا طاعة'' (رواه احمد واصحاب الكتب الستة عن ابن عمر)۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے: ''لا طاعة لأحد فی معصية الله انما الطاعة فی المعروف'' (رواه الشيخان)

حضرت عمران اور حکم بن عمرو غفاری کے الفاظ ہیں: ''لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق'' (رواه احمد والحاكم)

حکومت کے اس طرح کے فیصلے معصیت کو مستلزم نہیں ہوتے، اس لئے ان کی پابندی ضروری ہوگی۔

چنانچہ ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

''حينئذ تصبح القوانين والتكاليف التی تصدر عن الحاكم واجبة التنفيذ كالالزام بالتجنيد الاجباری وفرض الضرائب علی الأغنياء بالإضافة إلی الزكاة كلما دعت حاجة البلاد إلی ذلك'' (الفقه الاسلامی وادلته ۶/ ۷۰۳)۔

اس طرح کے قانون سے اگر کچھ لوگوں کو تکلیف بھی ہو تو یہ قابل گوارہ ہے؛ کیونکہ ایسا نہ ہونے کی صورت میں اس کے نقصانات اس سے زیادہ ہیں،

لہذا بڑے نقصانات سے حفاظت کا راستہ اختیار کرنا ضروری ہوگا جیسا کہ فقہاء نے یہ اصول مقرر فرمایا ہے:

''إذا تعارض مفسدتان روعی أعظمهما ضررا بارتکاب أخفهما'' (الاشباہ/ ۱۴۵)

اور ''الضرر الأشد یزال بالضرر الأخف'' (قواعد الفقہ/ ۴۰)۔

اگر حکومت کی طرف سے کوئی پابندی یا ہدایت نہ ہو تو اس صورت میں لوگوں کو ضرر سے بچانے اور ماحول کو آلودگی سے پاک وصاف رکھنے کے لئے کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کو ترجیح دینا مستحب ہوگا؛ کیونکہ اسلام کی بنیادی تعلیمات کا یہی تقاضا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو سوتے وقت چراغ گل کرنے کا حکم فرمایا، اس لئے کہ اس سے گھر کو آگ لگنے کا خطرہ ہے اور دھواں جس میں زہریلے گیس کاربن ڈائی آکسائیڈ کی کافی مقدار پائی جاتی ہے اس سے دم گھٹنے اور فضائی آلودگی میں اضافہ کا قوی امکان ہے۔

حدیث کے الفاظ ہیں: ''خمروا الأنیة وأجیفوا الأبواب واطفئوا المصابیح فان الفویسقة ربما جرّت الفتیلة فأحرقت البیت'' (شرح السنۃ ۱۱/ ۳۹۱)۔

حضرت ابوموسی اشعریؓ نے مدینے کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ میں رات کو کسی گھر میں آگ لگ گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ آگ تمہاری دشمن ہے، اس لئے جب تم سونے جاؤ تو اسے بجھا دیا کرو، حدیث کے الفاظ ہیں:

''احترق بیت علی أهله بالمدینة من اللیل فلما حدث رسول اللہ ﷺ بشأنهم فقال: إن هذه النار انما هی عدولکم فاذا نمتم فاطفئوها عنکم'' (مسلم ۲/ ۱۷۱)

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ صبح کے وقت چراغ جلانے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناپسند فرماتے تھے:

''کان رسول اللہ ﷺ یکره السراج عند الصبح'' (رواۃ الطبرانی فی الاوسط مجمع الزوائد ۸/ ۲۰۸)

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلاضرورت چراغ جلانے سے منع فرمایا اور آگ کو دشمن قرار دیا، اس بات کا اشارہ ہے کہ اسلام کی نظر میں بلاضرورت ایسی چیزوں کا استعمال جن سے دھواں وغیرہ کا اخراج ہوتا ہو اور فضائی آلودگیاں جنم لیتی ہوں پسندیدہ نہیں ہے، اسی لئے امام ابویوسفؒ نے یہ فتوی دیا تھا کہ ہر شخص کو یہ اختیار ہے کہ اپنے کسی پڑوس کو اپنا گھر حمام میں تبدیل کرنے یا اس کے دھویں سے دوسروں کو تنگ کرنے سے روک دے (تطہیر ماحول اور اسلام کے معمولات)۔

۳۔ شرعی نقطہ نظر سے یہ عمل اس لئے قابل تقلید نہیں ہے کہ کم صرفہ سے جو فائدہ حاصل ہوتا ہے اس کے بالمقابل اس سے خارج ہونے والے زہریلے گیس کے نقصانات اس قدر زیادہ ہیں کہ ماحول اور صحت کے سنگین مسائل پیدا ہوتے ہیں اور حکومت کو اس کے استعمال پر پابندی لگانی پڑتی ہے۔

چنانچہ اگر کسی جگہ حکومت کی طرف سے اس کے استعمال کی ممانعت ہو تو وہاں کم دھواں پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال ضروری ہوگا اور زیادہ دھواں پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال درست نہیں ہوگا، اس لئے کہ اس میں ضرر عام ہے اور اصول لاضرر ولاضرار کے خلاف بھی ہے بطور خاص جبکہ حکومت نے قانوناً اسے ممنوع قرار دیا ہے۔

اس مسئلہ پر فقہ کے اس جزئیہ سے روشنی پڑتی ہے کہ اگر نان بائی کپڑے کی مارکیٹ میں روٹی بنانے کی دکان کرنا چاہے تو اسے منع کیا جائے گا؛ کیونکہ تنور سے اٹھنے والا دھواں کپڑوں کے تاجروں اور ان کے سامان تجارت کے لئے ضرر اور نقصان کا باعث ہوگا، یہی حکم ہر ضرر عام کا ہے۔

عالمگیری میں ہے: ''خبازا اتخذ حانوتا فی وسط البزاز یمنع من ذلك وکذلك کل ضرر عام وبه أفتی أبو القاسم'' (عالمگیری ۵/ ۳۷۴)۔

اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے:

''نصب منوالا لاستخراج الابریسم من الفیلق فللجیران المنع إذا تضرروا بالدخان ورائحة الدیدان، قال القاضی عبد الجبار یرفع إلی المحتسب فیمنعه إذا کان فیه ضرر بیّن'' (عالمگیری ۵/ ۳۷۴)۔

مٹی کے تیل اور ڈیزل سے چلنے والے جنریٹر کے استعمال میں ایسا ہی ضرر اور تکلیف ہے جیسا اس صورت میں ہے جب کوئی آدمی کچی پیاز، لہسن یا کوئی اور دوسری بدبودار شئ کھا کر مسجد یا مجلس عام میں آئے، فقہاء نے اسی ضرر کی بنا پر اسے مکروہ قرار دیا ہے، علامہ شامی لکھتے ہیں:

''یؤخذ منه كراهة التحريم في المسجد للنهي الوارد في الثوم والبصل وهو ملحق بهما'' (شامی ۱۰/ ۴۲)۔

لہٰذا مٹی کے تیل اور ڈیزل سے چلنے والے جنریٹر کا استعمال ممنوع ہوگا اگر حکومت نے اس پر پابندی عائد کردی ہے، ہاں اگر حکومت کی طرف سے ایسی پابندی نہ ہو اور کچھ لوگ معاشی وجوہات سے کم دھواں پیدا کرنے والے ایندھن کے استعمال سے قاصر ہوں تو ان کے لئے ایسے جنریٹر کا استعمال جائز ہوگا جو مٹی کے تیل یا ڈیزل سے چلتا ہو، اور اگر قدرت ہو تو گریز بہتر ہے۔

۴۔ شمسی توانائی کا استعمال صاحب استطاعت افراد واشخاص، مساجد و مدارس اور دینی اداروں کے لئے مستحب و مستحسن ہے؛ کیونکہ یہ حکمت ہے اور حکمت کو اپنانا مؤمن کی شان ہے: ''الحكمة ضالة المؤمن''۔

۵۔ اگر حکومت نے صنعتی کارخانوں کے لئے ایسا قانون بنایا ہے کہ کارخانے آبادیوں سے باہر ہوں، ان کی چمنیوں کو ایک خاص سطح تک اونچا رکھا جائے، ایسا ایندھن استعمال کیا جائے جو آلودگی کا باعث نہ ہو یا کم پیدا کرے اور فضلات کو تحلیل کرنے کی تدبیر اختیار کی جائے تو شرعاً ایسے قانون کی خلاف ورزی کرنا جائز نہ ہوگا، اس لئے کہ یہ قوانین انسانی بھلائی کے نقطہ نظر سے طے کئے گئے ہیں اور خلاف ورزی کی صورت میں اس کے برے اثرات انسانی صحت پر پڑتے ہیں جبکہ صحت کی حفاظت اسلامی فریضہ ہے؛ چنانچہ اعذار کے احکام تحفظ صحت کی بنیاد پر ہی مشروع ہوتے ہیں، اور اسی وجہ سے خودکشی حرام ہے، علامہ آلوسی آیت مذکور کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:

''واستدل بالآية على تحريم الأقدام على ما يخاف منه تلف النفس'' (روح المعانی ۲/ ۱۱۸)۔

یحیی بن کثیر کی روایت میں ہے: ''إن أبا قلابة أخبره أن ثابت الضحاك أخبره أنه بايع رسول الله ﷺ تحت الشجرة وأن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من حلف على يمين بملة غير الإسلام كاذبا فهو كما قال ومن قتل نفسه بشئ عذب به يوم القيامة'' (مسلم ۱/ ۷۲)۔

فقہاء کے یہاں معروف قاعدہ ہے: ''الضرر يزال'' (اشباہ/ ۱۳۹) اس کا بھی تقاضا ہے کہ حکومت کے مقرر کردہ قوانین کی پابندی کی جائے۔

اسی طرح کسی آدمی کے لئے دنیا کے کسی ملک میں جب تک چاہے شرعاً ٹھہرنا جائز ہے لیکن اگر ملکی قانون میں پاسپورٹ اور ویزا کی مدت متعین کردی گئی ہو تو اس کے لئے اس تاریخ کے بعد وہاں ٹھہرنا قانوناً جرم ہوگا اور شرعاً بھی ناجائز ہوگا؛ کیونکہ اس میں عہد شکنی ہے جو شریعت کی نگاہ میں گناہ ہے اور ملکی قانون کی صریح خلاف ورزی ہے جبکہ مباحات میں حکومت کی اطاعت واجب ہے۔

ٹھیک اسی طرح جب حکومت کارخانوں کے قیام کی اجازت دیتی ہے تو یہ دراصل فریقین کے بیچ معاہدہ طے پاتا ہے کہ کارخانوں کے مالکین حکومت کی جانب سے طے شدہ قوانین اور شرائط کی پاسداری کریں گے، لہٰذا ایسے قوانین کی مخالفت کرنا جائز نہیں ہوگا؛ کیونکہ شرائط کو نظر انداز کرنا واضح طور پر عہد شکنی ہے۔

آپ ﷺ نے عہد شکنی کی مذمت فرمائی ہے اور اسے منافقین کا شیوہ قرار دیا ہے، حدیث کے الفاظ ہیں:

''آية المنافق ثلاث: إذا حدث كذب وإذا وعد أخلف وإذا أوتمن خان'' (ترمذی ۲/ ۹)۔

اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ مباحات میں حکومت کے فیصلے کی پابندی ضروری ہوتی ہے اور اس کی خلاف ورزی جرم شمار ہوتی ہے، چنانچہ صاحب احسن الفتاوی نے لکھا ہے کہ بجلی کے میٹر سے دوسرے شخص کو کنکشن دینا گو کہ جائز ہے لیکن قانوناً ممنوع ہو تو ناجائز ہوگا (دیکھئے: احسن الفتاوی ۸/ ۳۱۸)، یعنی ایسے قوانین کی مخالفت جائز نہیں جو محذور شرعی کو مستلزم نہ ہوں، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

''على المرء المسلم السمع والطاعة فيما أحب أو كره إلا أن يؤمر بمعصية فإن أمر بمعصية فلا سمع ولا طاعة'' (رواه احمد واصحاب الكتب الستة عن ابن عمر)۔

البتہ وہ قوانین جو شرعی ممنوعات پر مبنی ہوں ان کی پیروی ضروری نہیں ہوگی بلکہ جائز ہی نہیں ہوگی تا آنکہ وہ شرعی ضرورت نہ بن جائیں، ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ لکھتے ہیں:

''إذا ما أقدمت الحكومة على إصدار قوانين أو أوامر تتضمن معصية صريحة بالمعنى الشرعي فإنه لا سمع ولا طاعة على المواطنين بالنسبة لهذه القوانين والأوامر'' (الفقہ الاسلامی وأدلتہ ۶/ ۷۰۷)۔

۶۔ جانور کے فاضل اجزاء جیسے خون، اوجھڑی اور آنت وغیرہ اجتماعی قربانی کے بعد ضائع کردی جاتی ہیں اور استعمال نہیں ہوتیں تو ان میں خون اپنی ذات میں ناپاک ہے، اور اوجھڑی اور آنت اگر ان کو صاف کرلیا جائے تو گوشت کی طرح ان کا استعمال جائز ہے، متعدد معاصر فقہاء نے اس کی صراحت اپنے فتاویٰ میں کیا ہے؛ کیونکہ فقہاء قدیم نے حلال جانور کے جن اجزاء کو حرام لکھا ہے ان میں اوجھڑی اور آنت کا ذکر نہیں ہے، علامہ شامی لکھتے ہیں:

''ما يحرم أكله من أجزاء الحيوان المأكول سبعة: الدم المسفوح والذكر والانثيان والقبل والغدة والمثانة والمرارة'' (شامی ۷/ ۳۷۷)۔

اور اگر ان میں نجاست ہو تو الصاق نجاست اور عام طور پر خون آلودہ ہونے کی وجہ سے وہ ناپاک اور نجس شمار ہوگی، اور نجاست اور آلودگی کے اس سنگین خطرے کو دفع کرنا چونکہ اسلامی نقطہ نظر سے ضروری ہے، اس لئے راستوں اور چوراہوں پر اسے پھینک دینا شریعت کے مزاج سے ہم آہنگ نہیں ہے۔

لہٰذا عوام اور حکومت کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ حسب ذیل تدبیروں کو اختیار کریں:

الف- پہلی تدبیر یہ ہے کہ خون، اوجھڑی اور آنت جیسے فاضل اجزاء کو اگر ممکن ہو تو گڑھا کھود کر اس میں دفن کردیں۔

فقہاء نے زمین کے ناپاک حصے کو گڈھا کھود کر اس میں دبانے کی بات لکھی ہے اور دلیل میں اعرابی کا واقعہ لکھا ہے جس نے مسجد میں پیشاب کردیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا کہ گڈھا کھودلو اور اوپر کے حصہ کو نیچے اور نیچے کے حصے کو اوپر کردو، اور اس پر پانی ڈال دو تا کہ نجاست کا حصہ نیچے ہوجائے اور زمین کی اوپری سطح پاک ہوجائے، ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ لکھتے ہیں:

''إذاكانت الأرض المتنجسة صلبة منحدرة يحفر أسفلها حفرة ويصب الماء عليها ثلاث مرات ويزال عنها إلى الحفرة بدليل ما أخرجه الدار قطني عن انس قصة الأعرابي الذي بال في المسجد احفروا مكانه ثم صبوا عليه'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۱/ ۱۸۴)۔

علامہ شامیؒ طریقہ تطہیر کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''وقلبها يجعل أعلى الأرض اسفل'' (شامی ۱/ ۵۱۷)۔

ایسے ہی خالص بلغم جو خون آلودہ نہ ہو وہ پاک ہے لیکن انسانی طبیعت کے لئے تکلیف کا باعث ہوتا ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے زمین میں دفن کرنے کا حکم دیا ہے، اور یوں ہی زمین کے اوپر چھوڑ دینے کو خطا قرار دیا ہے، حضرت انسؓ کی روایت ہے:

''قال النبي ﷺ: البزاق في المسجد خطيئة وكفارتها دفنها'' (بخاری ۱/ ۵۹)۔

اس کی شرح میں قاضی عیاض فرماتے ہیں: ''إنما تكون خطيئة إذا لم يدفنها'' (حاشیہ بخاری ۱/ ۵۹)۔

لہٰذا بلغم جو اصلاً پاک ہے، مگر آلودگی کا ادنیٰ ذریعہ ہونے کی وجہ سے اسے زمین میں دبانا ضروری ہے ورنہ گناہ ہے تو خون، اوجھڑی اور آنت وغیرہ کو بدرجہ اولیٰ زمین دوز کرنا ضروری ہوگا تا کہ آلودگی کا سد باب ہو اور ماحول کو تعفن اور وبائی امراض سے پاک رکھا جا سکے۔

اسی طرح ناک سے نکلنے والی آلائش کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین میں دفن کرنے کا حکم دیا ہے جو حقیقت میں فضائی آلودگی سے ماحول کو محفوظ رکھنے کی بنیادی اور اصولی تدبیر ہے، حضرت سعد بن وقاصؓ فرماتے ہیں:

''سمعت رسول الله ﷺ يقول: إذا تنخم أحدكم فليغيب نخامته لا تصيب جلد مؤمن أو ثوبه'' (رواه البزار ورجاله ثقات، مجمع الزوائد ۸/ ۲۱۲)۔

اسی طرح وہ اشیاء جو پاک ہیں اور قابل احترام بھی مگر اب وہ استعمال اور استفادہ کے قابل نہیں رہیں تو انہیں بھی زمین میں دفن کرنے کا حکم ہے، چنانچہ فقہاء نے قرآن مجید کے بوسیدہ اوراق کے بارے میں لکھا ہے:

''المصحف إذا صار خلقا لا يقرأ منه ويخاف أن يضيع يجعل في خرقة طاهرة ويدفن ودفنه أولى'' (عالمگیری۵/ ۳۲۳)۔

لہذ احلال جانور کے وہ فاضل اجزاء جو قابل استعمال نہ ہوں انہیں زمین میں دفن کردیا جائے۔

ایسے ہی فقہاء نے ایک جزئیہ لکھا ہے کہ اگر پاخانہ کو زمین میں دفن کردیا جائے اور وہ مٹی میں مل کر مٹی ہوجائے تو اب وہ مٹی کی طرح پاک ہوجائے،

''وفي الظهيرية العذرات إذا دفنت في موضع حتى صارت ترابا قيل يطهر'' (تاتارخانیہ۱/ ۳۲۱)۔

اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ گندگی اور گندی چیزوں کو تحلیل کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اسے زمین میں گڑھا کھود کر چھپادیا جائے؛ کیونکہ اللہ نے مٹی کی طبیعت ایسی بنائی ہے کہ وہ چیزوں کو تحلیل کردیتی ہے۔

چنانچہ اسلامی قانون میں مردوں کو دفن کرنے کا طریقہ اسی حکمت کے پیش نظر ہے، قرآن مجید نے اس طریقے کا ذکر یوں کیا ہے:

"منها خلقناكم وفيها نعيدكم ومنها نخرجكم تارة أخرى" (سورۂ طہ:۵۵)۔

انسانوں کو جلانے سے فضائی آلودگی پھیلنے کا خدشہ ہے، اسی لئے اسلام میں ان لوگوں کو جلانے کی اجازت نہیں ہے جنہیں موت کی سزا دی جاتی ہے بلکہ انہیں بھی قتل کیا جائے گا، بخاری شریف کی روایت ہے:

''إن وجدتم فلانا وفلانا حرقوهما بالنار ثم قال رسول الله ﷺ حين أردنا الخروج: إني أمرتكم أن تحرقوا فلانا وفلانا وإن النار لا يعذب بها إلا الله فإن وجدتموها فاقتلوهما'' (بخاری۱/ ۴۲۳)۔

ب- اگر یہ صورت ممکن نہ ہو یا فاضل اجزاء کی مقدار کم ہو تو اسے انسانی آبادی سے دور پھینک دیا جائے؛ تاکہ آبادی اس کے مضر اثرات سے متاثر نہ ہو، جس طرح قضائے حاجت کے لئے بیت الخلا کا انتظام نہ ہو تو آبادی سے دور جانے کا حکم ہے، خود رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ جب قضائے حاجت کے لئے جاتے تو آبادی سے دور جاتے، ابوداؤد شریف کی روایت ہے:

''عن المغيرة بن شعبة أن النبي ط كان إذا ذهب المذهب أبعد'' (ابوداؤد مع بذل المجهود۱/ ۱)۔

ایک دوسری روایت میں ہے: ''إذا أراد البراز انطلق حتى لا يراه أحد'' (مشکاۃ مع المرقاۃ۱/ ۳۵۳- ۳۵۴)۔

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں: ''كان النبي ﷺ يذهب لحاجته إلى المغمس قال نافع نحو ميلين من مكة''

(یعنی آپ ﷺ قضائے حاجت کے لئے مغمس تک جاتے جس کی دوری مکہ سے تقریبا دو میل کی تھی) (مجمع الزائد۱/ ۴۸۱)۔

آپ ﷺ کے اس مبارک معمول میں یہ سبق ہے کہ ماحول کو آلودگی سے بچانے کے لئے گندگی وغیرہ کو آبادی سے کافی دور رکھا جائے۔

ج- اس سلسلے میں حکومت اور بلدیہ پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ صفائی اور نکاسی کے مناسب انتظامات کرے، عام طور پر شہروں میں اس کا خیال بھی رکھا جاتا ہے اور حکومت کی جانب سے گندگی اور کچرا ڈالنے کی جگہ متعین ہوتی ہے اور اس کے لئے مخصوص عصری ڈبے فراہم کئے جاتے ہیں، عوام کے لئے ضروری ہے کہ ان ڈبوں کا استعمال کریں تاکہ سرکاری عملہ کو صفائی اور کچرا نکاسی میں آسانی ہو، ادھر ادھر راستوں اور کھلی جگہوں میں نہ ڈالیں کہ اس سے تعفن پیدا ہوتا ہے اور بیماریاں پھیلتی ہیں، اسلام کا مزاج نظافت اس کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔

صالح بن حسان کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن مسیبؒ کو فرماتے ہوئے سنا:

''إن الله طيب يحب الطيب، نظيف يحب النظافة، كريم يحب الكرامة، جواد يحب الجواد فنظفوا، أراه قال: أفنئتكم، ولا تشبهوا باليهود قال: فذكرت ذلك لمهاجر بن مسمار فقال حدثنيه عامر بن سعيد عن أبيه عن النبي ﷺ مثله إلا أنه قال: نظفوا أفنئتكم'' (ترمذی۲/ ۱۰۷)۔

(یعنی بے شک اللہ تعالی پاکیزہ ہے پاکیزگی کو پسند کرتا ہے، صاف ستھرا ہے صفائی ستھرائی کو پسند کرتا ہے، داتا ہے سخاوت کو پسند کرتا ہے، لہذا صاف ستھرا رکھو، (راوی) کہتے ہیں میرا خیال ہے کہ انہوں نے فرمایا: اپنے صحنوں کو (یعنی اپنے صحنوں کو صاف ستھرا رکھو)

اور یہود کے ساتھ مشابہت اختیار نہ کرو، راوی کہتے ہیں کہ اس کا ذکر میں نے مہاجر بن مسمار سے کیا تو انہوں نے کہا کہ عامر بن سعید نے اپنے والد کے حوالہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح روایت کیا ہے اور اس میں صاف طور پر یہ الفاظ موجود ہیں: "نظفوا أفنتکم" (اپنے صحنوں کو صاف کرو)۔

یہود کا طریقہ تھا کہ وہ کچرا، گوبر، لید وغیرہ اپنے گھروں کے دروازوں پر ڈال دیا کرتے تھے یعنی گھروں کی صفائی کی اور کچرا دروازے پر ڈال دیا جس سے ہر آنے جانے والے کو گھن آتی تھی اور آلودگی پھیلتی تھی، یہود کی اسی مشابہت سے بچنے کی تلقین کی گئی (دیکھئے: اشعۃ اللمعات ۳/ ۵۸۹)۔

اسی لئے گھروں کے باہر، سڑک کے کنارے، کھلے مقامات اور عوامی جگہوں پر غلاظت ڈالنا، خون یا اوجھڑی پھینکنا شرعا جائز نہ ہوگا؛ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گزرگاہوں، سڑکوں، پانی کے گھاٹ، سایہ دار یا پھل دار درخت کے نیچے اور لوگوں کے جمع ہونے کی جگہوں میں پیشاب یا پاخانہ کرنے سے صراحتاً منع فرمایا ہے، اور ایسا کرنے والوں کو لعنت وملامت کا مستحق قرار دیا ہے، حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو ایسی چیزوں سے بچو جو لعنت کا سبب بنتی ہیں، صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہ دو چیزیں کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"الذی یتخلی فی طریق الناس أو فی ظلھم" (مشکاۃ مع المرقاۃ ا/ ۳۵۱)۔

حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اتقوا الملاعن الثلاثة: البراز فی الموارد وقارعة الطریق والظل" (ابوداؤد مع البذل ا/ ۱۹-۱۸)۔

ایک حدیث میں ہے:

"عن حذیفة بن اسید أن النبی ﷺ قال: من اذی المسلمین فی طرقھم وجبت علیه لعنتھم" (مجمع الزوائد ا/ ۲۸۳)۔

اس حدیث میں مطلقاً راستے میں اذیت دینے کا ذکر ہے، جس میں پاخانہ پیشاب کے علاوہ غلاظت اور آلودگی پھیلانے والی اشیاء بھی شامل ہیں۔

حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے:

"نھی رسول الله ﷺ أن یتخلی الرجل تحت شجرة مثمرة ونھی أن یتخلی ضفة نھر جار" (مجمع الزوائد ا/ ۲۸۳)۔

۷۔ سامان کی پیکنگ کے لئے ۴۰ مائکرو سے کم پلاسٹک سے تیار کردہ بیگ کا استعمال ماحولیاتی نقطۂ نظر سے بہت خطرناک ہے، مٹی اسے تحلیل نہیں کر پاتی اور جلانے سے بہت کثیف دھواں خارج ہوتا ہے جس سے فضائی آلودگی پیدا ہوتی ہے، اسی لئے بعض ریاستی حکومتوں نے اس کے استعمال پر پابندی لگا رکھی ہے، اسلامی نقطۂ نظر سے تاجرین اور عوام کے لئے ایسے سستے مگر انتہائی ضرر آمیز بیگ کا استعمال درست نہیں ہوگا؛ کیونکہ اسلام کا بنیادی اصول ہے: "الضرر یزال" اور "الحرج مدفوع"، چنانچہ فقہاء نے کپڑے کی مارکیٹ میں نان بائی کے لئے روٹی کی دکان کھولنے کی ممانعت فرمائی ہے؛ کیونکہ تنور سے اٹھنے والے دھویں سے کپڑے کے تاجروں اور عوام کو تکلیف ہوگی نیز سامان تجارت کو بھی نقصان پہنچے گا، فتاوی عالمگیری میں ہے:

"خبازا اتخذحانوتا فی وسط البزازین یمنع من ذلك وکذلك کل ضرر عام وبه أفتی أبو القاسم کذا فی الملتقط" (عالمگیری ۵/ ۳۷۴)۔

مذکورہ عبارت میں "وکذلک کل ضرر عام" میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جس چیز سے عمومی ضرر پیدا ہوتا ہو حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس پر پابندی عائد کرے اور عوام پر لازم ہے کہ وہ اس کا لحاظ رکھے۔

اس کی دوسری نظیر فقه میں یہ ہے:

"نصب منوالا لا ستخراج الأبریسم من الفیلق فللجیران المنع إذا تضرروا بالدخان ورائحة الدیدان، قال القاضي عبد الجبار یرفع إلى المحتسب فیمنعه إذا کان فیه ضرر بین" (عالمگیری ۵/ ۳۷۴)۔

اور اگر کسی جگہ حکومت کی جانب سے منع کا قانون نہ ہو تب بھی حفظان صحت کے پیش نظر عموم کے لئے ایسی سستی مگر مہلک چیز کے استعمال سے گریز اسلامی شریعت کا تقاضا ہے؛ کیونکہ ایسی چیز کا استعمال اپنی تباہی کے اسباب فراہم کرنا ہے، جبکہ اسلام ایسے اسباب سے منع کرتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة"۔

اور فقہاء اسلام نے صحت کے لئے نقصان دہ چیزوں کو استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے، چنانچہ سگریٹ نوشی کے بارے میں لکھا ہے:

"ويمنع من بيع الدخان وشربه" (شامی ۵/ ۲۹۵)، اسی طرح سڑا ہوا گوشت کھانا اس لئے جائز نہیں کہ اس سے بیماری کا اندیشہ ہے، اور یہ صحت کے لئے نقصان دہ ہے، فقہاء فرماتے ہیں: "واللحم إذا أنتن يحرم أكله" (عالمگیری ۵/ ۳۳۹)۔

۸۔ کبھی فقہاء تمباکو میں نشہ یا عدم نشہ کی بنیاد پر جواز یا عدم جواز کا فیصلہ کرتے تھے لیکن آج کی تحقیق نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ انسانی صحت کے لئے یہ کافی نقصان دہ ہے بلکہ جان لیوا ہے، اور عالمی تناظر میں کینسر جیسے لاعلاج بیماری کا ایک بڑا ذریعہ ہے، بیڑی سگریٹ یا حقہ کی صورت میں جب اسے جلا کر استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے اٹھنے والے زہریلے دھویں سے فضائی آلودگی پیدا ہوتی ہے، اور پینے والے ہم نشین کے علاوہ ماحول کو کافی نقصان پہنچتا ہے، اس لئے احقر کی رائے ہے کہ کسی بھی شکل میں اس کا استعمال ناجائز ہو جیسا کہ فقہاء نے لکھا ہے۔

"ويمنع من بيع الدخان وشربه" (شامی ۵/ ۲۹۵)۔

نیز جس طرح مٹی پاک ہے اور اس کا کھانا جائز ہے، مگر صحت کے لئے نقصان دہ ثابت ہو اور بیماری کا ذریعہ بنے تو فقہاء نے اسے ناجائز قرار دیا ہے، عالمگیری میں ہے:

"أكل الطين مكروه بكذا ذكر في فتاوى أبي الليث رحمه الله تعالى، وذكر شمس الأئمة الحلواني في شرح صومه إذا كان يخاف على نفسه أنه لو أكله أورثه ذلك علة أو آفة لا يباح له التناول، وكذلك في كل شئ سوى الطين وإن كان يتناول منه قليلا أو كان يفعل ذلك أحيانا لا بأس به... وسئل بعض الفقهاء عن أكل الطين البخاري ونحوه قال: لا بأس بذلك ما لم يضر. كراهية أكله لا للحرمة بل لتهييج الداء" (عالمگیری)۔

اسی طرح تمباکو کا استعمال بھی شرعاً ممنوع ہونا چاہئے خاص طور پر جب حکومت نے اس کے استعمال اور خرید و فروخت پر پابندی عائد کر دی ہو۔

قانون کی رو سے جن مقامات پر سگریٹ نوشی وغیرہ ممنوع ہو وہاں سگریٹ نوشی از روئے شرع بھی ممنوع ہوگی؛ کیونکہ سگریٹ نوشی سے عام آدمی کو جو اس کا عادی نہ ہو شدید تکلیف ہوتی ہے، اور کسی کو تکلیف پہنچانا یا اذیت کا ذریعہ بننا شریعت میں جائز نہیں ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آس پڑوس کے لوگوں کو کسی بھی طرح سے اذیت پہنچانے سے منع فرمایا ہے، اور ارشاد فرمایا:

"والله لا يؤمن والله لا يؤمن قيل: ومن يا رسول الله؟ قال: الذي لا يأمن جاره بوائقه" (مسلم ۱/ ۱۲۸)۔

۹۔ سڑک کے کنارے آبادی سے قریب کھیت میں پھل دار اور سایہ دار درخت کے نیچے یا پانی کے گھاٹ پر رفع حاجت کرنا، یا عوامی مقامات مثلاً ریلوے اسٹیشن، بس اسٹینڈ، بازار میں کھلی جگہ پر پیشاب کرنا ناجائز عمل ہے؛ کیونکہ یہ عوام کی تکلیف اور اذیت کا باعث ہے، اور آلودگی کی وجہ سے مہلک وبائی امراض کا قوی خدشہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے اعمال سے منع فرمایا ہے، اس لئے کہ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے:

"قال رسول الله ﷺ: اتقوا اللاعنين قالوا: وما اللاعنان يا رسول الله؟ قال: الذي يتخلى في طريق الناس أو في ظلهم" (رواه مسلم)، حضرت حذیفہ بن اسید کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے مسلمانوں کو ان کے راستوں میں تکلیف پہنچائی (غلاظت، آلودگی یا رفع حاجت کے ذریعہ) وہ ان کی لعنت کا مستحق ہوا، حدیث شریف کے الفاظ ہیں:

"عن حذيفة بن أسيد أن النبي ﷺ قال: من أذى المسلمين في طرقهم وجبت عليه لعنتهم" (رواه الطبراني في الكبير، مجمع الزوائد ۱/ ۲۸۳)۔

ایک حدیث میں مفاد عامہ میں استعمال ہونے والی جگہوں پر رفع حاجت کی ممانعت آئی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین ایسی جگہوں سے بچو جولعنت کا سبب بنتی ہیں، یعنی پانی کے گھاٹ، شاہراہ، اور سائے میں بول و براز کرنے سے، حدیث کے الفاظ ہیں:

''قال رسول اللہ ﷺ: اتقوا الملاعن الثلاثة: البراز فی الموارد وقارعة الطریق والظل'' (مشکاۃ مع المرقاۃ ۱/ ۳۶۰)۔

تحفظ ماحولیات کے پیش نظر ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب یا پاخانہ کے لئے مناسب جگہ تلاش کرنے یا آبادی سے دور جانے کی ہدایت فرمائی، نیز خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک معمول بھی یہی تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے گھر میں بیت الخلاء تعمیر نہیں ہوا تھا، اور معاشرے میں بیت الخلاء تعمیر کرنے کا رواج بھی نہیں تھا۔

حضرت ابوموسی اشعریؓ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کو پیشاب کا تقاضا ہوا تو آپ ایک دیوار کے نیچے نرم اور نشیبی زمین کی طرف آئے اور وہاں پیشاب سے فارغ ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو پیشاب کرنا ہو تو اس کے لئے مناسب جگہ تلاش کرے۔

''عن أبي موسی قال: کنت مع النبي ﷺ ذات یوم فأراد یبول فأتی دمثا فی أصل جدار فبال ثم قال: إذا أراد أحدکم أن یبول فلیرتد لبوله'' (ابوداؤد)۔

حضرت ابوایوب انصاریؓ اور حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قضائے حاجت کے لئے باہر جانا ہوتا تو اتنی دور اور ایسی جگہ تشریف لے جاتے کہ کسی کی نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں پڑتی۔

''عن جابر قال: کان النبی ﷺ إذا أراد البراز انطلق حتی لا یراہ أحد'' (ابوداؤد مع بذل المجهود ۱/ ۳)۔

''عن المغیرة بن شعبة أن النبی ﷺ کان إذا ذهب المذهب أبعد'' (ابوداؤد مع البذل ۱/ ۱)

ابن عمرؓ کی روایت ہے:

''کان النبی ﷺ یذهب لحاجته إلی المغمس قال: نافع نحو المیلین من مکة'' (مجمع الزوائد ۱/ ۲۸۱)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے غسل خانہ میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا جہاں پیشاب کے ناپاک قطرات ٹھہر جاتے ہوں، کہ بعد کو اسی میں غسل یا وضو کرنے سے ناپاکی کا وسوسہ پیدا ہو، حدیث کے الفاظ ہیں:

''عن عبداللہ بن مغفل قال: قال رسول اللہ ﷺ: لایبولن أحدکم فی مستحمه ثم یغتسل فیه أو یتوضأ فیه کان عامة الوسواس منه'' (ابوداؤد مع البذل ۱/ ۱۹)۔

لہذا عوامی مقامات پر پیشاب کرنا ممنوع ہوگا، بطور خاص اس لئے کہ ایسے مقامات پر پیشاب جمع ہوجاتا ہے، بدبو پھیلتی ہے اور آلودگی کی وجہ سے وبائی امراض کا خطرہ بڑھ جاتا ہے، ان ہی وجوہات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے، حضرت جابرؓ کی روایت ہے: ''انه نهی أن یبال فی الماء الراکد'' (مسلم ۱/ ۱۲۸)۔

عوام میں یہ شعور بیدار کرنا ضروری ہے کہ پبلک مقامات پر حکومت اور متعلقہ ادارے کی طرف سے رفع حاجت یا پیشاب کے لئے بیت الخلاء یا پیشاب خانے بنے ہوئے ہیں ان ہی کا استعمال کیا جائے اور کھلی جگہ پر فارغ نہ ہوں تا کہ ضرر عام سے بچا جا سکے۔

گندے پانی اور فضلات کو کھلی نالیوں میں بہا دینا مناسب نہیں ہے، کہ اس میں وبائی امراض اور آلودگی کا خطرہ ہے، عوام کو چاہئے کہ بیت الخلاء تعمیر کریں یا فضلات زیر زمین دفن کردیں یا آبادی سے اتنی دور پھینک دیں کہ وہاں عام طور پر لوگوں کی آمد و رفت نہ ہوتی ہو۔

۱۰- پان یا گٹکھا وغیرہ کھا کر تھوکنے کے لئے تھوک دان کا مناسب انتظام اگر حکومت کی طرف سے ہو اور عوامی مقامات اور سڑکوں پر تھوکنے سے قانوناً منع کیا گیا ہو تو حکومت کی جائز ہدایت پر عمل کرنا ضروری ہوگا؛ کیونکہ ماحول کو پاک وصاف رکھنے کی ایک بہتر کوشش ہے۔

اور اگر قانونی حیثیت سے اسے لازم نہ کیا گیا ہو اور حکومت کا فیصلہ ترجیحی یا اختیاری ہو، تب اس کا استعمال مستحب ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماحول کی صفائی اور ضرر کے دفع کے لئے ہی ناک کی ریزش کو زمین میں دبانے کا حکم دیا تا کہ کسی کا جسم یا لباس اس سے آلودہ

نہ ہو، حضرت سعد بن وقاصؓ فرماتے ہیں: ''سمعت رسول الله ﷺ يقول: إذا تنخم أحدكم فليغيب نخامته لا تصيب جلد مؤمن أوثوبه'' (رواه البزار ورجاله ثقات، مجمع الزوائد ۸/ ۲۱۲)۔

۱۱۔ سچ ہے کہ فریج، واشنگ مشین، ایئر کنڈیشن، ٹی وی اور موبائل فون جیسی مشینی اشیاء ایسی زہریلی شعاعوں کو جنم دیتی ہیں جو انسانوں، جانداروں اور ماحول کے لئے سخت نقصان کا باعث ہوتی ہیں، لیکن یہ آج کی دنیا میں اہم انسانی ضرورتوں کی تکمیل کا ذریعہ بھی ہیں اس لئے ضرورت کی حد تک ان کا استعمال شرعاً درست ہوگا، البتہ ضرورت سے زیادہ یا بلا ضرورت ان کا استعمال اسراف یا خالی عن المنفعت ہونے کی وجہ سے مکروہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "کلوا واشربوا ولا تسرفوا إنه لا يحب المسرفين" (سورۂ احزاب: ۲۱)

جس طرح وضو میں ہر عضو کو تین بار دھونا سنت ہے، اور سنت کی فضیلت حاصل ہونے کے بعد تین سے زیادہ مرتبہ دھونے میں کوئی فائدہ نہیں ہے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''فمن زاد على هذا أو نقص فقد أساء وظلم'' (ابوداؤد ۱/ ۱۸)۔

اسی کی روشنی میں فقہاء نے فرمایا ہے کہ تین مرتبہ سے زیادہ دھونا مکروہ ہے؛ کیونکہ اس میں پانی کو ضائع کرنا ہے۔

''لأنه أتلف الماء بلا فائدة'' (بذل المجهود ۱/ ۳۲۵)۔

۱۲۔ الف: بلا ضرورت جنگلات کو کاٹنا اور قابل کاشت زمین کی پلاٹنگ کر کے اسے فروخت کرنا اسلامی ہدایات اور فطری مطالبات کے خلاف ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں زیادہ تر بیری اور ببول کے درخت ہوتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیری کے درخت کے بارے میں فرمایا کہ اس کو کاٹنے والے اوندھے منہ جہنم میں جائیں گے، حدیث کے الفاظ ہیں:

''إن الذين يقطعون السدر يصبون في النار على وجوههم صبا'' (رواه الطبراني في الاوسط، مجمع الزوائد ۸/ ۲۱۴)

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کاٹنے والے پر لعنت بھیجی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''أخرج فناد في الناس لعن الله على قاطع السدر'' (رواة الطبراني في الاوسط، مجمع الزوائد ۸/ ۲۱۴)۔

مکہ مرکز خلائق ہے، کعبہ شریف کی زیارت اور حج وعمرہ کے لئے لوگوں کا جم غفیر آتا ہے اس لئے وہاں کے ماحول کا تحفظ اس طرح کیا گیا کہ حرم مکہ اور حرم مدینہ کے درختوں اور سبزہ زاروں کو کاٹنا اور وہاں کے جانوروں کو مارنا ممنوع قرار دیا گیا، تاکہ زائرین کو ماحولیاتی مسائل کا سامنا نہ ہو، ترمذی کی روایت ہے:

''إن مكة حرمها الله تعالى ولم يحرمها الناس ولا يحل لامرئ يؤمن بالله واليوم الآخر أن يسفك فيها دما أو يعضد بها شجرة'' (موسوعة الحديث، جامع ترمذی ۱۴۲۷، حديث نمبر: ۸۰۹، نسائی ۲/ ۲۴)

حضرت سعد کی روایت ہے:

''قال رسول الله ﷺ: أني أحرم ما بين لا بتي المدينة أن يقطع عضاها أو يقتل صيدها'' (مشكاة ۱/ ۲۳۹)۔

جنگ کے دوران بھی کھیتوں اور درختوں کو جلانے اور نقصان پہنچانے کو اسلام نے ناپسند کیا ہے، قرآن نے ایسے سرکش فاتحین کی مذمت کی ہے جو کسی علاقہ پر غلبہ پانے کے بعد وہاں کے کھیتوں کو تباہ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وإذا تولى سعى في الأرض ليفسد فيها ويهلك الحرث والنسل والله لا يحب الفساد" (سورۂ بقرۃ: ۲۰۵)۔

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کو خاص طور پر درختوں اور کھیتوں کو برباد کرنے سے منع فرمایا کہ یہ خشک سالی کے دنوں میں جانوروں کی زندگی کی سلامتی کا ذریعہ ہیں:

''نهى النبي ﷺ عن عقر الشجر فانه عصمة للدواب في الجدب'' (مصنف عبد الرزاق ۵/ ۲۰۱)۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جب شام کی طرف لشکر روانہ کیا تو فرمایا کہ دشمن کے کھجور کے باغات ہرگز نہ کاٹے جائیں اور نہ جلائے جائیں،

''لا تعقرن نخلا ولا تحرقنها'' (مصنف عبد الرزاق ۵/ ۱۹۹)

لہٰذا بلاضرورت محض دولت حاصل کرنے کے لئے جنگلات کو کاٹنا اور سرسبز وشاداب زمین کو پلاٹنگ کر کے فروخت کرنا درست نہیں ہوگا۔

اور اگر واقعی ان کی ضرورت ہو کہ گاؤں یا شہر والوں کو گھر تعمیر کرنے کی ضرورت ہو تو اس وقت ایسا کرنا جائز ہوگا، یا اسی طرح ایسا کوئی علاقہ ہو جو بے آب وگیاہ ہو اور وہاں نہ باغات ہوں اور نہ ہی کھیتی وغیرہ تو ایسی زمین پر پلاٹنگ کرنے اور اسے فروخت کرنے میں از روئے شرع کوئی قباحت نہیں ہے۔

ب- اسلام کی نظر میں درخت لگانے اور کاشت کاری کرنے کی کیا اہمیت ہے اس کا اندازہ مندرجہ ذیل باتوں سے لگایا جا سکتا ہے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کی حفاظت اور شجر کاری کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ مسلمان کوئی درخت لگائے یا کھیتی کرے اور اس میں سے انسان، درندہ، پرندہ یا چوپایہ کھائے تو وہ اس کے لئے صدقہ شمار ہوتا ہے، بخاری کی روایت ہے:

''عن أنس بن مالك عن النبي ﷺ قال: ما من مسلم غرس غرسا فأكل منه إنسان أو دابة إلا كان له صدقة'' (بخاری ۲/ ۸۸۹)، مسلم شریف کے الفاظ ہیں: ''لا يغرس مسلما غرسا ولا يزرع زرعا فيأكل منه إنسان ولا دابة ولا شئ إلا كانت له صدقة'' (مسلم ۲/ ۱۵)۔

حضرت جابرؓ کی روایت میں ہے: ''ما من مسلم يغرس غرسا إلا كان ما أكل منه له صدقة، وما سرق منه له صدقة، وما أكل السبع فهو له صدقة وما أكلت الطير فهو له صدقة ولا يرزؤه أحد إلا كان له صدقة'' (مسلم ۲/ ۱۵)۔

یہی وجہ ہے کہ علماء نے سب سے پاکیزہ، عمدہ اور افضل ترین پیشہ کاشتکاری کو قرار دیا ہے، امام نووی لکھتے ہیں: ''وقد اختلف العلماء في أطيب المكاسب وافضلها فقيل: التجارة وقيل: الصنعة باليد وقيل: الزراعة وهو الصحيح'' (شرح نووی علی ہامش مسلم ۲/ ۱۵)

اسی لئے بعض صحابہ خاص اہتمام سے درخت لگایا کرتے تھے، امام احمدؒ نے حضرت ابو داؤدؓ سے نقل کیا ہے کہ وہ خاص اسی نیت سے درخت لگایا کرتے تھے (مجمع الزوائد ۴/ ۶۸۶)۔

اسلام میں شجر کاری اور زراعت کی عملی طور پر بھی حوصلہ افزائی کی گئی ہے؛ چنانچہ سرکاری اراضی کے بارے میں یہ اصول ہے کہ جو شخص بھی اس میں کاشت کرنا چاہے حکومت کی اجازت سے کر سکتا ہے (خلاصۃ الفتاوی ۴/ ۳)۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کسی نے ایسی زمین کو آباد کیا جو کسی کی ملکیت نہیں ہے تو وہ شخص اس کا زیادہ حق دار ہے، حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں یہی فیصلہ دیا، روایت کے الفاظ ہیں:

''عن عائشة عن النبي ﷺ قال: من أعمر أرضًا ليست لأحد فهو أحق قال عروة: قضى به عمر في خلافته'' (بخاری ۲/ ۳۱۴)

اگر کوئی شخص ایسی اراضی قبضہ میں لے کر پھر اسے آباد کرنا چھوڑ دے تو وہ زمین اس سے لے کر دوسرے کے حوالہ کر دی جائے گی تاکہ وہ اس میں کھیتی کرے (خلاصۃ الفتاوی ۴/ ۳)۔

علامہ قرطبیؒ نے آیت "وإذا تولى سعى في الأرض ليفسد فيها ويهلك الحرث والنسل" کی تفسیر کے تحت لکھا ہے:

''دلت الآية على أن الحرث وزراعة الأرض وغرسها بالأشجار حملا على الزرع وطلب النسل وهو نماء الحيوان وبذلك يتم قوام الانسان'' (الجامع لاحکام القرآن ۳/ ۱۸)۔

یعنی یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ کھیتی باڑی اور زمین کی زراعت کے ساتھ درخت وغیرہ لگانا چاہئے اور طلب نسل یعنی حیوانات کی نشوونما کے طریقوں کو بھی اپنانا چاہئے کہ ان سے انسان کے لئے خوراک کی ضرورت پوری ہوتی ہے جس پر انسانی حیات کا مدار ہے۔

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسیؓ کے لئے اپنے ہاتھوں سے کھجور کے پودے لگائے، سلمان فارسیؓ بیان فرماتے ہیں:

''فجعلنا نقرب له الودي، ويصنعه رسول الله ﷺ بيده'' (مسند احمد بن حنبل ۵/ ۵۵۱)۔

صوتی آلودگی:

۱۔ صوتی آلودگی کے پیش نظر اگر حکومت کی ہدایت ہو کہ وہ کارخانے آبادی سے باہر لگائے جائیں جن کی مشینیں خطرناک حد تک شور برپا کرتی ہیں تو حکومت کی اس ہدایت پر عمل شرعاً ضروری ہوگا؛ کیونکہ حکومت کا یہ فیصلہ انسانی ہمدردی اور فلاح کے لئے ہی ہے، اور حکومت کا ہر وہ فیصلہ جو انسانی مفادات اور مصالح پر مبنی ہو اور اس میں شرعی قباحت بھی نہ ہو تو وہ عوام کے لئے لازم العمل ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"یا أیہا الذین آمنوا أطیعوا اللہ وأطیعوا الرسول وأولی الأمر منکم"۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ لکھتے ہیں:

''حینئذ تصح القوانین والتکالیف التی تصدر عن الحاکم واجبة التنفیذ کالالزام بالتجنید الاجباری وفرض ضرائب علی الأغنیاء بالإضافة إلی الزکاة کلما دعت حاجة البلاد إلی ذلک'' (الفقہ الاسلامی وأدلتہ ۶/ ۷۰۴)۔

۲۔ گاڑیوں کے ہارن گاڑیوں کے حساب سے ہوتے ہیں، حکومت کی طرف سے بھی اس کی ہدایت ہوتی ہے اور عرف میں بھی اس کا خیال ہوتا ہے، البتہ بعض غیر ذمہ دار آوارہ قسم کے نوجوان اپنی گاڑی کی حد سے زیادہ تیز آواز کا ہارن یا ایمرجنسی سروسز کا ہارن استعمال کرتے ہیں، شرعی نقطہ نظر سے اس قسم کا ہارن استعمال کرنا مکروہ ہوگا؛ کیونکہ اس طریقہ سے بلا وجہ عوام میں وحشت اور خوف پیدا ہوتا ہے اور اسلام میں ایسا کرنا پسندیدہ عمل نہیں ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرعام ننگی تلوار اور ہاتھ میں نیزہ لے کر اس طرح چلنے سے منع فرمایا کہ اس کا رخ سامنے کی طرف ہو کہ خوف کا ماحول بنتا ہے، اور راہ گیروں میں بے چینی اور اضطراب کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، ایک حدیث میں بلا نیام تلوار کے تبادلے سے بھی منع فرمایا، حضرت جابرؓ کی روایت ہے: ''نھی رسول اللہ ﷺ أن یتعاطی السیف مسلولا'' (ترمذی ۲/ ۳۹)۔

حضرت ابوہریرہؓ نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کسی نے اپنے بھائی کی طرف دھار دار شئی سے اشارہ بھی کیا تو اس پر ملائکہ لعنت کرتے ہیں: ''عن أبی ھریرۃ عن النبی ﷺ قال: من أشار علی أخیہ بحدیدة لعنہ الملائکة'' (ترمذی ۲/ ۳۹)۔

۳۔ اعتدال پسندی اور میانہ روی اسلام کا خاص امتیاز ہے، زندگی کے مختلف شعبوں کی طرح آوازوں میں تخفیف اور اعتدال کے سلسلے میں بھی قرآن و حدیث میں اہم ہدایات موجود ہیں، چنانچہ قرآن کریم میں حضرت لقمان علیہ السلام کی اپنے بیٹوں کو نصیحت کا واقعہ مذکور ہے:

"واقصد فی مشیك واغضض من صوتك إن أنکر الأصوات لصوت الحمیر" (لقمان/۱۹)۔

یعنی حضرت لقمان نے اپنے صاحبزادہ کو دھیمی اور میٹھی آواز میں گفتگو کرنے کی تعلیم دی اور بھونڈی اور تیز آواز کو گدھے کی ناپسندیدہ آواز قرار دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے شخص کو ناپسند فرماتے تھے جس کی آواز بلند اور کرخت ہو اور ایسے شخص کو پسند فرماتے تھے جس کی آواز پست اور نرم ہو، حدیث کے الفاظ ہیں: ''عن أبی أمامة أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یکرہ أن یری الرجل جھیرا رفیع الصوت وکان یحب أن یراہ خفیض الصوت'' (مجمع الزوائد ۸/ ۲۱۱)۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو اس بات سے منع فرمایا کہ وہ دربار رسالت میں بلند آواز سے گفتگو کریں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"یا أیہا الذین آمنوا لا ترفعوا أصواتکم فوق صوت النبی" (سورۂ حجرات: ۲)۔

حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اس کے بعد حضرت عمرؓ اتنی آہستہ گفتگو کرتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو نہ سن پاتے تو استفسار فرماتے۔

''قال ابن الزبیر: فما کان عمر لیسمع رسول اللہ ﷺ حتی لیتفھمہ'' (بخاری ۲/ ۷۱۸)۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ عبد اللہ بن حذافہؓ نے نماز شروع کی اور بلند آواز سے قرأت کرنے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یا ابن حذافة لا تسمعنی واسمع ربك'' (رواہ احمد والبزار، مجمع الزوائد ۲/ ۵۴۴)۔

بازار جس کی پہچان شور وغل اور چیخ وپکار سے ہے، اسلام کی نظر میں انتہائی ناپسندیدہ جگہ ہے، اور مسجد جہاں ہنگامہ اور شور وشغب کا نام نہیں ہوتا اسلام کی نظر میں محبوب ترین مقدس مقام ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''أحب البلاد إلى الله مساجدها وأبغض البلاد إلى الله أسواقها'' (ابن خزیمہ ۲/ ۲۶۹)۔

الغرض اسلام کی بنیادی تعلیمات اس بات کی عکاس ہے کہ آواز ضرورت کی حد تک ہو؛ تاکہ وہ انسانی سماعت پر بار نہ ہو اور نہ ہی صوتی آلودگی کا ذریعہ بنے۔

لہذا DJ کا استعمال اس زاویہ نگاہ سے مکروہ تحریمی ہوگا؛ کیونکہ اس سے صوتی آلودگی بڑھتی ہے اور متعدد اقسام کی بیماریاں پھیلنے کا اندیشہ ہے، مثلاً ذہنی ارتعاش، عارضہ قلب، گھبراہٹ، سماعت کی شکایت، متلی وقئ، جلدی امراض، بہرہ پن، اختلاج، چڑچڑاپن وغیرہ، نیز اس میں عام ضرر کا پہلو بھی ہے اور صوتی لحاظ سے فضول واسراف کی صورت بھی۔

۴- مذہبی یا سیاسی جلسوں اور مشاعروں کے لئے قانونی طور پر کوئی وقت مقرر ہو یا ساؤنڈ سسٹم کے بارے میں تحدیدات ہوں کہ کس درجہ کا ساؤنڈ سسٹم ہو اور کتنے ساؤنڈ بکس رکھے جاسکتے ہیں، تو شرعاً ان قوانین کی رعایت ضروری ہوگی؛ کیونکہ ان احکامات کا مقصد لوگوں کی صحت اور ماحول کا تحفظ ہے جو اسلام میں مطلوب ہے۔

لہذا رات بھر پروگرام چلانا اور قانون کی خلاف ورزی کرنا شرعاً مکروہ تحریمی ہوگا؛ کیونکہ آوازوں کی گھن گرج سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے اور ان کی نیند خراب ہوتی ہے، حضرات فقہاء نے اصولی بنیادوں پر ہر ایسے عمل کو ممنوع قرار دیا ہے جو لوگوں کے لئے اذیت کا ذریعہ ہو، خواہ اس میں عبادت کا معنی ہی کیوں نہ پایا جاتا ہو، چنانچہ فقہاء نے لکھا ہے کہ مصروف راستے پر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے؛ کیونکہ اس سے آمد ورفت میں خلل پڑتا ہے، اور گذرنے والوں کو تکلیف ہوتی ہے۔

علامہ شامی لکھتے ہیں: ''لأن الصلاة فی نفس الطریق ای طریق العامة مکروهة بسترة أو بدونها وظاهره أن الكراهة للتحريم'' (شامی ۲/ ۴۰۴)۔

☆☆☆

ماحولیاتی تحفظ-شرعی نقطۂ نظر

(تعارف،اسباب،حقائق،نتائج اور احکام)

مولانا رحمت اللہ ندوی[1]

آغاز گفتگو:

روز اول سے ہی خالق کائنات نے فساد، آلودگی اور عدم توازن سے منع فرما کر حکم دیا تھا: "وأقیموا الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان" مگر حضرت انسان نے شیطان کی پیروی میں احکامات خداوندی کو پس پشت ڈال کر کرہ ارض میں ماحول کا توازن یوں بگاڑ دیا کہ حیات روبہ وفات ہو رہی ہے، یہ جان کر آپ کو حیرت ہوگی کہ دنیا کی آدھی آبادی کو پینے کا صاف پانی میسر نہیں، خوراک کی کمی اور اس سے متعلقہ امراض میں ہر سال ۲۴ /ملین سے زائد افراد لقمہ اجل بن جاتے ہیں، صنعتی فضلات اور تیزابی بارش کے سبب زمین بانجھ اور ناکارہ ہوتی جارہی ہے اور متعدد ممالک میں جھیلیں اور آبی ذخیرے، آبی حیات سے تہی دامن ہو چکے ہیں، ان گنت اور انمول جانداروں کی نسلیں آلودگی کے سبب ناپید ہو رہی ہیں، یہ خاموش تباہی (Queit Crisis) یوں ہی کی جاتی رہی تو ساز ہستی بھی خاموش ہو جائے گا۔

آلودگی کو موجودہ صدی کا آسیب کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا، گزشتہ چند برسوں میں توانائی کے حصول، صنعتی ترقی، آبادی کے پھیلاؤ اور دباؤ، اور وسائل قدرت کے بے دریغ استعمال نے ماحول کا توازن بگاڑ دیا ہے، اس سنگین مسئلہ کا حل ہمیں کتاب وسنت اور فقہ اسلامی میں ملتا ہے، فضول خرچی اور بے جا خرچ (اسراف وتبذیر) ناپسندیدہ ہے اور ایسا کرنے والا شیطان کا بھائی ہے، "لاتسرفوا إن الله لا یحب المسرفین" "ولا تبذر تبذیرا، إن المبذرین کانوا إخوان الشیاطین" نیز فساد (آلودگی) پھیلانے والے اللہ کے نزدیک ناپسند ہیں "إن الله لا یحب المفسدین"۔

اسلام میں ماحولیات کے تحفظ اور آلودگی سے بچانے کے لئے مکمل رہنمائی ہے، اور اس سلسلہ کی تعلیمات اور ہدایات موجود ہیں، اگر ان پر عمل ہوا ہوتا تو یہ نوبت نہ آتی، اور دنیا کو یہ سنگین اور خطرناک نتیجہ نہ دیکھنا پڑتا (مزید تفصیلات کے لئے "قرآن اور ماحولیات" دیکھیں)۔

ماحول کی تعریف:

"ماحول"، عربی کا لفظ ہے لیکن اردو میں بکثرت استعمال ہے، اس کے معنی "گردوپیش اور اطراف" کے ہیں، قرآن کریم میں مسجد اقصی کے متعلق فرمایا: "إلی المسجد الأقصی الذی بارکنا حوله"۔

ممتاز ماہر ماحولیات پروفیسر امیر احمد لکھتے ہیں: ماحول اس کو کہتے ہیں جو ہمارے اطراف ہے، اس میں پہاڑ، دریا، پیڑ پودے شامل ہیں، ان کے علاوہ انسانی عناصر بھی شامل ہیں، جیسے گاؤں، شہر، عمارتیں وغیرہ، سالمے (Molecules) جو غیر جاندار ماحول کا حصہ ہیں، یہ بھی پھیلتے پھیلتے پورے ماحول میں شامل ہو جاتے ہیں، جراثیم اور ان کا ماحول ایک دوسرے سے بہت ملا جلا ہے اور ایک ہی دنیا کے ہیں (ماحولیات/ص ۲)۔

ماحول (Environment) اپنی سائنسی تعریف کے مطابق کسی جاندار (Organism) کے اردگرد اثر انگیز طبعیاتی، کیمیاوی اور حیاتیاتی کیفیات وعوامل نیز اجزاء کا نام ہے، انگریزی میں انوائرنمنٹ (Environment) کا مادہ فرانسیسی سے ماخوذ ہے، جس کے معنی ہیں احاطہ کرنا یا ڈھک لینا، کرہ ارض کے اردگرد حلقہ ہائے خصوصی زمین کے مادی ماحول (Atmosphere) سے عبارت ہیں، اس مادی ماحول (Material Environment) میں ایک طرف گردوپیش کے جاندار شامل ہیں تو دوسری طرف نامیاتی اشیاء مثلاً سورج کی شعاعیں، پانی، آکسیجن، معدنیات اور

[1] دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، یوپی۔

جانداروں کے فضلے آتے ہیں (ماحولیاتی بحران: اسباب وعلاج/ص ۱۷)۔

پروفیسر جمال نصرت سندیلوی لکھتے ہیں:

ماحول دراصل مختلف خولوں کا مجموعہ ہے، زمین کی اوپری سطح سے کچھ سوکلومیٹر تک کی دوری کے ایک خول میں جو بھی آتا ہے وہ ماحول، انوائرنمنٹ ہے، اور یہ خول بایو اسفیئر (Biosphere) ہے...... زمین کے اوپر کی ہوا، اس کی سطح اور اندر کے پانی اور پانی نما جیسے برف واسنو وغیرہ اور زمین کی اوپر اور اندر کی مٹی، سمندر کے نیچے کی مٹی وغیرہ بایو اسفیئر میں شامل ہیں، اس میں زندگی ہے اور زندگی کی علامتیں بھی ہیں (ہمارا ماحول اور ہماری ذمہ داری/ ۱۶)۔

قدرت کی وسیع کائنات اور اس کے ارگرد فضا کی نہ دکھائی دینے والی چادر پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس کا تانا بانا ہماری زندگی کے ساتھ کس قدر جڑا ہوا ہے، قدرت کے اسی تانے بانے سے ہمارا ماحول بنتا ہے اور اسی کی بدولت ہماری زندگی کا وجود قائم ہے......اس میں ہوا، پانی، روشنی، درجہ حرارت، معدنی وسائل، رہائشی حالات، زمین کی کشش، فصلوں کا اگنا، گھاس کے سرسبز اور شاداب میدان، جنگلات، نباتاتی دولت، مویشی مچھلیاں اور حیوانات وغیرہ شامل ہیں (سائنس اور ماحولیاتی توازن/ ۷، ۴، نیز مقالہ ڈاکٹر محمد اسلم پرویز بعنوان وماحول-ایک تعارف)۔

ماحول کی خرابی-قرآن کی روشنی میں:

قرآن کریم کی متعدد آیات میں وسائل قدرت اور ان کے تحفظ کا تذکرہ ہے، اور یہ بھی ذکر ہے کہ انسان ان کا غلط استعمال کر کے ماحول اور نظام کو تباہ کردے گا، مثلاً:

۱۔ "والله جعل لكم من أنفسكم أزواجا وجعل لكم من أزواجكم بنين وحفدة ورزقكم من الطيبات" (سورۂ نحل: ۷۲)۔

۲۔ "ولقد كرمنا بني آدم وحملناهم في البر والبحر ورزقناهم من الطيبات وفضلناهم على كثير ممن خلقنا تفضيلا" (بنی اسرائیل: ۷۰)

۳۔ "أولم يروا إلى الأرض كم أنبتنا فيها من كل زوج كريم" (شعراء: ۷)۔

۴۔ "ولأضلنهم ولأمنينهم ولآمرنهم فليبتكن آذان الأنعام ولآمرنهم فليغيرن خلق الله" (نساء: ۱۱۹)۔

بے شک انسان اپنے کرتوتوں میں حیوانوں سے بھی بڑھ گیا ہے، اللہ کے بنائے ہوئے نظام میں رخنے ڈال رہا ہے، ماحول کی ابتری کا باعث بنا ہے، اور زمین میں حکم خداوندی کے بعد بھی فساد ڈال رہا ہے۔

دور حاضر میں ماہرین نے ماحولیاتی آلودگی کو فساد کا نام دیا ہے جو بہت مناسب ہے، آلودگی کا فساد بڑا ہمہ گیر ہے، انسان کے ساتھ ساتھ نباتات اور دیگر حیوانات کو جان کا خطرہ ہے اور آلودگی کے جور وستم بڑھتے ہی جارہے ہیں، ان کا ذمہ دار صرف اور صرف حضرت انسان ہے، شیطان تو بس یونہی بدنام ہے، کار بد تو خود کرے لعنت کرے شیطان پر، انسانوں کو اللہ نے آلودگی نہ پھیلانے کا حکم یوں دیا ہے: "لا تفسدوا في الأرض بعد إصلاحها" (اعراف: ۵۶) ہوا، پانی، زمین کا ماحول، نباتات اور حیوانات، جمادات وغیرہ کے ذریعہ زمین کا نظام قائم کرنے کے بعد فساد اور آلودگی پھیلانے سے منع کیا، "كلوا واشربوا من رزق الله ولا تعثوا في الأرض مفسدين" (بقرہ: ۶۰)۔

خوراک اور پانی کے حصول کو منع نہیں فرمایا، مگر آلودگی کے ارتکاب سے منع فرمایا-عدم توازن اور ناپ تول میں کمی بیشی کو آلودگی کے زمرے میں فرمایا: "فأوفوا الكيل والميزان ولا تبخسوا الناس أشياءهم ولا تفسدوا في الأرض بعد إصلاحها" (سورۂ اعراف: ۸۵)۔

وسائل قدرت کا بے دریغ استعمال جرم ہے، یہ لوگ شیطان کے بھائی اور ناشکرے ہیں، کبر وغرور، ناانصافی، ظلم وزیادتی، دوسروں کی حق تلفی، آلودگی کے اسباب ہیں اور قرآن کریم کی متعدد آیات میں ان سے منع کیا گیا ہے، ایک جان کو ناحق مارنا، ساری انسانیت کا قتل ہے، آج آلودگی کے باعث ہر سال لاکھوں افراد صرف گدلے پانی سے بیمار ہو کر مرتے ہیں، (ایک ہزار بچے فی گھنٹہ لگ بھگ) پرندوں اور دیگر جانداروں کی تعداد نامعلوم ہے، یہ قتل، غارت گری کس درجہ میں آتی ہے، درج ذیل آیت پڑھئے:

"من أجل ذلك كتبنا على بني إسرائيل أنه من قتل نفسا بغير نفس أو فساد في الأرض فكأنما قتل الناس جميعا ومن أحياها فكأنما أحيا الناس جميعا" (مائدہ: ۳۲)۔

دور حاضر میں ماحول کو پراگندہ کرنا اتنا بڑا جرم ہے کہ خدا کی پناہ۔

"وهو معكم أين ما كنتم والله بما تعملون بصير" (حدید: ۴) چنانچہ یہ جرم اتنا سنگین ہے کہ اس کے لئے دنیاوی عدالت کے بجائے اللہ کی عدالت میں بات ہوگی (مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: قرآن اور ماحولیات/ص ۵۴۔۵۵)۔

ماحول اور مذہب:

دنیا کے ہر مذہب میں ماحول کی حفاظت کے احکام موجود ہیں، اسلام میں انسان کو دنیا میں خدا کا خلیفہ بتایا گیا ہے، ان کی ذمہ داری صرف یہ نہیں ہے کہ زمین کی حفاظت کرے بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ اس کو اچھی حالت میں برقرار رکھے، عیسائی اور یہودی مذاہب میں کہا گیا ہے کہ وہ اپنی تعداد بڑھائیں اور زمین کو پھر سے اس کی دولت واپس لوٹادیں، ہندو دھرم میں اس قسم کے بہت سے حوالے ملتے ہیں، مثلاً جب درگا کی پوجا ہوتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ جب تک زمین پر پہاڑ ہوں گے، جنگلات اور پیڑ ہوں گے، انسان باقی رہے گا، مہابھارت، رمائن، ویدوں، پرانوں، گیتا اور سمرتی میں ماحول کی پرورش کا ذکر موجود ہے، بدھ مت میں ہر انسان کو سالانہ کم از کم ایک درخت اگانے کی ہدایت کی گئی ہے، معلوم ہوا کہ ہر مذہب، زمین اور اس کے ماحول کی حفاظت کی ہدایت کرتا ہے اور اپنے پیروؤں کو اس کا خاص خیال رکھنے پر زور دیتا ہے۔

دولت مند ترقی یافتہ ممالک، ترقی پذیر ملکوں کی دولت کا بے جا اور ناروا استعمال کر رہے ہیں، جس کی وجہ سے زیادہ تر لوگ جھونپڑ پٹیوں اور تنگ و تاریک گندے علاقوں اور بستیوں میں گزر بسر کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں، ایک اندازہ کے مطابق ہر مالدار یا ذی حیثیت شہری کے مقابلہ میں تقریباً ڈیڑھ سو افراد غریب ومفلوک الحال ہیں، بعض ماہرین کی رائے ہے کہ مال دار ممالک غریب ملکوں کے کندھوں پر پیر رکھ کر آگے بڑھ رہے ہیں، مذہبی خیالات ذہن نشین نہ ہونے کی وجہ سے زمین کا ماحول بد سے بدتر ہوتا جارہا ہے (ماحولیات ملخصاً/ص ۱۷۷۔۱۷۸)۔

قدرتی وسائل اور ان کا تحفظ:

قدرتی وسائل کے تحفظ کا مسئلہ بطور خاص ایسے ترقی پذیر ممالک کے لئے بڑی اہمیت رکھتا ہے جو معاشی برتری اور خود کفالت حاصل کرنا چاہتے ہیں؛ کیونکہ ان کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنے قدرتی وسائل کو زیادہ سے زیادہ استعمال کر کے ترقی کی راہ پر گامزن ہو جائیں۔

قدرت کے تحفظ کے معنی ہیں، زمینی دولت مثلاً نباتات، حیوانات، مٹی، پانی، ہوا، اور دوسری معدنیات کو سلیقے سے محفوظ رکھنا تا کہ بنی نوع انسان بہترین طریقہ زندگی حاصل کر سکے، ایسے تین بنیادی ذرائع جو انسان اور دوسری زندہ مخلوق کی بقا کے لئے توجہ طلب ہیں، وہ نباتات، مٹی، اور پانی کی تثلیث پر مبنی ہے، اگر ان اجزاء کی دیکھ بھال کی جائے تب دوسرے اجزاء کا تحفظ حاصل کیا جاسکتا ہے۔

آج جس طرح انسان ماحول اور قدرتی وسائل کی افادیت کو سائنسی طریقے سے سمجھ رہا ہے، ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا، لیکن پھر بھی قدرتی وسائل کی تباہی انسانی آبادی کے اضافے کے ساتھ ساتھ روز بہ روز بڑھتی جارہی ہے، زمین کے وسائل کی برہنگی بڑھتی جارہی ہے اور صنعتوں کی بڑھتی تعداد پانی کو کثیف کرتی جارہی ہے (سائنس اور ماحولیاتی توازن/ص ۴۲۔۴۳)۔

ماحول کی تبدیلی - اہم اسباب:

ماحول میں تبدیلی کی ایک بہت بڑی وجہ خود حضرات انسان کی اپنی ذات ہے، اپنی کاروباری مصروفیات کے تحت وہ جنگلات کو کاٹتا ہے، ان سے حاصل شدہ لکڑی ایندھن کے طور پر جلانے کے کام میں لاتا ہے، اور اپنی غذا اگانے کے لئے زمین میں ہل چلاتا ہے، یہ تمام امور ماحول کی تبدیلی کی اہم وجوہات میں شامل ہیں، تاہم انسانی سرگرمیوں کی وجہ سے ماحول میں تبدیلی کے تین اسباب ہیں: ۱۔ سائنس اور ٹکنالوجی ترقی، ۲۔ سماجی اور اقتصادی ترقی، ۳۔ بہتر پاکی اور صفائی کا نظام، اگر سماجی اور اقتصادی ترقی سے زراعتی ترقی ہوئی اور آبادی بڑھی، تو صفائی کے نظم سے انسان کی اوسط عمر میں اضافہ ہوا اور آبادی بڑھتی گئی، زراعت، توانائی (energy) کا استعمال اور صنعت وحرفت یہ تینوں سرگرمیاں آلودگی لاتی ہیں (ماحولیات/ص ۷۔۹)۔

زراعت کی وجہ سے جنگلات کا صفایا ہوا ہے، زمین کی زرخیز مٹی، پانی کے ساتھ بہہ گئی ہے، اچھی خاصی زمین ریگستان بنتی جارہی ہے، دریاؤں میں مٹی جمع ہوتی جارہی ہے، جس کی وجہ سے تازہ پانی کی مقدار کم ہوتی جارہی ہے، اور رہائش کی جگہ تنگ پڑتی جارہی ہے۔

توانائی کے کثرت استعمال سے زمین میں موجود کاربن، نائٹروجن اور سلفر پر اثر پڑا ہے، اس کی وجہ سے کرہ ارض گرم ہوتا جارہا ہے، جس کی وجہ سے Global Warming، تیزابی بارش ہونے لگی ہے، اور شہروں پر کہر چھانے لگا ہے۔

صنعت وحرفت کی وجہ سے بائیوسیفئر ٹریس میٹلس داخل ہوگئے ہیں، انہیں کی وجہ سے زمین، ہوا، اور پانی میں آلودگی بڑھتی جارہی ہے، اور یہاں سے نکلنے والے سی ایف سی (CFC) کی وجہ سے اوزون کی پرت کو نقصان پہنچ رہا ہے (ماحولیات ۱۰-۱۱)۔

ماحول کی آلودگی:

ہمارا ماحول جتنا صاف وشفاف ہوگا، اسی قدر ہماری زندگی بھی صحت مند ہوگی، مشینی دور کے آغاز سے قبل ماحول میں آج کی طرح کثافت اور آلودگی کی وہ مقدار نہ تھی جو اب ہمارا مقدر بن چکی ہے، دراصل مشینی دور کا آغاز ہی ایک بہت بڑی تبدیلی کا پیش خیمہ ثابت ہوئی، جس سے ماحول کی آلودگی میں بڑی حد تک اضافہ ہوا ہے۔

انسان نے سائنس اور ٹکنالوجی کی مدد سے نت نئے کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں اور صنعت وحرفت کے نئے نئے آلات اور نئی مشینیں ایجاد کیں، لیکن ان کے دھوئیں اور غلاظتوں کے انبار سے بڑی بڑی آبادیاں اور شہر بھر گئے، ساری کی ساری فضا جس میں زمین، ہوا، خلا سب شامل ہیں، کثافت سے لت پت ہیں، یہ ماحولیاتی آلودگی کہلاتی ہے، جس نے انسانی زندگی کو غارت کیا ہے، آلودگی ہمارے جسمانی اور ذہنی قوت کو تباہ وبرباد کرتی ہے، اور کبھی کبھی یہ انسانی زندگی کے لئے موت کا الارم بجاتی ہے۔

سائنس دانوں نے آلودگی کی تشریح یوں کی ہے: ''غلط وقت پر غلط جگہ پر اور غلط مقدار میں کثیف اجزاء کا اکھٹا ہونا''۔

ماحولیاتی اثرات کی پرواہ کئے بغیر آج انسان نے بڑی تیز رفتاری کے ساتھ قدرتی وسائل سے اپنے لئے اقتصادی فوائد حاصل کرنے کی کوشش کی ہے، اس نے تیل جیسے قیمتی ایندھن کا بے تحاشا استعمال کیا، جس سے ماحول کی آلودگی میں کئی گنا اضافہ ہوتا گیا، زرعی کاموں میں کیڑے مار دواؤں کا استعمال کرنا ان سے پانی کی آلودگی میں اضافہ ہوتا ہے (ایضا)۔

ماحولیاتی آلودگی کے اثرات:

ماحولیاتی آلودگی کے اثرات حسب ذیل چیزوں پر مرتب ہوتے ہیں؛

۱-حیات انسانی پر، ۲-حیوانات پر، ۳-نباتات پر، ۴-غیر جاندار مادی اشیاء پر، ۵-اور کرہ ارض پر، ماحول کی آلودگی کا اثر حیات انسانی پر بہت برا پڑا ہے، سب سے زیادہ اثر اس کی صحت پر ہورہا ہے، آلودگی پیدا کرنے والے چند عناصر چھوٹی چھوٹی تعداد میں انسان کے لئے ضروری بلکہ مفید ثابت ہوتے ہیں، لیکن مقدار کی زیادتی بہت برا اثر ڈالتی ہے (ایضا)۔

آلودگی نقصان دہ ہے، جب اس کے اثرات اتنے زیادہ شدید اور مضر ہوجائیں کہ اس سے انسان، چرند اور پرند کے لئے جان ہی کا خطرہ ہوجائے اور پیڑ پودے ختم ہوجائیں یا کمزور ہوجائیں تو اسے زہر میں شمار کیا جاتا ہے، طرح طرح کے زہر ہمارے چاروں طرف گھوم رہے ہیں، پانی، کھانے، پھل کے اوپر یا اندر، مچھلیوں اور دواؤں میں پائے جاتے ہیں، زہر کا کاروبار کبھی بے چارے تاجر لاعلمی میں کرتے ہیں، مثلاً زیادہ دودھ کی لالچ میں بھینس کو انجکشن لگانا وغیرہ۔

ماحولیاتی آلودگی (Environmental Pollution) کی وجہ سے نباتات، حیوانات، چھوٹے جانوروں، کیڑے، مکوڑوں، پانی کے جانوروں کی زندگی کے ساتھ ساتھ ماحول پر بہت خراب اثر پڑا ہے، جس سے آدھے سے زیادہ قسم کے حیوانات اور نباتات ختم ہوچکے ہیں، اور جو موجود ہیں، ان کا مستقبل بھی پریشانیوں سے گھرا ہوا ہے، ہوا، مٹی، پانی، آسمان، پیڑ پودوں میں تمام کیمیائی اشیاء میں نامناسب اجزاء مل گئے ہیں، جس سے وہ اب اتنے فائدہ مند نہیں رہ گئے۔

آلودگی کے اہم عناصر:

آلودگی پیدا کرنے والے اہم عناصر کو درج ذیل اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

گیس، زہریلی دھات، زہریلے نامیاتی وغیر نامیاتی مرکبات، کینسر پیدا کرنے والے عناصر، تابکار اشیاء، حیاتی آلودگی پیدا کرنیوالے عناصر۔

گیس سے آلودگی میں کاربن مونو آکسائیڈ، سلفر ڈائی آکسائیڈ اور دوسری وہ گیسیں شامل ہیں، جو موٹر گاڑیوں سے نکلتی ہیں اور ان سے ایسی شدید قسم کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں جن سے موت ہوسکتی ہے، مثلاً: دق، سانس کی رکاوٹ، نرخرے کی بیماریاں وغیرہ اور دیگر عام بیماریاں جن کی علامات بے چینی اور ناآسودگی، نسوں کا نقصان، آنکھوں کی جلن اور بدبو کی وجہ سے ناپسندیدہ ردعمل وغیرہ۔

آلودگی-ام الامراض:

آج کل کینسر عام ہورہا ہے، ماہرین کا ماننا ہے کہ ۶۰ تا ۹۰ فیصد کینسر کسی نہ کسی طرح ماحول ہی کی دین ہے، کینسر کے اسباب میں ہوا اور پانی کی آلودگی، سورج کی شعاع افشانی، اردگرد کا ماحول، غذا، شخصی عادات واطوار، اور طرز زندگی سبھی شامل ہیں، تمباکو نوشی ۳۰ / فیصد، غذا ۳۵ فیصد، پیشہ ورانہ زندگی ۵ فیصد اور الکحل ۳ / فیصد اموات کا سبب ہیں۔

پانی کی آلودگی سے پیٹ کی کئی بیماریاں جیسے پیچش، اسہال وغیرہ پیدا ہوتی ہیں، جگر کی بیماریاں بھی پانی کی آلودگی کا نتیجہ ہیں، پانی اور ہوا کی آلودگی سے الرجی ہوتی ہے، پھولوں کی زیرہ گل، گھاس، گھریلو کچرے، جانوروں کے بال، بعض قسم کے رنگ اور کیمیائی اشیاء، الرجی کا سبب بنتی ہیں، دمہ، اگیزیما، دردسر وغیرہ الرجی کی علامات ہوتی ہیں، دھوئیں، دیگر زہریلی گیسوں اور دھول سے پھیپھڑے خراب ہوجاتے ہیں، شوروغل کی آلودگی سے خون کی چکناہٹ اور دباؤ میں اضافہ ہوتا ہے، دل ودماغ کی بیماریاں قدم جمانے لگتی ہیں۔

موجودہ دور کی آلودگی-ایک طائرانہ نظر:

آلودگی کی وجہ سے ماحول میں کثافت پیدا ہوجاتی ہے، اس سے جانداروں کی صحت، حفاظت اور خوشحالی پر مضر اثر پڑتا ہے، آلودگی کی کئی اقسام ہیں، مثلاً: ہوا، پانی، زمین اور صوتی آلودگی وغیرہ۔

ماحول کی آلودگی کے دو بڑے اہم اسباب ہیں: بڑھتی آبادی اور صنعت کاری۔

ہوا کی آلودگی بڑے شہروں میں آسمان چھونے لگی ہے، اندازہ ہے کہ ایک کھرب ۸۰ لاکھ باشندے گندی ہوا میں سانس لینے پر مجبور ہیں، بتایا جاتا ہے کہ سالانہ دو کھرب ٹن کاربن ڈائی آکسائیڈ ہوا میں شامل ہوجاتی ہے، جن میں ۲۶ فیصد امریکہ سے خارج ہوتا ہے (واضح رہے کہ یہ اندازہ ۱۹۹۷ کا ہے اور اب ۲۰۱۶ اختتام پذیر ہے)۔

اقوام متحدہ کے ماحولیاتی پروگرام کے جائزے کے مطابق ۱۹۹۷ء میں دنیا میں ۶۰ / ملک ایسے ہیں جن کی آلودگی حد برداشت سے کہیں زیادہ بڑھ گئی ہے، بین الاقوامی سروے کے مطابق دنیا کے ۱۰ / فیصد دریاؤں کا پانی بری طرح آلودہ ہوگیا ہے یہ گدلا اور جراثیم سے ملوث ہوچکا ہے۔

سمندر میں تیل لے جانے والے جہازوں سے ایک فیصد تیل پانی میں گرکر ایک موٹی پرت بن جاتا ہے، اس کی وجہ سے سمندری حیات پر مضر اثر پڑتا ہے، کبھی یہ تیل لہروں اور ہوا کے ذریعہ ساحل تک بہتا چلا آتا ہے اور یہاں موجود پرندوں، مچھلیوں اور دیگر جانداروں کو نقصان پہنچاتا ہے، اکثر تیل بردار جہازوں کے ٹکراؤ سے تیل پانی کی سطح پر آجاتا ہے، ۱۹۹۱ء کی خلیجی جنگ نے سمندری زندگی پر بہت برا اثر چھوڑا ہے۔

ہوا میں بڑھتا ہوا گرد وغبار اور دھواں، سورج کی حرارت کو زمین تک پہنچنے نہیں دیتا، ہوا کی آلودگی سے 1952 میں لندن میں ۴ ہزار اموات واقع ہوچکی ہیں، اور جاپان کے صدر مقام ''ٹوکیو'' میں اسی وجہ سے تقریباً ۸ / ہزار افراد کان، ناک اور گلے کی بیماریوں کا شکار ہوئے، دوسری عالمگیر جنگ کے زمانہ میں جاپان کے شہروں ''ہیروشیما'' اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرائے گئے جس کی وجہ سے لاکھوں افراد موت کی آغوش میں چلے گئے، اس کا اثر اب تک دیکھنے میں آرہا ہے، صنعتی ترقی کا دنیا بھر میں بڑا اثر ہے اور آلودگی پیدا کرنے والی اشیاء بڑھ رہی ہیں، اس ترقی سے انسان کی حالت میں کافی سدھار تو آیا

ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ برے اثرات بھی ظاہر ہوئے ہیں (ماحولیات/ص ۱۹-۲۲)۔

ایک نظر اپنے ملک کی آلودگی پر:

ہمارے ملک ہندوستان میں آلودگی زیادہ تر انسانوں اور جانوروں کی بڑھتی ہوئی آبادی سے ہے، صرف دہلی میں ۶۰ ہزار سے زائد چھوٹے کارخانے پائے جاتے ہیں، ان سے پیدا ہونے والی گندی ہوا کو خارج کرنے کا تسلی بخش انتظام نہیں، دلی کا شمار دنیا کے سب سے زیادہ آلودہ شہروں میں ہوتا ہے، اسی طرح کی صورت حال کلکتہ ممبئی وغیرہ کا ہے۔

دنیا کا بدترین صنعتی حادثہ ہندوستان کے شہر بھوپال میں ۱۹۸۴ء میں پیش آیا، دو سے تین ہزار افراد موت کی آغوش میں چلے گئے، اور ان کے علاوہ تقریباً دولاکھ افراد متاثر ہوئے، اس گیس حادثہ میں بہت سے لوگوں کی بینائی جاتی رہی۔

اسی طرح ملک میں ایک سبز انقلاب آیا جس کی وجہ سے غذائی اجناس کی پیداوار میں اضافہ ہوا، اور ہم دوسرے ملکوں کو غلہ برآمد کرنے کے قابل ہو گئے، لیکن اس کا خراب اثر یہ ہوا کہ دریاؤں اور جھیلوں اور سمندروں میں زراعت کے لئے مصنوعی کھاد اور کیڑے مار دوائیوں کی وجہ سے کیمیاوی آلودگی پیدا ہوگئی (حوالہ سابق/ص ۲۱-۲۲)۔

حکومت نے ماحول کو بچانے کے لئے بعض اقدامات کئے اور اس سلسلہ میں قوانین بھی بنائے ہیں، علاوہ بریں مرکزی اور ریاستی حکومتوں نے آلودگی پر قابو پانے کی غرض سے آلودگی کنٹرول بورڈ قائم کئے ہیں، فضلے کے اخراج کے لئے حدود مقرر کئے گئے، دریائے گنگا کی صفائی کا کام ''گنگا ایکشن پلان'' کے نام سے زور وشور کے ساتھ جاری ہے، ''ون مہوتسو'' (جنگلات اگاؤ)، اسکیم کے تحت بڑے بڑے جنگلات اگانے کی کوششیں جاری ہیں (حوالہ سابق/ ص ۲۷-۳۰)۔

بیت الخلا کی تعمیر، دریاؤں کی صفائی، اسی طرح شجر کاری ودیگر پبلک مقامات کی صفائی ستھرائی کا کام بھی مرکزی وصوبائی حکومتیں کررہی ہیں، لیکن نتیجہ خاطر خواہ ابھی تک ظاہر نہیں ہوا۔

زمین اور مٹی کی آلودگی:

ٹھوس فاضل چیزیں، نیم ٹھوس فضول اشیاء، غیر صحت مندانہ عادتوں، یا زراعتی مشقوں سے مٹی آلودہ ہورہی ہے، انسانوں کے معیار زندگی میں تبدیلی کی وجہ سے ٹھوس فضلے دن بہ دن بڑھتے جارہے ہیں، اور ان کو پھینکنے (Dispose) کے لئے زمین کی دستیابی مشکل ہوگئی ہے، جس کی وجہ سے ہوا اور پانی کی آلودگی بھی بڑھتی جارہی ہے۔

زمین کی آلودگی کئی اسباب سے ہورہی ہے، مثلاً: صنعتی اور شہری فضلہ، زراعتی مشقیں یا کارروائیاں، مصنوعی کھاد، کیڑے مار دوائیاں، زمین کو درست رکھنے والے کیمیاوی عوامل، جانوروں کا فضلہ، انسانوں سے خارج ہونے والے جراثیم، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے: "لا تفسدوا في الأرض بعد إصلاحها" اور "وأقيموا الوزن بالقسط ولا تخسروا الميزان"۔ فساد اور عدم توازن نے ہی یہ صورت حال پیدا کی ہے۔

زمین کی آلودگی سے پیچش، ہیضہ، ٹائیفائیڈ، نقلی ٹائیفائیڈ اور دیگر میعادی بخار پیدا ہوتے ہیں، اس آلودگی پر قابو پانے کے تین مؤثر طریقے ہوسکتے ہیں: فضلے جمع کرنا، اسے ٹھکانے لگانے کا انتظام کرنا، اس سے کارآمد چیزیں نکال لینا وغیرہ۔ عوام سے کہا جائے کہ وہ ٹھوس فضلہ الگ رکھیں، اور کیڑا مار دوائیوں کے استعمال سے احتیاط برتیں، اور ایسی دواؤں کا استعمال کیا جائے جس کا اثر دیرپا نہ ہو، اگرچہ زمین اور مٹی کی آلودگی تیسری آلودگی کہلاتی ہے، لیکن ہوا اور پانی کی آلودگی سے کم خطرناک نہیں۔

پانی کی آلودگی:

پانی پر ہر چیز کا دارومدار ہے، "وجعلنا من الماء كل شيء حي" اس کی ضرورت، اہمیت اور افادیت کا انکار کون کرسکتا ہے، پانی کی ایک خاصیت اشیاء کو تحلیل کرنے کی ہے، جب اس میں غیر ضروری اور مضر اشیاء مل جائیں تو وہ آلودہ ہوجاتا ہے، عام طور پر اس کی آلودگی کا سبب پیٹرول اور اس سے متعلقہ

اشیاء، کیڑے مار جراثیم کش ادویہ، بھاری دھاتیں، مصنوعی کھاد، نیوکلیئر فضلہ، انسانی فضلہ، مصنوعی طور سے استعمال ہونے والے رنگ، صابون، کپڑے صاف کرنے والے ڈٹرجنٹ، گندے پانی کی تلچھٹ، انسانوں کا استعمال شدہ پانی، اور حرارت وغیرہ بنتی ہیں، پانی اچھی طرح ابال اور چھان کر پینے سے اس کی آلودگی بہت کچھ گھٹ جاتی ہے، پانی کو آلودگی سے بچانے کے لئے دو بڑے اور اہم طریقے یہ ہیں کہ استعمال شدہ گندے پانی کو حد درجہ پاک کیا جائے اور کارخانوں سے خارج ہونے والے پانی کو مقررہ حدود کے اندر پاک کرکے باہر خارج کیا جائے (ماحولیات/ص ۴۵ تا ۵۰)۔

حرارت کی زیادتی سے بھی پانی میں آلودگی پیدا ہوجاتی ہے، کارخانوں اور نیوکلیئر بجلی گھروں سے گرم پانی خارج ہوکر ندی، نالوں اور سمندر میں پہنچتا ہے تو آبی زندگی بری طرح متاثر ہوتی ہے، جب گرم پانی ٹھنڈے پانی سے جا ملتا ہے تو ٹھنڈے پانی کی حرارت بڑھ جاتی ہے، اس کی وجہ سے تحلیل شدہ آکسیجن کی مقدار کم ہوجاتی ہے، اور آکسیجن کی کمی سے جاندار مرنے لگتے ہیں۔

حدیث شریف میں ماء مشمس (سورج سے گرم پانی) سے وضو اور غسل کو منع کیا گیا ہے، اس سے برص ہوتا ہے، اسی طرح یہ طرز اختیار کرنا بھی ممنوع ہے کہ آدمی کا آدھا جسم سایہ اور آدھا دھوپ میں ہو۔

کتب حدیث وفقہ کے ابواب الطہارۃ میں "ماء مطلق" کا ذکر آتا ہے، اور اس کے اوصاف بدلنے کی صورت میں "ماء مقید" کہا جاتا ہے، ماء مستعمل کے طاہر اور مطہر ہونے اور نہ ہونے کا مستقل ذکر ائمہ کے اختلاف نظر کے ساتھ موجود ہے، ان کو موجودہ ماحولیات کے تناظر میں دیکھا جاسکتا ہے

(ہمارا ماحول اور ہماری ذمہ داری/ص ۲۲)

ہوا اور فضا کی آلودگی:

جب ہوا میں دھواں، گیس اور چھوٹے ذرات شامل ہوجائیں تو آلودگی پیدا ہوجاتی ہے جو انسان، حیوانات، نباتات اور جمادات سب کو نقصان پہنچاتی ہے۔

ہوا کو آلودہ کرنے والی دوسری اہم اشیاء میں پتھر کا کوئلہ، بجلی گھر، موٹر اور فیکٹریاں وغیرہ ہیں، ہوا کی آلودگی انسان کی صحت وتندرستی پر بہت برا اثر ڈالتی ہے اور سردی، کھانسی، آنکھ کی جلن، دمہ، سانس کی رکاوٹ، سینے اور پھیپھڑوں کی دیگر بیماریوں کا سبب بنتی ہے، اس پر قابو پانے کے لئے کارخانوں کی مشینوں میں فلٹر لگانا، موٹر گاڑیوں کی بہتر دیکھ ریکھ کرنا، اور بڑی تعداد میں پودے لگانا، مناسب تدبیریں ہیں (ماحولیات/ص ۵۹۔۶۱)۔

فضا کو مسموم بنانے سے پرہیز کرنے اور احتیاط برتنے ہی کے لئے اسلام میں تدفین کا طریقہ ابتدائے آفرینش ہی سے جاری ہے (سورہ مائدہ: ۳۱)، اور حدیث میں اسے مسلمان کا حق قرار دیا گیا ہے (ابن ماجہ: ۱۴۳۵)، اسی طرح کھلے عام گندگی پھیلانے سے منع کیا گیا ہے، بلغم وغیرہ دفن کردینے کا حکم ہے (مسلم: ۵۵۲)، اعرابی نے جب مسجد میں پیشاب کردیا تو پانی بہا دینے کا حکم دیا گیا (ترمذی، حدیث نمبر: ۱۴۷)، ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے لئے مصلی پر تشریف لے جاتے ہوئے دیوار قبلہ پر بلغم دیکھ لیا تو اسے کھرچ دیا اور سخت ناگواری کا اظہار فرمایا (مشکوۃ ۱/۶۹)۔

انسان زمینی ماحول کا ستیاناس کرنے کے ساتھ فضا کو بھی آلودہ کرنے کے لئے ہاتھ بڑھا رہا ہے، اور فضائے بسیط میں آبادی بسانے کے منصوبے بنا رہا ہے، فضائے بسیط وہ خالی جگہ ہے جس کے حدود نہیں ہیں، اب تک فضائے بسیط میں ہماری زمین کے اوپر زندگی کا وجود پایا گیا ہے، اس کے باہر زندگی کے آثار نہیں پائے جاتے، فضائے بسیط میں ستارے اور سیارے قوت ثقل کے ذریعہ ایک دوسرے سے بندھے ہوئے ہیں اور اپنی جگہ پر معلق دکھائی دیتے ہیں۔

ہوا کو آلودگی سے بچانے کے لئے کچرے، کوڑا کرکٹ اور بعض ٹھوس قسم کے فضلوں کو جراثیم کی مدد سے ختم کیا جاسکتا ہے، ان کو صاف کرکے دوبارہ قابل استعمال بنانا، ان کی مقدار بڑھنے پر قابو حاصل کرنا، ان کو ٹھکانے لگانا، اور نشیبی اور پست زمینوں، گڑھوں، کھدروں کو بھرنے میں استعمال کرنا مناسب تدبیریں ہیں۔

ماحول میں جنگلات کی اہمیت:

کسی بھی خطے کے لئے جنگلات کی زبردست اہمیت ہوتی ہے، اس لئے جنگلات کے لئے ایک حصے کا مخصوص ہونا ضروری ہے، ایک خاص حصہ

گھاس کے میدان سے ڈھکا ہوا ہو، یعنی سبزی اور ہریالی انسانی آبادی کے لئے ضروری ہے، اور فائدہ مند بھی، جنگلات کی بے تحاشا کٹائی سے کئی قسم کے حیوانات اور نباتات ناپید ہو گئے۔ آج کل کی مہذب دنیا میں سیر وسیاحت ایک اہم صنعت بن چکی ہے اور کوشش کی جارہی ہے کہ سیاحوں کے لئے جنگلوں میں سامان تفریح وسیاحت مہیا کیا جائے، اس لئے سیر وتفریح کے مراکز نے جنگلوں تک وسعت اختیار کر لی ہے، جس سے نہ صرف جنگلی جانوروں کی زندگی خطرے میں پڑ گئی ہے بلکہ جنگلات کو بھی کافی نقصان پہنچ رہا ہے، اور انسانی آبادی میں زبردست اضافہ کی وجہ سے انسانی رہائش کے لئے دنیا میں زمین کم ہوتی جارہی ہے۔

قدرتی وسائل کے تحفظ کا کام اگر چہ وقت طلب اور مشکل ہے لیکن اگر جلد اس کا سد باب نہ کیا گیا تو نہ صرف تمام نباتاتی دنیا کا وجود شدید خطرات میں پڑے گا بلکہ انسانی زندگی بھی مختلف مہلک امراض کی شکار ہو کر آہستہ آہستہ معدوم ہونے لگے گی (سائنس اور ماحولیاتی توازن/ص ۴۵۔ ۴۷)۔

جنگلات صاف اور تازہ ہوا، اور بارش کے علاوہ ہریالی، پیڑ اور لکڑی دیتے ہیں، ان سے حسب ذیل کام لئے جاسکتے ہیں:

۱۔ اقتصادی ترقی - کیونکہ ۱۰ سے ۲۰ سال میں دوبارہ پھر اگائے اور لگائے جاسکتے ہیں۔

۲۔ صنعتی ترقی - جیسے: سلک موم، خس، گوند، صندل، شہد، لاکھ وغیرہ۔

۳۔ آلودگی سے تحفظ اور تازہ ہوا کی فراہمی، ۴۔ مٹی کٹان سے بچاؤ، ۵۔ بارش میں مدد، ۶۔ سماجی ضرورت کی تکمیل، ۷۔ لکڑی اور عمارتی لکڑی، لکڑی کاٹنے کو منع نہیں کیا جاتا، پیڑ اپنی عمر پوری کرلے تو ضرور کاٹیں، لیکن دوسرا لگا بھی دیں، ۸۔ لوگوں کو مزدوری اور کام، ۹۔ جانوروں اور ماحول کا تحفظ، ۱۰۔ ادویہ کی دستیابی۔

جنگلوں پر ظلم کو ہی (Deforestation) کہتے ہیں، یعنی انڈوں کی ہوس میں مرغی کو ذبح کر دینا، یا صحیح معنی میں بیدردی سے خود غرضی اور بے وقوفی کرنا، ایک پیڑ لگانے میں ہم صرف دس منٹ خرچ کئے اور اس نے خوشی اور ہریالی دی، یہ جنگل، پیڑ اس دنیا کے محافظ تھے، ان سے کھانا، ہوا، دوا، اور میوہ ملتا ہے (ہمارا ماحول اور ہماری ذمہ داری/ ۳۴ تا ۳۸)۔

جنگلات کرۂ ارض پر ایک اور طرح سے بھی اثر انداز ہوتے ہیں، یہ سورج سے نکلنے والی توانائی کو اپنے اندر جذب کر لیتے ہیں، ورنہ زمین میں ٹکرا کر فضا میں واپس ہو جائے، اگر جنگلات کو فنا کر دیا جائے اور پیڑ پودے زندہ نہ رہیں تو ہوا میں کاربن ڈائی آکسائیڈ کا تناسب بڑھ جائے، بعض ماہرین کا خیال ہے کہ زیادہ پیڑ لگانے سے ہوا میں ضرورت سے زیادہ موجود کاربن ڈائی آکسائیڈ کا مسئلہ حل ہو جائے گا (ماحولیات/ص ۱۴۴۔ ۱۴۵)۔

اسلام میں شجر کاری کی اہمیت:

اسلام میں شجر کاری کی نہ صرف تعلیم وترغیب دی گئی ہے بلکہ اس کو صدقہ اور باعث اجر قرار دیا ہے، قرآن میں ہے:

"وهو الذى أنزل من السماء ماء فأخرجنا به نبات كل شئ فأخرجنا منه خضرا" (انعام: ۹۹)

یہ آیت سبزہ کے اسباب پیدا کرنے اور اس کا طریقہ اختیار کرنے پر توجہ دلا رہی ہے، حدیث شریف میں شجر کاری کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ پودا سے استفادہ اور چوری کرنے والا، پودے لگانے والے کے لئے صدقہ ہوگا (مسلم حدیث: ۱۵۵۲، بخاری: ۲۳۲۰۔ ۶۰۱۲، مسند احمد: ۲۳۵۲۰)۔

مزے کی بات تو یہ ہے کہ حضرت ابوالدرداء جیسے زاہد وعابد جلیل القدر صحابی نے اپنے طرز عمل سے اسلام میں شجر کاری کی اہمیت واضح کردی اور یہ ثابت کر دیا کہ خشک اور بنجر زمین کو شاداب بنانا سنت ہے۔

سبزہ اور درخت کے تحفظ کا سب سے پہلے تصور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا، اور بیری کے درخت کاٹنے والے کو اوندھے منہ جہنم رسید ہونے کی بات فرمائی (ابوداؤد: ۵۲۳۹)۔

قرآن میں ہے: "والذى أخرج المرعى" (اور جس نے چراگاہ بنائی (اس اللہ کی تسبیح کرو))۔

پیڑ پودے، جنگلات اور باغات ماحول کو سازگار بنانے اور موسم کو معتدل رکھنے میں اہم رول ادا کرتے ہیں، اس لئے شجر کاری کی تاکید اور بلاوجہ

کاٹنے کی ممانعت ہے، حرم کے حدود میں پیڑوں کو کاٹنا اور جانوروں کا مارنا ممنوع ہے، حرم مدنی میں ایندھن کی لکڑیاں اور جانوروں کا چارہ مستثنیٰ کیا گیا، جنگ کے موقع پر بھی دشمن کے درختوں کو کاٹنا اور فصلوں کو تباہ کرنا عام حالات میں منع ہے، شجرکاری کی اتنی اہمیت ہے کہ تا قیام قیامت اسے جاری رکھنے کی تاکید ہے،

''إن قامت الساعة وبيد أحدكم فسيلة واستطاع أن لا تقوم حتى يغرسها، فليغرسها، فإن له في ذلك أجر''۔

حضور اکرم ﷺ نے محض زبانی تعلیم پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ متعدد مواقع پر عملی طور پر شجرکاری بھی کی، وادی عقیق کو گھوڑوں کی چراگاہ بنایا جیسے حمی النقیع کہا جاتا ہے، اس چراگاہ میں آپ ﷺ نے پیڑ پودے لگوائے، سبزیاں اگائیں کہ کچھ عرصہ بعد اس وادی میں اتنی ہریالی ہوگئی کہ گھوڑے پر سوار انسان درختوں کے سایہ میں غائب ہوسکتا تھا حتی کہ ہریالی کے باعث صرف چراگاہ نہ رہی بلکہ سیرگاہ بھی بن گئی۔

حضور ﷺ کی یہ عملی مثالیں اور عملی نمونے ماحولیات کے تحفظ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں، اور ماہرین سائنس کے لئے بصیرت اور مہمیز کا کام کرتی ہیں۔

حیوانات ماحول کی زینت:

انسان ہی کی طرح حیوانات اللہ کی مخلوق، انسان کی ضرورت اور ماحول کی زینت ہیں، ان کی نسلوں کا تحفظ اور دیکھ بھال انسان کی ذمہ داری ہے (سورہ نحل، آیت: ۴ تا ۷) سورہ نحل کی آیت ۴ تا ۷ میں جانور کی تخلیق، ضرورت، مقصد اور ماحول کی ان سے زینت کے بہت سے گوشے اشاروں میں روشن کردیئے گئے ہیں۔ جاندار مخلوق کی نسل کشی اسلامی تعلیم کے منافی ہے؛ کیونکہ ہر جاندار مخلوق خواہ چرند ہو یا پرند، اس کا ایک سماجی وجود ہے اور انسان کی طرح وہ بھی ایک امت ہے، "وما من دابة في الأرض ولا طائر يطير بجناحيه إلا أمم أمثالكم ما فرطنا في الكتاب من شئ" (انعام: ۳۸) جب ہر جاندار مخلوق کا ایک سماجی وجود ہے تو وہ ماحولیات کا ایک اہم حصہ اور لازمی عنصر ہے تو پوری نسل ختم کردینا درست نہیں ہے، اسی لئے حدیث میں شریر اور پاگل کتے کو ہی قتل کرنے کا حکم ہے (ابوداؤد: ۲۸۴۵)۔

پرندے اور حشرات الارض ماحول کا حصہ:

بعض پرندے ہماری فصلوں کو نقصان ضرور پہنچاتے ہیں، اور مٹی میں بوے ہوئے بیج نکال کر کھا لیتے ہیں، اس کے باوجود ان کے کئی فائدے ہیں، یہ پرندے نقصان دہ کیڑے مکوڑوں کا قلع قمع کر کے اور چھوٹے جانوروں کا شکار کر کے ماحول کو صاف ستھرا رکھنے میں ہماری مدد کرتے ہیں۔

ایک اندازے کے مطابق ہندوستان میں فصلوں کو نقصان ۲۰ فیصدی کیڑوں اور ۸ فیصدی چوہوں کی وجہ سے ہوتا ہے، یہ پرندے ہم کو چوہوں اور کیڑوں کا شکار کر کے مدد دیتے ہیں (سائنس اور ماحولیاتی توازن/ص ۳۶۔۳۷)۔

ماحول کی کثافت وآلودگی سے پرندوں کے بہت سے اقسام ناپید ہوگئے ہیں، جبکہ ماحول سازی میں ان کا حصہ ناقابل انکار ہے، قرآن میں ہدہد اور ابابیل (اگر نام مان لیں) تو ان کی کارکردگی اور چیونٹی کا اپنی قوم سے لشکر سلیمان کو دیکھ کر ہمدردی مذکور ہے، اور پوری سورت ہی نمل کے نام سے موجود ہے، اسی طرح سورہ عنکبوت میں مکڑی کا کردار، سورہ بقرہ میں بعوضة (مچھر) کا ذکر آیا ہے۔

احادیث میں پرندوں کو بلا وجہ نشانہ بنانے یا تفریح کی غرض سے شکار کرنے کی ممانعت ہے۔

صوتی آلودگی:

آواز جو سننے والوں کو محظوظ کرتی ہے وہ موسیقی ہے اور جو تکلیف اور الجھن کا باعث بنے وہ شور وغوغا ہے، بسا اوقات جو آواز کسی کے لئے موسیقی ہو وہی دوسروں کے لئے شور ہوسکتی ہے۔

صوتی آلودگی، ماحولیاتی مسائل کی ایک بڑی وجہ ہے، لوگ اس کے خطرات سے بےخبر ہیں، ہم سب کو دن کے ایک بڑے حصے میں تیز آواز سے سابقہ پڑتا ہے، سڑکوں پر بجنے والا ہارن، لاؤڈ اسپیکر سے پیدا ہونے والا پاگل پن، خوشی کے مواقع پر گلیوں میں نعرے، جلسے جلوس، ریلیاں، اور دیگر ناٹک

وسیریز، یا پوجا پاٹ کے موقعوں پر شور شرابہ، اور ہنگامہ، دیوالی، یا شادی یا میچ میں جیت پر تیز آواز والے پٹاخے چھوڑنا، جہاں افسوس ناک ہے، وہیں معمول بن چکا ہے، گویا جب تک کان کے پردے نہ پھٹ جائیں خوشی کا اظہار نہیں ہوتا۔

صنعتی ادارے اور بڑے پیمانے پر تجارتی منڈیاں، بہت زیادہ ہارن بجانا اور قابل مرمت گاڑیوں سے پیدا ہونے والی تیز آوازیں، صوتی آلودگی کے بڑے اسباب ہیں، صوتی آلودگی کے حوالے سے ملک کے کئی حصوں کا متعدد تجزیہ کے بعد یہ ثابت ہو چکا ہے کہ سب سے بڑا سبب موٹر ٹرانسپورٹ ہے، تمام آوازیں، اپنی جائز حدود سے متجاوز ہیں، صوتی آلودگی، تندخوئی، بلڈ پریشر، کان خراب ہونے، کان بجنے اور نیند میں خلل کا سبب بن سکتی ہے، اس کے علاوہ صوتی آلودگی نے جسمانی صحت کے لئے سنگین مسائل پیدا کئے ہیں، مثلاً: ذہنی تناؤ، بے خوابی، قلبی امراض وغیرہ، لوگ عام طور پر آبی اور فضائی آلودگی کا خیال کرتے ہیں، لیکن صوتی آلودگی کو بہت ہی ہلکے میں لیتے ہیں، گھروں میں چلنے والے ٹی وی اور میوزک سسٹم، ہیڈ فون لگا کر بات کرنا یا میوزک یا تفریحی پروگرام سننا، صوتی کثافت کی تازہ ترین شکل ہے، اور انسانی نظام کو بری طرح متاثر کرتی ہے۔

آوازوں کو ناپنے کے لئے ڈیسی بیل (Decibels) کا یونٹ استعمال کیا جاتا ہے، جس کا مخفف db ہے، انسانوں کے درمیان عام گفتگو ۶۰ ڈی بی کے قریب ہوتی ہے، جب کہ جیٹ ہوائی جہاز یا آتش بازی کے بڑے پٹاخوں کی آواز ۱۴۰ ڈی بی تک پہنچتی ہے، انسانی کان کی قوت برداشت ۸۰۔۸۵ ڈی بی ہوتی ہے، وہ بھی چند گھنٹوں کے لئے، اگر اتنی آواز مسلسل کانوں میں آئے تو سماعت اور ذہنی سکون اور پھر اس کے سبب سبھی جسمانی افعال متاثر ہوتے ہیں۔

تیز آواز کے ماحول میں رہنے سے سر درد، بے چینی، چڑچڑاہٹ، ضعف سماعت، بات کرنے میں دشواری، بلڈ پریشر، شوگر، السر، اختلاج قلب وغیرہ کی شکایتیں ہوتی ہیں۔ لہٰذا ماحول میں آوازوں کا نرم، متوازن اور معتدل ہونا بہت ضروری ہے، ہمارے طرز زندگی نے اطراف میں انواع واقسام کے شور پیدا کردیئے ہیں جو براہ راست ہماری صحت کو متاثر کر رہے ہیں۔

اسلام میں آواز نکالنے اور موقع ومحل کی رعایت رکھنے کی تعلیم دی گئی ہے، زور سے بولنا، شور شرابا، چیخ وپکار، بلند آواز سے نہ صرف منع کیا گیا ہے بلکہ مذموم اور ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے، قرآن میں اگرچہ حضور کے بارے میں "لا ترفعوا أصواتكم فوق صوت النبي ولا تجهروا له بالقول كجهر بعضكم لبعض" (حجرات: ۲) کہا گیا ہے لیکن اس سے ماحولیات کے تناظر میں بھی حکم مستفاد ہوتا ہے کہ بے ادبی، گنوار پن، باعث تشویش والجھن ہے، حضرت لقمان علیہ السلام کی نصیحت نقل کرتے ہوئے فرمایا: "واغضض من صوتك، إن أنكر الأصوات لصوت الحمير" (لقمان: ۱۹)

معلوم ہوا کہ گلا پھاڑنا جہاں سماعت پر گراں گزرتا ہے وہیں یہ غیر انسانی کام اور جانور کی صفت ہے، گدھے سے تشبیہ دینے میں بے عقلی اور ناسمجھ کا اشارہ ہے کہ گدھا جب اور جہاں چاہتا ہے اپنی مخصوص آواز کے ذریعہ اپنے گدھے پن کا ثبوت فراہم کرتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات گشت کرتے ہوئے حضرت ابوبکر کے پاس سے گزرے، جو نہایت پست آواز میں دعا کر رہے تھے یا نماز پڑھ رہے تھے، حضرت عمرؓ کے پاس سے گزرے تو وہ بلند آواز سے اسی عمل میں مشغول تھے، صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کی وجہ سماعت فرمانے کے بعد اعتدال کی تعلیم دی (اصلاحی خطبات ۶/ ۲۱۹، حدیث ترمذی: ۴۴۷)، قرآن کریم میں ہے:

"ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها، وابتغ بين ذلك سبيلا" (بنی اسرائیل: ۱۱۰)۔

کوئی واعظ وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسجد نبوی میں زور زور سے خطاب کر رہے تھے، حضرت عائشہؓ نے خلیفہ وقت حضرت عمرؓ سے ان کی شکایت کردی کہ اس سے مجھے خلل ہوتا ہے، حضرت عمرؓ نے انہیں بلا کر تنبیہ فرمائی اور حکم دیا کہ اتنی آواز نکالو کہ سامعین سن لیں، ورنہ درہ سے خبر لوں گا (اصلاحی خطابات ۸/ ۱۲۶۔ ۱۲۷)۔

کفار ومشرکین کے بارے میں آیا ہے: "وما كان صلاتهم عند البيت إلا مكاء وتصدية" (انفال: ۳۵)

معلوم ہوا کہ تالی بجانا اور چیخنا کفار سے مشابہت اختیار کرنا ہے، اسی طرح ان کے بارے میں "لا تسمعوا لهذا القرآن والغوا فيه" آیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بلند آواز لغو اور بیہودہ کام ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا معمول تھا کہ رات میں تہجد کے لئے بیدار ہوتے تو ہر کام مثلاً دروازہ کھولنا، گھڑے کے منہ سے ڈھکن ہٹانا، اور پانی انڈیلنا، سب آہستگی سے کرتے تاکہ آواز سے خلل نہ ہو، مرض الموت میں جب کچھ لکھوانے کے لئے قلم دوات اور کاغذ طلب فرمایا تو اختلاف اور بلند آواز ہو جانے کی وجہ سے سب کو اپنے پاس سے نکال دیا، حدیث شریف میں بازار کو سب سے ناپسندیدہ جگہ قرار دینے کی ایک وجہ شور شرابہ ہے۔

"أبغض البلاد إلى الله أسواقها" (رواہ مسلم)، جمعہ کے متعلق فرمایا: "إذا قلت لصاحبک یوم الجمعة أنصت، فقد لغوت" (متفق علیہ) کہ کسی کو خاموش کرنا بھی لغو ہے؛ کیونکہ ایک خاموش کرنے والا نہ جانے کتنوں کی خاموشی توڑ دے گا۔

صوتی آلودگی، ٹریفک کی آواز (ایک گاڑی سے نکلنے اور کئی گاڑیوں سے نکل کر ایک بن جانے والی آواز)، دروازوں کے بند کرنے کی آواز، بریک کی آواز، مختلف کاروں اور گاڑیوں کی آواز وغیرہ سے پیدا ہوتی ہے (تفصیل کے لئے ماحولیات/ص ۱۳۷ تا ۱۴۱ ملاحظہ کریں)۔

ہم اپنے جلسے جلوس میں بھی بے جا ہارن یا لاؤڈ اسپیکر کا استعمال کر کے پورے محلہ اور علاقے کو تکلیف دیتے ہیں، یا مقررہ وقت سے زیادہ دیر تک پروگرام کر کے قانون کی خلاف ورزی کرتے ہیں، یہ دونوں ہی کام اسلام میں جائز نہیں اور نہ عقل انسانی اس کو درست قرار دے سکتی ہے، اسراف بھی ہے اور باعث اذیت بھی "یالیت قومی یعلمون" (مزید دیکھئے: اصلاحی خطبات ۸/ ۱۲۶۔۱۲۷)۔

ماحولیاتی بحران کا اسلامی حل:

اسلامی عقیدہ کے مطابق نہ یہ کائنات بے خدا ہے، اور نہ اس کے بہت سے خالق ہیں، یہ کرہ ارض جو کائنات کا ادنی مظہر ہے، خلاق عالم نے اس کو انسان کے بود و باش کے لئے موزوں ترین بنایا ہے اور اسکی ضروریات کی ہر شئ میں میزان قائم کیا اور ہر چیز کو اس کے لئے مسخر کیا، انسان کو اس کرہ ارض میں اپنا خلیفہ مقرر کر کے یہاں کسی قسم کے سرکشی کرنے، فساد مچانے اور توازن بگاڑنے سے منع کر دیا، انبیاء کرام کے ذریعہ خاص طور سے یہ ہدایت کی کہ طغیان، بغاوت، اسراف، تبذیر، ترف (اترانا خوشحالی کی وجہ سے) استکبار، تکاثر (مال و دولت کی کثرت میں مقابلہ اور فخر) اور فساد، اس کو بالکل پسند نہیں ہیں، غور کیا جائے تو ماحول کی تباہی و بربادی کے یہ اہم اسباب ہیں۔

مغرب اور مغربی سائنس داں کے نظریات مثلاً: تخفیف پرستی (Reductionism) مغربی اباحت پرستی (Permissivisim)، افادیت پرستی (Utilitarianism)، عقلیت پرستی (Rationalism)، مادہ پرستی (Materialism)، نظریہ تشکیک (Scepticism) وغیرہ ان تمام انتہا پسندانہ نظریات سے اسلام کا کوئی تعلق نہیں، بطور خاص جب یہ حد اعتدال سے نکل جائیں، اور پرستی ازم کے اضافہ کے ساتھ استعمال ہونے لگیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ اسلام، توحید الوہیت، توحید خلقت، توحید عبادت، توحید علم، توازن و اعتدال حقوق، توافق فطرت، احسان عمل، امانت خلافت، عداوت شیطان اور کرامت انسان کا داعی و علم بردار ہے، گویا اسلام میں زیر بحث مسئلہ کا حل، توحید، تقوی، احسان، طہارت، امانت، خلافت، فطرت، عبادت، عدل و توازن، علم اور معاد وغیرہ ہے۔

انسان کے اردگرد، قریبی ماحول میں دوسرے انسان، حیوانات، نباتات، جمادات اور جملہ موجودات یعنی بحیثیت مجموعی پوری کائنات آتی ہے اور انسان چونکہ عقل و شعور و ارادہ و اختیار رکھتا ہے، اس لئے مکلف مخلوق کی حیثیت سے اللہ تعالی کے حضور جوابدہ ہے، اللہ تعالی کو طغی، بغی، تبذیر، اسراف، ترف، استکبار، تکاثر، اور فساد وغیرہ بالکل پسند نہیں ہیں، اس کے بجائے ایثار، احسان، عدل، طہارت، تواضع، نصح و خیر خواہی، تقوی، شکر، امانت جیسی صفات بے حد پسند ہیں۔

اس اصولی گفتگو کے بعد ماحولیاتی بحران، اسباب اور حل کو چند اہم نکات کی شکل میں قلم بند کیا جاتا ہے:

۱۔ کائنات میں توازن (Equilibrium Balance) قائم رکھنا، جن کا حکم ان آیات میں ہے:

۱۔ "سبح اسم ربك الأعلى، الذى خلق فسوى، والذى قدر فهدى" (اعلی ۱۔ ۳)۔

۲۔ "والسماء رفعها ووضع الميزان، ألا تطغوا فى الميزان" (رحمن ۷۔ ۸)۔

۳۔ "إنا كل شئ خلقناه بقدر" (قمر: ۴۹)۔

۴۔ "والأرض مددناها وألقينا فيها رواسي وأنبتنا فيها من كل شئ موزون... وما ننزله إلا بقدر معلوم" (حجر:۱۹۔ ۲۱)۔

۵۔ "...وتصريف الرياح والسحاب المسخر بين السماء والأرض لآيات لقوم يعقلون" (بقرہ:۱۶۴)۔

۲۔ بغی وفساد کی ممانعت اور احسان وعدل کا مطالبہ نیز خوشحالی میں استحصالی رویہ کی قباحت:

الف۔ "...وأحسن كما أحسن الله إليك، ولا تبغ الفساد في الأرض، إن الله لا يحب المفسدين" (قصص:۷۶۔ ۷۷)۔

ب۔ "من قتل نفسا بغير نفس أو فساد في الأرض فكأنما قتل الناس جميعا، ومن أحياها فكأنما أحيا الناس جميعا" (مائدہ:۳۲)۔

غور طلب بات یہ ہے کہ جہاں ایک انسان کا قتل دنیائے انسانیت کے قتل کے مرادف ہے، وہیں "فساد فی الأرض" کا مرتکب بھی گویا قتل انسانیت کا مرتکب ہے، اور ماحولیاتی جہت میں یہ بات اب محتاج ثبوت نہیں، دوسرے یہ کہ فساد فی الارض کا مرتکب سزا کا مستحق ہے، قرآن مجید میں کم وبیش پچاس مقامات پر فساد کی قباحت وشناعت کا واضح الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے اور یہ بات قرآن میں بار بار کہی گئی ہے کہ

"إن الله لا يحب الفساد" (بقرہ:۲۰۵) اور "والله لا يحب المفسدين" (مائدہ:۶۴)۔

۳۔ اسراف وتبذیر اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں، جبکہ فی زمانا صارفیت، اباحیت اور ہمہ جہتی، عدم توازن کے بطور خاص ذمہ دار ہیں۔

الف۔ "كلوا واشربوا ولا تسرفوا، إنه لا يحب المسرفين" (اعراف:۳۱)۔

ب۔ "ولا تبذر تبذيرا، إن المبذرين كانوا إخوان الشياطين، وكان الشيطان لربه كفورا" (بنی اسرائیل:۲۶۔ ۲۷)۔

قرآن مجید میں اسراف سے متعلق ۲۳ مقامات پر تذکرہ ہے اور ایک جگہ واضح طور پر فرمایا:

"أهلكنا المسرفين" (انبیاء:۹) (ہم نے اسراف کرنیوالوں کو تباہ وبرباد کردیا)۔

قرآن مجید کی سورہ رحمن کی ابتدائی آٹھ آیات میں ماحولیاتی بحران کا بنیادی سبب اور اس کا بہترین حل مضمر ہے، جس کا خلاصہ "ووضع الميزان، ألا تطغوا في الميزان" میں آگیا ہے۔

۴۔ اسلامی تعلیمات، نفس انسانی اور اس کے ماحول میں وہ طہارت ونظافت قائم کرنا چاہتی ہیں، جو ہمہ گیر اور ہمہ جہت ہیں۔

بلاخوف تردید یہ کہا جاسکتا ہے کہ طہارت جیسی جامع اصطلاح کسی مذہب، نظریہ ونظام زندگی میں نہیں ملتی، اور اس کے مترادفات مثلاً تزکیہ، زکوۃ، طیبات وغیرہ کی اہمیت بھی ناقابل انکار ہے۔

اسلام ہر قسم کی آلودگیوں بشمول مادی آلودگی کے، انسانی زندگی اور اس کے ماحول میں ہونے سے سخت متنفر ہے اور ان سے انسانوں کو بچنے اور دور کرنے کی تلقین کرتا ہے، صاف ستھرے اور فطری ماحول کی پرزور وکالت کرتا ہے۔

الف۔ "فيه رجال يحبون أن يتطهروا، والله يحب المطهرين" (توبہ:۱۰۸)۔

ب۔ "لا يمسه إلا المطهرون" (واقعہ:۷۹)، نیز سورہ مدثر کی ابتدائی پانچ آیات، اور سورہ فرقان:۴۸۔۴۹)۔

۵۔ اسلام اچھے کاموں میں سبقت، ضرر سے اجتناب اور منفعت سے قریب تر کا حامی ہے۔ ماحولیات کے کاموں اور ٹکنالوجی کو ان تین پیمانوں پر آنکنے سے اکثر وبیشتر مسائل حل ہوسکتے ہیں۔

الف "يسئلونك عن الخمر والميسر، قل فيهما إثم كبير، ومنافع للناس، وإثمهما أكبر من نفعهما" (بقرہ:۲۱۹)۔

ب۔ "يدعوا لمن ضرّه أقرب من نفعه، لبئس المولى ولبئس العشير" (حج:۱۳)۔

ج۔ "وما تقدموا لأنفسكم من خير، تجدوه عند الله هو خيرا وأعظم أجرا" (مزمل:۲۰)۔

د۔ "ولكل وجهة هو موليها فاستبقوا الخيرات" (بقرہ:۱۴۸)۔

د- "ولا یضار کاتب ولا شھید" (بقرۃ: ۲۸۲)۔

و- "وإذا تولی سعی فی الأرض لیفسد فیھا، ویھلک الحرث والنسل" (بقرۃ: ۲۰۵)۔

ز- "فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ" (زلزال: ۷-۸)۔

ذمہ داری اور جواب دہی کا احساس:

ماحولیاتی نظام کو مستحکم اور قابل عمل بنانے نیز اس کو ہر طرح کی کثافت اور آلودگی سے دور رکھنے کے لئے ہمیں اپنی ذمہ داری انفرادی اور اجتماعی طور پر انجام دینی چاہئے، حکومت کو فکرمند ہونا چاہئے، اور ایسا قانون بنانا یا نافذ کرنا چاہئے جو مفاد عام میں ہو، اور مفاد عامہ سے متعلق وضع کردہ قانون کو عملی شکل دینا ملک کے ہر باشندہ کی ذمہ داری ہے۔ اسی کے ساتھ سب سے بڑی چیز اور اہم بات اللہ کے حضور جواب دہی کا احساس ہے کہ اگر اپنی ذمہ داری نعمتوں سے مستفید ہونے اور ماحول سازی کرنے میں ادا نہ کی تو دنیا میں چاہے حکومت اور سوسائٹی باز پرس نہ کرے لیکن قیامت میں ضرور جواب دینا ہوگا "ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم" (قیامت کے دن اللہ کی نعمتوں کے بارے میں تم سے ضرور سوال کیا جائے گا)۔

ضرورت ہے کہ اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کی حفاظت، ان کا صحیح استعمال اور ماحول کا تحفظ، اسے آلودگی سے دور رکھنا، اور دوسروں کی حق تلفی سے گریز کرنا، ان کی ذمہ داری عام طور پر ہر انسان اور خاص طور سے ہر مسلمان محسوس کرے۔

خلاصہ کلام:

ماحولیات کا مسئلہ بہت اہم اور عالمی بن چکا ہے، اور بین الاقوامی تنظیمیں اور حکومتی وغیر حکومتی سطح پر مختلف رفاہی ادارے اس مسئلہ کو حل کرنے کی مستقل جدوجہد میں ہیں، ماحولیات کیا ہے؟ اس کے تحت کون کون سی چیزیں آتی ہیں؟ آلودگی کے اہم اسباب وعناصر کیا ہیں؟ اور اسلام میں ماحولیاتی تحفظ کے بارے میں کیا تعلیمات، اور ہدایات ہیں؟ اور اسلامی اصولوں پر ماحولیاتی آلودگی کا کیا حل اور علاج ہے؟ قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی کی روشنی میں ان کی وضاحت بڑی حد تک اس مقالہ میں کردی گئی ہے، قرآن کریم میں تقریباً سات سو پچاس آیات ہیں جن کا براہ راست یا بالواسطہ تعلق ماحولیات سے ہے، احادیث میں بھی بے شمار ہدایات سے ماحولیاتی آلودگی کا تحفظ مستفاد ہوتا ہے، ایک جھلک صرف ان کی اہم سرخیوں پر:

- میت کی تدفین: "فبعث اللہ غرابا یبحث فی الأرض لیریہ کیف یواری سوأۃ أخیہ"۔
- فساد کی ممانعت: "لا تفسدوا فی الأرض بعد إصلاحھا- ظھر الفساد فی البر والبحر"۔
- "وأقیموا الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان" (اعتدال وتوازن کا قیام)۔
- عدل واحسان کا حکم اور بغی سے ممانعت: "إن اللہ یأمر بالعدل والإحسان وإیتاء ذی القربی وینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی"۔
- پانی میں استنجا کی ممانعت: "لا یبولن أحدکم فی الماء الدائم ثم یتوضأ منہ" (ترمذی، حدیث: ۶۸)۔
- سونے سے بیدار ہونے پر ہاتھوں کو دھونا:

"إذا استیقظ أحدکم من اللیل فلا یدخل یدہ فی الإناء... فإنہ لا یدری أین باتت یدہ" (ترمذی، حدیث: ۲۴)۔

- اعرابی کا مسجد میں پیشاب کردینے پر پانی ڈال دینے کا حکم (ترمذی، حدیث: ۱۴۷)۔
- سوتے وقت چراغ گل کردینا تاکہ دھوئیں سے آلودگی نہ ہو اور کوئی حادثہ پیش نہ آئے۔
- اگر ہاتھ میں چکنائی ہو تو اچھی طرح صاف کرلینا تاکہ کوئی گزند نہ پہنچے۔
- گندگی وغیرہ کو آبادی سے دور ڈالنا یا دفن کرنا، حدیث بضاعہ سے مستفاد (ترمذی، حدیث: ۶۶)۔
- مسجد میں لہسن، مولی، پیاز، یا کوئی بھی بدبودار چیز کھاکر آنے کی ممانعت، اسی طرح ایسا مریض جس کی بیماری سے لوگوں کو اذیت پہنچے اور تقلیـ

جماعت کا سبب بنے، اس کا مسجد نہ آنا، مثلاً، ٹی بی کا مریض، یا کوڑھی، یا گوشت وغیرہ کا ایسا کاروباری جس کے جسم اور کپڑے میں بدبو بس جائے (مشکوۃ ا/۶۹)۔

- ابتدائے اسلام میں جمعہ کا غسل واجب تھا، حکمت ماحولیاتی تحفظ تا کہ کسی کو اذیت نہ ہو۔
- درخت لگانے اور باغات اگانے کی تعلیم وترغیب اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عملی نمونہ پیش کرنا۔
- پانی کی ذخیرہ اندوزی، اس کا اسراف اور ضیاع اور آلودہ کرنے کے تمام طریقوں پر بندش، اسی طرح ماء قلیل میں یا ٹھہرے ہوئے پانی میں غسل جنابت کی ممانعت، اور سورج کی گرمی سے گرم پانی سے غسل، وضو کی ممانعت وغیرہ۔
- صوتی آلودگی کے بارے میں "إن أنكر الأصوات لصوت الحمير... ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها وابتغ بين ذلك سبيلا" وغیرہ آیات اور کئی وہ احادیث جن کا ذکر مقالہ میں آچکا ہے۔

دور حاضر میں انسان کا نتائج سے بے خبر رہ کر آلودگی پھیلانا قابیل کے ہاتھوں ہابیل کے قتل سے بہت مشابہت رکھتا ہے، روئے زمین پر فساد، سفاکی، اور بربریت کی یہ اولین مثال ہے، جس طرح وہ قتل کے بعد پچھتاتا پھر رہا تھا، اور تدارک کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی تھی، اسی طرح انسان بھی ماحول کو آلودہ کر کے تدارک کے لئے بوکھلا یا پھر رہا ہے، موجودہ آلودگی کو فساد کی ایک ترقی یافتہ شکل یا نسل قرار دیا جاسکتا ہے، کھیتوں، جنگلات، نباتات اور حیوانات کو تباہ کرنا فساد یا آلودگی کی سفاکی میں شمار ہوتا ہے، "وإذا تولى سعى في الأرض ليفسد فيها ويهلك الحرث والنسل. والله لا يحب الفساد" (بقرہ: ۲۰۵)۔

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں ایک توازن رکھا ہے اور اسے قائم رکھنے کا حکم دیا ہے، اگر یہ توازن نہ ہو تو فساد برپا ہوتا ہے اور ماحول بگڑتا ہے، حضرت انسان نے یہی کائناتی توازن بگاڑ کر مصیبت مول لے لی ہے، اور پوری انسانیت کو زحمت میں ڈال دیا ہے، اور "السماء بنيناها بأيد وإنا لموسعون" (ذاریات: ۴۷)۔

ماحول کے توازن کی نزاکت کانچ کی طرح ہے، "قوارير من فضة قدروها تقديرا" (دہر: ۱۶)۔

اللہ کے نزدیک موزونیت اور توازن کا بڑا درجہ ہے، "إنا كل شئ خلقناه بقدر" (قمر: ۴۹)۔

اس آیت میں نباتات، حیوانات، آب وہوا، اور سو سے زائد عناصر سمیت ہر اس چیز کا ذکر کیا ہے جو ابھی تک ہم سے مستور ہے۔

پانی جیسی عظیم نعمت کا صحیح ادراک نہ ہونے کی وجہ سے محض فلش میں ۴۰ فیصد فضلات کے ساتھ بہا دیا جاتا ہے، دنیا میں پانی ہی پانی ہے، مگر کئی بلین انسان آب نوشی کو ترستے ہیں، ایک جائزہ کے مطابق ہر سال دنیا بھر میں ۲۵ ملین انسان آلودہ پانی کے سفاک ہاتھوں موت کے گھاٹ اتر جاتے ہیں، جبکہ بدنام زمانہ بیماری (ملیریا) سے صرف ۷ ملین افراد ہلاک ہوتے ہیں، اس کا ذمہ دار بہر حال ہم انسان ہی ہیں (قرآن اور ماحولیات/ص ۱۷۱)۔

سوالات کے جوابات:

۱۔ جو لوگ ایسے وسائل طبخ اور پکوان کے ایندھن استعمال کرنے پر قدرت رکھتے ہیں جو نسبتاً مہنگے ہیں لیکن آلودگی کم ہوتی ہے، ان کا محض ارزاں ہونے کی وجہ سے زیادہ آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن استعمال کرنا درست نہیں ہے، انہیں انسانی واخلاقی اور شرعی فریضہ سمجھ کر اجتماعی مفاد کو انفرادی مفاد پر ترجیح دینی چاہئے، شریعت میں مصالح عامہ کی وجہ سے مصلحت خاصہ یا ذاتیہ کے ضرر کو گوارا کیا گیا ہے، اور جو لوگ وسائل پر قادر نہ ہوں تو ان کو بھی محدود استعمال کرنا چاہئے، اسراف سے بچنا اور بہتر کی تلاش وجستجو کرنا ضروری ہے، قاعدہ:

''يتحمل الضرر الخاص لمنع الضرر العام'' (قواعد الفقه / ص ۱۳۹۔ ق: ۳۹۸، القواعد الفقهيه / ص ۲۲۲)۔

اور ''دفع الضرر أولى من جلب النفع'' (القواعد الفقهيه / ص ۲۱۳)۔

۲۔ حکومت کا ہر وہ قانون جو مفاد عامہ کی خاطر ہے اور شرعی اصولوں سے وہ متصادم نہیں ہے، اس کا شرعاً نفاذ ہوگا، اور اس پر عمل کرنا واجب ہوگا؛ کیونکہ قانون شکنی اور بے ضابطگی سے آدمی کی ذات، مال، اور عزت وآبرو کو خطرہ لاحق ہوتا ہے، اور حدیث شریف میں ہے: ''لا يحل لمؤمن أن يذل نفسه''۔

۳۔ ماحول قدرت کا انمول عطیہ ہے، اسے صاف ستھرا رکھنے کا حکم بے شمار آیات میں موجود ہے اور احادیث میں بھی اس کی ہدایات اور تعلیمات ہیں، اس لئے کم دھواں والے ایندھن کا استعمال شرعاً بھی واجب ہوگا، خواہ اس ایندھن کا تعلق کھانا پکانے سے ہو یا گاڑی موٹر سے یا روشنی حاصل کرنے سے۔

۴۔ شمسی توانائی کو قابل استعمال بنا کر اس سے سہولت حاصل کرنا، صاحب استطاعت افراد، مدارس ومساجد اور دیگر اداروں کے لئے ایک مفید کام ہے، اس سلسلہ میں حکومت کا تعاون کرنا، اور آلودگی سے محفوظ رہنا اور دوسروں کو بھی محفوظ رکھنا ایک پسندیدہ عمل اور مستحسن کام ہے۔

۵۔ صنعتی انقلابی دور میں جبکہ چھوٹے بڑے کارخانوں کی بہتات ہے، ایسے میں ایندھن کے استعمال یا دھواں کے اخراج، یا فضلات کی نکاسی کے تعلق سے فضائی آلودگی کم کرنے کے لئے حکومت کے قوانین پر عمل شرعاً واجب ہے، اور ان کی خلاف ورزی جرم ہے۔

"لا تفسدوا في الأرض بعد اصلاحها"، قاعدہ فقہیہ "الضرر يزال" (قواعد الفقه/ ص ۸۸، ق:۱۶۹)۔

۶۔ جانور کے ناقابل استعمال اجزاء آبادی سے باہر دفن کردیئے جائیں اور ان کی بدبو ختم کرنے کے لئے وہ دوائیں استعمال کی جائیں جو جلد ان کو گلا اور سڑا دیں، اور تعفن کو زائل کردیں، ایام قربانی میں مسلمانوں سے بڑی بے احتیاطی ہوتی ہے، ناقابل استعمال اجزاء گلیوں اور نالیوں میں ڈال دیتے ہیں، جو فضا کو بہت آلودہ کردیتے ہیں، ان کو دفن کرنے، یا آبادی سے دور ڈالنے یا جدید کیمیکل جو بدبو دور کردیں، ان کا استعمال کرنا چاہئے، حکومت کی بھی ذمہ داری ہے کہ غریب آبادیوں میں صفائی کا نظام بہتر بنائے، دواؤں کا چھڑکاؤ کرے، اور ماحول کو سازگار بنانے کی تمام تدبیریں اختیار کرکے لوگوں کا تعاون کرے اور ان سے تعاون بھی لے، شریعت میں تدفین اور دباغت وغیرہ کے احکام سے ماحول کی آلودگی کے تحفظ میں رہنمائی ملتی ہے، مثلاً: "أيما إهاب دبغ فقد طهر" (ترمذی، رقم الحدیث: ۱۷۸۲، القواعد الفقهیه/ ص ۴۹، الفقه الاسلامی وأدلته ۱/ ۲۵۱)۔

۷۔ پلاسٹک کا استعمال ترقی یافتہ دور کا ایک فیشن ہے اور غیر فطری طریقہ ہے، قدیم زمانہ کا طریقہ ہی مفید اور مناسب ہے، ماحول کو نقصان سے بچانا اور سازگار بنانا ہر ایک کی ذمہ داری ہے، محض خوشنمائی اور آسانی کی خاطر پلاسٹک کی تھیلیاں استعمال کرنا، زمین، فضا اور پانی، نیز حیوانات ونباتات سب کے لئے نقصان دہ ہے، اس لئے شرعاً احتیاط لازم ہے۔ "لا تفسدوا في الأرض بعد إصلاحها" اور "لا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة"، نیز "من قتل نفسا بغير نفس أو فساد في الأرض فكأنما قتل الناس جميعا"۔

۸۔ نشہ آور اشیاء کے موضوع پر فقہ اکیڈمی کا سمینار ہو چکا ہے، اس لئے اس کا حکم قلم انداز کیا جاتا ہے، جہاں سگریٹ نوشی کے لئے اسموکنگ زون بنا دیا گیا ہے، اگرچہ قانوناً وہاں پی سکتا ہے لیکن شرعاً ممنوع ہی رہے گا، اور جن مقامات پر قانوناً بھی ممانعت ہے وہاں پینا دوہرا جرم ہے، اور انتہائی ڈھٹائی اور بے حیائی کا کام ہے، ایسے شخص کو تعزیری سزا دینی چاہئے، قاعدہ فقہیہ ہے:

"التعزير إلى الإمام على قدر عظم الجرم وصغره" (قواعد الفقه للمجددی/ ص ۹۴)۔

۹۔ آبادی سے دور جنگلات میں رفع حاجت کرنا چاہئے، آبادی اور شہر کے اندر بیت الخلاء کا نظم کرنا چاہئے، اس سلسلہ میں حکومتی امداد سے فائدہ بھی اٹھانا چاہئے، عوامی مقامات جیسے ریلوے اسٹیشن، بس اسٹینڈ وغیرہ پر یا ہر سڑکوں کے کنارے رفع حاجت یا پیشاب کرنا بہت بری عادت ہے، اور ایسا شخص ملعون ہے، حدیث شریف میں ممانعت آئی ہے۔

"اتقوا اللاعنين، قالوا: وما اللاعنان يا رسول الله؟ قال: الذي يتخلى في طريق الناس أو في ظلمهم" (المسلم)

راستہ یا سائے یا عام گزرگاہ اسی طرح پن گھٹ وغیرہ پر پیشاب اور پاخانہ کرنا لعنت کا سبب ہے، اس پر بے حیائی اور فضائی آلودگی مستزاد، یہی حکم یا اس سے کم درجہ گندے پانی اور فضلات کو کھلی نالیوں یا گلیوں میں بہا دینے کا ہے (معارف الحدیث ۳/ ۳۳ تا ۳۸)۔

۱۰۔ اگر تھوک دان رکھے ہوئے ہیں تو ان کا استعمال نہ کرنا ظلم ونا انصافی اور قانون شکنی ہے، جبکہ وہ دعوت دے رہے ہوں اور (Use Me) کہہ کر پکار رہے ہوں، اور اگر نہیں نظم ہے تب بھی تھوکنے کے لئے مناسب جگہ تلاش کرلینی چاہئے، ہر جگہ تھوکنا اور گندگی پھیلانا غیر انسانی کام، اور بے عقلی کی بات ہے، طہارت شریعت میں مطلوب ہے اور اسے نصف ایمان قرار دیا گیا ہے، حکومت کی ہدایت پر عمل وجوب کی حد تک مطلوب ہے، خلاف ورزی شرعی اور قانونی جرم ہے، حدیث میں "إماطة الأذى عن الطريق صدقة" یا ہے، "إذا قام أحدكم في الصلاة فلا يبصق أمامه" (متفق

علیہ) یہ نہی عام ہے، مسجد وغیرہ سب اس کے لئے (مشکوۃ ۱/ ۶۹، حاشیہ ۱)۔

۱۱۔ شعاعوں کو جنم دینے والی مختلف مشینی اشیاء مثلاً فریج، واشنگ مشین، ایئر کنڈیشن موبائل وغیرہ کا استعمال ضرورت کی حد تک تو درست ہے، ضرورت سے زیادہ استعمال، اسراف وتبذیر کے دائرہ میں آئے گا، اور ممنوع و ناجائز ہوگا، بالخصوص جبکہ اس کے نقصان کا اثر متعدی ہو اور براہ راست تعلق ماحول کے تحفظ سے ہو اور اس کی زد میں پرندے اور کیڑے مکوڑے بھی آتے ہوں، تو قتل نفس کا جرم بھی ہوگا؛ کیونکہ "وما من دابة فی الأرض ولا طائر یطیر بجناحیة إلا أمم أمثالکم" کہا گیا ہے۔

۱۲۔ الف: بلا ضرورت جنگلات کو کاٹنا، کھیت یا پلاٹ بنانا اور آبادیاں بسانا، جائز نہیں؛ کیونکہ جنگلات کا ماحولیات اور موسم سے بہت گہرا تعلق ہے، وہاں جنگلی جانور رہتے ہیں جو اللہ کی مخلوق ہیں، اسلام میں نسل کشی حرام ہے، اور ماحول کے توازن کو بگاڑنا بھی ممنوع ہے، "وأقیموا الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان" فرما کر اس حقیقت کو باور کرایا گیا ہے۔

ب- اسلام میں درخت لگانے، شجرکاری وکاشت کاری کرنے کی بڑی اہمیت ہے، خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا عملی نمونہ پیش کیا ہے، اور فصل یا درخت سے کوئی چور چوری کرلے یا کوئی انسان یا پرندہ استفادہ کرلے تو فصل اور درخت لگانے والے کے لئے باعث اجر اور صدقہ ہے، حتی کہ اتنی اہمیت ہے کہ اگر کسی کے ہاتھ میں پودا ہو اور قیامت سے قبل لگا سکتا ہو تو حکم ہے کہ لگادے، سایہ اور پھل سے مستفید ہونے والے کی دعا ملتی ہے، اور گھر والوں کے کام آکر ان کی ضرورت پوری ہوتی ہے، درخت کی عمر پوری ہونے پر اس کی لکڑی مختلف ضرورتوں کی تکمیل کرتی ہے۔

صوتی آلودگی:

۱۔ کارخانے کی پرشور مشین، جن کو آبادی سے باہر لگانے کی ہدایت حکومت کی طرف سے ہے، اس کو شرعاً قبول کرنا اور اس کی تعمیل کرنا واجب ہے؛ کیونکہ عدم تعمیل کی صورت میں صوتی آلودگی کی وجہ سے، بہت سے مضر اثرات کا سامنا پوری آبادی کو کرنا پڑتا ہے، اور مختلف عوارض وامراض لاحق ہوتے ہیں۔

۲۔ گاڑیوں کا ہارن متعین حد سے زیادہ رکھنا یا بلا ضرورت بار بار ہارن بجانا، یا ایسا ہارن لگانا جو اس گاڑی کے علاوہ کسی اور گاڑی کا ہو، غیر انسانی، غیر شریفانہ اور غیر اخلاقی وغیر شرعی کام ہے، قانون کی خلاف ورزی، فریب، ضرر رسانی، خوف ودہشت طاری کرنا، جیسے مضرات اور خطرات پائے جانے کی وجہ سے ممنوع ہوگا۔

۳۔ مختلف تقریبات میں DJ کا بڑھتا ہوا رواج انتہائی تشویشناک ہے، انسان کی سماعت اور ماحول پر نقصان دہ اثر ڈالتا ہے، آبادی کو بے سکون و بےکیف بنادیتا ہے، مرض کی شدت بڑھاتا، مریض کو بے چین کرتا ہے، نیند میں خلل ڈالتا ہے، کام کاج، ذکر وتلاوت اور نماز یا گفتگو پر غلط اثر ڈالتا ہے، بدقسمتی سے مسلمانوں میں بھی رائج ہوگیا ہے، اس کے ساتھ قلبی امراض کا سبب بنتا ہے۔

لہذا ان تمام مضرات اور مفاسد کی وجہ سے شرعاً ماحولیاتی تناظر میں ناجائز اور ممنوع ہے۔

۴۔ مذہبی یا سیاسی جلسوں اور مشاعروں کے لئے جو وقت قانونی طور پر مقرر ہے اور آواز کی جس مقدار کی تعیین وتحدید ہے، شرعاً اس قانون کی پابندی واجب ہے اور خلاف ورزی موجب سزا جرم ہے، حکومت ایسے لوگوں کی تعزیر کرے؛ کیونکہ شریعت اسلامیہ میں شور وہنگامہ کے ذریعہ کسی کو اذیت پہنچانا جہاں انتہائی ناپسندیدہ ہے وہاں حرام بھی ہے "إیذاء المسلم حرام"، "المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ"، پھر دیر تک جاگنے سے نماز فجر فوت ہوتی ہے، "ما سلککم فی سقر، قالوا: لم نک من المصلین" کی وعید کا مستحق ہوا، احادیث میں عشاء بعد فوراً سوجانے کا حکم ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اور صحابہؓ کا معمول یہی تھا، اور فطری طریقہ بھی یہی ہے، ہمارے پروگرام مغرب تا عشاء ہونے چاہئیں، دوسری طرف ایسا کرنے میں اسراف وتبذیر، ریا ونمود، تفاخر وتکاثر، جمع مال کی حرص وہوس، مقابلہ آرائی (مقررین اور منتظمین دونوں میں) پائی جاتی ہے، لہذا ان تمام اسباب ومفاسد اور مضرات کی وجہ سے وقت مقررہ کی پابندی اور آواز کی مقدار کی رعایت، بہت ضروری اور اہم ہے، شرعی نقطہ نظر سے بھی اس کی اجازت ہرگز نہیں دی جاسکتی۔

☆☆☆

ماحولیاتی آلودگی اور اسلام

مفتی عابد الرحمن مظاہری[1]

قوانین فطرت اور ارشاد ربانی:

اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کے درمیان جن چیزوں کو پیدا فرمایا وہ خالی از حکمت نہیں ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کو نہیں سمجھتے اور ان سے رو گردانی کرتے ہیں ان لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سخت وعید فرمائی ہے:

"وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ذَٰلِكَ ظَنُّ الَّذِينَ كَفَرُوا فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ النَّارِ" (سورۂ ص:۲۷)۔

(اور ہم نے آسمان وزمین کو اور جو چیزیں ان کے درمیان ہیں ان کو خالی از حکمت پیدا نہیں کیا (ان کا خالی از حکمت ہونا یہ) ان لوگوں کا خیال ہے جو کافر ہیں، سو کافروں کے لئے (آخرت میں) بڑی خرابی ہے)۔

اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی صحت اور اس کی فلاح وبہبود اور کامیاب زندگی گزارنے کے لئے بیشمار نعمتیں پیدا فرمائی ہیں تاکہ دنیا میں صالح معاشرہ کے ساتھ ساتھ ایک صحت مند اور تندرست نظام قائم ہو۔ سورہ نحل کی مندرجہ ذیل آیات میں اللہ تعالیٰ اس طرح ارشاد فرمایا:

"خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ۔ الی آیۃ۔ وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ" (سورہ نحل از آیت ۳ تا آیت ۱۸)۔

"وَهُوَ الَّذِي أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا وَمِنَ النَّخْلِ مِن طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَجَنَّاتٍ مِّنْ أَعْنَابٍ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ انظُرُوا إِلَىٰ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَيَنْعِهِ إِنَّ فِي ذَٰلِكُمْ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ" (سورۂ انعام:۹۹)۔

(اور اسی نے آسمان سے پانی اتارا، پھر ہم نے اس سے ہر چیز اگنے والی نکالی پھر ہم نے اس سے سبز کھیتی نکالی جس سے ہم ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے دانے نکالتے ہیں، اور کھجور کے شگوفوں میں سے پھل کے جھکے ہوئے گچھے ہیں، اور باغ ہیں انگور اور زیتون اور انار کے آپس میں ملتے جلتے اور جدا جدا بھی، دیکھو ہر ایک درخت کے پھل کو جب وہ پھل لاتا ہے اور اس کے پکنے کو دیکھو، ان چیزوں میں ایمان والوں کے لیے نشانیاں ہیں)۔

بہر حال ان کے علاوہ اور بھی دیگر ایسی متعدد آیات ہیں جن میں قوانین فطرت کا ذکر ہے یہ تمام آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ کائنات کی تمام چیزیں زمین وآسمان، چاند سورج اور ستارے، شجر حجر، چرند پرند، بلندو بالا پہاڑ، ندی نالے، دریا اور سمندر، تالاب اور جھیلیں، آگ اور پانی، پتھر اور مٹی، نباتات، جمادات اور حیوانات، سونا چاندی، لوہا پیتل اور دیگر قیمتی دھاتیں، زیر زمین دیگر وسائل اور ذخائر، زیر آب قیمتی ہیرے موتی، سمندری جانور، مختلف قسم کی گیسیں وغیرہ لاتعداد اللہ تعالیٰ کی نعمتیں جو اس کائنات میں موجود ہیں یہ تمام کی تمام انسانی زندگی کی ضروریات کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہیں۔ یہ تمام سہولیات من جانب اللہ انسان کے لئے انعام ہیں جن سے اعتدال میں رہتے ہوئے استفادے کی اجازت دی گئی ہے مداخلت اور اسراف کی اجازت نہیں دی گئی۔ قدرتی وسائل کا بے جا اور بلا ضرورت استعمال اور اتلاف کرنے والے انسانیت کے دشمن ہیں، آج کے اس ماحولیاتی فساد کے دور میں مغربی ممالک اور ان کی ہم خیال حکومتیں ایک دوسرے سے سبقت لیجانے کے کھیل میں دنیا کی بربادی کے سامان مہیا کر رہے ہیں اور اتنے مہلک اور خطرناک ہتھیار ایجاد کر چکے ہیں کہ جن کے استعمال کرنے سے فضائی آلودگی انتہائی خطرناک درجہ کو پہنچ چکی ہے جس کی وجہ سے ہزاروں کی تعداد میں مردوزن اور بچے متاثر ہو رہے ہیں جو طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہیں۔ کھیتیاں

[1] مدنی دار الافتاء مدرسہ عربیہ مدینۃ العلوم، محلہ مردھگان بجنور (یوپی)۔

متاثر ہو رہی ہیں، پانی زہر آلود ہو گیا ہے، ایسے ہی لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے فسادی قرار دیا ہے، قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللَّهَ عَلَىٰ مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ. وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ والله لا يحب الفساد وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ فَحَسْبُهُ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ" (سورۂ بقرہ:۲۰۴۔ ۲۰۶)۔

(اورلوگوں میں ایسا شخص بھی ہے کہ اس کی گفتگو جو دنیوی غرض سے اچھی معلوم ہوتی ہے، اور جو اس کے دل میں ہے اس پر وہ اللہ کو گواہ لاتا ہے! دراں حالیکہ وہ شدید ترین دشمن ہے، اور جب پیٹھ پھیر جاتا ہے تو اس دوڑ دھوپ میں رہتا ہے کہ زمین پر بگاڑ پیدا کرے، کھیتی اور جانوروں کو تلف کرے، دراں حالیکہ اللہ بگاڑ کو پسند نہیں کرتا، اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کا خوف کر، تو اسے نخوت (اور زیادہ) گناہ پر آمادہ کرتی ہے، سو اس کے لئے جہنم بس ہے اور وہ بری آرام گاہ ہے)۔

فساد پھیلانے کی ممانعت:

قرآن حکیم نے زمین میں فساد پھیلانے سے منع کیا ہے۔ زمین میں فساد پھیلانے سے مراد اس کے قدرتی حسن کو تباہ کرنا اور تناسب کو بگاڑنا بھی ہے، آلودگی پھیلانا ایک ہمہ گیر فساد ہے جس کے دامن میں فساد ہی فساد بربادی ہی بربادی ہے۔ اسلام فساد کو پسند نہیں کرتا ہے زمین پر فساد پھیلانا نظام قدرت میں مداخلت ہے۔ اسی مناسبت سے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ" (سورۂ اعراف:۸۶)۔

(اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد مت کرو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم ایمان دار ہو)۔

آج دنیا جن حالات سے دوچار ہے یہ انسان کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے۔ انسان نے اپنی زندگی خود اجیرن بنالی جو ماحول انسان کی خوش حالی کا ضامن تھا آج وہی ماحول اس کے لئے تباہی کا ذریعہ بنا ہوا ہے۔ سچ ہے کہ: خود کردہ را علاجے نیست

"ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ" (خشکی اور تری میں فساد برپا ہو گیا، لوگوں کے اعمال کے سبب)۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی ہر تخلیق کو عمدہ ترین طریقہ پر پیدا کیا۔ کائنات کا ایک ایک ذرّہ اور اس میں کارفرماں قوتیں اور طبعی وفطری قوانین اللہ احسن الخالقین کے احکامات میں بندھے ہوئے ہیں۔ انسان اللہ تبارک وتعالیٰ کی احسن ترین مخلوق ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے تخلیق کرنے خلقتُ بِیَدِی کا شرف بخشا، اور کل کائنات کو اسی کی خدمت میں لگا دیا تا کہ انسان اعتدال میں رہتے ہوئے ان کو استعمال کرے اور فائدہ اٹھائے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا:

"كُلُوا وَاشْرَبُوا مِن رِّزْقِ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ" (سورۂ بقرہ:۶۰)۔

(اللہ کے دیے ہوئے رزق میں سے کھاؤ پیو اور زمین میں فساد مچاتے نہ پھرو)۔

"أَحْسِن كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ" (سورۂ قصص:۷۷)۔

(اور جو (مال) تم کو خدا نے عطا فرمایا ہے اس سے آخرت کی بھلائی طلب کیجئے اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھلایئے اور جیسی خدا نے تم سے بھلائی کی ہے (ویسی) تم بھی (لوگوں سے) بھلائی کرو، اور ملک میں طالب فساد نہ ہو؛ کیونکہ خدا فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا)۔

"تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ" (سورۂ قصص:۸۳)

(وہ (جو) آخرت کا گھر (ہے) ہم نے اُسے اُن لوگوں کے لئے (تیار) کر رکھا ہے جو ملک میں ظلم اور فساد کا ارادہ نہیں رکھتے اور انجام (نیک) تو پرہیزگاروں ہی کا ہے)۔

"وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ" (سورۂ بقرہ:۲۰۵)

(اور جب پیٹھ پھیر کر جاتا ہے تو ملک میں فساد ڈالتا اور کھیتی اور مویشی کو برباد کرنے کی کوشش کرتا ہے، اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا)۔

فساد سے مراد صرف جھگڑا انتشار نفرت پھیلانا ہی نہیں بلکہ ہر وہ عمل جو فطری نظام میں مخل ہو اور خلق اللہ کے لئے مضر ہو اور اللہ تعالیٰ نے بندوں کی صحت سے متعلق جو نظام دنیاوی مرتب کیا ہے اس کی ضد ہو۔ ان قدرتی انتظامات میں تبدیلی کی کوششیں اور نظام فطرت سے کھلواڑ اور تصادم کو فساد، فتنہ اور بغاوت پر محمول کیا جائے گا جیسا کہ اہل لغت نے لکھا ہے:

''الفساد ہو الخروج بالشیء عن حدّ اعتداله، وهو ضدّ الصلاح, ويقال أصلح الشيء بعد إفساده. ومن معانى الفساد الجدب فى البرّ والقحط فى البحر'' (تاج العروس، الزبیدی۵/ ۱۶۴-۱۶۵)۔

''الفساد فى أصل اللغة: هو تغير الشئ عن الحال السليمة وخروجه عن الاعتدال فهو ضد الصلاح'' (المدخل الفقهى العام۲/ ۶۷۳بحواله انسانی حقوق اور اسلامی نقطه نظر)۔

اصل لغت میں''فساد'' کے معنی کسی چیز کی حالت سلیم کا بدل جانا اور اعتدال سے نکل جانا، فساد'صلاح'' کی ضد ہے۔

ماحولیاتی آلودگی اور اسراف:

ماحولیاتی آلودگی کا سب سے اہم سبب فضول خرچی اور اسراف ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو انسان کے لئے سجایا اور بسایا ہے اور انسان کے بقاو تحفظ کے لئے بیشمار چیزوں کو پیدا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کھاؤ اور پیو مگر اعتدال کے ساتھ اسراف اور فضول خرچی مت کرو اور کسی کا حق مت مارو؛ کیونکہ ان قدرتی وسائل پر سبھی کا حق ہے، ہر شخص کو اپنی ضروریات پوری کرنے کا حق ہے۔ ایسا نہیں کہ ایک طبقہ تو قدرتی وسائل کا اس طرح بے دریغ استعمال کرے کہ دوسرا طبقہ ان سے محروم رہے۔ اسلام نے اس طرح کی فضول خرچی کی ممانعت فرمائی ہے، فضول خرچی کرنے والوں کو شیطان کا بھائی قرار دیا ہے:

"وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا" (سورۂ اسرا: ۲۶-۲۷)۔

(اور بے موقع مت اڑاؤ، بے شک بے موقع اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے)۔

اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے کی اجازت دی ہے لیکن فضول خرچی اور اسراف کی ممانعت فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ نے اسراف کو فساد فی الارض سے تعبیر کیا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ" (سورۂ اعراف: ۳۱)۔

(کھاؤ اور پیو، اور اسراف نہ کرو، اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا)۔

فضول خرچی کرنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سخت وعید فرماتے ہوئے آگاہ فرمایا:

"إِنَّ اللهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ" (سورۂ مومن: ۲۸)۔ (یقیناً اللہ جھوٹے مسرف کی ہدایت نہیں کرتا)۔

سورہ انبیاء میں اللہ تعالیٰ نے اسراف کرنے والوں کے بارے میں اس طرح فرمایا:

"وَأَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِينَ" (سورۂ انبیاء) (اور ہم نے مسرفین کو ہلاک کر ڈالا)۔

''اسراف'' اور ''تبذیر'' دونوں قریب المفہوم الفاظ ہیں، اسراف کسی چیز کو حد اعتدال سے تجاوز کرتے ہوئے استعمال کرنا؛ جبکہ تبذیر اس طرح بے خرچ کرنے کو کہتے ہیں کہ جو اتلاف اور ضیاع کی حد تک پہنچ جائے مثلاً دو مہمانوں کے لیے دس افراد کا کھانا پکا لینا اور بچے ہوئے کھانے کو ضائع کر دینا یا تلف کر دینا۔

بہر حال اسراف ہو یا تبذیر دونوں اسلام میں جائز نہیں۔ اسراف اور تبذیر وہ کسی بھی شکل میں ہو نقصان سے خالی نہیں، فضول خرچی سے ''مُسرف''، ''اور'' مبذر'' تو متاثر ہوتے ہی ہیں لیکن ان سے زیادہ دیگر انسان اور دیگر مخلوق بھی متاثر ہوتی ہے؛ کیونکہ اس کائنات میں انسان کے علاوہ دیگر جاندار بھی زندگی گزار رہے ہیں، جن کے کھانے پینے کا انحصار اردگرد کے ماحول اور قدرتی وسائل پر ہے، مگر انسان ان قدرتی وسائل کو

اسراف کے ساتھ استعمال تو کر ہی رہا ہے لیکن ان کو ضائع اور تلف بھی کر رہا ہے۔ کسی چیز کو ضائع اور تلف کرنا یہ فساد اور اسراف کی بدترین شکل ہے، اس لئے کہ اسراف میں کچھ حصہ تو استعمال میں آتا ہے مگر اتلاف اور ضیاع میں تو کسی کو بھی فائدہ نہیں ہوتا محض بربادی ہی بربادی ہے۔

فضائی آلودگی کے اسباب:

فضائی آلودگی کے متعدد اسباب ہیں جن میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) لکڑی، کوئلہ، گیس، اور تیل کا بے جا اور فضول استعمال۔

(۲) پٹرول اور ڈیزل کی گاڑیوں اور انجن سے دھوئیں کا اخراج۔

(۳) صنعتی کارخانوں اور فیکٹریوں سے نکلنے والے فضلات۔

(۴) جنگ میں استعمال ہونے والے ہتھیاروں کے فضلات اور اسلحہ خانوں میں آتشزدگی۔

(۵) جنگلات کا صفایا۔ (۶) تابکاری شعاعوں اور زہریلی گیسوں کا اخراج۔

(۷) پلاسٹک اور پلاسٹک سے بنی چیزوں کا کچرہ۔ (۸) سگریٹ نوشی۔

(۹) ٹریفک کی بہتات اور اس کا غیر فطری نظام۔ (۱۰) انسانی اور حیوانی فضلات سے پھیلنے والی گندگی۔

(۱۱) مین ہول کے ذریعہ زیر زمین پانی میں ڈالے جانے والے فضلات۔

(۱۲) e۔کچرہ۔ (۱۳) ایئر کنڈیشن اور فریج کا بڑھتا استعمال۔

(۱۴) بارودی کھلونوں اور پٹاخوں کا استعمال۔

فضائی آلودگی آج کی صنعتی دنیا کے لیے انتہائی سنگین مسئلہ بن چکا ہے۔ فضائی آلودگی کا مطلب ماحول میں ایسے عناصر کی موجودگی ہے جن کی وجہ سے انسان اور ماحولیاتی نظام پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہوں۔ ان عناصر میں متعدد نوع کی گیس (سلفر ڈائی آکسائڈ، نائٹروجن آکسائڈ، کاربن مونو آکسائڈ اور ہائیڈرو کاربن وغیرہ)، باریک ذرات (جیسے دھواں، غبار، بخارات، کہرے کے مہین غیر مرئی ذرات وغیرہ)، تابکاری مواد اور دیگر بہت سی چیزیں شامل ہیں۔ مختلف قسم کی آلودگیوں کی یوں تو مختلف وجوہات ہیں مگر عمومی طور پر انھیں یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ آبادی کے اضافے، صنعتی پھیلاؤ اور نئے بلدیاتی ضروریات کے عمل نے آلودگی کو جنم دیا ہے۔ بڑھتی ہوئی آبادی اور بنیادی ضروریات کی تکمیل کے لیے جنگلات کا صفایا ہوا؛ تاکہ نئی بستیاں اور نئی کالونیاں بسائی جا سکیں۔ گلستان اور چراگاہوں کو ختم کر کے کاشتکاری شروع کی گئی اور نئے کارخانوں کی بنیاد ڈالی گئی؛ تاکہ بڑھتی آبادی کی ضروریات کو پورا کیا جا سکے۔ جب نئی آبادیاں وجود میں آئیں تو ظاہر ہے آمدورفت کے لئے نئے راستے، شاہراہیں بھی بنانی پڑیں۔ آبادی کے پھیلاؤ کے سبب آمدورفت کے لیے سواریوں کی ضرورت پیش آئی جس سے ایندھن کی کھپت کے اضافہ نے ہوا کی آلودگی کو مزید بڑھا وا دیا۔ اسی طرح سے آبادی کے تناسب سے نئے نئے اسکول، تعلیم گاہیں، اسپتال وغیرہ بھی بنانے پڑے، اب چونکہ اسپتال، جدید طرز کی نئی تعلیم گاہیں اور بڑے بڑے عالیشان بنگلے اور کالونیاں شہری آبادی سے باہر ہوتی ہیں جہاں پانی کی نکاسی کا انتظام نہیں ہوتا لہٰذا مین ہول کے ذریعہ گندہ پانی اور فضلات کو زیر زمین پانی میں ڈال دیا جاتا ہے جس سے پانی کے سوت خراب اور گندے ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے مہلک بیماریاں جنم لے رہی ہیں، یہ زہریلا پانی بھی ماحولیاتی آلودگی کا سبب بن رہا ہے۔

دنیا میں معاشی ترقی کے بلند تناسب کی وجہ سے شہری علاقوں میں آنے والے لوگوں کی لمبی قطار لگی ہے، جس کی وجہ سے شہری آبادی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ نقل و حمل کے دوران آلودگی پیدا کرنے والے بنیادی اسباب میں متنوع قسم کے ردعمل کا ظہور ہوتا ہے جس کی وجہ سے آلودگی کے ثانوی اسباب وجود میں آتے ہیں اور شہر کے نواحی علاقوں پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ تیزی سے بڑھتے ہوئے شہر، سڑکوں پر بھیڑ، گندے ترین ایندھن کا استعمال، قدیم صنعتی عمل پر بھروسہ، توانائی کی بڑھتی ہوئی صارفیت، دنیا کی سڑکوں پر تیس کروڑ سے زائد کاریں، گاڑیاں وغیرہ شب و روز دندناتی

پھرتی ہیں۔ بحری اور ہوائی جہاز بھی اپنی فاصلہ پیمائی کے لیے ایندھن کے محتاج ہیں نیز ہمہ اقسام کی مشینوں اور کارخانوں کے دلوں کی دھڑکنوں کے لیے تیل/ ڈیزل وغیرہ ہی خون کی حیثیت رکھتے ہیں۔ صنعتی حلقہ بندی اور ماحولیاتی قوانین کا فقدان، یہ ساری چیزیں شہری علاقوں میں فضائی کیفیت کی بدحالی اور عوام کی خراب صحت کے لیے ذمہ دار ہیں۔

ماحولیاتی آلودگی کے اسباب میں سے موبائل فون، اسٹیشنری سے متعلق اشیاء اور کھلے میدان میں جلنے والی اشیاء اور کھلے میدان میں رفع حاجت فضائی آلودگی کے اہم اسباب میں سے ہیں۔ ترقی پذیر ممالک میں کھانا بنانے یا کسی چیز کو گرم کرنے کے لیے کوئلے اور بایوماس (جیسے لکڑی، زرعی فضلات اور سوکھے گوبر) کے استعمال کی وجہ سے گھر کے اندر اور گھر کے باہر آلودگی میں زبردست اضافہ ہوا ہے۔ صنعتی ایندھن کے طور پر توانائی کی پیداوار کے لیے کوئلے کا جلنا بھی ترقی پذیر ممالک میں فضائی آلودگی کا اہم سبب ہے، جہاں سستے داموں میں کوئلے کی فراہمی صنعتی منصوبوں کے لیے اہم محرک ثابت ہو رہی ہے۔

کھلے میدان میں قضا حاجت:

اسی طرح کھلے میدان میں رفع حاجت خاص کر ہندوستان جیسے ترقی پذیر ملک میں فضائی آلودگی کا سبب ہے جس سے انسانی صحت تو متاثر ہوتی ہی ہے بلکہ فضا میں تعفن بھی پیدا ہوتا؛ لیکن اب حکومت ہند نے اس طرف سخت قدم اٹھایا ہے، جہاں جہاں بیت الخلا نہیں تھے وہاں حکومت نے اپنے خرچ پر بیت الخلا بنوائے ہیں جس کے مثبت نتائج برآمد ہو رہے ہیں۔ اس طرح سے جانوروں کے فضلات جو سڑک کے کناروں پر پڑے ہوتے ہیں ان سے نکلنے والی گیس اور بدبو فضائی آلودگی کا سبب ہے اس جانب ابھی کوئی خاص توجہ نہیں ہے؛ حالانکہ اگر جانوروں کے فضلات (گوبر) پر خاص توجہ دی جائے اور گوبر پلانٹ کے ذریعہ جانوروں کے فضلات کو استعمال میں لایا جائے تو اس سے نہ صرف یہ کہ قدرتی کھاد میسر ہو بلکہ گھریلو ضروریات کو پورا کرنے لئے بجلی بھی فراہم ہو۔

e کچرہ، اور پلاسٹک:

کمپیوٹر، موبائل، ٹی وی وغیرہ سے ہونے والا کچرا نہ صرف ماحول کو آلودہ کرتا ہے اور نقصان پہنچاتا ہے بلکہ یہ انسانی صحت کے لیے بھی مضر ہے، مگر شاید ہم ابھی اس کے خطرات کو بھانپ نہیں پائے ہیں۔ امریکہ کی ماحولیاتی تحفظ ایجنسی (انوائرمنٹل پروٹیکشن ایجنسی E.P.A کے ایک جائزے کے مطابق ہر برس ناقابل استعمال ہو جانے والے الیکٹرانک آلات خصوصاً ناکارہ کمپیوٹروں کو سنبھالنا اور انھیں ٹھکانے لگانا بڑا مشکل ہوتا جا رہا ہے۔ اس قسم کے الیکٹرانک آلات ہر سال دو سو بیس ٹن ''ای'' کچرا پیدا کر رہے ہیں۔ امریکہ کے مشہور زمانہ سلی کان ویلی میں جو اطلاعاتی انقلاب کا مرکز ہے وہاں زہریلے اجزا کے سروے اور ان سے متعلق معلومات اکٹھا کرنے کا ادارہ ''سلی کان ویلی ٹاکسکس کلیکشن'' قائم ہے۔ اس کے ایک مطالعے کے مطابق بہت کم عرصے میں دنیا میں پچاس کروڑ سے زائد کمپیوٹر کچرے میں تبدیل ہو جائیں گے بہ الفاظ دیگر تین ارب کلو پلاسٹک کا پہاڑ جمع ہو جائے گا۔

جیسا کہ ہم واقف ہیں پلاسٹک اور اس قبیل کی اشیاء زمین میں تحلیل نہیں ہوتیں، بغیر کسی تغیر کے برسہا برس ان میں تجزیہ یا فضا میں تحلیل ہونے کا کوئی عمل نہیں ہوتا، اگر ان کو جلایا جائے تو بہت کثیف دھواں پیدا ہوتا ہے جو فضائی آلودگی کا باعث ہے، لہٰذا پلاسٹک سے بنی اشیاء اسی طرح زمین پر پڑی رہتی ہیں، اور گزرتے وقت کے ساتھ اس کوڑا کرکٹ میں اضافہ ہی ہوتا جائے گا، تو تصور کیجیے کہ دنیا کا کیا نقشہ ہوگا! کمپیوٹروں اور دیگر آلات کی بہتر اور ترقی یافتہ کوالٹی کے مارکیٹ میں آتے ہی پرانے سامان متروک سمجھے جاتے ہیں۔ اب یہ رد کئے ہوئے سامان آخر کہاں جائیں گے! ظاہر ہے ان کو ردی سمجھ کر کوڑے دان میں پھینک دیا جائے گا۔ یہ ''ای'' کمپیوٹر تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ اس میں ٹی وی بھی شامل ہے، معلوم رہے کہ ٹی وی اور مانیٹر کی اسکرین میں لیڈ (سیسہ) کا استعمال ہوتا ہے۔

اب اس سے بھی آگے دیکھئے موبائل کی آمد نے اپنے دست و پا دور دراز تک پھیلا دئے ہیں جس کے بغیر دنیاوی زندگی گویا تھم جاتی ہے۔ اس دنیا کا بمشکل کوئی گوشہ ایسا ہوگا جہاں ان کا استعمال نہ ہو۔ آج گھر میں کمپیوٹر کا ہونا اور گھر کے ہر فرد کے لیے علیحدہ موبائل کا ہونا سماجی عزت (اسٹیٹس) کی علامت بن چکا ہے۔ اور اب اس میں مزید اضافہ ہی ہوگا؛ کیونکہ ای بینکنگ، اور کیش لیس نظام دنیا کے بڑے ممالک میں تو تقریباً رائج ہو چکا ہے

اوراب ہندوستان جیسے ترقی پذیر ملک نے بھی کیش لیس نظام کی طرف قدم بڑھادیا ہے، اس کا سیدھا مطلب الیکٹرونک آلات اور موبائل کا استعمال زیادہ ہوگا لہٰذا ظاہر ہے جب یہ سب کچھ ہوگا تو e۔ کچرے میں بھی لامحالہ اضافہ ہوگا۔ اور یہ سلسلہ آگے چلتا ہی رہے گا اور یہ e۔ کچرا انسانوں کی پریشانیوں میں اضافہ کرتا رہے گا۔!!

سگریٹ نوشی اور فضائی آلودگی:

سگریٹ نوشی بھی فضائی آلودگی کا اہم سبب ہے، ماہرین کے مطابق صرف سگریٹ ہی کافی مقدار میں کاربن ڈائی آکسائیڈ پیدا کرتی ہے۔ ۱۹۷۵ء/ جب پہلی بار امریکہ نے فضا میں کاربن ڈائی آکسائیڈ کو ناپا تو اس وقت اس کی مقدار 315 پی پی ایم تھی جب سے اب تک فضا میں 55 فیصد کا اضافہ ہوا ہے گویا ہر سال ایک پی پی ایم سے زائد کاربن دائی آکسائیڈ فضا میں شامل ہورہی ہے اگر صورت حال یہی رہی تو آئندہ سالوں میں اس رفتار سے بڑھتی ہوئی کاربن ڈائی آکسائیڈ انتہائی خطرناک شکل اختیار کرسکتی ہے۔

ڈاکٹر شویتا تیاگی اپنے تجربات کا ذکر کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ وہ خواتین جو سگرٹ نوشی کرتی ہیں ان میں کینسر کا خطرہ کہیں زیادہ بڑھ جاتا ہے، نیز خواتین کے تولیدی نظام بھی متاثر ہوتا ہے (روزنامہ راشٹریہ سہارا: ۴ / دسمبر ۲۰۱۶ء/ اتوار)۔

تمباکو نوشی کے بدنی نقصانات:

۱۔ نظر کا کمزور ہوجانا۔ ۲۔ دل کمزور اور دل کی دھڑکن کا نظام بے ترتیب ہوجانا۔ ۳۔ پٹھوں میں کھچاؤ اور کمزوری کا آجانا۔ ۴۔ کھانسی، بلغم اور گلے کا گھٹنا جیسی بیماریوں کا پیدا ہوجانا۔ ۵۔ بھوک میں کمی آجانا۔ ۶۔ سرطان کی بیماری لگ جانا۔ ۷۔ سینے کی بیماریاں پیدا ہوجانا۔ ۸۔ مردانہ قوت میں کمی واقع ہوجانا۔ ۹۔ غذا سے مکمل طور پر فائدہ نہ پہنچنا۔ ۱۰۔ خون کے خلیے خراب ہوجانا۔

جدید طبی تحقیق کے مطابق سر میں مسلسل درد کی ایک اہم وجہ سگریٹ نوشی بھی ہوسکتی ہے۔

سگریٹ کے دھوئیں سے جانوروں میں الرجی، سوزش اور ناک اور پھیپھڑوں کا کینسر عام بیماریاں ہوجاتی ہیں۔

اس کے علاوہ الٹی، کھانسی، سانس کی تکالیف اور منہ سے خون جاری ہونے کی بیماریاں ہوسکتی ہیں۔

تمباکو کے اندر موجود زہریلے مواد میں سب سے مشہور اور ضرر رساں ''نکوٹین'' ہوتا ہے، بعض اطباء کا کہنا ہے کہ ایک سگریٹ میں اس کا اتنا مادّہ پایا جاتا ہے کہ اگر انجکشن کے ذریعہ آدمی کے نس (رگ) میں داخل کردیا جائے تو اس کی موت کے لئے کافی ہے، اور یہ بات مشہور ہے کہ ''نکوٹین'' جیسے زہریلے مادّے کی دو بوند اگر کسی کتّے کے منہ میں ڈال دی جائے تو وہ فوراً مرجائے، اور اس کے پانچ قطرے ایک اونٹ کو قتل کرنے کے لئے کافی ہیں۔

سائنس دانوں کی تحقیق کے مطابق سگریٹ پینے سے کچھ لوگوں کے گنجا ہوجانے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے، تحقیق کاروں کا کہنا ہے کہ وہ ایشیائی مرد جو سگریٹ نوشی نہ کرتے ہوں، مغربی مردوں کی نسبت ان کے گنجا ہوجانے کا امکان کم ہوتا ہے لیکن یہی اگر ایشیائی مرد سگریٹ نوش ہوں تو زیادہ امکان ہے کہ وہ گنجے ہوجائیں گے۔

''آرچیوز آف ڈرماٹولوجی Archives of Dermatology امریکن میڈیکل ایسوسیشن سے شائع ہونے والا معروف ماہنامہ طبی میگزین'' کی ایک تحقیق کے مطابق اگر کوئی مرد روزانہ بیس سگریٹ پیئے تو اس کے گنجا ہونے کا امکان بڑھ جاتا ہے، سائنس دانوں کا خیال ہے کہ سگریٹ نوشی سے بال پیدا کرنے والے خلیوں کو نقصان پہنچتا ہے۔

صحت کے عالمی ادارہ W.H.O. نے اپنی حالیہ رپورٹ میں انتباہ کیا ہے کہ تمباکو کے بڑھتے استعمال پر اگر روک نہیں لگی تو اکیسویں صدی میں اس کے خطرناک نتائج سامنے آسکتے ہیں، اگر اس کا استعمال اسی طرح سے ہوتا رہا تو اکیسویں صدی میں اس کے چلتے ایک ارب جانیں جاسکتی ہیں، واضح رہے کہ بیسویں صدی میں اس سے دس کروڑ لوگ موت کے منہ میں جاچکے ہیں۔ سگریٹ کے دھوئیں کے اندر ''پولی سائکلک ایرومیٹک ہائیڈرو کاربنس'' نامی ایک مادہ ہوتا ہے جو بعض کیمیائی تعملات کے ذریعہ ٹیومر بننے کا سبب بنتا ہے جس سے کینسر جیسا موذی مرض جنم لیتا ہے، معلوم ہوا کہ

سگریٹ صرف پینے والوں ہی کے لئے نقصان دہ نہیں ہے بلکہ اس سے نکلنے والا دھواں دوسروں کے لئے بھی حد درجہ نقصان دہ ہے۔ رپورٹ کے مطابق دنیا میں ۸۵ /ملین لوگ ایسے ہیں جو سگریٹ نوشی نہیں کرتے مگر سگریٹ پینے والوں کے ساتھ رہنے کی وجہ سے انہیں بھی انہی مسائل کا سامنا ہے جن کا سامنا عادی سگریٹ نوشوں کو ہے (ماہنامہ محدث بنارس، فروری: ۲۰۰۸ء)۔

سگریٹ نوشی اور اسلام:

سگریٹ نوشی کے نقصانات کے بارے میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ خود اسموکنگ کرنے والے لئے کتنی مضر ہے اور اس سے زیادہ دوسروں کے لئے ہے۔ سگریٹ نوشی کے نقصانات اگر صرف پینے والے تک ہی محدود ہوتے تو کوئی مضائقہ نہیں تھا، اور سگریٹ نوشی نہ کرنے والے خود کو خوش نصیب سمجھتے مگر مسئلہ کی سنگینی یہ ہے کہ سگریٹ نوشی کرنے والوں کی وجہ سے فضا میں سانس لینا بھی خطرناک ہو گیا ہے، وہ انسان جو سگریٹ نوشی نہیں کرتے ان کا شمار بھی سگریٹ نوشوں میں ہوتا ہے۔ جو لوگ اسموکنگ کرتے ہیں ان کو (عملی سگریٹ نوشی) Active Smoking اور جو لوگ سگریٹ نوشی نہیں کرتے ان کو (غیر ارادی سگریٹ نوشی) Passive Smoking کہتے ہیں، دونوں کو یکساں نقصان پہنچتا ہے۔ ایک تحقیق کے مطابق جو لوگ (غیر ارادی سگریٹ نوشی) سگریٹ نوشی نہیں کرتے وہ عملی سگریٹ نوشی کرنے والوں کے بالمقابل پانچ گنا زیادہ کاربن مونو اکسائیڈ، تین گنا زیادہ تارکول، اور نکوٹین، چار گنا زیادہ بنزو پائرین، سانس کے ساتھ جسم کے اندر لیجاتے ہیں یہ سب کے سب انتہائی خطرناک زہر ہیں اور سلو پوائزن (Slow Poison) کا کام کرتے ہیں۔

تمباکو نوشی ہلاکت کا باعث ہے:

سگریٹ نوشی کے سبب انسان بہت سی مہلک بیماریوں میں گرفتار ہو جاتا ہے اور بالآخر دھیرے دھیرے موت کے دروازے پر دستک دینے لگتا ہے جو کہ خودکشی کے مترادف ہے اور اللہ تعالی نے خودکشی سے منع فرمایا ہے۔

علامہ یوسف قرضاویؒ اپنی کتاب ''الحلال والحرام'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''اسلامی شریعت کا عام قاعدہ ہے کہ مسلمان کے لئے کسی ایسی چیز کا کھانا پینا جائز نہیں ہے جو اسے فوراً یا آہستہ آہستہ ہلاک کر دے، مثلاً ہر قسم کا زہر یا اور کوئی مضر چیز، اسی طرح بکثرت کھانا پینا بھی جائز نہیں''۔

"وَلَا تَقْتُلُوٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا" (سورۂ نساء: ۹۲) (اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو، بے شک اللہ تم پر مہربان ہے)۔

اور فرمایا: "وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ" (سورۂ بقرہ: ۱۹۵) (اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو)۔

حدیث پاک ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ فِي الْإِسْلَامِ'' (رواہ ابن ماجہ والدارقطنی)، (نہ تو کسی کو نقصان اور ضرر پہنچاؤ، اور نہ ہی خود نقصان اٹھاؤ)۔

ضرر پہنچانا اپنی تمام صورتوں کے ساتھ ناجائز ہے، اس اصول کی مناسبت سے ہم کہتے ہیں کہ تمباکو اگر استعمال کرنے والے کے لئے مضر ثابت ہو رہا ہے تو حرام ہے، خاص کر جب ڈاکٹر اس کی تخصیص کے بارے میں یہ بتلائے کہ تمباکو کا استعمال اس کے لئے نقصان دہ ہے، اگر بالفرض تمباکو مضر صحت نہ بھی ہو تب بھی وہ مال کا ضیاع ہے جس میں نہ دینی فائدہ ہے اور نہ دنیوی۔ حدیث میں ہے:

''نهى النبي صلى الله عليه وسلم عن إضاعة المال'' (بخاری)، (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کو ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے)۔

اور یہ ممانعت اس صورت میں اور مؤکد ہو جاتی ہے، جب کہ آدمی اپنی ذات یا اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے کا ضرورت مند ہو (اسلام میں حلال وحرام: ص ۱۰۵)۔

علامہ شوکانی علیہ الرحمۃ مذکورہ آیت (وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''فكل ما صدق عليه أنه تهلكة في الدين أو الدنيا فهو داخل في هذا'' (فتح القدير للشوكاني: بقرة: ۱۹۵)

(ہر وہ چیز جس پر یہ بات صادق ہو کہ وہ دینی یا دنیاوی اعتبار سے ہلاکت خیز ہے وہ آیت میں داخل ہے)۔

علامہ آلوسی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

''واستدل به على تحريم الإقدام على ما يخاف منه تلف النفس'' (روح المعانی: سورۂ بقرہ: ۱۹۵)

(اس آیت کے ذریعہ اس چیز پر اقدام کرنے اور اس کو اختیار کرنے کے حرام ہونے پر استدلال کیا گیا ہے جس سے جان کے ختم ہونے کا اندیشہ ہو)۔

ان تفسیری اقوال کی روشنی میں یہ بات واضح ہوجاتی ہے کے سگریٹ نوشی جو انسان کو مہلک امراض میں مبتلا کرتی ہے اس سے بچنا لازم ہے؛ کیونکہ اللہ نے ایسی چیزوں سے دور رہنے کا حکم دیا ہے جو انسان کی ہلاکت کا باعث ہیں۔ اور شریعت اسلامیہ میں ان چیزوں کا کھانا، پینا حرام یا کم از کم مکروہ ہے جو انسان کی صحت یا عقل کے لئے نقصان دہ ہو (تفصیل کیلئے دیکھئے: الموسوعۃ الفقہیۃ: ۵/ ۱۲۵)۔

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: ''ومن شرب سمًا فقتل نفسه فهو يتحساه في نار جهنم خالدًا مخلدًا فيها أبدًا''

(إرشاد الساری لشرح صحیح البخاری وبہامشہ، صحیح مسلم بشرح النووی ۱/ ۴۵۴)

(جس نے زہر کھا کر خود کو قتل کیا وہ زہر جہنم کی آگ میں پیتا رہیگا اور ہمیشہ ہمیشہ پیئے گا)۔

سگریٹ نوشی اسراف، تبذیر اور ضیاع مال ہے:

سگریٹ وتمبا کو اسراف وتبذیر اور ضیاع مال ہے، اللہ تعالی نے حلال اور فائدہ بخش اشیاء میں اسراف وتبذیر کو ناپسند کیا ہے اور مسرفین کو اخوان الشیاطین کا لقب دیا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"إِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا إِخْوَانَ الشَّيَاطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا" (سورۂ اسراء: ۲۷)

(بے شک بے جا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے رب کا ناشکر گزار ہے)۔

سگریٹ وتمباکو نوشی کا اگر جائزہ لیا جائے تو اس میں نقصانات بھی زیادہ ہیں اور فضول خرچی بھی، اس لئے سگریٹ نوشی اسراف وتبذیر میں داخل ہے۔

مال کو ضائع کرنے کی ممانعت کے بارے میں یہ حدیث ملاحظہ فرمائیں:

''عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوْقَ الْأُمَّهَاتِ، وَوَأْدَ الْبَنَاتِ، وَمَنْعًا وَهَاتِ، وَكَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا: قِيْلَ وَقَالَ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ'' (صحیح بخاری ومسلم)

(حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بلا شبہ اللہ عزوجل نے تم پر ماؤں کی نافرمانی، بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے اور روکنا، لاؤ (دوسرے کے حقوق دبانے اور جو اپنا نہیں اسے حاصل کرنے) کو حرام کیا ہے، اور تمہارے لیے تین چیزوں: قیل و قال، کثرتِ سوال اور مال ضائع کرنے کو ناپسند کیا ہے)۔

واضح رہے کہ اللہ تعالی کی دی ہوئی دولت کو حرام کاموں میں خرچ کرنا شریعت کی نگاہ میں ''تبذیر'' کہلاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ اور عبداللہ بن عباس ؓ "تبذیر" کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "التبذير: الإنفاق في غير حق'' (تبذیر ناجائز امور میں خرچ کرنے کا نام ہے)۔

مجاہدؒ فرماتے ہیں: '' لو أنفق الرجل ماله كله في حق ما كان مُبذرًا ولو أنفق مُدًّا في غير حق كان مُبذرًا''

(اگر آدمی اپنی پوری دولت حق کی راہ میں صرف کردیتا ہے تو مبذر نہیں کہلائے گا، اور ایک مد بھی ناجائز اور ناحق کاموں میں خرچ کرتا ہے تو وہ مبذر ہے)۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں: "التبذير: إنفاق المال في غير حقه" (ناحق کاموں میں دولت کو خرچ کردینا تبذیر کہلاتا ہے)۔

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں: "التبذير: هو أخذ المال من حقه ووضعه في غير حقه"

(مال کو اس کے جائز مقام سے لے کر ناجائز جگہ میں خرچ کردینے کا نام تبذیر ہے)۔

امام زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "التبذير: النفقة في غير طاعة الله" (اللہ کی اطاعت کے علاوہ میں مال خرچ کرنا تبذیر ہے)

(مزید ملاحظہ فرمائیں: تفسیر ابن کثیر: ج ۵، زاد المسیر لابن الجوزی: ۵ / ۲۷ اور جامع الاحکام القرآن للقرطبی ۱۰ / ۲۴۷)۔

واضح رہے کہ سگریٹ نوشی میں مال خرچ کرنا فضول خرچی کے زمرہ میں آتا ہے جو اللہ کو ناپسند ہے۔ الموسوعة الفقهية میں مذکور ہے:

"في التدخين إسراف وتبذير وضياع للمال" (الموسوعة الفقهية ۱۰/ ۱۰۳) (سگریٹ نوشی میں اسراف وتبذیر اور مال کا ضیاع ہے)۔

ان توضیحات سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ تمباکو پر مال خرچ کرنا مال کو ضائع کرنا ہی ہے، یہ کسی کار خیر میں خرچ کرنا تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ مال ودولت کو کسی ناجائز کام میں خرچ کرنا تبذیر اور اسراف ہے، جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض وناپسندیدہ اور شیطانی عمل ہے، لہٰذا بیڑی، سگریٹ، تمباکو چبانا، گٹکے کھانا اور ان جیسی دیگر اشیاء بھی اسراف، تبذیر اور فضول خرچی میں داخل ہیں، ہر مومن کو اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

سگریٹ کا دھواں باعث اذیت ہے:

سگریٹ کا دھواں بہت زیادہ نقصان دہ اور تکلیف کا باعث ہوتا ہے؛ جبکہ نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو تکلیف دینے کو واضح طور پر منع فرمایا ہے: جس نے کسی مسلمان کو تکلیف پہنچائی، اس نے مجھے تکلیف پہنچائی، اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی (طبرانی فی الاوسط)۔

سگریٹ کے بدبودار دھوئیں سے قرب وجوار کے افراد اور دوست واحباب کو ذہنی وجسمانی تکلیف پہنچتی ہے اور صرف انسان ہی نہیں بلکہ فرشتوں کو بھی اس کی بدبو سے ایذا پہنچتی ہے، جیسا کہ رسول ﷺ نے فرمایا ہے: فرشتوں کو بھی ان ہی چیزوں سے تکلیف ہوتی ہیں جن سے انسانوں کو ہوتی ہیں۔

"عَنْ جَابِرٍ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ عَنْ أَكْلِ الْبَصَلِ وَالْكُرَّاثِ فَغَلَبَتْنَا الْحَاجَةُ فَأَكَلْنَا مِنْهَا فَقَالَ: مَنْ أَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ الْمُنْتِنَةِ فَلَا يَقْرُبَنَّ مَسْجِدَنَا فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَتَأَذّٰى مِمَّا يَتَأَذّٰى مِنْهُ الْإِنْسُ"۔

(حضرت جابرؓ بیان فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے پیاز اور گندنا کھانے سے منع فرمایا۔ ہم نے ضرورت سے مغلوب ہوکر انہیں کھالیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو ان بدبودار درختوں سے کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے؛ کیونکہ فرشتوں کو بھی ان چیزوں سے تکلیف ہوتی ہے جن سے انسانوں کو تکلیف ہوتی ہے) (صحیح مسلم، وابن مسند احمد بن حنبل)۔

معلوم ہوا انسانوں کی طرح فرشتوں کو بھی بدبو سے تکلیف ہوتی ہے، لہٰذا جو شخص اپنے منہ اور باقی جسم کی صفائی کا خیال نہیں رکھتا وہ انسانوں کو تکلیف دینے کے ساتھ ساتھ فرشتوں کو بھی تکلیف دیتا ہے۔ سیدنا حضرت علیؓ سے روایت ہے:

"إِنَّ أَفْوَاهَكُمْ طُرُقٌ لِلْقُرْآنِ فَطَيِّبُوهَا بِالسِّوَاكِ"

(تمہارے منہ قرآن کے راستے ہیں، لہٰذا انہیں مسواک سے صاف کیا کرو) (سنن ابن ماجہ)۔

نبی کریم ﷺ نے پیاز ولہسن کھا کر مسجد میں آنے سے منع فرمایا ہے: چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ:

"أَنَّ النَّبِيَّ قَالَ فِي غَزْوَةِ خَيْبَرَ: مَنْ أَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ يَعْنِي الثُّومَ فَلَا يَقْرُبَنَّ مَسْجِدَنَا"

(نبی کریم ﷺ نے غزوہ خیبر کے دوران فرمایا کہ جو اس درخت یعنی لہسن سے کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے)۔

امام مسلم کی روایت میں یہ اضافہ ہے: "حَتّٰى يَذْهَبَ رِيحُهَا يَعْنِي الثُّومَ" (صحیح بخاری و مسلم)

(جب تک اس کے منہ سے بدبو نہ چلی جائے)۔

ایک اور حدیث شریف میں ارشاد نبوی ﷺ ہے: ''سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: مَنْ اَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ يُرِيدُ الثُّومَ فَلَا يَغْشَانَا فِي مَسَاجِدِنَا'' (صحیح بخاری)

(حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے اس درخت میں سے کھایا، اس سے مراد لہسن ہے، وہ ہم سے ہماری مسجد میں نہ ملے)۔

سیدنا حضرت ابوطلحہؓ کی بیان کردہ حدیث کافی طویل ہے جس میں سیدنا حضرت عمر فاروقؓ نے بہت سی باتیں بتائیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے:

''يٰأَيُّهَا النَّاسُ تَأْكُلُونَ شَجَرَتَيْنِ لَا أَرَاهُمَا إِلَّا خَبِيثَتَيْنِ هٰذَا الْبَصَلَ وَالثُّومَ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ إِذَا وَجَدَ رِيحَهُمَا مِنَ الرَّجُلِ فِي الْمَسْجِدِ أَمَرَ بِهِ فَأُخْرِجَ إِلَى الْبَقِيعِ فَمَنْ أَكَلَهُمَا فَلْيُمِتْهُمَا طَبْخًا'' (صحیح مسلم)۔

(اے لوگو! تم لہسن اور پیاز کے درختوں سے کھاتے ہو، حالانکہ میں ان کو خبیث سمجھتا ہوں۔ مجھے یاد ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں جس شخص کے منہ سے ان کی بدبو آتی آپ ﷺ اسے حکم دیتے کہ وہ مسجد سے نکل کر بقیع کے قبرستان کی طرف چلا جائے، لہٰذا جو شخص انہیں کھانا چاہے وہ انہیں پکا کر ان کی بو ختم کردے)۔

تمباکو نوشی مکروہ ہے:

حضرت مولانا کفایت اللہ صاحبؒ کا شمار علماء کبار میں ہوتا ہے، انہوں نے کئی سوالات کے جواب تحریر کرتے ہوئے فرمایا:

''حقہ پینا فی حد ذاتہ (اپنے حدود میں) مباح ہے، مگر بدبو کی وجہ سے کراہت آتی ہے۔

''کل دخان حرام'' حدیث نہیں ہے۔ اگر منہ میں بدبو باقی ہو تو بے شک مسجد میں آنا اور امامت کرانا مکروہ ہے، ورنہ نہیں۔

مفتی کفایت اللہ دہلویؒ رقمطراز ہیں:

حقہ، بیڑی پینا بدبو کی وجہ سے مکروہ ہے، اور بدبو کی کمی بیشی کی بنا پر کراہت میں خفت اور شدت ہوتی ہے اس کی حرمت کی کوئی دلیل نہیں۔

(کفایت المفتی، جلد نہم، ص ۱۰۲، آٹھواں باب، کتاب الحظر والاباحۃ)۔

فتاویٰ دار العلوم دیوبند میں حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ کا یہ فتویٰ ہے کہ:

تمباکو کھانا پینا اور سونگھنا مباح ہے مگر غیر اولیٰ ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے۔ اور تجارت تمباکو کی درست ہے، اس کے گھر کا کھانا جائز ہے (فتاویٰ دار العلوم: ۱/ ۷۴۷)۔

چند مشاہیر علماء کی آراء وفتاویٰ:

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب لکھتے ہیں:

زردہ اس سے زیادہ سگریٹ اور اس سے بھی بڑھ کر گٹکا صحت انسانی کے لئے نقصاندہ ہے، اس لئے اس سے بچنا واجب ہے اور اس کا استعمال مکروہ ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے نشہ آور اور صحت کے لئے مضرت رساں دونوں طرح کی چیزوں سے منع فرمایا ہے، اور اب ان چیزوں کا صحت کے لئے سخت نقصاندہ ہونا پوری طرح ثابت ہو چکا ہے (کتاب الفتاوی ۶/ ۱۸۸)۔

فقہائے احناف میں سے ایک متبحر عالم علامہ شیخ محمد عینیؒ جو تمباکو نوشی کی حرمت کے قائل ہیں، انہوں نے اپنی کتاب ''الجواب الحسن فی تحریم الدخان والتتن'' میں تمباکو نوشی کی حرمت چار وجوہات سے بیان فرمائی:

(۱) مستند حکماء اور ماہر اطباء کی رائے کے مطابق یہ صحت کیلئے مضر ہے، اور جس چیز کی یہ کیفیت ہوگی اس کا استعمال بالاتفاق حرام ہوگا۔

(۲) ڈاکٹر اور اطباء مخدرات (اعصاب شکن اشیاء) میں سے شمار کرتے ہیں اور مخدرات کا استعمال شرعاً ممنوع ہے۔ جیسا کہ حضرت اُم سلمہؓ کی روایت میں ہے: "نہی رسول اللہ ﷺ عن کل مسکر و مفتر" (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسکر اور مفتر کے استعمال سے منع فرمایا ہے) (رواہ ابوداؤد)۔

(۳) اس کی بُو لوگوں کو تکلیف پہنچاتی ہے جو اسے استعمال نہیں کرتے، خصوصاً نماز اور دیگر مجلسوں میں بلکہ فرشتوں کو بھی اس سے تکلیف پہنچتی ہے۔

(۴) اس میں اسراف اور تبذیر ہے؛ کیونکہ اس میں کوئی نفع نہیں اور مضرات سے خالی نہیں بلکہ تجربہ کار لوگوں کے بقول یقینی نقصانات ہیں (بحوالہ تمباکو اور اسلام: ۸۳)۔

علامہ نواب محمد قطب الدین خاں دہلوی صاحبؒ شارح مشکوٰۃ کا قول بھی حرمت کا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

اسی طرح تمباکو بھی حرام ہے جیسا کہ درمختار میں لکھا ہے اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے حقہ نوشی کو مکروہ تحریمی کہا ہے: کیونکہ حقہ پینے والے کے منہ سے پیاز و لہسن کی مانند بو ہی نہیں بلکہ اس میں ایک طرح سے دوزخیوں سے مشابہت بھی ہے کہ جس طرح دوزخیوں کے منہ سے دھواں نکلتا ہے اسی طرح سے حقہ پینے والوں کے منہ سے دھواں نکلتا ہے (مظاہر حق جدید: شمارہ ۳/۱۰)۔

شیخ عبدالرحمٰن بن ناصر سعدی کا فتویٰ:

''قال أما الدخان شربه والاتجار به والإعانة علی ذلك فهو حرام لا يحل لمسلم تعاطيه شربا و استعمالًا و اتجارًا، وعلی من كان يتعاطاه أن يتوب إلی الله تعالی توبة نصوحا''۔

(رہا تمباکو تو اس کا پینا اور اس کی تجارت کرنا اور اس میں اعانت کرنا تمام امور حرام ہیں۔ کسی مسلمان کے لیے اس کا پینا جائز نہیں اور کسی بھی طریقہ سے استعمال کرنا (نسوار وغیرہ) اور تجارت کرنا جائز نہیں، اور جو شخص تمباکو پینے یا کھانے کا عادی ہو چکا ہو اسے چاہیے کہ بارگاہ ایزدی میں خلوص دل سے توبہ کرے جس طرح دیگر گناہوں سے توبہ کرتا ہے) (حکم الشرب الدخان: ص ۴۲)۔

تمباکو نوشی اور سگریٹ نوشی کے حق میں جن علما کرام کے فتاوی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اُس وقت تک طب کی تحقیقات اتنی مکمل نہیں تھیں اور نہ ہی اس کی مضرت اتنی واضح ہو سکی تھی جتنی کہ آج ہے، اس لئے اس وقت کے علماء کرام وفقہاء عظام نے کچھ نرم اختیار فرمایا تھا؛ لیکن اب چونکہ اس کی مضرت متحقق ہو چکی ہے، فضائی آلودگی کے اہم اسباب میں سگریٹ کا دھواں بھی شامل ہے جو دیگر آلودگیوں کے مقابلہ کہیں زیادہ مہلک اور خطرناک ہے، اس میں فساد فی الارض بھی ہے، اس میں مال کا ضیاع بھی ہے اور اسراف و تبذیر بھی، اس میں بدبو بھی لہسن پیاز وغیرہ کی طرح ہے، اس میں عقل میں بھی خلل واقع ہوتا ہے، جسمانی بیماری بھی ہے، یہ جتنا نقصان دہ پینے والے کے لئے ہے اس سے کہیں زیادہ اس کا دھواں قریب والوں کے لئے نقصان دہ ہے۔ ان تمام وجوہات کے پیش نظر بعد کے علماء کرام نے سگریٹ نوشی اور اس قبیل کی دیگر اشیاء کو حرام قرار دیا ہے۔

فضا کو مسموم بنانے سے پرہیز لازم:

اسلام کی ایک تعلیم یہ ہے کہ مردوں کی تدفین کی جائے، اس کا جہاں ایک مقصد یہ ہے کہ انسانوں کی تکریم ہو، وہیں ایک مقصد یہ بھی ہے کہ مردہ جسموں سے پیدا ہونے والی نجاست اور بدبو سے فضا مسموم نہ ہو؛ چنانچہ اگر مردوں کو ایسے میدان میں چھوڑ دیا جاتا کہ گل سڑ کر خود ہی ختم ہو جائے گا یا جیسے پارسی فرقہ کا خیال ہے مرنے کے بعد بھی انسان کے جسم سے پرندوں وغیرہ کو فائدہ ہو جائے، ان کا یہ عمل کرامت انسانی کے خلاف تو ہے ہی ساتھ ہی فضائی آلودگی کا باعث بھی ہے۔ یا جیسے ہندوؤں کے یہاں مردوں کو جلا کر اس کی راکھ پانی میں بہا دینے کا طریقہ رائج ہے۔ یہ عمل اقتصادی اعتبار سے بھی اور ماحولیاتی اعتبار سے بھی انتہائی نقصان دہ ہے۔ اس وجہ سے کہ مردوں کو جلانے کے لئے لکڑی اور تیل کا سہارا لیا جاتا ہے جس میں پیسہ اور لکڑی اور تیل یا گھی خرچ ہوتا ہے جو معاشی، اقتصادی اعتبار سے نقصان کا باعث تو ہے ہی ساتھ ہی فضائی کثافت اور آبی کثافت کا بھی ذریعہ ہے؛ کیونکہ تعفن اور دھوئیں کی وجہ سے فضا آلودہ ہوتی ہے، جب کہ اسلام کا طریقہ تدفین ہر اعتبار سے قابل عمل اور محفوظ ہے؛ کیونکہ اس میں انسانی تکریم

بھی ہے، اقتصادی اور معاشی اعتبار سے بھی سودمند ہے اور سب سے اہم ماحول دوست ہے، ماحولیاتی کثافت نہیں پھیلتی۔

شریعت اسلامی کے مطابق مردوں کو دفن کرنا زندوں پر واجب ہے اور یہ بھی زندوں پر مردہ کا حق قرار دیا گیا ہے کہ نماز اور دفن کے لئے اس کے جنازہ میں شرکت کی جائے، اس بارے میں متعدد احادیث ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ مسلمان پر مسلمان کے پانچ حق ہیں:

(۱) سلام کا جواب دینا (۲) دعوت قبول کرنا (۳) جنازہ میں شرکت کرنا (۴) مریض کی عیادت ومزاج پرسی کرنا (۵) چھینکنے والا جب الحمدللہ کہے تو اس کے جواب میں 'یرحمک اللہ' (اللہ تجھ پر رحم کرے) کہنا (سنن ابن ماجہ)۔

قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابتدائے آفرینش سے ہی انسانوں کو کفن دفن کا طریقہ سکھادیا تھا، چنانچہ قابیل، ہابیل کی عنداللہ مقبولیت کو نہ برداشت کرسکا اور اسے قتل کردیا تو کوے سے اسے رہنمائی ہوئی کہ زمین کرید کر اپنے بھائی کی لاش چھپادے۔ یہیں سے مردوں کو دفن کرنے کا طریقہ رائج ہوگیا جو فطرت کے عین مطابق ہے، اس بارے قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے:

"منها خلقنكم وفيها نعيدكم ومنها نخرجكم تارةً اخرىٰ" (طٰہٰ:۵۵)۔

عوامی مقامات اور راستوں میں گندگی پھیلانے کی ممانعت:

اسلام کی ایک تعلیم یہ بھی ہے کہ جن چیزوں سے ماحول پراگندہ اور فضا متاثر ہوتی ہے ان چیزوں کو عوامی جگہوں جیسے اسٹیشن، بس اسٹینڈ پر اور سرعام نہ ڈالا جائے تاکہ فضا مکدر اور مسموم نہ ہو اور کسی کو تکلیف نہ ہو، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلغم وغیرہ دفن کرنے کا حکم دیا ہے۔

امام مسلمؒ نے حضرت ابوذرؓ سے ایک روایت نقل فرمائی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''عرضت عليّ أمتي باعمالها حسنها وسيئها ،فرأيت في محاسن أعمالها إماطة الأذى عن الطريق ،ورأيت في سئ أعمالها النخامة في المسجد لم تدفن'' (رواہ مسلم)۔

(مجھ پر میری امت کے اچھے برے اعمال پیش کیے گئے، تو میں نے اس کے اچھے اعمال میں سے یہ عمل دیکھا کہ تکلیف دہ چیز کو راستہ سے ہٹادیا گیا ہو، اور اس کے برے اعمال میں سے یہ عمل دیکھا کہ مسجد میں بلغم ہو، اور اسے دفن نہ کیا جائے)۔

جیسا کہ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مسجد کے اندر بلغم ڈالنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ اسے دفن کردینا ہے (صحیح مسلم)۔

اور ایک روایت میں ہے: مسجد میں تھوکنا گناہ ہے، اور اس کا کفارہ اسے دفن کرنا ہے (صحیح مسلم)۔

اور اسی سلسلہ میں حضرت سعد بن وقاصؓ کی یہ روایت بھی پیش نظر رہے:

''سمعت رسول الله ﷺ يقول :إذا تنخم أحدكم فليغيب نخامته ،لاتصيب جلد مؤمن أو ثوبه'' (رواه البزار ورجاله ثقات)

ان احادیث پاک میں مسجد کی تخصیص مزید شناعت وقباحت بیان کرنے کے لئے تو ہے ہی، مگر ہر عمومی جگہ کا یہی حکم ہے کہ قابل تنفر اشیاء کو ڈھانپ دیا جائے یا دفن کردیا جائے۔ ہر وہ عمل جس سے لوگوں کو کراہیت ہوتی ہو وہ اذیت میں شامل ہے جیسا کہ امام طبرانیؒ کی ایک روایت سے واضح ہورہا ہے:

''من أذى المسلمين في طرقهم وجبت عليه لعنتهم''

(جس نے مسلمانوں کے راستہ میں تکلیف دہ چیز ڈالی اس پر ان کی لعنت واجب ہوگئی)۔

اور یہ حدیث شریف جس کو حضرت ابوسعید خدریؓ نے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ:

''أن النبي ﷺ قال: لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ فِي الْإِسْلَامِ'' (رواه ابن ماجه والدارقطني)

(نہ تو کسی کو نقصان اور ضرر پہنچاؤ، اور نہ ہی خود نقصان اٹھاؤ)۔

پبلک مقامات کو آلودگی سے بچانا:

راستوں اور عوامی مقامات کو غلاظتوں سے گندہ کرنا بھی آلودگی کے اہم اسباب میں سے ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''اتقوا الملاعن الثلاث : البراز فی الموارد والظل وقارعة الطریق'' (سنن ابن ماجه : ۳۲۸)

(تین لعنت کی چیزوں: یعنی پانی لینے کی جگہ پر، سایہ میں (جہاں لوگ بیٹھتے ہوں) اور راستہ میں قضائے حاجت کرنے سے بچو)۔

''عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اتَّقُوا اللَّعَّانَيْنِ قَالُوا: وَمَا اللَّعَّانَانِ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: الَّذِي يَتَخَلَّى فِي طَرِيقِ النَّاسِ، أَوْ فِي ظِلِّهِمْ'' (صحيح مسلم: كِتَابُ الطَّهَارَةِ)

(سیدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم دو سخت لعنت والے کاموں سے بچو، صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! سخت لعنت والے وہ دو کام کون سے ہیں؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا: جو انسان لوگوں کی گزرگاہ میں یا ان کے سایہ دار جگہ میں (جہاں وہ آرام کرتے ہیں) قضائے حاجت کرتا ہے)۔

نیز اگر کسی اور نے یہ غلطی کردی ہے تو اس کے خاتمہ کے لئے راستوں سے گندی اور تکلیف دہ چیزوں کو صاف کردینے کو ایمان کا شعبہ بتا کر مسلمانوں کو اس کے صاف کردینے پر آمادہ کیا؛ تاکہ راستے صاف ہوں اور زمینی اور فضائی آلودگی پیدا نہ ہو۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

''من أماط أذى عن طريق المسلمين كتبت له حسنة ومن تقبلت منه حسنة دخل الجنة'' (معجم طبرانی کبیر : ۱۶۸۹۶)

(جس نے مسلمانوں کی راہ سے کسی تکلیف دہ چیز کو ہٹادیا تو اس کے لئے ایک نیکی لکھی جائے گی، اور جس کی ایک نیکی قبول ہوگئی تو وہ جنت میں داخل ہوگا)۔

ایک روایت میں تو اس کا ثواب دس گنا تک بیان کیا گیا، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

''من عاد مريضا أو أنفق على أهله أو أماط أذى عن طريق فحسنة بعشر أمثالها'' (مصنف ابن ابی شیبه : ۲۶۸۷۲)

(جس نے کسی مریض کی عیادت کی یا اپنے اہل وعیال پر خرچ کیا یا کسی راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹایا تو اس کی نیکی دس گنا ہے)۔

راستہ کی صفائی ہی کے حکم میں عوامی مقامات کی صفائی داخل ہے، رسول اللہ ﷺ کی ان تعلیمات نے ماحول کو گندگی سے بچانے کی اہمیت کو اجاگر کردیا اور اس کی حقیقی فضیلت سنا کر لوگوں کو اس پر آمادہ کیا تاکہ ماحول کو پاک وصاف رکھنے کی فکر پیدا ہو اور پھر اس کی وجہ سے ماحول آلودگی سے مکمل پاک ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے راستہ سے ہٹانے والی چیز کو ''اذی'' کا نام دے کر اس بات کی جانب اشارہ کردیا کہ صرف مخصوص گندگیوں کو راستوں سے دور کردینا کافی نہیں ہے، بلکہ راستہ کو ہر اس چیز سے صاف رکھنا ضروری ہے جو باعث اذیت ہو، چاہے وہ محسوس اور مرئی ہو یا غیر محسوس اور غیر مرئی ہو۔ موجودہ پٹرولیم کے دور میں پٹرول سے پیدا ہونے والی آلودگی بھی بہت سے امراض کا سبب اور باعث اذیت ہے، اس لئے ''اذی'' کے مفہوم میں وہ بھی داخل ہے، جس کے دور کرنے کی تعلیم رسول اللہ ﷺ نے دی ہے۔ اس لئے گاڑی چلانے کے ساتھ اس بات پر بھی توجہ دینا ایک مومن کی ذمہ داری ہے کہ اس کی گاڑی ماحول کو آلودہ کرنے والے دھویں سے پاک ہو۔

صفائی ستھرائی اور حفظان صحت:

''الطهورُ شطرُ الإيمان'' (صحیح مسلم: ۱/ ۸۱۱) (صفائی ایمان کا لازمی جزو ہے)۔

صفائی اور نظافت، حفظان صحت کے اہم اسباب میں سے ہے، نیز آلودگی کے خاتمہ کے لئے بھی صفائی لازم ہے، اسلام نے اس کی اہمیت کو اتنا بڑھایا کہ اسے مسلمانوں کا شعار اور ان کی پہچان بنادیا اور اس کا ترغیبی وتاکیدی حکم دیا، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''إن الله طيب يحب الطيب ، نظيف يحب النظافة ، كريم يحب الكرم ، جواد يحب الجود ، فنظفوا بيوتكم ،

ولاتشبهوا باليهود التي تجمع الأكناف في دورها'' (مسند ابويعلى الموصلى :۷۹۰)

(بے شک اللہ پاک ہے اور پاکیزگی کو پسند کرتا ہے، صاف ہے اور صفائی کو پسند کرتا ہے، کریم ہے کرم کو پسند کرتا ہے، اور سخی ہے سخاوت کو پسند کرتا ہے، اس لئے تم لوگ اپنے گھروں کو صاف ستھرا رکھا کرو، اور ان یہود کی مشابہت اختیار مت کرو جو اپنے گھروں میں کوڑا کرکٹ جمع کرتے ہیں)۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''تنظفوا بكل ما استطعتم ؛ فان الله تعالى بنى الاسلام على النظافة . ولن يدخل الجنة الا كل نظيف'' (كنز العمال : ۲۶۰۰۲)

(جہاں تک تم سے ہو سکے صفائی کرو؛ کیونکہ اسلام کی بنیاد صفائی پر ہے اور جنت میں صرف صاف رہنے والے ہی داخل ہوں گے)۔

اس طرح اسلام نے پاکیزگی اور صفائی کو مومن کی پہچان بنا کر ماحولیات کے تحفظ اور گندگی کے ذریعہ پیدا ہونے والی ہر قسم کی آلودگی کے خاتمہ کی بنیاد رکھ دی؛ کیونکہ صفائی کسی ماحول کے غیر آلودہ ہونے کے لئے لازم وضروری ہے۔

آبی وسائل کا تحفظ:

آبی آلودگی اور اس سے پیدا ہونے والے مسائل پر روک لگانے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کو گندگیوں سے آلودہ کرنے سے منع فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''لا يبولن أحدكم في الماء الدائم ثم يغتسل منه'' (بخاری : ۲۳۴)

(ٹھہرے ہوئے پانی میں کوئی ہرگز پیشاب نہ کرے کہ پھر وہ اسی میں غسل کرے گا)۔

اسی طرح پانی کو بلاوجہ ضائع کرنے سے بھی آبی آلودگی کے مسائل پیدا ہوتے ہیں، اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیمات میں صرف بقدر ضرورت پانی کے استعمال کی تاکید کی، حتی کہ وضو اور غسل کم سے کم پانی میں کرنے کی قولی وعملی تعلیم دی، حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں:

''إن رسول الله ﷺ مر بسعد وهو يتوضأ . فقال: ما هذا السرف ؟فقال: أفي الوضوء إسراف ؟ قال: نعم، وإن كنت على نهر جار'' (ابن ماجه)۔

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد کے پاس سے گزرے اور وہ وضو کر رہے تھے، تو آپ نے فرمایا: یہ کیسا اسراف ہے؟ حضرت سعد نے کہا کہ کیا وضو میں بھی اسراف ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں (اس میں بھی اسراف ہے) اگرچہ کہ تم بہتی ہوئی نہر سے وضو کرو)۔

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ ایک لیٹر سے بھی کم صرف ایک ''مد'' (۶۸۸ ملی لیٹر) پانی سے وضو اور چار لیٹر پانی سے بھی کم صرف اور صرف ایک ''صاع'' (۳۸۰۰ ملی لیٹر) پانی سے غسل فرمایا کرتے تھے (بخاری)۔

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ پانی کے سلسلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کتنے محتاط تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو پانی کے کم سے کم خرچ کرنے کی ایسی عملی تعلیم دی کہ آج آبی آلودگی کو موضوع بنا کر بحث ومباحثہ کرنے والے اپنی عملی زندگی میں پانی کے اتنے کم خرچ کو سوچ بھی نہیں سکتے۔

جنگلات کا تحفظ:

ترقی کے اس دور میں انسانوں نے انسانیت کا سودا کر کے مادی اور اقتصادی ترقی تو بہت کرلی مگر ترقی، خود غرضی اور خودنمائی نے دنیا کو خطرات سے دوچار کر دیا ہے۔ بلند وبالا عمارتوں کی تزئین کے لئے بیشمار لکڑی کا استعمال، اس کے لئے لکڑیوں کی اسمگلنگ، نئی آبادیوں کو بسانے کے لئے جنگلات کا صفایا اور شجر کشی نے جنگلی جانوروں کے لئے تو خطرات پیدا ہی کئے ہیں انسانی زندگی کو بھی مفلوج اور بیمار کر دیا ہے، حیوانات کی ستر فیصد آبادی ان جنگلات کی مرہون منت ہے حفظان صحت کے تعلق سے جنگلات اور پیڑ پودوں کا وجود انسانی اور حیوانی زندگی کے لئے از حد قیمتی اور ضروری ہے۔ ہمارے آقا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی طور پر نہ صرف یہ کہ شجر کاری فرمائی بلکہ بنا ضرورت جنگلات کی کٹائی اور شجر کشی کے بارے میں سخت ممانعت فرمائی ہے۔

پیڑ پودے اور جنگلات ماحولیاتی تحفظ کے بارے میں کافی اہمیت کے حامل ہیں؛ کیونکہ یہ فضا میں پھیلی ہوئی زہریلی گیس کاربن ڈائی آکسائیڈ اور ہائڈروجن وغیرہ گیسوں کو جذب کر کے آکسیجن میں تبدیل کرنے کا کام کرتے ہیں۔ ماہرین کے مطابق جنگلات میں جس قدر کمی ہوتی جائے گی اسی قدر ان زہریلی گیسوں میں اضافہ ہوتا جائے گا، جس کے نتیجہ میں ''اوزون'' کی سطح متاثر ہوگی اور عالمی درجہ حرارت میں اضافہ ہوگا اور پھر دنیا کی مخلوق بیماریوں میں مبتلا ہوجائے گی اور زندگیاں عذاب بن جائیں گی۔ اگر درختوں کی کٹائی اور جنگلات کا صفایا اسی رفتار سے جاری رہا تو تصور کیجئے کہ زمین کیا ہوگی گویا آگ کی بھٹی ہوگی جس سے زمینی حیات ختم ہوجائے گی، اور تباہی و بربادی کا جو منظر ہوگا الحفظ والامان، اس کی تلافی ممکن نہ ہوسکے گی۔

اسلام نے ایسے عمل کو جس سے زمینی زندگی متاثر ہو فساد کہا ہے اور انسانوں کو ایسے عمل سے بچنے کی تعلیم دی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وإذا تولى سعى في الأرض ليفسد فيها ويهلك الحرث والنسل والله لا يحب الفساد" (البقرة: ۲۰۵)۔

(اور جب پیٹھ پھیرتا ہے تو اس دوڑ دھوپ میں پھرتا رہتا ہے کہ اس (شہر) میں فساد کرے، اور (کسی کے) کھیت یا مویشی کو ہلاک کرے اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں فرماتے)۔

اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوات وسرایا میں صحابہ کرامؓ کو روانہ فرماتے وقت اس بات کی خصوصی ہدایت فرماتے تھے کہ دوران جنگ فصلوں اور باغوں کو تباہ نہ کیا جائے اور نہ بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کو قتل کیا جائے (سنن کبری بیہقی: ۱۶۶۹۸)۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے نقش قدم پر بعد کے امیر المؤمنین بھی جنگوں میں ان باتوں کا خصوصی خیال رکھتے تھے اور امیر لشکر کو اس کی ہدایت فرماتے تھے، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے شام کی طرف لشکر کو روانہ کرتے ہوئے سپہ سالار زید بن ابی سفیانؓ کو یہ وصیت فرمائی:

''وإني موصيك بعشر: لا تقتلن امرأة ولا صبيا ولا كبيرا هرما، ولا تقطعن شجرا مثمرا، ولا تخرّبن عامرا ولا تعقرنّ شاة ولا بعيرا إلا لمأكلة ولا تحرقنّ نخلا ولا تغرقنه ولا تغلل ولا تجبن'' (موطا مالك، باب النهي عن قتل النساء والولدان)۔

(میں تم کو دس وصیتیں کرتا ہوں، کسی عورت، بچے اور بوڑھے کو قتل نہ کرنا، پھلدار درخت کو نہ کاٹنا، کسی آباد جگہ کو ویران نہ کرنا، بکری اور اونٹ کو کھانے کے سوا بے کار ذبح نہ کرنا، نخلستان نہ جلانا، مال غنیمت میں غبن نہ کرنا، اور بزدل نہ ہوجانا)۔

اور کبھی اس طرح ہدایت فرماتے تھے کہ کسی پھل دار درخت کو نہ کاٹو اور کسی آباد مکان اور جگہ کو ویران نہ کرو (ترمذی: ۱۵۵۲)۔

میوے اور کھجور، اناج اور خوشبودار پھول اور پھلوں کی افادیت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ کا پاک ارشاد ہے:

"فيها فاكهة والنخل ذات الأكمام والحب ذو العصف والريحان" (سورۂ رحمٰن: ۱۱)

(اس میں میوے ہیں اور کھجور کے درخت ہیں، جن پر غلاف ہوتا ہے، اور غلہ ہے جس میں بھوسہ ہوتا ہے، اور غذا کی چیز ہے)۔

اس طرح دیگر مقام پر اللہ تعالیٰ کھیتی باڑی کی اہمیت کے بارے میں اپنے فضل وکرم کو جتلاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"أفرأيتم ما تحرثون أأنتم تزرعون أم نحن الزارعون لو نشاء لجعلناه حطاما فظلتم تفكهون" (سورۂ واقعہ: ۶۳)

(اچھا پھر یہ بتلاؤ تم جو کچھ بوتے ہو اس کو تم اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں، اور اگر ہم چاہیں تو اس کو چورا چورا کردیں اور پھر تم متعجب ہوکر رہ جاؤ)۔

آلودگی کے خاتمہ کے لئے باغات اور درختوں کا ہونا ضروری ہے، اسی لئے بہت سے ممالک اس کے لئے اسکیمیں نکالتے ہیں، اور اس کی خاطر بڑی رقم خرچ کرتے ہیں، تاکہ آلودگی کا خاتمہ ہو، لیکن اسلام نے درختوں کی حفاظت اور شجرکاری کی طرف خصوصی توجہ دلائی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سے زائد عرصہ پیشتر لوگوں کو اس کی تعلیم دی، اور اس پر عمل کرنے والوں کو بہتر اجر کی بشارت سنائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا أَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا فَيَأْكُلُ مِنْهُ طَيْرٌ أَوْ إِنْسَانٌ أَوْ بَهِيمَةٌ إِلَّا كَانَ لَهُ بِهِ صَدَقَةٌ (بخاری: ۲۱۵۲)۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی بھی مسلمان جو ایک درخت کا پودا لگائے یا کھیتی میں بیج بوئے، پھر اس میں سے پرند یا انسان یا جانور جو بھی کھاتے ہیں وہ اس کی طرف سے صدقہ ہے۔

ایک حدیث میں غیر آباد زمینوں کو آباد کرنے کی فضیلت کو ان الفاظ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کرکے لوگوں کو اس پر آمادہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''من أحيا أرضا ميتة فله فيها أجر وما أكلت العافية منها فهو له صدقة'' (مسند احمد: ۱۳۹۷۶)۔

(جس نے کسی مردہ زمین کو آباد قابل کاشت بنایا تو اس کے لئے اس میں اجر ہے، اور چرند و پرند یا انسانوں میں سے رزق کا طالب اس میں سے جتنا کھایا اس کے لئے اتنے صدقہ کا ثواب ہے)۔

اسی طرح سے ایک دیگر حدیث پاک جس کو حضرت جابرؓ نے روایت فرمایا ہے:

''قال رسول الله ﷺ: مَا مِن مُسلمٍ يَغرِسُ غَرسًا إلا كان ما أُكِلَ منهُ لهُ صَدقةٌ وما سُرِقَ مِنهُ لهُ صَدقةٌ وما أكَلَ السَّبُعُ فهوَ له صدقةٌ وما أكلَتِ الطَّيرُ فهوَ له صَدقةٌ ولا يَرْزَؤه أحدٌ إلا كانَ لهُ صَدقةٌ'' (رواہ مسلم)۔

(اسی لئے بعض صحابہ کرامؓ بڑے اہتمام اور شوق سے شجرکاری فرماتے تھے۔ امام احمدؒ نے حضرت ابودرداءؓ سے نقل کیا ہے کہ وہ خاص اسی نیت سے درخت لگایا کرتے تھے (اسلام اور ماحولیات، بحوالہ مجمع الزوائد)۔

امام احمدؒ نے اپنی مسند میں نقل فرمایا: ''أنّ رجلا مرّ به وهوَ يَغرِسُ غَرسًا بدمشق فقالَ: أتَفعَلُ هذا وأنتَ صاحبُ رسولِ الله، فقالَ: لا تعْجَلْ عليّ سمعتُ رسول الله يقول: "مَنْ غرَسَ غَرْسا لم يأكُلْ منه آدميّ ولا خَلْقٌ مِنْ خَلْقِ الله إلا كانَ لهُ به صدقة (عمدة القاری شرح صحیح البخاری)۔

یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے یہاں پیشہ کاشتکاری سب سے مقبول پیشہ ہے، ہمارے علماء کرام نے بھی پیشہ کاشتکاری کو سب سے پاکیزہ عمدہ اور افضل ترین پیشہ قرار دیا ہے، چنانچہ امام نوویؒ فرماتے ہیں:

علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ کونسا پیشہ زیادہ افضل ہے، بعض نے کہا: تجارت، بعض نے کہا: دستکاری، اور بعض نے فرمایا: کاشتکاری زیادہ افضل ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے (شرح نووی علی هامش صحیح مسلم، باب الغرس والزرع)۔

شجرکاری کے بارے میں یہ روایت بھی چشم کشا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''إن الذين يقطعون السدر يصبون في النار على وجوههم صبا'' (رواه طبرانی فی الاوسط)

(جو لوگ بیری کے درخت کو کاٹتے ہیں وہ جہنم میں اوندھے منہ جائیں گے)۔

اسی سلسلہ کی ایک دوسری روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیری کے درخت کو کاٹنے والے پر لعنت بھیجی ہے۔

شجرکاری کے بارے میں یہ روایت نہایت واضح اور اہمیت کی حامل ہے۔ حضرت سلمان فارسیؓ جو ایک یہودی کے غلام تھے، جب ایمان لے آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تم اپنے آقا سے مکاتبت کا معاملہ کرلو، حضرت سلمانؓ نے معاملہ طے کرلیا، بدل کتابت میں آقا نے ان پر لازم کیا کہ وہ چالیس اوقیہ ادا کریں اور کھجور کے تین سو درخت لگائیں، جب تمام درخت لگ جائیں گے اور ... کھیں تو وہ آزاد ہیں، جب معاملہ کی تفصیلات کا علم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ میں اعلان کیا کہ تم اپنے بھائی کی مدد کرو، صحابہ کرامؓ نے اپنی وسعت کے بقدر کھجور کے پودے دیئے یہاں تک کہ تین سو پودے پورے ہوگئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسیؓ سے فرمایا: پودوں کو لگانے کے لئے زمین تیار کرو، حضرت سلمان فارسیؓ نے صحابہ کرامؓ کی مدد سے زمین تیار کی، جب زمین تیار ہوگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے: حضرت سلمان فارسیؓ ایک ایک پودہ دیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک سے اسے زمین میں لگاتے جاتے (مسند احمد: ۲۳۷۳۲)۔

خلاصہ کلام: ان تمام حوالوں اور واقعات سے معلوم ہوا کہ اسلام میں شجر کاری اور تحفظ جنگلات کو کتنی اہمیت حاصل ہے، خود رسول اللہ ﷺ نے عملی طور پر نہ صرف شجر کاری فرمائی بلکہ بنا ضرورت جنگلات کی کٹائی اور شجر کشی کے بارے میں سخت ممانعت فرمائی ہے، الغرض تحفظ ماحولیات کے لئے شجر کاری اور کاشتکاری کے فطری تقاضوں کو پورا کرنا اسلامی تعلیمات کا اہم حصہ ہے، اسلامی تعلیمات کا سہارا لئے بغیر فضائی آلودگی پر قابو نہیں پایا جاسکتا۔

حیوانات کا تحفظ:

حیوانات بھی زمینی حیات کا اہم حصہ ہیں، مختلف اقسام کے چرند و پرند وغیرہ مخلوق کے وجود میں بھی ماحولیات کا تحفظ مضمر ہے، اور بلاضرورت چرند و پرند وغیرہ کو مارنے سے ماحولیات کا توازن بگڑ جاتا ہے، جیسا کہ زہریلی دواؤں کی وجہ سے مچھلیوں کو مارنے سے پانی آلودہ ہوجاتا ہے، اسی لئے بلاضرورت جانوروں اور پرندوں کو مارنے بالخصوص ایسے جانوروں اور پرندوں کو مارنے سے اسلام نے منع کیا ہے جن کا گوشت حلال نہیں ہے، اور جن سے کسی مضرت کا اندیشہ لاحق نہیں ہے؛ کیونکہ ان کا گوشت حلال نہ ہونے اور مضرت نہ ہونے کی وجہ سے کوئی ضرورت ان کو مارنے کی داعی نہیں ہے۔ ایک روایت میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

''إن النبی ﷺ نهى عن قتل أربع من الدواب: النملة والنحلة والهدهد والصرد'' (سنن ابوداؤد : باب فی قتل الذر، مسند احمد) (نبی ﷺ نے چار جانوروں کو قتل کرنے سے منع فرمایا: چیونٹی، شہد کی مکھی، ہدہد اور لٹورا)۔

ان چاروں کے قتل کی ممانعت کی وجہ لکھتے ہوئے علامہ سندی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

''ان المذكورات محرمة لايجوز تناولها والا لجاز اخذها وذبحها للاكل'' (حاشیہ ابن ماجہ : ۶/ ۲۴۰)۔

(مذکورہ چاروں حرام ہیں، ان کو کھانا ناجائز ہے، ورنہ ان کو پکڑنا اور کھانے کے لئے ذبح کرنا حلال ہوتا)۔

نیز اسلام نے حلال جانوروں کے شکار کرنے اور اس کو ذبح کرنے کی اجازت کے ساتھ یہ قید بھی لگائی کہ ان کو ان سے منفعت کے حصول کی غرض سے ذبح کیا جائے، بلاوجہ ان کو قتل نہ کیا جائے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''من قتل عصفورًا عبثا عج إلى الله عزوجل يوم القيامة يقول: يارب إن فلانا قتلنی عبثا ولم يقتلنی لمنفعة'' (سنن نسائی : ۴۳۷۰)۔ (جس نے چڑیا کو بلاوجہ قتل کیا تو وہ چڑیا قیامت کے دن اللہ عزوجل کے سامنے بولے گی کہ اے میرے رب فلاں نے مجھے اپنی منفعت کی خاطر نہیں بلکہ بلاوجہ قتل کیا تھا)۔

واضح رہے کہ یہ حکم صرف ''چڑیا'' ہی کا نہیں ہے، بلکہ ان سارے جانوروں کا ہے جن کا گوشت حلال ہے، کہ ان کو انتفاع کے مقصد سے ہی ذبح کرنا اسلام میں درست ہے، ورنہ ممنوع ہے، چنانچہ ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''من قتل عصفورا فما فوقها بغير حقها سأل الله عزوجل عنها يوم القيامة قيل: يا رسول الله! فما حقها ؟ قال: حقها ان يذبحها فيأكلها ولا يقطع رأسها يرمی بها (سنن نسائی : ۴۳۷۴)۔

(جو انسان کسی گوریا یا اس سے بڑی چڑیا (چرند و پرند) کو ناحق مار ڈالے، تو قیامت کے دن اللہ اس کے بارے میں پوچھے گا، (راوی کہتے ہیں) رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ اس کا کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کا حق یہ ہے کہ اس کو ذبح کرے تو اسے کھائے، نہ یہ کہ اس کا سر کاٹ کر اسے پھینک دے)۔

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام بلاضرورت کسی بھی جانور کے مارنے اور ذبح کرنے سے منع کرتا ہے؛ تاکہ ان کی حیات خطرات سے دوچار نہ ہو، جبکہ ان کی حیات و بقا میں حکمت الٰہی مضمر ہے، بالخصوص ماحولیات کے تحفظ میں ان کے وجود کو بھی اہمیت حاصل ہے۔

ذبیحہ جانوروں کی آلائش کا حکم:

ذبیحہ جانوروں کی آلائش ہو یا قربانی کے جانوروں کی، یوں ہی کھلی فضا میں، کھلے میدانوں میں یا گلیوں اور سڑکوں پر سڑنے کے لئے چھوڑ دی

ماحولیاتی آلودگی کا اہم سبب ہے جس سے مختلف بیماریاں جنم لیتی ہیں اوراس کی وجہ سے تعفن بھی ہوتا ہے جو مسلم اورغیر مسلم سبھی کے لئے باعث تکلیف ہوتا ہے۔ اسلام میں ایسے تکلیف دہ اعمال کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ماحول کو پراگندہ کرنا اور مسموم کرنا یہ ایذ ارسانی ہے اور فساد فی الارض ہے اور اسلامی تعلیمات کے برخلاف ہے، اسلام کہتا ہے: "لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ فِي الْإِسْلَامِ" (نہ توکسی کونقصان اورضرر پہنچاؤ، اور نہ ہی خودنقصان اٹھاؤ)، اسی ضمن میں مزید تفصیل اندرونی صفحات میں بیان کردی گئیں ہیں۔

جہاں تک قربانی کے جانوروں کے باقیات یا آلائشیں ہیں اگر وہ قابل انتفاع ہیں، مثلاً کھال، سینگ، ہڈیاں، اوجھڑی، سری وغیرہ، تواس کے لئے حکم یہ ہے کہ اگر صاحب قربانی اپنے کسی مصرف میں لاسکتا ہے تو لائے، نہیں تو کسی ضرورت مند کو صدقہ کردے، یا کسی کو ہدیہ کردے، بیچنا جائز نہیں ، اگر بیچ دیا ہے تو پھر صاحب قربانی پر واجب ہے کہ وہ اس رقم کو صدقہ کردے، اپنے او پرخرچ نہ کرے۔

الغرض ایک زمانہ تھا کہ جب ذبیحہ جانوروں کے کچھ اجزاء جو قابل استعمال ہوتے تھے ان کو استعمال کرلیا جاتا تھا، باقی کو یوں ہی اکثر و بیشتر کھلی فضا میں کھلے میدانوں میں یا گلیوں اور سڑکوں پر سڑنے کے لئے چھوڑ دیا جاتا تھا، جو وجہ تعفن بھی تھا اور ماحولیاتی آلودگی کا باعث بھی تھا جس سے مختلف بیماریاں جنم لیتی تھیں جو مسلم اور غیر مسلم سبھی کے لئے باعث تکلیف بھی ہوا کرتا تھا۔ مگر آج کے ترقی یافتہ اور سائنسی دور میں ذبیحہ جانوروں کے اجزاء لحمیہ کے علاوہ دیگر تقریباً تمام اجزاء جو انسانی استعمال سے رہ جاتے ہیں جن میں جانوروں کی ہڈیاں، سری، اوجھڑی کے اندر کا ایک حصہ، چربی وغیرہ حتیٰ کہ خون بھی مختلف ادویہ، اشیاء، اور کھاد وغیرہ میں کام آجاتے ہیں؛ اس لئے اب ضرورت ہے اس بات کی کہ ان چیزوں کو کس طرح ضائع ہونے سے بچایا جائے کہ آلودگی بھی نہ ہو، کسی کو تکلیف بھی نہ ہو، اور غذائی ضروریات بھی پوری ہوجائیں، اور مذہبی فرائض کی ادائیگی میں بھی کوئی خلل نہ ہو۔

میرے نزدیک اول تو خود جانوروں کے ذبح کرنے والوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس طرح کا کوئی قدم نہ اٹھائیں جس سے کسی کو کوئی تکلیف ہو۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق سرعام سڑکوں اور گلیوں میں جانوروں کو ذبح نہ کریں اور نہ ان کی آلائش کھلے میدان میں یا کوڑیوں پر پھینکیں، نہ جانوروں کا خون نالیوں میں بہائیں۔ بہتر ہوگا کہ جانور کو ذبح کرنے سے پہلے ایک گہرا گڑھا کھود لیا جائے جس سے جانور کا خون وہیں مٹی میں جذب ہوجائے، اور خون کے جمنے سے پہلے جب کہ خون میں گرمی ہو پانی ڈال کر پتلا کر دیا جائے تا کہ آسانی سے خون مٹی میں جذب ہوجائے۔ اس کے بعد جو چیزیں استعمال کے قابل نہ ہوں ان کو دفن کردیا جائے۔ اور جو چیزیں غذا میں شامل نہیں ہوسکتیں مگر ان کو فروخت کیا جاسکتا ہے جیسے کھال اور ہڈیاں، سری اور اوجھڑی وغیرہ تو ان کو فروخت کردیا جائے۔ اگر یہ چیزیں قربانی کے جانور کی ہیں تو ان کو یا تو کسی کو ہبہ کردیا جائے یا فروخت کر کے مستحقین کو اس کی رقم دیدی جائے۔

اس سلسلہ میں حکومت کی ذمہ داری یہ بنتی ہے کہ وہ جانوروں کے ذبح کرنے کے لئے مناسب جگہ پر سلاٹر ہاؤس بنادے، اور جگہ جگہ محلوں میں کوڑے دان بنادئے جائیں تا کہ اس طرح کی آلائش کو ان کوڑے دانوں میں ڈالا جاسکے اور میونسپلٹی کے ملازمین اس کو مناسب جگہوں پر ٹھکانے لگاسکیں لیکن یونہی کھلے میدان میں نہ ڈالا جائے۔ یا حکومت کو چاہئے کہ وہ اس طرح کی سہولیات بہم پہنچائے کہ جانوروں کی آلائش وغیرہ ضائع نہ ہوں اور ان کو مختلف سائنسی طریقوں سے استعمال کر کے قابل انتفاع کیا جاسکے، مثلاً "بایو کھاد" یا گوبر گیس پلانٹ وغیرہ، یا دیگر مصنوعات میں کام لانا آسان ہوجائے۔

صوتی آلودگی:

"وَأَخَذَ الَّذِينَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دِيَارِهِمْ جَاثِمِينَ" (سورۂ ہود: ٦٧).

(اور ان ظالموں کو ہولناک آواز نے پکڑلیا پھر صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے رہ گئے)۔

شور کی آلودگی سے پاک دنیا:

دنیا کی موجودہ زندگی انتہائی خطرناک دور سے گزر رہی ہے، اس وقت انسان کو مختلف قسم کی آلودگیوں کا سامنا ہے جس میں صوتی آلودگی بھی شامل ہے، یہ مسئلہ بہت حد تک سنگین ہوکر قابو سے باہر ہوچکا ہے۔ شب وروز نہایت تیز غیر فطری شور کرۂ ارض پر انسانی زندگی کی ایک ناقابل فراموش

حقیقت بن چکا ہے، آواز کے شور کی وجہ سے نہ تو آرام کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی توجہ سے کوئی کام۔ مریضوں کے لیے بلند آواز شدید تکلیف کا باعث بنتی ہے۔ شور سے پیدا ہونے والی آلودگی خطرناک حد تک بڑھ چکی ہے اور اس سے بہرے پن کا خطرہ بڑھ رہا ہے۔ شور سے صرف ہماری قوت سماعت ہی متاثر نہیں ہوتی بلکہ کام کرنے کی صلاحیت میں بھی کمی آجاتی ہے۔ ذہنی تناؤ بڑھ جاتا ہے۔ نیند متاثر ہوتی ہے، بے خوابی کی وجہ سے امراض کا بھی خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ اس وقت پوری دنیا بری طرح سے فضائی آلودگی کا شکار ہو چکی ہے۔ گزشتہ ۱۵، ۲۰ برسوں میں شور کی آلودگی میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے، شور مچانے والے دیگر وسائل شہروں کے علاوہ دیہات کو بھی اپنی زد میں لے چکے ہیں۔ اونچی آواز میں ریکارڈنگ، DJ کی ناقابل برداشت آواز، شادی اور مذہبی تقاریب کا حصہ بن چکی ہے۔ DJ کی آواز پر تھرکنا اور ڈانس کرنا نوجوان لڑکوں کا اہم مشغلہ بن گیا ہے۔ دنیا کے کئی ممالک میں بسوں، ٹرکوں میں '' پریشر ہارن'' لگانے پر پابندی ہے لیکن اس کے باوجود ڈرائیور شوقیہ پریشر ہارن بجا کر اپنی موجودگی کا احساس دلاتے ہیں۔

اسلام تکلیف دہ ہنگاموں اور شور وغل کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے صوتی آلودگی کے بارے میں اسلام کا نقطہ نظر اور تعلیم یہ ہے کہ آواز کو پست رکھا جائے، موقع محل کا لحاظ رکھتے ہوئے آواز نکالی جائے، ضرورت سے زیادہ آواز بلند کرنا، شور وغل کرنا نہایت مذموم حرکت ہے، قرآن پاک میں بھی اس طرف اشارہ ہے کہ آواز کی شدت بسا اوقات موت کا سبب بن جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا:

"وَأَخَذَ الَّذِينَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دِيَارِهِمْ جَاثِمِينَ" (سورۂ ہود: ٦٧)۔

(اور ان ظالموں کو ہولناک آواز نے پکڑ لیا پھر صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے رہ گئے)۔

قرآن پاک میں دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے چیخنے چلانے، شور وہنگامے کی کیفیت کو گدھے کی آواز سے تعبیر کیا ہے۔ حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو دھیمی اور میٹھی آواز میں گفتگو کرنے کی ہدایت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمان علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو نصیحت کرنے والے کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِن صَوْتِكَ إِنَّ أَنكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ (سورۂ لقمان: ١٩)۔

(اور اپنی رفتار میں اعتدال اختیار کرو اور اپنی آواز کو پست کرو، بے شک آوازوں میں سب سے بری آواز گدھوں کی آواز ہے)۔

فضول بولنا، زیادہ باتیں بنانا اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے، اسلامی ہدایات تو یہ ہیں کہ کم بولو، جب بھی بولو ضرورتا بولو اور سوچ سمجھ کر بولو، زیادہ بولنے اور فضول بولنے سے دل کی نرمی ختم ہو جاتی ہے اور دل میں سختی پیدا ہوتی ہے جو کہ اللہ تعالیٰ سے دوری کا سبب ہوتی ہے، قساوت قلبی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

"أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَن تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ (سورۂ حدید: ١٦)۔

(کیا ایمان والوں کے لیے اس بات کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی نصیحت اور جو دین حق نازل ہوا ہے اس کے سامنے جھک جائیں، اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں ان سے پہلے کتاب (آسمانی) ملی تھی پھر ان پر مدت لمبی ہو گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے)۔

تیز، بھونڈی اور شور وشغب والی آواز کو فخر کائنات ہادی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم ناپسند فرماتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پست اور دھیمی آواز پسند تھی، ملاحظہ فرمائیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی: ''عن أبي أمامة أن رسول الله ﷺ كان يكره أن يرى الرجل جهيرًا رفيع الصوت ،وكان يحب أن يراه خفيض الصوت'' (رواه الطبراني)۔

اسلام آواز کے معاملہ میں بھی اعتدال کی تعلیم دیتا ہے، آواز نہ بہت زیادہ بلند ہو اور نہ ہی اتنی دھیمی کہ سنائی نہ دے، ارشاد ربانی ہے:

"وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا" (سورۂ إسراء: ١١٠)۔

(اور آپ اپنی نماز نہ زیادہ بلند آواز سے پڑھیے نہ بالکل پست آواز سے بلکہ ان کے درمیان اوسط درجہ کا لہجہ اختیار کیجئے)۔

اسلام کی ترجمانی کرنے والے فقہاء کرام کی تحریروں میں یہ بات صراحت کے ساتھ ملتی ہے کہ انہوں نے باعث اذیت آواز اور ہنگاموں کو

ناجائز لکھا ہے اور ایسے عمل سے روکا ہے جس سے پڑوسی کو تکلیف پہنچتی ہو۔ ابن رشد قرطبی مالکی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

''یمنع من ضرر الاصوات'' (۹/۲۶۸) (آواز کے ضرر سے روکا جائے گا)۔

قاضی ابن رافع کے سامنے ایک مقدمہ آیا کہ لوگوں کی آبادی کے قریب جانوروں کا اصطبل بنایا جائے یا نہیں؟ انہوں اس مسئلہ میں فتوی اور فیصلہ یہ صادر کیا کہ اس اصطبل میں رہنے والے جانوروں کی آواز سے اس کے قریب کے مکینوں کو دشواری ہوگی اور ان کی نیندیں خراب ہوں گی اس لئے اسے آبادی سے الگ تعمیر کیا جائے (الاسکان فی المدینۃ الاسلامیۃ: ۲۸۵)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں کے لئے باعث اذیت شوروغل اسلام میں ناپسندیدہ ہے اور اسلام اس سے منع کرتا ہے، اور اس طرح اسلام صوتی آلودگی سے ماحول کا تحفظ کرتا ہے۔

جبکہ شور مچانا، سیٹیاں بجانا اسلام میں ناپسندیدہ عمل ہے، قرآن اسے کفار ومشرکین کی حرکات بتلاتا ہے:

"وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً" (سورۂ انفال: ۵۲)

(بیت اللہ میں ان لوگوں کی نماز بس یہی ہوتی کہ وہ سیٹیاں بجاتے اور تالیاں پیٹتے تھے)۔

''عَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ لَيْلَةً فَإِذَا هُوَ بِأَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُصَلِّي يَخْفِضُ مِنْ صَوْتِهِ قَالَ وَمَرَّ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَهُوَ يُصَلِّي رَافِعًا صَوْتَهُ قَالَ فَلَمَّا اجْتَمَعَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ مَرَرْتُ بِكَ وَأَنْتَ تُصَلِّي تَخْفِضُ صَوْتَكَ قَالَ قَدْ أَسْمَعْتُ مَنْ نَاجَيْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ وَقَالَ لِعُمَرَ مَرَرْتُ بِكَ وَأَنْتَ تُصَلِّي رَافِعًا صَوْتَكَ قَالَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أُوقِظُ الْوَسْنَانَ وَأَطْرُدُ الشَّيْطَانَ زَادَ الْحَسَنُ فِي حَدِيثِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا بَكْرٍ ارْفَعْ مِنْ صَوْتِكَ شَيْئًا وَقَالَ لِعُمَرَ اخْفِضْ مِنْ صَوْتِكَ شَيْئًا''۔

(حضرت ابوقتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک رات کو نکلے، آپ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کو دیکھا کہ پست آواز سے قرأت کر رہے ہیں اور حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ بلند آواز سے قرأت کر رہے ہیں، جب یہ دونوں حضرات نبی کریم ﷺ کی مجلس میں جمع ہوئے تو آپ ﷺ نے پوچھا: اے ابوبکر! میں جب تمہارے پاس سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ تم پست آواز سے قرأت کر رہے تھے (اس کی کیا وجہ ہے)؟ حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ میں اس کو سناتا تھا جو سرگوشی کو بھی سن لیتا ہے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! جب میں تمہارے پاس سے گزرا تو دیکھا کہ تم بلند آواز سے قرأت کر رہے ہو (بتاؤ اس کی کیا وجہ تھی) حضرت عمرؓ نے جواب دیا: میں سونے والے کو جگاتا بھی تھا اور شیطان کو بھی بھگاتا تھا۔ حسن کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر! تم اپنی آواز تھوڑی بلند کرو اور حضرت عمرؓ سے فرمایا: اے عمر! تم اپنی آواز تھوڑی پست کرو)۔

پیغمبر اسلام محمد ﷺ نے آوازوں کو بلند کرنے سے منع فرمایا (سنن ابوداؤد۔ حدیث: ۱۳۲۵)۔

ابوموسیٰ اشعریؓ روایت کرتے ہیں کہ: ''ہم سفر کر رہے تھے تو ایک شخص نے بلند آواز میں پکار کر کہا: لا الہ الا اللہ واللہ اکبر، رسول اللہ ﷺ نے کہا (اپنی آواز دھیمی رکھو) تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو'' (سنن ابوداؤد: کتاب الوتر، باب استغفار)۔

''ألا إن كلكم مناج ربه، فلا يؤذين بعضكم بعضًا، ولا يرفع بعضكم على بعض بالقراءة، أو قال في الصلاة''

(رواه أبو داود والنسائي والبيهقي والحاكم)۔

(ہر کوئی اپنے رب سے مناجات اور سرگوشی کرتا ہے، پس کوئی کسی کو تکلیف نہ دے قرأت قرآن میں، یا فرمایا: نماز میں، کوئی اپنی آواز کو کسی پر بلند نہ کرے)

اسلامی عبادات کا بغور جائزہ لیا جائے تو محسوس ہوگا کہ ان میں بھی اس کا خیال رکھا گیا ہے کہ آواز بہت زیادہ بلند نہ ہو، مثلاً نمازیں، دن کی نمازیں سری ہوتی ہیں؛ کیونکہ یہ ایسا وقت ہوتا ہے جب دیگر ذرائع سے شور پیدا ہو رہا ہوتا ہے۔ مغرب، عشاء اور فجر میں قرأت جہری ہوتی ہے

؛ کیونکہ اس وقت شور کم ہوتا ہے۔اس میں بھی آواز معتدل رکھی جاتی ہے۔اسی طرح سے دعا اور ذکر کا بھی معاملہ ہے۔

اسلام میں آواز کی آلودگی سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں لوگوں سے اچھی بات کہنے کا حکم دیا، یہ یادرکھنا چاہیے کہ اچھی بات ہمیشہ نرمی اور شگفتگی سے ہی کی جاتی ہے۔"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مساجد میں آوازیں بلند کرنے سے منع فرمایا (سنن ابوداؤد)۔

ان تمام حوالوں سے یہ صاف واضح ہوجاتا ہے کہ اسلام ماحول میں خاموشی اور سکون چاہتا ہے؛ تاکہ ہر انسان اپنی مرضی سے زندگی گزار سکے، عبادات کر سکے، آرام کر سکے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جنت کے بارے میں ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہاں لغویات نہیں ہوں گی امن وسلامتی ہوگی:

"لَا تَسْمَعُ فِيهَا لَاغِيَةً" (سورۂ غاشیہ:۱۱) (وہاں کوئی لغو بات نہیں سنیں گے)۔

"لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْثِيمًا. إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا" (سورۂ واقعہ:۲۵۔۲۶)

(وہ وہاں کوئی لغو اور گناہ کی بات نہیں سنیں گے، مگر سلام سلام کہنا)۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کارخانوں میں بلند آواز سے چلنے والی مشینوں، راستوں پر دوڑنے والی گاڑیوں، ٹرینوں، تعمیراتی کاموں میں استعمال کی جانے والی مشینوں، لاؤڈ اسپیکر، ٹیلی ویژن، وغیرہ کی آواز نے دنیاوی ماحول کو صوتی آلودگی میں مبتلا کردیا ہے، اور اہل زمین کو شور وہنگامے سے پیدا ہونے والے قلق واضطراب سے ہمکنار کردیا ہے، شور وغل اور چیخ وپکار سماعت کے لئے نقصاندہ ہیں، جس سے عام انسانی زندگی پر منفی اثرات پڑتے ہیں، بلکہ مریضوں، بچوں اور یکسوئی کے ماحول میں علم وتحقیق کا کام کرنے والوں کے لئے تو بہت ہی بے سکونی اور کرب والم کا باعث بنتے ہیں، اسلام ان تمام افعال واعمال کی نفی کرتا ہے، شور وغل کو شیطانی بتاتا ہے، امن چین کو پسند کرتا ہے۔وہ افراد جو کسی کی تکلیف کا سبب بنتے ہیں سزا کے مستحق ہیں۔

سوالات کے مختصر جوابات:

۱۔ آج کل ایسی بہت سی تحقیقات اور ایجادات سامنے آچکی ہیں جو صاف ستھرا ایندھن بھی ہیں اور ماحول دوست ہیں، مثلاً گوبر پلانٹ، سولر سسٹم اور قدرتی گیس۔ان میں گوبر پلانٹ ایک ایسا آسان اور مفید طریقہ ہے کہ حکومت کی جانب سے اگر اس کی صحیح طرح سے تشہیر کی جائے اور اس کی تکنیک کو عام کیا جائے تو یہ لکڑی، کوئلہ، اور بجلی کا بہترین متبادل ہوگا، اس سے دوسرا فائدہ یا یوں کھاد کا بھی ہے یہ کھاد بھی، زمین دوست ہے، اس سے زمین کی پیداواری صلاحیت بھی بڑھتی ہے اور زمین کی طاقت بھی بحال ہوتی ہے، اور صاف ستھرا غیر آلودہ غذائی اجناس بھی حاصل ہوتی ہے جو صحت مند بھی ہوتا ہے۔

۲۔ جب سے دنیا میں فضائی آلودگی کا مسئلہ پیدا ہوا ہے تب سے ہی دنیا بھر کے سائنسدان اور محققین نے اس طرف سوچنا شروع کیا کہ ڈیزل، پٹرول کا کیا متبادل ہو جس سے فضائی آلودگی کو کنٹرول کیا جاسکے۔اب تک تین متبادل سامنے آچکے ہیں۔قدرتی گیس، الیکٹرونک گاڑیاں جن میں بیٹری کا استعمال ہوتا ہے، تیسرے سولر توانائی۔ان تینوں توانائی کے استعمال سے فضائی آلودگی کنٹرول کی جاسکتی ہے۔شرعی اعتبار سے بھی ہر وہ عمل جس سے مخلوق خدا کو فائدہ ہو ضرر نہ ہو اسلام میں محبوب ہے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

"مِنْ أَجْلِ ذَٰلِكَ كَتَبْنَا عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا (سورۂ مائدہ:۳۲)۔

(اسی سبب سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھا کہ جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے کے بغیر یا زمین میں فساد (روکنے) کے علاوہ قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کردیا، اور جس نے کسی کو زندگی بخشی اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخشی)۔

اس لئے اسلامی نقطہ نظر کو سامنے رکھتے ہوئے چاہے حکومت کہے یا نہ کہے مخلوق کی تکلیف دور کرنے کی خاطر ہر مسلمان پر واجب ہوگا کہ وہ ایسے وسائل کا استعمال کرے جو انسان دوست ہو، اس لئے بقائے حیات کی خاطر اگر مہنگا ایندھن بھی خرید کر زمین کو فضائی آلودگی سے پاک کیا جاسکے تو اس پر عمل کرنا واجب ہوگا۔

۳۔ چونکہ یہ بات واضح ہوچکی کہ فضائی آلودگی سے دنیاوی امن وامان غارت ہونے لگا ہے، اس لئے ہر وہ عمل جس سے دنیا کا امن وامان بحال

ہوا اور زمینی زندگی کو تحفظ حاصل ہو عمل کرنا واجب ہے۔ لہٰذا موجودہ دور میں چونکہ فضائی آلودگی کے سبب متعدد بیماریاں پھیل رہی ہیں اور انسانی زندگی مفلوج ہو چکی ہے، اس لئے روشنی کے حصول کے لئے نئے طریقوں اور ضابطوں پر شرعاً عمل کرنا واجب ہوگا جو حکومت کی جانب سے متعین اور وضع کئے گئے ہیں اور کم آلودگی پیدا کرنے والے ذرائع کو اپنانا واجب ہوگا اگر چہ مہنگے ہی کیوں نہ ہوں۔

۴۔ انسانیت کی بقا و تحفظ کے لئے چاہے جتنے بھی مہنگے وسائل ہوں ان کو بروئے کار لایا جائے گا، اس لئے برقی توانائی حاصل کرنے والے متبادل ذرائع مثلاً سولر پینل، پن بجلی وغیرہ کو استعمال کرنا مستحسن قدم ہوگا، مساجد اور مدارس و دیگر رفاہی ادارے جو صاحب استطاعت حضرات کے تعاون سے چل رہے ہیں ان کی مالی امداد کرنا صاحب استطاعت حضرات پر لازم ہوگا۔

"وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّہْلُکَۃِ وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ" (سورۂ بقرہ: ۱۹۵)۔

(اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو، اور نیکی کرو، بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے)۔

بہر حال جو لوگ صاحب استطاعت ہیں، اسی طرح مدارس و مساجد کے ذمہ داران کے لئے اگر کچھ رقم خرچ کر کے گو وہ وقتی طور پر مہنگی معلوم ہو، استعمال کرنا ایک مستحسن قدم ہوگا؛ کیونکہ غیر مسلم اور ان کے فلاحی ادارے اس طرح کے امور میں کافی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں جس سے دوسروں کو فائدہ حاصل ہو، جب کہ اسلام سلامتی والا مذہب ہے اس لئے مسلمانوں پر بطریق اولیٰ لازم ہوگا کہ وہ ایسے امور جن سے زمین پر امن و مان قائم ہو زمین کا فساد ختم ہو، عمل کریں۔

۵۔ انسانی بھلائی کے لئے صنعتی کارخانوں اور فیکٹریوں کے مالکان کو ایسے تمام اصولوں اور قوانین پر عمل کرنا شرعاً واجب ہے جو فضائی آلودگی کا سبب نہ ہوں، اور جو ان پر عمل نہ کریں وہ ملکی قوانین کے مطابق سزا کے مستحق ہوں گے۔ ان پر فساد فی الارض کا حکم نافذ ہوگا، ایسے امور جن سے بیماریاں لاحق ہوں یا جو عقل اور بدن کے لئے مضر ہوں حرام ہیں۔

۶۔ جانوروں کی آلائش کو محفوظ طریقہ سے دفنانا چاہیے، آج کل جانوروں کے مختلف اعضاء سے فوائد حاصل کئے جا رہے ہیں، ان سے شریعت کی روشنی میں فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔

۷۔ پلاسٹک کا استعمال چونکہ روزمرہ کی زندگی میں بڑھ گیا ہے، استعمال کے بعد پلاسٹک کا کچرہ فضائی آلودگی کا اہم سبب بن گیا ہے، اس لئے پلاسٹک کا استعمال جتنا کم سے کم ہو استعمال کرنا چاہئے اور آرام طلبی اور سستی کو ختم کر کے سابقہ طریقوں پر عمل کرتے ہوئے سامان کی پیکنگ وغیرہ کے لئے کپڑے سے بنی اشیاء یا کاغذ اور گتّوں سے بنی اشیاء کو استعمال کرنا چاہئے۔ پلاسٹک سے بنی تھیلیوں کا استعمال جائز نہ ہوگا۔

۸۔ سگریٹ نوشی اور تمبا کو نوشی موجودہ دور کی تحقیقات کے مطابق جائز نہیں، متاخرین علماء کی اکثریت اس کو حرام سمجھتی ہے۔

۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲۔ ان تمام کا جواب اندرونی صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔ مختصر یہ کہ اسلام نے کھانے پینے سے لیکر رفع حاجت تک کے تمام اصول بیان کر دئے ہیں، اسی طرح دیگر مخلوق کے حقوق بھی اسلام میں متعین ہیں، اسی طرح کوڑا کرکٹ پھیلانے کی ممانعت اسلام میں ہے، گندگی پھیلانا یہودیوں کا عمل تھا، اسی طرح سے پیڑ پودے چونکہ ماحول دوست ہیں ان سے ارضی حیات منسلک ہے اس لئے ان کا لگانا اسلام میں پسندیدہ فعل ہے، خود ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے پیڑ پودے لگائے اور ان کی حفاظت کا حکم دیا، کاشت کاری اور شجر کاری کی حوصلہ افزائی اور ترویج کا حکم اسلام میں موجود ہے۔

صوتی آلودگی لوگوں کی تکلیف کا باعث ہے جس سے عبادات میں بھی خلل واقع ہوتا ہے، مریضوں کے لئے بھی تکلیف کا باعث ہے، شور کی شدت سے بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ اب چاہے یہ آوازیں مشینوں کی ہوں یا جنریٹر کی، گاڑیوں کے ہارن کی ہوں یا ڈی، جے کی، تکلیف اور اذیت پہنچانا اسلام میں جائز نہیں، اس کے لئے اسلام کی واضح ہدایات موجود ہیں۔

☆☆☆

فضائی اور صوتی آلودگی

مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی[1]

انسان کے گردو پیش ہوا، پانی، مٹی وسبزہ وغیرہ کے باہمی تناسب وتوازن سے جو فطری وقدرتی فضاء استوار ہوتی ہے اسے ''ماحول'' کہا جاتا ہے، کائنات کا یہ ماحولیاتی نظام خالق نے انسانوں کی نفع رسانی کے لئے بنایا ہے؛ تاکہ بنی نوع انسان کا ہر فرد اس سے پورا پورا استفادہ کرسکے، چنانچہ ابتدائے آفرینش سے اللہ کی ان نعمتوں سے خوف فائدہ اٹھایا جاتا رہا ہے، اللہ پاک نے اسی وجہ سے سرکشوں، فتنہ پروروں، اور اپنے باغیوں کو ان فطری وقدرتی نعمتوں کی بار بار یاددہانی کرائی ہے؛ تاکہ اپنی زندگی کی سمت وجہت کو فطرت کی آواز کی روشنی میں متعین کرسکے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"ھو الذی خلق لکم ما فی الأرض جمیعا" (بقرہ:۲۹) (وہی خدا ہے جس نے زمین کی ساری چیزیں تمہارے لئے پیدا کی ہیں)۔

"ألم تر أن اللہ سخر لکم ما فی الأرض" (حج:۶۵) (تونے دیکھا نہیں اللہ نے ان چیزوں کو جو زمین میں ہیں تمہارے لئے مسخر کردیا ہے)۔

نیز یہ بھی اپنی جگہ حقیقت ہے کہ اس کارخانہ حیات کی کوئی چیز بے کار و ناکارہ نہیں، بلکہ ذرہ ذرہ تک اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے انسانوں کے لئے مفید ہے، لیکن اس کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ صانع حقیقی نے ہر چیز سے استفادہ کی ایک حد مقرر کی ہے، جب تک استفادہ اس حد میں ہوتا رہے گا استقامت باقی رہے گی، اور تحفظ نفس، تحفظ نسل، تحفظ مال وتحفظ عقل جیسے اہم مقاصد شریعت انفرادی واجتماعی ہر دو اعتبار سے استوار رہیں گے، مگر مقررہ حد سے تجاوز کرنے پر صلاح ختم ہوکر فساد برپا ہوجائے گا، جو اللہ کے نزدیک انتہائی مبغوض وصف ہے، اللہ نے بار بار مفسدین پر لعنت ووعید کے تازیانے سے تنبیہ فرمائی ہے: "ولا تفسدوا فی الأرض بعد إصلاحھا" (اعراف:۸۶) (اور ملک میں اس کی درستی کے بعد فساد مت مچاؤ)،

"کلوا واشربوا من رزق اللہ ولا تعثوا فی الأرض مفسدین" (بقرہ:۶۰) (کھاؤ پیو اللہ کے رزق سے اور زمین پر مفسد بن کر مت پھرو)،

"فأوفوا الکیل والمیزان ولا تبخسوا الناس أشیاء ھم ولا تفسدوا فی الأرض بعد إصلاحھا" (اعراف:۵۵) (تو تم ناپ اور تول پوری کیا کرو اور لوگوں کا ان کی چیزوں میں نقصان مت کیا کرو اور روئے زمین میں بعد اس کے اس کی درستی کردی گئی فساد مت پھیلاؤ)۔

فساد، نظام فطرت میں تبدیل اور خلق اللہ کی تغییر کا نام ہے، اہل لغت نے فساد کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

''الفساد في أصل اللغة: هو تغيير الشيء عن الحال السليمة، خروجه عن الاعتدال فهو ضد الصلاح، يقال: فسد اللبن والفاكهة والهواء إذا اعتراه تغير أو عفونة حتى أصبح غير صالح، ثم استعمل لغة في جميع الأشياء والأمور الخارجة عن نظام الاستقامة كالبغي والظلم والفتنة، وعليه قوله تعالى: ظهر الفساد في البر والبحر'' (المدخل الفقھی العام ۲/ ۶۷۳)۔

(فساد لغت میں حالت سلیمہ سے شئ کا بدل جانا اور اعتدال سے نکل جانا ہے، فساد صلاح کی ضد ہے، کہا جاتا ہے: ''فسد اللبن الخ'' (دودھ خراب ہوگیا، میوہ خراب ہوگیا، ہوا مسموم ہوگئی) جبکہ تغیر وتعفن پیدا ہوجائے کہ صالح باقی نہ رہے، پھر لغت میں ان تمام اشیاء پر بولا جانے لگا جو نظام استقامت سے خارج ہوگئے ہوں، جیسے بغاوت، ظلم، فتنہ، اللہ تعالی کا ارشاد: "ظھر الفساد فی البر والبحر" اسی پر محمول ہے)۔

خلاصہ یہ کہ عدم توازن جو قانون فطرت وقدرت کے غلط یا بے جا استعمال سے پیدا ہوتا ہے فساد کہلاتا ہے، مفسدین کے مقابلہ میں مصلحین آتا ہے جو نظام فطرت کو باقی رکھتے ہوئے کائنات کی نعمتوں کو کام میں لاتے ہیں، عدم توازن اور فساد کا نقصان افراد تک ہی محدود نہیں رہتا بلکہ اس کے اثرات بد قوم اور جماعت کو لپیٹ میں لے لیتے ہیں، اسلام کے متوازن نظام میں ایسا ضرر ونقصان جو ایک یا چند اشخاص تک محدود ہو اس کو بھی گوارہ نہیں کیا گیا ہے؛

---

[1] مدرسہ حسینیہ کایم کلم، کیرالا۔

کیونکہ ایمان واسلام کی شان میں امن پسندی وسلامت مال وجان پنہاں ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے تو ہر ایسے شخص کو مومن کامل کی فہرست سے خارج کر دیا جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرا محفوظ نہ ہو، اگر کسی کے ضرر سے پوری جماعت اور قوم کی قوم متاثر ہوتی ہو تو اس کی بابت اسلام کا نظریہ سخت سے سخت ہو جاتا ہے، بلکہ ایسے موقع پر تو ضرر خاص کی پرواہ کئے بغیر ضرر عام پر پوری توجہ مرکوز کی جاتی ہے، کتنے ہی مسائل ہیں جن میں فرد یا خاص افراد کے مقابلہ جماعت یا کثیر افراد کا لحاظ رکھا گیا ہے، حکومت کی جانب سے قیمتوں کا تعین بردہ فروشوں کے مابین پکوان والے ہوٹل کی ممانعت، مسلم قیدیوں اور بچوں کو کفار کی جانب سے ڈھال کے طور پر استعمال کرنے کی صورت میں ان کی جانب تیر بازی، کسی عضو کو نفس کی ہلاکت کے وقت کاٹ کر کھانے کا جواز وغیرہ مسائل ہیں جن میں ضرر عام کی بھرپور رعایت کی گئی ہے (الاشباہ والنظائر لابن نجیم ۱/ ۲۵۶، القاعدۃ الخامسہ، حاشیہ آفندی علی فتح القدیر ۵/ ۳۴۸، فصل فی الحائط)۔

خلاصہ یہ کہ خواہ ڈائریکٹ ضرر پہنچایا جائے یا ضرر پہنچانے کا سبب وذریعہ ہو دونوں ہی فقہ اسلامی میں ممانعت کے دائرے میں آتے ہیں، انسانوں نے جب تک دوسروں کا خیال ولحاظ رکھا تو دنیا ظاہری اعتبار سے بھی اس کا گہوارہ رہی، اور باطنی اعتبار سے بھی پاکیزہ ماحول، صاف ستھری آب وہوا سے ہم کنار رہی۔

لیکن انسانوں نے سب کو جب بالائے طاق رکھ دیا اور رفتہ رفتہ حفظان صحت تک کے اصول وضوابط کو بھلا دیا تو آج فضا آلودہ بن کر رہ گئی، آب وہوا مسموم، ماحولیاتی نظام انتہائی پراگندہ، مختلف مہلک بیماریوں سے دوچار، صحت وتندرستی کی عظیم نعمت سے بہت سے لوگ محروم ہونے لگے، اس صورت حال کی سنگینی میں روز بروز اضافہ ہوتا جارہا ہے، ماہرین وسائنسدان حیران وپریشان ہیں کہ کس طرح ماحولیاتی کثافت سے نجات حاصل کی جائے، اس سے چھٹکارے کی ایک ہی شکل ہے کہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ہر شخص اپنی راہ عمل اور جادۂ فکر کو متعین کرے، من خواہی طرز عمل کو چھوڑ کر اسلامی طریقۂ کار کو اپنائے، اس میں اپنا بھی بھلا ہے اور دوسروں کا بھی بھلا ہے، مندرجہ ذیل سطور میں ماحولیاتی آلودگی وکثافت کے چند مسائل کو فقہ اسلامی کی روشنی میں حل کیا جارہا ہے۔

فضائی آلودگی:

اللہ تعالی نے فضا کو مختلف قسم کے گیسوں، ہواؤں، حرارت وبرودت، بارانی وبرساتی جھکڑوں وغیرہ سے ایسا بھرپور کیا ہے جو انسانی حیات اور جانداروں کی زندگی کے لئے توازن سے بھرا نظام مہیا کرتا ہے، مگر آج کرۂ ارض مختلف اسباب ومحرکات کی وجہ سے اپنا فضائی توازن کھو بیٹھا ہے اور دنیا سخت فضائی آلودگی سے دوچار ہے، یورپ میں تیزابی بارش، سیسہ ملے پٹرول کے استعمال سے جہاں فضا مکدر ہوئی وہیں ان گنت لوگ سانس، جگر اور گردے کے مریض ہوئے، کاربن ڈائی آکسائیڈ (Co_2) کے بے تحاشا اخراج سے عالمی طور پر درجہ حرارت اور شمسی تمازت میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے، اس کے مختلف اسباب ومحرکات ہیں، بنیادی طور پر مندرجہ ذیل چیزیں ہیں:

۱۔ ایندھن کا استعمال پکوان کے لئے:

ایندھن کے طور پر لکڑی، کوئلہ، گوبر، گیس اور بجلی کا استعمال عام ہے، ان میں سے بعض چیزیں دھواں چھوڑنے والی ہے یا زیادہ دھواں چھوڑنے والی ہیں، فضا میں دھواں کی کثیر مقدار ہونے سے کاربن ڈائی آکسائیڈ، اور سلفر ڈائی آکسائیڈ وغیرہ گیسوں کی بھرمار ہوگئی ہے جس سے مختلف قسم کے خطرات بڑھ گئے ہیں، اور اجتماعی ضرر کا خدشہ قوی ہوگیا ہے، فقہ اسلامی کا ضابطہ ہے:

'یتحمل الضرر الخاص لأجل دفع الضرر العام'' (الأشباہ ۱/ ۲۵۶، القاعدہ الخامسہ: الضرر یزال)، ''کم من ضرر خاص یتحمل لدفع العام'' (حاشیہ آفندی علی فتح القدیر ۵/ ۳۴۸، فصل فی الحائط)۔

موجودہ صورت حال میں تو ضرر خاص بھی نہیں ہے؛ کیونکہ اس کا بدل موجود ہے، نیز اس پر وہ قادر بھی ہے اس لئے ایسے ایندھن کا استعمال جائز نہیں ہوگا جس سے فضا مسموم وآلودہ ہو کر لوگوں کی ہلاکت کا سبب بنے۔

اس پر اس سے بھی استدلال کیا جاسکتا ہے کہ بردہ فروشوں کی مارکیٹ میں کوئی پکوان کی دکان کھولتا ہے، متاخرین فقہاء نے ضرر بین ہونے کی

صورت میں ممنوع قرار دیا ہے (شرح الحموی علی الاشباہ والنظائر لابن نجیم ۱ / ۲۵۷)۔

۲۔ گاڑیوں میں ایندھن کا استعمال:

گاڑیاں بھی ایندھن کی مدد سے سڑکوں پر دوڑتی ہیں، ایندھن کے طور پر ڈیزل، پٹرول، گیس وغیرہ کا استعمال ہوتا ہے، ان میں سے گیس وہ ایندھن ہے جس میں دھواں کا اخراج کم ہوتا ہے، ڈیزل میں بنسبت پٹرول زیادہ ہوتا ہے، جس سے فضائی آلودگی کا خدشہ ہے، حکومتیں بھی اس کو محسوس کر رہی ہیں اس لئے بعض گاڑیوں کے لئے گیس کو ضروری قرار دے رہی ہیں، بلکہ اب تو سولر کی مدد سے اور الیکٹرانک قوت سے گاڑیاں چلانے کا پلان بنا رہی ہیں، الیکٹرانک طاقت کے استعمال میں کامیابی مل چکی ہے، شمسی توانائی پر بھی دسترس حاصل کی جاسکتی ہے، حاکم وقت کو فقہ اسلامی کی رو سے اتنا اختیار تو ہے کہ لوگوں پر بعض چیزوں کی پابندی لگادے جبکہ اس سے واضح ضرر کا اندیشہ ہو رہا ہو۔

اس لئے اگر حکومت محسوس کرتی ہے اور حفظان صحت کے ماہرین کی رائے ہوتی ہے کہ گیس کی گاڑیوں سے ضرر کم ہوتا ہے تو حکومت کے منع کرنے پر بھی اور بغیر اس کے بھی ایسے ایندھن کو استعمال کرنا ضروری ہوگا۔

۳۔ روشنی کے حصول کے لئے کم دھواں والے اسباب کو اختیار کرنا:

اسلام کی ہدایات میں سے ایک ہدایت یہ بھی ہے کہ سوتے وقت روشنی گل کر دو، اس لئے کہ دو قباحت لازم آتی ہے، ایک تو اسراف ہے، سونے کی حالت میں روشنی کی ضرورت نہیں ہے، خواہ مخواہ کا ضیاع ہے، دوسرے ہوسکتا ہے اس سے گھر میں آگ لگ جائے، کپڑے جل جائیں، سامان کو نقصان پہنچ جائے، اور ہوا بھی ایسا ہی ہے، اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے منع کر دیا، یہ اس وقت کی بات تھی جبکہ چراغ اور وہ بھی فیتے والے چراغ ہوتے تھے، جس سے مذکورہ بالا آخری نقصان کا خطرہ زیادہ رہتا تھا، آج کی مشینی ترقیات نے مختلف ذرائع روشنی کے پیدا کئے ہیں، آج کے دور میں الیکٹرانک ذریعہ کو کافی فروغ ہوا، اس کے علاوہ بجلی پیدا کرنے کے لئے جنریٹر استعمال ہوتا ہے، جو ڈیزل و پٹرول اور مٹی کے تیل سے چلتا ہے، نیز گیس کے ذریعہ بھی اس کو کارگر بنایا جاتا ہے، گیس کے ذریعہ جو روشنی پیدا کی جاتی ہے اس میں دھواں نہیں ہوتا ہے، لیکن ڈیزل و مٹی تیل سے چلنے والے جنریٹر سے دھواں وافر مقدار میں نکلتا ہے، اگر یہ بات تحقیق کے ساتھ پایہ ثبوت کو پہنچ جائے کہ فلاں مقام پر دھواں کا اخراج فضا کو آلودہ و زہریلا کر رہا ہے جس سے قوم تباہ ہوسکتی ہے، مختلف بیماریوں کا شکار ہوسکتی ہے، تو ایسے مقام پر ڈیزل و مٹی تیل کے بجائے گیس کا استعمال ہی ضروری ہوگا، اگر اتنا یقینی نہ ہو، یا ظن غالب کی حد تک معاملہ نہ ہو تو پھر واجب وضروری نہیں کیا جاسکتا۔

۴۔ صاحب استطاعت حضرات کے لئے شمسی توانائی سے استفادہ:

اسی طرح اب سولر لائٹ کا استعمال عام ہوتا جا رہا ہے جو شمسی توانائی کے تحت روشنی و ہوا فراہم کرتی ہے، خطیر رقم خرچ ہوتی ہے، مگر آئندہ کے لئے بجلی کے گراں بل سے نجات مل جاتی ہے، اس کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہئے، اگر معاملہ مساجد ومدارس کا ہو، نیز مدارس ومساجد سولر کے بار گراں کے متحمل ہوں تو ارباب مساجد ومدارس کو چاہئے کہ بجلی کے بجائے شمسی توانائی کو حاصل کر کے روشنی و ہوا کا انتظام کریں۔

۵۔ صنعتی کارخانوں میں استعمال ہونے والے ایندھن اور دھواں کے اخراج کے مہلک اثرات:

ماحولیاتی کثافت میں فیکٹریوں، کارخانوں نے سب سے زیادہ اضافہ کیا ہے، ان سے نکلنے والے فضلات اور دھویں فضائے آسمانی کو مکدر کر رہے ہیں، اور انسان، حیوان ونباتات سب کو متاثر کر رہے ہیں، رپورٹ کے مطابق بے شمار مہلک اور لاعلاج امراض کی افزائش میں ان کا کافی دخل ہوتا ہے، جہاں کارخانے ہوتے ہیں وہاں زہریلی گیسوں سے پوری فضا مسموم رہتی ہے، حکومتیں شروع شروع میں اتنا حساس نہیں تھیں، مگر رفتہ رفتہ حادثات و واقعات نے بہت حساس بنا دیا ہے، اس لئے ایسے کارخانوں کے لئے مختلف قوانین وضع کئے گئے، مثلاً شہر سے باہر ہوں گے، ان کی چمنی کی اونچائی اس حد تک ہوگی، ان میں ایندھن ایسا استعمال ہوگا، جو زیادہ دھواں اور کثافت پھیلانے والا نہ ہو؛ تاکہ آسمان وزمین کے مابین جو شعاع شمسی کو روکنے والی پرت ہے وہ متاثر نہ ہو، یہ سارے قوانین میں انسانوں کی بھلائی ہے، خلاف ورزی میں انسانی جانوں کو خطرہ ہے، اس لئے حکومت جو قوانین انسانوں کی بھلائی کے لئے بناتی ہے وہ یقیناً واجب العمل ہوتے ہیں، لہذا ان کی خلاف ورزی کرنا جائز نہیں، علامہ حموی نے شرح کنز سے ائمہ کا قول نقل کیا ہے:

''إطاعة الإمام في غير المعصية واجبة فلو أمر الإمام بصوم يوم وجب'' (شرح حموی علی الأشباہ: ۲۲۲ قاعدة: تصرف الإمام منوطه بالمصلحة) (امام کی اطاعت غیر معصیت میں واجب ہوتی ہے، پس اگر امام ایک روزے کا امر کرے تو واجب ہوگا)۔

علامہ شامی رقم طراز ہیں: ''أمر السلطان إنما ينفذ أي يتبع ولا تجوز مخالفته'' (كتاب القضاء ۵/ ۳۸۲ ، مطلب: طاعة الامام واجبة) (سلطان کا امر نافذ یعنی قابل اتباع ہوتا ہے، اس کی مخالفت جائز نہیں ہے)۔

ہمارا سلطان کافر ہے مگر جب اس کو حاکم تسلیم کرلیا گیا ہے تو گویا حکماً وعدہ وعہد کرلیا ہے کہ ایسا حکم جو ہمارے مصالح کے خلاف نہیں ہوگا ہم اس کی اتباع کریں گے، اس لحاظ سے ایسے کافر حاکم کا قول بھی قابل اتباع ہوگا، اور مخالفت جائز نہیں ہوگی۔

۶۔ جانوروں کے فضلات اور نا قابل استعمال اجزاء کے سلسلہ میں اسلامی تعلیم:

صفائی و پاکیزہ ماحول کی فراہمی اسلام کا طرۂ امتیاز ہے، پچھلی اقوام میں یہودیوں کا طریقہ تھا کہ وہ کچرا، گوبر وغیرہ اپنے گھروں کے سامنے ڈال دیا کرتے تھے، جس سے آنے والوں کو گھن آتی تھی (اشعۃ اللمعات ۳/ ۵۸۹)۔

ترمذی کی روایت میں ہے: ''إن الله طيب يحب الطيب، نظيف يحب النظافة، كريم يحب الكرم، جواد يحب الجود، فنظفوا أراه قال أفنيتكم ولا تشبهوا باليهود'' (ترمذی ۲/ ۱۰۷، باب فی النظافة)

(اللہ تعالیٰ پاکیزہ ہے پاکیزگی کو پسند کرتا ہے، صاف ستھرا ہے صفائی وستھرائی کو پسند کرتا ہے، کریم وجواد ہے سخاوت وکرم کو پسند کرتا ہے، لہٰذا اپنے صحنوں کو صاف ستھرا رکھو، اور یہودیوں کی مشابہت اختیار مت کرو)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف آلائش کی بابت حکم فرمایا کہ ان کو دفن کردو، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

''إذا تنخم أحدكم فليغيب نخامته لا تصيب جلد مؤمن أو ثوبه'' (مجمع الزوائد ۸/ ۲۱۲، وقال: رواه البزار ورجاله ثقات)

(تم میں سے کوئی بلغم نکالے تو اس کو دفن کردے تاکہ کسی مومن کے جسم یا کپڑے کو نہ لگ جائے)۔

بیہقی نے روایت کی ہے: ''كان يأمر بدفن الشعر والأظفار'' (شعيب الايمان ۵/ ۲۲۲، رقم: ۶۴۸۸)

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بال وناخن کو دفن کرنے کا حکم دیتے تھے)۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنا بھی لگوایا ہے، اس موقع پر جو فاسد خون نکلا اس کی بابت حکم دیا گیا کہ اس کو دفن کردو (شعب الایمان ۵/ ۲۲۳، رقم: ۶۴۸۹)۔

اسی لئے فقہاء نے حیض کے کپڑے اور خون وغیرہ کو دفن کرنے کا حکم دیا ہے۔ ''تدفن أربعة: الظفر والشعر، وخرقة الحيض، والدم'' (تاتارخانیہ ۱۸/ ۲۱۰، کتاب الکراہیۃ، مسئلہ: ۲۸۵۳۸) (ناخن، بال، حیض میں آلودہ کپڑے اور خون دفن کئے جائیں گے)۔

جبکہ ان اشیاء سے فضائی آلودگی کا اتنا خطرہ نہیں ہے جتنا کہ جانوروں کو ذبح کرنے کے بعد اس سے نکلنے والی آلائش وفضلات سے خطرہ پیدا ہوتا ہے؛ کیونکہ حیوانات میں تعفن اور ماحول کو پراگندہ کرنے کا مادہ زیادہ ہوا کرتا ہے اسی لئے تو اسلام میں مردوں کو دفن کرنے کا حکم دیا گیا ہے، حتی کہ وہ جنین جو گوشت کے لوتھڑے کے حکم میں ہے اس کو بھی مٹی کے اندر دفن کرنے کا حکم ہے، حتی کہ کافر نعشوں کے ساتھ بھی معاملہ دفن کا ہی کیا گیا ہے، جنگوں وغزوات کے حالات اس کے لئے شاہد عدل ہیں، اس لئے آلائشوں کے سلسلہ میں حکومت کی ذمہ داری سے زیادہ ہر شخص کی اپنی ذمہ داری ہے کہ گڑھا کھود کر ان سب کو دفن کردیا جائے، ندی نالوں میں پھینکنے یا سڑکوں کے کنارے ڈالنے میں مہلک امراض کا خطرہ بھی ہے بلکہ ندی اور نہروں کی مچھلیاں بھی متاثر ہوسکتی ہیں۔

۷۔ پلاسٹک کی تھیلی کا استعمال:

پلاسٹک کی تھیلیوں کو اگر جلایا جائے تو کثیف دھویں کا اخراج ہوتا ہے، جس کا اثر آب وہوا اور ماحولیاتی نظام پر بہت جلد پڑتا ہے، تو ایسی تھیلیوں کے استعمال پر شرعی طور پر پابندی لگنی چاہئے یا نہیں؟ آج کل معاملہ پلاسٹک کی تھیلیوں ہی پر منحصر نہیں ہے، ہر چیز پلاسٹک کی بن رہی ہے، خورد ونوش کے برتن سے

لے کر نقل وحمل کے آلات تک پلاسٹک میں تبدیل ہوچکے ہیں، لیکن غور کرنے کی ضرورت ہے کہ پلاسٹک کا نفس استعمال کثافت کا سبب نہیں ہے بلکہ آلودگی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب ان کو آگ کے حوالہ کیا جائے، صرف تسبب کسی چیز کی ممانعت کے لئے کافی نہیں ہوتا ہے بلکہ ایسا سبب جو جالب ومحرک ہو جس کو فقہاء سبب فی معنی العلۃ سے تعبیر کرتے ہیں، ورنہ تو انگور کی کاشت بھی حرام ہوگی؛ کیونکہ شراب نوشی وشراب سازی کا سبب ہے، خطرناک ہتھیار کے خام مال کی افزائش بھی روا نہیں ہوگی کہ یہ لوگوں کے جان لینے کا سبب ہے، اس لئے ناچیز راقم کی رائے میں پلاسٹک کی تھیلیوں کے استعمال پر پابندی یا ممانعت شرعی نقطہ نظر سے نہیں لگائی جاسکتی، البتہ ان تھیلیوں کو آگ میں جلانے سے روکا جائے گا کہ یہی کثافت وآلودگی پیدا کرنے کا سبب قریب ہے۔

۸۔ مسئلہ سگریٹ نوشی:

قطع نظر اس سے کہ سگریٹ وتمبا کو انسان کے جسم وجان کے لئے خطرناک ہیں، اور مختلف امراض اس سے جنم لیتے ہیں، اہل مغرب نے تو سگریٹ کو کینسر کا پیش خیمہ (Cancer Stieks) نام دیا ہے، اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ ممنوع ہو، مگر سنگین صورت حال یہ ہے کہ اس کے کثیف دھویں سے ماحول بدحال ہو رہا ہے، ماحول کو آلودہ کرنے میں کثیف دھواں بالخصوص نشیلی اشیاء کے استعمال سے جو دھویں باہر آتے ہیں ان کا بہت دخل ہوتا ہے، مختلف مقامات پر سگریٹ نوشی اہل حکومت کی جانب سے ممنوع ہے، اور اس بری لت کے عادی کے لئے مخصوص مقام کا انتظام کیا گیا ہے، اس طرح کے اقدام کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے اور اس کا پالن کرنے کی تاکید وتائید کرنی چاہئے، اگر تھوڑی دیر کے لئے تسلیم کر بھی لیا جائے کہ اس قسم کی دخانی اشیاء کے استعمال سے عادی حضرات کا جسمانی نقصان نہیں ہوگا تو بھی فقہ اسلامی کا قاعدہ: ''کم من ضرر خاص یتحمل لدفع ضرر العام''، کا تقاضا ہے کہ عام لوگوں کو ضرر سے بچانے کے لئے ممنوع ہی ہونا چاہئے۔

۹۔ پیشاب وپاخانے کے لئے اسلامی ہدایات:

ماحولیاتی کثافت کا ایک اہم سبب آبادی والے علاقوں میں اور میدانوں میں، نیز سڑکوں کے کنارے، پبلک مقامات: اسٹیشن، بس اسٹینڈ وغیرہ پر پیشاب وپاخانہ کی ضرورت کو پوری کرنا ہے، اس کی بدبو فضا کو زہریلی بناتی ہے، اسی طرح گندے پانی اور فضلات کھلی نالیوں، گلیوں میں بہادیئے جاتے ہیں جس سے ماحولیاتی آلودگی پیدا ہوتی ہے، بول وبراز کے تعلق سے خاص طور پر اسلام نے اپنے ماننے والوں کو جن ہدایات کا پابند بنایا ہے ان میں معاشرہ کی پاکیزگی، ماحولیاتی آلودگی کا سدباب، صاف ستھری آب وہوا کی افزائش اور صحت مند فضا کو استوار رکھنے کا بھرپور انتظام ہے، امام ابوداؤد نے اپنی کتاب کی ابتداء آداب استنجاء سے کی ہے اور اس بابت ۲۵ / ابواب قائم کرکے مختلف آداب وہدایات کا احاطہ کیا ہے، دوسرے محدثین نے بھی ان میں سے بہت سے آداب کو اپنی اپنی تصنیفات میں جگہ دی ہے، وہ ہدایات جن کا تعلق ڈائریکٹ ماحولیاتی آلودگی سے ہے مندرجہ ذیل حدیثوں سے واضح ہوسکتی ہیں:

۱۔ بیت الخلاء بننے سے پہلے آپ ﷺ کا معمول تھا کہ قضائے حاجت کے لئے آبادی سے باہر دور تشریف لے جاتے:

''عن جابر بن عبد الله قال: إن النبي ﷺ كان إذا أراد البراز انطلق حتى لا يراه أحد'' (ابوداؤد/ ۲ باب التخلی عند قضاء الحاجة)

(حضرت جابرؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ جب قضائے حاجت کا ارادہ فرماتے تو اتنا دور چلے جاتے کہ کوئی آپ ﷺ کو نہیں دیکھ پاتا)۔

البتہ پیشاب کرنے میں اتنا اہتمام نہیں کرتے، بلکہ آبادی میں ایسی جگہ جہاں لوگوں کو تکلیف نہیں ہوتی فارغ ہوجایا کرتے تھے۔

''عن حذيفة أتى رسول الله ﷺ سباطة قوم فبال قائما'' (بخاری/۱ ۳۶، كتاب الوضوء، باب البول عند صاحبه والتستر بالحائط) (حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ ایک قوم کے کوڑے کے پاس آئے اور کھڑے ہوکر پیشاب فرمایا)۔

۲۔ جب بیت الخلاء گھر میں بن گیا تو پھر گھر میں ہی فارغ ہونے کا معمول تھا۔

''عن ابن عمر قال: ارتقيت عن ظهر بيت حفصة لبعض حاجتي فرائيت رسول الله ﷺ يقضي حاجته مستدبر القبلة، مستقبل الشام'' (بخاری/۱ ۲۷، كتاب الوضوء، باب التبرز في البيوت)

(حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں: میں ایک روز کسی ضرورت سے حضرت حفصہ کے گھر کی چھت پر چڑھا تو رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ قضائے

حاجت فرمارہے ہیں، قبلہ کی جانب آپ کی پیٹھ ہے اور شام کی جانب آپ کا رخ ہے)۔

۳۔ ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے منع کیا گیا تاکہ بہاؤ نہ ہونے کی وجہ سے بدبو پیدا نہ ہو، پھر جہاں پانی کی نجاست کا مسئلہ پیدا ہوگا وہاں فضائی آلودگی کا سبب بھی ہوگا۔

''نهى أن يبال في الماء الراكد'' (مسلم ۱/ ۱۳۸، باب النهي عن البول في الماء الراكد)
(ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے منع کیا گیا)۔

بلکہ بعض روایتوں میں تو جاری پانی میں بھی استنجاء سے منع کیا گیا؛ کیونکہ اس کی وجہ سے عادت ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے کی ہوجائے گی، یا دیکھا دیکھی دوسرے لوگ بھی بہتے پانی کو استنجاء خانہ بنالیں گے، نتیجہ یہ ہوگا کہ بدبو پھیلے گی اور فضا آلودہ ہوگی۔

''نهى رسول الله ﷺ أن يبال في الماء الجاري رواه الطبراني في الأوسط ورجاله ثقات'' (مجمع الزوائد ۱/ ۴۸۳)
(رسول اللہ ﷺ نے جاری پانی میں پیشاب کرنے سے منع کیا ہے)۔

۴۔ پبلک مقام و عام شاہ راہ پر بول و براز سے احتراز کی تاکید کی گئی بلکہ ایسی جگہ پر استنجاء کو ملعنہ یعنی سبب لعنت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

''اتقوا اللعانين، قالوا: وما اللعانان يا رسول الله؟ قال: الذي يتخلى في طريق الناس أو في ظلهم'' (مسلم ۱/ ۱۳۲، باب النهي عن الاستنجاء) (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لعنت کے دو اسباب سے بچو، صحابہ نے پوچھا: وہ دونوں کیا ہیں یا رسول اللہ؟ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: وہ شخص جو لوگوں کی راہ پر سایہ میں بول و براز کرے)۔

۵۔ وہ مقامات جہاں انسانوں کو نہیں بلکہ جانوروں حتی کہ کیڑے مکوڑوں کو تکلیف ہوتی ہے، اس جگہ بھی قضائے حاجت سے منع کیا گیا۔

''عن عبد الله بن سرجس أن النبي ﷺ نهى أن يبال في الجحر، قال: قالوا لقتادة: ما يكره من البول في الجحر، قال: كان يقال إنها مساكن الجن'' (ابوداؤد ۱/ ۵، باب النهي عن البول في الجحر)

(عبد اللہ بن سرجس فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے سوراخوں میں پیشاب کرنے سے منع کیا، راوی کا بیان ہے: قتادہ سے ان کے شاگردوں نے پوچھا، سوراخوں میں پیشاب کرنا مکروہ کیوں ہے؟ قتادہ نے جواب دیا: کہا جاتا تھا کہ وہ نظروں سے غائب جانداروں کا مسکن ہیں)۔

اس قسم کی اور بھی متعدد احادیث ہیں ان کی روشنی میں مندرجہ ذیل امور کی طرف رہنمائی ملتی ہے:

الف- پبلک مقامات: اسٹیشن، بس اسٹینڈ وغیرہ پر بول و براز شریعت کی نگاہ میں ممنوع ہے۔

ب- ہر وہ طریقہ جو دوسروں کے ضرر کا سبب ہو مثلاً گندے پانی کا کھلی نالیوں میں بہانا جس سے عام انسانوں کو تکلیف کا سبب ہو جائز نہیں ہے۔

ج- شریعت کی نگاہ میں بیت الخلاء کی بہت اہمیت ہے، لوگوں کو اہتمام کرنا چاہئے کہ بیت الخلاء کا انتظام کریں، انتظام ہونے سے پہلے پہلے آبادی سے دور اس ضرورت کو پوری کی جائے۔

د- پیشاب ایسے مقام پر کرنا چاہئے کہ اس کی بدبو لوگوں کے لئے تکلیف کا سبب نہ ہو، اس لئے پیشاب کے لئے بنے پیشاب خانوں کا استعمال یا ایسی جگہ کا انتخاب کیا جائے کہ اس کی بدبو لوگوں تک نہ پہنچے، اگر جلدی میں ایسی جگہ پیشاب کر ہی لیا گیا تو پانی بہا کر اس کی بدبو کو فی الفور زائل کر دیا جائے۔

۱۰۔ تھوکنے کے لئے تھوکدان کا استعمال:

تھوک و رینٹ ہر چند کہ پاک ہیں مگر گھن والی چیز سمجھی جاتی ہے، اس بابت بھی حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایسے طریقے سے احتراز کرنے کا حکم دیا گیا جس سے دوسروں کو حتی کہ اندیکھی مخلوق کو بھی اگر تکلیف ہوتی ہو تو اس کو برداشت نہیں کیا گیا، جو جگہ جتنی صاف ستھری رکھی جاتی ہے اس پر تھوکنا اتنی ہی شدت سے منع کیا گیا ہے، حدیث میں آتا ہے:

''إذا قام أحدكم إلى الصلاة فلا يبصقن أمامه فإنما يناجي الله ما دام في مصلاه ولا عن يمينه، فإن عن يمينه ملكًا وليبصق

عن يساره أو تحت قدمه فيدفنها'' (بخاری۱/ ۵۹، کتاب الصلاۃ، باب دفن النخاعة في المسجد)

(جب تم میں سے کوئی نماز کے لئے کھڑا ہو تو اپنے سامنے نہ تھوکے، اس لئے کہ اللہ تعالی سے مناجات کرتا ہے جب تک نماز پڑھتا رہے، نہ دائیں جانب تھوکے کہ دائیں جانب فرشتہ ہوتا ہے، بائیں جانب (جبکہ کوئی اس جانب میں نہ ہو) یا قدم کے نیچے تھوکے پھر اس کو دفن کردے یعنی صاف کردے)۔

امام نووی نے اس حکم کو نماز کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عام رکھا ہے، بعض روایتوں میں یہ بھی آتا ہے:

''ثم أخذ طرف ردائه فبزق فيه وردّ بعضه على بعض، قال: أو يفعل بكذا'' (بخاری۱/ ۵۹، کتاب الصلاۃ، باب إذا بدره البزاق فليأخذ بطرف ثوبه) (پھر اللہ کے رسول نے چادر کا ایک کنارہ لے کر اس میں تھوکا پھر اس کو مل دیا اور فرمایا: یا ایسا کرے)۔

یہ اس صورت پر محمول ہے جبکہ قدم کے نیچے بھی تھوکنا ممکن نہ ہو، مثلاً قالین وغیرہ بچھی ہو تو کسی کپڑے میں تھوک لے، ادھر ادھر نہ تھوکے۔

فقہاء نے بھی وضو کے پانی میں تھوکنے سے منع کیا ہے: ''من منهياته التوضؤ... والقاء النخامة والامتخاط في الماء'' (شامی ۱/ ۹۹، کتاب الطہارۃ، طبع رشیدیہ پاکستان) (وضو کی منہیات میں سے بلغم اور رینٹ کا پانی میں ڈالنا ہے)۔

عام انسان کا تھوک جبکہ پاک ہے، اس سے آلودگی وکثافت کا خدشہ نہیں ہے اسکی بابت محض گھن ہونے کی باعث یہ ہدایت ہے کہ ہر ایسی جانب میں تھوکنے سے بچا جائے جس سے انسانوں کو یا ملائکہ کو ایذا ہوتی ہو، اس سے یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ جس انسان کے تھوک سے مختلف امراض کا دروازہ کھل رہا ہو، فضا کے آلودہ وکثیف ہونے کا خطرہ ہو ان کو تو ہر حال میں تھوک دان میں ہی تھوکنا لازم ہے، سڑکوں پر، پبلک مقامات پر ایسے انسان کا تھوکنا تعدی وظلم کے باب سے ہوگا، تعدی وظلم کی وجہ سے تو بہت سی مباح چیز بھی حرام ہو جاتی ہے، اور قابل مواخذہ قرار پاتی ہے، موسوعہ میں تربوز، انار، اور کیلے کے چھلکے کے بارے میں لکھا ہے کہ اگر راستے پر کسی نے ڈال دیا اور کوئی راہ گیر اس کی وجہ سے گر کر نقصان میں مبتلا ہو گیا تو پھینکنے والا ہی اس کا ضامن ہوگا۔

''ولو ألقى قمامات أو قشور بطيخ ورمان وموز بطريق نافذ فمضمون مالم يتعمد المار المشي عليها قصدا، وكذا إن رشق في الطرق ماء فزلق به إنسان أو بهيمة فتلف يضمن'' (موسوعہ کویتیہ۲۸/ ۳۵۳ مطبوعہ کویت)

(اگر راستے پر کوڑا کرکٹ یا تربوز، انار اور کیلے کے چھلکے ڈال دیا تو اگر راہ گیر نے اس پھینکی ہوئی شئی پر چلنے کا قصد نہیں کیا تو پھینکنے والا ضامن ہوگا، اسی طرح پانی راستے پر پھینک دیا جس کی وجہ سے کوئی انسان یا جانور پھسل گیا اور ہلاک ہو گیا تو ضامن ہوگا)۔

۱۱۔ مشینی اشیاء کا استعمال:

کائنات کی جتنی اشیاء ہیں، اللہ نے انسانوں کے فائدے کے لئے پیدا کی ہیں، ان سے استفادہ انسان کا حق ہے، مگر اس کی وجہ سے دوسروں کو نقصان پہنچانا جائز نہیں ہے، جامع قاعدہ ہے: ''لا ضرر ولا ضرار'' جس طرح کسی کو ضرر پہنچانا جائز نہیں اسی طرح ضرر کا سبب بننا بھی ممنوع ہے، ہاں ضرورت کے مواقع مستثنی ہیں، الضرورات تبیح المحذورات، نیز ہر زمانے کی ضرورت الگ الگ ہوتی ہے، آج مشینی دور ہے، مشینی اشیاء کے بغیر گویا کہ زندگی اجیرن ہے، موبائل، فریج وغیرہ تو عام ضرورت بن گئے ہیں، لہذا بقدر ضرورت استعمال کرنے پر پابندی نہیں لگائی جاسکتی، البتہ ضرورت سے زیادہ کا استعمال ایک تو اسراف کے زمرے میں آتا ہے، دوسرے اگر آلودگی وکثافت کا سبب بھی ہے تو عام انسانوں کے لئے ضرر کا سبب بھی ہوسکتا ہے، لیکن راقم سمجھتا ہے کہ ایسا سبب نہیں ہے جو ڈائریکٹ ماحول کو پراگندہ کرے بلکہ ان کی وجہ سے وہ اشیاء ناپید ہو جائیں گی جو ماحول کو سازگار بنانے میں معاون ہوتی ہیں، اس لئے ضرورت سے زیادہ استعمال کو حرام تو نہیں کہا جاسکتا، البتہ مکروہ کے زمرے میں رکھا جاسکتا ہے الا یہ کہ تحقیق سے یہ بات ثابت ہو جائے کہ ان اشیاء کا استعمال ڈائریکٹ ماحول کی آلودگی پر اثر ڈالتا ہے تو یقیناً ضرر عام کی وجہ سے روکا جائے گا۔

لیکن یہ بات الگ ہے کہ ضرورت سے زائد کسی بھی چیز کا استعمال اسراف ہے جو کہ شیطانی عمل ہے اور شریعت کی نگاہ میں بہت ہی گھنونا فعل ہے، اس لئے اس نوعیت سے حرام ہوگا۔

۱۲، الف- جنگلوں کا صفایا اور درختوں کا کاٹنا:

ماحولیات کے تحفظ میں درختوں اور جنگلوں کا اہم رول ہوتا ہے، موسم کا اعتدال ان سے برقرار رہتا ہے، صاف ستھری آب و ہوا فراہم ہوتی ہے، مختلف آلودگی و کثافت کو پیدا کرنیوالی گیسوں کو جذب کرتے ہیں، لہذا جنگلوں اور درختوں کا وجود انسانوں کے لئے فائدہ کا باعث ہے، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ مختلف ضروریات انہی لکڑیوں سے وابستہ ہیں، ایندھن کے لئے ابھی بھی بہت سے ملکوں کا انحصار لکڑیوں پر ہے، گیس والیکٹرانک چولھے ابھی تک ان تک نہیں پہنچ سکے ہیں، گھر کے فرنیچر، دروازے، کھڑکیوں کے پاٹ وغیرہ بھی لکڑیوں سے دستیاب ہوتے ہیں، اب دوسری چیزیں بھی ان کی جگہ لے رہی ہیں، نیز آبادی کی کثرت روز بروز افزوں ہیں، ان کی رہائش کے انتظام کے لئے جنگلات کا صفایا لابدی ہے، زمانے و وقت کی ضرورت سے صرف نظر بھی نہیں کیا جاسکتا، اور مستقبل میں ہونے والے نقصان سے بھی آنکھ بند نہیں کی جاسکتی، اس لئے ضرورت کے بقدر جنگلات کا کاٹنا، اس کی جگہ پلاٹس بنا کر آبادیاں بسانا جائز ہوگا، البتہ محض زیادہ طلبی کے لئے اس طرز عمل سے روکا جائے گا۔

ضرورت کے وقت درختوں کا کاٹنا تو ہر دور میں رہا ہے، غزوہ بنونضیر کے موقع پر جب بعض صحابہ نے ''بویرہ'' مقام کے نخل کو کاٹ دیا تھا اور کچھ کو جلا دیا تھا تو یہود نے اس کو فساد سے تعبیر کیا، مگر اللہ تعالی نے اس کی تصویب وتصدیق فرمائی، ایک آیت بھی اس بابت نازل ہوئی:

''ما قطعتم من لينة أو تركتموها قائمة على أصولها فبإذن الله'' (بخاری ۲/ ۵۷۵، غزوہ بنی نضیر)

البتہ اگر حاجت نہیں ہے پھر بھی اس عمل کا ارتکاب کیا جائے جس سے ماحولیات متاثر ہوں تو یقیناً ممنوع ہوگا، فقہاء لکھتے ہیں:

''وأرسلوا عليهم الماء وقطعوا أشجارهم وأفسدوا زروعهم، لأن في جميع ذلك إلحاق الكبت والغيظ بهم، وكسرة شوكتهم وتفريق جمعهم فيكون مشروعا. هذا إذا لم يغلب على الظن أنهم ماخوذون بغير ذلك فإن كان الظاهر أنهم مغلوبون وأن الفتح باد كره ذلك، لأنه إفساد في غير محل الحاجة وما أبيح إلا لها'' (فتح القدير مع الهدايه ۵/ ۴۳۱، كتاب السير، مكتبه زكريا)

(جہاد کے موقع پر کفار پر پانی چھوڑ دیں، درختوں کو کاٹ دیں، اور ان کی کھیتیوں کو ویران کر دیں، اس لئے کہ ان تمام میں ان کو غیظ وغضب پہنچانا ہے، ان کی شوکت کو توڑنا، اور جمعیت کو منتشر کرنا ہے، لہذا مشروع ہوگا، جبکہ ظن غالب نہ ہو کہ وہ بغیر اس کے قابو میں آئیں گے، اور اگر ظاہر ہو کہ وہ مغلوب ہو جائیں گے اور فتح ہوگی تو یہ عمل مکروہ ہوگا، اس لئے کہ موقع حاجت کے علاوہ میں افساد ہے، حالانکہ اس کی اباحت حاجت کی وجہ سے ہے)۔

ایک حدیث میں درختوں خاص طور پر بیری کے درخت کاٹنے پر اس طرح وعید وارد ہے:

''إن الذين يقطعون السدر يصبون في النار على وجوههم صبا'' (رواه الطبراني في الأوسط. مجمع الزوائد ۸/ ۲۱۴ كتاب الأدب)

(جو لوگ بیری کے درخت کاٹتے ہیں وہ جہنم میں اوندھے منہ ڈالے جائیں گے)۔

لہذا بطور مہم اور مشن درختوں کے کٹاؤ کا جو سلسلہ جاری ہے اور جنگلات کا صفایا ہو رہا ہے یہ اسلامی نقطہ نظر کے خلاف ہے۔

ب- درخت لگانے اور کاشت کاری کی اہمیت:

اسلامی نقطہ نظر سے شجر کاری و کاشتکاری اہمیت کی حامل ہیں، اللہ پاک قرآن کریم میں احسان جتلاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"أفرأيتم ما تحرثون، أأنتم تزرعونه أم نحن الزارعون، لو نشاء لجعلناه حطاما"

(بھلا بتاؤ جو تم کھیتیاں کرتے ہو کیا تم کاشت کر رہے ہو یا ہم کر رہے ہیں، اگر ہم چاہتے تو اس کو چورا چورا کر دیتے)۔

شجر کاری اور کاشت کاری کا نفع متعدی ہوتا ہے، عام انسان ہی نہیں چرند و پرند، حیوانات تک منتفع ہوتے ہیں، نیز محض توکلا علی اللہ اس عمل کو انجام دیا جاتا ہے، اور فضل الہی کے ظاہر ہونے کے بعد جذبہ ایثار و جود و سخا پیدا ہوتا ہے، اور دوسروں کو اس سے کھلاتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ دست کاری و عمل ید جس کی وجہ سے کسب کی افضلیت ثابت ہوتی ہے وہ بھی پایا جاتا ہے، اسی لئے امام نووی وغیرہ نے عمل بالید، توکل علی اللہ، نفع عام کی وجہ سے کاشتکاری کو

افضل کسب میں شمار کیا ہے (الابواب والتراجم لشیخ الحدیث ۳/ ۲۳۴ کتاب البیوع، باب کسب الرجل وعملہ بیدہ)، اس عمل کی اہمیت بیان کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "فیأکل منه طیر أو إنسان أو بهیمة إلا کان له به صدقة" (بخاری ۱/ ۳۱۲، ابواب الحرث)

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان بھی کوئی پودا لگاتا ہے یا کوئی کاشت کرتا ہے جس سے پرندے یا انسان یا حیوان کھاتے ہیں تو اس کو اس کی وجہ سے صدقہ کا ثواب ہوتا ہے)، ان سب کے ماسوا ماحولیات کو سنوارنے، مضر اثرات کو ہضم کرنے، اور کثافت کو دور کرنے میں جو شجرکاری کا کردار ہے وہ کسی باخبر سے پوشیدہ نہیں ہے، لہذا شریعت کی نگاہ میں یہ اچھا عمل ہے، حکومتیں بھی اس جانب متوجہ ہیں، شجرکاری کی اہمیت پر زور دے رہی ہیں، کاشتکاری کے بڑھاوے کو سراہ رہی ہیں، اس کا تقاضا ہے کہ ہر شخص کو اس عمل کی اہمیت سمجھنا چاہئے اور جس قدر ممکن ہو سکے معاون ثابت ہونا چاہئے۔

صوتی آلودگی:

ماحولیاتی توازن بگاڑنے میں آواز کا بھی کافی رول ہوتا ہے، ڈاکٹروں کے خیال کے مطابق ٹینشن جو ذہنی تناؤ، سانس لینے کی دشواری، ذہنی ارتعاش، عارضہ قلب، گھبراہٹ، سماعت کی شکایت، متلی، قے، جلد کی سوزش، اور چڑچڑاہٹ وغیرہ امراض آواز کے دباؤ کا نتیجہ ہیں، اسلام نے بھی زوردار آواز، بہت زیادہ بک بک کرنے کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا ہے، قرآن کریم کا یہ ارشاد بہت ہی واضح ہے:

"واقصد فی مشیك واغضض من صوتك إن أنکر الأصوات لصوت الحمیر" (لقمان: ۱۹)

(اپنی رفتار میں اعتدال اختیار کرو، اپنی آواز پست رکھو، بے شک آوازوں میں بری آواز گدھوں کی آواز ہے)۔

ترمذی کی ایک روایت میں ہے: "لا تکثر الکلام بغیر ذکر الله، فإن کثرة الکلام قسوة للقلب، وإن أبعد الناس من الله القلب القاسي" (ترمذی ۲/ ۶۶ باب ما جاء فی حفظ اللسان)

(اللہ کے ذکر کے سوا زیادہ کلام مت کرو کہ کثرت کلام قلب کے لئے قساوت کا سبب ہے، یقیناً اللہ سے سب سے دور قلب قاسی ہی ہوتا ہے)۔

اسی طرح ایک روایت میں آیا ہے: "عن أبي أمامة أن رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یکره أن یری الرجل جهیرًا رفیع الصوت، وکان یحب أن یراه خفیض الصوت" (مجمع الزوائد ۸/ ۲۱۱ کتاب الآداب)

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند تھا کہ آدمی بہت زیادہ زور سے بولنے والا ہو، پست آواز والے کو پسند فرماتے تھے)۔

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلامی تعلیمات میں پست آواز کی کیا اہمیت ہے، اور زوردار آواز جو بلا کسی ضرورت ہو کیا قباحت ہے۔

آج دنیا مشینی دور کے بام عروج پر پہنچ چکی ہے، ہر طرف مشینوں اور آلات کی گھڑگھڑاہٹ، کارخانوں، فیکٹریوں کی گڑگڑاہٹ، موٹر گاڑیوں کی گھن گرج، اور گانے وباجے کا شور شرابہ، اللہ کی پناہ کہیں سکون نہیں، کھیت کھلیان، ٹرین وجہاز تک موسیقی کی جھرجھراہٹ سے محفوظ نہیں، اس لئے بڑی تیزی سے فضا آلودہ ہو کر بیماریاں پھیلا رہی ہیں، اس کا تدارک اگر بروقت نہیں ہوا تو وقت آئے گا کہ انسانوں کی بستیاں قبرستان نما ہوں گی اور حسرت وافسوس کا خاطر خواہ فائدہ نہ ہوگا، لہذا ایسی کوششوں کو گلے لگایا جانا چاہئے جو آواز کو پست سے پست کرنے کے لئے کی جارہی ہوں، انہی کوششوں میں سے یہ ہیں:

۱۔ آبادی سے باہر کارخانے لگانے پر زور:

اسی تناظر میں حکومتوں کی ایک اہم پیش رفت یہ ہوتی ہے کہ کارخانے وفیکٹریاں جو مشینوں، آہنی آلات کی پوری بستی ہوتی ہیں اور اس کی پرشور آواز سے صوتی آلودگی کا سنگین مسئلہ پیدا ہوتا ہے ان کو آبادی سے باہر کر دیا جائے، یقیناً یہ اقدام اور اس قسم کا قانون انسانی صحت کو بہتر بنانے کے لئے ہے، قانون کو عملی جامہ پہنانا ہر انسان کا فریضہ ہونا چاہئے۔

گاڑیوں کی بڑھتی ہوئی آواز:

اسی طرح آج کل ہندوستان جیسے ممالک میں گاڑیوں میں ہارن وسیٹی ایسی لگائی جاتی ہیں جو بہت آواز والی ہوتی ہیں، ڈرائیور اتنے تو سنجیدہ اور شائستہ نہیں ہوتے ہیں وہ تو خواہ مخواہ بھی ہارن بجاتے ہیں، زوردار آواز کی وجہ سے بہت سے لوگوں میں دہشت پیدا ہوتی ہے، چونکہ ہارن بھی ایک ضرورت

ہے جتنی آواز کی ضرورت ہو اس قدر کا استعمال مستحسن ہوگا، اس سے زیادہ آواز والا ہارن پسندیدہ نہیں سمجھا جائے گا، نیز بلا ضرورت اس کو بجانا ممنوع ہوگا؛ کیونکہ اس سے دہشت واختلاج قلب کے پیدا ہونے کا قوی اندیشہ ہوتا ہے، راہ گیروں میں سے کون کس بیماری میں مبتلا ہے کسی کو نہیں معلوم، اس قسم کے مسائل میں اس جزئیہ سے استدلال کیا جاسکتا ہے:

''قال في جامع الفصولين: القياس في جنس هذه المسائل أن من تصرف في خالص ملكه لا يمنع، ولو أضر بغيره؛ لكن ترك القياس في محل يضر بغيره ضررًا بينًا، وقيل: وبه أخذ كثير من المشائخ وعليه الفتوى'' (ردالمحتار ۴/ ۴۴۵، باب المتفرقات بعد بيع السلم، طبع رشيديه پاکستان)

(جامع الفصولین میں ہے: اس قسم کے مسائل میں قیاس کا تقاضا ہے کہ جس نے اپنے خاص ملک میں تصرف کیا اس کو روکا نہیں جاسکتا گرچہ اس سے دوسروں کو ضرر ہو، لیکن ایسے محل میں جہاں دوسروں کو ضرر بین ہو قیاس متروک ہے، کہا گیا ہے: بہت سے مشائخ نے اس کو اختیار کیا ہے، اور اسی پر فتوی ہے)۔

۳۔ DJ کا استعمال:

DJ تو معاشرے کے لئے لعنت ہے، اس کا شور تو قیامت کی یاد دلاتا ہے، قطع نظر اس سے کہ رقص وسرود، موسیقی اور مرد وزن کا اختلاط اور ننگا پن پر مشتمل ہے اس کا شور اور ہنگامہ ایسا مکروہ اور سکون واطمینان کو غارت کرنے والا ہے کہ کسی طرح اس کا استعمال جائز نہیں ہونا چاہئے۔

۴۔ جلسوں اور مشاعروں میں ساؤنڈ بکس اور لاؤڈ اسپیکر کا استعمال:

جلسوں اور مشاعروں کا مقصود اہل مجلس کو سنانا ہے نہ کہ پوری آبادی اور بستی کو جگانا، کتنے بیمار ہیں جو لاؤڈ اسپیکر کی آواز سے تنگ خاطر ہوتے ہیں، کتنے ایسے لوگ ہیں جو سونا چاہتے ہیں مگر جلسوں اور مشاعروں کی آواز سے نیند ان کی اچاٹ ہو جاتی ہے، کتنے ہی قلب کے مریض ہیں جو اس طرح کی آواز کو برداشت نہیں کر سکتے، نیز کتنے سرمستان خدا ہیں جو گھروں میں اللہ کی یاد میں مشغول ہیں، ان کو کتنا خلل ہو رہا ہے، اللہ کے رسول تو تہجد کے لئے بیدار ہوتے تھے تو اتنی ہلکی آواز میں آتے جاتے ہیں کہ اہلیہ تک کو خبر نہیں ہوتی، اس لئے آواز کی رفتار وافتاد کو متعدل بنانا از حد ضروری ہے، لاؤڈ اسپیکر وساؤنڈ بکس کا بے جا استعمال یا ایسا استعمال جس کی وجہ سے دوسروں کو تکلیف ہو شرعی نقطۂ نگاہ سے صحیح نہیں ہے۔

جہاں تک ٹائم کی پابندی کا مسئلہ ہے تو امر مباح میں حاکم وقت کے قانون کی پابندی بھی ضروری ہے، البتہ اگر خطرہ نہ ہو کہ اوور ٹائم کی وجہ سے حکومت کی قانون شکنی کا شکار ہو کر مصیبتوں میں پھنسے گا تو شرعی طور پر قباحت نہیں ہوگی، ہاں تذلیل وغیرہ کا خطرہ ہو تو مومن کے لئے جائز نہیں کہ اپنے آپ کو ذلیل کرے، بلہذا ٹائم سے زیادہ جلسوں کی کارروائی جاری رکھنا ٹھیک نہیں ہوگا۔

نیز اسلام میں قانون کی خلاف ورزی کرنے کی ممانعت بھی ہے اسی لئے حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب نے خلاصہ کے طور پر لکھا ہے:

''ولكن يمنع من ذلك لكونه مخالفة لأولي الأمر إذا كانت الحكومة إسلامية ولكونه عرضا للنفس لعقوبات قانونية إذا كانت الحكومة غير إسلامية'' (تکمله فتح الملهم ۱/ ۵۹۰)

(لیکن اس سے منع کیا جائے گا، اس لئے کہ اگر اسلامی حکومت ہے تو اولوالامر کی مخالفت ہے، اور اگر غیر اسلامی حکومت ہے تو اپنے آپ کو قانونی سزا کے حوالہ کرنا ہے)۔

☆☆☆

فضائی وصوتی آلودگی

مفتی حافظ سید صادق محی الدین فہیم، حیدرآباد

اللہ سبحانہ رب العالمین ہے، عالمین جمع ہے عالم کی۔ اس سارے نظام عالم میں کرۂ ارض بھی ہے۔ اور اس کرۂ ارضی سے منسلک نظام شمسی وقمری بھی ہے اور برق وباراں کا نظام بھی، خشکی کے ساتھ صحرا بھی، دریا، ندی نالے اور سمندر بھی، زمین سے آسمانوں تک خلا اور فضا بھی، اللہ سبحانہ نے اس کرۂ ارض کو زندگی کے سارے لوازمات کے ساتھ انسانوں اور حیوانوں کیلئے قابل سکونت بنایا ہے۔ سائنسی ایجادات واختراعات نے جہاں کرۂ ارض پر بسنے والوں کو بہت سی سہولیات بخشی ہیں وہیں اس نے فضائی آلودگی کے اسباب کو بھی جنم دیا ہے۔ نئی نئی سواریوں اور کارخانوں کی چمنیوں سے نکلنے والا دھواں فضا کو آلودہ کررہا ہے۔ آکسیجن جو حیات وزندگی کی بنیادی اہم ترین ضرورت ہے وہ اس وقت بڑی زہر آلود ہے۔ شہر جتنے ترقی یافتہ ہیں اس کی فضا اسی قدر مسموم ہے، جبکہ دیہاتوں کی فضا شہروں کی بہ نسبت آلودگی سے بڑی حد تک پاک ہے، فضائی آلودگی کی ایک دوسری وجہ صحرا کے نظام سے انسانی چھیڑ چھاڑ، رہائشی ضرورتوں میں سہولت کی غرض سے شہروں میں موجود درختوں کی قطع وبرید نیز شجرکاری سے عدم رغبت بھی ہے، اللہ سبحانہ کی ربوبیت کے جلووں میں ایک جلوہ کھیت وکھلیان، باغات وچمنستان کا بھی ہے، جو کرۂ ارض کو فضائی آلودگی سے پاک رکھنے میں اپنا بڑا موثر رول ادا کرتے ہیں۔ اسی طرح فضائی آلودگی کو ختم کرنے میں ابر وباراں کا بھی بڑا موثر رول ہے۔ اللہ سبحانہ نے کائنات میں کوئی چیز عبث وبے کار نہیں پیدا کی، مکھی ومچھر ودیگر حشرات الارض، بعض چوپائے اور بعض پرندے بھی کرۂ ارض کو گندگی اور مسمومات سے پاک وصاف رکھنے پر مامور ہیں۔ سورج کی تمازت وشدت بھی جہاں کائنات کی زندگی میں اپنا موثر رول رکھتی ہے وہیں وہ کرۂ ارض اور ساری فضا میں پھیلی ہوئی آلودگی ومسمومیت کو بھسم کردیتی ہے۔

اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے: ''زمین میں جبکہ اس کی اصلاح ودرستگی کردی گئی ہے، فساد مت پھیلاؤ'' (الاعراف: ۵۶)۔ اس ارشاد سے روحانی نظام زندگی میں خلاف فطرت اعمال اختیار کر کے فساد وبگاڑ پیدا کرنے سے منع کرنے کے ساتھ کرۂ ارض کو فضائی آلودگی سے مسموم ومتاثر کرنے والے عوامل سے بچنے کی تلقین ثابت ہے۔ انسانی نسلوں اور کھیت وکھلیان کو ضائع کرنے والوں کی مذمت بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے: ''بعض وہ لوگ ہوتے ہیں جن کی گفتگو دنیا کی زندگی کے بعض امور میں بھلی معلوم ہوتی ہے اور وہ جو کچھ کہ ان کے دل میں ہے وہ اللہ کو گواہ بناتے ہیں جبکہ وہ سخت جھگڑالو ہیں، جب زمین میں ان کو حکومت ملتی ہے تو وہ کھیتوں اور نسلوں کو تباہ وتاراج کر کے زمین میں فساد مچاتے ہیں اللہ سبحانہ فساد کرنے والوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا'' (مفہوم: آیات ۲۰۴، ۲۰۵ از: سورۃ البقرہ)۔

راست طور پر کھیتوں کو برباد کرنا نسلوں کو ضائع کرنا انسانی جانوں کا خون کرنا جہاں اللہ کے حدود وقیود کو پھلانگنا اور فساد مچانا ہے، وہیں اپنی نادانیوں اور روسیاہیوں سے کرۂ ارض کو مسموم بنا کر نظام فطرت کی حفاظت کے حصار کو توڑنا ہے، اور یہ فساد وبگاڑ پیدا کرنے سے کچھ کم نہیں، حدیث پاک میں ارشاد ہے: ''اگر کسی مسلمان نے درخت لگایا جس کا پھل کسی انسان یا جانور نے کھایا تو یہ اس کیلئے نیکی کا باعث ہوگا'' (بخاری، کتاب الرقاق)۔ اسلام نے بلا وجہ درخت کاٹنے یا سایہ دار درخت کے نیچے نیز آب راکد میں بول وبراز کرنے سے منع کیا ہے۔

فضائی آلودگی اور اس کی مسمومیت نے انسانیت کا چین وسکون چھین لیا ہے، اللہ سبحانہ نے اپنی فیاضانہ قدرت سے نظام کائنات کو راحت ورحمت کا گہوارہ بنایا ہے، اس میں بے جا مداخلت اور مصنوعی راحت وعیش کی تحصیل کے جذبہ سے نو ایجاد اختراعات کے ناروا اور مسرفانہ استعمال نے کرۂ ارض کی حیات افزا فضا کو مسموم کر کے موت کی راہ آسان کردی ہے۔ یہ وہ حقائق ہیں جس کو اب ساری دنیا محسوس کرنے لگی ہے، چنانچہ ۲۱/ فروری ۲۰۱۶ء روزنامہ ''سیاست'' میں شائع شدہ اطلاع کے مطابق صرف فضائی آلودگی کی وجہ سے ہر سال ۵ء۵ ملین افراد لقمہ اجل بن رہے ہیں۔ ان میں نصف سے زائد افراد ہندوستان اور چین کے ہیں، یونیورسٹی آف برٹش کولمبیا کی تحقیق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ ''پاور پلانٹس، فیکٹریوں، نو ایجاد مشینی سواریوں اور کوئلہ اور لکڑی

جلانے سے پیدا ہونے والے دھویں نے فضائی آلودگی میں بے تحاشہ اضافہ کردیا ہے۔اس سے پھیلنے والے ایسے کچھ ذرات ہوتے ہیں جو صرف انسانوں ہی کیلئے نہیں بلکہ دیگر جانداروں کے لئے بھی بہت خطرناک ہیں، اس تحقیق میں یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ فضا میں زہریلی مادوں کے اخراج کی سطح کم سے کم کرنے کے اقدامات کئے جانے کے باوجود فضائی آلودگی کے نتیجہ میں اموات کی تعداد میں آئندہ ۲۰ برسوں میں بہت اضافہ ہوگا، اگر فضائی آلودگی میں مزید کمی لانے کی کوششیں جاری نہ رکھی جائیں تو پھر آلودگی سے ہونے والے اموات میں بے تحاشہ اضافہ ہوجائے گا''۔ایک تحقیق کے مطابق فضائی آلودگی عالمی سطح پر اموات کی چوتھی سب سے بڑی وجہ ہے، اس کے علاوہ بیماریاں پیدا کرنے میں یہ سب سے بڑا ماحولیاتی جوکھم بھی ہے، اگر فضائی آلودگی پر قابو پالیا جائے تو دنیا میں لاکھوں زندگیاں بچائی جاسکتی ہیں۔اور بڑی حد تک بیماریوں پر قابو پایا جاسکتا ہے،، کناڈہ، امریکہ، چین اور ہندوستان سے تعلق رکھنے والے محققین نے چین اور ہندستان میں آلودگی کی سطح کا اندازہ لگایا اور اس کی انسانی صحت پر اثرات کا جائزہ لیا، ان کے تجزیہ کی روشنی میں ہندوستان اور چین میں فضائی آلودگی سے ہونے والی اموات کا فیصد ۵۵ ہے۔چین میں ۲۰۱۳ء میں ۱ء۶ ملین افراد اور ہندوستان میں ۱ء۴ ملین افراد اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

اس تناظر میں فضائی آلودگی سے متعلق سوالات کے جوابات درج ذیل ہیں:

۱۔اس کرۂ ارض پر زندگی گزارنے والے انسان بھی ہیں اور حیوان بھی، حیوان اپنی زندگی کی برقراری کیلئے قدرت کی طرف سے مہیا کردہ اشیاء کو بطور غذا استعمال کرلیتے ہیں انکی اپنی غذا کی تیاری میں ایندھن وغیرہ کے استعمال کی ضرورت لاحق نہیں ہوتی۔حیوان بھی دوطرح کے ہیں ایک جو گھانس پھونس استعمال کرلیتے ہیں، دوسرے وہ جودرندہ ہیں وہ جانوروں وغیرہ کا شکار کرکے اپنی غذائی ضرورت کو پورا کرلیتے ہیں، اس شکار سے بچے کھچے اجزاء کی سڑاند سے بھی فضا آلودہ ہوسکتی تھی لیکن اللہ سبحانہ نے ایسے پرندے اور حشرات الارض تخلیق فرمائے ہیں جو اس بچے کھچے شکار کو اپنی غذا کا حصہ بنالیتے ہیں مابقی ناکارہ حصے سورج کی شعاؤں اور زمین کی انجذابی قوت کی وجہ ضائع ہوجاتے ہیں جس سے فضا آلودہ ہونے سے محفوظ ہوجاتی ہے۔لیکن انسان زمین کی پیداوار بشکل اجناس وخضروات یعنی دانے وترکاریاں وغیرہ نیز حلال جانوروں کا گوشت بھی راست طور پر استعمال نہیں کرسکتے، انکے استعمال کے لئے مناسب طریقہ سے بعد از ذبح شرعی انکو پکانا ضروری ہے، ایندھن کے بغیر پکوان کا تصور ممکن نہیں۔انسان دوطرح کے ہیں: ایک وہ جو وسائل حیات سے زیادہ مالا مال ہیں، دوسرے وہ جو غریب ہیں، تعیشانہ وسائل زندگی سے بڑی حد تک محروم ہیں اسلئے جو حد درجہ غریب ہیں انکو تو پابند نہیں کیا جاسکتا کہ وہ بھاری مصارف کا بار برداشت کرکے ایندھن کا انتظام کریں تا کہ فضا کو آلودگی سے محفوظ رکھنے میں ان کی حصہ داری رہے، البتہ وہ جن کو فراوانی سے اسباب حیات اللہ سبحانہ نے اپنے فضل سے نصیب فرمائے ہیں انکو از خود اسکا احساس کرنا چاہئے، اور اگر وہ احساس نہ کرپاتے ہوں تو انکو حکومت کی طرف سے قانونا اور سماج کے بہی خواہوں کی طرف سے اخلاقا پابند کیا جانا چاہئے کہ وہ زیادہ کثافت پیدا کرنے والا اور زائد دھواں خارج کرنے والا ایندھن استعمال نہ کریں، اسکی وجہ سے فضائی آلودگی میں نمایاں کمی آسکے گی۔اور فضا کے آلودہ ہونے کی وجہ سے جو نقصانات اس کرۂ ارض پر رہنے والوں خاص کر انسانوں کو درپیش ہوسکتے ہیں اور جو امراض معاشرہ میں اسکی وجہ سے پھیلتے ہیں اسکا بڑی حد تک تدارک ہوسکے گا۔ارشاد باری ہے:''زمین میں اسکی اصلاح کے بعد فساد برپا مت کرو، اس میں تمہارے لئے خیر و بھلائی ہے اگر تم واقعی ایمان والے ہو'' (الاعراف: ۸۵) اس آیت پاک میں گو کہ ناپ تول میں کمی سے جو بگاڑ و فساد پیدا ہوتا ہے اسکی طرف توجہ دلائی گئی ہے تا کہ کرۂ ارض پر بسنے والے انسان اخلاقی پستی وکردار کی گراوٹ کی وجہ سے معاشرہ میں پھیلنے والی مسمومیت کے زہریلے اثرات سے محفوظ رہ سکیں، ظاہر ہے اس پر قیاس کرکے یہ کہا جاسکتا ہے کہ جس طرح معاشرہ کو رذائل اخلاق سے پاک کرکے مسموم بنانے سے بچانے کی ضرورت ہے اسی طرح فضا کو آلودہ کرکے مادی اعتبار سے مسموم کرنے والے اسباب پر بھی روک لگنی چاہئے تا کہ معاشرہ میں رہنے والوں کو روحانی نقصانات کے ساتھ مادی نقصانات سے بھی محفوظ رکھا جاسکے۔اسلام امن وامان کی فضا برقرار رکھنے کا داعی ہے اس لئے وہ سارے امور جو فضا کو آلودہ کرسکتے ہیں ان سے بچنے کی اسلام تلقین کرتا ہے اس لئے سماج کو آلودہ فضا سے محفوظ رکھنے اور پیدا ہونے والی آلودگی کو کم سے کم کرنے کی غرض سے اللہ سبحانہ نے آبادیوں کے ساتھ صحرا بنائے ہیں جو بکثرت درخت اور قدرتی پودوں سے ہرے بھرے رہتے ہیں۔اسلام نے آبادیوں میں بھی درخت اگانے کی تشویق دلائی ہے اور اس پر اجر وثواب کا وعدہ ہے۔

''عن أنس بن مالك قال: قال النبي ﷺ: ما من مسلم يغرس غرسا أو يزرع زرعا فيأكل منه طير أو إنسان أو بهيمة إلا كان له به صدقة'' (بخاری شریف: ۱/ ۳۱۲، باب فضل الزرع والغرس، السنن الكبرى للبيهقي، رقم: ۱۲۰۸۶)۔

موجود درختوں کو بلا ضرورت کاٹنے اور انکے قطع و برید سے منع کیا ہے اور اس پر زجر و توبیخ فرمائی ہے۔

''من قطع سدرة في فلاة يستظل بها ابن السبيل والبهائم عبثا وظلما بغير حق يكون له فيها، صوب الله رأسه في النار'' (مجمع الزوائد: ۸/ ۱۱۵، ابوداؤد، رقم الحدیث: ۵۲۳۹)۔

نبی رحمت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے جہاں زندگی کے سارے شعبوں میں پر از حکمت ہدایات دی ہیں وہیں آپ ﷺ نے رات کو سوتے ہوئے چراغ جلائے رکھنے سے منع فرمایا ہے:

''خمروا الآنية وأوكوا الأسقية وأجيفوا الأبواب... وأطفئوا المصابيح عند الرقاد...'' (بخاری: رقم الحدیث ۳۳۱۶، سنن الترمذی، رقم: ۲۷۸۴، شعب الایمان للبیہقی، رقم: ۶۰۶۲)۔

''كان رسول الله ﷺ يكره السراج عند الصبح'' (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم: ۴۵۲۳)۔

چراغ گل کر کے سونے میں صدہا حکمتیں ہیں، چراغ روشن رہے تو اس سے ضروریات زندگی یا مکان کے جلنے کا خطرہ رہتا ہے۔

''احترق بيت على أهله بالمدينة من الليل فلما حدث رسول الله ﷺ بشأنهم فقال: إن هذه النار إنما هي عدوكم، فإذا نمتم فاطفئوها عنكم'' (بخاری رقم: ۵۸۲۰، مسلم: ۲/ ۱۷۱)۔

ظاہر ہے چراغ جلائے رکھنے میں جہاں اور بہت سے مفاسد شامل ہو سکتے ہیں ایک خرابی یہ بھی ہے کہ اسکی وجہ سے خواب گاہ کی فضا چراغ کے دھویں سے آلودہ ہو سکتی ہے، اور اس سے سونے والوں کو نقصان پہنچ سکتا ہے، چونکہ اس سے خارج ہونے والی گیس اسلئے زیادہ نقصان دہ ہو سکتی ہے کہ وہ اول تو خراب گیس ہوتی ہے، دوسرے رات کے وقت دروازے اور کھڑکیاں عام طور پر بند کر دیجاتی ہیں اسلئے اس خراب گیس کا باہر نکلنا تقریباً ناممکن ہوجاتا ہے، مزید برآں باہر سے آنے والی عمدہ پاکیزہ اور صاف ہوا اندر آنے سے رک جاتی ہے۔ انسانی معاشرہ کے ہر مکان کا لازمی وضروری گوشہ باورچی خانہ ہوتا ہے، عام طور پر اس جانب کوئی توجہ نہیں دیجاتی اسمیں پکوان کیلئے استعمال کیا جانے والا کوئی ایندھن کیوں نہ ہو وہ زہریلی گیس خارج کرنے کا باعث بنتا ہے۔ خود باورچی خانہ میں کام کرنے والی خواتین اس سے زیادہ متاثر ہوتی ہیں بعد ازاں اسکا ضرر و نقصان دوسروں کے حصے میں بھی آتا ہے، اسلئے باورچی خانوں سے زہریلی گیس کا خروج کم سے کم ہو اس پر امیر و غریب سب کو توجہ دینا چاہئے اور حتی المقدور بساط بھر کوشش کر کے ایسا ایندھن استعمال کیا جانا چاہئے جو فضا کو کم سے کم آلودہ کرتا ہو۔

۲۔ اللہ سبحانہ ملک کا نظم و نسق جس کو دیتے ہیں انکی بڑی ذمہ داری یہ ہوتی ہے کہ وہ رعایہ کے ہر طرح کے حقوق پر تحفظ کریں، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته، فالامام راع...'' (صحیح البخاری: کتاب النکاح، رقم الحدیث: ۵۱۸۸)۔

اس حدیث پاک کی رو سے حکومت کے ذمہ دار اپنی رعایا کے حقوق کے ضمن میں عند اللہ مسئول ہونگے، اسلئے اس خصوص میں حکومتیں بڑی ذمہ دار ہیں کہ وہ رعایا کے لئے ایسے اسباب اختیار کریں جس سے رعایہ کو ملک میں صاف ستھری اور پاکیزہ ہوا ملے۔ فطرت نے فضا میں آکسیجن اور کاربنڈائی آکسائیڈ وافر مقدار میں پھیلا رکھی ہے جو انسان بلکہ اس کرۂ ارض پر بسنے والی ساری مخلوقات خواہ وہ حیوانات سے ہوں کہ نباتات سے سب کی بقا کے لئے اسکی ضرورت ہے، اور دیگر گیسس بھی فضا میں موجود ہیں ان عمدہ ضروری اسباب زندگی کی حفاظت جہاں ملک کے ذمہ داروں پر فرض ہیں وہیں ملک کے شہریوں کا بھی فرض بنتا ہے کہ وہ فضا کو آلودہ ہونے سے بچانے میں اپنا حصہ ادا کریں۔ یہ بات صحیح ہے کہ موجودہ دور میں نت نئی سائنسی ایجادات کی وجہ انسانوں کو راحت و آرام کے سامان ملے ہیں، ان میں سے سواریاں بھی ہیں، نصف صدی قبل کا جائزہ لیا جائے تو اس وقت کے سماج کو آسائش و آرام کے وہ اسباب مہیا نہیں تھے جو آج مہیا ہیں، اسکی وجہ سے اس وقت فضا بڑی صاف ستھری تھی اور اس وقت کا سماج صاف و پاک فضا میں سانس لینے کے موقف میں تھا۔ ان سواریوں کی وجہ سے راحت و آرام میں اضافہ ہو گیا ہے بسہولت کم سے کم وقت میں منزل تک پہنچنا آسان ہوجاتا ہے، لیکن آئے دن ان آرام دہ سواریوں کی وجہ سے فضا کثیف و بوجھل ہوتی جارہی ہے، اسلئے حکومت کی جہاں یہ ذمہ داری ہے کہ وہ فضا کو آلودہ ہونے سے بچانے کے خاطر خواہ اسباب اختیار کرے وہیں ایسے قواعد و ضوابط بھی مقرر کرے کہ جس کی وجہ سے فضا کو آلودہ ہونے سے بچایا جاسکے یا کم از کم اسکی آلودگی میں کمی لائی جاسکے۔

گاڑیوں میں جو ایندھن استعمال ہوتا ہے اسمیں ڈیزل، پٹرول یا گیس استعمال کئے جاتے ہیں، ڈیزل سے زیادہ گیس خارج ہوا کرتا تھا لیکن جدید

ٹکنالوجی کی وجہ سے ڈیزل سے چلنے والی ایسی سواریاں بازار میں دستیاب ہیں جو بہت کم دھواں پھینکتی ہیں، ڈیزل اور پٹرول سے چلنے والی گاڑیوں میں اب کوئی خاصہ فرق نہیں رہا ہے، ڈیزل ہو کہ پٹرول یا گیس کوئی بھی ایندھن گاڑی میں استعمال کیا جائے اس سے خارج ہونے والے دھوئیں کا تعلق بڑی حد تک ان ایندھنوں سے نہیں ہے بلکہ گاڑیوں کے انجن اور انکی مشینی صلاحیت پر موقوف ہے۔ جس گاڑی کا انجن خراب ہو گیا ہو یا بہت زیادہ قدیم ہو گیا ہو وہ زیادہ دھواں پھینکتا ہے خواہ وہ ڈیزل سے چلتی ہو کہ پٹرول یا گیس سے، اسلئے حکومت کا قانون اس سلسلہ میں موجود ہے اور آجکل سواریوں کے سہ ماہی یا ششماہی چیکنگ کے بعد حکومت کی طرف سے ٹوکن دیئے جاتے ہیں، سواری اگر کثیف دھواں پھینک رہی ہو تو اس کو یہ ٹوکن نہیں دیا جاتا، لیکن اس قانون پر موثر عمل آوری میں بڑی کوتاہی دیکھی جاتی ہے، اور یہ کوتاہی دراصل حکومت کے ڈھانچے میں رشوت عام ہونے کی وجہ سے ہے، اسلئے حکومتوں کی ذمہ داری ہے کہ رشوت کے لین دین سے پاک سماج تعمیر کرنے کی کوشش کریں۔ حکومت کا ایک دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ جو سواریاں پندرہ سالہ قدیم ہو جاتی ہیں انکا رجسٹریشن ختم کر کے انکے نام لائسنس جاری نہیں کیا جاتا، اس قاعدہ پر بھی بڑی سختی سے عمل کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ملک کی فضا کو آلودگی سے بچایا جاسکے۔ ان قوانین پر عمل آوری کے لئے حکومت کے کارپرداز سنجیدہ ہوں اور جب حکومت ایسے قوانین بناتی ہے جس میں رعایا کا مفاد پیش نظر ہو تو رعایا کو بھی اس پر سختی سے عمل کرنا چاہئے، حکومت خواہ کوئی ہو خاص طور پر جمہوری مملکتوں میں ایسے امور جو مفاد عامہ سے تعلق رکھتے ہیں آمیں حکومت کے قوانین کی پابندی ہر ایک شہری پر لازم ہو جاتی ہے، البتہ قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کے لئے جو قانون بنایا جاتا ہے وہ سارے شہریوں پر بلا کسی تفریق سب پر لازم کیا جانا چاہئے۔

۳۔ بجلی سائنسی ترقیات کی دین ہے، رات کی تاریکی میں راستہ چلنے اور ضروریات زندگی کے پورا کرنے میں پہلے کبھی چراغ جلائے جاتے تھے لیکن موجودہ دور میں اسکے لئے بجلی استعمال کی جاتی ہے، بجلی کی پیداوار میں کبھی کمی کی وجہ بجلی کی طلب کے مطابق رسد ممکن نہیں رہتی جس کی وجہ سے بسا اوقات شہر تاریک ہو جاتے ہیں اور سماجی ضرورتوں کی تکمیل میں اسکی وجہ سے رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے، وقتی ضرورت کی تکمیل کے لئے جنریٹرس استعمال کئے جاتے ہیں، جنریٹرس میں عام طور پر دو طرح کی خرابیاں پائی جاتی ہے: ایک تو وہ بہت آواز کرتے ہیں، قرب وجوار میں رہنے والوں کو کان پڑی آواز بھی سنائی نہیں دیتی اسلئے یہ صوتی آلودگی کا باعث بنتے ہیں، دوسرے بہت زیادہ دھواں پھینکتے ہیں، زیادہ تر آمیں مٹی کا تیل استعمال کیا جاتا ہے یا پھر ڈیزل۔ ظاہر ہے اسکی وجہ سے بہت زیادہ کثیف دھواں نکلتا ہے۔ اسلئے حکومت کو چاہئے کہ ایسے جنریٹرس بنائے جانے کا اہتمام کرے جو کم سے کم آواز دینے اور کم دھواں خارج کرنے والے ہوں۔ ملک کی ایسی کمپنیاں جو جنریٹرس بناتی ہیں انکو اس قانون پر عمل آوری کا پابند کیا جائے۔ سائنسی ترقیات کی وجہ سے اب یہ کام مشکل نہیں رہ گیا ہے البتہ اسکے بنانے میں مصارف زیادہ عائد ہو سکتے ہیں، نئی ٹکنالوجی کے جو مشین موٹر گاڑیوں میں استعمال کئے جاتے ہیں اس جیسے مشین اگر جنریٹر کے لئے تیار کئے جائیں تو یہ مسئلہ بآسانی حل ہو سکتا ہے، موجودہ جنریٹرس سے جو صوتی وفضائی آلودگی پیدا ہو رہی ہے اسکا سدباب بھی اسی سے ممکن ہے۔ نیز اس سے پیدا ہونے والی فضائی وصوتی آلودگی سے پڑوسیوں کو ضرر پہنچتا ہو اور حال وماحول اس سے آلودہ ہوتے ہوں تو ایسے جنریٹرس کے استعمال کو منع کیا جاسکتا ہے۔

''یمنع المالك من التصرف فی ملکه فیما اذا کان تصرفه یورث الجار ضررا فاحشا'' (درر الحکام: ۱/ ۳۷)۔

زیادہ دھواں پھینکنے والے اور زیادہ آواز دینے والے جنریٹرس پر حکومت پابندی عائد کرتی ہے تو اسکی پابندی از روئے دستور ہر شہری پر لازم رہے گی، حکومت کو اس خصوص میں سخت قانون بنانا چاہئے اور اس پر سختی سے عمل کروانا چاہئے، علامہ یوسف القرضاوی لکھتے ہیں:

''إن القوانین التی تسن لتحقیق مصالح الناس ولتحفظ بینهم الامن والاستقرار یجب طاعتها والعمل بمقتضاها'' (فتاوی معاصرہ: ۱/ ۵۹۴)۔

۴۔ یہ صحیح ہے کہ ایندھن کے مذکورہ وسائل کے ساتھ ساتھ اس وقت شمسی توانائی کا استعمال کے رجحان بڑھ رہا ہے، حکومت بھی اسکے لئے بعض سہولتیں فراہم کر رہی ہے، البتہ اس میں زر کثیر ضرور خرچ ہوتا ہے لیکن بجلی کے استعمال کی وجہ سے جو خرچ عائد ہوتا ہے اس سے بڑی حد تک نجات مل سکتی ہے، سوال یہ کیا گیا ہے کہ شرعی نقطۂ نظر سے صاحب استطاعت افراد واشخاص، مساجد ومدارس اور اداروں کے لئے آلودگی سے محفوظ اس توانائی کا استعمال کیا مستحب اور مستحسن عمل نہیں ہوگا؟ ظاہر ہے زر کثیر کا خرچ کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں، صاحب استطاعت افراد کا تناسب معاشرہ میں بہت کم ہے اسلئے چند افراد کے اس توانائی سے فائدہ اٹھانے سے کوئی خاصہ فرق نہیں پڑیگا، ہاں البتہ دو صورتوں کے ساتھ اسکو مستحسن سمجھا جاسکتا ہے

،ایک تو حکومت کی طرف سے معتد بہ رقمی تعاون حاصل ہو جس کی وجہ سے شمسی توانائی کے حصول کے لئے جو صنعتی صورت ہے اسکی تنصیب آسان ہو سکے۔ دوسرے یہ بھی غور کرنے کی ضرورت ہے کہ آیا اسکے استعمال سے انسانی صحت پر کیا اثرات مرتب ہو سکتے ہیں، اور اس سے کہیں قدرت کے فطری نظام میں کوئی خلل تو واقع نہیں ہوگا؟ عام طور پر سائنسداں جب ایک شئی ایجاد کرتے ہیں اور اسکا استعمال ہونے لگتا ہے تو اسکے فوائد سے زیادہ مضرات کی نشاندہی خود سائنسدانوں کی طرف سے ہونے لگتی ہے، کھانے پینے کی اشیاء یہاں تک کہ دواؤں اور معاشرتی زندگی میں راحت کے لئے برتے جانے والے نئے اسباب ووسائل کی خرابیاں اور اسکے نقصانات اہل تحقیق کی جانب سے منظر عام پر آنے لگتے ہیں، اس پس منظر میں اسکی تحقیق ضرور کی جانی چاہئے کہ آیا شمسی توانائی کا استعمال کہیں نقصان رساں تو نہیں، انسانی صحت کو اس سے نقصان پہنچتا ہو یا نظام فطرت میں اس سے کوئی خلل واقع ہوتا ہو تو پھر اسکے استعمال سے احتیاط ہی بہتر معلوم ہوتی ہے۔ ہاں البتہ بعد تحقیق اسکا استعمال ہر طرح مفید ہو یا مضرت کا پہلو کم ہو تو صاحب استطاعت افراد اور اداروں کو اس سے ضرور استفادہ کرنا چاہئے تا کہ فضائی آلودگی کا مسئلہ آسان ہو سکے؛ کیونکہ ضرر شدید لاحق ہو تو ضرر خفیف سے اسکا ازالہ کیا جانا چاہئے۔ ''الضرر الاشد یزال بالضرر الاخف'' (شرح القواعد الفقہیۃ/ ۱۹۹) نبی رحمت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو امر در پیش ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں آسان معاملہ اختیار فرماتے:

''ما خير رسول الله ﷺ بين أمرين ،أحدهما أيسر من الآخر إلا اختار أيسرهما مالم يكن إثما ،فان كان إثما كان أبعد الناس منه'' (بخاری: ۶/ ۵۶۶، مسلم ، رقم: ۴۲۹۵)۔

حدیث پاک کی رو سے اگر شمسی توانائی کا استعمال نقصان رساں نہ ہو اور اسکے استعمال پر قدرت ہو یا حکومتی تعاون کی وجہ سے اس کے استعمال میں سہولت حاصل ہو تو ضرور اس سے استفادہ کرنا چاہئے تا کہ کسی نہ کسی درجہ میں فضائی آلودگی کا مسئلہ قابو میں آسکے۔

۵۔ صنعتی ترقی نے جہاں انسانوں کو فوائد پہنچائے ہیں وہیں اسکے نقصانات بھی کچھ کم نہیں، اسلئے ملک میں جو کارخانے کام کرتے ہیں انکو حکومت کے قواعد کی پابندی کرنا شرعاً و قانوناً لازم ہے۔ فضا کو آلودہ ہونے سے بچانے کے لئے حکومت کارخانے آبادیوں سے باہر بنائے جانے اور کارخانوں کی چمنیوں کو ایک خاص سطح تک اونچا رکھے جانے اور ایسا ایندھن استعمال کئے جانے کا قانون بناتی ہے جو آلودگی پیدا کرنے کا باعث نہ بنیں، اور اسکے فضلات کو تحلیل کرنے کی تدابیر کے اختیار کرنے میں جو ہدایات از روئے قانون شہریوں کو دی جاتی ہیں انکی پابندی شرعاً واجب ولازم ہوگی؛ چونکہ اس میں سماج کی بھلائی اور ملک وعوام کا مفاد ہے۔

''ان القوانين التي تسن لتحقيق مصالح الناس والتحفظ بينهم الأمن والاستقرار يجب طاعتها والعمل بمقتضاها'' (فتاوی معاصرہ: ۱/ ۵۹۴)۔

۶۔ انسان کی غذا میں جہاں نباتات وغیرہ شامل ہیں وہیں لحمیات کا ایک بہت بڑا حصہ انسان کی خوراک میں شامل ہے، اسلئے حلال جانوروں سے حلال ذبیحہ کے بعد انکے گوشت سے استفادہ انسان کی بنیادی ضرورت ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ حلال جانوروں کے قابل استعمال اجزاء کی تحصیل کے بعد اوجھڑی وغیرہ جیسی اشیاء جو ضائع کردی جاتی ہیں، نباتات کے بالمقابل جانوروں کے ان ناکارہ اشیاء سے جلد تعفن پیدا ہو جاتا ہے، ان ناکارہ اشیاء کو یا تو ضائع کردینا چاہئے اسکی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ انکو زمین میں دفن کردیا جائے یا پھر اس جگہ تک اسکو پہنچا دیا جائے جس جگہ کو ناکارہ اشیاء جمع کرنے کیلئے حکومت نے مقرر کر رکھی ہے، اسکی پابندی اگر نہ ہورہی ہو تو حکومت کو اختیار ہے کہ بستیوں میں جانور ذبح کرنے پر روک لگائے۔

''فاذا أضر فلكل واحد من المسلمين منعه أو الحد من تصرفه لإزالة الضرر لأنه حق لعامة المسلمين وإباحة التصرف في حقهم مشروطة بانتفاء الضرر كالانتفاع بالمرافق العامة إذ لاضرر ولاضرار'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ: ۵/ ۵۹۷)۔

حدیث پاک میں وارد ہے: ''ایمان کے ستر سے زیادہ شعبے ہیں اور اسکا ادنیٰ شعبہ راستہ سے دشواری کو دور کرنا اور تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا ہے''،

''أفضلها قول لا إله إلا الله وأدناها إماطة الاذى عن الطريق'' (مسلم ۱/ ۶۳)

اسلام جو ایذاء اور تکلیف دہ چیز کو راستوں سے ہٹانا اور مخلوقات کو ایذاء وتکلیف پہنچنے سے بچانا ایمان کا حصہ قرار دیتا ہے وہ کیسے اس بات کو پسند کرسکتا ہے کہ مسلمان کے کسی عمل سے دوسروں کو تکلیف پہنچے، یا کسی ایسے کام کی کیسے اجازت دے سکتا ہے جس کی وجہ سے معاشرہ میں بدبو وتعفن پھیلے

اور فضا مسموم و آلودہ ہوجائے۔

معاشرہ کو گندگی سے پاک رکھنے اور فضا کو آلودہ ہونے سے بچانے کے لئے دو اقدامات کی ضرورت ہے۔ایک اقدام تو تمام شہریوں اور خاص طور پر مسلم سماج کو اختیار کرنا چاہئے، وہ یہ کہ گھروں میں یا بستیوں میں جانور ذبح کئے جائیں تو انکے ناکارہ اشیاء کھلے عام پھینکنے کے بجائے اپنی ذمہ داری کو پورا کرتے ہوئے ان ناکارہ اشیاء کو کسی پلاسٹک یا کسی اور شئی سے بنی پاکٹ یا تھیلے میں اسکو محفوظ کر کے اسکا منہ باندھ دیں پھر اسکو ایسی جگہ پہنچادیں جو آبادی سے دور حکومت کے مقررہ مقام ہیں، اسی طرح نباتات وغیرہ سے نکلنے والے زائد و ناکارہ حصوں کے لئے بھی لازمی طور پر ایسا اہتمام کریں۔قربانی کے زمانہ میں مسلم سماج میں اسی طرح غیر مسلم سماج میں انکے خاص تہواروں میں جانور ذبح کرنے کا رواج ہے، حسب صراحت صدر ہر دو کو اسکا اہتمام کرنا چاہئے۔ آبادیوں میں جانوروں کو ذبح کرنے کی اگر قانون اجازت دیتا ہو تو درست ہوگا ورنہ حکومت کے قواعد کی رعایت شہریوں پر لازم رہے گی۔

دوسرا اقدام حکومت پر لازم ہے، وہ یہ کہ انسانی آبادیوں میں آبادی کے تناسب سے عصری طرز کے مسالخ قائم کئے جائیں اور وہاں ذبیحہ کے لئے مسلمان ملاؤں کا تقرر کیا جائے، اور یہ مسالخ آبادیوں سے باہر بنائے جائیں، جانوروں کے ذبح کے بعد انکی ناکارہ اشیاء کے تلف کرنے میں عصری آلات سے استفادہ کیا جانا چاہئے اور اس قانون پر عمل کا سب کو پابند کیا جانا چاہئے تاکہ شہری آبادیوں کو گندگی و سڑاند سے محفوظ رکھا جاسکے۔

۷۔ سابقہ ادوار میں سامان کی پیکنگ کے لئے ردی کاغذ یا اس سے بنی اشیاء استعمال کی جاتی تھیں، لیکن اب پلاسٹک کی تھیلیوں نے اسکی جگہ لے لی ہے ، پلاسٹک کی تھیلیوں کا بکثرت استعمال ہونے لگا ہے چونکہ یہ تھیلیاں استعمال کے بعد کوڑا دان کے حوالہ کردی جاتی ہیں، زمین انکو تحلیل نہیں کرتی، اگر انکو جلادیا جائے تو اس سے نکلنے والا دھواں بڑا کثیف ہوتا ہے جو ماحول کو آلودہ بناتا ہے، ماہرین کی رائے یہ ہے کہ اس سے نکلنے والا دھواں اور ناکارہ اشیاء کے مقابل زیادہ نقصان رساں ہے، ایسے میں بے دریغ انکے استعمال کا شرعاً کیا حکم ہوگا؟ اول تو آہستہ آہستہ ان پلاسٹک کی تھیلیوں کے استعمال کا رواج ختم کیا جانا چاہئے، اسکی جگہ کوئی اور اسکا متبادل بھی تلاش کیا جائے چاہئے جو خرچ میں کم ہو اور اسکے ضائع کرنے کی صورت میں کوئی نقصان یا خطرہ لاحق نہ ہو، پلاسٹک کی تھیلیوں کی طرح کاغذ کی تھیلیاں اب استعمال ہونے لگی ہیں، جو اگر چہ نسبتاً زیادہ قیمت رکھتی ہیں لیکن اتنی زیادہ بھی نہیں کہ جس کا تحمل نہ کیا جاسکے، کاغذ کی تھیلیاں جب ناکارہ ہوجاتی ہیں تو انکو ضائع کرنا آسان ہوجاتا ہے، جبکہ زمین بھی انکو تحلیل کردیتی ہے اسلئے اسکے چلن کو رواج دیا جانا چاہئے، تھوڑی قیمت کی زیادتی سماج کو پیش آنے والے نقصانات کے مقابلہ میں کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔شدید ضرر کو دور کرنے کیلئے ہلکے ضرر کو برداشت کیا جاسکتا ہے "الضرر الاشد یزال بالضرر الاخف" (الفقہ الاسلامی وادلتہ: ۵/ ۵۹۵)، پلاسٹک کی تھیلیاں ہی اگر استعمال کی جارہی ہوں تو انکو ضائع کرنے کے لئے جلانے کے بجائے انکو دفن کردیا جانا چاہئے، زمین کے اندر خواہ وہ تحلیل نہ ہوں تب بھی انکا نقصان مخلوقات کو نہیں پہنچے گا، ضرر کو دفع کرنا انسانوں پر واجب ہے "إن دفع الضرر العام واجب" (الفقہ الاسلامی وادلتہ: ۴/ ۴۵۱) پلاسٹک تھیلیوں کی تدفین ناکارہ و بنجر زمین میں کی جانی چاہئے، زرخیز اراضی میں انکی تدفین سے زمین کی زرخیزی ختم ہونے کا خطرہ ہو تو اس سے احتیاط کرنا چاہئے۔زمین کی زرخیزی ہر حال میں مقدم ہے چونکہ اس کے منافع خلق خدا کو پہنچتے ہیں۔الغرض حال و ماحول کا تحفظ ہر طرح لازم وضروری ہے۔

"تحریم كافة الافعال والتصرفات التي تحمل أية أضرار بالبيئة أو إساءة إليها مثل الافعال والتصرفات التي تؤدي إلى اختلال التوازن البيئي أو تستهدف الموارد أو تستخدمها استخداما جائرا لا يراعي مصالح الأجيال المستقبلية عملا بالقواعد الشرعية الخاصة بضرورة إزالة الضرر" (الموسوعة الفقهية: ۹/ ۸۶۷)۔

۸۔ تمباکو سماج میں مختلف صورتوں سے استعمال کیا جاتا ہے، جیسے سگریٹ، بیڑی، حقہ وغیرہ۔اس سے نکلنے والا دھواں اس قدر مسموم ہوتا ہے کہ استعمال کرنے والے کو نقصان پہنچنے کے ساتھ اطراف واکناف میں رہنے والوں کو بھی اسکا ضرر پہنچتا ہے۔دھویں کی بدبو اور اسکی مسمومیت دوسروں کو متاثر کرنے کے ساتھ اس سے نکلنے والا دھواں فضا کو کثیف بنادیتا ہے، اسلئے اسکا استعمال خود درست نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ انسانی جان اللہ کی امانت ہے اسلئے اسکو اپنے کسی ناروا عمل سے ہلاکت سے دوچار نہیں کیا جاسکتا، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة" (البقرۃ: ۱۹۵) تمباکو کا استعمال آہستہ آہستہ نقصان پہنچانے والے زہر "سلو پائزن" کی حیثیت رکھتا ہے، علماء کی اکثر جماعت نے اسکو مکروہ قرار دیا ہے، بعض عرب علماء کی رائے "حرمت" کی ہے اسلئے کہ جو شئی جسمانی ضرر و نقصان کا باعث بنتی ہو اسکا استعمال ناجائز ہو، جبکہ اسکا مضر صحت ہونا اطباء کے ہاں متحقق ہے۔

''فأفتی الجمهور الأعظم بالتحريم، وأفتی بعضهم بالكراهة: وذهب آحاد منهم إلى حله، وذهب القليل إلى انه تجري عليه الأحكام الخمسة: فهو حرام إذا تحقق ضرره، ومكروه لرائحته، أوكان ضرره قليلا محتملا، أو لكونه مما اختلف فيه ،ومندوب إذا كان له فائدة مرجوة كالمداواة مثلا، ومباح إذا استوى حال متعاطيه شرب أولم يشرب، وواجب إذا تعين دواء وأخبره بذلك طبيب عادل'' (الاحكام الفقهية المتعلقة بالتدخين/۴۸)۔

علامہ عثیمین عرب دنیا کے معروف عالم دین ہیں انکے فتاوی بڑی وقعت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: ''سگریٹ نوشی کی حرمت کے ساتھ اسکی خرید وفروخت بھی ناجائز ہے، اور وہ مکانات جو اسکی خرید وفروخت کیلئے کرایہ پر دیئے جاتے ہیں انکی حرمت بھی مسلم ہے؛ کیونکہ اس میں گناہ اور ظلم وزیادتی کے کاموں میں تعاون ہے'' (اسئلۃ مہمۃ یا بن عثیمین/۱۶)۔

ظاہر ہے اسکے دو نقصانات ہیں: ایک تو استعمال کرنے والوں کی جان کو شدید خطرہ لاحق ہے، دوسرے اوروں کو جسمانی وروحانی اذیت پہنچنے کے ساتھ اس سے نکلنے والے دھویں کا ایک بڑا نقصان فضا کو مسموم وآلودہ کرنا بھی ہے، اسلئے اسکے استعمال سے خاص طور پر مسلمانوں کو سخت اجتناب کرنا چاہئے۔ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف جمیلہ کا تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد باری ہے: ''ويحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث'' (الاعراف:۱۵۹) آپ صلی اللہ علیہ وسلم پاکیزہ وپسندیدہ اشیاء کو حلال فرماتے ہیں، گندی اور ناپسندیدہ چیزوں کو حرام۔ ''الخبائث'' میں بعض مفسرین نے برے اخلاق وعادات اور ناروا اطوار کو بھی شمار کیا ہے، ظاہر ہے ایسی شئ کا استعمال جس کا ضرر استعمال کرنے والے کو اور اسکے اطراف واکناف کے حال وماحول کو پہنچتا ہو اسکے ناپسندیدہ ونامناسب ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے، اسلئے بعض علماء نے اسکے عدم جواز کی رائے دی ہے۔

''وفي تنقيح الفتاوى الحامدية: وبالجملة أن تثبت في هذا الدخان أضرار صرف خال من المنافع، فيجوز الافتاء بتحريمه'' (شامی: ۲/ ۳۶۶)۔

موجودہ دور کے ماہر اطباء وحکماء نے اسکو قلب وجگر کے سرطان کے اہم اسباب میں شمار کیا ہے، اور کئی ایک پر خطر امراض کا اس کو سبب قرار دیا ہے۔

''الدخان مضر بالابدان ضررا بينا لاشك فيه ولا شبهة الآن عند الحكماء وهو من أهم أسباب سرطان الرئة والقلب وغيرذلك من الأمراض الخطيرة أوالمنتنة'' (الموسوعة الفقهية والقضايا المعاصرة:۶/ ۱۱۰)۔

اسلام نے پڑوسیوں کو تکلیف پہنچانے سے منع کیا ہے اسلئے کوئی ایسا عمل جس سے قرب وجوار میں رہنے والوں، پڑوسیوں یہاں تک کہ سماج ومعاشرہ میں رہنے والوں کو ایذاء وتکلیف پہنچے شرعا منع ہے۔ نبی رحمت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مختصر جامع اور بلیغ ارشاد ''للجار حق'' اپنے اندر معاشرہ کی بھلائی وخیر خواہی کے جذبات واحساسات کے عملی پیغام کی ایک عظیم دنیا رکھتا ہے، اسکی روح کو سمجھ لیا جائے تو انسانی شخصیت وسماج کے لئے نفع بخش بن سکتا ہے، اس پس منظر میں وہ جو سگریٹ نوشی کے ایسے عادی ہیں کہ اسکا فوری ترک کرنا ان کے لئے آسان نہیں تو پھر چاہئے کہ وہ سماج کے عوامی مقامات جیسے ایر پورٹ وغیرہ میں جو ''اسموکنگ زون'' بنائے جاتے ہیں انکا استعمال کریں، ان کے علاوہ دیگر مقامات کو اس مقصد کے لئے استعمال کرنا مفاد عامہ کی خاطر جب قانونا منع ہے تو شرعا بھی اسکا منع ہونا متحقق ہے، اس کی خلاف ورزی ملکی قانون کی خلاف ورزی کے ساتھ شرعی حکم کی خلاف ورزی بھی متصور ہوگی۔ کچے پیاز ولہسن کا استعمال اگر چہ کہ طبی نقطہ نظر سے افادیت سے خالی نہیں تاہم اسکی بدبو سے چونکہ قرب وجوار میں رہنے والوں کو ایذاء پہنچتی ہے اسلئے انکا استعمال کرنے کے بعد دہن کی خوب صفائی کے بغیر مساجد میں آنے کو اسلام نے پسند نہیں کیا؛ کیونکہ حالت نماز میں قریب رہنے والے مصلیوں کو اسکی سانسوں سے نکلنے والی ناخوشگوار بو سے تکلیف پہنچتی ہے۔

''من أكل من هذه الشجرة الخبيثة يعني الثوم والبصل فلا يقربن مسجدنا فان الملائكة تتأذى مما يتأذى بنوآدم'' (بخاری، رقم الحدیث: ۵۰۳۱، سنن الکبری للبیهقی، رقم: ۵۲۶۳)۔

اس حدیث پاک میں مسجد کی قید اتفاقی ہے ورنہ مساجد کے باہر دیگر اجتماعات وغیرہ میں بھی اس کا لحاظ اس حکم میں شامل ہے؛ کیونکہ مقصود اصلی دوسروں کو تکلیف ونقصان سے بچانا ہے۔

''وأكل نحو ثوم أي كبصل ونحوه وماله رائحة كريهة للحديث الصحيح عن قربان أكل الثوم والبصل المسجد۔ قال

الامام العینی فی شرحہ علی البخاری، قلت :علة النهی أذی الملائكة وأذی المسلمين ولا يختص بمسجده عليه الصلوة والسلام بل الكل سواء'' (شامی ۲/ ۴۳۵)۔

۹۔انسانی آبادیوں میں رفع حاجت کی تکمیل کے لئے خاص اہتمام ہونا چاہیئے ،اسلام میں اس خصوص میں قولی وعملی ہدایات ثابت ہیں،اول تو ہر مکان میں ایک ایسا محفوظ مقام متعین ہونا چاہئے جو اس مقصد کے لئے خاص ہو؛ تاکہ ستر پوشی کی رعایت رکھتے ہوئے انسان اپنی ضرورت وحاجت سے فراغت حاصل کر سکے۔ نیز اس خصوص میں ایسا اہتمام بھی اسلام چاہتا ہے کہ جس کی وجہ سے بدبو وتعفن سے حال وماحول محفوظ رہے اور یہ فضائی آلودگی کا سبب بھی نہ بنے، چنانچہ مدینۃ المنورہ کی آبادی کے باہر ایک خاص مقام اس مقصد کے لئے متعین تھا، مقصود یہی تھا کہ ستر پوشی بھی ہو اور شہری آبادی اس کی مسمومیت سے متاثر نہ ہو۔سفر کے دوران بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکا اہتمام ثابت ہے۔

''عن المغيرة بن شعبة قال: كنت مع النبی صلی الله عليه وسلم فی سفر، فأتی النبی صلی الله عليه وسلم حاجته فأبعد فی المذهب'' (الترمذی:۲۰)۔

ایسی آبادیاں جہاں گھروں میں اسکا انتظام نہ ہو اور وہ گھروں سے باہر اس مقصد کے لئے کسی جگہ کو استعمال کرتے ہوں تو انکو ان سارے امور کی ضرور رعایت رکھنی چاہئے ،اسلام نے سایہ دار مقامات جن کو لوگ اپنے آرام کے لئے استعمال کرتے ہیں، نیز عوامی راستوں اور پنگھٹ (استعمال کا پانی حاصل کرنے کی جگہ)، ندی، تالاب وغیرہ میں بول وبراز کرنے سے منع کیا ہے، اور اسکو قابل لعنت عمل یعنی اللہ سبحانہ کی رحمت سے دوری کا سبب بتایا ہے۔

''اتقوا الملاعن الثلاث، البراز فی الموارد وقارعة الطريق والظل'' (سنن ابی داوٗد: رقم الحدیث:۲۶، سنن البیہقی الکبری، رقم :۴۷۴، مسند احمد، رقم:۲۷۱۵)۔

پانی کے ذخائر جیسے: کنواں، حوض وغیرہ نیز ماء جاری یعنی بہتے پانی میں پیشاب کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

''لا يبولن أحدكم فی الماء الدائم'' (ترمذی:۱/ ۲۲، سنن ابی داوٗد ۶۳)۔

''نهی رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم أن يبال فی الماء الجاری'' (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث:۱۷۴۹)۔

یہاں تک کہ پاک اشیاء جیسے: تھوک اور ناک کی ریزش وغیرہ کو بھی پانی میں ڈالنے سے بچنے کی ہدایت دی گئی ہے:''ومنها اتقاء النخامة والامتخاط بالماء'' (شامی:۱/ ۱۳۳)۔

اس اہتمام سے مقصود یہی ہے کہ انسانی استعمال کی اشیاء کسی ناپسندیدہ وکریہہ اور گندگی ونجاست سے آلودہ نہ ہوں، چونکہ یہ آلودہ کرنے کا سبب بننے کے ساتھ معاشرہ میں رہنے والے افراد ودیگر حیوانات کی صحت بسا اوقات انکی جان کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔اسلام نے مفاد عامہ کا کتنا زیادہ لحاظ رکھا ہے اس کا مسلمانوں کو شدید احساس کرنا چاہئے چونکہ اسکی خلاف ورزی فطری شرم وحیا کے مغائر ہونے کے ساتھ مفاد عامہ کو شدید نقصان پہنچانے کا سبب بنتی ہے، اسلئے اسکے اہتمام سے غفلت برتنا اخلاقا جرم ہے اور اسلامی قانون کی رو سے اسکا کریہہ وناپسندیدہ ہونا اظہر من الشمس ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:''الطهور شطر الايمان'' پاکی آدھا ایمان ہے، انسانی مزاج وطبیعت فطرتا پاکی کو پسند کرتی ہے، اگر فطری اصولوں پر برقرار رہتے ہوئے زندگی گزاری جائے تو اسمیں ہر طرح سماج کی بھلائی ہے۔اسلام کے ان فطری احکام سے مقصود یہی ہے کہ انسانی آبادیوں کا حال وماحول پاک وصاف رہے۔اسلام کے احکامات جہاں سماج ومعاشرہ کو پاک وصاف رکھنے سے متعلق ہے وہیں انفرادی طور پر ہر ایک فرد کو پاکی وطہارت کی تعلیم دیتے ہیں۔ارشاد باری ہے:''بے شک اللہ تعالی خوب توبہ کرنے والوں اور خوب پاک وصاف رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے'' (البقرۃ:۲۲۲) اور ایک جگہ ارشاد ہے:''اس (یعنی مسجد قباء) میں ایسے لوگ رہتے ہیں جو خوب پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ سبحانہ خوب پاک ہونے والوں کو پسند فرماتا ہے'' (التوبہ:۱۰۸)۔

عوامی مقامات کو رفع حاجت کیلئے استعمال نہیں کیا جانا چاہئے ،اگر کوئی احتیاط نہیں کرتا تو اسلامی نقطہ نظر سے وہ قابل لعنت ہے، نیز انسانی آبادیوں میں گندے پانی اور فضلات وغیرہ گلیوں اور راستوں میں بہا دیئے جاتے ہوں تو یہ عمل نظافت کے خلاف ہونے اور فضا کو مسموم کرنے کا باعث بننے کی وجہ

سے شرعاً منع ہوگا۔نظافت وپاکی کے اسلامی مزاج کی رعایت نہ رکھنے کی اس میں کھلی خلاف ورزی ہے جو شرعاً جائز نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پاک:''إذا أراد أحدكم أن يبول فليرتد لبوله موضعا'' (سنن ابوداود، رقم الحدیث: ۳) ہر ایک کے پیش نظر ہوتو پھر اپنے آپ کو صاف ستھرا اور حال وماحول کو پاکیزہ رکھنا آسان ہوجائے گا۔

اس خصوص میں اگر کسی کی طرف سے کوتاہی برتی جارہی ہوتو بستی میں رہنے والوں کا فرض ہے کہ وہ اس خرابی کے سدباب کے لئے انفرادی واجتماعی طور پر کوشش کریں تاکہ اصلاح ہوجائے اور حکومت کے ذمہ داروں کا بھی فرض ہے کہ وہ انسانی آبادیوں کو گندگی ومسمومیت سے بچانے کی ممکنہ کوشش کریں اور ایسے قانون مدون کریں کہ جس کی وجہ سے اس بے احتیاطی پر روک لگے۔

''ما يقيمه الانسان في ملك نفسه وكان فيه ضرر على الغير يجب نقضه، وذلك كمن أخرج جناحا إلى الطريق وكان يضر بالمارة فانه يجب نقضه لقول النبي ﷺ: لاضرر ولا ضرار'' (الموسوعة الفقهية ۷/ ۴۲)۔

بریں بنا انسانی آبادیوں اور خاص کر مسلم بستیوں کو بہت صاف ستھرا ہونا چاہئے۔

۱۰۔ اسلام نے زندگی کے سارے شعبوں میں اعلی ہدایات دی ہیں جو انسانی طبائع کی نظافت کا بڑا لحاظ رکھتی ہیں، سماج ومعاشرہ کو پاکیزہ رکھنے کے اعلی اصول بھی اسلام نے دیئے ہیں، تھوک اور ناک کی ریزش وغیرہ کی صفائی انسانی ضرورت ہے اسکے لئے بھی اسلام نے پاکیزہ ہدایات دی ہیں۔ ایسی ضرورت درپیش ہوتو اخلاقی قدر یہ ہے کہ دوسروں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہوکر اس ضرورت کو پوری کرلیا جائے، کھلے عام راستوں اور درودیوار کو اس مقصد کے لئے ہرگز استعمال نہ کیا جائے، راستہ میں اگر ایسی کوئی نوبت آجائے تو اس پر مٹی ڈال دیجانی چاہئے۔

''سمعت رسول الله ﷺ يقول: إذا تنخم أحدكم في المسجد، فليغيب نخامته، ان تصيب جلد مومن وثوبه فتؤذيه (مسند احمد: ۱۵۴۳، شعب الایمان، رقم: ۱۰۶۶۵)۔

موجودہ دور میں حکومت کی جانب سے جگہ جگہ کوڑے دان Dustbin رکھے جاتے ہیں اسلئے اس مقصد کے لئے اسکا استعمال کرنا چاہئے، عوامی مقامات کو صاف ستھرا رکھنے کا یہ اچھا طریقہ ہے۔

موجودہ سماج میں زردہ کے پان اور گٹکا کا چلن ایک مرض کی صورت اختیار کرگیا ہے، اسکا استعمال کرنے والوں کو بہت زیادہ تھوکنے کی ضرورت لاحق ہوتی ہے، عام طور پر یہ بات مشاہدہ میں ہے، عوامی مقامات جیسے دواخانوں، دفاتر، کارخانوں اور کمپنیوں وغیرہ کی درودیوار اس بے احتیاطی کی وجہ سے بہت زیادہ آلودہ رہتی ہیں، نظافت پسند افراد کو اس سے گھن آتی ہے، اور ماحول کی گندگی کی وجہ سے جو مسمومیت پھیلتی ہے وہ بھی بڑی نقصان رساں ہے، اسلئے جابجا تھوکنا شرعاً منع ہوگا، اس سلسلہ میں حکومتوں نے سخت قوانین بھی وضع کئے ہیں، اس پر موثر عمل آوری کی ضرورت ہے تاکہ گردوپیش کو پاک وصاف رکھا جاسکے۔

۱۱۔ سائنسی ایجادات کے منافع سے انکار نہیں کیا جاسکتا لیکن جب سے مختلف امور کی انجام دہی کے لئے مشینیں ایجاد ہوچکی ہیں اسکی وجہ سے دوطرح کے نقصانات دیکھے جارہے ہیں: ایک تو جو کام پہلے انسان انجام دیا کرتے تھے انکی جگہ اب مشینوں نے لے لی ہے، جس کی وجہ سے کمزور طبقات کی معیشت متاثر ہوئی ہے، یہ سماج کا ایک بہت بڑا نقصان ہے۔ دوسرا نقصان وہ ہے جس کا سوالنامہ کے گیارہ نمبر میں ذکر کیا گیا ہے، ماہرین کی رائے ہے کہ فریج اور ایرکنڈیشن کی وجہ سے جو ریز خارج ہوتی ہیں وہ نہ صرف فضا کو مسموم کررہی ہے بلکہ انکی وجہ سے آسمان کی جو پرت ''اوزون'' کہلاتی ہے اسمیں سوراخ پڑگئے ہیں، جس کی وجہ سے سورج کی راست شعائیں فضا سے ہوتے ہوئے زمین تک پہنچ رہی ہیں، بعد تحقیق سورج کی اس طرح راست شعاعوں کے نقصانات کو سائنسدانوں نے تسلیم کیا ہے، علاوہ ازیں ٹی وی اور موبائیل وغیرہ جیسے بہت سے جدید وسائل حیات ہیں جن سے مسلسل ریز کا اخراج جاری ہے۔ کرہ ارض سے کچھ بلندی پر فضائی کرہ ہے، اللہ سبحانہ نے اپنی بے پناہ فیضانہ قدرت سے فضائی کرہ کو صحت بخش، تازہ ہوا سے معمور رکھا ہے۔ اس فضائی کرہ کی فطری نظام کے مطابق برقراری اوزون کی پرت کی حفاظت کئے ہوئے ہے، سورج کی نقصاندہ شعاعوں سے یہی پرت کرہ ارض کو محفوظ رکھے ہوئے ہیں۔ درج بالا آلات کا استعمال جہاں فضائی کرہ کی فطری خوبی کو متاثر کررہے ہیں وہیں کارخانوں، جنریٹرس، کاروں اور بسوں سے خارج ہونے والے دھویں بھی کرہ ارض کے ساتھ فضائی کرہ کو بری طرح متاثر کررہے ہیں۔ سائنسی تحقیق کے مطابق اسکی وجہ ''کلورو فلورو کاربن'' کے مرکبات کے اخراج کی نوعیت میں آئے دن اضافہ دیکھا جارہا ہے جو اوزون پرت کی فطری ساخت کو تباہ کررہے ہیں۔ یہ بھی کہ کاربن ڈائی اکسائیڈ اور نیٹروجن کی گردش میں عدم

توازن کی وجہ سے عمل تنفس جاری رکھنے والی آکسیجن بھی آلودہ ہورہی ہے۔ ''فضا'' اللہ سبحانہ کا ایک عظیم تحفہ ہے جو مفید گیسوں کا ایک غلاف ہے جو کرۂ ارض کا احاطہ کئے ہوئے ہے، قدرت نے فضا میں بڑے پیمانہ پر آکسیجن گیس پھیلا رکھی ہے جو ارزانی کے ساتھ ساری مخلوقات تک پہنچ رہی ہے، انکی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ ''فضا میں ٪ 78 فیصد) نائٹروجن اور ٪21 آکسیجن شامل ہیں۔ انکے علاوہ اوزون کی ہلکی پرت بھی موجود ہے جو حیات کو سورج کے زہریلی بالائی بنفشی شعاعوں Ultraviolet rays سے محفوظ رکھتی ہے۔ اس میں بکثرت آبی بخارات بھی ہیں، اس فضائی نادر وانوکھے انتظام نے کرۂ ارض کو حیات وزندگی کے عمدہ وبیش قیمت سامان سے معمور کردیا ہے۔ اربوں کھربوں قسم کے حشرات الارض (کیڑے مکوڑے)، انگنت حیوانات، بنت نئے پرندے، انواع واقسام کے کئی ایک خوردبینی عضوبے بھی اس زمین پر زندہ ہیں جو اوروں کی حیات وزندگی میں اپنا نمایاں کردار ادا کررہے ہیں۔ فنجی، الجی اور کائی کے جرثومے Spores اور کئی قسم کے زردانے Pollens اور بیکٹیریا (Bacteria جراثیم) بھی ہوا میں تیرتے رہتے ہیں۔ چھوٹے موٹے پودوں کے ننھے ننھے بیج بھی یہاں پائے جاتے ہیں، بعض درختوں اور پودوں کے تخمک اور زردانے بھی ہوا کے جھونکوں کی وجہ سے بلندیوں پر پہنچ جاتے ہیں، یہ سب ملکر فضاء کو زندگی کی نشانیوں سے معمور کرتے ہیں'' (سائنس اور ٹکنالوجی/ ۴۲)، اس طرح اللہ سبحانہ نے پاک وصاف فضائی ماحول انسانوں کو بخشا تھا لیکن انسانی طرز معیشت اور پرتعیش آلات زندگی کا مسرفانہ استعمال صنعتی ترقیوں وغیرہ نے کرۂ ارض کو بری طرح آلودہ کردیا ہے، جس کی وجہ سے کرۂ ارض کی پاکی اور اس کا صحت بخش ماحول متاثر ہوگیا ہے۔

مختلف مشینوں اور جدید آلات کے استعمال کی کثرت نے فضا کی فطری حیثیت کو متاثر کردیا ہے، جس کی وجہ سے پرندے ناپید ہوتے جارہے ہیں، سماج میں رہنے والے بڑے خاص طور پر بچے ان پرندوں کی خوش رنگی وخوش آوازی سے محظوظ ہوا کرتے تھے اب اس سے بڑی حد تک محرومی ہوگئی ہے، یہ بھی کہ ماحول کے تحفظ میں پرندوں اور کیڑے مکوڑوں کی بڑی حصہ داری ہے، قدرت نے ایک پاکیزہ حال وماحول انسانوں اور دیگر مخلوقات کو بخشا ہے، جدید وسائل حیات کا بے دریغ استعمال فطری ماحول پر اثر انداز ہے، اسلئے شدید ضرورت کی صورت ہی میں جدید وسائل حیات کے استعمال کا ذہن بنایا جانا چاہئے، بلاضرورت اسکا استعمال نہ کیا جانا ہی بہتر ہے، کیونکہ انسان جو عقل سلیم کے مالک ہیں انکا فرض ہے کہ اشیاء کے استعمال خاص طور پر جدید وسائل حیات کا استعمال ''بوقت ضرورت اور بقدر ضرورت'' ہی کریں تو اس کی وجہ سے ماحولیات کے تحفظ میں بڑی مدد مل سکتی ہے، اشیاء گو کہ انسانوں کی ملک ہیں لیکن اسلام نے نہ صرف یہ کہ اسراف کو پسند نہیں کیا بلکہ بلاضرورت انکے استعمال کو مناسب نہیں جانا، چونکہ اسمیں شخصی نقصان بھی ہے اور ان مشینوں کے بیجا استعمال کی وجہ سے سماج میں رہنے والے بھی اس کے نقصان سے محفوظ نہیں ہیں۔

''مفادہا ان الانسان لیس مالکا حقیقیا للمال فالمال مال اللہ وانما ہو مستخلف فیه یعنی أنه وکیل فیه استخلفه اللہ ووکله علی ہذا المال لیرعاہ وینفق منه فی الوجوہ الشرعیة'' (فتاوی معاصرہ: ۱/ ۵۹۵)۔

۱۲۔ فطرت نے فضا کو پاکیزہ اور پاک وصاف رکھنے کا جو حسین اور انوکھا انتظام کررکھا ہے ان میں درختوں کا بڑا رول ہے۔ درختوں کا وجود خود حال وماحول کو خوش منظر بناتا ہے، اسکے ساتھ ایک بہت بڑا اور انوکھا انتظام قدرت نے درختوں کے ذریعہ کررکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ درخت فضا میں موجود ''کاربن ڈائی آکسائیڈ'' کو جذب کرتے ہیں اور اچھی گیس آکسیجن خارج کرتے ہیں، جس کی وجہ سے فضائی مسمومیت ختم ہوتی ہے اور عمدہ وپاکیزہ آکسیجن کی فراہمی انسانوں اور حیوانات کی زندگی وحیات میں مدد ومعاون ہوتی ہے، اسلئے اسلام نے شجرکاری کی حوصلہ افزائی کی ہے، حدیث پاک میں ہے کہ قیامت جیسے ہولناکی کے کربناک منظر کے موقع پر بھی اگر کسی کے ہاتھ میں پودا ہو اور اسکو موقع بھی فراہم ہے کہ وہ اس کو زمین میں لگا سکتا ہے تو ضرور اسکو ایسا کرلینا چاہئے:

''إن قامت الساعة وبید أحدکم فسیلة فإن استطاع أن لا یقوم حتی یغرس فلیفعل'' (مسند احمد: ۱۲/ ۱۲۵۱۲)۔

عرب کے صحرائیں بیری یا ببول کے درخت کے سوا اور کوئی درخت نہیں ہوا کرتے تھے، اور اکثر مسافرین ان سے بوقت ضرورت سایہ حاصل کرتے تھے، انکے کاٹنے پر بھی وعید وارد ہے:

''إن الذین یقطعون السدر یصبون فی النار علی وجوہھم صبا'' (مجمع الزوائد: ۸/ ۲۱۴)۔

اسلام نے شجرکاری کے ساتھ کھیتی باڑی کرنے والوں کی قدر افزائی کی ہے، اسلئے کوئی افتادہ اور بنجر زمین کو خلیفۃ المسلمین کی اجازت سے زرخیز بنائے

تو اس زمین کا اسکو مالک بنا دیا جائے گا، اس پر کاشت کر کے قابل زراعت بنانے والا گو کہ ذمی کیوں نہ ہو۔

''من أحياها باذن الامام ولوذميا ملكها، وبلا إذنه لا، خلاف لهما ومن حجر أرضا ثلاث سنين ولم يعمرها أخذت منه ودفعت إلى غيره'' (مجمع الانہر: ۴/ ۲۳۰)۔

کاشتکاری سے نہ صرف انسانوں اور حیوانوں کی غذائی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں بلکہ انکا وجود فضا کو خوشگوار رکھتا ہے۔ درختوں کے بار (پھل) اور کبھی انکے برگ (پتوں) سے نفع حاصل کیا جاتا ہے، اور انکا سایہ بھی باعث رحمت ہوتا ہے نیز ماحولیات کے تحفظ میں بھی انکی بڑی حصہ داری ہے، اسی طرح کھیتی باڑی کرنے سے جہاں خلق خدا اس کے ثمرات سے مستفید ہوتی ہے وہیں انکی سرسبزی وشادابی خوش منظر بھی ہوتی ہے اور فضا کو صاف ستھری رکھنے میں ممد ومعاون بھی، اسلئے قرآن پاک میں نسل انسانی کو تباہ کرنے اور کھیت وکھلیان کو برباد کرنے والوں کا مفسدین میں شمار کیا گیا ہے، ارشاد باری ہے: ''انسانوں میں کچھ وہ ہیں جنکی دنیا کی زندگی کی غرضی باتیں اچھی بھلی معلوم ہوتی ہیں اور آپ کو خوش کرتی ہیں اور وہ اپنی دل کی باتوں پر اللہ کو گواہ بناتے ہیں، مگر وہ درحقیقت سخت جھگڑالو ہیں اور جب وہ پلٹتے ہیں تو زمین میں فساد مچاتے اور کھیت وکھلیان اور نسلوں کو برباد کرنے میں اپنی توانائیاں صرف کرتے ہیں، اور اللہ تعالی فساد کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا، اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈرو تو تکبر اور تعصب انکو گناہ پر آمادہ کر دیتا ہے'' (البقرہ: ۲۰۴-۲۰۶)، اس آیت پاک میں مفسدین کی نشاندہی کر کے دوسرے انسانوں کو درختوں کی حفاظت کرنے، انکی آبیاری کرنے اور کاشتکاری کی ترغیب وتشویق دلائی گئی ہے:

''دلت الآية على الحرث وزراعة الارض وغرسها بالاشجار حملا على الزرع وطلب النسل وهو نماء الحيوان وبذلك يتم قوام الانسان'' (قرطبی: ۳/ ۱۸)۔

زمین سے پیداوار کا اگانا اللہ سبحانہ کی قدرت کا ایک عظیم کرشمہ ہے، زمین کو ہموار کر کے زمین میں دانا ڈالنا انسان کا کام ہے، لیکن اس بے جان دانے کا زمین کو پھاڑ کر باہر نکلنا اور اس سے درخت وکھیتی کا نمودار ہونا اور انکا پھل پھلا ر دانے اور اناج سے لدجانا قدرت کے فیضانہ انعامات سے ہے اس میں انسان کا کوئی دخل نہیں۔

ارشاد باری تعالی ہے: ''اچھا یہ تو بتاؤ! جو کچھ تم بوتے ہوا سے تم ہی اگاتے ہو؟ یا ہم اگانے والے ہیں، اگر ہم چاہیں تو اسے ریزہ ریزہ کر ڈالیں اور تم حیرت کے ساتھ منہ دیکھتے رہ جاؤ'' (الواقعہ: ۶۳-۶۵)۔

اس تناظر میں بلاضرورت جنگلات کو کاٹنے اور کھیتوں کی زمین کو زیادہ نفع کی لالچ میں پلاٹس بنا کر انسانی بستیاں قائم کرنے کا مزاج قدرت کے نظام فطرت کے منافی ہے، اسلئے جنگلات کو بہرصورت باقی رکھا جانا چاہئے اور کھیتوں کی اراضیات کو کاشتکاری کے لئے برقرار رکھتے ہوئے انسانی بستیاں بسانے کی کوشش کرنا چاہئے۔ ہندوستان کی سرزمین پر ایک شہر (گوا) اپنا وجود رکھتا ہے، اس میں جو بستیاں آباد ہیں ان کے درمیان جنگلات کا ایک وسیع وعریض رقبہ موجود ہے، جنگلات کے فطری نظام کو برقرار رکھتے ہوئے انسانی بستیاں بسائی گئی ہیں، دیگر شہروں میں بھی اس کی رعایت رکھنا چاہئے اور یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ حکومت کا بھی فرض ہے کہ وہ جنگلات کے تحفظ اور کاشت کی جانے والی اراضیات کو اسی مقصد کے لئے باقی رکھنے میں سنجیدہ ہو جائے۔ اور اس خصوص میں قانون سازی کی ضرورت ہو تو اس سے بھی دریغ نہ کرے یہ اس وقت ممکن ہے جبکہ حکومت کے کارپرداز شخصی مفادات سے بالا تر ہو کر رعایا کے مفاد کو پیش نظر رکھیں۔

(الف): فضائی آلودگی سے تحفظ فراہم کرنے اور فضا کو خوشگوار رکھنے میں جنگلات اور درختوں کا بہت اہم کردار ہے، انسانی سماج میں مختلف وجوہ واسباب کی بنیاد پر پیدا ہونے والی زہریلی گیس کے خاتمہ کا کام درخت اور پودے انجام دیتے ہیں۔ پھر اس زہریلی گیس کا اصلاح کر کے عمدہ اور مفید ہوا خارج کرتے ہیں، اسلئے ماحول کے توازن کو باقی رکھنے کے لئے جنگلات کا تحفظ بہت ضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ببول اور بیری کے درخت کاٹنے پر وعید ارشاد فرمائی ہے کہ اسکے کاٹنے والے اوندھے منہ جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے۔ اس سے واضح ہے کہ بلا کسی شدید ضرورت کے جنگلات کی کٹائی اور کچھ زیادہ مالی منفعت کی خاطر کھیتی باڑی کی اراضیات کو پلاٹس بنا کر فروخت کرنا جائز نہیں ہوگا، البتہ جہاں شدید ضرورت داعی ہو تو بقدر ضرورت درخت کاٹے جاسکتے ہیں۔

(ب): اسلامی نقطہ نظر سے درخت لگانے اور کاشتکاری کے فوائد کی حوصلہ افزائی کی صراحت سوال نمبر ۱۲ / کے ضمن میں آچکی ہے۔

صوتی آلودگی:

انسانی صحت پر ماحول بڑی حد تک اثر انداز ہوتا ہے، ہم جس ماحول میں رہتے ہیں اس سے ہم اپنے آپ کو جدا نہیں رکھ سکتے، ماحولیات کی حفاظت سارے انسانوں کا فریضہ ہے۔ جس طرح آب وہوا کی کثافت اور اسکی وجہ سے ماحول کی آلودگی انتہائی مضرت رساں ہے، شوروغل جس کو "صوتی آلودگی" سے تعبیر کیا جاتا ہے یہ بھی بے نہایت نقصان دہ ہے۔ کرۂ ارض کی بڑھتی آلودگی جہاں صحت وزندگی کے مسائل پیدا کررہی ہے وہیں شوروشرابہ انسانی صحت کے لئے مسائل پیدا کرنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ بنا ہوا ہے۔ شہری آبادیوں میں کئی قسم کے شور ہیں جس میں انسان اپنی زندگی کا سفر طے کررہا ہے، بے ہنگم ٹریفک، موٹر، ریل گاڑیوں، کاروں، فیکٹریوں، کارخانوں، مشینوں اور ہوائی جہاز وغیرہ سے پیدا ہونے والا شور غیر محسوس طور پر انسانی صحت کے ساتھ حیوانات وغیرہ کی صحت پر بتدریج اثر انداز ہے۔ انسان کی جسمانی صحت کے ساتھ ذہنی صحت بھی داؤ پر لگی ہوئی ہے، یہ سائنسی ایجادات جو انسانی معاشرہ میں اسباب راحت کی جگہ لے چکے ہیں اب یہ زندگی کا ایک ناگزیر حصہ بن گئے ہیں اسلئے انکی ضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا لیکن انکے نقصانات کو کم سے کم کرنے کے اقدامات کو بروئے کار لاکر فضائی وصوتی آلودگی پر کسی حد تک قابو پایا جاسکتا ہے اور اسکی وجہ سے ان سے پیدا ہونے والے شور کے نقصانات میں کمی لائی جاسکتی ہے۔ اسی لئے ہوائی اڈے شہری آبادیوں سے بہت دور بنائے جاتے ہیں، کارخانوں اور فیکٹریوں وغیرہ کے قیام کی شہری آبادیوں میں قانونا اجازت نہیں دیجاتی، آبادیوں سے باہر ہی انکے قیام کی صورت میں اجازت نامہ منظور کیا جاتا ہے، اب رہا انسانوں کی ضرورت کی سواریاں جیسے موٹر سائیکل، کاریں، لاریاں، ٹرالے وغیرہ، اگر ان سے دھویں کا اخراج زیادہ ہوتو وہ فضائی آلودگی پیدا کرتے ہیں وہیں اس سے خارج ہونے والی بڑی آواز صوتی آلودگی کا باعث بنتی ہے۔ اس سلسلہ میں حکومت کے قوانین بھی سخت ہیں ایک قانون تو دھواں زیادہ خارج کرنے والی گاڑیوں کے لئے ہے، لیکن زیادہ آواز دینے والی گاڑیوں کے لئے غالبًا قانونی کوئی گرفت نہیں ہے، بعض گاڑیوں کے سیلنسر زیادہ آواز دیتے ہیں، یہ آواز بسا اوقات گاڑیوں کے انجن کی خرابی کی وجہ سے ہوسکتی ہے، اور اکثر نوجوانوں کے ذوق کی خرابی اسکی ذمہ دار ہوتی ہے، چنانچہ کچھ نوجوان زیادہ شور پیدا کرنے کے لئے سیلنسر میں کچھ تبدیلی کر لیتے ہیں، ممکن ہے اس سے کچھ دیر کیلئے انکی بدذوقی کی تسکین ہوجاتی ہو لیکن ماحول کی فطری حیثیت کو متاثر کرنے میں اسکا جو رول ہے اسکو ہرگز نظر انداز نہیں کیا جانا چاہئے۔

سابقہ ادوار میں صوتی آلودگی وفضائی آلودگی کے اسباب نہ ہونے کے برابر تھے، لیکن موجودہ دور سائنسی ایجادات کے ناروا استعمال کی وجہ پیدا ہونے والی فضائی آلودگی کے ساتھ صوتی آلودگی کا بری طرح شکار ہے، صوتی آلودگی میں نمایاں رول ادا کرنے والے موجودہ دور کے پرتعیش ٹیلی ویژن، میوزک سسٹم وغیرہ گھر کے ماحول کے ساتھ باہر کے ماحول کو بھی آلودہ کررہے ہیں، شادی بیاہ یا کسی بھی طرح کی مسرت کی تقاریب وتفریحی پروگرام وغیرہ کا اس کے بغیر بہت کم تصور پایا جاتا ہے، ان مواقع پر بجائے جانے والے بینڈ، باجے، قوالیوں اور گانوں کی ریکارڈنگ کا شور اس قدر زیادہ ہوتا ہے کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی۔ خاص طور پر شادی خانے اکثر جو انسانی آبادیوں کے درمیان میں ہیں انکے قرب وجوار میں بسنے والے انسان بڑے کرب سے گزرتے ہیں۔ صحت مند افراد کی صحت پر اس کے مضر اثرات بھی تسلیم شدہ ہیں، اسکی وجہ انسانوں کے آرام اور انکی نیند میں خلل کی وجہ بیماروں اور ضعیفوں کے ساتھ صحت مند افراد کیلئے بھی یہ ایک گھمبیر مسئلہ ہے۔ اس غیر فطری شور شرابہ کی وجہ سے شہریوں کو جس کربناک صورتحال سے گزرنا پڑتا ہے اسکا کوئی اندازہ نہیں کیا جاسکتا، سماج کی اس بے حسی پر خون کے آنسو روئے جائیں تو کم ہے۔ مزید ایسے مواقع پر آتش بازی جلتی پر تیل کا کام کرتی ہے۔ نیز دیوالی کے تہوار پر آتش بازی بھی محل نظر ہے، اس میں مال کے ضیاع کے ساتھ اس سے پھیلنے والے زہریلے بارودی دھویں کی وجہ بڑے پیمانہ پر فضا کی مسمومیت کا نقصان بھی ہے اور صوتی آلودگی کی کربناکی وزہرناکی کا ضرر بھی۔

صوتی آلودگی کے نقصانات جانچنے کا کوئی ایسا یقینی آلہ ایجاد نہیں ہوسکا ہے جو اسکے حتمی نقصانات کا تخمینہ بتاسکے، لیکن محققین کی رائے یہ ہے کہ صوتی آلودگی سے قوت سماعت کو شدید نقصان پہنچ سکتا ہے، ہائپر ٹینشن، ذہنی تناؤ، بے چینی، بے خوابی، قلبی واعصابی امراض شور کی دین ہیں۔ اس وقت شور کو جانچنے کا ایک ہلکا پیمانہ "ڈیسی بل" ہے، سائنسدانوں کی تحقیق کے مطابق زیرو (۰) ڈیسی بل انسان کے کان محسوس کرسکتے ہیں، اسکو سرّی آواز کہا جاسکتا ہے۔ نماز پنجگانہ میں دو نمازیں سری ہیں، اسکے علاوہ تنہا پڑھے جانے والے نوافل وغیرہ بھی "سر" سے پڑھے جاتے ہیں، دعا ومناجات جہرا بھی کی جاسکتی ہے لیکن اسکا اہتمام سرًا (آہستہ) ہوتو زیادہ افضل ہے، اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے: "اپنے پروردگار سے تم گڑگڑا کر بھی اور آہستہ آہستہ بھی دعا کرو یقینا اللہ سبحانہ ان لوگوں کو ناپسند فرماتا ہے جو حدود سے تجاوز کرجائیں" (الاعراف: ۵۵)، حدیث پاک میں وارد ہے: "اے لوگو! تم اپنے نفس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرو یعنی آواز کو دھیمی اور پست رکھو، یہ جان رکھو کہ تم جس کو پکار رہے ہو وہ نہ بہرا ہے نہ غائب ہے بلکہ وہ تمہاری دعائیں سننے والا اور تم سے قریب ہے" (صحیح البخاری: کتاب

الدعوات) زندگی کے اور معاملات میں جس طرح حد سے تجاوز ناپسندیدہ ہے اسی طرح دعا ومناجات میں بھی تجاوز عن الحد کو پسند نہیں کیا گیا۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام میں آواز کا دھیمہ پن کس قدر پسندیدہ ہے، اس میں روحانی فوائد کے ساتھ مادی فوائد بھی ملحوظ ہیں۔بیس 20) (ڈیسی بل آواز ایک سرگوشی سے پیدا ہوتی ہے، کسی پرسکون ماحول میں کام کاج کے دوران پیدا ہونے والی آواز چالیس (40ڈیسی بل ہوسکتی ہے۔عام گفتگو جو کسی اور سے کی جاتی ہے وہ ساٹھ (60ڈیسی بل آواز پیدا کردیتی ہے، اس حد تک تو آواز کا قابل برداشت ہونا فطری ہے، جہری نمازوں میں قرأت کی آواز کا درجہ کم وبیش اسی قدر ہوتا ہے، دعا ومناجات میں اگر اس درجہ آواز بلند ہوجائے تب بھی منع نہیں، ارشاد باری ہے:" نہ تو اپنی نماز کو بہت بلند آواز سے پڑھو اور نہ بالکل پست آواز سے بلکہ درمیانی راستہ اختیار کرو" (بنی اسرائیل: ۱۱۰) نبی رحمت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ بہت دھیمی آواز میں مصروف مناجات ہیں، پھر حضرت عمرؓ کو بھی دیکھا کہ وہ بلند آواز سے نماز پڑھ رہے ہیں، صبح جب ان دونوں سے ملاقات ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، دونوں نے اسکی توجیہ بیان کی، حضرت صدیق اکبرؓ نے عرض کیا کہ میں اس کی بارگاہ میں مصروف دعا تھا جو میری آواز سن رہا تھا، حضرت عمرؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ جہر سے سونے والوں کو جگانا اور شیطان کو بھگانا مقصود ہوتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبرؓ کو اپنی آواز قدرے بلند رکھنے اور حضرت عمرؓ کو اپنی آواز قدرے پست کرنے کی ہدایت فرمائی۔(مشکوٰۃ المصابیح: باب صلاۃ اللیل، ترمذی: ۱/ ۱۰۰، باب ماجاء فی القراءۃ باللیل) البتہ یہ آواز بلند ہوکر اسی (80ڈیسی بل تک پہنچ جائے تو یہ شور پیدا کر کے ماحول کو متاثر کرنے کا سبب بن سکتی ہے، اسلئے جب بھی درس یا تقریر ومواعظ کی ضرورت داعی ہو تو ظاہر ہے اس قدر آواز کی بلندی ضروری ہوجاتی ہے، ایسے میں اسلامی ہدایات یہ ہیں کہ جن تک آواز پہنچانی ہوان تک آواز پہنچانے کا انتظام ہو، تاکہ وہ تذکیر ونصیحت سے فائدہ حاصل کرسکیں۔قرآن پاک کی تلاوت عبادت ہے، اگر کوئی تلاوت کرنا چاہے تو اسکو اپنی حال وماحول کو ملحوظ رکھنے کی ہدایت دی گئی ہے، اگر کوئی قرب وجوار میں آرام کررہا ہو یا کسی اور کام کاج میں مصروف ہو تو بلند آواز سے تلاوت کو پسند نہیں کیا گیا، عام طور پر ہمارے ماحول میں وعظ وتقریر یا تلاوت وتفسیر کی آواز کو بیرونی مخارج الصوت سے دور دور پہنچانے کا انتظام کیا جاتا ہے جو شرعا درست نہیں؛ کیونکہ اس میں ایک تو بے حرمتی کا شائبہ ہے دوسرے اوروں کے اعمال میں خلل اندازی بھی ہے جس کو اسلام پسند نہیں کرتا۔

اسلام نے انسانوں کو ایسے فطری احکام دیئے ہیں جو آسان بھی ہیں قابل قبول بھی، اور قابل عمل بھی۔قرآن پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر اپنی آواز کو بلند کرنے کی ممانعت وارد ہے (الحجرات: ۲)، حضرت لقمان علیہ السلام جو بڑے حکیم، دانا وبینا انسان تھے انہوں نے اپنے بیٹے کو جو نصیحت کی ہے قرآن پاک میں اسکا ذکر ہے:" اپنی رفتار کو معتدل رکھو اور اپنی آواز کو پست کرو، یقینا آوازوں میں سب سے زیادہ کریہہ وناپسندیدہ آواز گدھے کی آواز ہے" (لقمان: ۱۹)۔

ظاہر ہے گفتگو میں تیزی، لب ولہجہ کی سختی وبلندی ایمانی تقاضوں کے مغائر اور اعمال صالحہ کے منافی ہے۔اس سے جہاں انسانی اخلاق وکردار مجروح ہوتے ہیں وہیں یہ صوتی آلودگی کا سبب بنتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اسکو سخت ناپسند کیا ہے، حدیث پاک میں وارد ہے:

"اللہ سبحانہ کسی متکبر، مغرور، بخیل اور بازاروں میں شوروغوغا برپا کرنے والوں کو ناپسند فرماتا ہے:

"إن الله يبغض كل جعظري جواظ سخاب بالاسواق" (السنن الكبرى وفی ذيله الجوہر النقی ۱۰/ ۱۹۴)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق کی اعلی ترین بلندیوں پر فائز ہیں (القلم: ۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلی خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے حدیث پاک میں آپ کی اوصاف حسنہ کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تندخو تھے نہ سخت آواز سے گفتگو کرنے والے تھے، نہ بازاروں میں شوروشغب کرنے والے تھے" (بخاری: ۲/ ۷۴۷)۔

صوتی آلودگی سے متعلق سوالات کے سلسلہ وار جوابات درج ذیل ہیں:

۱- [illegible]م کا قانون جو کتاب وسنت سے مستنبط ہے اس میں حال وماحول کے تحفظ کی اہمیت پر بڑا زور دیا گیا ہے، ایسی مشینیں جس میں سخت آواز ہو اور اس سے پیدا ہونے والے شور کے نقصانات انسانی سماج کو متاثر کررہے ہوں تو فقہ اسلامی اسکو آبادیوں سے باہر رکھنے کی حمایت کرتی ہے۔

"وفيه أراد أن يبنى فی داره تنورا للخبز دائما أو رحى للطحن أو مدقة للقصارين يمنع عنه لتضرر جيرانه ضررا فاحشا وفيه لو اتخذ داره حماما ويتأذى الجيران من دخانها فلهم منعه إلا أن يكون دخان الحمام مثل دخان

الجیران'' (شامی: ۵/ ۲۳۷)۔

کارخانے جہاں اسکی چمنیوں سے بہت زیادہ دھواں خارج ہوتا ہے اسکی وجہ سے فضا آلودہ ہوتی ہے وہیں انکے مشینوں کی گڑگڑاہٹ صوتی آلودگی پیدا کرتی ہے، جس سے شہریوں کا چین وسکون درہم برہم ہوجاتا ہے اور جسمانی عوارض بھی لاحق ہوتے ہیں، خاص طور پر بیماروں، ضعیفوں اور بچوں کو اس سے سخت تکلیف پہنچتی ہے اور وہ اوروں کے بالمقابل زیادہ اضطراب وبے چینی کا شکار ہوتے ہیں، حکومت کا فرض منصبی ہے کہ وہ کارخانوں کو شہری آبادی میں قائم کرنے کی ہرگز اجازت نہ دے؛ کیونکہ شہریوں کو امن وسکون کا ماحول فراہم کرنا اور حتی المقدور انکے لئے اسباب راحت مہیا کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے، اسلئے حکومت اگر کارخانوں کو آبادیوں سے باہر رکھنے کا قانون بناتی ہے تو اس پر عمل کرنا ملکی قانون کی وجہ جہاں ضروری ہے وہیں شریعت بھی اس قانون کی بجاآوری کی حمایت کرتی ہے، شہری اگر اسکی خلاف ورزی کریں تو حکومت ازروئے قانون جبراً انکو شہری آبادی سے کارخانوں کو آبادی سے باہر منتقل کرنے کا پابند کرسکتی ہے۔

''إن الذین یخالفون القانون الذی یحفظ الحقوق ویقر العدل ویقیم میزانه ہؤلاء یعتبرون شرعا مخالفین للدین نفسه لأن الدین یأمر بطاعة مثل هذه القوانین التنظیمیة مادامت بالمعروف وفی غیر معصیة'' (فتاوی معاصرہ ۱/ ۵۹۷)

شہریوں کا فرض ہے کہ حکومت کے ایسے قوانین جو شہریوں کے مفاد میں ہوں اسکی پابندی کریں، بشرطیکہ وہ اسلامی احکام سے متصادم نہ ہوں۔ جن احکامات کی بجاآوری میں انسانی مفادات ملحوظ ہوں اور انکا اسلامی احکام سے کوئی تصادم نہ ہو تو اس میں حکومت کے احکام کی پابندی ضروری ہے۔ اس پر علماء کا اتفاق ہے۔

''أجمع العلماء علی وجوب طاعة أولی الأمر من الأمراء والحکام فقد نقل النووی عن القاضی عیاض وغیرہ ہذا الاجماع'' (الموسوعة الفقهیة ۲۸/ ۲۲۳)۔

''إطاعة الامام فی غیر المعصیة واجبة، فلو أمر الامام بصوم یوم وجب'' (شرح الحموی علی الاشباہ والنظائر: ۳۲۲)۔

حکومت اگر اپنے فرض کے نبھانے میں کوتاہی برتے تو بستی اور آبادی میں رہنے والے ذمہ دار اس کام کو عمدہ اور بہتر طور پر خوش اسلوبی کے ساتھ فہمائش کے ذریعہ انجام دے سکتے ہیں، اگر مسئلہ حل نہ ہو تو بستی والے ملکران پر دباؤ بنا سکتے ہیں، رائے عامہ جب ان کی مخالف ہوگی تو وہ خود شہری آبادی سے کارخانے ہٹانے پر مجبور ہونگے۔ اس پر بھی بات نہ بنے تو قانون کا سہارا لیا جاسکتا ہے۔

۲۔ گاڑیوں میں ہارن اسلئے لگائے جاتے ہیں تاکہ سخت ضرورت پر اسکا استعمال کیا جاسکے، اس سے مقصود دوسروں کو ضرر سے بچانا اور انکو احتیاط برتنے کے لئے متنبہ کرنے کے لئے ہوتا ہے، اول تو ہارن کی آواز کم ہونی چاہئے، دوسرے یہ کہ ضرورت کے وقت ہی ہارن بجایا جانا چاہئے، غیر ضروری ہارن کی آواز زیادہ رکھنے یا بلاوجہ ہارن بجانے کی کسی کو اجازت نہیں ملنی چاہئے۔ کیونکہ اسکی وجہ صوتی آلودگی کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے اور راہگیر بھی دہشت زدہ ہوتے ہیں، البتہ ''ایمبولنس'' میں لگائے جانے والے سائرن سخت ضرورت کی بنیاد پر ہوتے ہیں، اسلام انتہائی حساس مسائل کی نبض پر ہاتھ رکھتا ہے اور انسانوں کو ان حساس مسائل کے احساس کی دعوت دیتا ہے، جس باریک بینی سے اس اہم مسئلہ کے حل کی جیسی رہنمائی نبی رحمت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے شاید وباید ہی کسی اور مصلح کی تعلیمات میں مل سکے۔ چودہ سوسال سے بھی پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چیخنے اور چلانے وبلند آواز سے گفتگو کرنے کو ناپسند فرمایا ہے، نرم اور دھیمی گفتگو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند خاطر تھی۔

عن أبی أمامة أن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کان یکرہ أن یری الرجل جهیرا رفیع الصوت وکان یحب أن یراہ خفیض الصوت (مجمع الزوائد: ۸/ ۲۱۱)۔

۳۔ اسلام جائز امور میں اعتدال کو پسند کرتا ہے، نماز جیسی عبادت میں غیر ضروری بلند آواز سے تلاوت کو منع کرتا ہے، قرآن پاک کی آیت "لا تجهر بصلاتك الخ سے واضح ہے۔ ذکر واذکار کا اہتمام انفراداً واجتماعاً ہر طرح درست ہے، انفرادی یا اجتماعی ذکر واذکار میں سراً وجہراً ہر دو طرح کی اجازت ہے، لیکن اتنے جہر کی اجازت نہیں جو دوسروں کیلئے باعث تشویش ہو اس لئے تلاوت قرآن، ذکر واذکار جو موجب اجر وثواب ہیں لیکن دوسروں کے آرام وراحت کا اسمیں خیال نہ رکھا جائے تو تلاوت قرآن، ذکر واذکار جائز ہونے کے باوجود جہر سے کئے جانے کی وجہ سے اسلام نے

اس کو پسند نہیں کیا ہے۔

وفي حاشية الحموي عن الامام الشعراني أجمع العلماء سلفا وخلفا على استحباب ذكر الجماعة في المساجد وغيرها إلا أن يشوش جهرهم على نائم أو مصلي أو قارىء (شامی: ۱/ ۶۶۰)۔

حرام وناجائز امور کو اول تو اسلام پسند ہی نہیں کرتا، مزامیر وموسیقی وغیرہ اگر حدود میں رہتے ہوئے استعمال کئے جائیں تب بھی ناجائز ہے، کھلے عام اسکے استعمال سے اسکی قباحت وشناعت مزید بڑھ جاتی ہے، چونکہ یہ کام گناہ کے ہیں مزید اسکی وجہ سے صوتی آلودگی پیدا ہوتی ہے جو دوسروں کے لئے سوہان روح ہے، اس لئے یہ امر شرعاً ناجائز ہے۔ موجودہ دور میں گانے بجانے کے آلات کے ذریعہ شور پیدا کرنے کے ساتھ مزید ڈی۔ جے کے استعمال سے اس آواز کو مزید بڑھایا جاتا ہے جس سے شور میں کہیں اضافہ ہوجاتا ہے جس سے اطراف واکناف میں رہنے والوں کا چین وسکون چھن جاتا ہے، شور کی وجہ سے ذہنی وجسمانی اذیت پہنچتی ہے، اس لئے یہ عمل گناہ کبیرہ ہے چونکہ یہ دہرے گناہ کا موجب ہے۔ حدیث پاک میں وارد ہے: وہ شخص مومن نہیں جس کی زیادتی سے پڑوسی مامون ومحفوظ نہ رہے۔

''لا يؤمن من لا يأمن جاره بوائقه'' (بخاری: كتاب الادب، باب اثم من لا يأمن جاره بوائقه)۔

الغرض غیر شرعی آلات موسیقی کا استعمال شرعاً ناجائز ہے، ڈی۔ جے کا حرام ہونا اظہر من الشمس ہے، کیونکہ اسمیں حکم شرعی کی نافرمانی کے ساتھ خلق خدا کے لئے یہ عمل باعث آزار ہے، چونکہ یہاں حرمت مزامیر اور ظلم وایذاء رسانی کی حرمت دونوں ایک عمل میں جمع ہیں۔

۴۔ آلہ مکبر الصوت (لاؤڈ اسپیکر) کا استعمال بوقت ضرورت اور بقدر ضرورت کیا جانا چاہئے، نماز میں آلہ مکبر الصوت کا استعمال درست ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے، علماء کی اکثریت نے اسکے جواز کا فتوی دیا ہے۔ لیکن جہاں ضرورت نہ ہو اسکا استعمال نہیں کیا جانا چاہئے، اگر ضرورت داعی ہو تو ضرورت کے مطابق آواز پہنچانے کا بندوبست کیا جانا چاہئے۔ آواز کی اتنی بلندی جو انسان کو تھکا دے یا دوسروں کے لئے باعث آزار ہو غیر درست ہے۔

''ويجهر الامام وجوبا بحسب الجماعة فإن زاد عليه أساء، إلا إذا أجهد نفسه أو آذى غيره'' (شامی: ۲/ ۲۴۹)۔

وعظ وتقریر کی مجالس، جلسوں اور مشاعروں کا رواج اس وقت عام ہے، حکومت کا قانون وقت کے تعین کے ساتھ اجازت دیتا ہے اور اسکے ساتھ قانوناً آواز دور تک پہنچانے پر بھی تحدید عائد کرتا ہے، اسلئے ان قوانین کا لحاظ رکھنا ہر شہری پر فرض ہے۔ ساؤنڈ سسٹم اور ساؤنڈ باکس کی تعداد متعین کی جائے تو اسکی پابندی بھی قانوناً اور شرعاً لازم ہوگی، جو لوگ ان ہدایات پر عمل نہیں کرتے اور آواز کا شور پوری آبادی تک پہنچاتے ہیں وہ نہ صرف قانون کی خلاف ورزی کے مجرم ہیں بلکہ حکم شرعی کے بھی مخالف ہیں، دوسروں کی تکلیف کے احساس سے عاری ہونا فکر اسلامی کے مغائر اور اسلامی مزاج کے منافی ہے، ہمارے کسی عمل سے بستی میں رہنے والوں کی صحت پر اثر پڑتا ہو اور انکے آرام میں خلل واقع ہوتا ہو ظاہر ہے اسلام تو بڑی بات ہے انسانی اقدار بھی اسکی اجازت نہیں دیتے۔ خیر القرون میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بلند آواز سے وعظ کہنے والے سے سابقہ ہوا تو انہوں نے سیدنا عمر فاروق سے شکایت کی، آپؓ نے اسکو اس سے منع کر دیا، کچھ دنوں بعد اس نے یہی سلسلہ پھر سے جاری کیا، تو پھر آپؓ نے اسے گرفتار کیا اور بطور تعزیر اسکو سزا دی (اخبار المدینۃ: ۱/ ۱۵)، حضرت عطاء بن رباح علماء کو نصیحت فرماتے کہ انکی آواز مجلس تک محدود رہے، مجلس سے آگے تجاوز نہ کرے (ادب الاملاء والاستملاء/ ۵)، جلسہ جلوس خواہ وہ مذہبی ہوں کہ سیاسی یا تفریحی جائز حدود میں رہکر انجام دیئے جائیں، مصالح عامہ کے پیش نظر ملکی قوانین پر بھی عمل کیا جائے، امت مسلمہ پر فرض ہے کہ ایسے مفید انسانیت قوانین پر عمدہ انداز سے عمل کرے، اگر کہیں کوئی ایسا قانون نافذ نہ ہو یا قانون تو ہو اس پر عمل آوری نہ ہوتی ہو تب بھی دوسروں کو ضرر وتکلیف پہنچانے سے باز رہنا لازم ہے، اور ماحول کو ہر طرح کی آلودگی سے محفوظ رہنے میں اپنا کردار ادا کرنا ضروری ہے۔ حدیث پاک میں وارد ہے:

''المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده'' (مسلم، رقم الحديث: ۴۰۵۹)،

المومن من أمنه الناس على دمائهم و أموالهم'' (سنن النسائي، رقم الحديث: ۴۹۹۵)۔

☆☆☆

فضائی اور صوتی آلودگی

مفتی تنظیم عالم قاسمی [1]

جن مسائل سے آج دنیا دو چار ہے ان میں ماحولیات کا مسئلہ بہت اہم اور لوگوں کے لئے مرکز توجہ بنا ہوا ہے، بین الاقوامی تنظیمیں اور مختلف رفاہی ادارے ماحولیات کے مسائل کو حل کرنے میں مسلسل لگے ہوئے ہیں۔ دنیا کے مختلف حصوں میں کانفرنسیں، سمینار، سمپوزیم اور اجتماعات منعقد ہو رہے ہیں، قراردادیں منظور کی جا رہی ہیں عالمی سطح پر سفارشات کا سلسلہ جاری ہے مگر اس کے باوجود ماحولیات کی آلودگی ساری دنیا کے لئے ایک چیلنج بنا ہوا ہے۔ روز بروز یہ مسئلہ بھیانک صورت حال اختیار کرتا جا رہا ہے اور اب یہ اندیشہ ہونے لگا ہے کہ اگر اجتماعی طور پر ماحولیات کے تحفظ کے لئے منصوبہ بند اور موثر طریقہ کار اختیار نہیں کیا گیا تو ساری دنیا تباہی اور ہلاکت میں مبتلا ہو سکتی ہے اور نہ صرف انسان بلکہ تمام حیوانات، چرند و پرند اور نباتات کو عظیم اور نا قابل تلافی نقصان لاحق ہو سکتا ہے۔

اس موقع پر دیکھنا یہ ہے کہ اسلام نے ماحولیات کی حفاظت کے لئے کیا رہنمائی کی ہے اور ماحولیاتی کثافت کے نتیجے میں جو مسائل پیدا ہو رہے ہیں فقہ اسلامی نے ان کا کیا حل پیش کیا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے قیامت تک جیسا بھی انقلاب برپا ہو اور جیسی بھی تبدیلی آئے اسلامی شریعت میں کامیاب اور اطمینان بخش حل پیش کیا گیا ہے، چنانچہ ماحولیات سے متعلق بھی مکمل رہنمائی اور اصول وضوابط قرآن وحدیث میں موجود ہیں اگر ان شرعی ہدایات کے دائرے میں رہتے ہوئے اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ ان موجودہ ماحولیاتی مشکلات سے لوگوں کو نجات نہ ملے اور دنیا آلودگی و کثافت سے پاک نہ ہو، اس پس منظر میں درج ذیل سوالات قابل توجہ ہیں:

۱۔ صاحب وسعت کے لئے زیادہ دھواں والے ایندھن کا استعمال:

اللہ تعالیٰ نے جن افراد کو مال و دولت سے نوازا ہے اور اتنی وسعت دی ہے کہ وہ کسی حرج میں مبتلا ہوئے بغیر ایسا ایندھن استعمال کر سکتے ہیں جس سے دھواں یا تو خارج ہی نہیں ہوتا یا کم سے کم خارج ہوتا ہے، تو ان کی اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ زیادہ دھویں والا ایندھن استعمال نہ کریں؛ اس لئے کہ اس سے آلودگی پیدا ہونے کے سبب فضا بوجھل ہوتی ہے اور پھر بیماریاں جنم لیتی ہیں جن سے نہ صرف انسان بلکہ حیوانات و نباتات بھی متاثر ہوتے ہیں اور یہ ہر شخص کی ذمہ داری ہے کہ وہ کوئی ایسا کام ہرگز نہ کرے جس سے دنیا میں تباہی پھیلتی ہو اور لوگوں کو نقصان پہنچتا ہو، قرآن کریم میں بار ہا مسلمانوں کو فساد مچانے سے منع کیا گیا ہے، ایک جگہ ارشاد باری ہے: "وَلاَ تُفْسِدُواْ فِي الأَرْضِ بَعْدَ إِصْلاَحِهَا ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ" (سورۂ اعراف :۸۵) "اور زمین میں فساد برپا نہ کرو جب کہ اس کی اصلاح ہو چکی ہے اسی میں تمہاری بھلائی ہے اگر تم واقعی مؤمن ہو"۔ گویا وہ حقیقت میں مؤمن ہی نہیں ہو سکتا جو دنیا میں فساد پھیلانے کا کام کرے اور اپنے عمل کے ذریعے امن کو درہم برہم کرے، اس لئے کہ مؤمن تو دنیا میں اصلاح کی غرض سے پیدا کیا گیا ہے، ان کا قول و عمل، لب و لہجہ ایسا ہو جس سے دنیا کو امن اور چین و سکون ملے اور سارے لوگ اس سے راحت محسوس کریں، اس کا برعکس کوئی امن کو بگاڑتا ہے تو یہ شخص اللہ کے نزدیک سخت ناپسندیدہ ہوگا۔ اسی لئے دوسری آیت میں مفسدین کو بہت سخت تنبیہ کی ہے اور ان کی حرکتوں پر اللہ تعالیٰ نے اپنی ناگواری کا اظہار فرمایا ہے: "وَانظُرُواْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ" (سورۂ اعراف:۸۶) "اور آنکھیں کھول کر دیکھو کہ دنیا میں مفسدوں کا کیا انجام ہوا"۔

فساد صرف قتل و قتال اور مار دھاڑ کا ہی نام نہیں ہے بلکہ ہر وہ کام جس سے دنیا کا نظام امن درہم برہم ہوتا ہو اور جس سے اعتدال و توازن بگڑ جائے وہ فساد میں داخل ہے، اسی لئے قرآن نے درختوں کی کٹائی کرنے والوں اور کھیت و کھلیان کو غارت کرنے والوں کو بھی مفسدین سے تعبیر کیا ہے۔ اس سے معلوم

[1] استاذ حدیث دار العلوم سبیل السلام حیدر آباد۔

ہوتا ہے کہ ماحول میں کثافت اور آلودگی پیدا کرنے والے دھویں کا عمداً اخراج بھی فساد میں داخل ہے، اس سے نظام صحت میں عدم توازن پیدا ہوتا ہے اور بیماریاں عام ہوتی ہیں جن سے ساری انسانیت متاثر ہوتی ہے بلکہ حیوانات اور نباتات بھی اس فساد کی زد میں آتے ہیں، اس لئے ایسا ایندھن استعمال کرکے فساد کا حصہ نہیں بننا چاہئے جس سے دھواں بے تحاشہ خارج ہوتا ہو اور جو فضا کی آلودگی کا سبب بنے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس سلسلے میں واضح ہدایات دی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کے وقت جہاں مختلف احکام دیئے ہیں وہیں ایک حکم چراغ گل کرنے کا بھی دیا ہے؛ اس لئے کہ سوتے ہوئے چراغ کو جلائے رکھنے سے جہاں آگ لگنے کا خطرہ ہے وہیں اس کے دھویں سے آلوگی پھیلنے اور صحت کے خراب ہونے کا بھی قوی اندیشہ ہے، اس سے آکسیجن کم ہوکر کاربن زہریلی گیس کا دباؤ بڑھتا جاتا ہے جس سے بسا اوقات دم گھٹنے لگتا ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ کا بیان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''خمروا الآنية، وأوكوا الأسقية، وأجيفوا الأبواب واكفتوا صبيانكم عند العشاء، فإن للجن انتشارا وخطفة، واطفئوا المصابيح عند الرقاد، فإن الفويسقة ربما اجترت الفتيلة فأحرقت أهل البيت'' (صحیح بخاری: ۳۳۱۶)۔

''برتنوں کو ڈھانپ دو، مشکوں کو پلٹ دو، دروازے بند کردو، بچوں کو شام کے وقت نہ نکلنے دو، اس وقت شیاطین کے اچکنے کا اندیشہ ہے، سونے کے وقت چراغ بجھادو، بسا اوقات چھوٹے چوہے بھی اسے کھینچ لیتے ہیں جس سے پورے گھر کو آگ لگ سکتی ہے''۔

اس میں اگرچہ چراغ گل کرنے کی حکمت آگ سے حفاظت بتائی گئی ہے تاہم اس کے وسیع معنی میں آلودگی وغیرہ سے حفاظت بھی داخل ہے۔ اس طرح اور بھی متعدد روایات ہیں جن میں کام ہوجانے کے بعد چراغ جلائے رکھنے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضرت جابرؓ سے ہی مروی ہے: ''كان رسول الله ﷺ يكره السراج عند الصبح'' (مجمع الزوائد ۸/ ۲۰۸) ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت چراغ جلانے کو ناپسند کرتے تھے''۔ صبح کے وقت چراغ جلانے میں جہاں فضول خرچی ہے وہیں دھویں کے سبب کثافت کے پھیلنے کا بھی اندیشہ ہے جس سے مختلف طرح کے امراض جنم لے سکتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شرعی نقطۂ نظر سے کوئی بھی ایسا کام ناپسندیدہ ہوگا جس سے فضائی آلودگی بڑھتی ہو، لہٰذا مالدار اور صاحب وسعت کے لئے زیادہ دھواں پھینکنے والے ایندھن کا استعمال ناپسندیدہ اور نامناسب ہوگا، ایسے افراد کو چاہئے کہ اپنی گنجائش کے اعتبار سے نسبتاً کم سے کم دھواں والے ایندھن کا استعمال کریں تاہم ان کے لئے یہ واجب یا فرض نہیں ہے۔ اگر وسعت کے باوجود کسی نے زیادہ دھویں والا ایندھن استعمال کیا تو یہ درست ہو گا، اسے ناجائز نہیں کہا جاسکتا ہے البتہ اسے زیادہ سے زیادہ مکروہ قرار دیا جاسکتا ہے؛ کیوں کہ اس کے ذریعے کثافت کا پھیلنا اور تباہی کا مچنا محض ظنی ہے؛ جب تمام لوگ مل کر اس طرح دھویں والے ایندھن کا استعمال کریں گے تو رفتہ رفتہ ماحولیات کی آلودگی بڑھتی جائے گی اور پھر فساد کا امکان ہوگا، گویا اس شخص کا بالواسطہ اس میں حصہ ہوا اور وہ بھی ظن کے طور پر، بالیقین یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اسی کے ایندھن سے فساد برپا ہوا ہے۔ اسی لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف شفقت اور خیر خواہی کے طور پر چراغ بجھانے کا حکم دیا ہے، وجوب کے طور پر نہیں، اس لئے دوسری حدیث میں ''کرہ'' کا لفظ ہے جس سے کراہیت کی طرف اشارہ ہے، حضرات محدثین نے ان احادیث کو کتاب الادب میں بیان کیا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان ہدایات کا تعلق آداب زندگی سے ہے، کسی نے عمل کیا تو فائدہ ہوگا اور کسی نے نہیں کیا تو وہ اس سے محروم ہوگا۔ جیسے پانی کھڑے ہوکر پینا محض خلاف سنت اور ادب کے خلاف ہے، اس کو ناپسندیدہ اور مکروہ کہا گیا ہے، ناجائز نہیں؛ اسی طرح کھڑے ہوکر پیشاب کرنے سے منع کیا گیا ہے مگر یہ صرف مکروہ اور خلاف ادب ہے اس کو ناجائز نہیں کہا جاسکتا۔ ٹھیک اسی طرح چراغ گل کرنے کا مسئلہ ہے اسے مصلحت دنیویہ کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی رہنمائی فرمائی جس پر عمل کرنے میں بڑی منفعت ہے تاہم کسی نے نہیں کیا تو وہ اس سے محروم ہوجائے گا مگر رات میں چراغ جلا کر سونے کو نادرست اور ناجائز نہیں کہا جائے گا۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ حدیث مذکور کے ذیل میں لکھتے ہیں:

''هذه الأوامر لم يحملها الأكثر على الوجوب'' (فتح الباری ۱۱/۸۶)، ''...وقال القرطبي الأمر والنهي في هذا الحديث للارشاد قال: و قد يكون للندب، وجزم النووي بأنه للارشاد لكونه لمصلحة دنيوية'' (حوالہ مذکورہ)۔

جس طرح چراغ جلائے رکھنا ناپسندیدہ اور مکروہ ہے اسی طرح گنجائش کے باوجود زیادہ دھویں والا ایندھن جلانا بھی مکروہ اور اخلاقیات کے خلاف

ہوگا؛ البتہ اگر حکومت کی جانب سے صاحب وسعت کے لئے دھویں والے ایندھن جلانے پر پابندی ہو تو پھر اس کے لئے جلانا درست نہیں ہوگا؛ کیوں کہ حکومتی قوانین پر عمل کرنا واجب ہے جیسا کہ آگے اس پر تفصیلی بحث آرہی ہے۔

۲۔ حکومتی پابندی کے باوجود دھویں والے ایندھن کا استعمال:

ملک میں بہتر نظم ونسق اور امن وسکون کو بحال کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے، اس کے لئے اس کو اختیار ہے کہ وہ جو چاہے شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے قانون سازی کرے: ''أن من واجبات الحكومة المسلمة أن تنظم علاقات الناس على أسس سليمة فتضع من الأنظمة و القوانين مايحقق العدل و يرفع الظلم و يشيع الطمانينة و الاستقرار بين الناس'' (فتاویٰ معاصرہ: ۱/ ۵۹۳)

حضرت عمر فاروقؓ کو اپنے دور خلافت میں جب روزانہ جانوروں کے ذبح سے جانور کے کم ہونے کا اندیشہ ہوا اور محسوس ہوا کہ اگر روزانہ جانور کے ذبح کا سلسلہ جاری رہا تو بعد میں لوگ گوشت سے محروم ہو جائیں گے، اس وقت انہوں نے قصاب کو ایک دن کی غیبوبت سے ذبح کرنے کا حکم دیا، اس قانون کی سبھوں نے تعمیل کی اور کسی نے نکیر نہیں کیا۔ حضرت عمرؓ فرماتے تھے:

''لوہلك جدى بشط الفرات لرأيتنى مسؤولا عنه أمام الله يوم القيامة''

اگر فرات میں بھی کوئی بکری کا بچہ ہلاک ہو گیا تو میں اپنے آپ کو قیامت کے دن اس کا جواب دہ سمجھتا ہوں'، یہ ایک جانور کے بارے میں ذمہ داری کا احساس ہے تو پھر انسان کے بارے میں ذمہ داری کس قدر ہوگی۔ اس سے تمام حکمرانوں کو پیغام ملتا ہے کہ ملک اور زیر اثر علاقوں میں ہر ممکن امن قائم کرنا اور رعایا کو تمام مضرتوں سے پاک کرنے کی کوشش کرنا ان کا فریضہ ہے اور عوام کی ذمہ داری ہے کہ امن کے بحال کرنے میں حکومت کا مکمل ساتھ دیں اور مصالح عامہ کے لئے جو قوانین بنائے جائیں ان کی پاسداری کریں۔

انسان جس ملک میں رہتا ہے وہاں کے امام اور بادشاہ کی اتباع لازم ہے جب تک کہ وہ کسی معصیت کا حکم نہ دے' قرآن کریم نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے ساتھ اولی الامر کی اطاعت اور اتباع کا حکم دیا ہے' اولی الامر سے مراد حکمراں اور بادشاہ ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''على المرء المسلم السمع والطاعة فيما أحب وكره الا أن يؤمر بمعصية فان أمر بمعصية فلا سمع ولا طاعة''

ہر مسلمان پر ائمہ کی سمع وطاعت لازم ہے خواہ ان کا دیا ہوا حکم پسند ہو یا ناپسند مگر یہ کہ وہ معصیت کا حکم دے' اگر ان کا حکم معصیت پر مشتمل ہو تو پھر سمع وطاعت نہیں ہے' (صحیح مسلم: ۱۸۳۹)۔

اس سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ اگر حکومت کی جانب سے کسی گاڑی میں ڈیزل کے استعمال کی ممانعت کردی جائے یا کسی گاڑی میں گیس کے استعمال کو لازم کردیا جائے تو اس قانون پر عمل کرنا شرعاً واجب ہے' اس کی خلاف ورزی کسی بھی حال میں درست نہیں۔ جیسے اگر حکومت کی جانب سے کسی کشتی میں سوار ہونے والے کی تعداد متعین کردی جائے اور کشتی والے کو پابند کردیا جائے کہ اتنے لوگوں سے زیادہ سوار نہیں کرسکتے تو کشتی کے مالک پر اس قانون کی پابندی واجب ہے' اس لئے کہ یہ قانون مصالح عامہ کے پیش نظر ہے، اس میں عام لوگوں کا فائدہ ہے متعین تعداد سے زیادہ سوار کرنے میں کشتی کے ڈوبنے کا اندیشہ ہے' اس لئے اگرچہ بظاہر اس قانون میں کشتی کے مالک کا نقصان ہے لیکن نفع عام کے لئے بنایا ہوا یہ قانون اس کے لئے بھی واجب العمل ہوگا یا اسی طرح سخت ہوا کے وقت اس کے رخ میں کشتی کے لے جانے پر امتناع عائد کردیا جائے یا مردوں کے ساتھ عورتوں کو سوار کرنے پر پابندی عائد کی جائے اور کشتی کے مالک کو مرد اور عورتوں کے درمیان پردہ حائل کرنے کا حکم دیا جائے یا دونوں کے بیت الخلاء وغیرہ الگ الگ کرنے کے لئے کہا جائے امن بحال کرنے اور ضرر عام سے بچانے کے لئے حکومت کی جانب سے بنائے ہوئے اس طرح کے تمام قوانین پر عمل لازم ہوگا۔

''وللمحتسب أن يمنع أرباب السفن من حمل مالا تسعه و يخاف منه غرقها وكذلك يمنعهم من المسير عند اشتداد الريح وإذا حمل فيها الرجال والنساء حجز بينهم بحائل وإذا اتسعت السفن نصب للنساء للبراز لئلا يتبرجن عند الحاجة (الاحكام السلطانية للماوردی / ۲۵۸)۔

البتہ اگر حکومت کی جانب سے گاڑیوں میں تیل ڈالنے کے سلسلے میں کوئی ہدایت نہ ہو اور نہ اس طرح کا کوئی قانون بنایا گیا ہو تو گاڑی میں کم دھویں

والے ایندھن کا ڈالنا واجب نہیں مستحسن ہوگا۔ اپنے معمولی نفع کے لئے ماحول میں کثافت پیدا کرنا اور دنیا کو تباہی کی طرف لے جانے میں کسی نہ کسی اعتبار سے سبب بننا ناپسندیدہ اور مکروہ ہوگا' یہ اخلاقیات اور انسانی ہمدردی کے بھی خلاف ہے جیسا کہ رات میں بلا ضرورت چراغ جلائے رکھنے کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند فرمایا، اس سے وجوبی طور پر منع نہیں فرمایا' اس کی تفصیل اوپر آچکی ہے۔

۳۔ کم دھویں والے ایندھن کا جنریٹر میں استعمال کرنا:

یہ سوال دوسرے نمبر کے سوال کے مشابہ ہے' اس کا جواب وہی ہوگا جو میں نے دوسرے سوال کے تحت دیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص روشنی کے حصول کے لئے جنریٹر کا استعمال کرتا ہے تو اس میں کم سے کم دھویں والے ایندھن کا استعمال کیا جائے اور ظاہر ہے کہ گیس یا پٹرول کے استعمال میں دھواں کم خارج ہوتا ہے اور مٹی تیل یا ڈیزل میں دھواں زیادہ نکلتا ہے لہٰذا مٹی تیل یا ڈیزل کا استعمال نہ کیا جائے۔ جن جگہوں میں حکومت کی جانب سے ممانعت ہے وہاں اس کا استعمال درست نہیں ہوگا' ایسے علاقوں میں کم دھواں پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال واجب ہوگا' اس لئے کہ حکومت کی جانب سے بنائے گئے ایسے قوانین جن کا تعلق مصالح عامہ سے ہو ان پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے۔

''طاعته والانقياد له في كل ما أمر به و نهى عنه مادامت هذه الأوامر والنواهي لم تتعارض مع الاحكام التي بينتها شريعة الاسلام فما دام رئيس الدولة قد التزم في أوامره ونواهيه جانب الشرع فلم يحد في ذلك عن الحدود التي رسمتها الشريعة۔ ... وقد نصت الاحاديث العديدة من رسول الله ﷺ على وجوب الطاعة للأئمة لأن بذل الطاعة لهم مما يعينهم على أداء ما كلفوا به من التصرف في الأمور العامة'' (رياسة الدولة في الفقه الاسلامي للدكتور محمد رأفت عثمان / ۳۴۰)۔

ڈاکٹر یوسف قرضاوی اس موضوع پر تفصیلی تحریر کے بعد لکھتے ہیں: '' أن القوانين التي تسن لتحقيق مصالح الناس و لتحفظ بينهم الأمن و الاستقرار يجب طاعتها والعمل بمقتضاها'' (فتاویٰ معاصرہ ۱/ ۵۹۴)۔

ہاں البتہ جن جگہوں میں حکومت کی جانب سے چھوٹ ہو اور چشم پوشی کی جاتی ہو' حکومت کی جانب سے جنریٹر میں کسی تیل کے استعمال کی پابندی نہ ہو تو ان علاقوں میں کسی بھی تیل کا استعمال کیا جاسکتا ہے۔ مٹی تیل' ڈیزل' پٹرول یا گیس وغیرہ جس سے چاہے جنریٹر کو چلایا جاسکتا ہے تاہم زیادہ دھواں چھوڑنے والے ایندھن کا استعمال مناسب نہیں' یہ اخلاق اور انسانی ہمدردی کے منافی ہے۔

۴۔ شمسی توانائی کے استعمال کا حکم:

جدید ٹکنالوجی نے جن بہتر چیزوں کو ایجاد کیا ہے ان میں شمسی توانائی اہم چیز ہے' اس سے موجودہ ماحولیاتی مسائل کا حل ہے، کلی طور پر نہ سہی لیکن کافی حد تک اس کو برتنے سے ماحول کو کثافت اور آلودگی سے بچایا جاسکتا ہے۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ گاؤں اور دیہات سے لے کر شہر اور قصبوں تک اس سلسلے میں شعور کو بیدار کیا جائے اور ہر سطح پر شمسی توانائی کے استعمال پر ترغیب دی جائے، لوگوں کی رہنمائی کی جائے۔ نجی جگہوں کے علاوہ مساجد مدارس اور مختلف اداروں میں اس کا استعمال کیا جانا چاہئے، یقیناً اس سے بجلی بل سے بھی حفاظت ہوگی اور ماحول کی آلودگی سے بھی۔ نیک مقصد کے تحت اس توانائی کا استعمال مستحسن اور کار ثواب بھی ہوگا، اس لئے کہ انسانیت کی ہمدردی اور لوگوں کی خیر خواہی میں جو کام بھی کیا جائے اس میں اللہ تعالیٰ نے ثواب رکھا ہے۔ ایک شخص کو ناحق قتل کرنا پوری انسانیت کے قتل کے مترادف ہے، اسی طرح کسی ایک آدمی کو اپنی کوشش سے زندگی دینا پوری انسانیت کو زندگی دینے کے مترادف ہے اور یہاں شمسی توانائی کے استعمال سے صرف ایک نہیں بلکہ ہزاروں اور لاکھوں انسانوں کو فائدہ ملے گا اور لاکھوں انسانوں کو صاف شفاف زندگی ملے گی' بیماریوں سے لوگ محفوظ رہیں گے تو اس عمل کا مقام اور عند اللہ اس کی مقبولیت کا کیا کہنا۔

"مِنْ أَجْلِ ذَٰلِكَ كَتَبْنَا عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا" (سورۂ مائدہ: ۳۲)

''اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ فرمان لکھ دیا تھا کہ جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی کو زندگی بخشی اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی''۔

خیر امت اور مسلمان ہونے کے ناطے ہماری ذمہ داری بھی ہے کہ ضرر رساں تمام چیزوں سے امت کو محفوظ رکھیں اور جہاں تک ممکن ہو سکے ماحول کو پاک وصاف رکھیں، اس میں ان کا بھی خیر ہے اور سارے انسان اور حیوانات ونباتات کا بھی، یہ نہایت قابل افسوس ہے کہ ہماری توانائی اور صلاحیتیں صلاح اور خیر کے فروغ کے بجائے فساد پھیلانے اور تباہی وبربادی کو عام کرنے میں ہو رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو بہتر بنا کر پیدا کیا اس کا تقاضا تھا کہ ہمارا سفر صحیح رخ پر ہوتا' خیر وفلاح کے مقاصد میں ہماری طاقتیں صرف ہوتیں، ہر قسم کے شر سے ہم اجتناب کرتے لیکن مسلمانوں نے اپنی ذمہ داری پوری نہیں کی۔ دینی مدارس اور علمائے کرام اس سلسلے میں بہتر کردار ادا کر سکتے ہیں، وہ اپنے مضامین ومقالات اور تقریر وخطابات میں اس کو نمایاں کریں اور خود اس پر عمل کریں' اس لئے بھی مدارس اور مساجد وغیرہ میں شمسی توانائی کا استعمال کرنا بہتر ہے تاکہ دنیا کو ایک اچھا پیغام ملے اور ماحولیات کو بہتر بنانے میں ان کا کردار رہنما ثابت ہو۔

۵۔انسانی بھلائی کے لئے بنائے گئے قوانین کی خلاف ورزی:

دین صرف نماز پڑھنے یا چند ارکان کے ادا کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ انسانی بھلائی کا سوچ پیدا کرنا، بہتر اور عالی اخلاق کا دنیا کے سامنے پیش کرنا، اپنے کردار کو پاکیزہ بنانا اور اس طرح کے جتنے بھی افعال ہیں ان کی انجام دہی دین کا اہم حصہ ہے؛ لہٰذا انسانی بھلائی اور مصالح عامہ کی غرض سے حکومت جو قانون بناتی ہے اس پر عمل کرنا واجب ہے۔ اس کی خلاف ورزی ہرگز جائز نہیں؛ تا آنکہ وہ قانون خلاف شرع اور کسی معصیت پر مشتمل نہ ہو۔ صحابہ کرام کے زمانے میں اس طرح کے بہت سے قوانین بنائے گئے اور سبھوں نے اس پر عمل کیا اور کسی نے نکیر بھی نہیں کی۔ قرآن کریم کا جمع کرنا' مسجد نبوی کی توسیع' اذان ثانی کی ایجاد، جیل اور قید خانہ کی بنیاد اور اس طرح کے دوسرے بہت سے کام ہیں جو خلفائے راشدین نے مصالح اور حکمت کے طور پر کئے' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت کو اختیار ہے کہ وہ عوام کی بھلائی کو یقینی بنانے اور ملک سے ظلم وجور اور بدامنی کو ختم کرنے کے لئے جو چاہے قانون بنا سکتی ہے۔ اسی وجہ سے حضرات فقہاء نے ضرورت کے وقت مزدوروں کی مزدوری کا تعین' کام اور مزدوری کی حد، سالانہ اور ہفتہ واری رخصت کا شیڈول تیار کرنے کا حکومت کو اختیار دیا ہے تاکہ مزدور کا طبقہ ظالم کے ظلم اور اس کے استحصال سے محفوظ رہے۔ انسانیت کی بھلائی کے لئے اس طرح کے جو بھی قوانین بنائے جائیں ان پر عمل کرنا تمام باشندوں کے لئے ضروری ہے اور یہ وجوب صرف اخلاقی یا ملکی رعایت میں ہی نہیں بلکہ دینی اعتبار سے واجب ہے، اجتماعی منفعت کے لئے بنائے گئے قوانین کی خلاف ورزی ایک مسلمان کے لئے ایسا ہے جیسے کسی دینی امر کی مخالفت کی جائے۔

''والقانون الصادر من أجل مصلحة المجتمع و من أجل إقامة الحق والعدل فيه فهذا يجب طاعته دينا و من خالفه شأنه شأن من خالف اى أمر من أوامر الدين و من هنا جاء فى الحديث الصحيح المتفق عليه عن ابن عمر عن النبى ﷺ السمع والطاعة حق على المرء المسلم فيما أحب و كره مالم يؤمر بمعصية فاذا أمر بمعصية فلا سمع و لا طاعة'' (فتاوى معاصرة ١/ ٥٩٤)۔

انسان کا دل چاہے یا نہ چاہے ہر حال میں امام کی اطاعت واجب ہے ویسے ہی حکومتی قوانین کا ماننا بھی لازم ہے' خواہ وہ قانون بعض لوگوں کے مصالح کے خلاف ہی کیوں نہ ہو' قانون سازی میں اکثریت کا اعتبار ہے۔ اجتماعیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے قانون بنایا جاتا ہے' ہر قانون ملک کے ہر باشندے کی مصلحت کے مطابق نہیں ہو سکتا' اس لئے بظاہر کسی کی مصلحت کے خلاف ہو تو بھی اس پر عمل کرنا واجب ہوگا، اس کی مخالفت کسی بھی حال میں درست نہیں ہے؛ کیوں کہ ان قوانین پر عمل کرنے سے جو ضرر پیدا ہوگا وہ صرف کسی ایک شخص تک ہی محدود نہیں رہے گا بلکہ اس کا ضرر عام ہوگا اور سب لوگ اس سے متأثر ہوں گے۔ کسی کا یہ کہنا کہ میں آزاد ہوں مجھے اپنے مال وجائداد میں تصرف کا مکمل حق ہے، میں جس طرح چاہوں کر سکتا ہوں' کسی طرح کے قوانین کی پابندی آزادی کے خلاف ہے۔ یہ سوچ اسلامی اصول کے خلاف ہے' اسلام نے انسان کو مال کا مالک نہیں نائب بنایا ہے' اس کو مال اور نفس کے بارے میں کلی اختیار نہیں دیا گیا ہے بلکہ شرعی اصول وقوانین کے مطابق خرچ کرنے کی اجازت دی ہے یہی وجہ ہے کہ اسراف کو حرام قرار دیا گیا ہے، حضرت شعیب علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو وزن میں کمی زیادتی سے منع فرمایا اور انہیں فساد سے منع کیا تو ان کی قوم نے جواب دیا تھا: ''يَا شُعَيْبُ أَصَلَاتُكَ تَأْمُرُكَ أَن نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا أَوْ أَن نَّفْعَلَ فِي أَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ'' (سورۂ ہود/ ۸۷) ''اے شعیب! کیا تیری نماز تجھے یہ سکھاتی ہے کہ ہم ان سارے معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی پرستش ہمارے باپ دادا کرتے تھے؟ یا یہ کہ ہم کو اپنے مال میں اپنے منشا کے مطابق تصرف کرنے کا اختیار نہ ہو''۔ اس سے معلوم ہوا کہ اپنے منشا کے مطابق تصرف کرنے کا سوال اور آزادانہ طور پر کام کرنے کا جذبہ فاسقین اور آخرت کے منکرین کا ہے۔ کوئی مسلمان اجتماعیت سے اپنے آپ کو

علیحدہ نہیں کرسکتا، اگر کوئی کرتا ہے تو اسے شرعاً باغی قرار دیا جائے گا۔

’’وهو يرتكب حراما إذا خالف هذا القانون .....بل عليه أن يطيع القانون و يمتثل لأمر الدولة فى هذا الشان لأنه من الطاعة المعروفة‘‘ (فتاوى معاصرة ۱/ ۵۹۶) ’’إن الذين يخالفون القانون الذى يحفظ الحقوق و يقر العدل و يقيم ميزانه هٰؤلاء يعتبرون شرعا مخالفين للدين نفسه لأن الدين يأمر بطاعة مثل هٰذه القوانين التنظيمية مادامت بالمعروف و فى غير معصية‘‘ (فتاوىٰ معاصره ۱/ ۵۹۷)۔

لہٰذا ملکی قوانین پر عمل کرنے اور اجتماعی ضرر سے لوگوں کو بچانے کے لئے کارخانے کے مالک پر واجب ہے کہ کارخانے کو آبادی سے باہر قائم کرے، اس کی چمنیوں کو اوپر سطح تک اونچا رکھے، کم سے کم دھواں والے ایندھن کا استعمال کرے اور فضلات کی تحلیل کی تدابیر اختیار کرے اور اس طرح کے جو بھی طریقے ہوسکتے ہیں ان کو اختیار کرے۔ اس میں قدرے مالک کو ضرر لاحق ہوگا مگر یہ شخصی ضرر ہے، مفاد عام کے لئے اسے برداشت کرنا واجب ہوگا، قاعدہ ہے:

’’الضرر الأشد يزال بالضرر الأخف‘‘ (الفقه الاسلامي و ادلته۵/ ۵۹۵)

اسی طرح یہ بھی قاعدہ ہے: ’’أن دفع الضرر العام واجب‘‘ (الفقه الاسلامي و ادلته: ۴/ ۴۵۱)۔

۶۔ حیوانی فضلات کے سلسلے میں جانور ذبح کرنے والے اور حکومت کی ذمہ داریاں:

اسلام نے ہر طرح کی مضرت رساں چیزوں سے لوگوں کو محفوظ رکھنے کی تلقین کی ہے۔ چنانچہ راستے میں کانٹے، پتھر، پھسلنے والی کوئی شئ ڈالنا ممنوع ہے اور ایسا کام کرنے والے کے بارے میں سخت وعید آئی ہے، اس کے برعکس جو لوگ راستے سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹاتے ہیں ان سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور اسے جنت میں جانے کا باعث قرار دیا گیا ہے۔ ’’وإماطتك الحجر والشوك والعظم عن الطريق لك صدقة‘‘ (ترمذی) ’’اور تیرا راستہ سے پتھر، کانٹا اور ہڈی کا ہٹانا صدقہ ہے‘‘۔ یہاں رسول اکرم ﷺ نے محض مثال کے طور پر تین چیزوں کو بیان فرمایا ورنہ مراد وہ تمام چیزیں ہیں جن سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے خواہ وہ کوئی بھی شئ ہو۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے جنت میں ایک ایسے شخص کو دیکھا جو راستے کی ایک ٹہنی کاٹنے کی وجہ سے جنت میں داخل ہوا تھا جو ٹہنی گذرنے والوں کو تکلیف پہنچاتی تھی (صحیح مسلم: ۱۹۰۵)۔

ظاہر ہے کہ جس شریعت میں راستے سے تکلیف دہ چیزوں کے ہٹانے پر اس قدر اجر وثواب ہو اس میں خون، اوجھڑی، مرے ہوئے جانوروں کو راستے میں ڈالنے اور اس کے ذریعے لوگوں کو تکلیف میں مبتلا کرنے پر کس قدر گناہ اور جرم ہوگا؟ اس لئے قربانی کا جانور ہو یا عام جانور اس کے ناقابل استعمال اجزاء کو یا تو کہیں دفن کردینا چاہئے یا آبادی سے دور جنگل کی طرف پھینکنا چاہئے جس سے بستی کے لوگوں کو کوئی تکلیف نہ پہنچے، دونوں طریقے کی گنجائش ہے تاہم اسے دفن کردینا زیادہ بہتر ہے؛ اس لئے کہ دور پھینکنے سے بدبو سے لوگ بچ جائیں گے مگر ماحول پراگندہ ہوگا اور فضا متاثر ہوگی۔ اسی لئے نبی ﷺ نے ناک کی ریزش کو زمین میں دفن کرنے کی تعلیم دی ہے:

’’سمعت رسول الله ﷺ يقول: إذا تنخم أحدكم في المسجد، فليغيب نخامته، أن تصيب جلد مومن و ثوبه فتؤذيه‘‘ (مسند احمد: ۱۵۲۳)

خون، اوجھڑی اور مرے ہوئے جانور کے مقابلے میں ناک کی ریزش کی آلائش کی کوئی حیثیت نہیں ہے، اس کے باوجود آپ نے اسے دفن کرنے کی تعلیم دی اور اس کو اس قدر وزن دیا ہے، تو ظاہر ہے کہ آج کل کی فضا اور ماحول کو آلودہ کرنے والے نت نئے اسباب کے بارے میں کس قدر ذمہ داری ہوگی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آلائش پھیلانے والی چیزوں کو زیر زمین دفن کردینا چاہئے۔ اسی لئے حضرات فقہاء نے خواتین کو ماہواری کے زمانے کے آلودہ کپڑوں کو دفن کرنے کا حکم دیا ہے۔

جانور ذبح کرنے کی اجازت ہے مگر اس طرح کہ اس سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے، اگر جانور ذبح کرنے والا آلائشوں کے دور کرنے کا نظم نہ کرے تو اس کو اس عمل سے روک دیا جائے گا۔

’’فإذا أضر فلكل واحد من المسلمين منعه أو الحد من تصرفه لإزالة الضرر لأنه حق لعامة المسلمين و إباحة

التصرف في حقهم مشروطة بانتفاء الضرر كالانتفاع بالمرافق العامة إذ لا ضرر و لا ضرار '' (الفقه الاسلامی و أدلته ۵/ ۵۹۷)

حکومت کی بھی ذمہ داری ہے کہ آبادی کو آلائشوں سے پاک وصاف رکھے۔جس طرح اگر کسی نشیبی علاقے میں پانی جمع ہوجائے یا کہیں ڈرینج ابلنے لگے، کچرے کی صحیح نکاسی نہ ہوتی ہوتو ان کا فوری نظم کرے، تا کہ شہر میں امن وامان قائم رہ سکے اور شہریوں کی صحت برقرار رہے۔

ڈاکٹر یوسف قرضاوی حکومت کی ذمہ داریوں پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''تتبع دائرتها لكل التصرفات و الاجراءات التي من شانها أن ترفع الظلم و تقيم العدل بين الناس و تزيل عنهم الضرر و الضرار و اسباب النزاع و الصراع ليحل محله التعاون والأخاء '' (فتاویٰ معاصرہ ۱/ ۵۸۱)۔

اس کے دلائل وجوہ لکھنے کے بعد لکھتے ہیں:

'' ومن ههنا نقول أن من واجبات الحكومة المسلمة أن تنظم علاقات الناس على أسس سليمة فتضع من الأنظمة و القوانين ما يحقق العدل و يرفع الظلم و يشيع الطمانينة و الاستقرار بين الناس و يزيل أسباب النزاع و الخصام من بينهم '' (فتاویٰ معاصرہ ۱ / ۵۹۳)۔

ایک جگہ لکھتے ہیں:'' فكل مايرى ولي الأمر فعله أقرب إلى الصلاح للرعية و أبعد عن الفساد فله أن يفعله بل قد يجب عليه وإن لم يجئ بذلك نص خاص '' (فتاویٰ معاصرہ ۱/ ۵۸۳)۔

لہٰذا حکومت کو چاہئے کہ ایک مستقل شعبہ ایسا بنائے جس کا کام ہی سڑکوں اور راستوں کی صفائی ہو کہ جہاں کہیں بھی اس طرح کی آلائش نظر آجائے اسے اٹھالیا جائے۔اس کے لئے مستقل گاڑیاں ہوں جن کو عملہ لے کر مختلف علاقوں میں جاتے ہوں جیسا کہ ہندوستان کے بعض شہروں میں صفائی کا یہ انتظام موجود ہے اور ابھی سوچھ بھارت کے نام سے یہ مشن شروع کیا گیا ہے جو اسلامی اعتبار سے بھی مبارک مشن ہے۔اسی طرح بہتر ہے کہ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر کوڑادان رکھ دیا جائے جسے ایک متعین وقت میں گاڑی کے ذریعے پھینک دیا جائے جس سے آبادی آلائشوں اور تعفن سے محفوظ رہے گی۔

۷۔ پلاسٹک تھیلی کا استعمال:

پلاسٹک چوں کہ تحلیل نہیں ہوتا اور اس کے جلانے پر مضر دھواں خارج ہوتا ہے جو ماحولیات کو پراگندہ کرتا ہے اس لئے محض معمولی منفعت کے لئے پلاسٹک تھیلی استعمال کر کے دنیا کو تباہی کی طرف دھکیلنا یا کسی نہ کسی درجے میں اس کا سبب بننا ہرگز مناسب نہیں ہے۔اسی حکمت کے پیش نظر شریعت اسلامی نے مردوں کی تدفین کا حکم دیا ہے غیر مسلموں کی طرح اس کو جلانے سے کثیف دھواں خارج ہوتا ہے جو ماحول کو پراگندہ کرتا ہے اور مختلف بیماریاں جنم لیتی ہیں۔پلاسٹک تھیلی کی مضرت کو جاننے کے باوجود تاجروں کا اس کو استعمال کرنا اخلاقی جرم اور شرعاً مکروہ اور ناپسندیدہ ہوگا۔جیسے کسی شخص کا جان بوجھ کر زیادہ دھواں چھوڑنے والے ایندھن کا استعمال کرنا مکروہ ہے؛البتہ حکومت کی جانب سے اس پر پابندی اگر عائد کردی جائے پھر اس کا استعمال درست نہیں ہے۔

پلاسٹک کے استعمال میں چند لوگوں کا نفع ہے اور ضرر عام ہے؛اس لئے حکومت کو چاہئے کہ اس کے استعمال پر پابندی لگادی جائے، جیسے ایک مرتبہ حضرت ابیض ابن حمال رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے نمک بننے والی ایک کھاری زمین دینے کی درخواست کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ عنایت کردی، جب وہ مجلس سے اٹھے تو کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو توجہ دلائی کہ یارسول اللہ!وہ جگہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دی ہے اس سے سب لوگ نفع اٹھا رہے ہیں، یہ نمک کے لئے جگہ تیار شدہ ہے،ان کے لئے خاص کرنے سے عام لوگوں کو ضرر ہوگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا اور دینے کے باوجود وہ جگہ واپس لے لی (ترمذی:۱۳۸۰)۔

زمانۂ جاہلیت میں رؤسا اپنی خواہش کے مطابق جہاں تک چاہتے چراگاہ اپنے لئے خاص کر لیتے' اس کی شکل یہ ہوتی کہ اپنے کتے کو ٹیلے پر لے جاتے اور اسے بھونکنے کے لئے کہتے ،اس کی آواز جہاں تک پہنچتی وہاں تک کی اس کا ہوجاتا۔اس طریقے میں بعض کا نفع اور عام لوگوں کو سخت ضرر ہے، اس لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت کے بعد اس طریقے کو منع فرمادیا۔اسی لئے فقہاء کرام نے ان احادیث کی روشنی میں یہ اصول اخذ کیا ہے:

"الضرر الأشد يزال بالضرر الأخف" (الفقه الاسلامي وادلته ۵ / ۵۹۵)۔

اسی طرح یہ بھی قاعدہ ہے: ''أن دفع الضرر العام واجب'' (الفقہ الاسلامی و ادلتہ: ۴/ ۴۵۱)۔

۸۔ممنوع جگہوں میں سگریٹ نوشی کا حکم:

مسلمانوں کو شریعت اسلامی نے بے ضرر زندگی گذارنے کا حکم دیا ہے'ان کی زبان' کردار'عمل اور حرکت سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے، یہاں تک کہ اگر قرآن کی تلاوت بھی کریں تو اس طرح کہ آواز دھیمی ہو کہ وہ کسی کے لئے اذیت کا باعث نہ ہو۔ پڑوسیوں کے ساتھ بہتر سلوک کرنے کی تعلیم دی اور ہر ایسے کام سے منع کیا جس سے پڑوسی کو تکلیف پہنچے، اگر پڑوسی کو کسی پیشہ پر اعتراض ہو اور واقعۃً وہ پیشہ باعث اذیت ہو تو اس کے لئے اس کا اختیار کرنا جائز نہیں۔ اگر کسی کی تعمیر سے پڑوسی کی کھڑکی بند ہو رہی ہو اور اس سے گھر کے اندر آب وہوا کے بند ہوجانے کا خطرہ ہو تو اس کے لئے اس طرح کی تعمیر درست نہیں ہے۔

''فإذا أحدث رجل بناء فسُد بسببهِ شباك بيتِ جارِهِ، وصار بحال لا يقدِر على القِراءةِ معها مِن الظلمةِ، فله أن يكلف رفعه لِلضررِ الفاحِشِ، ولا يقال: الضِياء مِن البابِ كاف، لِأن باب البيتِ يحتاج إلى غلقِهِ لِلبردِ وغيرِهِ مِن الاسبابِ'' (موسوعہ فقہیہ ۳/ ۱۴)۔

اسی طرح اگر کوئی راستہ عام ہو'اس سے لوگ گذرتے ہوں تو اس میں گندے پانی کا بہانا کسی کے لئے جائز نہیں'اگر کوئی شخص اپنے گھر کی نالی سڑک پر چھوڑتا ہے تو اس سے اسے منع کیا جائے گا؛اس لئے کہ اس سے عام لوگوں کو تکلیف ہورہی ہے۔

''ويزال إن كان فِيهِ ضرر فاحِش مثلا إذا كان لِدار مسِيل قذِر فِي الطرِيقِ العامِ، ولو مِن القدِيمِ، وكان فِيهِ ضرر لِلمارِ فإن كان ضرر للمارة يرفع، ولا اعتبار لِقِدمِهِ". (موسوعہ فقہیہ ۳/ ۱۴)۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''لا ضرر ولا ضِرار'' (مسند احمد: ۲۸۶۵)۔ ''انسان نہ خود کوئی ضرر برداشت کرے اور نہ دوسروں کو ضرر پہنچائے''۔ ان تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کوئی ایسا کام نہ کرے جو خود اس کے جسم وصحت کے لئے مضر ہو اور دوسروں کے لئے تکلیف اور اذیت کا باعث بنے۔ اس لئے مسلمانوں کو بیڑی' حقہ' سگریٹ وغیرہ سے احتیاط برتنا چاہئے' اس کے کثرت استعمال سے کینسر' ٹی بی جیسے مہلک امراض پیدا ہو رہے ہیں اور اس کا دھواں بھی اس کے لئے اور عام لوگوں کے لئے نہایت نقصاندہ ہے' اگر چہ راست یہ چیزیں مہلک نہیں ہیں لیکن کسی نہ کسی حیثیت سے سبب کے درجہ میں ہیں اس لئے بھی سد اللباب بچنا چاہئے' فقہاء نے اسی لئے تمباکو وغیرہ کو مکروہ قرار دیا ہے۔ جن مقامات میں سگریٹ نوشی پینا قانوناً ممنوع ہے ان جگہوں میں سگریٹ نوشی مکروہ تحریمی ہے؛ کیوں کہ یہ قانون کی خلاف ورزی ہے اور مصلحت عامہ کے لئے جو قوانین وضع کئے جائیں ان پر عمل کرنا رعایا پر واجب ہے، ڈاکٹر یوسف قرضاوی مفصل بحث کے بعد لکھتے ہیں:

''و هو يرتكب حراما إذا خالف هذا القانون.....بل عليه أن يطيع القانون و يمتثل لأمر الدولة فى هذا الشان لأنه من الطاعة المعروفة'' (فتاوى معاصرة ۱/ ۵۹۶)، ''إن الذين يخالفون القانون الذى يحفظ الحقوق و يقر العدل و يقيم ميزانه هؤلاء يعتبرون شرعا مخالفين للدين نفسه لأن الدين يأمر بطاعة مثل هذه القوانين التنظيمية مادامت بالمعروف و فى غير معصية'' (فتاویٰ معاصرہ: ۱/ ۵۹۷)۔

۹۔عوامی جگہوں میں رفع حاجت:

آدمی اگر صاحب وسعت ہو تو بہتر ہے کہ گھر میں بیت الخلاء بنوائے' اس سے غلاظتوں کی مضرتوں سے خود بھی محفوظ رہے گا اور دوسرے لوگ بھی، اور اگر گنجائش نہ ہو تو آبادی سے دور قضائے حاجت کرے، اس سلسلے میں احادیث میں واضح ہدایات موجود ہیں، رسول اکرم ﷺ کے لئے مدینہ میں بیت الخلاء موجود تھا' لیکن جب آپ ﷺ سفر میں جاتے تو وہاں بھی قضائے حاجت کے لئے نگاہوں سے اوجھل آبادی سے دور جایا کرتے تھے۔

''عنِ المغِيرةِ بنِ شعبة، قال: كنت مع النبِي ﷺ فِي سفر، فأتى النبِي ﷺ حاجته، فأبعد فِي المذهبِ'' (ترمذی: ۲۰)۔

آبادی سے دور جانے میں دو حکمتیں ہیں: ایک تو حیا کہ ستر پر کسی انسان کی نظر نہ پڑے، اور دوسرے تاکہ ماحول آلودہ نہ ہو اور جہاں انسان کی رہائش ہو اس کے اردگرد پاک وصاف رہے' اس حدیث سے ہدایت ملتی ہے کہ قضائے حاجت کے لئے دور جانا چاہئے اور اپنے بچوں کو بھی اس کی ترغیب دینی

چاہئے۔ اگر بچہ بالکل چھوٹا ہو تو اس کی نجاستوں کو دور پھینکنے کا انتظام کیا جائے۔

ان لوگوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے جو راستے میں غلاظتیں کرتے ہیں:

''اتقوا الملاعن الثلاث: البراز في الموارد و قارعة الطريق والظل'' (سنن ابوداؤد، حدیث نمبر: ۲۶)

(لعنت کے مستحق بننے کے تین کام سے بچو پانی لینے کی جگہ پر، راستوں پر اور سائے کی جگہ میں بول و براز کرنے سے)۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ جن جگہوں میں لوگوں کی کسی نہ کسی طرح آمدورفت ہوتی ہے ان جگہوں کو آلودہ نہ کیا جائے اور ظاہر ہے کہ آبادی کے جو علاقے ہوتے ہیں ان تمام جگہوں میں آمدورفت ہوتی ہے تو اس کا مطلب ہوا کہ آبادی سے دور قضائے حاجت کے لئے جانا چاہئے، پیشاب میں اگر چہ مکمل ستر کھلنے کی ضرورت نہیں پڑتی اور تعفن بھی اس میں نسبتاً کم ہوتا ہے پھر بھی اس کے لئے کوئی مناسب جگہ تلاش کی جائے جو جگہیں اس کے لئے بنائی گئی ہیں اسی کا استعمال کیا جائے ان کے علاوہ ادھر اُدھر کرنا اخلاقی جرم ہے، شریعت اسلامی کی رو سے بھی یہ عمل مکروہ اور ناپسندیدہ ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''إذا أراد أحدكم أن يبول فليرتد لبوله موضعا'' (سنن ابوداؤد، حدیث نمبر: ۳)

(تم میں سے کوئی جب پیشاب کرنا چاہے تو دور مقام کا انتخاب کرے)۔

اسلام نے ہر طرح کی کثافتوں سے گردوپیش اور ماحول کو پاک رکھنے کی تاکید کی ہے۔ اپنے جسم، کپڑے اور برتنے والی چیزوں کو صاف ستھرا رکھنے کے ساتھ اپنے گھر بار، کمرہ، رہائش اور آنگن وغیرہ کو بھی صاف ستھرا رکھنے کی تعلیم دی گئی ہے، ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''إن الله طيب يحب الطيب، نظيف يحب النظافه، كريم يحب الكرا مة، جو اد يحب الجود فنظفوا أ فنيتكم ولا تشبهوا باليهود''۔

(اللہ طیب ہے، طیب وعمدہ کو پسند کرتا ہے، نظیف ہے صاف ستھرے کو پسند کرتا ہے، کریم ہے کرم ومہربانی کو پسند کرتا ہے، جواد ہے جود وسخاوت کو پسند کرتا ہے، تو اپنے صحن کو صاف کرو اور یہود کی مشابہت اختیار مت کرو) (ترمذی، حدیث نمبر: ۲۷۲۳)۔

اس کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ گندے پانی اور فضلات کی نالیوں کا سڑکوں پر بہا دینا شرعاً ممنوع ہے اس عمل سے خود ایک مسلمان کو بچنا چاہئے۔ اگر کوئی شخص نہ بچتا ہو تو حکومت یا پاس پڑوس اور بستی کے لوگوں کو حق ہے کہ اسے جبراً روک دیا جائے اور اسے متبادل شکل اختیار کرنے کی ہدایت دی جائے۔

''ويزال إن كان فيه ضرر فاحش مثلا إذا كان لدار مسيل قذر في الطريق العام، ولو من القديم، وكان فيه ضرر للمار فإن كان ضرر للمارة يرفع، ولا اعتبار لقدمه''. (موسوعه فقهيه ۳/ ۱۴)۔

یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی اپنے گھر کا چھجہ وغیرہ سڑک پر نکال دے جس سے گذرنے والے کو ضرر ہو تو اسے اس کے انہدام کا حکم دیا جائے گا؛ کیوں کہ ضرر عام کا دور کرنا واجب ہے، سڑکوں پر گندی نالیوں کا بہانا گذرنے والوں کے لئے اس سے زیادہ نقصان دہ ہے۔

''ما يقيمه الإنسان في ملك نفسه وكان فيه ضرر على الغير يجب نقضه، وذلك كمن أخرج جناحا إلى الطريق وكان يضر بالمارة فإنه يجب نقضه لقول النبي صلى الله عليه وسلم: لا ضرر ولا ضرار'' (موسوعه فقهيه ۷/ ۴۲)۔

۱۰۔ عام جگہوں میں تھوکنے کا بڑھتا ہوا رواج:

اسلام نے تمام مسلمانوں کو زندگی کے آداب سکھائے ہیں اور انہیں نظافت اور صاف ستھرا رہنے کی تلقین کی ہے، تھوک اور ناک کی ریزش ادھر اُدھر ڈالنا نظافت اور ادب کے خلاف ہے اس لئے ایک مسلمان کو چاہئے کہ سڑکوں پر، پلیٹ فارم پر، عوامی جگہوں میں نہ تھوکے اور نہ ناک کی ریزش ڈالے، بالخصوص جب کہ گنگھا، کھینی، زردہ یا دوسری کوئی مُضر چیزیں کھا رکھی ہوں اس سے بیماریاں پھیلتی ہیں اور طبی نقطہ نظر سے عوام کے لئے نقصان دہ ہے۔

فقہاء کرام نے احادیث کی روشنی میں مساجد، ان کی درودیوار، چٹائی اور دوسری چیزوں کو لعاب، تھوک اور ناک کی ریزش سے پاک رکھنے کی ہدایت دی ہے۔ تھوک اور لعاب اگر چہ پاک ہے تاہم یہ نظافت کے خلاف ہے، اس لئے اگر کسی کو نماز میں تھوک آجائے اور مسجد کی زمین کچی ہو تو حالت مجبوری میں زمین میں تھوک کر اسے دفن کرنے کا حکم دیا ہے، اور زمین پختہ ہو تو اسے رومال وغیرہ میں فی الوقت رکھ لیا جائے اور بعد میں اسے دھولے۔

’’کما لا یبصق عل حیطانِہِ، ولا بین یدیہِ علی الحصی، ولا فوق البوازی ای الحصرِ ولا تحتھا ولکن یأخذہ بِطرفِ ثوب ویحک بعضہ بِبعض، ولا تبطل بِہِ الصلاۃ الا أن یتوالی ویکثر. وان کان قد بصق فِی ترابِ المسجِدِ فعلیہِ أن یدفِنہ‘‘ (موسوعہ فقہیہ ۸/۹۶)۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ناک کی ریزش کو اسی نظافت کے سبب دفن کرنے کی تعلیم دی ہے کہ کہیں وہ کسی کپڑے یا جسم میں نہ لگ جائے اور اس کے لئے باعث اذیت ہو۔

’’سمِعت رسول اللہِ ﷺ یقول: اِذا تنخم أحدکم فِی المسجِدِ، فلیغیِب نخامتہ، أن تصِیب جِلد مومن و ثوبہ فتؤذِیہ‘‘ (مسند احمد: ۱۵۴۳)۔

انسان کو چاہئے کہ حکومت کی جانب سے بنائے گئے تھوک دان کو استعمال کرے اور عوامی جگہوں کو صاف رکھے، یہ ادب اور اخلاق بھی ہے اور بیماریوں سے حفاظت کا ذریعہ بھی، اگرچہ اس بارے میں حکومتی قوانین بنائے گئے ہیں مگر ان میں اتنی سختی نہیں پائی جاتی ہے، خود حکومت کی جانب سے اس میں تسہیل ہے، اس پر کوئی سزا یا سخت جرمانہ نہیں ہے اس لئے قانون کے سبب سڑک اور عوامی جگہوں میں تھوکنا ممنوع تو ہوگا مگر حرام یا مکروہ تحریمی نہیں ہے۔

۱۱۔ شعاعوں والی مشینی اشیاء کا کثرت استعمال:

اسلام نے ترقیات اور ٹکنالوجی کی مخالفت نہیں کی ہے مگر اس کے لئے حدود متعین کئے ہیں، کوئی شخص ان حدود اور دیئے گئے اصول سے ہٹ کر ترقی چاہتا ہے تو اس سے آفتیں، بیماریاں اور ماحولیاتی ہزار مسائل پیدا ہوں گے۔ اس کو قرآن نے فساد فی الارض سے تعبیر کیا ہے:

”وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ“ (سورۂ اعراف: ۸۵)۔

(اور فساد مت پھیلاؤ تم لوگ اللہ کی زمین میں اس کی اصلاح کے بعد، یہی بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم لوگ ایماندار ہو)۔

ناانصافی، ظلم وزیادتی، شرانگیزی فساد کا اولین مصداق ہے مگر اس سے وہ تمام عمل مراد ہے جس سے انسان کو نقصان پہنچتا ہے، لہذا ان قدرتی وسائل کو اس طرح استعمال کرنا جس سے امراض پیدا ہوتے ہوں اور جس سے پوری انسانیت متاثر ہوتی ہو، بہتر نہیں ہے۔ فریج، واشنگ مشین، ایئر کنڈیشن، ٹی وی، موبائل وغیرہ جن سے شعاعیں پیدا ہوتی ہیں ان کا کثرت استعمال یا بلاضرورت استعمال فساد فی الارض میں داخل ہے لہذا اس سے احتیاط کی ضرورت ہے۔ یہ چیزیں انسان کی اپنی ملکیت میں ہیں مگر اپنی چیزوں میں بھی اس طرح تصرف کرنے سے روکا گیا ہے جس سے دوسروں کا نقصان ہوتا ہو۔

’’ومفادھا أن الانسان لیس مالکا حقیقیا للمال فالمال مال اللہ وانما ھو مستخلف فیہ یعنی أنہ وکیل فیہ استخلفہ اللہ ووکلہ علی ھذا المال لیرعاہ و ینفق منہ فی الوجوہ الشرعیۃ‘‘ (فتاوی معاصرہ ۱/ ۵۹۵)۔

۱۲۔ بلاضرورت جنگلات کی کٹائی:

اللہ تعالی نے درختوں میں فضائی اور صوتی آلودگی جذب کرنے کی صلاحیت رکھی ہے، اس سے گندی آب وہوا ختم ہو کر صاف ستھری فضا میسر ہوتی ہے اور پھر اس سے وافر مقدار میں آکسیجن بھی تیار ملتا ہے جو انسان کی بقا کی بنیاد ہے۔ اسی لئے شریعت اسلامی نے کھیتی باڑی کرنے، پیڑ پودے لگانے اور بنجر زمین کو قابل کاشت بنانے کا حکم دیا ہے اور کوئی ایسا عمل کرنے سے روکا گیا ہے جس سے لہلاتی ہوئی کھیتی اور ہرے بھرے درخت کو نقصان پہنچے، اس طرح کے عمل کو قرآن نے فساد سے تعبیر کیا ہے، ارشاد باری ہے:

”وَمِنَ النَّاسِ مَن يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللَّهَ عَلَىٰ مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ ۔ وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ“ (البقرۃ: ۲۰۴-۲۰۵)۔

(انسانوں میں سے کوئی ایسا ہے، جس کی باتیں دنیا کی زندگی میں تمہیں بہت بھلی معلوم ہوتی ہیں اور اپنی نیک نیتی پر وہ بار بار خدا کو گواہ ٹھہراتا ہے مگر حقیقت میں وہ بدترین دشمن حق ہوتا ہے مگر جب وہ پلٹتا ہے تو زمین میں اس کی ساری دوڑ دھوپ اس لئے ہوتی ہے کہ فساد پھیلائے، کھیتوں کو غارت کرے اور نسل انسانی کو تباہ کرنے حالاں کہ اللہ فساد کو ہرگز پسند نہیں کرتا)۔

مفسرین کی وضاحت کے مطابق یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب کہ اخنس بن شریک نامی شخص رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا، جب وہ واپس گیا تو واپس جاتے ہوئے فصلوں کو تباہ کر دیا اور جانوروں کو قتل کر دیا، اس کی تخریبی سرگرمی پر اس کی مذمت کی گئی۔ اس سے پیڑ پودے اور درخت لگانے کے استحباب کا بھی علم ہوتا ہے، علامہ قرطبی اس کے ذیل میں لکھتے ہیں:

''دلت الآية على الحرث و زراعة الأرض وغرسها بالاشجار خملا على الزرع وطلب النسل وهو نماء الحيوان وبذلك يتم قوام الانسان'' (قرطبی ۳/۱۸)۔

(یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ کھیتی باڑی، زمین کی زراعت اور درخت وغیرہ لگانا چاہئے اور طلب نسل یعنی حیوانات کی نشوونما کے طریقوں کو بھی اپنانا چاہئے کہ ان سے انسان کی خوراک کی ضرورت پوری ہوتی ہے جس پر انسانی زندگی کا مدار ہے)۔

شجر کاری اور پیڑ پودا لگانے کی اہمیت اس سے واضح ہوتی ہے کہ ایک موقع پر رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر قیامت آجائے اور تم میں سے کسی کے ہاتھ میں پودا ہو اور قیامت آنے سے پہلے پہلے وہ پودا لگا سکتا ہو تو اسے ایسا کر لینا چاہئے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

''إن قامت الساعة و بيد أحدكم فسيلة فان استطاع أن لا يقوم حتى يغرس فليفعل'' (مسند احمد: ۱۳۵۱۲)۔

بلا ضرورت درختوں کی کٹائی سے منع کیا گیا ہے، حرم مدینہ اور حرم مکہ کے علاوہ عام درختوں کے کاٹنے کی ممانعت منقول ہے، آپ ﷺ کے زمانے میں عام طور پر بیری اور ببول کا درخت ہوا کرتا تھا، آپ ﷺ نے بیری کے درخت کے بارے میں فرمایا کہ اس کو کاٹنے والے اوندھے منہ جہنم میں جائیں گے۔ حدیث کے الفاظ ہیں:

''إن الذين يقطعون السدر يصبون في النار على وجوههم ضبا'' (مجمع الزوائد ۸/ ۲۱۴)۔

درختوں کے وجود میں چوں کہ بہت سے ماحولیاتی مسائل سے نجات ہے اس لئے بلا ضرورت اسے کاٹنے سے منع کیا گیا ہے، لیکن اگر کسی کی اپنی زمین ہے اور اس کا اپنا جنگل ہے تو اسے پلاٹ بنانے کا کلی اختیار ہے؛ کیوں کہ یہ بلا ضرورت نہیں ہے بلکہ معاش کو بہتر بنانا اور تجارت کو فروغ دینا ہے جو نیک مقاصد کے تحت شرعاً مطلوب ہے۔ اس سے روکنا اس کو ضرر پہنچانا ہے اور قاعدہ ہے: ''الضرر لا يزال بالضرر''، البتہ یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ سرکاری زمینوں پر کثرت سے شجر کاری کرے؛ تاکہ ملک ماحولیاتی مسائل کا شکار نہ ہو، ملک میں امن وامان قائم کرنا اور رعایا کے مصالح کی تکمیل اس کی ذمہ داری ہے اور شجر کاری اس ہدف کی تکمیل کرتا ہے۔

صوتی آلودگی کے مسائل:

آواز سے بھی آلودگی ہوتی ہے اور فضائی آلودگی کی طرح یہ بھی جسمانی صحت کے لئے انتہائی مضرت رساں ہے، اس لئے اسلامی شریعت نے جس طرح فضا کو آلودہ کرنے والی چیزوں سے منع کیا ہے اور واضح ہدایات دی ہیں ویسے ہی صوتی آلودگی سے حفاظت کی تاکید کتاب وسنت میں موجود ہیں اور اس کے بارے میں کہیں مفصل اور کہیں اشارتاً ہدایات دی گئی ہیں جن کی رعایت سے دنیا صوتی آلودگی سے محفوظ رہ سکتی ہے۔

ا۔ شہر سے باہر کارخانے لگانے کی ہدایت:

کارخانے کی آواز چوں کہ بہت زیادہ ہوتی ہے، فضائی آلودگی کے ساتھ صوتی آلودگی بھی اس میں پائی جاتی ہے اور اس کے سبب کارخانے آبادی کے لئے نقصان دہ ہیں لہٰذا خود کارخانے کے مالکین کو چاہئے کہ وہ آبادی سے دور کارخانے لگائیں تاکہ اہلیان شہر امن وسکون میں رہ سکیں اور ایذا رسانی کے گناہ سے وہ خود بچ سکے۔ حکومت کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اس طرح کے پرشور اور مضرت رساں کارخانوں کو شہر میں لگانے کی اجازت نہ دے، اس لئے کہ شہر کے لوگوں کو ہر طرح کا امن وعافیت فراہم کرنا اس کے فرائض میں سے ہے۔ چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے دور خلافت میں ایک لوہار کی دکان کو شہر سے باہر کر دینے کا حکم دیا تھا؛ کیوں کہ وہ زیادہ دھواں چھوڑنے کی وجہ سے رعایا کے لئے پریشانی کا باعث بنی ہوئی تھی (تطہیر ماحول اور اسلام کے معمولات/ ۱۱۳)۔

اگر حکومت کی جانب سے اس طرح کے قوانین نافذ کر دیئے جائیں تو ان کا ماننا اور ان پر عمل کرنا کارخانے کے مالک کے لئے واجب ہوگا، ان کے لئے یہ جائز نہیں ہوگا کہ حکومتی قانون کی مخالفت کرتے ہوئے اپنا کارخانہ شہر اور آبادی میں رکھے:

''إن الذين يخالفون القانون الذي يحفظ الحقوق و يقر العدل و يقيم ميزانه هؤلاء يعتبرون شرعا مخالفين للدين نفسه لأن الدين يأمر بطاعة مثل هذه القوانين التنظيمية مادامت بالمعروف و في غير معصية '' (فتاویٰ معاصرہ ا/۵۹۷)۔

اگر حکومت کے اس قانون پر مالکین عمل نہ کریں تو حکومت ان پر جبر کرسکتی ہے جیسے کسی کے گھر میں لگے ہوئے درخت کی شاخ سڑک پر نکل آئے جو گذرنے والوں کو تکلیف دیتی ہو تو حکومت عام لوگوں کو ضرر سے بچانے کے لئے اسے کاٹ سکتی ہے، اسی طرح سڑک پر نکلے ہوئے چھجے کو بھی منہدم کرنے کا اسے پورا حق ہے۔

اگر بالفرض حکومت بھی اس طرف توجہ نہ دے تو بستی اور محلہ کے لوگوں کو حق ہے کہ اسے وہاں سے ہٹانے پر مجبور کرے جیسے ایک شخص کو شریعت نے حق دیا ہے کہ اپنے پڑوسی کو ایسا پیشہ اختیار کرنے سے روک جو اس کے لئے مضر ہو، جیسے کوئی شخص اگر دھویں چھوڑنے والا کوئی پیشہ اختیار کرتا ہے اور اس کے سبب یہ پریشان ہے تو یہ اسے اس سے روک سکتا ہے، یا کوئی اپنے گھر کو بڑا پیشہ ورانہ حمام بنانا چاہتا ہے جس سے اس کے گھر کو نقصان کا اندیشہ ہے یا لوگوں کی کثرت سے آمدورفت کی وجہ سے حرج شدید ہو تو اس سے اسے منع کیا جاسکتا ہے' ٹھیک اسی طرح یہاں بھی محلہ والے کارخانہ کا پڑوس ہے اس سے تکلیف ہورہی ہے تو اس پر اعتراض کا مکمل حق حاصل ہے۔

۲۔ بلاضرورت ہارن بجانا:

معمول سے زیادہ آواز جس میں سختی اور شدت ہو ماحولیات کے لئے نقصان دہ ہے اسی لئے اسلام نے سارے انسانوں کو آواز پست رکھنے کی ہدایت دی ہے۔ "وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِن صَوْتِكَ إِنَّ أَنكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ" (لقمان: ۱۹) (اور اپنی رفتار میں اعتدال اختیار کر اور اپنی آواز پست رکھ بے شک آوازوں میں سب سے بری آواز گدھوں کی آواز ہے)۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ بلند آواز کو ناپسند کرتے تھے اور ایسے شخص کو محبوب رکھتے تھے جس کی آواز پست اور درمیانی ہو۔

''عن أبي أمامة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يكره أن يرى الرجل جهيرا رفيع الصوت و كان يحب أن يراه خفيض الصوت'' (مجمع الزوائد ۸ /۲۱۱)۔

ہر چیز میں اعتدال بہتر ہے اس لئے آواز میں بھی اعتدال ہونا چاہئے یہاں تک کہ قرآن کی تلاوت میں بھی اعتدال پسندیدہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر حضرت ابوبکر صدیقؓ کو تھوڑی آواز بلند کرنے اور حضرت عمر فاروقؓ کو آواز تھوڑی پست کرنے کا حکم دیا تھا جب کہ یہ دونوں نماز میں قرآن کریم کی تلاوت کررہے تھے (مشکوۃ ا /۱۰۷)۔

ہارن بجانا ضرورت ہے مگر اس میں بھی اعتدال ہونا چاہئے' ضرورت سے زیادہ بجانا یا ایسا ہارن بجانا جس سے دہشت پیدا ہوجاتی ہو شرعاً ناپسندیدہ اور مکروہ ہے۔ مشہور فقہی ضابطہ ہے: "ما أبيح للضرورة يقدر بقدرها" جو چیز ضرورتاً ثابت ہو وہ ضرورت کی حد تک ہی جائز ہوتی ہے، لہذا یہ ہارن بھی ضرورت کے تحت مشروع ہے اس لئے یہ بقدر ضرورت ہی درست ہوگا۔ اس کے علاوہ خواہ مخواہ لوگوں میں دہشت پیدا کرنا بھی شرعاً جائز نہیں' اسی لئے جہاد کے موقع پر چند صحابۂ کرام نے جب بلند آواز سے تکبیر کہنی شروع کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منع فرمادیا (صحیح بخاری)۔

آواز کے سلسلے میں جہاں کہیں بھی روایتیں ہیں وہاں ''یکرہ'' کا لفظ ہے جس سے اس قسم کی آواز کے ناپسندیدہ اور مکروہ ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

۳۔ ڈی جے کا استعمال:

ڈی جے کی آواز سنجیدہ قسم کے لوگوں کے لئے نہایت تکلیف دہ ہوتی ہے خاص طور پر جب آدمی بیمار ہو' تعلیم و تدریس سے وابستہ ہو یا کوئی پرسکون کام کا آدمی ہو تو اس کے لئے یہ آواز سوہان روح ہے۔ آج کل شادی بیاہ کے موقع پر اس طرح اس قدر ڈی جے اور مختلف قسموں کے گانے بجانے کے آلات کے ذریعے شور کیا جاتا ہے کہ اردگرد کے گھرانے کے لوگ رات بھر کروٹیں بدلتے وقت گذارتے ہیں، نہ کوئی کام یکسوئی کے ساتھ کیا جاسکتا ہے اور نہ نیند کے ذریعے چین کا سانس لے سکتا ہے' بلاشبہ یہ سخت قسم کی ایذا رسانی اور ظلم ہے اور یہ دونوں کبیرہ ہے، لہذا ڈی جے کا استعمال مزامیر سے قطع نظر بھی ظلم اور ایذا رسانی پر مشتمل ہونے کی وجہ سے گناہ کبیرہ ہے۔ ہمارے معاشرے میں عام طور پر ظلم اور ایذا رسانی کسی کو جسمانی تکلیف دینے یا کسی کا کچھ ناحق

لے لینے کو کہا جاتا ہے اور اسی کو گناہ کبیرہ سمجھا جاتا ہے، حالانکہ پر شور آواز کے سبب جو ذہنی اذیت پہنچتی ہے وہ جسمانی اذیت سے بھی زیادہ اہم اور سنگین ہے، اس لئے اس پر ظلم اور ایذا رسانی کا بدرجہا اطلاق ہوگا اور اس پر وہی گناہ ہوگا جو گناہ کبیرہ پر ہوتا ہے، اگر غور کیا جائے تو اس میں دوہرا گناہ ہے: ایک مزامیر اور گانے بجانے کی حرمت کا اور دوسرے ظلم اور ایذا رسانی کا۔

۴۔ متعین وقت سے زیادہ پروگرام کا چلانا:

لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ضرورت کے تحت درست ہے، اس لئے پہلے زمانے میں اس بات پر بہت دن تک بحث ہوتی رہی کہ لاؤڈ اسپیکر کا استعمال نماز میں درست ہے یا نہیں، ارباب فقہ وافتا نے بہت ہی غور وخوض کے بعد آواز کو تمام سامعین تک پہنچانے کی ضرورت سے اس کے استعمال کو جائز قرار دیا لہٰذا جہاں ضرورت نہ ہو وہاں اس کا استعمال درست نہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ شریعت نے غیر ضروری آواز کو ناپسند کیا ہے خواہ اس کا مقصد نیک ہی کیوں نہ ہو، اس لئے کہ محض نیک نیتی کسی کام کے لئے کافی نہیں ہے بلکہ اس کا طریقہ درست ہونا بھی ضروری ہے، دین وشریعت کی تبلیغ بلاشبہ ایک اونچے درجہ کا عمل ہے مگر سلامتی کی شرط ضروری ہے، کسی کے گھر میں لہو ولعب اور گانے بجانے کا سامان تبلیغ دین کے طور پر توڑ دیا جائے تو اس کا تاوان امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک واجب ہے؛ کیوں کہ نیت صحیح ہے مگر طریقہ غلط ہے۔

ایک واعظ حضرت عائشہؓ کے مکان کے بالکل سامنے بہت بلند آواز سے وعظ کہا کرتے تھے، ان کی آواز بہت بلند تھی جس سے حضرت عائشہؓ کی یکسوئی میں فرق ہوتا تھا، خلیفۂ وقت حضرت عمر فاروقؓ سے انہوں نے شکایت کی، تو حضرت عمر فاروقؓ نے ان کو وہاں وعظ کہنے سے منع کر دیا، کچھ دنوں کے بعد واعظ نے پھر اسی جگہ وعظ کہنا شروع کر دیا، حضرت عمر فاروقؓ کو اطلاع ملی تو خود جا کر ان کو پکڑا اور تعزیری سزا جاری کی (اخبار المدینہ ۱/ ۱۵)

ایک مرتبہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ نے ایک واعظ کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا کہ اپنی آواز ان ہی لوگوں کی حد تک محدود رکھو جو تمہاری مجلس میں بیٹھے ہیں اور انہیں بھی اسی وقت تک دین کی باتیں سناؤ جب تک ان کے چہرے تمہاری طرف متوجہ ہوں، جب وہ چہرے پھیر لیں تو تم بھی رک جاؤ (مجمع الزوائد ۱/ ۱۹۱)، حضرت عطا بن ابی رباح فرماتے ہیں کہ عالم کو چاہئے کہ اس کی آواز اس کی اپنی مجلس سے آگے نہ بڑھے (ادب الاملاء والاستملاء/ ص ۵)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جلسہ اور اجتماع اگرچہ دینی ہی کیوں نہ ہو اس کے لئے بھی بقدر ضرورت ہی لاؤڈ اسپیکر کا استعمال درست ہوگا، ماحولیات سے حفاظت اور عام لوگوں کی جسمانی صحت کے تحفظ کے مقصد سے حکومت کی جانب سے اجتماعات اور ساؤنڈ اسپیکر سے متعلق جو قوانین بنائے جاتے ہیں ان پر عمل واجب ہے۔

”أن القوانین التی تسن لتحقیق مصالح الناس و لتحفظ بینھم الأمن و الاستقرار یجب طاعتھا والعمل بمقتضاھا“ (فتاویٰ معاصرہ ۱/ ۵۹۴)۔

اس طرح کے قوانین کی خلاف ورزی اگرچہ فی نفسہ حرام اور گناہ کبیرہ ہے مگر اس کے عام ہوجانے کی وجہ سے اس میں تسہیل ہوگی اور اس کی شدت میں کمی ہوگی، ورنہ اس کے اثرات بہتر مرتب نہیں ہوں گے، مصالح کے پیش نظر بہت سے احکام بدل جاتے ہیں، اگر حرام کا فیصلہ کر دیا جائے تو ابتلائے عام کے سبب بہت سے لوگ حرام کے مرتکب ہوجائیں گے۔ اس لئے اس پر حکم لگانے میں ہمیں احتیاط کا پہلو اختیار کرنا چاہئے۔

☆☆☆

ماحولیات اور اس سے متعلق اسلامی احکام

مولانا روح الامین سعادتی[1]

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انسان کو اپنی بندگی کے لئے پیدا فرمایا اور اس کائنات ارضی کو اس کا مسکن اور مستقر بنایا۔ چنانچہ اس کائنات کی تخلیق کا ایک مقصد جہاں یہ ہے کہ اس کی ہر چیز میں تدبر وتفکر کرکے انسان اپنے خالق ومالک کی معرفت حاصل کرے، اور اس کو اپنی روحانی غذا فراہم ہو، وہیں دوسرا مقصد یہ بھی ہے کہ انسان اس میں تصرف کرکے اپنی جسمانی ضروریات کو پورا کرے۔ ارشاد ربانی ہے:

"هو الذي خلق لكم ما في الأرض جميعا" (سورۃ البقرۃ:۲۹) (وہی ہے جس نے تمہارے واسطے زمین کی تمام چیزیں پیدا کیں)۔

ابوالسعود فرماتے ہیں: ''أي خلق لأجلكم جميع ما في الأرض من الموجودات لتنتفعوا بها في أمور دنياكم بالذات أو بالواسطة وأمور دينكم بالاستدلال بها على شئون الصانع تعالى شانه والاستشهاد بكل واحدمنها على ما يلائمه من لذات الآخرة وآلامها'' (ارشاد العقل السليم إلى مزايا الكتاب الكريم ۱/۷۸)۔

(تمہارے واسطے زمین کی تمام موجودات کو اس لئے پیدا کیا تاکہ تم اپنی دنیوی ضروریات میں ان سے براہِ راست یا بالواسطہ نفع اٹھاؤ، اور اپنے دینی مقاصد میں اللہ جل شانہ کی صفات وافعال پر رہنمائی پاؤ اور اس کی ہر شان کے مناسب اخروی انعام وعقاب پر شہادت حاصل کرو)۔

اسی غرض سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین میں عہدۂ خلافت عطا کیا، اور ہر چیز کو اس کے لئے مسخر کردیا، تاکہ وہ ہر چیز کو اپنی ضروریات میں استعمال کرسکے، اور اپنے اختیار سے تصرف کرکے نفع حاصل کرسکے، چنانچہ "خلق لکم" میں اس طرف بھی اشارہ ہے۔

سید قطب اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

'' ان كلمة '' لكم '' هنا ذات مدلول عميق وذات إيحاء كذلك عميق ، إنها قاطعة فى أن الله خلق هذا الانسان لأمر عظيم ، خلقه ليكون مستخلفا فى الأرض ، مالكا لما فيها فاعلامؤثرا فيها ، الخ '' (فی ظلال القرآن ۱/۴۵)۔

(یہاں کلمۂ لکم کا انتہائی گہرا مدلول ہے، اور اسی طرح اس میں وسیع اشارہ مضمر ہے، اور پختگی کے ساتھ اس پر دال ہے کہ اللہ نے اس انسان کو عظیم کام کے لئے پیدا کیا ہے، اسے اس لئے پیدا کیا تاکہ وہ زمین میں خلیفہ ہو، اس کی ہر چیز کا مالک ہو اور اس میں اس کا مؤثر کردار ہو)۔

یہ انسان اور کائنات کے باہمی رشتہ کی وہ حقیقت ہے، جس کو فراموش کردینے کی بنا پر دنیا وہ سنگین اور خطرناک نتائج دیکھ رہی ہے، جس کا ماضی میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا، ان ہی خطرات میں سے ایک ماحولیاتی آلودگی کا مہلک خطرہ ہے۔ عالمی ادارہ صحت کے مطابق دنیا میں جتنی اموات ''سالانہ ۱/ ۳ ملین'' کارحادثے کی وجہ سے ہوتی ہیں اتنی ہی اموات فضائی آلودگی کے اثر سے ہوتی ہیں، ۲۵/ مارچ ۲۰۱۴ء کو BBC کی ویب پر شائع ہونے والی رپورٹ کے مطابق دنیا میں مرنے والے ہر آٹھویں فرد کی موت کا سبب آلودگی ہے۔ صرف ۲۰۱۲ء میں ۷۰/ لاکھ افراد اسی بنا پر ہلاک ہوئے۔

ماحول کی حقیقت:

کائنات کی جتنی چیزیں انسان کو محیط ہیں وہ اس کا ماحول ہے، ہوا جس میں انسان سانس لیتا ہے، پانی جس کو وہ پیتا ہے، زمین جس پر وہ رہتا ہے، اس کے علاوہ جاندار، غیر جاندار جتنی چیزیں ہیں، وہ سب انسان کے اس ماحول کا حصہ ہیں، جس میں وہ زندگی گذارتا ہے۔

---

[1] استاذ جامعہ مظہر سعادت، ہانسوٹ، بھروچ، گجرات۔

شریعت اسلامیہ میں ماحولیات کے تحفظ کی اہمیت:

اس ماحول کو ہر قسم کی آلودگی اور مضر اجزاء سے محفوظ رکھنا شرعاً مطلوب ہے، اور اس کی اہمیت دو اعتبار سے متعین کی جاسکتی ہے:

۱۔ ان مقاصد شریعت کے لحاظ سے جو علمائے اصول فقہ نے متعین کئے ہیں۔

۲۔ فقہ اسلامی کے ان احکام کے لحاظ جن کا تعلق ماحول سے ہے۔

ماحول کا تحفظ مقاصد شریعت میں شامل ہے:

مقاصد شریعت انسان کے دنیوی اور اخروی مصالح کی رعایت سے عبارت ہے، اور انسانی مصالح ضروریات، حاجیات اور تحسینات وتکمیلات میں منقسم ہیں، اس لحاظ سے مقاصد بھی تین قسموں میں منقسم ہو گئے، مقاصد ضروریہ، مقاصد حاجیہ اور مقاصد تحسینیہ جن کی تفصیل اصول فقہ کی کتابوں میں موجود ہے، اور اب تو یہ مستقل ایک فن کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ علماء محققین نے مقاصد کی تعیین اور تقسیم اپنے اجتہاد سے کی ہے، یہی وجہ ہے کہ اس سلسلے میں اختلاف ہوا ہے، چنانچہ اکثریت نے اسے پانچ میں منحصر کیا ہے، حفاظتِ دین، حفاظتِ نفس، حفاظتِ عقل، حفاظتِ نسل اور حفاظتِ مال، جب کہ بعض نے حفاظتِ نسب کو مستقل شمار کر کے چھ شمار کئے ہیں، نیز شہاب الدین قرافی نے لفظ عرض (ناموس) کو بھی ایک علیحدہ مقصد قرار دیا ہے، اور بعضوں نے عدالت، حریت، مساوات، قیام امن وغیرہ کا اضافہ کر کے فہرست کو طویل کرتے ہوئے چوبیس تک پہنچا دیا ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے: مقاصد الشریعة الاسلامیة وتوظیفها لحل المشاکل المعاصرة - از: دکتور علی بار داق)۔

محمد بن طاہر عاشور نے مقاصد شرعیہ ضروریہ کی دو قسمیں کی ہیں: کلی اور جزئی، اول کا تعلق پوری امت سے ہے، جیسے جمعیت کو انتشار سے بچانا، دین کو زوال سے محفوظ رکھنا، حرمین کو غیر مسلمین کے تسلط سے پاک رکھنا، قرآن مجید کو ہر قسم کی تغییر سے بچانا، سنت کے علم کو موضوعات کے داخل ہونے سے روکنا وغیرہ وغیرہ۔ اور ثانی کا تعلق آحاد امت سے ہے (دیکھئے: مقاصد الشریعة الاسلامیة ۳/۴۹۱)۔

الغرض یہ حصر قطعی نہیں کہ اضافہ کی گنجائش نہ ہو، لہٰذا ماحول کے تحفظ کو بھی شریعت کے مقاصد میں داخل کیا جاسکتا ہے، اور یہ دو لحاظ سے ممکن ہے:

۱۔ اصالةً مقاصد شرعیہ کا حصہ قرار دیا جائے۔

۲۔ مقاصد اساسیہ کی تکمیل کے لئے موقوف علیہ ہونے کی حیثیت سے اعتبار کیا جائے۔ ذیل میں اس کی وضاحت کی جارہی ہے۔

بذات خود مقصد شرعی ہے:

علامہ شاطبی نے وضع شریعت کی دو غرض بیان کی ہیں:

(۱) دینی اور دنیوی مصالح کا قیام۔ (۲) مکلف کو ہوائے نفس سے نکال کر اللہ تعالی کی عبدیت میں داخل کرنا (دیکھئے: الموافقات ۲/۲۸۹)۔

اول کا حاصل ایک ایسا نظام قائم کرنا ہے جو انسان کے لئے دنیا اور آخرت کی سعادت کا ضامن ہو، اور ثانی کا حاصل مکلف کو اس صالح نظام میں داخل کرنا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جب ماحول سالم اور صاف نہ ہو تو اس نظام میں داخل ہونے سے بہت سی رکاوٹیں حائل ہوں گی، لہٰذا ماحولیات کا تحفظ بھی شریعت کا ایک ہدف ہے، اس کے احکامات مقاصد اور وسائل ہر دو ہدایت پر مشتمل ہیں۔

مقاصد شرعیہ کا تکملہ ہے:

احکامِ شرعیہ پر غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بہت سے دینی و دنیوی واجبات کی صحیح اور کامل ادائیگی ماحول کے عناصر کی صحت پر موقوف ہے، آب وہوا اور نباتات وغیرہ، اس لئے لامحالہ ماحولیات کا تحفظ مقاصدِ شریعت کی تکمیل کا باعث ہے۔

چنانچہ قرآن مجید کی واضح ہدایت ہے: "ولا تفسدوا في الأرض بعد إصلاحها"۔

اس آیت میں جس فساد کی ممانعت ہے، اس کا مدلول فقط دینی، اخلاقی اور معاشرتی فساد نہیں، بلکہ کائنات کے طبعی نظام کا بگاڑ اور خلل اس میں شامل ہے، چنانچہ ''البحر المحیط'' میں لکھا ہے:

''ہذا نهی عن إيقاع الفساد فی الأرض وإدخال ماہيته فی الوجود فيتعلق بجميع أنواعه من إفساد النفوس و الأنساب و الأموال والعقول والأديان'' (البحر المحیط۵/ ۷۰)۔

(یہ زمین پر فساد کرنے اور اس کی ماہیت کو وجود میں لانے کی ممانعت ہے، لہذا اس کا تعلق اس کی تمام انواع سے ہوگا جیسے نفس، نسب، مال، عقل اور دین وغیرہ)۔

یعنی دینی و دنیوی، حسی اور معنوی، ظاہری اور باطنی، ہر فساد ممنوع ہے، چنانچہ آگے تفصیل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''كتغوير الماء المعين وقطع الشجر والثمر...'' یعنی جاری چشمہ میں رکاوٹ ڈالنا، اور ضرر پہنچانے کے ارادے سے درخت اور پھلوں کو کاٹنا، یعنی ماحول کے عناصر میں ضرر رساں خلل ڈالنا بھی اس نہی کا مدلول ہے، اور یہی فساد کی حقیقت ہے۔

محمد طاہر بن عاشور نے لکھا ہے:

''والفساد أصله استحالة منفعة الشئ النافع الى مضرة به أو بغيره'' (التحریر والتنویر ۱/ ۲۸۴)۔

(فساد کی اصل کسی نفع بخش کی منفعت کو نقصان سے یا کسی اور طریقہ سے بدل ڈالنا ہے)۔

مقاصد شریعت میں ترتیب:

علماء نے مقاصد مذکورہ کی دو قسمیں فرمائی ہیں، دینی اور دنیوی، حفظ دین اول میں داخل ہے، اور مابقیہ ثانی میں داخل ہے، ان دو کی باہمی ترتیب کے سلسلہ میں فقہاء کے دو مسلک ہیں۔

۱۔ حفاظت دین کو مقاصد اربعہ پر تقدم حاصل ہے؛ کیوں کہ دین ہی مقصود اعظم ہے، اور وہی سعادت ابدیہ کا کفیل وضامن ہے، نیز تاج الدین سبکی نے ''فدين الله أحق أن يقضى'' کو بھی مستدل بنایا ہے۔

لہذا ترتیب اس طرح ہوگی:

(الف) حفظ دین، (ب) حفظ نفس، (ج) حفظ نسب، (د) حفظ عقل، (ھ) حفظ مال۔

۲۔ حفاظت دین مابقیہ سے مؤخر ہے، اور ترتیب اس طرح ہوگی: (الف) حفظ نفس، (ب) حفظ نسب، (ج) حفظ عقل، (د) حفظ مال، (ھ) حفظ دین۔

اس دوسری ترتیب کو ابن امیر الحاج حنفیؒ نے حسن قرار دیا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ انسان کے حقوق ہیں اور اس میں تنگی ہے، اس کے فوت ہونے سے انسان مضرت اور حرج میں مبتلا ہوتا ہے، اور دین حق اللہ ہے جو مسامحت اور یسر پر مبنی ہے، اور چونکہ اللہ کی ذات مستغنی ہے، اس لئے اس کا فوات ضرر کو مستلزم نہیں (دیکھئے: التقریر والتحبیر (۳/ ۲۳۱) فصل تقسیم القیاس باعتبار التفاوت)۔

ظاہر ہے کہ ماحولیات کا تحفظ (حفظ البيئة) مقاصد دنیویہ میں سے ہے، اگرچہ وہ مقاصدِ دینیہ میں بھی مؤثر ہے، اس اعتبار سے ماحولیات کے تحفظ میں دین کے تقاضے مقدم ہوں گے، اور اس کے خاطر دین کے تقاضے کو قربان کرنا درست نہیں ہوگا، ہاں ابن عاشور کی تقسیم کے اعتبار سے مقاصد کلیہ اور اجتماعیہ کو مقاصدِ جزئیہ اور انفرادیہ پر تقدم حاصل ہے؛ اس لحاظ سے ماحولیات کا تحفظ اول قسم میں داخل ہونے کی بنا پر مقدم ہوگا۔

تحفظ ماحولیات کے طرق اور اسلامی ہدایات:

ماحولیات کی حفاظت کے بنیادی دو راستے ہیں، (۱) ماحول کے عناصر کو اپنی اصل حالت پر باقی رکھنا (۲) نشوونما کرنا اور ان کو ترقی دینا۔

پھر اول کی چند صورتیں ہیں:

(۱) تلف ہونے سے بچانا، (۲) تلویث سے بچانا، (۳) بے جا استعمال سے بچانا۔

تلف سے حفاظت:

اسلامی تعلیمات میں ماحول کے عناصر کو تلف کرنے اور ضائع کرنے کی شدید ممانعت ہے، اور اس پر سخت وعید ہے، مثلاً:

(الف) ارشاد باری تعالی ہے:

"وإذا تولی سعی فی الأرض لیفسد فیها ویهلك الحرث والنسل والله لا یحب الفساد" (سورۃ البقرۃ: ۲۰۵)۔

(اور جب اٹھ کر جاتا ہے تو زمین میں اس کی دوڑ دھوپ اس لئے ہوتی ہے کہ وہ اس میں فساد مچائے، اور فصلیں اور نسلیں تباہ کرے، حالانکہ اللہ تعالی فساد کو پسند نہیں کرتا)، اس آیت کریمہ میں ناحق حیوانات اور نباتات کو تلف کرنے پر سخت وعید وارد ہوئی ہیں۔

(ب) ''من قتل عصفورا عبثا عج إلى الله يوم القيامة يقول: إن فلانا قتلني عبثا ولم يقتلني في منفعة'' (سنن نسائی، کتاب الضحایا، رقم: ۴۳۹۴)۔

(جس کسی نے کسی چڑیا کو بیکار مارا تو قیامت کے دن بلند آواز سے اللہ تعالی سے کہے گی کہ فلاں نے مجھے ناحق قتل کیا اور بغیر کسی منفعت کے مار ڈالا)۔

(ج) '' من قطع سدرة صوب الله راسه فی النار، وقال بناد: غشما و ظلما بغیر حق'' (سنن أبي داؤد، کتاب الجهاد، رقم: ۵۲۳۹)۔

(جس نے بیری کا درخت (ناحق) کاٹا، اللہ اس کے سر کو جہنم میں جھکا دیں گے، ہناد کے بقول ناحق ظلم ڈھانا اور تعدی کرنا مراد ہے)۔

تلوث سے حفاظت:

ماحول کے عناصر کی ایسی تغییر کہ وہ اپنی طبیعت پر باقی نہ رہے شرعاً ممنوع ہے، جیسے مسموم مواد ڈالنا یا اس کی کمیت وکیفیت کو متاثر کرنے والی اشیاء شامل کردینا، جس کے نتیجے میں اس کا نفع خسارہ میں تبدیل ہوجائے یا کم از کم اس کی طبعی منفعت زائل ہوجائے، اس سلسلے میں شریعت کی بہت سی ہدایات ہیں، مثلاً:

(الف) نظافت وطہارت کا حکم جو فقط جسم ولباس میں منحصر نہیں، بلکہ مکان، آنگن، راستے، محلے اور گلی کوچے سب کو شامل ہیں، حتی کہ راس العبادات نماز کی صحت کو اس پر موقوف قرار دیا اور اس سلسلے میں قرآن مجید کی تقریباً تیس آیات نازل فرمائی، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شمار احادیث میں اس کی طرف توجہ دلائی، حتی کہ فرمایا: "الطهور شطر الایمان" (پاکی آدھا ایمان ہے) (صحیح مسلم: ۲۳۲)، یہ سب تلویث سے حفاظت کے سلسلے میں ہدایات ہیں۔

(ب) عوامی جگہ پر بول وبراز کرنے سے منع فرمایا:

''اتقوا الملاعن الثلاث البراز في الموارد و قارعة الطريق و الظل'' (السنن الکبری للبیهقی: ۴۶۹)۔

(تین لعنت کی جگہوں سے بچو: یعنی پانی کے گھاٹ اور راستہ کے درمیان اور سایہ دار جگہ میں غلاظت کرنے سے بچو)۔

(ج) پانی کی آلودگی:...... اس سلسلے کی بہت سی روایات ہیں، جیسے ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کی ممانعت، دریا ندی وغیرہ کے کناروں پر قضائے حاجت کی ممانعت، پانی کے برتن میں سانس لینے کی ممانعت وغیرہ۔

(د) غذائی آلودگی:

کھانے پینے کی چیزوں میں پھونک مارنے کی ممانعت اور برتن کو ڈھانکنے کی ہدایت بھی اسی قبیل سے ہے۔

حضرت جابرؓ کی روایت ہے:

''غطوا الإناء وأوكوا السقاء فإن في السنة ليلة ينزل فيها وباء لا يمر بإناء ليس عليه غطاء أو سقاء ليس عليه وكاء إلا نزل فيه من ذلك الوباء'' (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۰۱۴)۔

(حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات کے وقت برتنوں کو ڈھک دو اور مشکیزوں کو گرہ لگادو، اس لیے کہ سال میں ایک

رات ایسی ہوتی ہے جس میں وبا نازل ہوتی ہے، اگر وہ کسی ایسے برتن یا مشکیزے سے گزرتی ہے تو جو بندھا ہوا یا ڈھکا ہوا نہ ہو تو اس میں اتر جاتی ہے)۔

(ھ) ہوائی آلودگی:

(۱) جو چیزیں ہوا کو آلودہ کرتی ہیں، انھیں زمین میں دفن کرنے کا حکم اسی مقصد کے حصول کے لئے ہے، چنانچہ مردوں کو دفن کرنے کا حکم ہے، حتی کہ بلغم تھوک اور ناک کی ریزش کے سلسلے میں یہ ہدایت موجود ہے:

''إذا تنخم احدکم فليغيب نخامته لا تصيب جلد مؤمن أو ثوبه''۔

(جب کوئی شخص بلغم نکالے تو اس کو دفن کردے تا کہ کسی مومن کے جسم یا کپڑے پر نہ لگ جائے)۔

نیز حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی جسم سے نکلنے والی سات چیزوں کو دفن کرنے کا حکم دیا ہے: بال، ناخن، خون، حیض کا چیتھڑا، دانت، ختنہ کی کھال اور ولادت کے وقت پیٹ سے نکلنے والی نال (نوادر الاصول ۱/ ۱۸۶، الاصل التاسع والعشرون فی النظافۃ)، اس میں جہاں انسانی اعضاء کی تکریم کا پہلو ہے، وہیں یہ بھی حکمت ہے کہ ماحول آلودہ نہ ہو۔

(۲) جمائی کے وقت منہ پر ہاتھ رکھنے کا حکم ہے، اور غسل جمعہ کی مشروعیت کا سبب حضرت ابن عباسؓ کے بقول یہ ہے کہ مسجد کی فضا میں پسینے کی بدبو اور گرمی کی وجہ سے تعفن پھیلتا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کی تلقین فرمائی (أبوداؤد، ص/ ۵۲-۳۵۳)۔

(۳) اگر ایندھن کی وجہ سے ہوا آلودہ ہوتی ہے تو ہدایت موجود ہے کہ رات کے وقت چراغ گل کردئے جائیں۔

(۴) اگر نباتات مسموم فضا کو جذب کرنے اور صحت افزا ہوا فراہم کرنے میں مؤثر ہیں تو ان کو بلا وجہ کاٹنے کی ممانعت اور ان کو پروان چڑھانے کی ترغیب اسلامی تعلیمات کا حصہ ہے۔

(۵) اگر شور وشغب فضا کو آلودہ کرتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے بتلایا کہ یہ انسانی شرافت کے منافی عمل ہے، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

''ولا بصخاب فی الأسواق'' (الطبقات الکبری، ص/ ۸۰۳)۔

بلکہ صحیح مسلم کی روایت میں مسجد کے تعلق سے آپ کا یہ ارشاد منقول ہے:

''وإیاکم وہیشات الأسواق'' (صحیح مسلم، باب تسویۃ الصفوف: ۴۳۲)۔

امام نووی اس کی شرح میں فرماتے ہیں: '' ای اختلاطها والمنازعة و الخصومات وارتفاع الأصوات واللغط والفتن التی فیها''

یعنی باہم اختلاط، لڑنا جھگڑنا، شور مچانا، بکواس کرنا اور وہ فتنے جو بازار میں ہوتے ہیں۔

قرآن مجید میں حضرت لقمان کی وصایا میں "واغضض من صوتك" (اپنی آواز کو پست کر) نقل کر کے اس کے حکم الٰہی ہونے پر مہر ثبت کردی، حتی کہ دعا اور نماز کے متعلق بھی یہ ہدایت دی گئی "ادعوا ربکم تضرعا و خفیة" (سورۂ أعراف: ۵۵) (اپنے رب کو عاجزی اور آہستگی سے پکارو)، اور "لا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها وابتغ بین ذلك سبیلا" (اپنی نماز میں نہ بہت اونچی آواز سے پڑھو اور نہ بہت پست آواز سے، بلکہ ان دونوں کے درمیان (معتدل) راستہ اختیار کرو) (سورۃ الاسراء: ۱۱۵)۔

بے جا استعمال سے حفاظت:

ماحول کے عناصر کو بے جا استعمال کرنے سے بھی ماحول متاثر ہوتا ہے، اس لئے اسلام نے اسراف وتبذیر کی مذمت کی، اور ہر چیز میں توازن، اعتدال اور اقتصاد کی تاکید فرمائی، خود خالق کائنات نے ہر چیز کی تخلیق وتکوین میں توازن قائم رکھا ہے، ارشاد ہے:

"وان من شیء إلا عندنا خزائنه وما ننزله إلا بقدر معلوم" (سورۃ الحجر: ۲۱)۔

اور کوئی چیز ایسی نہیں جس کے ہمارے پاس خزانے موجود نہ ہوں مگر اس کو ایک معین مقدار میں اتارتے ہیں۔

"وكل شيئ عنده بمقدار" (سورۃ الرعد: ۸) (اور ہر چیز کا اس کے یہاں ایک اندازہ مقرر ہے)۔

"وخلق كل شيئ فقدره تقديرا" (سورۃ الفرقان: ۷) (اس نے ہر چیز کو پیدا کر کے ایک نپا تلا انداز عطا کیا)۔

لہذا خالق کائنات کی پیدا کردہ اشیاء کے صرف اور استعمال میں بھی اعتدال وتوازن مطلوب ہے، آج ماہرین کی نظر میں قدرتی ماحول میں مداخلت ماحولیاتی کثافت کی بنیادی وجہ ہے۔

آبادکاری اور نشوونما کے ذریعہ حفاظت:

جہاں بہت سی چیزوں کی ہلاکت ماحول میں کثافت پیدا کرتی ہے وہیں بہت سی چیزوں کی افزائش آبادکاری اور نشوونما کثافت کو سلب کرتی ہے، شریعت اسلامیہ نے اس طرف بھی توجہ مبذول کرائی، چنانچہ شجرکاری کو صدقہ قرار دیا، افتادہ زمین کو آباد کرنے کی ترغیب دی، مثلاً ارشاد ہے:

(۱) ''ما من مسلم يغرس غرسا أو يزرع زرعا فيأكل منه طير أو انسان او شئ إلا كان له صدقة'' (صحيح البخاري: ۲۳۲۰)۔
(جو کوئی مسلمان پودا لگائے یا کھیتی کرے کوئی شئ یا پرندہ یا انسان اس میں سے استعمال کرے تو یہ اس کے لئے صدقہ ہوگا)۔

(۲) ''ما من رجل يغرس غرسا إلا كتب الله له من الأجر قدر ما يخرج ثمر ذلك الغرس'' (مسند احمد: ۲۳۵۲۰)۔
(جو کوئی درخت لگائے گا تو اس کو اس درخت کے پھلوں کے بقدر اجر ملے گا)۔

(۳) حتی کہ اس کی تاکید کرتے ہوئے یہاں تک فرمایا:

''ان قامت الساعة وبيد أحدكم فسيلة فان استطاع أن لا يقوم حتى غرسها فليفعل'' (مسند احمد: ۱۲۹۸۱)۔
(اگر قیامت قائم ہونے لگے اور اس کے ہاتھ میں کوئی پودا ہو جسے وہ قیامت قائم ہونے سے پہلے لگا سکتا ہو تو اس کو لگا دینا چاہیے)۔
زمین کو آباد کرنے کے سلسلے میں ارشاد ہے:

(۴) ''من أحيا أرضا ميتة فهي لها ما أكلت العافية منه فهو له صدقة'' (أيضا: ۱۵۰۸۱)۔
(جو کوئی افتادہ زمین کو آباد کرے تو اس پر اسی کا حق رہے گا اور جو چرند پرند اس سے کھائیں گے تو وہ اس کی جانب سے صدقہ ہوگا)۔

(۵) ''من كانت له أرض فليزرعها أو ليمنحها أخاه'' (صحيح البخاري: ۲۶۳۲)۔
(جس کے پاس زمین ہو یا تو وہ خود کھیتی کرے ورنہ اپنے کسی بھائی کو دیدے)۔

ماحولیات کی حفاظت کے تعلق سے فقہ اسلامی کے اصول واحکام:

(۱) قومی املاک سے ہر شخص کو انتفاع کا حق حاصل ہوتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ تصرف دوسرے کے ضرر کو مستلزم نہ ہو، چنانچہ مجلۃ الاحکام العدلیۃ کی دفعہ/ ۹۲۶ میں ہے:

''لكل واحد حق المرور في الطريق العام ولكن بشرط السلامة يعني أنه مقيد بشرط أن لا يضر أحد غيره في الحالات التي يمكن التحرز منها واجتنابها'' (درر الحكام في شرح مجلة الأحكام ۲/ ۶۲۱)۔
(عام راستہ پر ہر شخص کو چلنے کا حق حاصل ہے بشرطیکہ (ضرر سے) سلامتی ہو، یعنی یہ اس شرط کے ساتھ مقید ہے کہ دوسرے کو ضرر لاحق نہ ہو، ان حالات میں جہاں اس سے بچنا ممکن ہو)۔

مذکورہ اصول کے مطابق قومی املاک میں ایسا تصرف جائز نہیں جو فضائی آلودگی کا سبب بنے۔

(۲) مالک اپنی ملکیت سے اپنی مرضی کے مطابق تصرف کا حق رکھتا ہے، البتہ شرط یہ ہے کہ وہ تصرف شرعاً مباح ہو، اور ضرر کو مستلزم نہ ہو، چنانچہ زیلعی نے شرح کنز میں لکھا ہے:

اگر کوئی شخص اپنے گھر میں روٹی کے لئے مستقل تنور بنائے جیسے کہ ہوٹلوں میں ہوتا ہے یا غلہ پسائی کے لئے چکی لگائے یا دھوبیوں کے لئے گھاٹ بنائے تو یہ جائز نہیں؛ کیوں کہ اس میں پڑوسیوں کے لئے کھلا ہوا ضرر ہے (تبیین الحقائق ۴/۱۹۶، کتاب القضاء، باب مسائل شتی)۔

(۳) اگر ضرر سے احتراز ممکن نہ ہو تو اس کا تحمل کیا جائے گا، چنانچہ فقہاء نے یہ جزئیہ ذکر کیا ہے: اگر راستہ پر چوپایے کے چلنے سے غبار اڑے اور کسی کا سامان خراب ہو جائے تو اس کا اعتبار نہیں، بدائع الصنائع میں ہے:

'' والأصل أن السير والسوق والقود فی طريق العامة مأذون فيه بشرط سلامة العاقبة ...... إلا إذا كان مما لا يمكن الاحتراز عنه بسد باب الاستطراق على العامة ولا سبيل إليه سقط اعتبازه والتحق بالعدم ولهذا أسقط اعتبار ماثار من الغبار من مشي الماشي حتى لو أفسد متاعا لم يضمن ، وكذا ما أثارت الدابة بسنابكها من الغبار والحصى الصغار ، ولا ضمان فيه لما قلنا كذا ہذا'' (بدائع الصنائع ، كتاب الجنايات ، وجوب الدية ۷/ ۲۷۳)۔

(اصول یہ ہے کہ عام راستہ چلنے، سواری کو ہانکنے، چلانے کی اجازت ہے، بشرطیکہ نتیجہ (ضرر) سے سلامتی ہو، مگر جب اس سے احتراز ممکن نہ ہو کہ عام لوگوں کے لئے راستہ بند کر دیا جائے اور کوئی دوسرا راستہ نہ ہو، تو اس ضرر کا اعتبار نہیں وہ کالعدم ہے، اسی وجہ سے اگر چلنے سے غبار اڑے اور سامان خراب ہو، تو اس کا اعتبار نہیں اور وہ اس کا ضامن نہیں ہوگا، اسی طرح چوپایہ اپنے کھر سے گرد یا چھوٹی کنکریاں اڑائے، اس صورت میں کوئی ضمان نہیں اس وجہ سے جو ہم نے بیان کی، وہی حکم یہاں بھی ہے۔

یہی حکم اس زمانے میں گاڑیوں سے نکلنے والے دھویں کا ہوگا؛ کیوں کہ اس سے کوئی مفر نہیں، لیکن جدید ٹیکنکل کے ذریعہ اس میں کمی ممکن ہو یا گاڑی کی خرابی کی وجہ سے معمول سے زائد دھواں نکلنے تو قواعد کا مقتضی یہ ہے کہ اپنی حیثیت کے مطابق ان جدید وسائل کو اختیار کرنا اور گاڑی کی اصلاح کرانا لازم ہوگا۔

(۴) عام ضرر کو دفع کرنے کے لئے خاص ضرر کا تحمل کیا جائے گا۔ مثلاً فقہاء نے تصریح کی ہے کہ کپڑا فروشوں کے درمیان اگر کوئی شخص ہوٹل کھولے یا لوہاری کے لئے بھٹی لگائے، تو اس کو روکا جائے گا (دیکھئے: القواعد الفقہیہ وتطبیقاتہا فی المذاہب لمحمد مصطفی الزحیلی ۱/ ۲۳۶)۔

اس لحاظ سے آبادیوں کے درمیان کارخانہ قائم کرنے سے روکنا شرعاً درست ہوگا۔

(۵) شدید ضرر کے ازالہ کے لئے خفیف ضرر کا تحمل کیا جائے گا، جیسے اگر آبادی میں شریر جانور ہوں جو کھیت وباغ کو برباد کر رہے ہوں، تو حکم ہے کہ مالک کے نہ چاہتے ہوئے بھی انہیں ایسے مقام پر فروخت کیا جائے گا، جہاں کوئی کھیت یا باغ نہ ہو کہ اس کی بربادی کا اندیشہ ہو (أیضاً ۱/ ۲۳۳)۔

اس اعتبار سے جو گاڑیاں انجن کی خرابی کی وجہ بہت زیادہ فضا کو متاثر کرتی ہوں، اس کے چلانے پر پابندی عائد کرنا درست ہے، اسی طرح بجائے ڈیزل کے اگر گیس کے استعمال کو لازم کر دیا جائے تو شرعاً اس پر عمل واجب ہے، اور دیانۃً تو اپنی حیثیت کے مطابق بہر حال لازم ہے۔

(۶) عام حالات میں دفع مضرت جلب منفعت سے مقدم ہے (أیضاً ۱/ ۲۳۶)، لہذا ارزاں ایندھن کے مقابلے میں اگر گراں ایندھن میں آلودگی سے حفاظت ہے تو صاحب حیثیت شرعاً اس کی ترجیح کا مکلف ہوگا۔

(۷) ضرر کو حتی الامکان دفع کیا جائے گا، اس میں یہ بھی داخل ہے کہ پلاسٹک کی تھیلیوں اور ماحولیات کو متاثر کرنے والی تمام چیزوں کا استعمال حتی الامکان کم کرنا شرعاً مطلوب ہے۔

(۸) حکام کی طرف سے مفاد عامہ کی خاطر دیا جانے والا حکم واجب الاطاعت ہے۔

الغرض شریعت کے رمز شناس فقہاء کے تخریج کردہ یہ قواعد ماحولیاتی آلودگی سے تحفظ کے لئے رہنما خطوط ہیں۔

موضوع سے متعلق چند سوالات کے جوابات:

مذکورہ تمہیدی اور اصولی بحث کے بعد ان سوالات کے جوابات ذکر کئے جاتے ہیں جو فقہ اکیڈمی کی طرف سے موصول ہوئے:

۱۔ چونکہ دفع مضرت شرعاً مقدم ہے، لہذا اس میں کوئی شک نہیں کہ بے ضرر یا کم ضرر والے وسائل کو استعمال کرنا مستحسن ہے، جب کہ اس کے مہیا کرنے پر قدرت ہو، لیکن قدرت کے باوجود استعمال کرنا درست ہے یا نہیں تو اس سلسلہ میں اصولی طور پر مندرجہ ذیل تفصیل ہے:

(الف) اگر ضرر ضرر فاحش اور یقینی ہو تو اس کا استعمال جائز نہیں، اور یہی حکم اس صورت میں بھی ہے، جب کہ ضرر فاحش کا ظن غالب ہو؛ کیوں کہ عمومی احوال میں شرعاً ظن یقین کے قائم مقام ہے۔

(ب) اگر ضرر موہوم ہو تو اس کا استعمال ناجائز نہیں ہوگا، جیسے سورج کی تپش سے گرم ہوئے پانی کا استعمال جائز ہے، وہاں دوسرا پانی موجود ہو تو زیادہ سے زیادہ اس کا استعمال مکروہ ہوگا؛ کیوں کہ یہ ضرر نادر ہے اور غالب سلامتی ہی ہے (مواہب الجلیل فی شرح مختصر خلیل ۱/ ۷۹)۔

مذکورہ ایندھن کا ضرر ضرر فاحش و بین نہیں اور نہ ہی یقینی و مظنون ہے؛ کیوں کہ برسوں سے ان کا استعمال چلا آرہا ہے، اس کے باوجود ابتلائے ضرر کے واقعات سامنے نہیں آئے، لہذا قدرت کے باوجود ان کا استعمال درست ہے۔

"مالا یستلزم الضرر إلا نادرا، لایحرم الاقدام علیه لغلبة السلامة، بخلاف ما استلزمه غالبا، فإن الاقدام علیه ممتنع، لأن الشرع أقام الظن مقام العلم فی أکثر الأحکام" (امداد الفتاوی بحوالہ مروجہ سیاست کے شرعی احکام - از مفتی زید ندوی، ص/ ۵۷)۔

جو چیز ضرر کو مستلزم نہ ہو، مگر نادر حالات میں، اس کو اختیار کرنا حرام نہیں، کیوں کہ سلامتی غالب ہے، برخلاف اس چیز کہ جو اغلبی طور پر ضرر کو مستلزم ہو، تو اس کو ابتداءً اپنانا جائز نہیں؛ کیوں کہ شریعت نے اکثر احکام میں ظن کو علم کے قائم مقام کیا ہے۔

۲۔ اگر حکومت کسی خاص گاڑی کے لئے گیس کے استعمال کو لازم قرار دے، تو اس قانون پر عمل کے باب میں اصول یہ ہے:

(الف) اگر وہ حکم ایسا ہو کہ اس میں عام لوگوں کی مصلحت ہے، تو اس میں حاکم کی اطاعت ظاہراً و باطناً واجب ہے، یعنی حاکم کو اطلاع نہ ہو تو پھر بھی واجب ہے۔

(ب) اگر حکم کی خلاف ورزی میں عام ضرر نہیں تو صرف ظاہراً حاکم کی اطاعت واجب ہے تاکہ فتنہ نہ ہو، باطناً واجب نہیں؛ کیوں کہ اپنے نقصان کے التزام کا ہر شخص کو اختیار ہے۔

اس اصول کے مطابق مذکورہ قانون پر عمل شرعاً واجب ہوگا، کیوں کہ اس سے مفاد عامہ وابستہ ہے۔

اور اگر قانون نہ ہو تو کم آلودگی والے ایندھن کو ترجیح دینا شرعاً مستحسن ہوگا، واجب نہیں، البتہ ضرر کی نوعیت کے اعتبار سے حکم مؤکد ہوگا۔

۳۔ اس صورت کا حکم بھی مذکورہ تفصیل کے مطابق ہے، جہاں حکومت کی طرف سے استعمال کی ممانعت ہے، وہاں استعمال کرنا شرعاً جائز نہیں، اور حکومت کی طرف سے پابندی نہ ہونے کی صورت میں بھی دفع ضرر کی غرض سے کم دھویں والے روشنی کے آلات استعمال کرنا شرعاً مطلوب ہوگا۔

۴۔ صاحب استطاعت افراد واشخاص اور قومی ملی اداروں کے لئے آلودگی سے محفوظ شمسی توانائی کا استعمال یقیناً شرعی نقطۂ نظر سے مستحسن عمل ہے۔

۵۔ شرعاً مذکورہ قوانین کی خلاف ورزی کرنا جائز نہیں، فقہاء نے بھی ان جزئیات سے تعرض کیا ہے، فتاوی ہندیہ میں ہے:

"أراد أن یبنی فی داره تنور الخبز الدائم کما یکون فی الدکاکین، أو رحی للطحن، أو مدقاق القصارین لم یجز، لأن ذلك یضر بجیرانه ضررًا فاحشا لایمکن التحرز عنه" (ہندیہ ۳/ ۴۳۵، ادب القاضی، الباب الثالث والثلاثون فی المتفرقات، تبیین الحقائق ۴/ ۱۹۶، کتاب القضاء، باب مسائل شتی)۔

(اگر کوئی شخص اپنے گھر میں روٹی کے لئے مستقل تنور بنائے جیسے کہ ہوٹلوں میں ہوتا ہے یا غلہ پسائی کے لئے چکی لگائے یا دھوبیوں کے لئے گھاٹ بنائے تو یہ جائز نہیں؛ کیوں کہ اس میں پڑوسیوں کے لئے کھلا ہوا ضرر ہے)۔

"تحفۃ المحتاج" میں ہے: "ومنه حداد بین بزازین فخرج نحو معمل النشادر فیضمن فاعله بین الأبنیة ما تولد منه و مثله معمل البارود" (تحفة المحتاج فی شرح المنهاج ۶/ ۲۱۰، کتاب احیاء الموات و حواشی الشروانی)۔

(جب مالک کا تصرف اپنی ملکیت میں غیر معتاد اور ضرر رساں ہو تو موجب ضمان ہے، اسی بابت فرماتے ہیں: اسی میں لوہار داخل ہے جو کپڑا فروشوں کے درمیان دوکان لگائے، اس سے اس کے خلاف صورتیں نکل گئیں، جیسے نوشادر کا کارخانہ، لہذا آبادی کے درمیان یہ کام کرنے والا ان سے پیدا ہونے والے نقصان کا ذمہ دار ہوگا، اسی قبیل سے بارود کا کارخانہ ہے۔

حاصل یہ ہے کہ کارخانوں کے تعلق سے یہ ہدایات مصالح عامہ کی خاطر ہے، اس کی خلاف ورزی میں عام لوگوں کے حق میں واضح ضرر ہے، لہذا ایسے قانون کی پابندی شرعاً لازم ہے، اس کی خلاف ورزی جائز نہیں۔

۶۔ شریعت میں ایسا کوئی عمل جائز نہیں جو دوسروں کی ایذا کا سبب بنے، اس سلسلہ میں شریعت نے مختلف طریقے سے ہدایات دی ہیں۔

(الف) ''من ضار ضار اللہ بہ، ومن شاق شاق اللہ علیہ'' (الترمذی: ۱۹۴۵، ابن ماجہ: ۲۳۴۲)۔
یعنی دوسروں کا ضرر پہنچانا یا ضرر و ایذا کا سبب بننا نتیجۃً خود اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا و آخرت میں ضرر میں مبتلا کرنا ہے۔

(ب) ''لا ضرر و لا ضرار فی الاسلام'' (ابن ماجہ: ۲۳۴۱)۔
یعنی اسلام میں ضرر کا کوئی گوشہ ہی نہیں، نہ اللہ نے اپنے بندوں کو ضرر میں مبتلا کیا، اور نہ کسی کو حق ہے کہ وہ دوسروں کو ضرر میں مبتلا کرے۔

(ج) ''الایمان بضع و سبعون شعبۃ، فأفضلها قول لا إله إلا الله، وأدناه إماطة الأذى عن الطريق، والحياء شعبة من الایمان'' (البخاری ص/ ۹۱، مسلم ص/ ۳۵۱)۔
یعنی دوسروں سے تکلیف کو دور کرنے کی کوشش کرنا مستقل ایمان کا ایک شعبہ اور اسلام کا ایک باب ہے۔

(د) ''لقد رأيت رجلا يتقلب في الجنة شجرة قطعها من الطريق كانت تؤذي الناس'' (مسلم: ۱۹۱۴)۔
یعنی تکلیف کا ازالہ جنت کے داخلہ کا ایک اہم سبب ہے۔

(ھ) ابو ہریرہؓ نے سوال کیا: ''یا نبی اللہ علمنی شیئا انتفع بہ، قال: اعزل الأذی عن طریق المسلمین'' (مسلم: ۱۹۱۵)
یعنی یہ علم کا ایک باب ہے، جس کی تعلیم و تعلم اور نصیحت کا اہتمام کیا جائے۔

(و) ''دخلت امراۃ فی النار فی ہرۃ'' (مسلم: ۲۶۱۹)۔
یعنی دوسروں کو تکلیف دینا اتنا سنگین گناہ ہے کہ محض یہی ایک گناہ جہنم میں داخلہ کا سبب بن سکتا ہے۔

(ز) ''من آذی المسلمین فی طرقھم وجبت علیہ لعنتھم'' (طبرانی)۔
یعنی وہ شخص لعنت کا مستحق ہے جو دوسروں کو ایذا پہنچانے والا کام کرے۔

الغرض دوسروں کی ایذا کا سبب بننے والے تمام کام شرعاً حرام ہیں، اور اسلام نے مختلف احکام وہدایات کے ذریعہ اس کے تمام راستے مسدود کئے ہیں، اس لئے ذبیحہ کے فضلات اور نہ کھائے جانے والے اجزاء کو ایسی جگہ ڈالنا جو لوگوں کے لئے ایذاء کا سبب بنے، جس سے فضا مسموم و متعفن ہو شرعاً حرام ہے۔

انسانی اجزاء کی طرح جانور کے اجزاء قابل احترام نہیں، اسی لئے شریعت نے صراحتاً تو ان کی تدفین کا حکم نہیں دیا لیکن مذکورہ ارشادات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آبادی کو ایذا سے اور فضا کو آلودگی سے بچانے کے لئے ان اجزاء کو زمین میں یا تو دفن کر دیا جائے، یا آبادی سے دور ایسے مقام پر ڈال دیا جائے کہ اس کی وجہ سے آبادی میں تعفن نہ پھیلے، اور حکومت کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کا پائیدار نظم کرے۔

۷۔ اس کے متعلق یہی شرعی ہدایت ہوگی کہ حتی الامکان پلاسٹک وغیرہ ایسی چیزوں کے استعمال سے بچا جائے جو فضا کی آلودگی کا سبب بنتی ہیں، خصوصاً جب کہ اس کے بہت متبادل ذرائع و وسائل بھی موجود ہیں۔

۸۔ ماقبل میں ایک بات گذر چکی ہے کہ حکومت کا جو قانون مصالح عامہ کی غرض سے ہو اس کی خلاف ورزی جائز نہیں، لہذا ایئر پورٹ عوامی مقامات اور دیگر اسموکنگ زون میں سگریٹ وغیرہ کا استعمال شرعاً بھی ممنوع ہوگا، اور فی نفسہ ان مضر صحت چیزوں کا استعمال مکروہ ہے، بلکہ اس سے بچنا واجب

ہے، جب کہ یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ یہ صحت کے لئے نقصان دہ ہے، الفقہ المیسر میں ہے:

"وقد وجد علماء الطب و الباحثون خلال القرن العشرين دليلا متزائدا على أن التدخين يعرض صحة الانسان للخطر ويعد التدخين من الأسباب الرئيسية للأمراض العديدة المهددة للحياة" (الفقه الميسر لمجموعة من المؤلفين (۱۳/ ۴۴)، تفصیل کے لئے دیکھئے: الموسوعة الفقهية الكويتية (۱۵/ ۱۵۱)، الفقه الاسلامي وادلته (۷/ ۵۵۰۶)۔

(بیسوی صدی کے دوران علماء طب اور محققین نے ایک مزید تحقیق پیش کی کہ سگریٹ نوشی سے انسانی زندگی کو خطرہ لاحق ہوجاتا ہے، نیز سگریٹ نوشی کو انسانی زندگی کے لیے متعدد مہلک بڑی بڑی بیماریوں کا سرچشمہ شمار کہا گیا ہے)۔

حتی کہ علماء کی ایک بڑی جماعت نے اس کے استعمال کو حرام قرار دیا ہے، اور محمد بن جعفر کتانی نے اپنی کتاب "حکم التدخين عند الائمة الاربعة وغيرہم" میں اس کی حرمت پر سترہ دلیلیں قائم کی ہیں۔

۹۔ حدیث میں ہے: "إذا أراد أحدكم أن يبول فليرتد لبوله موضعا" (ابوداؤد: ۳) (جب کوئی پیشاب کرنا چاہے تو اس کے لئے مناسب جگہ تلاش کرے)، اسی حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بیان کیا ہے کہ آپ نے پیشاب کرنے کے لئے ایک کنارے پر نرم جگہ کو اختیار کیا۔

دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پبلک مقامات پر قضائے حاجت کرنے سے منع فرمایا اور اس کو موجب لعنت عمل قرار دیا:

"اتقوا اللاعنين قالوا: وما اللاعنان يا رسول الله؟ قال: الذى يتخلى فى طريق الناس أو ظلهم" (ابوداؤد: ۲۵) (دو موجب لعنت عمل سے بچو، صحابہ نے عرض کیا: وہ کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا عمل جو لوگوں کے راستہ میں یا ان کے سایہ میں قضائے حاجت کرے)۔

حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ایسی جگہ پیشاب فرمایا جہاں کوڑا کرکٹ ڈالا جاتا تھا۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ عوامی مقامات جیسے ریلوے اسٹیشن، بس اسٹینڈ اور ایسے مقامات پر پیشاب وغیرہ کرنا یا دوسروں کی ایذا کا سبب بنتا ہے اور جس سے ماحول آلودہ ہو جائز نہیں، بلکہ قضائے حاجت اور فضلات وغیرہ پھینکنے کے لئے انہیں جگہوں کو استعمال کرنا واجب ہے جو خاص اسی مقصد کے لئے متعین کی جاتی ہیں۔

۱۰۔ تھوکنے کے آداب واحکام کے سلسلے میں متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں:

(الف) "البزاق فى المسجد خطيئة وكفارتها دفنها" (البخاری: ۴۱۵) مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ اس کو دفن کردینا ہے۔

(ب) "إذا تنخم أحدكم فى المسجد فليغيب نخامته أن تصيب جلد مؤمن أو ثوبه فتؤذيه" (مسند احمد: ۱۵۴۳)
(جب تم میں سے کوئی مسجد میں ناک صاف کرے تو وہ اپنی ریزش کو چھپادے، کہیں وہ کسی مومن کے جسم یا کپڑے پر لگ کر اس کے لیے تکلیف کا سبب نہ بن جائے)۔

(ج) "لا يتفلن أحدكم بين يديه ولا عن يمينه ولكن عن يساره أو تحت رجله" (البخاری: ۴۱۲)
(تم میں سے کوئی اپنے سامنے اور داہنی طرف نہ تھوکے، البتہ اگر تھوکنا ہو تو بائیں طرف یا اپنے پیر کے نیچے تھوکے)۔

(د) "ان النبى ﷺ أخذ طرف ردائه فبصق فيه فرد بعضه على بعض" (النسائی: ۳۰۸)۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چادر کا کونا پکڑا اور اس میں تھوکا پھر اس کو مَل دیا۔

(ہ) "رأى نخامة فى المسجد فغضب حتى احمر وجهه الحديث" (ابن ماجہ: ۷۶۲)۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلغم کو مسجد میں دیکھا اور ناراض ہو گئے حتی کہ آپ کا رخ انور سرخ ہوگیا۔

ان احادیث سے چند ہدایات مستفاد ہوتی ہیں:

(۱) مسجد اور متبرک مقام پر تھوکنا تعظیم کے خلاف ہے۔ (۲) قبلہ کی جانب تھوکنا درست نہیں ہے۔

(۳) دائیں طرف تھوکنے کی ممانعت نماز کے ساتھ خاص ہے یا عام ہے؟ اس سلسلے میں دونوں رائیں ہیں، حضرت انسؓ کے متعلق منقول ہے:

''انه يكره أن يبصق عن يمينه وليس في الصلوة'' یہی معاذ بن جبل اور عمر بن عبدالعزیز وغیرہ سے منقول ہے۔

(۴) بائیں طرف تھوکنا چاہئے، البتہ بعض روایت میں زیادتی ہے، بشرطیکہ بائیں طرف کوئی نہ ہو، اس سے معلوم ہوا کہ کسی کے سامنے یا اس کی طرف رخ کر کے تھوکنا درست نہیں۔

(۵) اگر تھوکنے کی کوئی مناسب جگہ نہ ہو تو تھوک کو رومال وغیرہ میں لے لینا چاہئے۔

(۶) مسجد میں تھوکنے کی ممانعت پر وجہ ارشاد فرمائی کہ یہ دوسروں کی تکلیف کا سبب ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ پبلک مقامات پر تھوکنا اولاً تو نظافت کے تقاضے کے خلاف ہے، نیز یہ بہت سے لوگوں کی ایذا کا بھی سبب ہے، خصوصاً جب کہ جگہ کو فضا کو ملوث وآلودہ کرے، لہذا حکومت کے ایسے قانون کی رعایت شرعاً بھی ضروری ہے۔

۱۱۔ حضرت تھانویؒ نے انسانی ضروریات کے چار درجات بیان کئے ہیں، مثلاً مکان کے متعلق فرماتے ہیں:

(۱) رہائش: یعنی مکان رہائش کے قابل ہو جو بنیادی ضروریات کو پورا کر سکے، اور ایک ادنی درجے کے سادہ مکان میں بھی پوری ہو سکتی ہیں۔

(۲) آسائش: یعنی اپنی حیثیت کے مطابق آرام دہ اور راحت کے قابل بنایا جائے۔

(۳) آرائش: آرام دہ ہونے کے ساتھ مناسب انداز سے خوبصورت بنایا جائے، کہ دیکھ کر خوشی ومسرت حاصل ہو۔

(۴) نمائش: نقش ونگار اور آرائش کا مقصد اگر تفاخر ہے تو یہ نمائش ہے۔

یہ درجات سب ضروریات پر منطبق ہوں گے، اول درجہ مطلوب ہے، جس میں قدرے ضرورت پر اکتفا ہے، اور یہی آپ ﷺ کا پسندیدہ طریقہ ہے۔ دوسرا درجہ گنجائش کی صورت میں مباح اور جائز ہے، کسی بھی درجے میں قابل مذمت نہیں۔ تیسرا درجہ مباحات میں توسع ہے، اپنی حیثیت کے مطابق اس کی بھی گنجائش ہے، آپ ﷺ کے سامنے عرض کیا گیا: ''ان الرجل يحب أن يكون ثوبه حسنا ونعله حسنا'' اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان الله جميل يحب الجمال'' (صحیح مسلم، رقم: ۲۶۵)، البتہ اس کا اہتمام اور اس میں حدود سے تجاوز اسراف میں داخل ہے، بلکہ اگر تفاخر اور دوسروں کی تحقیر کے ساتھ ہو تو حرام ہے؛ چنانچہ اسی حدیث میں مزید یہ لفظ ''الكبر بطر الحق وغمط الناس'' (تکبر یہ ہے کہ حق بات کو ٹھکرا دیا جائے اور لوگوں کی تحقیر کی جائے)۔ اس سے معلوم ہوا کہ آسائش کے لئے مختلف مشینی اشیاء کا استعمال فی نفسہ جائز ہے، البتہ ضرورت سے زائد استعمال اسراف میں داخل ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے۔ بالخصوص جب کہ ان چیزوں کی کثرت اور کثرتِ استعمال ماحول کو متاثر کرتا ہو، اور بہت سے نقصانات کو جنم دیتا ہو تو اجتناب ہی کی تلقین کی جائے گی، اور قدرے ضرورت ہی پر اکتفا کو ترجیح دی جائے گی۔

۱۲۔ (الف) بلاضرورت جنگلات اور درختوں کو کاٹنا شرعاً ممنوع ہے، اس سلسلے میں مندرجہ ذیل نصوص وارد ہوئی ہیں:

(۱) ''وإذا تولى سعى في الأرض ليفسد فيها ويهلك الحرث والنسل والله لا يحب الفساد'' (سورۃ البقرۃ: ۲۰۵)۔

(اور جب اٹھ کر جاتا ہے تو زمین میں اس کی دوڑ دھوپ اس لئے ہوتی ہے کہ وہ اس میں فساد مچائے، اور فصلیں اور نسلیں تباہ کرے، حالانکہ اللہ تبارک وتعالی فساد کو پسند نہیں کرتا)، اس آیت کریمہ میں ناحق حیوانات اور نباتات کو تلف کرنے پر سخت وعید وارد ہوئی ہیں۔

قرآن کے اس بیان کے مطابق یہ فساد فی الارض ہے۔

(۲) ''من قطع سدرة صوب الله رأسه في النار'' (ابوداؤد: ۵۲۳۹)۔

(جس نے بیری کا درخت (ناحق) کاٹا، اللہ تعالی اس کے سر کو جہنم میں جھکا دیں گے)، ہناد کے بقول ناحق ظلم ڈھانا اور تعدی کرنا مراد ہے۔

فقط دنیوی نہیں بلکہ اخروی عذاب کا بھی سبب ہے۔

(۳) ''من قتل صغيرا أو كبيرا أو أحرق نخلا أو قطع شجرة مثمرة ... لم يرجع كفافا'' (مسند احمد: ۲۲۳۶۸)۔

(لشکر کو جن ہدایات کے ساتھ روانہ کیا جاتا تھا ان میں ایک اہم ہدایت یہ بھی ہوتی تھی کہ باغ اور کھیت کو نہ اجاڑیں، اور جو ایسا کرے گا اسے جہاد کا بقدر کفاف بھی ثواب نہ ملے گا)۔

ان روایات کا مقتضی یہ ہے کہ ناحق اور بلاضرورت درختوں کو کاٹنا اور صحرا کا استحصال کرنا شرعاً جائز نہیں، البتہ رہائش کی ضرورت بھی شرعاً ایک مسلم ضرورت ہے، لہذا یہ ضرورت اگر واقعتاً ہو تو اس غرض سے کھیت و باغ کو رہائشی پلاٹ میں تبدیل کرنا جائز ہوگا، جیسے آپ ﷺ نے مدینۃ المنورہ میں مسجد کی غرض سے درختوں کو کاٹنے کا حکم دیا تھا (البخاری: ۳۹۳۲)۔

(ب) اسلام نے کاشتکاری کی تاکید فرمائی، اور شجرکاری کی ترغیب دی، اس سلسلہ میں کچھ روایات ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

(۱) "من كانت له أرض فليزرعها أو ليمنحها أخاه" جس کے پاس زمین ہو یا تو وہ خود کھیتی کرے ورنہ اپنے کسی بھائی کو دیدے۔

اس میں تاکید ہے کہ زمین بے کار نہ رہے، یا تو خود مالک اس میں کاشت کرے، یا کسی کو عاریۃً دیدے، تاکہ وہ اسے آباد کرے۔

(۲) "من أعمر أرضا ليست لأحد فهو أحق" (البخاری: ۲۳۳۵، باب من أحيا أرضا مواتا)۔

جس کسی نے افتادہ زمین کو آباد کیا جو کسی کی نہ ہو تو وہ اس کا مالک ہے۔ اس روایت میں افتادہ زمین کی آبادی کو ملکیت کا سبب قرار دیا ہے (جیسا کہ بعض فقہاء کا مسلک ہے)، یہ تحریض ہے اس پر کہ لوگ زیادہ سے زیادہ افتادہ زمین کو آباد کریں۔

(۳) حضرت عمرؓ نے یہ اعلان فرمایا تھا کہ اگر افتادہ زمین پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد کوئی اس کو تین سال تک آباد نہ کرے، تو وہ زمین اس سے واپس لے لی جائے گی (کتاب الخراج لأبی یوسف/ص ۷۷)۔

(۴) "ما من مسلم يغرس غرسا أو يزرع زرعا فيأكل منه طير أو إنسان أو بهيمة إلا كان له به صدقة" (البخاری: ۲۳۲۰) (جو کوئی مسلمان پودا لگائے یا کھیتی کرے اور کوئی پرندہ یا انسان یا جانور اس میں سے استعمال کرے تو یہ اس کے لئے صدقہ ہوگا)۔

یعنی کاشت اور شجرکاری سے مخلوق کو پہنچنے والا نفع کاشتکار کے حق میں صدقہ کا ثواب رکھتا ہے۔

(۵) "إن قامت الساعة وبيد أحدكم فسيلة، فإن استطاع أن لا يقوم حتى يغرسها فليفعل" (مسند احمد: ۱۲۹۸)۔

یعنی حتی الامکان ملنے والے موقع کو غنیمت جان کر اسے شجرکاری میں صرف کرے، اس سے زیادہ اور کیا ترغیب کا اسلوب ہوسکتا ہے۔

صوتی آلودگی:

۱۔ اپنی ملکیت میں ایسا تصرف جس میں دوسروں کے لئے کھلا ہوا ضرر ہو جائز نہیں، لہذا مشینریوں کا یہ شور لامحالہ اہل محلہ کے لئے باعث ضرر ہے، اس لئے فی نفسہ بھی درست نہیں، اور جب مصالح عامہ کی خاطر حکومت کی طرف سے قانون ہو کہ یہ کارخانے آبادی سے باہر قائم کئے جائیں، تو اس کی خلاف ورزی جائز نہیں ہوگی۔

۲۔ جب یہ امر صوتی آلودگی کا باعث ہے، جس میں ضرر عام ہے، نیز دوسروں پر دہشت طاری کرنے کا سبب ہے، تو ایسے تیز آواز والے ہارن کا استعمال اور بلاضرورت اس کا استعمال شرعاً جائز نہیں ہوگا۔ ایک روایت میں ہے:

"لا يحل لمسلم أن يروع مسلما" (ابوداؤد: ۵۰۰۴)، کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ دوسرے مسلمان پر دہشت مسلط کرے۔

علامہ مناوی فرماتے ہیں: "ولو هازلا لما فيه من إدخال الأذى والضرر عليه" (فیض القدیر ۶/ ۴۴۷، رقم: ۹۹۵۸)۔

یعنی مزاحاً بھی درست نہیں، اس لئے کہ یہ دوسرے کی تکلیف کو مستلزم ہے۔

۳۔ یہ بھی مذکورہ دونوں وجہ کی بنا پر جائز نہیں۔

۴۔ یہ صورت حال فی نفسہ بھی منکر ہے، اور جب قانون بھی اس کی اجازت نہ دیتا ہو تو اس کے عدم جواز میں کوئی شبہ نہیں۔ ☆☆☆

آلودگی کے مسائل، تجزیہ اور حل- شریعت کی روشنی میں

مولانا عبید اللہ ندوی[1]

تمہید:

انسان اللہ کی سب سے اشرف مخلوق ہے، ساری کائنات اسی کے لئے بنائی گئی ہے وہ اسے برتے، استعمال کرے، فائدہ اٹھائے لیکن برتنے اور استعمال کرنے میں اصول وضوابط کا خیال رکھے، من مانیاں نہ کرے، حدود سے تجاوز نہ کرے، خود فائدہ اٹھائے مگر دوسروں کو نقصان نہ پہنچائے، اپنے مفادات کیلئے دوسروں کے مفادات کو پامال نہ کرے، اپنا ضرر دور کرنے کیلئے دوسروں کو ضرر نہ پہنچائے، بحیثیت انسان اسے یہ حق حاصل ہے کہ وہ اللہ کی بے شمار نعمتوں اور قدرتی وسائل سے فائدہ اٹھائے، پرسکون ماحول میں زندگی گزارے، اسے پاکیزہ غذا، صاف وشفاف پانی اور صاف ستھری ہوا ملے، اور وہ آلودگی اور گندگی سے دور ونفور ہو، معاشرہ، مادی وروحانی ہر طرح کی آلائشوں سے محفوظ، اور ہر طرح کے فساد وبگاڑ سے مامون ہو۔

لیکن دوسری طرف حقیقت یہ ہے کہ انسان نے جس تیزی سے اپنے وسائل زندگی میں اضافہ کیا، اس نے اس تیزی سے ان وسائل کو استعمال کرنے کا ہنر نہیں سیکھا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج انسان کئی طرح کے ماحولیاتی مسائل سے گھرا ہوا ہے جو اس کی موجودہ اور آئندہ دونوں زندگیوں کے لئے خطرناک ہیں، اور ان ماحولیاتی خطرات سے بچنے کی اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں ہے کہ انسان اپنے رویہ میں تبدیلی لائے اور خدا کے بنائے ہوئے اصول زندگی اور قدرتی نظام پر چلے۔

اسلام نے ماحولیات کے تحفظ کا ایک جامع، مستقل نظام عطا فرمایا ہے، قرآن کریم نے ماحولیات کے تمام عناصر پر بڑے جامع انداز میں روشنی ڈالی ہے، چنانچہ قرآن میں سات سو سے زیادہ آیتیں ایسی ہیں جنکا براہ راست یا بالواسطہ ماحولیاتی مسائل سے تعلق ہے اور ان میں ایک سو ننانوے (۱۹۹) آیات ایسی ہیں جو زمین اور اس سے متعلقہ حقائق سے بحث کرتی ہیں، یہ تو ان آیات کا معاملہ ہے جو لوگوں کے سمجھ میں آگئی ہیں، ان کے علاوہ کتنی ایسی آیات ہوں گی جن میں ماحولیات کی طرف اشارے موجود ہوں گے، مگر ان اشاروں کو سمجھنے کیلئے جن سائنسی حقائق سے واقفیت ضروری ہے، اسکی کمی کی وجہ سے ہم ان اشاروں کو سمجھنے کے قابل نہیں، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شمار احادیث میں ماحولیات کی طرف واضح اشارے فرمائے ہیں اور فضائی، آبی اور صوتی ہر طرح کی آلودگی کے سدباب کی کوشش فرمائی ہے۔

اس وقت ماحولیات ایک عالمی مسئلہ بن چکا ہے (عجیب اتفاق ہے کہ یہ سطور لکھ رہا ہوں اور اخبار میں خبر آئی ہے کہ فرانس اور ایران نے ماحولیاتی تحفظ میں تعاون کے معاہدے پر دستخط کئے ہیں)، اور ضرورت ہے کہ اس سلسلہ میں اسلامی تعلیمات کو نمایاں کیا جائے، اس سے انسانیت کو روشنی بھی ملے گی اور شریعت اسلامی کی حقانیت، ابدیت اور آفاقیت کی دلیل بھی۔ سطور ذیل میں ہم اختصار سے انھیں باتوں کو پیش کرتے ہیں۔

ماحولیات کی تعریف:

ماحولیات سے مراد وہ تمام قدرتی اور کائناتی حقائق ہیں جن سے انسان متأثر ہوتا ہے یا انسان انکو متأثر کرتا ہے، ماحولیات کی سب سے زیادہ مشہور تعریف یہ ہے: ماحولیات ان حالات، وسائل اور تعاملات کا نام ہے، جو اس مقام پر وقوع پذیر ہوتے ہیں جہاں زندگی کا وجود ہے۔

(قرآن مجید اور عصر حاضر ص ۴۳۶)۔

ہمارے ملک میں ماحولیات کے تحفظ سے متعلق جو ایکٹ بنایا گیا ہے، جس کا نام ماحولیات (تحفظ) ایکٹ ۱۹۸۶ ہے، اس کی دفعہ دوشق الف میں

---

[1] استاذ الحدیث والادب دار العلوم ماٹلی والا بھروچ گجرات۔

ماحولیات کی جو تعریف کی گئی ہے وہ اس طرح ہے:

''ماحولیات میں پانی، ہوا اور زمین اور وہ باہمی تعلق شامل ہے جو پانی ہوا اور زمین اور بنی نوع انسان کے مابین اور دیگر جاندار مخلوقات، پودوں، خرد عضویہ اور جائیداد کے درمیان موجود ہے (انسانی حقوق، باب: ۱۹، ص: ۱۵۵)۔

ماحولیات کے ارکان:

ہمارے گرد و پیش کی ہر چیز ہمارے ماحول کا حصہ ہے، جس زمین پر ہم چلتے ہیں، جس کا پانی پیتے ہیں، جس ہوا میں سانس لیتے ہیں، جن جنگلوں، پہاڑوں، ریگستانوں میں سفر کرتے ہیں، جن دریاؤں، سمندروں، ندیوں کو پار کرتے ہیں، جن جھرنوں، آبشاروں کو دیکھ کر مسرور ہوتے ہیں، جن جانوروں سے ہم فائدہ اٹھاتے ہیں، کچھ پر سوار ہوتے ہیں، کچھ کو کھاتے ہیں، کچھ کو کھیتی اور دیگر کاموں میں استعمال کرتے ہیں، یہ سبھی ہمارے ماحول کا حصہ ہیں، یہ سب ماحول سے متاثر بھی ہوتے ہیں اور متاثر کرتے بھی ہیں، ماحول کے ان ارکان کو ہم جاندار اور بے جان زمروں میں تقسیم کر سکتے ہیں، اور اپنی سہولت کیلئے زمینی، آبی اور ہوائی ارکان میں بھی تقسیم کر سکتے ہیں۔ بعضوں نے اسے پانچ اقسام میں بھی تقسیم کیا ہے: زمینی، آبی، ہوائی، صوتی، اور بحری۔

ہوائی ارکان:

ہم جس ہوا میں سانس لیتے ہیں، چلتے پھرتے ہیں، اپنی زندگی کی صبح و شام بسر کرتے ہیں وہ کئی اقسام کی گیسوں کا ایک مکسچر ہے۔ اس ہوا میں حجم کے اعتبار سے 78.09% نائٹروجن 20.95% ، آکسیجن، 0.93% آرگن، 0.040% کاربن ڈائی آکسائیڈ اور بہت خفیف مقدار میں دیگر گیسیں پائی جاتی ہیں۔ اس میں لگ بھگ 1% آبی بخارات بھی شامل ہوتے ہیں؛ تاہم ان کی مقدار مقام کے اعتبار سے بدلتی رہتی ہے۔ درجۂ حرارت اور نمی کی موجودگی کا براہ راست اثر ہوا میں موجود آبی بخارات پر پڑتا ہے۔

ہوا میں موجود گیسوں میں سے دو گیسیں آکسیجن اور کاربن ڈائی آکسائیڈ زندگی کے وجود اور بقا کے لیے بے حد اہم ہیں۔ آکسیجن کی مدد سے ہر جاندار چاہے وہ پیڑ پودا ہو یا جانور (بمع انسان) یا پھر آنکھ سے نظر آنے والا خوردبینی جاندار، سبھی اپنی غذا تحلیل کر کے توانائی حاصل کرتے ہیں۔ اس کے بغیر جانداروں کی اکثریت ہلاک ہو جائے گی۔ جب جانور سانس لیتے ہیں تو ہوا کے ساتھ آکسیجن گیس بھی داخل ہوتی ہے اور خون میں شامل ہو کر تمام جسم میں پھیل جاتی ہے۔ جسم کے گوشے گوشے میں جا کر ہر سیل (جاندار کی بنیادی اکائی) تک پہنچ جاتی ہے۔ سیل (CELL) کی سطح میں غذا کو تحلیل کر کے توانائی اور کاربن ڈائی آکسائیڈ بناتی ہے۔ یہ عمل بھی کیمیائی اور ایک طرح کا احتراقی (COMBUSTION) نوعیت کا ہوتا ہے جس میں گلوکوز کو جلایا جاتا ہے۔ کاربن ڈائی آکسائیڈ انسانوں اور دیگر جانوروں کے لیے زہریلی ہے اور جسم سے فوراً خارج کی جاتی ہے۔ جسم کے ہر سیل سے خون اس زہریلی گیس کو اکٹھا کر کے لاتا ہے اور پھیپھڑوں میں چھوڑ دیتا ہے جہاں سے یہ باہر نکلنے والے سانس کے ذریعہ باہر نکل جاتی ہے۔ یعنی یہ تمام کام اس مختصر سی مدت میں ہو جاتا ہے جس میں ہم سانس لیتے ہیں اور چھوڑتے ہیں۔

اس زہریلی گیس کو تحلیل کرنے کا زبردست نظم اللہ تعالیٰ نے ہرے پودوں کے ذریعے قائم کر رکھا ہے۔ ہرے پودے دن کے وقت اس زہریلی گیس کو جذب کرتے ہیں اور سورج کی توانائی کی مدد سے اس گیس کو پانی کے ساتھ ملا کر گلوکوز بناتے ہیں۔ یہ بھی ایک کیمیائی عمل ہے جس میں نہ صرف گلوکوز جو کہ ہر جانور کی بنیادی غذا ہے، بنتا ہے بلکہ آکسیجن گیس بھی بنتی ہے جس کو دن کے وقت ہرے پودے ہوا میں خارج کرتے ہیں، گویا ہوا میں کاربن ڈائی آکسائیڈ اور آکسیجن کا باہم توازن ہرے پودوں اور جانوروں کی مدد سے قائم رہتا ہے۔

اس سلسلے کی دوسری اہم بات یہ ہے کہ جب کبھی بھی کسی بھی طرح کا ایندھن جلایا جاتا ہے تو اس عمل کے دوران کاربن ڈائی آکسائیڈ اور اسی قبیل کی دیگر زہریلی گیسیں پیدا ہوتی ہیں۔ اس طرح قدرتی ہوا میں ایندھن کے جلنے سے کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس مستقل شامل ہوتی رہتی ہے۔ موٹر گاڑیوں، کارخانوں، ریل گاڑیوں، ہوائی جہازوں کی وجہ سے فضا میں کاربن ڈائی آکسائیڈ مستقل بڑھتی رہتی ہے، علاوہ ازیں ایندھن کے جلنے سے اور کارخانوں سے خارج ہونے والی دیگر زہریلی گیسوں کی وجہ سے ہوا میں مسلسل کثافت کا اضافہ ہوتا رہتا ہے، ہوا میں موجود یہ تمام زہریلی گیس جب سانس کے ذریعے جانوروں اور انسانوں کے جسم میں داخل ہوتی ہیں تو مختلف قسم کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، جانوروں کے علاوہ پیڑ پودوں کو بھی یہ نقصان پہنچاتی ہیں، اسی وجہ

سے شہری آبادیوں کی ہوا بوجھل اور تھکان آمیز ہوتی ہے، اس کے برخلاف اگر ہم کسی جنگل یا ہریالی میں جائیں تو ہوا میں فرحت بخش تازگی کا احساس ہوتا ہے۔

فضائی آلودگی - مسئلہ اور حل:

فضا کی اہمیت:

کائنات کی عظیم اور نہایت اہمیت کی حامل مخلوقات میں جن پر تقریباً حیات انسانی کی بقا کا دارومدار ہے، "فضا" نمایاں مقام رکھتی ہے، اسی فضا میں میلوں تک چھایا ہوا "ہوا" کا غلاف ہے، ہم اپنی زندگی کے حرکات وسکنات کو برقرار رکھنے کے لئے فضا ہی سے چوبیس گھنٹے آکسیجن ((02 gas حاصل کرتے ہیں، یہ فضائے جانفزا ہی کا کرم ہے کہ کرۂ ارض پر جگہ جگہ سرد وگرم، ہلکی اور تیز ہوائیں چلتی رہتی ہیں، جس سے دن اور موسم بدلتے رہتے ہیں، اسی فضا کی وسعتوں میں نرم نازک ہوائیں چلتی ہیں جن کے دوش پر بادلوں کا قافلہ رواں دواں رہتا ہے اور اللہ تعالی حسب ضرورت کسی خطے اور علاقے کے باشندوں کو بارش کی رحمت سے نوازتے ہیں، ارشاد باری تعالی ہے: "هو الذی أرسل الریاح بشرا بین یدی رحمته" (سورۂ فرقان: ۴۸) (اور وہ ایسا ہے کہ اپنی باران رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ وہ خوش کر دیتی ہیں)، ایک دوسری جگہ ارشاد ہے: "هو الذی یرسل الریاح بشرا بین یدی رحمته حتی إذا أقلت سحابا ثقالا سقنه لبلد میت فأنزلنا به الماء فأخرجنا به من كل الثمرات" (سورۂ اعراف: ۵۷) (وہ ایسا ہے کہ اپنی باران رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ وہ خوش کر دیتی ہیں یہاں تک کہ جب وہ ہوائیں بھاری بادلوں کو اٹھا لیتی ہیں تو ہم اس بادل کو کسی خشک سرزمین کی طرف ہانک لے جاتے ہیں، پھر اس بادل سے پانی برساتے ہیں پھر اس پانی سے ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں)۔

اسی فضائے آسمانی میں پرندے اڑتے رہتے ہیں، بنی آدم ان کا شکار کر کے اپنی روزی کا سامان حاصل کرتا ہے اور اپنے جائز اور درست خواہشات کی تکمیل کے راستے ڈھونڈتا ہے اور پرندوں کی مختلف رومانی اور دلکش آوازوں سے فضا جاگ اٹھتی ہے، انسانی طبیعتوں میں نشاط اور ذہنوں میں بالیدگی پیدا ہو جاتی ہے، اللہ نے اپنے اس عظیم احسان کا ذکر قرآن میں یوں کیا ہے: "ألم یروا إلی الطیر مسخرات فی جو السماء ما یمسكهن إلا الله إن فی ذلك لآیات لقوم یؤمنون" (سورۂ نحل: ۷۹) (کیا لوگوں نے پرندوں کو نہیں دیکھا کہ آسمان کے میدان میں مسخر ہو رہے ہیں انکو کوئی نہیں تھامتا بجز اللہ کے، اس میں ایمان والوں کے کیلئے چند دلیلیں ہیں)۔

حاصل کلام یہ ہے کہ فضا میں پائی جانے والی مختلف قسم کی گیسیں، ہواؤں کا نرم وخرام اور کبھی آندھی طوفان کی شکل میں چلنا، موسموں کی حسب معمول تبدیلی، درجہ حرارت کا اتار چڑھاؤ اور بارشوں کا برسنا اور بادلوں کی گردش، یہ سب کچھ ایسا توازن بھرا نظام ہے جو انسانی حیات اور جانداروں کی زندگی کے لئے نہایت اہم ہے۔

فضائی آلودگی کیا ہے؟ {What is the air pollution}:

فضائی آلودگی {Air pollution} دراصل ہوا میں موجود بیرونی اجزاء کے شامل ہونے کو کہا جاتا ہے، ہوا میں شامل ہونے والے یہ بیرونی عوامل مختلف اقسام کے ہوتے ہیں جیسے دھول، گیس، بدبو، دھواں وغیرہ ذرات ہوا میں شامل ہو کر ہوا کے توازن کو بدل دیتے ہیں جس کی وجہ سے انسان، حیوانات اور نباتات متاثر ہوتے ہیں۔

فضائی آلودگی کی وجہ سے سانس کی بیماریاں، آنتوں کا کینسر، گردوں کے افعال میں خرابی، ہائی بلڈ پریشر، شب کوری وغیرہ امراض پیدا ہوتے ہیں نیز اختلاج اور نفسیاتی بیماریاں ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔

فضائی آلودگی کے ذرائع واسباب:

صحت مند زندگی گذارنے کے لئے صاف ہوا، صاف پانی، صحت مند غذا، اچھے کپڑے اور بیماریوں سے پاک محفوظ جگہ کی ضرورت ہے، لیکن جب سے انسان نے جدید ٹکنالوجی کی مدد سے لوہا، تانبا اور پیتل وغیرہ کے خام مواد کو زمین سے برآمد کرنا شروع کیا اور صنعتی سرگرمیوں کو فروغ دینے کیلئے ہزاروں

فیکٹریاں قائم کیں جن سے کاربن ڈائی آکسائیڈ، ہیڈروکاربن آکسائیڈ، نائٹروجن، سلفر، کیمیائی ذرات اور دھواں پیدا ہونا شروع ہوا، یہ تمام گیسیں آپس میں مل کر فضائی آلودگی کا سبب بنیں، ماحولیات کے ماہرین کا کہنا ہے کہ یہ گیسیں بنی نوع انسان، حیوانات اور نباتات غرض کہ سب کے لئے خطرناک ہیں؛ کیوں کہ ان سے کائنات کا کیمیائی ڈھانچہ بگڑ سکتا ہے۔

فضائی آلودگی کے یوں تو کئی ذرائع ہیں لیکن چند خاص اور اہم ذرائع درج ذیل ہیں:

ا۔صنعتی آلودگی {Industrial Pollution} ۲۔ذرائع حمل ونقل سے آلودگی {Vehicle Pollution}

۳۔زراعتی آلودگی {Agricultural Pollution} ۴۔گھریلو آلودگی {Domestic Pollutio}

ا۔صنعتی آلودگی:

شہروں میں صنعتی مہم پلاننگ نہ ہونے کی وجہ سے پانی کے نکاسی کا صحیح نظم نہیں ہے اور آواز، حرارت اور خطرناک گیسیس کے اخراج کی وجہ سے فضا آلودہ ہورہی ہے، پانی زہریلا ہورہا ہیں، جنگلی زندگی اور سمندری زندگی ختم ہورہی ہے۔

تھرمل پاور اسٹیشن {Tharamal power station}:

تھرمل پاور اسٹیشن میں روزانہ ہزاروں ٹن کوئلہ (جس سے دھول کا اخراج ہوتا ہے) استعمال ہوتا ہے۔قدرتی چٹانیں اس سے متاثر ہورہی ہیں، اونچی چمنیوں کی وجہ سے دھویں اور ایسیڈ کا غبار اور بادل فضا میں مسلسل چھوڑا جارہا ہے۔

تھرمل پاور اسٹیشن میں سلفر ڈائی آکسائیڈ کا اخراج بھی بڑے پیمانے پر ہوتا ہے جو انسانی زندگی کے لیے سخت مضر ہے۔انسانی ہاتھوں سے بنایا ہوا یہ سب سے بڑا آلائندہ ہے، پورا صنعتی علاقہ آلائشوں کے اخراج سے متاثر ہوتا ہے۔

صنعتی فضلات:

عصر حاضر میں صنعتی اور مشینی ترقیوں نے ماحولیاتی کثافت اور بالخصوص فضائی آلودگی کے اضافہ میں نمایاں کردار ادا کیا ہے، صنعتی کارخانوں سے خارج ہونے والے فضلات، اسلحہ ساز فیکٹریوں سے نکلنے والی تابکاری شعاعیں اور فضا میں بلند ہونے والی زہریلی گیس، فضائی آلودگی کا سبب ہیں، جہاں ان کارخانوں سے بلند ہونے والے دھویں فضائے آسمانی کو تاریک کرتے ہیں اور ان کے زہریلے اثرات جسم انسانی سے لے کر حیوانات ونباتات تک کو متاثر کرتے ہیں، وہیں ان سے خارج ہونے والے فضلات سے بے شمار مہلک اور لاعلاج قسم کی بیماریاں جنم لیتی ہیں۔

صنعتی ترقی کے ابتدائی دور میں اہل مغرب نے کبھی اس کی طرف توجہ نہ کی، آج جب اس کے مضر اثرات بڑے پیمانے پر سامنے آئے ہیں، تو وہ تحفظ ماحولیات کی سوچ رہے ہیں اور مختلف قسم کی تدبیریں کررہے ہیں۔

دواخانوں کے فضلات اور کیمیائی مادوں کے جلنے سے زہریلا کیمیائی مرکب ڈائی آکزن {Di Oxin} کی پیدائش بھی وسیع پیمانے پر ہورہی ہے، جب کیمیائی مرکبات کو بھٹیوں یعنی {Incinerators} میں ڈال کر جلایا جاتا ہے، تو ڈائی آکزن دھویں کے ساتھ خارج ہوکر ہوا، پانی اور غذاؤں میں جذب ہوکر انسانی جسم میں داخل ہوتے ہیں، کاغذ سازی کے دوران رنگ کی کٹائی {Bleaching} (پی، وی، سی) پلاسٹک اور کیڑا مار دواؤں کی تیاری کے دوران بھی ڈائی آکزن خارج ہوتے ہیں، جو کینسر کی بیماری کو پیدا کرنے میں رول ادا کرتے ہیں۔

جہاں تک ہندوستان میں ڈائی آکزن بحران کا تعلق ہے، ابھی تک حکومت اور عوام نے بھی اس مسئلے کو صحت عامہ کے تناظر میں نہیں دیکھا ہے، یا پھر اس کی بحرانی کیفیت کی شدت کو سمجھنے سے قاصر ہیں، اگرچہ کہ پلاسٹک پروڈکٹس اور دواخانوں میں کیمیائی بھٹیوں کے بارے میں جائزے لئے گئے ہیں، مگر ابھی تک اس مسئلے کی شدت کو حکومت نہیں سمجھ سکی ہے، اگرچہ کہ ہندوستان کی پلاسٹک انڈسٹری ہر ماہ 70 ہزار ٹن پی وی سی بنارہی ہے، جو ڈائی آکزن کی پیداوار کا بڑا ذریعہ ہیں، مگر ابھی تک ان صنعتوں کے فضلات سے نمٹنے کے بارے میں موثر پروگرام نہیں بناسکی ہے، یہی حال کاغذ ساز صنعتوں کا بھی ہے، اور دواخانوں کی ایکسپائرڈ دوائیون کے فضلات کی کیمیائی بھٹیوں کے بارے میں مؤثر اقدامات کو نافذ کرنے میں حکومت سرگرم نظر نہیں آتی، یہی وجہ ہے کہ

ہندوستان میں ڈائی آکزن کی آلودگی کا مسئلہ دن بدن سنگین ہوتا جارہا ہے، نہ صرف ڈائی آکزن اور مختلف بیماریوں کے بارے میں مطالعوں کی کمی ہے، بلکہ اس کے حفظ ماتقدم کے لئے پروگرام وقت کی اہم ضرورت ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ خود کو سپر طاقت کہلانے والا امریکہ، ماحولیاتی آلودگی کا سب سے بڑا ذمہ دار ہے، "ایک تجزیے کے مطابق دنیا میں ایک تہائی آلودگی امریکہ کے صنعتی کارخانوں کے باعث پھیلتی ہے"، گویا امریکہ اس میدان میں بھی سپر کی حیثیت برقرار رکھے ہوا ہے۔

مردوں کا جلانا:

انسانی ماحول میں آلودگی پھیلانے کا ذریعہ انسانی اعمال کے ساتھ انسانی عقائد، مذہبی تصورات اور سماجی رسوم بھی ہیں، ارض وطن بھارت میں برادران وطن ابھی تک اپنے مردوں کی لاشوں کو ٹھکانے لگانے کا معقول طریقہ نہیں اپنا سکے، وہ روایتی طور پر اپنے مردوں کی لاشوں کو کسی دریا، ندی، تالاب اور جھیل کے کنارے جلاتے ہیں، اسکی جلی ہوئی لاش کے اجزاء اور راکھ کو پانی میں بہادیتے ہیں، مردوں کو جلانے کی وجہ سے فضا میں آلودگی پیدا ہوتی ہے اور جلی ہوئی لاش کے اجزاء اور راکھ کو پانی میں بہانے کی وجہ سے آبی آلودگی ہوتی ہے۔ گویا مردوں کو جلانے کی رسم دوہری کثافت کے پھیلنے کا موجب بنتی ہے، اس سے پانی اور خشکی کے جاندار متاثر ہوتے ہیں۔ اسی طرح مختلف تہوار اور تقریبات خصوصا دیوالی کے موقع پر پٹاخوں سے بھی فضا آلودہ ہوتی ہے، اس پر حکومتوں کو خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

بیڑی یا سگریٹ نوشی:

سگریٹ نوشی بظاہر معمولی عمل ہے، لیکن اس کے اثرات کا اگر جائزہ لیا جائے تو یہ بات بخوبی واضح ہو جائے گی کہ فضائی آلودگی میں اس کا اہم اور کلیدی رول ہے، چنانچہ ایک عدد سگریٹ سے کاربن مونو آکسائیڈ کی تقریبا 460-475 (Part Pet Million) PPM مقدار کے علاوہ کئی زہریلے مادے بشمول نکوٹین جنم لیتے ہیں۔

اسی طرح 300 PPM کاربن ڈائی آکسائیڈ پیدا ہوتی ہے، اسی لئے تو کہا جاتا ہے کہ:

سگریٹ کے ایک حصے پر Fire ہوتی ہے، تو دوسرے پر Fuel

اہل مغرب نے تو سگریٹ کو کینسر کا پیش خیمہ کہتے ہوئے (Cancer Stiks) کا نام دیا ہے۔

۲۔ ذرائع حمل ونقل سے آلودگی {Vehicle Pollution}

ہمارے ملک میں آمد ورفت کے عام طور پر تین بڑے ذرائع ہیں:

(۱) موٹر سائکل، اسکوٹر، جس کا انجن دو اسٹروک ہوتا ہے۔

(۲) پسنجر کار جن کا انجن چار اسٹروک ہوتا ہے۔

(۳) بڑے ٹرک اور بسیں جن کا انجن چار اسٹروک ہوتا ہے۔

ان گاڑیوں کے استعمال کی وجہ سے کاربن مونو آکسائیڈ، نائٹروجن آکسائیڈ اور دوسری گیسوں کا اخراج ہوتا ہے۔ ڈیزل پاور انجن کی بہ نسبت Gasoline engine میں کاربن مونو آکسائیڈ کا اخراج زیادہ ہوتا ہے لیکن ڈیزل انجن کا اہم مسئلہ بو اور دھواں ہے۔

ہائیڈرو کاربن کے اخراج کو روکنے کے لیے عام طور پر تین طرح کے طریقے استعمال کیے جاتے ہیں:

(۱) جدید انجن کا استعمال جس میں Vaccum breaker ہوں۔

(۲) تماسی عامل کا استعمال کر کے غیر استعمال شدہ اشیاء کو دوسرے استعمال میں لانا۔

(۳) متبادل ایندھن کا استعمال۔

Crank case emission: اس قسم کے انجن میں تیل کے بخارات کو کرینک کیس میں تبدیل کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے ایک پسنجر کار کا ۲۵ فیصد ہائیڈروکاربن کا رساؤ روکا جاسکتا ہے۔

Evaporative emission: انڈین انسٹی ٹیوٹ آف پٹرولیم کے مطابق ہندوستان میں اوسط درجہ کی پسنجر کار ۲۰ کلو ہائیڈروجن کا سالانہ اخراج کرتی ہے۔ میکانیکل طریقہ کا استعمال کرکے اس پر کنٹرول کیا جاسکتا ہے۔

Photo chemical smog. کی تشکیل: فوٹو اسموگ کی وجوہات درج ذیل ہیں:۔

تیز دھوپ سے ہم اس طرح بھی ظاہر کر سکتے ہیں:

Hydrocarbon+Nirticoxide+sun light....photo chemical smog.

ہوا اور ایندھن کا تناسب میتھن اور ایسیٹی لائن یہ دو ہائیڈروکاربن ہوا اور ایندھن کے تناسب کو متاثر کرتی ہیں۔

Exhaust Emissions کا کنٹرول:

دو اہم بنیادی باتیں اخراج (Emissions) کو کنٹرول کرتی ہیں:

(۱) انجن ڈیزائن میں جدیدیت لانا۔

(۲) انجن سے گیس کے اخراج کے بعد اس کو استعمال کے قابل بنانا۔

متبادل تدابیر (Alternatives):

(۱) الیکٹرک کار (Electric car): الیکٹرک کار آلودگی کے بغیر چلنے والی گاڑی ہے۔ اس کی وجہ سے نائٹروجن کے آکسائیڈ اور سلفر ڈائی آکسائیڈ کا اخراج نہیں ہوتا۔

(۲) قدرتی گیس کی مدد سے آلودگی کا اخراج کم ہوتا ہے اور ماحول میں آلودگی پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

(۳) Wankel engine: اس انجن کی مدد سے گیسوں کے اخراج پر کنٹرول کیا جاسکتا ہے اور 150c سے کم درجۂ حرارت قائم کیا جاسکتا ہے۔

(۴) Gas turbine: اس قسم میں تکنیکی طور پر انجن کا ڈیزائن turbine کے استعمال سے ہٹایا گیا ہے۔

(۵) Ammonia fueled SI (Spark Ignition) engine

(۶) Unleaded gasoline powered SI engine

۳۔ زراعتی آلودگی:

آج سے کوئی دس ہزار سال پہلے روئے زمین پر کھیتی باڑی کا آغاز ہوا۔ زراعت کا آغاز دراصل ارضی ماحولیات اور گردوپیش کا ماحول تبدیل کرنے میں انسانی عمل کی پہلی منزل یا سانحہ ہے۔ شروع میں ندیوں کے کنارے یا جنگل کاٹ کر زمین حاصل کرنے اور اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں اور قطعۂ اراضی میں زراعت شروع ہوئی۔

کھیتی کے لیے دستیاب کل زمین، فصلوں کی نئی قسمیں، زراعت میں استعمال ہونے والے پانی کی مقدار اور مختلف وجوہات سے کاشتکاری میں استعمال کی جانے والی کیمیات خصوصاً نقصان دہ کیمیات کے استعمال کی وجہ سے حالات بدل گئے ہیں۔ زمین میں کیمیات مل جانے کی وجہ سے برے نتائج سامنے آرہے ہیں۔ سیلابی مٹی سے زمینی زرخیزی میں اضافہ ہوتا ہے۔ بڑھتی ہوئی آبادی کے پیش نظر غذائی اجناس زیادہ مقدار میں پیدا کرنے کی خواہش اور ضرورت کے مطابق نائٹرس اور فاسفیٹ کے استعمال سے فصل بہتر ہوتی ہے تو ملک میں فطری طور پر اس کا استعمال کیا جانے لگا۔ اس طرح

کاشتکاری میں خوب کیمیائی کھاد استعمال کی جانے لگی اور یہیں سے کاشتکاری کے ماحول میں برے اثرات پیدا ہونے لگے۔

ہماری فصلیں مختلف قسم کے کیڑے، چوہے، پتنگے اور پھپھوند سے بچتی ہوئی ہمیں حاصل ہوتی ہیں۔ کیڑوں کے مارنے والی دوائیں زہریلی بھی ہوتی ہیں۔ فصلوں پر پھوار کی جانے والی دوا کا حصہ اگر زرخیز مٹی پر پڑ جائے تو وہ جراثیم بھی ختم ہوتے ہیں جو زرخیزی کے لیے مفید ہیں۔ اور یہ جراثیم کش دوائیں اگر چلوں یا پھولوں پر رہ جائیں اور وہ کھانے میں آئیں تو انجام برا ہوتا ہے۔ بعض دفعہ کھیتوں میں بچی ہوئی کیت (Mass) کو کسان جلا دیتے ہیں، اس جلنے کی وجہ سے خارج ہونے والا دھواں جب انسان اور جانوروں کی سانسوں میں جاتا ہے تو وہ متاثر ہوتے ہیں اور مختلف بیماریوں کا شکار ہوتے ہیں۔

صرف زراعتی زمین ہی ماحولیات میں کیمیائی کھاد اور کیڑے مار دواؤں کے کثیر استعمال سے متاثر نہیں ہے بلکہ سطح زمین کے ماحول کے جانوروں پر بھی اثر پڑتا ہے، ان کے تحفظ اور غذا کے زہریلے اثرات کو کم سے کم کرنے کے لیے پہلے کی طرح قدرتی کھاد کا استعمال کیا جائے، نقصان پہنچانے والے بعض قسم کے جانداروں پر قابو پانے کے لیے ان کے دشمن دوسرے جانداروں کی مدد لینا چاہیے۔

جانوروں کا کوڑا کرکٹ، گوبر اگر صحیح طریقہ سے استعمال میں لایا جائے تو بہترین کھاد بن سکتی ہے جو زمین کو کسدار بنانے میں کام آتی ہے ورنہ گوبر کو اگر دھوپ کی جگہ رکھیں اور کھلی فضا میں رکھیں تو سوکھ کر ایندھن کے طور پر اور بائیو گیس کے طور پر استعمال ہوتا ہے ورنہ نمی دار فضا میں رکھنے پر اس میں سے تعفن پھوٹ پڑتا ہے اور ماحول آلودہ ہو جاتا ہے۔

فصلوں کی حفاظت کے لیے جراثیم کش ادویات کا استعمال عام ہے۔ ان ادویات کے مقدار کی کمی یا زیادتی فصلوں کو نقصان پہنچانے کے ساتھ ساتھ زمین کو بھی زہریلا بنا دیتی ہے۔

جب بارش کا پانی اس طرح کے کھیتوں اور جنگلوں سے ہوتا ہوا ندی، تالاب اور سمندر میں پہنچتا ہے تب یہی زہریلا پانی جانداروں، حیوانات اور سمندری مخلوق کے لیے انتہائی خطرناک ثابت ہوتا ہے۔

جب صنعتوں میں جراثیم کش دوائیں بنتی ہیں، دواؤں کی تیاری میں جو خطرناک گیس کا اخراج ہوتا ہے وہ گیسیں بھی ماحول کو پراگندہ اور زہریلا کرتی ہیں جس کی وجہ سے آلودگی کافی حد تک بڑھ جاتی ہے۔

جراثیم کش دواؤں کا یہی فاضل مادہ جب نکاسی کے ذریعہ ندی یا سمندر سے جا ملتا ہے تو سمندری مخلوق کے لیے انتہائی مضر ثابت ہوتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ بعض اوقات غفلت یا جراثیم کش ادویات کی زیادتی کی وجہ سے پینے کا پانی بھی آلودہ ہو جاتا ہے۔ حال ہی میں کئی رپورٹیں سامنے آئیں جس میں آلودگی کی وجہ سے کئی مچھلیاں ساحل سمندر پر مردہ پائی گئیں۔

زراعتی آلودگی کی وجہ سے برڈ فلو (Bird flu) نامی وبا پھیلنے لگی تھی جس کی وجہ سے مرغیوں کو زندہ دفن کر دیا گیا تھا پھر انھیں زندہ جلایا گیا تھا، اس کے اثر سے پولٹری فارم کی صنعت کافی متاثر ہوئی اور معیشت پر اس کا کافی گہرا اثر پڑا ہے۔ زراعتی آلودگی میں مٹی کی آلودگی بھی شامل ہے۔ زمینی پانی میں نامیاتی مرکبات کا پایا جانا بھی مٹی کی آلودگی کے لیے بڑا مسئلہ ہے جس کی وجہ سے انسانی صحت اور ماحولیات بھی متاثر ہو رہی ہے۔ آلودہ مٹی اور تیل، تیل کے ٹینکوں سے رساؤ کر کے باہر نکل رہا ہے۔ پٹرولیم کا نامیاتی (Organic) مادہ زمین، پانی اور مٹی میں داخل ہو جاتا ہے جو کہ آلودگی کا اہم جز ہے۔

آلودگی کے پھیلے ہوئے ذرائع مٹی کو آلودہ بنانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں جیسے کہ زمین بھراو سیویج ٹریٹمنٹ پلانٹ اور دوسرے مادے جن میں خطرناک کیمکلز ہوتے ہیں۔ آلودگی پھیلے ہوئے ذرائع بہت چھوٹے لیکن بکھرے ہوئے اور بہت زیادہ تعداد میں ہوتے ہیں اور آلودگی بہت زیادہ پھیلاتے ہیں۔ آلودگی پھیلانے میں آئرن اوز اسٹیل بینز نک لیڈ کو پر اسمٹر س تیل صاف کرنے والی فیکٹریاں، سیمنٹ پلانٹس اور نائٹرک اور سلفیورک ایسڈ پلانٹس ہیں۔

ماحولیات اور انسانی صحت پر مٹی کی آلودگی کے اثرات دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک بہت یادہ (Acute) اور دوسرا خطرناک (Chronic)۔ کیمکلز کا ماحولیات کے اوپر برا اثر پڑتا ہے، جس کی وجہ سے کافی تعداد میں اموات ہوتی ہیں۔ پودوں اور جانداروں میں نشوونما متاثر ہوتی ہے۔

جب ہم سانس لیتے ہیں اور کھانا کھاتے ہیں یا پھر پانی پیتے ہیں تو یہ خطرناک کیمکلز ہمارے جسم میں داخل ہو جاتے ہیں اس کی وجہ سے دھیما زہر جسم

کو متاثر کرتا ہے۔

مٹی کی آلودگی کو روکنے کے لیے احتیاط:

(۱) پٹرول اسٹیشن کو لیک پروف بنایا جائے۔

(۲) جس ٹینک سے رساؤ ہوتا ہے اسے بند کردیں۔عوام کو اخبار، ٹیلی ویزن، ریڈیو اور سمینار کے ذریعہ آگاہ کریں۔

۴۔گھریلو آلودگی (Domestic Pollution):

انسان جس ماحول میں رہتا ہے وہاں کی استعمال کی چیزیں اگر صحیح طریقے سے نہ رکھی جائیں تو وہ آلودگی کا باعث بنتی ہیں۔گھر، انسان کا مسکن ہوتا ہےلیکن لاعلمی کے باعث یہی گھر آلودگی کا باعث بن جاتا ہے۔گھر میں ہمہ اقسام کی اشیاء ہوتی ہیں۔اگر وقت پر ان کی صاف صفائی نہ ہو تو یہی اشیاء آلودگی کا باعث بنتی ہیں، جس سے ہمہ اقسام کی بیماریاں لاحق ہوتی ہیں۔گھر کا سب سے اہم حصہ باورچی خانہ ہوتا ہے جہاں پر ایندھن کے جلنے کی وجہ سے مختلف گیسیس کا اخراج ہوتا ہے اور اگر یہ صحیح طریقے سے خارج نہ ہوں تو خاتون خانہ اور دیگر افراد کو متاثر کرتے ہیں۔اسی طرح پکوان کے باقیات اور سڑے گلے اجزا مختلف بیکٹیریا اور وائرس کا مسکن بنتے ہیں اور بیماری کو دعوت دیتے ہیں۔گھر کا اہم حصہ دیوان خانہ ہوتا ہے، یہاں پر سگریٹ کا دھواں، فرنیچر اور قالین کے درمیان موجود چھوٹے چھوٹے حصے خوردبینی ذی حیات کی آماجگاہ بنتے ہیں، اسی طرح پالتو جانور (pets) یہ بھی دیوان خانہ میں داخل ہو کر مختلف ذرات کی شکل میں جمع ہوجاتے ہیں اور بیماریاں پھیلاتے ہیں۔حمام خانوں میں موجود شاورش، ٹائلس، ٹوٹیاں اگر صحیح طرح سے نہ ہوں تو پانی کے رساؤ کی وجہ سے مختلف بیکٹیریا اور وائرس پھیل جاتے ہیں جس کی وجہ سے بدبو پھیلتی ہے اور بیماریاں بھی لاحق ہوتی ہیں۔اسی طرح گھر کا اسٹور روم اور گیریج اگر وقت بوقت صاف نہیں کیا گیا اور جراثیم کش ادویات کا چھڑکاؤ نہیں کیا گیا تو وہ بھی آلودگی کا باعث بنتا ہے۔گھر کا یارڈ جہاں یہ عام طور سے باغیچہ ہوتا ہے ان میں موجود پھولوں کے ریزے اور دیگر سڑے گلے پتے وغیرہ صحیح طریقے سے صاف نہیں کیے گئے تو گھر کے لیے انتہائی نقصان دہ ہوتا ہے۔

جنگلات کی کٹائی اور اسلامی تعلیمات:

پیڑ پودے اور جنگلات تحفظ ماحولیات کے باب میں خاص اہمیت رکھتے ہیں، اس لئے کہ حیوانات اور صنعتی کارخانوں اور دیگر انسانی سرگرمیوں کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی زہریلی گیس کاربن ڈائی آکسائیڈ اور ہائیڈروجن وغیرہ کو جذب کر کے آکسیجن میں تبدیل کرنے کا کام بھی پیڑ پودے اور جنگلات کرتے ہیں، اسی وجہ سے ماہرین جنگلات پیڑ پودوں کو آکسیجن کی فیکٹری کہتے ہیں۔

پیڑ پودے اور جنگلات کی اہمیت کس قدر اور کس درجہ میں ہے اس کا اندازہ اسی سے لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن میں اللہ تعالی نے بار بار متعدد زاویے سے اس کی اہمیت کا تذکرہ کیا ہے، مثال کے طور پر دیکھئے سورہ سبأ: ۱۵۔۱۶، سورہ طہ: ۵۳، سورہ فاطر: ۲۷، سورہ رحمن ۱۱، ۱۲، نازعات ۲۹ تا ۳۳، سورہ واقعہ: ۶۳ تا ۶۵ وغیرہ۔

اسلام نے درختوں کی حفاظت اور شجرکاری کی طرف خصوصی توجہ دلائی ہے، آپ ﷺ نے درخت کی حفاظت کے سلسلہ میں خصوصی ہدایات دی ہیں اور شجرکاری کی ترغیب بھی دی ہے۔ہم ذیل میں چند روایات پیش کرتے ہیں:

بخاری شریف کی روایت ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مامن مسلم غرس غرسًا فأكل منه إنسان أو دابة إلا كان له صدقة'' (بخاری، باب فضل الزرع والغرس اذا أكل منه إنسان)

ترجمہ: جس مسلمان نے بھی پودا لگایا پھر اس میں سے انسان یا جانور نے کھایا تو وہ اس کے لئے صدقہ ہوگا۔

مسلم شریف میں یہ الفاظ آئے ہیں: ''لايغرس مسلم غرسا ولا يزرع زرعا فيأكل منه إنسان ولادابة ولا شيئ إلا كانت له صدقة'' (مسلم ۲/ ۱۵ باب فضل الغرس والزرع)

(جب بھی کوئی مسلمان کوئی درخت لگاتا ہے یا کھیتی اگاتا ہے پھر اس میں سے انسان یا جانور یا کوئی جاندار کھاتے ہیں تو وہ اس کے حق میں صدقہ

ہوتا ہے)۔یہی وجہ ہے کہ علماء نے سب سے پاکیزہ، عمدہ اور افضل ترین پیشہ کاشتکاری کو قرار دیا ہے، امام نووی لکھتے ہیں:

''وقد اختلف العلماء في أطيب المكاسب وأفضلها فقيل: التجارة، وقيل: الصنعة باليد و قيل: الزراعة وهو الصحيح'' (شرح نووی علی ہامش مسلم : ۲/ ۱۵) (اور عمدہ، افضل ترین پیشہ کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے، کہا گیا ہے کہ تجارت ہے، ایک قول کے مطابق دست کاری ہے، ایک قول ہے کہ کاشتکاری ہے اور یہی صحیح ہے)۔

ترمذی شریف کی روایت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''إن مكة حرمها الله تعالى ولم يحرمها الناس ولا يحل لامرئ يؤمن بالله واليوم الآخر أن يسفك فيها دما أو يعضد فيها شجرة'' (ترمذی، رقم: ۸۰۹، نسائی: ۲/ ۲۴)

(مکہ مکرمہ کو اللہ نے حرم بنایا ہے لوگوں نے اسے حرم نہیں بنایا، لہذا کسی آدمی کیلئے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو جائز نہیں کہ اس میں خون بہائے یا اس کا درخت کاٹے)۔

''عن سعد قال رسول الله ﷺ: إني أحرم ما بين لابتي المدينة أن يُقطع عضاها أو يقتل صيدها'' (مشکوۃ ۱/ ۲۳۹)

(حضرت سعد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں مدینہ منورہ کے دو سیاہ پہاڑوں کے درمیان کے پیڑ پودوں کو کاٹنے اور شکار کو مارنے کو حرام کرتا ہوں)۔

اسلام جنگ کی حالت میں بھی کھیتوں اور درختوں کو جلانا اور نقصان پہنچانے کو ناپسند کرتا ہے اور قرآن میں ایسے عمل کا ارتکاب کرنے والے کی مذمت فرمائی گئی: "وإذا تولى سعى في الأرض ليفسد فيها ويهلك الحرث والنسل والله لا يحب الفساد" (بقرہ: ۲۰۵) (اور جب پیٹھ پھرتا ہے تو اس دوڑ دھوپ میں رہتا ہے کہ شہر میں فساد پھیلائے اور کھیتی اور نسلوں کو تباہ و برباد کردے اور اللہ فساد کرنے والے کو پسند نہیں فرماتا ہے)۔

امام قرطبی اس آیت کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں:

''دلت الآية على الحرث وزراعة الأرض وغرسها بالأشجار حملًا على الزرع وطلب النسل وهو نماء الحيوان وبذلك يتم قوام الإنسان'' (الجامع لأحكام القرآن ۳/ ۱۸)

(آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ کھیتی باڑی، زمین کی زراعت و کاشت کاری اور درخت وغیرہ لگانا چاہیے اور طلب نسل (یعنی حیوانات کی افزائش ونشوونما) کے طریقوں کو اختیار کرنا چاہیے؛ کیونکہ ان سے انسان کی خوراک کی ضرورت بھی پوری ہوتی ہے جس پر انسانی زندگی کا انحصار ہے)۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے شام کی طرف لشکر روانہ کرتے ہوئے فرمایا: ''لا تعقرن نخلا ولا تحرقنها'' (مصنف عبدالرزاق ۵/ ۱۹۹، مصنف ابن ابی شیبہ ۱۲/ ۳۸۳، موطا امام مالک ۲/ ۴۴۷، ۴۴۸) (دشمن کے باغات ہرگز نہ کاٹنا اور نہ ہی انکو جلانا)۔

تدارک (Control):

ہم جس گھر میں رہتے ہیں اس کو ہمیشہ صاف ستھرا رکھنا چاہیے۔ باورچی خانہ، حمام خانہ، دیوان خانہ، خواب گاہ، گیریج، اسٹور اور یارڈ کو وقتاً فوقتاً اچھی طرح صاف کرکے استعمال کرنا چاہیے۔ جس سے بدبو اور گندگی دور ہوجاتی ہے، دھول صاف ہوجاتا ہے اور خوردبینی اجسام سے نجات ملتی ہے۔

فضائی آلودگی کو روکنے کی تدابیر:

فضائی آلودگی کو روکنے کا کام حکومت اور سماج نے جنگی پیمانے پر شروع کیا ہے، اس لئے چند طریقے درج ذیل ہیں:

۱۔فضائی آلودگی کے خطرے سے نمٹنے کیلئے کارخانے شہروں سے دور بنائے جائیں اور ان کی چمنیوں کو زیادہ اونچا بنایا جائے۔

۲۔سواری کے انجن کی وقتاً فوقتاً جانچ کرکے ان سے ہونے والی آلودگی کو کم کرنا چاہیے۔

۳۔اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ ایک ہی مقام پر تمام کیمیائی مادے جمع نہ ہوں۔

۴۔بنیادی کیمیائی تعامل میں بھی تبدیلی کرکے ان کیمیائی اشیاء کو ماحول میں داخل ہونے سے روکنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

۵۔ جنگلات کی نشوونما کر کے فضائی آلودگی کم کی جاسکتی ہے۔

۶۔ بیکار کیمیائی پانی کو صاف کر کے ہی باہر چھوڑنے کا سخت قانون بنایا جائے۔

فضائی آلودگی سے متعلق اسلامی تعلیمات:

فضائی آلودگی کے باب میں اسلامی نقطہ نظر نہایت واضح اور بے غبار ہے، یہ ایک بدیہی بات ہے کہ زندگی گذارنے کے جو اسباب آج دنیا میں پائے جاتے ہیں، وہ عہد نبوی میں اپنی تمام تفصیلات کے ساتھ موجود نہ تھے لیکن اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ کے لحاظ سے ایسی ہدایت دی ہیں، جو مسئلہ کے حل لئے کافی ہیں، ذیل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات وہدایات کا کچھ حصہ پیش کیا جاتا ہے:

چراغ گل کرنے کی ہدایت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی تمام چیزوں سے منع فرمایا ہے، جن سے فضائی آلودگی پھیلتی ہو اور انسان کی صحت کیلئے مضرت رساں ہو، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو سوتے وقت چراغ گل کرنے کا حکم فرمایا:

''عن جابر بن عبدالله قال: قال رسول الله ﷺ: خمروا الآنية و أجيفوا الأبواب وأطفئوا المصابيح فإن الفويسقة ربما جرّت الفتيلة فأحرقت البيت '' (شرح السنة ۱۱/ ۳۹۱)۔

(حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: برتنوں کو ڈھانک دیا کرو، دروازے بند کر دیا کرو، اور چراغ بجھا دیا کرو؛ کیونکہ ممکن ہے چوہیا چراغ کی بتی لیکر بھاگ جائے اور گھر میں آگ لگا دے)۔

حدیث بالا میں چراغ گل کرنے کا حکم اس لئے دیا گیا کہ گھر میں آگ لگنے کا اندیشہ ہے، نیز دھواں جو کاربن گیس سے مرکب ہوتا ہے، دم گھٹنے اور فضائی آلودگی کے اضافہ کا قوی سبب ہے، یہی حکم موٹروں، الیکٹرانک مشینوں اور صنعتی کارخانوں سے نکلنے والے دھوؤں اور گیس کا ہوگا؛ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ان تمام ذرائع کو شامل ہے جو دھواں اور زہریلی گیسوں کے اخراج کا سبب بنتے ہیں۔

''عن أبي موسیٰ الأشعری قال: احترق بيت على أهله بالمدينة من الليل فلما حدث رسول الله ﷺ بشأنهم، فقال: : إن هذه النار إنما هي عدولكم فإذا نمتم فأطفئوها عنكم '' (مسلم: ۲/ ۱۷۱)

(حضرت ابوموسیٰ اشعری نے مدینہ منورہ کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک مرتبہ کسی گھر میں آگ لگ گئی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ آگ تمہاری دشمن ہے، لہذا جب تم سونے لگو تو اسے بجھا دیا کرو)۔

''عن جابر كان رسول الله ﷺ يكره السراج عندالصبح ، رواه الطبراني في الأوسط'' (مجمع الزوائد ۸/ ۲۰۸ کتاب الأدب) (حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت چراغ جلانے کو ناپسند کرتے تھے)۔

اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اسلام کی نظر میں بلاضرورت ایسی چیزوں کا استعمال، جن سے دھواں وغیرہ کا اخراج ہو، قطعاً پسندیدہ نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں کو جلانے سے منع فرمایا اور قتل کا حکم دیا۔ بخاری شریف کی روایت ہے:

''إن وجدتم فلانا وفلانا حرقوهما بالنار، ثم قال رسول الله ﷺ حين أردفنا الخروج إني أمرتكم أن تحرقوا فلانا فلانا وإن النار لا يعذب بها إلا الله فإن وجدتموهما فاقتلوهما '' (بخاری ۱/ ۴۲۳ باب لایعذب بعذاب اللہ)

(اگر تم فلاں اور فلاں کو پانا تو آگ میں جلا دینا، پھر جب ہم نے نکلنے کا ارادہ کر لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم کو فلاں اور فلاں کو جلانے کا حکم دیا تھا اور آگ کے ذریعہ عذاب صرف اللہ تعالیٰ دے سکتے ہیں، لہذا اگر تم ان کو پانا تو قتل کر دینا)۔

''عن عكرمة أن عليا حرق قوما فبلغ ابن عباس فقال :لو كنت أنا، لم أحرقهم لأن النبي ﷺ قال : لاتعذبوا بعذاب الله، ولقتلتهم كما قال النبي ﷺ: من يبدل دينه فاقتلوه '' (بخاری ۱/ ۴۲۳ باب لایعذب بعذاب اللہ)

(حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ حضرت علی نے کچھ لوگوں کو آگ میں جلادیا (وجہ یہ تھی کہ وہ لوگ ان کو خدا کہتے تھے) جب اس واقعہ کی خبر حضرت ابن عباس کو پہنچی، تو فرمایا کہ اگر علی کی جگہ میں ہوتا تو جلاتا نہیں؛ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: تم اللہ جیسا عذاب مت دو (آگ میں نہ جلاؤ) بلکہ قتل کر دینا، اس لئے کہ آپ نے فرمایا: جو دین تبدیل کرے (مرتد ہو جائے) اسے قتل کر دو)۔

جن چیزوں سے ماحول پراگندہ اور فضا متاثر ہوتی ہے ان چیزوں کو آبادی کے باہر سطح زمین پر رکھنے سے منع کیا گیا ہے:

''عن سعد بن أبي وقاص قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : إذا تنخم أحدكم فليغب نخامته، لاتصب جلد مومن أو ثوبه'' (مجمع الزوائد: ۸/ ۲۱۲)

(حضرت سعد بن وقاص فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جب تم میں سے کوئی ناک کی آلائش نکالے تو اسے دفن کردے تاکہ کسی کے بدن اور کپڑے میں نہ لگے، گویا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو فضائی آلودگی سے بچانے کی اصولی تدبیر بتائی)۔

ترمذی شریف میں روایت آئی ہے، حضرت عامر بن سعد اپنے والد سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''نظفوا أفنئتكم'' (ترمذی ۲/۱۰۷، باب ماجاء فی النظافة) (اپنے صحنوں کو صاف رکھا کرو)۔

''عن عكرمة قال : إن ناسا من أهل العراق جاء وا فقالوا : يا ابن عباس أترى الغسل يوم الجمعة واجبا؟ قال: لا ولكنه أطهر وخير لمن اغتسل ومن لم يغتسل فليس عليه بواجب وسأخبركم كيف بدأ الغسل؟ كان الناس مجهودين يلبسون الصوف ويعملون على ظهورهم وكان مسجدهم ضيقا مقارب السقف إنما هو عريش فخرج رسول الله ﷺ في يوم حار وعرق الناس في ذلك الصوف حتى ثارت منهم رياح آذى بذلك بعضهم بعضا. فلما وجد رسول الله ﷺ تلك الرياح قال: أيها الناس إذاكان هذااليوم فاغتسلوا و ليمسّ أحدكم أفضل مايجد من دهنه وطيبه..... الخ'' (مشکوۃ: باب الغسل المسنون ۱/ ۵۵)

(حضرت عکرمہؓ سے مروی ہے کہ عراق کے کچھ لوگ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس آئے اور کہا: اے ابن عباس! کیا آپ کے خیال میں جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے؟ فرمایا: نہیں، بلکہ یہ غسل بہت پاک کرنے والا اور بہتر ہے اسکے لئے جو غسل کرے، اور جو نہ کرے اس پر واجب بھی نہیں ہے، اور میں تم کو بتلاتا ہوں کہ غسل کیسے شروع ہوا؟ لوگ غریب اور محتاج تھے، اون پہنتے تھے، اپنی پیٹھوں پر کام کرتے تھے اور ان کی مسجد (مسجد نبوی) تنگ تھی اور چھت نیچی تھی، بس وہ ایک چھپر تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گرمی کے دن میں ایک مرتبہ گھر سے نکل کر تشریف لائے، لوگ اونی کپڑوں میں پسینہ سے شرابور تھے، حتی کہ ان سے بدبو پھیلی جس سے ایک دوسرے کو تکلیف پہنچی، چنانچہ جب رسول اللہ نے یہ بدبو محسوس کی تو فرمایا: اے لوگو! جب یہ دن (جمعہ) ہو تو غسل کرلیا کرو اور تم میں سے ہر ایک کے پاس جو اچھا تیل یا خوشبو ہو اسے لگالیا کرے)۔

''عن معاويه بن قرة عن أبيه أن رسول الله ﷺ نهى عن هاتين الشجرتين يعني البصل والثوم وقال: من أكلهما فلا يقربن مسجدنا وقال: إن كنتم لابد آكليهما فأميتوهما طبخا، رواه أبوداؤد'' (مشکوۃ: ۱/ ۷۰، باب المساجد ومواضع الصلاة)

(حضرت معاویہ بن قرۃ سے روایت ہے وہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو درختوں (پیاز اور لہسن) کو کھانے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا: جو کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے، نیز فرمایا: اگر کھانا ہی ضروری ہے تو پکا کر اسکی بدبو زائل کرلو)۔

''عن جابر قال : كان النبي ﷺ إذا أراد البراز إنطلق حتى لايراه أحد'' (رواه أبوداود، مشکوۃ: ۱/ ۴۲، باب آداب الخلاء)

(حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بول وبراز کا ارادہ فرماتے تو (صحرا میں) اتنی دور جاتے کہ کوئی آپ کو دیکھ نہ سکے)، معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ستر پوشی کے ساتھ فضائی آلودگی پر خاص توجہ دیتے تھے تاکہ ریح اور پاخانہ سے فضائی آلودگی پیدا نہ ہو، یا کم سے کم ہو۔

صوتی آلودگی: Noise pollution

تعارف {Inroduction}:

صوت کے معنی آواز کے ہیں، یہ عام طور پر شور وغل کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، اسی کا انگریزی لفظ (Noise) ہے، لفظ ''Noise'' لاطینی لفظ Nause سے اخذ کیا گیا ہے جس کے معنی Unwauzed Sound یعنی غیر ضروری شور وغل کے ہیں، اس لئے شور وغل کو آلودگی کا ایک عامل تصور کیا گیا ہے، اگر وہ ایک حد سے زیادہ ہوتے ہیں تو ایسی آواز جس سے ماحول ناخوش گوار ہو، بے چینی ہو یا اس سے کام میں خلل ہو اسے شور وغل یا آواز کی آلودگی یا صوتی آلودگی کہتے ہیں۔

صوتی آلودگی ماحولیاتی آلودگی کی ایک قسم ہے، جانداروں کی کچھ آواز ناقابل برداشت ہوتی ہے، ان سے انھیں نقصان پہنچتا ہے، بعض سننے والوں پر ان کے برے اثرات پڑتے ہیں، آواز کا کڑک پن، پروگراموں میں بہت اونچی آواز میں بجنے والے ساز، گاڑیوں کے کان پھاڑنے والے ہارن {Horn}، شور مچانے والی مشینیں صوتی آلودگی پیدا کرتے ہیں، ان کریہہ آوازوں سے کان کا درد، سر درد، چڑچڑا پن جیسی تکالیف ہوتی ہیں اور اگر یہی حالات بہت دنوں تک قائم رہے تو سننے والوں کو بلڈ پریشر ہوسکتا ہے، پرشور مشینوں پر مسلسل کام کرنے والے بہرے پن کا شکار ہوجاتے ہیں، چھوٹے بچوں اور بیمار افراد کو صوتی آلودگی سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔

صوتی آلودگی کے ذرائع {Sources of sound pollution}

۱۔ سڑک پر چلنے والی گاڑیوں سے پھیلنے والی صوتی آلودگی:

جب موٹر گاڑیاں ایک ساتھ سڑک پر چلتی ہیں تو ان کے انجن اور ہارن کی آواز ایک ساتھ آتی ہے، اس سے آواز بہت زوروں سے آتی ہے اسے بھی ہم صوتی آلودگی کہتے ہیں، جس کا ماحول پر بہت اثر پڑتا ہے۔

۲۔ ہوائی جہاز سے صوتی آلودگی {Noise pollution by airplanes}:

کسی بھی قسم کے ہوائی جہاز سے پھیلنے والی صوتی آلودگی کئی وجہ سے پھیلتی ہے، ایک تو ہوائی جہاز جب اڑنے کیلئے دوڑتا ہے، دوسرا جب اڑتا ہے، تیسرا جب اونچائی پر اڑ رہا ہوتا ہے اور چوتھا جب زمین پر اترنے والا ہوتا ہے۔

ایک خاص بات یہ ہے کہ جب ہوائی جہاز زمین پر اترنے والا ہوتا ہے تو اسکی آلودگی ائیر پورٹ کے سو مربع کلومیٹر تک کے ماحول کو آلودہ کرتی ہے، ہوائی جہاز سے پیدا ہونے والی آلودگی کو ماحولیاتی آلودگی کا ذریعہ مانا جاتا ہے، جب ہوائی جہاز اڑنے کو ہوتا ہے تو اسکی آواز کہیں زیادہ ہوتی ہے لیکن اترتے وقت کم ہوتی ہے۔

۳۔ نئے شہروں کی پلاننگ {Planing of new cities}:

جن شہروں کی پلاننگ (منصوبہ بندی) ٹھیک نہیں ہوتی ہے انکی پلاننگ دوبارہ کی جاتی ہے جن میں کافی توڑ پھوڑ ہوتا ہے جس کی وجہ سے صوتی آلودگی کافی بڑھ جاتی ہے، فیکٹریاں بنتی ہیں پھر فیکٹریوں میں کام کرنے والے ورکرس کے لئے مکان بنائے جاتے ہیں جس کی وجہ سے ماحول میں آلودگی پھیلتی ہے اور صوتی آلودگی جنم لیتی ہے۔

۴۔ صنعتی شور {Industrial Noise}:

آج کل لوگوں نے رہائشی علاقوں میں انڈسٹریز لگائی ہوئی ہیں اور یہ سلسلہ بڑھتا ہی چلا جارہا ہے، اسکے علاوہ انڈسٹریز میں مشینوں کے کل پرزے پرانے ہوچکے ہیں، جس کی وجہ سے انڈسٹریز کے اندر مشینوں کی آواز کافی بڑھ چکی ہے، اسی وجہ سے رہائشی علاقوں میں صوتی آلودگی کا بڑھنا لازمی ہے۔

صوتی آلودگی سے ہونے والی بیماریاں:

صوتی آلودگی سے سر درد، خون کے نظام میں خرابی، اعصابی بیماریاں، قوت ہاضمہ میں بگاڑ، بہرہ پن، تناؤ، ہائی بلڈ پریشر، بے خوابی، پاگل پن، اور تولیدی صلاحیت میں کمی اور کئی دوسری جسمانی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، صوتی آلودگی سے انسانوں کے مزاج میں بھی فرق آتا ہے؛ کیونکہ اس سے اعصاب میں کشیدگی، خون میں کولیسٹرول کا اضافہ، اور قوت ہاضمہ میں کمی واقع ہوتی ہے جس کی وجہ سے انسان کی قوت عمل کم ہوجاتی ہے، اور بیماریوں کے علاج کیلئے کثیر رقمیں برباد ہوتی ہیں۔

صوتی آلودگی سے متعلق اسلامی ہدایات:

اسلام صوتی آلودگی کے تمام اسباب پر امتناع عائد کرتا ہے، قرآن وحدیث میں خصوصیت کے ساتھ ایسی ہدایات ملتی ہیں جن سے آوازوں میں تخفیف اور میانہ روی کی تعلیم اور بلند وتیز آواز کی مذمت ہے۔ قرآن کریم میں حضرت لقمان علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو نصیحت کرنے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے ارشاد ہے: "واقصد فی مشیك واغضض من صوتك إن أنكر الأصوات لصوت الحمير" (سورۂ لقمان: ۱۹) (اور اپنی رفتار میں اعتدال اختیار کرو، اور اپنی آواز کو پست کرو، بیشک آوازوں میں سب سے بری آواز گدھوں کی آواز ہے)۔

قرآن کریم کی تلاوت کے وقت خاموشی کو فرض قرار دیا گیا اور تلاوت قرآن میں بھی میانہ روی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا، ارشاد باری ہے:

"ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها وابتغ بين ذلك سبيلا" (سورۂ بنی اسرائیل: ۱۱)

(اپنی نماز نہ بہت زیادہ بلند آواز سے اور نہ بہت زیادہ پست آواز سے پڑھو، بلکہ ان دونوں کے درمیان اوسط درجہ کا لہجہ اختیار کرو)۔

صحابہ کرامؓ کو دربار رسالت میں بلند آواز میں گفتگو کرنے سے منع کیا گیا: "يأيها الذين آمنوا لا ترفعوا أصواتكم فوق صوت النبي" (سورۂ حجرات: ۲) (اے ایمان والو! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے بلند مت کرو)، نیز پیغمبر کے سامنے آواز کو پست رکھنے کا حکم دیا گیا:

"إن الذين يغضون أصواتهم عند رسول الله أولئك الذين امتحن الله قلوبهم للتقوىٰ" (سورۂ حجرات: ۳) (جو لوگ رسول خدا کی موجودگی میں بات کرتے ہوئے اپنی آواز پست رکھتے ہیں وہ درحقیقت وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کیلئے جانچ لیا ہے)۔

قرآن بتاتا ہے کہ کچھ آوازیں ایسی ہوتی ہیں جو انسان کی جان لے لیتی ہیں، جیسے کہ قوم ثمود ایک دھماکہ دار آواز سے تباہ ہوگئی:

"وأخذ الذين ظلموا الصيحة فأصبحوا في ديارهم جاثمين" (سورۂ ہود: ۶۷) (وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا تھا، ایک سخت دھماکہ دار آواز نے انکو گھیر لیا اور وہ اپنی بستیوں میں بے حس وحرکت پڑے رہ گئے)۔

قرآن میں کئی آیات اس حقیقت پر روشنی ڈالتی ہیں کہ جنت میں صوتی آلودگی نہیں ہوگی، ارشاد خداوندی ہے:

"لا يسمعون فيها لغوا ولا تأثيما إلا قيلا سلاما سلاما" (سورۂ واقعہ: ۲۵، ۲۶) (وہاں وہ (اہل جنت) کوئی بیہودہ کلام یا گناہ کی بات نہیں سنیں گے، وہاں ہر طرف سلام سلام کی آوازیں ہونگی)۔

رسول اللہ ﷺ کسی بھی قسم کی صوتی آلودگی پسند نہیں فرماتے تھے، حضور ﷺ کبھی بھی اپنی مجلس میں زور سے آواز نہیں نکالتے تھے، آپ ﷺ ایسے شخص کو ناپسند فرماتے تھے جس کی آواز بلند اور رفیع ہو اور ایسے شخص کو محبوب رکھتے تھے جس کی آواز درمیانی اور پست ہو:

''عن أبي أمامة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يكره أن يرى الرجل جهيرًا رفيع الصوت، وكان يحب أن يراه خفيض الصوت'' (مجمع الزوائد ۸/ ۲۱۱، كتاب الأدب) (حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ ناگوار تھا کہ کسی شخص کو بلند آواز والا دیکھیں، اور آپ ﷺ آدمی کو درمیانہ اور پست آواز دیکھنا پسند فرماتے تھے)۔

رسول اللہ ﷺ نے اذان کیلئے ڈھول اور آگ جلانا کو پسند نہیں فرمایا؛ کیوں کہ ان سے صوتی اور فضائی آلودگی پیدا ہوتی ہے (مشکوۃ، باب الاذان)

آپ ﷺ کی یہ حدیث بھی بہت معروف ومشہور ہے: '' عن عبدالله بن عمرو بن العاص قال: قال رسول الله ﷺ: من صمت نجا'' (بخاري ۲/ ۷۱۸، باب لاترفعوا أصواتكم فوق صوت النبي) (جس نے خاموشی اختیار کی اسے نجات مل گئی)۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ عبداللہ بن حذافہؓ نے نماز شروع کی اور بلند آواز سے قرأت کرنے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا: "یا ابن حذافة لاتسمعني وأسمع ربك" (مجمع الزوائد/ ۵۴۴۲) (اے ابن حذافہ! مجھے مت سناؤ اپنے رب کو سناؤ (یعنی تمہارا رب دھیمی آواز بھی سنتا ہے))

''عن أبي قتادة قال: إن رسول الله ﷺ خرج ليلة فإذا هو بأبي بكر يصلي يخفض من صوته ومرّ بعمر وهو يصلي رافعا صوته قال: فلما اجتمعا عند النبي ﷺ قال: يا أبا بكر مررت بك وأنت تصلي تخفض صوتك قال: قد أسمعت

ناجيت يا رسول الله! وقال لعمر : مررت بك وأنت تصلي رافعا صوتك فقال يارسول لله :أوقظ الوسنان وأطرد الشيطان، فقال النبي ﷺ: يا أبا بكر إرفع من صوتك شيئا وقال لعمر : اخفض من صوتك شيئا '' رواه ابوداود والترمذي نحوه (مشكوة ا/ ۱۰۷ اباب صلاة الليل)

(حضرت ابوقتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات نبی کریم ﷺ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس سے گذرے تو وہ پست آواز سے نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت عمر کے پاس سے گذرے تو وہ بلند آواز سے نماز پڑھ رہے تھے، راوی بیان کرتے ہیں کہ پھر جب وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس جمع ہوئے تو آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے فرمایا: میں تمہارے پاس سے گذرا تم دھیمی آواز میں نماز پڑھ رہے تھے، حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! میں نے اسے سنادیا جس سے مناجات کررہا تھا، آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ میں تمہارے قریب سے گذرا تم بلند آواز میں نماز پڑھ رہے تھے، حضرت عمرؓ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول ﷺ! سونے والوں کو جگا رہا تھا اور شیطان کو بھگا رہا تھا۔ تو نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا: تم اپنی آواز ذرا بلند اور تیز کرو، اور حضرت عمر فاروقؓ سے فرمایا: تم اپنی آواز ذرا پست کرو)۔

حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کچھ ساتھیوں کے ہمراہ سفر کررہے تھے کہ ان میں سے کسی نے زور زور سے اللہ اکبر اللہ اکبر کہنا شروع کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! اپنی آوازوں کو پست رکھو؛ کیوں کہ تم ایسی ہستی کو نہیں پکار رہے ہو جو بہری ہو یا دور ہو، تم لوگ ایسی ہستی کو پکار رہے ہو جو تم سے قریب ہے اور ہر چیز سنتی ہے (بخاری، باب القدر، رقم: ۶۶۱۰، مسلم، باب الذکر والدعاء: ۱۳، رقم: ۲۷۰۴)۔

بازار جو شوروغل اور چیخ وپکار کی جگہ ہے، اسلام نے اسے روئے زمین کی سب سے خراب اور قابل نفرت جگہ قرار دیا ہے، جب کہ مساجد جو سکون و راحت اور فرحت وانبساط کی جگہ ہے، اسے سب سے بہترین جگہ مانا گیا ہے، حدیث شریف میں ہے:

''أحب البلاد إلى الله مساجدها و أبغض البلاد إلى الله أسواقها'' (ابن خزیمہ ۲/ ۲۶۹) (روئے زمین کی) سب سے زیادہ پسندیدہ جگہ اللہ کو مسجدیں ہیں اور سب سے مبغوض وناپسندیدہ بازار ہیں)۔

مذکورہ بالا آیات واحادیث کا حاصل یہ ہے کہ دنیا میں آواز کی ہنگامہ آرائی کے بجائے میٹھے اور مدھم بول بولے جائیں تاکہ ہم چین وسکون کی زندگی بسر کرسکیں اور صوتی آلودگی کی وجہ سے جنم لینے والی متنوع الاقسام بیماریوں سے محفوظ رہیں۔

صوتی آلودگی کے سدباب کے ذرائع {Technique of Noise pollution control}

صوتی آلودگی کا سب سے اہم سبب ہمارا برتاؤ وعمل ہے اسلئے ضروری ہے کہ ہم صوتی آلودگی ٹالنے کے لئے غور کریں اور شور پیدا کرنے والے اعمال نہ کریں؛ کیوں کہ یہ انسانوں اور جانوروں کیلئے خطرناک ثابت ہوسکتی ہے۔

درج ذیل ٹیکنک اور تدابیر سے ہم صوتی آلودگی پر قابو پاسکتے ہیں:

۱۔ گاڑیوں کی رفتار کم کی جائے، ہارن کے استعمال پر پابندی ہو، خصوصاً رہائشی علاقوں، اسپتالوں، مدرسہ وکالج کے اطراف واکناف کو خاموش علاقہ (Silence zone) قرار دیا جائے۔

۲۔ سڑکوں کی مرمت کی جائے۔

۳۔ بڑی بڑی گاڑیوں کی بھیڑ بھاڑ والے علاقوں میں آمدورفت ختم کی جائے، نیز مشینوں میں صحیح قسم کا تیل استعمال کیا جائے۔

۴۔ ٹریفک کے قانون پر پابندی سے عمل ہو، اور ہارن بار بار نہ بجایا جائے۔

۵۔ انجن کی ایک وقفہ پر ٹیوننگ {Tuning} کروائیں، جس سے انجن سے زیادہ آواز نہ آئے۔

۶۔ نہ زیادہ بریک لگائیں اور نہ بہت زیادہ ایکسی لیٹر {Accelerator} دبائیں۔

۷۔ زیادہ سے زیادہ درخت لگائیں جس سے صوتی آلودگی کم کی جاسکتی ہے۔

۸۔لب سڑک دکانوں اور ہوٹلوں میں ریکارڈنگ کو ممنوع قرار دیا جائے۔

۹۔رہائشی علاقوں میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال پر پابندی عائد کی جائے۔

۱۰۔ہوائی جہاز کے فلائٹ کا راستہ بدل دیں اور دن کے وقت رن وے {Run way} کا استعمال کریں۔

۱۱۔صنعتی شور {Industrial Noise} جہاں تک ہو سکے کم کرنے کی کوشش کریں، مثلاً صنعتی آلات واوزاروں کو دوبارہ سے وضع {Desing} کیا جائے، صنعتی کارخانوں کو ساونڈ پروف بنایا جائے اور جدید مشینوں کا استعمال کیا جائے۔

۱۲۔رہائشی علاقوں میں جو صنعتی آلودگی پھیل رہی ہے ان کو وہاں سے ہٹایا جائے۔

۱۳۔مختلف تہواروں پر سخت قانون اور قاعدے بنا کر اسے جانچ کیا جائے۔

۱۴۔آواز کو جذب کرنے کا آلہ استعمال کیا جائے۔

۱۵۔کم آواز مشینوں کی دریافت کا طریقہ معلوم کیا جائے۔

۱۶۔عوام کو صوتی آلودگی کی تعلیم دی جائے (فضائی آلودگی، ص ۵۸۔۵۹)۔

آبی ارکان:

پانی ہمارے ماحول کا ایک اہم اور جانداروں کی زندگی کا اہم ترین جز ہے۔اس میں حیران کن خواص پائے جاتے ہیں جن میں سے ایک اس کی حل پذیری ہے، یہ بیشتر اشیاء کو اپنے اندر حل کر لیتا ہے، یہ اشیاء پانی میں گھل کر اس میں شامل ہو جاتی ہیں۔ پانی کی اس خاصیت کی ایک طرف افادیت ہے کہ زمین کے تمام نمکیات اور دیگر حل پذیر اجزاء پانی میں گھل کر پیڑ پودوں میں جذب ہوتے ہیں نیز ندی، نالوں، دریاؤں کے ذریعے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل بھی ہوتے ہیں۔

زمین پر بنیادی طور پر دو اقسام کا پانی پایا جاتا ہے۔ایک کھارا پانی جو سمندروں میں ہوتا ہے، اور دوسرا میٹھا پانی جو بظاہر سمندر کے علاوہ ہر دیگر پانی کے ذخیرہ میں پایا جاتا ہے۔ اگر چہ سمندروں کے اندر بھی اس میٹھے پانی کے دریا اور چشمے جاری ہوتے ہیں تاہم وہ براہ راست زمین اور زمینی آبادی کو میسر نہیں آتے۔سمندروں کا نمکین پانی جس میں انواع واقسام کے نمکیات کی کافی مقدار پائی جاتی ہے، زمین پر رہنے والے جانوروں کے لیے قابل استعمال نہیں ہوتا لیکن سمندروں میں رہنے والے پودے اور جانور اسی میں نشو ونما پاتے ہیں۔وہ اسی ماحول کے عادی ہوتے ہیں۔اگر ان کے اس ماحول میں کسی وجہ سے تبدیلی ہو جائے تو ان کی زندگی اور افعال اس سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ زمینی آبی ذخائر جو کنویں سے لیکر دریاؤں، جھرنوں، چشموں، ندی نالوں تک پھیلے ہوئے ہیں زمینی جانداروں کی ضرورت پوری کرتے ہیں۔ان آبی ذخائر میں کسی بھی طرح کی کمی بیشی یا ان میں بہنے والے پانی میں ہونے والی تبدیلی زمین پر موجود زندگی کی سبھی اقسام کو متاثر کرتی ہے۔

آبی آلودگی:

پانی اللہ کی عظیم نعمت ہے، انسان سے لیکر جانور، چرند و پرند حتی کہ نباتات بھی اپنی زندگی کی بقاء کیلئے ہر دم پانی کے محتاج ہیں، بغیر پانی کے جاندار تو کیا درخت، کھیت اور باغات بھی سرسبز وشاداب نہیں رہ سکتے، یہی وجہ ہے کہ قرآن کی مختلف آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسکی اہمیت کو اجاگر کیا ہے اور اپنے احسانات میں پانی اتارنے اور زمین سے نکالنے اور اس کے فوائد کو بیان فرمایا ہے؛ چنانچہ ارشاد باری ہے: "وجعلنا من الماء کل شیئ حی أفلا یؤمنون" (سورۂ انبیاء:۳۰) (اور ہم نے پانی سے ہر جاندار چیز کو بنایا ہے، کیا پھر بھی ایمان نہیں لاتے)۔دوسری جگہ فرمایا: "واللہ خلق کل دابۃ من ماء" (سورۂ نور:۴۸) (اللہ نے ہر چلنے والے جاندار کو پانی سے پیدا کیا)۔اس کے علاوہ بے شمار آیات میں انسان، حیوانات، نباتات اور زمین کے تعلق سے پانی کی اہمیت اجاگر کی گئی ہے، مثلاً سورہ انعام، آیت:۹۹، فرقان، آیت:۴۸۔۴۹، بقرۃ، آیت:۱۴۴، واقعہ، آیت:۶۷ تا ۷۰، ق، آیت: ۷ تا ۱۱، زخرف، آیت:۱۱، النساء، آیت:۱۳ تا ۱۶، النحل، آیت:۶۵، الحج، آیت:۹۵، الزمر، آیت:۲۱، طہ، آیت:۵۳، العبس، آیت:۲۴ تا ۳۲ وغیرہ

مذکورہ بالا آیات سے اتنی بات تو صاف ہوجاتی ہے کہ پانی اللہ کی قابل قدر اور بے مثال نعمت ہے، کائنات میں اسے کافی مضبوط حیثیت حاصل ہے اور تمام مخلوق کی ضرورتیں بالواسطہ یا بلاواسطہ اسی سے وابستہ ہیں۔

لیکن انسانوں نے اپنے تمدن کی تعمیر کیلئے جو جدید ثقافتی، سماجی، معاشی نظام بنایا ہے اس کا بھی براہ راست قدرتی ماحول پر اثر پڑا؛ کیوں کہ جدید تمدن کے ظہور میں آنے کے بعد انسانوں نے ہر چیز کے فضلات کو زمین میں دفن کرنا شروع کیا، خاص طور پر صنعتی وکیمیکل فضلات کو زیر زمین دفن کیا جانے لگا جس سے پانی آلودہ ہوگیا، مزید یہ کہ انسان نے زمین کی تہوں میں موجود پانی کو قسم قسم کے کیمیکل سے متاثر کردیا ہے جن سے پانی کی جیالوجیکل سطحیں آلودہ ہوگئیں، اس سے زیادہ خطرناک بات یہ ہے کہ بارش کا پانی بھی آلودہ ہوچکا ہے؛ کیونکہ بارش ان آلودگیوں کو جمع کرلیتی ہے جو فضا میں ہوتی ہیں۔

بحری آلودگی:

انسان نے اپنے تمدن کی ترقی کے لئے سمندروں کے قدرتی نظام کو بہت متاثر کیا ہے، اس نے سمندروں کو کھود کر نکالنے کی کوشش کی، سمندروں میں پائپ لائن بچھادی، فیکٹریوں کے فضلات سمندروں میں پھینکے اور پٹرول کے فضلات کو سمندروں میں دفن کیا، سمندروں میں جنگ شروع کردی، تیل کے ذخائر میں آگ لگادی، تیل کی آلودگی سے سمندر کے نباتات بری طرح متاثر ہوئے ہیں؛ کیوں کہ جب تیل خارج ہوتا ہے تو یہ پانی کی سطح پر تیرتا رہتا ہے، جس کی وجہ سے آکسیجن، کاربن ڈائی آکسائیڈ اور روشنی پانی کے اندر نہیں پہنچتے ہیں، جب کہ ان پر نباتات کی بقا منحصر ہے، اس عمل کو ماحولیات کی زبان میں فوٹو سنتھیسس (Photosynthesis) کہا جاتا ہے، یعنی سمندر میں آکسیجن کا پہنچنا اور اس سے کاربن ڈائی آکسائیڈ کا خارج ہونا، تیل کے دھبے سورج کی حرارت کو پانی میں پہنچنے سے روکتے ہیں، نیز تیل میں کچھ ایسے زہریلے مادے ہوتے ہیں، جو کئی ایسے جرثوموں کو ختم کردیتے ہیں جو سمندر میں رہنے والی مخلوقات کی بقا کے لئے ضروری ہیں، اسی طرح تیل کے دھبے پانی سے خارج ہونے والے بخار کو 20 فیصد تک گھٹا دیتے ہیں جب کہ دریاؤں اور سمندروں ہی سے 90 فیصد پانی بخار بن کر ہوا میں جاتا ہے، پانی کی درجۂ حرارت میں اضافہ کا سبب بھی یہی تیل کے دھبے ہیں جو سمندروں میں پائے جاتے ہیں، اس کا ایک نقصان یہ بھی ہے کہ پانی میں جو حیاتیاتی عمل ہوتا ہے وہ بھی اس سے متاثر ہوجاتا ہے، مزید یہ کہ اُس سے پانی کا مزہ خراب ہوجاتا ہے، اس آلودگی سے پرندے بھی متاثر ہوتے ہیں؛ کیوں کہ وہ بھی ان ہی سمندروں سے پانی حاصل کرتے ہیں، خلاصہ یہ ہوا کہ انسانی سرگرمیوں نے بحری ماحولیات کو برباد کردیا ہے۔

اس بارے میں اسلامی نقطۂ نظر یہ ہے کہ سمندروں کے قدرتی ماحول کو تباہ کرنا اللہ کی نافرمانی ہے، اللہ کا حکم یہ ہے کہ ماحول کا تحفظ کیا جائے، نہ یہ کہ اس کو برباد کیا جائے، سورۂ روم آیت نمبر: ۴۱، سورۂ مائدہ آیت نمبر: ۱۶۴، اور سورۂ اعراف آیت نمبر: ۱۰۳ میں قدرتی ماحول کو تباہ کرنے سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔

پانی کو گندہ نہ کیا جائے:

پانی انسان کی بنیادی ضرورت ہے اور ضرورت کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے اسے وافر مقدار میں پیدا بھی فرمادیا اور مباح الاصل بنادیا، یعنی اصل اور بنیادی اعتبار سے وہ ہر انسان کیلئے ہے کوئی اس پر ملکیت کا دعویٰ کر کے دوسروں کو محروم نہیں کرسکتا، اسی طرح آگ اور گھاس ہے، چونکہ انسان کو اسکی ضرورت بہت ہوتی ہے اسی لئے اللہ نے اسے بکثرت پیدا بھی کردیا اور مباح الاصل بناکر سب کے لئے عام کردیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''المسلمون شركاء في الثلاث، في الماء والكلأ والنار'' (ابن ماجه، ص: ۱۸۰، باب المسلمون شركاء في ثلاث)

(سب مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں، پانی، گھاس، اور آگ میں)، پانی کو گندہ اور ناپاک کرنے سے منع کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ''لايبولن أحدكم في الماء الدائم الذي لا يجري ثم يغتسل فيه'' (بخاری ۱/ ۳۷، باب البول في الماء الدائم)

(تم میں سے کوئی ٹھہرے ہوئے پانی میں، جو جاری نہ ہو، پیشاب نہ کرے کہ پھر اس میں غسل کرے)۔

دوسری حدیث میں ہے: ''لايغتسل أحدكم في الماء الدائم وهو جنب قالوا :كيف يفعل يا أباهريرة قال: يتناوله

تناولا'' (مسلم: ۱/ ۱۳۸، باب النهي عن البول في الماء الراكد)

(حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی آدمی ٹھہرے ہوئے پانی میں غسل نہ کرے جبکہ وہ جنبی ہو، لوگوں نے پوچھا: اے ابوھریرۃ پھر کیا کرے؟ فرمایا: اس میں سے علاحدہ نکال کر غسل کرے)۔

ایک اور روایت میں ہے: ''إذا استيقظ أحدكم من منامه فلا يغمسن يده في الإناء حتى يغسلها ثلاثا فانه لا يدري أين باتت يده'' (مسلم: ۱/ ۱۳۶، باب كراهية غمس المتوضئ) (جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو ہرگز اپنا ہاتھ برتن (لوٹا، بالٹی اور گلاس وغیرہ) میں نہ ڈالے، اس لئے کہ اسے معلوم نہیں کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گذاری ہے)۔

''عن ابن عباس قال: نهى رسول الله ﷺ أن يتنفس في الإناء وينفخ فيه'' (ابوداؤد: ۲/ ۵۲۴، باب النفخ في الشراب)

(حضرت ابن عباس سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن (یا کوئی اور چیز پینے کے لئے اٹھائی ہے مثلاً شربت، چائے، کافی ٹھنڈا وغیرہ) میں سانس لینے اور اس میں پھونکنے سے منع فرمایا ہے)؛ کیوں کہ اس سے جراثیم نکل کر اس میں پڑ جاتے ہیں۔

زمینی آلودگی:

یہ ایک سائنسی حقیقت ہے کہ زمین کے اوپر پائے جانے والے جانداروں سے کہیں زیادہ تعداد میں جاندار مٹی کے اندر ہوتے ہیں، فرق صرف یہ ہے کہ ان کی اکثریت آنکھوں سے نظر نہیں آتی ہے، ایک تحقیق کے مطابق پودوں کی جڑوں کے گرد موجود مٹی کے ایک گرام میں اوسطاً دس کروڑ بیکٹیریا موجود ہوتے ہیں، ان تمام جانداروں کی بقا اور اس مٹی میں پرورش پا رہے پیڑ پودوں کی صحت وسلامتی کا براہ راست تعلق اسی مٹی اور اس کے ماحول سے ہمیشہ رہتا ہے۔

فضائی اور آبی آلودگی کی وجہ سے زمینی آلودگی بھی پیدا ہوتی ہے؛ کیونکہ بارش کے پانی سے کھیتوں کی آب پاشی ہوتی ہے، اگر بارش کا پانی آلودہ ہوگا تو اس سے زمین ضرور متاثر ہوگی، اس کے علاوہ کارخانوں کے فضلات، گھریلو فضلات، کیڑے مار دوائیں، کھادوں کا زیادہ استعمال، دھاتوں کے فضلات زمین میں دفن ہوتے ہیں، جنکی وجہ سے زمینی آلودگی پیدا ہوتی ہے، زمینی آلودگی سے غذائی اجناس بھی آلودہ ہوتے ہیں اور پھر غذائی اجناس کے ذریعہ وہ آلودگیاں انسانوں کے جسم میں منتقل ہوتی ہیں جن سے بہت سے امراض رونما ہوتے ہیں جیسے کہ کینسر، گردے کی خرابی اور اعصابی بیماریاں وغیرہ۔

اسلام کسی بھی ایسی سرگرمی سے روکتا ہے جو انسانیت کیلئے نقصان دہ ہے، کوئی ایسا کام جس سے عامۃ الناس کو نقصان پہنچتا ہو وہ اسلام کی نظر میں سنگین جرم ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''من أجل ذلك كتبنا على بني اسرائيل أنه من قتل نفسا بغير نفس أو فساد في الأرض فكأنما قتل الناس جميعا'' (سورۂ مائدہ: ۳۲) (اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ فرمان لکھ دیا تھا کہ جس نے کسی انسان کو خون کا بدلہ لینے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا تو گویا کہ اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا)۔

اس آیت کے ذیل میں علماء فرماتے ہیں کہ بلا وجہ قدرتی وسائل کو تباہ کرنے والا بھی قدرتی وسائل کا قاتل کہلائے گا۔

خلاصۂ بحث

سوالات کا جواب تحریر کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ''فساد'' کی وضاحت کردی جائے۔

دراصل فساد، نظام فطرت میں تبدیلی لانے، بگاڑ پیدا کرنے اور انسانی ماحول اور گرد و پیش کی صفائی ستھرائی اور پاکیزگی کے لئے اللہ نے جو انتظام و انصرام کیا ہے، اس کی خلاف ورزی کرنے کا نام ہے، اہل لغت فساد کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''الفساد في أصل اللغة: هوتغير الشئ عن الحال السليمة و خروجه عن الاعتدال و هوضد الصلاح، يقال فسد اللبن والفاكهة والهواء اذا اعتراه تغير أو عفونة حتى أصبح غير صالح ثم استعمل لغة في جميع الأشياء والأمور الخارجة عن نظام الاستقامة كالبغي والظلم والفتنة، وعليه قوله تعالى: ''ظهر الفساد في البر والبحر''۔

ترجمہ: فساد کا معنی لغت میں کسی چیز کی حالت سلیم کا بدل جانا اور اعتدال سے نکل جانا ہے، ''فساد''، ''صلاح'' کی ضد ہے، کہا جاتا ہے: ''فسد اللبن

"دودھ خراب ہو گیا، میوہ خراب ہو گیا، ہوا خراب ہو گئی، جب کہ اس میں تغیر آجائے اور تعفن پیدا ہو جائے اور درست باقی نہ رہے، پھر بعد میں فساد کا لفظ لغوی اعتبار سے ان تمام اشیاء اور امور کے لئے استعمال کیا جانے لگا، جو نظام استقامت سے نکل گئے ہوں، جیسے: بغاوت، ظلم اور فتنہ اللہ تعالیٰ کا فرمان: ظهر الفساد.. الخ۔ اسی معنی میں ہے، لہذا جو لوگ قوانین فطرت کو بدلنا چاہتے ہیں اور نظام فطرت کو درہم برہم کرنے میں لگے ہوئے ہیں، یا ایسے اسباب وعوامل پیدا کر رہے ہیں جن سے ماحولیات کو نقصان پہنچ رہا ہے، ہوا کی کثافت، فضا کی آلودگی اور پانی کی سمیت میں اضافہ ہو رہا ہے، جس کی وجہ سے انسانی وجود کو شدید خطرات لاحق ہو گئے ہیں، درحقیقت وہ پوری انسانیت کے دشمن، خدا کے سرکش، باغی، شیطان کے پیرو، ابلیس کے چیلے اور اسلامی نقطۂ نظر سے عظیم فسادی ہیں۔

۱- جو لوگ ایسے وسائل یا ایندھن استعمال کرنے پر قادر ہیں جو دھواں پیدا نہیں کرتے، ان کے لئے ارزاں ہونے کی وجہ سے آلودگی پھیلانے والے ایندھن کا استعمال درست نہیں ہوگا؛ کیونکہ اس سے اجتماعی ضرر پیدا ہوتا ہے، اور اصول ہے: "لاضرر ولاضرار"، نیز یہ "فساد" پھیلانے اور انسانی زندگی کو خطرہ میں ڈالنے کے مرادف ہے جس سے قرآن میں منع فرمایا گیا ہے: "ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة" البتہ جو لوگ ایسے وسائل کے استعمال پر قادر نہیں ہیں ان کو کوشش کرنی چاہئے کہ بہترین قسم کا دھواں پیدا کرنے والا ایندھن استعمال کریں تا کہ گھر کے افراد اور ماحول کی صحت درست رہ سکے "الضرر الأشد يزال بالضرر الأخف" (چھوٹے ضرر کے ذریعہ بڑے ضرر کو روکا جائے گا)۔

۲- گاڑیاں ایک اہم ضرورت ہیں، انکا استعمال ناگزیر ہے؛ تاہم اس سلسلے میں چند بنیادی باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے:

الف: چونکہ ڈیزل فضا کو زیادہ کثیف کرتا ہے اس لئے ڈیزل سے چلنے والی گاڑیاں استعمال کرنے سے حتی الامکان گریز کرنا چاہیے۔

ب: جہاں تک ممکن ہو ایندھن سے چلنے والی گاڑیوں کا استعمال کم سے کم کریں، زیادہ تر میٹرو ٹرین یا اجتماعی سواریوں کا استعمال کریں۔

ج: ایندھن سے چلنے والی گاڑیوں کی سروس باقاعدہ پابندی سے کرائیں تا کہ انجن درست حالت میں رہے اور دھواں کم نکلے۔

نیز حکومت کی طرف سے اگر ایسے قانون بنائے جائیں مثلاً ڈیزل کے استعمال کی ممانعت کردی جائے یا کسی خاص گاڑی کیلئے گیس کا استعمال لازم کردیا جائے جیسے C.N.G گاڑیاں وغیرہ، تو عوام کے لئے ایسے قوانین پر عمل کرنا واجب ہوگا۔ اور اگر حکومت کی طرف سے کوئی ہدایت نہ ہو تب بھی لوگوں کو ضرر سے بچانے اور ماحول کو پاک صاف رکھنے کیلئے اسکی حیثیت شرعاً وجوب کی ہوگی، اسلئے کہ عوام الناس کی صحت متاثر کرنا اور فضا میں آلودگی پھیلانا فساد ہے اور فساد سے اللہ نے منع فرمایا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماحول کو پاک رکھنے سے متعلق واضح ہدایت دی ہیں جو سابقہ صفحات میں نقل کی جا چکی ہیں۔

۳- استطاعت کی صورت میں شرعاً کم دھواں پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال واجب معلوم ہوتا ہے؛ البتہ اگر استطاعت نہ ہو تو ایسی تدبیر اختیار کرنی چاہیے جس سے دھواں آس پاس کے ماحول کو متاثر نہ کرے یا کم کرے مثلاً کچھ ایسا نظم کیا جائے جس سے دھواں کافی اوپر اڑ جائے یا جنریٹر ایسی جگہ رکھا جائے جس سے افراد کے متاثر ہونے کا اندیشہ کم ہو جائے۔

۴- جی! مستحسن عمل ہوگا۔

۵- اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور ہوا و فضا کا قرآن میں بار بار ذکر کیا ہے اور ان کو اپنی نشانی قرار دیا ہے، لہذا ان آیات کی حفاظت اور حرمت و احترام ہم پر واجب ہے، نیز اللہ نے ہر چیز کو نپی تلی مقدار میں پیدا کیا ہے لہذا اس کے قائم کردہ قدرتی توازن کو بگاڑنا یا بگاڑنے کے اسباب اختیار کرنا صرف گناہ ہی نہیں بلکہ "فساد" ہے جس کی قرآن میں ممانعت آئی ہے، لہذا حکومت کی طرف سے بنائے گئے قوانین کی پاسداری ہم پر لازم ہے اور خلاف ورزی گناہ ہے اور خلاف ورزی کرنے والا مستحق سزا ہوگا۔

۶- بہتر شکل یہ کہ ایسے ناقابل استعمال اجزاء کو زیر زمین دفن کردیا جائے چونکہ مٹی میں اللہ نے ایسی خاصیت رکھی ہے کہ وہ آلودگی کو جذب کر لیتی ہے یا آبادی کے باہر ایسی جگہ ڈالا جائے جہاں جانور اور کیڑے مکوڑے اس سے کھا جائیں اور آلودگی کم سے کم ہو، نیز حکومت اور خود ذابح کی ذمہ داری یہ ہے کہ صفائی کا خاص خیال رکھیں اور ایسی ترکیب استعمال کریں جس سے آلودگی نہ پھیلے مثلاً کیڑے مار دواؤں اور بدبو زائل کرنے والی اشیاء استعمال

کی جائیں۔

۷۔ شرعاً اس کا استعمال درست نہ ہوگا، محض آسانی وخوشنمائی کی غرض سے یا سستا ہونے کی وجہ سے تجار وعوام کو اس کے استعمال سے احتراز کرنا چاہیے اور بدل کے طور پر زنبیل وتھیلا وغیرہ کا استعمال کرنا چاہیے۔

۸۔ سگریٹ، بیڑی، حقہ اور ایسی اشیاء جن سے دھواں نکلتا ہو اور فضا میں کثافت وآلودگی پیدا ہوتی ہو نیز نہ صرف پینے والے بلکہ اس کے ہم نشینوں کو بھی نقصان پہنچتا ہو، مکروہ ہے، اور ایسی عوامی جگہیں جہاں قانوناً اسکی اجازت نہیں ہے انکا استعمال مکروہ تحریمی کے درجہ میں ہوگا۔

۹۔ جن گھروں میں بیت الخلاء کا انتظام نہیں ہے ان کے لئے جنگل یا آبادی کے باہر کھیت میں قضاء حاجت کی گنجائش ہے بشرطیکہ آبادی سے دور جائے، نیز شاہراہ اور عوامی راستوں کے کنارے یا درمیان میں قضاء حاجت نہ کرے؛ کیونکہ اس سے آلودگی بھی پیدا ہوتی ہے اور ایذاء الناس بھی ہے جس سے احادیث میں منع کیا گیا ہے۔

آج کل ریلوے اسٹیشن، بس اڈہ اور ائیر پوٹ وغیرہ پر استنجاخانے وبیت الخلا کا انتظام ہوتا ہے انکا ہی استعمال کرنا چاہیے، عوامی مقامات میں قضاء حاجت کرنا شریعت کی نظر میں ناپسندیدہ عمل ہے؛ کیونکہ اس میں بے پردگی، ایذاء الناس اور فضائی آلودگی جیسی قباحتیں پائی جاتی ہیں نیز حدیث میں ایسے شخص کو لعنتی بتایا گیا ہے جو عوامی مقامات پر ایسی حرکت کر کے ایذاء الناس کا سبب بنے۔

اسلام میں چونکہ نظافت اور صفائی ستھرائی کی بڑی اہمیت ہے اور قرآن واحادیث میں اس کے متعلق تاکیدی احکام موجود ہیں، اس لئے گندگی و فضلات کھلی نالیوں یا سڑکوں، گلیوں میں بہانا درست نہیں ہے دلائل ماسبق میں گذر چکے ہیں۔

۱۰۔ وجوب کے درجہ میں مطلوب ہے۔

۱۱۔ بقدر ضرورت استعمال کی گنجائش ہے لیکن ضرورت سے زیادہ استعمال صحیح نہیں ہے اسلئے کہ ماحول اور ان چیزوں کا تحفظ جو ہمارے ماحول کا حصہ ہیں ضروری ہے۔ نیز کوئی بھی چیز حد اعتدال ہی میں بھلی معلوم ہوتی ہے، اسی طرح قدرتی توازن کو بگاڑنا "فساد" ہے جو درست نہیں ہے۔

۱۲۔ الف: بلاضرورت ایسا کرنا درست نہیں ہے۔

ب: شجرکاری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور درختوں کو بلاضرورت کاٹنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات وہدایات کے خلاف ہیں اسکی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم کے درختوں کو کاٹنے سے منع فرمایا ہے نیز بعض صحابہ درخت لگانے کا خاص اہتمام فرماتے تھے۔

کاشتکاری کو علما نے سب سے پاکیزہ، عمدہ اور افضل ترین پیشہ قرار دیا ہے چنانچہ امام نووی تحریر فرماتے ہیں:

"وقد اختلف العلماء في أطيب المكاسب وأفضلها........"۔

۱۔ وجوب کی حد تک قابل تعمیل ہے۔

۲۔ غیر ضروری طور پر ہارن بجانا یا اپنی گاڑیوں میں تیز آواز کا ہارن لگوانا جائز نہیں، کیونکہ لوگوں کو اس سے دہشت ہوتی ہے جو ایذاء مسلم میں داخل ہے اور صوتی آلودگی پیدا ہوتی ہے جو ایک طرح کا فساد ہے جس سے قرآن میں روکا گیا ہے۔

۳۔ ایک ناپسندیدہ عمل ہے، بلاضرورت یا ضرورت سے زیادہ اسکا استعمال درست نہیں ہے؛ کیونکہ ماحول کو آلودگی سے اور انسانوں کو بیماریوں سے بچانا ہماری ذمہ داری ہے، انسان کی صحت وجان ایک قیمتی شئی ہے جس کا تحفظ شرعاً لازمی ہے۔

۴۔ وجوب کے درجہ میں ان قوانین پر عمل ضروری ہے، ان کی خلاف ورزی کرنے سے گناہ گار ہوگا اور مستحق سزا بھی۔

☆☆☆

فضائی اور صوتی آلودگی - اسلامی نقطہ نگاہ سے

مولانا محمد مصطفی قاسمی آواپوری[1]

۱- عام طور پر پکوان میں ایندھن کے طور پر لکڑی، کوئلہ، گوبر، کنڈا، گیس بجلی وغیرہ کا استعمال ہوتا ہے، ان میں بعض چیزیں دھواں چھوڑنے والی ہیں جن سے ماحول آلودہ ہوتا ہے اور بعض دھواں پیدا نہیں کرتیں، لیکن ممکن ہے کہ وہ نسبتاً مہنگی ہوں، تو جو شخص ایسے وسائل استعمال کرنے پر قادر ہو تو اس کے لئے ارزاں ہونے کی وجہ سے آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال کرنا درست نہیں ہوگا؛ کیونکہ اس سے اجتماعی ضرر پیدا ہوتا ہے، کسی بھی عاقل ودانش مند آدمی کے لئے یہ زیبا نہیں دیتا ہے کہ وہ اپنے مفاد کی خاطر پوری قوم کو مصیبت ومشقت میں مبتلا کردے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

عصر حاضر کی فضائی آلودگی اور صوتی آلودگی جس نے ماحول کو جہنم کدہ بنا کر رکھ چھوڑا ہے جس سے پوری عوام کو بے انتہا تکلیف پہنچ رہی ہے تو جو بھی شخص اس آلودگی کو پھیلانے کا ذریعہ بنے گا تو وہ یقیناً شرعی نقطۂ نظر سے مجرم وعاصی شمار ہوگا اور اس کا یہ فعل گناہ کبیرہ ہے؛ کیونکہ اس مذموم عمل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق کو تکلیف پہنچانا ہے، اور ایذاء مخلوق الٰہی گناہ کبیرہ ہے، یہ سب باتیں ہاتھ سے تکلیف پہنچانے میں داخل ہیں، اور یہ فضائی وصوتی آلودگی پھیلانے سے اجتناب واحتراز نہ کرنا بھی فساد میں داخل ہے اور فساد مچانا، فساد برپا کرنا اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے، فساد سے سب کو اجتناب کرنے کی ضرورت ہے بالخصوص مسلم قوم کو، ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وإذا قيل لهم لا تفسدوا في الأرض قالوا إنما نحن مصلحون" (سورۂ بقرہ:۱۱) (اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ فساد مت کرو زمین میں تو کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح ہی کرنے والے ہیں)۔

"ألا إنهم هم المفسدون ولكن لا يشعرون" (سورۂ بقرہ:۱۲) (یاد رکھو بے شک یہی لوگ مفسد ہیں لیکن وہ اس کا شعور نہیں رکھتے)۔

"وإذا تولى سعى في الأرض ليفسد فيها ويهلك الحرث والنسل والله لا يحب الفساد" (سورۂ بقرہ:۲۰۵) (اور جب پیٹھ پھیرتا ہے تو اس دوڑ دھوپ میں پھرتا رہتا ہے کہ شہر میں فساد کرے اور کسی کے کھیت یا مواشی کو تلف کردے اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں فرماتے)۔

"ولا تبخسوا الناس أشياء هم ولا تعثوا في الأرض مفسدين" (سورۂ شعراء:۱۸۳) (اور لوگوں کا ان کی چیزوں میں نقصان مت کیا کرو اور سرزمین میں فساد مت مچایا کرو)۔

"وكان في المدينة تسعة رهط يفسدون في الأرض ولا يصلحون" (سورۂ نمل:۴۸) (اور کفر کے سرغنہ اس بستی میں نو شخص تھے جو سرزمین میں یعنی بستی سے باہر تک بھی فساد کیا کرتے تھے اور ذرا اصلاح نہ کرتے تھے)۔

''عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال: من نفس عن مسلم كربة من كرب الدنيا نفس الله عنه كربة من كرب يوم القيامة، ومن يسر على معسر يسر الله عليه في الدنيا والآخرة، ومن ستر على مسلم ستر الله عليه في الدنيا والآخرة، والله في عون العبد ما كان العبد في عون أخيه'' (ابوداؤد ۲/ ٦٧٦، كتاب الادب، باب المعونة للمسلم، مسلم ۲/ ۳۴۵، كتاب الذكر والدعاء، باب في فضل الاجتماع على تلاوة القرآن)۔

(حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص دنیا میں کسی پریشان حال مسلمان کی پریشانی دور کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی قیامت کے دن کی پریشانی کو دور کرے گا، اور جو کوئی مفلس زدہ، تنگ حال پر آسانی کا معاملہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے ساتھ دنیا و

[1] مدرسہ اسلامیہ شکرپور بھرواڑہ دربھنگہ۔

آخرت میں آسانی کا معاملہ کرے گا، اور جو شخص کسی مسلمان کی دنیا میں پردہ پوشی کرے گا تو اللہ تعالی بھی اس کی دنیا اور آخرت میں پردہ پوشی کرے گا، اور اللہ تعالی اپنے بندے کا اس وقت تک تعاون وامداد کرتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کا تعاون وامداد کرتا رہتا ہے)۔

ہم جب دوسرے وسائل کے استعمال کرنے پر پوری طرح قادر ہیں تو ارزاں ہونے کی وجہ سے آلودگی پیدا کرنے والے جلاون وایندھن کا استعمال نہ کریں؛ کیونکہ اس کی وجہ سے اجتماعی ضرر اور ساری مخلوق کو تکلیف واذیت پہنچتی رہتی ہے، شرعا یہ طریقہ جائز ومحمود نہیں ہے، حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ تعالی پر ایمان رکھتا ہے اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، اس کو چاہئے کہ مہمان کا اکرام کرے اور اپنے پڑوسی کو نہ ستائے اور زبان سے کوئی بات نکالے تو بھلائی کی نکالے ورنہ چپ رہے، اور دوسری روایت میں ہے کہ صلہ رحمی کرے (فضائل صدقات ا/ ۱۰۴ تا ۱۱۲، از مولانا زکریا کاندھلویؒ)۔ لہذا میری ذاتی رائے یہی ہے کہ ایسے وسائل کا استعمال کریں جس سے دھواں نہ پیدا ہو اور فضائی آلودگی میں اضافہ کا سبب نہ ہو۔

۲۔ گاڑیاں ایک اہم ضرورت ہیں، لیکن ان کے لئے بھی ایندھن مطلوب ہے، یہ ایندھن ڈیزل، پٹرول اور کئی قسم کی گیسوں کی شکل میں قابل استعمال ہوتا ہے، اور اب اس میدان میں بھی شمسی توانائی کو قابل استعمال بنانے کی کوشش کی جارہی ہے، ڈیزل میں بہت زیادہ، اس سے کم پٹرول میں اور اس سے بھی کم گیس سے دھواں خارج ہوتا ہے، ایسی صورت میں حکومت کی طرف سے ڈیزل کے استعمال کی ممانعت کردی جائے، یا کسی خاص گاڑی کے لئے گیس ہی کے استعمال کو لازم کردیا جائے تو عوام کے لئے اس قانون پر عمل کرنا شرعا واجب ہوگا، ان کی خلاف ورزی کرنے کی صورت میں واجب سزا کا مستحق ہوگا، مزید یہ کہ ملک کے حکمراں کو اس سلسلے میں سخت ترین تعزیر مقرر کرنے کا حق حاصل ہوگا (تعزیر کی تفصیل کے لئے دیکھئے: موسوعہ فقہیہ ۱۲/ ۲۵۴ تا ۲۸۷، کویت طبع دوم، ردالمحتار ۳/ ۱۹۴ تا ۲۱۰ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ بلوچستان، فتح القدیر ۵/ ۳۴۴ تا ۳۵۲ دار الفکر بیروت لبنان)۔

ا۔ ارشاد باری تعالی ہے: "یا أیہا الذین آمنوا أطیعوا اللہ وأطیعوا الرسول وأولی الأمر منکم فإن تنازعتم فی شیئ فردوہ إلی اللہ والرسول إن کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر ذلك خیر وأحسن تأویلا" (سورۂ نساء:۵۹)

(اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور حاکموں کا جو تم میں سے ہوں، پھر اگر جھگڑ پڑو کسی چیز میں تو اس کو رجوع کرو اللہ اور رسول کے اگر یقین رکھتے ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر یہ بات اچھی ہے اور بہت بہتر ہے اس کا انجام)۔

تشریح:...... اولی الامر لغت میں ان لوگوں کو کہا جاتا ہے، جن کے ہاتھ میں کسی چیز کا نظام وانتظام ہو، اسی لئے حضرت ابن عباس، حضرت مجاہد اور حضرت حسن بصریؒ وغیرہ مفسرین قرآن نے اولی الامر کا مصداق علماء وفقہاء کو قرار دیا ہے کہ وہ رسول کریم ﷺ کے نائب ہیں، اور نظام دین ان کے ہاتھ میں ہے اور ایک جماعت مفسرین نے جن میں حضرت ابوہریرہؓ بھی شامل ہیں، فرمایا کہ اولی الامر سے مراد حکام اور امراء ہیں جن کے ہاتھ میں نظام حکومت ہے)۔

اور تفسیر ابن کثیر اور تفسیر مظہری میں ہے کہ یہ لفظ دونوں طبقوں کو شامل ہے، یعنی علماء کو بھی اور حکام وامراء کو بھی؛ کیونکہ نظام قرآن ہی دونوں کے ساتھ وابستہ ہے (معارف القرآن ۲/ ۴۵۰ تا ۴۵۳ کتب خانہ نعیمیہ دیوبند)۔

۲۔ اور اگر حکومت کی طرف سے کوئی ہدایت نہیں ہوتب بھی لوگوں کو ضرر سے بچانے اور ماحول کو پاک وصاف رکھنے کے لئے کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کو ترجیح دینے کی شرعا سنت مؤکدہ کی حیثیت ہوگی، آلودگی پھیلنے کی وجہ سے لوگوں کو تکلیف ہوگی اور اس کا سبب ہماری ذات ہوگی لہذا یہ گناہ کبیرہ ہوگیا۔

۳۔ دوسروں کو تکلیف سے بچانے کی تدبیر کرنی چاہئے: حجر اسود کی فضیلت اور اہمیت کون مسلمان نہیں جانتا، اور فرمایا گیا کہ حجر اسود کو بوسہ دینا ایسا ہی ہے جیسے اللہ جل شانہ سے مصافحہ کرنا، اور حجر اسود کو بوسہ دینا انسان کے گناہوں کو جھاڑ دیتا ہے اور خود حضور اقدس ﷺ نے حجر اسود کو بوسہ دیا، صحابہ کرام نے دیا، یہ اسکی فضیلت کی بات ہے، لیکن دوسری طرف یہ فرمادیا کہ اگر حجر اسود کو بوسہ دینے کے لئے دھکا دینا پڑے اور اس کے نتیجے میں دوسرے کو تکلیف پہنچے تو پھر اس وقت حجر اسود کو بوسہ دینا جائز نہیں بلکہ گناہ ہے، آپ دیکھتے جائیں کہ شریعت اس بات کا کتنا اہتمام کرتی ہے کہ دوسروں کو اپنی ذات سے ادنی برابر بھی تکلیف پہنچنے سے بچایا جائے، جب اتنی اہم چیزوں کو صرف اس لئے چھڑایا جارہا ہے کہ اپنی ذات سے دوسروں کو تکلیف نہ

پہنچے تو پھر نوافل اور مستحبات کے ذریعہ دوسروں کو تکلیف پہنچانا کہاں سے جائز ہوگا (اصلاحی خطبات ۸ / ۹۴ تا ۹۵)۔

مثلاً تلاوت قرآن کریم ایک عبادت ہے یہ اتنی اہم عبادت ہے کہ ایک حرف پر دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں، گویا کہ تلاوت کے وقت نیکیوں کا خزانہ جمع ہوجاتا ہے اور فرمایا کہ سارے اذکار اور تسبیحات میں سب سے افضل ترین قرآن کریم کی تلاوت ہے اور تلاوت میں افضل یہ ہے کہ بلند آواز سے کی جائے، آہستہ آواز کے مقابلے میں بلند آواز سے تلاوت کرنے پر زیادہ ثواب ملتا ہے، لیکن اگر تمہاری تلاوت کی وجہ سے کسی کی نیند یا آرام میں خلل آرہا ہو تو پھر بلند آواز سے تلاوت کرنا جائز نہیں (اصلاحی خطبات ۸ / ۹۵)۔

۴۔ عصر حاضر کے آلات ومشین کو ہم استعمال کرتے ہیں جو فضائی اور صوتی آلودگی کا باعث بنتی ہیں جس کی بنا پر طرح طرح کی بیماریاں جنم لے رہی ہیں جن کے شکار صرف انسان ہی نہیں بلکہ چرند پرند اور حشرات الأرض بھی ہیں اور ختم بھی ہوتے جارہے ہیں، اس لئے ہر آدمی چاہے مسلم ہو یا غیر مسلم سب پر یکساں حکم نافذ ہوگا، سب لوگ مل کر فضائی اور صوتی آلودگی پر کنٹرول رکھیں، جو اس کی خلاف ورزی کرے اس کو سمجھایا جائے پھر بھی وہ باز نہ آئے تو اہل حکومت کو خبر دی جائے تاکہ حکومت اس کے اوپر تادیبی کاروائی کرے اور تاوان وضمان بھی لازم کردے تاکہ وہ بالکلیہ اس حرکت سے اجتناب واحتراز کرنے لگے، اس سے پوری قوم کو فائدہ پہنچے گا، اس سے یہ بات الم نشرح ہوگئی کہ اپنے مفاد کی خاطر پوری قوم کی تکلیف پہنچانا کوئی دانش مندی کی بات نہیں ہوگی اور نہ شریعت اس کی اجازت دے گی بلکہ یہ کام گناہ کبیرہ میں شمار ہوگا، حکومت کے قانون کی خلاف ورزی بھی گناہ کبیرہ ہے اور حرام فعل ہے اور ایذاء مخلوق الٰہی ہے۔

۵۔ موٹر کار کسی بھی فرد کی معاشی خوش حالی کی نشان دہی کرتی ہے لیکن یہ بات عام طور سے تصور میں نہیں آتی کہ موٹر کاروں اور دیگر پیٹرول سے چلنے والی گاڑیوں سے خارج ہونے والا دھواں کس حد تک مہلک اور نقصان دہ ہوسکتا ہے، ایک جائزے کے مطابق ممبئی کی فضا میں روزانہ ۳۰۰۰ ٹن کثیف دھواں، گیس اور بخارات تحلیل ہوتے ہیں اور فضا میں شامل ہونے والی اس کثافت کا تقریباً ۶۲ فیصد حصہ سڑک پر چلنے والی گاڑیوں سے پیدا ہوتا ہے، دہلی کی فضا میں ۴۰۰ سے ۵۰۰ ٹن جلے ہوئے پٹرول کا دھواں اور ۳۰۰ ٹن کاربن مونو آکسائیڈ گیس روزانہ موٹروں کے دھوئیں کی شکل میں ہوا میں شامل ہوتی ہے، درحقیقت دہلی اور ممبئی کی فضا میں ۷۰ فیصد کاربن ڈائی آکسائیڈ، ۵۰ فیصد جلا ہوا پٹرول اور ۳۰۔ ۴۰ فی صد ذرات موٹر کاروں اور دیگر پٹرول سے چلنے والی گاڑیوں کی وجہ سے آتے ہیں، اس کے علاوہ گاڑیوں سے خارج ہونے والے دھوئیں میں جست کی کافی مقدار ہوتی ہے جو کافی زہریلا مادہ ہے، یہ انسان کے اعصابی نظام پر بہت مہلک اثرات چھوڑتا ہے، اور بچوں کے ذہنی نشوونما پر بھی اثر انداز ہوتا ہے، کاربن مونو آکسائیڈ بذات خود ایک مہلک زہر ہے جس کی مقدار زیادہ ہونے کی صورت میں انسان کی فوری موت واقع ہوجاتی ہے، کم مقدار میں یہ ہلکے ہلکے نقصان پہنچاتی ہے (اس کی تفصیل کے لئے دیکھئے: اردو ماہنامہ سائنس، نئی دہلی ۳۵ تا ۳۹، نومبر ۲۰۱۵ جلد: ۲۲)۔

۶۔ روشنی کے حصول کے لئے اس وقت جو ذریعہ استعمال کیا جاتا ہے، وہ بنیادی طور پر الیکٹرک اور اس کے نہ ہونے کی صورت میں جنریٹر ہے، جنریٹر مٹی کے تیل سے بھی چلتا ہے، اور ڈیزل، پٹرول اور گیس سے بھی، مٹی کے تیل اور ڈیزل سے چلنے والے جنریٹر بہت زیادہ دھواں چھوڑتے ہیں، اور بہت سی جگہوں پر حکومت کی طرف سے اس کے استعمال کی ممانعت بھی ہوتی ہے، تو ایسی صورت میں شرعاً کم دھواں پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال واجب ہوگا، تاکہ ماحول کو اس کے نقصان سے بچایا جاسکے، اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اچھے کام کرنے کی تاکید کی اور ہر برے کام کے ارتکاب کرنے کی ممانعت فرمائیں، ارشاد باری ہے: "وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان واتقوا الله ان الله شديد العقاب" (سورہ مائدہ: ۲) (اور آپس میں مدد کرو نیک کام پر اور پرہیزگاری پر، اور مدد نہ کرو گناہ پر اور ظلم پر، اور ڈرتے رہو اللہ سے بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے)۔

یہ سورہ مائدہ کی دوسری آیت کا آخری جملہ ہے، اس میں قرآن حکیم نے ایک ایسے اصول اور بنیادی مسئلہ کے متعلق ایک حکیمانہ فیصلہ دیا ہے جو پورے نظام عالم کی روح ہے، اور جس پر انسان کی ہر صلاح وفلاح بلکہ خود اس کی زندگی اور بقا موقوف ہے، وہ مسئلہ ہے باہمی تعاون کا، ہر ذی ہوش انسان جانتا ہے کہ اس دنیا کا پورا انتظام انسانوں کے باہمی تعاون وتناصر پر قائم ہے، اگر ایک انسان دوسرے انسان کی مدد نہ کرے تو کوئی اکیلا انسان خواہ وہ کتنا ہی عقل مند یا کتنا ہی زور آور ہو یا مالدار ہو اپنی ضروریات زندگی کو تنہا حاصل نہیں کرسکتا، اکیلا انسان نہ اپنی غذا کے لئے غلہ اگانے سے لے کر کھانے کے

قابل بنانے تک کے تمام مراحل کو طے کرسکتا ہے، نہ لباس وغیرہ کے لئے روئی کی کاشت سے لے کر اپنے بدن کے موافق کپڑا تیار کرنے تک بے شمار مسائل کا حل کرسکتا ہے اور نہ اپنے بوجھ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرسکتا ہے، غرض ہر انسان اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں دوسرے انسانوں کا محتاج ہے، ان کے باہمی تعاون سے ہی ساری دنیا کا نظام چلتا ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے: معارف القرآن ۳/ ۲۰ تا ۲۶ کتب خانہ نعیمیہ، دیوبند)۔

عصر حاضر میں جتنے اقسام کی آلودگیاں ہیں اس سے ماحول کو نہ بچانا بلکہ ماحول کو بگاڑنا تاکہ ساری کی ساری مخلوقات تباہی و بربادی کے دہانے پر پہنچ جائے یہ روش اختیار کرنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے، یہ شرعاً قبیح اور حرام ہے، ہم لوگ باہم اتحاد و اتفاق کے ذریعہ اس کو دور کرنے کی کوشش کریں گے تب جا کر اس ہلاکت سے ہم لوگ بچ سکتے ہیں۔

''عن أنس و عن عبداللہ قالا: قال رسول الله ﷺ: الخلق عیال الله فأحب الخلق إلی الله من أحسن إلی عیاله'' (مشکوۃ ۲/ ۴۲۵، مجمع الزوائد ۸/ ۱۹۱، حلیة الاولیا ۲/ ۱۰۲،۴/ ۲۳۷)

(حضرت انس بن مالک اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مخلوق ساری کی ساری اللہ تعالی کی عیال ہے، پس اللہ تعالی کو وہ شخص بہت محبوب ہے جو اس کی عیال کے ساتھ احسان کرے)۔

کائنات میں اللہ تعالی کی شان ربوبیت کا ایک مظہر یہ ہے کہ جہاں انسانوں اور دوسرے جانداروں کو اور بہت ساری نعمتیں دی گئی ہیں وہیں اس کو سازگار ماحول بھی عطا کیا گیا ہے اور ایسی چیزیں بھی پیدا کی گئی ہیں جو کثافتوں کو جذب کر لیتی ہیں اور مختلف طرح کی آلودگیوں سے ماحول کو بچاتی ہیں، انسانی زندگی اور انسان کو مطلوب جاندار اور بے جان وسائل کی حفاظت کے لئے یہ بات ضروری ہے کہ انسان خود ماحولیات کا تحفظ کرنے کا اہتمام کرے اور ایسی چیزوں سے بچے جو فضا، زمین یا پانی وغیرہ میں آلودگی کا باعث بنتے ہوں۔

۴۔ ایندھن کے مذکورہ وسائل کے ساتھ ساتھ اس وقت شمسی توانائی کا استعمال کافی بڑھ رہا ہے، حکومت بھی اس کے لئے بعض سہولتیں فراہم کررہی ہیں، اس میں ایک بار خطیر رقم خرچ ہوتی ہے، لیکن آئندہ وہ برقی بل سے بچ جاتا ہے، جب حکومت کی طرف سے اس قسم کی فراہمی مل رہی ہے تو شرعی نقطہ نظر سے صاحب استطاعت افراد و اشخاص، مساجد و مدارس اور اداروں کے لئے آلودگی سے محفوظ اس توانائی کا استعمال مستحب اور مستحسن عمل ہوگا، اس طریقہ کار کو سب لوگ اپنانے کے لئے حتی الامکان جدوجہد کریں تاکہ ہمارا ماحول و معاشرہ ان تمام آلودگیوں سے صاف و شفاف ہوجائے۔

ماحولیاتی کثافت کی بنیادی وجہ ماحول کے قدرتی توازن میں مداخلت ہے، اللہ رب العزت نے اس کائنات میں ہر چیز کو نپی تلی مقدار میں اور باہم توازن کے ساتھ پیدا فرمایا ہے، اسی حقیقت کا بیان قرآن مجید میں ہے:

"سبح اسم ربك الأعلی الذی خلق فسوّی والذی قدر فهدی" (سورۂ اعلی ۱تا۳)

(اپنے پروردگار عالی شان کے نام کی تسبیح کیجئے جس نے ہر شئ کو بنایا پھر اس کو ٹھیک بنایا یعنی ہر شئ کو مناسب طور پر بنایا اور جس نے جانداروں کے لئے ان کے مناسب چیزوں کو تجویز کیا پھر ان جانداروں کو ان چیزوں کی طرف راہ بتلائی)۔

"والأرض مددناها وألقینا فیها رواسي وأنبتنا فیها من کل شئ موزون" (سورۂ حجر: ۱۹) (اور زمین کو ہم نے پھیلایا اور رکھ دیئے اس پر بوجھ اور اگائی اس میں ہر چیز اندازے سے)۔

"وان من شئ إلا عندنا خزائنه وما ننزله إلا بقدر معلوم" (سورۂ حجر: ۲۱) (اور ہر چیز کے ہمارے پاس خزانے ہیں اور اتارتے ہیں ہم اندازہ معین پر)۔

"ولا تفسدوا فی الأرض بعد اصلاحها وادعوه خوفًا وطمعًا إن رحمت الله قریب من المحسنین" (سورۂ اعراف: ۵۶) (اور مت خرابی ڈالو زمین میں اس کی اصلاح کے بعد اور پکارو اس کو ڈر اور توقع سے بے شک اللہ کی رحمت نزدیک ہے نیک کام کرنے والوں سے)۔

ان تمام معروضات کی روشنی میں یہ بات الم نشرح ہوگئی کہ فضائی آلودگیاں بہت ہی خطرناک و ہولناک ہیں ان سے ہم لوگوں کو احتراز واجتناب کرنے کی ضرورت ہے، جس ایندھن سے آلودگی پھیلتی ہے اس کو قطعاً ترک کردیا جائے اور جو ایندھن آلودگی سے محفوظ ہو اس ایندھن کا استعمال کرنا عصر

حاضر میں مستحب و مستحسن عمل ہوگا، اسی میں ہماری اور تمام اقوام کی بھلائی منحصر ہے، اس سلسلے میں کوتاہی نہ کریں بلکہ فوراً اس محفوظ ایندھن کا استعمال کرنا شروع کردیں شریعت مطہرہ کی روشنی میں۔

۵- حکومت جو قوانین انسانی بھلائی کے نقطہ نظر سے بنا کر نافذ کرتی ہے صدفی صد اس کے اندر حکمراں طبقہ، ملازمین، خواص وعوام، اور پوری قوم ورعایا کا فائدہ ہی فائدہ ہے، قوانین پر عمل کرنے سے امن وچین اور سکون واطمینان کی زندگی نصیب ہوتی ہے، اس کی خلاف ورزی کرنے سے حکومت ورعایا کو نقصان ہی پہنچتا ہے، ملک میں رہنے والے کسی بھی فرد وشخص کے لئے شتر بے مہار ہو کر زندگی گزارنا شرعاً، عقلاً، قانوناً، قضائً، دیانۃً، ملکاً ممنوع وحرام ہے، ہم اس ملک میں رہتے ہیں تو اس کے قوانین کی بہ شرطیکہ اسلامی قانون سے متصادم نہ ہوں ان کی پابندی ہم پر فرض ہے اور ان کی خلاف ورزی حرام ہے، اسلام کی تعلیم یہی ہے کہ اللہ تعالی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور امراء کی اطاعت کرو، خلاف ورزی اور بغاوت وسرکشی پر کمربستہ مت رہو۔

"یا أیها الذین آمنوا أطیعوا الله وأطیعوا الرسول وأولی الأمر منکم" (سورۂ نساء: ۵۹) (اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور حاکموں کا جو تم میں سے ہوں)۔

حکم اور اطاعت کی تین عملی صورتیں ہیں، مفتی محمد شفیع صاحبؒ اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اول قسم: ایک وہ جس کا حکم صراحۃً خود حق تعالی نے قرآن میں نازل فرمادیا، اور اس میں کسی تفصیل وتشریح کی حاجت نہیں، جیسے شرک وکفر کا انتہائی جرم ہونا، ایک اللہ وحدہ کی عبادت کرنا، اور آخرت اور قیامت پر یقین رکھنا، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری رسول برحق ماننا، نماز، روزہ، حج، زکوۃ کو فرض سمجھنا، یہ وہ چیزیں ہیں جو براہ راست احکام ربانی ہیں، ان کی تعمیل بلاواسطہ حق تعالی کی اطاعت ہے۔

دوم قسم: دوسرا حصہ احکام کا وہ ہے جس میں تفصیلات وتشریحات کی ضرورت ہے، ان میں قرآن کریم اکثر ایک مجمل یا مبہم حکم دیتا ہے، اور اس کی تشریح وتفصیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کی جاتی ہے، پھر وہ تفصیل وتشریح جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی احادیث کے ذریعہ فرماتے ہیں وہ بھی ایک قسم کی وحی ہوتی ہے، اگر اس تفصیل وتشریح میں اجتہادی طور پر کوئی کمی یا کوتاہی رہ جاتی ہے تو بہ ذریعہ وحی اس کی اصلاح فرمادی جاتی ہے، اور بالآخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول وعمل جو آخر میں ہوتا ہے وہ حکم الہی کا ترجمان ہوتا ہے۔

اس قسم کے احکام کی اطاعت بھی اگرچہ درحقیقت اللہ تعالی ہی کی اطاعت ہے لیکن ظاہری اعتبار سے چونکہ یہ احکام صریح طور پر قرآن میں نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے امت کو پہنچتے ہیں اس لئے ان کی اطاعت ظاہری اعتبار سے ایک جداگانہ حیثیت رکھتی ہے، اسی لئے پورے قرآن میں اللہ تعالی کی اطاعت کا حکم دینے کے ساتھ اطاعت رسول کا حکم مستقلاً مذکور ہے۔

سوم قسم: تیسرا درجہ احکام کا وہ ہے جو نہ قرآن میں صراحۃً مذکور ہے نہ حدیث میں، یا ذخیرہ احادیث میں اس کے متعلق متضاد روایات ملتی ہیں، ایسے احکام میں علماء مجتہدین قرآن وسنت کے منصوصات اور زیر غور مسئلہ کے نظائر میں غور وفکر کر کے ان کا حکم تلاش کرتے ہیں، ان احکام کی اطاعت بھی اگرچہ حقیقت کے اعتبار سے قرآن وسنت سے مستفاد ہونے کی وجہ سے اطاعت خداوندی ہی کی ایک فرد ہے، مگر ظاہری سطح کے اعتبار سے یہ فقہی فتاوی کہلاتے ہیں، اور علماء کی طرف منسوب ہیں۔

اس تیسری قسم میں ایسے احکام بھی ہیں جن میں کتاب وسنت کی رو سے کوئی پابندی عائد نہیں، بلکہ ان میں عمل کرنے والوں کو اختیار ہے جس طرح چاہیں کریں، جن کو اصطلاح میں مباحات کہا جاتا ہے، ایسے احکام میں عملی انتظام حکام وامراء کے سپرد ہے کہ وہ حالات اور مصالح کے پیش نظر کوئی قانون بنا کر سب کو اس پر چلائیں......، آیت مذکورہ میں اولوالامر کی اطاعت سے علماء وحکام دونوں کی اطاعت مراد ہے، اس لئے اس آیت کی رو سے فقہی تحقیقات میں فقہاء کی اطاعت اور انتظامی امور میں حکام وامراء کی اطاعت واجب ہوگئی، یہ اطاعت بھی درحقیقت اللہ تعالی کے احکام ہی کی اطاعت ہے، لیکن ظاہری سطح کے اعتبار سے یہ احکام نہ قرآن میں ہیں نہ سنت میں؛ بلکہ ان کا بیان یا علماء کی طرف سے ہو یا حکام کی طرف سے، اس لئے اس اطاعت کو تیسرا نمبر جداگانہ قرار دے کر اولوالامر کی اطاعت نام رکھا گیا، اور جس طرح منصوصات قرآن میں قرآن کی اتباع اور منصوصات رسول میں رسول کی اتباع لازم وواجب ہے، اسی طرح غیر منصوص فقہی چیزوں میں فقہاء کا اور انتظامی امور میں حکام وامراء کی اتباع واجب ہے، یہی مفہوم ہے اطاعت اولی الامر کا۔

(دیکھئے: معارف القرآن ۲/ ۴۵۰ تا ۴۵۲)۔

"والذين ينقضون عهد الله من بعد ميثاقه ويقطعون ما أمر الله به أن يوصل ويفسدون في الأرض أولئك لهم اللعنة ولهم سوء الدار" (سورہ رعد:۲۵) (اور جو لوگ توڑتے ہیں عہد اللہ کا مضبوط کرنے کے بعد اور قطع کرتے ہیں اس چیز کو جن کو فرمایا اللہ نے جوڑنا اور فساد اٹھاتے ہیں ملک میں ایسے لوگ ان کے واسطے ہے لعنت اور ان کے لئے برا گھر)۔

احکام و ہدایات: مذکورہ آیات میں انسانی زندگی کے مختلف شعبوں کے متعلق خاص خاص احکام و ہدایات آئی ہیں، بعض صراحۃً اور بعض اشارۃً، مثلاً اس سے ثابت ہوا کہ جو معاہدہ کسی سے کرلیا جائے اس کی پابندی فرض اور اسکی خلاف ورزی حرام ہے، خواہ وہ معاہدہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو جیسے عہد ایمان، یا مخلوقات میں سے کسی سے ہو، خواہ مسلمان سے ہو یا غیر مسلم سے عہد شکنی بہر حال حرام ہے (معارف القرآن ۵/ ۱۹۷ تا ۱۹۹)۔

''عن أبي موسى قال: قالوا: يا رسول الله أي الإسلام أفضل قال: من سلم المسلمون من لسانه ويده'' (بخاری ۱/ ۶ کتاب الایمان، باب الی الاسلام، مسلم ۱/ ۴۸، کتاب الایمان، باب بیان تفاضل الاسلام)

حضرت ابوموسی اشعریؓ سے روایت ہے کہ صحابہ کرامؓ نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسلام میں کون سی چیز سب سے بہتر ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ مسلمان ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان لوگ محفوظ رہیں)۔

تشریح: نہ اس آدمی کی زبان سے کسی کو تکلیف پہنچے، اور نہ اس کے ہاتھ سے کسی کو تکلیف پہنچے، گویا کہ اس حدیث میں مسلمان کی پہچان بتائی کہ مسلمان کہتے ہی اس کو ہیں جس میں یہ صفت پائی جائے، لہذا جس مسلمان کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے لوگ محفوظ نہ رہیں، حقیقت میں وہ شخص مسلمان کہلانے کا مستحق ہی نہیں، عصر حاضر کے صنعتی کارخانوں کے مالک حضرات اپنے اپنے مفاد کی خاطر پورے ملک میں فضائی آلودگی پھیلا رہے ہیں، ان کے اس کرتوت سے پورے ملک کے عوام وخواص، انسان وحیوان سب کے سب ہلاکت کے دہانے پر پہنچ چکے ہیں، ہم اس سے باز آجائیں یا اس کی احتیاطی تدابیر اختیار کریں۔

صنعتی ترقی کے اس دور میں چھوٹے بڑے کارخانوں کی بہتات ہے اور یہ یقینا موجودہ دور کی ایک ضرورت ہے، لیکن کارخانوں میں جو ایندھن استعمال کیا جاتا ہے وہ بہت دھواں پیدا کرنے والا ہوتا ہے، اور جو صنعتی فضلات باہر پھینکے جاتے ہیں وہ فضائی آلودگی پیدا کرتے ہیں، اس لئے حکومت نے اس کے لئے کئی قوانین بنائے ہیں کہ کارخانوں کو آبادی سے باہر بنایا جائے، ان کی چمنیوں کو ایک خاص سطح تک اونچا رکھا جائے، کم سے کم ایسا ایندھن استعمال کیا جائے جو آلودگی پیدا کرنے کا باعث نہ ہو اور فضلات کو تحلیل کرنے کی تدبیر اختیار کی جائے، یہ قوانین انسانی بھلائی کے ہی نقطہ نظر سے بنائے گئے ہیں تو شرعاً ایسے قوانین کی خلاف ورزی کرنا سراسر حرام ہے۔

۶۔ سڑک وراستہ کے اوپر خون، اوجھڑی، گوبر، ہڈی، پاخانہ، پیشاب کو ڈال کر لوگوں کو تکلیف نہ پہنچاؤ اور نہ کسی دیگر چیزوں کے ذریعہ آلودگی پھیلاؤ، کیونکہ بہ مقابلہ نباتات کے جانوروں میں بہت جلد تعفن پیدا ہوجاتا ہے اور یہ بہت تیزی سے فضا کو آلودہ کرتے ہیں، شرعاً ایسے گھناؤنے فعل کا ارتکاب حرام ہے اور اس سے اللہ تعالی کی ہر مخلوق کو ایذاء پہنچتی ہے اور ایذاء مخلوق حرام ہے

(بخاری ۱/ ۶، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ، مسلم ۱/ ۴۸ کتاب الایمان، باب بیان تفاضل الاسلام)۔

ارشاد باری ہے: "الذي جعل لكم الأرض فراشا والسماء بناء وأنزل من السماء ماء فأخرج به من الثمرات رزقا لكم فلا تجعلوا لله أندادا وأنتم تعلمون" (سورۂ بقرہ:۲۲) (جس نے بنایا واسطے تمہارے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت اور اتارا آسمان سے پانی پھر نکالے اس سے میوے تمہارے کھانے کے واسطے سو نہ ٹھہراؤ کسی کو اللہ کے مقابل اور تم تو جانتے ہو)۔

تشریح: پہلی نعمت یہ ہے کہ زمین کو انسان کے لئے فرش بنادیا، نہ پانی کی طرح نرم ہے جس پر قرار نہ ہوسکے، اور نہ لوہے، پتھر کی طرح سخت ہے کہ ہم اس سے اپنی ضرورت کے مطابق آسانی سے استعمال نہ کرسکیں، بلکہ نرمی اور سختی کے درمیان ایسا بنایا گیا جو عام انسانی ضروریات زندگی میں کام دے سکے۔

دوسری نعمت یہ ہے کہ آسمان کو ایک مزین اور نظر فریب چھت بنادیا، تیسری نعمت یہ ہے کہ آسمان سے پانی برسایا، پانی آسمان سے برسانے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ بادل کا واسطہ درمیان میں نہ ہو، بلکہ محاورات میں ہر اوپر سے آنے والی چیز کو آسمان سے آنا بولتے ہیں۔

چوتھی نعمت اس پانی کے ذریعہ پھل پیدا کرنا اور پھلوں سے انسان کی غذا پیدا کرنا ہے (معارف القرآن ۱/ ۱۳۴ تا ۱۳۵)۔

جو آدمی جانور کو ذبح کر کے اس کے قابل استعمال اجزاء کے حاصل کرنے کے بعد بعض اجزاء جیسے خون، گوبر، اوجھڑی، ہڈی وغیرہ کو آبادی سے متصل کھیتوں میں یا راستوں پر پھینک دیتے ہیں خاص کر جب کہ بیک وقت بہت سارے جانور ذبح کئے جائیں جیسا کہ قربانی کے ایام میں ہوتا ہے، قربانی یا غیر قربانی کے ذبیحہ کے ایسے اجزاء کے ذریعہ ہوا میں مزید کثافتیں پیدا ہوتی ہیں، جو صحت کے لئے نقصان دہ ہیں، ہوا میں کثافتیں مندرجہ ذیل طریقے سے پیدا ہوتی ہیں:

عمل تنفس، عمل احتراق، دھواں، جراثیم، گرد وغبار، متعفن جسم۔

۱۔ عمل تنفس: چونکہ تمام جاندار عمل تنفس کے ذریعہ آکسیجن کو جذب کرتے ہیں اور کاربن ڈائی آکسائیڈ کو خارج کرتے ہیں جس کی بدولت ہوا کثیف ہوجاتی ہے۔

۲۔ عمل احتراق: عمل احتراق کے ذریعہ جو گیس خارج ہوتی ہے وہ غلیظ وکثیف ہوتی ہے اور کثافت کی وجہ سے ہوا زہرآلود ہوجاتی ہے، سب سے زیادہ خطرناک کوئلے کے جلنے سے پیدا ہونے والی گیس کاربن ڈائی آکسائیڈ ہے، اس گیس میں سانس لینے والوں میں کاربن مونو آکسائیڈ پوائزننگ کے کیس ملتے ہیں۔

۳۔ دھواں: خاص طور سے انڈسٹریل علاقہ میں دھویں کے ذریعہ زہریلے مادوں سے ہوا میں کثافت بڑھ جاتی ہے اور ماحول کی ہوا مسموم ہوجاتی ہے۔

۴۔ جراثیم: کچھ جراثیم تو ہوا میں موجود ہوتے ہیں اور کچھ جراثیم جو انسان کے اندر رہتے ہیں، بات چیت کے دوران نیز چھینکنے، کھانسنے اور تھوکنے پر باہر کی ہوا میں شامل ہوجاتے ہیں، اور ہوا کو خراب اور مضر صحت بنادیتے ہیں، پھر یہ جرثومے تنفس کے ذریعہ دوسروں میں داخل ہوکر مختلف بیماریاں پیدا کرتی ہیں۔

۵۔ گرد وغبار: Organic and Inorganic مادے ہوتے ہیں نیز اس کے اندر جراثیم بھی شامل ہوتے ہیں، ذرات، کپاس اور دوسرے گھاس پھوس کے اجزاء بھی موجود رہتے ہیں، ان سے ہوا خراب ہوجاتی ہے، لہذا عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ کپڑے کی مل میں کام کرنے والے مزدوروں میں ایک بیماری نیمونیوسس Pneumoconiosis پیدا ہوجاتی ہے جس کی خاص وجہ ملوں اور فیکٹریوں کی کثیف گرد آلود ہوا ہے۔

۶۔ متعفن جسم: مردہ جانوروں اور سبزیوں کو جب پھینک دیا جاتا ہے تو ان میں عفونت پیدا ہوجاتی ہے، اس کے نتیجہ میں مختلف قسم کی بری گیس کا اخراج ہوتا ہے اس طرح ہوا مسموم ہوجاتی ہے (ماہنامہ فیصل ہند/ص ۴۲ تا ۴۳ فروری ۲۰۰۷ دہلی)، شریعت مطہرہ قربانی یا غیر قربانی کے ذبیحہ کے خون، گوبر، اوجھڑی، ہڈی، وغیرہ کو گڑھا کھود کر دفن کردینے کا حکم دیتی ہے، تاکہ ماحول ومعاشرہ پاکیزہ رہے اور صحت پر اس کا کوئی خراب اثر نہ پڑنے پائے؛ قربانی کرنے والے ہر فرد پر واجب ہے کہ ان سب چیزوں کو فوراً دفن کردے، ادھر ادھر پھینکنے سے اجتناب واحتراز کرے ورنہ فضائی آلودگیاں پھیلانے کے جرم میں واجبی سزا کے مستحق قرار پائیں گے؛ کیونکہ یہ لوگوں کو ہلاکت کے دہانے پر پہنچانے کے مترادف ہے، بلکہ اپنے آپ کو اور لوگوں کو ہلاکت میں ڈالنا ہے اور یہ اقدام شرعاً حرام ہے۔

ان معروضات کی روشنی میں یہ بات الم نشرح ہوگئی کہ حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ آلودگی پھیلانے والی جس قسم کی اشیاء ہوں سب کو اپنے میونسپلٹی کے عملہ کے ذریعہ آبادی سے بہت دور جہاں کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ ہوں وہاں پھینک دیا جائے تاکہ رعایا کو تکلیف دہ اور مضر صحت سے چھٹکارا مل جائے۔

حاکم ورعایا دونوں کو اپنے اپنے وسعت ظرف کے مطابق آبادی کو آلودگیوں سے بچانا واجب ہے اس کے خلاف ورزی ممنوع وحرام ہے، شریعت مطہرہ کی روشنی میں میری ذاتی رائے یہی ہے۔

۷۔ سامان کی پیکنگ بھی ایک اہم ضرورت ہے، قدیم زمانہ میں اس کے لئے ردی کاغذ یا اس سے تیار ہونے والی چیزیں استعمال کی جاتی تھیں، اب اس کی جگہ پلاسٹک کی تھیلیوں نے لے لی ہے، لیکن پلاسٹک زمین میں تحلیل نہیں ہوتا اور اگر اسے جلایا جائے تو اس سے بہت کثیف دھواں پیدا ہوتا ہے، ہمارے ماحول کو نقصان پہنچانے والی چیزوں میں ماہرین اس کو بہت خطرناک قرار دیتے ہیں؛ لیکن آسانی وخوشنمائی کی غرض سے اور خاص کر سستا ہونے کی وجہ سے تجار اور عوام اس کا خوب استعمال کرتے ہیں، شرعاً اس کا حکم یہی ہے کہ اس کے استعمال کو ترک کردیا جائے پھر قدیم زمانہ کے کاغذ کی تھیلیوں کا استعمال

کرنا شروع کردیں، اسی میں ہمارے ماحول ومعاشرہ اور صحت وتندرستی کی فلاح ونجاح منحصر ہے، اس کی خلاف ورزی اپنے پاؤں پر کلھاڑی مارنے کے مترادف ہوگا، لہذا میری ذاتی رائے یہی ہے کہ عصر حاضر میں پلاسٹک کی تھیلیوں کا استعمال کرنا شرعاً ممنوع وحرام کے درجے میں ہے، ان سے اجتناب و احتراز کرنا لازم وواجب ہے ماحول ومعاشرہ کو ٹھیک رکھنے کے لئے، اس کا بدل کپڑوں اور کاغذوں کی تھیلیوں کا استعمال کرنا ہے۔

۸۔ ا۔ حقہ کے سلسلہ میں تقشف وتصلب پسند حضرات بلا تکلف مطلقاً حرمت وحی منزل من السماء کا فتوی صادر کردیتے ہیں، سو یہ سراسر غلط ہے، اصول فقہ کا قاعدہ ہے: "الضرورات تبیح المحظورات" (الاشباہ والنظائر مع شرح الحموی/ص ۱۴۰ مکتبہ دار العلوم دیوبند) (حالت اضطرار میں ناجائز چیزیں بھی جائز ہوجاتی ہیں)۔

بہ طور علاج حقہ پینا جائز ہے مگر بلا عذر وضرورت کے پینا غیر مناسب ہے یعنی مکروہ تنزیہی ہے، حرام یا مکروہ تحریمی کا فتوی نہیں دیا جاسکتا ہے، ہمارے اکابر واسلاف تمباکو کے استعمال پر کراہت تنزیہی وخلاف اولی کے علاوہ اور کوئی دیگر حکم نہیں لگاتے اسی لئے ہم بھی اسی پر اکتفا کرتے ہیں، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے نزدیک راجح اور حق یہ ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے اور اس وقت میں علاج بلغم ہے، اور اگر ازالہ بدبو کا ہوجائے تو مباح بلا کراہت ہے، باقی تکلفات ہیں (تذکرۃ الرشید ا / ۱۶۸ تا ۱۶۹)۔

مفتی عزیز الرحمن عثمانیؒ کا فتوی: درحقیقت تمباکو بھی ایک قسم نباتات کی ہے، اور شامی میں صحیح قول یہ نقل کیا گیا ہے کہ تمباکو کا استعمال مباح ہے، البتہ بلا ضرورت غیر اولی ہے اور قول کراہت تحریمی بلا دلیل ہے (فتاوی دار العلوم عزیز الفتاوی ۷ / ۲۱۴)۔

سوال: مجالس ابرار کی تیسویں مجلس میں لکھا ہے کہ حقہ پینا ناجائز اور حرام ہے اور اس کے لئے عقلی نقلی دلائل پیش کئے گئے ہیں، لیکن دور حاضر کا اہل علم طبقہ حقہ نوشی میں مبتلا ہے، کیا اب کوئی صورت جواز کی نکل آئی؟

مفتی سید عبد الرحیم لاجپوریؒ اس کے جواب میں یوں فرماتے ہیں:

جس حقہ میں ناپاک اشیاء یا نشہ آور چیزیں نوش کی جاتی ہیں وہ بالاتفاق حرام ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں، لیکن جس حقہ، بیڑی، سگریٹ وغیرہ تمباکو نوشی کا رواج ہے اس کی حرمت متفق علیہ نہیں ہے، اکثر علماء وفقہاء کی رائے جواز کی ہے: شامی میں ہے:

فیفهم حکم التنباك وہو إباحة علی المختار أو التوقف وفیه اشارة إلی عدم تسلیم إسکاره وتفتیره وإضراره" (شامی ۵/۲۰۷)۔

یعنی اصل اشیاء میں اباحت یا توقف ہے، اس قانون کے مطابق تمباکو کا حکم سمجھ سکتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ مختار قول کے مطابق اباحت ہے یا توقف، اور اس میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ یہ نشہ آور اور فتور پیدا کرنے والا اور ضرر رساں نہیں ہے، مگر تمباکو نوشی سے منہ میں بدبو پیدا ہوتی ہے، لہذا صحیح ضرورت کے بغیر حقہ نوشی وغیرہ کراہت سے خالی نہیں ہے، تمباکو فی نفسہ مباح ہے، اس میں کراہیت بدبو کی بنا پر عارضی ہے، کراہت تحریمی ہو یا تنزیہی بہر حال قابل ترک ہے، اس کی عادت نہ ہونی چاہئے، اس کی کثرت اسراف اور موجب گناہ ہے، جو لوگ ہر وقت کے عادی ہیں ان کا منہ ہمیشہ بدبودار رہتا ہے، جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زیادہ نفرت تھی، حدیث میں ہے:

"عن أبی سعید الخدری أن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم مرّ علی زراعة بصل هو وأصحابه فنزل ناس منهم فأكلوا منه ولم یأکل آخرون فرحنا إلیه فدعا الذین لم یأکلوا البصل وأخّر الآخرین حتی ذهب ریحها" (مسلم ۱/ ۲۰۹)

(یعنی حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام پیاز کے کھیت کے قریب سے گذرے، بعض صحابہ وہاں ٹھہر گئے، ان میں سے بعض نے اس میں سے کھایا اور بعض نے نہیں کھایا، پھر سب بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیاز نہ کھانے والوں کو قریب بلایا اور پیاز کھانے والوں کو بدبو زائل ہونے تک پیچھے بٹھایا)۔

الغرض یہ کہ حقہ، بیڑی، سگریٹ وغیرہ چیزیں حرام نہیں مگر بلا ضرورت وبلا مجبوری ان کی عادت ڈالنا مکروہ ہے، ہاں ضرورۃً جائز ہے لیکن صفائی کا خیال بھی ضروری ہے (فتاوی رحیمیہ ۲ / ۲۴۱ تا ۲۴۵، مکتبہ رحیمیہ راندیر، سورت ۱۴۰۳ھ، نیز دیکھئے: فتاوی کی دوسری کتابیں)۔

۲۔ اسموکنگ زون ہے جو ایئرپورٹ اور دوسرے عوامی مقامات پر سگریٹ، بیڑی، حقہ نوشی کرنے والوں کے لئے بنایا گیا ہے یعنی حکومت نے اس سلسلے

میں جو اصول وضوابط بنا کر اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے تاکیدی حکم نافذ کیا ہے اس کے مطابق لوگوں پر عمل کرنا واجب ہوگا، خلاف ورزی کی صورت میں تعزیر کا مستحق ہوگا (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۶/ ۱۸۵ تا ۱۹۹)۔

قانون حکومت ملکی وقومی فلاح و بہبود کے لئے ہی ہے، اسی میں ہماری فلاح ونجاح منحصر ہے، لیکن ہم لوگ اس معاملہ میں تجاہل عارفہ کرتے ہیں ، مانا کہ فی نفسہ سگریٹ، بیڑی، حقہ نوشی مباح وجائز ہے مگر اس کے استعمال کرنے سے فضائی آلودگی بڑھتی ہے اور طرح طرح کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، شہری علاقوں میں صحت سے متعلق بیشتر مسائل کے لئے ماحولیاتی آلودگی ذمہ دار ہے، ماحولیاتی آلودگی کی وجہ سے صرف انسانوں کی صحت کو ہی خطرہ نہیں بلکہ سارے سیارے پر موجود دیگر ذی روح اشیاء کو بھی اس سے خطرہ لاحق ہے، انسانوں کو اس کی وجہ سے گلے، ناک، پھیپھڑے اور آنکھوں میں تکلیف لاحق ہوتی ہے، اس کی وجہ سے سانس کی پریشانی بھی آتی ہے، پہلے سے لاحق شدہ کچھ امراض جیسے انفاخ نسوج (Emphysema) ، اور دمہ (Asthma) بڑھ بھی جاتے ہیں، باریک ذرات پھیپھڑے میں گھس جاتے ہیں اور انسان کی سانس لینے کی صلاحیت کو کم کردیتے ہیں، سانسوں کے ذریعہ باریک ذرات کے جسم کے اندر جانے کی وجہ سے شریانوں میں سختی پیدا ہوتی ہے اور ہارٹ اٹیک کے علاوہ دیگر قلبی امراض کا خدشہ پیدا ہوجاتا ہے، آلودہ ہوا جسم کی دفاعی قوت کو کم کردیتی ہے اور جسم کی انفیکشن سے لڑنے کی طاقت اور تنفسی نظام کو بھی متاثر کرتی ہے، آلودہ ہوا سے مسلسل اتصال کی وجہ سے امراض قلب کا خطرہ بھی بڑھ جاتا ہے، جو لوگ کھلے میدان میں کام کرتے ہیں وہ زیادہ تر فضائی آلودگی کے منفی اثرات قبول کرتے ہیں، اس لئے کہ ان کاموں میں عام طور پر گہرے اور تیز سانس لئے جاتے ہیں۔

نیز جو کام اپنی ذات کے اعتبار سے جائز بلکہ طاعت وثواب بھی ہو مگر مقاصد شرعیہ میں سے نہ ہو، اگر اس کے کرنے پر کچھ مفاسد لازم آجائیں تو وہ کام ترک کردینا واجب ہوجاتا ہے، بہ خلاف مقاصد شرعیہ کے کہ وہ لزوم مفاسد کی بنا پر ترک نہیں کیا جاسکتا (معارف القرآن ۳/ ۴۲۳ تا ۴۲۴)۔

ارشاد باری تعالی ہے: "یأیہا الذین آمنوا أطیعوا اللہ وأطیعوا الرسول وأولی الأمر منکم" (سورۂ نساء: ۵۹) (اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور حاکموں کا جو تم میں سے ہوں)۔

''عن انس بن مالك قال: قال رسول الله ﷺ: اسمعوا وأطيعوا وإن استعمل عليكم عبد حبشي كان رأسه زبيبة'' (بخاری ۲/ ۱۵۰۷ كتاب الاحكام باب السمع والطاعة، للامام مالم تكن معصية)

(حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سنو اور اطاعت کرو اگرچہ تم پر کوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ حکمراں بنادیا گیا ہو جس کا سر گویا کہ خشک انگور کی طرح ہو)۔

قرآن وحدیث کی تشریحات وتوضیحات کی روشنی میں یہ بات الم نشرح ہوگئی کہ حکمراں کی ہر حال میں اطاعت لازم وواجب ہوگی؛ کیونکہ انہوں نے جو قانون نافذ کیا ہے وہ صحت عامہ اور فضائی آلودگی سے بچاؤ کی بنا پر ہی ایسا ٹھوس قدم اٹھایا ہے تاکہ عوام اس پر عمل پیرا ہوں یا بالکلیہ جان لیوا عمل ہی کو ترک کردیں، بہر حال اسموکنگ زون کی خلاف ورزی شرعاً ممنوع وحرام ہے۔

دوسری قسم نو اسموکنگ زون، اس علاقے کو کہتے ہیں جہاں قانوناً اس مقام پر سگریٹ، بیڑی حقہ نوشی وغیرہ کرنے کی ممانعت ہو، بہرکیف حکومت نے جن مقامات پر سگریٹ، بیڑی، حقہ نوشی وغیرہ کرنے کی ممانعت کر رکھی ہو وہاں سگریٹ، بیڑی، حقہ نوشی وغیرہ کرنا اور پینا شرعاً حرام ہے، قانون شکنی کا مجرم ہے، حکومت سخت سے سخت ترین تعزیری کارروائی کرنے کی مجاز ہوگی۔

۹۔ ہمارے ملک میں اب بھی بہت سے گھروں میں بیت الخلاء نہیں ہے، لوگ سڑکوں کے کنارے یا کھیت وغیرہ میں رفع حاجت کرتے ہیں، یہ شرعاً فعل حرام ہے، اس سے راہ گیروں، مسافروں، عام لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے، ایسا شخص اللہ تعالی اور رسول اللہ ﷺ کی لعنت کا مستحق ہوگا، اور لوگوں کی ملامت کا بھی، اس سے احتراز واجتناب کرنے کی ضرورت ہے، شریعت مطہرہ نے ہمیں ایسی نازیبا حرکتیں کرنے سے منع کیا ہے اور پیشاب تو عوامی مقامات جیسے ریلوے اسٹیشن، بس اسٹینڈ، راستہ وغیرہ پر بلا تکلف کیا جاتا ہے، اس بری عادت کا شریعت مطہرہ کی نظر میں گناہ کبیرہ کا درجہ ہے، ان مقامات پر پیشاب کرنا بداخلاقی، بدتہذیبی تو ہے ہی اس کے ساتھ گناہ کبیرہ بھی ہے، اس لئے کہ اس عمل قبیح کے ذریعہ مخلوق الہی کو تکلیف پہنچانا ہے اور ایذا مخلوق الہی گناہ کبیرہ ہے، اسی طرح بہت سا جگہ گندے پانی اور فضلات کو کھلی نالیوں میں یہاں تک کہ گلیوں میں بہادیا جاتا

ہے اور یہ بھی فضا میں آلودگی پیدا کرنے کا ایک اہم سبب ہے، شرعاً یہ گھناؤنا فعل سراسر حرام ہے۔

ہم کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آداب المعاشرت سکھلایا ہے اور اسی پر عمل پیرا ہونے کی تاکید کی ہے۔

''قال معاذ: لقد سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: اتقوا الملاعن الثلاث: البراز فی الموارد والظل وقارعة الطریق''

(ابن ماجہ ۱/ ۲۸ ابواب الطهارة، باب النهی عن الخلاء علی قارعة الطريق، مكتبہ اتحاد دیوبند)

(حضرت معاذ بن جبل ؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ قابل ملامت تین چیزوں سے بچو: پاخانہ کرنے سے گھاٹ پر یعنی پانی تک جانے کے لئے جو راستہ بنا ہوا ہے، اور سایہ میں پاخانہ کرنے سے، اور راستے کے بیچوں بیچ میں پاخانہ کرنے سے)۔

''عن أبي برزة الاسلمی قال: قلت: یا رسول اللہ! دلنی علی عمل انتفع به قال: اعزل الأذی عن طریق المسلمین''

(ابن ماجہ ۲/ ۲۸، ابواب الطهارة، باب النهی عن الخلاء علی قارعة الطريق، مكتبہ دیوبند)

(حضرت ابو برزہ اسلمی ؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ مجھے کوئی ایسا عمل بتلا دیجئے جس کا فائدہ پہنچتا رہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمانوں کے راستے سے تکلیف دہ چیزوں کو دور کر دیا کرو)۔

''عن سالم عن أبیه أن النبی ﷺ نهی أن یصلی علی قارعة الطریق أو یضرب الخلاء علیها أو یبال فیها''

(ابن ماجہ ۲/ ۲۸، ابواب الطهارة، باب النهی عن الخلاء علی قارعة الطريق، مكتبہ اتحاد دیوبند)

(حضرت سالم ؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے راستہ میں نماز پڑھنے سے، یا راستہ میں پاخانہ کرنے سے، یا راستہ میں پیشاب کرنے سے)۔

''حدثنا جابر بن عبداللہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: إیاکم والتعریس علی جواد الطریق والصلوة علیها فإنها مأوی الحیات والسباع وقضاء الحاجة علیها فإنها الملاعن'' (ابن ماجہ ۱/ ۲۸، ابواب الطهارة، باب النهی عن الخلاء علی قارعة الطريق، مكتبہ اتحاد دیوبند)

(حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ڈر و راستہ میں پڑاؤ ڈال کر آرام کرنے سے، اور نماز پڑھنے سے؛ کیونکہ وہ سانپوں اور درندوں کی پناہ گاہ ہے، اور راستہ میں پاخانہ کرنے سے؛ کیونکہ گندگی کی وجہ سے گذرنے والے اس پر لعنت کریں گے)۔

''عن أبي سعید الخدری عن النبي ﷺ قال: إیاکم والجلوس علی الطرقات فقالوا: مالنا بد إنما هو مجالسنا نتحدث فیه قال: فاذا أبیتم إلا المجالس فأعطوا الطریق حقها قالوا: وما حق الطریق قال: غض البصر وکف الأذی وردالسلام وأمر بالمعروف ونهی عن المنکر'' (بخاری ۱/ ۳۳۳، کتاب المظالم والقصاص، باب افنية الدور والجلوس فيها، مسلم ۲/ ۲۱۳، کتاب السلام، باب من حق الجلوس فی الطریق ردالسلام، ابوداؤد ۲/ ۶۶۳، کتاب الادب، باب فی الجلوس بالطرقات، واللفظ للبخاری، ترمذی ۲/ ۱۰۱، ابواب الاستیذان والآداب، باب ما جاء علی المجالس فی الطریق)۔

(حضرت ابو سعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: راستوں میں بیٹھنے سے بچو، صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا کہ ہمارے لئے اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے یعنی بیٹھنا ہی پڑتا ہے، یہ ہماری مجلسیں ہیں، ان میں ہم بات چیت کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم بیٹھنا ضروری سمجھتے ہو تو راستے کا حق ادا کرو، صحابہ کرام ؓ نے سوال کیا کہ راستہ کا حق کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نگاہیں نیچی رکھنا، ایذاء رسانی سے بچے رہنا، سلام کا جواب دینا، معروف کا حکم دینا اور منکر سے روکنا)۔

اس سے یہ بات الم نشرح ہوگئی کہ سڑکوں یا سڑکوں کے کنارے پاخانہ کرنا، ریلوے اسٹیشن، بس اسٹینڈ پر بلا تکلف کر پیشاب کرنا، گندے پانی اور فضلات کو کھلی ہوئی نالیوں میں بہانا، یا سڑکوں، گلیوں میں بہا دینا، یہ سب گھناؤنے افعال واعمال ہیں اور فضا میں آلودگی پیدا کرنے کے سبب ہیں، شرعی نقطہ نظر سے یہ سب حرام فعل ہیں اس سے ہر شخص کو اجتناب واحتراز کرنا واجب ولازم ہے، قانون شکنی اور حکمراں کے جائز حکم کی خلاف ورزی ہے، شرعاً ایسے مجرمین کو فوراً سزا ملنی چاہئے، اور حاکم کو اپنے صواب دید کے مطابق سزا وتعزیر دینے کا شرعاً حق حاصل ہے (موسوعہ فقہیہ ۱۲/ ۲۵۴ تا ۲۸۷ طبع دوم، کویت)۔

۱۰۔ معاشرت ہی کا حصہ ہے کہ راستوں، سڑکوں، گلیوں کو گندگیوں، تھوک، بلغم وغیرہ سے پاک وصاف رکھا جائے؛ تاکہ راہ گیروں، مسافروں اور عام لوگوں کو راستہ چلنے میں کوئی اذیت نہ پہنچے، ہماری ذمہ داری ہے کہ راستہ وغیرہ کو سب کے لئے قابل استعمال اور راحت وسکون کی جگہ بنانے کی فکر کریں، راستوں کے اغراض ومقاصد کو بالائے طاق رکھ کر اپنی من مانی جو چاہیں کریں شرعاً اس کی اجازت نہیں ہے۔

"ومن يعمل من الصالحات من ذكر أو أنثى وهو مؤمن فأولائك يدخلون الجنة ولا يظلمون" (سورۂ نساء:۱۲۴) (اور جو شخص کوئی نیک کام کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ مؤمن ہو سوایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر ذرا بھی ظلم نہ ہوگا)۔

''عن عامر بن سعد عن أبيه عن النبي ﷺ قال: إن الله طيب يحب الطيب نظيف يحب النظافة كريم يحب الكرم جواد يحب الجود نظّفوا أفنيتكم'' (ترمذی ۲/ ۱۰۷، ابواب الاستيذان والآداب، باب ما جاء في النظافة، مکتبہ اتحاد دیوبند)

(حضرت عامر بن سعدؓ نے روایت کیا اور ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ پاک وصاف ہے اور پاکیزگی وصفائی کو پسند کرتا ہے، نظیف ہے نظافت کو پسند کرتا ہے، عزت والا ہے کرم کرنے والے کو پسند کرتا ہے، سخی ہے سخاوت کو پسند کرتا ہے، لہٰذا تم اپنے مکان اور صحن وآنگن کو صاف ستھرا رکھا کرو)۔

''عن أنس بن مالك قال: قال رسول الله ﷺ: البزاق في المسجد خطيئة وكفارتها دفنها'' (بخاری ۱/ ۵۹، کتاب الصلوۃ؛ باب كفارة البزاق في المسجد، مسلم ۱/ ۲۰۷، کتاب المساجد، باب النهي عن ابصاق في المسجد، واللفظ لمسلم)

(حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ تھوک کو دفن کردینا ہے)۔

''عن حميد بن عبد الرحمن أن أبا هريرة وأبا سعيد أخبراه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم رأى نخامة في حائط المسجد فتناول رسول الله ﷺ حصاة فحتها ثم قال: إذا تنخم أحدكم فلا يتنخم قبل وجهه ولا على يمينه وليبصق عن يساره أو تحت قدمه اليسرى'' (بخاری ۱/ ۵۹، کتاب الصلوة، باب لا يبصق عن يمينه في الصلوة، مکتبة الاتحاد، دیوبند)۔

حضرت حمید بن عبدالرحمنؒ سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدریؓ ان دونوں حضرات نے ان کو اطلاع دی کہ بے شک ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد کی دیوار پر بلغم دیکھا تو رسول اللہ ﷺ نے ایک کنکری لیا پھر اس سے اس بلغم کو رگڑ کر دور کردیا پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کو کھنکھارنے کی نوبت آجائے تو اپنے سامنے مت بلغم پھینکو اور نہ ہی اپنے دائیں جانب پھینکو، اور جب تھوکنے کی ضرورت پڑ جائے تو اپنے بائیں جانب تھوکنا چاہئے یا اپنے بائیں پاؤں کے نیچے تھوکنا چاہئے۔

''عن حذيفة قال: قال رسول الله ﷺ: من تفل تجاه القبلة جاء يوم القيامة وتفله بين عينيه'' (صحیح ابن خزیمة ۱/ ۶۳۵، المكتب الاسلامی بیروت لبنان)۔

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے قبلہ کی طرف منہ کرکے تھوکا وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا وہ تھوک اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان پیشانی پر جما ہوا ہوگا۔ یہ اس بات کی سزا ہوگی کہ اس نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کے گھر کی طرف تھوک کر اس کی عظمت کو مجروح کیا تھا، آج اللہ تعالیٰ میدان حشر میں تمام مخلوق کے سامنے اس کے چہرے کی آبرو کو داغ دار بنادیں گے۔

تھوک اور اگر بالخصوص تھوکنے والے نے کوئی نقصان دہ چیز وغیرہ کھا رکھی ہو تو یہ بھی مضر صحت جراثیم پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ماحول کو نقصان پہنچاتے ہیں، اسی لئے بعض ملکوں میں سڑک اور عوامی مقامات پر تھوکنے سے قانوناً منع کیا جاتا ہے، جہاں تھوکنے کی ممانعت ہے وہاں تھوکنا شرعاً حرام ہے، اس کی خلاف ورزی حکمراں کے ساتھ دھوکا دہی اور خیانت ہوگی اور سخت ترین تعزیر کا مستحق ہوگا، لہٰذا جب تھوکنے کی ضرورت ہی پڑ جائے تو تھوک دان ہی میں تھوکنے کی کوشش کریں، اگر اس کی خلاف ورزی کریں گے تو شرعاً واجبی سزا کے مستحق ہوں گے، اس لئے ایسے امور میں حکومت وقت یا متعلق ادارہ کی ہدایت پر عمل کرنا ہر شخص پر واجب ہے۔

۱۱۔ اندرون خانہ کثافت میں سب سے بڑا ہاتھ ہمارے بجلی اور الیکٹرانک آلات کا ہے، چھوٹے چھوٹے گھروں میں، فریج، ٹی وی، کمپیوٹر، مائکرو ویواوون، میوزک سسٹم، بلب، پنکھے، موبائل، واشنگ مشین وغیرہ سامان سہولیات اپنے اپنے طور پر برقی ومقناطیسی شعاعیں خارج کرتے ہیں، چھوٹے اور بند مکانوں میں ان کے اثرات بڑھ جاتے ہیں؛ کیونکہ ان کو منتشر ہونے کی جگہ نہیں ملتی، عوام کو اس بات سے آگاہ کرنا ضروری ہے کہ ایسا سامان جہاں استعمال ہو وہاں روشنی کا گزر لازمی ہونا چاہئے اور چھوٹی جگہوں پر اس قسم کے زیادہ سامان کو اکٹھا نہیں کرنا چاہئے (ماحول ایک تعارف)۔

"ظهر الفساد في البر والبحر بما كسبت أيدي الناس ليذيقهم بعض الذي عملوا لعلهم يرجعون" (سورۂ روم: ۴۱)۔

خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب بلائیں پھیل رہی ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے بعض اعمال کا مزہ ان کو چکھادے تاکہ وہ باز آجائیں)۔

"لا تقعدوا بكل صراط توعدون وتصدون عن سبيل الله من آمن به وتبغونها عوجا واذكروا إذ كنتم قليلا فكثركم وانظروا كيف كان عاقبة المفسدين" (اعراف: ۸۶)۔

اور تم سڑکوں پر اس غرض سے مت بیٹھا کرو کہ اللہ پر ایمان لانے والوں کو دھمکیاں دو اور اللہ کی راہ سے روکو، اور اس میں کجی کی تلاش میں لگے رہو اور اس حالت کو یاد کرو جب کہ تم کم تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو زیادہ کردیا اور دیکھو کہ کیسا انجام ہوا فساد کرنے والوں کا)۔

جس چیز کے استعمال سے حیوانات، جمادات، نباتات پر اس کا برا اثر پڑ رہا ہے تو سرے سے اس کا استعمال کرنا ہی چھوڑ دیا جائے، قدیم وسائل و ذرائع ہی سے کام لیا جائے، اس میں ہمارے ماحول ومعاشرہ کی فوز وفلاح مضمر ہے، سب سے بنیادی بات یہ ہے کہ قانون فطرت سے جو بھی محاذ آرائی کرے گا اس کا حشر وہی ہوگا جو عصر حاضر میں ہو رہا ہے، ہر قوم اپنے اپنے مفاد کی خاطر اللہ تعالیٰ کی تخلیق کے توازن کو بگاڑنے میں حتی الامکان سعی بلیغ کرنے میں مشغول ہے، اس لئے اب ہمیں اس کی خطرناکی، ہولناک نتائج کے بھگتنے کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں ہے۔

موبائل کا استعمال بالخصوص ضرورت سے زیادہ استعمال کرنا ظلم کرنے کے مترادف ہوگا؛ کیونکہ موبائل کی کثرت استعمال سے پرندے ناپید ہوتے جارہے ہیں حالانکہ ماحول ومعاشرہ کے تحفظ میں پرندوں اور کیڑے مکوڑوں کا بھی حصہ ہے، جس سے پوری انسانیت وحیوانیت تباہی وبربادی کے دہانے پر پہنچ گئی ہے، اس چیز کے استعمال کرنے کی اجازت شتر بے مہار کی طرح موبائل کے رسیاؤں کو شرعی نقطہ نظر سے نہیں دی جاسکتی؛ کیونکہ یہ چیزیں پورے ملک قوم کی ہلاکت کا ذریعہ اور زینہ اور وسیلہ ہے، لہذا سب پر لازم وواجب ہے کہ موبائل کا استعمال کم سے کم کریں اس میں ہی ہماری بھلائی ہے۔

۱۲۔ جو چیزیں ماحول کا تحفظ کرتی ہیں، ان میں پیڑ پودوں کو بڑی اہمیت حاصل ہے، یہ نقصان دہ گیس کو ہضم کرکے ہمارے لئے قابل استعمال بناتی ہیں، انسان کے اردگرد اس کے اہم ترین ساتھی زمین، ہوا، پانی، جنگلات اور دیگر جاندار ہیں، یہی اس کا ماحول کہلاتے ہیں، ان سبھی کا آپس میں ایک دوسرے سے تعلق بھی ہے، اگر زمین خراب ہوگئی تو انسان اس سے متاثر ہوگا اور اگر انسان کا رویہ زمین کے تئیں بگڑے گا تو زمین خراب ہوگی۔

ہوا اور پانی کی گندگی کو قابو میں رکھنے کے لئے قدرت نے بڑا اچھا انتظام کر رکھا ہے، زمین کے سینے پر پھیلے ہوئے جنگلات یہ کام بہ خوبی انجام دیتے ہیں، ہوا کی آلودگی کو درخت اور دیگر پودے جذب کرلیتے ہیں اور ان سے خارج ہونے والی آکسیجن گیس ہوا کے زہریلے پن کو بھی کم کردیتی ہے، تاہم افسوس کی بات یہ ہے کہ جنگلات بھی انسان کی دست رس سے محفوظ نہ رہے، کہیں پر رہائش کے لئے جنگلات کو صاف کیا گیا تو کہیں کھیتی باڑی کے لئے جنگلات کاٹے گئے یا پھر کارخانوں اور فیکٹریوں کو قائم کرنے کے لئے جنگلات کو ختم کیا گیا، ان سب باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ زمین کا یہ ہرا غلاف اترنے لگا جس کی وجہ سے آلودگی میں اضافہ ہوا۔

الف: بلاضرورت جنگلات کو کاٹنا اور کھیتوں کو زیادہ سے زیادہ پیسوں کے حصول کے لئے پلاٹس بنا کر آبادیوں کو بسانا اپنے اور اپنے آل واولاد کے پاؤں پر کلھاڑی مارنے کے مترادف ہے، مذہب اسلام میں اس طرح بے دریغ جنگلات کی صفائی وکٹائی اور کھیتوں کو پلاٹس بنا کر آبادی وکالونی بنانے کی اجازت نہیں ہے؛ کیونکہ اس سے پوری قوم کو نقصان ہوگا اور اس کی اس نازیبا حرکت آلودگی میں اضافہ ہوگا، طرح طرح کی بیماریوں میں پوری قوم مبتلا ہو کر کش مکش کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوجائے گی، کیا یہ معلوم نہیں ہے کہ موسم کا معتدل اور متوازن ہونا بھی اللہ کی بڑی نعمت ہے، زمین پر

جنگلات و باغات اور پھلواریاں اور درختوں کا وجود قدرت کا بہت ہی خوب صورت اور انمول تحفہ ہے، اس کی قدر و منزلت اور اس کی حفاظت کرنا عصر حاضر میں واجب ولازم ہے، ارشاد باری ہے: "إن الذين لا يؤمنون بآيات الله لا يهديهم الله ولهم عذاب اليم" (سورۂ نحل:۱۰۴) (جو لوگ اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے، ان کو اللہ تعالی کبھی راہ پر نہیں لائیں گے اور ان کے لئے دردناک سزا ہوگی)۔

"فكلوا مما رزقكم الله حلالا طيبا واشكروا نعمت الله إن كنتم إياه تعبدون" (سورۂ نحل/۱۱۴)۔

سو جو چیزیں اللہ تعالی نے تم کو حلال اور پاک دی ہیں ان کو کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا شکر کرو اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔

"أمّن خلق السماوات والأرض وأنزل لكم من السماء ماءً فأنبتنا به حدائق ذات بهجة ما كان لكم أن تنبتوا شجرها أإله مع الله بل هو قوم يعدلون" (سورۂ نمل:۶۰)۔

یا وہ ذات بہتر ہے جس نے آسمان اور زمین کو بنایا اور اس نے آسمان سے تمہارے لئے پانی برسایا، پھر اس پانی کے ذریعہ سے ہم نے رونق دار باغ اگائے ورنہ تم سے تو ممکن نہ تھا کہ تم ان باغوں کے درختوں کو اگا سکو، یہ سن کر بتلاؤ کہ کیا اللہ تعالی کے ساتھ عبادت میں شریک ہونے کے لائق کوئی اور معبود ہے مگر مشرکین پھر بھی نہیں مانتے بلکہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ دوسروں کو خدا کے برابر ٹھہراتے ہیں۔

"أمّن جعل الأرض قرارا وجعل خلالها أنهارا وجعل لها رواسي وجعل بين البحرين حاجزا أإله مع الله بل أكثرهم لا يعلمون" (نمل:۶۱)۔

(یا وہ ذات جس نے زمین کو مخلوق کا قرار گاہ بنایا اور اس کے درمیان نہریں بنائیں اور اس زمین کے ٹھہرانے کے لئے پہاڑ بنائے اور دو دریاؤں کے درمیان ایک حد فاصل بنائی، کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے مگر مشرکین نہیں مانتے بلکہ ان میں زیادہ تو اچھی طرح سمجھتے بھی نہیں)۔

اگر اللہ تعالی ان درختوں، باغوں کی تخلیق نہ کرے اور زمین کو ان خلعتوں اور آرائشوں سے آراستہ کرنا چھوڑ دے تو کوئی طاقت نہیں جو ان کو وجود میں لاسکے، ارشاد ربانی ہے:

"ولقد علمتم النشأة الأولى فلولا تذكرون أفرءيتم ما تحرثون ءأنتم تزرعونه أم نحن الزارعون" (سورۂ واقعہ: ۶۲تا۶۴)۔

(اور تم کو اول پیدائش کا علم حاصل ہے، پھر تم کیوں نہیں سمجھتے، اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ تم جو کچھ تخم وغیرہ بوتے ہو اس کو تم اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں)۔

ان درختوں سے جہاں انسان کو غذائی فوائد حاصل ہوتے ہیں اور سوکھی لکڑیوں سے وہ اعلی فرنیچر بناتے ہیں اور نوع بہ نوع فائدے اٹھاتے ہیں وہی زمین کے درجہ حرارت کو معتدل رکھنے اور بارش کے نظام کو متوازن بنانے میں بھی بنیادی کردار ادا کرتے ہیں، تیزی سے جنگلات کی کٹائی نے موسم پر نہایت ہی برا اثر ڈالا ہے، اسی لئے اسلام نے شجر کاری اور کاشتکاری کی بڑی حوصلہ افزائی کی ہے، کاشت کار سب سے اچھا خادم خلق ہے، وہ غلہ پیدا کرتا ہے جس پر زندگی کا دار و مدار ہے، کاشتکار کا یہ فرض ہے کہ عوام کے فائدہ کی خاطر وہ غلہ پیدا کرے جس کی عام لوگوں کو سب سے زیادہ ضرورت ہے، جو کچھ پیداوار ہو اس کو بازار میں پہنچائے، مہنگائی کے انتظار اور زیادہ نفع کی لالچ میں پیداوار کو چھپانا اور اس کو بازار میں نہ بھیجنا خلق خدا کے حق میں بہت بڑی خیانت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو تاجر احتکار کرے یعنی غلہ وغیرہ کا ذخیرہ عوام کی ضرورت کے باوجود مہنگائی کے لئے محفوظ رکھے تو وہ شخص خطا کار و گنہگار ہوگا (مسلم ۳۱/۲، کتاب البیوع، باب تحریم الاحتکار فی الاقوات، ترمذی وغیرہ)۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ بات الم نشرح ہوگئی کہ شرعاً عقلاً اور قانوناً بلاضرورت جنگلات کو کاٹنا اور کھیتوں کو زیادہ سے زیادہ روپے کے حصول کے لئے پلاٹ بنا کر آبادیوں کو بسانا ممنوع وحرام ہے۔

ب- اسلام کی نظر میں درخت لگانے اور کاشت کاری کرنے کی اہمیت اور قدر و منزلت بہت ہی اعلی درجہ کی ہے، قرآن اور کتب تفسیر، کتب حدیث، آثار صحابہ کرام اور کتب تاریخ، کتب فقہ وفتاوی کے ذخیروں میں اس کے مسائل واحکام مفصل ومکمل بیان کئے گئے ہے، ارشاد باری ہے:

"وهو الذي أنشأ جنات معروشات وغير معروشات والنخل والزرع مختلفا أكله والزيتون والرمان متشابها وغير متشابه كلوا من ثمره إذا أثمر وآتوا حقه يوم حصاده ولا تسرفوا إنه لا يحب المسرفين" (سورۂ انعام:۱۴۱)

(اور وہی اللہ پاک ہے جس نے باغات پیدا کئے، وہ بھی جو ٹٹیوں پر چڑھائے جاتے ہیں جیسے انگور اور وہ بھی جو ٹٹیوں پر نہیں چڑھائے جاتے، اور

کھجور کے درخت اور کھیتی جن میں کھانے کی چیزیں مختلف طور کی ہوتی ہیں، اور زیتون اور انار، باہم ایک دوسرے کے مشابہ بھی ہوتے ہیں، اور کبھی ایک دوسرے کے مشابہ نہیں بھی ہوتے، ان سب کی پیداوار کھاؤ جب وہ نکل آوے اور اس میں جو حق شرع سے واجب ہے وہ اس کے کاٹنے اور توڑنے کے دن مسکینوں کو دیا کرو، اور حد سے مت گزرو، یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں کو ناپسند کرتے ہیں)۔

"واضرب لهم مثلا رجلين جعلنا لأحدهما جنتين من أعناب وحففناهما بنخل وجعلنا بينهما زرعا" (سورۂ کہف: ۳۲تا۳۳)

(اور آپ ان لوگوں سے دو شخصوں کا حال بیان کیجئے، ان دو شخصوں میں سے ایک کو ہم نے دو باغ انگور کے دے رکھے تھے اور ان دونوں باغوں کا کھجور کے درختوں سے احاطہ بنا رکھا تھا اور ان دونوں کے درمیان کھیتی بھی لگا رکھی تھی اور دونوں باغ اپنا پورا پھل دیتے تھے اور کسی کے پھل میں ذرا بھی کمی نہ رہتی تھی اور ان دونوں کے درمیان میں نہریں چلا رکھی تھی)۔

''عن أنس بن مالك قال: قال النبي ﷺ: ما من مسلم يغرس غرسا أو يزرع زرعا فيأكل منه طير أو إنسان أو بهيمة إلا كان له به صدقة'' (بخاری ۱/ ۳۱۲، كتاب الحرث والمزارعة، باب فضل الزرع والغرس إذا أكل ، مسلم ۲/ ۱۶، كتاب المساقاة والمزارعة، باب فضل الغرس والزرع، مسند امام احمد بن حنبل ۲۱/ ۸۸-۱۸۰، مؤسسة الرساله بيروت لبنان)۔

(حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو کوئی بھی مسلمان اگر کوئی پودا لگائے یا کوئی کاشت کاری کرے اس سے پرندے یا انسان یا جانور کچھ کھائے تو اس کے لئے اس عمل میں صدقہ کا ثواب ملے گا)۔

''عن جابر قال: قال رسول الله ﷺ: ما من مسلم يغرس غرسا الا كان ما أكل منه له صدقة وما سرق منه له صدقة وما أكل السبع فهو له صدقة وما أكلت الطير فهو له صدقة ولا يرزؤه أحد إلا كان له صدقة'' (مسلم ۲/ ۱۵ ، كتاب المساقاة المزارعة ،باب فضل الغرس والزرع)

(حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو کوئی بھی مسلمان کوئی درخت لگاتا ہے تو اس میں سے جو کچھ کھایا جاتا ہے وہ اس کی طرف سے صدقہ ہے یہاں تک کہ جو اس سے چوری ہو جائے وہ بھی صدقہ ہے، جو جنگل کے درندے کھا جائیں وہ بھی صدقہ ہے، پرندے جو کھائیں وہ بھی صدقہ ہے، کوئی شخص انمیں سے کچھ لے لے تو وہ بھی صدقہ ہے)۔

''عن أبي سفيان قال: سمعت جابرا قال: حدثتني أم مبشر امرأة زيد بن حارثة قالت: دخلت على رسول الله ﷺ في حائط فقال: لك هذا قلت: نعم فقال: من غرسه مسلم أو كافر قلت: مسلم قال: ما من مسلم يغرس غرسا أو يزرع زرعا فيأكل منه طائر أو إنسان أو سبع أو شئ الا كان له صدقة'' (مسند امام احمد بن حنبل ۴۵/ ۳۵۳ مؤسسة الرساله بيروت لبنان طبع دوم)۔

(حضرت ابوسفیانؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت جابرؓ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے یہ روایت زید بن حارثہؓ کی بیوی ام مبشرؓ نے بیان کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے کھجور کے باغ میں زیارت وملاقات کی تو آپ ﷺ نے عرض کیا کہ یہ باغ تیرا ہی ہے؟ تو میں نے جواب دیا: جی ہاں، پھر آپ ﷺ نے سوال کیا: اس کو کس نے لگایا مسلمان یا کافر نے، تو میں نے جواب دیا: مسلمان نے، تو پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی مسلمان پودا لگاتا ہے یا کاشت کاری کرتا ہے اور اس سے کوئی پرندہ یا کوئی انسان یا کوئی درندہ اور دیگر جاندار اور کیڑے مکوڑے کھاتے ہیں تو اس کے حق میں صدقہ کا ثواب لکھا جاتا ہے)۔

''عن أبي أيوب الانصاري عن رسول الله ﷺ قال: ما من رجل يغرس غرسا إلا كتب الله عزوجل له من الأجر قدر ما يخرج من ثمر ذلك الغرس'' (الترغيب والترهيب ۳/ ۳۵۰، دار الحديث قاهره)۔

حضرت ابوایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو آدمی پودا لگاتا ہے پھر اس درخت سے جتنا پھل پیدا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ پھل کی پیداوار کے بہ قدر پودا لگانے والے کے لئے اجر لکھ دیتے ہیں۔

''عن أبي الدرداء أن رجلا مرّ به وهو يغرس غرسا بدمشق فقال له أتفعل هذا وأنت صاحب رسول الله ﷺ فقال:

لا تعجل عليّ سمعت رسول الله ﷺ يقول: من غرس غرسا لم يأكل منه آدمي ولا خلق من خلق الله عز وجل إلا كان له صدقة'' (مسند امام احمد بن حنبل ٦/ ٤٤٤ بہ حوالہ منتخب احادیث / ص ٦٣٠تا٦٣١)۔

حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے کہ دمشق میں ایک آدمی ان کے پاس سے گزرے، اور اس وقت وہ کوئی درخت کا پودا لگارہے تھے تو اس آدمی نے آپ سے کہا: کیا آپ بھی یہ دنیاوی کام کررہے ہیں حالانکہ آپ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، تو آپ نے فرمایا: مجھے ملامت کرنے میں جلدنہ کرو، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جوشخص کوئی پودا لگاتا ہے اور اس میں سے کوئی انسان یا اللہ تعالی کی مخلوق میں سے کوئی مخلوق کھاتی ہے تو اس پودا لگانے والے کو صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔

تشریح: سبحان اللہ باغات لگانے والوں اور کاشت کاری کرنے والوں کے لئے اس حدیث نبوی میں کتنی عظیم بشارت ہے کہ اگر کوئی آدمی یا چلتا پھرتا جان ور یا اڑتا ہوا پرندہ ان کے درخت کا پھل یا کھیت کے دانے کھائے تو باغ والے اور کھیت والے بندہ کو فی سبیل اللہ صدقہ کا ثواب ہوگا، اس حدیث پاک میں باغ بانی اور کاشت کاری کے لئے جن پر انسانوں کی بنیادی ضرورتوں کا دارومدار ہے، کتنی بڑی ترغیب اور ہمت افزائی ہے (معارف الحدیث ۷/ ۷۰)۔

آج کے زمانے میں حکومتوں نے بھی شجرکاری کے بڑے بڑے لمبے پلان بنائے ہیں اور شجرکاری پر کروڑوں روپے خرچ کررہی ہے، اس میں درخت لگانے کے پیسے سرکاری خزانے سے دیئے جاتے ہیں مگر دس پانچ ہزار درخت بھی نہیں لگ پاتے ہیں، حدیث پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو نصیحت کی کہ اہل ایمان شجرکاری اور کھیتی اور کاشت کاری کرنے کی طرف توجہ کریں یہ ان کے لئے صدقہ کرنے کا ثواب حاصل کرنے کا ذریعہ ہوگا۔

''عن معاذ بن أنس عن رسول الله ﷺ قال: من بنى بنيانا في غير ظلم ولا اعتداء أو غرس غرسا في غير ظلم ولا اعتداء كان له أجرجاريا ما انتفع به من خلق الرحمن تبارك و تعالى'' (الترغيب والترهيب ٣/ ٢٤٩تا٢٥٠، دار الحديث قاهره)۔

حضرت معاذ بن انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے بغیر کسی ظلم وغصب کے کسی جگہ کوئی گھر بنایا یا کسی ظلم وغصب کے بغیر کسی جگہ کوئی پودا لگایا تو اس کو اس کا اجر ملتا رہے گا، اس کے بدلے کہ اللہ تبارک وتعالی کی مخلوق میں سے جو کوئی اس سے فائدہ اٹھائے گا۔

تشریح: حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ بڑے سے بڑا کام بھی اگر ظلم وزیادتی اور ناانصافی کے ساتھ کیا جائے تو وہ بھی اللہ کے یہاں مقبول نہیں، ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلاصہ یہ ہے کہ جس کسی شخص نے لوگوں کے نفع اور فائدہ کے لئے کوئی عمارت بنائی بلا کسی ظلم وزیادتی اور غصب وخیانت کے، یا کوئی درخت لگایا اور اس میں بھی کسی پر ظلم وزیادتی نہ کیا اور کسی زمین وغیرہ کو ہڑپا نہیں تو جب تک اللہ کی مخلوق اس عمارت یا درخت سے فائدہ اٹھاتی رہے گی اس آدمی کو اس کا اجر اور بدلہ اللہ تعالی کی طرف سے ملتا ہی رہے گا، یہ بات آج سے چودہ سو سال پہلے ارشاد فرمائی گئی ہے جبکہ زمینیں بغیر کسی مالکانہ حقوق کے یوں ہی پڑی رہتی تھیں، اس حدیث پاک میں انسان کی نیت کو جھنجھوڑا گیا ہے کہ کسی خالی زمین پر قبضہ کرنے کے لئے کسی پڑوسی کا حق مارنے، یا کسی عام راستہ کو بند کرنے کے لئے ثواب کی غرض سے کوئی عمارت نہیں بنا سکتے، اسی طرح کوئی درخت یا پودا لگانا یہ بھی نیک کام ہے، آج تو دنیا کی حکومتیں اس کا اہتمام کرتی ہیں کہ لوگ شجرکاری کریں اور پیڑ پودے لگائیں، غرض یہ کہ عام انسانوں کے نفع اور فائدہ کے لئے مکان وغیرہ تعمیر کرنا اور درخت اور پودے لگانا ایسا نیک کام ہے جس کا بدلہ انسان کو اس کے مرنے کے بعد بھی بہت دنوں تک ملتا رہتا ہے، لہذا انسان کو چاہئے کہ کوئی بھی چھوٹا بڑا کام کرے تو اپنی نیت کو خالص کرے، اور مخلوق کو نفع پہنچانے، اللہ کو راضی کرنے کی نیت سے ہی کام کرے۔

صوتی آلودگی:

الف۔ کارخانے کی بعض مشینیں بہت پرشور ہوتی ہیں جس سے طرح طرح کے امراض پیدا ہوتے ہیں، اسی وجہ سے حکومت کی طرف سے ان کو آبادی سے باہر لگانے کی ہدایت ہوتی ہے، آواز کو ناپنے کے لئے ڈیسی بیل (Decibels) کا یونٹ استعمال کیا جاتا ہے جس کا مخفف DB ہے، انسانوں کے درمیان عام گفتگو (60db) کے آس پاس ہوتی ہے □ جب کہ جیٹ ہوائی جہاز یا آتش بازی کے بڑے پٹاخوں کی آواز (140db) تک پہنچتی ہے □ انسان کان کی قوت برداشت 85-80 ڈیسی بیل ہوتی ہے وہ بھی چند گھنٹوں کے لئے، اگر اتنی آواز مستقل کانوں میں آئے تو سماعت اور ذہنی سکون اور پھر اس کے سبب بھی جسمانی افعال متاثر ہوتے ہیں۔

ڈیسی بیل	جسمانی صحت پر اثر	شور کی کیفیت	ڈیسی بیل
۱۱۰	جسمانی کھال پر آواز کا اثر، کانوں میں جھنجھناہٹ	مکمل خاموشی	5
۱۲۰	آواز کانوں کو تکلیف دہ	کانا پھوسی، سرگوشی	۱۵
۱۳۰-۱۳۵	متلی، چکر، غشی بھی ہوسکتی ہے، کان سن	ایئر کنڈیشن کی آواز	۵۰
۱۴۰	کانوں میں درد، زیادہ دیر تک سننے سے حواس باختہ	عام گفتگو ”محل میں“	۶۰
۱۵۰	نبض کی رفتار تیز، بلڈ پریشر بڑھتا ہے	کار کا ہارن	۱۱۰
۱۶۰	کانوں کو معمولی لیکن ہمیشہ کے لئے نقصان	جہاز اڑتے وقت	۱۲۰
۱۹۰	سماعت ختم، کانوں کو ہمیشہ کے لئے نقصان	بندوق کی گولی	۱۴۰

تیز آوازوں کے ماحول میں رہنے سے سردرد، بے چینی، چڑچڑاہٹ کی شکایت ہوتی ہے، سماعت کمزور ہوتی ہے، بات کرنے میں دشواری ہونے لگتی ہے، بلڈ پریشر اور بلڈ شوگر بڑھ جاتی ہے، السر بن سکتے ہیں اور السر کے مریض کے السر میں شدت ہوسکتی ہے، اختلاج قلب کی شکایت ہوجاتی ہے، دل کی دھڑکن بے ضابطہ ہوجاتی ہے، نیز نیند بھی متاثر ہوتی ہے، پرسکون ماحول میں رہنے سے یہ تمام شکایتیں نہیں ہوتیں (ماحول ایک تعارف/ص ۸، ڈاکٹر اسلم پرویز)۔

صوتی آلودگی کے باعث سنگین جسمانی مسائل:

آج صوتی آلودگی ہندوستان میں ایک بڑے مسئلے کی شکل اختیار کر چکی ہے، جس نے جسمانی صحت کے لئے سنگین مسائل پیدا کئے ہیں، جیسے قوت سماع کا نقصان، ذہنی تناؤ کی سطح میں اضافہ، رویہ جاتی اور ذہنی مسائل، بے خوابی، قلبی امراض، شدید ذہنی تناؤ اور دیگر بہت سے مسائل، جب حفاظتی سطح کو پار کرلیا جاتا ہے، شور صحت کے لئے ایک بڑا خطرہ بن جاتا ہے، بدقسمتی سے ہندوستان میں ان حفاظتی خطوط کا خیال نہیں کیا جاتا۔

آواز فاؤنڈیشن اور مہاراشٹر اپولوشن کنٹرول بورڈ نے چار سال ۲۰۰۸ تا ۲۰۱۳ میں دیوالی کے موقع سے پٹاخے بازی کی وجہ سے پیدا ہونے والے شور کی سطح کا جائزہ لیا، اس جائزے کے مطابق صوتی آلودگی کی سطح ۱۲۵ ڈی بی سے اوپر پہنچ گئی، یہاں تک کہ متعلقہ سرکاری شعبوں کو بھی اس صورت حال سے آگاہ کیا، تاہم انہوں نے اس پر کوئی کام نہیں کیا، ہندوستان میں اس بڑھتے ہوئے خطرے کو قابو میں لانے کے لئے بہت کچھ کرنے کی ضرورت ہے، لوگ عام طور پر آبی وفضائی آلودگی کا خیال کرتے ہیں، لیکن صوتی آلودگی کو بہت ہلکے میں لیتے ہیں، اس وجہ سے لوگوں میں اس بڑے ماحولیاتی خطرے کے حوالے سے بیداری پیدا کرنے کی ضرورت ہے، اس ضمن میں کام کرنے کے لئے متعدد غیر سرکاری تنظیمیں سامنے آئی ہیں، وہ متعدد مقامات پر جا کر لوگوں کو صوتی آلودگی کے ممکنہ نقصان دہ اثرات کی شدت کے بارے میں بتاتے ہیں، صوتی آلودگی کسی جگہ کے پورے ماحول کو متاثر کرتی ہے جو آواز کی شدت کی وجہ سے صحت مند نہیں رہ جاتا، ایسے ماحول میں زیادہ دنوں تک رہنا سنگین ذہنی اور نفسیاتی مسائل پیدا کرسکتا ہے، جو اگر قابو سے باہر ہوجائیں تو کسی کے لئے بھی جان لیوا ثابت ہوسکتے ہیں، چنانچہ اس مسئلے کو بھی اتنی ہی سنجیدگی سے لینا چاہئے جتنی سنجیدگی سے ماحولیات سے متعلق دیگر مسائل پر غور و خوض کیا جاتا ہے (ماحولیاتی آلودگی کا مسئلہ/ص ۸، شعبہ ماحولیات، انٹیگرل یونیورسٹی لکھنو)۔

”ولا تصعر خدک للناس ولا تمش في الأرض مرحا إن الله لا يحب كل مختال فخور“ (سورۂ لقمان: ۱۸) (اور اپنے گال مت پھلا لوگوں کی طرف اور مت چل زمین پر اتراتا، بے شک اللہ کو نہیں بھاتا کوئی اتراتا بڑائیاں کرنے والا)۔

"واقصد في مشيك واغضض من صوتك إن أنكر الأصوات لصوت الحمير" (سورۂ لقمان: ۱۹)

(اور چل بیچ کی چال اور نیچی کر اپنی آواز، بے شک بری سے بری آواز گدھے کی آواز ہے)۔

ان تمام معروضات کی روشنی میں یہ بات الم نشرح ہوگئی کہ کارخانے کی بعض مشینیں بہت پر شور ہوتی ہیں، حکومت کی طرف سے ان کو آبادی سے باہر

لگانے کی ہدایت ہوتی ہے، یہ ہدایت شرعاً واجب ولازم کے طور پر قابل تعمیل ہے، کارخانے کے مالکان حضرات اس طرف خوب توجہ دیں اور حکومت کی ہدایت پر عمل پیرا ہوں، اور خلاف ورزی کی صورت میں حکومت کو اختیار تامہ حاصل ہوگا سزا وتعزیر قائم کرنے کا۔

۲۔ گاڑیوں کے ہارنوں کی آواز بھی بہت بڑھی ہوئی ہوتی ہے، بعض لوگ غیر ضروری طور پر ہارن بجاتے ہیں اور بعض حضرات اپنی گاڑی میں ضرورت سے زیادہ تیز آواز کا ہارن یہاں تک کہ ایمبولنس میں لگائے جانے والے سائرن کی طرح ہارن لگاتے ہیں، اس سے صوتی آلودگی بھی پیدا ہوتی ہے، اور دوسرے راہ گیروں کو دہشت بھی ہوتی ہے، یہ صحیح نہیں ہے، اس سے ہر مسلمان کو احتراز واجتناب کرنا واجب ولازم ہے، اور حکومت ہند کے اوپر بھی واجب ولازم ہے ایسے ناروا، نازیبا ڈرائیوروں اور مالکوں کو سخت سے سخت ترین سزا دیں تاکہ صوتی آلودگی نہ پیدا ہو۔

ان گاڑیوں میں حد سے زیادہ تیز آواز والا ہارن لگانا، ضرورت سے زیادہ تیز آواز والا ہارن جو ایمبولنس میں لگایا جاتا ہے یہ طریقہ شرعی نقطہ نظر سے ممنوع وحرام ہے اس میں سے بعض تو سرکاری قواعد واصول کے مطابق بھی سراسر غلط طریقہ ہے جو حکومت کے قانون کی خلاف ورزی ہے، مسلمان کی جو قدر منزلت اس حدیث میں بیان کی گئی ہے اس کے تناظر میں مسلمان ڈرائیور کو یہ ناروا سلوک زیبا نہیں دیتا ہے، ہاں ان میں اتنی آواز رکھے جس سے ضرورت پوری ہو جائے اور ہماری وجہ سے کوئی تکلیف نہ پہنچے، حکومت کی ذمہ داری ہے کہ ڈرائیور کو پابند بنائے اس بات کے اوپر کہ ضرورت سے زائد تیز آواز والا ہارن اپنی گاڑی میں نہ لگائے ورنہ اس صورت میں سخت باز پرس ہوگی، شرعاً اس کا حکم یہ ہے کہ جو سوال میں مذکور ہے وہ سب کے سب طریقے ایذاء انسانیت میں داخل ہیں، لہذا ایذاء مخلوق الٰہی حرام ہے، مزید اس سے صوتی آلودگی پھیلتی ہے جو سراسر ساری مخلوق کے لئے نقصان دہ اور ہلاکت کا سبب وذریعہ ہے۔

''عن ابن عمر قال: قال رسول الله ﷺ: لا تؤذوا المسلمين ولا تعيروهم ولا تطلبوا عثراتهم'' (ابن حبان ۱۳/ ۷۵ بحوالہ منتخب احادیث/ ص ۵۳۶)۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسلمانوں کو ستایا نہ کرو، ان کو عار نہ دلایا کرو اور ان کی لغزشوں کو تلاش نہ کیا کرو۔

گاڑیوں میں تیز سے تیز آواز والا ہارن لگانا، سرکاری محکمہ کے افسروں کی نقالی میں ان جیسا ہارن لگانا، بچوں کی آواز والا ہارن لگانا، جانوروں کی آواز والا ہارن لگانا وغیرہ وغیرہ کا شرعاً حکم یہی ہے کہ یہ سراسر ممنوع وحرام فعل ہے، اس سے ہر آدمی کو احتراز واجتناب کرنا لازم وواجب ہوگا، اور خلاف ورزی کی صورت میں سخت سے سخت ترین تعزیر کا مستحق ہوگا (موسوعہ فقہیہ ۱۲/ ۲۵۴ تا ۲۸۷، کویت طبع دوم)۔

۳۔ ہمارے معاشرہ میں بدقسمتی سے مختلف تقریبات میں ڈی جے کا رواج بڑھتا جارہا ہے، اس کا شور انسان کی سماعت اور ماحول کے لئے نقصان دہ ہے، شریعت مطہرہ اسے ناپاک ومبغوض اور انسانی صحت کے لئے نقصان دہ ہونے کی حیثیت سے حرام قرار دیتی ہے، اس سے ہر مسلمان مرد وعورت کو اجتناب واحتراز کرنا لازم وواجب ہے، شریعت مطہرہ نے ہمیں ہر اچھے کام کرنے کی اجازت دی ہے اور ہر برے کام اور حرام فعل سے اجتناب کرنے کی تاکیدی احکام وہدایات جاری کئے ہیں، اچھے کام کو چھوڑ کر برے کام کو مرغوب بنالیں تو ہماری سفاہت وبلادت کی دلیل ہے، ارشاد باری ہے: "ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل عن سبيل الله بغير علم ويتخذها هزوا أولئك لهم عذاب مهين" (سورۂ لقمان: ۶) (اور ایک وہ لوگ ہیں کہ خریدار ہیں کھیل کی باتوں کے تاکہ بچلائیں اللہ کی راہ سے بن سمجھے، اور ٹھہرائیں اس کو ہنسی وہ جو ہیں ان کو ذلت کا عذاب ہے)۔

تشریح: جمہور صحابہ وتابعین اور عام مفسرین کے نزدیک لہو الحدیث عام ہے تمام ان چیزوں کے لئے جو انسان کو اللہ کی عبادت اور یاد سے غفلت میں ڈالے، اس میں غنا، مزامیر بھی داخل ہے اور بیہودہ قصے کہانیاں بھی، امام بخاریؒ نے اپنی کتاب ''الادب المفرد'' میں اور بیہقی نے اپنی سنن میں لہو الحدیث کی یہی تفسیر اختیار کی ہے، اس میں فرمایا ہے کہ ''لهو الحديث هو الغناء وأشباهه'' (یعنی لہو الحدیث سے مراد گانا اور اس کے مشابہ دوسری چیزیں ہیں یعنی جو اللہ کی عبادت سے غافل کردیں، اور سنن بیہقی میں ہے کہ اشتراء لہو الحدیث سے مراد گانے بجانے والے مرد یا عورت کو خریدنا یا اس کے امثال

ایسی بیہودی چیزوں کو خریدنا ہے جو اللہ کی یاد سے غافل کریں، ابن جریر نے بھی اس عام معنی کو اختیار فرمایا ہے (معارف القرآن ۷/ ۲۰ تا ۲۱)۔

"إن الذين يحبون أن تشيع الفاحشة في الذين آمنوا لهم عذاب أليم في الدنيا والآخرة والله يعلم وأنتم لا تعلمون" (سورۂ نور: ۱۹)

(جو لوگ بعد نزول ان آیات کے بھی چاہتے ہیں کہ بے حیائی کی بات کا مسلمانوں میں چرچا ہو ان کے لئے دنیا اور آخرت میں سزائے دردناک مقرر ہے اور اس امر پر سزا کا تعجب مت کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے)۔

"ومن يطع الله ورسوله ويخش الله ويتقه فأولئك هم الفائزون" (سورۂ نور: ۵۲) (اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانے اور اللہ سے ڈرے، اس کی مخالفت سے بچے، بس ایسے لوگ بامراد ہوں گے)۔

"واذكروا إذ جعلكم خلفاء من بعد عاد وبوأكم في الأرض تتخذون من سهولها قصورا وتنحتون الجبال بيوتا فاذكروا آلاء الله ولا تعثوا في الأرض مفسدين" (سورۂ اعراف: ۷۴) (اور تم یہ حالت یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو عاد کے بعد آباد کیا اور تم کو زمین پر رہنے کو ٹھکانا دیا کہ نرم زمین پر محل بناتے ہو اور پہاڑوں کو تراش تراش کر ان میں گھر بناتے ہو سو خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد مت پھیلاؤ)۔

شور وغل کو ہم میں سے بہت کم لوگ کثافت کے طور پر پہچانتے ہیں، عموماً گھروں میں چلنے والے ٹی وی اور میوزک سسٹم کی آواز گھر سے باہر گلی محلے میں سنائی دیتی ہے، گلیوں میں کارخانوں کی مشینوں کا شور ہے، سڑک پر ٹریفک کا شور ہے، الغرض صبح سے شام تک انسان کسی نہ کسی قسم کے شور سے متاثر ہے، انسانی نظام پر شور کے مختلف طرح سے مضر اثرات ہوتے ہیں، جن میں ہاضمے کی خرابی، تیزابیت سے لے کر بلڈ پریشر اور دماغی فتور بھی شامل ہے، نئی نسلوں بلکہ مناسب ہوگا کہ اگر کہا جائے کہ نئے دور کی نسلوں میں ہیڈ فون کا استعمال بہت عام ہو چکا ہے، تقریباً ہر جگہ ہر طرح کے افراد کانوں میں ہیڈ فون لگا کر یا تو فون پر بات کرتے ہیں یا میوزک یا تفریحی پروگرام سنتے رہتے ہیں، یہ صوتی کثافت کی تازہ ترین شکل ہے؛ کیونکہ یہ مستقل آوازیں انسان کی قوت سماعت کو کمزور کرتی ہیں، بے چینی پیدا کرتی ہیں اور ذہن بھی متاثر ہوتا ہے (ماحول ایک تعارف/ ص ۵، حیدر آباد)۔

"والذين لا يشهدون الزور وإذا مروا باللغو مروا كراما" (سورۂ فرقان: ۷۲)۔

(اور بے ہودہ باتوں میں شامل نہیں ہوتے، اور اگر اتفاقاً بے ہودہ مشغلوں کے پاس ہو کر گزریں تو سنجیدگی کے ساتھ گزر جاتے ہیں)۔

''عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: من حسن إسلام المرء تركه ما لا يعنيه'' (ترمذی ۲/ ۵۸، ابواب الزہد، مختار اینڈ کمپنی دیوبند)۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدمی کے اسلام کی خوبی اور کمال یہ ہے کہ وہ فضول کاموں اور باتوں کو چھوڑ دے۔

تشریح: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ بے ضرورت باتیں نہ کرنا اور فضول فعلوں، طریقوں اور مشغلوں سے بچنا کمال ایمان کی نشانی ہے اور آدمی کے اسلام کی رونق وزینت ہے۔

''عن أنس بن مالك قال: قال رسول الله ﷺ: لا يبلغ العبد حقيقة الإيمان حتى يخزن من لسانه'' (مجمع الزوائد ۱۰/ ۵۴۳، بحوالہ منتخب احادیث/ ص ۴۷۲)۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بندہ جب تک اپنی زبان کی حفاظت نہ کرے ایمان کی حقیقت کو حاصل نہیں کرسکتا)۔

میری رائے یہی ہے کہ ڈی جے شرعاً حرام فعل ہے، اس کو جس صورت سے ہو روکنے کی سعی کی جائے، اسلام کی بھلائی اسی میں ہے۔

۴۔ ہمارے معاشرہ میں مذہبی، سیاسی جلسوں اور مشاعروں کا رواج بھی عام ہے، قانونی اعتبار سے اس کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے، مثلاً رات کے دس یا ساڑھے دس بجے تک، کہ اس کے بعد پروگرام جاری نہیں رکھا جاسکتا، اسی طرح آواز کے بارے میں بھی تحدید ہوتی ہے کہ کس درجہ کا ساؤنڈ سسٹم ہونا

چاہئے اور کتنے ساؤنڈ بکس رکھے جاسکتے ہیں؟ اس کا مقصد لوگوں کی صحت اور ماحولیات کا تحفظ دونوں ہوتا ہے؛ لیکن بہت سے لوگ ان ہدایات پر عمل نہیں کرتے، سو وہ حضرات سراسر اپنی من مانی کررہے ہیں اور حکومت کے وضع کردہ قانون کی خلاف ورزی کررہے ہیں اور شریعت مطہرہ کی بھی کوئی رورعایت نہیں کررہے۔

مذہبی، سیاسی جلسوں اور مشاعروں کے لئے حکومت نے جو قانون پروگرام چلانے کے لئے ایک وقت مقرر اور آواز کی تحدید متعین کردی ہے ہر شخص پر شرعاً ان قوانین کی پابندی واجب ہے، اور ان کی خلاف ورزی بغاوت اور ڈاکہ زنی کے مرادف ہے، حکومت ایسے لوگوں کے لئے جو بھی سزا وتعزیر تجویز کرے کم ہے، بغاوت وحرابہ کی اسلام میں بہت ہی سنگین سزا ہے جو قرآن وحدیث میں منصوص ہے۔ (سورۂ مائدہ: ۳۳، بخاری ۲ / ۱۰۰۵، کتاب المحاربین من اهل الکفر والردة، قول اللہ عز وجل، مسلم ۲ / ۵۷ تا ۵۸، کتاب القسامۃ والمحاربین، باب حکم المحاربین والمرتدین، موسوعہ فقہیہ ۱۲ / ۲۵۴ تا ۲۸۷، کویت طبع دوم)۔

باہر کے لاؤڈ اسپیکر پر تقریر کرنا:

مثلاً آپ کو مسجد کے اندر چند افراد سے کچھ بات کرنی ہے اور ان تک آواز پہنچانے کے لئے مسجد کے اندر کا لاؤڈ اسپیکر بھی کافی ہوسکتا تھا، لیکن آپ نے باہر کا بھی لاؤڈ اسپیکر بھی کھول دیا جس کے نتیجے میں پورے علاقے اور پورے محلے کے لوگوں تک آواز پہنچ رہی ہے، اب محلے میں کوئی شخص اپنے گھر کے اندر تلاوت کرنا چاہتا ہے یا ذکر کرنا چاہتا ہے یا سونا چاہتا ہے یا کوئی شخص بیمار ہے وہ آرام کرنا چاہتا ہے، مگر آپ نے زبردستی اپنا وعظ پورے محلے والوں پر مسلط کردیا ہے، یہ عمل بھی زبان کے ذریعہ تکلیف پہنچانے میں داخل ہے (اصلاحی خطبات ۸ / ۱۰۳)۔

بہرحال میری رائے یہ ہے کہ اس سلسلہ میں حکومت جو بھی قوانین بناتی ہے ہر شخص پر ان کی پابندی واجب ہے، خلاف ورزی کی صورت میں تعزیر کا مستحق ہوگا۔

☆☆☆

فضائی اور صوتی آلودگی

مفتی محفوظ الرحمن بستوی[1]

تمہید:

صفحۂ کائنات پر پھیلی ہوئی اللہ تعالیٰ کی یہ لاتعداد مخلوقات اور لامتناہی نعمتیں اور انعامات جن سے ہر گھڑی اور ہر لحظہ انسان لطف اندوز ہوتا ہے، وہ سب کی سب اللہ کی ملک ہیں۔

"ولله ملك السمٰوات والأرض" (سورۂ آل عمران: ۱۸۹)۔ اللہ تعالیٰ نے بندوں کی ضروریات وحاجیات کا خیال کرتے ہوئے اسے ایک مدت کے لئے اپنے جائز مقاصد میں ان سے بطریقِ احسن حقِ انتفاع دے دیا ہے۔

"ولكم في الأرض مستقر ومتاع الى حين" (سورۂ اعراف: ۲۴)۔ "هو الذي خلق لكم ما في الأرض جميعًا" (سورۂ بقرہ: ۲۹)۔

اور چونکہ بمقتضائے "وما خلقنا السماء والأرض وما بينهما باطلًا" (سورۂ ص: ۲۷)، اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان اور اس کے مابین کسی چیز کو عبث اور لغو نہیں پیدا کیا، اسی طرح بفحوائے "والأرض مددناها وألقينا فيها رواسي وأنبتنا فيها من كل شئ موزون" (سورۂ حجر: ۱۹)، اللہ نے ہر شئی میں ایک خاص توازن وتوافق اور ترابط رکھا ہے۔ لہٰذا انسان کو چاہیے کہ جب بھی اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کو اپنے مقاصد میں استعمال کرنے کا ارادہ کرے تو وہ بھی عبث اور لغو وباطل سے حذر کرتے ہوئے اللہ کے پیدا کردہ توازن وتناسب اور توافُق وترابط کا خاص خیال کرے۔ کیونکہ اسی توازن کی اعتدالی میں بقاء انسانی کا راز مضمر ہے، اور اس کی پامالی نہ صرف یہ کہ حتف أنفہ ہے بلکہ دیگر مخلوقات کے لئے بھی باعثِ ہلاکت وتباہی ہے۔

ارشادِ ربانی ہے: "الذين ينقضون عهد الله من بعد ميثاقه ويقطعون ما أمر الله به أن يوصل ويفسدون في الأرض. أولئك هم الخاسرون" (سورۂ بقرہ: ۲۷)۔

اس آیت کے ذیل میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں:

''دوسری وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے ان تمام تعلقات کو قطع کر ڈالا جن کو جوڑے رکھنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا تھا، ان تعلقات میں وہ تعلق بھی داخل ہے جو بندے اور اللہ کے درمیان ہے، اور وہ تعلق بھی جو انسان کا اپنے ماں باپ اور دوسرے عزیزوں سے، اور وہ تعلق بھی جو ایک انسان کا اپنے پڑوسی اور دوسرے شرکاء کے ساتھ ہے، اور وہ تعلق بھی جو عام مسلمانوں اور عام انسانوں کے ساتھ ہے۔

ان تمام تعلقات کے پورے حقوق ادا کرنے ہی کا نام ''اسلام'' یا ''شریعتِ اسلام'' ہے، اور انہی میں کوتاہی کرنے سے سارے زمین میں ''فساد'' آتا ہے'' (معارف القرآن ۱/۱۶۹)۔

گویا نظامِ عالم اور ہر شئی میں موزونیت اور تقدیرِ تعلق کی رعایت کرنا عالَم میں ''صلاح واصلاح'' اور اس کی موزونیت وتعلق کو ختم یا کم کرنا ''فساد وافساد'' کے مرادف ہے، جس کی اجازت اسلامی شریعت ہرگز نہیں دیتی۔

"ولا تفسدوا في الأرض بعد إصلاحها" (سورۂ اعراف: ۵۶)۔

اس مختصر تمہید کے بعد ذیل میں سوالنامہ کے جوابات ملاحظہ ہوں:

---

[1] استاذ مدرسہ نور الاسلام (ظہیر آباد)۔

ا۔ شریعتِ اسلامیہ نے انسانوں کی ضروریات وحاجیات کا خاص خیال کیا ہے، یہاں تک کہ بصورتِ اضطرار بعض حرام چیزوں کی حرمت بھی اس مضطر کے حق میں بقدرِ ضرورت مرتفع ہوجاتی ہے مثلاً مضطر کے پاس سوائے ''اکل میتہ'' کے جان بچانے کے لئے کوئی سامان اور کوئی صورت نہیں، تو اس وقت اس کے لئے ''میتہ'' کی ''حرمت'' مرتفع ہوکر ''حلت'' میں بدل جاتی ہے، ایسی صورت میں ''اکل میتہ'' نہ صرف یہ کہ اس کے لئے جائز اور حلال ہوجاتا ہے بلکہ ''حفظِ نفس'' کے لئے اس پر لازم اور واجب ہوجاتا ہے۔

لیکن جہاں اس ضرورت وحاجت کا خیال کیا ہے، وہیں دیگر انسانوں کے حقوق کی ادائیگی اور ان کو ضرر وزیاں سے بچانے کی ہر ممکن تدبیر بھی اختیار کی ہے۔ چنانچہ مضطر کے لئے گو بحالتِ اضطرار دوسرے کا مال اس کی اجازت کے بغیر استعمال کرنا بلکہ جان بچانے کے لئے اس سے چھین کر کھانا بھی جائز تھا لیکن بحالتِ یسر اس مال کی ادائیگی مضطر پر ضروری ہوگی تا کہ دوسرے کی حق تلفی نہ ہو، فقہی قاعدہ ہے:

''الإضطرار لا يبطل حق الغير'' (مجلة الأحكام العدلية: ماده ۳۳)۔

خلاصہ یہ ہے کہ شریعت نے جب انفرادی ضرر کا اس قدر خیال کیا ہے تو ایسا تو نہیں ہوسکتا ہے کہ اجتماعی ضرر سے پہلو تہی کرلے اور اس کو کوئی اہمیت نہ دے، چنانچہ امام غزالیؒ نے ''احیاء علوم الدین'' میں لکھا ہے:

''وإنما العدل أن لا يضر بأخيه المسلم والضابط الكلي فيه أن لا يحب لأخيه إلا ما يحب لنفسه، فكل ما لو عومل به شق عليه وثقل على قلبه، فينبغي أن لا يعامل غيره به۔'' (احياء علوم الدين ۲/ ۹۵)۔

اور امام زیلعیؒ ''تبیین الحقائق'' میں ضرر کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ولو أراد بناء تنور في داره للخبز الدائم كما يكون في الدكاكين أو رحى للطحن أو مِدقات للقصّارين لم يجز، لأن ذلك يضر بالجيران ضررًا ظاهرًا فاحشًا لا يمكن التحرز عنه'' (تبيين الحقائق ۴/ ۱۹۶)۔

اور اس باب کی مشہور حدیث: ''لا ضرر ولا ضرار، من ضار ضرّه الله، ومن شاق شقّ الله عليه'' (دارقطنی والبیہقی) تو عام ہے۔

نیز اصولِ فقہ کا قاعدہ ''درء المفاسد أولى من جلب المنافع'' اسی طرح اجتماعِ مصلحت ومفسدہ کی صورت میں مصلحت کی حصولیابی درءِ مفاسد کے ساتھ ممکن ہو تو بموجب ''فاتقوا الله ما استطعتم'' اس کا امتثال کرنا جائز ہے، لیکن اگر درءِ مفاسد کے ساتھ جلبِ مصالح دشوار تر ہو تو اس وقت درءِ مفاسد ہی ضروری ہوگا، جلبِ مصالح کی پروا نہیں کی جائے گی۔

مذکورہ بالا دلائل کے پیشِ نظر صورتِ مسئولہ میں کہ جو شخص غیر دھواں دار اشیاء استعمال کرنے پر قادر ہو اس کے باوجود بھی وہ محض ارزاں ہونے کی وجہ سے دھواں دار اشیاء استعمال کرکے ماحول اور فضا کو آلودہ کرتا ہے تو وہ معمولی ووقتی مصلحت اور نفعِ خاص کے عوض عظیم ودائمی مفسدہ اور اجتماعی مضرت کا مرتکب ہوا، جو کہ بدلائلِ بالا درست نہیں۔

البتہ ضرر کون ومکان کے اعتبار سے قلیل وکثیر ہوسکتا ہے، مثلاً شہروں میں جہاں آبادیاں گنجان ہوتی ہیں، اور دھویں کو جذب کرنے والی چیزیں بھی کمیاب ہوتی ہیں اس لئے وہاں ضرر کثیر ہے، بنسبت اس کے دیہات اور چھوٹے چھوٹے قصبات میں جہاں نہ آبادیاں گھنی ہوتی ہیں نہ ہی قدرتی وسائل کی کمی ہوتی ہے اس لئے یہاں ضرر قلیل ہے، نیز شہروں میں غیر دھواں دار ایندھن بسہولت دستیاب ہوجاتے ہیں برخلاف دیہاتوں کے کہ وہاں یہ چیزیں باوجود وسعت وقدرت کے بمشکل تمام میسر ہو پاتی ہیں۔

اس لئے شہروں میں جو شخص غیر دھواں دار ایندھن کے استعمال پر قادر ہو، پھر بھی محض ارزاں ہونے کی وجہ سے وہ دھواں دار ایندھن استعمال کرتا ہے تو اس کا یہ عمل نامشروع ہے، ہاں اگر وہ قادر ہی نہیں یا ایسے مقام پر ہے جہاں قدرتی وسائل کی قلت نہیں ہے اور دھویں کو جذب کرنے والی چیزیں وافر مقدار میں ہیں، تو پھر اس ایندھن کا استعمال مشروع ہوگا۔

نوٹ: (کون ومکان کے اعتبار سے ضرر کے قلیل وکثیر ہونے کا یہ ''اصول'' اکثر صورِ مسئولہ میں جاری ہوگا)۔

''والضرر يختلف بقلّته وكثرته'' (مبسوط سرخسی: باب الإجارة الفاسدة ۱۶/ ۴۳)۔

"والضرر يختلف فيه بقلته وكثرته" (بدائع الصنائع للكاساني: فصل في أنواع شرائط ركن الإجارة ۴/ ۱۸۱)۔

۲۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ گاڑیاں انسانی ضروریات کا ایک اہم ترین حصہ ہیں، عوام الناس کو غایت درجہ اس سے سہولت وآسانی اور چین وسکون نصیب ہوا ہے، لیکن جہاں ایک طرف یہ راحت وآرام اور موجب آسائش وآرائش ہیں، وہیں دوسری طرف یہ غارتِ سکون واطمینان اور باعثِ ابتلاء وآزمائش بھی ہیں۔

کیونکہ روز بروز نئی سیارات کی ایجادات اور بوسیدہ وخستہ حال گاڑیوں کی کثرت وبہتات نے (Air Pollutions) فضائی آلودگی میں بڑی برق رفتاری سے اضافہ کیا ہے، جو پوری انسانیت کے لئے بڑی سخت تشویش کا باعث ہے؛ کیونکہ اس کی وجہ سے عالمی درجۂ حرارت دن بہ دن بڑھتا اور چڑھتا چلا جارہا ہے جو ہمارے حال ومستقبل کے لئے سنگین خطرہ اور اہم چیلنج ہے۔

(soler power) شمسی توانائی اور سی، این، جی (Compressed natural gas) دورِ حاضر میں فضائی آلودگی سے نمٹنے کے لئے انتہائی مفید اور کارآمد ونتیجہ خیز ہیں۔ لہٰذا حکومت اگر پٹرول، ڈیزل اسی طرح دیگر دھواں دار ایندھن پر پابندی عائد کرتی ہے یا کسی مخصوص گاڑی کے لئے گیس کو لازم قرار دیتی ہے، تو شرعًا حکومت کے اس قانون پر عمل کرنا واجب ہوگا، اور قانون کی خلاف ورزی کی صورت میں حکومت نے جو ضمان وتاوان عائد کیا ہے اس کو ادا کرنا ضروری ہوگا۔

اور اگر حکومت کی طرف سے کوئی ہدایت نہ ہو تب بھی حال ومستقبل کے مشاہدات وخطرات سے سلامتی کے پیشِ نظر ہر ایسی نقل وحرکت سے (جو ماحول اور ماحولیات کو آلودہ اور فضا کو زہر آلود بنا رہی ہوں) نبرد آزما ہونا ہر شخص پر لازم وضروری ہے۔

تفسیر راغب میں امام اصفہانیؒ آیت: "كانوا لا يتناهون عن منكر فعلوه" (سورۂ مائدہ: ۷۹) کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"وخص تركهم النهي عن المنكر دون الأمر بالمعروف، فإنه أعظم الأمرين إثمًا، وأوكدهما وجوبًا، ففعل المعروف ليس بواجب على كل أحدٍ، وترك المنكر واجب على كل حال" (تفسیر راغب ۲/ ۴۷۴)۔

"من رأى منكم منكرًا فليغيره بيده فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه وذلك أضعف الإيمان" (مسلم: رقم الحديث: ۴۹، باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان)۔

"مجلة الأحكام العدليه" کے مادہ نمبر (۹۲۶) میں اس بات کی وضاحت ہے کہ:

"لكل واحد حق المرور في الطريق العام، ولكن بشرط السلامة يعني مزوره مقيد بشرط أن لا يضر غيره بما يمكن التحرز عنه" (مجلة الأحكام العدلية، مادة: ۹۲۶، ۱/ ۱۸۰)۔

چنانچہ علمائے اسلام اور فقہائے عظام نے اس کی تائید وتوثیق کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ یہ مادہ مبنی بر عدل وانصاف ہے؛ کیونکہ اس میں ہر خاص وعام کے حق کی پوری پوری رعایت ملحوظ ہے۔

"درر الحكام شرح مجلة الأحكام العدليه" میں اس مادہ کی تعلیل یوں بیان کی گئی ہے:

"لأنه يتصرف في حقه من وجه، وفي حق غيره من وجه، لكونه أي الطريق، مشتركًا بين الناس، فقلنا بالإباحة بشرط السلامة ليعتدل النظر بين الجانبين" (درر الحكام شرح مجلة الأحكام ۲/ ۶۲۱، وكذا في شرح مجلة الأحكام العدليه لعلامه سليم رستم الباز ۱/ ۵۱۸، مادہ: ۹۲۶)۔

نیز "تحفة الفقهاء" میں علامہ (محمد بن أحمد بن أبي أحمد) ابوبکر علاء الدین السمرقندی (م ۵۴۰ھ) نے شاہراہِ مسلمین پر سیر وسیاحت کی اجازت بشرطِ تحفظ وسلامتی دی ہے، عدمِ تحفظ وسلامتی اور جرم وجنایت کی صورت میں ضمان وتاوان عائد کیا ہے:

"والسير في طريق المسلمين مأذون بشرط السلامة. فما تولد من سير تلف مما يمكن الإحتراز عنه فهو مضمون، وما لا يمكن الإحتراز عنه فليس بمضمون...... وإذا ثبت هذا فنقول من سارت دابته في طريق المسلمين

وهو راكب عليها أو قائد أو سائق فوطأت دابته رجلا بيدها أو برجلها أوكدمت أو صدمت بصدرها أوخبطت بيدها فهو ضامن، لأنه يمكن الإحتراز عنه'' (تحفة الفقهاء، باب ضمان الراكب ۲/ ۱۲۳)۔

۳۔ جس طرح گاڑیاں انسانی ضروریات کا اہم ترین حصہ ہیں اسی طرح دورِ حاضر میں روشنی اور بجلی بھی کچھ کم اہمیت نہیں رکھتی، بلکہ آج انسانی زندگی کا خاصا انحصار اس توانائی پر محدود ہے، اس کے بغیر زندگی مفلوج اور نظامِ زندگی معطل ہوجاتا ہے، دفاتر، اسپتال، اسکول وکالج، کارخانے وفیکٹریاں سب مفلوک ہوجاتی ہیں۔

لیکن جس طرح گاڑیوں کے بےجا اور بےتحاشہ استعمال سے ''کاربن ڈائی اکسائڈ'' (Carbon dioxide) کا اخراج بڑھ کر سب کے لئے لمحۂ فکریہ بنا ہوا ہے، اسی طرح اس سے کہیں زیادہ بجلی اور روشنی کے بےدریغ استعمال سے ''کاربن ڈائی اکسائڈ'' (Carbon dioxide) کے اخراج نے سب کو تشویش میں ڈال رکھا ہے۔

آج جس بڑے پیمانے پر توانائی کا استعمال ہو رہا ہے، اس سے ماہرینِ ارضیات نے یہ خدشہ ظاہر کیا ہے کہ روایتی توانائی کے یہ ذخائر زیادہ دنوں تک ہمارا ساتھ نہیں دے سکتے، علاوہ ازیں یہ ماحول (Environments) کو بھی آلودہ کررہے ہیں، جو مزید سب کے لئے ایک بڑا چیلنج ہے، اس لئے ہمیں توانائی کے حصول کے لئے بےضرر غیر روایتی توانائی یعنی شمسی توانائی، آبی اور موجی توانائی، ہوائی توانائی، جوہری توانائی، ارضی حرارتی توانائی وغیرہ کو فروغ دینے کی از حد ضرورت ہے، تاکہ توانائی کے ساتھ ساتھ ماحول کو بھی آلودگی سے بچایا جاسکے۔ توانائی کے حصول کے جو ذرائع ہیں وہ دو طرح کے ہیں، ایک روایتی ذرائع، دوسرے غیر روایتی ذرائع۔

روایتی توانائی کے ذرائع ہیں کوئلہ، معدنی تیل، لکڑی اور گوبر وغیرہ؛ جبکہ غیر روایتی توانائی کے ذرائع ہیں شمسی توانائی، آبی اور موجی توانائی، ہوائی توانائی، پودوں سے کشید کیا ہوا پٹرول، جوہری توانائی، بائیوگیس (Bio gas) اور ارضی حرارتی توانائی۔

کوئلہ، معدنی تیل اور برقی توانائی حاصل کرنے کے تین اہم وسائل ہیں، جن میں سے سب سے زیادہ توانائی کوئلہ سے حاصل کی جاتی ہے، یہ صنعتی ایندھن کا سب سے بڑا وسیلہ ہے۔

پھر کوئلہ کی تین قسمیں ہیں: (۱) اینتھر اسائٹ (Anthracite) (۲) بیٹومینس (Bituminous) (۳) لِگنائٹ (Lignite)۔

ان میں سب سے عمدہ قسم اینتھر اسائٹ (Anthracite) کی ہوتی ہے، جس میں دھواں کم نکلتا ہے اور گرمی بہت زیادہ ہوتی ہے۔

دوسری قسم بیٹومینس (Bituminous) میں دھواں نسبتاً زیادہ نکلتا ہے، مگر یہ بھی کافی گرمی دیتا ہے۔

تیسری قسم لِگنائٹ (Lignite) میں گرمی کم اور دھواں بہت زیادہ ہوتا ہے۔

بجلی اور روشنی پیدا کرنے کے لئے ان میں سے تیسری قسم لِگنائٹ (Lignite) ہی کا استعمال ہوتا ہے، جو ظاہر ہے کہ جتنا استعمال ہوگا اتنا ہی ماحول اور فضا کو آلودہ اور مسموم کرے گا۔

بجلی نہ ہونے کی صورت میں توانائی حاصل کرنے کا اہم ذریعہ جنریٹر بھی ہے، جو پٹرول، ڈیزل اور مٹی کے تیل سے بھی چلتا ہے، لیکن پٹرول کم اور ڈیزل اس سے کچھ زیادہ اور مٹی کا تیل سب سے زیادہ دھواں خارج کرتا ہے، جو ظاہر ہے کہ فضائی آلودگی کے ساتھ ساتھ صوتی آلودگی کا بھی ذریعہ ہے۔

لہٰذا بجلی کی عدم موجودگی میں حصولِ توانائی کے جو بھی ذرائع مضرِ ماحولیات ہوں اگر حکومت ان ذرائع پر مخصوص ایندھن (جو کم دھواں خارج کرتے ہوں) کی پابندی لگادے تو شرعاً حکومت کے اس قانون پر عمل کرنا لازم وضروری ہوگا، اور ممنوعہ ایندھن کا استعمال موجبِ ضمان وتاوان ہوگا۔

"والذين يؤذون المؤمنين والمؤمنات بغير ما اكتسبوا فقد احتملوا بهتانا وإثما مبينا" (سورۂ احزاب: ۵۸)۔

۴۔ بالیقین اس نعم البدل کا استعمال صاحبِ استطاعت افراد واشخاص اور اداروں کے لئے قابلِ تحسین اور لائقِ تقلید قدم ہوگا۔

"قال تعالیٰ: وتعاونوا على البر والتقوىٰ ولا تعاونوا على الإثم والعدوان" (سورۂ مائدہ: ۲)۔

۵۔ اتنی بات تو طے ہے کہ دھواں خواہ کسی بھی قسم کا ہو باعثِ ضرر ہی ہے، کیونکہ باری تعالیٰ نے اس کی صفت ہی "عذابٌ الیم" بیان کی ہے:

ارشادِ باری ہے: "فارتقب یوم تأتی السماء بدخان مبین، یغشی الناس هذا عذاب ألیم" (سورۂ دخان: ۱۰۔۱۱)۔

لہٰذا فضائی آلودگی اور انسانی بھلائی کے پیشِ نظر حکومت اگر کارخانوں، فیکٹریوں اور صنعت گاہوں وغیرہ کے لئے قوانین تجویز کرتی ہے تو شرعاً ان سب کی پوری رعایت کرنا ضروری ہے، خلاف ورزی کی صورت میں حکومت ان پر مناسب ضمان وتاوان بھی عائد کرسکتی ہے۔

''القوانین الفقهیه لإبن جزی'' میں ہے: ''من أحدث ضررًا أمر بقطعه، ولا ضرر ولاضرار... ومنه أن یبنی فی داره فرنًا أو حمامًا أو کیر جداد أو صائغ مما یضر بجاره دخانه فیمنع منه'' (القوانین الفقهیه لإبن جزی ۱/ ۲۲۴)۔

اور "المدونة" میں یہ مسئلہ بھی ہے کہ پڑوس اور ہمسایہ کی دیوار کے قرب وجوار میں بھی ایسا تصرف (گو اپنی ہی ملکیت میں کیوں نہ ہو) جائز نہیں، جو اُس کے لئے باعثِ تکلیف واذیت اور قابلِ تشقق وتشتت ہو، اور جار و ہم دیوار کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اُس کو اِس سے منع کردے:

''سئل ابن القاسم عن جداد أن یبنی کورًا أو فرنًا لصهر الذهب والفضة أو یحفر بئرًا أو مرحاضًا أو یبنی طاحونًا قرب حائط الجیران؟ فأفتی أن من حق الجیران منعه، لما یسببه لهم من ضرر، وذهب ابن القاسم الی أن الأدخنة المنبعثة من المخابر تعتبر ضررًا بسیطًا یمکن التکلیف فیه'' (المدونة ۴/ ۳۱۴)۔

"نهایة الرتبة الظریفة فی طلب الحسبه الشریفة" میں نہایت وضاحت کے ساتھ ہر ایک کے فرائض ووظائف کو واشگاف کیا گیا ہے؛ چنانچہ (الباب السادس فی الحسبة علی الخبازین) میں مرقوم ہے:

''أن المحتسب کان یهتم أن یرفع سقف حوانیت الخبازین، وأن تفتح أبوابها ویجعل فی سقوف الأفران منافذ واسعة یخرج منها الدخان، لئلا یتضرر بذلك السکان، کما کان المحتسب یمنع الصباغین من وضع أفرانهم فی الشوارع لما تبعثه من أدخنة تضایق المارّة والسکّان'' (نهایة الرتبة الظریفة فی طلب الحسبة الشریفه، الباب السادس فی الحسبة علی الخبازین: ص۲۲)۔

نیز "معالم القربة فی أحکام الحسبة" میں بھی اسی طرح منقول ہے:

''ینبغی أن یأمرهم المحتسب برفع سقائف أفرانهم، ویجعل سقوفها منافذ واسعة للدخان... الخ (معالم القربة فی أحکام الحسبة ۱/ ۹۱، لإبن الإخوة محمد بن محمد القرشی المتوفی: ۷۲۹ھ)۔

۶۔ شریعتِ اسلامیہ کا یہ طغرائے امتیاز ہے کہ وہ ہر شئی میں صفتِ ''احسان'' کو پسند کرتی ہے، یہاں تک کہ جانور کو ذبح کرتے وقت بروئے قبلہ لٹا کر دھاردار چھری کو اللہ کا نام لے کر اس کی گردن پر پھیرنا بھی جانور کے ساتھ ''احسان'' کہلاتا ہے، اس کے برخلاف جانور کو ذبح کی طرف نہایت بے دردی سے گھسیٹتے ہوئے لے جانا، کند چھری سے حلال کرنا، ایک جانور کو دوسرے کے سامنے ذبح کرنا، بعد الذبح جانور کے ٹھنڈا ہونے سے قبل اس کی کھال اتارنا، یا اس قسم کا ناروا سلوک کرنا ''تعذیبِ حیوان'' کہلاتا ہے، شریعت جس کو انتہائی ناپسند کرتی ہے۔

جانور کے وہ اجزاء جو قابلِ استعمال ہیں انہیں کام میں لانا، اور جو نا قابلِ استعمال ہیں انہیں مناسب جگہ (Landfill site جہاں فضلات سائنسی طریقے سے ضائع کئے جاتے ہیں) میں ڈال دینا، اسی طرح کچرا بھٹی (incinerator انسنریٹر یعنی جہاں فضلات اور دیگر ضرر رساں اشیاء کو حفاظتی تدابیر کے ساتھ incinerator machine میں ڈال کر انہیں تلف کیا جاتا ہے) میں ڈال دینا، یا پھر گوشت خور جانوروں کو جو ادھر ادھر نہ پھرتے ہوں مثلاً مچھلیاں یا اس طرح کے دیگر پالتو حیوانوں کی غذا بنا دینا بھی مذبوح کے ساتھ ''احسان'' کہلاتا ہے۔

چنانچہ ایک حدیث میں ''ما کول اللحم'' جانوروں کے ''حق'' کو واضح کرتے ہوئے آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''من قتل عصفورًا فما فوقها بغیر حقها، سأل الله عزوجل یوم القیامة، قیل یا رسول الله! فما حقها؟ قال: حقها أن تذبحها فتأکلها، ولا تقطع رأسها فَیُرمِیَ بها'' (رواه النسائی، کتاب الضحایا، رقم الحدیث: ۴۴۴۵)۔

معلوم ہوا کہ ''ماَ کول اللحم'' جانوروں کے قابلِ استعمال اجزاء کو کھانا یا کام میں لانا بھی ایک ''حق'' ہے، اگر اس ''حق'' کی رعایت نہیں کی گئی تو کل قیامت میں اس کے بارے میں بھی باز پرس ہو سکتی ہے۔

اس سلسلے میں حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ آبادی سے دور مناسب مقام پر جہاں فضلات کی نکاسی اور تدفین کا بہتر انتظام ہو ہر شہر میں ''مذبح'' کا قیام عمل میں لائے، لحمی غذائیں وہیں سے صاف ستھری کر کے بازاروں میں منتقل کی جائیں، قصابوں اور ماہی فروشوں کو عام بازاروں سے علیحدہ اور دور رکھا جائے، انہیں صفائی ستھرائی کا پابند کیا جائے، بے احتیاطی اور تساہلی برتنے پر ان پر مناسب ضمان وتاوان عائد کیا جائے، بالخصوص بوئے دہن کے مریض قصاب کو لحمِ مسلوخ پر پھونک مارنے سے روکا جائے، کیونکہ اس سے گوشت میں بدبو پیدا ہو کر گوشت کو خراب کر دیتی ہے، ہر دن دوکان کھولتے وقت اپنے چبوتروں اوزاروں اور گندہ کو دھلنے اور صاف کرنے کا پابند کیا جائے، دوکان بند کرتے وقت اپنے چبوترے وگندے پر پسا ہوا نمک یا اس طرح کی دیگر چیزوں کے چھڑکاؤ کا عادی بنایا جائے تاکہ موذی جانور انہیں چاٹ کر گندہ اور نجس کر کے اپنے زہریلے جراثیم کے اثرات نہ چھوڑ جائیں۔

اور خود ذابح کی یہ ذمہ داری ہے کہ نظافت و پاکیزگی اور صفائی وستھرائی کا پورا خیال کرے، جانور کے قابلِ استعمال اجزاء کو ہر ممکن کام میں لانے کی کوشش کرے، اور ناقابلِ استعمال اجزاء کو ادھر اُدھر پھینکنے کے بجائے (incinerator) کچرا بھٹی میں ڈالنے کا اہتمام بلیغ کرے، تاکہ وحوش وطیور انہیں کھینچ کر ادھر اُدھر نہ لے جاسکیں، راستوں اور گلی کوچوں کو خون اور اوجھ وغیرہ سے ہرگز ملوث نہ ہونے دے کہ راہگیروں کو ان سے کسی قسم کی تکلیف ہو، جراثیم کش ادویہ کا استعمال کر کے پیدا شدہ آلودگی کو ختم کرے (تفصیل کے لئے دیکھئے: حاشیۃ الصاوی علی الشرح الصغیر ۴۸۵/۳، التاج والإ کلیل لمختصر الخلیل ۱۳۴/۳، نہایۃ الرتبۃ الظریفۃ فی طلب الحسبۃ الشریفۃ ۳۳، ۲۷، وکذا فی معالم القربۃ/ص ۹۹، ۹۷)۔

۷۔ بلاشبہ پلاسٹک کی تھیلیاں سامان کی پیکنگ اور حمل ونقل نیز خوشنمائی وآسانی کے پیشِ نظر ضرورتِ زندگی بن گئی ہیں، تجار اور عوام اس کے بسہولت دستیاب ہونے کی وجہ سے بے تحاشا استعمال کرتے ہیں، اور صرف اس کے پہلوئے منفعت کو پیشِ نظر رکھتے ہیں، پہلوئے مضرت کو یا تو حاشیۂ خیال میں نہیں لاتے یا پھر تغافل وتجاہل برتتے ہیں، حالانکہ یہ مصلحتِ قلیلہ اور منفعتِ خفیفہ (اور وہ بھی ایسی کہ جس کی تکمیل کے دوسرے ذرائع بھی موجود ہیں ان سے صَرفِ نظر کرتے ہوئے) اپنے ساتھ کس قدر مضرتِ شدیدہ اور مفسدۂ عظیمہ لئے ہوئے ہے شاید مرتکب کو اس کی سنگینی اور اس کی خطرناکی کا صحیح ادراک نہیں۔

پالی تھین (Polythene) کے نقصانات آج ہر چشم بینا پر عیاں ہیں لیکن طُرفہ یہ ہے کہ اس کے استعمال میں روزافزوں اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے، گویا نفع وضرر کی تمیز انسانوں سے اٹھ چکی ہے، حکومت کو چاہیے کہ صرف قانون ہی نہ بنائے بلکہ حتی الوسع پوری امانت داری کے ساتھ اس پر عمل درآمد کی سعی کرے، اور پالی تھین پر پابندی اور اس کے بدل کو فروغ دینے کی مؤثر تدبیر اور نتیجہ خیز لائحۂ عمل تیار کرے، اور عوام کو چاہیے کہ خود اس سلسلے میں اپنے اندر بدلاؤ پیدا کریں اور بیداری کا بھرپور ثبوت دیں، اور ہر مضرت رساں شئی کے استعمال سے حتی المقدور اپنے کو دور رکھیں۔

لہٰذا اس کی مضرتِ شدیدہ کے پیشِ نظر ضرورت سے زائد پلاسٹک کی تھیلیوں کا استعمال شرعاً ممنوع ہوگا۔

''مایفضي الی الضرر في ثاني الحال یجب المنع منه في إبتدائه'' (المغنی لإبن قدامه ۳۷۴/۴، فصل (۳۵۱۹) لا یشرع الی طریق نافذ جَناحا)۔

''إذا اجتمعت مصالحُ ومفاسدُ فإن أمكن تحصيلُ المصالح ودرءُ المفاسدِ فَعَلْناذلك إمتثالًا لأمرالله تعالیٰ فیهما. لقوله: (فَاتَّقوا الله ماستطعتم، التغابن:١٦) وإن تعذّر الدّرْئ والتحصيلُ فإن كانت المفسدة أعظم من المصلحة دَرَأنا المفسدةَ، ولا نبالي بفوات المصلحة. قال الله تعالیٰ: (يسئلونك عن الخمر والميسر، قل فيهما إثم كبير ومنافع للناس، وإثمهما أكبر من نفعهما. البقرة:٢١٩) حرّمهما لأن مفسدتهما أكبر من نفعهما...... وهٰذه مفاسدُ عظيمةٌ لا نسبة الی المنافع المذكورة اليها'' (قواعد الأحكام في مصالح الأنام لعز بن عبد السلام ۹۸/۱)۔

۸۔ انسانی جسم وجان اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ بیش بہا ''امانت'' ہے، لہٰذا انسان پر یہ لازم اور ضروری ہے کہ اس بے بہا ''امانت'' میں کسی ادنیٰ ''خیانت'' کا بھی مرتکب نہ ہو، کیونکہ: "إن الله لا يحب الخائنين" (سورۂ أنفال: ۵۸)۔

اور مزید وعید شدید اس حدیث میں وارد ہوئی ہے: "لا إيمان لمن لا أمانة له" (مسند أحمد رقم الحديث: ۱۲۳۲۴، ۳/ ۱۳۴)۔

تمباکو، سگریٹ نوشی، حقہ اور بیڑی، اسی طرح گٹکھا اور زردہ پان مسالہ وغیرہ جن کی مضرت "عیاں راچہ بیاں" کا مصداق ہے، جو صحت انسانی کو اس طرح کھا جاتی ہے جس طرح لکڑی کو گھن، لیکن اس پر طرّہ یہ ہے کہ ہر پیکٹ پر اس کے زہریلے اور خطرناک ہونے کی جلی حرفوں میں تصریح وتنبیہ ہونے کے باوجود لوگ اس کو بے دھڑک و بے خطر استعمال کرتے ہیں اور اپنی صحت (جو کہ اللہ کی بہت بڑی نعمت اور "امانت" ہے) کی پروا کئے بغیر نہ صرف یہ کہ اپنے کو موت کے منہ میں ڈالتے ہیں بلکہ دوسروں کیلئے بھی اس عملِ بد سے ایذاء رسانی کا باعث بنتے ہیں۔

لہٰذا شرعًا ایسی چیزوں کا استعمال ممنوع ہوگا، اور بالخصوص نو اسموکنگ زون (NO SMOKING ZONE) کے حدود میں یا اسموکنگ زون (SMOKING ZONE) کے حدود سے باہر ان اشیاء کا استعمال نہ صرف یہ کہ ایک ممنوعہ شئی کا استعمال ہوگا بلکہ اس پر مزید ایک اور جرم کہ ممنوعہ حد کے اندر شئی ممنوع کو استعمال کیا جو کہ دوہرا جرم ہے، لہٰذا ایسی صورت میں مرتکب پر تعزیر وتنکیل یا ضمان وتاوان لگانا بھی جائز ہے۔

"نهى رسول الله ﷺ عن كل مسكر ومفترٍ" (أبوداؤد، باب النهي عن المسكر، رقم الحديث: ۳۶۸۶، وكذافي مسند الإمام أحمد: رقم الحديث: ۲۶۶۳۴)۔

"من أكل ثومًا أو بصلًا فليعتزلنا أو قال فليعتزل مسجدنا وليقعد في بيته" (بخاری: باب ماجاء في الثوم النّيّ والبصل والكُرّاث، رقم الحديث: ۸۵۵)۔

"ملعون من ضارّ مؤمنًا أو مكر به" (ترمذی، باب ما جاء في الخيانة والغش، رقم الحديث: ۱۹۴۱)۔

"ويمنع من بيع الدُّخان وشربه وشاربه في الصوم لاشك يفطر، وفي شرح العلامه الشيخ إسماعيل النابلسي والد سيدنا عبد الغني على شرح الدرر بعد نقله: أن للزوج منع الزوجة من أكل الثوم والبصل وكلّ ما ينتن الفم" (حاشيه ابن عابدين، كتاب الأشربة ۶/ ۴۵۹)۔

"لا يصح بيعه الدخان المعروف، لأنه لا منفعة فيه، بل يحرم استعماله، لأن فيه ضررًا كبيرًا" (تحفة المحتاج في شرح المنهاج ۴/ ۲۳۷)۔

"فكل رائحة تؤذي يمنع منها بهذا الحديث، قال: وبهذا العمل" (التاج والإكليل ۷/ ۱۳۴)۔

۹۔ جنگل وبیابان، صحرا و چٹیل میدان اسی طرح آبادی سے دور کھیت کھلیان میں رفعِ حاجت کے لئے جانا نصوص شرعیہ سے ثابت ہے؛ لہٰذا اس کے جواز میں تو کوئی کلام نہیں۔

"عن عائشة عن النبي ﷺ قال: قد أذن أن تخرجن في حاجتكُنّ۔ قال هشام يعني البراز" (بخاری ۱/ ۴۱، رقم الحديث: ۱۴۷، باب خروج النساء الى البراز)۔

"وعن عائشة أن أزواج النبي ﷺ كن يخرجن بالليل إذا تبرزن الى المناصع وهو صعيد أفيح" (بخاری ۱/ ۴۱، رقم الحديث: ۱۴۶، باب خروج النساء الى البراز)۔

"عن المغيرة بن شعبة أن النبي ﷺ إذا ذهب المذهب أبعد" (ابوداؤد: باب التخلى عند قضاء الحاجة، رقم الحديث: ۱)۔

"عن جابر بن عبدالله أن النبي ﷺ كان إذا أراد البراز انطلق حتى لا يراه أحد" (ابوداؤد: باب التخلى عند قضاء الحاجة، رقم الحديث: ۲)۔

البتہ چند مقامات ایسے ہیں جہاں رفعِ حاجت کرنا موجبِ لعنت وملامت اور موردِ عتاب وخطاب ہے:

(۱) "إتقوا الملاعن الثلاثة: البراز في الموارد، وقارعة الطريق، والظل" (ابوداؤد، رقم الحديث: ۲۶، باب المواضع التي نهى رسول الله ﷺ عن البول فيها)۔

(۲) "وأخرج الطبراني: النهي عن قضاء الحاجة تحت الأشجار المثمرة، وضفة النهر الجاري"۔

(۳) ''عن جابر عن رسول اللہ ﷺ انہ نھی أن یبال فی الماء الراکد'' (مسلم، رقم الحدیث:۲۸۱، باب النھی عن البول فی الماء الراکد)۔

(۴) ''نھی رسول اللہ ﷺ أن یمتشط أحدنا فی کل یوم، أو یبول فی مغتسلہ'' (ابوداؤد، رقم الحدیث:۲۸، باب المواضع التی نھی رسول اللہ ﷺ عن البول فیھا)۔

(۵) ''وزاد أبوداؤد في مراسیلہ من حدیث مکحول: نھی رسول اللہ طعن أن یبال بأبواب المساجد'' (سبل السلام ۱/ ۱۱۰)

تغوط کے یہ طریق موجبِ لعنت اسی لئے ہیں کیونکہ اس فعلِ قبیح کا مرتکب نہ صرف یہ کہ اپنے اس فعلِ بد سے فضا کو آلودہ، ماحول کو گندہ اور معاشرے سے شرم وحیا کا لبادہ اٹھادیتا ہے، بلکہ بہت سی مخلوقات کی نفع رسانی کے ذرائع مسدود کرکے ان کی تکلیف وایذارسانی کا ذریعہ بھی بنتا ہے۔

لہٰذا شریعت اس گندی خصلت وعادت کو نہایت ناپسندیدہ اور مبغوض عمل قرار دیتی ہے۔

خس وخاشاک فضلات اور گندے پانیوں کو کھلی نالیوں میں بہانا بھی باعثِ لعنت وملامت ہے، ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

''من سلّ سخیمتہ علی طریق من طرق المسلمین فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس أجمعین'' (السنن الکبریٰ للبیھقي، رقم الحدیث:۴۵۷، وکذا في المستدرك للحاکم، رقم الحدیث:۶۶۵)۔

اسی طرح دوسری جگہ فرمایا: ''من آذی المسلمین في طرقھم وجبت علیہ لعنتھم'' (سبل السلام ۱/ ۱۰۹)۔

شریعت نے جہاں اس سلسلے میں اس طرح کی شدت وحدت اختیار کی ہے، وہیں دوسری طرف رأفت ولینت کا پہلو بھی ملحوظ رکھا ہے، چنانچہ ذیل کی چند احادیث سے اس کا اندازہ آپ بخوبی لگا سکتے ہیں کہ شریعت نے ہر دو طرح سے لوگوں کو نظافت اور صفائی ستھرائی کی تعلیم دی ہے۔

''الإیمان بضع وسبعون أو بضع وستون شعبۃ، فأفضلھا لا الہ إلا اللہ وأدناھا إماطۃ الأذی عن الطریق'' (مسلم، رقم الحدیث: ۳۵)۔

''عن أبي ھریرۃ عن النبي ﷺ قال : بینما رجل في طریق إذ وجد غصن شوكٍ فأخّرہ فشکر اللہ لہ، فغفرلہٗ'' (ترمذی، باب ماجاء في إماطۃ الأذی عن الطریق، رقم الحدیث:۱۹۵۸)۔

''وعنہ أیضًا : یمیط الأذی عن الطریق صدقۃ'' (بخاری، باب الإماطۃ الأذی: رقم الحدیث:۲۹۸۹)۔

''عن أبي برزۃ الأسلمي قال: قلت یارسول اللہ! دُلّنی علیٰ عمل أنتفع بہ، قال: إعزل الأذی عن طریق المسلمین'' (ابن ماجہ، رقم الحدیث:۳۶۸۱)۔

''عن أبي ذر عن النبي ﷺ قال: عُرضت عليّ أمتی بأعمال حسنھا وسیّئھا، فرأیت في محاسن أعمالھا، الأذی ینحّی عن الطریق، ورأیت فی سیئ الأعمال، النخاعۃ فی المسجد لاتُدفن'' (ابن ماجہ، رقم الحدیث:۳۶۸۳)۔

خیر القرون میں ''بئر بالوعہ'' اور ''کنیف'' کا ذکر ملتا ہے جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ گندگی ڈالنے کے لئے اس وقت بھی مخصوص مقامات تھے جہاں پر گندگیاں ڈالی جاتی تھیں، چنانچہ فقہاء کرام نے اس کے بارے میں بھی بہت سی جزئیات کتبِ فقہ میں درج کی ہیں مثلاً:

مبسوط سرخسی میں ہے: ''لو استأجر بالوعۃ لیصب فیھا وضوءہ وبولہ أو مسیل ماءٍ لیسیل فیہ ماءُ میزابہ فھذا مجھول'' (مبسوط، باب الإجارۃ الفاسدۃ ۱۶/ ۴۳)۔

اور محیط برہانی میں ہے: ''وفي الأصل؛ رجل مرّ بکنیف فسال علیہ من ذلك الکنیف شیئٌ، قال: إن علم بنجاسۃ فعلیہ غسلہ، وإن عُلم بطھارتہ لایجب علیہ غسلہ، وإن لم یعلم بنجاستہ ولا بطھارتہ، ولم یجد من یسأل عنہ، یتحرّی، ویبنی الأمر علی مایستیقن علیہ وأیۃ. قال الشیخ الإمام شمس الأئمہ الحلوانی، والشیخ الإمام المعروف بخواھر زادہ رحمھما اللہ تعالیٰ: إنما بنی ھذا الجواب علی عرف دیارھم، أما في عرف دیارنا یغسلہ لامحالۃ، لأن ''الکنیف کما یعدُّ لصبّ النجاسۃ یعدُّ لصب غسالۃ القدر'' (محیط برھانی: الفصل السابع فی النجاسات وأحکامھا ۱/ ۱۹۱)۔

اور تبیین الحقائق وغیرہ میں بھی میں بالتفصیل ایسی تکلیف دہ چیزوں سے راستوں اور گلی کوچوں کو ملوث کرنے سے ممانعت آئی ہے:

''(ومن أخرج الى الطريق العامة كنيفًا أو ميزابًا أو جُرصُنًا أو دكّانًا فلكلّ نزعهٔ) أي لكل واحد من أهل الخصومة مطالبتهٔ بالنقض'' (تبيين الحقائق، باب ما يحدثه الرجل في الطريق٦/ ١٤٢، وكذا في البحر٨/ ٣٩٥، وكذا في رد المحتار على الدر المختار٦/ ٥٩٢)۔

۱۰۔ تھوک ہو یا ریزش وبلغم نظافت کا تقاضہ یہ ہے کہ آدمی ادھر اُدھر اس کو نہ ڈالے؛ کیونکہ دوسروں کی طبیعت اس سے اباء کرتی ہے، اور دیکھنے والے کو نہایت ناگوار گزرتا ہے، اور بالخصوص جبکہ تھوکنے والے نے کوئی مضر چیز کھا رکھی ہو یا کسی متعدی مرض میں مبتلا ہو تو یہ مزید کراہت کا باعث بن جاتا ہے؛ کیونکہ اس سے نہ صرف یہ کہ سامنے والے کو تکلیف ہوتی ہے بلکہ وہ اپنے اس عملِ بد سے ماحول کو مکدر اور فضا کو مسموم بنا دیتا ہے۔

''عن أبي هريرة أن النبي ﷺ قال: الإيمان بضع وسبعون شعبة أو بضع وستون شعبة ، فأفضلها قول لا إله إلا الله، وأدناها إماطة الأذى عن الطريق، والحياء شعبة من الإيمان''۔

''قال النووي معلقًا بهذا الحديث: والأذى: ما يؤذي كحجرٍ وشوكٍ وطينٍ ورمادٍ و قذرٍ ونحوذلك'' (متفق عليه، رياض الصالحين ا/ ٢٩٩ ، باب الحياء وفضله والحث عليه)۔

''عن صالح بن حسّان قال: سمعت سعيد بن المسيّب يقول: إن الله طيب يحب الطّيّب، نظيف يحب النظافة، كريم يحب الكرَم، جَوَادٌ يحب الجُوْد، فنظّفوا أفناء كم وساحاتكم، ولا تشبّهوا باليهود تجمع الأكناف في دُوْرِها''

''قال خالدٌ فذكرتُ ذلك لمهاجر بن مسمار فقال: حدّثني به عامرُ بن سعد عن أبيه عن النبي ﷺ إلا أنه قال: نظّفوا أفنيتكم'' (مسند أبي يعلى الموصلي، مسند سعد بن أبي وقّاص، رقم الحديث: ٧٩١ ،وكذا في مسند البزار، رقم الحديث :١١١٤، وكذا في سنن الترمذي، باب ماجاء في النظافة، رقم الحديث:٢٧٩٩)۔

''قوله (والوضوء) لأن ماءَه مستقذر طبعًا، فيجب تنزيه المسجد عنه كما يجب تنزيهه عن المخاط والبلغم''
(ردالمحتار على الدر المختار ١ /٦٦٠، مطلب في رفع الصوت بالذكر)۔

نیز یہ عمل طہارت ونظافت اور صفائی وستھرائی کے بھی منافی ہے، جس کو شریعت میں ''نصفِ ایمان'' قرار دیا گیا ہے۔

اس لئے حکومت یا متعلقہ ادارہ اگر کسی مخصوص مقام پر تھوکنے یا گندگی پھیلانے سے منع کرتا ہے تو شرعًا ان کی اس ہدایت پر عمل کرنا لازم وضروری ہوگا، خلاف ورزی کی صورت میں تعزیر وتنکیل یا ضمان وتاوان کا مستحق ہوگا۔

۱۱۔ اسراف وتبذیر شریعتِ اسلامیہ میں انتہائی برا عمل ہے جو دین ودنیا کے کسی بھی شعبہ میں روا نہیں، اور اللہ نے مسرفین ومبذرین کے اس عمل کی شناعت وقباحت بیان کرتے ہوئے انہیں ایسی صفت سے عتاب کیا ہے کہ اس جیسی صفت سے کفار ومشرکین کو بھی کبھی عتاب نہیں کیا، فرمایا:

"إن المبذرين كانوا إخوان الشياطين" (سورۂ إسراء: ٢٧)۔

''مبذر'' کہتے ہیں: ''منفق في غير حقه'' کو، مبذرین کو شیاطین کا بھائی قرار دینے کی علت خود آگے اللہ نے فرمادی کہ:

"وكان الشيطان لربه كفورا۔" (سورۂ إسراء: ٢٧)۔

یعنی جس طرح شیطان اللہ کی بے شمار نعمتوں پر بجائے شکر واحسان کے کفران وطغیان میں متبلا ہو گیا اسی طرح مبذرین جن کو اللہ نے مال ودولت اور بے شمار نعمتیں عطا فرمائیں وہ بھی بجائے ان نعمتوں پر اللہ کا شکر بجالانے اور نیک کاموں میں صرف کرنے کے اللہ کی ناشکری اور طغیان وسرکشی میں مبتلا ہو گئے۔

اسراف وتبذیر اسلام کو کسی بھی شعبہ میں پسند نہیں حتی کہ راہِ خدا میں بھی خرچ وصرف کرنے میں ''راہِ اعتدال'' کا حکم ہے؛ چنانچہ آیت: "كلوا من ثمره إذا أثمر وآتوا حقه يوم حصاده ولا تسرفوا إنه لا يحب المسرفين" (سورۂ انعام: ١٤١) کے ذیل میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں:

''یہاں سوال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنا سارا مال بلکہ اپنی جان بھی اللہ کے راہ میں خرچ کردے تو اس کو اسراف نہیں کہا جاسکتا، بلکہ حق کی ادائیگی کہنا

بھی مشکل ہے، پھر اس جگہ اسراف سے منع کرنے کا کیا مطلب؟

جواب یہ ہے کہ کسی خاص شعبہ میں اسراف کا نتیجہ عادۃً دوسرے شعبوں میں قصور وکوتاہی ہوا کرتا ہے، جو شخص اپنی خواہشات میں بے دریغ حد سے زائد خرچ کرتا ہے، وہ عموماً دوسروں کے حقوق کے ادا کرنے میں کوتاہی کرتا ہے، یہاں اسی کوتاہی سے روکا گیا ہے، یعنی ایک طرف تو کوئی آدمی اپنا سارا مال اللہ کی راہ میں لٹا کر خالی ہو بیٹھے تو اہل واولاد اور رشتہ داروں بلکہ خود اپنے نفس کے حقوق کیسے ادا کرے گا، اس لئے ہدایت یہ کی گئی کہ اللہ راہ میں خرچ کرنے میں بھی ''اعتدال'' سے کام لے تا کہ سب حقوق ادا ہوسکیں'' (معارف القرآن ۳/ ۴۷۱)۔

جب ضروریاتِ دین کے لئے بھی شریعت نے اسراف وتبذیر کے بجائے ''اعتدال ومیانہ روی'' کی تعلیم دی ہے تو پھر دنیاوی ضروریات کے لئے اس کی کہاں گنجائش ہوسکتی ہے، اور بالخصوص اس وقت جب کہ اس کے نتیجے میں بہت سی مخلوقات پر ظلم وجور ہورہا ہو اور ان سے اس روئے زمین پر جینے کا اختیار سلب کیا جارہا ہو پھر تو شریعت کبھی بھی اس کی اجازت نہیں دیتی۔ لہٰذا ان مصنوعات وایجادات کو نعمہائے الٰہیہ سمجھ کو انہیں ضرورت اور طاعت کے کاموں میں استعمال کرنا جائز ہوگا، بے ضرورت یوں ہی فضول کاموں میں ان کا استعمال ناجائز ہوگا۔

"ثم لتسئلن یومئذٍ عن النعیم" (سورۂ تکاثر: ۸)۔

''لا تزول قدما عبد یوم القیامة حتی یُسأل عن عُمُرِہ فیما أفناہ، وعن عِلْمِہ فیم فعل، وعن مالہ مِن أین اکْتَسَبَہٗ وفیم أنفَقَہٗ، وعن جِسمِہ فیما أبلاہ'' (ترمذی، باب فی القیامة، رقم الحدیث: ۲۴۱۷)۔

۱۲۔ یوں تو شریعت نے ہر مالک کو اس کی اپنی زیرِ ملکیت اشیاء پر تصرف کا پورا اختیار دے رکھا ہے، لہٰذا دوسرے کو اس کی اجازت کے بغیر اس کی ملکیت میں کسی قسم کا تصرف جائز نہیں۔

اصولِ فقہ کا مشہور قاعدہ ہے: ''لا یجوز التصرف لأحد أن یتصرف فی ملک الغیر أو حقہ بلا إذن''۔

''لأن فی التصرف بدون إذن إعتداء علی حق المالك، وعدم الجواز شامل لجمیع أنواع التصرف من استعمال أو إعارة، أو إیداع، أو إجارة، أو صلح، أو بیع، أو رهن، أو هدم، أو بناء'' (الوجیز فی إیضاح قواعد الفقه الکلیة ۱/ ۲۹۰)۔

لیکن جب مالک کا یہ تصرف دوسروں کے لئے باعثِ اذیت وتکلیف ہوجائے تو شریعت اس وقت اس کے اس اختیار کو سلب کر لیتی ہے، اور اُس ضرر وایذاء کو دور کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتی، چنانچہ اصولِ فقہ کا دوسرا قاعدہ ہے:

''الضرر یزال، اور'' یتحمل الضرر الخاص لأجل دفع الضرر العام'' (غمز عیون البصائر شرح الأشباہ والنظائر ۱/ ۲۸۰)۔

مثلاً فقہائے کرام نے فرمایا کہ شرعاً طعامِ محتکر کی بیع قاضیٔ وقت جبراً کرسکتا ہے، حالانکہ شریعت نے عقدِ بیع کے جواز کے لئے طرفین کی رضامندی کو لازم وضروری قرار دیا ہے، اس کے بغیر عقد منعقد ہی نہیں ہوتی، لیکن چونکہ یہاں عوام الناس کو ضرر سے بچانا ہے اس لئے شریعت اس کی رضامندی کی پروا کئے بغیر یہ بیع منعقد مان لیتی ہے۔

''وهل یبیع القاضی علی المحتکر طعامه من غیر رضاہ؟ قیل هو علی اختلافٍ عُرِف فی بیع مال المدیون، وقیل یبیع بالإتفاق، لأن أباحنیفة یری الحجر لدفع ضرر عام'' (رد المحتار علی الدر المختار ۶/ ۳۹۹)۔

اسی طرح کسی کی دیوار جو شاہراہِ عام کی طرف بالکل جھک گئی ہو تو اسے ڈھادینا ضروری ہے، حالانکہ وہ دیوار اس کی ملکیت ہے، اس میں کسی کو کسی قسم کا تصرف کرنا جائز نہ ہونا چاہئے تھا، لیکن شریعت نے عوام الناس کو ضرر سے بچانے کے لئے اسے ڈھانا ضروری قرار دے دیا۔

لہٰذا جنگلات ہوں یا کھیت کھلیان ان سے صرف انسانوں ہی نہیں بلکہ بہت سے وحوش وطیور کے لئے بھی سامانِ رزق فراہم ہوتا ہے، کتنوں کا یہی ماویٰ وملجا اور وطن ومسکن ہوتا ہے، ماحول کو آلودگی سے پاک وصاف رکھنے میں ان جنگلات اور کھیت کھلیان کا اہم کردار ہے، ان کے بغیر روئے زمین پر جانداروں کا آباد رہنا ناممکن ہے، یہ بارشوں کو طوفانی شکل اختیار کرنے سے روکتے ہیں، اور بارش کے اندر توازن کو برقرار رکھنے میں مدومعاون ہیں، غرض یہ کہ انسانوں اور جانوروں کے بے شمار ضروریات کی تکمیل کا اہم ترین مأخذ ہیں، اس لئے بے دریغ اس طرح ان کا استیصال واستنزاف نہ صرف یہ کہ اپنے

کوموت کے منہ میں ڈالنا ہے بلکہ دیگر حیوانوں پر بھی ان کے عرصۂ حیات کو تنگ کرنا ہے۔

اور ایسا کرنے والے اللہ ورسول کے نظر میں مفسد اور ظالم ہیں، ارشادِ باری ہے:

"وإذا تولّٰی سعیٰ فی الأرض لیفسد فیہا ویہلك الحرث والنسل، واللہ لا یحب الفساد" (سورۂ بقرہ:۲۰۵)۔

"ولا تبغ الفساد فی الأرض، إن اللہ لا یحب المفسدین" (سورۂ قصص:۷۷)۔

ایک حدیث میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے والے کو سخت ترین وعید سنائی ہے، ارشادِ نبوی ہے:

''من قطع سدرۃ صوّب اللّٰہ رأسہ فی النار۔'' یعنی من قطع سدرۃً فی فلاۃٍ یستظل بہا ابن السبیل والبہائم عبثًا وظلمًا بغیر حق یکون لہ فیہا، صوّب اللّٰہ رأسہ فی النار'' (ابوداؤد، کتاب الأدب، باب فی قطع السدر، رقم الحدیث:۵۲۳۹)۔

نیز قرآن وحدیث سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ شریعت میں تعمیر وترقی مطلوب ومحمود اور تخریب کاری مذموم وممنوع ہے، چنانچہ ارشادِ باری ہے:

"ہو الذی أنشأ کم من الأرض واستعمر کم فیہا۔" (سورۂ ھود:۶۱)۔

اس آیت کے ذیل میں ''أحکام القرآن'' میں امام جصاص رازیؒ لکھتے ہیں:

''واستعمرکم فیہا، یعنی أمرکم من عمارتہا بما تحتاجون الیہ، وفیہ الدلالۃ علی وجوب عمارۃ الأرض للزّراعۃ والغِراس والأبنیۃ'' (أحکام القرآن للجصاص ۳/ ۲۷۸، وکذا فی روح المعانی ۶/ ۲۸۶)۔

معلوم ہوا کہ زمین میں تعمیر وترقی اور اس کی ہر طرح سے آبادی کی فکر کرنا ایک دینی فریضہ بھی ہے، خواہ وہ آبادی بذریعہ شجرکاری وکاشت کاری ہو یا براستۂ عمرانیات، بہر حال شریعت میں یہ ایک پسندیدہ فعل ہے، لیکن اگر اس آبادکاری میں حد شکنی کی جانے لگے تو یہی چیز شریعت میں مبغوض اور ناپسندیدہ ہو جاتی ہے، اور ایسا کرنے والے موجبِ عذاب اور موردِ عتاب ہو جاتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے پچھلی قوموں کے معذب ہونے کے اسباب وعلل میں سے ایک علت یہ بھی بتلائی کہ وہ بلا ضرورت ہر اونچی جگہوں پر بطورِ یادگار بلند وبالا عمارت تعمیر کیا کرتے تھے، ارشادِ باری ہے:

"أتبنون بکل ریع آیۃً تعبثون، وتتخذون مصانع لعلکم تخلدون" (سورۂ شعراء:۱۲۹،۱۲۸)۔

"واذکروا إذ جعلکم خلفاء من بعد عادٍ وبوّأ کم فی الأرض تتخذون من سہولہا قصورًا وتنحتون الجبال بیوتًا، فاذکروا آلاء اللہ ولا تعثوا فی الأرض مفسدین" (سورۂ اعراف:۷۴)۔

ظاہر بیں اس میں یہ کہہ سکتا ہے کہ انہوں نے فن تعمیر میں نئے نئے ایجادات کئے اور بے شمار بلند وبالا عمارت بنا کر انہوں نے اقتصادِ عمرانی کو بامِ عروج تک پہنچادیا، لیکن حقیقت شناس کو یہ پتہ ہے کہ شریعت کی نظر میں یہ چیز قابلِ مذمت اور باعثِ عذابِ خداوندی ہے؛ کیونکہ یہ انسانوں کو اس کی مقصدِ تخلیق سے انتہائی دور اور غافل کردینے والی ہے، اسی لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''إن کل بناء وبال علی صاحبہ إلا ما لا یعنی، إلا ما لا بد منہ'' (أبوداؤد: باب ماجاء فی البناء: رقم الحدیث:۵۲۳۷)۔

ب- شریعتِ اسلامیہ نے کاشت کاری اور شجرکاری کے بارے میں بے شمار فضائل اور خوبیاں بیان کی ہیں، اور اس سلسلے میں قرآن وحدیث میں مختلف اسلوب وطریق سے لوگوں کی تشجیع وتحریض کی گئی ہے۔ اس کی اہمیت وافادیت کا اندازہ ذیل کی چند آیات واحادیث اور فقہی عبارات سے آپ بخوبی لگا سکتے ہیں، ارشادِ باری ہے:

"ألم تر أن اللہ یسجد لہ من فی السمٰوات ومن فی الأرض والشمس والقمر والنجوم والجبال والشجر والدّواب وکثیر من الناس" (سورۂ حج:۱۸)، "والنجم والشجر یسجدان" (سورۂ رحمن:۶)۔

اس سے معلوم ہوا کہ شجر وحجر بھی ہماری ہی طرح سجدہ کرنے والی اللہ کی مخلوق ہیں۔

"ہو الذی أنزل من السماء ماء لکم من شراب ومنہ شجر فیہ تسیمون، ینبت لکم بہ الزرع والزیتون والنخیل والأعناب ومن

کل الثمرات، إن فی ذلک لآیۃ لقوم یتفکرون" (سورۂ نحل:۱۱)۔

معلوم ہوا کہ شجر کاری اور زراعت میں اللہ کی آیات پنہاں ہیں جن میں غور کرکے آدمی اپنے خالق حقیقی تک رسائی حاصل کرسکتا ہے، کسی فارسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے:

ہر گیاہے کہ از زمیں روید وحدہٗ لا شریک لہٗ گوید

"ألم تر کیف ضرب اللہ مثلاً کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ أصلھا ثابت وفرعھا فی السماء تؤتی أکلھا کل حین بإذن ربھا، ویضرب اللہ الأمثال للناس لعلھم یتفکرون" (سورۂ ابراہیم:۲۴،۲۵)۔

اس آیت میں باری تعالیٰ نے "کلمۂ طیبہ" کی مثال ایک پاکیزہ درخت سے دی، جس درخت کے ہر اوصاف اس کلمہ گو کے اوپر صادق آتے ہیں مثلاً اس کی جڑ زمین کے اندر خوب گڑی ہو یعنی کلمۂ طیبہ اس کلمہ گو کے دل میں راسخ ہوگیا ہو، اور درخت کی ایک صفت یہ بیان کی کہ اس کی شاخیں اونچائی کو جارہی ہوں، یعنی اس کلمہ گو کے وہ اعمالِ صالحہ جو بارگاہِ قبولیت میں آسمان کی طرف لے جائے جارہے ہوں، اور درخت کی تیسری صفت کہ وہ اپنا پھل ہر فصل میں بحکمِ خداوندی بھرپور دیتا ہو، یعنی اس کلمہ گو کے وہ اعمالِ صالحہ جو اس کے ایمان پر مرتب ہوئے ہیں اللہ کے یہاں وہ مقبول ہوکر اللہ کے رضائے دائمی کا ثمرہ بن رہے ہوں۔

"أفرأیتم ما تحرثون، أأنتم تزرعونہ أم نحن الزارعون" (سورۂ واقعہ:۶۳،۶۴)۔

"أفرأیتم النار التی تورون، أأنتم أنشأتم شجرتھا أم نحن المنشؤن" (سورۂ واقعہ:۷۱،۷۲)۔

ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ اور صنعتِ بدیعہ کو اجاگر کرتے ہوئے استفہاماً فرمایا: یہ جو تم کھیتوں میں ہل چلا کر اور اس میں بیج ڈال کر ذرا سا پانی ڈال دیتے ہو تو کیا تم نے اس سے یہ سمجھ لیا ہے کہ تم اس کو پیدا کرنے پر بھی قادر ہو؟ اور پھل دار بھی بنا سکتے ہو؟ ہرگز نہیں! تمہارا کام بس ہل چلا کر اس میں بیج ڈالنا ہے، اور اس میں کونپلیں نکالنا، پھر بالتدریج اس کو بڑھاتے رہنا تا آنکہ وہ بارآور ہوجائے، پھر اسی طرح مختلف پھلوں اور سبزیوں کو ان کے مزاج ومذاق کے اعتبار سے کچھ کو زمین ہی میں بڑھانا اور پکانا، اور کچھ کو زمین پر لٹا کر اور کچھ کو زمین سے اوپر بیلوں پر چڑھا کر اور کچھ کو ایک مخصوص سطحِ بلندی پر لے جاکر شاخوں پر لٹکا کر تازہ ہوائیں اور شمس وقمر کی شعاعیں کھلا کر بڑھنے اور پکنے کا انتظام کرنا ہماری ہی صناعی وکاریگری اور قدرتِ کاملہ وقوتِ فاعلہ کا نتیجہ ہے۔

حضرات مفسرین کرام نے آیت: "ھل أتاک حدیث موسی ...... انک بالوادی المقدس طوی" (طٰہٰ: ۹ تا ۱۱) کے ذیل میں ایک انتہائی دلچسپ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہمکلامی کا ارادہ فرمایا تو جس چیز کو باری عزاسمہٗ نے بطورِ آلہ استعمال کیا وہ کوئی اور نہیں بلکہ "وادیٔ طویٰ" کا ایک "شجرۂ طوبیٰ" ہی تھا، یہ بخت وری اور طالع وری دنیا میں کسی اور کے نہیں بلکہ اس بے جان "شجرۂ موسیٰ" کے حصہ میں آئی۔ (وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء)۔

چنانچہ معارف القرآن میں حضرت مفتی شفیع صاحبؒ نے بحوالہ روح المعانی یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ:

"حضرت موسیٰ علیہ السلام اس آگ کی طرف چلے اور اس کے قریب پہنچے تو ایک عجیب وغریب حیرت انگیز منظر دیکھا کہ ایک بڑی آگ ہے جو ایک ہرے بھرے درخت کے اوپر شعلے ماررہی ہے، مگر حیرت یہ ہے کہ اس درخت کی کوئی شاخ یا پتہ جلتا نہیں، بلکہ آگ نے درخت کے حسن اور تروتازگی اور رونق میں اور زیادتی کردی ہے (معارف القرآن ۶/۶۹)۔

اور حدیثوں میں تو بے شمار مواقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو "شجر کاری" اور کاشت کاری" کے سلسلے میں تشجیع وتحریض کی، مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"ما من مسلم یزرع زرعًا أو یغرس غرسًا فیأکل منہ بھیمۃ أو طائر أو إنسان، إلّا کان لہ بہ صدقۃ" (متفق علیہ)۔

"عن أنس بن مالک رضی اللہ عنہ قال: قال رسول صلی اللہ علیہ وسلم: إن قامت علی أحدکم القیامۃ، وفي یدہ فسیلۃٌ فلیغرسھا" (مسند

أحمد: رقم الحدیث: ۱۲۹۰۲)۔

نیز احیاءِ أرض موات کے سلسلے میں آپ کا یہ ارشادِ گرامی بھی قابلِ معاینہ ہے:

''من أحیا أرضًا میتۃ لہ بھا أجر، وما أکلت منہ العافیۃ فلہ بہ أجر'' (مسند أحمد رقم الحدیث: ۱۴۳۶۱)۔

''من أحیا أرضًا میتۃً فھی لہ'' (بخاری، باب من احیا أرضًا میتۃ)۔

علاوہ ازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے سلسلے میں جو کاشت کاری نہیں جانتے یا ان کو فرصت نہیں اور ان کے پاس زمین ہے تو انہیں اس بات کا حکم دیا کہ یا تو خود کسی طرح زراعت کریں، یا تو اپنے کسی بھائی کو زمین زراعت کے لئے دے دیں، ارشادِ نبوی ہے:

''من کانت لہ أرض فلیزرعھا أو لیمنحھا، فإن لم یفعل فلیمسك أرضہ'' (بخاری: رقم الحدیث: ۲۳۴۰، باب ما کان من أصحاب النبي ﷺ بعضھم بعضًا فی الزراعۃ والثمرۃ)۔

اور کتبِ احادیث میں یہ واقعہ بھی منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قبرستان سے گزر ہوا، وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی دو قبروں سے آواز سنائی دی جن کو عذاب دیا جا رہا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر تخفیفِ عذاب کے لئے کھجور ایک شاخ لے کر اس کے دو ٹکڑے کئے اور دونوں قبروں پر گاڑ دیا، اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اسلام کی نظر میں ''شجر کاری'' ہو یا ''کاشت کاری'' دونوں کا تعلق ایک مسلمان کے ساتھ نہ صرف یہ کہ دنیوی اغراض و فوائد کے لئے ہے بلکہ اخروی ثمرات و برکات کے لئے بھی ہے۔

''عن إبن عباس قال: مرّ النبي ﷺ بحائط من حیطان المدینۃ أو مکۃ، فسمع صوت انسانین یعذبان في قبورھما، فقال النبيﷺ: یعذبان، وما یعذبان فی کبیرٍ، ثم قال: بلی کان أحدھما لا یستتر من بولہ، وکان الآخر یمشی بالنمیمۃ، ثم دعا بجریدۃ فکسرھا کِسرتین، فوضع علی کل قبرٍ منھما کسرۃً، فقیل لہ: یارسول اللہ! لم فعلت ھذا؟ قال: لعلہ أن یخفف ما لم تیبسا أو ییبسا'' (بخاری: باب من الکبائر أن یستتر من بولہ، رقم الحدیث: ۲۱۶)۔

سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بارے یہ بات منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے ایک لشکر کو ملک شام روانہ کرتے ہوئے ان کے امیر حضرت یزید بن سفیانؓ کو مخاطب کر کے چند تاکیدی کلمات ارشاد فرمائے تھے جن میں آپ نے خصوصیت کے ساتھ درختوں سے چھیڑ چھاڑ نہ کرنے کی تلقین فرمائی:

ارشاد فرمایا: ''إنی موصیك بعشر خلالٍ: لا تقتل امرأۃ، ولا صبیًا ولا کبیرًا ھرمًا، ولاتقطع شجرًا مثمرًا، ولاتخرب عامرًا، ولاتعقرن شاۃً ولا بعیرًا إلّا لمأکلۃ، ولاتعقرن نخلًا ولاتحرّقہ، ولا تغلل ولاتجبن'' (رواہ مالك فی الموطأ، رقم الحدیث: ۲۶۹۲)

حضرات فقہائے کرام نے تو اس سلسلے میں غایت درجہ اہتمام کے ساتھ ''شجر کاری'' اور کاشت کاری'' کے مسائل اور جزئیات کو کتبِ فقہ میں نقل کیا ہے، اور بہت سے ابواب کو انہیں مسائل کو بیان کرنے کے لئے مختص کیا ہے:

'' (ولا یجوز إحراق نخلھم) بالمھملۃ، (ولا تغریقہ) لما روی مکحول أن النبيﷺ أوصیٰ أباھریرۃ بأشیاء قال: إذا غزوت فلا تحرق نخلًا ولا تغرقہ. روی مالك أن ابا بکر قال لیزید بن سفیان نحوہ، ولأن قتلہ فسادٌ فید خل فی عموم قولہ تعالیٰ: وإذا تولیٰ سعیٰ فی الارض لیفسد فیھا ویھلك الحرث والنسل'' (سورۃ البقرہ: ۲۰۵) '' (کشاف القناع عن متن الإقناع ۳/ ۴۸)۔

''قال: ولا تعقرن شجرًا بدا ثمرہ، ولا تحرقنّ نخلًا ولا تقطعن کرمًا'' (شرح السیر الکبیر ۱/ ۴۳)۔

نوٹ:

ماحول اور ماحولیات کو آلودگی سے پاک وصاف کرنے کے لئے حکومت اور رفاہی تنظیمیں اپنے اپنے تئیں بہت سے کام کر رہی ہیں جن کی ہر فرد بشر آفرین کرتا ہے، اور ایسا کیوں نہ کرے جبکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

''الطھور شطر الإیمان'' (مسلم، باب فضل الوضوء، رقم الحدیث: ۲۲۳)۔

کہ نظافت و پاکیزگی آدھا ایمان ہے، اس لئے اس کی ہر تحریک اور ہر تنظیم لائق داد وستائش اور قابلِ تحسین وآفرین ہے۔

لیکن اگر اس کے نتائج پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ حکومت کی ہر ترکیب اور رفاہی تنظیموں کی ہر تدبیر بے سود اور رائیگاں نظر آرہی ہے، اور ماحول کی آلودگی میں بجائے کمی ہونے کے روز بروز تیزی سے اضافہ ہوتا جارہا ہے، اگر ہم ان اسباب پر غور کرنے بیٹھیں تو بہت سی وجوہات اور کمیاں ہمیں نظر آئیں گی لیکن سب سے بڑی وجہ کو اگر تلاش کیا جائے تو اس حقیر کے نظر میں وہ ہے عوام الناس کا ''فقر'' اور اغنیاء کا ''اسراف''۔

اس لئے کہ جہاں بھی ''فقر وافلاس'' ہوگا تجربہ شاہد ہے کہ وہاں حکومت کے قوانین اور رفاہی تنظیموں کے لائحۂ عمل کچھ بھی معنی نہیں رکھتے۔

کیونکہ ایک کو اس بات کی فکر دامن گیر ہے کہ اسے دووقت کی روٹی کسی طرح میسر ہوجائے اور وہیں دوسرا منوں اور ٹنوں اذخار واحتکار کئے بیٹھا ہے، ایک کو پینے کے لئے صاف پانی میسر نہیں اور دوسرا ہے کہ پانی کی وقعت اسے معلوم ہی نہیں وہ سیکڑوں، ہزاروں لیٹر پانی یوں ہی ضائع کرتا ہے، ایک کے پاس علاج ومعالجہ کے لئے پیسہ نہیں جس کی وجہ سے ظاہری اسباب ہی کے طور پر سہی ہزاروں بچے روز موت کے آغوش میں چلے جاتے ہیں، ایک کے پاس اپنی جوان اولاد کی شادی کے اخراجات تک نہیں اور دوسرا مواقع تلاش کرتا ہے اسراف وتبذیر کے معمولی معمولی بہانے کا، ایک مال کی حرص وطمع میں حلال وحرام، جائز وناجائز اور نفع وضرر کی پرواکئے بغیر اپنی تجوریاں بھر رہا ہے، اور دوسرا ہے کہ دن بھر خون پسینہ لگانے کے باوجود اسے اپنا اور اپنے بیوی بچوں کا پیٹ پالنا بھی دوبھر ہورہا ہے۔

بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تابہ کجا

اس لئے ماحول کو اگر ظاہری آلودگی سے پاک وصاف رکھنا ہے تو اس سے قبل معاشرے کی ان باطنی گندیوں کو ختم کرنا از حد ضروری ہے، ورنہ اس کے بغیر حکومت کے سارے قوانین اور رفاہی تنظیموں کی ساری تحریکیں ''کوہ کندن وکاہ برآوردن'' کے مرادف ہوگی۔

صوتی آلودگی:

۱۔ صوتی آلودگی جسے انگریزی میں (Noise Pollution) کہتے ہیں، وہ بھی ایک غیر مرئی آلودگی ہے جس سے اکثر عوام الناس لاعلم وبے خبر ہیں، حالانکہ یہ آلودگی بھی دیگر آلودگیوں کی طرح کچھ کم مضرت رساں نہیں؛ کیونکہ اس آلودگی کے اضافہ کے باعث لوگوں میں ذہنی اور جسمانی ہر اعتبار سے ان کی صحت پر برے اثرات مرتب ہوتے ہیں، تناؤ، بے چینی، غشی، بیہوشی، سردرد، بلڈ پریشر میں اضافہ، ہاضمے کی خرابی، قئے اور خروجِ ریق کی بیماری، اعضاء وجوارح کی بے حسی، سانس لینے میں دقت ودشواری، قوتِ سامعہ کا جواب دے بیٹھنا، حمل کا ساقط ہوجانا، مادرِ بطن میں جنین کا سخت حرکت کرنا، اور اختلاجِ قلب جیسی شدید بیماریوں میں اس آلودگی کا بڑا عمل دخل ہے۔

آوازوں کی پیمائش کے لئے ماہرینِ صوتیات ڈیسی بل (Decibels) کا یونٹ (Unit) استعمال کرتے ہیں، جس کا مخفف (D.B.) ہے، صوتی کثافت کے کچھ حدود ہیں جن کو ڈیسی بل کی مدد سے ناپا جاتا ہے، مثلاً حالات وکیفیات کے اعتبار سے صوتی کثافت کتنی ہوتی ہے اور قوتِ سامعہ کتنی مقدار کو برداشت کرسکتی ہے، ذیل کے نقشہ میں ملاحظہ ہو:

شور کی کیفیت	ڈیسی بل (Decibel)
مکمل خاموشی	00
سرگوشی	15-20
ائیر کنڈیشن کی آواز	50
عام گفتگو کے وقت	60
بجلی کڑکنے کی آواز	110
بندوق اور گولہ باری کی آواز	130-120

جہاز کی آواز اڑتے وقت	140
میزائل داغتے وقت آواز	170

☆☆☆

جسمانی صحت پر اثرات	ڈیسی بل (Decibel)
جسمانی کھال پر آواز کا اثر، کانوں میں جھنجھناہٹ	110
آواز کا کانوں کے لئے انتہائی تکلیف دہ ہونا	120
متلی، چکر، غشی بھی ہوسکتی ہے، کان بالکل سن	135-130
کانوں میں درد، زیادہ دیر تک مسلسل رہی تو آدمی حواس باختہ بھی ہوسکتا ہے	140
نبض کی رفتار تیز، بلڈ پریشر ہائی ہوجاتا ہے	150
کانوں کو معمولی لیکن دائمی نقصان	160
سماعت ختم، کانوں کیلئے دائمی نقصان	190

قرآن وحدیث اور کتبِ فقہ کے مطالعہ اور بحث وتمحیص کے بعد یہ بات آشکارا ہوتی ہے کہ شریعت نے ''رفعِ صوت'' کو نہ صرف یہ کہ ناپسند کیا ہے، بلکہ (معاذ اللہ) اگر یہی نبی کے سامنے ہوتو ''حبطِ اعمال'' کا بھی اندیشہ ہے، ارشادِ باری ہے:

"یا أیہا الذین آمنوا لا ترفعوا أصواتکم فوق صوت النبی ولا تجہروا لہ بالقول کجہر بعضکم لبعض أن تحبط أعمالکم وأنتم لا تشعرون" (سورۂ حجرات:۲)۔

دوسری آیت میں ''رفعِ صوت'' کی قباحت وشناعت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''إن انکر الا صوات لصوت الحمیر'' (سورۂ لقمان:۱۹)۔

اور اگر مزید گہرائی میں اتر کر دیکھا جائے تو یہ بھی معلوم ہوگا کہ بلند آواز شریعت میں کیوں ناپسند ہے؟ کیونکہ ''رفعِ صوت'' ایک قسم کا ''اذیت ناک عذاب'' ہے، چنانچہ جن معذّب قوموں کا تذکرہ قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے، اگر ان کے عذاب کی تفصیل دیکھی جائے تو معلوم ہوگا کہ کچھ قومیں مثلاً بنی اسرائیل، قومِ ثمود اور اہلِ مدین کو بالخصوص اللہ نے ''عذابِ صیحہ'' اور ''عذابِ صاعقہ'' (جن میں ایک قسم کی سخت اور ہولناک آواز ہوتی ہے) میں گرفتار کر کے ہلاک وتباہ کر دیا، ارشادِ باری ہے:

"وأمّا ثمود فھدیناھم فاستحبوا العمیٰ علی الھدیٰ فأخذتھم صاعقۃ العذاب الھون بما کانوا یکسبون" (سورۂ فصلت:۱۷)۔

"وفی ثمود إذ قیل لھم تمتعوا حتی حین، فعتوا عن أمر ربھم فأخذتھم الصاعقۃ وھم ینظرون" (الذاریات:۴۳-۴۴)۔

''وأصل الصاعقة: كل أمر هائل رآه المرء أو عاينه أو أصابه حتى يصير من هَولِهِ وعظيم شأنهِ الى هلاك وعطب، والى ذهاب عقل وغمور فهم، أو فَقْد بعض آلات الجسم، صوتًا كان ذلك أو نارًا أو زلزلةً أو رجفًا'' (تفسیر طبری ۲/ ۸۳)۔

"إنا أرسلنا علیھم صیحۃً واحدۃً فکانوا کھشیم المحتظر" (سورۂ قمر:۳۱)۔

اسی طرح اہلِ مَدْین کو بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے ''جرمِ تطفیف'' کے پاداش میں ''عذابِ صیحہ'' نازل کر کے ہلاک وبرباد کر دیا، ارشادِ باری ہے:

"ولما جاء أمرنا نجینا شعیبًا والذین آمنوا معہ برحمۃ منّا، وأخذت الذین ظلموا الصیحۃ فأصبحوا فی دارھم جاثمین" (ھود:۹۴)۔

سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام جب کوہِ طور سے اللہ کی کتاب ''تورات'' لے کر ''بنی اسرائیلوں'' میں پہنچے تو انہوں نے اس کو ماننے سے انکار کر دیا، اور کہنے لگے کہ اگر اللہ تعالیٰ خود ہم سے یہ کہیں کہ یہ ہماری کتاب ہے تو بے شک ہم اس کو مان لیں گے، موسیٰ علیہ السلام ان سب کو لے کر کوہِ طور پر تشریف لے

گئے، وہاں پہنچنے پر اللہ تعالیٰ کا کلام ان لوگوں نے خود اپنے کانوں سے سنا، لیکن عناداً کہنے لگے نہ معلوم یہ کون بول رہا ہے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی ''عذابِ صاعقہ'' سے ہلاک کردیا، گو پھر موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ان کو دوبارہ زندہ بھی کردیا، ارشادِ ربانی ہے:

"وإذ قلتم یا موسیٰ لن نؤمن لك حتی نری الله جهرة فأخذتهم الصاعقة وأنتم تنظرون" (سورۂ بقرہ: ۵۵)۔

"یسئلك أهل الكتاب أن تنزل علیهم كتابًا من السماء فقد سألوا موسیٰ اكبر من ذلك فقالوا أرنا الله جهرةً فأخذتهم الصاعقة بظلمهم" (سورۂ نساء: ۱۵۳)۔

نیز روزِ قیامت ''نفخِ صور'' بھی اسی نوع کا ایک سخت ترین عذاب ہوگا جس کی تاب روئے زمین پر بسنے والی کوئی بھی مخلوق نہ لاسکے گی اور سب کے سب ہلاک وتباہ ہوجائیں گے، ارشادِ باری ہے:

"یوم ینفخ فی الصور ففزع من فی السمٰوات والأرض إلا ما شاء الله" (سورۂ نمل: ۸۷)۔

"إن كانت إلا صیحة واحدة فإذا هم جمیع لدینا محضرون" (یٰس: ۵۳)۔

"فإذا نفخ فی الصور نفخةٌ واحدة وحملت الأرض والجبال فدكتا دكةً واحدة فیومئذٍ وقعة الواقعة" (سورۂ حاقة: ۱۳ تا ۱۵)۔

لہٰذا جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ صوت وآواز بھی ایک قسم کی تکلیف دہ چیز ہے، اور یہ بھی ہمارے ماحول کو آلودہ کرتی ہے تو حکومت ہو یا رفاہی تنظیمیں جو بھی اس آلودگی سے ماحول کو پاک وصاف کرنے کی سعی کرے گا وہ لائقِ تحسین وآفرین ہوگا، اور حکومت کے بنائے ہوئے قوانین خواہ عوام کے لئے ہوں یا خواص کے لئے ہر ایک کو اس پر عمل کرنا شرعاً واجب اور ضروری ہوگا بصورتِ خلاف ورزی تعزیر وتنکیل یا ضمان وتاوان کا مستحق ہوگا۔

۲۔ گاڑیوں میں ہارن کا ہونا بھی گاڑیوں کے لئے ضروری ہے، کیونکہ اس کے بغیر حادثات کثیر الوقوع ہوجائیں گے، اس لئے اس ضرورت کی تکمیل کے لئے بقدرِ ضرورت ہارن کا استعمال جائز ہوگا، البتہ زائد از ضرورت، یا بلاوجہ ہارن بجاکر ماحول کو آلودہ کرنا، اسی طرح مخصوص گاڑیوں کے سائرن استعمال کرنا جس سے اردگرد کے لوگوں کو خوف ودہشت اور اذیت پہنچے شرعاً اس کی اجازت نہیں ہے؛ کیونکہ اس میں ایک تو ضررِ عامہ ہے ہی نیز سرقہ اور عجب وریا کی بھی اس میں آمیزش ہوکر مزید اس عمل کو قبیح بنادیتی ہے۔

''المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده'' (بخاری رقم الحدیث: ۱۰)۔

''من أكل طیبًا وعمل في سنّةٍ وأمن الناس بوائقه دخل الجنة'' (ترمذي، رقم الحدیث: ۲۵۲۰)۔

۳۔ اونچی آواز اور بلند بانگ کو شریعت بہت سی طاعت وعبادت میں بھی ناپسند کرتی ہے چہ جائے کہ لہویات اور لغویات میں۔

چنانچہ اذکار وادعیہ زیادتی جہر ممنوع ہے، اس بارے میں قرآنی اصول یہ ہے کہ:

"أدعوا ربكم تضرُّعًا وخفیة إنه لا یحب المعتدین" (سورۂ اعراف: ۵۵)۔

نیز آیت باری ہے: "ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها وابتغ بین ذلك سبیلًا" (سورۂ إسراء: ۱۱۰)۔

کفار ومشرکین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو زِچ کرنے اور دِق کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، ہر ترکیب اور ہر تدبیر جو اُن سے بن پڑتی آپ کو زک دینے سے نہیں چوکتے یہاں تک کہ نماز جیسی اہم ترین عبادت میں بھی انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال کو بھٹکانے اور دھیان کو بٹانے کے لئے یہ حیلہ اختیار کیا، جسے اللہ تبارک وتعالیٰ اس آیت کریمہ میں بیان کیا ہے:

"وما كان صلاتهم عند البیت إلا مكاء وتصدیة فذوقوا العذاب بما كنتم تكفرون" (سورۂ انفال: ۳۵)۔

''مكاءً أی صفیرًا، تصدیة أی تصفیقًا وهو ضرب الید بالید بحیث یسمع له صوته، یروی أنهم كانوا إذا أراد النبي ﷺ أن یصلي یخلطون علیه بالصفیر والتصفیق'' (روح المعاني ۵/ ۱۹۰)۔

حدیثوں میں سیدنا حضرت ابوبکر صدیق اور سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا واقعہ مشہور ہے کہ ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم گشت لگارہے تھے کہ

مسجد نبوی سے کسی کے زور سے تلاوت کرنے کی آواز آرہی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جا کر دیکھا تو حضرت عمر فاروقؓ نماز میں بلند آواز سے قرأت فرمارہے تھے، اور پاس ہی حضرت ابوبکر صدیقؓ پر جب نگاہ پڑی تو دیکھا کہ وہ نہایت آہستگی سے قرأت فرمارہے ہیں، آپ نے اس وقت تو کچھ نہیں کہا لیکن صبح کو جب نماز سے فارغ ہو گئے تو دونوں حضرات کو اپنے پاس بلایا اور رات کا واقعہ بیان کیا، پھر پوچھا کہ اے عمر! تم نماز میں اتنی بلند آواز سے کیوں تلاوت کر رہے تھے؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ میں سوتے کو جگاتا ہوں، اور شیطان کو بھگاتا ہوں، اور حضرت ابوبکرؓ سے دریافت کیا کہ آپ کیوں نماز میں اتنی آہستگی سے تلاوت فرمارہے تھے؟ آپ نے جواب دیا کہ جس سے میں سرگوشی کر رہا تھا میں اس کو سنا رہا تھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ آپ ذرا آواز کو پست کریں، اور حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا کہ آپ ذرا آواز کو اونچی کریں۔

''عن أبي قتادة أن النبي ﷺ خرج ليلةً، فإذا هو بأبي بكر يصلي يخفض من صوته، قال: ومرّ بعمر بن الخطاب وهو يصلي رافعًا صوته، قال: فلما اجتمعا عند النبي ﷺ قال: يا أبابكر! مررتُ بك وأنت تصلي تخفض صوتك، قال: قد أسمعت من ناجيت يا رسول الله، قال: وقال لعمر: مررتُ بك وأنت تصلي رافعا صوتك، قال: فقال: يارسول الله! أوقظ الوسنان وأطرد الشيطان (زاد الحسن في حديثه) فقال النبي ﷺ: يا أبا بكر إرفع من صوتك شيئًا، وقال لعمر: إخفض من صوتك شيئًا'' (أبوداؤد: ۱۳۲۹، باب في رفع الصوت بالقرأة في صلاة الليل)۔

اسی طرح روایتِ حدیث کے سلسلے میں حضرت امام مالکؒ کا یہ معمول تھا کہ مجلس میں کسی کی اونچی آواز کو سخت ناپسند کرتے اور ضرب وتنبیہ بھی کیا کرتے تھے، اور فرماتے کہ محفلِ حدیث میں اونچی آواز ایسی ہی ہے جیسے نبی کے سامنے۔

''حدثنا معن بن عيسى قال: كان مالك بن أنس إذا أراد أن يجلس للحديث إغتسل وتبخّر وتطيّب، فإن رفع أحدٌ صوته في مجلسه زَبَرهُ، وقال: قال الله عزوجل: يا أيها الذين آمنوا لاترفعوا أصواتكم فوق صوت النبي، فمن رفع صوته عند حديث رسول الله ﷺ فكأنما رفع صوته فوق صوت رسول الله ﷺ'' (أدب الإملاء والإستملاء للسمعاني ۱/۲۷)۔

لہٰذا شور اور بے ہنگم آواز برپا کر کے دوسروں کو تکلیف دینا اور بچوں، بوڑھوں اور مریضوں کو پریشان کرنا شریعت میں نہایت قبیح فعل ہے، اور بالخصوص جب کہ گانے بجانے اور مزامیر کی آمیزش ہو تو اس کا وبال مزید بڑھ جاتا ہے، ایک تو آواز کی وجہ سے سکون وطمانیت کو غارت کر کے اسے تکلیف میں مبتلا کیا اور مزید گناہ کا کام علانیہ کر کے دوسروں کو بھی اس میں شریک کر کے اپنے عذاب کو دوبالا کر لیا (دیکھئے: مبسوط ۴/۴۸، باب الطواف، محیط برہانی ۵/۳۱۴)۔

۴۔ ہمارے معاشرے میں ایک نئی وبا یہ بھی پھیلی ہوئی ہے کہ جو کام نیک نیتی سے کیا جائے بھلے ہی اس کا ذریعہ غلط ہو وہ جائز بلکہ قابلِ تحسین ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ کسی کام کے درست ہونے کے لئے صرف نیک نیتی ہی کافی نہیں، بلکہ اس کا طریقہ بھی درست ہونا از حد ضروری ہے، لہٰذا خالص دینی کام اور خالص مذہبی پروگرام کے لئے بھی ساؤنڈ سسٹم اور لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ زبردستی شریک کرنا جائز نہیں۔

صوتی آلودگی (Noise Pollution) کے متعلق حکومت کے مذکورہ قوانین پر عمل آوری نہایت ضروری ہے؛ کیونکہ اس کی خلاف ورزی کے نتیجے میں نہ صرف یہ کہ دینی نقصان ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات دنیوی مضرت بھی اٹھانی پڑتی ہے، سب وشتم، لعن طعن اور کشت وخونریزی تک کی نوبت آجاتی ہے، امن وامان اور سکون واطمینان سب غارت ہو جاتے ہیں، لہٰذا حکومت کے ان قوانین کی پاسداری ہر باشندہ پر نہ صرف یہ کہ دینی اعتبار سے ضروری ہے بلکہ دنیوی اعتبار سے بھی اخوت وبھائی چارگی اور صلح وآشتی کو قائم رکھنے کے لئے نہایت ضروری ہے۔

مشہور محدث حضرت عمر بن شبہؒ نے ''تاریخ المدینہ'' میں ایک واقعہ اپنی سند سے روایت کیا ہے کہ ایک واعظ صاحب حضرت عائشہؓ کے مکان کے بالکل سامنے بلند آواز سے وعظ کیا کرتے تھے، ظاہر ہے کہ وہ زمانہ لاؤڈ اسپیکر کا نہیں تھا، لیکن ان کی آواز بہت بلند تھی، اور اس سے حضرت عائشہؓ کی یکسوئی میں خلل پڑ رہا تھا، یہ حضرت فاروقِ اعظمؓ کی خلافت کا زمانہ تھا، اس لئے حضرت عائشہؓ نے حضرت عمرؓ سے اس کی شکایت کی کہ فلاں صاحب بلند آواز سے میرے گھر کے سامنے وعظ کہتے رہتے ہیں، جس سے مجھے تکلیف ہوتی ہے، اور مجھے کسی اور کی آواز سنائی نہیں دیتی، حضرت عمرؓ نے ان صاحب کو پیغام بھیج کر انہیں وہاں وعظ کہنے سے منع کیا، لیکن کچھ عرصہ کے بعد واعظ صاحب نے دوبارہ وہی سلسلہ پھر شروع کر دیا، حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے خود جا کر ان واعظ صاحب کو پکڑا، اور ان پر تعزیری سزا جاری کی۔

''عن إبن عمر قال، قلت له: أذكرت هذا الحديث عن أبيك؟ قال: نعم. قال: أرسلت عائشة الى أبي عمر فى قاص كان يقعد على بابها، إن هذا قد آذاني وتركني لا أسمع الصوت، فأرسل إليه، فنهاه، فعاد، فقام اليه أبي عمر بعصاه حتى كسرها على رأسه'' (تاريخ المدينة١/ ١٥)۔

اور صحابہ کرامؓ کا معمول یہ تھا کہ جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاتے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کو دریافت کرنا ہوتا تو نہایت متانت وسنجیدگی کے ساتھ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر دریافت کرتے:

''عن المقداد، قال: أقبلت أنا وصاحبان لي، وقد ذهبت أسماعنا وأبصارنا من الجهد، فجعلنا نعرض أنفسنا على اصحاب رسول الله ﷺ فليس أحد يقبلنا، فأتينا النبي ﷺ فانطلق بنا الى أهله، فإذا ثلاثة أعنز، فقال النبي ﷺ: إحتلبوا هذا اللبن بيننا، قال: فكنّا نحتلب فيشرب كل إنسان منّا نصيبه، ونرفع للنبي ﷺ نصيبه، قال: فيجيء من الليل فيسلّم تسليمًا لا يوقظ نائمًا ويُسمع اليقظان..... الخ'' (مسلم: باب اكرام الضيف وفضل ايثاره، رقم الحديث: ٢٠٥٥)۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹانے کے سلسلے میں صحابہ کا معمول یہ تھا کہ:

''عن أنس بن مالك أن أبواب النبي ﷺ كانت تُقرع بالأظافير'' (الأدب المفرد، رقم الحديث:١٠٨٠، باب قرع الباب)

حضرت عطاء بن أبی رباح جو بڑے اونچے درجے کے تابعی ہیں ان کا مقولہ ہے کہ:

''ينبغى للعالم أن لا يعدو صوته مجلسه'' (أدب الإملاء والإستملاء للسمعانى: ص ٤٩)۔

☆☆☆

فضائی وصوتی آلودگی

مولانا عمر بن یوسف کوکنی[1]

ا۔ آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کا حکم:

پکوان کے لیے ایندھن انتہائی ضروری ہے، اس ایندھن کے استعمال کرنے میں اپنی ذات اور دوسروں کو ضرر سے بچانے کی کوشش کرنا ضروری ہے چونکہ زیادہ دھویں کی وجہ سے ماحول آلودہ ہوتا ہے اور سماج میں رہنے والوں کے لیے ہر طرح سے مضرت رساں ہوتا ہے، اس لیے ایسا ایندھن استعمال کرنے کی مکمل فکر کرنی چاہیے جس سے دھواں کم سے کم نکلے اور ماحول بھی آلودہ نہ ہو سکے، لہذا جن حضرات کو کم دھویں والے ایندھن کے استعمال کرنے پر قدرت ہو، چاہے نسبتاً مہنگا ہو، تب بھی انھیں مفاد عام کی خاطر اعلی و بہتر ایندھن استعمال کرنا چاہیے اور ارزانی کا خیال کرتے ہوئے آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کو استعمال کرنا درست نہیں۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''لاضرر ولاضرار، من ضار ضره الله ومن شاق شق الله عليه'' (السنن الكبرى: باب لاضرر ولاضرار: ۱۱۳۸۴) (یعنی نہ اپنی ذات کو ضرر پہنچاؤ اور نہ کسی دوسرے کو)۔

علامہ سلیمان بجیرمیؒ مراد حدیث پر روشنی ڈالتے ہوئے علامہ ابن صلاح کا قول یوں نقل فرماتے ہیں:

''وظاهر الحديث تحريم سائر أنواع الضرر ماقل منه وماكثر إلا لدليل ،لأن النكرة في سياق النفي فتعمّ'' (حاشية البجيرمي على الخطيب ۳/ ۲۱۱)۔

جو مالدار حضرات نسبتاً مہنگا ایندھن خریدنے پر قادر ہیں انھیں مہنگا ایندھن خریدنے کا مکلف کرنے میں من وجہ ''ضرر'' ہے، لیکن یہ ضرر خاص ہے جسے ضرر عام کو دفع کرنے کے لیے برداشت کیا جائے گا۔

جیسا کہ علامہ عبدالوہاب خلاف ایک فقہی ضابطہ تحریر فرماتے ہیں:

''يتحمل الضرر الخاص لدفع الضرر العام'' (علم اصول الفقه: ۲۱۶، ط: دار الكلمة للنشر والتوزيع)۔

اسی طرح ''محقق الاشباہ'' محمد حسن الشافعیؒ کا بیان ہے:

''لأن الناس يتضررون ويتأخرون بذلك ،والضرر الخاص أخف من الضرر العام'' (حاشية الاشباه والنظائر ۱/ ۱۸۰)

اسی حدیث کو اصل بناتے ہوئے فقہائے کرام نے یہ نظیر پیش کی ہے:

''وإن أراد إخراج روشن أو جناح إلى شارع نافذ يضر بالمارة فيه لم يجز ،فإن فعل قلع لقوله عليه السلام: لاضرر ولا ضرار في الاسلام'' (تكملة المجموع ۱۴/ ۱۸۸)۔

یعنی اگر کوئی عام راستہ کی طرف کوئی چھت یا سائبان نکالنا چاہے جس سے گذرنے والوں کو تکلیف ہوتی ہو تو یہ جائز نہیں۔

اسی طرح ایک موقع پر علامہ ابن حجر مکیؒ رقمطراز ہیں:

''ومن ثم قال الاذرعي وفي عبارة المنهاج شمول لما ذكرناه اى ان ما أضر بهم ضررا لايحتمل يمنع منه وان لم يقصد به الدوام كحفر القناة على وجه الأرض والرش المفرط وغير ذلك مما لايحتمل ضرره'' (الفتاوى الكبرى ۳/ ۶۳)۔

---

[1] جامعہ حسینیہ عربیہ شریوردھن، ضلع: رائے گڈھ، مہاراشٹر۔

۲۔ گاڑیوں میں کونسا ایندھن استعمال کیا جائے؟

موجودہ دور میں گاڑی انسان کی ایک اہم ضرورت بن گئی ہے اور یہ ضرورت سماج کے اعلی طبقہ کے ساتھ ہی متعلق نہیں، بلکہ متوسط اور اس سے کم درجہ کے افراد بھی اپنے کام کاج اور ضرورتوں کی تکمیل کے لیے گاڑی رکھنے کے محتاج ہو گئے ہیں۔ لہٰذا گاڑی میں استعمال ہونے والے ایندھن کے سلسلے میں گاڑی والے کو اپنی استطاعت وقدرت کے مطابق ایندھن استعمال کرنے کی گنجائش ہے۔ اگر اس میں کم آلودگی والے مہنگے ایندھن کے استعمال کا مکلف کیا جائے تو آلودگی کے دفع ضرر میں گاڑی والے کو بھاری خرچے ونفقے کا ضرر لازم آئے گا اور اس سے عامۃ الناس زیادہ متاثر ہوں گے...... شریعت میں ازالہ ضرر بغیر ضرر کے مطلوب ہے۔

چنانچہ مشہور قاعدہ فقہیہ ہے: ''الضرر لایزال بالضرر'' (الاشباہ والنظائر للسیوطی ۱/ ۱۷۸)۔

اس قاعدے کی تعلیل بیان کرتے ہوئے علامہ سیوطیؒ نے علامہ سبکیؒ کا یہ قول نقل کیا ہے:

''لانه لوأزیل بالضرر لما صدق الضرر یزال'' (الاشباہ والنظائر ۱/ ۱۷۸)۔

یعنی ضرر کے ذریعے ضرر کا ازالہ کیا جائے تو ''الضرر یزال'' کہنا درست نہیں۔

نیز ایسے موقع پر ایندھن استعمال کرنے والا اپنی استطاعت کے مطابق ارزاں ایندھن استعمال کرتا ہے تو اس کا اپنے عمل سے دوسروں کو محض ضرر پہنچانا مقصود نہیں ہوتا۔ جیسا کہ شیخ زرقاءؒ مذکورہ قاعدے کی توضیح کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

''والمقصود بمنع الضرار نفی فکرۃ الثأر المحض الذی یزید فی الضرر ولایفید سوی توسیع دائرته، لان الاضرار ولو علی سبیل المقابلة لا یجوز أن یکون هدفا مقصودا وطریقا عامة، وانما یلجأ إلیه اضطرارا عندما لا یکون غیره من طرق التلافی والقمع أفضل منه وأنفع'' (المدخل الفقهی العام ۲/ ۹۹۰ ط: دار القلم)۔

یعنی دوسرے کو ضرر پہنچانے کی ممانعت سے مقصود محض اذیت کی سوچ وفکر کی نفی کرنا ہے جس سے ضرر میں اضافہ ہوتا ہے اور فائدہ کچھ نہیں۔

لہٰذا (۱) اور (۲) دونوں صورتوں میں حکومت کی طرف سے ہدایت ہو یا نہ ہو، جو لوگ مالدار سمجھے جاتے ہیں اور کم آلودگی والا مہنگا ایندھن استعمال کرنے میں ناقابل تحمل مشقت لاحق نہ ہوتی ہو ان کے لیے دفع ضرر عام اور صفائی ماحول کو ترجیح دیتے ہوئے کم آلودگی والا ایندھن استعمال کرنا شرعاً ضروری ہے...... البتہ جن لوگوں کو مالی فراوانی حاصل نہ ہو اور ہر مرتبہ اپنی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے مہنگے ایندھن کی مشقت کا تحمل نہ کر سکتے ہوں تو ان کے لیے مہنگا ایندھن استعمال کرنا شرعاً ضروری نہیں، بلکہ اپنی استطاعت کے مطابق ایندھن استعمال کر سکتے ہیں۔

۳۔ تیسری صورت مسئولہ کا جواب بندہ کی ناقص رائے میں (۱) اور (۲) کے مطابق ہی معلوم ہوتا ہے۔

۴۔ شمسی توانائی کا استعمال:

شمسی توانائی کے استعمال میں ایک بار خطیر رقم خرچ ہوتی ہے، انسانی ضرورت بجلی کے ذریعہ بھی مکمل ہو رہی ہے لیکن موجودہ حالات میں بجلی بل بھی کچھ معمولی نہیں ہوتے ہیں، اس لیے ایک مرتبہ زیادہ رقم کا خرچ کرنا ہمیشہ کے بجلی بل کے بوجھ سے زیادہ باعث مشقت معلوم نہیں ہوتا، نیز اگر ہم بجلی بل کے مقابلے میں شمسی توانائی کو گراں بار اور اسراف کی مضرت مان بھی لیں تو آئندہ کے کم خرچ اور آلودگی سے حفاظت کی مصلحت کے تحت یکبار زیادہ خرچ کے بوجھ کو برداشت کرنا شرعی نقطہ نظر سے قبیح معلوم نہیں ہوتا۔

چنانچہ مشہور فقہی قاعدہ: ''درء المفاسد اولی من جلب المصالح'' کے تحت فقہائے کرام نے چند مستثنی صورتیں بیان فرمائی ہیں، منجملہ ان کے مفسدہ پر مصلحت غالب ہو تو مصلحت کی رعایت کی جائے گی۔

''وقد یراعی المصلحة لغلبتها علی المفسدة'' (الاشباہ والنظائر ۱/ ۱۸۹)۔

اسی طرح ایک مسئلہ کی توضیح کرتے ہوئے علامہ جمال الدین محمد بن عبد الرحمن الاهدل ارقام فرماتے ہیں:

''إضاعة المال جائز لأدنی غرض'' (عمدة المفتی والمستفتی ۲/ ۱۳ ط: دار المنهاج)۔

لہذا آئندہ بجلی بل کے بھاری بوجھ سے بچنے اور آلودگی سے بچاؤ کی خاطر صاحب استطاعت اشخاص وافراد پر، مساجد ومدارس اور اداروں کے لیے شمسی توانائی کا استعمال مستحسن عمل سمجھا جائے گا۔

۵۔سرکاری قوانین کی شرعی حیثیت:

اس میں کوئی شک نہیں کہ معاشرہ اور ماحول کو آلودگی سے صاف ستھرا رکھنا زندگی کے مطلوبہ مقاصد کو پورا کرنے کے لیے نہایت ضروری ہے؛ حفظ صحت کی نگہداشت ہر ایک پر ضروری ہے، معاشرہ اور ماحول کسی فرد خاص کی ملکیت نہیں کہ اسمیں اپنی مرضی کے مطابق جس طرح چاہے تصرف کرتا ہے، بلکہ یہ تمام کا حق ہے لہذا فرمان الٰہی "ولا تلقوا بأیدیکم إلی التهلكة" (سورۂ بقرہ: ۱۹۵) کے تحت حفظان صحت کے لیے ماحول کو آلودگی سے بچانا ہر فرد کی ذمہ داری اور واجب شرعی ہے۔

حکومت چاہے جو ہو وہ اپنی رعایا کی جلب مصالح اور دفع مفاسد کی ذمہ دار ہوتی ہے، لہذا جو تصرفات سماج کو نقصان پہنچانے والے اور ماحول کو آلودہ کرنے والے ہوں ان کو ختم کرنا اور آلودگی سے ماحول کو صاف کرنا یہ حکومت پر لازم ہے۔

علامہ قرافی کا کلام ملاحظہ ہو: ''واعلم أن التوسعة علی الحکام فی الأحکام السیاسیة لیس مخالفا للشرع بل تشهد له الأدلة المتقدمة وتشهد له أیضا القواعد من وجوه...'' (تبصرة الحکام فی أصول الاقضیة ومناہج الاحکام ۲/ ۱۱۴)۔

ہمارے فقہائے کرام کی تصریحات سے بھی واضح ہوتا ہے کہ رعایا پر تنفیذ احکام کا حاکم کو اختیار حاصل ہے اور رعایا ان احکام کی مخالفت نہیں کرسکتی۔

چنانچہ علامہ ابن حجر مکی ھیتمیؒ کا بیان ہے: ''الطریق النافذ لا یتصرف فیه بما یضر المارة ... والمزیل لما أضر هنا هو الحاکم علی ما رجحه ابن الرفعة'' (تحفة المحتاج مع الحواشی ۶/ ۵۳۹)۔

یعنی کوئی عام راستہ میں ایسا تصرف نہ کرے جو راہ گیروں کو مضرت رساں ہو اور اس تصرف مضر کے ازالہ کا حق حاکم وقت کو حاصل ہے۔

اس قسم کے اختیارات حاکم ہی کو کیوں حاصل ہے اس کی حکمت پر روشنی ڈالتے ہوئے علامہ شروانیؒ رقمطراز ہیں:

''(هو الحاکم) اعتمده النهایة والمغنی فقالا: والمزیل له الحاکم لا کل أحد لما فیه من توقع الفتنة لکن لکل أحد مطالبته بإزالته لأنه من إزالة المنکر'' (حاشیة الشروانی علی تحفة المحتاج ۶/ ۵۳۹)۔

یعنی ازالۂ منکر کا حاکم کو ہی اختیار حاصل ہے، ہر فرد عام کو نہیں، اس لیے کہ اس میں وقوع فتنہ کا اندیشہ ہے۔البتہ جسے ضرر لاحق ہو رہا ہے وہ اس ضرر وتکلیف کے ازالہ کا حاکم سے مطالبہ کرسکتا ہے۔

نیز ''مسئلۂ تسعیر'' کے تحت علامہ رملیؒ حکم حاکم کی مخالفت کی مذمت یوں بیان فرماتے ہیں:

''ویحرم علی الامام أو نائبه ولو قاضیا التسعیر فی قوت أو غیره ومع ذلك یعزر مخالفه'' (نهایة المحتاج ۳/ ۵۸)۔

یعنی امام یا اس کے نائب پر قیمت اشیاء کی تحدید وتعیین حرام ہے، اس کے باوجود اگر کسی امام یا اس کے نائب نے تحدید کی ہو تو اس حاکم کے فیصلے کی مخالفت قابل مؤاخذہ وتعزیر ہے۔

اسی طرح ایک موقع پر حاکم کے فیصلے سے روگردانی کرنے والے کی مذمت اور اس کے قابل گرفت ہونے کا تذکرہ کرتے ہوئے علامہ ابن حجر مکیؒ کا کلام ملاحظہ ہو:

''ویجب علی حاکم الشرع وفقه الله وسدده إلزامه بهدمه أو نحو أخدود فی جداره ینزل فیه ماء ه إلی موضع یضر بالمارة الضرر السابق (من تلوثه بمائه وقت نزوله یمنع مخرجه) ومتی امتنع مجدثه من ذلك بالغ فی زجره ونکاله حتی ینزجر غیره عن أمثال هذه المحدثات المنکرات'' (الفتاوی الکبری ۳/ ۶۴)۔

یعنی جہاں مضر تصرف کرنے والا فرمان حاکم پر عمل سے انکار کرے تو حاکم اسے باز رکھنے اور سزا دینے میں سختی کرے؛ تاکہ دوسرے لوگ اس قسم کے مضر تصرفات سے رک جائیں اور اس کی جرأت نہ کرسکیں۔

اس قسم کی ہدایات کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ حکومت کے قوانین شریعت سے متصادم نہ ہوں بلکہ رعایا کی مصالح اور انسانی بھلائی پر مبنی ہوں ان میں خلاف ورزی کرنا شرعاً درست نہیں۔

۶۔ مضر ذبیحہ کا حکم اور امکانی نقصان سے بچنے کے لیے ذمہ داری:

ماحول وفضا کو آلودہ کرنے والے اور بدن وصحت کو ضرر پہنچانے والے اجزاء حیوان کو ایسے گڑھے میں دفن کرنا چاہیے کہ جس کی بدبو کے ذریعہ دوسروں کو نقصان نہ پہنچ پائے۔

قربانی یا اس طرح کے دیگر مواقع پر حکومت کی ذمہ داری ہوتی ہے:

☆ کوئی مخصوص کشادہ جگہ فراہم کرے تاکہ لوگ آسانی سے اپنے مقصد کو حاصل کرسکیں۔

☆ ایسے ناقابل استعمال اور بدبودار اجزاء دفن کرنے کے لیے یا ان کو کسی کیمیکل وغیرہ کے ذریعہ ضائع کرنے کے لیے کسی مناسب جگہ کا انتظام کرے۔

☆ ایسے مقامات پر پانی کی سہولت فراہم کرے۔

☆ اجازت حاصل کرنے والوں کو تحریر واعلان کے ذریعہ صفائی کی ہدایات سے آگاہ کرے۔

اور خود قربانی کرنے والے کو بھی تعفن وآلودگی سے بچاؤ کی ممکنہ صورتوں اور تدابیر کو اختیار کرنا چاہیے اور ضرر عام کے دفع کو اپنے ذاتی مفاد پر ترجیح دینے کی فکر کرنی چاہیے۔

۷۔ پلاسٹک تھیلیوں کا حکم:

اس قسم کی تھیلیوں کے استعمال میں واقعتاً ضرر عام ہو جیسا کہ بیان کیا گیا تو محض آسانی وخوشنمائی اور ارزانی کی وجہ سے اس قسم کی تھیلیوں کو استعمال کرنا شرعاً درست نہیں، اس لیے کہ اس کے فائدہ کے مقابلے میں نقصان زیادہ اور خطرناک ہے، لہٰذا لوگوں کو چاہیے کہ اس کا غیر مضر یا اخف متبادل استعمال کریں۔

بحث وتطبیق کے لیے یہ صورت مسئولہ بھی بندہ کی ناقص رائے میں سوال (۱) اور (۲) کے مشابہ معلوم ہورہی ہے اس لیے یہاں تطبیق کی ضرورت نہیں۔

۸۔ تمباکو کی اشیاء کے استعمال کا حکم اور قانوناً ممنوع جگہ میں سگریٹ نوشی کا حکم:

تمباکو کے استعمال سے تحقق ضرر میں اختلاف اور اس سلسلہ میں کوئی نص صریح نہ ہونے کی وجہ سے فقہائے کرام کی بنیادی تین آراء ظاہر ہوتی ہیں:

(۱) حرام (۲) مکروہ (۳) مباح۔

نشہ آور چیز کے سلسلے میں ایک موقع پر شیخ سلیمان جملؒ یوں وضاحت کرتے ہیں:

''ومن البنج الافيون وجوزة الطيب وكثير العنبر والزعفران ونحو ذلك من كل ما فيه تكدير وتغطية للعقل وان حرم تناوله لذلك ،قال شيخنااللقاني ومنه شرب الدخان المعروف الآن'' (حاشیۃ الجمل ۱/ ۲۶۹، نیز دیکھئے: حاشیۃ الترمی ۲/ ۷۹، حاشیۃ اعانۃ الطالبین ۱/ ۱۵۷، حاشیۃ الشروانی علی التحفۃ ۱/ ۴۷۲ ط: دار المنہاج)۔

یعنی نشہ آور چیز کا استعمال حرام ہے اور موجودہ دور کی سگریٹ نوشی بھی اسی حرمت میں داخل ہے۔

علامہ قلیوبیؒ ایسے ہی موقع پر تحریر فرماتے ہیں: ''ومنه الدخان المشهور'' (حاشیۃ القلیوبی علی الکنز ۱/ ۱۰۲)۔

اسی طرح محقق کبیر ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ کی توضیح سے سگریٹ نوشی کی حرمت ظاہر ہوتی ہے:

''والواقع لاتقل مرتبة التدخين عن الكراهة أو الكراهة التحريمية ،وقد يصبح التدخين حراما إذا ثبت ضرره

بالنفس أو المال أو كان المدخن محتاجا إلى المال لانفاقه على قوته أو قوت أهله أو ملبسه أو ملبس أهله وعياله۔

وقد حرم الاباضية التبغ ،لأنه من الخبائث،وأصدرت دولة ايران عام ۱۹۹۱م أمرا بمنعه وتحريمه ومنع توظيف المدخنين،وقد ذكرالشيخ محمد بن جعفر الكتانى فى كتابه : حكم التدخين عند الأئمة الأربعة وغيرهم سبعة عشر دليلا على تحريم الدخان ،وأبان المفاسد الكثيرة المرتبة على الدخان ،وأورد فتاوى علماء المذاهب الاسلامية بالتحريم ،وناقش ادلة المبيحين بالتحريم۔

وتلك الأدلة بايجاز:

۱۔ الدخان من الخبائث المحرمة بنص الكتاب ،والخبائث:كل ماتستكرهه النفوس وتنفر منه۔

۲۔ الدخان مضر بالابدان ضررا بينا لا شك فيه ،ولا شبهة الآن عند الحكماء ،وهومن أهم أسباب سرطان الرئة والقلب وغير ذلك من الأمراض الخطيرة أو المنتنة۔

۳۔ الدخان مؤذ بدخانه الخبيث ورائحته المنتنة لمن لا يتعاطاه من زوجة أو زوج وصاحب۔

۴۔ الدخان مؤذ برائحته ونتنه للحفظة الكرام الكاتبين وغيرهم من الملائكة المكرمين۔

۵۔ الدخان مضر بدين صاحبه ،شاغل له عن سلوك المسالك التى يرتقى بها۔

۶۔ الدخان فيه إفساد للجسم والبدن وتخدير له وتفتير بالتجربة والمشاهدة۔

۷۔ الدخان مع كونه مفترا ،اى مخدرا للجفون والأطراف ،قد يحصل الاسكار منه لبعض الناس فى ابتداء التعاطى ، وقد نهى النبى ﷺ عن كل مسكر ومفتر۔

۸۔ فيه إسراف وتبذير ،وهو إضاعة المال من اى نوع كان باتلافه وإنفاقه فى غير فائدة دينية ولا مصلحة دنيوية۔

۹۔ انه مصادم للفطرة الانسانية ،مؤد إلى تردد القلب وقلقه واضطرابه ،فهو مشكوك ومشتبه فيه، ومن اتقى الشبهات فقد استبرأ لدينه وعرضه ،والبر : ما اطمأنت إليه النفس واطمأن إليه القلب۔

۱۰۔ انه يؤدى إلى أكل المحروق وتسرب أجزاء منه محروقة للحلق كلما تناول المدخن شيئا منه۔

۱۱۔ فيه أكل النار الممتزجة بالحطب الذى هو ورقه ،اى من جذبه إلى جوفه۔

۱۲۔ فيه إفساد مزاج من طبعه السوداء أو الصفراء ،لأنه يجفف الرطوبات البدنية ويحرقها۔

۱۳۔ فيه عبث ولهو ،وهو حرام عند الحنفية۔

۱۴۔ نهى عنه ملوك الاسلام وسلاطينه فى الترك والمغرب والسودان وغيرهم ،بل وملوك أوربا۔

۱۵۔ إنه من البدع ومحدثات الأمور بعد القرون الثلاثة المشهود بخيريتها وفضلها،بل بعد القرون العشرة ، أخرج أبوداود من حديث العرباض بن سارية : ''إياكم ومحدثات الأمور ،فإن كل محدثة بدعة ،وكل بدعة ضلالة، وكل ضلالة فى النار۔

۱۶۔ فيه غول ،وهو ما يعترى شاربه بتركه من القلق والفساد والأذى فى عقله ومزاجه وحواسه ،وبسببه يعود له ولا يقدر على الترك ،وكل مافيه غول يغتال العقول ويضعف الارادة يمنع منه ،بدليل وصف الحق تعالى خمر الجنة بأنها (لافيهاغول) '' (الصافات : ۳۷/۴۷)۔

۱۷۔ ماكان مشكوكا فيه أحرام هو أم حلال ،ولم نجد فيه نصا عن النبى ﷺ يعمل فيه بعمل أهل التقوى والورع واجتناب المشتبهات '' (الفقه الاسلامى وأدلته :۷/ ۵۵۰۶ تا ۵۵۰۸)۔

نیز ''لجنۃ الموسوعۃ'' نے مذاہب اربعہ کے مصادر اصلیہ سے مراجعت کرتے ہوئے ''تدخین'' وغیرہ سے متعلق عمدہ بحث قلمبند کی ہے (دیکھئے: موسوعہ فقہیہ: ۱۰/ ۱۰۱ تا ۱۰۷، بحث التبغ، اور حاشیہ میں لجنۃ الموسوعہ کی تجویز)۔

تقرير هام عن التدخين، يتضمن مايلي:

''هناك سعي حثيث من منظمات الأغذية والدواء في أمريكا لجعل الدخان ضمن قائمة المخدرات المحرمة۔

فقد أثبتت التقارير الطبية بأدلة قاطعة أن مادة النيكوتين هي مادة مخدرة، وتسبب الإدمان۔

* مادة النيكوتين الموجودة في السجائر، مادة مخدرة، وزيادة نسبتها تجعل المدخن يتعود عليها ويدمنها۔

والتقارير أثبتت أن الشركات تحرص على زيادتها ليكثر المدخنون وتزيد المبيعات والأرباح۔

* ضمن المحاربة الجادة للدخان في الغرب تم منعه في البنايات، والأماكن العامة، والمطارات والطائرات، بل منعته بعض الولايات في المطاعم وكل مكان يقدم فيه الطعام، كما منعت الدعاية له داخل أمريكا في كل وسائل الاعلام وحرمت شركات التدخين من رعاية اى نشاط اجتماعي أو ثقافي أو رياضي، وتم الزامها بوضع ملصق تحذيري يذكر بأنه سبب رئيس للأمراض المميتة'' (شامله)۔

ان چشم کشا تصریحات سے سگریٹ، بیڑی اور حقہ وغیرہ کے استعمال کا حرام ہونا ہی راجح معلوم ہوتا ہے، لہٰذا لوگوں کو اس وبا اور مہلک عادت سے مکمل احتراز کرنا ضروری ہے تاکہ اپنی جان و مال کی عافیت وسلامتی نصیب ہو۔

اگر کوئی عادت سے مجبور سگریٹ پینے کا ارادہ کرے تو ایئر پورٹ اور دوسرے عوامی جگہوں میں قانونًا No Smoking zone میں سگریٹ وغیرہ پینا شرعًا درست نہیں، اس لیے کہ اس کی یہ بری حرکت سب کے لیے ضرر رساں ہے اور فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

''لا ضرر ولا ضرار في الاسلام'' (المعجم الاوسط: ۵۱۹۳)۔

۹۔سڑکوں اور عوامی مقامات پر رفع حاجت کی عادت اور گندے پانی کو گلیوں میں بہانا:

شریعت مطہرہ نے تمام احوال، ازمان ومقامات پر حیاو پاکدامنی اور نظافت وصفائی کا مکلف کیا ہے اور ان تمام اسباب ووسائل سے اجتناب کی تاکید فرمائی ہے جو فرد، جماعت اور ماحول ومعاشرہ کو آلودہ وگندہ کرنے والے ہوں؛ چنانچہ سڑکوں کے کنارے یا کھیت وغیرہ میں رفع حاجت اور عوامی مقامات پر کھلے عام پردہ کی رعایت کیے بغیر پیشاب کرنا انتہائی بری عادت ہے، اس سے اجتناب ضروری ہے، اسلام ایسی بے حیائی اور بدتہذیبی کی سخت مذمت کرتا ہے اور وعید شدید بیان کرتا ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

''اتقوا الملاعن الثلاث: البراز في الموارد وقارعة الطريق والظل'' (سنن ابی داؤد: باب المواضع التی نهی عن البول فيها: ۲۶)۔

ایک اور حدیث میں ہے: ''من أذى المسلمين في طرقهم وجبت عليه لعنتهم'' (المعجم الکبیر للطبرانی: ۳۰۵۰، ۳/ ۱۷۹)۔

اسی طرح گندے پانی اور فضلات سے ماحول بہت زیادہ آلودہ ہوتا ہے، اسے کھلی نالیوں یا راستے اور گلیوں میں بہانا درست نہیں؛ کیونکہ یہ فضائی آلودگی کے ساتھ ساتھ راستہ چلنے والوں کے لیے بڑی اذیت وتشویش کا باعث ہے۔

''ومثله (لا يجوز) إرسال الماء من الميازيب إلى الطرق الضيقة قال الزركشي: وكذا إلقاء النجاسة فيه'' (نهاية المحتاج مع الحاشيه ۴/ ۳۹۵، نیز دیکھئے: عمدة المفتي والمستفتي ۲/ ۷۷، کتاب الفروع ۱/ ۲۰۹، حاشية الرملي الكبير على أسنى المطالب ۴/ ۵۲۲)۔

۱۰۔سڑک اور عوامی مقامات پر تھوکنے کے حکم ممانعت پر عمل کی حیثیت:

سڑک اور عوامی مقامات کی تھوک گذرنے والوں کے لیے چلنے میں رکاوٹ یا جسمانی اذیت کا سبب بن رہی ہو اور اس سے ایسا ضرر لاحق ہو رہا ہو جو برداشت کرنا عادتًا دشوار ہو تو ایسی صورت میں حکومت یا متعلقہ ادارہ کی ہدایت پر عمل کرنا ضروری ہے اور اس کی خلاف ورزی شرعًا قابل مذمت سمجھی جائے گی...... البتہ یہ شرط نہ پائی جا رہی ہو تو حکومت کی ہدایت پر عمل کرنا ضروری تو نہیں لیکن ماحول کی صفائی کے لیے اس قسم کی گندگی سے احتیاط برتنا ہی زیادہ

بہتر ہے:

''إنه يحل التصرف فی الطریق بما فيه ضرر يحتمل ،وأما التصرف فيه تصرفا يضر المارة بما لا يحتمل فلا يجوز ، للحديث الحسن ''لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام''... قال شيخنا :إذا علمت هذا فالضرر الحاصل للجار بالبالوعة إن كان من حيث منعها من الاستطراق فلا شك فی منعه من حفرها ،وان كان من حيث أنه يتأذى برائحته تأذيا لا يحتمل فكذلك'' (عمدة المفتی والمستفتی ۲/ ۷۷)۔

''وفی فتاوى ابن حجر فيمن أحدث نقبا إلى زقاق ضيق من شوارع المسلمين وسلط مياه بيته على هذا الشارع إن تضرر به المارة تضررا لا يحتمل عادة كما افهمه كلامهم سيما المنهاج فليس له ذلك والا فله'' (عمدة المفتی والمستفتی ۲/ ۸۹)

''ومتى امتنع محدثه من ذلك بالغ فی زجره ونكاله حتى ينزجر غيره عن أمثال هذه المحدثات المنكرات'' (الفتاوى الكبرى ۳/ ۶۴)۔

۱۱۔ مشینی اشیاء مثلاً A.C ،فریج وغیرہ کے استعمال کا حکم:

موجودہ مشینی دور میں انسان اپنی بعض حاجتوں کی تکمیل کے لیے ان مشینی اشیاء کے استعمال کا محتاج ہوگیا ہے، اور بسا اوقات ان اشیاء کے فقدان کی صورت میں مشقت وتکلیف کا شکار ہوتا ہے، لہذا جو چیزیں انسانی ضرورت کا درجہ اختیار کرگئی ہوں مثلاً فریج، واشنگ مشین، A.C، موبائیل وغیرہ، ان کو ضرورت کے بقدر اختیار کیا جائے اور ضرورت سے زائد استعمال کرنے سے احتیاط کرنا چاہیے؛ کیونکہ جب مصلحت مفسدہ پر غالب ہوتی ہے تو غالب مصلحت کی رعایت کی جاتی ہے:

شارح مسلم علامہ نووی حدیث صلح حدیبیہ کے فائدہ میں رقمطراز ہیں:

''وفيه احتمال المفسدة اليسيرة لدفع أعظم منها أو لتحصيل مصلحة أعظم منها إذا لم يمكن ذلك إلا بذلك'' (شرح صحيح مسلم ،باب صلح الحديبية ۱۲/ ۱۱۵)۔

''وقد يراعى المصلحة لغلبتها على المفسدة'' (الاشباه والنظائر ۱/ ۱۸۹)۔

''مراعاة المصلحة الناجزة مقدمة على مراعاة دفع مفسدة متوهمة'' (اثمد العينين فی بعض اختلاف الشيخين الملحق ببغية المسترشدين :۲۱۹)۔

البتہ جو مشینی چیزیں انسانی ضرورت میں داخل نہ ہوں بلکہ ان میں اشتغال فضول وتضییع وقت ہو جیسے موبائیل ونیٹ کا بے جا وغیر شرعی استعمال، گیمس وغیرہ تو دفع ضرر کو ترجیح دیتے ہوئے ایسی چیزوں کا استعمال درست نہیں ہوگا۔

(۱۲) الف: بلا ضرورت درختوں کو کاٹنا اور کھیتوں کو پلاٹس میں تبدیل کرنا:

پیڑ پودوں اور درختوں کے ظاہری ومعنوی منافع کے پیش نظر حتی الامکان ان کی حفاظت اور زیادہ نفع بخش بنانے کی فکر کرنی چاہیے اور کسی شرعی مصلحت وضرورت کے بغیر محض زیادہ پیسوں کی خاطر درختوں کو کاٹنا اور قابل کاشت زمینوں کو پلاٹس میں تبدیل کرنا شرعاً درست نہیں۔

جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

''من قطع سدرة صوّب الله رأسه فی النار'' (سنن ابی داود : باب فی قطع السدر: ۵۲۳۹)۔

حدیث مبارک کی مراد کے بارے میں محدث کبیر امام ابوداودؒ کا واضح کلام ملاحظہ ہو:

''سئل أبو داود عن معنى هذا الحديث فقال: هذا الحديث مختصر يعنی من قطع سدرة فی فلاة يستظل بها ابن السبيل والبهائم عبثا وظلما بغير حق يكون له فيها صوب الله رأسه فی النار'' (سنن أبی داود : باب فی قطع السدر: ۵۲۳۹)۔

''وأما قطع الأشجار المثمرة والسدر لمجرد العبث والاعتداء عليها بغير حق فانه لا يجوز لكونه إفسادًا فی الأرض۔

...وأما للحاجة فانه جائز'' (فتاوی الشبکة الاسلامیة : ۶۳۰۸۶)۔

یعنی پھلدار درختوں کو فضول اور ناحق کاٹنا جائز نہیں؛ کیونکہ یہ زمین کو برباد کرنا ہے۔

ب: اسلام کی نظر میں کاشت کاری (زراعت) کی اہمیت:

بقول مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب: ''حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی ہزار ترقی اور صنعتی ارتقا کے باوجود آج بھی زمین ہی انسان کی غذائی ضروریات کی تکمیل کا سب سے بڑا ذریعہ ہے اور اسی کے ذریعہ نہ صرف غذا بلکہ علاج وادویہ کی ضروریات بھی پوری ہوتی ہیں، اسی لیے اسلام نے اس کی بڑی حوصلہ افزائی فرمائی ہے'' (حلال وحرام: ۳۸۷)۔

آیات قرآنیہ:

۱۔ "افرأیتم ما تحرثون...... نحن الزارعون" (الواقعة: ۶۳، ۶۴)۔

۲۔ "وهو الذی أنشأ جنت معروشات...... وغیر متشابه" (الانعام: ۴۱)۔

۳۔ "أولم یروا أنا نسوق الماء إلی الارض الجرز...... أفلا یبصرون" (السجدة: ۲۷)۔

۴۔ "ثم شققنا الأرض شقا...... متاعا لکم ولأنعامکم" (عبس: ۲۶ تا ۳۲)۔

زراعت وباغبانی سے متعلق آیات قرآنیہ کی روشنی میں حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ رقمطراز ہیں:

''علی الخصوص زراعت وباغبانی کے متعلق تو قرآنی اشارات کی نوعیت ضمنی مباحث سے یقیناً زرا زیادہ نظر آتی ہے، حالانکہ قرآن نے خطاب کا آغاز جس قوم وملک سے شروع کیا خصوصاً قریش مکہ، ظاہر ہے کہ ان کا ماحول زراعت وغیرہ سے گویا بے تعلق تھا لیکن باوجود اس کے بار بار مختلف پیرایوں میں قرآن ابر، باد، برق ورعد، لواقح، بارش اور ان کے ساتھ کسانوں کے جذبات خوف وطمع کا جو تعلق ہوتا ہے اس کو مسلسل ذکر کرتا چلا جاتا ہے، لہلہاتی کھیتیوں، ہرے بھرے گھنے باغوں، ان کے مختلف موسمی حالات کا تذکرہ اس کتاب میں دہرا دہرا کر اس طرح کیا گیا ہے کہ بظاہر خیال گذرتا ہے کہ شاید اس کتاب کا خطاب زیادہ تر ان ہی لوگوں سے ہے جو کاشتکاری اور باغبانی کے پیشوں میں مشغول ہیں، لوگوں کا قرآن کے متعلق خواہ کچھ ہی خیال ہو لیکن میرا ذاتی رجحان تو یہی ہے کہ گویا اس راہ سے مسلمانوں میں انسانی معاش کے اس اہم باب سے یک گونہ زیادہ مناسبت پیدا کرنا بھی شاید مقصود ہو'' (اسلامی معاشیات: ۶)۔

احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم:

۱۔ ''اطلبوا الرزق فی خبایا الأرض'' (شعب الایمان: ۱۲۳۳)۔

یعنی رزق کو زمین کی پہنائیوں میں تلاش کرو۔ اس کی تشریح میں امام سرخسیؒ فرماتے ہیں: ''یعنی عمل الزراعة'' (المبسوط ۳/ ۲۳)۔

۲۔ ''مامن مسلم یغرس غرسا أو یزرع زرعا فیأکل منه طیر أو إنسان أو بهیمة إلا کان له به صدقة'' (بخاری: باب فضل الزرع والغرس۔...: ۲۳۲۰)۔

۳۔ ''من کانت له أرض فلیزرعها أو لیمنحها فإن لم یفعل فلیمسك أرضه'' (بخاری: باب ماکان من أصحاب النبی ﷺ ....: ۲۳۴۰)۔

یعنی...... زمین دار خود کاشت کرنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو وہ اپنے دوسرے کاشتکار بھائی کو دے دے تاکہ اس کے کاشت کرنے سے مخلوق خدا کو فائدہ ہو۔

۴۔ ''إن قامت الساعة وبید أحدکم فسیلة فان استطاع أن لا یقوم حتی یغرسها فلیفعل'' (مسند احمد: ۱۳۰۱۲)۔

ان صریح نصوص کی روشنی میں زراعت، کاشتکاری، شجرکاری اور باغبانی کی اہمیت وتاکید اور اس کا قابل اعتناء ہونا بالکل ظاہر ہے۔

صوتی آلودگی:

۱۔ کارخانوں کو دی گئی ہدایت پر عمل کی شرعی حیثیت:

حکومت رعایا کے لیے منافع فراہم کرنے اور مضرت رساں اسباب کو دور کرنے کی پابند ہوتی ہے، لہذا مشینوں کے شوروغل سے بچنے کے لیے آبادی کے قوانین کی رعایت کرتے ہوئے مصلحت پر مبنی کارخانوں کو دی گئی ہدایت پر عمل کرنا ضروری ہے...... اور اس ہدایت کی خلاف ورزی عام رعایا کے لیے باعث ضرر ہو تو درست نہیں۔

''وقد ينفذ التصرف العام من غير ولاية كما في تصرف الأئمة البغاة۔ ...۔وإنما نفذت تصرفاتهم وتوليتهم لضرورة الرعايا'' (القواعد الكبرى الموسوم بقواعد الاحكام في مصالح الانام: ۱/ ۱۱۱۔ ط: دار القلم)۔

یعنی حکام چاہے باغی ہوں ان کے تصرفات واحکام عام رعایا کے مفاد ومصلحت کے پیش نظر نافذ ہوتے ہیں۔

۲۔ گاڑیوں کے ہارن کی آواز کا حکم:

واقعتاً ہارن کی زیادہ اور تیز آواز سے ایک قسم کی دہشت و بے چینی ہوتی ہے نیز اس سے بلاضرورت صوتی آلودگی بھی پیدا ہوتی ہے، لہذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی ''لا ضرر ولا ضرار'' کے تحت ہارن بجانے میں بے احتیاطی اور اس کے حدود وقوانین کی خلاف ورزی شرعاً جائز نہیں۔

علامہ عزالدین بن عبدالسلام نے ضابطہ مہمہ کو اس طرح بیان کیا ہے:

''الضابط انه مهما ظهرت المصالح الخلية عن المفاسد سعي في تحصيلها، ومهما ظهرت المفاسد الخلية عن المصالح سعي في درئها'' (القواعد الكبرى الموسوم بقواعد الاحكام في مصالح الانام: ۱/ ۸۳۔ ط: دار القلم)۔

یعنی جب بھی مصلحت ظاہر ہو جس میں کوئی مفسدہ نہ ہو تو مصلحت حاصل کرنے کی کوشش کی جائے اور جہاں محض مفسدہ ہی ہو تو اسے دور کرنے اور بچنے کی کوشش کی جائے۔

(۳) D.J کی شرعی حیثیت:

D.J کا رواج موجودہ دور میں ایمان واخلاق کی تخریب وفساد کا ایک بہت بڑا شیطانی آلہ ہے، اس قسم کے مفسد ایمان ومضر اخلاق آلات کی قباحت وشناعت کا اندازہ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ارشادات سے لگایا جاسکتا ہے۔

۱۔ ''عن عمران بن حصين ان النبي ﷺ قال: في هذه الأمة خسف ومسخ وقذف۔ فقال رجل من المسلمين: يا رسول الله ومتى ذاك، قال: إذا ظهرت القينات والمعازف وشربت الخمور'' (سنن ترمذی: باب ما جاء في علامة حلول المسخ والخسف: ۲۲۱۲)۔

۲۔ ''عن علي رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إذا فعلت أمتي خمس عشرة خصلة حل بها البلاء۔ ......۔واتخذت القينات والمعازف ...'' (سنن ترمذی: ۲۲۱۰)۔

۳۔ ''عن أبي أمامة قال: قال رسول الله ﷺ: ان الله بعثني رحمة للعالمين وهدى للعالمين، وأمرني ربي عز وجل بمحق المعازف و المزامير۔ ...'' (مسند احمد: ۲۲۶۶۳)۔

۴۔ ''ليكونن من أمتي أقوام يستحلون الحر والحرير والخمر والمعازف'' (صحیح بخاری: باب ماجاء في من يستحل الخمر...: ۵۵۹۰)۔

ہیجان پیدا کرنے والے گانے باجوں کی مذمت بیان کرتے ہوئے یزید بن ولید فرماتے ہیں:

''يا بني أمية! إياكم والغناء، فان ينقص الحياء ويزيد في الشهوة ويهدم المروءة وانه لينوب عن الخمر ويفعل ما

یفعل السکر فان کنتم لا بد فاعلین فجنبوه النساء فان الغناء داعیة الزنی '' (شعب الایمان ۸/ ۱۳۵۔ ۴۷۵۴ ط: الدار السلفیة)۔

یہ نصوص صراحتاً دال ہیں کہ جس کیفیت کے ساتھ D.J کا رواج ہو رہا ہے اور جس تیزی کے ساتھ مرد وعورتوں کے اختلاط سے ایمان واخلاق اور حیا وپاکدامنی کا جنازہ نکل رہا ہے ایسی صورت حال میں D.J کے استعمال کی شرعاً کوئی گنجائش نہیں، بلکہ بالکل حرام ہے اور بہت سے محرمات کا سبب ہے۔

''أن یغنی ببعض آلات الغناء مما هو من شعار شاربی الخمر وهو مطرب کالطنبور والعود والصنج وسائر المعازف والاوتار یحرم استعماله واستماعه '' (روضة الطالبین ۸/ ۲۰۵)۔

''أما الغناء علی الآلة المطربة کالطنبور والعود وسائر المعازف ای الملاهی والاوتار وما یضرب به والمزمار... فحرام۔'' (اسنی المطالب ۹/ ۲۶۳)۔

علامہ بغویؒ کا کلام ملاحظہ ہو:'' واتفقوا علی تحریم المزامیر والملاهی والمعازف '' (شرح السنة ۱۲/ ۲۸۳، طبع المکتب الاسلامی)

۴۔ مذہبی، سیاسی جلسوں اور مشاعروں سے متعلق سرکاری قوانین کی حیثیت:

ہماری مجالس خصوصاً مذہبی جلسے، دین اسلام کی پاکیزہ تعلیمات کی ایک عظیم دعوت ہوتے ہیں، اور یہ حقیقت ہے کہ اسلام نے پابندیٔ وقت کی جو تعلیم دی اس کی مثال دیگر مذاہب میں نہیں، چنانچہ اہم عبادتوں کو وقت کے ساتھ محدود و متعین کیا ہے، نیز دوسروں کی راحت، آرام اور نفع رسانی کو کمال ایمان کا باعث قرار دیا ہے، اس تناظر میں دیکھا جائے تو مقررہ وقت سے حد تجاوزی اور آوازوں کی ضرورت سے زائد بلندی کا شرعاً جواز معلوم نہیں ہوتا؛ کیونکہ اس میں دوسروں کیلیے، خواہ کوئی ہو، ذہنی وقلبی اضطراب وتشویش اور ہر اعتبار سے ضرر ہے۔

''إن الاضرار بالغیر ممنوع حتی لو کان فیه لفاعله مصلحة إذا کانت دون ذلك الاضرار '' (القواعد والضوابط الفقهیة المتضمنة للتیسیر)۔

ہمارے منتظمین کو خاص خیال رکھنا چاہیے کہ ہمارا ہر پروگرام اسلام کی پاکیزہ تعلیمات اور بلند اخلاق کا اعلیٰ نمونہ بن کر دوسروں کے لیے بہترین ومؤثر دعوت اسلام ثابت ہو۔

خلاصۂ کلام:

۱۔ جو شخص کم دھویں والا ایندھن استعمال کرنے پر قادر ہو اور اس مہنگے ایندھن کو برداشت کرسکتا ہو تو مفاد عام اور اجتماعی ضرر سے بچانے کے لیے آلودگی پیدا کرنے والا ایندھن استعمال کرنا درست نہیں۔

۲، ۳۔ جو لوگ مالدار سمجھے جاتے ہیں اور کم آلودگی والے مہنگے ایندھن کے استعمال کرنے میں انھیں ناقابل تحمل مشقت لاحق نہ ہوتی ہو (خواہ حکومت کی جانب سے کوئی ہدایت ہو یا نہ ہو) لوگوں کو ضرر سے بچانے اور ماحول کو پاک وصاف رکھنے کے لیے کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کو ترجیح دینا شرعاً ضروری ہے۔

۴۔ صاحب استطاعت افراد واشخاص، مساجد ومدارس اور اداروں کے لیے آلودگی سے محفوظ شمسی توانائی کا استعمال مستحسن عمل ہوگا۔

۵۔ حکومت کے قوانین شریعت سے متصادم نہ ہوں بلکہ رعایا کے مصالح اور انسانی بھلائی پر مبنی ہوں، ان کی خلاف ورزی کرنا شرعاً درست نہیں۔

۶۔ جانور کے ناقابل استعمال اجزاء کسی گڑھے میں دفن کردیے جائیں تاکہ اس کی بدبو سے دوسروں کو ضرر لاحق نہ ہو، اور خود قربانی کرنے والے کو بھی تعفن سے بچاؤ کی ممکنہ صورتوں کو اختیار کرنا چاہیے۔

۷۔ محض آسانی وخوشنمائی اور ارزانی کی وجہ سے اس قسم کی مضر تھیلیوں کا استعمال شرعاً درست نہیں، لوگوں کو چاہیے کہ اس کا غیر مضر یا اخف متبادل استعمال کریں۔

۸۔ ذکر کردہ تصریحات سے سگریٹ، بیڑی اور حقہ وغیرہ کے استعمال کا حرام ہونا ہی راجح معلوم ہوتا ہے۔......اور عادت سے مجبور کو قانوناً ممنوع جگہ میں سگریٹ وغیرہ پینا شرعاً درست نہیں۔

۹۔ سڑکوں کے کنارے یا کھیت وغیرہ میں رفع حاجت اور عوامی مقامات پر کھلے عام پیشاب کرنا انتہائی بری عادت ہے، اس سے اجتناب ضروری ہے ،اسی طرح گندے پانی اور فضلات کھلی نالیوں، راستوں اور گلیوں میں بہانا شرعاً درست نہیں۔

۱۰۔ سڑک اور عوامی مقامات کی تھوک گذرنے والوں کے لیے چلنے میں رکاوٹ یا جسمانی اذیت کا باعث ہو اور اس سے ایسا ضرر لاحق ہو رہا ہو جو برداشت کرنا عادتاً دشوار ہو تو حکومت یا متعلقہ ادارے کی ہدایت پر عمل کرنا ضروری ہے اور اس کی خلاف ورزی شرعاً قابل مذمت سمجھی جائے گی۔

بصورت دیگر ہدایت پر عمل کرنا ضروری تو نہیں لیکن اس قسم کی گندگی سے احتیاط ہی بہتر ہے۔

۱۱۔ جو مشینی اشیاء انسانی ضرورت کا درجہ اختیار کر گئی ہوں مثلاً: فریج، واشنگ مشین، ائیر کنڈیشن وغیرہ انھیں بقدر ضرورت استعمال کرنا شرعاً درست ہے، البتہ موبائیل اور نیٹ وغیرہ کے استعمال میں انتہائی احتیاط ضروری ہے اور ضرورت سے زائد ان کا استعمال درست نہیں۔

۱۲۔ الف: بلاضرورت جنگلات کو کاٹنا اور کھیتیوں کو زیادہ سے زیادہ پیسوں کے لیے پلاٹس بنا کر آباد کرنا شرعاً جائز نہیں۔

ب: تفصیل سے واضح ہے۔

صوتی آلودگی:

۱۔ پرشور مشینوں کو آبادی سے باہر لگانے کی حکومتی ہدایت انسانی بھلائی ومصلحت پر مبنی ہوتی ہے، شرعاً اس ہدایت پر عمل ضروری ہے۔

۲۔ گاڑیوں کے ہارن بجانے میں بے احتیاطی اور اس کے متعینہ حدود وقوانین کی خلاف ورزی شرعاً جائز نہیں۔

۳۔ جس کیفیت کے ساتھ D.J کا رواج ہو رہا ہے وہ بہت سے محرمات کا باعث ہے شرعاً اس کا استعمال بالکل ناجائز اور حرام ہے۔

۴۔ ہمارے مذہبی اور سیاسی جلسوں میں مقررہ وقت سے حد تجاوزی اور آوازوں کی ضرورت سے زائد بلندی دوسروں کے لیے باعث ضرر ہونے کی وجہ سے جائز نہیں، اس سے متعلق حکومتی قوانین کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

☆☆☆

حفاظت ماحول اور اس سے متعلق اسلامی تعلیمات

مولانا شکیل اسلام پوری سعادتی[1]

حضرت انسان کو اللہ رب العزت نے اشرف ترین مخلوق بنایا بلکہ یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ ساری کائنات کی تخلیق یہ تخلیق انسانی کی مرہونِ منت ہے۔

مقصدِ تخلیق انسانی:...... قرآن مقدس میں غور کرنے سے تخلیق انسانی کی تین بنیادی وجوہ معلوم ہوتی ہیں:

(۱) اللہ تعالی کی عبادت جیسا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: "وماخلقت الجن والانس الالیعبدون" (ذاریات:۵۶)۔

(۲) اس کرۂ ارضی پر اپنی خلافت قائم کرنا جیسے: "انی جاعل فی الأرض خلیفة" (بقرہ:۳۰)۔

(۳) تیسرا مقصد جو ہمارے اس مقالہ کا خاص موضوع ہے وہ ہے اس کو کرۂ ارضی کی تعمیر اسکو بڑھانا، فساد سے پاک کرنا، چنانچہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: "هو الذی أنشأ کم من الأرض واستعمر کم فیها" (هود:۶۱)۔

منکر فساد نصوص:

آیات قرآنی:...... چونکہ تخلیق انسانی کو اس روئے زمین پر بسانے کا ایک مقصد اس کا استعمار وتعمیر ہے لہذا اب وہ تمام چیزیں جو عمارت کے منافی و متضاد ہیں اللہ تعالی نے ان پر سخت نکیر فرمائی ہے (۱) اللہ تعالی فرماتے ہیں: "ان الله لا یصلح عمل المفسدین" (یونس:۸۱) (۲) "وإذا تولی سعی فی الأرض لیفسد فیها ویهلك الحرث والنسل والله لا یحب الفساد" (بقرہ:۲۰۶)، بلکہ بعض مواقع پر اللہ تعالی نے فساد فی الارض کی نہی میں انتہائی شدت اختیار کر لی ہے اور بے جا قتل نفس کو قتل انسانیت کے مانند قرار دیا؛ چنانچہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: (۳) "ومن قتل نفسا بغیر نفس أو فساد فی الأرض فكأنما قتل الناس جمیعا" (مائدہ:۳۲)، مذکورہ آیت میں قتل نفس بغیر حق اور فساد فی الارض دونوں کو مساوی قرار دیا گیا ہے، (۴) "فأوفوا الکیل والمیزان ولا تبخسوا الناس أشیاءهم ولا تفسدوا فی الارض بعد إصلاحها" (اعراف:۵۵)، (۵) "کلوا واشربوا من رزق الله ولا تعثوا فی الأرض مفسدین" (بقرہ:۶۰)۔

احادیث مبارکہ: اسی طرح احادیث مبارکہ کا مطالعہ کرنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بھی فساد ماحول کی ممانعت آئی ہے، چنانچہ احادیث مبارکہ میں بے وجہ جانوروں کو مارنے کی، درخت کاٹنے کی، بے موقع تھوکنے کی، اپنی بشری حاجت کو غلط جگہ پورا کرنے کی بلکہ بلند آواز سے بے جا چیخنے چلانے کی بھی ممانعت وارد ہوئی ہے، اسی سلسلہ میں کچھ احادیث ذیل میں ذکر کی جارہی ہیں:

۱۔ جانوروں کا بلاوجہ قتل ممنوع ہے:

"عن عمر ابن الشرید سمعت الشرید یقول: سمعت رسول الله ﷺ یقول: من قتل عصفورا عبثا عج إلی الله عز وجل یوم القیامة یقول: یا رب إن فلانا قتلنی عبثا ولم یقتلنی لمنفعة" (نسائی، کتاب الضحایا، ص ۱۸۵)

(جس نے کسی چڑیا کو بلاوجہ مار دیا تو قیامت کے روز بلند آواز سے اللہ تعالی سے کہے گی کہ فلاں نے مجھے بلاوجہ قتل کر دیا جب کہ کوئی منفعت اس کو نہیں تھی)۔

۲۔ بلاوجہ درخت کاٹنے کی ممانعت:

---

[1] خادم جامعہ مظہر سعادت، ہانسوٹ، گجرات۔

''من قطع سدرةً صوب اللّٰه رأسه في النار و قال هناد: غشًا و ظلمًا بغير حق'' (سنن ابی داؤد، کتاب الادب، ص ۷۱۱)
جس نے بیری کے درخت کو ناحق کاٹا اللہ تعالی اس کے سر کو جہنم میں جھونک دینگے۔

۳۔عوامی جگہوں پر بول وبراز سے ممانعت:

''اتقوا الملاعن الثلاث: البراز في الموارد وقارعة الطريق و الظل'' (سنن بیہقی، ص/ ۴۶۹)
لعنت والی تین جگہوں سے بچو: گھاٹ پر، راستہ کے درمیان اور سایہ دار جگہ میں بول وبراز کرنے سے۔

۴۔ ''إذا تنخم أحدكم فليغيب نخامته لا تصيب جلد مؤمن أو ثوبه'' (مجمع الزوائد ۸/ ۱۱۴)۔

۵۔ عن عائشة قالت :كان رسول اللّٰه ﷺ :''أمر بدفن سبعة أشياء من الإنسان: الشعر و الظفر و الدم و الحيضة و السن و القلفة و المشيمة'' (نوادر الاصول ۱/ ۱۱۶)
(حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ بدن انسانی میں سے سات چیزوں کو دفنانے کا حکم فرماتے تھے، بال، ناخن، خون، حیض کا کپڑا، دانت ،ختنہ کی کھال اور ولادت کے بعد نکلی ہوئی نال)۔اس کی ایک خاص حکمت انسانی اعضاء کی تکریم بھی ہے۔

۶۔ عن ابي هريرة قال: قال رسول اللّٰه ﷺ:''ان اللّٰه يحب العطاس و يكره التثاؤب فإذا تثاءب أحدكم فليرد ما استطاع و لا يقل هاه هاه فإنما ذلك من الشيطان يضحك منه'' (ابوداؤد، ص/ ۶۸۶)
(اللہ تعالی چھینک کو پسند فرماتے ہیں اور جمائی کو ناپسند، جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو حتی المقدور روکے اور ہاہا نہ کرے اس لئے کہ وہ شیطانی اثر ہے جس سے وہ خوش ہوتا ہے)۔

۷۔ ''عن أبي سعيد الخدري ان رسول اللّٰه طقال: غسل يوم الجمعة واجب على كل محتلم'' (ابوداؤد، ص ۴۹)
جمعہ کا غسل ہر بالغ پر واجب ہے۔

مندرجہ بالاسطور میں جن نصوص کو ذکر کیا گیا ان میں غور کرنے سے یہ بات منقح ہوجاتی ہے کہ اسلامی تعلیمات میں ماحول کو اپنی اصل حالت پر باقی رکھنے، بگڑے ماحول کو سازگار بنانے بلکہ مخرب ماحول اور ملوث ماحول اشیاء کو ختم کرنے اور انکو مٹانے کی طرف خوب توجہ دلائی گئی ہے حتی کہ تھوک، ناک کی ریزش اتنا ہی نہیں بلکہ جمائی کی صورت میں نکلنے والی بھاپ ہر ایک کا صحیح طریقہ شریعت مطہرہ میں موجود ہے۔

سب سے پہلے یہ معلوم کرلیا جائے کہ ماحول کس چیز کا نام ہے اور اسکا فساد کس کو کہتے ہیں۔

ماحول کی حقیقت:......کائنات کی جتنی چیزیں انسان کو محیط ہیں وہ سب اسکا ماحول ہے۔ہوا جس میں انسان سانس لیتا ہے۔ پانی جس کو وہ پیتا ہے۔ زمین جس پہ وہ رہتا ہے اسکے علاوہ جاندار وغیر جاندار جتنی چیزیں ہیں وہ سب انسان کا ماحول ہے جس میں وہ زندگی گذارتا ہے۔

فساد کی حقیقت:

''الفساد في أصل اللغة هو تغير الشئ عن الحال السليمة خروجه عن الاعتدال فهو ضد الصلاح يقال فسد اللبن و الفاكهة و الهواء إذا اعتراه تغيرًا و عفونة حتى أصبح غير صالح ثم استعمل لغة في جميع الاشياء و الامور الخارجة عن نظام الاستقامة كالبغي و الظلم و الفتنة'' (المدخل الفقهي العام ۲/ ۶۷۳ بحواله اسلام و ماحولیات)

اسی کو علامہ راغب نے اس طرح تعبیر کیا ہے:

''الفساد خروج الشئ عن الاعتدال قليلاً كان الخروج أو كثيرًا و يضاده الصلاح و يستعمل ذلك في النفس والبدن والأشياء الخارجة عن الاستقامة'' (المفردات للراغب، ص/ ۳۷۹)
(فساد نام ہے کسی بھی چیز کا حد اعتدال سے متجاوز ہوجانا خواہ یہ تجاوز قلیل ہو یا کثیر جس کی ضد صلاح ہے اور فساد کا استعمال ہر اس شئی میں ہوتا ہے جو حد

اعتدال سے متجاوز ہو چکی ہو خواہ نفس ہو بدن ہو یا اور کوئی چیز)۔

ماقبل میں یہ بات گذر چکی کہ تخلیق انسانی کے اغراض مختلفہ میں سے ایک غرض خلافتِ انسانی ہے: "إني جاعل فی الأرض خلیفة" اللہ نے ایک جگہ تو ارشاد فرمایا: "ھو الذی خلق لکم ما فی الأرض جمیعًا" (بقرہ:۲۹)، مراد یہ نہیں کہ انسان اس کے تصرف میں مختار کل کی حیثیت کا مالک ہو بلکہ اسمیں انسان اس طریقہ پر تصرف کا مالک ہے جو طریقہ خالق کائنات نے مقرر کیا ہے بالفاظ دیگر حضرت انسان مالک نہیں بلکہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا نائب و وکیل ہے، یہی معنی "جاعل فی الأرض خلیفة" کی تعبیر میں مضمر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمود: "الذی خلق الموت والحیاة لیبلو کم أیکم أحسن عملاً" میں بھی یہی حقیقت کارفرما ہے کہ بندہ کو جس چیز کا وکیل بنایا تھا اس کو صحیح معنی میں نبھایا یا نہیں، اس کی مسؤلیت کیلئے اللہ تعالیٰ نے موت کو پیدا کیا۔

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو معتدل بنایا ہے، ظاہر ہے کہ جب اس ارض وسماں کا بنانے والا بذات خود اللہ تعالیٰ ہے۔ تو پھر اس کی پیدائش بھی اسی طرح بے عیب ہوگی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں: "إنا کل شئ خلقناہ بقدر" (قمر:۴۹) (ہم نے ہر چیز کو ایک انداز سے پیدا کیا) "صنع اللہ الذی أتقن کل شئ" (نمل:۸۸)، اللہ کی بناوٹ سب سے مضبوط ہے، ظاہر ہے کہ جب ہر چیز کو اللہ تعالیٰ نے اعتدال پر پیدا کیا تو پھر اسکو اپنی حالت اعتدال پر باقی رکھنا یہ عند الشرع مطلوب ہوگا۔ اسی لئے حفاظت ماحول میں جتنی چیزیں معاون بن سکتی تھیں اسلام نے ان کو اختیار کرنے کا اور جتنی چیزیں ماحول کو پراگندہ کر سکتی تھیں ان کو مٹانے اور ناس کرنے کا حکم دیا۔

ماحول کی سازگاری کی مثبت نصوص:

اسلام نے حضرت انسان کو صرف اپنی انفرادی زندگی کو درست کرنے کیلئے نہیں بلکہ انفرادی اجتماعی دونوں سطحوں پر صفائی اور پاکیزگی کی تلقین فرمائی ہے، چنانچہ اسلامی تعلیمات کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ہر وہ چیز جس سے کسی فرد خاص کی طبیعت سلیمہ کو گزند پہنچے یا عام لوگوں کو تکلیف کا سامنا کرنا پڑے اپنی ذات کی صفائی ہو یا گھر کے آنگن کی یا محلہ اور پڑوس کی صفائی ہو پڑوس کی نظافت کا مسئلہ ہو یا گاؤں کی سڑکوں، ندیوں، نالوں، عام گذرگاہوں کا ہر طرح کی نظافت کی تعلیم اسلام میں موجود ہے۔ بلکہ اسلامی عبادات کی صحت کا مدار بھی نفس و مکان کی صفائی پر ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ قرآن مقدس میں فرماتے ہیں: "إن اللہ یحب التوابین ویحب المتطھرین" (بقرہ:۲۲۲) (اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں اور پاک صاف رہنے والوں کو پسند فرماتے ہیں)۔

(۲) "فیہ رجال یحبون أن یتطھروا واللہ یحب المطھرین" (توبہ:۱۰۸) (اس مسجد میں ایسے لوگ ہیں جو پاکیزگی کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پاک صاف رہنے والوں سے محبت کرتے ہیں)۔

اس آیت پاک میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام میں سے قباء کے رہنے والوں کی تعریف کی جن کا بنیادی کام بشری تقاضے سے فراغت کے بعد صرف ڈھیلے پر اکتفانہ کرنا اور پانی کا بھی استعمال کرنا تھا گویا صرف پاکی نہیں بلکہ پاکی کے بعد اچھی طرح صفائی و نظافت حاصل کرتے تھے تو اللہ نے محبت کا اظہار کیا، علامہ قرطبی اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں: "اثنی اللہ سبحانہ وتعالی من أحب الطھارة وآثر النظافة" (قرطبی ۸/۲۶۱) (اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تعریف کی جو طہارت کو پسند کرتے ہیں اور طہارت پر نظافت کو ترجیح دیتے ہیں)۔

آجکل ٹوائلٹ پیپر کا استعمال اتنا عام ہوگیا ہے کہ مغربی ممالک کو چھوڑ ہندو پاک کے شہر و دیہات بھی اس سے مستثنیٰ نہیں، لوگ پانی کے استعمال سے کتراتے ہیں، حالانکہ اس کے نقصانات جس قدر عظیم ہیں وہ دنیا کی نظروں سے اوجھل نہیں، اس سے بے شمار جلدی امراض ہو رہے ہیں۔

اسی لئے ہارے اسٹیریٹ......لندن کے مشہور و معروف ڈاکٹر کنین ڈبوس نے یورپی قوم کو آگاہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ تم اسی طرح کی زندگی اگر گزارتے رہے تو بہت جلد مذکورہ امراض کے لئے تیار ہو جاؤ: (۱) شرمگاہ کا کینسر (۲) بھگندر یا نسچولہ (۳) جلدی انفیکشن (۴) پھپھوند کے امراض (سنت نبوی اور جدید سائنس بحوالہ اسلام و ماحولیات، ص/۷۱)۔

"عن صالح بن أبي حسان قال: سمعت سعید بن المسیب یقول: إن اللہ طیب یحب الطیب، نظیف یحب النظافة، کریم یحب الکرم، فنظفوا أراہ قال: أفنیتکم. ولا تشبھوا بالیھود قال: فذکرت ذلك لمھاجر بن مسمار فقال:

حدثنیه عامر بن سعد عن أبیه عن النبی ﷺ مثله'' (ترمذی ۲/ ۱۰۳) ۔

(صالح بن ابوحسان کہتے ہیں کہ سعید بن المسیب کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ پاک وطیب ہیں پاکیزگی کو پسند فرماتے ہیں، صاف ستھرے ہیں تو صفائی کو پسند فرماتے ہیں، کریم ہیں کرم کو پسند فرماتے ہیں، پس تم نظافت اختیار کرو...... راوی کہتے ہیں کہ مجھے یاد پڑتا ہے کہ آپ نے اپنے صحن صاف کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: یہود سے مشابہت مت اختیار کرو)، حضرت شیخ لمعات میں تحریر فرماتے ہیں: ''زاد فی روایة: یجمعون الاکباء فی دورهم'' یعنی جمع می کنند خاشاک وسرگین رابر درسراہا وخانہ ہائے خود (حاشیہ ترمذی ۲ / ۱۰۳) یہود کوڑا کرکٹ اور جانوروں کی لید وغیرہ اپنے دروازے پر جمع کرتے تھے تاکہ آنیوالے اسکی بدبو سے ہی واپس چلے جائیں، گندگی سے صرف اپنا ہی گھر متاثر نہیں ہوتا بلکہ پڑوس اور اہل محلہ کو بھی تکلیف ہوتی ہے ؛چنانچہ حدیث پاک میں پڑوس کو ایذا پہنچانا اس کے نقص ایمان کی علامت قرار دیا گیا، حدیث میں ہے:

'' واللہ لا یؤمن قیل: ومن یا رسول اللہ! قال: الذی لا یامن جارہ بوائقه'' (بخاری ۲/ ۸۸۹)

(قسم بخدا وہ مومن نہیں ہے، پوچھا گیا: کون یارسول اللہ! فرمایا: جس کا پڑوسی اس کی تکالیف سے محفوظ نہیں ہے)

بلکہ پڑوسی کی راحت کو ایمان باللہ وبالآخرۃ کی علامت ٹھہرایا: ''من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یؤذ جارہ'' (بخاری ۲/ ۸۸۹)

بلکہ عام ماحول کی حفاظت کی طرف بھی شریعت مطہرہ نے خوب توجہ مرکوز کی ہے، چنانچہ بہت ساری نصوص اس پر دال ہیں۔

(۲) حدیث پاک میں اللہ کے نبی ﷺ فرماتے ہیں: ''المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویدہ'' (بخاری ۱/ ۶)۔

ماحول کو سازگار بنانے میں شجرکاری اور زمین کی آبادکاری کا بھی بہت بڑا دخل ہے، چنانچہ اسلام میں اسکی بھی تعلیمات موجود ہیں، ساتھ ہی درختوں کو نیست ونابود کرنے پر وعید بھی سنائی گئی ہے۔

زمین کی آبادکاری کی تاکید کرتے ہوئے اللہ کے نبی ﷺ فرماتے ہیں:

''إذا سمع أحدکم بالدجال وفی یدہ فسیلة فلیغرزها فإن للناس عیشا بعد'' (مجمع الزوائد ۴/ ۶۳)

(تم جب دجال کی آمد کے بارے میں سنو اور تمہارے ہاتھ میں کھجور کی ٹہنی ہو تو اس کو گاڑ دو اس لئے کہ یہ لوگوں کے لئے عیش کا سبب ہے)۔

اسی طرح حدیث پاک میں ہے: ''من زرع زرعًا فأکل منه الطیر أو العافیة کان له صدقة'' (مجمع الزوائد ۴/ ۶۷)

(جس شخص نے کھیتی اگائی پس اس سے کسی پرندے یا درندے نے کھالیا تو یہ اسکے لئے صدقہ ہے)۔

بلکہ اور بھی عموم کے ساتھ آپ ﷺ نے درخت کی طرح کنواں کھودنے، نہر جاری کرنے کو صدقۂ جاریہ قرار دیا ہے:

'' عن أنس قال: قال رسول اللہ ﷺ: '' سبعة یجری للعبد أجرهن وهو فی قبرہ بعد موته: من علم علما أو کری نهرا أو حفر بئرا أو غرس نخلا أو ورث مصحفا أو ترك ولدا یستغفر له بعد موته '' (شعب الایمان ۳/ ۲۴۸)

(حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: سات چیزوں کا ثواب بندے کے لئے اس کے مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے حالانکہ وہ قبر میں ہوتا ہے: جو علم سکھائے، یا نہر کھودے، یا کنواں کھودے، یا درخت لگائے، یا مسجد بنائے، یا مصحف لکھے، یا نیک اولاد چھوڑے، جو اس کے لئے دعائے مغفرت کرے)۔

یہ وہ نصوص تھیں جن میں اصلاح ماحول کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، جو چیز ماحول کی آلودگی اور تلویث کا سبب ہے شریعت میں ان سے بھی روکا گیا ہے، خواہ آلودگی فضا کی ہو یا پانی کی، جنگلات کی آلودگی ہو یا دخانی صوتی آلودگی ہو یا جسمانی، ہر طرح کی آلودگی سے ماحول کو بچانے کے لئے احادیث مبارکہ میں تعلیم دی گئی ہے۔

فضائی آلودگی:

حدیث پاک میں ہے: '' من قطع سدرة صوب اللہ رأسه فی النار وقال بناد: غشًا وظلمًا بغیر حق '' (ابو داؤد ۲/ ۷۱۱)

(جس کسی نے بیری کے درخت کو بلاضرورت کے کاٹا تو اللہ تعالی اس کے سر کو جہنم میں جھونک دے گا)، حدیث پاک میں اللہ کے رسول ﷺ نے رات کو چراغ گل کرنے کا حکم دیا اس لئے کہ جہاں اس سے آگ لگنے کے خطرات ہیں ساتھ ہی اس سے جو دھواں نکلتا ہے وہ کاربن گیس سے مرکب ہوتا ہے، دم گھٹنے اور فضائی آلودگی کے اضافے کا قوی سبب ہے، الیکٹرک مشینوں اور صنعتی کارخانوں سے نکلنے والا دھواں اور گیس بھی اسی ضمن میں آتا ہے لہذا آپ ﷺ کی تعلیمات ان تمام ذرائع کو شامل ہیں، جو اس طرح کی زہریلی گیس کا سبب ہیں، چنانچہ حضرت جابرؓ کی روایت ہے:

"خمروا الآنية وأجيفوا الأبواب واطفئوا المصابيح فان الفويسقة ربما جرت الفتيلة فأحرقت البيت" (شرح السنة ۶/ ۵۶۳)

(برتنوں کو ڈھانپ دیا کرو دروازے بند کرلیا کرو، چراغ بجھا دیا کرو اس لئے کہ کبھی چوہا بتی کو کھینچ لیتا ہے اور گھر کو جلا دیتی ہے)، بلکہ آپ ﷺ نے آگ کو دشمن قرار دیا اور رات کے وقت آگ بجھانے کا حکم دیا، حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"احترق بيت على أهله بالمدينة من الليل فلما حدث رسول الله ﷺ بشأنهم فقال: إن هذه النار انما هي عدو لكم فاذا نمتم فاطفئوها عنكم" (مسلم شریف ۲/ ۱۷۱)

(آپ ﷺ نے بلاضرورت آگ جلانے سے منع فرمایا، چنانچہ صبح کے وقت آگ کی روشنی آپ ﷺ پسند نہیں فرماتے تھے)، جو اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ ایسی چیزوں کا بلاضرورت استعمال جس سے دھواں نکلتا ہو اور فضائی آلودگی جنم لیتی ہو اسلام کی نظر میں پسندیدہ نہیں ہے۔

"كان رسول الله ﷺ يكره السراج عند الصبح" رواه الطبراني في الاوسط (مجمع الزوائد ۸/ ۱۱۲، کتاب الادب)۔

مردہ کو دفن کرنے کا حکم اسلام میں ہے: "منها خلقنا كم و فيها نعيدكم" (طہ: ۵۵) (ہم نے تمکو مٹی سے پیدا کیا مٹی ہی میں لوٹا دینگے) ،مردہ کو دفنانے کے جو فوائد ہیں وہ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ نے اپنی کتاب "تفسیر عزیزی" میں پارہ عم سورہ عبس "ثم أماته فاقبره" کے ذیل میں بیان فرمائے ہیں وہ اپنی جگہ دیکھے جاسکتے ہیں، اس کے سوا ایک سائنسی فائدہ یہ ہے کہ تدفین موتی میں جہاں آدمی فضول خرچی سے بچتا ہے وہیں فضائی آلودگی اور آبی آلودگی سے بھی حفاظت ہوجاتی ہے جبکہ جلانے اور پانی میں بہانے میں فضول خرچی کے ساتھ فضائی اور آبی دونوں طرح کی آلودگی پائی جاتی ہے۔ چنانچہ اگر تسلیم کرلیا جائے کہ ایک آدمی کو جلانے میں کم از کم دو کنٹل لکڑی کی ضرورت پڑتی ہے اور قریبا روزانہ ہندوستان جیسے بڑے ملک میں پانچ ہزار کی شرح اموات مان لی جائے تو دوسو روپے فی کنٹل کے حساب سے دس ہزار کنٹل کی قیمت ۲۰/۰۰/۰۰۰ روپے ہوگی جو یوں ہی جل کر راکھ ہوجاتی ہے، اور کسی کے کچھ بھی کام نہیں آتی اور اقتصادی اور معاشی نقطہ نظر سے پسندیدہ نہیں ساتھ ہی اس سے اٹھنے والا دھواں اپنی پوری کثافت کے ساتھ ماحولیات کا مسئلہ پیدا کرتا ہے جبکہ تدفین میں یہ کوئی مسئلہ نہیں۔

الغرض تدفین کے اسلامی طریقہ میں جہاں اکرام میت ہے ساتھ ہی فضائی آلودگی سے ماحول کو بچانا بھی ہے، اسی طرح مذبوح کے غیر ضروری اجزاء کو دفن کرنے کا حکم بھی اسباب آلودگی کے لئے ایک طرح کا قدغن ہے۔

آلائش خواہ ناک کی ریزش کی شکل میں ہو یا تھوک اور بلغم کی شکل میں ہو یا بول و براز کی شکل میں، جو کہ فضائی آلودگی کا سبب بنتی ہے اسلام میں اس کی بھی تعلیمات ہیں، چنانچہ احادیث درج ذیل ہیں:

"عن سعد بن وقاص قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: إذا نخم أحدكم فليغيب نخامته لاتصيب جلد مؤمن أو ثوبه" (مجمع الزوائد ۸/ ۱۱۴)

(جب تم میں سے کوئی ناک صاف کرے تو اسکی ریزش کو چھپادے تاکہ کسی مسلمان کے کپڑے یا بدن کو نہ لگ جائے)۔

عن طارق بن عبد الله المحاربي رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: "إذا أردت أن تبزق فلا تبزق عن يمينك ولكن عن يسارك إن كان فارغا فإن لم يكن فارغا فتحت قدمك" (ایضا)

(جب تو تھوکنا چاہے تو داہنی جانب مت تھوک بلکہ بائیں جانب اگر خالی ہے تو ورنہ اپنے قدم کے نیچے تھوک)۔

پبلک مقامات کی حفاظت:

عوامی مقامات کی حفاظت کرتے ہوئے اسلام نے ایسی جگہوں پر بول وبراز سے منع فرمایا جہاں عام لوگ گرمی کے موسم میں سایہ حاصل کرتے ہوں یا ٹھنڈی میں دھوپ حاصل کرتے ہوں، عام سیر وتفریح کی جگہ ہو یا گزرگاہ ہو، یا پانی پینے، کپڑے دھونے کی جگہ ہو۔

(۱) ''عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: اتقوا اللاعنين قالوا: وما اللاعنان يا رسول الله! قال: الذي يتخلى في طريق الناس أو في ظلهم'' (مشکوۃ، ص:۴۲)

(تم دو لعنت کرنے والی چیزوں سے بچو، صحابہ کرام نے پوچھا: وہ کیا ہے اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: وہ جو کہ لوگوں کے راستہ میں یا ان کے سایہ کی جگہ میں پیشاب پاخانہ کرتا ہے)۔

(۲) ''عن معاذ بن جبل قال: قال رسول الله ﷺ: اتقوا الملاعن الثلاث البراز في الموارد وقارعة الطريق والظل'' (مشکوۃ، ص:۴۳) (حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم تین لعنت والی چیزوں سے بچو، گھاٹوں، لوگوں کے راستہ اور سایہ میں پاخانہ کرنے سے بچو)۔

حدیث پاک میں سایہ سے صرف سایہ ہی مراد نہیں بلکہ ہر وہ جگہ جہاں انسان آرام وراحت محسوس کرتا ہے، چنانچہ گرمی کے موسم میں جس طرح سایہ راحت کی جگہ ہے اسی طرح ٹھنڈی کے موسم میں گرم جگہ اور دھوپ بھی راحت کی جگہ ہے تو یہ بھی مذکورہ حدیث میں داخل ہوگی، چنانچہ اسی بات کو ملا علی قاری نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

'' قال الأبهري مواضع الشمس في الشتاء كالظل في الصيف يعني في الموضع الذي يتشمسون ويتدفؤون به كما في البلاد الباردة ومثلها موارد الماء '' (مرقات ۱/ ۳۵۱)

(ٹھنڈی کے موسم میں دھوپ کی جگہ گرمی میں سایہ کی طرح ہے، یعنی جہاں لوگ دھوپ لیتے ہیں اپنے آپ کو گرم کرتے ہیں جیسے ٹھنڈے ملکوں میں، اسی طرح پانی گزرنے کے راستہ پر)۔

صوتی آلودگی:

صوتی آلودگی بھی ماحولیاتی آلودگی کی ایک قسم ہے، یعنی آواز کے ضرورت سے زیادہ بڑھ جانے سے طرح طرح کی بیماریاں جنم لیتی ہیں، آج سائنسی ترقی کے دور میں چرند وپرند کے دھیمے سروں اور رومانی آوازوں کی جگہ مشینوں کے شور وغل، کھیت وکھلیان کی جگہ کارخانے، درختوں کی جگہ فلک بوس عمارتیں اور جنگلات کی جگہ شہر آباد ہوگئے، بیل گاڑیوں کی جگہ موٹر کار، ریل اور جہاز نے لے لی۔

اور کارخانوں اور فیکٹریوں سے بلند ہونے والی آوازیں ٹریفک کی گھن گرج گانے باجے سے اٹھنے والے شور، فضا کی بلندیوں پر اڑنے والے جہازوں کی نیند اڑا دینے والی بھیانک آوازیں صوتی آلودگی کے اسباب ہیں۔

جب آوازوں کی طاقت (80/Db) سے بڑھ جاتی ہے تو انسانی طبیعت نہ یہ کہ صرف مکدر ہو جاتی ہے بلکہ ذہنی تناؤ پیدا ہو جاتا ہے، سانس لینے میں تکلیف، ذہنی ارتعاش، عارضۂ قلب، گھبراہٹ، سماعت کی تکلیف، متلی وقے، جلد کی سوزش، بہرہ پن، اختلاج، بے چینی، چڑچڑاہٹ، بدزبانی وغیرہ سب آواز کے دباؤ ہی کا نتیجہ ہیں (اسلام اور ماحولیات ص:۱۷۷)۔

اسلامی تعلیمات: -ویسے تو اسلام نے ہر چیز میں اعتدال کو پسند فرمایا، زندگی کے تقریباً تمام شعبوں میں اس کی جھلک نمایاں ہے۔

قرآن مقدس اور احادیث نبویہ ﷺ میں اقتصاد فی الصوت کو سراہا گیا ہے، اور بلند وتیز آوازوں کی مذمت کی گئی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمان حکیم کے اپنے بیٹے کو نرم آواز کی نصیحت اور چلنے میں میانہ روی کی نصیحت کو ذکر فرما کر قیامت تک کے لئے مہر پسندیدگی ثبت کرتے ہوئے سند طلب دے دی، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: "واقصد في مشيك واغضض من صوتك إن أنكر الأصوات لصوت الحمير" (لقمان:۱۹) (اپنی رفتار میں اعتدال اختیار کر اور اپنی آواز کو پست کر، آوازوں میں سب سے بری آواز گدھوں کی ہے)۔

بلکہ دعا جس کو عبادت کا مغز بتایا گیا اس میں بھی پستی آواز کا حکم دیا گیا، اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں: "ادعوا ربکم تضرعا وخفیة" (اعراف :۵۵) (تم اپنے رب کو عاجزی کے ساتھ اور دھیمے دھیمے پکارو)، بلکہ عدم رفع صوت کو مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب میں سے قرار دیا، چنانچہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: "یایها الذین آمنوا لا ترفعوا أصواتکم فوق صوت النبی" (حجرات:۲) (اے ایمان والو! تم اپنی آواز کو نبی کی آواز پر بلند مت کرو)۔

بلکہ قراءت جو کہ نماز کا ایک فرض ہے، اس میں بھی رفع صوت کی ممانعت فرمائی گئی ہے، اور اقتصاد کا حکم دیا گیا، قرآن مقدس میں اللہ تعالی فرماتے ہیں: "ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها وابتغ بین ذلك سبیلا" (الاسراء:۱۱۵) نیز کتب احادیث میں حضرت ابوبکر وحضرت عمرؓ کا واقعہ مشہور ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ کے پاس سے گزرے تو وہ پست آواز سے نماز پڑھ رہے تھے، اور جب حضرت عمرؓ کے پاس سے گزرے تو وہ بلند آواز سے نماز پڑھ رہے تھے، قصہ مختصر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں میں سے حضرت ابوبکرؓ کو فرمایا: "ارفع من صوتك شیئا" اور حضرت عمرؓ کو فرمایا: "اخفض من صوتك شیئا" (مشکوۃ ۱/۱۰۷)۔

اور جب کچھ لوگوں کی آواز نماز کی قراءت میں بلند ہونے لگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نمازی اللہ تعالی سے مناجات کرتا ہے لہذا وہ دیکھ لے کہ کس سے مناجات کر رہا ہے، اور تم میں سے بعض بعض پر آوازوں کو بلند نہ کرے، اسی طرح حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن حذافہ زور سے قراءت کر رہے تھے تو آپ نے منع فرمایا۔

''وعن البیاضی ان رسول الله ﷺ خرج علی الناس وهم یصلون وقد علت أصواتهم بالقراءة فقال: إن المصلی یناجی ربه عزوجل فلینظر ما یناجیه ولا یجهر بعضکم علی بعض بالقرآن'' (رواه احمد)۔

''وعن أبي هریرة أن عبد الله بن حذافة قام یصلی فجهر بصلاته فقال النبی ﷺ: ''یا ابن حذافة لا تسمعنی وقد سمع ربك'' رواه أحمد و البزار'' (مجمع الزوائد ۲/ ۲۶۵)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زور زور سے بولنے والے آدمی پسند نہیں تھے، بلکہ ایسے شخص کو محبوب رکھتے تھے جس کی آواز پست اور نرم ہو، درمیانی ہو

''عن أبي أمامة قال: إن رسول الله ﷺ کان یکره أن یری الرجل جهیرا رفیع الصوت وکان یحب أن یراه خفیض الصوت'' (مجمع الزوائد ۸/ ۱۱۴)۔

بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق کو بیان کرتے ہوئے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

''لم یکن رسول الله ﷺ فاحشا ولا متفحشا ولا صخابا فی الاسواق'' (شمائل ترمذی، ص:۲۵)

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ طبعاً فحش گو تھے نہ بتکلف فحش بات کرنے کے عادی، اور نہ ہی بازاروں میں خلاف وقار چلا چلا کر بات کرتے تھے)۔

اللہ تعالی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا: "إنك لعلی خلق عظیم" (قلم:۴) اس سے ثابت ہو گیا کہ آوازوں میں اعتدال خلق عظیم ہی میں سے ہے۔

ماحولیات کی حفاظت کے تعلق سے فقہ اسلامی کے اصول واحکام:

ان نصوص قرآنیہ اور احادیث نبویہ کو دیکھتے ہوئے فقہائے امت نے کچھ ایسے اصول مرتب کئے جن کی روشنی میں پورے ماحول کو آلودگی سے یا تو بالکلیہ پاک کیا جاسکتا ہے یا کم از کم ایسی آلودگی جس سے رستگاری نہیں والا ماحول بنایا جاسکتا ہے۔

(۱) قومی املاک سے ہر شخص کو انتفاع کا حق حاصل ہے، البتہ شرط یہ ہے کہ وہ تصرف دوسرے کے ضرر کو مستلزم نہ ہو، چنانچہ "مجلة الاحکام العدلیه" کی دفعہ/۹۲۶ میں ہے: "لکل واحد حق المرور فی الطریق العام لکن بشرط السلامة یعنی یقید بشرط أن لا یضر أحد غیره فی الحالات التی یمکن التحرز منها" عام راستے پر چلنے کا حق ہر ایک کو حاصل ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ اس میں سلامتی ہو یعنی یہ اس شرط کے ساتھ مقید ہے کہ دوسرے کو ضرر لاحق نہ ہو، ان حالات میں جہاں اس سے بچنا ممکن ہو، مذکورہ اصول کے مطابق قومی املاک میں ایسا تصرف جائز نہیں جو فضا کی آلودگی کا سبب بنے۔ (درر الحکام فی شرح مجلة الاحکام ۲ /۶۲۱)۔

(۲) مالک اپنی ملکیت میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کا حق رکھتا ہے البتہ شرط یہ ہے کہ وہ تصرف شرعاً مباح ہو، اور ضرر کو مستلزم نہ ہو، چنانچہ زیلعی نے شرح کنز میں لکھا ہے: ''اگر کوئی شخص اپنے گھر میں روٹی کے لئے مستقل تنور بنائے جیسا کہ ہوٹلوں میں ہوتا ہے یا غلہ پسائی کی لئے چکی لگائے یا دھوبیوں کے لئے گھاٹ بنائے تو یہ جائز نہیں؛ کیوں کہ اس میں پڑوسیوں کے لئے کھلا ضرر ہے:

''ولو أراد بناء تنور في داره للخبز الدائم كما يكون في الدكاكين أو رحى للطحن أو مدقاة للقصارين لم يجز لأن ذلك يضر بالجيران ضررا ظاهرا فاحشا'' (زیلعی، ص:۱۹۶)۔

(۳) اگر ضرر سے احتراز ممکن نہ ہو تو اس کا تحمل کیا جائے گا، چنانچہ فقہاء نے یہ جزئیہ ذکر کیا ہے کہ اگر راستے پر چوپائے کے چلنے سے غبار اڑے اور کسی کا سامان خراب ہو جائے تو اس کا اعتبار نہیں۔

''والأصل أن السير والسوق والقود في طريق العامة مأذون فيه بشرط سلامة العاقبة ... إذا كان مما لا يمكن الاحتراز عنه بسد باب الاستطراق على العامة ولا سبيل إليه سقط اعتباره والتحق بالعدم ... ولهذا سقط اعتبار ما ثار من الغبار من مشي الماشي حتى أفسد متاعا لم يضمن وكذا ما أثارت الدابة بالسوق بسنابكها من الغبار والحصى الصغار لا ضمان فيه لما قلنا كذا ہذا'' (بدائع الصنائع ۷/ ۲۷۲/ جنایت وجوب الدیۃ)۔

اصل یہ ہے کہ عام راستے پر چلنے، سواری کو ہانکنے اور چلانے کی اجازت ہے بشرطیکہ نتیجہ سلامتی ہو مگر جب اس سے احتراز ممکن نہ ہو کہ عام لوگوں کے لئے راستہ بند کر دیا جائے اور کوئی دوسرا راستہ نہ ہو تو اس ضرر کا اعتبار نہیں، وہ کالعدم ہے، اسی وجہ سے اگر چلنے سے غبار اڑے اور سامان خراب ہو تو اس کا کوئی ضمان نہیں ،اسی طرح چوپایہ اپنے کھر سے گرد یا چھوٹی کنکریاں اڑائے تو اس صورت میں کوئی ضمان نہیں، اس وجہ سے جو ہم نے بیان کیا۔ وہی حکم یہاں بھی ہے۔

یہ حکم اس زمانے میں گاڑیوں سے نکلنے والے دھویں کا ہوگا؛ کیوں کہ اس سے کوئی مفر نہیں لیکن جدید ٹیکنالوجی کی وجہ سے اس میں کمی ممکن ہو یا گاڑی کی خرابی کی وجہ سے معمول سے زائد دھواں نکلے تو قواعد کا مقتضی یہ ہے کہ ان جدید وسائل کو اختیار کرنا اور گاڑی کی اصلاح کرانا لازم ہوگا۔

(۴) عام ضرر کو دفع کرنے کے لئے خاص ضرر کا تحمل کیا جائے گا، مثلاً فقہاء نے تصریح کی ہے کہ کپڑا فروشوں کے درمیان اگر کوئی شخص ہوٹل کھولے یا لوہار کی بھٹی لگائے تو اس کو روکا جائے گا۔ (القواعد الفقہیۃ وتطبیقاتہ فی المذاہب لاحمد مصطفی الزحیلی ۱/ ۲۳۶) اس لحاظ سے آبادیوں کے درمیان کارخانے قائم کرنے سے روکنا شرعاً درست ہوگا۔

(۵) شدید ضرر کے ازالے کے لئے خفیف ضرر کا تحمل کیا جائے گا، جیسے اگر آبادی میں شریر جانور ہوں جو کھیت اور باغات کو برباد کر رہے ہوں تو حکم ہے کہ مالک کے نہ چاہتے ہوئے بھی انھیں ایسے مقام پر فروخت کیا جائے گا جہاں کوئی کھیت یا باغ نہ ہو، کہ اس کی بربادی کا اندیشہ ہو (ایضاً ۱/ ۲۳۳) اسی اعتبار سے جو گاڑیاں انجن کی خرابی کی وجہ سے بہت زیادہ فضا کو متاثر کرتی ہوں تو اس کے چلانے پر پابندی عائد کرنا درست ہے، اسی طرح بجائے ڈیزل کے اگر گیس کے استعمال کو لازم کر دیا جائے تو شرعاً اس پر عمل واجب ہے، اور دیانۃً تو اپنی حیثیت کے مطابق بہر حال لازم ہے۔

(۶) عام حالات میں دفع مضرت جلب منفعت پر مقدم ہے (ایضاً ۱/ ۲۳۶)، لہذا اگر ارزاں ایندھن کے مقابلے میں گراں ایندھن میں آلودگی سے حفاظت ہے تو صاحب حیثیت شرعاً اس کی ترجیح کا مکلف ہوگا۔

(۷) ضرر کو حتی الامکان دفع کیا جائے گا (ایضاً ۱/ ۲۱۱)، اس میں یہ بھی داخل ہے کہ پلاسٹک کی تھیلیوں اور ماحولیات کو متاثر کرنے والی تمام چیزوں کا استعمال حتی الامکان شرعاً ممنوع ہے۔

(۸) حکام کی طرف سے مفاد عامہ کی خاطر دیا جانے والا حکم واجب الاطاعت ہے۔ الغرض شریعت کے رمز شناس فقہاء کے تخریج کردہ اصول ماحولیاتی تحفظ کے لئے رہنما خطوط ہیں (مستفاد از مقالہ: ماحولیات اور اس کے متعلق اسلامی احکام)۔

موصول شدہ سوالات کے جوابات:

۱۔ چونکہ دفع مضرت جلب منفعت پر مقدم ہے لہذا اصحاب حیثیت کے لئے کم دھویں والے وسائل کا اختیار کرنا پسندیدہ ہے بلکہ از روئے اخلاق

اس کی ترجیح واجب ہے لیکن قدرت کے باوجود اگر استعمال نہ کرے تو اب دیکھا جائے گا کہ اس کا ضرر فاحش یقینی ہے یا مظنون یا موہوم، اگر یقینی ہے تو بالکل جائز نہیں، ضرر مظنون کا بھی یہی حکم ہونا چاہئے، اس لئے کہ شرعاً بہت سے مقامات پر ظن درجۂ یقین لے لیتا ہے، خاص کر دو جگہوں پر: (۱) جو چیز مبنی بر احتیاط ہے (۲) جہاں حقیقت پر اطلاع پانا ممکن نہ ہو، چنانچہ قاعدہ ہے: "أکبر الرأی بمنزلة الیقین فیما یبتنی علی الاحتیاط" (قواعد الفقہ، ص: ۶۱، الاصول والقواعد للفقہ الاسلامی، ص: ۱۲۵) جو چیزیں مبنی بر احتیاط ہیں، اس میں غالب رائے یقین کا درجہ رکھتی ہیں، مثلاً اگر کسی کو نواقض وضو میں سے کسی چیز کے پیش آنے کا اور وضو ٹوٹنے کا گمان ہے تو اس پر وضو کرنا لازم ہے؛ کیونکہ ظن غالب مقام احتیاط میں درجۂ یقین لے کر محقق کے درجے میں ہو جاتا ہے، "لان الغالب کالمتحقق" (الاشباہ ص: ۲۷۲) اسی طرح چونکہ اس ضرر کی حقیقت پر اطلاع ناممکن ہے لہذا ظن غالب بمنزلۂ حقیقت کے ہی ہوگا، چنانچہ قاعدہ ہے: "أکبر الرأی فیما لا یمکن الوقوف علی حقیقته بمنزلة الحقیقة" (الاصول والقواعد للفقہ الاسلامی ص: ۱۲۵) جیسے رات کے وقت بلا اجازت گھر میں داخل ہونے والا جس کی حقیقت معلوم نہیں کہ چور ہے یا چور سے بھاگ کر پناہ لینے والا، تو اب ظاہر حال پر فیصلہ کرتے ہوئے اگر اس پر چوروں کی علامت ہو یا اس کے ساتھ کوئی دوسرا ساتھی ہو جو مال جمع کر رہا ہو تو اس کو قریب آنے سے پہلے قتل کرنا جائز ہے، اور اگر داخل ہونے والے پر کوئی علامت خیر ہو تو بلا اذن دخول کی سزا دی جا سکتی ہے، لیکن قتل کرنا جائز نہیں ہے۔

اور اگر ضرر موہوم ہے تو پھر اس صورت میں اس ایندھن کا استعمال جائز ہوگا، جیسے ماء شمس سے وضو کرنا جائز ہے، اور اگر وہاں دوسرا پانی موجود ہو تو زیادہ سے زیادہ اس کا استعمال مکروہ ہوگا؛ کیوں کہ یہاں ضرر نادر اور سلامتی غالب ہے، اس لئے ضرر موہوم کا اعتبار نہیں

"لاعبرة بالتوہم" (درر الحکام ۱/ ۷۳، قواعد الفقہ، ص: ۱۰۷، بحوالہ الاصول والقواعد للفقہ الاسلامی)۔

"مالا یستلزم الضرر إلا نادرا لایحرم الاقدام علیه لغلبة السلامة بخلاف ما یستلزمه غالبا فإن الإقدام علیه ممتنع لان الشرع أقام الظن مقام العلم فی أکثر الاحکام" (مواہب الجلیل ۱/ ۷۹)۔

ظاہر ہے کہ گیس یا الکٹرک کے سوا ایندھن، جیسے گوبر کے اوپلے، لکڑی وغیرہ کے استعمال میں غالب سلامتی ہی ہے، اس لئے کہ دیہات وغیرہ میں برسوں سے اس کا استعمال ہے، لیکن آج تک اس بنیاد پر کسی کے مرنے یا بیماری کا کوئی واقعہ سامنے نہیں آیا ہے، اس لئے صاحب استطاعت ہونے کے باوجود اس کا استعمال جائز ہوگا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "یأیہا الذین آمنوا أطیعوا الله وأطیعوا الرسول وأولی الأمر منکم" (سورۂ نساء: ۵۸) (اے ایمان والو! اللہ کی، رسول کی، اور اولوالامر کی اطاعت کرو)۔

حدیث پاک میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "عن النواس بن سمعان قال: قال رسول الله ﷺ: لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق" (مشکوۃ: ۳۲۱) "عن أبی ہریرة قال: قال رسول الله ﷺ: السمع والطاعة علی المرء المسلم فیما أحب وکره ما لم یؤمر بمعصیة فإذا أمر بمعصیة فلا سمع ولا طاعة" (مشکوۃ: ص/ ۳۱۹، اسلام اور سیاست/ ۱۷۸)۔

مذکورہ نصوص سے معلوم ہوا کہ حکام کی طرف سے نافذ کردہ قوانین میں اگر اللہ ورسول کی نافرمانی ہے تو ان قوانین کی اتباع جائز نہیں، ورنہ اگر معصیت نہیں ہے تو پھر وہ حکم چاہے مطابق طبع ہو یا نہ ہو اتباع واجب ہے، البتہ اگر اس قانون میں مفسدۂ عام سے احتراز مقصود ہے تو ظاہراً وباطناً ہر طرح انطباع واجب ہے اور مفسدۂ خاص سے احتراز مقصود ہے تو پھر صرف ظاہراً اتباع واجب ہے باطناً نہیں (غیر اسلامی حکومت کے شرعی احکام/ ۴۵، بحوالہ امداد الفتاوی ۳/ ۴۳۶)۔

اس اصول کی رو سے ظاہر ہے کہ اس قانون کا مقصد ضرر عام سے لوگوں کو بچانا ہے لہذا اس پر عمل واجب ہوگا۔

۳۔ مذکورہ اصول کی روشنی میں جہاں سرکار نے ممانعت کی وہاں تو استعمال جائز ہی نہیں، اور جہاں ممانعت نہیں کی وہاں بھی کم دھویں والے ایندھن کا استعمال اسلام کی نظر میں ضرر عام سے بچانے کے لئے مستحسن ہے۔

۴۔ ظاہر ہے کہ اس سے ماحول کو آلودگی سے بچایا جا سکتا ہے جو اسلام کے مقاصد میں سے ایک مقصد ہے لہذا صاحب استطاعت افراد کے لئے نیز مساجد ومدارس میں بھی استعمال بوجہ حفاظت ماحول اسلامی نقطۂ نظر سے مطلوب وپسندیدہ ہے۔

۵۔ اس حکم کا مقصد مصلحت عامہ کا لحاظ ہے لہذا اس کی اتباع واجب ہے اور اس کی مخالفت جائز نہیں، جیسے کوئی اپنے ہی مکان میں مستقل روٹی پکانے کا تنور یا پسائی کی چکی یا دھوبی کے لئے گھاٹ بنائے تو پڑوسیوں کیلئے ضرر فاحش ہے جس سے بچنا ممکن نہیں، لہذا اس کا یہ عمل جائز نہیں۔

''أراد أن يبني في داره تنور الخبز الدائم كما يكون في الدكاكين أو رحى للطحن أو مدقاة للقصارين لم يجز لأن ذلك يضر بجيرانه ضررا فاحشا لايمكن التحرز عنه'' (ہندیہ۳/ ۴۴۵)۔

''فلو حفر بملكه بالوعة أفسدت ماء بئر جاره أوبئرا نقصت ماء ها لم يضمن ما لم يخالف العادة في توسعة البئر أوتقريبها من الجدار فيضمن في هذه كلها'' (حواشي الشرواني على تحفة المحتاج۶/ ۲۱۰، على ہامشہ)۔

لہذا کارخانوں کے باب میں سرکار کا یہ قانون مفاد عامہ کی بنیاد پر واجب العمل ہوگا۔

۶۔ اسلام میں ایذا رسانی کو سخت حرام قرار دیا گیا، اور اس کے لئے مختلف احکامات اسلام نے دیئے، چنانچہ حدیث پاک میں ہے:

''والله لايؤمن والله لايؤمن والله لايؤمن قيل: ومن يارسول الله؟ قال: الذي لايأمن جاره بوائقه'' (بخاری۲/ ۸۸۹)

''من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلايؤذ جاره ومن كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليقل خيرا أوليصمت'' (ایضًا)

مذکورہ حدیث میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑوسی کی تکلیف کو عدم ایمان کی اور پڑوسی کے اکرام کو ایمان باللہ کی علامت قرار دیا۔

بلکہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظلم کی شناعت بیان کرتے ہوئے اس کو قیامت کے دن کی تاریکی بتایا، حتی کہ اتنی شدت بیان فرمائی کہ سینگ والی بکری بھی اگر بے سینگ کی بکری کو مارے گی تو غیر مکلف ہونے کے باوجود بھی اس کا قصاص اور بدلہ دلایا جائے گا

''الظلم ظلمات يوم القيامة لتؤدن الحقوق إلى أهلها يوم القيمة حتى يقاد للشاة الجلحاء من الشاة القرناء'' (مشکوۃ:ص۴۳۵)

بلکہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤمن کو مألف (محبت والفت کی جگہ) قرار دیا، چنانچہ حدیث پاک میں ہے: ''المؤمن مألف ولاخير فيمن لايألف ولايؤلف'' (مشکوۃ: ص/ ۴۲۵) (اس میں کوئی خیر وبھلائی نہیں جو نہ الفت رکھے نہ اسے الفت رکھی جائے)۔

بلکہ کسی کو خوش کرنا حقیقت میں اللہ اور اس کے رسول کو خوش کرنے کا سبب ہے۔

''من قضى لأحد من أمتي حاجة يريد أن يسره بها فقد سرني ومن سرني فقد سر الله ومن سر الله أدخله الله الجنة'' (ایضًا)

ایک روایت میں اللہ کے بندوں کے ساتھ حسن سلوک کو اللہ کے سب سے محبوب ہونے کا سبب بتایا ہے:

''الخلق عيال الله فأحب الخلق إلى الله من أحسن إلى عياله'' (ایضًا)۔

قطع کلام جو ایذا رسانی کا سبب ہے، اس سے آپ نے منع فرمایا:

''لايحل لرجل أن يهجر أخاه فوق ثلاث ليال الحديث'' (مشکوۃ: ص/ ۴۲۷)۔

''عن أبي صبرمة أن النبي ﷺ قال: من ضار ضار الله به ومن شاق شاق الله عليه'' (مشکوۃ: ص/ ۴۲۸)

(یعنی دوسروں کو ضرر پہنچانا یا ایذا رسانی کا سبب بننا نتیجۃً خود اپنے آپ کو اللہ کی طرف سے تکلیف میں ڈالنا ہے)۔

ایک روایت میں مؤمن کی ایذا رسانی اور دھوکا دہی کو لعنت کا سبب ٹھہرایا: ''ملعون من ضار مؤمنا أو مكر به'' (ایضًا)۔

''إماطة الأذى عن الطريق صدقة'' (یعنی تکلیف دہ چیز کو راستے سے ہٹانا یہ بھی صدقہ ہے)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت معاذ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیج رہے تھے تو آخری وصیت کرتے ہوئے فرمایا: اے معاذ! لوگوں کے لئے اپنے اخلاق کو بالکل نرم کردے،'' عن معاذ قال: كان آخر ما وصاني به رسول الله ﷺ حين وضعت رجلي في الغرز أن قال: يا معاذ أحسن خلقك للناس'' (مشکوۃ: ص۴۳۲)۔

الغرض دوسروں کی ایذا رسانی کے جتنے راستے ہیں اسلام نے مختلف احکامات کے ذریعے مسدود کردیئے، اسلئے مذبوح جانور کے زائد اور غیر ضروری

اجزاء ایسی جگہ ڈالنا جو تعفن اور ماحول کی آلودگی کا سبب بنے، یہ حرام ہے، البتہ چونکہ جانوروں کے زائد اجزاء اکرام کے باب میں انسان کے اجزاء کی طرح نہیں اس لئے صراحتاً تو اس کا حکم کہیں مذکور نہیں لیکن دیگر نصوص میں جو کہ آلودگی سے منع کرتی ہیں، اس سے یہ حکم نکالا جاسکتا ہے کہ یا تو ایسے اجزاء دفن کردیے جائیں یا پھر آبادی سے دور پھینک دیے جائیں کہ آبادی میں تعفن کا سبب نہ بنیں، اسی طرح حکومت کو بھی چاہئے کہ اس کا خاطر خواہ انتظام کرے۔

۷۔ ظاہر ہے کہ پیکنگ کے لئے پلاسٹک ہی ایک چیز نہیں ہے بلکہ اس کا متبادل کاغذ یا اور بہت سی چیزیں ہیں خاص کر جب کہ کاغذ بھی ایسے دستیاب ہیں جس سے پیکنگ کے ساتھ نمائش کی غرض بھی پوری ہوتی ہے، تو پھر اس کے استعمال سے بچنا دیانتاً ضروری ہے، تا کہ ماحول کو آلودگی سے بچایا جاسکے۔

۸۔ اللہ تعالیٰ قرآن مقدس میں فرماتے ہیں: " ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة" (بقرہ: ۱۹۵) (تم اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو)، جتنی چیزیں تمباکو میں ملی ہوئی ہوتی ہیں تقریباً اکثر مضر صحت اور ان میں سے بعض جان لیوا ہوتی ہیں، لیکن بعض پر تو خود کمپنی یا سرکار بھی تنبیہ کرتی ہے کہ یہ جان لیوا ہے، لہذا اس کو کھانا حقیقت میں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے جس کی قرآن مقدس میں صراحتاً نفی فرمائی گئی ہے، نیز سرکار کا بعض مخصوص مواقع مثلاً پبلک مقامات پر قانوناً منع کرنا یہ مصلحت عامہ کی بنیاد پر ہے، لہذا اس قانون کی اتباع واجب ہے۔

علامہ ابن عثیمین اپنے رسالہ اسئلۂ مہمہ/ص: ۱۶ پر سگریٹ نوشی کا حکم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

'' شرب الدخان محرم وكذلك بيعه وشراءه وتأجير المحلات لمن يبيعه لأن ذلك من التعاون على الاثم والعدوان '' (بیڑی اور سگریٹ نوشی کی قباحت/ص ۷۳، اسئلہ فہمہ/ص ۱۶)۔

سگریٹ پینا، اس کا خریدنا اور بیچنا بلکہ سگریٹ فروش کو دکان اجرت پر دین بھی حرام ہے اس لئے کہ گناہ پر مدد ہے۔

عرب کے ایک دوسرے محقق عالم نقی عبد الرحمن بن آل عمر سگریٹ کی حرمت بیان کرتے ہوئے اپنے رسالہ '' الذكرى نصائح عامة'' کے ص: ۲۹ پر فرماتے ہیں: '' شرب الدخان الذى تفشي بين الناس فلم يسلم منه إلا قليل ، ذكر المحققون من أهل العلم أنه محرم من أربعة أوجه '' (بیڑی اور سگریٹ نوشی کی قباحت/ص ۳۸)۔

علماء عرب اس کی حرمت کے اور علماء ہند اس کی کراہت کے قائل ہیں، پھر کراہت سے کراہت تحریمی مراد ہے، چنانچہ مفتی کفایت اللہ صاحب (کفایۃ المفتی ۹/ ۱۳۶) پر تحریر فرماتے ہیں: '' نعم يكره شرب الدخان للرائحة الكريهة ''۔

مفتی عبد الوحید نے اپنی کتاب حرمت سگریٹ میں سگریٹ نوشی کے تقریباً ۱۷/ نقصانات شمار کروانے کے بعد ڈاکٹر کنعان الجابی جو کلیہ طب کے پروفسر ہیں، ان کے الفاظ نقل کئے ہیں: ۲۵/ سال سے کینسر کا علاج کر رہا ہوں جو مریض بھی میرے پاس گلے کے کینسر کا آیا وہ سگریٹ نوش ہی آیا، ایک دوسرے پروفیسر نے کہا: 90% کینسر کے مریض سگریٹ نوش ہوتے ہیں (حرمت سگریٹ/ص ۱۴)۔

علامہ شامی '' العقود الدرية في تنقيح الفتاوى الحامدية ''میں لکھتے ہیں: '' الأصل في المضار التحريم والمنع '' ضرر رساں چیزوں میں حرمت وممانعت ہی اصل ہے (ایضا/ص ۱۱)۔

مذکورہ تفصیل کو دیکھتے ہوئے اس کی حرمت کا قول کیا جائے یا کم از کم مکروہ تحریمی قرار دیا جائے تو بہتر ہے۔

۹۔ ماقبل میں کچھ احادیث مبارکہ بیان کی گئی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عام مقامات پر پیشاب پاخانہ ایذا رسانی کی وجہ سے لعنت کا سبب ہے، نیز آپ کا عمل احادیث مبارکہ میں یہ بتایا گیا: ''إذا ذهب المذهب أبعد'' (ابوداؤد) بشری تقاضے سے فراغت کے لئے دور جاتے تھے، حتی کہ لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہوجاتے: '' كان إذا أراد البراز انطلق حتى لايراه أحد '' (ایضًا)۔

ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جب کوئی پیشاب کا ارادہ کرے تو مناسب جگہ کو تلاش کرے پھر آپ کا عمل راوی ابوموسیٰ بیان فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نرم جگہ تلاش کرتے تھے جو پیشاب کو جذب کرلے،'' كتب إليه أبو موسى: اني كنت مع رسول الله ﷺ ذات يوم فأراد أن يبول فأتى دمثا في أصل جدار فبال ثم قال: إذا أراد أحدكم أن يبول فليرتد لبوله '' (ایضًا)۔

لہذا بول و براز اور دیگر فضلات کو ایسی جگہ ڈالنا جو ماحول کی آلودگی کا سبب بنے جائز نہیں، بلکہ ایسی جگہ ڈالے جو خاص اسی لئے متعین کی گئی ہو۔

۱۰۔ ماقبل میں تھوک سے متعلق چند احادیث ذکر کی گئیں:

"عن طارق بن عبد الله المحاربي قال: قال لی رسول الله ﷺ: إذا أردت أن تبزق فلا تبزق عن يمينك ولكن عن يسارك إن كان فارغا فان لم يكن فارغا فتحت قدمك" (مجمع الزوائد ۸/ ۱۱۴)

اس حدیث پاک میں داہنی طرف تھوکنے سے منع کیا گیا ہے۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ چونکہ داہنی طرف فرشتے ہوتے ہیں جن کو تکلیف ہوتی ہے، اسی طرح قبلہ رو تھوکنے سے بھی منع کیا گیا ہے، آپ اپنے تھوک مبارک کو ضرورت کے موقع پر اپنے کپڑے میں لے کر رگڑ دیتے تھے، حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: "كأني أنظر إلى رسول الله ﷺ يرد ثوبه بعضه على بعض" (مسلم ۱/ ۲۰۷) ظاہر ہے مسجد میں تھوکنے کی ممانعت ایذاء مسلم سے بچنے کے لئے ہے، اور یہ چیز عام پبلک مقام پر تھوکنے میں بھی ہے، اسلئے اگر اس پر قانونا منع کیا جاتا ہے تو چونکہ اس کا تعلق مفاد عامہ سے ہے، لہذا اس کی رعایت شرعا بھی ضروری ہے۔

۱۱۔ آلات جدیدہ کے بارے میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نے تین درجے بیان فرمائے ہیں: (۱) جو آلات صرف غیر مشروع کاموں ہی کے لئے مستعمل ہوں ان کی ایجاد، خرید وفروخت اور استعمال سب کچھ ناجائز ہے۔ (۲) جو آلات جائز اور ناجائز دونوں کاموں میں استعمال ہوتے ہیں ان کی ایجاد، صنعت وتجارت جائز کاموں کی نیت سے جائز اور جائز کاموں میں استعمال بھی جائز، اور حرام ومعصیت کی نیت سے بنایا جائے تو اس کی ایجاد واستعمال دونوں ناجائز ہیں۔ (۳) وہ آلات جو اگرچہ جائز کاموں میں بھی اشتعمال ہوسکتے ہیں لیکن عادتا اس کو لہو ولعب اور ناجائز کاموں ہی میں استعمال کیا جاتا ہے، جیسے گراموفون وغیرہ، تو ناجائز کاموں میں استعمال ناجائز ہے ہی جائز کاموں میں بھی اس کا استعمال کراہت سے خالی نہیں، جیسے گراموفون میں قرآن کا ریکارڈ سننا بھی مکروہ ہے؛ کیونکہ یہ کام اگرچہ اپنی ذات میں جائز ہے، بلکہ موجب ثواب ہے، لیکن جس آلہ کو عادتا لہو ولعب اور طرب کے کاموں میں استعمال کیا جاتا ہے، اس میں قرآن کو سننا قرآن کو لہو ولعب کی صورت دینا ہے جو ایک قسم کی بے ادبی ہے (آلات جدیدہ/ ص ۱۵-۱۶)۔

سوال میں مذکور اشیاء میں سے ٹی وی قسم اول میں داخل ہے، لہذا اس کا استعمال کسی بھی صورت میں جائز نہیں، موبائل وغیرہ قسم دوم میں داخل ہیں، لہذا اس کے استعمال کے حکم کا مدار نیت پر ہوگا۔

اس کے سوا تمام چیزیں حاجت اصلیہ میں داخل ہیں، جیسا کہ علامہ شامی نے لکھا ہے:

"فسره ابن مالك بما يدفع عنه الهلاك تحقيقا كثيابه أوتقديرا كدينه ... كلام الهداية مشعر بأن المراد نفس الحوائج فإنه قال: ليس فى دور السكنى وثياب البدن وأثاث المنزل" (ردالمحتار ۲/ ۶)۔

سوال میں مذکور مابقیہ چیزیں یہ انسانی ضرورت ہیں، خواہ وہ ضرورت آسائش کی قبیل سے ہی کیوں نہ ہو، اسلئے ان کا برتنا تو جائز ہے، جیسا کہ حدیث پاک میں ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: "إن الله جميل يحب الجمال" یہ بھی ایک طرح کا جمال ہے، اسلئے استعمال تو جائز البتہ اگر اس میں حد تجاوز ہی ہو تو اسراف کی بنیاد پر ناجائز، اور اگر تفاخر نیز دوسروں کی تحقیر بھی ہو تو حرام ہے۔

حاصل یہ کہ ان مشینوں کو برتنا جائز مقاصد کے لئے جائز ہے، البتہ اسراف کی ممانعت ہے، ساتھ ہی اسکی کثرت اور استعمال کی کثرت ماحول کو آلودہ کرتی ہو تو بقدر ضرورت پر کفایت اور زائد سے رکنے کی تلقین کی جائے۔

۱۲۔ (الف) ماقبل میں احادیث گذر چکی ہیں کہ بلا وجہ درخت کو کاٹنا موجب نار ہے، اس لئے اگر ضرورت نہ ہو تو صرف پیسہ بڑھانے کے لئے نہ کاٹا جائے، البتہ چونکہ انسانی آبادی دن بدن زیادہ ہو رہی ہے تو انسان کو بسانا یہ بھی ایک ضرورت ہے، لہذا اگر اس ضرورت کی خاطر کاٹا جائے تو حرج نہیں، جیسا کہ مدینۃ المنورۃ میں مسجد کی تعمیر کے خاطر درختوں کا کاٹنا ثابت ہے، چنانچہ بخاری شریف میں ہے: "وبالنخل فقطع" (بخاری: ۲/ ۳۹۳۲ محمد عربی کا انسائیکلو پیڈیا/ ص ۱۵۱)۔

(ب) جہاں اسلام میں درختوں کو کاٹنے کی ممانعت ہے، وہیں آباد کرنے کے بڑے فضائل بھی ہیں، چنانچہ حدیث پاک ہے:

(۱) "إذا سمع أحدكم بالدجال وفي يده فسيلة فليغرسها فان للناس عيشا بعد" (مجمع الزوائد ۴/ ۶۳)

(جب تم دجال کی آمد سنو اور تمہارے ہاتھ میں کھجور کی ٹہنی ہو تو اسکو گاڑ دو، یہ لوگوں کے لئے عیش کا سبب ہے)۔

(۲) فرمایا: ''من زرع زرعا فأكل منه الطير أو العافية كان له صدقة'' (ایضًا)

بعض روایات میں اسکو صدقہ جاریہ قرار دیا (شعب الایمان ۳/ ۲۴۸)۔

بلکہ افتادہ زمین کسی کی ملک نہیں ہے تو اسلام نے اس کے آباد کرنے والے کو حقدار ٹھہرایا۔

(۳) ''من أعمر أرضا ليست لأحد فهو أحق'' (بخاری: ۲۳۳۵)۔

بلکہ اگر مالک ہے اور کھیتی نہیں کرتا تو اسلام نے اس کو کھیتی کرنے یا مزارعت پر دوسروں کو دینے کی تلقین فرمائی ہے۔

(۴) ''من كانت له أرض فليزرعها أو ليمنحها أخاه'' (بخاری ۱/ ۳۱۵)۔

چنانچہ انھیں نصوص کی بنیاد پر حضرت عمرؓ نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ اگر کوئی کسی زمین پر قبضہ کرنے کے بعد تین سال تک اس پر کھیتی نہیں کرے گا تو اس سے زمین واپس لے لی جائے گی۔

ان نصوص سے معلوم ہوا کہ اسلام میں شجر کاری کی بہت فضیلت آئی ہے، لہذا جہاں کہیں افتادہ زمین ہو اور آبادی کی ضرورت نہ ہو تو اس کو کھیتی وغیرہ کے ذریعہ آباد کرنا یہ منشاء اسلام کے عین مطابق ہے۔

صوتی آلودگی:

۱۔ اگر یہ مشینیں آبادی میں ہوں تو اس کی آواز سے لوگوں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے، نیز یہ ماحول کی آلودگی کا بھی سبب ہے، فقہاء نے اسی لئے کپڑا فروشوں کے بازار میں لوہار کو بھٹی لگانے سے اور کسی کو اپنے گھر میں مستقل تنور بنانے یا گیہوں پیسائی کی مشین لگانے سے یا دھوبی کے لئے دھوبی گھاٹ بنانے سے منع فرمایا ہے، اسلئے کہ اسکی وجہ سے محلہ والوں کو تکلیف ہوتی ہے۔

''و منه حداد بين البزازين فخرج نحو معمل النشادر فيضمن فاعله بين الأبنية ماتولد منه ومثله معمل البارود'' (تحفۃ المحتاج ۶/ ۲۱۰)۔ .... ''ولو أراد بناء تنور في داره للخبز الدائم كما يكون في الدكاكين أو رحى للطحن أو مدقات للقصارين لم يجز لأن ذلك يضر بالجيران ضررا ظاهرا فاحشا لايمكن التحرز عنه'' (زیلعی ۴/ ۱۹۶)۔

ظاہر ہے کہ جب تنور اور چکی جیسی معمولی چیز سے پہنچنے والی تکلیف کو شریعت نے گوارا نہیں کیا تو کارخانہ کی مشینوں سے پہنچنے والا ضرر تو بہت زیادہ ہے ، اسکو کسی بھی حال میں برداشت نہیں کیا جاسکتا۔

چونکہ سرکار کا یہ قانون مفاد عامہ سے تعلق رکھتا ہے، لہذا اس پر عمل ظاہرًا و باطنًا واجب ہوگا۔

۲۔ ضرورت سے زیادہ زور سے ہارن یہ صوتی آلودگی کا سبب ہونے کی بنا پر ضرر عام ہے، لہذا یہ شرعًا ناجائز ہے، ساتھ ہی اس میں کسی انسان کو دہشت میں ڈالنا ہے، اور کسی مسلمان کو دہشت زدہ کرنے سے حدیث میں منع فرمایا گیا ہے:

''عن أبي ليلى قال: حدثنا أصحاب النبي ﷺ أنهم كانوا يسيرون مع النبي ﷺ فنام رجل منهم فانطلق بعضهم إلى حبل معه فأخذه ففزع فقال النبي ﷺ: لايحل لمسلم أن يروع مسلما'' (ابوداؤد: ۶۸۳)

بلکہ مزاحًا بھی اس طرح کرنا جائز نہیں، چنانچہ محشیؒ لکھتے ہیں: ''فلا يحل لمسلم أن يفزع مسلما ولو هازلا'' (ایضًا)،

لہذا ضرورت سے زیادہ ہارن صوتی آلودگی اور انسانی دہشت کا سبب ہے، اس لئے جائز نہیں۔

۳۔ یہ بھی مذکورہ دونوں وجوہ (صوتی آلودگی جو ضرر عام کو مستلزم ہے، اور دہشت) کی بنا پر جائز نہیں۔

۴۔ یہ صورت حال فی نفسہ بھی منکر ہے، خاص کر جب کہ اس میں قانون کی بھی مخالفت ہو، لہذا یہ کسی بھی صورت میں جائز نہیں۔

نتائج بحث:

(۱) ضرر متیقن وضرر مظنون کی صورت میں استعمال جائز نہیں اور ضرر موہوم کی صورت میں جائز ہے، یہاں ضرر موہوم ہے اسلئے کم دھویں والے ایندھن پر قدرت کے باوجود اس کا استعمال جائز ہے، اگر دوسرا ایندھن ہے تو زیادہ سے زیادہ کراہت ہے۔

(۲) چونکہ اس کا مقصد ضرر عام سے بچانا ہے لہذا اس پر عمل واجب ہوگا۔

(۳) جن گاڑیوں کے لئے منع کیا گیا ان کے لئے استعمال بالکل جائز نہیں، یہ حکم ظاہراً ہے، اور صاحب استطاعت کے لئے کم دھویں والی چیز استعمال کرنا عندالشرع مطلوب ہے، تاکہ ماحول میں آلودگی نہ ہو۔

(۴) یہ بھی حفاظت ماحول کا سبب ہونے کی وجہ سے عندالشرع مطلوب ہے۔

(۵) ان قوانین کا مقصد عام ضرر کو روکنا ہے، لہذا اس پر عمل واجب اور اس کے خلاف کرنا جائز نہیں ہے۔

(۶) یا تو دفن کردیا جائے یا پھر آبادی سے دور ڈال دیا جائے، ارباب حل وعقد کو بھی چاہئے کہ اس پر خاطر خواہ توجہ دیں، اور اس کا کوئی مناسب انتظام کریں۔

(۷) دیانۃً اس کا ترک لازم ہے، خاص کر جب کہ کاغذ سے بھی یہ مقصد حاصل ہوجاتا ہو۔

(۸) مضر صحت ہونے پر چونکہ سب کا اتفاق ہے، اسی لئے بہت سارے علماء نے اس کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے، یہی صورت راجح معلوم ہوتی ہے۔

(۹) آپ ﷺ کا عمل اور قول دونوں کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ حتی المقدور آبادی سے دور ہی یہ امور انجام دیئے جائیں، اس کے لئے ارباب حکومت کو بھی خوب توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

(۱۰) اس میں ضرر عام سے حفاظت ہے، اس لئے اس قانون پر عمل قضاءً ودیانۃً واجب ہے۔

(۱۱) ٹی وی کا استعمال بالکل جائز نہیں اور موبائل کے استعمال کا جواز وعدم جواز نیت پر موقوف ہے، بقیہ چیزیں دائرۂ ضرورت میں داخل ہونے کی وجہ سے ان کا ستعمال تو جائز ہے، البتہ اسراف مذموم ہے، اگر تفاخر اور تحقیر غیر مقصود ہے تو حرام ہے۔

(۱۲) (الف) بلاضرورت کاٹنا ممنوع ہے، محض پیسہ بڑھانا یہ کوئی ضرورت نہیں، ہاں ضرورۃً کاٹنے میں حرج نہیں، کہ مسجد نبوی ﷺ کے لئے درختوں کو کاٹنا ثابت ہے۔

(ب) نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کا منشا یہ ہے کہ کوئی زمین افتادہ نہ رہے، اسی لئے اسکی تلقین کی گئی اور اس پر فضائل بھی بیان فرمائے گئے۔

صوتی آلودگی:

(۱) چونکہ اس قانون میں ضرر عام سے حفاظت مقصود ہے، لہذا ظاہراً وباطناً دونوں طرح اس ہدایت پر عمل واجب ہوگا۔

(۲) اس میں صوتی آلودگی کے ساتھ غیر کو ایذا پہنچانا بھی ہے، اس لئے اس سے پرہیز لازم ہے۔

(۳) مذکورہ دونوں علتوں کی بنیاد پر یہ بھی جائز نہیں۔

(۴) یہ امر ضرر عام کا موجب ہونے اور سرکار کے ایک جائز قانون کے خلاف ہونے کی وجہ سے جائز نہیں۔

☆☆☆

ماحولیات کا تحفظ اور اسلامی نقطہ نظر

مفتی محمد نصر اللہ ندوی[1]

اسلام ایک مکمل نظام زندگی اور کامل دستور حیات ہے، اس کے احکام وہدایات بالکل واضح اور مستحکم ہیں، اس کے ضوابط اعتدال اور توازن کا حسین آئینہ ہیں، وہ آخرت کو مقصد حیات بتاتا ہے اور ساتھ ہی دنیا میں عمل پیہم اور جہد مسلسل پر ابھارتا ہے، اس لئے کہ آخرت کا راستہ دنیا ہی سے گذرتا ہے جو انسان کیلئے جائے امتحان اور مقام آزمائش ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

"وابتغ فیما آتاك الله الدار الآخرة ولا تنس نصیبك من الدنیا" (القصص: ۷۷)۔

دوسری جگہ فرمایا گیا: "الذی خلق الموت والحیاة لیبلو کم أیکم أحسن عملا" (الملك: ۲)۔

دنیا چونکہ آخرت کیلئے گذرگاہ ہے، اس لئے اللہ تعالی نے دنیا کیلئے ایسے اصول وضع کئے جو انسانی زندگی کے تحفظ کے ضامن ہوں، یہ اصول انسانی حرکات وسکنات کو حد اعتدال میں رکھتے ہیں اور اسکی شخصیت کو توازن کے سانچے میں ڈھالتے ہیں، اسلام کی یہ زریں ہدایات زندگی کے تمام شعبوں اور مختلف پہلوؤں کو محیط ہیں، یہ اسلام کی کاملیت اور جامعیت کا واضح ثبوت ہیں۔

اسلام کی پوری تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ عبد اور معبود کے تعلقات کو مستحکم کیا جائے نیز انسانوں کے آپسی روابط کو منظم کیا جائے، تاکہ کائنات کی فضا خوشگوار رہے جو اللہ کی تخلیقی صلاحیت کا بہترین مظہر ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''اتق الله حیثما کنت وأتبع السیئة الحسنة وخالق الناس بخلق حسن'' (ترمذی ۳/ ۲۳۵)۔

کائنات کے بارے میں اسلام کا نظریہ:

انسان کو اللہ نے اس کائنات کا خلیفہ بنایا ہے، لہذا وہ اس بات کا مکلف ہے کہ کائنات کے حسن میں اضافہ کرے اور اپنی ضروریات کی تکمیل کے لئے اس کو مسخر کرے۔ ارشاد ربانی ہے:

"وإذ قال ربك للملائكة إني جاعل في الأرض خليفة" (البقرة: ۳۰)۔

اس کا لازمی تقاضہ ہے کہ کائنات کے اندر موجود ذخائر اور ماحول کو پاکیزہ رکھنے والے وسائل کا تحفظ کیا جائے؛ چنانچہ اسلام نے ماحول کے تحفظ پر بھرپور زور دیا اور اس کے لئے ایسے اصول وضع کئے جو کائنات کے توازن اور استحکام کو برقرار رکھنے میں ممد ومعاون ہوں، اسلام کی نظر میں کائنات کے تحفظ کی ذمہ داری تمام افراد کی ہے، یہ ایک امانت ہے جس کا طوق پوری امت کی گردن میں ڈالا گیا ہے، اور جس کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوتاہی یا تساہلی کی گنجائش نہیں ہے، ارشاد ربانی ہے: "إنا عرضنا الأمانة على السماوات والأرض والجبال فأبين أن يحملنها وأشفقن منها وحملها الإنسان إنه كان ظلوما جهولا" (الاحزاب: ۷۲)۔

۱۔ کائنات کی تمام مخلوقات خواہ وہ جاندار ہوں یا غیر جاندار، انسانیت کی خدمت اور نفع رسانی کیلئے پیدا کی گئی ہیں، زمین کے تمام ذخائر انسان کو فائدہ پہنچانے کیلئے وجود میں لائے گئے ہیں۔ "ألم تروا أن الله سخر لكم ما في السماوات وما في الأرض وأسبغ عليكم نعمه ظاهرة وباطنة" (لقمان: ۲۰)۔

---

[1] استاذ، دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ (یوپی)۔

لہذا انسان کی ذمہ داری ہے کہ وہ ماحول کو صاف ستھرا رکھے اور کائنات کے اندر موجود تمام حیوانات، نباتات، غذائیات اور آبی ذخائر پر بھرپور توجہ دے، ارشاد ربانی ہے: "ولا تفسدوا في الأرض بعد اصلاحها"۔

فساد پھیلانے میں زمین کے بنیادی عناصر، پانی، ہوا اور غذا کو خراب کرنا نیز مصنوعی، کیمیاوی اور ایٹمی آلودگی کے ذریعہ اسے پراگندہ کرنا بھی شامل ہے، لہذا اگر کوئی شخص پکوان میں ایندھن کے طور پر لکڑی، کوئلہ یا گوبر کا استعمال کرتا ہے؛ حالانکہ وہ گیس کے استعمال پر قادر ہے، تو وہ کائنات کے ماحول کو فاسد کرتا ہے نیز کثافت وآلودگی کے ذریعہ فضا کو مکدر کرتا ہے جس کے خطرناک اثرات صحت انسانی پر مرتب ہوتے ہیں، اس لئے مذکورہ چیزوں کا استعمال اس کیلئے مکروہ ہوگا۔

حدیث شریف میں ہے: ''إن الله طيب يحب الطيب ،نظيف يحب النظافة ،كريم يحب الكرم ،جواد يحب الجود، فنظفوا أفنائكم و ساحاتكم ،ولا تشبهوا باليهود تجمع الأكناف في دورها'' (مسند أبي يعلى ۲/ ۱۲۲)۔

جدید سائنسی تحقیق کے مطابق فضائی آلودگی کے اضافہ میں جلنے والی لکڑی کا اہم رول ہے، اس کے مضر اثرات پورے ماحول کو متاثر کرتے ہیں، اس کے نقصانات ایک عالم کو تباہ کردیتے ہیں، ایک مسلمان کو کیسے زیب دے گا کہ وہ اپنے ہی ہاتھوں اپنے رب کی بنائی ہوئی کائنات کو آلودہ کرے اور اس کے بندوں نیز اس کی تمام جاندار مخلوقات کو پریشانیوں سے دوچار کرے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پوری دنیا کیلئے رحمت بنا کر بھیجے گئے، آپ نے اپنے پیروکاروں کو پودا لگانے پر ابھارا اور فرمایا کہ ایک مسلمان اگر کوئی پودا لگاتا ہے اور اس سے کوئی پرندہ یا انسان یا چوپایہ کھاتا ہے تو یہ اس کے لئے صدقہ جاریہ ہے، بخاری کی روایت ہے:

''ما من مسلم يغرس غرسا أو يزرع زرعا فيأكل منه طير أو انسان أو بهيمة إلا كان له به صدقة'' (باب فضل الزرع والغرس ۲ / ۸۱۷)

لیکن اگر کوئی مسلمان اپنے عمل سے پورے ماحول کو متاثر کرے اور پوری انسانیت کو ضرر ونقصان سے دوچار کرے تو وہ کیوں کر نبی کا سچا غلام ہوسکتا ہے اور وہ کیسے حضور سے اپنی نسبت جوڑ سکتا ہے؟ فقہی لحاظ سے قطع نظر یہ عمل انسانی اور اخلاقی نقطہ نظر سے بھی قابل شناعت اور لائق مذمت ہے جس کی توقع ایک مسلمان سے نہیں کی جاسکتی۔

۲۔ گاڑی انسان کی اہم ضرورت ہے، اس سے بہت سی ضروریات پوری ہوتی ہیں، وقت کی بچت ہوتی ہے، نقل وحمل میں کافی آسانی ہوتی ہے، غرضیکہ ضروریات کی تکمیل میں گاڑیوں کا رول اہم ہوتا ہے، لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ عصر حاضر میں آسائش زندگی کی فراوانی کی وجہ سے گاڑیوں کی اس قدر کثرت ہوگئی ہے کہ سڑکوں اور راستوں پر چلنا دشوار ہوگیا ہے ان گاڑیوں سے نکلنے والا دھواں صحت انسانی کیلئے سخت مضر ہے، اس سے ماحول کی آلودگی میں اضافہ ہوتا ہے، جانداروں اور پیڑ پودوں پر بھی اسکے مضر اثرات مرتب ہوتے ہیں، ہندوستان کا حال اس سلسلہ میں بہت برا ہے، ایک بین الاقوامی جائزے کے مطابق تمام دنیا کے پولوشن انڈیکس یعنی کثافت پر نوئیڈا نمبر ایک پر ہے، اس کا انڈیکس ۵۵۔۹۵ فیصد ہے، دہلی کا ۱۶۔۹۶ فیصد ہے اور وہ چھٹے نمبر پر ہے، چونکہ نوئیڈا دہلی کے این سی آر کا حصہ ہے، اس لئے تمام دنیا میں یہ بات مشہور ہے کہ دہلی اس وقت دنیا کا سب سے کثیف شہر ہے (ماحول، ایک تعارف، از: ڈاکٹر محمد اسلم پرویز)۔

یہ صورتحال انتہائی تشویشناک ہے، اس پر ملک کے تمام باشندوں کو سر جوڑ کر بیٹھنا چاہئے اور اس پر قابو پانے کی تدابیر اختیار کرنی چاہئے، لیکن چونکہ عوام کے مفاد اور مصالح کے تحفظ کی اولین ذمہ داری حکومت کی ہوتی ہے، اس لئے حکومت اگر اس سلسلہ میں کوئی قانون بناتی ہے تو عوام پر اس کی پابندی کرنا شرعاً واجب ہوگا۔ اللہ تعالی فرماتا ہے: "ولا تبغ الفساد في الأرض إن الله لا يحب المفسدين" (القصص: ۷۷)، اس میں شک نہیں کہ کائنات کے ماحول کو فاسد کرنا، پانی اور ہوا کو آلودہ کرنا، نباتات کی زندگی کو ختم کرنا اور سب سے بڑھ کر انسانی زندگی کو شدید نقصان سے دوچار کرنا، فساد کی بدترین قسم ہے، جس کی گنجائش اسلام میں نہیں ہوسکتی ہے۔

''عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ ﷺ:اتقوا الملاعن الثلاث؛البراز فی المورد و قارعة الطریق و الظل'' (سنن أبی داود ا/ ۵۴)۔

اس حدیث میں پانی پینے کی جگہوں، شاہراہ عام اور گذرگاہوں پر قضائے حاجت کرنے کو لعنت قرار دیا گیا ہے، اس لئے کہ اس سے پانی ناپاک ہو سکتا ہے، راہ چلنے والوں کو اذیت ہوتی ہے، اور کسی کو اذیت دینا جائز نہیں ہے تو پھر گاڑیوں کے ایندھن کے ذریعہ پورے ماحول کو فاسد کرنے کی اجازت کیسے ہوسکتی ہے؟

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''اتقوا اللاعنین، قیل: وما اللاعنان؟قال: الذی یتخلی فی طریق الناس أو ظلھم'' (مسلم ۳/ ۱۶۵)۔

مذکورہ بالا نصوص کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ماحول کو پاک وصاف رکھنا ہر انسان کے اوپر بقدر استطاعت ضروری ہے؛ لہذا اگر حکومت کی طرف سے کسی ایسے ایندھن کے استعمال کی ممانعت کردی جائے جس سے زیادہ دھواں نکلتا ہے یا کسی خاص گاڑی کیلئے گیس کے استعمال کو لازم کردیا جائے تو عوام کیلئے اس قانون پر عمل کرنا شرعاً واجب ہوگا۔ اور اگر حکومت کی طرف سے کوئی ایسی ہدایت نہ ہو تب بھی لوگوں کو ضرر سے بچانے اور ماحول کو آلودگی سے پاک رکھنے کیلئے کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال کرنا شرعاً مستحب اور مندوب ہوگا۔

۳۔ آب وہوا کی صفائی وستھرائی کے سلسلہ میں اسلام کا موقف واضح ہے، اس کا یہ پیغام ہے کہ کائنات اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے، جس کی حفاظت کرنا نیز اسکو ہر طرح کے ضرر سے بچانا مسلمان کی ذمہ داری ہے؛ لہذا کوئی بھی ایسا عمل جو فضا کو مکدر کرنے والا یا اس کو نقصان پہنچانے والا ہو، شریعت کی نظر میں لائق مذمت اور اور قابل نکیر ہے، حضور اکرم ﷺ کی ہدایات اس حوالہ سے بالکل واضح ہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''لا ضرر ولا ضرار'' (ابن ماجہ ۲/ ۷۸۱)، اس کا مطلب یہ کہ ایک مسلمان کیلئے ہرگز یہ روا نہیں کہ وہ کسی کو بھی نقصان پہنچائے؛ خواہ اس کا نقصان حال میں ہو یا مستقبل ہو، اس میں شک نہیں کہ فضا کو ایسے جنریٹر کے استعمال سے آلودہ کرنا جو بہت زیادہ دھواں خارج کرنے والا ہو جائز اور درست نہیں ہوگا۔ اسلام نے تدخین smoking کو حرام قرار دیا ہے، اس کے نقصانات واضح ہیں، اس سے خود دھواں چھوڑنے والا نقصان سے دوچار ہوتا ہے ، اور دوسرے بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے، نیز ماحول پر بھی اس کے گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں، قرآن کریم میں اللہ تعالی نے تدخین کو حرام قرار دیا ہے، اس لئے کہ اس کا شمار خبائث میں ہوتا ہے، ارشاد ربانی ہے: "ویحل لھم الطیبات ویحرم علیھم الخبائث" (الأعراف: ۱۵۷)۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تدخین کو حرام قرار دینے کی وجہ اس کے نقصانات کا لامتناہی ہونا ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر وہ عمل جس سے دھواں خارج ہوتا ہو اور اس کا منفی اثر دوسروں پر پڑتا ہو، اسلام کی نظر میں ناجائز اور نادرست ہوگا، لہذا جو لوگ کم دھواں پھینکنے والا جنریٹر استعمال کرنے پر قادر ہوں ان کیلئے یہ کرنا واجب ہوگا؛ تاکہ ماحول کو نقصان سے بچایا جاسکے۔

۵۔ عصر حاضر میں تمدن کی برق رفتاری نے ماحول کو آلودہ کرنے والی چیزوں کی نت نئی شکلیں پیدا کردی ہیں، بے تحاشا عمارتوں کی تعمیر، فیکٹریوں کا ایندھن، کارخانوں کے باہر پھینکے جانے والے فضلات، گاڑیوں سے نکلنے والا دھواں، یہ وہ چیزیں ہیں جو صحت کیلئے سخت نقصاندہ ہیں، اور نہ صرف حیوانات بلکہ نباتات پر بھی منفی اثر ڈالتے ہیں، ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن کی رپورٹ کے مطابق دنیا کی کل آبادی کا پانچواں حصہ آب وہوا کی آلودگی کی وجہ سے سخت خطرات سے دوچار ہے۔

مشہور فلسفی، ماہر سماجیات علامہ ابن خلدون نے کثرت اموات کا سبب قحط اور وبا کو قرار دیا ہے، ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ اس کی وجہ آب وہوا کی آلودگی ہے، وہ لکھتے ہیں:

''أن سبب ذلك یعود فی الغالب إلی فساد الهواء لکثرة العمران ولکثرة ما یخالطه من الرطوبات والعفونات... آگے لکھتے ہیں: ومما یراعی فی ذلك للحمایة من الآفات السماویة طیب الهواء للسلامة من الأمراض

فإن الهواء إذا كان راكدا خبيثا ،أو مجاورا للمياه الفاسدة أو مناقع متعفنة ،أسرع إليها العفن من مجاورتها فأسرع المرض للحيوان فيه لا محالة ،وهذا مشاهد ،والمدن التي لم يراع فيها طيب الهواء كثرة الأمراض في الغالب'' (مقدمه ابن خلدون ،ص:۱۴۸)۔

مذکورہ بالا مباحث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ آب وہوا کو پاک وصاف رکھنے کی ذمہ داری ہر ایک شخص کی ہے، اور ہر ایک کو اس کیلئے حتی الامکان کوشش کرنی چاہئے؛ لہذا حکومت اگر کارخانوں کیلئے یہ قانون بناتی ہے کہ کارخانے آبادی سے باہر ہوں، ان کی چمنیوں کی سطح ایک حد تک ہو، آلودگی پیدا کرنے والا ایندھن کم سے کم استعمال کیا جائے نیز فضلات کو تحلیل کرنے کی تدابیر اختیار کی جائیں تو ایسے قوانین کی پابندی ہونی چاہئے اور ان کی خلاف ورزی ناجائز اور نادرست ہوگی۔

۶۔ جو چیزیں آب وہوا کو آلودہ کرنے والی ہیں، ان میں بدبو سرفہرست ہے، خواہ یہ بدبو پاک اشیاء سے پیدا ہوتی ہو یا ناپاک چیزوں سے، اسی لئے شریعت نے بدبو اور بدبو پیدا کرنے والی چیزوں کے استعمال سے منع کیا، اس کی تعلیم یہ ہے کہ جو شخص ایسی چیزوں کا استعمال کرے تو اس کو چاہئے کہ وہ گھر میں ہی رہے، عوامی اور مذہبی مقامات جیسے مساجد وغیرہ جانے سے گریز کرے کہ اسکی بدبو سے دوسروں کو اذیت ہوگی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: جو لہسن، پیاز اور گندنا یا اس طرح کی کوئی چیز کھائے تو اسے ہماری مسجد کے قریب نہیں آنا چاہئے اور اپنے گھر ہی میں بیٹھنا چاہئے۔

''من أكل ثوما أو بصلا فليعتزلنا أو قال فليعتزل مسجدنا'' (بهجة النفوس ۲/ ۵۵)،

علماء نے اسی حکم میں ان افراد کو بھی رکھا ہے جس کے منہ سے بدبو آتی ہو یا جو لوگ ایسے پیشوں سے وابستہ ہوں جو بدبو کا باعث بنتے ہیں، جیسے ملاح ، دباغ یا آفت رسیدہ لوگ جیسے جذام اور برص کے مریض وغیرہ۔

اس حکم کا طبی پہلو یہ بھی ہے کہ ان مأکولات میں بدبو آتی ہے، اور ان کو استعمال کرنے والا جب ڈکار لیتا ہے تو یہ بدبو ہوا میں تحلیل ہو جاتی ہے اور دوسرے بھی ان سے متاثر ہوتے ہیں؛ حتی کہ کبھی کبھی ان کو تے بھی محسوس ہونے لگتی ہے، اسی پس منظر میں شریعت نے مردوں کا دفنانے اور سپرد خاک کرنے کا حکم دیا ہے، تاکہ لاش کی بدبو باہر نہ آئے اور آب وہوا متاثر نہ ہو۔ اس پر فقہاء کا اتفاق ہے (البیان شرح المہذب ۱/ ۲۰۵)۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''ألم نجعل الأرض كفاتا أحياء وأمواتا'' (المرسلات: ۲۵)، دوسری جگہ ارشاد ہے: ''ثم أماته فأقبره'' (عبس: ۲۱)، اس آیت سے انسان کو دفن کرنے کی مشروعیت کا علم ہوا، جہاں تک دیگر حیوانات کو دفن کرنے کا تعلق ہے تو وہ مباح ہے؛ لیکن اگر اس سے ایذا پہنچنے کا اندیشہ ہو تو دفن کرنا ضروری ہوگا۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

''معنى الآية اشارة الى مشروعية دفن الانسان أما غيره من الحيونات فقيل هو مباح لا مكروه، وقد يطلب لأمر مشروع يقتضيه كدفع أذى جيفة مثلا'' (الرد مع الدر ۱/ ۸۳۳)۔

ان مباحث سے معلوم ہوا کہ قربانی کے جانور کو ذبح کرنے کے بعد اس کے اجزاء جو عموماً استعمال نہیں کئے جاتے اور پھینک دیئے جاتے ہیں جیسے خون اوجھڑی وغیرہ، ان کو فوراً دفنا دینا چاہئے تاکہ ان کے مضر اثرات سے بچا جا سکے، اس سلسلہ میں پہلی ذمہ داری خود قربانی کرنے والے کی ہے کہ وہ ان اجزاء کو فوراً دفن کرے، اس لئے کہ دوسروں کو تکلیف سے بچانا ہر شخص کی ذمہ داری ہے، حدیث میں اس سلسلہ میں واضح ہدایت موجود ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: ''ما حق الطريق يا رسول الله ،قال غض البصر وكف الأذى'' (ابو داؤد ۲/ ۳۱۶)۔

ایک حدیث میں واضح ہدایت دی گئی ہے کہ مؤمن کیلئے خود نقصان برداشت کرنا یا دوسروں کو نقصان پہنچانا بالکل جائز نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لا ضرر ولا ضرار'' (دارقطنی ۳/ ۷۷)، ایک حدیث میں ایسے شخص کو ملعون قرار دیا گیا ہے: ''ملعون من ضار مؤمنا أو مكر به'' (۱/ ۱۲۳)۔

نصح وخیر خواہی کا بھی تقاضہ یہی ہے کہ اپنے کسی عمل سے دوسروں کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔ لہذا قربانی کرنے والے پر لازم ہوگا کہ جانور کے ناقابل استعمال اجزاء کو بلا تاخیر ٹھکانے لگادے؛ تاکہ ماحول تعفن اور وبائی امراض سے محفوظ رہے۔ گاؤں وغیرہ میں ایسا کرنا بہت آسان ہے لیکن شہر وغیرہ میں اگر دشوار

ہوتو حکومت کی ذمہ داری بنتی ہے کہ ان اجزاء کو آبادی سے ہٹا کر ایسی جگہ پہنچائے جہاں جانور وغیرہ ان کو استعمال کر کے فنا کر دیں، یا از خود سڑ گل کر نیست و نابود ہو جائے، ورنہ وبائی امراض پھیلنے کا خطرہ پیدا ہو جائے گا اور ہزاروں لوگوں کی زندگی خطرہ میں پڑ جائے گی، اور آب و ہوا پر اس کے مضر اثرات مرتب ہوں گے، عوام کی صحت کی حفاظت کی ذمہ داری چونکہ حکومت کی ہے اس لئے پہلی ذمہ داری اسی کی بنتی ہے، اسی طرح حکومت کی یہ بھی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ ایسا قانون بنائے جس کی رو سے قربانی کے ناقابل استعمال اجزاء کو یونہی چھوڑ دینے والے کو مجرم قرار دیا جائے اور اس کیلئے مناسب سزا بھی تجویز کی جائے، تیسری ذمہ داری حکومت کی یہ ہے کہ وہ اس سلسلہ میں بیداری پیدا کرے، مختلف ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے اس کے نقصانات سے لوگوں کو آگاہ کرے۔

۷۔ انسان کو اللہ تعالی نے زمین کا خلیفہ بنایا ہے،، اس کا تقاضہ ہے کہ وہ ہمہ تن دنیا و آخرت کے مصالح کیلئے کوشاں رہے، یہی کوشش اس کو اس لائق بناتی ہے کہ وہ دنیا کو آباد کر سکے، اور مادیت اور روحانیت میں توازن قائم رکھ سکے، چنانچہ انسان جس قدر دنیا و آخرت کے مصالح کے درمیان ہم آہنگی قائم کرنے میں کامیاب ہوگا، اسی قدر وہ دونوں جہان میں سرخرو ہوگا۔ قرآن کریم میں اس سلسلہ میں واضح اشارات موجود ہیں، اللہ تعالی فرماتا ہے:

"وعد الله الذين آمنوا منكم و عملوا الصالحات ليستخلفنهم في الأرض كما استخلف الذين من قبلهم وليمكنن لهم دينهم الذي ارتضى لهم وليبدلنهم من بعد خوفهم أمنا يعبدونني لا يشركون بي شيئا ومن كفر بعد ذلك فأولئك هم الفاسقون" (النور: ۵۵)۔

ہمارے ماحول کو نقصان پہنچانے والی چیزوں میں پلاسٹک کی تھیلیوں کا بڑا دخل ہے، سامان کی پیکنگ کیلئے اس کا استعمال بہت کثرت سے ہوتا ہے، اسکی خاصیت یہ ہے کہ یہ زمین میں تحلیل نہیں ہوتی ہے، اس لحاظ سے اس کا استعمال درست نہیں ہونا چاہئے کہ یہ ہمارے ماحول کو زبردست نقصان پہنچانے والی ہے، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اگر اس پر پابندی لگادی جائے تو لوگوں کو کافی مشقتوں کا سامنا کرنا پڑے گا، چنانچہ کئی ریاستوں میں پلاسٹک کی تھیلی کے استعمال پر پابندی لگائی گئی مگر یہ قانون کامیاب نہ ہوسکا، عوام کو کافی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا، چوری چھپے اس کا استعمال بڑھ گیا، بالآخر اس قانون کو منسوخ کرنا پڑا، ریاست اتر پردیش میں حال ہی میں یہ قانون ناکامی سے دوچار ہوا، چونکہ اس کے بغیر اس زمانہ مین کوئی چارہ نہیں، اس لئے میرے ناقص خیال میں عموم بلوی کے پیش نظر اس کے استعمال کی گنجائش ہونی چاہئے، فقہ کا مشہور قاعدہ ہے: "الضرورات تبيح المحظورات" اس سے گنجائش نکل سکتی ہے۔ معجم لغۃ الفقہاء میں عموم بلوی کی تعریف یوں کی گئی ہے:

"عموم البلوى شيوع الأمر و انتشاره علما أو عملا مع الاضطرار اليه" (معجم لغة الفقهاء ۱/ ۱۴۵)۔

۸۔ اسلام کے تمام مسائل واحکام میں خورد و نوش کے مسائل کو کافی اہمیت دی گئی ہے، کھانے پینے کے آداب، حلال و حرام کی پوری تفصیل قرآن و سنت اور کتب فقہ میں موجود ہے، قرآن میں اللہ تعالی نے کھانے پینے کے بارے میں ایک اصول بھی بیان کیا ہے، جو ہر زمانہ میں انسانوں کی رہنمائی کیلئے کافی ہے، ارشاد ربانی ہے: "ويحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث" (الأعراف: ۱۵۰)، اس آیت میں اللہ تعالی نے واضح طور پر خبائث کو حرام قرار دیا ہے، یقینا سگریٹ، بیڑی وغیرہ خبائث کے ضمن میں آتے ہیں، اس لئے ان کا استعمال حرام ہے، اس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

(الف) انسانی زندگی اللہ تعالی کا عطیہ اور اسکی نعمت ہے، لہذا کسی انسان کیلئے جائز نہیں کہ وہ اپنے جسم میں کوئی ایسا تصرف کرے، جو اسے فوراً یا بتدریج ہلاک کر دے، قرآن اعلان کرتا ہے:

"ولا تقتلوا أنفسكم ان الله بكم رحيما" (النساء: ۳۰)، دوسری جگہ آیا ہے: "وا تلقوا بأيديكم الى التهلكة" (البقرة: ۱۹۵)۔

(ب) سگریٹ نوشی ایک طرح کی خودکشی ہے، اور اسلام خودکشی کو نہایت سختی سے منع کرتا ہے، ایک حدیث میں ہے:

"من قتل نفسه بسم عذب في نار جهنم" (ترمذی ۲/ ۹۴)۔

(ج) یہ مسکر ہے اور حدیث میں ہر مسکر کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ مسلم شریف کی روایت ہے: "كل مسكر خمر وكل خمر حرام" (مسلم ۲/ ۸۸)، ایک جگہ آیا ہے: "نهى رسول الله ﷺ عن كل مسكر ومفتر" (مسند احمد، حدیث نمبر: ۲۸۸۶)۔

(د) سگریٹ کے استعمال میں مال کا ضیاع ہے، جو اسراف اور تبذیر ہے جس کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے۔

"ولا تبذر تبذیرا، ان المبذرین کانوا إخوان الشیاطین وکان الشیطان لربہ کفورا" (بنی اسرائیل:۱۶-۱۷)

، دوسری جگہ فرمایا گیا: "کلوا واشربوا ولا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین" (الأعراف:۳۱)۔

آیات سے یہ بات واضح ہے کہ اسراف وتبذیر اللہ کے نزدیک بے حد ناپسندیدہ اور مبغوض ہے نیز یہ شیطانی عمل ہے جس کی اجازت ہرگز نہیں دی جا سکتی ہے۔

سوال کا دوسرا جزء یہ ہے کہ قانونا جن مقامات پر سگریٹ نوشی وغیرہ کی ممانعت ہے وہاں سگریٹ نوشی کا حکم کیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا کرنا بالکل ناجائز ہے اور اس قانون کی پابندی ضروری ہے؛ کیونکہ جدید تحقیق سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ سگریٹ کا دھواں جتنا استعمال کرنے والوں کو نقصان پہنچاتا ہے، اتنا ہی اس کے اردگرد کے لوگوں کو نقصان پہنچاتا ہے اور ماحول کو سخت متاثر کرتا ہے، گویا یہ ایک ایسا زہر ہے جو مبتلی بہ کو تباہ کر دیتا ہے، ساتھ ہی دوسروں کو ہلاکت وبربادی سے دوچار کرتا ہے، اور اپنے اثرات سے پورے ماحول کو پراگندہ کر دیتا ہے۔ یقینا یہ انسانی زندگی کو درہم برہم کرنے والا عمل ہے۔ اس لئے یہ فساد کے زمرے میں شامل ہوگا، اور قرآن فساد پھیلانے سے سختی منع کرتا ہے۔ "ولا تفسدوا فی الأرض بعد اصلاحھا" (الأعراف:۵۶)، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یؤذ جارہ'' (جامع الأصول ۶/ ۵۰۳)۔

ان نصوص کی روشنی میں یہ کہنا بالکل درست معلوم ہوتا ہے کہ اگر حکومت کوئی ایسا قانون بناتی ہے جس کی رو سے عوامی مقامات پر سگریٹ نوشی کرنا جرم ہو تو اسلامی نقطہ نظر سے یقینا یہ ایک حوصلہ افزا عمل ہے جس کی ستائش ہونی چاہئے اور اسکی پابندی بھی لازمی ہوگی۔

۹۔ اسلام دین فطرت ہے، وہ صفائی ستھرائی پر اتنا زور دیتا ہے کہ اس کی نظیر کسی مذہب میں نہیں ملتی، حدیث شریف میں پاکی کو نصف ایمان قرار دیا گیا ہے، فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: "الطھور شطر الایمان" (مسلم ۹/ ۲۵۷)، قرآن کریم میں اللہ تعالی نے پانی کو بطور نعمت ذکر کیا ہے کہ یہ طہارت کا اہم ذریعہ ہے: "وینزل علیکم من السماء ماء لیطھرکم بہ ویذھب عنکم رجز الشیطان" (الأنفال:۱۱)، طہارت اللہ تعالی کی محبت کو اپنی طرف کھینچتی ہے: "إن اللہ یحب التوابین ویحب المتطھرین" (البقرۃ: ۲۲۲)۔

صفائی کا حیا سے گہرا تعلق ہے، حیا کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ انسان کو مختلف برائیوں سے روکتی ہے، اگر انسان کے اندر حیا نہ ہو تو وہ کچھ بھی کر سکتا ہے، کبھی کبھی وہ ایسی حرکت کرتا ہے جس سے انسانیت شرمسار ہو جاتی ہے، بے حیائی کی ایک بدترین مثال کھلی فضا میں سڑکوں اور ریلوے ٹریک کے کنارے رفع حاجت کرنا اور عوامی مقامات پر کھلے عام پیشاب کرنا بھی ہے، شرعی نقطہ نظر سے قطعا یہ ناجائز ہے، حدیث شریف میں اس سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "اتقوا الملاعن الثلاث، البراز فی الموارد، وقارعۃ الطریق والظل" (البخاری ۱/ ۴۷)

ایک حدیث میں درخت کے نیچے اور نہر کے کنارے رفع حاجت کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

''عن ابن عمر أن النبی ﷺ نھی عن البراز تحت الشجرۃ المثمرۃ وضفۃ النھر الجاری'' (ابوداؤد ا/ ۱۳)۔

کھلی فضا میں رفع حاجت کرنے سے اس بات کا بھی اندیشہ ہوتا ہے کہ پیشاب پاخانہ کسی دراڑ میں یا شگاف میں پہنچ جائے اور حیوان کیلئے باعث تکلیف ہو جائے (ابوداود ا/ ۷)۔

یہ اسلام کی وہ تعلیمات ہیں جن کا تعلق حفظان صحت، ماحول کی پاکیزگی، آب وہوا کی صفائی سے ہے، ان کے پیش نظر یہ کہا جا سکتا ہے کہ کھلی فضا میں مقامات پر قضاء حاجت کرنا شرعی اور اخلاقی نقطہ نظر سے قطعا غلط اور بالکل نامناسب ہے، اس سے اجتناب ضروری ہے۔

اس سوال کا دوسرا پہلو کھلی نالیوں میں گندہ پانی اور فضلات کے بارے میں ہے، اس سلسلہ میں شریعت کی جو ہدایات ہیں ان کا تذکرہ ابھی سلسلہ وار ایک تا تین گزر چکا ہے۔

۱۰۔ انسان کے جسم سے جو گندی چیزیں نکلتی ہیں، ان میں تھوک، بلغم، کھکھار اور رینٹ بھی ہیں، ان سے فطرت انسانی گھن کرتی ہے، ساتھ ہی متعدد جراثیم دوسروں کے اندر منتقل ہوتے ہیں، نیز ماحول کا حسن داغدار ہوتا ہے اور اسکی پاکیزگی متاثر ہوتی ہے؛ چنانچہ اس سلسلہ میں شریعت میں واضح ہدایات موجود ہیں، عوامی مقامات بالخصوص عبادت گاہوں میں ایک مسلمان کو کیسا رویہ اختیار کرنا چاہئے، احادیث میں اس سلسلہ میں ہدایات موجود ہیں۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبلہ کی طرف کھکھار نظر آئی تو آپ کے چہرہ انور پر ناگواری کے اثرات دیکھے گئے۔ پھر آپؐ کھڑے ہوئے اور اپنے ہاتھوں سے اسے رگڑ دیا اور فرمایا:

''إن أحدكم إذا قام في صلاته فانه يناجيه ربه أو ان ربه بينه و بين القبلة فلا يبزقن أحدكم قبل القبلة ولكن عن يساره أو تحت قدميه ثم أخذ طرف ردائه فبصق فيه ثم رد بعضه على بعض فقال :أو يفعل هكذا'' (ابوداود ا/ ۱۱۲)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبلہ رخ کا احترام ضروری ہے؛ اس لئے کہ ہر مسلمان اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتا ہے، لہذا کسی مسلمان کیلئے یہ زیب نہیں دیتا کہ اس کو ملوث کرے اور اس کی طرف دیکھنے والوں کی طبیعت میں تکدر کا سبب بنے۔

کھکھار کے مفہوم میں تھوک اور بلغم بھی شامل ہے؛ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں اسکی وضاحت بھی موجود ہے:

''أن رسول الله ﷺ رأى في مدار القبلة مخاطا أو بصاقا أو نخامة فحكه بيده، وفي رواية أو نخاعا'' (البخاری، رقم الحدیث: ۴۰۹)

تھوک کے مضر اثرات سے بچنے کیلئے، حدیث میں یہ ہدایت بھی دی گئی ہے کہ اگر گیلے پاؤں میں نجاست لگ جائے تو اسے دھو لینا چاہئے، اور خشک ہو تو دھونے کی ضرورت نہیں ہے، ''إن وطئت على قذر رطب فاغسله وإن كان يابسا فلا'' (ابوداود ۱ / ۱۱۱)۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ کپڑے میں مل دینا چاہئے۔'' فليقل بثوبه هكذا ثم طوى بعضه على بعض'' (جامع الأصول ۱۱/ ۲۸۴)۔

آج کل رومال کا استعمال بہت ہو گیا ہے، اس لئے کپڑے میں ملنے کی ضرورت نہیں ہے، اسی طرح اگر کوڑے دان کا استعمال کیا جائے تو پاؤں کے نیچے دبانے کی ضرورت نہیں ہے، اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو اس کے اوپر مٹی ڈال دی جائے، اگر کسی نے ایسی جگہ تھوک دیا جہاں نہیں تھوکنا چاہئے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے دفنا دینا چاہئے، یا دھو دیا جائے تا کہ دوسروں کو تکلیف نہ ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''البزاق في المسجد خطيئة و كفارتها دفنها'' (فتح الباری ۱/ ۵۱۱)۔

معلوم ہوا کہ سرعام تھوکنا، کھکھارنا اور بلغم پھینکنا بالخصوص عبادت گاہوں کے اندر قطعًا ناپسندیدہ ہے، احادیث میں اگرچہ مساجد کا تذکرہ ہے؛ تاہم اس میں عوامی مقامات بھی یقینًا شامل ہیں، اس لئے کہ اس کا مقصد دوسروں کو ایذا سے بچانا ہے، حافظ ابن حجرؒ نے اس کی صراحت بھی کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''قوله في المسجد ظرف للفعل، فلا يشترط كون الفاعل فيه حتى لو بصق من هو خارج المسجد فانه يتناوله النهي'' (فتح الباری ۱/ ۵۱۲)۔

آج کل حکومتوں کی طرف سے اس سلسلہ میں کافی ہدایات ہوتی ہیں، بعض ممالک میں اسکی روک تھام کیلئے قانون بھی وضع کئے گئے ہیں لہذا ہر مسلمان کیلئے اس قانون کی پابندی اور اس سے متعلق سرکاری ہدایات پر عمل کرنا شرعًا مندوب اور مستحب ہوگا۔

۱۱۔ ہوا انسان کی بنیادی ضرورت ہے، یہ زندگی کیلئے اس قدر اہم ہے کہ انسان ایک لمحہ کیلئے بھی اس سے بے نیاز نہیں ہو سکتا، لیکن اللہ کی شان کریمی دیکھئے کہ اس نے اس کو بالکل عام کر رکھا ہے، چنانچہ یہ ہر جگہ ہر وقت انسانی زندگی کی بقا کیلئے دستیاب ہے، اس کی غیر معمولی اہمیت کے پیش نظر اسلام میں اس کی پاکیزگی کو برقرار رکھنے اور اسکو پراگندی سے بچانے کیلئے واضح ہدایات موجود ہیں۔

آج کل الیکٹرانک اشیاء کا استعمال عام ہو گیا ہے، ہر گھر میں فریج، واشنگ مشین، ایئر کنڈیشن، ٹی وی بالخصوص موبائل کا چلن عام ہو گیا ہے، ان سے نکلنے والی شعائیں انسانوں، جانداروں اور ماحول کیلئے سخت نقصاندہ ہیں۔ یقینا یہ ماحول کو خراب کرنے والا اور آب وہوا کو فاسد کرنے والی چیزیں ہیں، اسی کا نتیجہ ہے کہ آج ہر طرف بھیانک امراض اور نت نئی بیماریوں کا انبار ہے، مشکلات اور پریشانیوں کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے، قرآن میں اسکی طرف اشارہ

کیا گیا ہے۔"ظهر الفساد في البر والبحر بما كسبت أيدي الناس ليذيقهم بعض الذي عملوا لعلهم يرجعون" (الروم:۴۱)۔

بلاشبہ یہ فساد انسانوں کے کرتوت اور اللہ کی نعمتوں کے غلط استعمال کا نتیجہ ہے۔اسکی واضح مثال الیکٹرانک اشیاء کا ضرورت سے زیادہ استعمال ہے، یقینا یہ اسراف میں داخل ہے، جس کی قرآن میں سخت مذمت کی گئی ہے۔"كلوا واشربوا ولا تسرفوا انه لا يحب المسرفين" (الأعراف:۳۱)

ایک جگہ فرمایا گیا:"كلوا واشربوا من رزق الله ولا تعثوا في الأرض مفسدين" (البقرة:۶۰)۔

ان آیات میں فساد سے منع کیا گیا ہے، اور فساد میں ہر طرح کا فساد شامل ہے، ماحول کا فساد، آب وہوا کا فساد، صحت انسانی کا فساد وغیرہ، بجلی کے استعمال میں اسراف کرنے سے فساد کی یہ تمام قسمیں وجود میں آتی ہیں، اسلئے آیت میں جو فساد کی عمومیت ہے، اس میں بجلی کا ضرورت سے زیادہ استعمال بھی شامل ہے، اس لئے بلاتکلف یہ کہا جاسکتا ہے کہ الیکٹرانک اشیاء کا ضرورت سے زیادہ استعمال قطعاً ناجائز اور نادرست ہے؛ کیونکہ یہ زندگی کے بنیادی عناصر؛ مثلاً ہوا، کیڑے مکوڑے وغیرہ کے ساتھ کھلواڑ کرنا ہے جس کی اجازت شریعت میں نہیں ہے، اس کے علاوہ یہ کفران نعمت بھی ہے جس کی قرآن میں سخت مذمت کی گئی ہے۔"ولئن كفرتم إن عذابي لشديد" (ابراهيم:۷)۔

۱۲۔(الف): اسلام نے ماحول کے تحفظ کا ایک مکمل ضابطہ بنایا ہے، اور حیوانات، جمادات اور نباتات کی حفاظت کیلئے ہر ممکن قدم اٹھایا ہے، تاکہ انسان زمین کے اوپر موجود درختوں اور پیڑ پودوں کی صورت میں موجود اللہ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو سکے، نیز دنیا وآخرت میں سعادت سے ہمکنار ہو سکے، اس سلسلہ میں اسلام نے ترغیب وترہیب دونوں اسلوب اختیار کیا ہے، ایک طرف اس نے نباتات کی قدر کرنے والوں کیلئے اجر کا وعدہ کیا تو دوسری طرف ان کے ساتھ کھلواڑ کرنے والوں کو بھی خبردار کیا۔

ارشاد ربانی ہے:"والأرض مددناها وألقينا فيها رواسي وأنبتنا فيها من كل زوج بهيج" (ق:۷)،"والأرض وضعها للأنام فيها فاكهة والنخل ذات الأكمام، والحب ذو العصف والريحان،فبأي آلاء ربكما تكذبان" (الرحمان:۱۳)،"والأرض بعد ذلك دحاها أخرج منها ماءها ومرعاها والجبال أرساها متاعا لكم ولأنعامكم" (والنازعات:۳۳)۔

یہ وہ آیات ہیں جن میں پیڑ پودوں کی اہمیت بیان کی گئی ہے، ان کی تشریح کرتے ہوئے ڈاکٹر عبدالسلام عبادی لکھتے ہیں:

''وهكذا يظهر أن ما بأيدي الناس من أموال موارد هو مال الله سبحانه، استخلفوه ومنحهم وخولهم اياه، فهم ليسو أصلا فيه ولا أصحاب حق طبيعي في تملكه بل هو نعمة من الله سبحانه'' (الملكية في الشريعة۱ / ۴۰۱)۔

معلوم ہوا کہ انسان کو اس کائنات کی اشیاء میں اتنا ہی تصرف کرنے کا اختیار ہے، جتنا کہ اسکی ضرورت ہے، کیونکہ کائنات کی تمام چیزیں اللہ کی ملکیت ہیں، انسان صرف ان کا نگراں بنا کر بھیجا گیا ہے، اس لئے بلاضرورت جنگلات کا کاٹنا نیز زیادہ پیسوں کیلئے پلاٹس بنا کر بیچنا درست نہیں ہے، یہ امانت میں خیانت ہے؛ لہٰذا اس سے بچنا ضروری ہے، اور حسب ضرورت ہی جنگلات کو کاٹنا چاہئے۔

(ب) اسلام نے ماحول کو صاف ستھرا رکھنے اور گذرگاہوں کو خوشگوار بنانے کی تاکید ہے، حضور اکرم ﷺ نے لوگوں کو پودا لگانے کا حکم دیا؛ تاکہ زمین سرسبز وشاداب نظر آئے، اور دل ودماغ پر اسکے خوشگوار اثرات مرتب ہوں۔

''عن أنس بن مالك قال، قال رسول الله ﷺ: إن قامت الساعة وبيد أحدكم فسيلة فإن استطاع أن لا يقوم حتى يغرسها فليفعل'' (مسند احمد۳/ ۱۹۱)۔

دوسری روایت میں ہے:''عن أنس بن مالك قال، قال رسول الله ﷺ: ما من مسلم يغرس غرسا أو يزرع زرعا، فيأكل منه طير أو انسان أو بهيمة إلا كان له به صدقة'' (بخاری۲/ ۸۱۷)۔

معلوم ہوا کہ درخت لگانا اسلام کی نظر میں پسندیدہ عمل ہے، اس لئے کہ یہ دلوں کی تازگی اور ذہن ودماغ کی تازگی کا سبب ہے، انسان کی توانائی کیلئے پیڑ پودوں کا وجود ضروری ہے۔

قرآن کریم میں انسانوں زمین آباد کرنے اور اس کو قابل انتفاع بنانے کی ترغیب دی گئی ہے۔اس سے انسان کی ملکیت میں اضافہ ہوتا ہے، اور خلق خدا کو عظیم فائدہ پہنچتا ہے، زمین کے اندر قدرت کے بے پناہ ذخائر موجود ہیں، ان سے استفادہ کرنا اور دیگر مخلوقات کو ان سے فیضیاب کرنا انسان کی اولین ذمہ داری ہے، ارشاد ربانی ہے: "هو أنشأكم من الأرض واستعمركم فيها" (هود:٦١)۔

اس آیت کے ضمن میں مشور مفسر جصاصؒ لکھتے ہیں:

''يعني أمركم من عمارتها بما تحتاجون إليه، وفيه دلالة على وجوب عمارة الأرض للزراعة والغرس والأبنية'' (أحكام القرآن ٣ / ٢٠٣)۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''من أحيا أرضا ميتة فهي له'' (المؤطا ٢/ ٧٤٣)۔

ان نصوص سے معلوم ہوا کہ اسلام کی نظر میں پودا لگانا ایک پسندیدہ عمل ہے، انسان کو زمین کی خلافت دی گئی ہے، اس کا تقاضہ ہے کہ وہ اس کو آباد کرنے کی حتی الامکان سعی کرے، اسی میں اس کیلئے دونوں جہان کی بھلائی ہے۔

صوتی آلودگی:

۱۔ بحیثیت خیر امت ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم ان قواعد وضوابط کی رعایت کریں جو ماحول کو صاف ستھرا بنانے اور ان کے مضر اثرات سے بچانے کیلئے شریعت نے وضع کئے ہیں، مثال کے طور پر شریعت کا ضابطہ ہے: ''الضرر یزال'' یہ ضابطہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم: ''لا ضرر ولا ضرار'' سے ماخوذ ہے، اس کا مطلب بالکل واضح ہے کہ کسی مسلمان کیلئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے کسی عمل سے کسی انسان کو تکلیف پہنچائے، یا اس کو کسی پریشانی سے دوچار کرے، اسی کے پیش نظر حکومت کی طرف سے یہ قانون وضع کیا گیا ہے کہ کارخانے کی مشینیں آبادی سے باہر لگائی جائیں؛ تاکہ ان سے خارج ہونے والا دھواں لوگوں کی صحت کو نقصان نہ پہنچائے، اس کے علاوہ اس کی آواز جو نہایت پرشور ہوتی ہے، اور لوگوں بالخصوص بچوں اور بوڑھوں کے ذہن ودماغ پر اسکے خطرناک اثرات مرتب ہوتے ہیں، اسی کو دیکھتے ہوئے کارخانوں کا آبادی سے باہر لگانے کی ہدایت حکومت کی طرف سے ہوتی ہے، شرعا اسکی تعمیل فرمان نبوی ''لا ضرر ولا ضرار'' کے تحت وجوب کے درجہ میں ہونا چاہئے، حدیث شریف میں صراحت کے ساتھ جار کو ایذا پہنچانے سے منع کیا گیا ہے۔ ''من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يؤذ جاره'' (متفق عليه) کارخانے کی وجہ سے پڑوس میں رہنے والے کو یقینا تکلیف ہوگی اور نبوی ہدایت کی خلاف ورزی ہوگی، اس لئے ایسا کرنا ناجائز ہوگا۔

۲۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو راستہ پر بیٹھنے کے آداب بتائے اور یہ بھی ہدایت دی کہ راستہ میں اگر کوئی تکلیف دہ چیز نظر آئے تو اسے ہٹا دیا جائے تاکہ لوگوں کو نقصان نہ پہنچے۔ ''وتميط الأذى عن الطريق۔ ... فهذا كله صدقة منك على نفسك'' (البيهقي ١/ ١٠٤)۔

ایک روایت میں یہاں تک ہے کہ ایک شخص کی مغفرت صرف اس بات پر کردی گئی کہ اس نے راستہ سے کانٹے دار شاخ کو ہٹا دیا۔

''بينما رجل يمشي بطريق وجد غصن شوكة على الطريق فأخره فشكره الله و غفر له'' (كنز العمال ١٥/ ٧٨٣)۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ راستہ چلتے کوئی ایسی حرکت کرنا جو راہ گیروں اور مسافروں کیلئے باعث تکلیف ہو، ہرگز جائز نہیں ہے، مثال کے طور پر تیز آواز میں ہارن بجانا جس سے لوگ دہشت زدہ ہوجائیں اور ان کے دل میں ہول پیدا ہوجائے، یقینا یہ ایک ناجائز عمل ہے، جس کی قطعا گنجائش نہیں ہوگی۔

۳۔ موجودہ دور میں شادی بیاہ کے موقع پر جو ظالمانہ رسمیں ہمارے سماج میں درآئی ہیں، ان میں ایک نہایت ہی قبیح رسم ڈی جے کا رواج ہے، مزامیر سے قطع نظر یہ انسانیت سوز حرکت ہے جس نے معاشرہ کے سکون کو درہم برہم کردیا ہے، جہاں ڈی جے کا رواج ہوتا ہے، وہاں آس پاس کے لوگ بے چینی کے عالم میں کروٹیں بدلتے رہتے ہیں، ان میں بوڑھے، بچے، عورتیں اور مریض بھی ہوتے ہیں، جن کیلئے ایسی شادی سوہان روح کا پیام لے کر آتی ہے، اس حرکت کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔ اس میں دوہری خرابی ہے؛ ایک گانا بجانا، دوسری منکر کی اشاعت، اس لئے شریعت میں

بالکل اس کی گنجائش نہیں ہوگی۔

مشہور واقعہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر فاروقؓ کے پاس سے گذرے، وہ تہجد کی نماز میں بلند آواز سے تلاوت کررہے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بلند آواز سے تلاوت کرنے کی وجہ پوچھی، حضرت عمرؓ نے جواب دیا: میں سونے والوں کو جگاتا ہوں اور شیطان کو بھگاتا ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی آواز کو تھوڑا پست کرو (مشکوۃ ۱/ ۱۰۷)۔

ایک مرتبہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ نے مدینہ منورہ میں ایک واعظ کو تبلیغ کے آداب تفصیل سے بتائے، ان میں یہ بھی تھا کہ اپنی آواز انہیں لوگوں تک محدود رکھو جو تمہاری مجلس میں بیٹھے ہیں، اور انہیں اس وقت تک دین کی بات سکھاؤ جب تک ان کے چہرے تمہاری طرف متوجہ ہوں، جب وہ چہرے پھیر لیں تو تم رک جاؤ (مجمع الزوائد ۱/ ۱۹۱)۔

معلوم ہوا کہ جب قرآن کریم کی تلاوت اور وعظ ونصیحت جیسے مقدس کاموں کے بارے میں شریعت کی یہ ہدایت ہے کہ ان کی آواز ضرورت سے زیادہ نہ ہو تو گانے بجانے اور دوسری لغویات کے بارے میں اسکی اجازت کیسے دی جاسکتی ہے کہ وہ پر شور اور باعث تکلیف ہو۔

۴۔ ہماری زندگی میں غیر شعوری طور پر وعدہ خلافی اور بداخلاقی کی بہت سی صورتیں داخل ہوگئی ہیں، ان کا یہ مظہر بھی کہ ہمارے جلسے مشاعرے اور دیگر پروگرام میں وقت کی تحدید کا کوئی خیال نہیں رکھا جاتا، اور بسا اوقات پوری رات چلتے ہیں، اسی طرح پروگراموں کیلئے آواز کی بھی ایک تحدید ہوتی ہے، لیکن عموماً ان کا خیال نہیں رکھا جاتا اور ایسے لاؤڈ اسپیکر لگائے جاتے ہیں، جن کی آواز بہت پر شور ہوتی ہے، اور جس کی صدائے بازگشت مریضوں، کمزور دل والوں اور بچوں کی نیند حرام کردیتی ہے اور پورے ماحول کا سکون درہم برہم ہوجاتا ہے۔

یقیناً یہ وعدہ خلافی کی ایک بدترین شکل ہے؛ کیونکہ جب ہم کسی جلسے کی اجازت لیتے ہیں تو یہ اجازت اس بات کے ساتھ مشروط ہوتی ہے کہ ہم مقررہ حد سے زیادہ وقت تک پروگرام نہیں چلائیں گے اور اس کیلئے جو تحدید قانوناً طے ہے ہم اسکی بھی پابندی کریں گے، لیکن ایسا نہیں ہوتا ہے، اور کھلے عام قانون کی دھجیاں اڑائی جاتی ہیں اور عہد وپیمان کا ذرہ برابر خیال نہیں رکھا جاتا۔

حدیث شریف میں وعدہ خلافی کو منافق کی نشانی قرار دیا گیا ہے (جامع العلوم والحکم ۱/ ۴۳۰)۔

قرآن کریم میں فرمایا گیا: "وأوفوا بالعهد ان العهد كان مسؤولا" (الاسراء: ۳۴)۔

ایک جگہ کہا گیا: "والذين هم لأماناتهم وعهدهم راعون" (المؤمنون: ۸)۔

ان نصوص کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ جلسے اور پروگرام کے سلسلہ میں جو قوانین حکومت کی طرف سے بنائے جاتے ہیں وہ انسانی مصالح کے پیش نظر ہی بنائے جاتے ہیں، اور ہماری طرف سے ان کی پابندی کا عہد واقرار بھی ہوتا ہے، لہذا ان کی رعایت وجوب کے درجہ میں ہے، اور ان کی خلاف ورزی قطعاً ناجائز ہوگی۔

☆☆☆

ماحولیات - اسلام کی نظر میں

مولانا اکرام الحق ربانی ندوی[1]

اللہ کی عطا کردہ نعمتوں میں سے ایک زمین بھی ہے، جس سے اگنے والے درختوں اور پودوں میں اللہ تعالی نے آلودگیوں اور مختلف ذرائع سے پیدا ہونے والی زہریلی گیسوں کو ہضم کر کے انہیں آکسیجن میں تبدیل کرنے کی بے پناہ صلاحیت رکھی ہے اور خود زمین کے اندر آلودگیوں کو جذب کرنے کی زبردست طاقت ہے، روزانہ لاکھوں انسان پیوند خاک ہوتے ہیں، اگر زمین میں ہضم کرنے کی صلاحیت نہ ہوتی تو زمین کے اوپر رہنے والوں کے لئے جینا دشوار ہوجاتا، مگر افسوس کہ انسان اللہ تعالی کی عطا کردہ نعمتوں کو بے جا صرف کر رہے ہیں، بے دریغ استعمال اور فضول خرچی کا نتیجہ یہ ہوا کہ پوری دنیا جہنم زار بن گئی اور ایسے حالات ومسائل پیدا ہوگئے اور ایسی نئی نئی بیماریوں، مہلک اور جان لیوا امراض نے جنم لے لیا ہے جن کا چند سالوں پہلے تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا، ان مسائل کے موجد بھی انسان ہیں اور معالج بھی؛ کیونکہ اگر انسان اللہ کی نعمتوں کو اعتدال کے ساتھ استعمال کرے اور افراط وتفریط سے گریز کرے تو کوئی مسئلہ ہی پیدا نہ ہو، صرف انسان کی فکری اور عملی تبدیلی کی ضرورت ہے۔

اس وقت ماحولیات پوری دنیا کے لئے ایک زبردست چیلنج بنا ہوا ہے اور جگہ جگہ اس سے متعلق سمینار اور سمپوزیم منعقد ہو رہے ہیں، تجاویز منظور کی جارہی ہیں، قرار دادیں بن رہی ہیں؛ کیونکہ اس سے صرف انسان ہی نقصان نہیں اٹھا رہے ہیں، بلکہ دیگر حیوانات اور نباتات بھی متاثر ہو رہے ہیں، حالانکہ قرآن وحدیث میں گردوپیش کے تحفظ سے متعلق بے شمار احکامات دیئے گئے ہیں اور انسانوں کو اس بات کا پابند بنایا گیا ہے کہ وہ کوئی ایسا عمل نہ کریں جس سے دوسروں کو گزند پہنچے، چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "ولا تفسدوا فی الأرض بعد إصلاحها" (اعراف: ۵۶) (زمین میں فساد برپا نہ کرو جبکہ اس کی اصلاح ہوچکی ہے)، اور دوسری جگہ فرمایا: "ولا تعثوا فی الأرض مفسدین" (بقرہ: ۶۰) (اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو)۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آلودگی سے بچانے کے لئے پانی پیتے وقت برتن میں سانس لینے سے منع فرمایا، پانی میں پیشاب کرنے سے روکا، کھلی جگہوں اور شاہراہ عام پر گندگی ڈالنے، پاخانہ، پیشاب کرنے سے اجتناب کا حکم دیا، درخت لگانے کی ترغیب دی اور کاٹنے سے روکا حتی کہ بلند آواز سے قرآن کریم کی تلاوت سے منع کیا اگر اس سے دوسروں کو تکلیف پہنچتی ہو، الغرض ہر طرح کی آلودگی سے حفاظت کا جتن کیا، اس مختصر سی تحریر کا مخرج یہ ہے کہ اگر انسان کلی طور پر اسلام کے زریں اصولوں کو اپنی زندگی کا خاصہ بنالے تو یہ پیش آمدہ مسائل خود بخود نا پید ہوجائیں۔

۱- دنیا کے مختلف حصوں میں پکوان کے لئے مختلف وسائل استعمال ہوتے ہیں، ان میں خاص طور پر لکڑی، کوئلہ، اپلا، گوبر گیس، مٹی تیل، قدرتی گیس اور بجلی ہے، قدرتی گیس اور بجلی کے مقابلہ میں دوسری چیزیں سستی اور ارزاں ہیں، مگر وہ زیادہ دھواں چھوڑتی ہیں اور دھواں سے کاربن، سلفر اور نائٹروجن آکسائیڈ بنتے ہیں جس سے فضائی آلودگی پیدا ہوتی ہے اور اجتماعی ضرر کا باعث بنتی ہے اور انسان کی صحت پر بہت برا اثر ڈالتی ہے اور سانس سے متعلق بہت سی خطرناک بیماریاں (Respiratory Distress) پیدا ہوتی ہیں، جیسے پھیپھڑوں کا کینسر، دمہ، اور بعض نفسیاتی امراض وغیرہ، اس لئے جو حضرات قدرتی گیس اور بجلی کے علاوہ کم دھواں چھوڑنے والے ذرائع کے استعمال پر قادر ہوں، ان کے لئے دیگر دھواں اور وسائل کا استعمال درست نہیں، اور حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ معاشی اعتبار سے کمزور افراد اور دیہی علاقوں میں رہنے والوں کے لئے کم دھواں چھوڑنے والے وسائل کا انتظام کرے اور صرف انتظام ہی پر اکتفا نہ کرے بلکہ ارزاں فراہم کرے، تاکہ اجتماعی ضرر سے بچا جاسکے، اس لئے کہ وہ سستی چیزوں کی تلاش میں زیادہ سرگرداں رہتے ہیں، دوسروں کے نقصان اور اجتماعی ضرر سے انہیں کوئی سروکار نہیں ہوتا، حالانکہ پڑوسی کو ضرر پہنچانے پر حدیث پاک میں بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں:

---

[1] جامعہ ام سلمہؓ فردوس نگر، توپچانچی، دھنباد، جھارکھنڈ۔

''عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا يدخل الجنة من لا يأمن جاره بوائقه'' (مسلم، كتاب الايمان، باب بيان تحريم ايذا الجار: ۴۶)

(حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے شر سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو) حتی کہ دوسروں کو ضرر پہنچانے پر لعنت بھیجی گئی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''معلون من ضار مؤمنا أو مكر به'' (مشكوة، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر، رقم الحديث: ۵۰۴۲)

اس حدیث کے ذیل میں علامہ علی بن سلطان محمد ہروی المعروف بملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:

''والأظهر أن الضرر يشمل البدني والمالي والدنيوي والأخروي'' (مرقاة المفاتيح ۸/ ۷۵۹)۔

ظاہر ہے کہ ضرر ہر اعتبار سے ہوسکتا ہے جسمانی بھی، مالی بھی، دنیوی بھی، اور اخروی بھی، اور شیخ عبد الرحمن جزیریؒ لکھتے ہیں کہ اگر لوگوں کو کوئی نقصان نہ پہنچے، ان کی کھیتیاں برباد نہ ہوں اور گھروں میں کوئی تکلیف میں مبتلا نہ ہو تو کوئی حرج نہیں ورنہ حرام ہے۔

''إذا لم تترتب عليه ضرر الناس بإتلاف مزارعهم أو إزعاجهم في منازلهم... وإلا فيحرم'' (كتاب الفقه على المذاهب الأربعة ۲/ ۲۱)۔

۲۔ سفر اور سامان کی منتقلی کے لئے لوگ اپنی دولت وثروت کے اعتبار سے مختلف سواریاں استعمال کرتے ہیں، ہوائی جہاز سے لے کر سائیکل تک، ان سواریوں میں عموماً زمینی ایندھن (Fossil Fuels) ہی استعمال ہوتے ہیں، مگر ان سے بہت زائد اور مضر دھواں خارج ہوتا ہے، سب سے زیادہ مٹی تیل سے، پھر ڈیزل سے، پھر موبل سے، پھر پیٹرول سے، اسی لئے دہلی حکومت نے ڈیزل گاڑیوں پر پابندی عائد کردی اور سپریم کورٹ نے نئی ڈیزل سواریوں کی رجسٹری پر پابندی کا فرمان جاری کردیا ہے، چنانچہ حکومت کی طرف سے ڈیزل سواریوں کو ممنوع قرار دینا یا کسی خاص قسم کی گیس سواری کو لازم کرنا درست نہیں، کیونکہ کسی بھی چیز پر پابندی عائد کرنے سے پہلے اس کا متبادل پیش کرنا ضروری ہے، اس لئے اگر حکومت اس سلسلہ میں کوئی قانون جاری بھی کرتی ہے تو عوام کے لئے اس پر عمل درآمد ضروری اور واجب نہیں، کیونکہ اگر ڈیزل گاڑیوں پر پابندی لگا کر لوگوں کو گیس سواریوں کا پابند بنادیا جائے تو لوگ حرج میں مبتلا ہوجائیں گے، حال کا مشاہدہ ہے کہ گیس کے حصول کے لئے لوگوں کو کئی چکر لگانے پڑتے ہیں پھر بھی ناکام رہتے ہیں اور گیس کے استعمال سے مطلوبہ رفتار بھی حاصل نہیں کی جاسکتی اور انجن جلد خراب ہوجاتا ہے، البتہ حکومت کا یہ قدم مستحسن ہوگا کہ وہ بآسانی (Compressed Natural GasCNG) فراہم کرے اور برقی سواریوں (Electric Vehicles) کو فروغ دے اور پھر لوگوں کو گیس یا برقی سواریوں کے استعمال کا پابند بنائے تو ان کے لئے اس حکم پر عمل کرنا لازم اور ضروری ہوگا، آج بجلی سے چلنے والی مختلف سواریاں ایجاد ہوچکی ہیں، مثلاً ٹرین، کشتیاں، بس، کار، موٹر سائیکل اور رکشا وغیرہ، اور جہاں تک شریعت کی بات ہے تو شریعت نے حتی الامکان زہریلی گیس اور دھواں چھوڑنے والی چیزوں سے اجتناب کا حکم دیا ہے، چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کے وقت چراغ جلانے کو ناپسند فرمایا اور رات کو سوتے وقت چراغ گل کرنے کا حکم دیا۔

''كان رسول الله ﷺ يكره السراج عند الصحيح'' (مجمع الزوائد، كتاب الأدب ۸/ ۸)

''إن هذه النار إنما هي عدو لكم فإذا نمتم فأطفئوها عنكم'' (بخاری، باب لا تترك النار، رقم: ۶۲۹۴)۔

۳۔ بجلی نہ ہونے کی صورت میں لوگ برقی توانائی حاصل کرنے کے لئے جنریٹر کا استعمال کرتے ہیں، بنیادی طور پر جنریٹر کی دو قسمیں ہوتی ہیں:

ا۔ ڈی سی جنریٹر (Direct Current Generator) اور ۲۔ اے سی جنریٹر (Alternating Current Generator)، ان کو چلانے کے لئے عموماً گیسولین (Gasoline)، پروپین (Propane)، قدرتی گیس (Natural Gas)، مٹی تیل (Kerosene) اور ڈیزل استعمال ہوتے ہیں، مگر مٹی تیل اور ڈیزل سے دھواں بہت خارج ہوتا ہے، جس سے کئی قسم کی مہلک گیس بنتی ہے اور خطرناک بیماریوں کا باعث بنتی ہے، کیلیفورنیا کے ایک تحقیقی ادارہ سی اے آر بی (California Air Resources Board) کا کہنا ہے:

An uncontrolled one megawatt diesel engine for only 250 hours per year would result in a 50 percent

increase in cancer risk to residents within one city block.

سال میں ایک میگاواٹ ڈیزل انجن کے ڈھائی سو گھنٹے استعمال سے اس علاقہ میں پچاس فیصد کینسر کی بیماری پھیلتی ہے۔

اسی لئے (DPCC) دہلی آلودگی کنٹرول بورڈ نے جنریٹر کے استعمال پر پابندی عائد کردی ہے، اگر مکمل طور پر ڈیزل جنریٹر کے استعمال پر پابندی لگادی جائے تو لوگ تنگی کا شکار ہوجائیں گے؛ کیونکہ جنریٹر کا ان ہی وسائل سے چلنا ایک عام بات ہے، البتہ پابندی کے ساتھ ساتھ بجلی کے اوقات کو بڑھا دیا جائے اور گیس سے چلنے والے جنریٹر کو رواج دیا جائے تو ایسے ایندھن کا استعمال لازم ہوگا؛ کیونکہ فقہ کا اصول ہے:

"یختار أھون الشرین" (کم تر نقصان کو اختیار کیا جائے گا)۔

۴۔ اس وقت شمسی توانائی (Solar Energy) کی طرف لوگوں کا رجحان کافی بڑھ رہا ہے اور لوگ اس کے سہارے ہوائی جہاز سے لے کر سائیکل تک چلا رہے ہیں، اسی لئے حکومت بعض سہولتیں بھی فراہم کررہی ہے، جیسے تیس فیصد سبسڈی مہیا کرارہی ہے اور جو حضرات ایک مشت رقم ادا نہ کر پائیں ان کے لئے گھریلو قرض (Home Loan) ہے، وہ کسی بھی بینک سے یہ قرض لے سکتے ہیں، جبکہ اس کے لئے پہلے قرض نہیں دیا جاتا تھا، مگر اب وزیر خزانہ نے تمام بینکوں کو اس کا حکم دیا ہے۔

شمسی توانائی کے فوائد:

آلودگی سے حفاظت (دوسرے ذرائع کے مقابلہ میں سب سے کم آلودگی)۔

بجلی بل سے آزادی۔

بجلی کے مقابلہ میں کم توانائی صرف ہوگی۔

خطرناکیوں سے حفاظت۔

ایک جگہ سے دوسری جگہ بآسانی منتقلی۔

شمسی توانائی پیدا کرکے عوام یا حکومت یا پھر بجلی کمپنیوں کے ہاتھوں اس کی فروختگی۔

توانائی کے حصول کے لئے زمین کی فراہمی پر معاوضہ کے ساتھ ساتھ منافع میں بھی حصہ وغیرہ۔

اب اصحاب دولت وثروت کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ شمسی پلیٹ (Solar Panel) خرید کر اس سے توانائی حاصل کریں، خود بھی استفادہ کریں اور دوسروں کو بھی استفادہ کا موقع دیں، تاکہ فضا بھی خوشگوار رہے اور ان کے لئے کار خیر بھی بنے، یہ ان کی طرف سے بہتر اور مبارک قدم ہوگا، فقہاء لکھتے ہیں کہ جہاں فوائد ونقصانات جمع ہوجائیں تو مصالح کو پیش نظر رکھ کر مفاسد کو دور کرنے کی کوشش کی جائے۔

''إذا تعارضت المصالح والمفاسد قدم الأرجح منها علی المرجوح''۔

۵۔ موجودہ دور میں صنعتی ترقی نے ماحول کو آلودہ کرنے میں اہم ترین کردار ادا کیا ہے، اس لئے کہ اس کے ایندھن کا دھواں فضائی آلودگی کا سب سے بڑا سبب ہے؛ کیونکہ وہ فضا کو مسموم اور آسمان کو تاریک کرتا ہے اور اوزون پرت (Ozone Layer) کی چادر کو باریک کرتا ہے، جو زمین والوں کے لئے خطرناک ہے۔

جہاں تک کارخانوں کے فضلات کا سوال ہے تو کارخانے عام طور پر سمندر کے کنارہ ہوتے ہیں، چنانچہ ان کے فضلات سمندر میں ڈال دیئے جاتے ہیں، جس سے سمندری جاندار متاثر ہوتے ہیں اور اس کا خمیازہ پوری دنیا کو بھگتنا پڑتا ہے، ریاستہائے متحدہ امریکہ میں آبی آلودگی کی وجہ سے ہر سال پچیس ملین سے زیادہ انسان موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں، جاپان کے میناماٹا روگ (Minamata Disease) سے کون واقف نہیں کہ سمندر کی آلودگی سے مچھلیاں مرنے لگیں، بلیاں دم توڑنے لگیں، انسان بیمار اور پاگل ہونے لگے جسے (Dancing Cat Fever) کا نام دیا گیا، یہ ۱۹۵۶ء کی بات ہے، بعد میں تحقیق سے پتہ چلا کہ پارہ کی آلودگی سمندر میں شامل ہوگئی ہے، چنانچہ بارہ سال بعد ۱۹۶۸ میں حکومت نے اس کیمیکل فیکٹری کو بند

کرنے کا فرمان جاری کردیا، ممبئی میں سمندر کی مچھلیوں میں مونوموٹیا (Monomotia) بیماری کو پھیلتے دیکھا گیا تو ۱۹۷۵ میں دہلی کے سائنس کانگریس نے جمنا کنارے متھرا کی (Petrolium Refinery) کو تاج محل کے لئے خطرہ قرار دیا، اس کے علاوہ ایک تحقیقی رپورٹ میں یہ بتایا گیا کہ ہندوستان میں دو تہائی بیماریاں آبی آلودگی سے ہوتی ہیں جیسے ٹائی فائڈ (Typhoid) ، پیلیا (Jaundice) ، اور ہیضہ (Cholera) وغیرہ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آبی آلودگی سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کی، چنانچہ سوکر اٹھنے کے بعد برتن میں ہاتھ داخل کرنے سے پہلے احتیاطاً ہاتھ دھونے کو مسنون قرار دیا، علامہ محمد بن عبدالواحد ابن ہمامؒ فرماتے ہیں:

''وسنن الطهارة غسل اليدين قبل إدخالهما الإناء إذا استيقظ المتوضی من نومه... فكان دليلا على التورع والاحتياط'' (فتح القدير مع العنايه، كتاب الطهارة ۱/ ۲۱)۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی میں استنجا کرنے سے منع فرمایا:

''عن جابر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى أن يبال في الماء الراكد'' (مسلم ، باب النهى عن البول فى الماء الراكد، رقم الحديث: ۲۸۱)۔

''عن جابر قال: نهى رسول الله ﷺ أن يبال في الماء الجاري'' (مجمع الزاوائد، رقم الحديث: ۹۹۳)۔

ماضی قریب کے نامور فقیہ ڈاکٹر وہبہ مصطفی زحیلیؒ لکھتے ہیں: ''لا يبول... في ماء راكد وقليل جار'' (الفقه الاسلامی وادلته ۱/ ۳۵۶)۔

حتی کہ پانی کے برتن میں سانس لینے سے منع فرمایا اور پانی کو ڈھک کر رکھنے کا حکم دیا۔

''عن أبي قتادة أن النبي ﷺ نهى أن يتنفس في الإناء'' (مسلم ، رقم الحديث: ۲۶۷)۔

''عن جابر قال: قال النبي ﷺ : أطفئوا المصابيح إذا رقدتم وأغلقوا الأبواب وأوكوا الأسقية وخمروا الطعام والشراب'' (بخاری، باب تغطية الاناء، رقم: ۵۶۲۴)۔

یہی وجہ ہے کہ بیت الخلاء کی ٹنکی کو کنوئیں اور نل سے دور رکھنے کی ہدایت دی گئی تا کہ اس کا اثر پانی پر نہ پڑے۔

''والحاصل أنه يختلف بحسب رخاوة الأرض وصلابتها ومن قدره اعتبر حال أرضه'' (ردالمحتار ۱/ ۱۶۳)۔

اسلحہ سازی:

اسی ضمن میں اسلحہ سازی بھی ہے، اس وقت پوری دنیا میں اسلحہ کی صنعت کاری اور ان کی خرید وفروخت کی گرم بازاری ہے، دنیا کو ایٹمی ہتھیار کی خطرناکیوں کا تجربہ پہلی مرتبہ ۶/ اگست ۱۹۴۵ کو اس وقت ہوا جب امریکہ فضائیہ نے جاپان کے شہر ''ہیروشما'' پر پہلا ایٹم بم گرایا، اور اس کے تین دن بعد ۹/ اگست کو دوسرا بم جاپان کے صنعتی شہر ناگاساکی پر گرایا، اس کے مضر اثرات کا اندازہ آج بھی جاپانی نوزائیدہ بچوں کی منہ بولتی تصویروں سے لگایا جاسکتا ہے، ۱۹۸۹ء سے ۱۹۹۸ تک دنیا میں تقریباً ۶۱/ فوجی تنازعات برپا ہوئے جن میں دس لاکھ سے زائد افراد موت کا نوالہ بن گئے اور مرنے والوں میں بیشتر افراد غیر فوجی محکمہ کے ملازم (Civilian) تھے، اس سے معلوم ہوا کہ ہتھیار زندگی نہیں بلکہ موت کا ضامن ہیں۔

آتش بازی:

اسی کی ایک کڑی آتش بازی ہے؛ کیونکہ اس سے سخت فضائی کثافت پیدا ہوتی ہے، آتش بازی کے سلسلہ میں یہ بات کہی جاتی ہے کہ پٹاخوں کے بغیر دیوالی کا تصور ممکن ہی نہیں، اس لئے کہ دونوں میں چولی دامن کا رشتہ ہے، بعض حضرات اسے ''روشنی کا تہوار'' کی حیثیت سے مناتے ہیں، مگر دوسرے لوگ اسے پٹاخوں کا تہوار خیال کرتے ہیں اور اس کے مضر اثرات سے ناواقف ہوتے ہیں، اس دیوالی (۳۰/ اکتوبر ۲۰۱۶) میں دارالحکومت دہلی کی آلودگی پٹاخوں کی وجہ سے خطرناک حد تک پہنچ گئی، چنانچہ این جی ٹی (National Green Tribunal) نے ۴/ نومبر کو مرکز اور دہلی حکومت کی سرزنش کی اور دہلی کے چیف سکریٹری سے رپورٹ طلب کی، اس کے جواب میں دہلی حکومت نے ٹربیونل کو پیش کی گئی اپنی رپورٹ میں کہا:

ہریانہ، پنجاب اور راجستھان میں فصلوں کی باقیات جلائے جانے سے دارالحکومت میں ہوا کی کوالٹی بری طرح متاثر ہوئی ہے، نیز ٹربونل نے مرکزی آلودگی کنٹرول بورڈ (Central Pollution Control Board) اور دہلی کی آلودگی کنٹرول کمیٹی (Delhi Pollution Control Committee) کو آلودگی پر قابو پانے کے لئے فوری طور پر اقدامات کرنے کو کہا؛ کیونکہ دیوالی کے بعد لوگوں کو سانس لینے میں دقت ہو رہی تھی، اس لئے کہ بدھ اور جمعہ کو آلودگی کی سطح سترہ سال میں سب سے زیادہ حد تک پہنچ گئی تھی (روزنامہ سہارا لکھنؤ ایڈیشن، ۵/نومبر ۲۰۱۶)۔

آتش بازی کے مضمرات:

ماحول آلودہ اور پراگندہ ہونا۔

گھاس پھوس کی کٹیوں اور جائدادوں میں آگ لگنے سے وہ جل کر خاکستر ہو جاتی ہیں۔

پٹاخہ ساز فیکٹریوں میں دھماکہ کی وجہ سے بے شمار افراد جاں بحق ہو جاتے ہیں۔

مختلف قسم کی بیماریاں وجود میں آتی ہیں، مثلاً بلڈ پریشر، ہارٹ اٹیک اور سماعت کا ختم ہونا وغیرہ، اسی لئے ای، این، ٹی (Ear, Nose, Throat) کے ماہر ڈاکٹر سنجے ہلالے کا کہنا ہے:

I get so many cases of people who suffer holes in the eardrum not due to a direct injury, but the intense sound pressure of crackers. It can cause irreparable, hearing loss because if nerve is badly damaged, nothing can be done. This also causes an unpleasant rising sound in the ear and giddiness which can last any where for days to months.

میں نے ایسے بے شمار واقعات دیکھے کہ لوگوں کے کان کے پردے بلا واسطہ چوٹ کی وجہ سے نہیں بلکہ پٹاخوں کی تیز آواز کی وجہ سے متاثر ہو گئے، سماعت چلی گئی، رگ پھٹ گئی اور وہ لاعلاج ہو گئے، جس سے ناگوار قسم کی سنسناہٹ کی آواز سنائی دیتی ہے۔

بھوپال گیس المیہ (Bhopal Disaster):

اسی سے متعلق ۲۔۳/دسمبر ۱۹۸۴ میں مدھیہ پردیش کے دارالسلطنت بھوپال میں واقع ایک فیکٹری (Union Carbide Indian Limited) کا واقعہ بھی ہے، جس میں ایم آئی سی (Methyl Isocyanate) جیسی زہریلی گیس (جس کا استعمال کیڑے مار دواؤں Pesticide میں کیا جاتا تھا) کے رساؤ سے لاکھوں لوگ لقمہ اجل بن گئے اور آنکھ اور سانس کے سنگین امراض میں مبتلا ہو گئے؛ کیونکہ اس میں Methyl Isocyanate کے ساتھ ایک اور سخت زہریلی گیس فاسجن (Phosgene) بھی تھی، اسی لئے شریعت نے ان کاموں کو کرنے کا حکم دیا ہے جس سے سب کو فائدہ ہو اور اجتماعی ضرر والے کام سے روکا اور منع کیا ہے، چنانچہ جن مقامات پر لوگ ٹھنڈے کے دنوں میں گرمی حاصل کرتے ہوں یا گرمی میں سایہ لیتے ہوں ان کا گندہ کرنا درست نہیں، ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:

''ومواضع الشمس في الشتاء كالظل في الصيف، يعني في المواضع الذي يتشمسون ويتدفئون'' (مرقاة المفاتیح ۱۲/۳۵۱)

۶۔ قدرت نے کچھ چیزیں ایسی بنائی ہیں جن کے استعمال سے ماحول آلودہ ہوتا ہے اور کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کے اندر آلودگی کو ہضم کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے، ان ہی میں ایک مٹی بھی ہے، جو گندگیوں کو اپنے اندر جذب کر لیتی ہے، چنانچہ جب حضرت آدم علیہ السلام کے بڑے بیٹے قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تو اللہ تعالیٰ نے کوے کے ذریعہ دفن کرنے کا طریقہ سکھایا، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

"فبعث الله غرابا يبحث في الأرض ليريه كيف يواري سوأة أخيه" (مائدہ:۳۱)

(پھر اللہ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کھودنے لگا تاکہ اسے بتائے کہ اپنے بھائی کی لاش کیسے چھپائے)۔

تدفین کے فوائد:

مردوں کی تدفین سے حسب ذیل کئی طرح کے فائدے ہیں:

ا۔آلودگی سے حفاظت، ۲۔برہنگی سے بچاؤ، ۳۔وحشت سے نجات، ۴۔فضول خرچی سے حفاظت۔

اس کے برخلاف مردوں کو جلانے سے فضائی اور اقتصادی دونوں طرح کے نقصانات ہوتے ہیں، کپڑے جلتے ہیں تو پورا جسم ننگا ہو جاتا ہے، جلنے کی وجہ سے مردہ کھڑا ہونے لگتا ہے تو لوگ ڈنڈے سے مارتے ہیں اس سے بے رحمی کا اظہار ہوتا ہے، سر کے دھماکہ خیز آواز سے لوگوں کو وحشت ہوتی ہے، علاوہ ازیں کنٹلوں قیمتی لکڑیاں اور گھی آگ کی نذر ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں کو قتل کرنے کا حکم تو دیا، مگر جلانے سے منع فرمایا، اس لئے کہ آگ سے عذاب کا حق صرف اللہ کو ہے، حدیث میں ہے:

''إن وجدتم فلانا وفلانا حرقوہما بالنار ثم قال رسول اللہ ﷺ حین أردفنا الخروج: إني أمرتکم أن تحرقوا فلانا وفلانا وإن النار لا یعذب بہا إلا اللہ فإن وجدتموہما فاقتلوہما'' (بخاری، باب التودیع، رقم الحدیث: ۲۹۵۴)۔

آلائش کی تدفین:

جن چیزوں سے ماحول متاثر ہوتا ہے ان کو آبادی کے قریب یا سطح زمین پر باہر رکھنا مزاج اسلام کے خلاف ہے، اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناک کی آلائش کو دفن کرنے کا حکم دیا، حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ فرماتے ہیں:

''سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: إذا تنخم أحدکم فلیغب نخامتہ لا تصیب جلد مؤمن أو ثوبہ'' (مسند احمد، رقم: ۱۵۴۳)

اور فقہاء کرام نے حیض کے خون اور کپڑوں کو دفن کرنے کی ہدایت دیتے ہوئے فرمایا:

''ویدفن أربعۃ: الظفر والشعر وخرقۃ الحیض والدم'' (ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ ۶/ ۴۰۵)۔

چنانچہ جانور کے مالک کا یہ فرض ہے کہ وہ ذبح کرنے سے پہلے گڈھا کھود لے، تاکہ خون اسی میں جائے، پھر اسے بند کردے، اسی طرح اس کی اوجھ کو ادھر ادھر پھینکنے کے بجائے زیر زمین دبا دے اور حکومت تمام قصابوں اور جانور ذبح کرنے والوں کو اس بات کا پابند بنائے کہ وہ خون اور آلائش کو زمین میں دفن کریں ورنہ ان پر جرمانہ عائد ہوگا اور ان کی دکانیں مقفل کردی جائیں گی۔

۷۔ سامان کی پیکنگ اور منتقلی کے لئے پلاسٹک یقیناً ایک اہم ترین ضرورت ہے، مگر یہ زمین میں تحلیل نہیں ہوتے اور آلودگی پیدا کرتے ہیں، آلودگی پیدا کرنے والے پلاسٹک بنیادی طور پر تین طرح کے ہوتے ہیں:

ا۔مائیکروپلاسٹک (Micro Plastic)، ۲۔میگا پلاسٹک (Mega Plastic)، ۳۔میکرو پلاسٹک (Macro Plastic)

ان سے فضا مسموم، ہوا اور سمندری لہریں ناموافق اور شہر اور تجارتی راستے متاثر ہوتے ہیں، اسی لئے ہندوستان میں ہر قسم کے پلاسٹک پر پابندی کا قانون جاری ہوا اور کہا گیا:

The Indian laws on plastic use are covered under the environment pretection act 1986, which has provisions for punishing the offender with five years of imprisonment or fine upto Rs1,00000 or both.

۱۹۸۶ کے ماحولیاتی تحفظ ایکٹ کے تحت ہندوستانی قانون میں پلاسٹک کا استعمال ممنوع ہے، خلاف ورزی کی صورت میں مجرم کو پانچ سال کی قید یا ایک لاکھ روپئے یا دونوں کی سزا ہوسکتی ہے۔

پلاسٹک کا متبادل:

سوتی تھیلی (Cotton Bags)، ستلی کی تھیلی (Jute Bags)، کاغذ کی تھیلی (Newspaper Bags)، نائلون کی تھیلی (Nylon Bags)، فائبر کی تھیلی (Banana fibre Bag)۔

پلاسٹک کا حل:

پلاسٹک کو پھینکنے کے بجائے دوبارہ استعمال میں لایا جائے، دوبارہ قابل استعمال بنانے والی کمپنیوں کو وقف کر دیا جائے، ادھر ادھر نہ پھینکے جائیں۔

اور پلاسٹک کے متبادل کو استعمال میں لایا جائے اور پلاسٹک پر پابندی لگا دی جائے؛ کیونکہ اس کے جلانے سے دھواں نکلتا ہے، جس سے فضائی کثافت پیدا ہوتی ہے اور اسلام کی نگاہ میں وہ چیزیں محبوب نہیں جن سے زہریلی گیس اور دھواں نکلتا ہو، اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوتے وقت چراغ بجھانے کا حکم دیا۔

''خمروا الآنية وأجيفوا الأبواب وأطفئوا المصابيح فإن الفويسقة ربما جرت الفتيلة فأحرقت البيت'' (بخاری، باب لاتترك النار في البيت عند النوم، رقم:۶۲۹۵)۔

۸۔اس وقت معاشرہ میں تمباکو کا استعمال کافی مقدار میں ہو رہا ہے اور لوگ اس کی مختلف چیزیں استعمال کر رہے ہیں، حالانکہ وہ اس کے مضرات سے بھی آشنا ہیں، اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ان کے نقصان کا اثر صرف ان ہی کی ذات تک محدود نہیں رہتا، بلکہ ارد گرد کو بھی متاثر کرتا ہے، اسی لئے عوامی مقامات، جیسے: اسپتالوں، تعلیمی اداروں، تفریح گاہوں اور سواریوں میں اس کی ممانعت کا بورڈ لگا ہوتا ہے، پھر بھی لوگ اسے استعمال کرتے ہیں، ایک ویب سائٹ {Stop the spit} کے مطابق تمباکو کھانے اور تھوکنے کی وجہ سے ستر فیصد لوگ (oral Cancer) یعنی مسوڑھوں، ہونٹوں کی خون آلودگی، چھالے، منہ کے پھوڑے اور مسوڑھوں کے ہلنے کا شکار ہو جاتے ہیں، اس کے علاوہ دل کا دورہ، بلڈ پریشر ہائی، دماغی عدم توازن اور مثانہ کی بیماری میں مبتلا، اسی طرح سگریٹ نوشی سے کئی اندرونی بیماریاں جنم لیتی ہیں، جیسے پھیپھڑے کا کینسر، دل کی بیماری، فالج، دماغ کی خرابی، اچانک موت، دمہ، نابینگی، ذیابیطس وغیرہ، مگر اس کے باوجود صرف (Tobacco Causes Mouth Cancer) تمباکو سے منہ کا کینسر ہوتا ہے) لکھنے پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے، اور طرفہ تماشہ تو یہ ہے کہ آج بڑے بڑے ہوٹلوں، ریستورانوں اور ایئر پورٹ وغیرہ میں (Smoking Zone) بنے ہوئے ہیں۔

اس سلسلہ میں شریعت کا نقطہ نظر بالکل بے غبار ہے، چنانچہ حدیث پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیاز، لہسن اور گندنا کھا کر مسجد جانے سے منع فرمایا ہے:

''عن جابر قال: قال رسول الله ﷺ: من أكل من هٰذه قال أول مرة: الثوم، ثم قال: الثوم والبصل والكراث فلا يقربنا في مساجدنا'' (ترمذی، ابواب الأطعمة، رقم الحديث:۱۸۰۶)۔

اس حدیث کے ذیل میں ترمذی کے شارح محمد عبدالغنی مجددی دہلویؒ فرماتے ہیں:

''هٰذا تصريح بإباحة الثوم وهو مجمع عليه لكن يكره لمن أراد حضور المسجد وحضور جمع في غير المسجد... ويلحق بالثوم كل ماله رائحة كريهة من البصل والكراث ونحوهما'' (انجاح الحاجه على ہامش ابن ماجه، كتاب الاطعمه، باب اكل الثوم/ ۲۴۱)۔

اس میں اس بات کی صراحت ہے کہ لہسن کے مباح ہونے پر سب کا اتفاق ہے، مگر مسجد یا مجلس میں حاضر ہونا مکروہ ہے......اور لہسن کے ضمن میں ہر وہ چیز ہے جس میں بو ہو، اسی لئے فقہاء کرام نے تمباکو اور اس سے ملتی جلتی چیزوں کے استعمال اور ان کی خرید و فروخت کو ممنوع اور حرام قرار دیا ہے، چنانچہ ممنوع و غیر ممنوع دونوں طرح کے مقامات پر تمباکو کا استعمال درست نہیں۔

''ويحرم أكل البنج والحشيش هي ورق القنب والأفيون لأنه مفسد العقل ويصد عن ذكر الله وعن الصلاة'' (الدر مع الرد/۵ /۳۲۵)۔

''ويمنع من بيع الدخان وشربه'' (ردالمحتار/۵ /۲۹۵)۔

''إن ماقامت به المعصية بعينه يكره بيعه تحريما وإلا فتنزيها'' (الدر مع الرد/۵ /۲۷۷)۔

''والحاصل أن جواز البيع يدور مع حل الانتفاع'' (ردالمحتار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد ۳/ ۸۴)۔

۹۔ ماحول کو پراگندہ کرنے میں انسانی فضلات کا بھی بڑا اہم کردار ہے، مگر افسوس ناک بات یہ ہے کہ دو سال پہلے ''سوچھ بھارت ابھیان'' کا نعرہ لگانے والے کا دعوی تھا کہ ملک بھر میں ایک کروڑ چالیس لاکھ گھروں میں بیت الخلاء بنائے جائیں گے، اور ۲۰۱۹ء تک ہندوستان کو کھلے میں رفع حاجت سے پاک کردیا جائے گا، مگر قول وفعل میں بڑا فرق ہے، ۲۰۱۴ء سے اب تک کے اعداد وشمار ہیں کہ چار ہزار اکتالیس شہروں میں سے صرف ۱۴۱ شہروں کو ہی اس بیماری سے پاک کیا جاسکا ہے، اسی طرح چھ لاکھ آٹھ ہزار دیہاتوں کے چھٹے حصے سے بھی کم حصہ کھلے میں رفع حاجت سے پاک ہوسکا ہے، پانچ سالہ منصوبہ میں شہروں میں دو لاکھ پچپن ہزار بیت الخلاء بنانے کا نشانہ ہے، مگر اب تک صرف بائیس ہزار پبلک ٹوائلٹ ہی بنائے جاسکے ہیں جو کہ پورے ہدف کا صرف نو فیصد ہے، جہاں تک کمیونٹی ٹوائلٹ کی بات ہے تو اب تک صرف تیس فیصد ٹوائلٹ ہی بنائے گئے ہیں، ۲۰۱۵۔۲۰۱۶ کے شروع کے گیارہ مہینوں کے دوران ملک میں ۱۰۹ کروڑ ٹوائلٹ بنے، مگر پھر بھی دیہی علاقوں کی بڑی آبادی جو کہ ۵۲ فیصد پر مشتمل ہے ہنوز اس سے محروم ہے، یہ اعداد وشمار این، ایس، ایس (National Sample Survey Organization) سے ماخوذ ہے (روزنامہ راشٹریہ سہارا لکھنو ایڈیشن ۸/ نومبر ۲۰۱۶)۔

اسی وجہ سے آج لوگ ادھر ادھر پاخانہ پیشاب کرتے ہیں، جبکہ شریعت نے سیر وتفریح کے مقامات، گزرگاہوں، سڑکوں اور پانی پینے پلانے کی جگہوں کو آلودہ کرنے سے منع فرمایا ہے، حدیث پاک میں ہے کہ دو ایسی چیزوں سے بچو جو لعنت کا سبب بنتی ہیں، صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! وہ دو چیزیں کیا ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''الذي يتخلى في طريق الناس أو في ظلهم'' (مسلم، باب النهي عن التخلي في الطريق، رقم: ۲۶۹) (جو راستوں یا سایوں میں بیت الخلاء کرتے ہیں)۔

حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اتقوا الملا عن الثلاث: البراز في الموارد وقارعة الطريق والظل'' (ابوداؤد، باب المواضع، رقم: ۲۶) (تین لعنت کی چیزوں سے بچو، گھاٹوں، راستوں اور سایہ میں بیت الخلاء کرنے سے)۔

مذکورہ احادیث ہی کی روشنی میں ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

''لا يبول... في الطرقات... والظل'' (الفقه الاسلامي وادلته ۱/ ۳۵۶)

''ويحرم... في البناء غير المعد لقضاء الحاجة وفي الصحراء'' (الفقه الاسلامي وادلته ۱/ ۳۵۷-۳۵۸)۔

۱۰۔ تھوک سے جراثیم نکلتے ہیں اور اگر تھوکنے والے نے کوئی نقصان دہ چیز کھا رکھی ہو یا اسے کوئی مہلک مرض لاحق ہو تو اس کا اثر دوسروں تک بھی پہنچتا ہے، جیسا کہ ڈاکٹروں کا کہنا ہے:

The phlegm, specially of a disease carrier, can spred air- borne respiratory diseases like TB (Tuber Closis) , Pneumonia, and influenza and even lead to a TB epidemic.

تھوک سے وبائی امراض پھیلتے ہیں، خصوصاً اس وقت جب کہ تھوکنے والے کو کوئی خطرناک بیماری لاحق ہو، جیسے ٹی بی، نمونیہ اور انفلوئنزا وغیرہ۔

اور آئی آے آر سی (International Agency for Research on Cancer) اور عالمی تنظیم صحت (World Health Organization) نے سائنسی شواہد کے ذریعہ اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ:

Chewing betel quids and areca nut is carcinogenic to human.

پان کھانا انسان کے لئے کینسر کو دعوت دینے کے مرادف ہے۔

تھوک مخالف بل:

اسی لئے بعض مقامات پر تھوک دان ہوتے ہیں، تاکہ انسان اسی میں تھوک پھینکے اور ادھر ادھر نہ تھوکے، چنانچہ خلاف ورزی کی صورت میں جرمانہ بھی عائد ہوتا ہے، جیسا کہ صوبہ مہاراشٹر کا قانون ہے کہ پہلی مرتبہ قانون کی خلاف ورزی کرنے پر ایک ہزار روپے جرمانہ اور ایک دن معاشرتی خدمت (Community Service) کی انجام دہی، دوسری مرتبہ میں تین ہزار روپے اور تین دن کی معاشرتی خدمت اور تیسری بار میں پانچ ہزار روپے

اور پانچ دن سماجی خدمت انجام دینی ہوگی (The Indian Express, 6 Feb, 2016)۔

اس سلسلہ میں شریعت کا مزاج یہ ہے کہ وہ پاکی اور صفائی کو قبول کرتا ہے، اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہے ہے کہ مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ تھوک کو زمین دوز کرنا ہے۔

''عن أنس أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: البصاق في المسجد خطيئة وكفارتها دفنها'' (نسائی، باب البصاق فی المسجد، رقم الحدیث: ۷۲۳)۔

اور حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی دیوار پر تھوک یا ناک کی آلائش دیکھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے رگڑ کر ختم کر دیا۔

''عن عائشة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم رأى في جدار القبلة مخاطا أو بزاقا أو نخامة فحكّه'' (بخاری، باب حك البزاق باليد، رقم: ۴۰۷)۔

مذکورہ نصوص سے یہ پتہ چلتا ہے کہ گندگی پھیلانا اور ادھر ادھر تھوکنا ہر اعتبار سے غلط ہے، لہذا جن مقامات پر ممانعت کا قانون ہو اس کی تعمیل ضروری اور لازمی ہے، خلاف ورزی کرنا درست اور مناسب نہیں، حدیث میں ہے:

''عن جابر قال: قال رسول الله ﷺ: من أكل من هٰذه الشجرة المنتنة فلا يقربن مسجدنا، فإن الملائكة تتأذى مما يتأذى منه الإنس'' (ابوداؤد، باب النهي عن المسكر، رقم: ۳۶۸۱)۔

علامہ بدرالدین عینیؒ کی شہرہ آفاق بخاری کی شرح ''عمدۃ القاری'' کے حوالہ سے علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

''علة النبي أذى الملائكة وأذى المسلمين'' (ردالمحتار، کتاب الصلوۃ ۱/ ۱۶۶)

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت کی وجہ فرشتوں اور مسلمانوں کی تکلیف ہے)۔

۱۱۔ اس وقت مشینوں کا استعمال پوری دنیا میں ہے، جن سے (Ultra Violet) شعاعیں نکلتی ہیں، اس سے صرف انسان ہی نہیں، بلکہ حیوانات سے لے کر نباتات تک متاثر ہوتے ہیں، عموماً یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ٹی وی یا کمپیوٹر وغیرہ سے نکلنے والی غیر مرئی شعاعیں صرف آنکھوں کے لئے مضر ہیں، مگر ڈاکٹر آئیر ملس اور پروفیسر البرٹ کا کہنا ہے کہ ''ان غیر مرئی شعاعوں سے صرف آنکھوں پر ہی نہیں بلکہ پورے جسم پر اثر پڑتا ہے''۔

ان مشینوں میں سب سے زیادہ خطرناک فریج اور ایئر کنڈیشن ہے؛ کیونکہ ان میں فری اون (Freon) ہوتا ہے، جو سب سے مہلک اور ضرر رساں کلوروفلورو کاربن ہوتا ہے یہ شعاعیں ڈی این اے (Deoxyribonucleic Acid) اور آر، این، اے (Ribonucleic Acid) کو متاثر کرنے کے علاوہ زیروڈرما پگمنٹوسم (Xeroderma Pigmentosum) نامی جلدی بیماری کو بھی جنم دیتی ہیں، اسی طرح سے یہ شعاعیں انسانوں کے سوا جانوروں اور کیڑوں مکوڑوں کے جسمانی نظام پر بھی برا اثر ڈالتی ہیں جو کہ انسانوں کے لئے نفع بخش اور ماحولیات کے محافظ ہیں۔

اور بہت سے جاندار ایسے ہیں جو فضا میں موجود زہریلی گیسوں کو اپنے اندر جذب کر لیتے ہیں، اگر ایسا نہ ہو تو انسان زہر آلود سانس کی وجہ سے موت کے آغوش میں پہنچ جائے، اسی لئے ان کی حفاظت بہت ضروری ہے، چنانچہ اسلام نے بے ضرر جانوروں کو بلاوجہ مارنے سے منع کیا، حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: ''لا تضربوا وجوه الدواب'' (مجمع الزوائد، کتاب الادب ۸/ ۱۹۶)۔

اس لئے مشینی اشیاء کا ضرورت سے زیادہ استعمال درست نہیں، البتہ مندرجہ ذیل باتوں کا لحاظ رکھنا چاہئے:

جب ضرورت ختم ہو جائے تو کمپیوٹر، ایئر کنڈیشن اور کولر وغیرہ کو بند کر دیں۔

مشینی چیزوں میں کم بجلی کھانے والی اشیاء استعمال کریں اور ایئر کنڈیشن وغیرہ کے استعمال میں حد ہونی چاہئے۔

۱۲۔ ماحولیات کے توازن کو برقرار رکھنے میں پیڑ پودوں کا بڑا ہاتھ ہوتا ہے؛ کیونکہ اس سے موسم معتدل اور فضا صاف ہوتی ہے اور مختلف قسم کی دوائیں تیار ہوتی ہیں، اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ زہریلی گیسوں کو اپنے اندر جذب کر کے انہیں آکسیجن میں تبدیل کرتے ہیں اور ماحول کو تحفظ فراہم کرتے ہیں، اسی لئے ماہرین درختوں کو ''آکسیجن کی فیکٹری'' کہتے ہیں، اس کے باوجود درختوں کی کٹائی انتہائی بے رحمی اور بے دردی سے ہو رہی

ہے، لیکن اس کے پیچھے مختلف مقاصد کارفرما ہوتے ہیں:

-بعض ممالک میں پکوان کے لئے ایندھن کا انحصار لکڑیوں پر ہے جیسے تنزانیہ اور گیمبیا وغیرہ۔

-عمارتوں کی تعمیر

-پلاٹنگ (زمین کی خرید وفروخت)، اس میں دولت وثروت کی ہوس نے Property Dealers کو اتنا مدہوش کردیا ہے کہ وہ درختوں کو کٹوا کر ہر قطعہ ارض کو فروخت کردینا چاہتے ہیں، اگر یہی حالت رہی تو دنیا ۲۰۸۵ تک Tropical Forest سے محروم ہوجائے گی؛ کیونکہ سائنس داں حضرات کے مطابق ماحولیات کے توازن کو قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ملک کی سبز چادر (Green Cover) ملک کے تمام رقبہ کا ایک تہائی حصہ ہو، مگر امریکہ اور افریقہ میں تیس فیصد سے بھی کم اور ہندوستان میں بیس فیصد سے کم ہے، اس کے علاوہ ۱۹۵۲ سے ۱۹۷۰ تک چلنے والی ویتنام کی جنگ کے دوران امریکی فوجوں نے کمیونسٹوں کے خاتمہ کے لئے جنگلوں کے صفایا کا فیصلہ کیا اور اس میں پودا مارنے کی دوا (Herbicide) کا بے دریغ استعمال کیا اور اس کا نام Agent Orange رکھا تھا، آٹھ سالوں کے دوران تقریبا ۴۵۲ / کروڑ لیٹر ایجنٹ آرنج کا چھڑکاؤ کیا تھا؛ تاکہ ویتنام کے جنگلات کو چٹیل میدان میں تبدیل کیا جاسکے، نتیجہ یہ ہوا کہ آج چالیس پینتالیس سال بعد بھی وہاں کی نئی نسل مختلف قسم کی بیماریوں میں مبتلا ہیں۔

ماحولیات کے تحفظ میں درختوں کا کردار:

-درختوں کی جڑیں مٹی کو باندھ کر اس کی حفاظت (Soil Conservation) کرتی ہیں۔

-موسم باراں میں سیلاب کے اندیشہ کو ختم کرتے ہیں۔

-درختوں کے سایہ کی وجہ سے مٹی سے پانی کی بھاپ کم ہوتی ہے۔

-مہلک گیسوں کو اپنے اندر جذب کرکے ماحول کو صاف ستھرا رکھتے ہیں۔

-زمین کی حرارت کو قابو میں کرتے ہیں۔

تحفظ جنگلات ایکٹ ۱۹۲۷:

جنگلات کی حفاظت کی غرض سے ۱۹۲۷ میں ایک بل پاس ہوا، جس میں جنگلات کو نقصان پہنچانے سے متعلق مختلف چیزوں کو ممنوع اور قابل سزا قرار دیا گیا اور سزا بھی متعین ہوئی جو حسب ذیل ہے:

No person is allowed to make clearing or set fire to a reserved forest. Cattle are not permitted to trespass into the reserved forest, cutting, collecting of timber, bark or leaves, quarrying or collecting any forest products is punishable with imprisonment for a term of six months or with a fine which may extended to Rs 500 or both.

جن جنگلات کو حکومت نے مخصوص قرار دیا ہے ان کو کاٹنا، آگ لگانا، ان میں مویشی داخل کرنا، عمارت کے لئے ان کی لکڑیاں کاٹنا، جمع کرنا، چھالوں کو چھیلنا، پتوں کو توڑنا یا جنگل کی کسی بھی چیز کو جمع کرنا یا کھدائی کرنا قابل سزا ہے، جرم کے ارتکاب کرنے پر چھ مہینے کی قید یا پانچ سو روپے یا دونوں کی سزا ہوسکتی ہے۔ درختوں اور پیڑ پودوں کی اہمیت کیا ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالی نے مختلف پیرایہ میں ان کا تذکرہ فرمایا ہے، چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"وأنزلنا من المعصرات ماء ثجاجا لنخرج به حبا و نباتا وجنات ألفافا" (نبا: ۱۴-۱۶) (اور بادلوں سے لگاتار بارش برسائی، تاکہ اس کے ذریعہ سے غلہ اور سبزی اور گھنے باغ اگائیں)۔

"وأنزل من السماء ماء فأخرجنا به أزواجا من نبات شتی" (طہ: ۵۳) (آسمان سے پانی برسایا پھر اس سے مختلف پیداوار نکالی)۔

اسلام نے صرف فوائد ہی کے بیان پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ شجر کاری کی طرف خصوصی توجہ دلائی اور ترغیب دیتے ہوئے کہا کہ اگر کوئی مسلمان درخت لگائے یا کھیتی کرے اور اس سے کوئی انسان یا حیوان کھالے تو یہ اس کے لئے صدقہ ہے۔

''عن أنس بن مالك عن النبي ﷺ قال: ما من مسلم غرس غرسا فأكل منه إنسان أو دابة إلا كان له صدقة'' (بخاری، باب رحمة الناس والبهائم)۔

یہی وجہ ہے کہ بعض صحابہ بہت ہی اہتمام کے ساتھ اسی نیت سے درخت لگایا کرتے تھے (مجمع الزوائد ۴/۶۷)۔

اور آپ ﷺ نے بلاضرورت درختوں کی کٹائی کو پسند نہیں فرمایا ہے، بلکہ بڑی سخت وعیدیں فرمائی ہیں:

''عن عبد الله بن حبشي قال: قال رسول الله ﷺ: من قطع سدرة صوب الله رأسه في النار'' (ابوداؤد، کتاب الأدب، باب فی قطع السدر، رقم الحديث: ۵۲۳۹)۔

حتی کہ جنگ کے موقع پر بھی آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو درختوں کو نقصان پہنچانے سے منع فرمایا تھا:

''نهى النبي ﷺ عن عقر الشجر'' (مصنف عبد الرزاق، باب عقر الشجر ۵/ ۲۰۱)۔

قرآن مجید نے مغلوب علاقہ کی کھیتیوں اور مویشیوں کو برباد کرنے کی بڑے سخت الفاظ میں مذمت بیان کی ہے:

"وإذا تولى سعى فى الأرض ليفسد فيها ويهلك الحرث والنسل" (بقرہ: ۲۰۵)۔

امام محمد بن احمد بن ابوبکر قرطبیؒ اس آیت کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:

''الزرع وطلب النسل وهو نماء الحيوان وبذلك يتم قوام الإنسان'' (الجامع لاحكام القران ۳/ ۱۸)۔

یہ آیت، زراعت اور طلب نسل پر محمول کرتے ہوئے کھیتی باڑی اور شجر کاری پر دلالت کرتی ہے؛ کیونکہ اس سے انسان کی بنیاد پوری ہوتی ہے۔

مذکورہ آیات واحادیث سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ بغیر ضرورت درختوں کو کاٹنا اور جنگلات کا صفایا کرنا درست نہیں، البتہ اگر ضرورت ہو تو اس کی اجازت ہے، حدیث پاک میں ہے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کا گذر دو قبروں کے پاس سے ہوا جنہیں پیشاب سے بے توجہی اور غیبت کی وجہ سے عذاب ہو رہا تھا، چنانچہ آپ ﷺ نے ایک ہری ٹہنی توڑ کر دونوں قبروں میں گاڑ دیا۔

''ثم أخذ جريدة رطبة فشقها بنصفين ثم غرز في كل قبر واحد، فقالوا: يا رسول الله! لم صنعت هذا؟ فقال: لعله أن يخفف عنهما مالم ييبسا'' (بخاری، رقم الحديث: ۲۱۸)۔

صوتی آلودگی:

۱۔ صوتی آلودگی (Sound Pollution) ماحولیاتی آلودگی کی ہی ایک قسم ہے، جس میں ضرورت سے زائد آواز بڑھ جانے سے طرح طرح کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، اسی لئے کارخانوں اور فیکٹریوں کو آبادی سے دور بنانے کی ہدایت ہوتی ہے، کیونکہ مشنری غیر محفوظ ہوتی ہے اور جان پر بن آتی ہے، اس کے علاوہ پورا ماحول اس کے شور اور گھن گرج سے آلودہ ہوتا ہے، لہذا حکومت کی ہدایت پر عمل کرنا لازم اور ضروری ہے۔

۲۔ اسی طرح گاڑیوں کے ہارن عموماً ۱۰۹ سے ۱۱۲ ڈیسی بیل ہوتے ہیں، جبکہ انسانی کان کی قوت برداشت ۸۰۔۸۵ ڈیسی بیل ہوتی ہے، ڈیسی بیل کا جدول حسب ذیل ہے:

ڈیسی بیل	جسمانی صحت پر اثر	شور کی کیفیت	ڈیسی بیل
۱۱۰	جسمانی کھال پر آواز کا اثر، کانوں میں جھنجھناہٹ	مکمل خاموشی	۰
۱۲۰	کانوں کے لئے تکلیف دہ	سرگوشی (کانا پھوسی)	۱۵

۱۳۰-۱۳۵	متلی، چکر، غشی اور کان سن ہونا	ایئر کنڈیشن کی آوز	۵۰
۱۴۰	کانوں میں درد، زیادہ دیر تک سننے سے حواس باختہ	عام گفتگو	۶۰
۱۵۰	نبض کی رفتار تیز، بلڈ پریشر ہائی	کار کا ہارن	۱۱۰
۱۶۰	کانوں کو ہمیشہ کے لئے نقصان	جہاز اڑتے وقت	۱۲۰
۱۹۰	سماعت ختم	بندوق کی گولی	۱۴۰

تیز آواز کے ماحول میں رہنے سے سردرد، بے چینی، چڑچڑاپن، سماعت کی کمزوری اور بلڈ پریشر سے اوپر السر بن سکتی ہے اور دل کی دھڑکن تیز ہوجاتی ہے، جبکہ پرسکون ماحول میں انسان ان بیماریوں سے آزاد رہتا ہے، چنانچہ تیز آواز کا ضرورت سے زائد استعمال اور دوسروں کو دہشت زدہ کرنا درست نہیں۔

۳۔ آج مسلم معاشرہ کی تقریبات میں ڈی جے ایک جزو لاینفک بن چکا ہے، اس کے بغیر ہر تقریب ناقص اور ادھوری سمجھی جاتی ہے اور شادی بیاہ کے موقع پر رقص وسرور کرنا، بینڈ باجے بجانا صرف درست ہی نہیں، بلکہ شرائط نکاح میں سے خیال کیا جاتا ہے، جبکہ یہ متفقہ حرام ہے۔

علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی رقم طراز ہیں: ''وأما الرقص والتصفيق والصريخ وضرب الأوتار والصنج والبوق... فإنه حرام بالإجماع'' (حاشية الطحطاوي على مراقي، كتاب الصلوة/ ۳۱۹)۔

ملاعلی قاریؒ نے ''فقہ اکبر'' کی شرح میں تحریر فرمایا ہے کہ معصیت خواہ چھوٹی ہو یا بڑی اس کو جائز سمجھنا، حقیر خیال کرنا اور جائز کاموں کی طرح کرنا یا لاپرواہی سے کرنا کفر ہے جبکہ اس کا معصیت ہونا دلیل قطعی سے ثابت ہوجائے۔

''ومنها أن استحلال المعصية صغيرة كانت أو كبيرة كفر إذا ثبت كونها معصية بدلالة قطعية وكذا الاستهانة بها كفر بأن يعدها هنية سهلة ويرتكبها من غير مبالاة بها ويجريها مجرى المباحات في ارتكابها'' (شرح الفقه الاكبر، استحلال المعصية/ ۱۵۲)۔

اور علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: ''ومن الناس من يشتري لهو الحديث... أن المراد الغناء... سماع غناء فهو حرام بإجماع العلماء... والحاصل أنه لا رخصة في السماع في زماننا'' (ردالمحتار، كتاب الحظر والاباحة۶/ ۳۴۹)۔

اس کے باوجود رہبران قوم وملت کا حال یہ ہے کہ وہ ایسی تقریبات میں شرکت کو فخر سمجھتے ہیں جبکہ ایسی دعوت کو ٹھکرا دینا زیادہ مناسب اور بہتر ہے، علامہ عثمان بن علی زیلعیؒ فرماتے ہیں:

''وإن كان هناك لعب وغناء قبل أن يحضرها فلا يحضرها؛ لأنه لا يلزمه إجابة الدعوة إذا كان هناك منكر'' (تبيين الحقائق، كتاب الكراهية۷/ ۲۹)۔

علامہ علی بن ابوبکر بن عبدالجلیل مرغینانیؒ فرماتے ہیں کہ اگر رہنما اور امام نہ ہو تو دعوت قبول کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، البتہ اگر قوم کا رہبر ہو اور منع کرنے کی سکت نہ ہو تو اسے مجلس سے کنارہ کش ہوجانا چاہئے؛ کیونکہ اس سے دین کی بدنامی ہے اور معصیت کا دروازہ بھی کھلتا ہے۔

''هذا إذا لم يكن مقتدى فإن كان ولم يقدر على منعهم يخرج ولا يقعد؛ لأن في ذلك شين الدين وفتح باب المعصية على المسلمين'' (هدايه، كتاب الكراهية۴/ ۴۵۵)۔

۴۔ اسی طرح سے مسلم معاشرہ کی ایک بہت بڑی بیماری جلسہ وجلوس اور مشاعرہ بھی ہے، جو رات بھر چلتے رہتے ہیں اور اس کے ساؤنڈ بکس کی آوازیں سینکڑوں مریضوں، بوڑھوں اور بچوں کے لئے پریشان کن ہوتی ہیں، حالانکہ بعض مقامات پر وقت اور آواز کی تحدید ہوتی ہے کہ دس بجے رات تک ہی پروگرام چلاسکتے ہیں۔

Loud speaker should not be allowed to operate after 10 PM and before 6AM and all loud speaker should be fitted with sound limiters.

اس کے باوجود لوگ قوانین کی پامالی کرتے ہیں اور ناجائز کاموں کا ارتکاب کرتے ہیں، جبکہ اسلام میں اعتدال کو بڑی اہمیت حاصل ہے، چنانچہ قرآن مجید میں رفتار وگفتار میں میانہ روی کا حکم ہے:

"واقصد فی مشیك واغضض من صوتك" (لقمان:۱۹) (اپنی چال میں اعتدال اختیار کر اور اپنی آواز ذرا پست رکھ)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اول فول بکنے اور ہمیشہ بکواس کرنے کو ناپسند فرمایا ہے، چنانچہ حدیث میں ہے:

''عن ابن عمر قال: قال رسول الله ﷺ: لا تكثر الكلام بغير ذكر الله فإن كثرة الكلام قسوة للقلب وإن أبعد الناس من الله القلب القاسی'' (ترمذی، باب ما جاء فی حفظ اللسان ۲/۶۶)۔

حتی کہ نماز جیسی عظیم الشان عبادت میں بھی بلند آواز سے قرآن کریم کی تلاوت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن حذافہؓ نے نماز شروع کی اور بلند آواز سے قرأت کرنے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یا ابن حذافة! لا تسمعني واسمع ربك'' (مجمع الزوائد ۲/ ۵۴۴) (اے حذافہ کے بیٹے! مجھے مت سناؤ، بلکہ اپنے رب کو سناؤ)۔

مگر افسوس کہ آج کارخانوں، فیکٹریوں، گاڑیوں اور ساؤنڈ بکس کی پرشور آوازیں سن کر ایسا لگتا ہے کہ اب وہ وقت آچکا ہے جس کی پیشین گوئی نوبل انعام یافتہ رابرٹ کوچ (Robert Heinrich Hermann Koch) نے تقریباً ایک صدی پہلے ۱۹۱۰ میں کی تھی کہ ایک دن ایسا آئے گا جب انسان کو صحت کے سب سے بڑے دشمن ''شور'' سے نبرد آزما ہونا پڑے گا اور وہ دن زیادہ دور نہیں۔

A day will come when man will have to fight merciless noise as the enemy of health and that day is not far off.

اور کیلیفورنیا یونیورسٹی کے چانسلر ڈاکٹر ورن اولیور نڈسن (Dr. Vern Oliver Knudson) نے شور ہنگامہ کو دھوئیں کے مرادف قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ:

Noise like smog is a slow agent of death.

شور بھی دھوئیں کی طرح ایک سست رفتار جان لیوا محرک ہے۔

لہذا حکومت کے قوانین کا پاس ولحاظ لازم اور ضروری ہے اور اس کی مخالفت اور خلاف ورزی کرنا ناجائز اور غیر مناسب ہے۔

☆☆☆

جريمة التلوث الصوتي من منظور شرعي دراسة فقهية مقاصدية

الدكتور قطب الريسوني[1]

مقدمة:

يُعدّ التلوث الصوتي من الجرائم المستحدثة في هٰذا العصر، التي باتت الشكوى منها معتادة، والابتلاء عامًا، حتى لا يكاد يسلم قطر من آثارها وعقابيلها، ولا ينجو إنسان من أضرارها الصحية والعقلية، ومردّ ذلك إلى ضمور الوعي بالمآل الضرري لهٰذه الجريمة، وتفريط أهل العلم والإعلام معا في واجبهم البياني والإرشادي۔

وقد كان لشريعة الإسلام موقف من هٰذه الجريمة، لم يتدلّ إلى الجزئيات والتفاصيل، لكنه مهّد الأدلة الكلية، والقواعد العامة؛ لتكون نبراسا في التكييف والعلاج، ولا جرم أن الصوغ الكلي نسق معهود في هٰذه الشريعة، ومقصود به تمكين المجتهدين على ترادف العصور من مرونة في تنزيل العمومات، وتفصيل الكليات، وإلحاق الوقائع بما تنتظم تحته لوجه من الشبه المعنوي، ولو اطردت النصوص على وزان واحد من التفصيل والعناية بالجزئيات، لا نحسم باب الاجتهاد، وتعطلت صبغة الديمومة، فلا يكون لأحد نظرٌ في تفسير، أو إلحاقٍ، أو تكييفٍ مقاصدي۔

ومن الكتب التي وطأت أكناف المعالجة الشرعية لجريمة التلوث الصوتي: (جريمة التلوث الضوضائي ومواقف الفقه الإسلامي منها) (منشورات المركز القومي للإصدارات القانونية، مصر، ط١/٢٠٠٨م)، لمؤلفه الدكتور عادل عبد العال خراشي، وله سبق غير منكور في افتراع الموضوع، وإثارة الاهتمام بخطورته، لكن التأصيل لم يستوعلى سوقه في مواضع اقتباس الأدلة من مداركها، واستهداء المقاصد والقواعد، واستصفاء الموقف الفقهي التراثي من الجريمة، مما حفزنا على الاستدراك واستيفاء ما أُهمل استيفاؤه في هٰذه الدراسة۔

وكان السؤال/ الإشكال الذي رُمنا الجواب عنه تأصيلا وتمثيلا: ما موقف نصوص الشريعة ومقاصدها من جريمة التلوث الصوتي؟ وما دور الفقهاء في تكييف هٰذه الجريمة وضبط سلوكها المادي ومآلها الضرري؟

هٰذا؛ وقد كسرنا الدراسة على ثلاثة مباحث:

- المبحث الأول: وُسم بعنوان: "مفهوم التلوث الصوتي وأضراره"۔

- المبحث الثاني: وُسم بعنوان: "جريمة التلوث الصوتي في ميزان الشريعة"۔

- المبحث الثالث: وُسم بعنوان: "جريمة التلوث الصوتي في ميزان الفقهاء"۔

والحمد لله فاتحة كل خير، وتمام كل نعمة، علّم بالقلم، علّم الإنسان مالم يعلم۔

المبحث الأول:

مفهوم التلوث الصوتي وأضراره:

إن الأصوات وسيلة الاتصال بين الناس؛ وأداة التفاهم ونقل الأفكار، ولذلك جعل القرآن الكريم جهاز

---

[1] استاذ أصول الفقه ومقاصد الشريعة بكلية الشريعة بجامعة الشارقة۔

الصوت في مكان الصدارة من النعم التي أسبغها على عباده، وقدمه أحيانا على البصر، قال تعالى: ''وجعل لكم السمع والأبصار والأفئدة قليلا ما تشكرون'' (السجدة:٩)۔

والأصوات ليست إلا ذبذبات تطرق طبلة الأذن، وتفيد بمجموعها بعد ترجمتها في المخ معاني محددة، أو لا تفيد شيئا فتكون مجرد ضوضاء أو جلبة لا تترجم إلى مفاهيم أو معان، وأيا كان مآل هذه الأصوات فإنها لا ينبغي أن تتجاوز في قوتها واستمرارها قدرا معينا، وإلا أحدثت تلوثا صوتيا ضارا بالإنسان والكائنات من حوله۔

ومن المتفق عليه بين العلماء أن الأصوات التي تنقص قوتها عن (75 ديسبيل) (ديسيبل: وحدة قياس شدة الصوت)، تكون مأمونة العواقب، والحد الأقصى المسموح به من شدة الأصوات أثناء العمل يختلف من بلد لآخر، ففي الولايات المتحدة الأمريكية يصل إلى (90ديسبيل)، وفي بولندا يصل إلى (80ديسبيل) على ألا يتجاوز الوعاء الزمني للعمل ثماني ساعات في اليوم، غير أن بعض الدول لا تلتزم بالمعايير الصحية في العمل، فينتج عن الضوضاء ما ينتج من تدهور صحة العمال، واضطراب جهازهم النفسي والعصبي۔

وفي ضوء هذه الإشارات يمكن تعريف التلوث الصوتي بأنه: أصوات عالية شديدة تحدث ذبذبات تزيد على المعد الطبيعي المسموح للأذن بالتقاطه وتوصيله إلى الجهاز العصبي (قانون حماية البيئة لماجد راغب الحلو/ ص348)، وهو ما يعبر عنه عادة بالضوضاء التي تنتج عن التفاعل الموصول والمطرد بين النظام الاجتماعي مجسدا في الكثافة السكانية والنظام التكنولوجي بما يستحدثه من آليات التصنيع والمواصلات والإعلام وما شابه ذلك۔

ومصادر التلوث الصوتي في عالمنا المعاصر من الوفرة والكثرة بالدرجة التي لا تسمح بالاستقراء والاستقصاء، ونجتزئ منها للتمثيل بما يأتي۔

أ۔ضجيج الآلات في المصانع۔

ب۔أزيز الطائرات في المناطق السكنية المجاورة للمطارات۔

ج۔الإفراط في استعمال منبهات السيارات۔

د۔استعمال مكبرات الصوت في الحفلات والمآتم والإعلانات۔

هـ۔وجود الملاهي ودكاكين بيع الأشرطة في المناطق السكانية۔

و۔الإعلان عن السلع التجارية بالأجراس والأبواق والمناداة وما جرى مجرى ذلك۔

ز۔أصوات السكارى ولغط المستهترين في سكينة الليل، سواء أحدث ذلك بسبب تعاطي المواد المسكرة، أو بسبب الشجار والسباب۔

ح۔ضوضاء الحيوانات المستأنسة التي تنبعث من الحظائر المجاورة للمناطق السكنية۔

وقد تضافرت الدراسات العلمية الحديثة على التحذير من مغبة التلوث الصوتي، وبيان أضراره الآتية:

الأول: الإضرار بالصحة النفسية؛ إذ تفضي الضوضاء إلى الضيق والتوتر وحدة الغضب وفتور الإحساس (حدث في القاهرة في شهر يونيو عام ١٩٨٠ أن قام شاب عاقل مشهود له بالاتزان والتؤدة بإحراق ستة من الأطفال كانوا يلعبون أمام منزله بعد أن سكب عليهم كمية من البنزين تخلصا من صخبهم الذي سلبه وعيه وجعله يتصرف تصرف المجانين (انظر جريدة الأهرام القاهرية، ١٨ يونيو، ١٩٨٠م)۔

الثاني: الإضرار بالصحة الجسدية؛ إذ تؤثر الضوضاء في اضطراب وظائف الجسم، فيرتفع ضغط الدم نتيجة انقباض الأوعية الدموية، وتتسارع ضربات القلب، ويضيق التنفس، وتتقلص العضلات، وتتعطل عملية إفراز اللعاب وبعض

(الأنزيمات) المعدية، ويسوء الهضم، وتفقد بعض هرمونات الجسم توازنها الطبيعي۔

وفي دراسة أجريت على نخبة من شرطة المرور تتراوح أعمارها ما بين (٢٠- ٥٠ سنة)، بوصفها أكثر الفئات المجتمعية تعرضا لأخطار الضوضاء استبان أنه كلما زادت مدة التعايش مع الضوضاء ارتفعت نسبة الاضطرابات العصبية والنفسية وضغط الدم وزيادة الشعور بالانزعاج بمعدل لا يبلغ نصفه غير المعرضين للضوضاء (تلوث البيئة الحضرية لمحمد فالق عبد الحميد، مجلة كلية الدراسات الإنسانية، الأزهر، ٩، ١٩٩١م، ص٣٨٢)۔

وبات من المؤكد، اليوم، في علم السمعيات (علم السمعيات يبحث في دراسة تأثير الضجيج في جسم الإنسان) أن للضوضاء صفة تراكمية؛ إذ تتجمع الملوثات الصوتية ومزعجات الضجيج في جسم الإنسان على تراخي الأيام، وتفضي في نهاية المطاف إلى الإخلال بالوظائف الفسيولوجية والنفسية، واعتلال الصحة، وضمور القدرات العملية؛ بل إن التأثير التراكمي للضوضاء يرهق الجهاز العصبي على نحو يفقد معه القدرة على تنفيذ عمليات الكبح والوقاية، وإذا تجاوز الضجيج (١٣٠ ديسيبل) فقد يصاب الإنسان بالصمم المؤقت أو الدائم۔

الثالث: إن ما تفرزه الضوضاء من أجواء مشحونة بالتوتر والقلق لا يساعد على تنامي كفاءة التخاطب، وقدرة التركيز، وإمكانيات الحوار البناء، فيؤول الأمر في النهاية إلى ضمور الإنتاج واضطراب العمل۔

وهذه المفاسد الجمة لا يقتصر ضررها على الإنسان فحسب، بل يتعدى إلى البيئة النباتية والحيوانية؛ إذ ينتج عن الضوضاء إصابة الحيوان باضطراب هرموني مؤد إلى تضاؤل نتاج البيض والألبان، وهذا الضرر مرصود في بعض الدراسات الحديثة التي أكدت بما لا يدع مجالا للشك أن الأبقار في المزارع المجاورة للمطارات لا تدر الكمية الطبيعية من الحليب التي تدرها في الأماكن الهادئة۔ وفي السياق العلمي نفسه تمخضت نتائج البحوث عن بيان التأثير السيء للملوثات الصوتية في معدلات نمو النباتات وتكاثرها (مواجهة الإسلام للتحديات المتصلة بالبيئة لضياء الدين محمد عطية، ص٨٣)۔

ولا شك أن الضرر المتفاحش للتلوث الصوتي يقتضي من أهل السلطة والتشريع مواجهة حاسمة للضوضاء في ثلاث مراحل (أفدنا هذا التقسيم من كتاب قانون حماية البيئة لماجد راغب لحلو، ص٣٥٨):

١- مواجهة الضوضاء في مصدرها:

إن مواجهة الضوضاء تستلزم أول ما تستلزم سنّ تشريعات وقوانين تعنى ببيان مواصفات الآلات ووسائل النقل والاتصال من حيث مستوى أصواتها، وتحديد الحد الأقصى للضجيج المأذون فيه أيا كان مصدره، وتنظيم استعمال الأبواق وأجهزة التنبيه وطرائق الإعلان الدعائي، ومنع إنشاء المحلات الصاخبة والحظائر في المناطق السكنية، وفرض العقوبات التأديبية على السكارى والمستهترين ممن ينغصون على الناس صفو هدوئهم وراحتهم۔

وقد كان لفرنسا السبق المحمود في إصدار مجموعة من القوانين المكافحة للضوضاء في مصدرها كقانون استعمال الآلات الموسيقية في الحفلات، وقانون تنظيم الإعلانات الدعائية واستعمال الأجهزة الصاخبة، وقانون حماية السكان من ضوضاء الحيوانات المستأنسة (نفسه، ص٣٥٨)۔

٢- مواجهة الضوضاء أثناء مسارها:

إن للضوضاء مسارا تسلكه ما بين مصدر انطلاقها ومكان استقبالها، ويمكن التخفيف من وطأتها أثناء المسار (عن طريق زيادة المسافة بين نقطتي الإرسال والاستقبال) (نفسه، ص٣٥٨)، ومن وسائل هذا التخفيف: إقامة الحواجز المرورية حماية للمدارس والمستشفيات وما شابهها، وترك مساحة شاسعة من الأرض حول المطارات، وإبعاد منشآت التصنيع عن المناطق السكنية۔

۳۔ مقاومة الضوضاء عند استقبالها:

يمكن درء آثار الضوضاء واتقاء عواقبها باستعمال جملة من الوسائل الوقائية كالعازل الصوتي، وسدادات الأذن، وإقامة تركيبة خاصة في جدران المنازل لمنع الصوت أو تخفيفه، (وحسن توزيع الغرف في المنازل بحيث تكون غرف النوم والراحة مواجهة للاتجاهات الأقل ضوضاء) (نفسه، ص۳۵۸)۔

المبحث الثاني:

جريمة التلوث الصوتي في ميزان الشريعة:

إن التلوث الصوتي قضية كبرى تدلي بسبب وثيق إلى اتزان النظام الكوني، وصحة الإنسان، ودوره في العمارة؟! فلا بدّ أن يكون للشريعة موقف من القضية وآثارها، وللفقيه يد في استجلاء هذا الموقف، وتأصيله في ضوء الكتاب والسنة ومقاصد الشريعة وقواعدها، وأنظار الفقهاء في ضبط المآلات الضررية للجريمة۔ وهذا ما سنعنى ببيانه مشفوعا بما يصلح للتمثيل وشد معاقد الكلام۔

المطلب الأول:

التلوث الصوتي في ميزان النصوص:

إن الشريعة داعية وسطية واعتدال ورفق، والضوضاء تجافي هذه الآداب المرعية في الأمر كله؛ إذ فيها شدة في الصوت لا تليق بالسمت الإسلامي وأدب الخطاب، فضلا عن غبّها الوخيم في حياة الناس۔ وإذا كانت الضوضاء مستكربة في الإسلام، فإن الصوت الخافت المتهدّج ليس بالأمر الذي يستحسن أو يحمد، ولذلك كان من خصال عمر بن الخطاب رضي الله عنه أنه إذا تكلم أسمع۔

ولما كانت الضوضاء بغير مسوغ أو موجب تلوثا صوتيا ضارا بالإنسان والبيئة، فإن النصوص اصطلحت على ذمها وبيان مخالفتها للآداب الشرعية المرعية في مجال التعبد، ومقام الخطاب، وسياق المحاورة، ويمكن إجمال هذه النصوص فيما يلي:

۱۔ قال تعالى: ''ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت به وابتغ بين ذلك سبيلا'' (الإسراء:۱۱۰)۔

وجه الاستدلال بالآية: أن الله تعالى ينهى عن الجهر في الصلاة أو الدعاء؛لأن الصلاة تحتمل المعنيين هنا عند السلف، ومعلوم أن من فسر الصلاة بالعبادة المعروفة فإنما أراد قراء تها خاصة؛ لأنها هي التي توصف بالجهر أو المخافتة (التحرير والتنوير للطاهر ابن عاشور۱۵/ ۲۳۸) ، والمقصود من الجهر: قوة صوت الناطق، أما المخافتة فهي الإسرار، وصيغة مفاعلة مستعملة في معنى الشدة، أي: لا تسرّ بها إسرارا۔

والنهي عن شدة الجهر في الآية معلل بدفع أذى الكفار إذا ما توهموا أن علوا الصوت في الدعاء أو الصلاة مقصود به التحكك والتطاول، والنهي عن المخافتة معلل بضرورة إسماع البلاغ لكل متهيء للاهتداء به، فكان لا بد، إذًا، من ابتغاء سبيل بين الأمرين ليستوفى المقصود من إسماع القرآن، وينتفي توهم قصد التطاول على الكفار (نفسه۱۵/ ۲۳۸) ، ولذلك كانت هذه الآية متعلق القائلين بالوسطية في الأمر كله۔

۲۔ قال تعالى: ''يا أيها الذين آمنوا لا ترفعوا أصواتكم فوق صوت النبي ولا تجهروا له بالقول كجهر بعضكم لبعض أن تحبط أعمالكم وأنتم لا تشعرون، إن الذين يغضون من أصواتهم عند رسول الله أولئك الذين امتحن الله قلوبهم للتقوى لهم مغفرة وأجر عظيم، إن الذين ينادونك من وراء الحجرات أكثرهم لا يعقلون (الحجرات۲۔ ۴)۔

وجه الاستدلال بالآية: أن الصوت المرتفع في حضرة النبي ﷺ يحبط العمل ويذهب بثوابه، بينما الصوت المنخفض يثاب عليه صاحبه بالمغفرة والأجر العظيم، وقد عد الإمام مالك رفع الصوت عند ذكر رسول الله ﷺ كرفعه عند شخصه (ترتيب المدارك للقاضي عياض ۱/ ۱۵۳) ، حبا في المقام النبوي، ورعاية لجلاله۔

وقد نفى الله تعالى صفة التعقل والاتزان عن الأعراب الذين نادوا الرسول ﷺ بصوت مرتفع، وهو مستريح في بيته، غير مراعين حرمة المقام، وأدب الخطاب، فكان ذلك منها جلافة وقلة حياء۔

ويُستأنس بالآية في الدلالة على كراهة علو الصوت في مجالس الدرس والتحصيل، وحضرة أهل العلم والفضل، تأسيا بما جاء في الأدب مع رسول الله ﷺ سيد الأنبياء وإمام الفضلاء۔

۳۔ قال تعالى: ''وما كان صلاتهم عند البيت إلا مكاء وتصدية'' (الأنفال:۳۵)۔

وجه الاستدلال بالآية: أن الله سبحانه و تعالى يسخر من الكفار الذين ملأوا طوافهم حول الكعبة تصايحا وصفيرا وتصفيقا، وهذه أعمال تقدح في حرمة البيت الحرام وخشوع العبادة، ولا تعرف للمشركين صلاة؛ وإنما سمي مكاؤهم وتصديتهم صلاة من باب المشاكلة التقديرية، لأنهم سخروا من صلاة المسلمين وفعلوا ما فعلوا تشغيبا عليهم ومحاكاة لقراء تهم، والمشاكلة ترجع إلى استعارة علاقتها المشاكلة اللفظية أو التقديرية (التحرير والتنوير للطاهر ابن عاشور۹/ ۳۳۹) ، وهذا الذي انتحاه حذاق التفسير ومالوا إليه۔

۴۔ قال تعالى: ''واقصد في مشيك واغضض من صوتك إن أنكر الأصوات لصوت الحمير'' (لقمان:۱۹)۔

وجه الاستدلال بالآية: أنها تنفر الإنسان العاقل من النزول لدرك الحيوانية المنحطة؛لأنه إذا لم يراع أدب الغض من الصوت يصبح صنو الحمار البليد الذي يرسل نهيقه المزعج في أي مكان وزمان شاء، ولا يبصر بما هو لائق بالمقام والحال، مادام محكوما بقوة الغريزة لا بهدي العقل، قال القرطبي: (لا تتكلف برفع صوتك، وخذ منه ما تحتاج إليه؛ فإن الجهر بأكثر من الحاجة تكلف يؤذي) (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي۱۴/ ۳۸)۔

۵۔ قال تعالى: ''لا تسمع فيها لاغية'' (الغاشية:۱۱)۔

وجه الاستدلال بالآية: أنها تحبب في الصوت المنخفض باعتبار أن أصحاب الجنة ينعمون فيها بالهدوء والسكينة، ولا يسمعون فيها لغطًا أو لغوًا أو تأثيمًا۔

قال الطاهر بن عاشور: ''ابتدئ في تعداد صفات الجنة بصفتها الذاتية وهي كونها عالية، وثني بصفة تنزيهها عما يعد من نقائص مجامع الناس ومساكن الجماعات وهو الغوغاء واللغو'' (التحرير والتنوير لابن عاشور۳۰/ ۳۰۰)۔

۶۔ عن أبي قتادة رضي الله عنه قال: ''بينما نحن نصلي مع النبي ﷺ إذ سمع جلبة رجال فلما صلى قال: ما شأنكم؟ قالوا: استعجلنا الصلاة، قال: لا تفعلوا، إذا أتيتم الصلاة، فعليكم بالسكينة، فما أدركتم فصلوا، وما فاتكم فأتموا'' (رواه البخارى برقم:۶۰۹، ومسلم برقم:۶۰۳، واللفظ للبخارى)۔

وجه الاستدلال من الحديث: أن النبي ﷺ انزعج من جلبة الصحابة وقد جاء وا يركضون استعجالا للصلاة، فنهاهم عن ذلك وأمرهم بالسكينة مع أن حدوث الصوت العالي كان لأجل غرض شرعي ومقصد محمود هو إدراك الصلاة۔

۷۔ عن أبي موسى الأشعرى قال: ''كنا مع النبي ﷺ في سفر، فجعل الناس يجهرون بالتكبير، فقال النبي ﷺ: يا أيها الناس، أربعوا على أنفسكم، فإنكم لا تدعون أصم ولا غائبا، إنكم تدعون سميعًا قريبًا، وهو معكم'' (رواه البخاري برقم: ۲۸۳۰، ۶۲۳۶، ومسلم برقم: ۲۷۰۴)۔

وجه الاستدلال بالحديث: أن النبي ﷺ أمر المكبرين بالرفق بأنفسهم وخفض أصواتهم، وهذا معنى قوله: (أربعوا على

أنفسكم)؛ لأن الله سبحانه سميع قريب من عباده، وليس بأصم أو غائب. فلا يحتاج ذكره أو دعاؤه إلى الجهر ورفع الصوت، وإذا كان هذا التوجيه النبوي في باب الذكر، وهو من أحب الأعمال إلى الله وأدلها على التوحيد الصادق، فما بالك بغيره مما لا يقوم فيه عذر أو مسوغ۔

٨۔ عن أبي هريرة مرفوعا: ''إن الله يبغض كل جعظري جواظ صخاب في الأسواق، جيفة بالليل، حمار بالنهار'' (رواه ابن حبان كما في الإحسان برقم:٧٢، وصححه الألباني في السلسلة الصحيحة برقم:١٩٥)۔

والجعظري:الشديد الغليظ الأجلف، والجواظ: الأكول النهم، والصخاب:الصياح۔

ووجه الاستدلال بالحديث: إخبار الرسول الله ﷺ يبغض الله تعالى لكل صياح في الأسواق. وهذا نص صريح في منع التلوث الصوتي والإنكار على مقترفه، ويدخل فيه لفظا ومعنى ما يشيع في الأسواق اليوم من طرائق الإعلان الصاخب عن البضائع التجارية كاتخاذ الأبواق والأجراس وغيرها۔

٩۔ عن ابن مسعود رضي الله عنه مرفوعا: ''ليلني منكم أولو الأحلام والنهى، ثم الذين يلونهم ثلاثا ولا تختلفوا فتختلف قلوبكم، وإياكم وهيشات الأسواق'' (رواه مسلم برقم: (٤٣٢) ، وأبوداؤد برقم: (٦٧٥) ، والترمذي برقم: (٢٢٨) ، وقال: حسن صحيح غريب، والنسائي برقم: (١٤٢٨))۔

قال الخطابي: (هيشات الأسواق: ما يكون فيها من الجلبة وارتفاع الأصوات، وما يحدث فيها من الفتن، وأصله من الهوش وهو الاختلاط) (معالم السنن للخطابي١/ ٨٥)۔

ووجه الاستدلال بالحديث: نهي الرسول الله ﷺ عن هيشات الأسواق في المساجد؛ لأن الصلاة اتصال روحي بالله تعالى، فينبغي أن يكون مؤديها على حال من السكون والوقار لائق بمقام المعبود وآداب العبودية، وبذلك يتميز أولو الأحلام والعقول عن غيرهم۔ ولا جرم أن هيشة الأسواق مذمومة بموجب هذا التوجيه النبوي، وإلا لم ينه عنها في حضرة الصلاة، ومأتى ذمها من جهة صخب أهل السوق وارتفاع أصواتهم في المناداة على البضائع والإعلان عنها دون مراعاة لهدي السنة في الكلام وآدابها في الطريق۔

١٠۔ عن ابن عمر قال: ''كان المسلمون حين قدموا المدينة يجتمعون؛ فيتحينون الصلاة ليس ينادى لها، فتكلموا يومًا في ذلك فقال بعضهم: اتخذوا ناقوسا مثل ناقوس النصارى، وقال بعضهم: بل بوقا مثل قرن اليهود، فقال عمر: أولا تبعثون رجلا ينادي بالصلاة؟ فقال رسول الله ﷺ: يا بلال قم فناد للصلاة'' (أخرجه البخاري برقم: (٦٠٤) ، ومسلم برقم: (٣٧٧))۔

وجه الاستدلال بالحديث: أن الرسول الله ﷺ رفض استعمال الأبواق والنواقيس في الأذان؛ لأنها ذات جلبة لا تليق بالنداء إلى عبادة روحية كالصلاة، فضلا عن كونها وسائل إعلان عند اليهود والنصارى، فكان من الأليق شرعًا وذوقًا اصطفاء مؤذن ذي صوت رخيم يحدو النفوس حدوًا إلى المساجد، لتنعم بلحظات خشوع مخضلة لا أبهى منها ولا أصفى!! ولم يكن آنذاك في الصحابة مثل بلال نداوة صوت، وحلاوة نبر!!

إن هذه النصوص القرآنية والحديثية تحوي بين جانحتيها إشارات رقيقةً إلى ما ينبغي التحلّي به في المجالس والمحافل ومقامات الحوار من غض الصوت، واجتناب الصخب، حفاظا على السمت الحسن، ورعيًا لأدب الكلام، ودرءًا للتلوث الصوتي۔ بيد أن ثمة مواضع يشرع فيها علو الصوت؛ بل إن كمال الشعائر لا يستقيم أحيانا إلا به، ومن هذه المواضع:

أولا:الأذان، وهو بمعانيه الربانية وألفاظه العذاب لا يمكن أن يحدث جلبة أو صخبا، ولا سيما إذا اختير لأدائه مؤذن ندي الصوت، رقيق الإحساس۔

ثانيا: التلبية في الحج، فالمطلوب من الحجيج أن يرفعوا أصواتهم بالتلبية وہم محرمون حتى يرموا جمرة العقبة، وہي تعني فيما تعني استجابة لأمر الله تعالى، وتأہبًا روحيًا مبتور الصلة بماضي الآثام والخطايا، وضبطا لعزيمة الحج بفعل ظاہر يدل على الإخلاص للعقيدة وتعظيم الشعائر، و''كل ما كان من ہذا الباب فإنه يستحب الجہر به، وجعله بحيث يكون على رؤوس الخامل والنبيه، وبحيث تصير الدار دار الإسلام'' (حجة الله البالغة للدہلوي، ص٦٢)۔

ومن حج واعتمر وخالط الملبين يدرك أثر التلبية في شحذ النفوس، وتقوية العزائم المؤمنة، فإن الرہبة تتملك النفس في ہذا الموقف الجلل، والمشاعر تندى وترق في خضم الملحمة الربانية المتناغمة، وقد جلّى بعض المعاصرين البون الشاسع بين الضوضاء والجہر بالتلبية فقال: ''وطالما حججنا واعتمرنا ولبينا فرادى ومجتمعين، واستمعنا إلى الملبين، فلم نشعر بضجيج ولا ضوضاء، لأن من يلبي يؤدي التلبية، وہو يشعر أنه يتعبد لله تعالى ويتقرب إليه'' (رعاية البيئة في شريعة الإسلام، ص١٩٣)۔

ثالثا: صيحات التكبير في الحرب، وہي رافد حماسي يقوي قلوب المجاہدين، ويشد من عزمہم، فضلا عن أثره المحقق في زلزلة نفوس الأعداء وقذف الرعب فيہا۔

المطلب الثاني:

التلوث الصوتي في ميزان المقاصد:

معلوم لمن استقرأ موارد الشريعة، وخبر مجاريہا ومباعثہا، أنہا لم تنزل إلا لرعاية مصالح الناس في العاجل والآجل، ومن ہذه المصالح ضروريات إذا ما اختلت لم تجر حياة الإنسان إلا على فساد وتہارج وفوت أمان، وہي: حفظ الدين، والنفس، والنسل، والعقل، والمال، يقول الإمام الشاطبي: ''وقد اتفقت الأمة، بل سائر الملل على أن الشريعة وضعت للمحافظة على الضروريات الخمس، وہي الدين والنفس والنسل والمال والعقل'' (الموافقات للشاطبی١/٣٨)، ثم يجلّي إمامنا منہج الحفاظ عليہا قائلا: ''والحفظ لہا يكون بأمرين: أحدہما: ما يقيم أركانہا ويثبت قواعدہا، وذلك عبارة عن مراعاتہا من جانب الوجود؛ والثاني: من يدرأ عنہا الاختلال الواقع أو المتوقع فيہا، وذلك عبارة عن مراعاتہا من جانب العدم'' (نفسه٢/٨)۔

ولا امتراء أن صون البيئة عن التلوث الصوتي يدخل جملة وتفصيلا في رعاية (الضروريات)، والتعدي عليہا بإفساد صالحہا، وتخريب عامرہا، وتغيير أصل خلقتہا، يدخل لفظا ومعنى في الإخلال بہذه (الضروريات) المرعية شرعا وعقلا، وبيان ذلك من وجوه:

١۔التلوث الصوتي إضرار بالدين:

إن التلوث الصوتي جناية على البيئة وصحة الإنسان، وتنكّب عن ہدي الإسلام في الكلام، وآدابه في الإعلان، وجوہره في الأمر كله وہو الاعتدال، وہذه المفاسد بعضہا فوق بعض تجافي جوہر التدين السليم، وما أمر به الله تعالى من الإحسان إلى المخلوقات حية وغير حية۔

وإذا ما أشبعنا النظر في حقيقة التلوث الصوتي ومآلاته ندرك بسہولة ويسر أنه مخل بالجوہر الديني من وجہين:

الأول: مخالفة الأمر الإلہي بالعدل والإحسان، قال تعالى: ''إن الله يأمر بالعدل والإحسان وإيتاء ذي القربى) (النحل:٩٠)، قال العز بن عبد السلام: ''وأجمع آية في القرآن للحث على المصالح كلہا، والزجر عن المفاسد بأسرہا قوله تعالى: ''إن الله يأمر بالعدل والإحسان وإيتاء ذي القربى وينہى عن الفحشاء والمنكر والبغي يعظكم لعلكم تذكرون''، فإن الألف واللام في العدل والإحسان للعموم والاستغراق، فلا يبقى من دق العدل وجله

شيء إلا اندرج في قوله:''إن الله يأمر بالعدل''، ولا يبقى من دق الإحسان وجله شيء إلا اندرج في أمره بالإحسان۔والعدل ہو التسوية والإنصاف،والإحسان: إما جلب مصلحة أو دفع مفسدة...وكذلك الألف واللام في ''الفحشاء والمنكر والبغي''عامة مستغرقة لأنواع الفواحش، ولما ينكر من الأقوال والأعمال...'' (قواعد الأحكام للعز بن عبد السلام۲/ ۱۶۱)۔

ومقتضى العدل ألا يقترف الإنسان من المخالفات ما يملأ به الدنيا ضجيجا، ويؤذي أسماع الناس، فيجور على أخيه في صحته، وعلى الكائنات من حوله في نمائها ونتاجها، ومقتضى الإحسان أن يراعي ہدي الإسلام في الكلام والإعلان والتخطيط العمراني، فيجلب للناس مصلحة الراحة والسكون وہدوء البال، ويدرأ عنهم مفسدة الضوضاء والصخب والتشغيب۔

الثاني:تعطيل مهمة الاستخلاف التي تقتضي تعمير الكون وإصلاحه، ورعاية النوع المستخلَف فيه؛ لأن التلوث الصوتي ليس إلا صورة من الإفساد في الأرض، والجور على موارد البيئة، ومن لا يتورع ہذا التلوث ينسى أنه مستخلف في ملك الله، وتصرفه فيه لا يتجاوز حدود ما أنيط به على سبيل الأمانة، وأنه مجازى على إحسانه أو إساء ته، وبئس عاقبة أهل الفساد والعلو في الأرض، قال تعالى:''تلك الدارة الآخرة نجعلها للذين لا يريدون علوا في الأرض ولا فسادا والعاقبة للمتقين'' (القصص:۸۳)۔

۲۔التلوث الصوتي إضرار بالنفس:

إن الإضرار بالنفس يعنى الجناية على الحياة البشرية وصحة الإنسان، ولا خلاف في منعه بين العقلاء فضلا عن العلماء؛ لأن للإنسان حرمة عظيمة أعظم من حرمة الكعبة، والتعدي عليها من أكبر الكبائر؛ بل إن من استهان بها كمن استهان بالبشرية كلها؛ إذ لا فرق بين نفس ونفس، قال تعالى:''أنه من قتل نفسا بغير نفس أو فساد في الأرض فكأنما قتل الناس جميعا ومن أحياہا فكأنما أحيا الناس جميعا'' (المائدة:۳۲)۔

وقتل النفس يحرم في الأحوال كلها، حتى لو تعدى الإنسان على نفسه وأقدم على (الانتحار) ، وقد توعد الله (المنتحر) بالعذاب الشديد يوم القيامة، لقنوطه من رحمة الله، وامتهانه لخلقه من غير موجب، قال تعالى:''ولا تقتلوا أنفسكم إن الله كان بكم رحيما'' (النساء:۲۹)۔

وقد أثبت العلم الحديث الأثر التراكمي للتلوث الصوتي وإضراره بالوظائف الفسيولوجية للجسم بما لا يدع مجالا للشك، فكانت الضوضاء بموجب ہذا الإثبات ضربا من القتل أو (الانتحار) البطيء؛ إذ تؤذي الإنسان في صحته وتوطىء الأكناف لهلاكه۔ وكل ما كان من ہذا الباب أجمع أهل العلم على تحريمه وتأثيم متعاطيه لتحقق ضرره المدفوع شرعا۔

۳۔التلوث الصوتي إضرار بالنسل:

إن التلوث الصوتي تعدٍّ صارخٌ على البيئة بما يحمله في طياته من أسباب المرض والاعتلال وضمور الكائنات الحية كالحيوان والنبات، وہذا التعدي لا يقتصر ضرره على جيل اليوم؛ وإنما يتعدى إلى أجيال المستقبل وہي ما يقصد به (النسل) أو (الذرية)۔

فإذا كان الله سبحانه و تعالى قد استخلفنا في الأرض استثمارا لطاقاتها المذخورة، وخيراتها الموفورة، فمن واجبنا الحفاظ عليها من أسباب الزوال والاضمحلال، وادخارہا للأجيال القادمة في إطار ما يسمى ''بتكافل الأجيال الإسلامية بعضها مع بعض بحيث لا يجوز أن يستأثر جيل بالخير والنعمة على حساب جيل أو أجيال قادمة، كما لا يجوز أن يطغى على حقه، أو يستنفد مصادر رزقه، أو يجور على موارد معيشته، فإن ہذا من الظلم الذي حرمه الله على عباده،

والله لا يحب الظالمين'' (رعاية البيئة في شريعة الإسلام، ص۵۰)۔

فليس من المعقول، إذًا، أن نعيث في الأرض فسادا، ونورث أبناء نا وأحفادنا آفات لا قدرة لها على درئها؛ ذلك أن الضوضاء تلوّث البيئة من حولهم، وتجور على موارد رزقهم، وتخلّ بالتوازن الكوني بما يعود عليهم بالضرر البالغ۔

۴۔التلوث الصوتي إضرار بالعقل:

إن الحماية البيئة بمفهومها العام تقتضي الحفاظ على الإنسان بكيانه كله الجسدي والعقلي والنفسي؛ لأن الكون لا يصلح أمره إلا بصلاح النوع المستخلف فيه، وهٰذا الصلاح رہين بأمرين: الصحة والاستقامة۔

ولا شك أن الحفاظ على الكيان الإنساني لا يكون له معنى أو محلٌ من الإعراب على حد تعبير أصحابنا النحويين إلا بصيانة العقل الذي عدّ في شرعنا مناط التكليف، والميزان الذي توزن به الأعمال، ويميز بين سمينها وغثها؛ بل ہو العطية الربانية التي دعينا باسمها إلى الاستخلاف في الأرض وتعميرها۔

ولما أثبت العلم الحديث ما للتلوث الصوتي من أثر محقق في إرہاق الجهاز العصبي، واضطراب المزاج الفكري، وتشتيت التركيز، صار من المسلّم به إضراره بالعقل، وهٰذه مفسدة كبرى يترتب عليها الإخلال بالتفكير السوي عند الإنسان، وهو تفكير يتهدّى به في الموازنة ''بين اليوم والغد، وبين المصالح والمفاسد، وبين المتعة والواجب، وبين القوة والحق'' (نفسه، ص۵۱) ، وبذلك نأمن العبث بالموارد والتطاول على بيئة بالجهل أو الظلم أو القصور في رعي التوازنات المنشودة۔

۵۔التلوث الصوتي إضرار بالمال:

تضافرت الدراسات العلمية على بيان أثر التلوث الصوتي في الاضطراب الهرموني عند بعض الحيوانات، وانخفاض نسبة نتاجها من البيض والألبان، وضمور معدل نمو المزروعات، وتداعي البنيان والعمران، وهٰذه أموال نامية تصان عن العبث والإہدار، والمال قوام المعيشة، ومصدر الرزق، ومصلحة ضرورية جاء الإسلام بما يقيم أركانها وقواعدہا، وهٰذه رعاية من جهة الوجود، ويدرأ عنها الاضطراب الواقع أو المتوقع، وهٰذه رعاية من جهة العدم۔

ومن هنا تقوم ضرورة تنمية المال، وهو لا يزكو إلا بترشيد الإنفاق منه، وصرفه في وجوه المنفعة وأغراض الخير، وحفظ موارده من عبث العابثين، ولا شك أن الضوضاء بأضرارہا المحققة تناقض هٰذه الضرورة، وتكرّ على مقاصدها بالإبطال۔

فمن الواضح والجلي، إذًا، أن تلويث البيئة أيا كان مصدره ومبعثه يجلب من المفاسد الجمة ما يعين على نقض مقاصد الشريعة في حفظ الدين والنفس والنسل والعقل والمال، وهو ما عبر عنه القرآن الكريم بالإفساد الذي يحرم إدخال ماہيته في الوجود وإيقاعه في الأرض دون تمييز بين نوع ونوع؛ لأن الظاہر من الآيات أنه عار عن التقييد والحصر، ومستغرق لأنواع من الانحراف، وما روي عن بعض المفسرين من تعيين نوع منه فمحمول على التمثيل لا غير، وادعاء التخصيص لا يشفع له دليل، وهٰذا ما رجحه أبو حيان في تفسيره (البحر المحيط لابن حيان ۴/ ۳۱۱۔ ۳۱۲)۔

المطلب الثالث:

التلوث الصوتي في ميزان القواعد:

لا خلاف بين أهل العلم في حرمة الضرر المتعمد؛ إذ العدل يقتضي أن لا يضر المسلم بعموم الناس فكيف بأخيه المسلم، والضابط في ذلك من جهة النقل والعقل أن يحب لأخيه ما يحبه لنفسه. فكل ما لو عومل به شقّ عليه وثقل على

قلبه، فينبغي أن لا يعامل به غيره (إحياء علوم الدين للغزالي ٢/٤٦)۔

وفي تراثنا التقعيدي من الموازين والضوابط ما يدفع الضرر الواقع والمتوقع بما يلائم مقصود الشرع فيما شرع من حقوق وواجبات، ويزيل الاشتباه في موارد التعارض بين الأضرار المتزاحمة، ويجلب للناس خير الخيرين، ويدرأ عنهم شر الشرين۔

ويمكن أن يوزن التلوث الصوتي بميزان القواعد الآتية:

١۔ الضرر يزال (الأشباه والنظائر للسيوطي ١/ ١٠۔ ١١) :وهي قاعدة موازية للقاعدة الأم: ''لا ضرر ولا ضرار''، وصيغت في قالب الخبر الدال على الوجوب، أي: وجوب دفع كل ضرر واقع أو متوقع. ومن ثم فالقاعدة ذات بعدين: بعد وقائي يدرأ الضرر المتوقع في الآجل القريب أو البعيد، وبعد علاجي يقطع استدامة الضرر بإزالة عينه وقطع دابره۔

وفي ضوء هذه القاعدة يمنع إقامة حظائر الحيوان في المناطق السكينة درءًا لضوضاء الحيوانات المستأنسة التي تعكر على الناس صفو هدوئهم، وإذا ما كانت هذه الحظائر قائمة، وكان ضررها كبيرا مستدامًا، فإنها تنقل إلى منطقة أخرى استئصالا لشأفة الضرر۔

٢۔ يختار أخف الضررين (نفسه،١/ ١٣٥) :وهذه قاعدة ترجيحية يلجأ إليها عند تزاحم الأضرار وتعذّر درء الجميع. فيدرأ الأفسد فالأفسد، والأرذل فالأرذل، والعاقل الحصيف من يدرك خير الخيرين وشر الشرين۔

ومن تطبيقات هذه القاعدة في مجال مكافحة الضوضاء: أن الدولة إذا احتاجت إلى إنشاء مبنى المطار ولم تجد لتنفيذ هذا المشروع إلا موقعين: الأول بجوار منطقة سكنية. والثاني بجوار مزرعة حيوانية. فإن منطق الشرع يلزم بإقامة المطار في الموقع الثاني؛ لأن الضوضاء وإن كانت ستجني على النتاج الحيواني بحكم الاضطراب الهرموني، فإن حرمة الإنسان أعظم من حرمة الحيوان فيختار أخف الضررين۔

٣۔ يتحمل الضرر الخاص لدفع الضر رالعام (الأشباه والنظائر لابن نجيم ا/ ٨٨) :ومجال إعمال هذه القاعدة هو مورد التعارض بين الأضرار الخاصة والأضرار العامة. فيرتكب الضرر الخاص الذي يكون شره أهون وأخف من الضرر العام الذي يعود على مصالح الأمة بالتعطيل أو التفويت، ولهذا المعنى شرع حد القطع حماية للأموال، وحد الزنا حماية للأعراض، وحد الشرب حماية للعقول، وحد الردة حماية للأديان، والقصاص حماية للأنفس۔

ومن تطبيقات هذه القاعدة في مجال مكافحة الضوضاء: منع التاجر من استعمال البوق في الإعلان عن بضاعته، وهذا المنع إن عاد عليه بضرر خاص في ماله أو تجارته، فإنه يتحمل لدفع الضرر العام وهو التلوث الصوتي الذي يجني على صحة الناس والبيئة من حولهم، ولذلك قال بعض الأصوليين: خادم المصلحة العامة أفضل وآكد من خادم المصلحة الخاصة۔

٤۔ تصرف الإمام على الرعية منوط بالمصلحة (المنثور في القواعد للزركشي ١/ ٣٠٩) :ومعنى القاعدة أن الولاة يتصرفون بما هو أنفع للمولى عليه جلبا للرشاد ودرءًا للفساد. فكل تصرف جاء بخلاف المصلحة مما يقصد به استبداد أو استئثار بمنفعة فهو باطل. وأصل القاعدة من كلام الشافعي: ''منزلة الإمام من الرعية منزلة الولي من اليتيم'' (نفسه١/ ٣٠٩)۔

وفي ضوء هذه القاعدة يتصرف ولاة الأمور في أمور الحماية البيئية بما تقتضيه مصلحة الجماعة أو الأمة. ومن وسائل هذه الحماية: منع استعمال الأبواق والأجهزة الصاخبة، وتنظيم أوقات الحفلات، وإبعاد الحظائر والمطارات ومحلات الضوضاء عن مناطق الكثافة السكانية، وفرض العقوبات على أهل الصخب من السكارى والمستهترين۔

٥۔ مالم يتم الواجب إلا به فهو واجب (رسالة القواعد للسعدي/ ص١١) :وهذه قاعدة أصولية معناها أن الأفعال تأخذ

حكم مصالحها، فما أدى إلى مصلحة واجبة يكون واجبا، لأن الوسائل لها أحكام المقاصد، وقد نظم هذا المعنى أبو بكر بن عاصم المالكي فقال:

وكل فعل للعباد يوجد إما وسيلة وإما مقصد

فهي له في الخمسة الأحكام تأتي به بحكم الالتزام (شرح المرتقى لمحمد فال ١/٧٦)۔

وفي ضوء هذه القاعدة تغدو حماية الإنسان والبيئة من مفاسد التلوث الصوتي واجبا، فتكون الوسائل إلى ذلك واجبة تبعا لحكم المقصود، ومنها: مكافحة الضوضاء في مصادرها، وأثناء مسارها، وعند استقبالها۔

٦۔ ما لا يتم فعل الحرام إلا به فهو حرام (مجموع الفتاوى لابن تيمية ٧/ ١٠، ١٤٣/ ٥٣١) :

إن هذه القاعدة أخت لسابقتها من حيث التلازم الحكمي بين الوسيلة وما تفضي إليه، إلا أن الحكم قد يكون وجوبا أو حرمة أو كراهة أو إباحة، فيختلف باختلاف نوع المقصود وطبيعته، فما كان مفضيا إلى الحرام مثلًا فهو وسيلة ممنوعة وإن كان لا يتوقف عليها فعل المعصية، ومثاله: الخلوة بالأجنبية وسيلة إلى الفاحشة، فتسد وتحرّم، أفضت إلى المحظور أم لا۔

قال ابن القيم: ''فإذا حرم الرب تعالى شيئا وله طرق ووسائل تفضي إليه، فإنه يحرمها ويمنع منها، تحقيقا لتحريمه، وتثبيتا له، ومنعا من أن يقرب حماه، ولو أباح الوسائل والذرائع المفضية إليه لكان ذلك نقضا للتحريم، وإغراء للنفوس به، وحكمة الله تعالى وعلمه يأبى ذلك كل الإباء'' (أعلام الموقعين لابن القيم ٣/ ١٣٥)۔

وقد تفطن ابن جزي لهذا الإيرد وأحسن التعبير عنه حين قال: ''الوسيلة إلى الحرام حرام'' (تقريب الوصول لابن جزي/ ص٢٥٥) ، وہی صيغة أعم وأخصر من قولنا: ''ما لا يتم فعل الحرام إلا به ففعله حرام''۔

ومن تطبيقات هذه القاعدة في مجال مكافحة الضوضاء: منع استعمال الآلات الصاخبة، وإقامة المطارات وقصور الحفلات والحظائر بالمناطق السكانية؛ لما يترتب على ذلك من تلوث صوتي يجني على صحة الإنسان والكائنات من حوله، ويهدر مقاصد الشريعة وضرورياتها الخمس، وهذا حرام بيّن فما أفضى إليه كان حراما۔

٧۔ ما حرّم سدا للذريعة يباح للمصلحة الراجحة (زاد المعاد لابن القيم ٢/ ٧٨) :

إن الفعل المنهي عنه سدا للذريعة المفضية إلى الفساد يباح إذا تعلقت به الحاجة أو المصلحة الراجحة، وقد عبّر شيخ الإسلام ابن تيمية عن هذه القاعدة بقوله: ''ما نهي عنه لسدّ الذريعة يباح للمصلحة الراجحة'' (مجموع الفتاوى لابن تيميه ٢٣/ ١٨٦۔ ١٨٧)۔

ومبنى هذه القاعدة على فقه الموازنة بين المصالح والمفاسد، فإذا عورضت مفسدة مرجوحة بمصلحة راجحة، فالعبرة بالراجح؛ لأن صلاحه يغمر الفساد الواقع أو المتوقع، فلا يلتفت إلى الدفع ما دام الجلب أقوى من جهة الصلاح المحقق، وہو في الحقيقة الوجه الآخر لدفع الفساد الذي لا ينفك عن المصلحة يقينًا۔

والحق أن الوسيلة إذا لم تتضمن في ذاتها مفسدة فحكمها الجواز من حيث ذاتها؛ وإنما منعت لكونها طريقا مفضيا إلى المفسدة فلما اعتبر رجحان المصلحة على المفسدة عاد الفعل إلى أصل الجواز۔

ومن تطبيقات هذه القاعدة في مجال مكافحة الضوضاء: أن استعمال الأبواق يحظر في كثير من الأحيان سدًّا لذريعة التلوث الصوتي وحسما لمادة الإزعاج، إلا أن هذا الاستعمال يباح إذا اقتضته المصلحة الراجحة فغمرت جانب المفسدة، ويحضرني من صور هذا الرجحان المصلحي: استعمال مكبرات الصوت في الأذان إعلاما بدخول وقت الصلاة، ولا سيما بعد اتساع أطراف العمران، وتنائي الديار عن المساجد۔ ولا شك أن المحافظة على صلاة الجماعة، وتعمير بيوت الله، وإظهار الشعائر، مقاصد شريفة تغمر بصلاحها المحقق كل مفسدة ناجمة عن التلوث

الصوتي۔

المبحث الثالث:

جريمة التلوث الصوتي في ميزان الفقهاء:

جرّد فقهاؤنا صدرا صالحا اهتمامهم لمعالجة آثار الضوضاء وبيان الحكم الشرعي فيها، مستضيئين في ذلك بهدي القرآن والسنة. فمنع المفتي في فتواه والقاضي في حكمه كل ما يضرّ بالإنسان في نفسه من الصخب المؤذي، وما يتعدّى ضرره إلى غيره، إذ هو من المحرم ديانةً، والمدفوع فقهًا وحسبةً وقضاءً۔

وقد منع ابن فرحون المالكي إحداث الإصطبل عند باب الجيران حتى لا تنغص الدواب عليهم صفو راحتهم ليلا ونهارا، يقول: ''يمنع الرجل من إحداث اصطبل للدواب عند باب جاره بسبب بولها وزبلها وحركتها ليلا ونهارا ومنعها الناس من النوم، وكذلك الطاحون وكير الحديد وشبهه'' (التبصرة لابن فرحون ٢/ ٣١٢۔ ٣٢١)۔

وتنبّه فقهاء الحنفية لأضرار الأصوات والاهتزازات وآثارها في إزعاج الناس وتداعي الأبنية، فأفتوا بمنع بناء تنور في الدار ''للخبز الدائم كما يكون في الدكاكين، أو رحى للطحن... لأن ذلك يضرّ بالجيران ضررا فاحشا لا يمكن التحرز منه'' (تبيين الحقائق، شرح كنز الدقائق للزيلعى ٤/ ١٩٦) ، وأفتوا بمنع ''الدق الذي يهدم الحيطان ويوهنها'' (شرح فتح القدير لابن الهمام ٦/ ٣٢)۔

ويمكن التمييز في هذا السياق بين نوعين من الأصوات:

أحدهما: صوت صغير معتاد يصدر عن أكثر الناس، وحدّ صغره أو كبره محتكم فيه إلى العرف، فما تعارف أهل البلد على كونه يحدث ضيقًا لا ضررًا كبيرًا مستدامًا، وكان من الممكن احتماله والصبر عليه، فمن المستحب تجنب حدوثه۔

بيد أن الفقهاء اختلفوا في الحكم على هذا النوع من الصوت، فلم يعدّه الأوائل ضررًا ينبغي درؤه؛ إذ يرى مطرف وابن الماجشون وأصبغ عدم إيقاف الغسال والضراب لمجرّد أن ضوضاء عملهما تزعج الجيران؛ بل ذهب ابن القطان إلى عدم جواز منع أحد من ضرب الحديد في منزله، وإن كان يفعله ليلا و نهارا، بشرط أن يكون ذلك مصدر معاشه ورزقه۔

أما خلوفهم من الفقهاء فيرون أن كل ضوضاء أيا كانت درجتها ونوعها ضرر ينبغي درؤه، وقد سنّ قضاة طليطلة حسب رواية ابن الرامي تشريعات صارمة لمنع وجود الكمادين بسبب ما يحدثون من أصوات مزعجة للجيران، وصرح القاضي ابن عبد الرافع في تونس عن ميله إلى منع بناء حظائر الحيوانات متاخمة للمباني، لما تسببه حركتها الدائمة في الليل والنهار من إزعاج يمنع من النوم (الإعلان بأحكام البنيان لابن الرامي، ص ٣٢، روعاية البيئة في شريعة الإسلام ص ١٩٣۔ ١٩٤)۔

الثاني: صوت شديد مستدام مثل: صوت الرحا، وحوانيت الحدادين والصفارين، وضجيج المصانع والمعامل، فما كان من هذا الصنف يجب منعه وتأديب محدثه۔ وقد أورد أحمد الونشريسي في (المعيار) أجوبة متضاربة في الحكم على هذه الأصوات ما بين قائل بمنعها رعيًا للضرر الناتج عنها، وقائل بجوازها؛ لأنها ليست مقصودة للإضرار؛ وإنما هي مقصودة للمعاش والإعمار، وضرر منع أصحابها من تعاطي صناعتهم أشد وأخطر من تحمّل الضوضاء المزعجة (المعيار للونشريسى ٦/ ٥٩۔ ٦٠، والمنتقى للباجي ٦/ ٤١)۔

ومن الضرر الكبير المستدام الصوت الناتج عن حركة البوابات؛ إذ إنه يؤثر في تماسك المباني المجاورة لها، ويروي ابن الرامي المالكي في كتابه (الإعلان بأحكام البنيان) أن جماعة من الناس أقاموا بوابة لحارتهم، يفتح

بابها على حائط جار لهم، فقاضاهم هذا الرجل، بدعوى أن فتح الباب وإغلاقه بصفة مستمرة يضر بحائطه ويقلق راحته، فتحرى ابن الرامي الأمر ووجد الحائط يتذبذب من جراء الفتح والإغلاق، فأمر القاضي بهدم البوابة وإزالة بابها (الإعلان بأحكام البنيان لابن الرامي/ ص۳۳)۔

وقد صاغ فقهاؤنا ضوابط دقيقة لمعرفة أثر الأصوات في الإضرار بالجدران المجاورة، ومن ذلك أن القاضي أبا الرفيع سئل عن الصورة التي يعلم بها الضرر الحاصل بالجار من جراء ما تحدثه الرحى، فقال: ''تأخذ طبقا من كاغيط وتربط أركانه بأربعة أخياط في كل ركن خيط، وتجمع أطراف الأخياط وتعلقها في السقف الذي على الحائط الفاصل بين الدار والرحى من جهة الدار وتضع على الكاغيط (المقصود بالكاغيط: الورق) ، حبات كزبريابس (المقصود بالكزبرة: بقلة زراعية حولية، تضاف أوراقها إلى بعض الأطعمة انظر: المعجم الوسيط ا/ ۸۱۷) ،وتقول لصاحب الرحى هزّ رحاك، فإن اهتز الكزبر على الكاغيط قيل لصاحب الرحى أقلع رحالك'' (الإعلام بأحكام البنيان لابن الرامي/ ص۳۳)۔

ويرى ابن الرامي المالكي: أن الذي يريد أن يعمل في داره رحى، يتباعد عن حائط الجار بثمانية أشبار من حد دوران البهيمة، ولا بد أن يكون بين الرحى و بين جدار الجار حائل بالبناء؛ لأن البناء يحول بين الجدار والمضرة (نفسه، ص۳۳)۔

والراجح عندي: أن الحكم على الأصوات ينبغي أن يوزن بقاعدتين:

الأولى: لا عبرة بالضرر التافه عند النزاع والتقاضي، ولذلك قعد فقهاؤنا قاعدة فرعية تضبط هذا المعنى فقالوا: إن الشرع لا يعتبر من المقاصد إلا ما تعلق به غرض صحيح محصّل لمصلحة أو دافع لمفسدة (ترتيب الفروق واختصارها للبقوري ۲/ ۱۷۲)۔

ومن ثم فكل دعوى لا يتشاح العقلاء فيها عادة لحقارة الشيء وتفاهته تلغ، ومن هذا القبيل: كل ضرر تافه عابر لم يتعمد فعله، ويتعذر الاحتياط منه كنفض الثياب عند الأبواب والنوافذ، وتنظيف المنازل والأدرج، والأصوات الناتجة عن عمل الضراب والغسال، وقد روى ابن حبيب عن مطرف وابن الماجشون في الجار يتأذى من صوت الضراب والغسال أنهما لا يمنعان من ذلك فيتحمل الضرر، قال الباجي: ''إنما ذلك في الصوت الصغير الذي ليس له كبير مضرة، أو أن يكون في بعض الأوقات ولا يستدام'' (المنتقى للباجي ۶/ ۴۱، وإحكام الأحكام على تحفة الحكام للكافي، ص۲۶۳)۔

نغنم من كلام أبي الوليد الباجي ضابطين للصوت المحتمل الذي لا يقاضى صاحبه أو يمنع من تعاطي أسبابه، وهما: أن يكون خفيفا فيصبر على إزعاجه، وأن يكون عابرا في بعض الأوقات؛ لأن مع الاستدامة لا يؤمن الضرر الفاحش۔

أما ضابط القلة أو الكثرة في ضرر الأصوات فيتعذر تحديده وتجليته لتباين أعراف الناس وأنماط عيشهم، وأحوال بيئاتهم، والمرجع في ذلك إلى العرف الجاري في كل بلد، وعن مالك رحمه الله أنه قال: "وليس عندنا في قلة الضرر و كثرته شيء معروف ولا موقوت" (المنتقى للباجي ۶/ ۴۱)۔

الثانية: التمييز في الأصوات بين القديم والحديث منها، فما كان وجوده أقدم من السكان، يكون ضرره قد تقادم، ومن يقول بتقادم الضرر لا يعدّ ذلك ضررا، وما كان وجوده حديثا، فليس من حق محدثه الإضرار بجيرانه والمباني الشاخمة لمحل إقامته أو صناعته۔

بيد أن ضرر الأصوات وإن تقادم فثمة شروط تراعى للتضييق من دائرة آثاره إعمالا لقاعدة: ''لا ضرر ولا ضرار''؛ ويمكن إجمالها فيما يلي:

الاول: أن يكون الناس في أمس الحاجة إلى بعض الصناعات والحرف التي تكون مصدرا للأصوات المزعجة، فيصبرون عليها رعيا لحاجتهم، ومن ذلك (الحوانيت التي تجمع بين الصناعة والبيع، ويصعب فصل الصناعة عنها)

(قاعدة لا ضرر ولا ضرار لعبد الله الهلالي ١/ ٧٨).

الثاني: أن تكون الأصوات ناتجة عن صناعة معتمدة في المعاش، والمنع منها يفضي إلى قطع الرزق وإضاعة نفقة الأهل والعيال، فيتحمل الضرر الأصغر دفعا للضرر الأكبر، ولذلك ذهب ابن القطان أن الحداد بضرب الحديد في منزله ليلا ونهارا بشرط أن يعتمد معاشه على ذلك.

الثالث: أن يمنع أصحاب بعض الصنائع والحرف من العمل في أوقات راحة الناس ونومهم.

ومتنخّل القول: إن السلوك المادي لجريمة التلوث الصوتي ينضبط بانضباط مناط المفسدة المترتبة على الجريمة، وإنما يتأتى هذا الانضباط بتحقق الظهور الذي يستدل عليه الفقهاء بأحد ثلاثة أمور:

الأول: الخروج عن حد الاعتياد، بحيث تعدّ الأصوات الصادرة ضررًا فاحشًا لا يمكن احتماله، والثاني: استدامة أثر الضرر الناتج عن الأصوات على وجه التتابع لا الانقطاع، والثالث: تفويت الارتفاق بالشيء كلًا أو بعضًا، على نحو يجعل الانتفاع به غير متأتّ على وجه المطلوب (اعتبار المآلات للسنوسي، ص٣٥٧) ، وهذا بيّنٌ فيمن يحدث بداره مدقّةً للقصارين فيوهن الدقّ حيطان الجيران، ويفوّت عليهم الاطمئنان في مساكنهم.

خاتمة:

إن جريمة التلوث الصوتي امتداد للفساد البيئي الذي طمّ وعمّ، وأخل بالتوازن الفطري في مفردات الكون وموارده؛ ذلك أن الضوضاء تجني على صحة الإنسان النفسية والبدنية، وتؤثر سلبًا في معدل نمو الكائنات، وهذه المآلات الضررية محسومة في شريعة كلها رحمة، ومصلحة، وعدل، ومستدفعة في نظر الفقهاء الذين كان لهم يد باسطة في حسم ذرائع الضوضاء، ومكافحتها في مصادرها، بناء على انضباط مناط المفاسد عندهم، وتحكيم الأعراف الفاشية في مجتمعهم، ولا نعدم في مصادر الفتوى، والحسبة، وأحكام البنيان، مُثلًا دالةً على ذلك.

والحق أن هذه الجريمة تكشف القناع عن أن البيئة، اليوم، تُسخَّر بقوة معزولة عن بصائر الدين، وكيفية محكومة بسُعار المادة، ومنطق لا يتأثم ولا يتحرج من التعسف في استعمال الحق، مما يقتضي فيئةً سريعةً إلى كنف الشريعة بنصوصها ومقاصدها، واستضاءً مثلى بمواقف الفقه الإسلامي، لينضبط التسخير بميزان العدل، ويترشد الاستخلاف بهدي المصلحة.

هذا؛ وتحسن التوصية في نهاية المطاف بتعميق الدرس الفقهي حول جريمة التلوث الصوتي، ومواكبة نوازلها المستأنفة، واقتراح الحلول الشرعية لحسم مادتها واستئصال أضرارها؛ إذ ما يزال المجال منفسحا لتلاقح الأنظار وتفاوضها، وما يزال في عيبة الباحثين ما يزيد التأصيل نضوجا واستحصادا. وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

فهرس المصادر والمراجع

إحكام الأحكام على تحفة الحكام، تأليف: محمد بن يوسف الكافي، دار الكتب العلمية، بيروت، ط۱، ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۴م۔

إحياء علوم الدين، تأليف: أبي حامد الغزالي، دار المعرفة، بيروت۔

الأشباه والنظائر، تأليف: تاج الدين السبكي، تحقيق: عادل أحمد عبد الموجود وعلي محمد عوض، دار الكتب العلمية، بيروت، ط۱، ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۱م

الأشباه والنظائر، تأليف: زين الدين بن نجيم، مكتبة نزار مصطفى الباز، مكة المكرمة، الرياض، ط۱۴۱۸،۲ھ/ ۱۹۹۷م۔

الأشباه والنظائر، تأليف: جلال الدين السيوطي، طبعة محققة ومنقحة ومراجعة، مكتبة نزار مصطفى الباز، مكة المكرمة، ط۱۴۱۸،۲ھ/ ۱۹۹۷م۔

اعتبار المآلات ومراعاة نتائج التصرفات، تأليف: عبد الرحمن السنوسي، دار ابن الجوزي، السعودية، ط۱۴۲۴،۱ھ

أعلام الموقعين عن رب العالمين، تأليف: ابن قيم الجوزية، دار الفكر، بيروت، ط۱۳۹۷،۲ھ/ ۱۹۷۷م۔

الإعلان بأحكام البنيان، تأليف: ابن الرامي المالكي، تحقيق: عبد السلام الغرفي، بحث لنيل الإجازة في الدراسات الإسلامية، كلية الأداب، ظهر المهرز/ فاس، ۱۹۹۴۔ ۱۹۹۵م۔

تبصرة الحكام في أصول الأقضية ومناهج الحكام، تأليف: إبراهيم بن فرحون، خرج أحاديثه وعلق عليه وكتب حواشيه: جمال مرعشلي، دار الكتب العلمية، بيروت، ط۱۴۱۶،۱ھ/ ۱۹۹۵م۔

تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، تأليف: الزيلعي، المطبعة الكبرى، بولاق، مصر، ط۱۳۱۳،۱ھ۔

تخطيط وعمارة المدن الإسلامية، تأليف: خالد محمد مصطفى عزب، كتاب الأمة رقم: ۵۸، وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية، دولة قطر، ط۱، ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷م۔

ترتيب الفروق واختصارها، تأليف: محمد بن إبراهيم البقوري، تحقيق: عمر بن عباد، وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية، المغرب، ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۶م۔

تفسير التحرير والتنوير، تأليف: محمد الطاهر بن عاشور، الدار التونسية للنشر، تونس، ۱۹۸۴م۔

تقريب الوصول إلى علم الأصول، تأليف: ابن جزي الأندلسي، تحقيق: محمد علي فركوس، ط۱۹۹۰،۱م۔

الجامع الصحيح، تأليف: محمد بن إسماعيل البخاري، تحقيق: مصطفى ديب البغا، دار ابن كثير اليمامة، بيروت، ط۱۴۰۷،۳ھ/ ۱۹۸۷م۔

جريمة التلوث الضوضائي ومواقف الفقه الإسلامي منها، تأليف: عادل عبد العال خراشي، المركز القومي للإصدارات القانونية، ط۲۰۰۸،۱م۔

حجة الله البالغة، تأليف: ولي الله الدهلوي، تعليق: محمد شريف سكر، دار إحياء العلوم، بيروت، ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۹۸م۔

رعاية البيئة في شريعة الإسلام، تأليف: يوسف القرضاوي، دار الشروق، مصر، ط۱۴۲۱،۱ھ/ ۲۰۰۱م۔

زاد المعاد في هدي خير العباد، تأليف: ابن قيم الجوزية، تحقيق: شعيب الأرناؤوط، وعبد القادر الأرناؤوط، مؤسسة الرسالة، ط۱۹۸۷،۱۵م۔

سنن أبي داؤد السجستاني، تحقيق: محمد محيي الدين عبد الحميد، دار الفكر، بيروت۔

سنن أبي عيسى الترمذي، تحقيق: أحمد شاكر، دار إحياء التراث العربي، بيروت۔

سنن ابن ماجه القزويني ، تحقيق: فؤاد عبد الباقي، دار الفكر، بيروت۔

سنن النسائي (المجتبى) ،تحقيق:عبد الفتاح أبي غدة، مكتبة المطبوعات الإسلامية، حلب، ط٢، ١٤٠٦هـ/ ١٩٨٦۔

شرح فتح القدير، تأليف: ابن الهمام، دارالفكر،بيروت،ط١٣٩٧،٢هـ۔

فتح الباری بشرح صحيح البخاري، تأليف: ابن حجر العسقلاني، رقم كتبه وأبوابه وأحاديثه: محمد فؤواد عبد الباقي، وأشرف على طبعة: محب الدين الخطيب، دار الفكر، بيروت۔

قاعدة لا ضرر ولا ضرار:مقاصدها وتطبيقاته الفقهية قديمًا وحديثًا، تأليف: عبد الله الهلالي، منشورات دار البحوث للدراسات الإسلامية وإحياء التراث، دبي، ط١، ١٤٢٦هـ/ ٢٠٠٥م۔

قانون حماية البيئة في ضوء الشريعة، تأليف: ماجد راغب الحلو، دار المطبوعات الجامعية، الإسكندرية (د-ت)۔

قواعد الأحكام في مصالح الأنام، تأليف: العز بن عبد السلام، راجعه وعلق عليه: طه عبد الرؤوف سعد، دار الجيل، بيروت، ط٢، ١٤٠٠هـ/ ١٩٨٠م۔

مجموع الفتاوى، تأليف: ابن تيمية، جمع و ترتيب: عبد الرحمن بن محمد بن قاسم، أشرف على الطباعة والإخراج: المكتب التعليمي السعودي، مكتبة المعارف، الرباط۔

معالم السنن، تأليف: أبي سليمان الخطابي، المكتبة العلمية، بيروت،ط٢، ١٤٠١هـ/ ١٩٨١م۔

المعيار المعرب والجامع المغرب عن فتاوى أهل افريقية والأندلس والمغرب، تأليف: أبي العباس الونشريسي، تحقيق: جماعة من الفقهاء بإشراف الدكتور محمد حجي، وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية، الرباط، دار الغرب الإسلامي، بيروت، ١٩٨١م۔

المنتقى شرح موطأ الإمام مالك،تأليف: أبي الوليد الباجي، مطبعة السعادة، دار الكتاب العربي، بيروت، ط١، ١٣٣٢هـ۔

المنثور في القواعد، تأليف: بدر الدين الزركشي، تحقيق: فائق أحمد محمود، مراجعة: عبد الستار أبي غدة، مصور بالأوفست عن الطبع الأولى، ١٤٠٢هـ/ ١٩٨٢م، وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية، الكويت۔

مواجهة الإسلام للتحديات المتصلة بالبيئة، تأليف: ضياء الدين محمد عطية، منشورات:رابطة الجامعات الإسلامية (دون مكان الطبع وتاريخه)۔

الموافقات في أصول الشريعة، تأليف:إبراهيم الشاطبي، شرح: عبد الله دراز، دار المعرفة، بيروت۔

☆☆☆

چوتھا باب مختصر تحریریں

فضائی اور صوتی آلودگی

ڈاکٹر مولانا ظفر الاسلام صدیقی[1]

جوابات سے پہلے چند تحریریں کثافت کے مضرات ونقصانات کے تعلق سے پیش کی جارہی ہیں، پروفیسر سعود عالم قاسمی (علی گڑھ مسلم یونیورسٹی) کی ایک تحریر ملاحظہ فرمائیں: ''آلودگی کی بدترین شکل جس میں خاص طور پر ہندوستانی سماج مبتلا ہے...... پاک وصاف غذاؤں میں نقلی اور گھٹیا چیزوں کی ملاوٹ کر کے ان کو زہرناک اور آلودہ بنایا جارہا ہے۔ چاول، دال، چنا میں سنگریزوں کی آمیزش، سرخ مرچ میں اینٹ کے سفوف کی آمیزش، سیاہ مرچ میں پپیتا کے بیج کی آمیزش، گھی، تیل میں چربی اور زہریلے سیاہ مادے کی آمیزش، شہد میں گڑ کے شیرہ کی آمیزش، دوائیں نقلی انسانی صحت کے لئے کیا کم خطرناک تھیں کہ اب گندی اور ناپاک چیزوں کی آمیزش اجناس اور طعام میں عام ہوگئی ہے، گذشتہ دنوں اترپردیش کے بلند شہر میں پولیس کے چھاپہ کے ذریعہ مقامی بنیے کی گودام سے گھوڑے کی لید ۱۰۰ کیلو سے زیادہ کی مقدار میں پائی گئی اس لید کو سکھا کر اور کیمکل کے ذریعہ بدبو ختم کر کے دھنیے میں ملا کر بیچا جاتا تھا (قرآن مجید اور عصر حاضر/ص ۴۳۴-۴۳۵)۔

نیگرل یونیورسٹی لکھنؤ کے شعبہ ماحولیات کا ایک مقالہ نظر نواز ہوا، جس میں فضائی آلودگی حقائق اعداد وشمار' کے تحت منقول ہے: ''ہندوستان دنیا کا سب سے خراب ماحولیات کا حامل ملک ہے، بڑے شہروں میں 80% سے زائد جان لیوا آلودگی پیدا کرنے والے اسباب جو پھیپھڑوں کو نقصان پہنچاتے ہیں، کار، بس، موٹر سائیکل اور سڑک پر دوڑنے والی دیگر گاڑیوں کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں، عالمی ادارہ صحت کے مطابق دنیا میں جتنی اموات سالانہ (3.1 کا رحادثہ کی وجہ سے ہوتی ہیں اتنی ہی فضائی آلودگی کے اثر سے ہوتی ہیں، اوسطاً بالغ لوگ ۳۰۰۰ گیلن ہوا روزانہ سانس لیتے ہیں، ہندوستان ماحولیاتی اعتبار سے دنیا کا ساتواں غیر محفوظ ملک ہے، بیشتر صنعتی، ماحولیاتی رہنما اصول اور قواعد وضوابط کی پابند نہیں ہیں، لکڑی اور بایو ماس ایندھن سے پیدا ہونے والی آلودگی ایشیائی بھورے بادل کی ایک اہم وجہ ہیں، یہ بادل ہندوستان میں مانسون کو مؤخر کر دیتا ہے، بہت سے آٹو رکشا اور ٹیکسی میں ملاوٹی ایندھن کا استعمال ہوتا ہے، یہ ملاوٹ قیمت کم کرنے کے لئے ہوتی ہے مگر اس کی قیمت ماحولیات اور نتیجے کے طور پر ہمیں چکانی پڑتی ہے، ملائی جانے والی کچھ چیزیں ماحولیات کے لئے انتہائی خطرناک ہیں اس لئے کہ وہ غیر محفوظ آلودگی پیدا کرنے والے عناصر خارج کرتے ہیں جس کی وجہ سے فضائی کیفیت مزید خراب ہوتی ہے، سائنسی تحقیقات سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ بھیڑ میں جب گاڑیاں دھیرے چلتی ہیں تو اس سے ایندھن غیر مؤثر طور پر جلتا ہے تو اس سے 4 سے 8 گنا زائد فضائی آلودگی پیدا ہوتی ہے، انجن میں استعمال ہونے والے مواد (ڈیزل اور گیس) میں 40 قسم کے خطرناک آلودگی پیدا کرنے والے اسباب پائے جاتے ہیں، 70% ماحولیاتی آلودگی گاڑیوں کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں (فاسل ایندھن جیسے کوئلے اور ڈیزل) کے جلنے کی وجہ سے ہندوستان میں چاول کی کھیتی کم ہوگئی ہے، ہندوستان کوئلے کی پیداوار کے سلسلہ میں دنیا کا تیسرا بڑا ملک ہے، تاہم کاربن ڈائی آکسائیڈ خارج کرنے کے حوالے سے یہ ملک سب سے آگے ہے، بنگلور میں 30% بچے ماحولیاتی آلودگی کی وجہ سے دمہ میں مبتلا ہیں، چنانچہ اس شہر کو ہندوستان کی دمہ راجدھانی کہا جاتا ہے۔

NDTV میں دیکھا گیا کہ دہلی دنیا کا سب سے آلودہ شہر ہے، یہاں تک کہ اس نے آلودگی کے معاملہ میں بیجنگ کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے، دہلی میں آلودگی کے اس سطح پر پہنچنے کی وجہ صنعت اور گاڑیوں سے نکلنے والے فضلات ہیں، ہر دن دہلی کی سڑک پر 1400 نئی گاڑیوں کا اضافہ ہوتا ہے، ڈاکٹر محمد

---

[1] سابق شیخ الحدیث دارالعلوم مئو۔

اسلم پرویز (وائس چانسلر مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی حیدرآباد) کہتے ہیں کہ ایک بین الاقوامی جائزہ کے مطابق تمام دنیا کے پولوشن انڈیکس پر نوئیڈا نمبر ایک پر ہے، اور اس کا انڈیکس 95.55 فیصد ہے، دہلی کا 94.14 فیصد ہے اور وہ چھٹے نمبر پر ہے، ماحولیات کے تعلق سے انقلاب 16 ستمبر 2016 کی ایک رپورٹ پیش ہے: نئی دہلی ملک کی معیشت کو فضائی آلودگی سے سالانہ 56 ہزار کروڑ ڈالر کا نقصان ہو رہا ہے، اور چودہ لاکھ سے زائد لوگوں کو اپنی جان گنوانی پڑتی ہے، عالمی بینک کے ذریعہ جاری ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ 2013 میں فضائی آلودگی کی روک تھام کے لئے اور اس سے ہونے والی بیماریوں کے علاج پر ہندوستان کا خرچ 505103 کروڑ ڈالر تھا، اس کے علاوہ 143136 لوگوں کی فضائی آلودگی سے ہونے والی بیماریوں سے موت ہوگئی، ساتھ ہی 29 ستمبر 2016 کے انقلاب ہی کے حوالہ سے WHO کی رپورٹ بھی پیش کی جاری ہے: ''دنیا کی 90% سے بھی زیادہ آبادی کو فضائی آلودگی کا سامنا ہے، 10 میں سے 9 افراد غیر معیاری ہوا میں سانس لے رہے ہیں، اسی اخبار میں مذکورہ ہی تاریخ میں تحریر ہے: ''عالمی ادارہ صحت کے ایک اندازے کے مطابق 92% سے زیادہ افراد کو آلودہ ہوا میسر ہے اور غیر معیاری ہوا ہر سال ساٹھ لاکھ سے زائد افراد کی موت کا سبب بنتی ہے، ان میں سے تقریباً تمام اموات یعنی 90% نچلے اور متوسط طبقہ پر مشتمل آبادی والے ملکوں میں واقع ہوتی ہیں، یہ اعداد و شمار دنیا کے تقریباً تین ہزار مقامات سے حاصل کئے گئے ہیں جن میں ہوا میں موجود مہین اور خطرناک ذرات کی پیمائش کی گئی ہے''، انقلاب /26 ستمبر 2016 میں ہے کہ WHO کی رپورٹ کے مطابق ہندوستان کے ہر ساتویں شخص کو ملیریا کا خطرہ ہے۔

ڈاکٹر شفیع حیدر صدیقی لکھتے ہیں: ''انسان نے CFC گیسوں کے بیجا استعمال سے اوزون کی تہ میں شگاف کر کے حیات پر بہار کو نئے خطرات سے ہمکنار کر دیا ہے، فضائی آلودگی سے دنیا کی آدھی انسانی آبادی پر برے اثرات پڑ رہے ہیں، یہی حال پانی کا ہے، دنیا کی نصف آبادی کو صاف پانی میسر نہیں ہے، صنعتی فضلات نے بحر و بر میں کہرام مچا دیا ہے، اور تو اور اب خوراک میں بھی آلودگی کا زہر ہے، نباتات ہوں یا حیوانات آلودگی اور اس کے عناصر ان راستوں سے ہو کر بالآخر ہماری خوراک بنتے ہیں، یوں تمام آلودگیاں بالآخر ہمارے ہی حصہ میں آتی ہیں'' (قرآن سائنس اور ٹکنالوجی/ ۳۸)۔

ڈاکٹر صاحب اپنی دوسری کتاب ''قرآن اور ماحولیات'' ص/ ۱۰۶ پر رقم طراز ہیں: ''ایک سروے کے مطابق ہر سال دنیا بھر میں 250 لاکھ انسان آلودہ پانی کے سفاک ہاتھوں موت کے گھاٹ اتر جاتے ہیں، جبکہ بدنام زمانہ بیماری یعنی ملیریا سے صرف 70 لاکھ افراد ہلاک ہوتے ہیں...... ہم آبی آلودگی پھیلا کر ہر گھنٹے میں ایک ہزار معصوم بچوں کو موت کے گھاٹ اتار رہے ہیں''۔

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں: ''دنیا بھر میں جاندار کی تقریباً 500 ملین نسلیں تھیں ان میں سے بہت سی ناپید ہوگئیں، سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ اب دنیا میں تقریباً 80 ملین کے لگ بھگ جانداروں کی اقسام موجود ہیں''۔ ایک جگہ اور لکھتے ہیں: ''اب تو ایسی لائبریری بنائی جارہی ہے جہاں تمام جانداروں کے جین رکھے جائیں گے کہ معدوم ہونے کی صورت میں ان کو پھر سے رہ گذار رواں دواں کیا جاسکے'' (قرآن سائنس اور ٹیکنالوجی ۸۲-۱۰۹)۔

ڈاکٹر دانش صدیقی کی اس موضوع پر بڑی مفید کتابیں اور بھی ہیں جیسے دھندلے افق، ارض مکدر، گدلا پانی وغیرہ، زولوجیکل سوسائٹی آف لندن اور ڈبلیو ڈبلیو ایف کی جانب سے لگائی جانے والے اندازوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہ سلسلہ (یعنی ایک رپورٹ کے مطابق دنیا بھر میں 1970 کے بعد سے جنگلی حیات کی آبادی میں 58 فیصد کمی واقع ہوئی ہے) یوں ہی جاری رہا تو 2020 تک ریڑھ کی ہڈی والے جانوروں کی تعداد میں دوتہائی کمی واقع ہو جائے گی، اعداد و شمار سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اس سے سب سے زیادہ نقصان ان جانوروں کو ہوگا جو دریاؤں، جھیلوں اور نم زمینوں پر رہتے ہیں''۔

معروف صحافی مارک تلی نے پیرس کانفرنس کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ ماحولیاتی بحران تشویش کا باعث بنتا جارہا ہے، اور اگر لوگوں نے طرز حیات میں تبدیلی نہیں کی تو اس کے بدترین نتائج بھگتنے پڑیں گے...... اگر زمین کی تباہی کا عمل یونہی رہا تو ہوسکتا ہے ہم اس زمین کی آخری نسل ثابت ہوں۔

ڈاکٹر شہاب الدین سبیلی لکھتے ہیں: ''جب انسان نے جدید ٹیکنالوجی کی مدد سے لوہا تانبا اور پیتل وغیرہ کے خام مواد کو زمین سے برآمد کرنا شروع کیا اور صنعتی سرگرمیوں کو فروغ دینے کے لئے ہزاروں فیکٹریاں قائم کیں جن سے کاربن ڈائی آکسائڈ، ہائڈرو کاربن آکسائیڈ، نائٹروجن، سلفر، کیمیائی ذرات اور دھواں پیدا ہونا شروع ہوا، یہ تمام گیسیں آپس میں مل کر فضائی آلودگی کا سبب بنیں، ماحولیات کے ماہرین کا کہنا ہے کہ یہ گیسیں بنی نوع انسان، حیوانات اور نباتات غرض کہ سب کے لئے خطرناک ہیں؛ کیونکہ ان سے کائنات کا کیمیائی ڈھانچہ بگڑتا ہے (قرآن مجید اور عصر حاضر/

ص ۴۴۴)، ڈاکٹر صاحب ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ: ''اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں توازن وتناسب قائم کررکھا ہے تاکہ کائنات کا نظام سلامتی کے ساتھ چلتا رہے، یہ توازن واعتدال حیوانات کی شرح پیدائش وموت میں بھی کامل طور پر موجود ہیں، اس کی مثال یہ ہے کہ امریکہ کی ایک ریاست اورزونا میں جب شیروں کے شکار پر امتناع ختم کردیا گیا تو اس کے بعد وہاں کئی بیماریاں پھوٹ پڑیں، جب امراض کے اسباب پر تحقیق ہوئی تو معلوم ہوا کہ ان وباؤں کا سبب ہرنوں کی بڑھتی ہوئی تعداد ہے، عام طور پر ہوتا یہ ہے کہ شیر ایسی ہرنوں کا شکار کرتے ہیں جو زیادہ نہیں دوڑ سکتی ہیں اور وہی ہرنیں زیادہ نہیں دوڑ سکتی ہیں جو کسی بیماری میں مبتلا ہوں، شیر بیمار ہرنوں کا شکار کرکے ماحولیات کو پاک وصاف رکھنے میں مدد کرتا ہے...... نتیجہ یہ ہوا کہ امتناع کے اٹھانے کی وجہ سے شیروں کی تعداد کم ہوگئی اور بیمار ہرنوں کی تعداد بڑھ گئی، نتیجہ یہ ہوا کہ بیمار ہرنوں سے کئی ایسے وائرس پھیلنے لگے جو انسانوں کے لئے ضرررساں ہیں...... مکڑیوں سے کئی لوگوں کو نفرت ہے، جبکہ ماہرین ماحولیات کا کہنا ہے کہ مکڑیاں ہر سال کئی ملین نقصان دہ کیڑوں کا شکار کرتی ہیں، الّو رات میں چوہوں کا شکار کرنا بند کردے تو اس سے کئی قسم کی بیماریاں پیدا ہوں گی'' (کتاب مذکور، ص/ ۴۳۹-۴۴۳)۔

سبیلی صاحب لکھتے ہیں کہ دنیا دن بدن جنگلات سے محروم ہوتی جارہی ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ بیسویں صدی کے آغاز میں دنیا میں جتنے جنگلات تھے، 1950 تک یعنی نصف صدی کے اندر اندر دنیا سے آدھے جنگلات غائب ہوگئے (قرآن مجید اور عصر حاضر، ص/ ۴۵۲)۔

ڈاکٹر شفیع حیدر دانش صدیقی لکھتے ہیں: ''بنی نوع انسان نے ماحولیاتی آلودگی اور طرح طرح سے زمینی کٹاؤ کو بڑھا کر اپنی شامت اعمال کو دعوت دی ہے، خود امریکہ میں زمین کا کٹاؤ ۳۰ ٹن فی ہیکٹر سالانہ ہے، جو زمین بننے کے عمل سے آٹھ گناہ زیادہ ہے...... امریکہ میں ہوا کی بدولت کٹاؤ کی شدت ایک بلین ٹن سالانہ ہے، جبکہ پانی سے یہی مقدار چار گنا زیادہ ہوجاتی ہے...... زمینی کٹاؤ ایک عالمگیر مسئلہ ہے، انسانی سرگرمیوں نے اس کو اور سنگین بنادیا ہے، ہر ملک دوسرے ملک سے بڑھ چڑھ کر آلودگی پھیلا رہا ہے، بلکہ اب تو عالمی سطح پر خوراک کی کمی کا رجحان بڑھتا جارہا ہے، ایک اندازے کے مطابق 1970 سے 1990 تک کے دوران 480 بلین ٹن مٹی اس کرہ ارض سے ضائع ہوچکی ہے...... کہتے ہیں کہ انڈیا میں ہر سال گیارہ بلین ہیکٹر اراضی زمین کے کٹاؤ سے ضائع ہوجاتی ہے، اگر ہماری اراضی پر زمینی کٹاؤ کی کیفیت یہی رہی تو اہل زمین 2025 تک قابل کاشت حصے کے 113 حصے سے محروم ہوجائیں گے (قرآن سائنس اور ٹیکنالوجی/ ۳۰-۳۱)۔

اس موضوع سے متعلق ماہرین کے بڑے قیمتی مقالے (جیسے مقالہ عبدالرشید اگوان، ڈاکٹر شمس الاسلام فاروقی، ڈاکٹر عبدالوہاب قیصر، ڈاکٹر شاہد رشید وغیرہ) اسلامک فقہ اکیڈمی کے زیر نگرانی بنام ''التلوث البیئ - قضایا ومزایا'' جن میں مضرات ونقصانات کے ساتھ حفاظت کی غرض سے کچھ نکات کی طرف رہنمائی فرمائی ہے وہ لائق دید ہیں اور معلومات سے بھرپور، ساتھ ہی ڈاکٹر حسن احمد شحاطہ کی کتاب ''الاسلام والتلوث البیئ'' میں بسط وتفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اب اخیر میں سبیلی صاحب کی ایک تحریر پیش کرتا ہوں جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے سدباب کے لئے مختلف کانفرنسیں ہوئیں مگر وہ سب نقش برآب ہوئیں اور نتیجہ کچھ بھی نہ نکلا: یوں تو ماحولیاتی مسائل کو حل کرنے کے لئے اب تک کئی بین الاقوامی کانفرنسیں ہوئیں مثلاً 1972 میں تبلیسی کانفرنس، 1980 میں عالمی سطح پر وثائق جاری ہوئے جن کا مقصد ماحول کے تحفظ کے بارے میں غور وفکر کرنا تھا، 1992 میں اقوام متحدہ نے برازیل میں ماحولیات اور ترقی کے موضوع پر کانفرنس منعقد کی، 1994 میں مصر میں بڑھتی ہوئی آبادی پر کانفرنس کا انعقاد عمل میں آیا، 1995 میں سماجی ترقیات کے عنوان پر کوپن ہیگن میں کانفرنس منعقد ہوئی، 1997 میں اقوام متحدہ کانفرنس منعقد ہوئی جس میں ۵۳ ملکوں کے سربراہوں نے شرکت کی، تاکہ ماحولیاتی مسائل پر تبادلہ خیال ہوسکے، 2010 میں بھی عالمی درجہ حرارت کے موضوع پر کوپن ہیگن میں کانفرنس منعقد ہوئی جس میں امریکن صدر اوباما کے علاوہ دوسرے سربراہان مملکت نے شرکت کی، ان تمام کانفرنس کے باوجود ماحولیاتی مسائل جوں کے توں برقرار ہیں؛ کیوں کہ کوئی ملک نہیں چاہتا ہے کہ انرجی کے استعمال میں کمی کرے یا گرین گیسوں کے اخراج میں کٹوتی کرے (قرآن مجید اور عصر حاضر/ ص ۴۵۲-۴۵۳)۔

۱- ایسے ایندھن کا استعمال اجتماعی ضرر کا باعث ہے (جو انفرادی ضرر سے بدرجہا فائق ہے)، ضرر سے بچانا چونکہ واجب ہے اور جو واجب کا وسیلہ ہو وہ بھی واجب ہے، ابواسحاق شاطبی الموافقات (۲/ ۲۰) پر تحریر فرماتے ہیں: ''مجموع الضروریات خمسة: حفظ الدین، والنفس، والنسل، والمال، والعقل''، حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''لا ضرر ولا ضرار'' جس کی تخریج حضرت امام مالکؒ، ابن ماجہ اور دارقطنی نے کی ہے، (نہ نقصان خود اٹھاؤ اور نہ نقصان دوسروں کو پہنچاؤ)، وہ اسلام جو پھلوں کو بغیر دھلے استعمال کرنے، ہاتھ دھلے بغیر کھانے، پانی پیتے وقت برتن میں سانس لینے سے اس لئے منع کرتا ہو کہ اس سے نت نئی بیماریاں جنم لیتی ہیں وہ ہمیں کب

اجازت دے گا کہ ہم اپنے ہاتھوں اپنے وجود اور معاشرہ کو تباہ کریں، بنابریں جن حضرات کو اللہ نے وسعت دی ہے، ان کے لئے ان مہنگی گیسوں کا استعمال واجب ہونا چاہئے، تاکہ ہم افساد کا باعث نہ بنیں اور نظام قدرت کے توازن اور اعتدال کو بحال رکھا جاسکے۔

"والسماء رفعها ووضع الميزان ألا تطغوا في الميزان وأقيموا الوزن بالقسط ولا تخسروا الميزان" (سورۂ رحمن: ۷،۸)۔

"ظهر الفساد في البر والبحر بما كسبت أيدي الناس ليذيقهم بعض الذي عملوا لعلهم يرجعون" (روم: ۴۱)۔

"وإذا تولى سعى في الأرض ليفسد فيها ويهلك الحرث والنسل والله لا يحب الفساد" (بقرہ: ۲۰۵)۔

''عن أبي سعيد الخدري عن النبي ﷺ قال: إن الدنيا حلوة خضرة الخ۔ عن جابر قال: قال النبي ﷺ: إن إبراهيم حرم مكة وحرمت المدينة مابين لابتيها لا يُقطع عضاهها ولا يصاد صيدها'' (مسلم شریف)۔

کاش کہ لوگ سمجھ لیتے کہ یہ زمین اللہ کی ہے، "ألا إن الأرض لله" ہمارے ہاتھوں اللہ کی یہ عظیم امانت ہے، امانت میں من چاہے طریقہ پر تصرف کی بالکل اجازت نہیں ہے جسے پہلے ذکر کیا جاچکا ہے۔

۲- حکومت کی طرف سے ممانعت ہو یا نہ ہو، بہر دو نوع کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال مستطیع پر واجب ہونا چاہئے، دلی سرکار نے ان دنوں تجربہ کے طور جو اصول Odd/ Even Rules نکالا، وہ خوش آئند ہے، مثلاً اس نمبر کی گاڑیاں {Odd-1-3-5-7-9} فلاں تاریخ میں چلیں گی، اور اس نمبر کی گاڑیاں (Even-0-2-4-6-8) فلاں تاریخ میں چلیں گی۔

اس وقت سپریم کورٹ نے 2000CC کی ڈیزل کار پر Ban ہٹا دیا ہے اور رجسٹریشن شروع کردیا ہے، اور ۱۰ سال سے اوپر کی ڈیزل کار پر پوری طرح Ban لگارہی ہے، اور پندرہ سال سے پرانی پٹرول کار پر بھی پوری طرح سے Ban لگا رکھا ہے۔

۳- اس کا بھی وہی حکم ہوگا جو جواب ۲ میں مذکور ہوا۔

۴- اس کے مستحسن ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں، حکومت کو چاہئے کہ شمسی توانائی میں سبسڈی زیادہ سے زیادہ دے۔

۵- ان خلاف ورزیوں کو تعزیرات ہند کے تحت لاکر ان سے سختی سے نمٹا جائے اور بڑے سے بڑا مالی جرمانہ عائد کیا جائے اور ان رقوم کو فلاحی ورفاہی کاموں میں استعمال کیا جائے، کلام الٰہی میں بھی تعزیری آیات تقریباً تیس ہیں۔

۶ ''لا ينبغي لأحد أن يحدث شيئا في طريق المسلمين مما يضرهم'' (كتاب الخراج تحت موسوعة الخراج/ ۹۳)۔

''لا يجوز للامام أن يقطع شيئا من طريق المسلمين مما فيه الضرر عليهم ولا يسعه ذلك'' (صفحه مذكوره)۔

الضرر یزال - یہ پانچ اساسی قواعد میں سے ایک ہے جسے ابوطاہر دباس حنفی نے وضع کیا ہے۔

حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان فضلات کو لے جاکر شہر اور قریہ سے باہر کہیں دفن کردے اور ان پر کوئی ایسا پاؤڈر یا سفوف ڈال دے تاکہ اس کی تیزابیت اور زہریلاپن جلد ختم ہوجائے، اوپر کی تحریروں سے اچھی طرح معلوم ہوسکتا ہے کہ ذبح کرنے والے کی کیا ذمہ داری ہے، وہ ان چیزوں کو سرراہ (عام گزرگاہ میں) نہ چھوڑے تاکہ یہ ماحولیاتی تلوث کا باعث ہوکر طرح طرح کی مہلک بیماریوں کا سبب نہ بن جائے، شریعت اسلامیہ میں طہارت کے ساتھ نظافت پر تاکیدی احکام بکثرت موجود ہیں، حلال جانوروں کے سات اجزاء کا کھانا حرام ہے، اوجھڑی اس میں نہیں ہے، اس لئے اس کی آلائش صاف کرکے خود کھائے یا کسی دوسرے کو دے دے، ویسے بھی غیر مسلمین بہت شوق سے اسے لے جاتے ہیں، ہاں انہیں یہ تاکید کردی جائے کہ اسکی آلائش کسی جگہ دفن کردیں۔

۷- چونکہ پلاسٹک سے تیار تھیلی، بوتل، ڈبے وغیرہ نظام الٰہی کے توازن کے فساد کا باعث اور سبب ہیں؛ اس لئے اس سلسلہ میں اس کے عدم جواز کے ساتھ ساتھ اہل علم کو اس کے مضرات ونقصانات (جہاں تک ہوسکے) عوام وخواص سے بیان کرنے چاہئیں، یہ بھی دین کی ایک خدمت ہے اور عمل خیر میں محسوب ہے، حدیث میں ہے "بادروا بالأعمال الصالحة"- اسکولوں، کالجوں، یونیورسٹیز، مدارس وجامعات سے نکلنے والے پرچوں کو بھی کاغذ کے لفافوں میں ہی رکھا جائے اور ارسال کیا جائے، تجار تھوڑی آسانی اور کم خرچ کی بنیاد پر کتنی عظیم اور مہلک بیماریوں کو بڑھاوا

دے رہے ہیں، کچھ دنوں سے حکومت نے اس کی طرف توجہ دی ہے لیکن نتیجہ صفر کے برابر ہے، سرکار ضرر رساں چیزوں کے خلاف جو تحریک چلاتی ہے وہ اس وقت تک کامیاب نہیں ہوگی جب تک ہم میں خود احتسابی اور ذمہ داری کا احساس نہ ہو، قرآن میں ہے: "ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة" (بقرہ: ۱۹۵)، "قل لا يستوي الخبيث والطيب" (مائدہ: ۱۰۰)۔

۸- حضرت امام ابوداؤدؒ نے اپنی سنن میں اور امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں بروایت ام سلمہؓ ایک حدیث نقل کی ہے:

''نهى رسول الله ﷺ عن كل مسكر و مفتر''۔ جصاص رازی لکھتے ہیں: ''علموا أنفسكم وأهليكم الخير'' طحطاوی / ص ۹۳ پر تحریر ہے: ''وينهى عن شرب الخمر ويعرض عن الشر والظاهر منه ان هذا واجب على الولي''

امام غزالیؒ احیاء العلوم میں تحریر فرماتے ہیں: ''تقويم الغير مرتب على تقويم نفسه فليبدأ بنفسه ثم بمن يعول''

شیخ عبداللہ ناصح لکھتے ہیں: حکومت کو چاہئے کہ اخبارات، رسالوں اور ریڈیو کے ذریعہ اس کے نقصانات نشر کرکے اور مفکرین واصحاب قلم سے مدد لے اور ان اشیاء پر ٹیکس زیادہ لگائے اور اسے عمومی جگہ پر پہنچنے سے روک دے،

''أما معالجة الظاهرة فتعود بالدرجة الأولى على الدولة وذلك بشن حملة إعلامية واسعة النطاق في الصحف والمجلات في الإذاعة وعلى شاشة التلفزيون في كل مكان... تحذر من الدخان وتكشف لأبناء هذه الأمة وشبابها بشكل مستمر دائم عن ضرره البالغ، وخطره الكبير مستعينه بأهل الخبرة والاختصاص، ورجال الفكر وأصحاب الاقلام وعلى الدولة كذلك أن تزيد من ضرائبه وترفع من أسعاره وتمنعه منعا باتا في الأماكن العامة وازدحام الناس'' (تربية الاولاد في الاسلام ا/ ۲۲۰، ۲۱۹)۔

رسائل عن التدخين / ص ۹۵ تا ۹۷ کی ایک تحریر پیش ہے جس میں مضرات ونقصانات کی تفصیل ہے:

''سرطان الرئة، جلطات القلب، موت الفجاة، سرطان الشفة، سرطان البنكرياس، أورام المثانة، سرطان المثانة، سرطان الكلى، كثرة الإجهاض، قلة موازين الأولاد وزيادة ولادة الأجنة الميتة الخ''

پھیپھڑوں کا کینسر، قلب پر خراش پڑ جانا، اچانک مرجانا، ہونٹوں کا کینسر، اثنا عشری (بارہ انگشتی) آنتوں کے غدود کا کینسر، مثانہ کا سوج جانا، مثانہ و گردوں کا کینسر، اسقاط کی کثرت، نومولود بچوں کا وزن کم ہونے میں اضافہ اور مردہ اولاد کی پیدائش وغیرہ)، عبداللہ ناصح صاحب بھی ایک جگہ لکھتے ہیں:

''التهابات الأغشية المخاطبية وأمراض الاصابات القلبية و مجاري التنفس، وسرطان الحنجرة وغيره''، ''فالنكوتين يزيد ضربات القلب ويصيب الأوعية الدموية ويخدر العقل ويفتر الجسم'' (تربية الاولاد في اسلام ا/ ۲۱۳ تا ۲۱۹)۔

علامہ احمد بن حجر آل بوطامی نے اپنی مفید تصنیف ''الخمر وسائر المسكرات'' میں سگریٹ نوشی پر خرچ کی جانے والی رقم اور اس کے نقصانات پر لکھے جانے والے مقالات وجرائد کا اس طرح خاکہ پیش کیا ہے: ''عالمی پیمانے پر سگریٹ نوشی پر خرچ کی جانے والی رقم ۲۲۵ ملین ڈالر بتائی جاتی ہے، صرف سگریٹ کے اشتہار پر پچیس سو ملین ڈالر خرچ کیا جاتا ہے، جبکہ اتنی رقم پوری دنیا کے بچوں کو مختلف خطرناک امراض سے بچاؤ کے لئے کافی ہوسکتی ہے، جیسے چیچک، ٹیٹنس وغیرہ، لگ بھگ پچاس ہزار مضامین ومقالات سگریٹ نوشی کے مضرات کے سلسلہ میں مختلف مجلات وجرائد میں نشر ہو چکے ہیں جبکہ ایک مقالہ بھی سگریٹ نوشی کے فوائد پر نہیں، گذشتہ پچاس سالوں میں سگریٹ نوشی کی وجہ سے مرنے والوں کی تعداد ساٹھ ملین سے زیادہ ہے، جس میں دس ملین عورتیں شامل ہیں، سگریٹ نوشی کرنے والا اپنی عمر سے آٹھ سال سے لے کر بارہ سال تک ضائع کر دیتا ہے؛ کیونکہ ایسا شخص ہر مرتبہ ۱۵ منٹ سے لے کر ۱۸ منٹ تک عمر ضائع کرتا ہے، تخمینہ کے مطابق اس فعل میں عمر بھر میں پانچ لاکھ بیس ہزار روپے تک صرف کرتا ہے، WHO کی رپورٹ کے مطابق ہر دس سیکنڈ پر ایک شخص کی سگریٹ نوشی کی وجہ سے موت ہو جاتی ہے، باوجود اس کے سگریٹ بکثرت تیار کی جاتی ہے اور لوگ کثیر تعداد میں استعمال کرتے ہیں، عالمی ادارہ صحت کی رپورٹ ہے کہ پوری دنیا میں ۵۳ کھرب سگریٹ نوشی ہوتی ہے، اور سب سے زیادہ چین میں جہاں ہر سال ۱۷ کھرب سگریٹ پھونک دی جاتی ہے، امریکہ دوسرے نمبر پر آتا ہے جہاں ۴۸۰ ارب سگریٹ پی جاتی ہیں، جبکہ جاپان میں ۳۱۶ ارب،

روس میں ۲۳۰ ارب اور انڈونیشیا میں ۱۹۹ ارب سگریٹ ہر سال پی جاتی ہیں، چین کی نیشنل ٹوبیکو کارپوریشن ہر سال ۱۷ کھرب سگریٹ تیار کرتی ہے جو دنیا کی کل پیداوار کا ایک چوتھائی حصہ ہے۔

ورلڈ ٹوبیکو کے گیارہویں سالانہ اجلاس کے دوران ماہرین نے خبردار کیا ہے کہ تمباکو کو کھانے اور پینے کی وجہ سے صورت حال سنگین ہوتی جارہی ہے، اس عادت کی وجہ سے ہر سال ۴۰ / لاکھ افراد موت کے گھاٹ اتر جاتے ہیں، مذکورہ تحریروں سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ایسی چیزوں کا استعمال حرام ہے، اور حرام پر متفرع ہونے والے امور کا حکم بھی حرام ہی ہونا چاہئے۔

۹ ''عن أبي هريرة أن النبي ﷺ قال: اتقوا للاعنين قالوا: وما اللاعنان يا رسول الله؟ قال: الذي يتخلى في طريق الناس أو ظلهم'' (ابوداؤد، حديث:۲۵)۔

''عن معاذ بن جبل قال: قال رسول الله ﷺ: اتقوا الملاعن الثلاث: البراز في الموارد وقارعة الطريق والظل'' (ابوداؤد، حديث:۲۶)۔

''عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ قال: لا يدخل الجنة من لا يأمن جاره بوائقه'' (مسلم، حديث:۷۳)۔

''عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: الايمان بضع وسبعون أو بضع وستون شعبة فأفضلها قول لا إله إلا الله وأدناها إماطة الأذى عن الطريق والحياء شعبة من الإيمان'' (مسلم، حديث:۵۷)۔

''عن المغيرة بن شعبة قال: كنت مع النبي ﷺ في سفر فأتى النبي ﷺ حاجته فأبعد في المذهب'' (ترمذی، حديث:۲۰)

مذکورہ تمام روایتوں سے سوال کردہ اعمال کی قباحت وشناعت کا پتہ چلتا ہے، ظاہر ہے ایسا عمل جو بنفسہ قبیح وشنیع ہو، ساتھ ساتھ تاذی بالناس کا باعث بھی ہو تو اس کے عدم جواز میں کیا شبہ ہوسکتا ہے۔

۱۰- متعلقہ ادارہ کی ہدایت پر حتی المستطاع عمل کرنا چاہئے، یہ ایک قابل تحسین اور واجب الامر عمل ہے، نیز ممکنہ بیکٹیریا (جراثیم) سے حفاظت کا بھی ذریعہ ہے۔

۱۱- موبائل کا استعمال ناگزیر صورت اختیار کرچکا ہے، لیکن ساتھ ہی اس کا کثرت سے مس یوز بھی ہورہا ہے، فقہ کا ضابطہ ہے جو چیز بوقت ضرورت ہوتی ہے وہ بقدر ضرورت رہتی ہے، اس لئے جہاں استعمال کی مجبوری ہو وہیں استعمال کریں، نگراں، ذمہ دار وسرپرست حضرات خود بھی بلاضرورت استعمال سے گریز کریں اور اپنے ماتحتوں کو بھی بلاضرورت استعمال سے سختی سے منع کریں، اس لئے بلاضرورت اس کا استعمال ناجائز ہونا چاہئے۔

۱۲، الف- اس کا جواب تو خود سوال سے بھی واضح ہے، بالکل درست نہیں ہے۔

ب- حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری علیہ الرحمہ نے ''ابواب الحرث والمزارعۃ وماجاء فیہ'' کے ذیل میں (باب فضل الزرع والغرس إذا أكل منه، باب اقتناء الكلب للحرث، باب المزارعة بالشطر ونحوه، باب قطع الشجر والنخل، باب من أحيا أرضا مواتا فهي له، بخاری ۱/ ۳۱۱ تا ۳۱۶) مختلف روایات نقل فرمائی ہیں، ہر ایک سے کاشتکاری وباغبانی کی تائید ہوتی ہے۔

''عن عبدالله بن حبشي قال قال رسول الله ﷺ من قطع سدرة صوب الله رأسه في النار'' (ابوداؤد، حديث نمبر:۵۲۳۹)

دوسری روایت ابوداؤد کی ''من قطع سدرة في فلاة يستظل بها ابن السبيل والبهائم عبثا وظلما بغير حق يكون له فيها صوب الله رأسه في النار'' (ابوداؤد، حديث نمبر:۵۲۳۹)

دستور ہند کی دفعہ ۵۱ / الف میں ہے: ملک کے قدرتی ماحول کی حفاظت کرے اور اسے بہتر بنائے، اس میں جنگلات، جھیلیں، دریائیں، اور جنگلی حیوانات سبھی شامل ہیں (مبادی سیاسیات، ص/ ۳۶۷)۔

قرآن کہتا ہے: "جعل لكم من الشجر الأخضر نارا" (یسین:۸۱) دانش صاحب تحریر فرماتے ہیں: درختوں کے ان گنت فائدے ہیں، ان میں سے نہایت اہم یہ ہے کہ درختوں کا سبز مادہ کلوروفل اگرشاخ شجر میں خون کا کام دیتا ہے، جس طرح ہماری رگ دل اور رگ جان میں لہو کا سیل رواں

ہے، چنانچہ درختوں کا کام ہے کہ ان کا سبز مادہ کلوروفل فضا سے کاربن آکسائڈ لے کر فضا میں آکسیجن مہیا کرتا ہے وہی آکسیجن جس کے بغیر آگ کا تصور ناممکن ہے، دہکتے شعلوں ہوں یا لپکتی آگ ہر جگہ آکسیجن کے بغیر یہ عمل ہونا ناممکن ہے (قرآن، سائنس اور ٹیکنالوجی/ص ۲۴۳)۔

عبدالرشید اگوان کا کہنا ہے کہ زمین پر پودوں کا وجود حیوان کو غذا فراہم کرتا ہے اور آکسیجن اور کاربن ڈائی آکسائیڈ کے توازن واعتدال کا سبب ہے وغیرہ وغیرہ، سبزے اور جنگلات بالخصوص بارش کے عمل پر بھی مؤثر ہوتے ہیں، اگر یہ نہ ہوں تو مختلف مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا، بارش غیر مناسب اوقات میں ہونے لگے گی، نیز جب بارش ہوگی تو پانی دریاؤں کی طرف سرعت اور تیزی کے ساتھ پہنچ جائے گا وغیرہ وغیرہ (التلوث البیئ - قضایا ومزایا/ص ۲۰ تا ۲۲)۔

صوتی آلودگی:

بلند آواز کی ممانعت کے تعلق سے اولاً احادیث پیش ہیں، مفتی تقی عثمانی صاحب اخبار المدینۃ لعمر بن شبہ ۱/ ۱۵ کے حوالہ سے لکھتے ہیں: مشہور محدث عمر بن شبہ نے مدینہ منورہ کی تاریخ پر چار جلدوں میں بڑی مفصل کتاب لکھی ہے...... اس کتاب میں انہوں نے ایک واقعہ اپنی سند سے روایت کیا ہے کہ ایک واعظ صاحب حضرت عائشہؓ کے مکان کے سامنے بلند آواز سے وعظ کہا کرتے تھے، ظاہر ہے کہ وہ زمانہ لاؤڈ اسپیکر کا نہیں تھا لیکن ان کی آواز بہت بلند تھی اور اس سے حضرت عائشہؓ کی یکسوئی میں فرق آتا تھا، یہ حضرت فاروق اعظمؓ کا زمانہ تھا، اس لئے حضرت عائشہؓ نے حضرت عمرؓ سے اس کی شکایت کی، کہ یہ صاحب بلند آواز سے میرے گھر کے سامنے وعظ کہتے ہیں، جس سے مجھے تکلیف ہوتی ہے، اور مجھے کسی اور کی آواز سنائی نہیں دیتی...... الخ (ذکر وفکر/ص ۲۶)۔

نیز ''ذکر وفکر'' کے صفحہ ۷ پر رقم طراز ہیں: ''حضرت عطاء بن ابی رباح بڑے اونچے درجے کے تابعین میں سے ہیں، علم تفسیر وحدیث میں ان کا مقام مسلم ہے، ان کا مقولہ ہے کہ عالم کو چاہئے کہ اس کی آواز اس کی اپنی مجلس سے آگے نہ بڑھے''، نیز مفتی تقی صاحب نے بحوالہ خلاصہ الفتاوی ۱/ ۱۰۳، شامی ۱/ ۴۰۳ و ۴۴۴ لکھا ہے: فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے گھر کی چھت پر بلند آواز سے تلاوت کرے جبکہ لوگ سو رہے ہوں تو تلاوت کرنے والا گنہگار ہوگا (ذکر وفکر/ص ۲۸)، مفتی صاحب نے/ص ۲۴ تا ۲۹ بڑی تفصیل سے ''لاؤڈ اسپیکر کا ظالمانہ استعمال'' کے عنوان سے مضمون قلم بند فرمایا ہے، امام کو تو یہ بھی حکم ہے کہ وہ تکبیرات وقراءت مصلی ہی تک محدود رکھے۔

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ ''مساجد کے باہر والے لاؤڈ اسپیکر اذان کے ماسوا کھولنا ناجائز ہے'' کے تحت پانچ مفاسد کا ذکر فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: خلاصہ یہ کہ جو لوگ اذان کے علاوہ پنجگانہ نماز میں، تراویح میں، یا درس وتقریر میں باہر کے اسپیکر کھول دیتے ہیں وہ اپنے خیال میں تو شاید نیکی کا کام کر رہے ہوں لیکن ان کے اس فعل پر چندر در چند مفاسد مرتب ہوتے ہیں، اور بہت سے محرمات کا وبال ان پر لازم آتا ہے، اور یہ سب محرمات گناہ کبیرہ میں شامل ہیں (آپ کے مسائل اور ان کا حل ۳/ ۳۹۹-۴۰۰)۔

''وعن النبی ﷺ أنه كره رفع الصوت عند قراءة القرآن والجنازة والزحف والذكر الخ'' (ردالمحتار ۶/ ۳۹۸ کتاب الحظر والاباحۃ)

آپ کے مسائل اور ان کا حل ۳/ ۳۹۹ کے حاشیہ میں بحوالہ مجموعہ رسائل اللکنوی ۳/ ۳۴ یہ عبارت ہے:

''الجهر الجهر المفرط ممنوع شرعا وكذا الجهر الغير المفرط اذا كان ايذاء لأحد من نائم أو مصل أو حصلت فيه شبهة رياء أو لوحظت فى خصوصيات غير مشروعة''

(شرعاً جہر مفرط ممنوع ہے لیکن اگر کسی سونے والے، یا مصلی کو ایذاء پہنچانا مقصود ہو تو غیر مفرط جہر بھی شرعاً ممنوع ہوگا الخ) آنے والی تحریروں سے غیر مفرط کے مابین فرق سمجھا جا سکتا ہے، ڈاکٹر محمد اسلم صاحب (وائس چانسلر مولانا آزاد یونیورسٹی) لکھتے ہیں: آوازوں کو ناپنے کے لئے ڈیسی بیل کا یونٹ استعمال کیا جاتا ہے جس کا مخفف DB ہے، انسانوں کے درمیان عام گفتگو db60 کے آس پاس ہوتی ہے جبکہ جیٹ ہوائی جہاز یا آتش بازی کے بڑے پٹاخوں کی آواز db140 تک پہنچتی ہے، انسان کی قوت برداشت 85-80 ڈیسی بیل ہوتی ہے، وہ بھی چند گھنٹوں کے لئے، اگر اتنی آواز مستقل کانوں میں آئے تو سماعت اور ذہنی سکون اور پھر اس کے سبب بھی جسمانی افعال متاثر ہوتے ہیں، وائس چانسلر صاحب نے ایک جدول پیش فرمایا ہے

جس سے نقصانات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

جسمانی صحت پر اثر:

db110 جسمانی کھال پر آواز کا اثر، کانوں میں جھنجھناہٹ

db120 کانوں کو تکلیف دہ

db130-135 متلی، چکر غشی بھی ہوسکتی ہے، کان سن

db140 کانوں میں درد، زیادہ دیر تک سننے سے حواس باختہ

db150 نبض کی رفتار تیز، بلڈ پریشر بڑھتا ہے

db160 کانوں کو معمولی لیکن ہمیشہ کے لئے نقصان

db190 سماعت ختم، کانوں کو ہمیشہ کے لئے نقصان

شور کی کیفیت db

مکمل خاموشی 0 کانا پھوسی (سرگوشی) 15

ایئر کنڈیشن کی آواز 50 عام گفتگو (محفل میں) 60

کار کا ہارن 110 جہاز اڑتے وقت 120

بندوق کی گولی 140

ڈبلیو ایچ او کے اصولوں کے مطابق گہری نیند کے لئے کمرے میں آواز کی سطح db30 سے متجاوز نہ ہونی چاہئے، کسی درسگاہ میں توجہ قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ آواز کی سطح db35 سے زیادہ نہ ہو، ٹرافک کی وجہ سے پیدا ہونے والا شور اپنے جائز حد db70 سے بڑھا ہوا ہے...... دیوالی کے تہوار کے دوران شور کی سطح جانچنے کے لئے کوشش کی گئی اس میں پایا گیا کہ آلودگی کی سطح اس میں بڑھ کر db80 تک جا پہنچتی ہے جو عام دنوں کی سطح db69-57 سے دوگنی ہے (ماخوذ از ماحولیاتی آلودگی کا مسئلہ، شعبہ ماحولیات اینٹگرل یونیورسٹی لکھنؤ) دن میں db55 اور رات میں db45 سے متجاوز ہونے کی صورت میں تندخوئی، ہائی بلڈ پریشر، کان خراب ہونے، کان بجنے اور نیند میں خلل کا سبب ہوسکتا ہے۔

(دیکھئے: مقالہ ماحولیاتی آلودگی کا مسئلہ از ص ۷ تا ۱۰)۔

۱- اس ہدایت پر عمل ضروری ہے، اگر کوئی دقت اور پریشانی ہو تو محدود وقت کے لئے سیلنسر کے ساتھ یا ایسے آلات کے ساتھ جس سے اس کی آواز کم سے کم تر ہو جائے تو اجازت ملنی چاہئے۔

۲- سوال ہی سے اس کا جواب نکل سکتا ہے۔

۳- DJ ڈھول وغیرہ کی آواز کے مشابہ ہوتا ہے، ڈھول کی آواز شرعاً ممنوع ہے، ”ولا تجوز الاجارۃ علی شئ من الغناء والنوح والمزامیر والطبل وشئ من اللهو“ (ہندیہ ۴/ ۴۴۹)، ڈھول بنانے، زنار، نوحہ اور غنا پر کسی کو اجرت پر لینا درست نہیں ہے، ابھی حال میں ہی انقلاب اخبار میں دیکھا کہ DJ پر بعض علاقوں میں پابندی لگادی ہے اور خلاف ورزی کی شکل میں جرمانہ عائد کردیا گیا ہے۔

۴- جب شرعی امور میں احتیاط کا حکم ہے تو غیر شرعی امور میں تو بدرجہ اولی یہ حکم ہوگا اور اسکے دلائل پہلے ذکر کئے جاچکے ہیں۔

فضائی اور صوتی آلودگی سے متعلق ضروری مسائل

مولانا اقبال احمد قاسمی[1]

آلودگی اور اسکی قسمیں:

ہر چیز کے وہ فاضل مادے اور فضلات جو صحتمند معاشرہ کیلئے نقصاندہ اور ضرر رساں ہوں ان کو ''آلودگی'' کہا جاتا ہے۔ فیروز اللغات میں ہے: ''آلودگی، ناپاکی، گندگی، آلودہ، لتھڑا ہوا، بھرا ہوا، ناپاک، نجس، پلید'' عموماً آلودگی کو تین بڑے حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

فضائی آلودگی:

ایندھن، گاڑیوں، اور فیکٹری وغیرہ کے دھویں نیز پلاسٹک کی پولیتھینوں اور کیمیکل سے پیدا ہوتی ہے، بیڑی، سگریٹ آتشبازی وغیرہ بھی اسی زمرہ میں آتی ہے۔

ماحولیاتی آلودگی:

صنعتوں اور فیکٹریوں کے گندے پانی اور کچروں نیز انسانی فضلات، جانوروں کی غلاظتوں اور استعمال شدہ گندہ پانی سے پیدا ہونے والی آلودگی کو ماحولیاتی آلودگی کا نام دیا جاتا ہے۔ فصلوں پر کیڑا مارنے والی زہریلی ادویات کے چھڑکاؤ سے فضا زہریلی اور آلودہ ہوتی ہے۔ فیکٹریوں اور صنعتوں کے گندے پانی سے جھیلوں اور دریاؤں کا پانی بھی آلودہ ہوتا ہے۔ جنگلات اور زرخیز زمین کو کاٹ کر آبادی بنانے سے آکسیجن گیس متاثر ہوتی ہے جو آبادی کے نام پر بربادی کو دعوت دیتی ہے اس لئے یہ سب ماحولیاتی آلودگی کی صورتیں ہیں۔

صوتی آلودگی:

لاؤڈ اسپیکر، ڈی، جے، گاڑی کے تیز ہارن، بازاروں کے شور وشغب سے پیدا ہونے والی آلودگی کو صوتی آلودگی کہا جاتا ہے، یہ چیخ وپکار، بے تحاشا آوازوں کی گونج، شور وشرابہ انسانی صحت، دل ودماغ اور قوت سماعت کے لئے انتہائی نقصاندہ ہے۔ بلکہ جہنمیوں کے عذاب کا ایک حصہ اسکو شمار کیا گیا ہے۔

آلودگی سے حفاظت کے قدرتی وسائل:

نظام قدرت یہ ہے کہ اللہ پاک نے جہاں کثافت وآلودگی پیدا کرنے والی قدرتی چیزیں بنائی ہیں وہیں اس نے کثافت کو تحلیل کرنے اور انسان کو اس کے مضر اثرات سے محفوظ رکھنے کی غرض سے کچھ قدرتی اور فطری ذرائع بھی پیدا کئے ہیں، جیسے سمندر، کہ اس کا کھارا پانی آلودگی کو جذب کرنے کی غیر معمولی صلاحیت رکھتا ہے، اسی طرح درخت اور جنگلات، یہ جہاں انسان کو صاف وشفاف ہوا فراہم کرتے ہیں، وہیں فضا میں پھیلی ہوئی آلودگی جذب کرنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں، خود وہ مٹی جس میں ہم رہتے اور بستے ہیں اور جس کی پشت پر ہزاروں سال سے کتنی ہی مخلوق شاد وآباد ہے، وہ ٹھوس کثافت آمیز مادوں کو تحلیل کر دیتی ہے، جو مردے اور مردار زمین میں دفن کئے جاتے ہیں اور جو گندگی اور غلاظتیں زمین کی تہوں میں چھپا دی جاتی ہیں، اگر زمین اپنا سینہ کشادہ کر کے ان کو قبول نہ کرے تو نہ جانے زمین پر کتنی آلودگی پیدا ہو جائے اور انسان وحیوان کیلئے جینا دوبھر ہو جائے''۔

(مستفاد از اسلام اور جدید فکری مسائل/ص ۲۷۴)۔

اللہ پاک نے کائنات کو اس انداز میں تخلیق فرمایا ہے کہ اگر ماحول کے قدرتی توازن میں خارجی بگاڑ کے ذریعہ مداخلت نہ کی جائے اور اس کو اپنی

---

[1] صدر مدرس ومفتی مدرسہ مظہر العلوم مسجد نکھٹو شاہ، بیکن گنج، کانپور۔

فطرت (Nature) کے مطابق چھوڑ دیا جائے تو زمین پر بسنے والے کسی بھی جاندار کو کسی طرح کی آلودگی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

ہوا، پانی، روشنی، گرمی، سردی، نباتات، حیوانات، غرض ہر چیز، ہر نوع، ہر جنس اور ہر قوت وطاقت کیلئے ایک حد مقرر ہے جس پر وہ ٹھہری ہوئی ہے، اور ایک مقدار مقرر ہے جس سے وہ نہ گھٹتی ہے نہ وہ بڑھتی ہے۔ اسی تقدیر اور کمال درجہ کی حکیمانہ تقدیر ہی کا یہ کرشمہ ہے کہ زمین سے لے کر آسمانوں تک پورے نظام کائنات میں یہ توازن، یہ اعتدال اور یہ تناسب نظر آرہا ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے: "وإن من شئ الا عندنا خزائنه وما ننزله إلا بقدر معلوم" (سورۂ حجر: ۲۱) (کوئی چیز ایسی نہیں، جس کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں اور جس چیز کو بھی ہم نازل کرتے ہیں ایک مقرر مقدار میں نازل کرتے ہیں)۔

انسانوں، جانداروں اور نباتات کیلئے جتنی اور جس طرح کی گیسوں کی ضرورت تھی اللہ تعالی نے وہ سب پیدا فرمادیں، اب اس متوازن کائنات میں لوگوں کا یہ فریضہ ہے کہ وہ توازن کو برقرار رکھیں، اپنے کسی بھی عمل سے اس توازن میں خلل واقع نہ ہونے دیں۔ خلل واقع نہ ہونے دینے کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ آلودگی کی کوئی بھی چیز کسی سے سرزد نہ ہونے پائے، کیونکہ یہ ممکن نہیں۔ کوئلہ جلتا ہے، دھواں اٹھتا ہے اور راکھ نکلتی ہے جب بجلی تیار ہوتی ہے، آدمی رفع حاجت کرتا ہے، نہاتا ہے دھوتا ہے، گندا پانی بہر حال نکلے گا۔ دیہی علاقوں میں لکڑی اور گوبر ایندھن کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ ترقیاتی سرگرمیوں کیلئے بہت سی چیزیں ناگزیر ہیں جن سے آلودگی ہوتی ہے، لہذا یہ ناممکن ہے کہ ان سے بالکلیہ اجتناب کیا جائے۔ تاہم آلودگی کو کم کرنے اور اس پر قابو پانے کیلئے کچھ احتیاطی اقدامات کئے جانے چاہئے۔ انسان بس اتنے ہی کا مکلف ہے ورنہ وہ قدرت کے نظام میں بے بس ہے۔ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ چونکہ اللہ تعالی نے دنیا کو ایک خاص توازن کے ساتھ پیدا فرما کر انسان کو خلیفۃ اللہ فی الارض بنادیا ہے اس لئے اس قدرتی توازن کو برقرار رکھنا انسان کی ذمہ داری ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے: "ولا تفسدو فی الأرض بعد إصلاحها" (سورۂ اعراف: ۵۶)

دوسری جگہ ارشاد ہے: "والسماء رفعها ووضع الميزان. ألا تطغوا فى الميزان. وأقيموا الوزن بالقسط ولا تخسروا الميزان" (سورۂ رحمن:) (آسمان کو اس نے بلند کیا اور میزان قائم کردی۔ اس کا تقاضا ہے کہ تم میزان میں خلل نہ ڈالو، انصاف کے ساتھ ٹھیک ٹھیک تولو اور ترازو میں ڈنڈی نہ مارو)۔

ماحولیاتی کثافت کی بنیادی وجہ اعتدال سے ہٹ کر ماحول کے قدرتی توازن میں مداخلت ہے۔ اللہ تعالی نے اس کائنات میں ہر چیز نپی تلی مقدار میں اور باہم توازن کے ساتھ پیدا فرمائی ہے، اب بندہ اس میں زیادتی کر کے اس توازن کو بگاڑتا ہے گویا اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارتا ہے، مثلاً: گرمی سے بچنے کیلئے پنکھا کولر کافی ہیں اور اگر ایئر کنڈیشن بھی استعمال کرنا ہے تو ۲۶ ڈگری سیلسیس (26 oC) پر چلانا کافی ہے لیکن ہوتا یہ ہے کہ لوگ گھروں، آفسوں، ہوٹلوں میں ۱۶ ڈگری چلاتے ہیں اور سخت گرمی میں کمبل اور لحاف اوڑھ کر سونے کو فخر سمجھتے ہیں جبکہ باہر کا موسم انتہائی گرم ہوتا ہے، یہ متضاد کیفیت سخت نقصاندہ ہوتی ہے، یہ بے اعتدالی اور اسراف قدرتی توازن میں مداخلت کی ایک چھوٹی سی مثال ہے۔

آلودگی سے بچاؤ کی اسلامی تدابیر۔ تعلیمات وہدایات:

انسانی سماج کو ہر طرح کی آلودگی سے بچانے کیلئے اسلام میں بڑی اہم اور مفید ہدایات دی گئی ہیں، چند ہدایات کا ذکر کرنا بے محل نہ ہوگا:

☆ اسلام میں طہارت اور نظافت دونوں کو ضروری قرار دیا گیا ہے، نظافت یعنی ظاہری صفائی ستھرائی کو بھی ایمان کا ایک حصہ مانا گیا ہے، "النظافة من الإيمان"، لیکن ظاہری صفائی جو غیروں کے یہاں بھی ملتی ہے اس سے آگے بڑھ کر اسلام میں نظافت کے ساتھ طہارت کا مستقل حکم دیا گیا ہے، پاکی وناپاکی کے جو زرّیں اصول اسلام میں ہیں موجودہ دیگر مذاہب کا دامن اس سے خالی ہے یا اس پر عمل مٹ چکا ہے، مسلمانوں کو طہارت کی تفصیلات جاننے کیلئے درجنوں صفحات پر مشتمل "کتاب الطہارت" ہر فقہ کی کتاب میں پڑھی پڑھائی جاتی ہے۔ استنجاء، وضو، غسل، کھانا کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونے، مسواک کرنے وغیرہ کے مستقل مسائل موجود ہیں جو حفظان صحت کی رو سے بہت اہم ہیں۔

☆ گھر کا کوڑا کرکٹ گھر کے باہر پڑا رہنے، یا دروازے کے باہر پھینکنے کی ممانعت ہے اور یہ مرض یہودیوں میں تھا مسلمانوں کو خاص طور سے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر کے سامنے اور باہر کے صحن کو بھی صاف وستھرا رکھنے کا حکم دیا۔ ارشاد فرمایا:

''إن النبی ﷺ قال: إن الله طیب یحب الطیب، جواد یحب الجواد، فنظفوا بیوتکم ولاتشبھوا بالیھود التی تجمع الأکناف فی دورھا'' (مسند ابی یعلی: ۲/ ۱۲۲)۔

لیکن اس مسئلہ پر مسلمانوں کے یہاں عملاً بڑی کوتاہی آ گئی ہے۔ اس میں جہاں قصور مسلمانوں کا ہے وہیں حکومت کے عملہ، نگر نگم اور کارپوریٹ کی متعصبانہ ذہنیت اور مسلم محلوں کی طرف سے صفائی کے معاملہ میں مجرمانہ غفلت کا بھی ہے، سڑک وغیرہ کی تعمیر، صفائی، پانی وغیرہ کی سپلائی میں مسلم محلوں کو جان بوجھ کر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ تاہم مسلمان بھی اپنا کردار صفائی کے معاملہ میں پورا نہیں نباہتے۔ دونوں کی مشترکہ کوتاہیوں سے مسلم محلوں کی حالت زار ناقابل دید نظر آتی ہے۔

پانی اور دیگر برتنوں کے ڈھکنے کا حکم:

پانی کو آلودہ ہونے سے محفوظ رکھنے کیلئے اسلامی شریعت نے کئی اہم باتوں کی نشاندہی کی ہے، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کھانے اور پانی کے برتن کو کھلا نہ چھوڑا جائے، اسکو ڈھکنے کا اہتمام کیا جائے، خواہ کسی لکڑی وغیرہ سے ڈھانپ دیا جائے، ارشاد ہے: '' عن جابر أن رسول الله ﷺ قال: وأوکوا الاسقیاء وخمروا الطعام والشراب و أحسبه قال: ولو بعود تعرضه علیه'' (بخاری شریف : ۸۴۱)۔

☆ پانی کی پاکیزگی اور صاف ستھرا رکھنے کیلئے یہ بھی حکم ہے کہ اس میں پیشاب پاخانہ نہ کیا جائے حتی کہ بہتے ہوئے پانی میں بھی پیشاب کی ممانعت ہے جبکہ بظاہر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا؛ لیکن یہ طبعی مزاج کی نظافت کے خلاف ہے، دیگر گندگیوں کو صاف پانی میں ڈالنے کا حکم بھی اسی سے نکل آتا ہے۔

''عن أبي هريرة عن النبي ﷺ: لایبولن أحدکم فی الماء'' (ترمذی شریف :۱/ ۲۱)۔

''عن جابر قال: نهیٰ رسول الله ﷺ أن یبال فی الماء الجاری'' (المعجم الاوسط للطبرانی، حدیث نمبر:۱۷۴۹)۔

☆ مُردوں کو جلانے یا پانی میں بہانے سے ماحول یا پانی آلودہ ہوتا ہے، اس لئے اسلام میں حکم یہ ہے کہ مردوں کو دفن کیا جائے، دفن کرنے میں جہاں انسانی میت کا احترام واکرام ہوتا ہے وہیں لاش کی سڑاند اور بدبو نیز فضلات سے پانی اور ماحول محفوظ رہتا ہے۔ قرآن پاک میں ہابیل قابیل کے واقعہ میں مردے کو دفن کرنے کا طریقہ پریکٹیکل انداز میں ایک کوے کے ذریعہ سکھایا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو مندرجہ ذیل آیت کی تفصیلات:

"فبعث الله غرابًا یبحث فی الأرض لیریه کیف یواری سوءۃ أخیه" (سورۂ مائدہ: ۳۱)۔

☆ ہرے بھرے درختوں سے انسانوں کو آکسیجن کی اچھی مقداریں فراہم ہوتی ہیں جو انسانی حیات کے لئے ضروری ہے، اسی لئے بے ضرورت درخت کاٹنے کی سختی سے ممانعت فرمائی گئی اور زمین کی ہریالی خواہ کانٹے دار درختوں سے ہو اسکو کاٹنا ممنوع قرار دیا گیا؛ حتی کہ حالت جنگ میں (ایمرجنسی اور ہنگامی صورت چھوڑ کر) بھی درختوں کے کاٹنے کی مذمت فرمائی گئی ہے۔

زمین کی ہریالی کو ختم کرنے کو فساد فی الارض سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

"وإذا تولیٰ سعیٰ فی الأرض لیفسد فیها ویهلك الحرث والنسل والله لایحب الفساد" (سورۂ بقرۃ:)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: '' من قطع سدرۃ صوب الله رأسه فی النار، سئل أبوداؤد عن معنی هذا الحدیث مختصر، یعنی من قطع سدرۃ فی فلاۃ یستظل بها ابن السبیل والبهائم عبثا وظلما بغیر حق یکون لها فیها، صوب الله رأسه فی النار'' (ابوداؤد شریف، حدیث:۵۲۳۹، کتاب الادب باب فی قطع السدر)۔

بیری کا درخت بطور مثال ہے، باقی درختوں کا بھی یہی حکم ہوگا بلکہ بیری کے درخت میں تو کانٹے ہوتے ہیں، جب اس کے بارے میں یہ وعید ہے تو دیگر درختوں کے بارے میں بطریق اولی یہ وعید ہوگی۔

☆ درختوں کی حفاظت اور شجر کاری کی ترغیب دی گئی تاکہ پودوں کے ماحول میں بسنے والوں کو خوشگوار فضا میسر آئے۔

'' عن أنس بن مالك قال: قال النبی ﷺ: مامن مسلم یغرس غرسًا أو یزرع زرعًا فیأکل منه طیر أو انسان أو بهیمة إلاکان له به صدقة'' (بخاری شریف ۱/ ۳۱۲ باب فضل الزرع والغرس)۔

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کوئی درخت یا کھیتی لگائے اور اس میں سے انسان، درندہ، پرندہ یا چوپایہ کھائے تو اس کیلئے صدقہ ہوجائے گا)۔

☆ اسلام میں زمین زرخیز اور اُپجاؤ بنانے کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے؛ یہاں تک کہ اگر کوئی بنجر و افتادہ کو زرخیز بنائے تو اس کے حوالے کر دی جائے گی اور اگر یوں ہی چھوڑ دے تو اس سے چھین لی جائے گی۔ صاحب مجمع الانہر لکھتے ہیں:

''من أحياها بإذن الامام ولو ذميا ملكها وبلا إذنه لا، خلاف لهما ومن حجر أرضًا ثلاث سنين ولم يعمرها أخذت منه ودفعت إلى غيره'' (مجمع الانہر ۴/ ۲۳۰، مکتبہ فقیہ الامت دیوبند)۔

(جس نے بھی امام کی اجازت سے زمین کو زندہ کیا (زرخیز بنایا) تو وہ اس کا مالک ہوجائے گا اگر چہ ذمی ہو، اور اگر بلا اجازت امام ایسا کیا تو مالک نہ ہوگا؛ مگر صاحبین کے یہاں تب بھی مالک ہوجائے گا، اور جس نے زمین کو گھیر کر (معطل) چھوڑ دیا اس کو کھیتی کر کے آباد کرنے کی فکر نہ کی تو اس سے لے کر دوسرے کو دے دی جائے گی)۔

☆ چراغ وغیرہ کو سوتے وقت جلتا چھوڑنے سے منع کیا گیا کہ خواہ مخواہ دھواں پیدا ہوگا اور سونے کے وقت روشنی کی ضرورت باقی نہ رہی، اس لئے کیوں دھویں کی آلودگی کی زحمت اٹھائی جائے۔

''عن جابر أن رسول الله ﷺ قال: اطفئوا المصابيح إذا رقدتم'' (بخاری شریف، باب تغطية الاناء ۲/ ۸۴۱)۔

☆ لوگوں کی ضرورت کے مواقع اور نشست و برخاست کے مقامات کو گندہ کرنے سے منع فرمایا گیا ہے؛ چنانچہ ایک حدیث میں ایمان کی ستر سے زیادہ شاخوں میں سے ایک شاخ اسکو قرار دیا گیا ہے کہ راستہ میں کوئی تکلیف دہ چیز ہو تو اسکو ہٹا کر صاف کر دیا جائے۔

''الإيمان بضع وسبعون شعبة أفضلها قول لا إله الله وأدناها إماطة الأذى عن الطريق'' (مشکوۃ)۔

تین مقامات میں قضاء حاجت کرنے کو منع فرمایا: (۱) ایسی جگہ جہاں مسافر پڑاؤ ڈالیں (۲) راستوں پر اور (۳) درختوں کے سایہ میں۔

''عن معاذ بن جبل قال: قال رسول الله ﷺ: اتقوا الملاعن الثلاث البراز في الموارد، وقارعة الطريق، والظل'' (ابوداؤد، ص: ۵)

☆ کسی بھی چیز کی بربادی، بیجا استعمال اور حد سے تجاوز کرنا شیطانی حرکت قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

"ولا تسرفوا انه لا يحب المسرفين" (سورۂ انعام: ۱۴۱)۔

"ولا تبذر تبذيرا إن المبذرين كانوا إخوان الشياطين" (سورۂ بنی اسرائیل: ۲۶، ۲۷)۔

سوالات کے جوابات:

سوالات کے جوابات سے قبل چند اصولی باتوں کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ جن کا تعلق اکثر سوالات کے حل سے ہے، وہ یہ کہ حکومت و حکام اور ولاۃ اور امراء کے اُن فرمان و قوانین پر عوام اور رعایا اور ماتحت افراد کو عمل کرنا واجب ہوجاتا ہے جو جائز اور مباح امور میں سے ہوں، یعنی اگر کسی جائز بات کا حکم دیا جار ہا ہو تو اسکی تعمیل واجب ہے، اسی طرح اگر کسی جائز بات سے کسی وجہ سے منع کیا جار ہا ہو تو بھی اس سے رکنا واجب ہے؛ اسی لئے فقہاء کا یہ اصول ہے کہ جب تک کسی معصیت کا حکم نہ دیا جائے امام وقت کی اطاعت واجب رہے گی۔ فقہاء نے اس کے ساتھ یہ شرط بھی ذکر کی ہے کہ حاکم یا حکومت کا وہ حکم کسی مصلحت کی بنا پر ہو مصلحت عامہ کی بنا پر ہی اسکی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اگر حکومت کسی تعصب یا ظلم کے ارادے سے کوئی قانون بنائے تو ایسے قانون پر عمل ضروری نہیں ہے الا یہ کہ مجبوراً عمل کرنا پڑ جائے تو اور بات ہے۔

''كل من يسكن دولة فانّه يلتزم قولًا أوعملًا بانّه يتبع قوانينها وحينئذ يجب عليه اتباع أحكامها الخ'' (بحوث فی قضايافقهية معاصرة / ص ۱۶۶)۔

جن چیزوں کے استعمال یا اسکے استعمال کی کوئی حد حکومت نے مقرر نہیں کی ہے اور شرعاً بھی وہ ممنوع یا منکرات میں شامل نہیں ہے لیکن اسکے استعمال یا زیادہ استعمال سے کھلا ہوا ضرر اور نقصان لوگوں کو ہوتا ہو، تو صریح ممانعت نہ ہونے کے باوجود لوگوں کے ضرر کی بنا پر اپنے طور پر اس سے پرہیز

کرنا واجب ہے، ورنہ ایذاء رسانی کے گناہ کا وہ مرتکب کہلائے گا۔

''لايمنع أحد من التصرف في ملكه أبدًا إلا إذا أضر بغيره ضررًا فاحشًا'' (شرح المجلة رستم ۱/ ۶۵۴، رقم المادة: ۱۹۷)

خلاصہ یہ ہے کہ اگر حکومت نے آلودگی کے تعلق سے کوئی قانون بنایا ہے تو اس پر عمل واجب اور ضروری ہوگا الا یہ کہ کوئی شخص اس پر عمل کرنے پر قادر نہ ہو، اور اگر حکومت نے کوئی قانون نہیں بنایا لیکن بندہ از خود ماحول کو آلودگی سے بچا سکتا ہے تو شرعاً اس پر لازم ہوگا کہ اپنے طور پر ماحول کو آلودہ ہونے سے بچائے۔ اگر سب لوگ عمل پر قادر نہ ہوں تو جو قادر ہونگے ان پر عمل کی پابندی لازم ہوگی، غیر قادر لوگ اس قانون سے شرعاً و قانوناً مستثنیٰ ہوں گے۔

اب سوالات کے جوابات اس طرح ہیں:

۱-آلودگی والے ایندھن کے استعمال کا حکم:

یہ حقیقت ہے کہ ایندھن مختلف قسم کے ہیں اور استعمال کرنے والوں کی مالی حالت بھی مختلف ہے، اللہ رب العزت نے سب کو غریب نہیں بنایا کہ وہ سستا ایندھن کے استعمال پر مجبور ہوں، صرف غریب لوگ سستا ایندھن استعمال کرتے ہیں تو وہ آلودگی ایک حد تک رہ کر ختم ہو جاتی ہے، جب یہی ایندھن (سستا، آلودگی پیدا کرنے والا) دیگر مالدار اور معیاری ایندھن پر قادر لوگ بھی استعمال کرنے لگ جاتے ہیں تو آلودگی بڑھ کر پریشانی بڑھاتی ہے، لہذا ان حقائق کی روشنی میں شریعت کا حکم یہی ہوگا کہ چونکہ ماحول کو آلودگی سے بچانا ایک شرعی فریضہ ہے، اور بعض ایندھن جن سے دھواں زیادہ ہوتا ہے آلودگی پیدا ہوتی ہے اور اسکے استعمال سے اجتماعی ضرر ہے، لہذا جو شخص مہنگے ایندھن (جس سے آلودگی نہ ہو) پر قادر ہے اسکے لئے سستا ایندھن (جس سے آلودگی پیدا ہوتی ہے) استعمال کرنا شرعا عرفاً، قانوناً ناجائز ہے۔ ''لاضرر ولاضرار في الاسلام'' (قواعد الفقہ)۔

۲-گاڑیوں کے لئے خاص ایندھن کی پابندی کی حیثیت:

جو ملکی قوانین شریعت سے متصادم نہ ہوں ان پر عمل پیرا ہونا شرعاً بھی واجب ہوتا ہے خصوصاً جسمیں مصلحت عامہ پائی جائے اور ملک کے مفاد میں ہو تو عوام کیلئے اس قانون پر عمل کرنا واجب ہے (جیسا کہ تفصیل گذری)۔

لہذا اگر حکومت کی طرف سے ڈیزل کے استعمال کی ممانعت یا کسی خاص گاڑی کے لئے گیس ہی کو لازم کر دیا گیا ہو تو عوام کے لئے اس قانون پر عمل کرنا شرعاً واجب ہوگا، اور اگر حکومت کی طرف سے کوئی ہدایت نہ ہو تب بھی لوگوں کو ضرر سے بچانے اور ماحول کو پاک صاف رکھنے کیلئے جنریٹر اور گاڑیوں میں کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کو ترجیح دینا واجب ہوگا؛ البتہ قانون والی صورت میں حکم دوبالا ہوگا۔

۳-جنریٹر وغیرہ میں مٹی کا تیل استعمال کرنا:

روشنی و بجلی کے حصول کے لئے متعدد اسباب وسائل میں سے ایسے طریقہ کو اختیار کرنا جسمیں شور اور دھواں کم سے کم ہو شرعاً واجب ہے۔ قدرت ہوتے ہوئے محض سستے کی بنا پر آلودگی والے مادے اور تیل کا استعمال جس سے ماحول کو نقصان پہونچتا ہو شرعاً بھی ممنوع ہے، ''لاضرر ولاضرار في الاسلام''۔

۴-شمسی توانائی کے طریقہ کا استحباب:

صاحب استطاعت افراد واشخاص، مساجد و مدارس اور دیگر مراکز وغیرہ کیلئے آلودگی سے محفوظ توانائی (solar.system) کا استعمال فی زمانہ ''ہم خرما و ہم ثواب'' کا مصداق ہے، ایک طرف بجلی کے بل سے بچت ہے کہ نہ بل آئے نہ دل گھبرائے، دوسری طرف دیگر روشنی کے ذرائع میں موجود ماحولیاتی آلودگی سے حفاظت بھی ہے، لہذا اس نعم البدل کا استعمال یقیناً مستحب و مستحسن قدم ہوگا۔

۵-فضلات خارج کرنے والے صنعتی اداروں کے لئے قوانین کی خلاف ورزی کا حکم:

کارخانوں اور صنعتی اداروں کیلئے آلودگی سے بچانے کے جو قوانین حکومت یا کمپنی بناتی ہے ان میں عنوان تو ماحول اور فضا یا پانی کو آلودگی سے بچا

نے کا ہوتا ہے لیکن دیکھنے میں یہ آتا ہے کہ یہ صنعتوں سے مال بٹورنے کا ایک ذریعہ ہوتا ہے، اس لئے وقتاً فوقتاً اس میں ترمیمات اور نئی نئی شقیں شامل ہوتی ہیں اور حذف واضافہ ہوتا رہتا ہے، اس لئے اس بات کی تحقیق کے بعد کہ حکومت کا بنایا گیا قانون واقعتاً فضلات کی تحلیل کا ذریعہ اور آلودگی سے حفاظت کا ضامن ہے، ایسے قانون پر عملدرآمد شرعاً بھی واجب ہوگا، ورنہ قانون کی خلاف ورزی کے ضرر کو زائل کرتے ہوئے کوئی متبادل طریقہ اپنانا جائز رہے گا۔ "قال اللہ تعالیٰ: ولا تلقوا بأیدیکم إلی التہلکۃ" (سورۂ بقرہ: ۱۹۵)۔

۶- ذبیحہ کے فضلات اور اسکی آلائش سے متعلق حکومت وعوام کی ذمہ داریاں:

ہر جاندار مخلوق اپنے وجود جسمانی کے ساتھ اپنے جثہ میں غلاظت ونجاست کا ڈھیر ساتھ ساتھ ڈھوتی پھرتی ہے؛ البتہ اس کے جسم سے پیدا ہونے والے تعفن سے لوگوں کو اذیت نہ ہو اس کیلئے مجلس ومسجد وغیرہ میں ریاح خارج کرنے نیز آبادی اور گذرگاہ پر غلاظت پھرنے سے شریعت نے منع کیا ہے نیز دیگر خارجی تکلیف دہ چیزوں کو راستہ میں نہ پڑے رہنے دینے کا حکم ہے جس کو ایمان کا ایک ادنیٰ جزء کہا گیا ہے۔

''وأدناها إماطة الأذىٰ عن الطريق'' (مشکوۃ)۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ ذبیحہ جو انسان کی غذائی ضرورت ہے اسکو استعمال کرنے میں ایسا طریقہ نہ اختیار کرے کہ اسکی وجہ سے مقامی باشندے اذیت محسوس کریں، اور حکومت کی ذمہ داری ہے کہ جس طرح انسانوں کی غلاظتوں کو ٹھکانے لگانے کیلئے مستقل منصوبہ رکھتی ہے اسی طرح مذبح خانہ کی غلاظتوں کیلئے سرکاری سطح پر اسکو انجام دے جیسا کہ بعض شہروں میں نگرنگم یہ خدمات بحسن وخوبی بقرعید کے موقع پر انجام دیتا ہے۔

اوجھڑی، خون وغیرہ کا بندوبست انفرادی سطح پر کرنا مشکل ہے؛ البتہ شریعت نے فاضل گوشت وغیرہ کو دفن کر کے تعفن سے بچنے کی تدبیر بھی بتلائی ہے۔ آبادی سے دور پھینکنے میں بھی مضائقہ نہیں کہ چیل، کوے، کتے وغیرہ ان کو غذا بنا کر ختم کر دیتے ہیں، باقی اجزاء دھوپ ومٹی کھا جاتی ہے۔

۷- پلاسٹک کے تھیلوں کا حکم:

پلاسٹک کے تھیلوں اور پولتھینوں میں جو خرابی ہے وہ زمین میں تحلیل نہ ہونے اور جلانے کی صورت میں کثیف دھواں چھوڑنے کی ہے، لہذا اس خرابی سے ماحول کو آلودہ ہونے سے بچاتے ہوئے پلاسٹک کے تھیلوں کے استعمال کی اجازت باقی رکھنے میں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں؛ بلکہ یہ سہل الحصول ضرورت کی چیز ہے، جس کی افادیت یہ بھی ہے کہ استعمال کے بعد بھی اسکی قیمت باقی رہتی ہے اور کوڑا کرکٹ میں تلاش کر کر کے اور چن چن کر لوگ فروخت کرتے اور اپنا پیٹ پالتے ہیں، لہذا اگر حکومت عوامی مقامات میں تھیلیوں کو جلانے اور ندی، نالوں میں پھینکنے کی پابندی کے ساتھ اسکی اجازت باقی رکھے تو شرعاً بھی ایسا کرنا درست ہے، لیکن یہ صورت کہ عوام کو تو استعمال سے روکا جائے اور فیکٹریوں میں مال تیار ہونے دیا جائے، یہ سگریٹ پر پابندی جیسی حالت ہوئی کہ جس کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہونے والا نہیں ہے۔

۸- سگریٹ نوشی اور نو اسموکنگ زون میں پینے کا حکم:

تمباکو نوشی اسلام میں مطلقاً ممنوع ہے، یہ ایک قسم کا نشہ ہے جو مضر صحت ہے، اسکو بیڑی سگریٹ میں جلا کر اسکا دھواں استعمال کرنا زیادہ ضرررساں ہے جس کا نقصان متعدی ہے، اس لئے نو اسموکنگ زون ہونے نہ ہونے کا کوئی فرق نہیں ہے، یہ ہر جگہ ممنوع ہے، اگرچہ سرکاری گرفت صرف نو اسموکنگ زون (ائیر پورٹ، سواری گاڑی، ٹرین، اور ادارے بینک وغیرہ) میں ہی ہے لیکن شرعی گرفت ہر جگہ ہے، اس لئے یہ قابلِ ترک شوق ہے، اِضاعتِ مال وجان ہے۔

۹- کھیتوں اور گذرگاہوں میں رفعِ حاجت کا حکم:

گذشتہ اوراق میں یہ بات گذر چکی ہے کہ نشست وبرخاست کے مواقع اور عوامی گذرگاہوں خصوصاً تین مقامات کی صراحت کے ساتھ وہاں قضاء حاجت کرنے، ان کو پیشاب، پاخانہ اور دیگر آلودگیوں سے ملوث کرنے سے بطور خاص منع کیا گیا ہے، حدیث میں ہے:

''عن معاذ بن جبل قال: قال رسول اللہ ﷺ: اتقوا الملاعن الثلاث: البراز فی الموارد، وقارعة الطريق والظل (ابوداؤد: ص۵)

(قابل لعنت تین جگہوں میں گندگی سے اپنے کو بچاؤ (۱) جہاں مسافر پڑاؤ ڈالیں (۲) راستوں پر (۳) درختوں کے سایہ میں)۔

اسی طرح راستہ میں تکلیف دہ پڑی چیز کو صاف کرنے اور ہٹا دینے کا حکم ہے اور اسکو ایمان کا ایک ادنیٰ جز قرار دیا گیا ہے: "وأدناها إماطة الأذى عن الطريق" (مشکوۃ)، لہذا کھلے عام گندگی پھیلانے اور چلنے پھرنے کی جگہ پیشاب پاخانہ کرنا یہ لوگوں کی ایذاء رسانی کا بھی سبب ہے، بسا اوقات گندگی پیروں میں لگ جاتی ہے نیز ماحول متعفن اور بدبودار ہو جاتا ہے، گندگی دیکھ کر ذہنی کوفت علیحدہ ہوتی ہے، اس لئے ایسے مقامات میں رفع حاجت وغیرہ ناجائز ہے، البتہ کھیتوں کا حکم اس سے خارج ہونا چاہئے؛ کیونکہ وہ عوامی جگہ ہے نہ کہ چلنے پھرنے کی جگہ، نیز کھیتوں میں رفع حاجت کو معیوب بھی نہیں سمجھا جاتا، کسی کو اذیت بھی نہیں ہوتی، بلکہ کھیت والا اسکو مفت کی کھاد سمجھ کر اسکو روا رکھتا ہے، اسلئے کھیتوں کا حکم اس ممانعت سے مستثنیٰ ہے، اسی طرح آبادی سے دور کھلے میں، جنگلوں و بیابان میں رفع حاجت میں کوئی حرج نہیں بلکہ خیر القرون میں یہی طریقہ رائج تھا، سنت و سیرت سے بھی اسکا ثبوت ملتا ہے۔

۱۰- عوامی مقامات و گذرگاہوں میں تھوک و پیک وغیرہ ڈالنے کا حکم:

شریعت میں نظافت مطلوب ہے اور نظافت، صفائی و ستھرائی ایمان کا ایک حصہ ہے، راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینے کا حکم ہے (جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے) اسلئے تھوک یا پان مسالہ کی پیک یا بلغم وغیرہ ایسی جگہوں میں ڈالنا جہاں لوگ اذیت محسوس کریں اور طبیعت کو تنفر ہو اسکی شرعاً ممانعت ہوگی، اسپتالوں، اسکولوں، مدرسوں اور گھومنے پھرنے کی جگہوں میں جہاں باضابطہ یہ ہدایت لکھی ہوتی ہیں کہ "یہاں تھوکنا منع ہے"، ایسی جگہوں پر خصوصاً احتیاط واجب ہے۔ اور جہاں تھوک دان بنادئے گئے ہیں، تھوک وغیرہ کیلئے اسکا استعمال کرنا لازم ہے ورنہ کسی کپڑے وغیرہ میں لیکر بعد میں اسکو صاف کرلے حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تھوک بلغم وغیرہ کو زمین میں دفن کردے یا مٹی ڈالدے تاکہ کسی کو تعفن اور ماحول میں تنفر نہ پیدا ہو۔

''عن أنس بن مالك قال: قال رسول الله ﷺ: البزاق في المساجد خطيئة وكفارتها دفنها'' (ترمذی، ص: ۱۲۷)۔

(مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ اسکو دفن کردینا ہے) یہاں مسجد کی قید بر سبیل تذکرہ معلوم ہوتی ہے ورنہ ہر عوامی مقامات اور پاکیزہ جگہوں کا یہی حکم عام نصوص سے معلوم ہوتا ہے۔

۱۱- نقصاندہ شعاعوں کو خارج کرنیوالے الکٹرانک آلات کے استعمال کا حکم:

فریج، واشنگ مشین، ایئر کنڈیشن، ٹی وی، خاص کر موبائل اور موبائل کے ٹاور سے نکلنے والی برقی اور مقناطیسی شعاعوں (Radiation) نے جانور اور خصوصاً پرندں اور کیڑے مکوڑوں کی زندگی پر برا اثر ڈالا ہے، مشینی زندگی نے جہاں ایک طرف آسانیاں پہنچائی ہیں وہیں زحمتوں کو بھی جنم دیا ہے، اب دنیا اس اسٹیج پر ہے کہ ان چیزوں سے بالکلیہ صرف نظر نہیں کیا جاسکتا، نقصاندہ اثرات کو کم ضرور کیا جاسکتا ہے۔

بہر کیف مذکورہ الکٹرانک اشیاء کا ضرورت سے زیادہ استعمال کراہت سے خالی نہیں، یہ الگ بات ہے کہ ضرورت سے زیادہ استعمال کی حد بندی بہت مشکل ہے یعنی یہ معیار قائم کرنا بڑا مشکل ہے کہ کب اور کتنا استعمال ضرورت کے دائرے میں ہے اور کب ضرورت سے زیادہ ہو جائے گا، اس کے لئے حکومتوں کو اور عوام کو سنجیدہ ہونا پڑے گا، جن اشیاء کا استعمال مباح ہے ان میں اسراف و تبذیر بہر حال منع ہے۔ خصوصاً جب اسراف و تبذیر کا نقصان متعدی ہو تو اسکی ممانعت اشد ہو جاتی ہے اس لئے اس طرح کی الکٹرانک مشینوں کے لئے حکومت کوئی حد بندی لگاتی ہے یا کوئی اور قانون تجویز کرتی ہے تو مفاد عامہ کی خاطر ان پر عملدرآمد بھی ضروری قرار پائے گا۔

۱۲- آبادی بسانے کیلئے جنگلات کو کاٹنے اور کھیتوں کو پلاٹس میں تبدیل کرنے کا حکم:

(الف) غیر آباد زمینوں کی جنکو قابل رہائش بنایا جاسکتا ہے کمی نہیں ہے، علاقے کے علاقے خالی پڑے ہیں، ان کو آباد کرنا چاہئے، پھر بنجر زمینوں پھر کھیتوں اور درختوں کے کاٹنے کو سوچنا چاہئے، کیونکہ ماحول کے تحفظ کیلئے شجر کاری کا فروغ بھی مطلوب ہے اور انسانی ضرورت میں جنگلات اور درختوں کا وجود بھی ناگزیر ہے۔ اس لئے بلا ضرورت شدیدہ کھیتوں کو زیادہ پیسوں کے حصوں کے لئے پلاٹس بنا کر آبادی بسانا کراہت سے خالی نہیں۔

(ب) اسلام کی نظر میں درخت لگانے اور کاشت کاری کرنے کی بڑی اہمیت ہے، ہم اسی مقالہ میں اوپر کے صفحات میں اس مضمون کی متعدد احادیث کو نقل کر چکے ہیں۔

صوتی آلودگی اور اسلامی ہدایات:

صوتی آلودگی کو عموماً دوسری آلودگیوں کے مقابلے ہلکا تصور کیا جاتا ہے اور بعض لوگ تو اسے آلودگی تصور ہی نہیں کرتے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ سب سے خطرناک آلودگی ہے۔لوگوں کو جتنی اذیت صوتی آلودگی سے ہوتی ہے کسی دوسری آلودگی سے نہیں ہوتی۔مزید یہ کہ صوتی آلودگی سے پہنچنے والا نقصان اور اذیت بنسبت دوسری آلودگیوں کے کثیر الجہتی ہے۔نفخ قیامت بھی صوتی ہوگا، اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے اور لوگوں کے کلیجے پھٹ جائیں گے، پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑیں گے، اس سے آواز کے ذریعہ ہونے والی اذیت اور دہشت ناکی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔جب تیز ساؤنڈ بجایا جاتا ہے تو لوگوں کی نیند حرام ہوجاتی ہے، مزاج میں چڑچڑاپن پیدا ہوجاتا ہے بے چینی، سماعت کی کمزوری، بلڈ پریشر، السر، اختلاج قلب جیسی مہلک بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔دوسری آلودگیوں کا اثر دیر سویر دھیرے دھیرے ہوتا ہے لیکن صوتی آلودگی سے اولاً فوری اذیت ہوتی ہے پھر بعد میں اس کے نتائج الگ جھیلنے پڑتے ہیں۔لطف یہ ہے کہ دوسری آلودگیوں کے مقابلہ صوتی آلودگی سے تحفظ اور اس پر کنٹرول کرنا بہت آسان ہے، پھر بھی اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جارہی ہے، نہ حکومت کی طرف سے اور نہ عوام کی طرف سے، صوتی آلودگی کے سلسلے میں بھی اسلام کی نمایاں ہدایت موجود ہیں، مثلاً:

۱- شوروشغب چیخنے چلانے کو منع کیا گیا ہے۔

''ان الله يبغض۔۔ سخاباً فی الأسواق'' (موارد الظمان ۷۵/ ۱۹' بحوالہ اسلام اور جدید فکری مسائل،ص:۲۸۳)۔

اہل عرب آواز کی پستی کو ذلت اور بلند ہونے کو باعث فخر سمجھتے تھے، قرآن کریم نے اس غلط سوچ پر متنبہ کیا۔

"إن أنكر الأصوات لصوت الحمير" (سورۂ لقمان:۱۹) (اپنی آواز کو پست رکھو کہ سب سے بدترین آواز گدھے کی آواز ہے)۔

گدھے کی آواز چونکہ تیز اور بے ڈھنگی ہوتی ہے اس لئے اسے مکروہ آواز قرار دیا گیا۔ضرورت سے زیادہ اونچی آواز میں تکلف بھی ہے اور تکلیف بھی ہے۔

''فان الجهر بأكثر من الحاجة تكلف وتؤذى'' (الجامع لاحكام القرآن ۱۴/ ۷۱)۔

۲- غیر معتدل آواز مذموم ہے، آواز کو معتدل ہونا چاہئے حتی کہ عبادات میں بھی اس کا لحاظ ضروری ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروقؓ کو معتدل آواز میں قرآن پڑھنے کا حکم دیا:

''عن أبي قتادة: أن النبي ﷺ قال: لأبي بكر: مررت بك و أنت تقرؤ وانت تخفض من صوتك فقال: إني أسمعت من ناجيت قال: ارفع قليلًا، وقال لعمر: مررت بك و أنت تقرؤ وانت ترفع صوتك فقال: إني أوقظ الوسنان واطرد الشيطان قال: اخفض قليلًا'' (ترمذی ص: ۱۰۰، ج: ۱، باب ماجاء في القرأة بالليل، مطبع اشرفی)۔

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک باررات کے وقت باہر نکلے، دیکھا نماز میں حضرت ابوبکرؓ آہستہ تلاوت کررہے ہیں اور حضرت عمر فاروقؓ زور سے قرآن پڑھ رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ ابوبکر تم آہستہ کیوں پڑھ رہے تھے اور عمر تم باآواز بلند کیوں پڑھ رہے تھے دونوں نے اپنی اپنی وجہ بیان کی، صدیق اکبر نے فرمایا کہ جس ذات کو سنا رہا تھا اس نے سن لیا، عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ سوتوں کو جگا رہا تھا اور شیطان کو بھگا رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو ہدایت دی کہ ابوبکر تم آواز ذرا بلند کرو اور عمر تم ذرا پست کرو)۔

۳- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں معتکف ہوئے اور زور زور سے قرأت کرتے ہوئے سنا تو فرمایا: کہ ایک دوسرے کو تکلیف نہ دو اور قرآن پڑھنے میں ایک دوسرے پر آواز بلند نہ کرو) (ابوداؤد:۱۳۳۲)۔

ایک موقع پر فرمایا:'' الجاهر بالقرآن كالجاهر بالصدقة والمسر بالقرآن كالمسر بالصدقة'' (ابو داؤد: ۱۳۳۳)۔

(زور سے قرآن پڑھنے والا کھلے عام صدقہ کرنے کی طرح اور آہستہ پڑھنے والا پوشیدہ صدقہ کرنے والا کی طرح ہے)۔

۴-صاحب الدرالمختار فرماتے ہیں:'' ويجهر الامام وجوبا بحسب الجماعة فإن زاد عليه أساء'' (الدر المختار مع الرد ۲/ ۲۴۹)۔

شامی میں ہے:''إلا إذا أجهد نفسه، أو اذى غيره'' (الدر المختار مع الرد ۲/ ۲۴۹)۔

(اتنی بلند آواز جو خود کو تھکا دے اور دوسروں کو اذیت دے، اچھی بات نہیں)۔

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مذہب اسلام نے اپنے متبعین کو عبادات حتی کہ قرآن پڑھنے تک میں آواز کے اعتدال کو ملحوظ رکھا ہے، اور اس نوع کی آلودگی سے بچانے کا اہتمام کیا ہے۔

۱- پرشور مشینوں کا حکم:

بلند وبانگ آواز پیدا کرنے والی مشین جن کے شور سے لوگوں کو اذیت ہوتی ہے اور پرسکون ماحول میں بہت خلل ڈالتی ہیں جس کی وجہ سے لوگوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ پرشور مشینیں یہاں سے ہٹوائیں تو ایسی صورت میں اگر حکومت کی طرف سے انکو آبادی سے باہر لگانے کی ہدایت کی جائے تو حکومت کی اس ہدایت پر عمل کرنا شرعاً بھی واجب ہے؛ بلکہ اگر حکومت کی ہدایت نہ بھی ہو تو بھی لوگوں کو اذیت سے بچانے کے لئے اخلاقی فریضہ ہے کہ ایسی مشینوں کو آبادی سے باہر منتقل کردیں، البتہ لوگ اس کے عادی ہوں اور اذیت محسوس نہ کریں بلکہ ''مرگ انبوہ جشنے دارد'' کا سماں ہو جیسے مئو، بھیونڈی، مالی گاؤں وغیرہ میں چوبیس گھنٹوں کی آوازوں کے درمیان زندگی رواں دواں ہے تو پھر آبادی میں ایسی مشینوں کے لگا رہنے میں کوئی مضائقہ نہیں، اور ایسی صورت میں حکومت کو بھی بیجا مداخلت نہ کرنی چاہئے۔

۲- گاڑیوں میں تیز ہارن لگوانے اور بیجا استعمال کرنے کا حکم:

گاڑیوں میں تیز ہارن یا سائرن بجانا بھی فیشن بن گیا ہے۔ جو صوتی آلودگی سے غفلت اور بے حسی کا نتیجہ ہے۔ عام گاڑیوں میں بقدر ضرورت ہارن موجود رہتا ہے اسکے باوجود تیز ہارن یا سائرن وغیرہ لگوانا یا کوئی اور وحشت بھرا ہارن استعمال کرنا ایذا رسانی، صوتی آلودگی اور مسافروں کی حق تلفی کا سبب ہے، اس لئے یہ ناجائز ہے۔ ''ایمبولینس گاڑیاں اس سے مستثنیٰ ہیں''؛ کیونکہ ایمرجنسی حالت میں یہ ناگزیر ہے۔

۳-D.J. (ڈی جے) کا شرعی حکم:

اگر چہ (D.J.) ڈی جے (وغیرہ پرشور آلات کے استعمال کی حرمت کے اور بھی اسباب ہیں، اذیت اور صوتی آلودگی مستقل سبب ہے، اس لئے تقریبات یا تہواروں میں اتنا تیز ڈی جے بجانا جو انسانوں کے دیگر معمولات میں خلل انداز ہو اور لوگوں کی اذیت کا سبب ہو حرام ہے۔ مسلمانوں کے یہاں محرم یا بارہ ربیع الاول وغیرہ میں ڈی جے وغیرہ کی لعنت غیروں کی مشابہت اور نقالی کے سبب آئی ہے۔ ہندو بھائی رام لیلا، گنگا میلہ، گنپتی اور دیگر تیوہاروں میں جم کر ڈی جے بجاتے ہیں اور رات دن کی پرواہ کئے بغیر کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔ مذہبی مقامات اور مذہبی جلسوں میں رات رات بھر پرشور ساؤنڈ بجائے جاتے ہیں، گنپتی کے لمبے لمبے جلوسوں میں ساؤنڈ باندھ کر خوب ادھم مچایا جاتا ہے، رہے مسلمان تو بھلا وہ کسی سے پیچھے کیوں رہیں۔ جلسوں، قوالیوں، مشاعروں میں ضرورت سے زیادہ ساؤنڈ بوکس استعمال ہوتے ہیں۔ اور رات رات بھر ہنگامہ برپا رہتا ہے۔ محرم اور ربیع الاول کے جلوسوں اور ان میں بجائے جانے والے ڈی جے نے تو گنپتی کو بھی مات دے دی ہے۔ بیٹا ڈور میں ممکن حد تک بڑے بڑے ساؤنڈ بوکس لگا کر جم کر ہنگامہ کیا جاتا ہے۔ محرم میں دس دن تک رات ودن ہنگامہ برپا رہتا ہے۔

یہ غیروں کی نقالی اور ان مواقع پر گانے باجے کا عمل (خواہ ڈی جے پر ہو یا کسی اور آلات مزار پر) شرعاً ناجائز ہے۔

۴- جلسہ، جلوس اور مشاعرہ وغیرہ میں مائک کا استعمال کرنا:

جلسے جلوس کو خواہ مذہبی ہوں یا سیاسی اسی طرح مشاعروں وغیرہ دیگر پروگراموں کو حکومت کی طرف سے دیئے گئے مقررہ وقت پر ختم کرنا لازم ہے۔ اسی طرح مائک وغیرہ ساؤنڈ سسٹم کی حد بندی پر عملدرآمد ضروری ہے؛ کیونکہ پرمیشن میں کئے گئے وعدہ کا پاس ولحاظ کرنا شرعاً واجب ہے۔ اور خلاف ورزی گناہ ہے۔ اسکے علاوہ ضرورت سے زائد اور بے وقت مائک کے استعمال میں دیگر وہ خرابیاں بھی ہیں جو اوپر (۳) میں بیان ہوئے ہیں (اس موضوع پر مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کا مضمون ''یہ بھی ظلم ہے'' قابل دید ہے جو ذکر وفکر کتاب میں شامل ہے)۔

☆☆☆

فضائی اور صوتی آلودگی

مولانا افتخار احمد مفتاحی[1]

خالق ارض وسماء اللہ رب العزت نے حضرات انسان کو اشرف المخلوقات بنایا، اور گونا گوں خصوصیات اور کمالات سے اسے مالا مال کیا اور خلافت الٰہیہ کا بار گراں اس کے ناتواں کندھے پر ڈالا انسانوں کی ضروریات کی بدرجہ اتم تکمیل کے لئے کائنات اور اشیاء کائنات کو پیدا کیا، اللہ نے زمین، آسمان، سورج اور جو کچھ زمین وآسمان میں ہے سب کو انسان کے لئے مسخر فرمایا، ارشاد خداوندی ہے: "وسخر لکم ما فی السمٰوات وما فی الأرض جمیعا" (سورۂ جاثیہ: ۱۳) (اور جتنی چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جتنی چیزیں زمین میں ان سب کو تمہارے لئے مسخر کر دیا)، نیز اللہ رب العزت نے انسانوں کے تحفظ اور استفادہ کے لئے کائنات اور اشیاء کائنات کو ایک اندازے سے پیدا فرمایا: "إنا کل شئی خلقناہ بقدر" اور زمین کو انسانوں کے لئے بچھونا بنایا وہ زمین ڈانواڈول نہ ہو اس لئے زمین میں پہاڑوں کو بطور کھونٹا کے گاڑ دیا، تاکہ انسان پرسکون زندگی بسر سکے، "والأرض مددناها وألقينا فيها رواسي وأنبتنا فيها من كل شئي موزون" (سورۂ حجر: ۱۹) (ہم نے زمین کو پھیلایا اس میں پہاڑ جمائے اس میں ہر نوع کے نباتات ٹھیک نپی تلی مقدار کے ساتھ اگائی۔ کوئی چیز ایسی نہیں جس کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں اور جس چیز کو بھی ہم نازل کرتے ہیں ایک مقرر مقدار میں نازل کرتے ہیں)۔

صاحب تدبر قرآن "وأنبتنا فيها من كل شئي موزون" کے ذیل میں رقمطراز ہیں کہ اس سے اس حقیقت کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ خدا نے اس میں جو چیز بھی پیدا کی ہے ایک خاص توازن وتناسب کے ساتھ پیدا کی ہے، اور اسی توازن وتناسب کی برکت سے یہ انسان کی رہائش اور تمدن و معیشت کے لئے سازگار ہوئی ہے، ورنہ جیسا کہ آگے ارشاد ہوا ہے: "وإن من كل شئي إلا عندنا خزائنه وما ننزله الا بقدر معلوم" کہ خدا کے خزانوں میں کسی بھی چیز کی کمی نہیں تھی، وہ اگر کسی چیز کو بھی اس کی حد مطلوب ومعین سے متجاوز ہو جانے کے لئے چھوڑ دیتا تو اس زمین کا سارا نظام درہم برہم ہو کے رہ جاتا۔

انسان کی فطرت میں چونکہ فتنہ وفساد کا خمیر بھی رکھا گیا ہے بنابریں اللہ رب العزت نے انسانیت کی فلاح وبہبود کے لئے انسانوں کو فتنہ وفساد سے باز رہنے کا حکم دیا، "ولا تفسدوا فی الأرض بعد إصلاحها" (سورۂ اعراف: ۸۶) (اور ملک میں اس کے درستگی کے بعد فساد نہ مچاؤ)۔

مذکورہ بالا آیت میں فساد سے منع کیا گیا، اب اس پہلو پہ غور کرنے کی ضرورت ہے کہ فساد فی الارض کی مراد کیا ہے؟ اہل لغت نے فساد کا جو معنی بیان کیا ہے، اسکا اصل اصول کسی چیز کا اعتدال سے ہٹ جانا ہے، اور صلاح کہتے ہیں کسی چیز کا متوازن ہونا، اعتدال کی حد میں رہنا، اللہ نے جس اشیاء کو جس توازن کے ساتھ پیدا کیا ہے اس پر بدستور باقی رہنا صلاح ہے اور اسمیں عدم توازن کو فساد سے تعبیر کرتے ہیں، فساد ہی کا ہم معنی لفظ اسراف ہے؛ کیونکہ کسی چیز کی مقررہ حد میں زیادتی کو اسراف کہتے ہیں، بنابریں جیسے اللہ تعالی مفسدین کو پسند نہیں کرتے اسی طرح مسرفین کو بھی پسند نہیں کرتے، اسلئے مسرفین سے اعراض کرنے اور انکی بات کو نہ ماننے کا حکم دیا: "ولا تطيعوا أمر المسرفين الذين يفسدون في الأرض ولا يصلحون" (سورۂ شعراء) مسرفین (حد سے تجاوز کرنے والوں) کا حکم نہ مانو جو زمین میں فساد برپا کرتے ہیں اور کوئی اصلاح نہیں کرتے ہیں۔

اعتدال ہر چیز میں مطلوب ہے حتی کہ چال ڈھال میں اعتدال پر عمل کرنے اور اس سے تجاوز کرنے سے روکا گیا: "ولا تمش فی الأرض مرحا إنك لن تخرق الأرض ولن تبلغ الجبال طولا" (سورۂ بنی اسرائیل) (زمین پر اتراتا ہوا مت چل تو نہ زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ پہاڑوں کی لمبائی

[1] استاذ جامعہ مفتاح العلوم مئو، یوپی۔

کو پہونچ سکتا ہے)، اللہ نے جن چیزوں کو جن صفات حسنہ کیساتھ پیدا کیا ہے اس کے حسن کو تہہ و بالا کرنا بھی فساد میں داخل ہے، قرآن کریم میں اللہ رب العزت کا فرمان ہے: "والسماء رفعها ووضع الميزان ألا تطغوا في الميزان وأقيموا الوزن بالقسط ولا تخسروا الميزان والأرض وضعها للأنام" "سورہ رحمن" (اور آسمان کو اونچا کیا اور رکھی ترازو کہ مت زیادتی کرو ترازو میں اور زمین کو رکھا واسطے خلق کے)، اور یہ بات بھی روز روشن کی طرح نمایاں ہے کہ بحر و بر میں جس قسم کا بھی بگاڑ پیدا ہوتا ہے اس کی وجہ انسان کے غیر متوازن اعمال ہی ہوتے ہیں اور انسان اپنے ہی اعمال کی بنسبت ہلاکت کے دھانے تک پہنچ جاتا ہے حالانکہ اللہ رب العزت نے انسانوں کو اس بات پر متنبہ کیا ہے: "لا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة" (اپنے ہاتھوں اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالو)، اور انسان کے مفسدانہ عمل کے باعث نہ صرف یہ کہ انسان ہلاک و برباد ہوتے ہیں بلکہ دیگر مخلوقات بھی اس بھنور میں پھنس جاتی ہیں، ایسے فساد پیدا کرنے والوں کو اسکے انجام بد سے باخبر بھی کیا گیا اور وہ لوگ عذاب الٰہی کی لپٹ سے بھی نہیں بچ سکتے۔ اس مختصری تمہید کے بعد درجہ ذیل سوالات کے حل کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔

۱- عالمی ادارہ صحت کے مطابق جتنی اموات کار حادثہ میں ہوتی ہیں اتنی ہی فضائی آلودگی کی وجہ سے ہوتی ہیں، ہندوستان ماحولیاتی اعتبار سے دنیا کا ساتواں غیر محفوظ ملک ہے، فضائی آلودگی کیوجہ سے مختلف قسم کی جان لیوا بیماریاں شدت اختیار کر چکی ہیں، اسی پر بس نہیں بلکہ اللہ رب العزت نے شمس و قمر اور دیگر کائناتی چیزوں کو توانکے ساتھ پیدا کر کے انسانوں اور دیگر جاندار مخلوقات کی فلاح و کامیابی کو ان میں مضمر کر رکھا ہے، ان میں بھی شگاف پیدا ہونے کے امکانات بڑھتے جارہے ہیں جس کا لازمی نتیجہ ہلاکت و بربادی ہے، ہم جس ہوا میں سانس لے رہے ہیں اس میں کاربن ڈائی آکسائیڈ، سلفر ڈائی، نائٹروجن، آکسیجن اور دیگر قسم کی گیسیں مناسب مقدار میں اللہ رب العزت نے پیدا کر رکھی ہیں ان میں بعض جیسے کاربن ڈائی آکسائیڈ، سلفر ڈائی آکسائیڈ جو باوجودیکہ زہریلی ہوتی ہیں لیکن ایک محدود مقدار میں انکا وجود ضروری ہوتا ہے، لیکن لکڑی، کوئلہ وغیرہ اشیاء جن سے کثیر مقدار میں دھواں نکلتا ہے وہ ان زہریلے گیسوں کے اضافہ کا باعث بنتے ہیں، ماہرین نے لکھا ہے کہ کاربن ڈائی آکسائیڈ کے اضافہ سے عالمی حرارت کا اندیشہ بڑھتا جارہا ہے، اس کے علاوہ فضا میں فلورو کاربن، کلورو کاربن وغیرہ کی مقدار میں اضافہ سے اوزون کی سطح میں سوراخ کا امکان زیادہ ہوجاتا ہے اور اسمیں سوراخ ہوجانے سے سورج سے چلنے والی مختلف خطرناک قسم کی شعاعیں ہماری زمین پر پہونچنے لگیں گی جن سے کینسر اور دیگر جلدی امراض کے امکانات بڑھ جائیں گے، لکڑی اور کوئلہ کے سوا بعض ایندھن مثلاً گیس، بجلی ایسی چیزیں ہیں جن سے موحولیاتی آلودگی کا امکان کم ہوجاتا ہے لیکن چونکہ مہنگی پڑتی ہیں اور بعض دیہی علاقوں میں دستیاب بھی نہیں ہوتی ہیں اس لیے لوگ لکڑی اور کوئلہ کا استعمال کرتے ہیں اس لئے ایک طرف حکومت کو چاہئے کہ جس ایندھن میں ضرر کا اندیشہ کم ہو اس کو وافر مقدار میں کم قیمت پر مہیا کرانے کی کوشش کریں اور دوسرے جو اہل ثروت ہیں وہ دوسروں کو نقصان سے بچانے کے لئے انہیں چیزوں کا استعمال کریں جو مہلک نہ ہوں، چاہے اسکے نتیجہ میں مالی بوجھ کچھ زیادہ ہی برداشت کرنا پڑے، کیونکہ اسلامی تعلیمات ہمیں اس بات پر ابھارتی ہیں کہ اجتماعی ضرر سے بچاؤ کے لئے شخصی اور ذاتی ضرر کو برداشت کیا جائے اور اجتماعی مقام کو ترجیح دی جائے، اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے: "لا ضرر ولا ضرار" (مجمع الزوائد) نیز دفع ضرر جلب منفعت پر مقدم ہے، فقہاء نے مثال پیش کی کہ ایک شخص تحتانی منزل کا مالک ہے اور دوسرا شخص فوقانی منزل کا، اگر تحتانی منزل کا مالک ایسا کوئی مصرف کرنا چاہے جو اسکے لئے فائدہ مند تو ہو لیکن دوسرے کے لئے باعث ضرر ہے تو فقہاء نے تحتانی منزل کے مالک کو ایسے تصرف سے منع کر دیا، بنابریں ارزان ہونے کیوجہ سے آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال درست نہ ہوگا، کیونکہ اس میں بھی جلب منفعت کیساتھ دوسروں کا ضرر ہے۔

۲- بس، موٹر گاڑیوں سے نکلنے والے دھویں ماہرین ماحولیات کے مطابق انکی مقدار ۸۰ فیصد سے زائد جان لیوا آلودگی پیدا کرتے ہیں، عالمی ادارہ صحت کے مطابق جتنی اموات کار حادثے کیوجہ سے ہوتی ہیں اتنی ہی فضائی آلودگی کیوجہ سے ہوتی ہیں، ڈیزل کے کثرت استعمال سے چاول کی کھیتیاں بھی بڑی حد تک متاثر ہورہی ہیں، پیڑ، پودوں کو بھی نقصان ہورہا ہے، تیزابی بارش کا بھی امکان بڑھ جاتا ہے، جس سے مچھلیوں اور جنگلی جانوروں کے لئے خطرات بڑھ جاتے ہیں۔ الغرض اللہ رب العزت نے جن چیزوں کو انسانوں اور جانوروں کی صحت کے لئے مناسب مقدار میں پیدا کر رکھا ہے ڈیزل وغیرہ چیزوں کا استعمال ان کے توازن کو بگاڑ رہی ہیں جو جانداروں کے لئے مہلک ہونگے، فضائی آلودگی کا سبب بن کر انسانوں اور جانوروں کو ضیاع کی حد تک پہنچا رہے ہیں، چنانچہ آپ ﷺ نے رات کو سوتے وقت چراغ بجھانے کا حکم فرمایا اس لئے کہ اس سے گھر میں آگ لگنے کا خطرہ ہے، نیز دھواں فضائی آلودگی کے اضافہ کا سبب ہے، فرمان نبوی ﷺ ہے:

''واطفئوا المصابیح فإن الفویسقة ربما جرت الفتیلة فأحرقت البیت'' (شرح السنه)۔

فضائی آلودگی کے تحفظ کے پس منظر میں اسلام نے مرنے والوں کو جلانے سے منع کرتے ہوئے مٹی میں دفن کرنے کا حکم دے رکھا ہے:

"منہا خلقنا کم وفیہا نعیدکم ومنہا نخرجکم تارۃ أخریٰ" (سورہ طٰہٰ:)

(مٹی ہی میں ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں لوٹائیں گے اور اسی سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے)۔ حضرت آدمؑ کی وفات کے بعد فرشتے آسمان سے نازل ہوئے اور انہیں قبر میں دفن کر کے انسانوں کو دفن کرنے کا طریقہ سکھایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فضائی آلودگی کے تحفظ کے لئے کھلے عام گندگی پھیلانے سے منع کیا، حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد کے اندر بلغم جھاڑنا گناہ ہے اور اسکا کفارہ دفن کردینا ہے (صحیح مسلم)

ناک سے نکلنے والی آلائش کو بھی دفن کرنے کا حکم اسی پس منظر میں دیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں:

''سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: إذا تنخم أحدکم فلیغیب نخامته لا تصیب جلد مؤمن أو ثوبه'' (مجمع الزوائد)

حضرت عمر بن خطابؓ نے ایک لوہار کی دوکان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کردیا تھا، اہل علم نے اسکی وجہ یہی بتلائی ہے کہ اس سے فضائی آلودگی پیدا ہورہی تھی اور لوگوں کو کافی مشکلات ہورہی تھی۔ امام ابو یوسفؒ نے بہت عمدہ بات تحریر کی ہے کہ وہ شخص جو قدرتی ماحول کو ٹھیک سے نہیں سمجھتا اسلامی شریعت کے نفاذ کے مناسب طریقہ کار کو بھی نہیں سمجھ سکتا ہے۔ الغرض ڈیزل کا استعمال فضائی تحفظات کے لئے زیادہ مضر ہے، جس سے تنفس انسانی خطرات سے دوچار ہیں اور اس قیمتی نفس کو اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ہلاکت کے دلدل میں ڈالنے سے شریعت نے سخت لفظوں میں منع کررکھا ہے:

"ولا تلقوا بأیدیکم إلی التہلکة" (یعنی خود کو ہلاکت میں مت ڈالو)، اس لئے ہر شخص کو چاہئے کہ ہر اس عمل سے احتراز کرے جس سے نفس انسانی اور دیگر جانوروں کی ہلاکت کا امکان ہو، اور دوسری طرف حکومت کی بھی ذمہ داری ہے کہ مفاد عامہ کے لئے اقدامات کرے، اگر حکومت ان اقدامات کے تحت کوئی فیصلہ لیتی ہے، مثلاً ڈیزل کے استعمال پر پابندی عائد کردے اس بنا پر کہ اس سے فضائی آلودگی زیادہ پیدا ہوتی ہے اور انسانی ہلاکت کا سبب بنتی ہے، تو یہ قانون اسلامی تعلیمات کے عین مناسب ہے اس لئے اس قانون پر عمل کرنا ضروری ہونا چاہئے، لیکن حکومت کو بھی چاہئے کہ گیس اور اسطرح کی چیزیں جن سے آلودگی پیدا ہوتی ہے ان پر خاص مراعات دے، تاکہ لوگوں کو راحت مل سکے اور اگر حکومت کی طرف سے کوئی ہدایت نہ ہو تب بھی لوگوں کو ضرر سے بچانے اور ماحول کو پاک وصاف رکھنے کے لئے کم آلودگی والے ایندھن کو ترجیح دینا شرعاً واجب ہونا چاہئے، ہر شخص ذمہ دار ہے اور اسکی ذمہ داری کے بارے میں سوال کیا جائے گا ''کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیة'' خود جیو اور دوسروں کو جینے دو کے فارمولے پر عمل کرنا چاہئے۔

۳- مذکورہ بالا باتوں کے مدنظر یہ امر واضح ہے کہ دھوئیں آسمانی فضا کو تاریک کرتے ہیں اور دھوؤں سے پیدا ہونے والی گیس تمام انسان، حیوان اور نباتات کے لئے ضرر رساں ہے اسلئے روشنی کے حصول کے لیے ہمیں اسی ذریعہ کو استعمال کرنا چاہئے جو ضرر سے خالی یا کم سے کم ضرر کا امکان ہو، اور یہ بات واضح ہے کہ الیکٹرک سے روشنی کا حصول بہت کم ضرر رکھتا ہے اور بصورت دیگر ڈیزل، پٹرول اور مٹی کے تیل سے بذریعہ جنریٹر بجلی حاصل کرتے ہیں لیکن ان میں مٹی کا تیل زیادہ دھواں پیدا کرتا ہے اور فضا مسموم ہوتی ہے اس لیے حکومت کو چاہئے کہ الیکٹرک بجلی کے حصول کو آسان سے آسان تر بنائے اور زیادہ دھواں دینے والی چیزوں پر بندش عائد کرے، لیکن بصورت مجبوری پیٹرول، ڈیزل اور مٹی کے تیل کو استعمال کر کے بجلی حاصل کرنا ہو تو اس ذریعہ کو استعمال کریں جس میں ضرر کم ہو، فقہاء کا یہ ضابطہ ہے: ''الضرر الاشد یزال بالضرر الاخف'' (شدید ضرر کا ازالہ خفیف ضرر کے ذریعہ کیا جائیگا)، اس کے مالی استطاعت کی صورت میں کم دھواں پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال واجب ہونا چاہئے تاکہ ماحول کو نقصان سے بچا کر جانداروں کو تحفظ فراہم کیا جائے۔

۴- مدارس اور خانقاہ اور دیگر ایسے مقامات جہاں لوگوں کی آمد ورفت کا سلسلہ رہتا ہے ایسی جگہوں پر اگر اجالے کے لئے اور دیگر ضرورتوں کے لیے جنریٹر استعمال کیا جاتا ہے تو ایک طرف جہاں شور وشغب کا امکان ہے وہیں دوسری طرف فضاؤں کے مکدر ہونے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے، اس لئے شمسی توانائی کا استعمال اگر چہ زیادہ زیر بار ہوتا ہے لیکن ایک مرتبہ مالی بوجھ پڑنے کے بعد آئندہ کے لئے آسانیاں میسر آتی ہیں "إن مع العسر یسرا"، کیونکہ اس سے کسی سرکاری بل کی ادائیگی واجب نہیں ہوتی، دوسرے یہ کہ حکومت بھی اس میں مراعات دیتی ہے، اور مدارس ومساجد کے اخراجات عام لوگوں کے ذمہ ہوتے ہیں اور ان لوگوں سے مالی تعاون لیکر توانائی کا نظم آسان تر ہوجاتا ہے، اس طرح جو لوگ اہل ثروت ہوں انہیں بھی ہر اس چیز کے استعمال

سے پرہیز کرنا چاہئے جو دوسروں کے لئے نقصان دہ ہو، چاہے اسکے نتیجہ میں کچھ مالی بوجھ ہی کیوں نہ برداشت کرنا پڑے، اس لئے صاحب استطاعت افراد واشخاص، مساجد، مدارس اور اداروں کے لیے آلودگی سے محفوظ شمسی توانائی کا استعمال مستحب اور مستحسن ہوگا۔

۵- چھوٹے بڑے کارخانوں سے جو فضلات باہر پھینکے یا بہائے جاتے ہیں جانداروں کے لئے یہ بیحد مضر ہوتے ہیں، زمین جو معیشت کا ذریعہ ہے اس میں آلودگی پیدا کر کے خورد ونوش کی چیزوں کو متاثر کیا جارہا ہے، زمین کے صلاح وفلاح کے نظام کو بدستور قائم رکھنے کے لیے اللہ رب العزت نے زمین پر فساد پھیلانے سے منع فرمایا: "ولا تفسدوا فی الأرض بعد إصلاحها" (سورۂ اعراف:) (اور دنیا میں بعد اس کے کہ اسکی درستی کردی گئی ہے فساد مت پھیلاؤ)۔

کائنات میں آلودگی پیدا کرنا درحقیقت نظام کائنات میں تبدیلی پیدا کرنا ہے جو ہلاکت وبربادی کا پیش خیمہ ہے، نیز فضلات اور دیگر کثافتوں کی وجہ سے اوزون کی پرت میں شگاف پڑ گیا جس کی وجہ سے سورج کی مضر شعائیں بلا روک ٹوک زمین تک پہونچنے لگی ہیں اور کینسر جیسی بیماریوں کا سبب بن رہی ہیں اور صنعتی کارخانوں سے نکلنے والے دھوئیں ہوائی آلودگی کا سبب ہے اور ہوائی آلودگی اس وقت دنیا کے بڑے مسائل میں سے ہے، ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن کی رپورٹ کے مطابق دنیا میں سالانہ ستر لاکھ لوگ اسی وجہ سے موت کے منھ میں چلے جاتے ہیں۔ الغرض کارخانوں سے نکلنے والے فضلات زمین، پانی اور ہوا جو انسانی زندگی کے لئے بنیادی حیثیت کے حامل ہیں ان میں آلودگی پیدا کر رہے ہیں جو نہ صرف انسان بلکہ دیگر جانداروں اور نباتات وغیرہ کے لئے ضرر رساں بن رہے ہیں اور فضائے آسمانی کو تاریک کر رہے ہیں اس لئے صنعت کاروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ حتی الامکان کم آلودگی پیدا کرنے والے ذرائع کو تلاش کریں چاہے اسکے نتیجہ میں کچھ مالی بوجھ ہی برداشت کرنا پڑے، اور اگر حکومت کی جانب سے انسانوں اور دیگر حیوانات اور نباتات کے مفاد کے پیش نظر کوئی اقدامات کئے جائیں تو یہ سمجھنا چاہیے کہ حکومت اپنے فرض منصبی کو انجام دے رہی ہے، مثلا کارخانوں کا آبادیوں سے دور ہونا، چمنیوں کا ایک خاص سطح تک اونچا ہونا، کم از کم ایندھن کا استعمال کرنا اور فضلات کو تحلیل کرنے کے آلات کو استعمال کرنا وغیرہ وغیرہ، یہ کام تو از خود کرنے کا تھا لیکن اس کام کو اگر حکومت انجام دے رہی ہے تو بسر وچشم قبول کرنا چاہئے اور اسکی خلاف ورزی کو ممنوع قرار دینا چاہئے اور گناہ کے زمرہ میں شامل کرنا چاہئے۔ قاضی ابو یوسف نے فتوی دیا تھا کہ ہر شخص کو یہ اختیار ہے کہ وہ اپنے کسی پڑوسی کو اپنا گھر حمام میں تبدیل کرنے یا اسکے دھوؤں سے دوسروں کو تنگ کرنے سے روک دے، حضرت عمرؓ بن خطاب نے ایک لوہار کی دوکان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر دیا تھا؛ کیونکہ وہ پریشان کن آلودگی کا سبب بن رہی تھی۔ ضرر رساں چیزوں کا ہٹانا یہ ایمان کا ایک جزو ہے۔

۶- اسلام میں نظافت اور صفائی ستھرائی پر جو تعلیمات دی گئی ہیں انکو دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نظافت وہ اہم چیز ہے جو اللہ کو بھی محبوب ہے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی محبوب ہے، صفائی ستھرائی رکھنے والوں کی خاص تعریف کی گئی ہے، قرآن مقدس میں فرمان خداوندی ہے:

"ان اللہ یحب التوابین ویحب المطتھرین" (سورہ توبہ) (بیشک اللہ محبت رکھتے ہیں توبہ کرنے والوں سے اور محبت رکھتے ہیں صاف پاک رہنے والوں سے)، دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے: "فیہ رجال یحبون أن یتطھروا واللہ یحب المطھرین" (سورہ توبہ) (اس میں ایسے آدمی ہیں کہ وہ خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالی خوب پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے)۔ قرآن مقدس میں ان لوگوں کی تعریف پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسباب کی تحقیق کے لئے اہل قبا کو بلا کر معلومات حاصل کی پتہ چلا کہ وہ لوگ نماز کے لئے وضو کرتے ہیں اور جنابت سے غسل، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید جانکاری حاصل کی، پتہ چلا کہ پیشاب پاخانہ کے بعد صرف ڈھیلے پر اکتفاء نہ کر کے پانی سے بھی استنجاء کرنا پسند کرتے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسی خوبی کیوجہ سے اللہ نے تمہاری تعریف کی ہے، تم لوگ اس عمل کو کرتے رہو اور صفائی کو جزو ایمان بھی قرار دیا گیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "الطھور شطر الإیمان" (صفائی نصف ایمان ہے)۔

اسلام نے حفظان صحت کے لئے جو بنیادی باتیں ہر قسم کی صفائی ستھرائی، اور غلاظت، گندگی سے بچاؤ کے لئے دی ہیں ان پر عمل کر کے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے، اور دوسروں کو بھی فائدہ پہونچایا جاسکتا ہے جبکہ اس کی خلاف ورزی کرنے اور انسے غفلت برتنے کی صورت میں صحت پر برا اثر پڑتا ہے، آلودگی اور گندگی سے پورا معاشرہ متاثر ہوتا ہے حالانکہ اسلام نے ماحول کو گندہ کر کے پڑوسیوں کو تکلیف پہونچانے سے سختی سے منع کر رکھا ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "واللہ لا یؤمن قیل: ومن یا رسول اللہ؟ قال: الذی لا یأمن جارہ بوائقہ" (بخاری) (بخدا مومن نہیں ہوسکتا،

صحابہؓ نے عرض کیا: کون یا رسول اللہ ﷺ؟ آپ نے فرمایا: جس کے شر سے اسکا پڑوسی محفوظ نہ ہو)۔

لوگوں کو کلفت سے بچانے کے لئے جمعہ اور عیدین کے موقع پر جہاں جم غفیر ہوتا ہے غسل کرنے اور خوشبو لگانے کا حکم دیا گیا، صاف ستھرا کپڑا پہننے کا ترغیبی حکم دیا گیا؛ تا کہ ایک دوسرے کے گندے لباس اور پسینہ سے کسی کو اذیت نہ پہونچے، اجتماعی مفادات ہی کے پس منظر میں ان جگہوں پر پیشاب پاخانہ سے منع کیا گیا جہاں لوگوں کی آمد ورفت ہوتی ہے، حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اتقوا الملاعن الثلاث: البراز في الموارد وقارعة الطريق والظل'' (مشکوۃ شریف)

(تین ایسی چیزوں سے بچو جو لعنت کا سبب ہیں: گھاٹوں، راستوں اور سایہ میں پاخانہ کرنے سے)

اور حضرت حذیفہؓ بن اسید فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''من أذى المسلمين في طرقهم وجبت عليه لعنتهم''. (مجمع الزوائد)

(جس نے مسلمانوں کو ان کے راستے کے حوالے سے تکلیف دی وہ انکی لعنت کا مستحق ہوا)، محدثین، فقہاء اور دیگر اہل علم نے صراحت کی ہے کہ وہ جگہیں جو انسانی ضرورتوں کے لئے استعمال میں آسکتی ہیں یا جہاں لوگ بستے ہیں اور آمد ورفت رہتی ہے ان کو آلودہ کر کے خود کو اور دوسروں کو بھی مصیبت میں ڈالنا اسلامی تعلیمات کی رو سے کسی طرح درست نہیں ہے خود رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ ''كان إذا ذهب المذهب أبعد'' (جب قضاء حاجت کے لئے جاتے تو آبادی سے دور جاتے)، یہ اسلامی تعلیمات ہیں، دوسری طرف موجودہ دور میں ہم مسلمانوں کی بے راہ روی ہے کہ ہم نے اسلامی تعلیمات کو یکسر نظر انداز کر کے ماحول اور فضا کو اتنا آلودہ بنا رکھا ہے کہ مختلف قسم کی بیماری جنم لے رہی ہیں، فضا کے مسموم ہونے کی وجہ سے ہلاکت خیز حالات پیدا ہوتے جارہے ہیں، حد تو یہ کہ قربانی کا جب موقع آتا ہے تو ہم قربانی کے فضلات، خون، اوجھڑی وغیرہ کو راستوں میں یونہی پھینک دیتے ہیں نتیجہ اس میں بہت جلد تعفن پیدا ہو جاتا ہے، اس راستے سے گذرنا مشکل ہو جاتا ہے، مختلف قسم کی بیماریوں کے ساتھ ساتھ فضا بھی مسموم ہو جاتی ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ نے ''إماطة الاذى عن الطريق'' (یعنی راستوں سے تکلیف دہ چیزوں کے ہٹانے کو بھی ایمان کا ایک اہم حصہ قرار دیا ہے)، تا کہ لوگوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے، قربانی سے ہم اللہ کا قرب حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں ہر اس چیز پر عمل پیرا ہونا چاہئے جو اللہ کو محبوب ہو اور یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ اللہ کو نظافت اور صفائی ستھرائی پسند ہے اس لئے ذبیحہ کے ایسے اجزاء کو زمین میں دفن کر دیا جائے تا کہ بدبو پیدا نہ ہو، اسلام نے جب معمولی آلائش کی چیزوں کو زمین میں دفن کرنے کا حکم دے رکھا ہے تو وہ چیزیں جن میں بہت جلد تعفن پیدا ہوتا ہے انکو بدرجہ اولی دفن کرنا چاہئے،

حضرت سعد بن وقاصؓ فرماتے ہیں:

''سمعت رسول الله ﷺ يقول: إذا تنخم أحدكم فليغيب نخامته لا تصيب جلد مؤمن أو ثوبه'' (مجمع الزوائد)

(میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا جب تم میں سے کسی کی ناک سے آلائش نکلے تو اسکو دفن کر دے، کسی دوسرے کی کھال اور کپڑا متاثر نہ ہو) اسی طرح علماء نے ماہواری کے زمانہ میں استعمال کردہ کپڑوں کو زمین میں گاڑ دینے کا حکم دے رکھا ہے، تو حکومت کو بھی چاہئے کہ ایسے انتظامات کرے کہ ماحول کو گندگی سے بچایا جاسکے، میونسپل بورڈ کی طرف سے ان اسلامی علاقوں میں جہاں قربانیاں ہوتی ہیں وہاں نظم ہونا چاہئے اور جگہ جگہ گڈھے کھدوائے جائیں اور دیگر اداروں کے جو ملازمین میونسپل بورڈ اور دوسرے صفائی محکموں میں ہوتے ہیں ان کو تعینات رکھا جائے، تا کہ وہ ان فضلات کو مقررہ جگہ لے جا کر زمین میں دفن کر دیں، علاوہ ازیں خود قربانی کرنے والے کو اپنی ذمہ داری کا احساس کرنا چاہئے اور اسے دیکھنا چاہئے کہ اسلامی تعلیمات میں کس قدر صفائی ستھرائی کی ہدایت دی گئی ہے اور دوسروں کو اذیت سے بچانے کا تاکیدی حکم دیا گیا ہے، اگر ہماری لاپرواہی کیوجہ سے بیماریاں پھیلتی ہیں اور فضا زہریلے مادوں سے پر ہوتی ہیں جس کے نتیجہ میں انسان، حیوانات، مچھلیاں موت کے منہ میں پہنچ رہی ہیں تو ان کی ہلاکت کے ذمہ دار ہم لوگ ہونگے، "ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة" سے ہلاکت تک پہونچانے کے والے اسباب سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے اس لیے حکومت کے ساتھ ساتھ ہم کو بھی اپنی ذمہ داری کا پورے طور پر احساس کرنا چاہئے؛ تا کہ معاشرہ صحت یاب رہے اور کائنات کے نظام میں توازن برقرار رہے۔

۷- پوری دنیا میں آلودگی تیزی سے پھیلتی جارہی ہے اور اسکا ذمہ کسی نہ کسی حد تک ہم انسانوں کے ہی اوپر جاتا ہے، انسان نے اپنے مفاد، آسانی اور خوشنمائی کے لیے ایسی بہت سی چیزوں کو بنا کر رکھا ہے جنکے منفی پہلو پر نظر نہ رکھنے کے سبب لاکھوں لوگ موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں، ہم روزانہ

کروڑوں کے حساب سے پلاسٹک کے لفافے اور تھیلے، بوتل، ڈبے استعمال کرتے ہیں جو ماحول کے لئے بہت بڑا خطرہ ہے، پلاسٹک ایک پولیمر ہے جو کہ مختلف کیمیائی اجزاء سے ملکر تیار ہوتی ہے، یہ دوطرح تیار ہوتی ہے: ایک قدرتی طریقہ ہے جس میں جانوروں اور درختوں سے پلاسٹک تیار ہوتی ہے اور دوسری فیکٹریوں میں تیار ہوتی ہے، پلاسٹک ایسا سیال مادہ ہوتا ہے جو بآسانی کسی بھی شکل وصورت میں ڈھالا جاسکتا ہے اور اسے کسی بھی رنگ میں رنگا جاسکتا ہے، پلاسٹک کے لفافوں اور تھیلوں میں ایک زہریلا مادہ کیڈیم کا عنصر شامل ہوتا ہے جو کہ خوراک میں زہریلے مادوں کو پیدا کرتا ہے، اسکی وجہ سے ہم مختلف بیماریوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں، ان تمام مضر اثرات کے باوجود ہم بیشتر کھانے پینے کی اشیاء عام طور پر پلاسٹک کے لفافوں میں ہی لے آتے ہیں جو کہ سخت نقصان دہ ہے، عام لوگوں کو چاہئے کہ زمانہ قدیم کی طرح لوگ جب بازار جائیں تو کپڑے کے تھیلے، کاغذ اور المونیم وغیرہ کے برتن اپنے ساتھ لیکر جائیں اور خورد ونوش کے ساز وسامان اسی میں لیکر آئیں۔

پلاسٹک کے لفافوں کی زندگی بہت طویل ہوتی ہے، گلتی سڑتی نہیں ہیں اور اسکو جلانے سے زہریلی گیس فضا میں شامل ہوجاتی ہے، دھوئیں فضا کو متاثر کردیتے ہیں اور انسانی صحت پر مضر اثرات مرتب ہوتے ہیں، پلاسٹک کو جلانے سے جو گیس نکلتی ہے ان سے لوگ بلڈ کینسر، پھیپھڑوں اور سانس کے امراض میں مبتلا ہوجاتے ہیں، پلاسٹک کے تھیلوں سے نالیاں بند ہوجاتی ہیں پلاسٹک نہ گلتی ہیں نہ سڑتی ہیں، نتیجۃً گندگیاں نالوں، نالیوں میں پڑی رہتی ہیں جو سخت نقصان کا سبب بنتی ہیں اور بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، پلاسٹک کی تھیلیوں کو ضائع کرنے کے لئے جب سمندر میں بہایا جاتا ہے تو آبی حیات کو نقصان پہنچتا ہے، اس کے علاوہ برسات کے موسم کی بارش بھی ایک سیلاب کا رخ اختیار کرلیتی ہے، الحاصل پلاسٹک چونکہ ایک نہ سڑنے، گلنے والی چیز ہے اس لئے یہ زمین کی ساخت اور زرخیزی کو بری طرح برباد کردیتی ہے، یہ زمین کی سانس بند کرکے انکو منجمد کردیتی ہے اور پیڑ پودوں کو زمین سے جو غذا ملنی چاہئے وہ پلاسٹک اس میں حائل ہوجاتی ہے جس سے زمین کی پیداوار پر خاصا اثر پڑتا ہے، اس لئے ہمیں پلاسٹک کے لفافوں کا استعمال رضا کارانہ طور پر چھوڑ دینا چاہئے اور اسے شرعی طور پر کار خیر اور عمل صالح کے زمرے میں شامل کرنا چاہئے، علاوہ ازیں حکومت کو بھی چاہئے کہ ماحولیاتی آلودگی پر قابو پانے کے لئے کپڑے کاغذ کے تھیلوں کو وافر مقدار میں کم قیمت پر دستیاب کرائے اور اہل علم، دانشوروں کو چاہئے کہ عوام الناس کو پلاسٹک کی چیزوں کے استعمال کے نقصانات سے واقف کرائیں تاکہ لوگ اسکے نقصانات سے واقف ہوں اور بآسانی اپنے آپ کو روک سکیں اور مفسدین کے بجائے مصلحین میں شامل ہوسکیں۔

۸- منشیات ایسی لعنت ہے جو معاشرہ کو گھن کی طرح کھا رہی ہے، اسلامی تعلیمات کی رو سے منشیات سے پرہیز لازم ہے، قرآن وحدیث میں اسکے استعمال سے سختی سے روکا گیا ہے اور اسے شیطانی عمل قرار دیا گیا ہے:

"إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون" (سورہ مائدہ)

(شراب، جوا، آستانے اور پانسے یہ سب گندے کام ہیں، ان سے پرہیز کرو، تاکہ تم فلاح پاؤ)۔

نبی کریم ﷺ نے بھی ہر نشہ آور چیز کے حرمت کا اعلان کیا، فرمان نبوی ﷺ ہے: "كل مسكر خمر وكل خمر حرام" (ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر خمر حرام ہے)۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "كل شراب أسكر فهو حرام" (بخاری، مسلم) (ہر مشروب جو نشہ لائے وہ حرام ہے)، حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے: "ما أسكر كثيره فقليله حرام" (جس کی کثیر مقدار سے نشہ آجائے اسکی مقدار قلیل بھی حرام ہے)، نسائی اور دارقطنی نے حضرت سعد بن وقاصؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "أنهاكم عن قليل ما أسكر كثيره" (یعنی میں تمہیں ایسی چیز کے قلیل مقدار سے بھی منع کرتا ہوں جس کی کثیر مقدار نشہ پیدا کرے)، تمباکو نوشی چاہے کسی بھی شکل میں ہو (سگریٹ، بیڑی، حقہ) اگر نشہ آور ہو تو مکروہ تحریمی ہے، اور اگر نشہ آور نہ بھی ہو تو کم از کم صحت کے لئے یقیناً نقصان دہ ہے، اس سے احتراز لازم ہے اور استعمال مکروہ ہے، تمباکو نوشی سے جو دھواں نکلتا ہے اس میں ایک تو بدبو ہوتی ہے، اور لہسن پیاز وغیرہ کی بو سے جس کا حلال اور فائدہ مند غذاؤں میں شمار ہوتا ہے فرشتوں کو تکلیف پہنچتی ہے، تو بیڑی، سگریٹ، تمباکو وغیرہ چیزوں کی بدبو سے کتنی تکلیف ہوتی ہوگی، انکی بدبو سے عام آدمیوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے جو اسلامی مزاج اور تعلیمات کے یکسر خلاف ہے حالانکہ ایک مسلمان صحیح مسلمان اس وقت ہوسکتا ہے جب اسکی تکلیف سے عام مسلمان محفوظ ہوں، نبی ﷺ کا فرمان ہے: "المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده" (بخاری)۔

تمباکو نوشی کے ضرر کا اندازہ آپ اس سے لگا سکتے ہیں کہ عالمی ادارہ صحت کا کہنا ہے کہ ہر سال تمباکو نوشی کرنے والے کم از کم پچاس لاکھ انسان پھیپھڑوں کے سرطان، دل کے امراض اور دوسری وجوہات کی بنا پر موت کے گھاٹ تک پہونچ جاتے ہیں، تمباکو نوشی وغیرہ سے براہ راست موت تو واقع نہیں ہوتی لیکن اس میں شامل تقریباً چار ہزار زہریلے مادے بشمول نکوٹین، زہریلا کاربون اور باریک ذرات امراض قلب، اور دوران حمل کی پیچیدگیاں، کینسر اور دیگر امراض کا پیش خیمہ ہیں، اسی وجہ سے ادارہ صحت سے منسلک لوگوں کی رائے ہے کہ تمباکو نوشی اور سگریٹ نوشی دیر میں آنے والی خودکشی ہے اور خاموش قاتل ہے اور سگریٹ نوشی صرف سگریٹ بیڑی پینے والوں کو ہی نقصان نہیں پہونچاتی بلکہ آس پاس رہنے والوں کے لئے بھی اتنا ہی ضرر رساں ہے جتنا پینے والوں کے لئے، اور اسلام میں تعلیم دی گئی ہے: "لا ضرر ولا ضرار" (ابن ماجہ) (جس کی رو سے نہ اپنے کو ضرر میں ڈالنے کی اجازت ہے اور نہ دوسروں کو)۔

تمباکو نوشی میں بیجا پیسوں کا اسراف بھی ہے جبکہ اللہ نے اسراف اور فضول خرچی سے منع کر رکھا ہے:

"ولا تبذر تبذیرا إن المبذرین کانوا إخوان الشیاطین وکان الشیطان لربه کفورا" (بنی اسرائیل)

(اسراف نہ کرو، اسراف کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے)۔

طاعت خداوندی اور منفعت کے علاوہ کسی دوسرے کام میں پیسہ خرچ کرنا تبذیر ہے، اگر ان میں بعض لوگوں کی سوچ کے مطابق کچھ نفع بھی ہو تو نقصان کا پہلو نفع سے کہیں زیادہ ہے اور جس کا ضرر نفع سے زیادہ ہو وہ حرام ہے اور اس میں مال خرچ کرنا جائز نہیں ہے، تمباکو نوشی فضائی آلودگی میں کلیدی رول ادا کرتا ہے اور فضائی آلودگی کے نتیجہ میں نظام کائنات کا توازن ختم ہو رہا ہے جو انسانوں، جانوروں اور پرندوں اور دیگر ذی روح چیزوں کے لیے سخت خطرناک ہوتا جا رہا ہے، اور قرآن نے اپنے ہاتھوں اپنے کو ہلاکت میں ڈالنے سے منع کر رکھا ہے: "ولا تلقوا بأیدیکم إلی التهلکة"۔

علامہ شوکانی اس آیت میں رقم طراز ہیں کہ ہر وہ چیز جس پر یہ بات صادق ہو کہ وہ دینی یا دنیوی اعتبار سے ہلاکت خیز ہے وہ اس آیت میں داخل ہے، علامہ آلوسی روح المعانی میں لکھتے ہیں: "واستدل به علی تحریم الاقدام علی مایخاف من تلف النفس" اس آیت کے ذریعہ اس چیز پر اقدام کرنے اور اسکے اختیار کرنے کے حرام ہونے پر استدلال کیا گیا ہے جن سے جان کے ختم ہونے کا اندیشہ ہو، مذکورہ بالا تفصیلات کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ تمباکو نوشی سے بچنا لازم ہے اور واجب ہے، اور اسکا استعمال مکروہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نشہ آور مضر رساں دونوں طرح کی چیزوں سے منع کر رکھا ہے اور قانوناً جن مقامات پر سگریٹ نوشی وغیرہ کی ممانعت ہو وہاں سگریٹ وغیرہ پینا شرعاً ممنوع ہوگا۔

۹- مذہب اسلام میں انفرادی زندگی کے ساتھ ساتھ اجتماعی زندگی میں بھی صفائی ستھرائی اور پاکیزگی کی تعلیمات اہمیت کے ساتھ دی گئی ہیں، حتی الامکان اس پر زور دیا گیا ہے کہ کسی کو ذہنی جسمانی کسی طرح کی اذیت تکلیف نہ پہونچے بایں وجہ مکی زندگی میں اور ابتداء ہجرت میں گھروں میں بیت الخلاء بننے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ آبادی سے ہٹ کر دور دراز مقامات، جنگلات میں قضاء حاجت کے لئے جاتے تھے،

چنانچہ مغیرہ بن شعبہؓ روایت کرتے ہیں: "ان النبی ﷺ کان إذا ذهب المذهب أبعد" (ابوداؤد) (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب قضاء حاجت کیلئے جاتے تو آبادی سے دور جاتے)، حضرت نافع نے اس دوری کی تعیین دو میل کر رکھی ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے دو میل کے فاصلہ پر قضاء حاجت کیا کرتے تھے اور ابوداؤد ہی کی دوسری روایت بھی ہے کہ "اذا اراد البراز انطلق حتی لا یراہ احد" آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لئے اتنی دور چلے جاتے کہ کوئی دیکھ نہ سکے)، علماء نے ان روایتوں سے یہ استدلال کیا ہے کہ ادب کا تقاضا یہی ہے کہ قضاء حاجت کے لئے اتنی دور جائے کہ لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو جائے اور اسکی ریح کی آواز بھی نہ سنائی دے، نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مفاد عامہ کو مدنظر رکھتے ہوئے مختلف احکامات دے رکھے ہیں اور ہر اس عمل کو قابل ملامت، لعن وطعن قرار دیا ہے کہ جس سے انسانوں کی راحت پر کاری ضرب لگتی ہو اور مختلف قسم کی بیماریوں کے پیدا ہونے اور پھیل جانے کا امکان ہو، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بنیادی بات ارشاد فرمائی: "من اذی المسلمین فی طرقهم وجبت علیه لعنتهم" (طبرانی) (کہ جس شخص نے مسلمانوں کو اسکے راستوں میں تکلیف پہونچائی وہ انکی لعنت کا مستحق ہوا)، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تفصیلات بھی بیان کر رکھی ہے،

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اتقوا اللاعنين قالوا: وما اللاعنان يارسول الله! قال: الذي يتخلى في طريق الناس أولى ظلهم" (مسلم) (دوایسی چیزوں سے بچو جو سبب لعنت ہے، صحابیؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ دو چیزیں کون کون ہیں؟ فرمایا: لوگوں کے راستہ یا سایہ حاصل کرنے کی جگہ پر پیشاب، پاخانہ کرنا ہے)، حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اتقوا الملاعن الثلاث البراز في الموارد و قارعة الطريق والظل" (مشکوۃ شریف)

ایک ترجمہ ہے لعنت سے بچو اور دوسرا مطلب ہے لعنت کی جگہوں سے بچو اور تیسرا مفہوم ہے کہ اسباب لعنت سے بچو جو تین ہیں، پانی کے چشموں کے اردگرد یا اس سے مراد طرق الماء یعنی وہ راستہ جو چشمہ پر جارہا ہو اور بیچ راستہ اور سایہ دار جگہوں پر۔ البراز فی الظل سے فقہاء نے استدلال کیا ہے کہ ٹھنڈک کے موسم میں جن مقامات پر لوگ کھڑے یا بیٹھتے دھوپ حاصل کرتے ہیں وہ مقامات بھی ممانعت میں داخل ہیں۔ پھلدار درخت کے نیچے اور چلتی نہر کے کنارے بھی قضاء حاجت سے منع کیا، چنانچہ حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں:

"نهى رسول الله ﷺ أن يتخلى الرجل تحت شجرة مثمرة و نهى أن يتخلى ضفة نهر جار"

(اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ماء جاری میں پیشاب کرنے سے منع کر رکھا ہے)

حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں: "نهى رسول الله ﷺ أن يبال في الماء الجاري" (مجمع الزوائد)

پانی کو آلودگی سے بچانے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھہرے ہوئے پانی میں بھی پیشاب کرنے سے منع کیا، چنانچہ مسلم شریف میں روایت ہے:

"انه نهى أن يبال في الماء الراكد"۔

مذکورہ بالا دلائل کے پس منظر میں یہ بات صاف ہوجاتی ہے کہ لوگوں کا سڑکوں کے کنارے کھیت میں اور ریلوے اسٹیشن، بس اسٹینڈ وغیرہ مقام پر جہاں کہ لوگوں کی آمدورفت کا سلسلہ ہر وقت رہتا ہے، شرعی نقطہ نظر سے رفع حاجت ممنوع ہوگا، گندے پانی اور فضلات کھلی نالیوں یا گلیوں میں بہادینے سے جہاں ایک طرف آنے جانے والوں کو اذیت ہوتی ہے وہیں دوسری طرف فضائی آلودگی میں اضافہ ہوتا ہے اور یہ دونوں چیزیں شرعاً درست نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے راستوں کے پاک وصاف رکھنے کو ایمان کا ایک جزو قرار دیا ہے، اور جہاں تک فضائی آلودگی کا معاملہ ہے یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ فضائی آلودگی سے کائناتی نظام متاثر ہورہا ہے جس کے نتیجہ میں انسان، حیوانات، نباتات وغیرہ کی بربادی یقینی ہے، لاکھوں انسان اور حیوانات فضائی آلودگی کی وجہ سے لقمہ اجل ہوچکے ہیں، اسلام نے صفائی ستھرائی کو نصف ایمان قرار دے رکھا ہے اس لیے لوگوں کو چاہئے کہ قضاء حاجت کے لئے بیت الخلاء بنوائیں اور حکومت کو بھی چاہئے کہ اسکے لئے لوگوں کی مالی مدد وسیع پیمانہ پر کرے اور استنجاء کے لئے جگہ بجگہ استنجا خانہ بنوائے اور صفائی کے لیے پانی کا بندوبست کرے؛ تاکہ فضائی آلودگی سے بچا جاسکے، فضائی آلودگی فساد فی الارض میں داخل ہے اور قرآن نے "لاتفسدوا في الأرض" کہہ کر فساد فی الارض سے منع کیا ہے جس میں فضائی آلودگی بھی ہے۔

۱۰- اسلام میں طہارت ونظافت کا بہت وسیع پہلو ہے، اس میں ہماری طرز زندگی، تہذیب وتمدن اور حسن معاشرت سب آجاتے ہیں اور یہ چیزیں دین اسلام کی طرف میلان کا ذریعہ بنتی ہیں؛ کیونکہ جب تک ہم اور ہمارا ماحول حسن اخلاق اور صفائی ستھرائی کا مرجع نہ بن جائے ہم میں سے کوئی بھی قریب نہیں ہوسکتا۔

راستوں اور عوامی مقامات کو غلاظتوں سے گندا کرنا بھی آلودگی کے اہم اسباب میں سے ہیں، اسلامی تعلیمات میں راستوں سے گندگی اور تکلیف دہ چیزوں کو صاف کردینے کو ایمان کا شعبہ بتا کر مسلمانوں کو اسکے صاف کردینے پر آمادہ کیا تاکہ راستے صاف ہوں اور زمین اور فضائی آلودگی پیدا نہ ہو،

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "من أماط أذى عن طريق المسلمين كتبت له حسن وتقبلت منه حسن دخل الجنة" (معجم طبرانی)

(جس نے مسلمانوں کے راستے کی تکلیف دہ چیزوں کو ہٹایا تو اسکے لیے ایک نیکی لکھی جائے گی اور جس کی ایک نیکی قبول ہوگئی تو وہ جنت میں داخل ہوگیا)

مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت: "من عاد مريضا وأنفق على الله أو أماط أذى عن طريق فحسن بعشر أمثالها" سے معلوم ہوا کہ

راستے سے تکلیف دہ چیزوں کے ہٹانے سے دس گنا ثواب ملے گا، راستہ کی صفائی کے حکم میں عوامی مقامات کی صفائی داخل ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "إماطة الأذى عن الطريق" میں راستے سے ہٹانے والی چیز کو اذی کا نام دیکر اس بات کی جانب اشارہ کردیا کہ صرف مخصوص گندگیوں کو راستوں سے دور کردینا کافی نہیں ہے بلکہ راستوں کو ہر اس چیز سے صاف رکھنا ضروری ہے جو باعث اذیت ہو، اس میں راستہ سے تھوک، بلغم وغیرہ کو ہٹانا صاف کرنا بھی داخل ہے۔

بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص راستے سے کانٹے ہی کو ہٹادے تو اس پر اللہ کی طرف سے اجر وثواب کا مستحق قرار پائے گا اور اللہ اسکی مغفرت فرمائے گا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''بينما رجل يمشي بطريق وجد غصن شوك على الطريق فأخره فشكر الله له فغفر له'' (بخاری)۔

تھوک اور بلغم وغیرہ میں مختلف قسم کے مضر جراثیم ہوتے ہیں جو ماحول کی آلودگی کا سبب بن کر مختلف قسم کی بیماریوں کو جنم دیتے ہیں، جس سے انسانی جانوں اور دیگر حیوانات کو شدید خطرہ لاحق ہوتا ہے، اور اسلام نے ہر اس چیز سے تحفظ کا حکم دے رکھا ہے جس سے نفس انسانی خطرہ میں مبتلا ہوسکتی ہو، اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ راستوں کو صاف ستھرا رکھے، اور اگر حکومت کی طرف سے صفائی کا قانون اور کوئی نظم ہو مثلاً عوامی مقامات پر تھوکنے سے قانوناً منع کیا گیا ہو یا عوامی مقامات پر تھوک دان رکھ دیا گیا ہو تو اس پر عمل آواری کو ضروری سمجھے اور کار خیر سمجھے فرمان خداوندی ہے:

'' تعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان ''۔

۱۱- اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، اس میں انسانوں کی تمام مشکلات کا حل موجود ہے، اسلام اعتدال کے ساتھ ہر انسان کو زندگی گزارنے کی تلقین کرتا ہے، نجی زندگی ہو یا اجتماعی، ملکی مسائل ہوں یا خانہ داری، اللہ رب العزت نے دنیا کی ساری چیزوں کو ایک مقررہ مقدار میں پیدا کر رکھا ہے اور انسان کی حریص طبیعت اور ضائع کرنے والی فطرت کے پیش نظر اعتدال کی ترغیب دی اور افراط وتفریط سے منع کیا، قرآن میں جابجا اسکا تذکرہ کیا گیا ہے، کھانے اور پینے کے بغیر انسانی وجود خطرہ میں پڑ جاتا ہے اس میں بھی اسراف سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے، فرمان خداوندی ہے:

"كلوا واشربوا ولا تسرفوا إنه لا يحب المسرفين" (سورۂ احزاب) (کھاؤ اور پیو اور حد سے مت نکلو، بیشک اللہ پسند نہیں کرتے اسراف کرنے والوں کو)، "والذين إذا أنفقوا لم يسرفوا ولم يقتروا وكان بين ذلك قواما" (سورۂ فرقان) (رحمن کے بندوں کی پہچان یہ ہے کہ وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بہت زیادہ خرچ کرتے ہیں اور نہ بہت ہی کم، بلکہ موقع دیکھ بھال کر میانہ روی کے ساتھ خرچ کرتے ہیں)،

"وآت ذا القربى حقه والمسكين وابن السبيل ولا تبذر تبذيرا إن المبذرين كانوا إخوان الشياطين وكان الشيطان لربه كفورا" (بنی اسرائیل) (بیشک بے موقع اڑانے والے بھائی ہیں شیطان کے، اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے، یعنی قربت والوں کی مالی واخلاقی ہر قسم کے حقوق ادا کرو، محتاج ومسافر کی خبر گیری رکھو اور خدا کا دیا ہوا مال فضول بے موقع مت اڑاؤ)۔

فضول خرچی یہ ہے کہ معاصی اور لغویات میں خرچ کیا جائے یا مباحات میں بے سوچے سمجھے اتنا خرچ کردے جو آگے چل کر تفویت حقوق اور ارتکاب حرام کا سبب بنے (علامہ شبیر احمد عثمانی)

"ولا تطيعوا أمر المسرفين الذين يفسدون في الارض ولا يصلحون" (سورۂ شوریٰ) (مسرفین کو مفسدین کہتے ہوئے حکم دیا گیا کہ مسرفین (حد سے تجاوز کرنے والوں) کا حکم نہ مانو جو زمین میں فساد برپا کرتے ہیں اور کوئی اصلاح نہیں کرتے ہیں)۔

اسراف کہتے ہیں جس مقام پر جس قدر ضرورت ہو اس سے زیادہ خرچ کرنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ارشاد ہے:

''ما عال من اقتصد'' (جس نے میانہ روی اختیار کی محتاج نہیں ہوا)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیک طور طریقہ، نیک انداز اور میانہ روی نبوت کے پچیس اجزاء میں ایک جزء ہے (ابوداؤد) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہترین کام وہی ہے جس میں اعتدال ہو، پانی جو اللہ کی ایک عظیم نعمت ہے اس کے استعمال میں اعتدال ملحوظ رکھا گیا حتی کی وضو جو نماز کے لیے لازمی

امر ہے، اس میں اسراف اور فضول خرچی سے منع کیا گیا ہے اور مقررہ حد تین تین بار عضو کو دھونے سے زیادہ دھونے کو ظلم سے تعبیر کیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "فمن زاد علی هذا أو نقص فقد ساء أو ظلم" (ابوداؤد) (یعنی جس نے تین مرتبہ سے زیادہ دھویا اسنے اپنے اوپر ظلم کیا)، ابن المبارک نے کہا کہ وضو میں جس نے عضو کو تین مرتبہ سے زیادہ دھویا اس نے گویا گناہ کا کام کیا۔

مذکورہ بالا آیت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر چیز میں اعتدال مطلوب ہے اور اسراف ممنوع، بنابریں فقہاء نے لکھا ہے کہ غسل میں صابن کو اور اسی طرح چراغ کو ضرورت سے زیادہ استعمال کرنا بھی اسراف ہے، اس لیے مذکورہ بالا سوال میں چونکہ فریج، واشنگ مشین، ایر کنڈیشن، ٹی وی، موبائل وغیرہ کا زیادہ استعمال یقیناً اسراف میں داخل ہوگا؛ کیونکہ ایک تو اسمیں فضول خرچی کا عنصر ہے، دوسرے یہ کہ ذی روح اشیاء کیلئے سخت نقصان دہ ہے، ماحول میں آلودگی پیدا ہوتی ہے جس کے سبب انسان، حیوان، پرندے اور کیڑے مکوڑے کا وجود خطرہ میں ہوجاتا ہے اس لیے ماحول میں توازن برقرار رکھنے کے لئے ضرورت کے بقدر ہی استعمال کریں تاکہ خود ہلاکت سے اور مختلف امراض سے محفوظ رہیں اور دوسری مخلوقات کا بھی تحفظ فراہم کریں، دوسری مخلوقات کا وجود بھی ہمارے تحفظ کی یک گونہ ضمانت ہے اور انکا ناپید ہوجانا ہمارے لیے خطرے کی گھنٹی ہے۔

۱۲- الف: ماحولیات کے تحفظ اور توازن کو درجہ اعتدال میں رکھنے میں پیڑ پودوں کا اہم اور کلیدی رول ہوتا ہے، ماہرین کی آراء کو دیکھنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ انسان، حیوانات اور صنعتی کارخانوں اور دیگر انسانی بے اعتدالیوں کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی زہریلی گیس کاربن ڈائی آکسائیڈ اور ہائیڈروجن وغیرہ کو جذب کرکے آکسیجن میں تبدیل کرنے کا کام بھی پیڑ پودے کرتے ہیں، بلکہ انہیں آکسیجن کی فیکٹریاں کہنا بجا ہوگا۔

یہ جنگلات ہماری دھرتی پر وہی حیثیت رکھتے ہیں جو ہمارے جسم میں پھیپھڑے رکھتے ہیں، خوراک کی کمی اور معاشرتی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے بھی پیڑ پودوں، پھلدار درختوں کا وجود نعمت غیر مترقبہ ہے، بعض ماہرین کی تحریروں سے مترشح ہوتا ہے کہ ایک بڑا درخت ۳۶ ننھے منھے بچوں کو آکسیجن مہیا کرتا ہے، یہ درخت پیڑ پودے زمین کے قدرتی حسن کو دوبالا کرتے ہیں اور زمین کی زینت بھی ہیں، قرآن میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

"انا جعلنا ما علی الأرض زینة لها لنبلوهم أیهم أحسن عملا" (سورۂ کہف:۷)۔

پیڑ پودوں کے ہمہ جہت نفع بخش ہونے ہی کے باعث متعدد زاویے سے قرآن میں بار بار تذکرہ کیا گیا۔

"هو الذی أنزل من السماء ماء لکم منه شراب ومنه شجر فیه تسیمون ینبت لکم به الزرع والزیتون والنخیل والأعناب ومن کل الثمرات إن فی ذلك لآیة لقوم یتفکرون" (سورۂ نحل)

(وہی ہے جس نے اتارا آسمان سے تمہارے لئے پانی اس سے پیتے ہو، اور اسی سے درخت ہوتے ہیں جس میں چراتے ہو، اگاتا ہے تمہارے واسطے اسمیں کھیتی اور زیتون اور کھجوریں اور انگور اور ہر قسم کے میوے اس میں، البتہ نشانی ہے ان لوگوں کو جو غور کرتے ہیں) یعنی درختوں سے جہاں جانوروں کو غذا میسر ہوتی ہے وہیں انسانوں کو بھی پھل فروٹ فراہم ہوتے ہیں۔ "وأنزل من السماء ماء فأخرجنا به أزواجا من نبات شتی کلوا وارعوا أنعامکم إن فی ذلك لآیة لأولی النهی (سورۂ طٰہٰ: ۵۳، ۵۴) (اور اتارا آسمان سے پانی پھر نکالی ہم نے اس سے طرح طرح کی سبزی کھاؤ اور چراؤ اپنے چوپاؤں کو یعنی عمدہ غذائیں تم کھاتے ہو اور جو تمہارے کام کی نہیں وہ اپنے مویشیوں کو کھلاتے ہو)۔

"أفرأیتم ما تحرثون ء أنتم تزرعونه أم نحن الزارعون لو نشاء لجعلناه حطاما فظلتم تفکهون" (بھلا دیکھو تو جو تم بوتے ہو کیا تم اسکو کرتے ہو کھیتی یا ہم ہیں کھیتی کر دینے والے، اگر ہم چاہیں تو کر ڈالیں اس کو روندا ہوا گھاس پھر تم سارے دن رہو باتیں بناتے)۔

مذکورہ بالا آیتوں اور دیگر آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ پیڑ، پودے اور جنگلات اللہ کی قدرت کی علامات اور بیش بہا قیمتی دولت ہیں، انہیں جنگلات میں حیوانات کی ستر فیصد تعداد بستی ہے، اس کے ذریعہ عالمی درجہ حرارت میں اعتدال رہتا ہے، بیماریوں کے پھیلاؤ میں کمی رہتی ہے، اگر ہم نے جنگلات کو کاٹنا شروع کردیا تو غذائی اشیاء اور دواؤں کے فقدان کے ساتھ ساتھ بہت سے حیوانات کا وجود خطرہ میں ہوگا، ماحولیات میں آلودگی پیدا ہوگی اوزون چادر کو نقصان پہنچے گا، بیماریوں کا پھیلاؤ ہوگا، زہریلی گیسوں میں اضافہ ہوگا۔ بنابریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیڑ، پودے اور جنگلات کو کاٹنے سے منع

کر رکھا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بیری کے درخت خاص طور سے ہوا کرتے تھے، فرمایا:

''إن الذين يقطعون السدر يصبون في النار على وجوههم صبا'' (رواه الطبراني في الاوسط)

(جو بیری کے درختوں کو کاٹیں گے وہ اوندھے منہ جہنم میں جائے گا)، درخت کاٹنے والے پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''من قطع سدرا صوب اللہ رأسه في النار''، علامہ قرطبیؒ نے لکھا ہے کہ جنگل کے ایسے درخت جن سے لوگوں کو سایہ حاصل ہوتا ہے یا جن سے چوپائے غذا حاصل کرتے ہیں انھیں جو کوئی ناحق کاٹے گا وہ جہنم رسید ہوگا (قرطبی ۷/ ۸۷) ایک درخت کے کم ہونے سے موسمی تغیر یا ماحول پر جو اثر پڑتا ہے وہ لوگوں کے وہم وگمان میں بھی نہیں، اس لئے بلاضرورت جنگلات کو کاٹنا اور کھیتوں کو زیادہ سے زیادہ پیسوں کے حصول کیلئے پلاٹ بنا کر آبادیوں کو بسانا اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ اور درست نہیں ہے۔

ب- معاشرتی ضرورتوں کی تکمیل اور ماحولیاتی آلودگی سے تحفظ کا ایک ذریعہ شجرکاری اور کاشتکاری ہے اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ترغیب دی ہے اور شجرکاری کی صرف ترغیب ہی نہیں دی بلکہ اپنے ہاتھوں اسے عملی جامہ بھی پہنایا اور موقع مل جانے پر شجرکاری میں شامل ہوجانے کو نیکی میں شمار کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر قیامت برپا ہو رہی ہو اور تمہیں پودا لگانے کی نیکی کا موقع مل جائے تو فوراً اس نیکی میں شامل ہوجاؤ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی مسلمان درخت یا کھیتی لگائے اور اس میں سے انسان، درندہ، پرند، چوپایہ کھائے تو وہ اسکے لئے صدقہ ہوجاتا ہے:

''ما من مسلم غرس غرسا فأكل منه إنسان أو دابة إلا كان له صدقة'' (بخاری)، ''لايغرس مسلم غرسا ولا يزرع زرعا فيأكل منه إنسان ولا دابة ولا شئ إلا كانت له صدقة''۔

ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کاشتکاری اور بنجر وبے استعمال زمین کو کاشت کے لئے استعمال کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: جس کے پاس زمین ہو اسے اس زمین کی کاشتکاری کرنی چاہئے، اگر وہ خود کاشت نہ کرسکتا ہو تو اپنے کسی مسلمان بھائی کو دے تاکہ وہ کاشت کرے (مسلم شریف)،

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی درخت لگائے پھر اسکی حفاظت اور نگرانی کرتا رہے یہاں تک کہ وہ درخت پھل دینے لگے اب اس درخت کا جو کچھ نقصان ہوگا وہ اسکے لئے اللہ کے یہاں صدقہ کا ثواب ہوگا (مسند احمد)، حضرت جابرؓ سے روایت ہے:

''ما من مسلم يغرس غرسا إلا كان ما أكل منه له صدقة وما سرق منه صدقة وما أكل منه السبع فهو له صدقة وما أكلت الطير فهو صدقة ولا يرزؤه أحد إلا كان له صدقة''

(کوئی مسلمان درخت لگاتا ہے اسمیں سے اگر کوئی انسان کھاتا ہے تو وہ اس کے لئے صدقہ ہے، اور اگر کوئی اسمیں سے چوری کرے تو درخت لگانے والے کے لئے صدقہ ہے، اگر کوئی درندہ، چڑیاں وغیرہ کھائے تو وہ بھی صدقہ ہوگا)۔ اسی اہمیت کے باعث بعض صحابہؓ درخت لگانے کا اہتمام کرتے تھے، حضرت ابودرداءؓ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ اسی نیت سے درخت لگایا کرتے تھے، الغرض درخت لگانا سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے، ذخیرہ آخرت ہے، زمین کی زینت ہے، ذریعہ معاش ہے اور ماحولیاتی آلودگی کے تحفظ کا بہترین ذریعہ ہے۔

صوتی آلودگی:

ماحول اور صحت کے متعلق دنیا کے بڑے اداروں کے مطابق آلودگی کیوجہ سے پوری دنیا میں ہر سال تقریباً ایک کروڑ چھبیس لاکھ لوگوں کی موت ہوجاتی ہے، عالمی ادارہ صحت ڈبلیو۔ ایچ۔ او، عالمی موسمیاتی تنظیم ڈبلیو۔ ایم۔ او اور اقوام متحدہ کے ماحولیاتی پروگرام یو۔ این۔ ای۔ پی کے سربراہان کے ایک مشترکہ اداریہ میں کہا گیا ہے کہ ماحول میں آلودگی کی سطح جان لیوا ہوتی جارہی ہے جو صحت کے لئے انتہائی خطرناک ثابت ہو رہا ہے، انھوں نے کہا کہ ہمیں عالمی ماحول کو فوری صاف کرنے کی ضرورت ہے، ڈبلیو۔ ایچ۔ او کی ڈائریکٹر جنرل محترمہ مارگریٹ چان نے کہا: ''انسانی صحت کے لئے سب سے زیادہ ماحولیاتی خطرہ فضائی آلودگی ہے'' اس کی وجہ سے دل اور پھیپھڑوں سے منسلک پریشانیاں اور کینسر جیسی بیماریاں ہو رہی ہیں اور یہ بات بھی محقق ہے کہ ماحولیاتی آلودگی کی ایک قسم صوتی آلودگی بھی ہے بایں وجہ آلودگی کو کنٹرول کرنے اور اسکی روک تھام کی دفعہ جو ۱۹۸۱ء نافذ ہے کے تحت شور شرابہ کو

فضائی آلودگی قرار دیا گیا ہے یعنی آوازوں کی شدت اور کثرت کیوجہ سے طرح طرح کی بیماریاں جنم لے رہی ہیں، کارخانوں اور مشینوں سے بلند ہونے والی آوازیں اور گاڑیوں کے ہارنوں کی آوازیں ڈی۔ جے کی دلخراش اور سمع خراش آوازیں صوتی آلودگی کے اہم اسباب میں سے ہیں، ان کی موثر روک تھام کی ضرورت ہے، صوتی آلودگی کیوجہ سے جہاں قوت سماعت پر منفی اثر پڑتا ہے وہیں بے خوابی، ذہنی تناؤ، ہاضمے کی خرابی، تیزابیت سے لیکر بلڈ پریشر، دماغی فتور، نسیان جیسے امراض بھی پیدا ہوتے ہیں، بایں وجہ اسلام نے آج سے چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ قبل صوتی آلودگی کے مضر اثرات ہی کیوجہ سے اس کی قباحت کو بیان کیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات بھی حرف آخر کی حیثیت رکھتی ہے، قرآن مقدس میں اعتدال سے ہٹ کر تیز وتند آواز کو ناپسندیدہ آواز قرار دیا گیا ہے اور اس سے بچنے کی ہدایت کے پیش نظر حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو جو نصیحت کی تھی اسے قرآن نے ان لفظوں میں نقل کیا:

"واغضض من صوتك إن أنكر الأصوات لصوت الحمير" (سورۂ لقمان: ۱۹) (اور اپنی آوازوں کو پست کرو بے شک آوازوں میں سب سے بری آواز گدھوں کی آواز ہے)۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ عبد اللہ بن حذافہؓ نے نماز شروع کی اور بلند آواز سے قرأت کرنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: اے ابن حذافہ! مجھے مت سناؤ اپنے رب کو سناؤ (مجمع الزوائد)۔

معلوم ہوا کہ نماز جیسی اہم عبادت میں بھی بلند آواز سے قرأت ناپسندیدہ ہے۔ مشکوۃ شریف میں روایت ہے:

"عن أبي قتادة قال: إن رسول الله ﷺ خرج ليلة فاذا هو بأبي بكر قال: يا ابابكر! مررت بك وأنت تصلي تخفض صوتك قال: قد أسمعت من ناجيت يا رسول الله، وقال لعمر: مررت بك وأنت تصلي رافعا صوتك فقال: يا رسول الله! أوقظ الوسنان وأطرد الشيطان، فقال النبي ﷺ: لأبي بكر: ارفع صوتك شيئا وقال لعمر: اخفض من صوتك شيئا"

(حضرت ابو قتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابو کر صدیقؓ کے پاس سے گذرے تو وہ پست آواز سے نماز پڑھ رہے تھے، اور جب عمر فاروقؓ کے پاس سے گذرے تو وہ بلند آواز سے نماز پڑھ رہے تھے، ایک موقع پر جب دونوں صحابیؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہوئے تو آپ نے ابو بکرؓ سے فرمایا کہ میں تمہارے پاس سے گذرا تم دھیمی آواز میں نماز پڑھ رہے تھے، ابو بکرؓ نے کہا کہ میں اسکو سنارہا تھا جس سے میں مناجات کررہا تھا، آپ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ میں تمہارے قریب سے گزرا تم بلند آواز میں نماز پڑھ رہے تھے، حضرت عمرؓ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! میں سونے والوں کو جگارہا تھا، شیطان کو بھگارہا تھا، آپ نے دونوں کی باتیں سننے کے بعد ابو بکرؓ سے فرمایا کہ اپنی آواز کو تیز رکھو، اور عمر فاروقؓ کو ہدایت دی کہ تم اپنی آواز پست رکھو)۔

قرآن مقدس سورۃ الحجرات میں ارشاد خداوندی ہے جس میں صحابہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو بلند آواز میں گفتگو کرنے سے منع کیا گیا:

"یاأیها الذین آمنوا لا ترفعوا أصواتكم فوق صوت النبي" (اے ایمان والوں تم اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے بلند مت کرو)۔

بلندی آواز کی قباحت کی بنیاد پر جو جگہیں شور وشغب کا اڈہ ہوتی ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ناپسندیدہ جگہ قرار دیا، ارشاد نبوی ہے:

"أحب البلاد إلى الله مساجدها وأبغض البلاد إلى الله أسواقها"

(روئے زمین پر سب سے بہتر جگہ اللہ کے نزدیک مساجد ہیں اور سب سے بری جگہ بازار ہیں)۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایسے شخص کو ناپسند فرماتے تھے جس کی آواز بہت بلند ہوتی تھی اور اس شخص کو پسند کرتے تھے جس کی آواز درمیانی ہوتی تھی۔ حدیث نبوی مجمع الزوائد میں موجود ہے:

"عن أبي أمامة أن رسول الله ﷺ كان يكره أن يرى الرجل جهيرًا رفيع الصوت وكان يحب أن يراه خفيض الصوت"

الغرض آواز کی شدت شریعت کی نگاہ میں پسندیدہ نہیں ہے، بیماریوں کے پیدا ہونے کا سبب ہے، حیوانات کے لئے بھی ضرر رساں ہے۔

۱- وہ کارخانے جس کی مشینیں بہت پر شور ہوتی ہیں، حکومت کی طرف سے انکو آبادی سے باہر لگانے کی ہدایت ہوتی ہے اور حکومت کی یہ ہدایت انسان اور دیگر حیوانات کے تحفظ ہی کے پس منظر میں ہوتی ہے، اس ہدایت پر لازمی طور پر عمل کرنا چاہئے تاکہ خود بھی اذیت سے بچیں اور دوسروں کو بھی بچا سکیں۔

۲- گاڑیوں میں ہارن اس وجہ سے لگائے جاتے ہیں تاکہ راہگیروں کو حادثات سے بچایا جاسکے لیکن انکا استعمال بھی بقدر ضرورت ہونا چاہئے، ضرورت سے زیادہ تیز آواز قوت سماعت پر منفی اثر رکھتی ہے، اور اس سے اختلاج کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، انسان عام طور سے ۵۵ سے ۶۸ ڈیسیبل تک کی آواز کو برداشت کرنے کی اہلیت رکھتا ہے جبکہ گاڑیوں میں لگے ہارن کی آواز ۱۱۰ ڈیسیبل تک پہونچی ہوتی ہے، اور یہ بات اوپر ذکر کی گئی کہ صوتی آلودگی کے مضر اثرات کیوجہ سے اسکی موثر روک تھام کی ضرورت ہے، اس لئے ضرورت سے زیادہ ہارنوں کی تیز آواز شرعی طور پر کراہت سے خالی نہیں، ''لا ضرر ولا ضرار''۔

۳- DJ کا شور اور اسکی آواز یقینی طور پر گدھے کی آواز اور شور سے کہیں زیادہ قبیح ہے، اور اسکا اثر فوری طور پر کانوں اور دلوں پر پڑتا ہے، DJ کے ضرر رساں ہونے ہی کے باعث عدالتوں نے بھی اس پر روک تھام کے لئے حکومتوں کو آرڈر دے رکھا ہے، شرعی نقطہ نظر سے ناپسندیدہ عمل ہے، اس سے احتراز کرنا چاہئے، دوسروں کی راحت رسانی مسلمانوں کا خاصہ ہے، اسلام کی خصوصی شان ہے۔

۴- مذکورہ بالا معروضات سے یہ ظاہر ہے کہ اسلام نے ہر شعبہ حیات میں میانہ روی کا حکم دے رکھا ہے، وعظ و نصیحت جو اہم الامور ہے اس میں بھی اعتدال مطلوب ہے، دعوت و تبلیغ کا یہ اصول ہے کہ مناسب وقت اور حالت دیکھ کر وعظ کریں، افراط و تفریط سے احتراز کریں تاکہ مخاطبین دلجمعی سے سن سکیں۔

حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ ہر جمعرات کو لوگوں کو وعظ فرمایا کرتے تھے، ایک شخص نے ان سے کہا: اے عبدالرحمن! میری خواہش ہے کہ آپ ہمیں ہر روز وعظ کیا کریں، تو آپؓ نے فرمایا: میں تمہیں اس لئے روزانہ وعظ نہیں کرتا تاکہ تم اکتا نہ جاؤ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی وعظ کے لئے ہمارے لئے کچھ دن مقرر فرمائے تھے کہ کہیں ہم اکتا نہ جائیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''یسروا ولا تعسروا'' (بخاری) (آسانی پیدا کرو سختی نہ برتو)۔

یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ نماز جیسی اہم عبادت میں بھی درمیانی آواز مطلوب ہے، جیسا کہ اوپر احادیث گزر چکی ہیں، حکومت کی طرف سے اگر کوئی قانون انسانی صحت اور ماحولیاتی تحفظ کے پس منظر میں بنایا جاتا ہے تو چونکہ وہ شریعت اسلامی کے عین مطابق ہے اس لئے حتی الوسع اس قانون کی پابندی شرعی نقطہ نظر سے لازم ہونی چاہئے اور اسکی خلاف ورزی درست نہیں ہونی چاہئے، ''لا تلقوا بأیدیکم إلی التھلکۃ'' اور ''لا ضرر ولا ضرار'' جیسی ہدایات پر عمل آوری ضروری ہے۔

☆☆☆

ماحولیات کا تحفظ اسلام کی نظر میں

مولانا محمد قمر الزمان ندوی[1]

تمہید:

عصر حاضر میں ماحولیات کا تحفظ، فضائی اور صوتی آلودگی سے نجات ایک عالمی موضوع (International Issue) بنا ہوا ہے، اور ایسا کیوں نہ ہو کہ ماحول کی حفاظت سے خود انسان کی حفاظت ہوتی ہے، اور ماحول کی آلودگی انسانی زندگی کے لئے خطرہ بن جاتی ہے، جس زمین پر ہم رہ رہے ہیں، آج اس پر غلاظتوں اور گندگی کا اتنا انبار نظر آتا ہے کہ عام انسانی زندگی اس کے تعفن سے اذیت میں مبتلا ہے، تو دوسری طرف جنگلوں اور پیڑوں کے غیر مناسب استعمال بلکہ استحصال نے موسمی تغیرات (Seasonal Changes) کا رخ بدل دیا ہے، جس ہوا میں ہم سانس لے رہے ہیں، صنعت گاہوں، کارخانوں، بھٹیوں اور کیمیاوی تجربہ گاہوں کے چھوڑے ہوئے فضلات اور بڑی چھوٹی گاڑیوں کی قطار کی کثافتوں سے اس حد تک زہر آلود ہو چکی ہے کہ انسان تنفس، پھیپھڑے، جگر، قلب اور جلد کی بے شمار اور ان گنت بیماریوں میں مبتلا ہو رہا ہے، پرندے اور جانور بھی اس سے متاثر ہو رہے ہیں، اور جس کے اثرات سے نت نئی بیماریاں جنم لے رہی ہیں، یہاں تک کہ اوزون کی پرت جو سورج کی شعاعوں کے مضر اثرات سے ہماری حفاظت کرتی ہے اس میں بھی سوراخ ہو گیا ہے، اور جس کی وجہ سے انسانی زندگی کے لئے خطرات بڑھ گئے ہیں، جس پانی کو ہم انسان اور سارے حیوانات پیتے ہیں اور کھیتوں کو سیراب کرتے ہیں، اس میں گندگی، کیمیاوی مادوں اور زہریلے فضلات کی ملاوٹ اس کثرت سے ہو رہی ہے کہ پانی کے ساتھ ساتھ انسانی جسم وجان میں بھی زہریلے اثرات منتقل ہو رہے ہیں۔

کثیر قومی جنگوں میں آج آتشیں ہتھیاروں کا استعمال، کیمیاوی گیسوں، بارودی دھماکوں، زندگی کش بموں اور لیزر کی شعاعوں کے استعمال نے جہاں نسل کشی میں اضافہ کیا ہے وہیں ماحول پر اور ہر جاندار پر اس کے انتہائی مضرت اثرات مرتب ہو رہے ہیں اور زمین کا نمو ختم کر کے اس میں زہر بھر رہے ہیں، اور درجہ حرارت میں اضافہ کر کے ماحول کا توازن بگاڑ رہے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ ہم نے قدرت کے نظام میں غیر ضروری چھیڑ چھاڑ کر کے اپنے آپ کو تباہی اور بربادی کے دہانے پر پہنچا دیا ہے، اور جس کے نتیجہ میں ہم فضائی، آبی، زمینی، صوتی، سمندری اور شعاعی آلودگی سے دوچار ہیں۔

ماحولیات کا تحفظ اور اسلامی تعلیمات:

اسلام جو کہ دین فطرت اور اعتدال ہے، اس نے ماحولیات اور قدرتی وسائل کی بقا و تحفظ کی خاطر مختلف تعلیمات دی ہیں، مثلاً اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ زندگی اعتدال سے گزاری جائے، "وکلوا واشربوا ولا تسرفوا" (اعراف: ۳۱) (اور کھاؤ، پیو البتہ حد سے تجاوز نہ کرو)، "ولا تسرفوا إنه لا یحب المسرفین" (انعام: ۱۴۱) (اور حد سے تجاوز نہ کرو، اللہ تعالی حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا)، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان وزمین، پہاڑ، حیوانات، نباتات، پرندے، جنگلات، باغات، وادیوں اور آبادیوں سب کچھ کو قدرت کے متوازن نظام کا شاہکار قرار دیتے ہوئے ان کی تخلیق پر غور کرنے ان کی حکمتوں کو سمجھنے اور ان کے تقاضوں کو پورا کرنے کی تعلیم فرمائی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قدرت کا یہ سبق بھی انسانوں کو ذہن نشین کرایا کہ کائنات میں ان ساری چیزوں کو خاص اہتمام، اندازہ، توازن اور اعتدال کے ساتھ بنایا اور سنوارا گیا، اللہ تعالی نے قرآن مجید میں متعدد مواقع پر کائنات کے نظم و توازن اور اپنے مقرر کردہ معیار و مقدار کا حوالہ دیا ہے۔

"إن الله فالق الحب والنوی یخرج الحي من المیت ومخرج المیت من الحي ذلکم الله فأنی تؤفکون. فالق الاصباح وجعل اللیل سکنًا

[1] استاذ مدرسہ نور الاسلام کنڈہ پرتاپ گڑھ۔

والشمس والقمر حسباناً ذلك تقدير العزيز العليم" (سورۂ انعام: ۹۶-۹۵)

(دانے اور گھٹلی کو زمین میں پھاڑنے والا اللہ ہے، وہی زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور وہی مردہ کو زندہ سے نکالنے والا ہے، یہ اللہ کے کرشمے ہیں، تم کدھر بہکے جارہے ہو، رات کے پردہ سے وہی دن نکالتا ہے اور رات کو وجہ سکون بنایا ہے، اور شمس وقمر کی گردش مقرر کی ہے، یہ اسی غالب اور علم رکھنے والے اللہ کے ٹھہرائے ہوئے اندازے ہیں)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم بھی دی کہ کھلے عام گندگی نہ پھیلائی جائے تاکہ فضا مکدر اور مسموم نہ ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلغم، تھوک وغیرہ دفن کرنے کا حکم دیا، جیسا کہ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسجد کے اندر بلغم پھینکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ اسے دفن کردینا ہے) (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۵۵۲)۔

ایک دوسری روایت میں ہے: مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ اسے دفن کرنا ہے، اور حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر میری امت کے اچھے برے اعمال پیش کئے گئے، تو میں نے اس کے اچھے اعمال میں سے یہ عمل دیکھا کہ تکلیف دہ چیز کو راستہ سے ہٹادیا گیا ہو، اور اس کے برے اعمال میں سے یہ عمل دیکھا کہ مسجد میں بلغم ہو اور اسے دفن نہ کیا جائے (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۵۵۲)۔

مذکورہ احادیث سے یہ نہ خیال کیا جائے کہ یہ شناعت وقباحت صرف مسجد کے لئے خاص ہے بلکہ ہر عمومی جگہ کا یہی حکم ہے، البتہ مسجد کی تخصیص مزید شناعت وقباحت بیان کرنے کے لئے ہے۔

پانی کو آلودگی سے بچانے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت ہی موثر اور منصفانہ تعلیم دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین لعنت کا سبب بننے والی جگہوں سے بچو، پانی کے گھاٹ پر پاخانہ کرنے سے، راستہ میں پاخانہ کرنے سے، سایہ دار جگہوں میں پاخانہ کرنے سے (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۲۶)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھاٹ، نہر، نالہ اور ندی کے کنارے رفع حاجت سے اس لئے منع فرمایا کہ نجاست کے اثرات پانی میں پہنچ کر پانی کو آلودہ کریں گے، اسی طرح آپ نے ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے کی ممانعت فرمائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی اس پانی میں پیشاب نہ کرے جو ٹھہرا ہوا ہو، پھر اس میں غسل کرے (بخاری شریف، حدیث نمبر: ۲۳۹)۔

چونکہ ٹھہرے ہوئے پانی میں آلودگی پیدا ہونے کا زیادہ خطرہ ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور خاص اس کا تذکرہ فرمایا، اور بہتے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے کی صریح ممانعت بھی حدیث میں موجود ہے، حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہتے ہوئے پانی میں پیشاب کئے جانے سے منع فرمایا (المعجم الاوسط للطبرانی حدیث نمبر ۱۷۴۹)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو یہ تعلیم بھی دیا کہ نیند سے بیداری کے وقت ہاتھ دھوئے بغیر برتن میں نہ ڈبوئے؛ کیونکہ میلے ہاتھ پانی کو آلودہ کرسکتے ہیں، چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی بیدار ہو تو وہ اپنے ہاتھ برتن میں نہ ڈبوئے، یہاں تک کہ اسے دھولے؛ کیونکہ اسے معلوم نہیں کہ اس کا ہاتھ جسم کے کس حصہ پر پڑا (صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۱۶۲)۔

پانی کو آلودگی سے بچانے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو یہ تعلیم بھی دیا کہ پینے کے برتن میں سانس نہ لی جائے، چنانچہ حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں سانس لینے سے منع فرمایا (صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۱۵۳)، اہل علم نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ برتن میں سانس لینے یا پھونک مارنے کی صورت میں اندیشہ ہے کہ تھوک اور منہ کی تری سے کچھ ظاہر ہوکر پانی میں گر جائے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کسی پینے والے کے منہ میں بدبو ہو جو پانی کے لطیف ہونے کی وجہ سے اس کے ساتھ چپک کر گھل مل جائے اور اس طرح پانی آلودہ ہوکر متغیر ہوجائے اور طبیعت سلیمہ کو اس کے استعمال سے تنفر ہو (ماحولیات کا تحفظ اسلام کی نظر میں، ماہنامہ زندگی نو اکتوبر ۲۰۱۴ء)۔

الغرض مذہب اسلام نے ماحولیاتی آلودگی، فضائی، آبی اور صوتی بلکہ ہر طرح کی آلودگی سے گردوپیش اور ماحول کو پاک رکھنے کی تاکید کی ہے، اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک تاکید فرمائی کہ بلاضرورت پیڑوں کو نہ کاٹا جائے، ہرے پیڑ انسان اور حیوانات دونوں کی راحت رسانی

کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیڑ پودوں کو لگانے کی صحابہؓ کو ترغیب دی اور اس کی اہمیت کا احساس دلایا، حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو مسلمان (شخص) کوئی پیڑ لگاتا ہے یا کاشتکاری کرتا ہے اور اس پیڑ پودے سے انسان، پرندے یا جانور کھاتے ہیں تو یہ پیڑ لگانے والے کے لئے صدقہ ہے، شجر کاری کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی اہمیت دی کہ قیامت تک اس کام کو کرتے رہنے کی ہدایت فرمائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر قیامت کا وقت آجائے اور تم میں سے کسی شخص کے ہاتھ میں کھجور کا پودا ہو اور قیامت کے برپا ہونے سے پہلے وہ اسے لگا سکتا ہو تو اسے ضرور لگا دینا چاہئے کیونکہ اس شجر کاری پر اجر ملے گا (عمدۃ القاری بحوالہ ترجمان الاسلام سہ ماہی، جولائی- ستمبر ۲۰۰۳ء)۔

ان احادیث سے یہ بآسانی سمجھ میں آجاتا ہے کہ اسلام نے ماحول کی حفاظت کرنے اور فضا کو خوشگوار رکھنے کا کتنا اہتمام کیا ہے؛ تاکہ اس سے فرد اور معاشرہ دونوں کی بہتری ہو، ان ہی احادیث کو اور نصوص شرعیہ کو سامنے رکھ کر فقہاء اور اہل علم نے ایسے تمام امور سے منع کیا ہے جن سے آلودگی وکثافت پیدا ہوتی ہے، جیسے راستوں اور آبادیوں کے درمیان قضاء حاجت کرنا، گھر سے باہر کھلی نالیاں نکالنا، صاف جمع شدہ پانی میں گندگیوں کا اخراج، آبادی کے درمیان بھٹی اور چمنیاں قائم کرنا، گاڑیوں میں مٹی کا تیل استعمال کرنا، بے جا طور پر لاؤڈ اسپیکر کا استعمال وغیرہ۔

۱- آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کے استعمال کا حکم:

جس ایندھن کے استعمال سے ماحول آلودہ اور پراگندہ ہوتا ہے، اور جو ایندھن دھواں زیادہ چھوڑتے ہیں، اور جس سے اجتماعی ضرر پیدا ہوتا ہے، اگر انسان کے پاس اس کے مقابلہ میں وہ ایندھن دستیاب ہے جو اگر نسبتاً مہنگی ہو مگر اس میں دھواں کم ہوتا ہو تو ایسی صورت میں جو افراد صاحب ثروت اور صاحب حیثیت ہیں ان کے لئے ایسے ایندھن کا استعمال درست نہ ہوگا جس سے اجتماعی ضرر پیدا ہوتا ہو اگرچہ ان حضرات کے ایسے ایندھن خریدنے میں کچھ زیادہ روپے صرف ہوتے ہوں؛ کیونکہ شریعت کا قاعدہ ہے: "دفع المضرۃ أولی من جلب المنافع"، قرآن میں صاف اور صریح لفظوں میں تاکید کی گئی ہے کہ ماحول میں فساد برپا نہ کرو، ارشاد باری تعالی ہے: "ولا تفسدوا فی الأرض بعد إصلاحها" (اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ مچاؤ)۔

اگر عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کثافت پھیلانے والے اس طرح کے ایندھن کا استعمال ہوتا تو یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ضرر سے ماحول کو بچانے کے لئے متعین ہدایات فرماتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایندھن سے پیدا ہونے والی کثافت کا مسئلہ نہیں تھا، لوگ زیادہ تر کھجور اور دودھ استعمال کیا کرتے تھے، پکی ہوئی چیزوں کا استعمال آج کی طرح نہیں تھا، چولہا کا استعمال اس کثرت سے نہیں ہوا کرتا تھا، آبادیاں کم تھیں، ماقبل صنعتی عہد میں ماحول کی آلودگی ابتدائی اور سادہ شکل میں پائی جاتی تھی، لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں انسانی شعور کو بیدار کیا اور عملی اقدامات سے متعلق واضح ہدایات فرمائیں، یہ ہدایات آج بھی ماحولیات کے تحفظ اور پاکیزگی کے لئے رہنما خطوط اور سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔

لہذا حکومت وقت کو چاہئے کہ وہ اصحاب ثروت کو قانون اور ضابطے کا پابند بنا کر ایسے ایندھن کے استعمال کا مکلف بنائیں جن میں دھواں کم نکلتا ہو اور جو ماحول کو کم کثیف کرتا ہو، اور حکومت اس ذمہ کو بھی محسوس کرے کہ غریب لوگوں کے لئے ایسے ایندھن کا رعایتی قیمتوں میں انتظام کرے اور ان کے لئے اس کی فراہمی کا نظم کرے۔

میری نظر میں حکومت اگر اصحاب ثروت کو اس کا مکلف بنادے تو پھر ان کے لئے زیادہ دھواں دینے والے ایندھن کا استعمال جائز نہیں ہوگا اور اس حکم کو ماننا اور اس کی خلاف ورزی کرنا عوام الناس کی ذمہ داری ہوگی۔

۲- کیا حکومت کو کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کو لازم اور نافذ کرنے کا حق ہے؟

یہ حقیقت ہے کہ آمد ورفت کے لئے اور سامان کے نقل وحمل کے لئے گاڑیاں اہم اور بنیادی ضرورت میں سے ہیں، انسان جن سواریوں کو استعمال کرتا ہے وہ گاڑیاں ایندھن سے چلتی ہیں، عصر حاضر میں ماحول کو کثافت سے بچانے کے لئے شمسی توانائی کو قابل استعمال کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، تاکہ ماحولیات کا نظام بگڑنے نہ پائے، سب سے زیادہ دھواں ڈیزل میں، اس سے کم پٹرول میں اور اس سے کم گیس میں خارج ہوتا ہے۔

اگر ماحول کو کثافت سے بچانے کے لئے اور عوام الناس کے مفاد میں مثلاً عوام الناس کو آج کے خطرناک اور مہلک بیماری سے بچانے کے لئے جو بیماریاں عموماً فضائی اور ماحولیاتی آلودگی سے پیدا ہوتی ہیں، حکومت وقت اگر کسی علاقہ میں اور کسی شہر یا صوبہ میں ڈیزل کے استعمال پر پابندی لگادے یا کسی خاص گاڑی کے لئے CNG گیس وغیرہ لازم کردے تو عوام الناس کے لئے حکومت کے حکم اور آرڈر پر عمل کرنا شرعاً اور قانوناً واجب ہوگا، اور جو شخص حکومت کے بنائے ہوئے نظام اور قانون کی مخالفت کرے گا وہ مجرم شمار ہوگا، حکومت وقت کو سزا دینے کا حق ہے، اس پر جرمانہ لگانے اور عدم ادائیگی کی صورت میں جیل بھیجنا بھی حکومت کے لئے جائز ہوگا۔

میری نظر میں تو اگر حکومت سے کوئی ہدایت اور آرڈر نہ ملے تب بھی لوگوں کو چاہئے کہ ماحول کو کثافت سے بچانے اور صاف وشفاف رکھنے کے لئے کم آلودگی والے ایندھن کو ترجیح دیں اس کے لئے ماحول سازگار کریں، سماجی اور فلاحی ادارے اور تنظیمیں پیش پیش رہ کر عوام الناس کو ترغیب دیں اور یہ باور کرائیں کہ اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے، حکومت وقت کو سماجی اور فلاحی ادارے باخبر کریں کہ فضائی اور ماحولیاتی اور صوتی آلودگی کے لئے موثر ٹھوس قانون اور ضابطہ بنائیں، دوسری طرف حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ CNG یا اس طرح کی دیگر گیس جس میں کم دھواں ہوتا ہو مناسب اور رعایتی قیمتوں میں عوام الناس کو ہر جگہ مہیا کرائیں۔

۳- کیا شرعاً کم دھواں پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال واجب ہوگا؟

شریعت اسلامیہ کا مزاج و مذاق "لاضرر ولا ضرار" پر ہے، "لا یظلمون ولا یظلمون" پر ہے، اور شریعت کے مقاصد خمسہ میں سے ایک حفظ جان ونفس بھی ہے، اس لئے روشنی کے حصول کے لئے ایسے ذرائع کا استعمال جو بہت دھواں چھوڑتا ہو اس سے گریز کرنا ضروری ہوگا، اور جن علاقوں اور شہروں میں حکومت کی طرف سے ایسے ایندھن کے استعمال پر پابندی ہو وہاں ایسے ایندھن کا استعمال قانوناً جرم تصور ہوگا، اور حکومت وقت کو ایسے افراد اور جنریٹر آپریٹر کے خلاف قانونی کاروائی کا پورا حق حاصل ہوگا، ماحول کو آلودگی سے بچانے کے لئے شرعاً کم دھواں پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال واجب ہوگا۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب "قاموس الفقہ" جلد چہارم میں لکھتے ہیں: شریعت اسلامی کا اصل منشا دنیا وآخرت کی مصالح کی تکمیل اور مضرتوں کا ازالہ ہے، وہ انسانیت کے لئے بوجھ نہیں بلکہ رحمت ہے، اس لئے اسلام نے زندگی کے ہر شعبہ میں ضرر ونقصان سے بچانے اور مطلوبہ مصلحتوں کو پورا کرنے کی پوری کوشش کی ہے اور کتاب وسنت کے اس مزاج کو فقہاء نے بھی ہر جگہ برتا ہے، چنانچہ اس سلسلے میں مشہور قاعدہ فقہیہ ہے: الضرر یزال، یعنی نقصان کو دور کیا جائے گا، اس قاعدہ کی اساس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: "لاضرر ولا ضرار" (ابن ماجہ ۲۳۴)، نہ ابتداءً نقصان پہنچایا جائے اور نہ ردعمل میں (قاموس الفقہ ۵ / ۳۱۰)۔

"لاضرر ولا ضرار" اس حدیث نبوی کی روشنی میں اجتماعی اور انفرادی ضرر کو کیسے دور کیا جائے فقہاء نے سینکڑوں مسائل کو حل کئے ہیں، اور متعدد ضابطے اور قاعدے وضع کئے ہیں، جن سے اس طرح کے مسئلہ کو حل کیا جاسکتا ہے، مثلاً فقہاء کے یہاں قاعدہ ہے "الضرر الاشد یزال بالضرر الأخف" کم تر نقصان کو گوارہ کرکے بڑے نقصان سے بچایا جائے گا، کم دھواں پیدا کرنے والا ایندھن اگرچہ قیمتاً مہنگا ہو لیکن اس کو خریدنے اور استعمال کرنے کا حکومت عوام الناس کو مکلف بناسکتی ہے کیونکہ زیادہ دھواں دینے والا ایندھن اگرچہ سستا ملتا ہے لیکن اس کے استعمال سے ماحول بہت زیادہ پراگندہ ہوتا ہے اس لئے یہاں الضرر الأشد یزال بالضرر الأخف کے قاعدہ پر حکومت عمل کرواسکتی ہے اور لوگوں کو چاہئے کہ حکومت کے اس فیصلے کو تسلیم کرے اور حکومت کا ساتھ دے کر اپنے کو ایک سچا اور مخلص شہری ثابت کرے۔

فقہاء نے اس جیسے مسئلہ کو حل کرنے کے لئے حدیث نبوی "لاضرر ولاضرار" سے ایک اور قاعدہ کا استنباط کیا ہے: "إذا تعارض مفسدتان روعی أعظمهما ضررا بارتكاب أخفهما" (جب دو مفاسد متعارض ہوں تو کم تر ضرر کا ارتکاب کرکے بڑے ضرر سے بچایا جائے گا)۔

۴- آلودگی سے محفوظ شمسی توانائی کے استعمال کا حکم:

عصر حاضر میں فضائی اور ماحولیاتی آلودگی نیز ماحول کو کثافت سے دور رکھنے کے لئے شمسی توانائی کا استعمال کافی بڑھ رہا ہے، حکومت وقت اس

کے لئے بعض سہولتیں بھی فراہم کر رہی ہیں، عوام الناس پر شمسی توانائی کے استعمال میں ایک بار بھاری بھرکم بوجھ تو پڑتا ہے لیکن آئندہ وہ برقی بل سے بچ جاتا ہے، میری نظر میں صاحب استطاعت افراد واشخاص، مساجد ومدارس اور اداروں کے لئے آلودگی سے محفوظ اس توانائی کا استعمال مستحسن ہوگا، حکومت وقت کو چاہئے کہ تعلیمی اداروں اور دینی ومذہبی اداروں کے لئے خصوصی رعایات کا نظم کریں اور وہ بچے جو مستقبل کے معمار بننے والے ہیں ان کے لئے مناسب اور سازگار ماحول فراہم کریں۔

شریعت اسلامی کا عمومی مزاج ومذاق یہ ہے کہ عام ضرر کو دور کرنے کے لئے بہت سے شرعی مسائل میں ضرورت وحاجت کے وقت ضرر خاص کو گوارا کیا جائے گا، یعنی اجتماعی مصالح ومفادات کو انفرادی مصالح پر ترجیح دی جائے گی، فقہاء نے اس کی مثال یہ پیش کی ہے کہ کسی شخص کی دیوار شاہ راہ عام کی طرف گر رہی ہو تو مالک دیوار کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ اسے توڑ دے کہ گو اس میں اس شخص کا ذاتی طور پر نقصان ہے لیکن اس کے ذریعہ اجتماعی مضرت کو دور کرنا مقصود ہے، اسی طرح جاہل طبیب کو علاج سے روکا جائے گا کہ اس سے عام لوگوں کو نقصان پہنچ سکتا ہے، اسی طرح کے سیکڑوں فقہی مسائل ہیں جن میں فقہاء نے اجتماعی مصالح کو شخصی مفادات پر ترجیح دی ہے، تفصیل اس کی الاشباہ والنظائر لابن نجیم میں دیکھی جاسکتی ہے۔

ایسے مواقع پر فقہاء کرام قرآنی حکم ''لا یظلمون ولا یظلمون'' اور حدیث نبوی ﷺ ''لا ضرر ولا ضرار'' اور اس قرآنی اور نبوی ضابطے سے مستفاد فقہی قواعد ''الضرر یزال''، ''یتحمل الضرر الخاص لأجل دفع الضرر العام''، ''الضرر الأشد بالضرر الأخف'' اور ''درء المفاسد اولی من جلب المنافع'' کو سامنے رکھتے ہیں۔

۵- کارخانہ کا قیام اور اس کے حدود وشرائط:

کارخانوں اور صنعت گاہوں کا قیام موجودہ دور کی ایک ضرورت ہے، اس کی اہمیت اور ضرورت سے کسی کو انکار نہیں ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کے منصوبے میں بعض ایسی خامیاں ہیں جن کی وجہ سے ان سے جتنا فائدہ پہنچنا چاہئے نہیں پہنچ پا رہا ہے بلکہ بعض کارخانوں سے انسانی زندگی کو پے در پے خطرات لاحق ہو رہے ہیں، بہت سی صنعتیں عام انسانوں کی ضروریات پوری کرنے سے زیادہ عیش وعشرت اور سامان تعیش پیدا کرنے میں لگی ہوئی ہیں، ان صنعتوں کے قیام سے صحت کے مسائل بھی پیدا ہو رہے ہیں، اس لئے کہ ان میں جو کیمیکلس استعمال کئے جاتے ہیں وہ عام طور پر صحت کے لئے نقصان دہ ہوتے ہیں اور بڑے پیمانے پر فضائی آلودگی پیدا کرتے ہیں، ان سے نکلنے والی بھاپ، دھواں اور فضلہ پوری فضا کو متاثر کرتا ہے اور اس سے کان، آنکھ، پھیپھڑے اور دوسرے اعضاء رئیسہ متاثر ہوتے ہیں، بعض صنعتیں ایسی ہیں جن سے نکلنے والا فضلہ قرب وجوار کی زمین کو اس قدر متاثر کرتا ہے کہ زہر آلود بنا دیتا ہے اور اس جگہ سے نکلنے والا پانی تک استعمال کے قابل نہیں رہتا، اس سے بھیانک صورت حال ایٹم کے استعمال کی ہے؛ کیونکہ اس میں جو مادہ استعمال کیا جاتا ہے اس سے پوری فضا اس قدر مسموم ہوتی ہے کہ اس کے اثرات زائل ہونے میں صدیاں لگ جاتی ہیں۔

لہٰذا ان حقائق کی روشنی میں کارخانہ کے قیام کے لئے ان اصول وضوابط کا لحاظ کرنا از روئے شرع ضروری ہوگا:

۱- کارخانہ کا قیام بغیر حکومت کی اجازت اور مطلوبہ شرائط کے بغیر جائز نہ ہوگا۔

۲- حکومت نے جہاں اس کی اجازت دی ہے کارخانہ وہیں قائم کرنا ضروری ہوگا، اور جو فاصلہ حکومت نے طے کیا ہے اس پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔

۳- چمنیوں کی اونچائی جو حکومت نے طے کی ہے چمنیوں کو اتنا اونچا رکھنا ضروری ہوگا۔

۴- ان کمپنیوں کے مالک کے لئے لازم ہوگا کہ وہ ایسے ایندھن استعمال کریں جو آلودگی پیدا کرنے کا باعث نہ ہو۔

۵- فضلات کو تحلیل کرنے کی ممکنہ تدبیر اختیار کرنا کمپنی والوں کی ذمہ داری ہوگی۔

۶- حکومت اس سلسلے میں جو بھی قوانین انسانی مفاد کی خاطر بنائے اس پر عمل کرنا ضروری ہوگا، خلاف ورزی کی صورت میں حکومت کو کمپنی کے لائسنس کو ضبط کرنے یا منسوخ کرنے کا پورا اختیار ہوگا۔

نوٹ: حکومت اسلامیہ کے قوانین کی پابندی اس حیثیت سے کہ وہ اطاعت اولی الأمر ہے ضروری ہے اور حکومت غیر اسلامیہ کے قوانین کی خلاف

ورزی میں اپنے آپ کو قانونی سزاؤں کے لئے پیش کرنا لازم آتا ہے، جس میں اپنی تذلیل ہے، اس لئے ممنوع ہے۔

"ولكونه عرضا للنفس لعقوبات قانونية إذا كانت الحكومة غير إسلامية" (تكمله فتح الملهم ۱/ ۵۹۰)۔

۶- مذبوحہ جانور کے ناقابل استعمال اجزاء کے سلسلہ میں شریعت کے احکام:

مذبوحہ جانور کے وہ اجزاء جو ناقابل استعمال ہیں اور جو بہت تیزی سے فضا کو آلودہ کرتے ہیں، ایسے ناقابل استعمال اشیاء کو قربانی کرنے والے حضرات آبادی سے دور کسی محفوظ مقام میں مدفون کرائیں یہ انکی ذمہ داری ہے تاکہ فضا میں تعفن پیدا نہ ہو اور برادران وطن کو بھی ہماری وجہ سے کوئی تکلیف نہ پہنچے، حکم شریعت یہی ہے کہ قربانی کے فضلات کو دفن کر دیا جائے، اگر حکم شریعت کو انسان ملحوظ رکھے تو ماحول کو اس طرح کی آلودگی سے بچانا بالکل ہی آسان ہے، لیکن افسوس کہ قربانی کے دنوں میں جانور ذبح کئے جاتے ہیں اور بہت سے ہمارے مسلمان بھائی بے شعوری کی وجہ سے قربانی کے فضلات سڑکوں اور نالیوں پر ڈال دیتے ہیں جس کی بنا پر بہت سے برادران وطن کو شکوہ کا موقع مل جاتا ہے، ہمیں یاد رکھنا ہوگا کہ شریعت محمدی ﷺ نے تو ایسے ایندھن کے استعمال سے روکا ہے جس کا دھواں پڑوسی کے گھر میں جاتا ہو، فضائی اور ماحولیاتی آلودگی سے بچنے کے لئے یہ حکم ایک اصول اور کلیہ کی حیثیت رکھتا ہے جس سے آج ہم مذبوحہ جانور کے ناقابل استعمال اجزاء کے سلسلے میں قانون اور ضابطہ بنا سکتے ہیں، اصل چیز یہ ہے کہ انسان کے اندر ذمہ داری اور جواب دہی کا احساس پیدا ہو جائے۔

دوسری طرف حکومت وقت کی ذمہ داری ہے کہ وہ قربانی کے ایام میں پانی وغیرہ کا وافر مقدار میں انتظام کریں اور ہر وہ سہولت فراہم کرنے کی کوشش کرے جن کی ضرورت قربانی کے ایام میں قربانی کرنے والوں کو پڑتی ہے مثلاً ایسے کوڑے دان کا مہیا کرانا جس کو فوری طور پر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جا سکتا ہو اور اس کے اندر جو فضلات ہیں ان کو فوراً دوسری جگہ ڈالنا اور منتقل کرنا آسان ہو، ایسے موقع پر گلی اور نالوں میں ایسے پاؤڈروں کا مہیا کرانا بھی حکومت کی ذمہ داری ہوگی جن سے فضائی آلودگی کو دور کیا جاتا ہے اور جو جراثیم کش ہوتے ہیں۔

حکومت وقت کی اہم ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ مذبح خانے کے لئے جو لائسنس فراہم کریں اس میں بہت ہی باریک بینی سے کام لیں اور اس کے لئے ایسے اصول اور ضوابط بنائیں کہ فضائی اور ماحولیاتی آلودگی کا خطرہ اس جانب سے بالکل راہ نہ پا سکے، آبادی سے بالکل ہی دور ایسے مذبح کے لئے لائسنس فراہم کئے جائیں اور مذبح والوں سے اس سلسلے میں کسی طرح کی رعایت نہ برتی جائے جو کہ ماحول کو صاف ستھرا اور کثافت سے دور رکھنا یہ حکومت کی اہم ذمہ داریوں میں سے ایک ہے۔

۷- پلاسٹک کی پیکنگ اور تھیلیوں کا استعمال:

پلاسٹک کی خوبی یا کمی کہئے کہ یہ زمین میں تحلیل نہیں ہوتی اور جلانے پر اس سے بہت ہی کثیف دھواں پیدا ہوتا ہے، جو عام طور پر صحت کے لئے نقصان دہ ہیں، اس سے بڑے پیمانے پر فضائی آلودگی پیدا ہوتی ہے، ان پلاسٹک سے نکلنے والے دھواں سے پوری فضا متاثر ہوتی ہے، اور اس سے کان، آنکھ اور جسم کے دیگر اعضاء بھی متاثر ہوتے ہیں، ہمارے ماحول کو نقصان پہنچانے والی چیزوں میں ماہرین اس کو بہت خطرناک قرار دیتے ہیں، اگرچہ آسانی وخوشنمائی کی غرض سے اور خاص کر سستا ہونے کی وجہ سے اس کا استعمال اس کثرت سے ہو رہا ہے کہ اس کی خطرناکی کی طرف سے ذہن ہٹ جاتا ہے۔

میری نظر میں از روئے شرع ایسے مضر اشیاء کا استعمال بطور پیکنگ (یا سامان کو ڈھونے کے طور پر) جائز نہیں ہونا چاہئے، حکومت کو اس کا متبادل پیش کرنا چاہئے (مثلاً کپڑے کے باریک تھیلے، جوٹ کے بنے بورے، بوریاں اور تھیلے وغیرہ) اور پوری سختی کے ساتھ پلاسٹک کے استعمال پر پابندی لگائے، اس کے لئے ٹھوس مضبوط اور پائدار قانون بنائے اور اس پر عمل کرنے کو عوام کو مجبور کرے اور نشر واشاعت کے ذرائع سے اس کی خطرناکی کی تشہیر کرائے اور عوام الناس کو بھی چاہئے کہ ملک وملت، قوم وسماج اور خود اپنی صحت کی حفاظت کے لئے ان قوانین پر عمل کریں، سماجی، فلاحی اداروں کو بھی اس میں اہم رول ادا کرنا چاہئے، حکومت کی ایک خامی اور نقص یہ ہے کہ قوانین وضع تو کرتی ہے لیکن اس پر عمل نہیں کروا سکتی، باوجودیکہ اس کے پاس قوت تنفیذ بھی ہے، عملہ کارکنان پولس انتظامیہ اور فوج سب کے سب دستیاب ہیں۔

۸- کیا سگریٹ، بیڑی اسموکنگ زون میں استعمال کرنا مستحسن ہوگا؟

تمباکو سے بنی ہوئی اشیاء خواہ سگریٹ ہو یا بیڑی، گٹکا ہو یا حقہ، اس سے جو دھواں نکلتا ہے وہ انتہائی کثیف اور مسموم ہوتا ہے، اس کا نقصان صرف پینے والے ہی کو نہیں ہوتا، بلکہ اس کے متعلقین اور ہم نشینوں کو بھی ہوتا ہے، اور بحیثیت مجموعی اس سے ماحول پراگندہ ہوتا ہے اور یہ صحت انسانی کے لئے نقصان دہ ہوتا ہے، اس لئے اس سے بچنا واجب ہے اور اس کا استعمال مکروہ ہے "ویمنع من بیع الدخان وشربہ" (ردالمحتار ۵/ ۲۹۵)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نشہ آور اور صحت کے لئے مضرت رساں دونوں طرح کی چیزوں سے منع فرمایا ہے، اور جدید طبی تحقیق نے یہ بالکل ثابت کردیا ہے کہ کینسر اور دیگر موذی امراض اس سے پیدا ہوتے ہیں، "نهی رسول الله ﷺ عن كل مسكر ومفتر" (مسند احمد، ابوداؤد)۔

جس چیز میں ان دونوں باتوں میں سے کوئی بات پائی جائے، یعنی وہ چیز جو استعمال کے بعد نشہ پیدا کرے یا اعضاء پر سستی، بے حسی اور غفلت اور فتور طاری کرے وہ ممنوع ہے اور سگریٹ تمباکو بھی فتور دماغ اور فتور اعصاب کا موجب بن جاتا ہے، اس لئے اس کے مضر ہونے میں کوئی شک نہیں ہونا چاہئے، یہ مختصری حدیث جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے "جوامع الکلم" میں سے ہے تمباکو نوشی کی کراہت وممانعت کا فیصلہ کرنے کے لئے کافی ہے۔

جدید تحقیقات نے تو تمباکو اور سگریٹ نوشی کے مضرات کو بیان کر ہی دیا ہے لیکن اگر صرف دین ومذہب کی عینک سے اس کے جواز یا عدم جواز کا جواب تلاش کریں تو اس کے لئے قرآن وحدیث میں بے شمار دلائل موجود ہیں۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ويحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث" (اعراف: ۱۵۷) اور یہ پیغمبر پاک چیزوں کو ان کے لئے حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام ٹھہراتے ہیں۔

"وكلوا مما رزقكم الله حلالا طيبا" (مائدہ: ۸۸) (اور کھاؤ اللہ کے دیئے ہوئے میں سے جو چیز حلال پاکیزہ ہو،

اور اس آیت سے ماقبل میں فرمایا گیا: "اليوم احل لكم الطيبات" (آج تمہارے لئے حلال ہوئیں سب صاف ستھری چیزیں)۔

مفتی شفیع صاحبؒ اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں: "لغت میں طیبات صاف ستھری اور مرغوب چیزوں کو کہا جاتا ہے اور خبائث اس کے بالمقابل گندی اور قابل نفرت چیزوں کے لئے بولا جاتا ہے، اس لئے آیت کے اس جملہ نے یہ بتلادیا کہ جتنی چیزیں صاف ستھری مفید اور پاکیزہ ہیں وہ انسان کے لئے حلال کی گئیں اور جو گندی قابل نفرت اور مضر ہیں وہ حرام کی گئی ہیں (معارف القرآن ۳/ ۴۳)۔

تمباکو نوشی ایک مسرفانہ عمل بھی ہے؛ کیونکہ اس کے پینے سے کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ اس کا نقصان ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"ولا تبذر تبذيرا. إن المبذرين كانوا إخوان الشياطين وكان الشيطان لربه كفورا" (بنی اسرائیل: ۲۶- ۲۷)، اور فضول خرچی سے مال نہ اڑاؤ کہ فضول خرچی کرنے والے تو شیطان کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے پروردگار کی نعمتوں سے ناشکری کرنے والا ہے۔

اور سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "كلوا واشربوا ولا تسرفوا انه لا يحب المسرفين" (اعراف: ۳۱) (کھاؤ اور پیو اور بے جانہ اڑاؤ کہ بے شک اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں (بے جا اڑانے والوں) کو پسند نہیں کرتا۔

تمباکو اور سگریٹ نوشی کا عادی انسان ہمیشہ ایک غیر قانونی اور غیر اخلاقی راستہ اختیار کرتا ہے اور سوال جیسی ذلت سے بھی دوچار ہوتا ہے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث شریف میں فرمایا: "السؤال ذل" (مانگنا بری چیز ہے)۔

مذہب اسلام نے نظافت اور صفائی وستھرائی کا نہایت اعلیٰ معیار قائم کیا ہے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"الطهور شطر الايمان" (مسلم کتاب الطهارة) (پاکی نصف ایمان ہے)۔

اسلام نے جس طرح پاکیزگی اور نظافت کا تصور دیا اس کی روشنی میں کوئی ذوق سلیم رکھنے والا بھی تمباکو کو طیبات (صاف ستھری چیزوں) میں شمار نہیں کرے گا؛ کیونکہ اس سے بدبو آتی ہے اور بدبو بہر حال ناپسندیدہ ہے، اور تمباکو اور سگریٹ نوشی سے طرح طرح کی گندگی پھیلتی ہے۔

تمباکونوشی سے ہرطرح کی موذی بیماریاں جنم لیتی ہیں، سگریٹ اور تمباکو بنانے والی کمپنیاں پیکٹ پر لکھتی ہیں کہ اس کے استعمال سے کینسر اور ہرطرح کی موذی بیماریاں جنم لیتی ہیں، امریکہ اور جرمنی کے اداروں نے اس سلسلے میں پوری تحقیقات پیش کردی ہیں، اس کے باوجود ان مضرت رساں اور نقصان دہ اشیاء کا استعمال کرنا گویا اپنے آپ کو موت کے حوالہ کرنا ہے، اور یہ ایک طرح کی خودکشی ہے اور قرآن کی صراحت ہے: "ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة" (اور اپنے آپ کو ہلاکت وتباہی میں مت ڈالو)۔

اس لئے ان تفصیلات کی روشنی میں سگریٹ نوشی اور تمباکو نوشی کو ناجائز قرار دینا ہی قرین قیاس ہے اور قران وسنت سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔

کیا اسموکنگ زون کا استعمال ایسے لوگوں کے لئے ضروری ہوگا؟

تمباکو اور سگریٹ نوشی کے نقصانات ومضرات کے باوجود جو لوگ عادی ہو گئے اور حکومت نے ان اشیاء کے استعمال کرنے والوں کے لئے کوئی ضابطہ اور قانون بنایا ہے تا کہ دوسرے لوگوں کو تکلیف اور زحمت نہ ہونے پائے اور ماحول کو نقصان نہ پہنچنے پائے تو ایسے قانون اور ضابطہ پر عمل کرنا ایسے لوگوں کے لئے ضروری ہوگا مثلاً ایئرپورٹ اور دیگر عوامی مقامات پر ایسے لوگوں کے لئے اسموکنگ زون بنایا گیا ہے، لہذا اسموکنگ کے عادی لوگوں کے لئے اس کا استعمال کرنا ضروری ہوگا اس کو چھوڑ کر عوامی مقامات میں اس کا استعمال قانوناً جرم ہوگا، اگر حکومت اس کے لئے کوئی تعزیر اور جرمانہ طے کرتی ہے تو وہ اس میں حق بجانب ہے۔

مفتی عبدالرحیم لاجپوری صاحبؒ سے کسی نے فتوی پوچھا کہ بعض لوگوں کی عادت ہے کہ لوگوں کے سامنے ناک میں انگلی ڈال کر چیپڑے نکالتے ہیں، کیا ایسا کرنا برا نہیں ہے؟ مفتی صاحبؒ نے اس کے جواب میں فرمایا: لوگوں کے سامنے ناک میں انگلی ڈال کر چیپڑے نکالنا مکروہ اور بری عادت ہے اس سے احتراز کرنا چاہئے، "ويكره إزالة درنه بحضرة الناس" (غنية الطالبين ۱/ ۱۳، فتاوی رحیمیہ ۱۰/ ۲۳۵)۔

اس فتوی کی روشنی میں مذکورہ سوال کا جواب آسان ہوجاتا ہے کہ جس طرح لوگوں کے سامنے رینٹ وغیرہ نکالنا اور بہانا درست نہیں؛ کیونکہ اس سے طبیعت کو تکدر ہوتا ہے اور انسان کو اذیت پہنچتی ہے، اسی طرح سگریٹ کے دھویں سے انسان کو سخت تکلیف پہنچتی ہے، اس لئے اس دھویں کا لوگوں کے سامنے نکالنا درست نہیں ہوگا، بلکہ اس کے لئے محفوظ اور مخصوص جو جگہ بنائی گئی ہے اس کا استعمال شرعاً اور قانوناً لازم ہوگا۔

۹-عوامی مقامات پر گندگی پھیلانا (گناہ) ہے:

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ کھلے عام گندگی نہ پھیلائی جائے تاکہ فضا مکدر اور مسموم نہ ہو چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلغم اور تھوک وغیرہ کو دفن کرنے کا حکم دیا، جیسا کہ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد کے اندر بلغم جھاڑنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ اسے دفن کردینا ہے۔

اس حدیث پاک میں مسجد کی تخصیص مزید شناعت وقباحت بیان کرنے کے لئے ہے ورنہ ہر عمومی جگہ کا یہی حکم ہے کہ قابل تنفر اشیاء اور گھن کرنے والی چیزوں کو ڈھک دیا جائے۔

اسلام مذہب کی پاکیزہ تعلیمات میں سے یہ بھی ہے کہ راستہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹادینا صدقہ ہے، اسلام نے اپنے ماننے والوں کو اس کا خاص طور پر مکلف بنایا ہے کہ سایہ دار جگہ پر قضائے حاجت نہ کیا جائے، راستے اور گھاٹ کے کنارے یا وہ جگہ جہاں لوگ بیٹھا کرتے ہوں ایسی جگہ پر ہرگز گندگی نہ پھیلائی جائے اور نہ ہی اس جگہ پر قضائے حاجت کی جائے۔

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ فضا کو مسموم نہ ہونے دیا جائے، اسی وجہ سے اسلام نے مردوں کی تدفین کا حکم دیا ہے، اس کا جہاں ایک مقصد انسان کی تکریم ہے وہیں دوسرا اہم مقصد یہ بھی ہے کہ مردہ جسموں سے پیدا ہونے والی نجاست اور بدبو سے فضا مسموم نہ ہو، چنانچہ حدیث میں مردہ کے دفن کرنے کو واجب قرار دیا ہے۔ لہٰذا ان تفصیلات کی روشنی میں مندرجہ ذیل ہدایات سامنے آتی ہیں جن پر عمل کرنا از روئے شرع اور قانون ملکی کے مطابق بھی واجب اور ضروری ہوگا:

۱- صاحب حیثیت لوگوں پر ضروری ہوگا کہ وہ اپنے گھر کے اندر بیت الخلا کا انتظام کریں اور اس سلسلے میں جدید تکنیک کا استعمال کریں یعنی ایسے بیت الخلاء تعمیر کرائیں جو فضائی آلودگی کا سبب نہ بنے۔

۲- جن علاقوں میں حکومت کی جانب سے پکی تعمیرات اور بیت الخلاء بنانے کی اجازت نہیں ہے وہاں حکومت کی ذمہ داری ہے کہ اجتماعی بیت الخلاء کا عصر حاضر کے تقاضے کے ساتھ جدید سہولیات کے ساتھ تعمیر کرائیں اور اسکی صفائی وستھرائی کا مناسب انتظام حکومت اپنی نگرانی میں کرائے۔

۳- دیہات کے باشندوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ قضائے حاجت کے لئے آبادی سے دور جائیں، درخت اور تالاب وغیرہ کے کنارے قضائے حاجت نہ کریں، اور جو اصحاب ثروت ہیں وہ اپنے لئے بیت الخلاء کا نظم خود کریں، اور غریبی سطح کی زندگی گذارنے والوں کے لئے حکومت انتظام کرے یا اس سلسلہ میں کچھ سہولیات فراہم کرے تاکہ غریب لوگ بھی بیت الخلاء تعمیر کرا سکیں، اس سلسلے میں ہمہ جہت ترقی وتعمیر اور منصوبہ بندی حکومت کی اولین ذمہ داری ہے۔

۴- عوامی مقامات پر جو استنجا خانے وغیرہ بنائے جاتے ہیں، عوام الناس کی ذمہ داری ہے کہ اس کا ہی استعمال کریں اور بلا تکلف ادھر ادھر استنجا وغیرہ کرنے سے احتراز کریں، حکومت کی ذمہ داری ہے کہ اس جگہ کی صفائی ستھرائی کے لئے عملہ مستعد رکھیں، عوامی مقامات پر بے اصولی برتنے والوں کے خلاف حکومت جرمانہ بھی عائد کرے تاکہ پبلک پر اس کا اثر پڑے اور آئندہ ایسی حرکت کرنے سے باز رہے۔

۵- گھر کی گندگی اور ٹینک وغیرہ کے گندے پانی کو کھلے عام نالیوں اور سڑکوں اور گلیوں میں ڈالنا از روئے شرع جائز نہیں ہوگا، حکومت نے اس کے لئے جو کوڑے دان رکھوائے ہیں ان کا استعمال ہر حال میں لازمی ہوگا، ٹینک وغیرہ کی صفائی کے لئے رات کا وقت متعین کرے اور بدبو کو دور کرنے کے لئے جن پاؤڈروں کا استعمال ہوتا ہے اس کو ضرور استعمال کرے تاکہ فضا میں تعفن پیدا نہ ہو۔

۶- انسانیت اور آدمیت کا تقاضا یہ ہے کہ ہر شخص اور ہر ذمہ دار شہری اپنے ماحول کو پاک وصاف رکھنے کی فکر کرے، اپنے محلے اور بستی میں صفائی کی مہم چلائے اور گندگی جمع نہ ہونے دے، وہ یہ بھی دیکھے کہ کہیں اس کی بے توجہی جراثیم پھیلانے اور پھیلنے اور فضا کو آلودہ کرنے کا سبب تو نہیں بن گئی ہے، اس کے گھر کے باہر کہیں کوڑا تو نہیں ہے جو دوسروں کے لئے اذیت کا سبب ہے۔

۱۰- کیا تھوک دان کا استعمال کرنا ضروری ہے؟

تھوک بلغم وغیرہ کو جہاں تہاں پھینکنے سے ماحول کو نقصان پہنچتا ہے خاص طور پر ان لوگوں کے تھوکنے سے جس نے کوئی نقصان دہ چیز کھا رکھی ہو، اس کے حل کے لئے اکثر ملکوں میں عوامی مقامات پر تھوکنے پر پابندی عائد ہے اور ایسے مقامات پر تھوک دان بنائے گئے ہیں، اس لئے ایسی جگہوں پر جہاں حکومت نے اس کے انتظامات کر رکھے ہیں ان تھوک دان کا استعمال کرنا واجب وضروری ہوگا، اس کی خلاف ورزی قانوناً جرم سمجھا جائے گا، حکومت بے اصولی کرنے والے پر اگر جرمانہ عائد کرتی ہے تو یہ جائز ہی نہیں بلکہ بہتر ہوگا، عوام الناس کو چاہئے کہ ماحول کو خوشگوار اور سازگار بنانے کے لئے حکومت جو پالیسی طے کرے وہ شریعت سے متصادم نہ ہو تو اس پر ضرور عمل کرے۔

ماحول کے تحفظ کے سلسلے میں اسلام کا ایک بنیادی عنصر یہ ہے کہ گندگی پھیلانے سے پرہیز کیا جائے خاص طور پر پبلک مقامات کو گندگی سے بچایا جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سایہ دار درخت کے نیچے، راستہ میں اور مسجد میں گندگی پھیلانے سے شدت سے منع فرمایا۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو ایسی چیزوں سے پرہیز کرو جو لعنت کا سبب ہیں، صحابہ نے پوچھا وہ لعنت کرنے والی چیزیں کیا ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کے راستہ میں اور سایہ میں غلاظت کی جائے (مسلم شریف)۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسجد کے اندر بلغم جھاڑنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ اسے دفن کر دینا ہے (صحیح مسلم/ ۵۵۲)

ان احادیث میں مسجد کی تخصیص مزید شناعت کے لئے ہے ورنہ ہر عمومی جگہ کا حکم یہی ہوگا۔

الغرض اسلام کی جامع تعلیم یہ ہے کہ کھلے عام گندگی نہ پھیلائی جائے؛ کیونکہ اس سے فضا مکدر اور مسموم ہوتی ہے۔

۱۱- مشینی اشیاء جو شعاعوں کو جنم دے اس کے استعمال کا شرعی حکم:

ایسی مشینی اشیاء جو کثرت سے شعاعوں کو جنم دیتی ہیں اور جو انسانوں، جانداروں نیز ماحول کے لئے نقصان کا سبب اور باعث ہوتی ہیں ایسے اشیاء کا استعمال ضرورت کی حد تک ہونا چاہئے، مشینی اشیاء کا کثرت سے استعمال کی وجہ سے آج انسان بھی مشینی انسان کی طرح بن گیا ہے، باسی کھانے کا تصور پہلے زمانہ میں نہیں تھا، آج تقریباً نصف سے زیادہ لوگ فریج میں کھانا رکھ کر باسی کر کے کھاتے ہیں جس کا انسانی صحت پر غلط اثر پڑتا ہے، انسان کھلی فضا میں سانس نہیں لے رہا، وہ ہر وقت بجلی کی شعاعوں میں رہتا ہے اور وہ شعاعیں اتنی تیز ہوتی ہیں کہ انسان کے جسم پر خاص طور پر نازک اعضاء پر اس کا انتہائی منفی اثر پڑتا ہے، غالباً ایسی ہی تیز شعاعوں کے بارے میں قرآن نے اشارہ دیا ہے:

"یکاد البرق یخطف أبصارھم" (قریب ہے کہ بجلی کی تیز شعاعیں لوگوں کی نگاہوں کو چکا چوند نہ کر دے)۔

دوسری طرف اس پہلو پر بھی نظر رہے کہ ماحول کے تحفظ میں پرندوں اور کیڑے مکوڑوں کا بھی حصہ ہے، ان کے وجود سے فضا اور ماحول پر خوشگوار اثر پڑتا ہے، جدید سائنس کی تحقیق بھی یہی ہے کہ نجاست کے اثرات کو ختم کرنے کے لئے چیل، گدھ، شکرہ اور بہت سے ایسے پرندے ہیں جو نجاست خور ہیں اور جن کا وجود انتہائی ضروری ہے لیکن جب سے ہوٹل کے استعمال کی کثرت ہوئی ہے پرندے ناپید ہوتے جارہے ہیں، ایسے وقت میں حکومت کی ذمہ داری ہے کہ پرندے ختم نہ ہونے پائیں، اس کے لئے موثر اقدامات کرے، ماحول کی حفاظت میں اس کی کتنی اہمیت ہے ذرائع ابلاغ کے ذریعہ اس کی تشہیر کرائے اور عوام الناس کو اس سے واقف کرائے، مشینی اشیاء کے استعمال کے مثبت اور منفی دونوں پہلو سے پبلک کو روشناس کرائے، دوسری طرف عوام الناس کی ذمہ داری ہے کہ کسی بھی چیز کے استعمال میں حد سے زیادہ تجاوز نہ کرے، ٹی وی اور موبائل کے جو خطرناک طبی نقصانات سامنے آرہے ہیں ان سے اپنی اولاد کو آگاہ کرے اور ان مشینی اشیاء کے استعمال سے جو سائڈ ایفکٹ ہو رہا ہے اس سے بھی واقف کرائے، ان اشیاء کا استعمال بہت ہی ضروری حد تک رہے، اس کو یقینی بنانے کے لئے عوامی بیداری مہم بھی برپا کرے۔

۱۲- بلاضرورت جنگلات کے کاٹنے کا حکم:

یہ حقیقت ہے کہ پیڑ پودے، جنگلات اور باغات قدرت الٰہی کے وہ عطیے ہیں جن سے انسانی زندگی کے بہت سے مفاد وابستہ ہیں، یہ ماحول کو سازگار بنانے اور موسم و فضا کو معتدل رکھنے میں اہم رول ادا کرتے ہیں، آج ماحولیاتی آلودگی کی وجہ سے جو حالات سامنے آرہے ہیں اور جو نئی نئی بیماریاں جنم لے رہی ہیں، ان کے ازالے کے لئے ماہرین اور سائنس داں اس بات پر زیادہ توجہ اور دھیان مبذول کرا رہے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ شجرکاری کی جائے، جنگلات کی کٹائی پر پابندی لگائی جائے اور ان حقائق کی روشنی میں یہ کسی طرح جائز نہیں ہے کہ بلاضرورت جنگلات کاٹے جائیں اور زیادہ سے زیادہ روپیوں کے حصول کے لئے کھیتوں کو پلاٹس بنا کر انسانوں کو بسایا جائے؛ کیونکہ جس رفتار سے یہ پیڑ برباد ہو رہے ہیں اور جنگلات کا خاتمہ کیا جارہا ہے اسی رفتار سے موسمی بلائیں آرہی ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی کہ بلاضرورت پیڑوں کو نہ کاٹو، ہر پیڑ انسان اور حیوانات دونوں کی راحت رسانی کرتے ہیں، غور کا مقام ہے کہ حدود حرم میں پیڑوں کا کاٹنا جانوروں کا مارنا ممنوع ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا تھا اسی طرح میں بھی مدینہ کو حرم قرار دیتا ہوں نہ تو یہاں پیڑوں کو کاٹا جائے اور نہ جانوروں کو ہلاک کیا جائے، ایندھن کے لئے لکڑیاں اور جانوروں کا چارہ اس سے علاحدہ قرار دیا گیا، جنگ میں بہت سی چیزوں کو فریقین اختیار کرتے ہیں جو غیر اخلاقی اور غیر انسانی ہوتے ہیں تاکہ دشمنوں پر قابو پایا جاسکے، مگر قربان جایئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ میں بھی دشمن کے پیڑوں کو کاٹنے سے منع فرمادیا۔

۱۲ ب: اسلام میں درخت لگانے اور کاشت کرنے کی اہمیت:

اسلام کی نظر میں درخت لگانے اور کاشت کرنے کی بڑی اہمیت اور فضیلت ہے؛ کیونکہ ماحول میں شادابی ہریالی اور موسم کی سازگاری انسانوں اور جانوروں کے لئے انتہائی ضروری ہے، اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیڑ پودوں کو لگانے کی اہمیت کا احساس دیا، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے

ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ما من مسلم يغرس غرسا أو يزرع زرعا فيأكل منه إنسان أو طير أو بهيمة إلا كانت له صدقة" (ترمذی) (جو مسلمان کوئی پیڑ لگاتا ہے یا کاشتکاری کرتا ہے اوراس پیڑ پودے سے انسان، پرندے یا جانور کھاتے ہیں تو یہ پیڑ لگانے والے کے لئے صدقہ ہے)۔

شجرکاری کو رسول اللہ ﷺ نے اتنی اہمیت دی کہ قیامت تک اس کام کو کرتے رہنے کی ہدایت فرمائی، آپ ﷺ نے فرمایا:

"إن قامت الساعة وبيد أحدكم فسيلة أو استطاع أن لا تقوم حتى يغرسها فليغرسها فان له في ذلك أجر" (عمدة القاري بحوالة ترجمان الاسلام، جولائی، ستمبر ۲۰۰۳)۔

(اگر قیامت کا وقت آجائے اورتم میں سے کسی شخص کے ہاتھ میں کھجور کا پودہ ہواور قیامت کے برپا ہونے سے پہلے وہ اسے لگا سکتا ہو تو ضرور لگا دینا چاہئے؛ کیونکہ اس شجرکاری پر اسے اجر ملے گا)۔

خود قرآن مجید یہ تعلیم دیتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ شجرکاری کی جائے، چنانچہ فرمان خداوندی ہے:

"وهو الذي أنزل من السماء ماء فأخرجنا به نبات كل شئ فأخرجنا منه خضرا" (انعام:۹۹) (اور وہی ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا، پھر ہم نے اسے ہر چیز کے انکھرے نکالے پھر ہم نے اس سے سرسبز شاخیں ابھاریں)۔

یہ آیت ہمیں سبزہ کے اسباب پیدا کرنے کی طرف توجہ دلا رہی ہے، سبزہ کے تحفظ کا تصور سب سے پہلے نبی کریم ﷺ نے دیا، چنانچہ عبداللہ بن حبشیؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو کسی بیری کے درخت کو کاٹے گا، اللہ تعالیٰ جہنم میں اس کے سر کو اوندھا کردے گا (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۵۲۳۹)۔

آپ ﷺ نے شجرکاری اور کاشت کاری کی لوگوں کو صرف زبانی تعلیم ہی نہیں دی بلکہ خود اس پر عمل کر کے دکھایا، چند روایات پیش کی جاتی ہیں، متعدد احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے خود اپنے دست مبارک سے درخت اور پیڑ لگائے اور وہ پیڑ برگ وبار بھی لایا۔

مدینہ سے بیس میل کی دوری پر وادی عقیق میں رسول اللہ ﷺ نے گھوڑوں کے لئے ایک چراہ گاہ بنائی جس کا نام "حمی النقیع" تھا، اس چراہ گاہ میں آپ ﷺ نے پودے لگوائے، سبزیاں لگوائیں، کچھ عرصہ بعد اس وادی میں اتنی ہریالی ہوگئی کہ گھوڑے پر سوار ہوکر انسان ان پیڑوں کی چھاؤں میں غائب ہوسکتا تھا، اس ہریالی کے باعث یہ صرف گھوڑوں کی چراہ گاہیں نہ رہی بلکہ انسانوں کی سیرگاہ بھی بن گئی، اس سیرگاہ کے حدود رسول پاک ﷺ نے اس طرح مقرر فرمائے کہ ایک شخص کو کھجور کے پیڑ پر چڑھ کر بلند آواز لگانے کو کہا، آواز کی گونج جہاں تک سنائی دی وہاں تک اس کے حدود مقرر کردیئے گئے، نبی کریم ﷺ کی یہ عملی اور علمی مثالیں ماحولیات کے تحفظ کے سلسلے میں پوری دنیا کے لوگوں کے لئے بصیرت اور مہمیز کا کام دیتی ہیں۔

ان تفصیلات کی روشنی میں یہ بات بالکل بے غبار ہوگئی کہ بلاضرورت جنگلات کو کاٹنے اور کھیتوں کو زیادہ سے زیادہ پیسوں کے حصول کے لئے پلاٹس بنا کر آباد کرنا ازروئے شرع جائز نہیں ہے، حکومت کو اس سلسلے میں سخت نوٹس لینا چاہئے، چاہے حکومت اسلامی ہو یا غیر اسلامی، انسانیت کے مفاد کے لئے حکومت جو بھی اقدام کرے اس میں ملک کے ہر باشندے کا حصہ لینا ضروری ہے اور حکومت کا تعاون کرنا ان کا فرض منصبی ہے۔

صوتی آلودگی سے متعلق چند شرعی احکام:

عصر حاضر میں صوتی آلودگی بھی ماحولیات کا اہم مسئلہ ہے، یہ آلودگی بھی انسان کے لئے کچھ کم مضررساں نہیں، صوتی آلودگی شور شرابہ اور غیر معتدل آواز کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، صوتی آلودگی پر قابو پانے کے لئے اسلام کی زریں تعلیم یہ ہے کہ آواز نکالنے میں بھی اعتدال ہو اور موقع ومحل اور ضرورت سے زیادہ آواز نکالنا مذموم عمل ہے، حضرت لقمان علیہ السلام کی نصیحت قرآن مجید نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

"واغضض من صوتك إن أنكر الأصوات لصوت الحمير" (لقمان:۱۹) (اور اپنی آواز کو پست رکھ، بے شک سب سے زیادہ مکروہ آواز

گدھے کی آواز ہے)۔

مذکورہ آیت سے یہ معلوم ہوا کہ حلق پھاڑ کر آواز نکالنا کہ لوگوں کے کانوں پر گراں گزرے جائز و درست نہیں ہے، اسلام یہ حکم دیتا ہے کہ ہر حال میں بقدر ضرورت آواز نکالی جائے جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات گشت کرتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس سے گذرے تو وہ پست آواز سے نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت عمر کے پاس سے گذرے تو وہ بلند آواز سے نماز پڑھ رہے تھے، راوی بیان کرتے ہیں کہ پھر جب وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے فرمایا: میں تمہارے پاس سے گذرا تم دھیمی آواز میں نماز پڑھ رہے تھے؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! میں نے اسے سنا دیا جس سے مناجات کر رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ میں تمہارے قریب سے گذرا تم بلند آواز میں نماز پڑھ رہے تھے، حضرت عمرؓ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! سونے والوں کو جگا رہا تھا اور شیطان کو بھگا رہا تھا۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا: تم اپنی آواز ذرا بلند اور تیز کرو، اور حضرت عمر فاروقؓ سے فرمایا تم اپنی آواز ذرا پست کرو۔

مذکورہ اسلامی تعلیمات وہدایات پر آج اگر دنیا عمل کرلے تو ماحولیات کے تحفظ اور صوتی آلودگی کی روک تھام کو یقینی بنایا جاسکتا ہے۔

۱- پرشور مشین آبادی سے باہر نصب کی جائے:

کارخانے کی وہ مشینیں جو بہت پرشور ہوتی ہیں اس کو آبادی کے اندر نصب کرنا درست نہیں ہوگا؛ کیونکہ اس سے لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے، بیمار لوگوں کو الجھن ہوتی ہے، بزرگوں کی نیندیں حرام ہوجاتی ہیں، اور شریعت کا حکم یہ ہے کسی کے کسی عمل سے لوگوں کو تکلیف نہ پہنچنے پائے، قرآن میں یہ اصول بیان کیا گیا ہے کہ: "لا یظلمون ولا یظلمون" اور فقہاء نے شریعت کے اسی رخ کو اپنے الفاظ میں یوں بیان کیا ہے: "لا ضرر ولا ضرار"، "الضرر یزال"، لہذا اگر حکومت کی طرف سے کمپنی والوں کو یہ ہدایت دی جاتی ہے کہ کارخانے آبادی سے باہر لگائے جائیں تو شرعاً اور قانوناً حکومت کی اس ہدایت پر عمل کرنا واجب ہوگا، اس کی خلاف ورزی کی صورت میں حکومت کوئی سخت فیصلہ لے سکتی ہے، اور قانونی کاروائی کرسکتی ہے، حکومت کے بنائے ہوئے قانون عوام الناس کی بھلائی ہی کے لئے ہیں، قانون کا احترام اور قانون کی بالادستی ملک وقوم کے استحکام کے لئے اور بنیادی پہلی شرط کی حیثیت رکھتی ہے، ہمارے ملک میں یہ چیز عنقا ہوتی جارہی ہے، لوگ دھڑلے سے قانون توڑتے ہیں، اور اس قانون شکنی پر کسی کو ندامت نہیں ہوتی ہے، نہ ضمیر ملامت کرتا ہے۔

دلائل:

۱- جو قوانین اور سرکاری ضابطے قرآن وحدیث کے کسی حکم سے نہیں ٹکراتے اور شرعی قوانین سے متصادم نہیں ہوتے ان کی پابندی شرعی اعتبار سے ہر مسلمان حکومت کے باشندے کے لئے ضروری ہے، چاہے حکومت خواہ کتنی بری ہو، لیکن ایسے احکام بالخصوص وہ احکام جو مصلحت عامہ کے تحت بنائے گئے ہوں ان کی تعمیل ہر باشندے کا فرض ہے، دار الأمن اور دار العہد کے مسلمانوں پر بھی حکومت کے بنائے گئے ان مصلحتی قوانین پر عمل کرنا ضروری ہوگا، جو شرعی قوانین اور عائلی قوانین کے خلاف نہ ہو بلکہ جس کا مقصد صرف ماحول اور نظم ونسق کو بہتر بنانا ہو۔

۲- جو قوانین حکومت کی طرف سے عمومی مصلحت کے لئے بنائیں جائیں، ان کی پابندی شرعی اعتبار سے بھی واجب ہے، اور ان کی خلاف ورزی ناجائز ہے، قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے: "أطیعوا اللہ وأطیعوا الرسول وأولی الأمر منکم" (اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور اپنے ذمہ دار حاکموں کی اطاعت کرو)۔

اس اطاعت سے مراد یہی ہے کہ حکام عمومی مصلحتوں کی بنیاد پر جو قاعدے مقرر کریں (بشرطیکہ وہ شریعت کے خلاف نہ ہوں) ان کی پابندی کی جائے، اس پابندی کا حکم اللہ اور رسول کی اطاعت کے ساتھ دیا گیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے قواعد اور قانون وضوابط کی پابندی شرعاً بھی ضروری ہوجاتی ہے۔

۳- اسلامی فقہ کی کتابوں میں یہ اصول اور ضابطہ لکھا ہے کہ عام راستوں پر چلنا اور کوئی سواری چلانا اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ چلنے والا دوسروں کی سلامتی کی ضمانت دے، یعنی ہر ایسے کام سے اجتناب کرے جو کسی دوسرے شخص کے لئے تکلیف یا خطرے کا باعث بن سکتا ہو، اس احتیاط کے بغیر اس سڑک کا استعمال ہی جائز نہیں جو تمام باشندوں کی مشترکہ ملکیت ہے، اور اگر اس کی بے احتیاطی کے نتیجہ میں کسی شخص کو کوئی جانی یا مالی نقصان پہنچ جائے تو اس کا سارا تاوان شرعی اعتبار سے اس شخص کے ذمہ عائد ہوجاتا ہے جس نے بے احتیاطی برتی ہے، کارخانہ کی پرشور مشینوں کے سلسلے میں جس میں حکومت کی طرف سے ان کو آبادی کے باہر لگانے کی ہدایت ہوتی ہے، اس پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔

۴- "لا تفسدوا فی الأرض بعد إصلاحها" حکومت کے بنائے ہوئے نظام اور قوانین وضوابط کی خلاف ورزی اور اس قسم کی بے قاعدگی درحقیقت "فساد فی الأرض" کی تعریف میں آتی ہے، اور سینکڑوں انسانوں کو صوتی آلودگی میں مبتلا کرنے اور عوام الناس کو کرب وعذاب میں مبتلا کرنے کا گناہ اس پر ہوگا جو حکومت کے بنائے ہوئے قانون کو توڑے گا۔

۲- ہارنوں کی آواز کی حد کیا ہو؟

ہارنوں کی آواز کی بھی ایک حد ہونی چاہئے؛ کیونکہ ہارنوں کی ضرورت سے زیادہ تیز آواز سے جہاں ایک طرف صوتی آلودگی پیدا ہوتی ہے وہیں دوسری طرف اس مکروہ اور بے ہنگم آواز سے راہ گیروں کو دہشت ہوتی ہے، ہارٹ کے مریضوں کو اس سے سخت تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے، بعض لوگ اس میں افراط وتفریط سے کام لیتے ہیں یہاں تک کہ ایمبولنس میں لگائے جانے والے سائرن کی طرح ہارن لگاتے ہیں جو قانونا جرم بھی ہے، لہذا میری رائے میں جو لوگ غیر ضروری ہارن بجاتے ہیں یا جو لوگ اپنی گاڑیوں میں ضرورت سے زیادہ تیز آواز کا ہارن استعمال کرتے ہیں یا حکومت نے جو خاص ہارن ایمبولنس وغیرہ میں لگانے کی اجازت دی ہے اس کو استعمال کرتے ہیں یہ از روئے شرع جائز نہیں ہے، یہ قانون کی خلاف ورزی بھی ہے اور دوسروں کی تکلیف کا ذریعہ بھی ہے، اس لئے اگر حکومت ایسے لوگوں کے خلاف اگر کوئی قانون بناتی ہے یا اس پر جرمانہ عائد کرتی ہے تو حکومت کو اس کا پورا حق حاصل ہے، حکومت اس سلسلے میں جو قانون اور ضابطے بنائے اور جس گاڑی کے لئے جس ہارن کے استعمال کی اجازت دے اس پر عمل کرنا عوام الناس کی ذمہ داری ہوگی، حکومت کو خلاف ورزی کرنے والوں کے خلاف تعزیری سزا کا پورا حق ہوگا۔

دلائل:

۱- ظلم صرف یہ ہی نہیں کہ کسی کا مال چھین لیا جائے، یا اسے جسمانی تکلیف پہنچانے کے لئے اس پر ہاتھ اٹھایا جائے بلکہ عربی زبان میں ظلم کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ "وضع الشیٔ علی غیر محله" کسی بھی چیز کو بے جا استعمال کرنا بھی ظلم ہے، چونکہ کسی چیز کا محل اور ضرورت سے زیادہ استعمال یقینا کسی نہ کسی کو تکلیف پہنچانے کا موجب ہوتا ہے، اس لئے ہر ایسا استعمال ظلم کی تعریف میں داخل ہے، اور اگر اس سے کسی انسان کو تکلیف پہنچے تو وہ شرعی اعتبار سے گناہ کبیرہ بھی ہے۔

۲- حضرت عائشہؓ نے حضرت عمرؓ سے ایک موقع پر شکایت کی کہ ایک واعظ صاحب ان کے گھر کے سامنے بہت بلند آواز سے وعظ کہتے ہیں اور اس سے یکسوئی میں فرق پڑتا ہے، ان صاحب کی آواز بہت بلند ہے ان کی آواز کے سامنے مجھے کچھ سنائی نہیں دیتا، حضرت عمرؓ نے ان صاحب کو پیغام بھیج کر انہیں وہاں وعظ سے منع فرمایا، کچھ عرصہ کے بعد واعظ صاحب نے دوبارہ وہی سلسلہ شروع کردیا، حضرت عمرؓ کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے خود جاکر ان صاحب کو پکڑا اور ان پر تعزیری سزا جاری کی (اخبار المدینه لعمر بن شبه ۱/۱۵ بحواله ذکر وفکر، از تقی عثمانی، ص ۲۷)۔

۳- حضرت عطاء بن ابی رباح بڑے اونچے درجے کے تابعین میں سے ہیں، علم تفسیر وحدیث میں ان کا مقام مسلم ہے، ان کا مقولہ ہے کہ عالم کو چاہئے کہ اس کی آواز اس کی اپنی مجلس سے آگے نہ بڑھے (ادب الاملاء والاستملاء للسمعانی/ص ۵۰)۔

۴- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب تہجد کے لئے بیدار ہوتے تو اپنے بستر سے آہستگی کے ساتھ اٹھتے تاکہ سونے والوں کی نیند خراب نہ ہو۔

ان روایات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ شریعت نے دوسروں کو تکلیف سے بچانے کا کتنا زیادہ اہتمام کیا ہے؟ جب قرآن کی تلاوت اور وعظ ونصیحت جیسے مقدس کاموں کے بارے میں بھی شریعت کی ہدایت یہ ہے کہ انکی آواز ضرورت سے زیادہ نہیں بڑھنی چاہئے تو گانا بجانے اور ہارن وغیرہ کے ضرورت سے زیادہ استعمال کی گنجائش کیوں کر ہوسکتی ہے۔

۳- DJ کی بے ہنگم آواز اور شریعت اسلامی کا حکم:

DJ مزامیر میں شامل ہے، اور مزامیر کا بجانا از روئے شرع حرام ہے، لیکن یہاں مزامیر کے استعمال یعنی گانا بجانا اور اس کا سننا اس پہلو سے گفتگو مقصود نہیں ہے بلکہ ایک دوسرے پہلو سے اس کے شرعی حکم کو دریافت کرنا ہے، وہ یہ ہے کہ DJ کا شور اور بے ہنگم آواز انسان کی سماعت اور ماحول کے لئے نقصان دہ ہے اس لئے اس کے ضرر کو دیکھتے ہوئے اس کا بجانا اور شادی بیاہ اور خوشی کے مواقع پر اس کا استعمال از روئے شرع درست نہیں ہوگا، کیونکہ اس سے ماحول بھی متاثر ہوتا ہے، انسان کی سماعت پر براہ راست اس کا منفی اثر پڑتا ہے، اس کی آواز سے دل کے مریضوں کو سخت بے چینی اور گھبراہٹ کا سامنا کرنا پڑتا ہے، دل کی بیماریاں اور دل کے مرض اس سے پیدا ہوتے ہیں، اس لئے حکومت کو خواہ وہ اسلامی حکومت ہو یا جمہوری اس پر غور کرنا چاہئے اور اس پر پابندی لگانا چاہئے، اور اگر برادران وطن اس کو شادی بیاہ اور غم واندوہ کے موقع پر مذہب کا ایک حصہ مانتے ہیں تب بھی اس کے لئے حدود وقیود اور شرائط طے کردینے چاہئیں۔

دلائل:

۱- قرآن مجید میں متعدد جگہ بے ہنگم آواز نکالنے سے منع کیا گیا ہے اور بطور خاص اس کی تاکید کی گئی ہے اور بے ہنگم آواز نکالنے کو گدھے کی آواز سے تشبیہ دی گئی ہے، سورہ حجرات میں اہل ایمان کو نبی اور رسول ﷺ کی آواز سے اپنی آواز کو بلند کرنے سے منع کیا گیا، مفسرین نے لکھا ہے کہ اب اس آیت کے مصداق علماء اور وارثین انبیاء ہیں، علماء اور اہل علم نے لکھا ہے کہ جہری اور سری دونوں طرح سے دعا کرنا جائز ہے لیکن سری دعا کرنا یہ شریعت میں زیادہ مطلوب ہے اور دین وشریعت کے مزاج ومذاق کے موافق ہے، اس کی دلیل علماء نے "ادعوا ربكم تضرعا وخفية" سے دی، غور کرنے کا مقام ہے کہ دعا جو کہ عبادت کا مغز ہے اور اللہ کے سامنے اپنے محتاجی کا اظہار ہے وہاں بھی شریعت نے آواز کی نرمی اور پستی کا حکم دیا ہے۔

۲- بے ہنگم اور مکروہ آواز کا براہ راست آلہ سماعت پر اثر پڑتا ہے، بسا اوقات سماعت کے پردے پھٹ جاتے ہیں اور انسان قوت سماعت سے محروم ہوجاتا ہے، ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ نے "واغضض من صوتك إن انكر الأصوات لصوت الحمير" کی تفسیر کرتے ہوئے بڑی عمدہ بات لکھی ہے:

''اى لا ترفع صوتك فيما لا فائدة فيه، واخفضه، فإن شده الصوت تؤذى آلة السمع، وتدل الغرور والإعتداد بالنفس وعدم الإكتراث بالغير، واعتدال الصوت أوقر للمتكلم، وأقرن لاستيعاب الكلام ووعيه وفهمه، وقد علل النهى عن رفع الصوت بأنه يشبه صوت الحمير في علوه ورفعه، وإن أقبح الأصوات لصوت الحمير وهو بغيض إلى الله تعالى والسبب أن أوله زفير و آخره شهيق، وفيه دليل على ذم رفع الصوت من غير حاجة لأن التشبيه بصوت الحمار يقتضى غاية الذم وقد ورد فى السنة أيضا ما يدل على التنفير منه، روى الجماعۃ إلا ابن ماجه عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال: إذا سمعتم صياح الديكة فاسئلوا الله من فضله وإذا سمعتم نهيق الحمير فتعوذوا بالله من الشيطان فإنها رأت شيطانا''
(التفسير المنير، الجزء ۲۱، سورة لقمان)۔

۴- مذہبی اور سیاسی جلسوں میں لاؤڈ اسپیکر کا بے جا استعمال:

مذہبی اور سیاسی جلسوں میں نیز مشاعروں میں حکومت کی طرف سے ایک قانونی ضابطہ مقرر ہوتا ہے کہ دس یا ساڑھے دس بجے تک ہی پروگرام ہوسکتا ہے اس کے بعد پروگرام جاری رکھنے کی قانوناً اجازت نہیں ہوتی، اسی طرح حکومت کی طرف سے آواز کے بارے میں بھی تحدید ہوتی ہے، اس

کی وضاحت ہوتی ہے کہ کس درجہ کا ساؤنڈ لگا سکتے ہیں اور کتنے ساؤنڈ بکس رکھے جاسکتے ہیں، اور ان سب کا مقصد لوگوں کی صحت اور ماحولیات کا تحفظ ہے، لہذا حکومت کے بنائے ہوئے ان ضابطوں پر اور ان ہدایات پر عوام الناس کو بھی عمل کرنا ضروری ہے، جو لوگ ان ہدایات پر عمل نہیں کرتے، آواز کا شور پوری آبادی تک پہنچاتے ہیں اور رات بھر پروگرام چلاتے ہیں وہ حکومت کی نظر میں مجرم ہیں، حکومت کو پورا اختیار ہے کہ وہ ان قانون کے ساتھ کھلواڑ کرنے والوں پر تادیبی کارروائی کرے اور ان پر تعزیزی سزا جاری کرے، یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ کسی بھی چیز کا بے محل استعمال یقینا کسی نہ کسی کو تکلیف پہنچانے کا موجب ہوتا ہے، مذہبی اور سیاسی جلسوں میں لاؤڈ اسپیکر کا ظالمانہ استعمال ظلم کی تعریف میں داخل ہے اور چونکہ اس سے لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے اس لئے شرعاً اعتبار سے گناہ کبیرہ ہے۔

دلائل:

ایک مرتبہ ام المومنین حضرت عائشہؓ نے مدینہ منورہ کے ایک واعظ کو وعظ وتبلیغ کے آداب تفصیل کے ساتھ بتائے اور ان آداب میں یہ بھی فرمایا کہ اپنی آواز کو انہی لوگوں کی حد تک محدود رکھو جو تمہاری مجلس میں بیٹھے ہیں، اور انہیں بھی اسی وقت تک دین کی باتیں سناؤ جب تک ان کے چہرے تمہاری طرف متوجہ ہوں، جب وہ چہرے پھیر لیں تو تم بھی رک جاؤ (مجمع الزوائد ۱/ ۱۹۱)۔

مشہور محدث حضرت عطاء بن ابی رباح بڑے اونچے درجے کے تابعین میں سے ہیں، علم تفسیر وحدیث میں ان کا مقام مسلم ہے، ان کا مقولہ ہے کہ عالم کو چاہئے کہ اس کی آواز اس کی اپنی مجلس سے آگے نہ بڑھے (ادب الاملاء والاستملاء للسمعانی / ص ۵۰)۔

تمام فقہاء امت اس پر متفق ہیں کہ تہجد کی نماز میں اتنی بلند آواز سے تلاوت کرنا جس سے کسی کی نیند خراب ہو ہرگز جائز نہیں، فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے گھر کی چھت پر بلند آواز سے تلاوت کرے جبکہ لوگ سو رہے ہوں تو تلاوت کرنے والا گنہگار ہے (خلاصۃ الفتاوی ۱/ ۱۰۳، بحوالہ فکر ونظر/ ص ۲۸)۔

ماہنامہ البلاغ (محرم ۱۴۰۷ھ) کی اشاعت میں ایک استفتاء کا جواب یوں شائع ہوا تھا، جس میں پوچھا گیا تھا کہ تراویح کے دوران بیرونی لاؤڈ اسپیکر زور سے کھولنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

یہ سوال مختلف علماء کے پاس بھیجا گیا اور سب نے متفقہ جواب یہی دیا کہ ان حالات میں (حالات ووجوہات کو استفتاء میں اختصار کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے) تراویح کی تلاوت میں بیرونی لاؤڈ اسپیکر بلا ضرورت زور سے کھولنا شرعاً جائز نہیں ہے، سچائی اور واقعہ یہ ہے کہ کوئی اختلافی مسئلہ نہیں ہے اس پر تمام مکاتب فکر کے علماء متفق ہیں۔

☆☆☆

فضائی اور صوتی آلودگی

مولانا حافظ کلیم اللہ عمری مدنی[1]

تمہید:

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو قیامت تک کے درپیش مسائل وانقلابات کا کامیاب واطمینان بخش حل پیش کرتا ہے، چنانچہ ماحولیات سے متعلق بھی مکمل رہنمائی اور اصول وضوابط کتاب وسنت میں بیان کئے گئے ہیں، ارباب علم ودانش نے تحقیق سے ثابت کیا ہے کہ تقریباً ۷۵۰ آیات قرآنی ایسی ہیں جن کا تعلق براہِ راست یا بالواسطہ ماحولیات سے ہے، جن میں مسلمانوں کو اس بات کا پابند کیا گیا کہ وہ ایسا کام نہ کریں جس سے فضا اور ماحول آلودہ ہو، کسی جاندار کے لئے مضر ثابت ہو، ماحول کے تحفظ میں پرندوں اور کیڑے مکوڑوں کا بھی بڑا حصہ ہے، قدرت الٰہیہ نے مختلف جانورن، کیڑوں مکوڑوں اور دیگر چرند و پرند کو بے کار و بے فائدہ نہیں پیدا کیا بلکہ ان سب کی تخلیق میں بڑی حکمتیں اور مصلحتیں پوشیدہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ماحولیات کے تحفظ اور اس کی سلامتی کے پیش نظر مختلف سورتوں کے نام حیوانات، کیڑے مکوڑوں، نباتات، معدنیات اور فطری اور قدرتی مظاہر سے موسوم کیا ہے تا کہ حضرت انسان شریعت کی مصلحتوں کو سمجھے اور ماحول کی حفاظت اور سلامتی کو ہر چیز پر مقدم رکھے، رب کائنات نے ہر چیز کو مناسب انداز سے بڑی حکمتوں کے ساتھ ہی بنایا، جن کی تخلیق کے ساتھ ماحولیات کے تحفظ کا سامان بھی وافر مقدار میں ہی پیدا کیا، لیکن انسان قدرت کی خلاقیت کو عیب دار بنا رہا ہے، ذاتی مفادات اور خود غرضی کی وجہ سے ماحول کو نقصان پہنچانے کی راہیں تلاش کر رہا ہے۔

خالق کی خلاقیت اس کی ہر مخلوق میں نظر آتی ہے، ہر چیز میں اس کی قدرت کا کمال، اور جمال نظر آتا ہے، سچ فرمایا ہے خالق کائنات نے "صنع الله الذی اتقن کل شئ" (النمل) یعنی یہ ہے اللہ کی کارکردگی جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا ہے۔ "وخلق کل شئ فقدرہ تقدیرا" (الفرقان: ۲) یعنی ہر چیز کو اس نے پیدا کر کے ایک مناسب اندازہ ٹھہرا دیا ہے؛ بلکہ اس دنیا کے ذرہ ذرہ میں اور ہر مخلوق میں اس کے جمال کا مظہر دکھا دیا ہے، اس لئے کہ وہ ذات خود بھی جمیل ہے، جمال کو پسند کرتی ہے (مسلم)۔

اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی آلودگی سے محفوظ دنیا قائم کی، تا کہ یہ دنیا نمونۂ جنت بنے، ایسی تعلیمات سے آراستہ فرمایا کہ قدرتی نظام میں کسی قسم کا خلل نہ پیدا ہو، ماحولیات کی سلامتی کی خاطر یہ تعلیم دی کہ دنیا کو ہریالیوں سے آباد کیا جائے، درخت لگائے جائیں، زراعت کی جائے خواہ قیامت کھڑی ہو جائے، ارشاد فرمایا: "إذا قامت الساعة وفی ید أحد کم فسیلة فلیغرسها" (متفق علیه عن انس) یعنی جب قیامت قائم ہو جائے اس حال میں کہ تمہارے ہاتھ میں کوئی پودا بھی ہو تو اس کو لگا دینا چاہئے۔ یعنی شجر کاری کو عام کرنے اور جنگلات اور درختوں کی بے جا کٹائی پر پابندی عائد کی گئی ہے۔

نیز فضائی آلودگی سے حدودِ حرم کو بچانے کی غرض سے درختوں کو کاٹنے سے منع کیا گیا، حالانکہ وہاں صرف ببول اور جھاؤ کے درخت ہی ہوا کرتے تھے، نیز جو درخت سایہ دار ہوتے ہیں اس کے سایہ سے ہر مخلوق مستفید ہوا کرتی ہے، ایسے درختوں کو کاٹنے والے کے لئے عذاب جہنم کی دھمکی دی گئی، ارشاد نبوی ہے: "من قطع سدرة صوب الله رأسه فی النار" (سنن أبی داؤد: ۵۲۳۹) یعنی جس شخص نے ببول کے درخت کو (کسی چٹیل میدان وغیرہ میں) کاٹ دیا جس سے (مسافر اور دیگر چوپائے سایہ حاصل کرتے ہیں) اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں جلائے گا، نیز کھیتی باڑی کرنیکی فضیلت میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: "ما من مسلم یغرس غرسا أو یزرع زرعا فیأکل منه طیر أو إنسان أو بهیمة إلا کان له به صدقة" (مسلم) یعنی جو بھی مسلمان درخت لگاتا ہے یا پودے اگاتا ہے پھر اس سے کوئی پرندہ یا انسان یا چوپایہ اس سے کھائے تو اس کے لئے اس کو صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔

نیز ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: جس نے بلا ضرورت ایک چڑیا کو جان سے مار دیا تو وہ کل قیامت کے دن اللہ سے شکایت کرے گی: اے پروردگار!

---

[1] استاذ ومفتی جامعہ دار السلام، عمر آباد، تامل ناڈو۔

یقیناً فلاں شخص نے مجھے بلا ضرورت جان سے مارا تھا اور مجھے کسی فائدے کے لئے نہیں مارا تھا (شعب الایمان للبیہقی: ۱۰۵۶۵)۔

اسلام میں پاکی صفائی کی بڑی اہمیت ہے، اسلام نے طہارت کو نصف ایمان قرار دیا، ہر قسم کی آلودگی سے پاک معاشرہ کا قیام اسلام کی اولین ترجیح ہے، اسی نقطہ نظر سے کتاب وسنت میں مختلف تعلیمات وارد ہیں، اہل قباء کی اس وجہ سے تعریف بیان کی گئی کہ وہ لوگ استنجاء کے وقت ڈھیلوں کے ساتھ ساتھ پانی کا اہتمام بھی کیا کرتے تھے، ارشاد باری تعالی ہے: "فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ" (سورۂ توبہ: ۱۰۹) (اُس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ پاک رہنے والوں ہی کو پسند کرتا ہے)۔

احادیث شریفہ میں آلودگی سے پاک معاشرہ قائم کرنے کی غرض سے کھلی جگہوں میں پیشاب یا قضائے حاجت سے ممانعت وارد ہے۔ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

''اتقوا اللعانين قالوا: وما اللعانان يارسول الله ؟ قال: الذى يتخلى فى طريق الناس أو فى ظلهم'' (مسلم عن ابی ہریرۃ)

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو موجب لعنت چیزوں سے بچو، صحابہؓ نے سوال کیا کہ وہ کیا ہیں؟ فرمایا: جو لوگوں کے راستہ میں یا ان کے سایہ کی جگہ میں قضاء حاجت کرتا ہو۔ نیز پانی کو پاک صاف رکھنے کا حکم، گندگی ڈالنے، یا اس میں پیشاب وغیرہ کرنے سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا۔

''عن أبي هريرة عن النبى ﷺ قال: ''لا يبولن أحدكم فى الماء الدائم ثم يتوضأ منه''

یعنی تم میں سے کوئی ٹھہرے ہوئے پانی میں ہرگز پیشاب نہ کرے پھر اُسی سے وضو بھی کرے (ابن ماجہ: ۳۴۴، ترمذی: ۶۸، امام ترمذی نے باب باندھا ہے: "باب ماجاء فى كراهية البول فى الماء الراكد")، پانی پیتے وقت برتن میں سانس لینے سے منع کیا گیا تا کہ مہلک جراثیم سے یا اکسیڈ سے بچا جائے، صحت وسلامتی کا دارومدار پانی کی صفائی پر منحصر ہے، "عن عبدالله بن أبى قتادة عن أبيه أن رسول الله ﷺ قال: "إذا شرب أحدكم فلا يتنفس فى الإناء" (ترمذی: ۱۸۸۹ باب ماجاء فى كراهية التنفس فى الاناء، صحیح ابی داؤد: ۷۳، بخاری: ۵۶۳۰) یعنی تم میں سے کوئی برتن میں پیتے ہوئے سانس نہ چھوڑے۔ الغرض ماحولیات کے تحفظ کے ساتھ ہی سارے جاندار کا تحفظ ہے، خلاف ورزی کی صورت میں توازن میں ضرور بہ ضرور فرق پیدا ہوگا، نتیجہ کے طور پر نظام کائنات میں خلل اور فساد برپا ہوگا، ماحولیات کو آلودہ کرنا بھی یقیناً فساد فی الارض ہے جو در حقیقت ایک عظیم جرم ہے۔

اسلامی شریعت نے انسانی جانوں کی سلامتی کو ہر حال میں ترجیح دی ہے، لہٰذا راتوں کو سونے سے قبل حفظ ماتقدم کے اصول کے پیش نظر چراغوں کو بجھانے، دروازوں کو بند کرنے، پینے کے برتنوں کو ڈھکنے، کھانے پینے کی چیزوں کی حفاظت کا حکم بھی نصاً وارد ہے۔

''عن جابر أن رسول الله ﷺ قال: ''أطفئوا المصابيح إذا رقدتم وغلقوا الأبواب وأوكوا الأسقية وخمروا الطعام والشراب۔ وأحسبه قال: ولو بعود تعرضه عليه'' (بخاری: ۵۶۲۴)

یعنی حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سونے سے قبل چراغ بجھایا کرو اور دروازہ بند کرلیا کرو، مشکیزوں اور کھانے پینے کی چیزوں کو ڈھانک کر رکھا کرو، راوی فرماتے ہیں میرا گمان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی چیز نہ ملے تو کسی تنکے/لکڑی/کٹی ہوئی شاخ وغیرہ کے ذریعہ ہی ڈھانک لیا کرو، وفى رواية: "خمروا آنيتكم" (بخاری: ۵۶۲۳ باب تغطية الاناء، كتاب الأشربة)

دوسری روایت میں وارد ہے کہ برتنوں کو اچھی طرح بند کر کے رکھو۔

مذکورہ نصوص کی روشنی میں پانی کو ہر قسم کی آلودگی سے بچانے کے لیے احکامات وارد ہیں، پانی کے پاک وصاف ہونے سے ہر مرض سے بچا جا سکتا ہے، ہر مرض کی علت پانی کی آلودگی کی وجہ سے ہی ہے، پانی کے ذخائر کی حفاظت کے لئے ڈھانکنے کا حکم دیا گیا، الغرض پانی کو ہر قسم کی آلودگی سے بچانا بھی ہر انسان پر ضروری ہے۔

شہری علاقوں میں صحت سے متعلق بیشتر مسائل کا اصل سبب محرک ماحولیاتی آلودگی ہے، اس آلودگی کی وجہ سے ہر حیوان کی زندگی کو خطرہ لاحق رہتا ہے، ماہرین کی تحقیقات کا نتیجہ یہ ہے کہ خصوصاً اشرف المخلوقات کو درپیش بیماریوں میں گلے، ناک، پھیپھڑے اور آنکھوں میں تکالیف کا لاحق ہونا بھی ہے، نیز سانس کی پریشانی بھی ماحولیات کی آلودگی ہے، دمہ کا مرض بڑھ جاتا ہے، باریک ذرات پھیپھڑے میں گھس جاتے ہیں، سانس کی نالیوں میں داخل ہوتے ہیں، ہارٹ

اٹیک کا خدشہ بھی پیدا ہوتا ہے، آلودہ ہوا جسم کی دفاعی قوت کے سسٹم کو اور تنفسی نظام کو کمزور کر دیتی ہے، کھلے میدانوں میں کام کرنے والے عموماً فضائی آلودگی کے مضر اثرات بہت جلد قبول کرتے ہیں، ماہرین کی رپوٹ کے مطابق بنگلور میں ۳۰ فی صد بچے ماحولیاتی آلودگی کی وجہ سے دمہ میں مبتلا ہیں، چنانچہ اس شہر کو ہندوستان کی دمہ راجدھانی سمجھا جاتا ہے۔

ماحولیاتی آلودگی آج کی صنعتی دنیا کے لئے سنگین مسئلے کی شکل اختیار کر چکا ہے، ان آلودگیوں کی وجہ سے ماحولیاتی نظام میں منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں، ان عناصر میں متعدد نوع کی گیس (سلفر ڈائی آکسائڈ، نائٹروجن آکسائڈ، کاربن مونو آکسائڈ اور ہائیڈرو کاربن وغیرہ)، باریک ذرات (جیسے دھواں، غبار، بخارات، کہرے کے مہین غیر مرئی ذرات وغیرہ) تابکاری مواد اور دیگر بہت سی چیزیں شامل ہیں۔

ماحولیاتی کثافت کی بنیادی وجہ ماحول کے قدرتی توازن میں مداخلت ہے، اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں ہر چیز کو نپی تلی مقدار میں اور باہم توازن کے ساتھ پیدا فرمایا ہے، اس حقیقت کا بیان نہایت ہی خوبصورت انداز میں قرآن کریم میں یوں فرمایا ہے:

"سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّى وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَى وَالَّذِي أَخْرَجَ الْمَرْعَى فَجَعَلَهُ غُثَاءً أَحْوَى" (سورۃ الاعلیٰ: ۵)

یعنی اپنے رب کے نام کی تسبیح بیان کرو، جس نے پیدا کیا اور تناسب قائم کیا، جس نے ٹھیک ٹھاک اندازہ کیا، اور پھر راہ دکھائی، اور جس نے تازہ گھاس پیدا کی، پھر اسے خشک سیاہ بنادیا، نیز سورہ حجر میں ارشاد فرمایا:

"وَالْأَرْضَ مَدَدْنَاهَا وَأَلْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَوْزُونٍ" (الحجر: ۱۹)

(کہ ہم نے زمین کو پھیلایا، اس میں پہاڑ جمائے، اس میں ہر نوع کی نباتات ٹھیک نپی تلی مقدار کے ساتھ اگائی)۔

آج ماحول میں کثافت اور آلودگی کی بنیادی وجہ عدم توازن ہے، ہوا میں موجود کاربن ڈائی آکسائڈ گیس کی جتنی مقدار پیڑ پودے جذب کر کے صاف کر سکتے تھے اس سے کہیں زیادہ مقدار ہم ہوا میں اپنے کارخانوں، موٹر گاڑیوں سے خارج کر رہے ہیں۔ پانی جتنی غلاظت اور فضلے کو صاف کر سکتا تھا ہم اس سے زیادہ مقدار میں اور اس سے زیادہ خطرناک قسم کا فضلہ پانی میں خارج کر رہے ہیں، نتیجہ ظاہر ہے، ماحولیاتی توازن بگڑ چکا ہے، جانداروں کی صحت تو خطرے میں ہے ہی، ان کا وجود بھی خطرے میں پڑ رہا ہے، کسی بھی چیز میں عدم توازن کے نتیجے میں پیدا ہونے والا بگاڑ فساد ہے، فضا اور پانی میں پھیلی ہوئی کثافت اور آلودگی فساد ہی ہے، قدرت نے جو بھی چیز پیدا فرمائی اس میں انسان نے کیمیکل کے استعمال سے ہر ذی روح کی زندگی کو مفلوج کر دیا ہے، دریاؤں کا اکثر و بیشتر پانی فاسد ہو چکا ہے، کیونکہ وہ بدبودار بھی ہے، اور زہریلا بھی ہو چکا ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ ان دریاؤں اور تالابوں کے قریب بے شمار مچھلیاں اور مرغیاں مردہ پائی جاتی ہیں۔

انسانی مداخلت سے قدرتی نظام کے توازن بگڑنے کی مثال یہ بھی ہے کہ اٹھارہویں صدی میں صنعتی انقلاب کے بعد جو مشینیں ایجاد ہوئیں، کارخانے بنے اور مختلف مصنوعات کی ایجاد عمل میں آئی، ان مشینوں میں بھاری مقدار میں کوئلہ، پٹرول، ڈیزل استعمال کیا جاتا ہے، اس سے اٹھنے والے دھواں نے فضا کو زہر آلود بنادیا، انسانی صحت متاثر ہوئی، مختلف بیماریاں جنم لینے لگیں، ان کارخانوں کے فضلات دریاؤں اور سمندروں میں پہنچیں، جس کے سبب سے پانی کے بہاؤ اور فطری رنگ میں فرق آیا، کثافت پیدا ہوئی، چرند و پرند، کھیتی اور غلے سبزیوں میں بھی کثافت سرایت کر گئی، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ متعدد مہلک امراض پیدا ہوئے، گویا کہ فساد فی الارض کا عملی نمونہ ظاہر ہو رہا ہے۔

نیز موجودہ میوہ جات، پھل پھلاریاں، نباتات وغیرہ اصلی شکل میں بلکہ فطری حالت میں ناپید ہوتے جا رہے ہیں، کیمیکل کے استعمال سے جلد سے جلد چیزوں کو مارکٹ میں لانے کی فکر، جلد سے جلد دولت و ثروت کی انتہا کو پہنچنے کی خواہشات نے ماحولیات کو تباہ و برباد کر دیا ہے، نتیجہ ظاہر ہے، مختلف قسم کی بیماریوں سے حضرت انسان کا سکون برباد ہو چکا ہے، مادیت نے انسانیت کی شرافت و نیست و نابود کر دیا۔ واللہ المستعان

صوتی آلودگی (Noise Pollution)- قدرت نے انسانی طبیعتوں کو اعتدال پر پیدا فرمایا ہے، یعنی ہر انسان فطری طور پر معتدل آواز ہی کو پسند کرتا ہے، ضرورت سے زائد آواز بلند کرنے سے کراہت محسوس کرتا ہے، صوتی آلودگی بھی یقیناً مضر صحت ہے، بلکہ اس سے چڑچڑاہٹ پیدا ہوتی ہے، ماہرین کا کہنا ہے کہ صوتی آلودگی سے کانوں کو تشویشناک حد تک نقصان پہنچنے کا امکان ہوتا ہے، عارضی طور پر سنائی نہ دینے سے لے کر کان کا درد اور مستقل نوعیت کا بہرہ پن بھی ہو سکتا ہے، شور سے توجہ میں کمی، چڑچڑاہٹ میں اضافہ اور سر درد بھی ہو سکتا ہے، اس سے بلڈ پریشر بھی بڑھ سکتا ہے اور دل کی دھڑکن بے ترتیب ہو سکتی

ہے، کانوں میں گھنٹیاں بجنا بھی صوتی آلودگی کا ایک نتیجہ ہوتی ہے، اسی طرح شور سے نیند نہیں آتی اور بیماری میں شفایاب ہونے کی رفتار دھیمی پڑ جاتی ہے، دیہی علاقوں کے بجائے یہ شہری اور صنعتی علاقوں میں زیادہ ہوتا ہے، جہاں بھاری مشینوں پر جو لوگ کام کرتے ہیں وہ روزانہ طویل مدت تک پرشور ماحول میں رہتے ہیں۔ آواز کی شدت کی پیمائش جس اکائی میں کی جاتی ہے اسے ڈیسیبل۔ (desibel or db) کہتے ہیں۔ انسانوں کے ذریعہ سنائی دی جانے والی آواز کی کم ترین شدت 10db ہوتی ہے۔

صوتی آلودگی کے خاص ذرائع یہ ہیں مثلاً صوتی مشغلے، قوی ہیکل جیسے ہوائی جہاز، ٹرینیں، آٹو موبائل وغیرہ، عوامی مقامات پر لاؤڈ اسپیکروں اور لاؤڈ میوزک سسٹم کا استعمال، پرشور آتش بازی، ٹیلی ویزن کی بڑھتی ہوئی آواز وغیرہ۔ بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے گاڑیاں شور کے ساتھ ساتھ ہوا میں مزید آلودگی پھیلاتی ہیں، بشمول قلت سماعت جیسے خطرات میں مبتلا ہونے کے خدشات متوقع ہیں، نیز دیوالی جیسے تہواروں کے موقع پر صوتی آلودگی کی سطح ۸۰ ڈی بی تک پہنچ جاتی ہے، جو کہ عام دنوں کی سطح ۵۷۔۶۹ ڈی بی سے دوگنی ہے، خصوصاً دیوالی کے موقع پر صوتی آلودگی کی وجہ سے بہت سے چھوٹے چھوٹے جانوروں، مثلاً بکریوں، مرغیوں، پرندوں اور بہت سے کیڑوں اور مکوڑوں کی جانیں ضائع ہوتی رہتی ہیں، اس حقیقت کا کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔

صوتی آلودگی نے جسمانی صحت کے لئے سنگین مسائل پیدا کئے ہیں، جیسے قوتِ سماعت کا نقصان، شدید ذہنی تناؤ، ذہنی مسائل، بے خوابی، قلبی امراض وغیرہ، شور وشغب صحت انسانی کے لئے بڑا خطرہ بن جاتا ہے، بلکہ صوتی آلودگی سنگین ذہنی اور نفسیاتی مسائل پیدا کر سکتی ہے، جو اگر قابو سے باہر ہو جائیں تو کسی کے لئے جان لیوا ثابت ہو سکتے ہیں، بلکہ قوم ثمود نے حد سے زیادہ سرکشی کی، اللہ تعالیٰ کی سرزمین میں علم بغاوت بلند کی، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں جس عذاب سے دوچار کیا وہ زمین سے بھونچال (زلزلے) اور اوپر سے سخت چیخ، زور کی کڑک تھی، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ" (سورہ ہود: ۶۷)

(اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا اُن کو چنگھاڑ (کی صورت میں عذاب) نے آ پکڑا تو وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے)۔

اسلامی تعلیمات میں بلاضرورت آواز بلند کرنے کو خلاف ادب شمار کیا گیا، جہاں تک اسلامی اصول ہیں، کسی کو بھی کسی بھی طریقہ سے نقصان پہنچانا منع ہے، اسی وجہ سے ہسپتالوں اور تعلیم گاہوں کے پاس قانوناً ہارن بجانا سخت منع ہے، بعض ممالک میں بلاضرورت ہارن بجانے پر قانونی کارروائی (جرمانہ) کی جاتی ہے۔

جہاں حضرت لقمان علیہ السلام کی بے شمار پند و نصیحتیں ہیں جنہیں قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے، ان ہی میں سے ایک خاص قسم کی نصیحت یہ بھی ہے

"وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ" (سورۂ لقمان: ۱۹)

(اور اپنی چال میں اعتدال کئے رہنا اور (بولتے وقت) آواز نیچی رکھنا، کیونکہ (اونچی آواز گدھوں کی ہے اور کچھ شک نہیں کہ) سب آوازوں سے بُری آواز گدھوں کی ہے)۔ یعنی چیخ یا چلا کر بات کرنا اگر پسندیدہ ہوتا تو گدھے کی آواز سب سے زیادہ پسندیدہ سمجھی جاتی لیکن ایسا نہیں ہے، بلکہ گدھے کی آواز سب سے بدترین اور کریہہ آواز قرار دی گئی، حدیث شریف میں آتا ہے کہ گدھے کی آواز سنو تو اللہ سے پناہ مانگو (بخاری ومسلم)۔

نماز ہی ایک ایسی عبادت ہے جو ہر حال میں واجب الادا ہے، خواہ وہ سفر ہو یا حضر، صحت کی حالت ہو یا بیماری کی، بارش کے حالات ہوں یا شدید گرمی کا موسم، امن کی حالت ہو یا خوف کا عالم، ہاں مختلف حالات میں نماز کی کیفیات، اوقات وتعداد رکعات وغیرہ میں ضرور فرق ہوگا۔ ان تمام باتوں کے باوجود نماز میں آواز بلند کرنے کی ممانعت آئی ہے، درمیانی آواز کو پسند کیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها وابتغ بين ذلك سبيلا" (سورۂ اسراء: ۱۱۰)

(اور نماز نہ بلند آواز سے پڑھو اور نہ آہستہ بلکہ اس کے بیچ کا طریقہ اختیار کرو، مذکورہ آیت کے بارے میں ایک حدیث میں سبب نزول وارد ہے کہ ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر حضرت ابوبکرؓ کی طرف سے ہوا تو دیکھا کہ وہ پست آواز سے نماز پڑھ رہے ہیں، پھر حضرت عمرؓ کو دیکھنے کا اتفاق ہوا تو وہ اونچی آواز میں نماز پڑھ رہے تھے، پھر آپ نے دونوں سے پوچھا تو یار غار نے فرمایا کہ میں جس سے مصروف مناجات تھا وہ میری آواز سن رہا تھا، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میرا مقصد سوتوں کو جگانا اور شیطان کو بھگانا تھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبرؓ سے فرمایا کہ اپنی آواز قدرے بلند کرو، اور حضرت فاروق اعظمؓ سے فرمایا کہ اپنی آواز کچھ پست رکھو، (سنن ابوداؤد، وسنن ترمذی)

نیز سورہ حجرات کی آیتوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آواز پست کرنے کو تقوی کی کسوٹی قرار دیا گیا۔

"ان الذین یغضون أصواتھم عند رسول اللہ اولئك الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقوی" (سورۂ حجرات: ۳)

(جو لوگ پیغمبر الٰہی کے سامنے دبی آواز سے بولتے ہیں اللہ نے ان کے دل تقویٰ کے لئے آزما لئے ہیں۔ اس آیت کے نزول کے بعد صحابہ کرامؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور جلالت شان کا پورا پورا خیال کیا کرتے تھے، اپنی آوازوں کو پست ہی رکھا کرتے تھے، الغرض آواز پست رکھنے کو پرہیز گاری کے جانچ کے لئے معیار بنایا گیا۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ بھی درمیانی آواز میں ہی لوگوں سے خطاب فرماتے، بات چیت کا انداز بھی اسی طرح ہوا کرتا تھا، جیسا کہ حضرت عائشہؓ نے آپ کی صفت اس طرح بیان فرمائی:

''لم یکن رسول اللہ ﷺ فاحشا ولا متفحشا ولا صخابا فی الأسواق'' (سنن ترمذی: ۲۰۱۶) (یعنی حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام طور پر اور نہ تکلف سے بدزبانی کرنے والے تھے اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بازاروں میں شور وغل مچانے والے تھے)۔

ہمارے استعمال میں مختلف ایسی چیزیں آتی ہیں جو فضائی آلودگی کا باعث بنتی ہیں، جیسے: آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن، صنعتی فضلات، کھلی جگہوں پر قضاء حاجت، سڑکوں پر تھوکنا، ایسی اشیاء کا استعمال کرنا جو ستی ہوں؛ لیکن تحلیل نہ ہو پاتی ہوں، ذبیحہ کے فاضل اجزاء کو کھلی جگہ پر ڈال دینا، دوسری طرف قدرت نے جن چیزوں میں آلودگی کو جذب کرنے کی صلاحیت رکھی ہے ان کو ختم کر دینا، جیسے درختوں کی کٹائی وغیرہ، اس پس منظر میں درپیش سوالات (فضائی آلودگی) کے ممکنہ جوابات درج ذیل ہیں:

۱- کائنات خداوندی میں ہر اس چیز سے بچنا ضروری ہے جو فضائی آلودگی کا باعث بنتی ہو، اللہ تعالی کے مخلوق کو خواہ وہ چرند ہوں یا پرند، انسان ہوں یا چوپائے، ہر ایک کی خیر خواہی حضرت انسان پر لازم ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "لاضرر ولاضرار" (سنن ابن ماجہ) یعنی نہ خود نقصان اٹھاؤ اور نہ ہی کسی کو نقصان پہنچاؤ۔ نیز جو صاحب استطاعت ہو وہ ان چیزیں استعمال نہ کرے جن سے آلودگی پیدا ہوتی ہو، ہر لحاظ سے ماحول کا تحفظ مقدم ہے اور قابل ترجیح ہے، لہذا سستی چیزیں جو دھواں پیدا کرتی ہوں، ماحول کو خراب کرتی ہوں، فضا کو مکدر کرتی ہوں، بیماریوں کا باعث بنتی ہوں، ایسی تمام چیزوں کا استعمال خاص کر صاحب حیثیت شخص پر ممنوع ہے، بلکہ فساد کا باعث ہے جب کہ شریعت میں فساد سے منع کیا گیا ہے، یا فضائی آلودگی کو بڑھاوا دینے والی چیزوں کا استعمال بھی فساد فی الارض کا باعث ہے، ارشاد باری ہے:

"وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ" (سورۂ اعراف: ۸۵)

(اور زمین میں اصلاح کے بعد خرابی پیدا نہ کرو اگر تم صاحب ایمان ہو تو سمجھ لو کہ یہ بات تمہارے حق میں بہتر ہے)۔

۲- جو ایندھن زیادہ سے زیادہ دھواں خارج کرتے ہوں، جس کے نتیجہ میں فضائی آلودگی پیدا ہوتی ہو، ایسے تمام ایندھنوں کے استعمال سے بچنا ضروری ہے، خواہ اس کی ممانعت حکومتوں کی طرف سے ہو یا نہ ہو، اس لئے کہ شریعت کا منشا یہی ہے کہ جلب مصلحت کو دفع مضرت پر ترجیح دی جائے، شریعت کا یہ بھی اصول مد نظر رکھنے کی ضرورت ہے، مثال کے طور پر اخف الضررین یا اہون البلیتین کو ترجیح دینا ضروری ہے۔ لہذا کم سے کم دھواں یا آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن خواہ وہ شمسی توانائی ہو یا گیس، ماحول کو صاف اور شفاف رکھنے کی خاطر سارے لوگوں پر اس کا استعمال ضروری ہے؛ تا کہ فضائی آلودگی سے ماحول کی حفاظت کی جائے، صحت مند ماحول سے ہی سارے انسانوں اور حیوانات کی سلامتی مضمر ہے، آج ماحول میں کثافت اور آلودگی کی بنیادی وجہ عدم توازن ہے، ہوا میں موجود کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس کی جتنی مقدار پیڑ پودے جذب کر کے صاف کر سکتے تھے اس سے کہیں زیادہ مقدار ہم ہوا میں خارج کر رہے ہیں، ماحولیاتی توازن بگڑ چکا ہے، جانداروں کی صحت تو خطرے میں ہے ہی، وجود بھی خطرے میں پڑ رہا ہے، لہذا ایسی صورت میں کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال شرعا واجب ہے؛ تا کہ ہر جاندار کو صحت مند ماحول میں سانس لینے کا پورا حق مل سکے، اس جہاں میں انسانوں کے ساتھ ہر چرند و پرند کو بھی جینے اور سانس لینے کا حق ہے، فضائی آلودگی سے تحفظ کے لئے ہر ممکن کوشش واجب ہے، کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کو ترجیح دینا ضروری ہے۔

۳- جنریٹر جو مٹی کے تیل یا ڈیزل سے چلتے ہیں، زیادہ شور وغل کا باعث بھی ہوتے ہیں اور دوسری طرف فضائی آلودگی کا باعث بھی ہیں، اسی وجہ سے سرکاری اداروں کی طرف سے ایسے جنریٹروں کے استعمال پر ممانعت ہے، لہذا کم سے کم دھواں پیدا کرنے والے ایندھنوں کا استعمال واجب ہوگا؛ تا کہ ماحول کو

نقصانات اور بیماریوں سے بچایا جائے۔ نیز کثافت، آلودگی اور گندگی بھی فساد کی ایک شکل ہے، جس کی وجہ سے فضا بوجھل ہے اور دوسری طرف اسراف کی وجہ سے معاشرے میں زبردست ناہمواری پیدا ہورہی ہے، ہم خیر امت ہیں، ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم ہر فساد کو روکنے کی بھرپور کوشش کریں، انجن میں استعمال ہونے والے مواد یعنی ڈیزل اور گیس میں ۴۰ قسم کے خطرناک آلودگی پیدا کرنے والے اسباب پائے جاتے ہیں۔ ۷۰ فی صد ماحولیاتی آلودگی گاڑیوں کی وجہ سے ہے، تو ایسی صورت حال میں شرعاً کم دھواں پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال واجب ہوگا؛ تاکہ ماحول کو اس کے نقصان سے بچایا جاسکے اور ماحول کو صحت مند بنانے میں سب کا تعاون شامل ہو۔

۴- ڈیزل چونکہ فضا کو زیادہ کثیف کرتا ہے، ایندھن اور توانائی کے استعمال میں توازن کی اشد ضرورت ہے، تجربات اور مشاہدات کی روشنی میں شمسی توانائی کے ذریعہ بڑے فائدے حاصل ہورہے ہیں، ایسی صورت میں شمسی توانائی کو بطور ایندھن استعمال کرنا شرعی نقطہ نظر سے صاحب استطاعت افراد واشخاص، مساجد و مدارس اور اداروں کے لئے مستحب و مستحسن عمل ضرور ہے اگر چہ اس توانائی کے لگانے میں ایک بار خطیر رقم استعمال ہوتی ہو، شمسی توانائی کی مشینری پر حکومت رعایت اور مدد بھی فراہم کرتی ہے، آج کل امت مسلمہ مساجد کی تعمیر پر لاکھوں روپے خرچ کرتی ہے کیوں نہ اس میں کا کچھ حصہ شمسی توانائی کے لئے خرچ کی جائے، مساجد و مدارس کو بجلی سے آزاد کردیا جائے، اس کے برعکس گلی گلی، محلے محلے میں چلنے والے کارخانے اور اس سے نکلنے والے دھوئیں کی وجہ سے ماحول پراگندہ ہوتا ہے اور آلودگی پھیل کر ماحول مسموم ہوتا جاتا ہے، اللہ کی پناہ۔ مذکورہ صورت حال میں شرعی نقطہ نظر سے صاحب استطاعت افراد واشخاص، مساجد و مدارس اور اداروں کے لئے آلودگی سے محفوظ اس توانائی کا استعمال مستحب اور مستحسن عمل ضرور ہوگا۔

۵- جو بھی قانون معاشرہ کی سلامتی اور انسانی بھلائی کے نقطہ نظر سے وضع کئے جاتے ہوں ان پر عمل کرنا معاشرہ کی دینی اور اخلاقی ذمہ داری میں شامل ہے، اس کی خلاف ورزی یقیناً جرم عظیم ہے، ایسی صورت میں ماحولیات کے تحفظ کی خاطر خلاف ورزی کرنے والوں کے خلاف کسی مناسب سزا کا اعلان اور اس پر عمل کرنا درست ہوگا، نیز انسانی بھلائی کے لئے بنائے جانے والے قوانین کی خلاف ورزی غیر اخلاقی اور غیر انسانی تصور کئے جائیں گے؛ بلکہ مفاد عامہ کی خاطر یا انسانی بھلائی کے لئے بنائے جانے والے قوانین کی خلاف ورزی کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہوگی۔

۶- آلودگی سے پاک معاشرہ قائم کرنے کی غرض سے کھلی جگہوں میں پیشاب یا قضائے حاجت سے منع کیا گیا، فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

''اتقوا اللعانین قالوا: وما اللعانان یارسول اللہ؟ قال: الذی یتخلی فی طریق الناس أو فی ظلھم'' (مسلم عن ابی ھریرۃ)

(یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو موجب لعنت چیزوں سے بچو، صحابہؓ نے سوال کیا کہ وہ کیا ہیں؟ فرمایا: جو لوگوں کے راستہ میں یا ان کی سایہ میں قضاء حاجت کرتا ہو)، نیز پانی کو پاک صاف رکھنے کا حکم، گندگی ڈالنے، یا اس میں پیشاب وغیرہ کرنے سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا۔

''عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ قال: ''لا یبولن أحدکم فی الماء الدائم ثم یتوضأ منہ''

(یعنی تم میں سے کوئی ٹھہرے ہوئے پانی میں ہرگز پیشاب نہ کرے پھر اُسی سے وضو بھی کرے) (ابن ماجہ: ۳۴۴، ترمذی: ۶۸)

جانوروں کے اجزاء جو بیماریوں کے سبب بنتے ہوں جیسے خون، اوجھڑی وغیرہ جو تعفن کا سبب بنتے ہیں یا مہلک امراض کے اسباب میں شمار کئے جاتے ہوں، ایسی صورت میں افراد اور حکومتوں کی ذمہ داری ہے کہ ان اجزاء کو کسی محفوظ مقام پر دفن کردیا جائے تاکہ مہلک بیماریوں سے بچا جائے، حفظ ماتقدم کے طور پر پہلے سے ایسے مقامات کی نشاندہی ہو جہاں جانور ذبح کرنے والے ان اجزاء کو دفن کرسکیں، ان چیزوں کو زمین میں دفنا نا پانی میں پھینکنے سے بہتر ہے، یہ بلدیات اور حکومتوں کی ذمہ داری ہے، بعض مقامات پر حکومتوں کی طرف سے حفظان صحت کے لئے ساری تدبیریں کی جاتی ہیں، نیز جہاں حکومتی سطح پر کام نہ ہوتا ہو افراد کی بھی ذمہ داری ہے، صحت مند معاشرہ کا قیام سب کی کوششوں سے ہی ممکن ہے۔

۷- ماحولیات کی حفاظت ہر چیز پر مقدم ہے، خاص کر ماحولیات کی کثافت اور آلودگی میں اضافہ کرنے والی چیزوں میں پلاسٹک کا بڑا دخل ہے، اگر اسے جلایا بھی جائے تو کثیف دھواں پیدا ہوتا ہے، جس کے نتیجہ میں آلودگی میں اضافہ ہوتا ہے، لہذا اس کے استعمال پر پابندی لگانا حکومتوں کی ذمہ داری ہے اور اس کے استعمال سے بچنا عوام وخواص پر واجب ہے، جیسا کہ تجربات اور مشاہدات شاہد ہیں کہ پلاسٹک زمین میں تحلیل نہیں ہوتے اور جانور اسے کھالیتے ہیں تو بدہضمی کی وجہ سے پیٹ پھول کر بڑی اذیت کے ساتھ مرجاتے ہیں، پلاسٹک سے بنے اشیاء ماحول کے لئے بہت بڑا خطرہ ہیں، لہذا پلاسٹک کی

تھیلیاں، بوتل، ڈبے وغیرہ سے گریز کرنا بھی اللہ تعالی کے قدرتی نظام میں توازن کو قائم رکھنے کے برابر ہے، لہٰذا ایسی چیزوں کا استعمال شرعاً (''الضرر یزال'' کے قاعدے کے تحت) درست نہیں ہے، نیز اس کے استعمال سے روکنے کے لئے حکومت اگر سخت کارروائی کرے یا جرمانہ عائد کرے تو اس میں شرعاً کوئی قباحت نظر نہیں آتی۔

۸- تمباکو کی چیزیں خواہ وہ سگریٹ ہو یا بیڑی، حقہ وغیرہ جس کے جلنے سے دھواں خارج ہوتا ہے، اس میں کافی مقدار میں خطرناک کیمیائی مادے شامل ہوتے ہیں جو سانس کے پورے راستے یعنی حلق، سانس کی نلی اور پھیپڑوں کو متاثر کرتے ہیں، ان میں بیشتر مادے کینسر پیدا کرنے والے ہوتے ہیں، ان کے استعمال کرنے والے تو نقصان میں رہتے ہی ہیں، ساتھ میں آس پاس کے لوگ اور ہر ذی روح متاثر ہوتا ہے، خاص کر کم سن بچوں کو زیادہ نقصان ہوا کرتا ہے، اس دھواں کی وجہ سے سانس کی تکلیف، گھٹن، دمہ، استھما اور پھیپڑوں کا انفیکشن بھی ہوتا ہے، لہذا اس کا استعمال کراہت یعنی مکروہ تنزیہی ضرور ہے، نیز قانوناً جن مقامات پر سگریٹ نوشی وغیرہ کی ممانعت ہو، وہاں سگریٹ وغیرہ پینا شرعاً جائز نہیں ہوگا، دفع مضرت ہر حال میں مقدم ہے۔

۹- پاکی صفائی دین اسلام میں نصف ایمان قرار دیا گیا ہے، نیز اسلام ہمیں بہترین آداب سکھاتا ہے، یہاں تک کہ قضاءِ حاجت کے طور طریقہ اور آداب پر مشتمل اصول حدیث کی کتابوں میں بیان کئے گئے ہیں، آلودگی سے پاک معاشرہ قائم کرنے کی غرض سے کھلی جگہوں میں پیشاب یا قضائے حاجت سے منع کیا گیا، فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

''اتقوا اللعانين قالوا: وما اللعانان يارسول الله ؟ قال: الذى يتخلى فى طريق الناس أو فى ظلهم'' (مسلم عن ابی هريرة)

(یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو موجب لعنت چیزوں سے بچو، صحابہؓ نے سوال کیا کہ وہ کیا ہیں؟ فرمایا: جو لوگوں کے راستہ میں یا ان کی سایہ میں قضاء حاجت کرتا ہو)، نیز پانی کو پاک صاف رکھنے کا حکم، گندگی ڈالنے، یا اس میں پیشاب وغیرہ کرنے سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا۔

''عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال: لا يبولن أحدكم فى الماء الدائم ثم يتوضأ منه''

یعنی تم میں سے کوئی ٹھہرے ہوئے پانی میں ہرگز پیشاب نہ کرے، پھر اسی سے وضو بھی کرے) (ابن ماجہ: ۳۴۴، ترمذی: ۶۸، امام ترمذی نے باب باندھا ہے: ''باب ماجاء فی کراهية البول فى الماء الراكد'') یعنی ٹھرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے کی ممانعت۔ نیز اس طرح کی اور بھی بہت سے تعلیمات کتاب وسنت سے ثابت ہیں، ان پر عمل کی ضرورت ہے، اسلام پاکی صفائی کو بہت اہمیت دیتا ہے اور ناپاکی کو دور کرنے کے احکام بھی مفصلاً وارد ہیں۔

۱۰- اسلام پاکی وصفائی کی تعلیم دیتا ہے، جگہ جگہ تھوکنا خلاف ادب ضرور ہے، نیز مضر صحت بھی ہے، مہلک جراثیم پیدا ہونے کا سبب بھی ہے، سائنس کی تحقیق بھی یہ ثابت کر رہی ہے کہ یہ عمل خطرناک ہے، سڑک پر تھوکنا ماحول کو آلود کرتا ہے، تھوک میں شامل جراثیم لوگوں کو متاثر کرتے ہیں، گٹکا اور اسی قبیل کی چیزیں کیمیائی مادوں کے ساتھ خارج ہو کر عوام کو خطرے میں ڈالتے ہیں، تو ایسی صورت میں متعلقہ اداروں کے ہدایات پر عمل کرنا ''ازالۃ النجاسۃ واجبۃ'' کے اصول کے تحت ضروری ہے۔

۱۱- ماحولیات کے تحفظ کی خاطر مذکورہ بالا اشیاء جو شعاعوں کو جنم دیتی ہیں، پرندوں کے لئے خطرے کا باعث بنے ہوئے ہیں، ان کا استعمال ضرورت سے زیادہ کرنا درست نہیں ہے، حتی المقدور ہر فرد یہ کوشش کرے کہ اس طرح کی چیزیں صرف ضرورت پر ہی استعمال کرے، ماحولیات کا تحفظ مقدم رکھے، جب تک ہر ذی شعور شہری اجتماعی مصلحتوں کا لحاظ نہیں رکھے گا ماحول کو آلودگیوں سے محفوظ رکھنا مشکل ہی ہوگا؛ کیونکہ اس ترقی یافتہ دور میں مشینی اشیاء کے استعمال میں دن بدن اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے۔ واللہ المستعان

۱۲- الف: اسلام شجر کاری کی تعلیم دیتا ہے، بلکہ اسے صدقہ جاریہ کے ضمن میں شامل کرتا ہے؛ کیونکہ ہر قسم کا سبزہ حیات بخش آکسیجن پیدا کرتا ہے اور زہریلی کاربن ڈائی آکسائیڈ کو جذب کر کے اسے گلوکوز میں تبدیل کرتا ہے، لہذا کسی بھی طرح کے سبزے کو برباد کرنا فساد ہے، سبزہ لگانا، اس کی دیکھ بھال کرنا، اس کی حفاظت کرنا عمل صالح اور کار خیر ہے، ایسی صورت میں مادی منفعت کے حصول کے لئے بلا ضرورت درختوں کو کاٹنا اور پلاٹس بنا کر آبادیوں کو بسانا درست نہیں ہے، اجتماعی مفادات ہمیشہ انفرادی مفادات پر مقدم ہیں۔ نیز ان جنگلات کو ختم کرنے اور پلاٹس بنانے پر حکومتوں کی طرف سے بھی ممانعت پر مشتمل سخت

قوانین بنائے گئے ہیں، ان پر عمل بھی واجب ہے؛ کیونکہ موسم محکمیات کا دعوی ہے کہ ہریالیوں کے سبب سے ہی بارشیں ہوا کرتی ہیں، درختوں کو کاٹنا، جنگلات کو آبادیوں میں تبدیل کرنا خلاف فطرت ہے، قدرتی مناظر کو ختم کرنا نسل کشی کے مترادف ہے، لہذا علماء کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ عوام کو بتائیں کہ جنگلات کو ختم کرنا صحیح نہیں ہے، ماحولیات کا تحفظ سب پر لازم ہے، جنگلات کو ختم کرنے کے نقصانات کیا ہیں؟ عوام میں بیداری پیدا کرنے کی سخت ضرورت ہے، مہم چلانے کی ضرورت ہے، جیسا کہ خود طلبہ کی ذہن سازی کے طور پر تعلیمی نصاب کی کتابوں میں مندرجہ ذیل معلومات درج ہیں:

1- MORE TREES MORE RAINS-

2- IF YOU KILL NATURE NATURE WILL KILL YOU,

3- TREES ARE THE GREEN LUNGS OF THE COUNTRY,

4- TREES PURIFY AIR ,

5- TREES PREVENT SOIL EROSION ,

6- TREES HELP US TO CONTROL FLOODS ,

7- FOREST ARE THE WEALTH OF A NATION WE DO NOT GET NORMAL RAINFALL...FOREST ARE THE WEALTH OF NATION BUT NOW A DAYS... IT IS DUE TO THE DISAPPEARANCE OF FOREST...THE TOTAL FOREST AREA IN INDIA HAS DECREASED IN THE LAST 10 YEARS...TREES ARE CUT DOWN FOR TIMBER,FIREWOOD,PAPER INDUSTRY AND MATCH INDUSTRY...IN THE NAME OF DEVOLOPMENT

8- WE ARE DESTROYING FORESTS...AFFORESTATION MEANS PLANTING MORE AND MORE TREES,FOR EVERY TREE CUT ONE NEW TREE MUST BE PLANTED.

9.THE SLOGAN NOW IS "ONE FAMILY ONE TREE" TREE PLANTING WEEKS ARE CELEBRATIED IN OUR COUNTRY,

10- TREES ARE PLANTED TO AVOID TSUNAMI...

یعنی شجرکاری کی کثرت موجب باراں ہے، اگر تم قدرتی وسائل وذرائع کو ختم کروگے تو قدرتی وسائل تمہیں ختم کردیں گی، یہ جنگلات ملک کے تنفسی نظام پر مشتمل ہیں، یہ سیلاب کا تدارک کرتے ہیں بلکہ یہی درخت مٹی کے تودوں کو سیلاب میں بہنے سے روکتے ہیں، حقیقت تو یہ ہے کہ جنگلات ہر ملک کا عظیم سرمایہ ہیں، جہاں جنگلوں کو ختم کیا جاتا ہے وہاں بارش بھی کم ہوتی ہے، تجزیہ نگاروں کی رپوٹ کے مطابق گزشتہ دس سالوں میں جنگلات ختم کرتے کرتے بارشیں کم ہوتی چلی گئیں، بلکہ ان جنگلوں کو مختلف کارخانوں کی خاطر ختم کیا گیا مثلاً ترقی اور تمدن کے نام سے، ایندھن کی غرض سے، کاغذات کی فیکٹری کے لئے اور دیاسلائی بنانے کی غرض سے وغیرہ، الغرض آج کے دور میں جتنے درخت کاٹے گئے اتنے ہی درخت لگانے کی ضرورت ہے، آج کل شجرکاری کو فروغ دینے کی غرض سے شجرکاری کے ہفتے منعقد کئے جاتے ہیں، یہ صدادی جاتی ہے کہ ہر گھر والے ایک درخت لگا کر شجرکاری کے موضوع میں حصہ لے، نیز سنامی سے بچنے کی خاطر/ روک تھام کی غرض سے شجرکاری ضروری ہے، جنگلات ملکی سرمایہ ہیں جو ملک کو سنامی جیسے آفات سے بچاتے ہیں۔

ب- شجرکاری اسلام کی نظر میں کار خیر اور صدقہ جاریہ ہے، بلکہ ماحولیات کی سلامتی کی خاطر دین فطرت نے یہ تعلیم دی ہے کہ دنیا کو ہریالیوں سے آباد کیا جائے، درخت لگائے جائیں، زراعت کی جائے خواہ قیامت کھڑی ہوجائے، ارشاد فرمایا: ''إذا قامت الساعة وفي يد أحدكم فسيلة فليغرسها'' (متفق عليه عن أنس) (یعنی جب قیامت قائم ہوجائے اس حال میں کہ تمہارے ہاتھ میں کوئی پودا بھی ہو تو اس کو لگا دینا چاہئے)، یعنی شجرکاری کو عام کرنے اور جنگلات اور درختوں کی بے جا کٹائی پر پابندی لگانے کی ضرورت ہے۔

حج اور عمرہ کی نیت سے لاکھوں اللہ کے بندے مکہ مکرمہ پہنچتے ہیں، ان کی صحت وتندرستی اور سلامتی بھی شریعت کی نظر میں ملحوظ ہے، نیز فضائی آلودگی سے حدود حرم کو بچانے کی غرض سے درختوں کو کاٹنے سے منع کیا گیا، حالانکہ وہاں صرف ببول اور جھاؤ کے درخت ہی ہوا کرتے تھے، نیز جو درخت سایہ دار ہوتے ہیں اس کے سایہ سے ہر مخلوق مستفید ہوا کرتی ہے، ایسے درختوں کو کاٹنے والے کے لئے عذاب جہنم کی دھمکی دی گئی، ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

''من قطع سدرة صوب الله رأسه في النار'' (سنن ابوداؤد: ۵۲۳۹) (یعنی جس شخص نے ببول کے درخت کو (کسی چٹیل میدان وغیرہ میں)

کاٹ دیا جس سے (مسافر اور دیگر چوپائے سایہ حاصل کرتے ہیں) اللہ تعالی اس کو دوزخ میں جلائے گا)۔ اسی طرح کھیتی باڑی کرنے کی فضیلت میں ارشاد فرمایا:

''مامن مسلم يغرس غرسا أو يزرع زرعا فيأكل منه طير أو إنسان أو بهيمة إلا كان له به صدقة'' (مسلم) (یعنی جو بھی مسلمان کوئی درخت لگائے یا کاشت کاری کرے جس سے پرندے یا انسان یا چوپائے کھائے تو اس کے لئے اس عمل کے بدلہ میں صدقہ کا ثواب ہے)۔

امام شاطبیؒ نے لکھا ہے: '' وقد اتفقت الأمة بل سائر الملل على أن الشريعة وضعت للمحافظة على الضروريات الخمس وهي: الدين، والنفس، والعقل، والمال، والنسل، وليس يخفى أن ثلاثا على الأقل من هذه الضروريات الخمس وہی النفس والنسل والعقل، لا تكتمل المحافظة عليها إلا بحفظ الصحة''

یعنی ساری امتوں کا اتفاق ہے کہ شریعتیں پانچ ضروری چیزوں کی حفاظت کی خاطر وضع کی گئی ہیں: دین، جان، نسل، مال اور عقل، ان پانچ چیزوں میں سے تین کی حفاظت صحت وتندرستی کی حفاظت کے ساتھ ہی منسلک ہے (الموافقات)۔

صوتی آلودگی سے متعلق چند سوالوں کے جوابات:

صوتی آلودگی بھی انسان کے لئے کچھ کم مضرت رساں نہیں اور یہ شور اور غیر معتدل آواز کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، اس پس منظر میں سوال کے جوابات پیش خدمت ہیں:

۱- صوتی آلودگی یقیناً ماحولیاتی مسائل میں سے ایک گمبھیر مسئلہ ہے، اس کی وجہ سے ماحولیات اور صحت کے حوالے سے بہت سی مشکلات پیدا ہوئی ہیں، پرشور مشینیں انسان کی سماعت اور مستقل صحت پر اثر انداز ہوتی ہیں، صوتی آلودگی گہری نیند کے لئے رکاوٹ ہے، صوتی آلودگی کی وجہ سے ایک انسان مسلسل اضطرابی کیفیت سے جھنجلاتا ہے، ایسی صورت میں مسلسل ہنگاموں سے بچنے کی خاطر نیز صحت وتندرستی کو ترجیح دینے کی خاطر حکومت کی طرف سے ان پرشور مشینوں کو آبادی سے باہر لگانے کی ہدایت ہو تو یہ ہدایت شرعاً قابل عمل ہے، چونکہ شریعت کی نظر میں جلب مصلحت اور دفع مضرت ہر حال میں قابل لحاظ ہے، اس طرح کی ہدایتیں عوام کی بھلائی اور فلاح وکامرانی کے لئے ہوا کرتی ہیں، عوام الناس پر ان ہدایات کی خلاف ورزی درست نہیں ہے، ''انما الطاعة في المعروف'' (المصنف لابن أبي شيبة) یعنی بھلائی کے کاموں میں اطاعت لازم ہے۔

۲- انٹرنیشنل ریسرچ جرنل آف انوائرنمنٹل سائنس کے ذریعہ مدھیہ پردیش کے ضلع مورینہ میں مختلف مقامات مثلاً تجارتی علاقے، خاموش مقامات، رہائشی علاقے میں صوتی آلودگی کی سطح پر ایک مطالعہ کیا گیا۔ اس میں پایا گیا کہ بہت زیادہ ہارن بجانا، اور قابل مرمت گاڑیوں سے پیدا ہونے والی تیز آوازیں صوتی آلودگی کے بڑے اسباب میں سے ہیں، صوتی آلودگی کے حوالے سے ملک کے کئی حصوں میں متعدد تجزیے کئے گئے ہیں، مشاہدے سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ اس لعنت کا سب سے بڑا سبب موٹر ٹرانسپورٹ ہے، لہٰذا قوموں میں صوتی آلودگی کے خطرناک نتائج کی تشہیر کی جائے، قوم میں بیداری پیدا کی جائے، پھر قوانین کے ذریعہ صوتی آلودگی پر قابو پانا حکومتوں کی ذمہ داری ہے اور عوام پر اس معروف کی اطاعت واجب ہے۔

۳- مذکورہ عمل یقیناً مذموم ہے، شور وہنگامہ پیدا کرنا خواہ وہ کسی دینی حلقوں یا جلسوں میں DJ کا استعمال ہو، اس سے دوری ضروری ہے، شریعت کا یہ اصول بھی ہے: '' قال رسول اللهﷺ: لاضرر ولاضرار '' (رواه ابن ماجه والنسائي، مؤطا مالك) (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہ خود نقصان اٹھاؤ اور نہ کسی کو نقصان پہنچاؤ)، لہٰذا صوتی آلودگی کی یہ شکل بھی ایک شرارت اور فساد کے ساتھ قابل مذمت عمل ہے۔

۴ '' قال رسول اللهﷺ: انما الطاعة في المعروف''۔ (مصنف ابن ابی شیبہ) (یعنی بھلائی کے کاموں میں اطاعت لازم ہے)

مذکورہ حدیث کی روشنی میں عوام پر اس طرح کے قوانین کی پابندی کرنا واجب ہے جس کا تعلق مصلحت عامہ سے ہے، شرعی نقطہ نظر یہ ہے کہ جلب مصلحت کو دفع مضرت پر ترجیح دی جائے؛ کیونکہ صوتی آلودگی جسمانی صحت کے لئے سنگین مسائل پیدا کر رہی ہے جیسے قوت سماع کا نقصان، ذہنی تناؤ کی سطح میں اضافہ، بے خوابی، قلبی امراض شدید ذہنی تناؤ، چھوٹے چھوٹے جانوروں جیسے کیڑوں مکوڑوں، مرغیوں، چوزوں اور بکریوں وغیرہ کی اموات بکثرت ہوتی ہیں، نیز دیگر بہت سے مسائل در پیش ہیں۔ شور وغل صحت کے لئے ایک بڑا خطرہ بن جاتا ہے جب وہ حفاظتی سطح کو پار کر لیتا ہے، لہٰذا لوگوں میں ماحولیاتی خطرے کے حوالے سے بیداری پیدا کرنے کی بھی اشد ضرورت ہے، جب تک قوم میں صحیح شعور نہیں پیدا ہوگا ماحولیات کا تحفظ ممکن نہ ہوگا۔

☆☆☆

فضائی اور صوتی آلودگی اسلام کی نظر میں

مولانا ضیاء الدین قاسمی ندوی خیر آبادی[1]

خالق کائنات نے اپنے فضل وکرم سے اس کائنات کو وجود بخشا اور زمین، چاند، سورج، ستاروں، پہاڑوں، وادیوں، گلزاروں، کہساروں، آبشاروں اور سبزہ زاروں سے سجایا، پھر انسان کو اس میں بسایا اور تمام مخلوقات کو خواہ جمادات ہوں یا نباتات یا حیوانات، ہر ایک کو انسان کے لیے مسخر کردیا۔ اللہ تعالی نے تسخیر کائنات کا ذکر مختلف پیرائے میں قرآن مجید میں بار بار کیا ہے، انسان کو احساس دلانے کے لیے کہ قدرت کے اس عطیہ کی قدر کرے اور اس کی ضرورت وافادیت کو محسوس کرتے ہوئے ان قدرتی مناظر اور فطری نظام میں فساد نہ پیدا کرے؛ کیوں کہ جب اس نظام میں بگاڑ پیدا ہوگا اور زمین، فضا اور ماحول اپنی فطری ہیئت سے ہٹ جائیں گے تو طبعی طور پر اس کے منفی اثرات انسانی زندگی اور اس کی متوازن حالت پر پڑیں گے، جس کا خمیازہ بہرصورت نسل انسانی کو بھگتنا پڑے گا۔

اللہ تعالی نے زمین وآسمان میں جو چیزیں پیدا کی ہیں، وہ سب اپنے حسن وجمال، اوصاف وفوائد میں بے نظیر وبے مثال ہیں، ہر ایک کا انسانی زندگی پر خاص اثر ہے، چاہے زمین ہو یا فضا وخلا، اسی لیے اللہ تعالی نے انسانوں کو تاکیدی حکم دیا ہے کہ اس میں خرابی اور بگاڑ نہ پیدا کرو، لہذا فرمایا:

"ولا تفسدوا فی الأرض بعد إصلاحها" (اعراف: ۸۶) (اور زمین میں اس کی درستگی کے بعد فساد نہ پھیلاؤ)۔

"کلوا واشربوا من رزق الله ولا تعثوا فی الأرض مفسدین" (بقرۃ: ۶۰) (کھاؤ اور پیو اللہ کے رزق میں سے اور زمین میں فساد پھیلاتے مت پھرو)۔

فساد کی اصل:

علامہ راغب اصفہانی نے ''مفردات القرآن'' میں فساد کی حقیقت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

''الفساد في أصل اللغة: هو تغيير الشيء عن الحال السليمة وخروجه عن الاعتدال، فهو ضد الصلاح، يقال: فسد اللبن والفاكهة والهواء، إذا اعتراه تغيير أو عفونة حتى أصبح غير صالح، ثم استعمل لغة في جميع الأشياء والأمور الخارجة عن نظام الاستقامة، كالبغي والظلم والفتنة، وعليه قوله تعالى: ظهر الفساد في البر والبحر''۔

(فساد کا معنی لغت میں کسی چیز کی حالت سلیمہ کا بدل جانا اور اس کا اعتدال سے نکل جانا ہے، فساد، صلاح کی ضد ہے، کہا جاتا ہے: دودھ خراب ہوگیا، میوہ خراب ہوگیا، ہوا خراب ہوگئی، جب کہ اس میں تغیر آجائے اور تعفن پیدا ہوجائے، یہاں تک کہ بالکل خراب ہوجائے، پھر بعد میں فساد کا لفظ لغوی اعتبار سے ان تمام اشیاء اور امور کے لیے استعمال کیا جانے لگا، جو نظام استقامت سے نکل گئے ہوں، جیسے: بغاوت، ظلم، فتنہ، اور اللہ کا فرمان: ظہر الفساد۔ اسی معنی میں ہے) [بحوالہ: اسلام اور ماحولیات، از: جہانگیر حیدر قاسمی، ص: ۵۸]۔

عربی کی مستند لغات جیسے القاموس المحیط، لسان العرب، الصحاح، القاموس الوحید اور مصباح اللغات وغیرہ میں بھی فساد کا معنی: ''نظام فطرت میں تبدیلی لانا، بگاڑ پیدا کرنا'' لکھا ہے۔

ماحولیاتی آلودگی:

فضائے کائنات اور ماحول کو اس کی فطری ساخت پر قائم رکھنا اور اس میں اپنے عمل سے خرابی نہ پیدا کرنا بھی انسان کی اہم ذمہ داری ہے:

---

[1] اترار ی، خیر آباد، مئو، یوپی۔

کیوں کہ صلاح ارض کا صرف یہی معنی نہیں ہے کہ اس میں شرک وکفر اور ضلالت نہ پھیلائی جائے، جیسا کہ "ولا تفسدوا فی الأرض بعد إصلاحها" [الاعراف] کی عام تفسیر کی جاتی ہے، بلکہ "بعد إصلاحها" کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس نظام کو فطری طور پر آسمان وزمین کی تخلیق کے دن سے قائم کیا ہے، اس میں مداخلت کر کے اس میں غیر متوازن اور انسانی زندگی کے لیے نقصان دہ نہ بنایا جائے۔

ہم جس عہد وزمانہ میں سانس لے رہے ہیں، یہ مادی ترقی کا دور کہا جاتا ہے، ہم اس عہد کو مشینی عہد کہہ سکتے ہیں اور سائنسی ایجادات، مشینی آلات کی بہتات نے فضائے کائنات کو اتنا کثیف بنادیا ہے کہ ماحولیاتی آلودگی، انسانی زندگی کے لیے وبال جان بن گئی ہے اور اس کی قدرتی ساخت میں سیکڑوں قسم کا فساد پیدا ہوگیا ہے، دن بدن یہ فساد بڑھتا ہی جارہا ہے، اور دنیا غیر فطری انداز میں ہلاکت کے قریب تر ہوتی جارہی ہے، ذیل میں ہم ارضیات وفلکیات کے ماہرین اور ماحولیات پر نظر رکھنے والے محققین کی تحقیقات اور سروے اپنے انداز میں پیش کر کے یہ بتانا چاہیں گے کہ ماحولیاتی آلودگی خاص کر فضائی آلودگی اور صوتی آلودگی کس سطح پر پہنچ چکی ہے اور اسلام کا ماحول کی حفاظت میں کیا نظریہ اور اس کی کیا تعلیمات ہیں؟

پروفیسر سجاد ضیغم لکھتے ہیں:

''سائنس وٹیکنالوجی کے میدان میں ہونے والی بے پناہ ترقی مختلف النوع ایجادات، گوناگوں تحقیقات اور انتہائی مفید طبی، کیمیائی اور حیاتیاتی دریافتوں سے انسان نے اپنے لائف اسٹائل کو ماضی کے مقابلے میں بہت بہتر اور آسان بنالیا ہے، لیکن معیار زندگی کو بہتر بنانے کی انسانی کاوش کے قدرتی ماحول پر انتہائی بھیانک اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ ماحول کے آلودہ ہونے کا منطقی نتیجہ مختلف قسم کے خوف ناک اور مہلک امراض اور گلوبل وارننگ کی صورت میں برآمد ہوا ہے، ماحولیاتی آلودگی کی سب سے بڑی وجہ صنعت کاری کا فروغ، جنگلات کا خاتمہ، شہروں کا بہت بڑھنا، اسی طرح غذائی اجناس کی کمی دور کرنے کے لیے اور فصلوں کی پیداوار بڑھانے کے لیے کھادوں، کیڑے ماردواؤں، جڑی بوٹیوں اور گھاس پھوس کو ختم کرنے والی ادویات اور اسپرے کا استعمال کیا جاتا ہے۔

آلودگی کی مختلف قسمیں ہیں، مثلاً: زمینی آلودگی، آبی آلودگی، ہوائی آلودگی، شور کی آلودگی وغیرہ، آلودگی خواہ کسی قسم کی ہو، اس سے انسانی صحت اور قدرتی ماحول بہت بری طرح متاثر ہورہے ہیں'' [از: ماحولیاتی آلودگی کے خوفناک اثرات]۔

فضائی آلودگی:

یو، این، او (U,N,O) کے ایک ذیلی ادارے کے تحقیقی سروے کرنے والے ماہرین کی ٹیم کے ایک جائزے کے مطابق دنیا میں ہر سال تین ملین لوگ صرف فضائی آلودگی کی وجہ سے مرجاتے ہیں، ماہرین کے مطابق گرین ہاؤس گیسوں کے اخراج کی وجہ سے گلوبل وارمنگ میں اضافہ ہورہا ہے، جس کی وجہ سے روئے زمین پر پائے جانے والے جانداروں کو شدید خطرات لاحق ہیں، اور ماحولیاتی آلودگی اور گرین ہاؤس گیسوں کے اخراج کی وجہ سے عالمی درجہ حرارت میں پچھلی صدی کی آخری دہائیوں سے تیزی سے اضافہ ہورہا ہے۔

ناسا (NASA) کے سربراہ جیمس ای ہانسن (James e Hanssen) نے دسمبر ۲۰۰۵ء میں جو تحقیقاتی رپورٹ شائع کی ہے، اس کے مطابق پچھلے ۳۰/سال میں دنیا بھر کے درجہ حرارت میں ایک ڈگری فارن ہائیٹ کا اضافہ ہوا ہے اور اگلی صدی تک یہ اضافہ چار درجہ تک بڑھ جائے گا، اس وقت زمین ایک مختلف سیارہ نظر آئے گی، درجہ حرارت بڑھنے سے قطب شمالی پر جمی برف کی چوٹیاں اور گلیشیرز پگھل جائیں گے، ماہرین کے اندازوں کے مطابق ۲۱۰۰ء تک سمندر کی لیول (سطح) ۹/ سے ۱۰/سینٹی میٹر تک بڑھ جائے گا، اس کے بعد سمندر کے قریب ساحلی شہر ڈوب جائیں گے۔

پرسٹن یونیورسٹی کے ماہر ارضیات پروفیسر میچل (Micheal) کا کہنا ہے کہ عالمی درجہ حرارت کے بڑھنے سے سب سے زیادہ خطرہ گرین لینڈ اور مغربی انٹارکٹکا کی برفانی تہوں کو ہے کہ وہ پگھل جائیں گی، جس کی وجہ سے سطح سمندر میں ۲۰/فٹ اضافہ ہونے کا خدشہ ہے، اس کے مطابق آنے والی تباہی کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا [پروفیسر سجاد ضیغم کا مقالہ ماحولیاتی آلودگی کے خوفناک اثرات]۔

عالمی ادارۂ صحت کی ایک رپورٹ کے مطابق فضائی آلودگی کا شکار ہونے کے بعد ہمیں بہت سی بیماریوں میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہوجاتا ہے،

مثلاً تنفس میں دقت، دل کی بیماریاں، پھیپھڑوں کا سرطان وغیرہ، فضائی آلودگی میں عام طور پر اوزون، نائٹروجن ڈائی اکسائیڈ، سلفرڈائی اکسائیڈ، کاربن ڈائی اکسائیڈ انسانی جسم پر اثر انداز ہوتی ہیں، جس کا شکار پہلے بچے ہوتے ہیں۔ ڈنمارک میں ہونے والی ایک تحقیق کے مطابق وہ افراد جو ایسے علاقوں میں رہتے ہیں جہاں نائٹروجن ڈائی اکسائیڈ کی مقدار زیادہ ہوتی ہے، وہ پھیپھڑوں اور دماغ کے کینسر میں مبتلا ہو رہے ہیں۔

اسلام اور ماحولیات:

ماحولیات کے تحفظ کے لیے عالمی پیمانے پر جو کوششیں آج شروع ہو رہی ہیں، اسلام نے آج سے چودہ سو سال قبل ہی اس پر پوری توجہ دی ہے، حالانکہ اس وقت دنیا ان تمام موجودہ مسائل سے پاک تھی، نہ صنعتی کارخانے تھے نہ پٹرول، ڈیزل اور تیل کا اتنا استعمال، بلکہ ڈیزل اور پٹرول کا تو وجود ہی نہیں تھا، دنیا کا اکثر حصہ ہرے بھرے جنگلات سے آباد تھا، فضا میں موٹر گاڑیوں، فیکٹریوں، اسلحہ ساز کارخانوں اور فضلات کے کثیف زہریلے دھوؤں کا کوئی تصور نہیں تھا، اور فضائی آلودگی سے پیدا ہونے والی ہزاروں قسم کی یہ بیماریاں بھی نہیں تھیں، پھر بھی اسلام نے اپنی فطری تعلیمات میں صرف ایک آیت سے یہ واضح کر دیا کہ ماحول، فضا اور کائنات کو اس کے فطری تخلیقی نظام قدرت پر باقی رکھنا ہر انسان بالخصوص مسلمانوں پر واجب ہے، وہ آیت یہ ہے: {ولا تفسدوا في الأرض بعد إصلاحها} اس کے علاوہ آیات کریمہ اور احادیث شریفہ کا بہت سا حصہ انسان کو ماحولیات کے تحفظ کا مکلف بناتا ہے، اور اس کو ہر اس عمل سے باز رہنے کی تاکید کرتا ہے، بلکہ بعض مواقع پر بہت سی مباح چیزوں کو محض ماحول کے تحفظ اور انسان کو ایذا پہنچانے سے روکنے کے لیے ممنوع قرار دیتا ہے۔

ماحول کی آلودگی میں اسراف وتبذیر کا بہت زیادہ دخل ہے، آج انسان کھانے پینے کی اشیاء میں اسراف بے جا کا مرتکب ہوتا ہے، شادی بیاہ اور دیگر تقریبات میں سیکڑوں ٹن سالانہ کھانے پینے کی چیزیں پھینک دی جاتی ہیں، جو گل سڑ کا آلودگی کا سبب بنتی ہیں، اسی طرح اسراف وتبذیر کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔

اسلام کی تعلیمات:

فضائی آلودگی کا ایک بڑا سبب دھواں ہے اور اسلام نے مسلمانوں کو ہر معاملے میں اعتدال پسندی کی تعلیم دی ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو تاکید فرمائی ہے کہ ''جب رات کو سویا کرو تو چراغ کو گل کر دیا کرو''۔ اس حکم میں دو حکمت ہے: ایک جلتے رہنے کی صورت میں آگ لگنے کا خطرہ ہے کہ کسی چوہے یا بلی وغیرہ کی حرکت سے جلتا ہوا چراغ طاق سے گر جائے اور آگ لگ جائے۔ دوسری حکمت یہ ہے کہ چراغ سے دھوئیں کا اخراج بند ہو جائے، جو گھٹن کا سبب ہو سکتا ہے، لہذا حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دروازوں کو بند کر دو اور چراغوں کو بجھا دو، اس لیے کہ چوہا وغیرہ گھریلو جانور بعض دفعہ چراغ کی بتی کو کھینچ لیتے ہیں، جس سے گھر میں آگ لگ جاتی ہے'' [شرح السنہ ۱۱/۳۹۱]

ایک دوسری حدیث کے الفاظ ہیں: ''كان رسول الله يكره السراج عند الصبح'' [الطبراني في الأوسط، بحواله: اسلام اور ماحولیات] (کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ناپسند کرتے تھے کہ صبح تک چراغ جلتا رہے)۔

مردوں کو دفن کرنے کا طریقہ بھی فطری ہے، اس سے بدبو، کثافت بھی پیدا نہیں ہوتی ہے، جب کہ جلانا غیر فطری عمل ہے اور اس سے کئی ٹن لکڑی جل کر دھواں پیدا کرتی ہے، نیز مردوں کے جلنے کی بدبو بھی کثافت پیدا کرتی ہے، تدفین انسانی فطرت کے عین مطابق عمل ہے، ارشاد خداوندی ہے:

"منها خلقناكم وفيها نعيدكم ومنها نخرجكم تارة أخرى" [سورہ طہ: ۵۵] ہم نے تم کو اسی زمین سے پیدا کیا اور اسی میں لوٹائیں گے اور اسی سے تم کو دوبارہ اٹھائیں گے۔

شجر کاری سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

ماحولیات کے تحفظ میں ہرے بھرے درختوں کا بہت بڑا کردار ہے، لہذا اسلام نے مسلمانوں کو بلا سبب وضرورت درختوں کو کاٹنے سے منع فرمایا ہے اور کثرت سے درخت لگانے کی ترغیب دی ہے اور اس کو صدقہ جاریہ کا درجہ دیا ہے۔

درخت کاربن ڈائی اکسائیڈ جیسی مضر صحت اور فضا کو آلودہ کرنے والی گیس کو کھا کر پروان چڑھتے ہیں اور آکسیجن خارج کرتے ہیں، جس پر انسانی زندگی کا انحصار ہے کہ سانس لینے کے لیے آکسیجن ضروری ہے، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیری کا درخت کاٹنے والوں کے بارے میں فرمایا:

''إن الذين يقطعون السدر يصبون في النار على وجوههم صبا'' [الطبرانی] جولوگ بیری کا درخت کاٹتے ہیں ان کو اوندھے منہ جہنم میں ڈالا جائے گا۔ جب کہ اس کے برعکس درخت لگانے والوں کے بارے میں حضرت انس ؓ کی روایت میں ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی مسلمان باغ لگاتا ہے یا فصل بوتا ہے اور اس سے کوئی پرندہ یا انسان یا درندہ کھاتے ہیں تو یہ سب اس کے لیے صدقہ ہے [بخاری ومسلم]، ایک حدیث میں فرمایا: اگر تم میں سے کسی کے ہاتھ میں کھجور کی گٹھلی ہے اسے گاڑ دے، اگر چہ قیامت قائم ہو جائے [مجمع الزوائد ومنبع الفوائد]۔

بیری کے درخت کاٹنے سے منع کرنے سے معلوم ہوا کہ ہر وہ درخت جو پھل دار ہے اور لوگوں کو اس سے نفع ہوتا ہے، نہیں کاٹنا چاہئے، چونکہ عرب کے صحرا میں ببول اور بیری کے درخت ہی اگتے تھے، دوران سفر عرب کے باشندوں کو اسی سے نفع ہوتا تھا، ہمارے ملکوں میں آم وغیرہ کے درخت اسی ضمن میں داخل ہوں گے، اور ایک ایسے دور میں جب کہ فضائی آلودگی سے اربوں انسانوں کی زندگیوں کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے، ہرے بھرے درختوں کو کاٹنے سے روکا جائے گا، اسی وجہ سے گذشتہ سال اگست وستمبر میں انڈونیشیا کے علماء نے ایک فتویٰ جاری کیا کہ ''جنگلات کی کٹائی ناجائز ہے''، اس فتویٰ کو انقلاب وراشٹریہ سہارا نے اردو میں شائع کیا تھا۔

اسی طرح جب لکڑیوں کو جلانے سے کثیر مقدار میں نقصان دہ دھواں پیدا ہوتا ہے اور اس کا متبادل گیس کی شکل میں موجود ہے تو پھر گھروں میں لکڑی، کوئلہ جلانے کے بجائے گیس چولہا استعمال کرنے کو کہا جائے گا، اور اس کی نظیر بھی ہے کہ امام ابو یوسف ؒ نے فتویٰ دیا تھا کہ ہر شخص کو اختیار ہے کہ وہ اپنے پڑوسی کو اپنا گھر حمام بنانے یا اس کے دھوئیں سے دوسروں کو تنگ کرنے سے روک دے [تطہیر ماحول اور اسلام، بحوالہ: اسلام اور ماحولیات]۔

اور ان چند احادیث سے یہ خلاصہ سامنے آیا کہ ہرے درختوں کو کاٹنا منع ہے، یہاں تک کہ حالت جنگ میں بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین اسلام کو حکم دیا کہ دشمن کی سرزمین پر جائیں تو درختوں کو نہ کاٹیں، کھیتیاں نہ جلائیں۔ دوسرا حکم یہ معلوم ہوا کہ فضا کو آلودہ کرنے والی چیزوں کے استعمال سے روکا جائے گا، خاص ایسے وقت میں جب کہ فضائی آلودگی شدید خطرہ بن جائے۔

''حماية البيئة من التلوث'' کے مصنف محمد عبد القادر الفقہی جلد اول صفحہ: ۲۲ پر لکھتے ہیں:

فقہاء نے ہوا آلودہ کرنے والے اعمال کی دو قسم بتائی ہے:

اول: وہ آلودگی جس سے شدید نقصان اور ضرر لاحق ہونے کا خطرہ ہے، تو اسے بہر صورت بند کیا جائے گا، اس کی مثال فقہاء نے حماموں اور ہوٹلوں کے دھوئیں سے دی ہے۔ دوم: وہ آلودگی جس سے پیدا ہونے والا ضرر کم ہو اور زندگی پر اثر انداز نہ ہو، اس کی مثال روٹی پکانے والے تنور اور مطبخ سے دی ہے۔

لہٰذا موجودہ زمانے کے صنعتی کارخانے، اسلحہ ساز فیکٹریاں وغیرہ پہلے زمرہ میں داخل ہیں؛ کیوں کہ ان سے نکلنے والا دھواں نہ صرف انسانی زندگی کو تباہ کر رہا ہے، بلکہ عمارتوں کو بھی نقصان پہنچا رہا ہے، ایسے ہی ڈیزل سے چلنے والی گاڑیاں اور مشینیں بھی اس میں داخل ہیں۔ اور گھروں میں لکڑی والے چولہے دوسرے زمرے میں آتے ہیں، لہٰذا ان کو حرام تو نہیں کہا جائے گا، مگر حالات کے تحت اس کے استعمال سے ترغیب وتحریض کے ذریعہ روکا جائے گا، اس کے نقصانات سے آگاہ کر کے گیس کے استعمال کو افضل قرار دیا جائے گا۔

۱- ایندھن کے غلط استعمال کو روکنا:

مذکورہ بالا احادیث اور فقہی دلائل کو سامنے رکھتے ہوئے اور اس وقت کی فضائی آلودگی سے پیدا ہونے والے خطرات کے پیش نظر یہ بات ہر ذی شعور مسلمان کہہ سکتا ہے کہ بے تحاشا قدرتی ایندھن کے غلط استعمال کو ہر ممکن طریقہ پر روکنا ضروری ہے، لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس چیز کو اسلامی شریعت نے مباح الاستعمال اور گھریلو ضروریات کا ایک حصہ قرار دیا ہے اور صدیوں سے لکڑی کا استعمال گھریلو ایندھن کے طور پر چلا آرہا ہے، اب اس کو حرام قرار دیا جائے، یا اس کے جواز کو باقی رکھتے ہوئے اس کے استعمال کے خلاف تحریک چلا کر بیداری پیدا کی جائے۔

ہندوستان گیر سطح پر آج بھی گاؤں اور دیہاتوں میں ایندھن کے طور پر لکڑیاں، گھاس پھوس اور گوبر کے اوپلے وغیرہ کا استعمال زیادہ ہے، نیز شمسی توانائی اور گیس کا استعمال، غربت وافلاس کے باعث ہر فرد کے بس کی بات نہیں، خاص کر مسلمانان ہند کی اکثریت اقتصادی ومعاشی اعتبار سے خط افلاس کے نیچے زندگی گذار رہی ہے، جس کی تصدیق سچر کمیشن کی رپورٹ کرتی ہے۔ اس کے علاوہ خود ہندوستان کے پاس اتنے وسائل نہیں ہیں کہ وہ لازمی طور پر حسب ضرورت ہر گھر کو گیس اور شمسی توانائی فراہم کرسکے، لہٰذا تمام تر خطرات کے باوجود ایندھن کے طور پر لکڑی، کوئلہ وغیرہ دھواں خارج کرنے والے ایندھن کو ممنوع نہیں کہا جائے گا؛ لیکن اس کی ہمت افزائی بھی نہیں کی جائے گی۔ ہاں جو لوگ ان قدرتی ایندھن کو بے دردی کے ساتھ استعمال کرتے ہیں، وہ اسراف کے مرتکب ہو کر گناہ گار ہوں گے۔

۲- گاڑیاں اور فیکٹریاں:

فضائی آلودگی کا بہت بڑا ذریعہ صنعتی کارخانے، سڑکوں پر دوڑتی ہر قسم کی گاڑیاں ہیں، ان سے دو قسم کی آلودگی پیدا ہوتی ہے: فضائی آلودگی اور صوتی آلودگی، جن سے قسم قسم کی بیماریاں پیدا ہونے کے علاوہ عدم سماعت کا مرض بھی تیزی سے پیدا ہو رہا ہے، بہرہ پن کے ساتھ سر درد، نیند نہ آنا، کانوں کا بجنا، بلڈ پریشر کا ہائی ہونا بھی عام ہوتا جا رہا ہے۔

پابندی کی صورت:

گاڑیاں وسائل حمل ونقل کا سب سے کارآمد حصہ ہیں، ان کے بغیر عام انسانی زندگی بری طرح متاثر ہوگی، گاڑیوں کی اسٹرائک اور ٹرک والوں کی ہڑتال کا جو اثر معیشت پر پڑتا ہے اور اس سے جو نقصان سماج کو لاحق ہوتا ہے، اس کا تجربہ بار بار ہر فرد کر چکا ہے، سامان کی: حلالی، اور سبزیوں، ترکاریوں اور غذائی اجناس کی ترسیل، دواؤں کو وقت پر اسپتال پہنچانے اور زندگیاں بچانے کا نظام مفلوج ہو جاتا ہے۔ اب ہمارے سامنے دو صورت ہے: ایک طرف گاڑیوں سے پیدا ہونے والا دھواں اور شور خطرہ ہے اور دوسری جانب آج ان ہی گاڑیوں کے ساتھ انسانی زندگی کی ڈور بندھی ہوئی ہے۔ اس مسئلہ کے حل کی یہی صورت بنتی ہے کہ جن جن شہروں میں C,N,G گیس، پٹرول اور ڈیزل کے متبادل کے طور میسر ہے، تو ان علاقوں اور شہروں میں گیس کے استعمال کو خاص خاص گاڑیوں کے لیے جیسے روزانہ روڈ پر دوڑنے والی سواری گاڑیاں، یا ضرورت سے زیادہ کسی فیملی میں پائی جانے والی گاڑیاں جو محض فیشن اور ترفع کی علامت ہیں، ان میں ڈیزل اور پٹرول کے استعمال کو ممنوع قرار دیا جائے، تو میرے خیال میں شرعاً درست ہوگا؛ اس لیے کہ یہ پابندی تبذیر واسراف کے تحت آتی ہے، جو حرام ہے۔

دلی کی کیجریوال سرکار نے دہلی میں فضائی آلودگی کم کرنے کی ایک کوشش جفت وطاق نظام ٹریفک لاگو کر کے کی تھی، جو تجربہ میں کامیاب رہی اور عوامی زندگی میں اس کا کوئی منفی اثر نہیں پڑا، دوسرے دلی میں سواریاں اٹھانے والی ٹیکسیوں، آٹو رکشوں، بسوں میں C,N,G گیس کا استعمال برسوں سے نافذ ہے؛ لہٰذا انسانی زندگی کو ہلاکت سے بچانے اور فضائی آلودگی سے نجات پانے کی کوشش کے طور پر اسلامی نظریہ وحکمت کے پیش نظر ڈیزل کی جگہ کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال شرعاً قابل ترجیح عمل مانا جائے گا اور اس کے استعمال کی اہمیت وضرورت کو محسوس کر کے اس سے باز رہنا عین منشائے شریعت "ولا تفسدوا فی الأرض بعد إصلاحها" کے مطابق ہوگا۔ نیز حضرت عمر فاروق نے ایک لوہار کی دکان کو محض اس لیے انسانی آبادی سے دور منتقل کرا دیا تھا کہ وہ پریشان کن آلودگی کا سبب بنتا تھا [بحوالہ: تطہیر ماحول اور اسلام کے معمولات، از محمد طارق السلیمان]۔

لیکن اس ممانعت کا اطلاق ان گاڑیوں اور ٹرکوں پر نہیں ہوگا، جو اشیائے خورد ونوش اور دیگر ضروریات زندگی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتے ہیں، وہ لمبی مسافت طے کرتے ہیں، ان کے لیے مہنگا ایندھن، اشیائے ضرورت کی مہنگائی کا سبب بنے گا، جس کی زد عام طبقہ کے غریب لوگوں کی جیب پر پڑے گی، اس لیے ان کو اس حکم سے مستثنیٰ رکھنا بھی شریعت مطہرہ کی تاکید کا حصہ ہے، جیسے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے "تلقی رکبان" سے منع فرمایا ہے:

"عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ قال: لاتلقوا الركبان لبيع" [مشكوة: كتاب البيوع، باب المنهى عنها من البيوع]

"تلقی رکبان لبیع" کے عدم جواز اور کراہت پر ائمہ ثلاثہ کا اتفاق ہے، البتہ امام ابوحنیفہؒ عدم ضرر کی صورت میں جائز کہتے ہیں، گویا اگر ضرر ہے

تو ائمہ ثلاثہ کے ساتھ ہیں، عدم جواز کی علت فقہاء نے یہ بھی بتائی ہے کہ گاؤں سے باہر جا کر دیہاتوں کے سامان خریدنے والا اس کو مہنگے داموں میں بیچے گا یا ذخیرہ اندوزی کر کے سامان کے مہنگا ہونے کا انتظار کرے گا، ذخیرہ اندوزی کی صورت میں بلیک مارکیٹ ہوگا اور شہریوں کو مہنگے دام کے بدلے سستا سامان ملے گا۔

اور اشیائے ضروریہ کی نقل وحمل پر مامور گاڑیاں بھی ڈیزل وپٹرول کی جگہ گیس جب استعمال کریں گے تو لازمی طور پر سامان مہنگا کر کے اپنا خسارہ پورا کریں گے، پس یہ دونوں صورتیں تلقی رکبان اور گاڑیوں پر ڈیزل کی پابندی کا ثمرہ ایک حاصل ہو رہا ہے، تو ممانعت کی علت میں اتحاد پایا جائے گا، لہٰذا وہاں تلقی رکبان سے ممانعت کی جو وجہ ہے، یہاں گاڑیوں پر ڈیزل کے استعمال کی بھی وہی وجہ بن رہی ہے، لہٰذا میری رائے میں ان جیسی گاڑیوں پر گیس کا استعمال لازم کرنا درست نہیں ہے۔

۳- روشنی کے لیے جنریٹر کا استعمال:

جنریٹر کا استعمال روشنی، پانی اور دیگر کاموں میں ہندوستان جیسے ملک میں عام ہے؛ کیوں کہ یہاں بجلی کی پیداوار اور تقسیم ترقی یافتہ ملکوں کے برعکس انتہائی ناقص ہے، جن ملکوں میں بجلی ضرورت کے مطابق دستیاب ہے، وہاں کا مسئلہ نہیں ہے، بات ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش جیسے ملکوں کی ہے، ہندوستان کے ان صوبوں کا استثنا کر کے جہاں فراوانی کے ساتھ بجلی دستیاب ہے، جیسے: گجرات، ہریانہ، چنڈی گڑھ وغیرہ، ہر جگہ بکثرت ہے، اس سے فضائی اور صوتی دونوں طرح کی آلودگی پیدا ہو رہی ہے، لیکن جنریٹر بھی ایک ضرورت کی چیز بن چکی ہے، اس لیے سوال یہ ہے کہ ڈیزل اور پٹرول استعمال ہو یا مٹی کا تیل؟

پہلے یہ جان لیا جائے کہ تخلیقی طور پر جنریٹر، ڈیزل کے استعمال کے لیے بنایا گیا ہے، مٹی کا تیل محض لاگت کم کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے، جس سے جنریٹر کے کل پرزے وقت سے پہلے خراب ہو کر ناکارہ ہو جاتے ہیں، اس لیے جنریٹر کے سلسلے میں وہی ایندھن ضرورت قرار دیا جائے جو کم آلودگی پیدا کرتا ہے اور تکنیکی طور پر محفوظ بھی رہتا ہے، اس لیے جو لوگ صرف تھوڑی رقم بچانے کے لیے جنریٹر میں مٹی کا تیل استعمال کرتے ہیں ان پر شرعاً پابندی لگانا انسانیت اور ماحولیات کے تحفظ کے لیے ضروری ہے۔ اور بلا ضرورت محض فیشن پرستی اور اسراف کے طور پر روشنی کے لیے جنریٹر کا استعمال کرنا تبذیر کے حکم میں ہے، اس کے ناجائز ہونے میں شبہ نہیں ہے اور آج بے تحاشا اسراف ہو رہا ہے۔

۶- جانوروں کے فضلات:

قربانی کے جانوروں کی ناقابل استعمال چیزیں جیسے اوجھڑی وغیرہ، ان کو یوں ہی میدان میں پھینک دینا نہ پہلے جائز تھا نہ آج، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے "اماطة الاذى" کا حکم دیا ہے، اور گندگی، نجاست کی طرح جانوروں کی اوجھڑیاں، ہڈیاں اور فاضل اعضاء جو پھینک دیئے جاتے ہیں، تعفن، بدبو، فضائی آلودگی اور امراض پیدا کرتے ہیں، اور دوسری وہ قومیں جو گوشت خور نہیں ہیں ان کی ایذا اور نفرت کا سبب بنتے ہیں، لہٰذا حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں یہ حکم ہے کہ "ان کو دفن کر دیا جائے"۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

"إذا تنخم أحدكم فليغب نخامته لا تصيب جلد مؤمن أو ثوبه" [مجمع الزوائد، ۸/ ۲۱۲]

جب تم میں کا کوئی بلغم اور رینٹ وغیرہ کرے تو اس کو دفن کر دے، کسی مسلمان کے بدن یا کپڑے کو نہ لگے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان کے ستر سے زائد کچھ حصے ہیں، افضل ترین حصہ لا الٰہ الا اللہ کا کلمہ ہے اور ادنیٰ ترین حصہ تکلیف دہ چیزوں کا راستہ سے ہٹانا ہے [بخاری ومسلم]

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے راستہ میں گندگی اور پاخانہ کرنے سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا:

اتقوا اللعانين، قالوا: وما اللعانان يا رسول الله! قال: الذي يتخلى في طريق الناس أو في ظلهم۔ [رواه مسلم]

کہ دو چیزوں سے بچو جو لعنت کا باعث ہیں، صحابہ نے عرض کیا: لعنت کا سبب بننے والی وہ دو چیزیں کیا ہیں؟ فرمایا: وہ جو لوگوں کے راستے میں بول و براز کرتا ہے، یا ان کے سایہ حاصل کرنے کی جگہ میں (جیسے درخت کے نیچے)۔

یہ احادیث صریح طور پر مردہ جانوروں اور ذبح کردہ جانوروں کی آلائش کو راستوں اور میدانوں میں پھینکنے کی ممانعت پر دلالت کرتی ہیں، اور یہ ممانعت موجودہ زمانے میں فضائی آلودگی اور برادران وطن کی ناراضگی اور تکلیف کے پیش نظر بہت شدید ہو جاتی ہے، اکثر مقامات پر فساد کا سبب بن رہی ہے، حکومت کی ذمہ داری ہو یا نہ ہو، ذبح کرنے والوں پر واجب ہے کہ آلائش کو بدبو، تعفن اور نفرت کا سبب نہ بننے دیں، ان سے جبرًا ان آلائش کو دفن یا کسی دوسرے جائز طریقہ سے برباد کرانا لازم ہے۔

اسی حکم میں نالوں، گلیوں اور سڑکوں پر پاخانہ کرنے کا معاملہ ہے، جو صریح حدیث سے ثابت ہے، مگر جن علاقوں میں کشادہ زمین، جنگلات، کھلے میدان آبادی سے دور ہیں، وہاں پاخانہ کرنے، نجاست ڈالنے کا حکم باقی رہے گا اور خاص کر دیہاتوں میں کہ وہ فضلات کھاد بنتے ہیں، فضائی آلودگی کا سبب نہیں بنتے، مگر شہروں کی پکی نالیوں اور سڑکوں میں لعنت، بدبو اور تعفن کا باعث بنتے ہیں اور اتقوا اللعانین کے حکم میں ہیں، جو امر کا صیغہ ہے اور جو وجوب پر دلالت کرتا ہے، پھر شہروں اور قصبات میں جدید طرز کے بیت الخلاء عام ہیں، لہذا ترجیحی بنیاد پر گندگی پھیلانے کو ناجائز کہا جائے۔

۸- بیڑی اور سگریٹ:

طبعی طور پر بیڑی، سگریٹ بدبودار اور تعفن پیدا کرنے والی اور صحت کے حق میں جان لیوا ہیں، تمباکو میں نیکوٹین پایا جاتا ہے جو کینسر کا سبب ہے، نیز سگریٹ اور بیڑی جیسی اشیاء کو علماء عرب منشیات میں شمار کر کے اس کے استعمال کو حرام قرار دیتے ہیں، اور اس موضوع پر کئی اہم کتابیں لکھی جا چکی ہیں، جب کہ ہمارے ہندوستان و پاکستان کے علمائے کرام بیڑی سگریٹ کو منشیات میں نہیں مانتے ہیں؛ کیوں کہ ان سے بہر صورت نشہ نہیں ہوتا کہ دماغ اور ہوش وحواس مختل ہو جائیں، لہذا استعمال کا جواز مع الکراہت پایا جاتا ہے، اب اگر صحت عامہ کے تحت سرکاری طور پر کسی خاص مقام پر سگریٹ اور بیڑی کے استعمال پر قانونًا پابندی عائد ہو تو ایسے قوانین جو تعزیرات میں سے ہیں اور ان کے بارے میں حرمت وحلت کی کوئی نص نہیں ہے اور ان کا نقصان بھی واضح ہے، نیز بدبودار چیزوں کو کھا کر مسجد میں آنے سے منع بھی کیا گیا ہے؛ کیوں کہ فرشتوں اور مصلیوں کو تکلیف ہوتی ہے، تو اسی پر قیاس کر کے ان مقامات پر سگریٹ اور بیڑی کا استعمال شرعًا بھی صحیح نہیں ہوگا؛ کیوں کہ اصل علت جگہ اور انسان کی حفاظت وصحت کی ہے اور شرعًا بیڑی وسگریٹ لایعنی عادتوں میں ہے، جس کا ترک کرنا ضروری ہے: "من حسن إسلام المرء تركه ما لا يعنيه" [ترمذی وابن ماجہ]

خاص حکمت کے تحت اگر حکومت کسی مخصوص علاقہ میں سگریٹ اور بیڑی جیسی مضر صحت چیزوں کے استعمال پر پابندی لگاتی ہے تو شرعًا اس پر عمل کرنا لازم ہوگا، دلیل حضرت عمر فاروقؓ کا وہ عمل ہے کہ انھوں نے دھوئیں کی کثافت روکنے کے لیے ایک لوہار کی بھٹی کو خاص جگہ پر کام کرنے سے روک دیا اور اس کو باہر منتقل کر دیا [تطہیر ماحول اور اسلام، از: محمد طارق السلیمان]۔

صوتی آلودگی:

ماحولیات کے توازن کو درہم برہم کرنے میں صوتی آلودگی کا بھی بہت زیادہ دخل ہے۔ ہندوستان و پاکستان اور دوسرے ایشیائی ممالک میں صوتی آلودگی ایک بہت بڑا مسئلہ ہے، اس سے انسان کی صحت پر بے انتہا منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ انٹیگرل یونیورسٹی کے شعبہ ماحولیات کی رپورٹ کے مطابق:

آج صوتی آلودگی ہندوستان میں ایک بہت بڑے مسئلے کی شکل اختیار کر چکی ہے، جس نے جسمانی صحت کے لیے سنگین مسائل پیدا کر دیئے ہیں، جس سے قوت سماع کا نقصان، ذہنی تناؤ کی سطح میں اضافہ، ذہنی مسائل، بے خوابی، قلبی امراض اور بے شمار دیگر مسائل، جب حفاظتی سطح کو پار کر لیا جاتا ہے تو شور صحت کے لیے ایک بڑا خطرہ بن جاتا ہے، بدقسمتی سے ہندوستان میں ان حفاظتی خطوط کا خیال نہیں کیا جاتا۔

آواز فاؤنڈیشن اور مہاراشٹرا پولیوشن کنٹرول بورڈ نے چار سال (۲۰۰۸ء-۲۰۱۰ء-۲۰۲۱ء- ۲۰۱۳ء) تک دیوالی کے موقع پر پٹاخے بازی کی وجہ سے پیدا ہونے والے شور کی سطح کا جائزہ لیا، اس جائزہ کے مطابق صوتی آلودگی کی سطح ۱۲۵ /ڈی بی سے اوپر پہنچ گئی، یہاں تک کہ متعلقہ سرکاری شعبوں کو بھی اس صورت حال سے آگاہ کیا گیا، تاہم انھوں نے اس پر کوئی کام نہیں کیا۔ اور اس سال ۲۰۱۶ء میں دلی اور این سی آر کی فضاؤں

کی دیوالی کے بعد کیا کیفیت رہی، اس کو سبھوں نے محسوس کیا اور بازار سے ماسک ہی ختم ہو گئے۔

ہندوستان میں اس بڑھتے ہوئے خطرے کو قابو میں لانے کے لیے بہت کچھ کرنے کی ضرورت ہے، لوگ عام طور پر آبی اور فضائی آلودگی کا خیال کرتے ہیں، لیکن صوتی آلودگی کو بہت ہلکے میں لیتے ہیں۔

پروفیسر ناگر علی پاکستان لکھتے ہیں:

سائنس دانوں کی ریسرچ کے مطابق اگر کوئی شخص مسلسل شور کے ماحول میں زندگی بسر کرتا ہے تو اس کے سننے کی حس بتدریج زائل ہوتی رہتی ہے، اس کے علاوہ مصنوعی شور کی آلودگی (جس میں ٹریفک کا شور شامل ہے) کی وجہ سے انسان اعصابی تناؤ، بے چینی، طبیعت میں چڑچڑاپن کا شکار ہوجاتا ہے، اس کے علاوہ جنریٹر یا مشینوں کی آواز کی وجہ سے یا اچانک تیز آواز والی دروازے کی گھنٹی کی وجہ سے نیند ٹوٹ جاتی ہے، تو انسان کی طبیعت میں بے سکونی بڑھ جاتی ہے، جس کی وجہ سے دل کی بیماریاں جنم لیتی ہیں اور ذہنی صحت پر اثر پڑتا ہے۔

شور کی آلودگی میں بہت سی آوازیں شامل ہیں، جن کو ہم اپنی عام زندگی میں نظر انداز کر دیتے ہیں، مگر درحقیقت یہ ہماری زندگی کے لیے بہت بڑے خطرے کا باعث ہوتی ہیں، شور کی آلودگی میں جنریٹر، ریل گاڑی، کار، موٹر سائیکل، ٹرک، بس، ہوائی جہاز، مشینیں، سلائی مشین، واشنگ مشین اور لاؤڈ اسپیکر کی آوازیں سب شامل ہیں، اگر چہ صوتی آلودگی کے عناصر یا پارٹیکلز ہمیں دکھائی نہیں دیتے، مگر آواز کی لہر، قدرتی لہروں کی موجودگی میں خطرات کو بڑھا دیتی ہیں۔

وہ علاقے جہاں فیکٹریاں اور صنعتی کارخانے ہیں اور ان کے چلنے کا شور ہر دم رہتا ہے، مثال کے طور پر جن علاقوں اور شہروں میں پاور لوم چلتے ہیں، بھیونڈی، مالیگاؤں اور مئو وغیرہ ان کے قریب بسنے والے افراد میں کم سننے کی بیماریاں عام ہوتی جارہی ہیں، مسلسل شور میں رہنے کی وجہ سے کان بھی بجنے لگتے ہیں اور بلا وجہ تیز بولنے کی عادت پڑ جاتی ہے، بلڈ پریشر کا ہائی ہونا، چڑچڑاپن کا پایا جانا اور اس کی وجہ سے بہت جلد معمولی معمولی باتوں پر مشتعل ہوجانا ان شہروں کے باشندوں میں دوسری جگہوں کے مقابلے میں زیادہ ہے۔

شور کی آلودگی میں ہر دن اضافہ درج کیا جارہا ہے، اب تو باراتوں میں ہی نہیں، پوجاپاٹ کی تقریب میں پُرشور موسیقی کے لیے ڈی جے کا عام استعمال ہونے لگا ہے، جلسوں، پروگراموں، بھجنوں میں تیز آواز میں لاؤڈ اسپیکر بجائے جاتے ہیں، کہ دوسروں کا سونا حرام ہوجاتا ہے، جن علاقوں اور جگہوں میں مشاعرہ، جلسہ یا شادی کی تقریبات منعقد ہوتی ہیں، قرب وجوار کے لوگوں کو رات میں سونا مشکل ہوجاتا ہے، جس کا اثر دوسرے دن ان کے جسمانی اعصاب پر ظاہر ہوتا ہے۔

صوتی آلودگی اور اسلام:

اسلام کی خوبی وجامعیت اور کاملیت اس بات میں ہے کہ وہ افراط وتفریط سے پاک عین انسانی فطرت کی رعایت کرنے والا مذہب ہے، وہ نہ کسی معاملہ میں حد سے تجاوز کو پسند کرتا ہے اور نہ کسی کی فطری ضرورت کو دباتا ہے، لہذا آواز کے شور وغوغا کو بھی اس نے ناپسند کیا ہے، صحابہ کرام جو دربار رسالت میں حاضر باش ہوا کرتے تھے ان کو حکم تھا کہ آنحضور ﷺ کے سامنے بلند آواز میں مت بولا کرو۔ {لا ترفعوا أصواتكم فوق صوت النبي} [حجرات]

ان ہی نفوس قدسیہ کی شان میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے: الذين يغضون أصواتهم عند رسول الله، أولئك الذين امتحن الله قلوبهم للتقوىٰ [حجرات]

جو لوگ بارگاہ رسالت میں اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں، وہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں تقویٰ کو اللہ نے جانچ لیا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے اخلاق عالیہ میں سے یہ تھا کہ آپ چلا کر بات نہیں کیا کرتے تھے، اور نہ بازاروں میں زور سے کسی کو بلاتے تھے، انتہائی نرم انداز ہوتا تھا، نہ آپ سخت دل۔ تھے نہ تندخو اور نہ فحش گوئی اور بدکلامی کرتے تھے۔ [شمائل ترمذی] حضرت ابوامامہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ بلند آواز سے چلا کر بات کرنے والوں کو ناپسند فرماتے تھے، آپ پسند کرتے تھے کہ آدمی نرم اور دھیمی آواز میں بات کرے۔ [مجمع الزوائد، باب الادب]

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو جو نصیحت کی تھی اس میں یہ بھی کہا: واقصد فی مشیك واغضض من صوتك إن أنكر الأصوات لصوت الحمير [لقمان] اور اپنی رفتار میں اعتدال برتو، اور اپنی آواز پست رکھو، بے شک سب سے بری آواز گدھے کی ہے۔

ان آیات واحادیث سے یہ بات تو ثابت ہے کہ شور شرابہ خواہ کہیں ہو، اسلام نے اس کو ناپسند کیا ہے، ایک مرتبہ ابن حذافہ نے بلند آواز میں نماز شروع کی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے، آپ نے فرمایا: "یا ابن حذافة! لا تسمعنی واسمع ربك" [مسند احمد و بزار] اے ابن حذافہ! مجھ کو مت سناؤ، اپنے رب کو سناؤ۔

۱،۲-شور پیدا کرنے والی مشینوں اور گاڑیوں کا حکم:

شور کی آلودگی اور اس کے نقصانات تحقیق اور سروے کی روشنی میں ثابت شدہ خرابیاں ہیں، جن کا منفی اثر انسانی صحت پر لازمی طور پر پڑتا ہے، شریعت اسلامیہ بہر صورت کسی کو تکلیف اور نقصان پہنچانے کی اجازت نہیں دیتی، ایذا رسانی حرام ہے، خواہ شور کے ذریعہ ہو یا کسی اور طریقہ سے ہو، زبان سے ہو یا ہاتھ سے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان وہ شخص ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں، اور مومن وہ ہے جس سے لوگوں کی جان ومال مامون ہوں [ترمذی ونسائی] اور فرمایا: "لا يدخل الجنة من لا يأمن جاره بوائقه" [مسلم] وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس کا پڑوسی اس کی ایذا رسانی سے مامون نہ ہو۔

شریعت مطہرہ تو اس قدر دوسروں کی رعایت کرتی ہے کہ اگر کچھ لوگ سو رہے ہوں تو ان کے نزدیک بلند آواز سے قرآن کی تلاوت سے بھی منع کرتی ہے، مبادا ان کی راحت ونیند میں خلل پڑے، اور یہاں تو مسلسل شور برپا ہے، اس لیے اس طرح کی مشینریاں اور صنعتی کارخانے جن سے شور وہنگامہ پیدا ہوتا ہے، لوگوں کو پریشانی ہوتی ہے، اور حکومت لازم کرتی ہے کہ آواز کو کنٹرول کرنے والے آلات لگائے جائیں، تو مالکان کو شرعاً بھی ان پر عمل کرنا لازم ہوگا۔ اسی طرح تیز آواز پیدا کرنے والی گاڑیاں ہیں، ان میں سائیلنسر لگانا شرعاً ضروری ہے، اگر کوئی شخص محض اپنا فائدہ دیکھتا ہے، دوسروں کی پریشانی سے اس کو غرض نہیں ہے تو وہ منکر کا مرتکب ہے اور منکر کو بزور طاقت روکنا شرعاً لازم ہے۔

"من رأى منكم منكرًا فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه" [مسلم]

اس حدیث میں منکر کو روکنے کی تین صورتیں بتائی گئی ہیں: بطاقت، یہ حکومت اور اولوالامر کا کام ہے۔ اپنی زبان سے منع کرنا، یہ ان لوگوں کے لیے ہے جو منکر کو منکر کہنے کی جرأت وہمت رکھتے ہیں۔ دل سے برا جاننا، یہ ان لوگوں کے لیے ہے کہ اگر ہاتھ یعنی طاقت اور زبان سے روکتے ہیں تو جو شہ زور ہیں ان منع کرنے والوں کو تکلیف پہنچائیں گے تو حکم ہے کہ دل میں اس منکر کو برا جانے اور اس کو ختم کرنے کی تدبیر سوچے، اس سے راضی نہ ہو۔ منکر کی تعریف صرف بدعات وخرافات تک محدود نہیں، بلکہ ہر وہ عمل جو شرعاً ناپسندیدہ ہے اور اس سے روحانی وجسمانی اور معاشرتی نقصان ہے تو وہ شریعت کی نگاہ میں منکر میں داخل ہے، اور شور کرنا یقیناً شریعت میں مبغوض وناپسندیدہ عمل ہے، اس لیے اگر حکومت اس سے روکتی ہے تو اس کی حمایت کرنا اور شور کو ختم کرنا شرعاً ضروری ہے، خواہ ڈی جے کا شور ہو، باجے گاجے کا، گاڑیوں کے تیز ہارن کا، ہر شہری کو لازم ہے کہ شور کو روکنے کی حکومت کی کوشش اور قانون پر عمل کرے، ورنہ وہ گناہ گار ہوگا۔

۴-جلسوں اور مشاعروں کا شور:

آج کل جلسوں میں ضرورت سے زیادہ ہارن کا استعمال اور دور دور تک جبراً ان کی آواز کا پہنچانا عام ہو گیا ہے، دین کی بات پہنچانے کا طریقہ، اصلاحی ودینی اجلاس کا انعقاد ہے، جس کے لیے بذریعہ اشتہار لوگوں کو دعوت دی جاتی ہے، اور جلسہ کے لیے ایک جگہ مخصوص کی جاتی ہے، ہونا تو یہ چاہئے کہ تقریر سننے کی طلب لے کر آپ کی دعوت پر جو لوگ آئے ہیں، آپ کی آواز ان ہی لوگوں تک محدود رہے، کسی کو جبراً اپنی بات سنانا اور نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے کانوں میں اپنی آواز پہنچانے کا اہتمام کرنا کسی صورت میں جائز نہیں، لیکن اس کو کار ثواب جانا جاتا ہے۔

علمائے کرام جانتے ہیں کہ "لا إكراه في الدين" کا کیا مطلب ہے؟ صرف یہی نہیں کہ جبراً کسی کو دین میں داخل نہیں کیا جائے گا، بلکہ اس کے ضمن میں یہ بھی ہے کہ کسی کو خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم، اس کو زبردستی دین کی بات سننے اور اس پر عمل کرنے کا کام نہیں ہوگا، دین اور اس کی تعلیمات

اختیاری امر ہیں، اس کے لیے ترغیب اور تشویق ہوگی، اگر وہ سننے پر آمادہ ہے تو سنانا ہے ورنہ مجبور کر کے سنانا جائز نہیں، اس لیے منتظمین اجلاس پر لازم ہے کہ وہ جلسہ گاہ کی حد تک لاؤڈ اسپیکر کی آواز کو محدود رکھیں، اس سے باہر جو آواز جاتی ہے اور سونے والوں کو آرام اور نیند سے محروم کرنے کا سبب بنتی ہے وہ شرعاً ممنوع ہے اور کسی صورت میں جائز نہیں ہوگا کہ دور دور تک ہارن لگا دیا جائے اور رات بھر آپ کی چیخ پکار جبراً لوگ سنیں، خواہ جلسہ ہو یا مشاعرہ، ہری کرتن ہو چاہے مذہب کے نام پر ہی کیوں نہ ہو۔

اگر حکومت آواز کے شور کو پوری آبادی تک پہنچانے سے منع کرنے کا کوئی قانون پاس کرتی ہے تو اس پر عمل پیرا ہونا شریعت کے تحت لازم ہے، قانون توڑنے کا جرم شریعت کے نزدیک بھی قابل مؤاخذہ ہوگا کہ ایذا رسانی اور جبر و اکراہ کا مرتکب ہے اور حکومت کا بھی مجرم ہوگا کہ قانون توڑنے کا باعث ہے۔

حکومت کے وہ سارے انتظامات جو عوام الناس کو یکساں راحت پہنچانے کے ہیں اور اس سے مسلسل شور و شغب پیدا نہیں ہوتا تو ان کی پابندی کرنا لازم ہے۔ رہی بذریعہ لاؤڈ اسپیکر اذان دینا تو یہ تین چار منٹ کا ایسا وقفہ ہے جو کسی کے لیے ضرر اور خطرہ کا سبب ہرگز نہیں، پھر اس کے اوقات بھی طبعی طور پر ایسے ہیں کہ آدمی سویا نہیں ہوتا جیسے عشا کی اذان یا سویا ہے لیکن مختصر آرام کے بعد اس کے بیدار ہونے کا وقت ہے، تا کہ وقفہ کے بعد تازہ دم ہو کر پھر اپنے کام میں لگ جائے، جیسے دوپہر کا قیلولہ، یا صبح کا وقت، جو فطری و طبعی طور پر رات بھر کے آرام کے بعد جاگنے کا وقت ہے، اس لیے وجعل اللیل سکنًا کی حد سے نکل کر آدمی دن میں داخل ہو رہا ہے اور ''جعل النهار معاشًا'' کہ دن کو کاروبار و معیشت کے لیے بنایا ہے تو اس کے خلاف اگر حکومت کوئی قانون بناتی ہے تو یہ خلاف فطرت عمل ہے، جس پر عمل شرعاً جائز نہیں۔

شریعت اسلامیہ کا ہر حکم اور عمل کا وقت انسانی فطرت کے عین مطابق ہے، لیکن اگر لاکھوں افراد صبح نو بجے سو کر اٹھنے کا معمول بنا لیتے ہیں اور رات کو بلاوجہ دیر تک جاگتے ہیں تو یہ فطرت سے بغاوت ہے اور اس کی تائید کسی صورت میں یہ کہہ کر نہیں کی جائے گی کہ لاکھوں کروڑوں انسان کو اذان کی آواز سے ایذا پہنچتی ہے۔

☆☆☆

فضائی اور صوتی آلودگی

ڈاکٹر سید اسرار الحق سبیلی [1]

اسلام سراپا خیر اور سلامتی کا راستہ ہے، اسلام کے تمام احکام عدل واعتدال پر مبنی اور جان ومال اور صحت کا تحفظ کرتے ہیں، غیر اسلامی سرمایہ دارانہ اور صنعتی نظام میں عدل وانصاف اور جان ومال اور صحت کی کوئی ضمانت نہیں ہے، مقصود صرف دولت کا حصول ہے، جس کے لئے کوئی اخلاقی وانسانی حدود قائم نہیں کی گئی ہیں، جس کی بنا پر دنیا میں صنعتی ومعاشی ترقی کے ساتھ ماحولیاتی مسائل پیدا ہوتے گئے، اور آج انسان جینے کے لئے صاف ہوا، صاف پانی، غیر آلودہ غذا اور میٹھی نیند سے محروم ہو گیا ہے، اس لئے ضروری ہے کہ موجودہ ماحولیاتی مسائل کا اسلامی نقطہ نظر سے جائزہ لے کر اسلام کے نظام عدل کو واضح کیا جائے اور بہ حیثیت مسلمان انسانیت پر ہو رہے اس ظلم سے خود کو دور رکھنے اور پوری انسانیت کو اس ظلم سے بچانے کی فکر وکوشش کی جائے۔

فضائی آلودگی

ا- پکوان گیس کا استعمال:

ہمارے ملک میں پکوان کے لئے عام طور پر لکڑی، کوئلہ، گوبر کے اپلے، کروسین، بجلی کے چولہے اور پکوان گیس کا استعمال کیا جاتا رہا ہے، ایک مدت تک ملک میں قدرتی ایندھن لکڑی اور کوئلے کا استعمال کیا جاتا تھا، لیکن ملک میں قدرتی وسائل کی کمی اور فضائی آلودگی کو دور کرنے کے لئے حکومت نے رفتہ رفتہ پکوان گیس کو رواج دینا شروع کیا، پکوان گیس جو دو تین دہائی قبل صرف اہل ثروت کے استعمال کے قابل تھا، آج عام اور غریب طبقہ کی دسترس میں آچکا ہے، حکومت غریب طبقہ کے لئے رعایتی قیمت میں گیس کنکشن فراہم کرتی ہے، اور آج پکوان گیس کو عوام وخواص دونوں پسند کرنے لگے ہیں، اور دیہات میں رہنے والے بھی زیادہ تر اس کا استعمال کرتے ہیں، کیوں کہ لکڑی، کیروسین اور کوئلے کے مقابلے میں یہ سستا ایندھن شمار کیا جاتا ہے۔

اس کے باوجود دیہات اور چھوٹے شہر میں رہنے والے لوگ جن کو مفت یا سستے داموں میں گوبر کے اپلے، لکڑیاں اور کوئلے دستیاب ہو جاتے ہیں، وہ ان کا استعمال کرتے ہیں، ایسے لوگوں کو چاہئے کہ وہ رعایتی قیمت والے گیس کنکشن حاصل کرنے کی کوشش کریں، خاص طور پر شہر کے گنجان علاقوں میں رہنے والوں کے لئے شرعی واخلاقی اعتبار سے ضروری ہے کہ وہ پکوان گیس کا استعمال کریں، تا کہ اہل خانہ اور پڑوسیوں کو دھوئیں سے ہونے والی تکلیف اور مختلف بیماریوں سے حفاظت ہو سکے، اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل نصوص سے استدلال کیا جا سکتا ہے:

ا- "لا تَظلمون ولا تُظلمون" (سورۂ بقرہ: ۲۷۸) (نہ تم کسی کا نقصان کرو، اور نہ کوئی تمہارا نقصان کرے)۔

۲- "لا ضرر ولا ضرار" (سنن الدارقطنی حدیث نمبر: ۴۵۴۱) (نہ نقصان اٹھانا (جائز) ہے نہ نقصان پہنچانا)۔

۳- "من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یؤذ جارہ" (جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو، وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے)۔

۲- گاڑیوں کے لئے کم دھوئیں والے ایندھن کا استعمال:

فضائی اور ماحولیاتی آلودگی کا ایک اہم ذریعہ گاڑیوں سے نکلنے والا دھواں ہے، گاڑیوں کے استعمال کی کثرت کی وجہ سے ماحولیاتی آلودگی میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے، پٹرول کے مقابلہ میں سستا ایندھن ڈیزل ہوتا ہے، اس لئے بڑی گاڑیوں والے کفایت کے لئے اس کا زیادہ استعمال کرتے ہیں، ڈیزل زیادہ دھواں خارج کرتا ہے، اس لئے بعض شہروں میں حکومت کی طرف سے اس کی ممانعت ہوتی ہے، جس پر عمل کرنا لازم ہے، اسی طرح گیس سے چلنے والی

[1] صدر شعبہ اُردو، گورنمنٹ ڈگری کالج، سدی پیٹ، تلنگانہ۔

گاڑی سب سے کم دھواں خارج کرتی ہے، اگر کسی خاص گاڑی کے لئے حکومت کی طرف سے گیس کے استعمال کو لازم کر دیا جائے تو اس پر عمل کرنا واجب ہوگا، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''علی المرء المسلم السمع و الطاعة فيما أحب و كره، إلا أن يؤمر بمعصية، فإذا أمر بمعصية فلا سمع ولا طاعة'' (بخاری و مسلم) (مسلمان آدمی پر سننا اور فرماں برداری کرنا واجب ہے، پسندیدہ اور ناپسندیدہ دونوں باتوں میں، مگر یہ کہ گناہ کا حکم دیا جائے، تو جب گناہ کا حکم دیا جاتے تو سمع وطاعت واجب نہیں ہے)۔

یہ حدیث اگرچہ مسلمان حاکم کے بارے میں ہے، لیکن اجتماعی مفاد اور انسانی مصالح کے پیش نظر ایسے حکم پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔

جہاں حکومت کی طرف سے ایسی کوئی ہدایت نہ ہو، تب بھی لوگوں کو ضرر سے بچانے اور ماحول کو صاف ستھرا رکھنے کے لئے کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کو ترجیح دینا اخلاقی اعتبار سے ضروری اور شرعی اعتبار سے مستحب ہوگا، اس سلسلہ میں ان احادیث سے استدلال کیا جاسکتا ہے:

۱ ''أصلحوا رحالكم'' (ابو داؤد) (اپنی سواریوں کو درست رکھو)۔

۲ ''من أذى المسلمين في طرقهم وجبت عليه لعنتهم'' (المعجم الكبير: ۱/ ۲۰۰) (جو مسلمانوں کو ان کے راستہ میں تکلیف دے، اس پر مسلمانوں کی لعنت ثبت ہو جاتی ہے)۔

۳-کم دھواں چھوڑنے والے جنریٹر کا استعمال:

بجلی چلی جانے کی صورت میں مال دار تاجر کی دکانوں میں اور بڑے آفسوں میں جنریٹر کا استعمال کیا جاتا ہے، کیروسین اور ڈیزل سے چلنے والا جنریٹر کثیر مقدار میں دھواں چھوڑتا اور آواز کرتا ہے، یہ بہ یک وقت فضائی اور صوتی آلودگی کا سبب ہے، اور حکومت کی طرف سے بہت سی جگہوں میں اس کے استعمال کی ممانعت بھی ہے، آج کل کم دھواں اور خاموش آواز والا جنریٹر بھی دستیاب ہے، لہذا کم دھوں اور کم آواز والا جنریٹر استعمال کرنا چاہئے؛ تاکہ ماحول کو دھواں اور شور کے نقصان سے بچایا جاسکے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"فارتقب يوم تأتي السماء بدخان مبين، يغشى الناس، هذا عذاب اليم" (سورۂ دخان: ۱۰-۱۱)

(اے پیغمبر!) اس دن کا انتظار کرو کہ آسمان سے صریح دھواں نکلے گا جو لوگوں پر چھا جائے گا، یہ دردناک عذاب ہوگا)۔

یہ آیت اصل میں عذاب الٰہی اور قیامت سے متعلق ہے، البتہ اس آیت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دھواں ایک تکلیف دہ اور اذیت ناک چیز ہے، جو زندگی کو ختم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، طبی نقطۂ نظر سے دھواں پھیپھڑے اور دل کے لئے نہایت مضر ہے، دھوئیں کی کثرت سے پھیپھڑے دھوئیں کا کاربن جمع ہو کر پھیپھڑے کو ناکارہ کر دیتا ہے۔

۴-شمسی توانائی کا استعمال:

ہمارے ملک کی کئی ریاستوں میں برقی توانائی کی قلت ہے، اور وہ دوسری ریاستوں سے برقی خریدتی ہیں، برقی توانائی کی پیداوار سے زیادہ اس کی مانگ ہے، ایسی صورت حال میں حکومت نے شمسی توانائی کی طرف توجہ دی ہے، شمسی توانائی سے برقی کی بچت کے ساتھ برقی بل سے بھی نجات حاصل ہوتی ہے، لیکن شمسی توانائی کی تختیاں لگانے میں پہلے ایک مرتبہ بڑی رقم خرچ ہوتی ہے، حکومت اس کے لئے بعض سہولیتں فراہم کر رہی ہے، حکومتوں کی خواہش ہوتی ہے کہ لوگ کم سے کم بجلی استعمال کریں، اور کم سے کم یونٹ برقی استعمال کرنے والوں کو رعایتی قیمت میں برقی بل ادا کرنے کی سہولت رہتی ہے۔

ایسی صورت میں اگر مساجد اور دینی مدارس و اداروں کی طرف سے شمسی توانائی کا استعمال کیا جاتا ہے، تو اس سے مسلمانوں کے بارے میں حکومت کو مثبت پیغام جائے گا، خصوصاً شہر کی بڑی مساجد و اداروں کی طرف سے شمسی توانائی کا استعمال زیادہ مشکل نہیں ہے، اس لئے ان کی طرف سے شمسی توانائی کا استعمال مستحسن عمل ہوگا، چوں کہ اس عمل سے مستقبل میں کفایت شعاری مطلوب ہے، اس لئے اس حدیث سے استدلال مناسب ہوگا:

''الاقتصاد في النفقة نصف المعيشة'' (مكارم الاخلاق للطبراني: ۱/ ۳۶۴، حديث نمبر: ۱۴۰) (خرچ میں کفایت شعاری آدھی معیشت ہے)۔ یہی حکم برقی بچت کرنے والے (Saver) بلبوں کا بھی ہوگا۔

۵- صنعتی قوانین پر عمل آوری:

یورپ نے صنعتی ترقی کر کے دنیا کو اپنا غلام بنالیا، ملک کی ترقی کا انحصار صنعتی اور زراعتی ترقی پر ہے، لیکن کارخانوں کی چمنیوں سے اگلنے والا دھواں فضا کو اوران سے نکلنے والے سیال فضلات بری طرح زمینی اور آبی آلودگی پیدا کر رہے ہیں، اور انسان وحیوان صاف اور بے آلود ہوا، پانی اور غذا سے محروم ہو گیا ہے، گویا انسان نے صنعتی ترقی اور پیسے کے حصول کے لئے کرۂ ارض کے انسان، حیوانات اور نباتات کی زندگیوں کو خطرہ میں ڈال دیا ہے، اور ترقی کے نام پر تباہی کا سامان پیدا کرلیا ہے، لیکن صنعتوں کو بند تو نہیں کیا جاسکتا ہے، البتہ انہیں آبادی سے دور رکھا جاسکتا ہے، اوراس کی چمنیوں کو ایک خاص سطح تک اونچا رکھا جاسکتا ہے، اور فضلات کی نکاسی کا معقول انتظام اوران کومٹی اور پانی میں ملنے سے بچایا جاسکتا ہے، اور فضلات سے دوسری کارآمد اشیاء تیار کی جاسکتی ہیں۔

اس سلسلہ میں صنعت قائم کرنے سے قبل حکومت کی طرف سے انسانی وحیوانی جانوں کے تحفظ کی خاطر جو شرائط اور معاہدات کئے جاتے ہیں، ان پر شرعی واخلاقی نقطۂ نظر سے عمل کرنا واجب ہے، اوران سے انحراف، حرث ونسل کی تباہی فساد اور جرم میں شامل ہوگا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

۱- "ومن الناس من يعجبك قوله في الحياة الدنيا ويشهد الله على ما في قلبه وهو ألد الخصام. وإذا تولى سعى في الأرض ليفسد فيها ويهلك الحرث والنسل والله لا يحب الفساد. وإذا قيل له أتق الله أخذته العزة بالإثم" (سورۂ بقرہ: ۲۰۴-۲۰۶)

(اور (اے پیغمبر) ایک شخص ایسا ہے کہ دنیوی زندگی کے بارے میں اس کی باتیں تم کو اچھی معلوم ہوتی ہیں، اور وہ اپنے دل کی باتوں پر اللہ کو گواہ ٹھہراتا ہے، حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہے، اور جب وہ تمہارے پاس سے جاتا ہے زمین میں دوڑ دھوپ کرتا ہے تا کہ اس میں فساد پھیلائے اور کھیتی کو برباد اور انسانوں اور حیوانوں کی نسل کو نابود کر دے اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا، اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈر، تو غروراس کو گناہ پر اکساتا ہے)۔

۲- "ظهر الفساد في البر والبحر بما كسبت أيدي الناس" (سورۂ روم: ۴۱) (خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب فساد پھیل گیا ہے)۔

۳- "ولا تفسدوا في الأرض بعد إصلاحها" (سورۂ اعراف: ۵۵) (اور (دیکھو) زمین کی درستی کے بعد اس میں فساد نہ پھیلاؤ)۔

علامہ قرطبی اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں: "مسألة واحدة وهو أنه بسحانه نهى عن كل فساد قل أو كثر بعد صلاح قل أو كثر فهو على العموم على الصحيح من الأقوال وقال الضحاك: معناه لا تعوروا الماء المعين، ولا تقطعوا الشجر المثمر ضرارا، وقد ورد قطع الدنانير من الفساد في الأرض" (تفسیر القرطبی: ۷/ ۲۲۶)۔

(اس میں ایک مسئلہ ہے، وہ یہ کہ اللہ سبحانہ نے اصلاح کے بعد ہر طرح کے فساد سے منع فرمایا ہے، چاہے وہ تھوڑا ہو یا زیادہ، تو صحیح قول کے مطابق یہ اپنے عموم پر ہے، اور ضحاک نے کہا کہ اس کا مطلب ہے: بہتے ہوئے چشمے کو خشک نہ کرو، اور تکلیف دینے کے لئے پھل دار درخت نہ کاٹو، اور یہ بات وارد ہوتی ہے کہ دیناروں کو کاٹنا زمین میں فساد پھیلانے کے حکم میں ہے)۔

۶- ذبح وقربانی کے بعد صفائی کا اہتمام:

اسلام میں صفائی کی بڑی اہمیت ہے، اسلام نے ہر موقع پر صاف ستھرا رہنے اور ماحول کو صاف ستھرا رکھنے کی تاکید کی ہے، اس لئے مسلمانوں کو ذبح وقربانی کے موقع پر صفائی کا خاص اہتمام کرنا چاہئے، جس طرح ذبح وقربانی سے متعلق اسلام نے ہدایات دی ہیں، اسی طرح صفائی سے متعلق بھی ہدایات ہیں، ذبح وقربانی کے موقع پر کچھ ہدایات پر عمل کرنا اور کچھ کو فراموش کر دینا مسلمانوں کے لئے جائز نہیں ہے، صفائی میں کوتاہی کی وجہ سے ذبح وقربانی پر اعتراض کرنے والوں کو مزید اعتراض کا موقع مل جاتا ہے۔

جانوروں کے ناقابل استعمال اجزاء جیسے خون، فضلات اور اوجھڑی وغیرہ کو کھلی جگہوں میں چھوڑ دینے سے ان میں جلد تعفن پیدا ہو جاتا ہے، اور ہیضہ جیسی بیماری پھیلنے کا اندیشہ رہتا ہے، اس لئے بہتر یہ ہے کہ انہیں زمین میں دفن کر دیا جائے، لیکن شہری علاقوں میں یہ ممکن نہیں ہے، اس لئے بلدیہ کی طرف سے متعین مقام اور متعین کچرے کے ڈبوں میں جانوروں کے فضلات ڈالنے کا اہتمام کرنا چاہئے، اور محلہ کے لیڈر اور بارسوخ حضرات بلدیہ والوں کو خاص تاکید کریں کہ وہ

قربانی کے دنوں میں صفائی کا خصوصی انتظام کریں؛ کیوں کہ دیکھا گیا ہے کہ بلدیہ والے مسلم محلوں میں قربانی کے دنوں میں جان بوجھ کر کچرا نہیں اٹھاتے ہیں۔

۷- پلاسٹک کی تھیلیوں کا استعمال:

ایک زمانہ تھا کہ لوگ بازاروں سے اشیاء خریدنے کے لئے اپنے گھروں سے تھیلیاں لے کر جاتے تھے، اور آج بھی راشن اور ترکاریاں خریدنے کے لئے تھیلیاں ساتھ لے جاتے ہیں، لیکن پلاسٹک کی تھیلیوں کی کثرت نے لوگوں کو آرام طلب بنا دیا ہے، اور گھروں سے تھیلیاں لے کر نکلنا فیشن کے خلاف سمجھا جانے لگا ہے۔

پلاسٹک تھیلیوں کے استعمال کی کثرت نے زمین، فضا اور پانی کو آلودہ کر دیا ہے، یہ انسان اور حیوانات کی صحت کے لئے نہایت مضر چیز ہے، اس لئے حکومت کو چاہئے کہ وہ ایسی نقصان دہ تھیلیوں کی تیاری کو ممنوع قرار دے اور ایسی تھیلیاں بنانے والے کارخانوں اور ان کی خرید وفروخت کرنے والوں پر جرمانہ عائد کر دے، جیسا کہ بعض ریاست میں کیا گیا ہے۔

عوام کو بھی چاہئے کہ وہ کپڑے کی تھیلیاں ساتھ رکھیں، دکان دار اور تاجر حضرات کی ذمہ داری ہے کہ وہ چھپے چوری سے پلاسٹک کی تھیلیاں خرید وفروخت نہ کریں، اور نہ گاہکوں کو پلاسٹک کی تھیلیوں میں سامان دیں، بلکہ کاغذ کے لفاف اور کپڑے کی تھیلیوں کا استعمال کریں، پلاسٹک تھیلیوں کا استعمال خود کو اور پورے کرہ عالم کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة، وأحسنوا، إن الله يحب المحسنين" (سورۂ بقرہ: ۱۹۵)

(اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور نیکی کرو، بے شک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے)۔

۸- سگریٹ نوشی کا حکم:

سگریٹ، بیڑی اور حقہ وغیرہ پینے سے نہ صرف پینے والا رفتہ رفتہ دمہ، کینسر اور ٹی بی وغیرہ جیسی بیماری میں مبتلا ہوتا ہے، بلکہ اس کے دھویں سے دوسرا شخص بھی متاثر ہوتا ہے، تمباکو نوشی کو بعض علماء نے حرام، بعض نے مکروہ اور بعض نے مباح قرار دیا ہے، اس میں درمیانی راہ اختیار کرتے ہوئے اسے مکروہ قرار دیا جاسکتا ہے، لیکن یاد رہے کہ تنہائی میں سگریٹ پینا ایک گناہ ہے اور لوگوں کے سامنے اور عوامی مقامات پر پینا دوہرا گناہ ہے، جو لوگ سگریٹ اور تمباکو کے عادی نہیں ہیں، ان کو سگریٹ اور بیڑی کے دھواں سے بڑی کوفت اور اذیت ہوتی ہے، اس لحاظ سے حکومت کی طرف سے ممنوع کردہ عوامی مقامات جیسے: بس اسٹینڈ، ریلوے اسٹیشن، ہوائی اڈہ، بس، ٹرین، ہوائی جہاز، دواخانہ، سرکاری آفس، تعلیم گاہ، عبادت گاہ اور سڑکوں پر سگریٹ اور بیڑی نوشی جائز نہیں ہوگی، اس سلسلہ میں درج ذیل آیات واحادیث سے استدلال کیا جاسکتا ہے:

۱- "والذين يؤذون المؤمنين والمؤمنات بغير ما اكتسبوا فقد احتملوا بهتانا وإثما مبينا" (سورۂ احزاب: ۵۸)

(اور جو لوگ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو بے قصور ایذا دیتے ہیں، تو بے شک وہ بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اپنے سر اٹھاتے ہیں)۔

۲- "المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده" (بخاری مسلم)
(مسلم وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں)۔

۳- "لا ضرر ولا ضرار، من ضار ضره الله، ومن شاق شق الله عليه" (سنن الدار قطنی: ۴/ ۵۱، حدیث نمبر: ۷۹-۳)
(نہ نقصان برداشت کرنا (جائز) ہے، نہ نقصان پہنچانا، جو کسی کو نقصان پہنچائے گا اللہ اسے نقصان پہنچائے گا، اور جو تکلیف میں ڈالے گا اللہ اس کو تکلیف میں ڈالے گا)۔

۹- کھلی جگہوں میں رفع حاجت کرنا:

شریعت میں راستہ، عوامی گزرگاہ اور عوامی بیٹھک کی جگہوں میں قضاء حاجت اور پیشاب کرنے سے منع کیا گیا ہے، اور ایسا کرنے والے پر لعنت کی گئی ہے، اس لئے سڑکوں کے کنارے اور عوامی مقامات، ریلوے اسٹیشن اور بس اسٹیشن وغیرہ کے پاس پیشاب کرنا جائز نہیں ہے، اس سے بے ستری اور آلودگی ہوتی

ہے، ریلوے اسٹیشن، بس اسٹیشن اور بازاروں میں بنے بیت الخلاء کا استعمال کرنا چاہئے، اسی طرح گندے پانی اور فضلات کو گلیوں میں بہانا بھی جائز نہیں ہے، فضلات کی نکاسی کے لئے حکومت کے بنائے زیرزمین ڈرینج کا استعمال کرنا چاہئے یا سیپٹک ٹینک بنوانا چاہئے، تاکہ آلودگی سے حفاظت ہو اور دوسروں کو تکلیف نہ پہنچے، جیسا کہ احادیث میں تاکید کی گئی ہے:

۱- ''اتقوا اللعانين، قالوا: وما اللعانان ؟ يا رسول الله ! قال: الذى يتخلى فى طريق الناس أو فى ظلهم'' (مسلم: ۱/ ۱۳۲) (تم دو لعنت والی جگہوں سے بچو، صحابہؓ نے کہا: وہ دو کیا ہیں؟ فرمایا: لوگوں کے راستہ یا ان کے سایہ کی جگہ قضاء حاجت کرنا)۔

۲- ''اتقوا الملاعن الثلاث: البراز فى الموارد والظل و قارعة الطريق'' (ابن ماجه: ۲۸، مستدرك حاكم: ۱/ ۱۶۷)

(لعنت کی تین جگہوں سے بچو پانی، سایہ اور راستہ میں رفع حاجت کرنے سے)۔

۳- ''من سل سخيمته على الطريق من طرق المسلمين فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين'' (المعجم الاوسط: ۲/ ۳۲، مستدرك حاكم: ۱/ ۱۸۶)

(جو مسلمان کے راستہ پر غلاظت کرے، اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتے اور تمام لوگوں کی لعنت ہے)۔

۱۰- بے جگہ تھوکنے سے پرہیز:

بے جگہ ادھر ادھر تھوکنے سے پرہیز کرنا چاہئے، خصوصاً عوامی مقامات، راستہ اور سیڑھیوں پر تھوکنے سے بچنا چاہئے، عوامی مقامات پر بنائے گئے تھوک دان اور واش بیسن کا استعمال کرنا چاہئے، اگر عوامی مقام پر تھوکنے کی نوبت آجائے تو مٹی پر تھوکنا چاہئے، اور اس پر پاؤں سے دوسری مٹی ڈال کر رگڑ دینا چاہئے، جیسا کہ بخاری و مسلم میں تھوک کو دفن کر دینے کا حکم ہے:

''البصاق فى المسجد خطيئة، وكفّارتها دفنها'' (مسلم: ۵۵۲) (مسجد میں تھوکنا گناہ ہے، اور اس کا کفارہ اس کو دفن کر دینا ہے)۔

۱۱- مشینی اشیاء کا استعمال:

مختلف مشینی اشیاء جیسے: فریج، واشنگ مشین، ائرکولر، ایرکنڈیشن اور موبائل وغیرہ شعاعیں خارج کرتے ہیں، جو انسانوں، جانداروں اور ماحول کے لئے سخت نقصان کا باعث ہیں، نیز فریج، ایرکولر اور ایرکنڈیشن حرارت اور آلودگی بھی پیدا کرتے ہیں، اس لئے ان کے مضر اثرات سے بچتے ہوئے اعتدال کے ساتھ ان کا استعمال کرنا چاہئے، اور بلاضرورت ان کے استعمال سے پرہیز کرنا چاہئے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

۱- "والذين إذا أنفقوا لم يسرفوا ولم يقتروا، وكان بين ذلك قواما" (الفرقان: ۶۷)

(اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں، تو نہ بے جا اڑاتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں، بلکہ ان کے درمیان اعتدال ہوتا ہے)۔

۲- "ثم صدقناهم الوعد فأنجيناه ومن نشاء وأهلكنا المسرفين" (الانبياء: ۹)

(پھر ہم نے ان سے جو وعدہ کیا تھا اس کو سچا کر دیا، (یعنی) ان کو اور جن کو ہم نے چاہا نجات دی اور حد سے گزر جانے والوں کو ہلاک کر ڈالا)۔

۱۲- (الف) بلاضرورت جنگلات کو کاٹنا:

آج انسان کو یہ بات بتانے کی ضرورت ہے کہ انسان اس کائنات کا مالک اور حاکم نہیں ہے، بلکہ اس کائنات کا حاکم و مالک اللہ تعالیٰ ہے، اور اللہ تعالیٰ نے فطری طور پر تمام مخلوقات کو انسان کے فائدے کے لئے پیدا کیا ہے، اللہ نے انسان کو تجارت اور کاروبار کی اجازت دی ہے، لیکن ایسی تجارت اور کاروبار جس سے کائنات کا فطری نظام درہم برہم ہو جائے اور انسان وحیوان آکسیجن اور تازہ ہوا سے محروم ہو جائے، اور غذائی قلت کا شکار ہو جائے، ایسی تجارت اور کاروبار جائز نہیں ہے، اس پس منظر میں بلاضرورت جنگلات کو کاٹنے اور کھیتوں کو زیادہ سے زیادہ پیسوں کے حصول کے لئے پلاٹس بنا کر کالونی بنانا غیر مستحسن اقدام ہے، زیادہ سے زیادہ پیسے صرف پلاٹس بنا کر ہی حاصل نہیں کئے جا سکتے، بلکہ زمینات پر باغات اور کھیتیاں لگا کر بھی حاصل کئے جا سکتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے

زمین کی تخلیق کے بعد درخت اور پھلوں کا ذکر کیا ہے:

۱۔ "الله الذی خلق السماوات والأرض وأنزل من السماء ماء فأخرج به من الثمرات رزقا لکم" (سورۂ ابراہیم: ۳۲)

(اللہ (وہ ہے) جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اور آسمان سے بارش برسایا، پھر اس سے تمہارے کھانے کے لئے پھل پیدا کئے)۔

ب۔ اسلام میں شجرکاری اور زراعت کی فضیلت:

اسلام میں درخت لگانے اور کھیتی کرنے کی بڑی فضیلت ہے، تاکہ انسان، حیوانات اور چرند و پرند وغیرہ کی غذائی ضروریات پوری ہوں، قحط سالی اور فاقہ کشی سے حفاظت ہو، ماحول کا تحفظ ہو اور معمول کے مطابق بارش ہو۔

مندرجہ ذیل احادیث میں درخت لگانے اور کھیتی کرنے کی فضیلت اور اجر و ثواب بیان کیا گیا ہے:

۱۔ ''من غرس غرسا أو زرع زرعا فأکل منه إنسان أو طیر أو سبع أو دابة فهو له صدقة'' (مسند احمد: ۲۷۶۲۲، حدیث نمبر: ۱۵۶۰۱) (جو کوئی درخت لگاتا ہے، یا کھیتی کرتا ہے، اور اس میں سے کوئی انسان، پرندہ، درندہ یا جانور کھالیتا ہے، تو وہ اس کے لئے صدقہ ہے)۔

۲۔ ''من غرس غرسا أجری الله له أجر من أکل منه ناس أو طائر أو دابة حتی ییبس'' (مسند الشامیین للطبرانی: ۳/ ۲۸۵ حدیث نمبر: ۲۲۷۵) (جو شخص درخت لگاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کو اس درخت سے کسی انسان پرندہ یا جانور کے کھا لینے کا بدلہ عنایت فرمائیں گے، جب تک کہ وہ درخت سوکھ نہ جائے)۔

صوتی آلودگی:

صوتی آلودگی فضائی، زمینی اور آبی آلودگی سے کچھ کم ضرررساں نہیں ہوتی ہے، بلکہ یہ مذکورہ آلودگیوں کے مقابلہ میں زیادہ نقصان دہ اور زود اثر ہوتی ہے، اور ہلاکت کا باعث بن جاتی ہے، کارخانے کی مشینوں کی پرشور آواز، گاڑیوں کے ہارن، ٹرین کی سیٹیوں اور لاؤڈ اسپیکر سے راتوں کی نیند حرام ہو جاتی ہے، انسان ہائی بلڈ پریشر، ٹینشن، بے خوابی اور دل کا مریض بن جاتا ہے، اس لئے اسے نظرانداز نہیں کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ آبادی سے باہر کارخانہ لگانے کی ہدایت:

کارخانے کی بعض مشینیں بہت پرشور ہوتی ہیں، حکومت کی طرف سے ان کو آبادی سے باہر لگانے کی ہدایت ہوتی ہیں، اسی طرح آبادی میں موجود کارخانوں کو آبادی سے دور منتقل کرنے کا حکم دیا جاتا ہے، لیکن کارخانے والے اس حکم پر بہت کم عمل کرتے ہیں، اور اپنا اثر ورسوخ استعمال کرکے حکم کو ٹالتے رہتے ہیں، بھوپال گیس ۱۹۸۴ء کا تاریخی سانحہ کا زخم آج بھی ہندوستانیوں کے دل میں تازہ ہے، اور آج بھی اس کے متاثرین اور وارثین انصاف سے محروم ہیں، اس لئے شرعی واخلاقی اعتبار سے حکومت کی ہدایت کو نظرانداز کرنا جائز نہیں ہے، آبادی میں کارخانے کی موجودگی سے آبادی کے افراد خصوصاً بچے، بوڑھے اور بیمار افراد کو شدید تکلیف ہوتی ہے، اور ان کو غیر معمولی ضرر لاحق ہوتا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''من ضار أضرّ الله به، ومن شاق شق الله علیه'' (سنن ابن ماجه، حدیث نمبر: ۲۳۴۲)

(جو کسی کو نقصان پہنچائے اللہ اسے نقصان پہونچائے، اور جو کسی کو تکلیف میں ڈالے اللہ اسے تکلیف میں ڈالے)۔

۲۔ تیز ہارن بجانا:

گاڑی چلاتے وقت حادثات سے حفاظت کے لئے اور دوسرے غافل لوگوں کو متنبہ کرنے کے لئے ہارن بجانے کی ضرورت پیش آتی ہے، لیکن بلاضرورت یا زیادہ تیز آواز میں ہارن بجانا اور لوگوں کو مرعوب و دہشت زدہ کرنے کے لئے تیز ہارن بجانا اور اپنی گاڑیوں میں ایمبولینس والے ہارن لگا کر لوگوں پر اپنی

دھاک جمانا جائز نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"ولا تصعر خدك للناس و لا تمش في الأرض مرحا، ان الله لا يحب كل مختال فخور، واقصد في مشيك واغضض من صوتك، إن أنكر الأصوات لصوت الحمير" (لقمان: ۱۸-۱۹)۔

(اور لوگوں کے سامنے (غرور سے) اپنے گال مت پھلا، اور زمین پر اترا کر مت چل، بے شک اللہ اترانے والے اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا، اور اپنی چال میں اعتدال رکھ اور اپنی آواز پست رکھ، بلاشبہ آوازوں میں سب سے بری آواز گدھے کی ہے)۔

۳۔ ڈی جے کا استعمال:

حالیہ چند سالوں سے بدقسمتی سے ہمارے معاشرہ میں ڈی جے کا استعمال بڑھتا جا رہا ہے، شادی بیاہ، سیاسی وسماجی تقریب اور اسکول وکالج کی تقاریب میں بھی اس کا استعمال فیشن کے طور پر کیا جا رہا ہے، DJ کی آواز اتنی تیز تر ہوتی ہے کہ آس پاس کے لوگوں کے کان پھٹنے لگتے ہیں، اور رات میں سونے والوں کی نیند حرام ہو جاتی ہے، دل کے مریضوں کے لئے یہ سخت نقصان دہ اور جان لیوا ہوتا ہے، مزامیر وموسیقی کے گناہ کے ساتھ صرف DJ کی دہشت ناک آواز کا گناہ بھی کم نہیں ہوگا، جس سے بے قصور لوگ متاثر ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"والذين يؤذون المؤمنين والمؤمنات بغير ما اكتسبوا فقد احتملوا بهتانا وإثما مبينا" (سورۂ احزاب: ۵۸)

(اور جو لوگ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو بغیر اس کے کہ انہوں نے کچھ کیا ہو، ایذا دیتے ہیں، تو بے شک وہ بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھاتے ہیں)۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے: "ملعون من ضار مؤمنا أو مكر به" (ترمذی: ۱۵/۲ کتاب البر والصلة)

(مومن کو نقصان پہنچانے والا یا اس کے ساتھ چال بازی کرنے والا لعنتی ہے)۔

تیز آواز سے صوتی آلودگی پھیلتی ہے، اور دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے، کان اور دل پھٹ سکتے ہیں، اور دل کے مریض کی جان بھی چلی جاتی ہے، اس طرح کے کئی حادثات ہو چکے ہیں، اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود کو چیخ کے عذاب سے ہلاک کر دیا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

"وأخذ الذين ظلموا الصيحة فأصبحوا في ديارهم جاثمين" (ھود: ۶۷)

(اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا ان کو ایک ہولناک آواز نے پکڑ لیا، تو صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے رہ گئے)۔

۴۔ رات کے پروگرام:

اللہ تعالیٰ نے دن کو کام کے لئے اور رات کو آرام اور نیند کے لئے بنایا ہے (القصص: ۷۳)، ہمارے معاشرہ میں سیاسی اور مذہبی جلسے اور مشاعرے رات دیر تک جاری رہتے ہیں، اور ایسے ساؤنڈ بکس استعمال کئے جاتے ہیں کہ آواز کا شور پوری آبادی تک پہنچایا جاتا ہے، حالاں کہ حکومت کی طرف سے دس بجے کے بعد پروگرام ختم کرنے کی ہدایت ہوتی ہے، لیکن اس کا پاس ولحاظ نہیں رکھا جاتا، جب کہ اجتماعی معاملات میں حکومتی احکام پر عمل آوری ضروری ہوتی ہے، نیز مسلمانوں کے لئے کسی دوسرے انسان کو تکلیف دینا شرعاً واخلاقاً درست نہیں ہے، اس سے مخالفین کو اسلام کے خلاف لب کشائی کا موقع مل جاتا ہے، مسلمانوں کے لئے تو نماز میں بھی بہت زیادہ تیز آواز میں تلاوت کرنا مناسب نہیں ہے:

"ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها وابتغ بين ذلك سبيلا" (سورۂ اسراء: ۱۱۰)

(اے پیغمبر!) جب تم نماز میں مشغول ہو تو قرآن کو نہ تو بہت پکار کر پڑھو اور نہ بالکل آہستہ، بلکہ ان دونوں کے درمیانی طریقہ کو اختیار کرو)۔

اس لئے مذہبی جلسوں میں اتنی معتدل آواز رکھنی چاہئے جو شرکاء کے لئے کافی ہو جائے، اور جلسہ گاہ سے دور آبادی تک آواز پہنچانے سے گریز کیا جائے،

جیسا کہ حدیث میں بھی ہدایت دی گئی ہے:

۱- ''روی عن ابن عمر أن النبی ﷺ رأی فی آخر رمضان، فقال: إن المصلی یناجی ربه، فلیعلم أحد کم بما یناجیه ولا یجهر بعضکم علی بعض'' (احکام القرآن للجصاص: ۵ /۳۸)۔

(سیدنا ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے آخری دنوں میں دیکھ کر فرمایا: نمازی اپنے پروردگار سے سرگوشی کرتا ہے، تو اسے جان لینا چاہئے کہ وہ کیسے سرگوشی کر رہا ہے، اور ایک دوسرے کو بلند آواز سے نہ سنائے)۔

۲- ''عن علی قال: نهی رسول الله ﷺ أن یرفع الرجل صوته بالقرآن قبل العشاء وبعدها، یغلط أصحابه فی الصلاة'' (حوالہ سابق)

(سیدنا علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ عشاء سے پہلے یا اس کے بعد تلاوت قرآن میں آدمی اپنی آواز بلند کرے اور اپنے ساتھی کو نماز میں غلطی کرادے)۔

''(واغضض من صوتك) أی انقص منه، ای لا تتکلف رفع الصوت وخذ ما تحتاج إلیه، فإن الجهر بأکثر من الحاجة تکلف یؤذی، والمراد بذلك کله التواضع، وقد قال عمر لمؤذن تکلف رفع الأذان وأکثر من طاقته: ''لقد خشیت أن ینشق مریطاؤك'' (تفسیر القرطبی: ۱۴ /۷۱)۔

(اپنی آواز پست کرو) یعنی آواز کم کرو اور آواز بلند کرنے میں تکلف نہ کرو، بلکہ جتنی ضرورت ہے، اتنی ہی آواز اختیار کرو؛ کیوں کہ ضرورت سے زیادہ آواز بلند کرنا اذیت ناک تکلف ہے، سیدنا عمرؓ نے ایک مؤذن سے کہا تھا جو بہ تکلف اذان کے کلمات طاقت سے زیادہ بلند آواز میں ادا کر رہا تھا: ''یقیناً مجھے ڈر ہے کہ تمہارا سینہ پھٹ جائے گا'')۔

☆☆☆

فضائی اور صوتی آلودگی

مولانا ابو الکلام قاسمی[1]

فضائی آلودگی سے متعلق مسائل:

۱۔ صدیوں سے پکوان کے لئے لکڑی، کوئلہ، کنڈے اور فطری و نیچرل اشیاء کا استعمال ہوتا رہا ہے، اس سے جو دھواں نکلتا ہے وہ آخر کار صحت پر اثر انداز ہوتا ہے جس سے صحت متاثر ہوتی ہے، اس سے بچنے کی تدبیر اس وقت تک نہیں کی گئی جب تک اس کا متبادل ہمارے پاس نہیں تھا، جب اس کا متبادل مائیکرو ویو، انڈکشن چولہا اور الیکٹرانک چولہے کی شکل میں وجود میں آیا تو امت نے اس کی جانب رغبت دکھائی اور اس کا استعمال شروع کیا اور یہ قوم کا بہتر اقدام ہے جو قابل تعریف ہے، اس لئے کہ اس سے فضائی آلودگی کم بلکہ نہ کے برابر پیدا ہوتی ہے، فضائی آلودگی پیدا کرنے والے آلات پکوان میں استعمال کئے جائیں گے تو گو نسبتاً مہنگے ہوں گے مگر اس کے نتائج سنگین نہیں ہوں گے، البتہ اس کو شرعاً واجب اور ضروری قرار نہیں دیا جاسکتا؛ کیونکہ اس کا ضرر واضح اور ظاہر نہیں ہے۔

''ولا یمنع الشخص من تصرفه في ملکه إلا إذا کان الضرر بجاره ضررا بینا، فیمنع ذلك، وعلیه الفتوی'' (ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب القضاء ۸/ ۱۵۲ دیوبند، زکریا)۔

''وعن عبدالله بن عمر مرفوعا لاتترکوا النار في بیوتکم حین تنامون'' (الصحیح لمسلم مع تکملة فتح الملهم ۳/ ۳۷۱، رقم الحدیث: ۵۲۱۶)۔

۲۔ حکومت کے وہ قوانین جو مفاد عامہ سے متعلق ہیں، نیز مصالح بلاد سے ان کا تعلق ہے، مباح امور کے بارے میں ہیں، اور ان میں شرعاً کوئی قباحت نہ ہو یعنی وہ قوانین خلاف شرع نہ ہوں تو ان کی پابندی لازم اور ضروری ہے اور شریعت اسلامیہ بھی ایسے قوانین کی پابندی کو روا رکھتی ہے، لہذا اگر حکومت نے کسی شہر میں اور عموماً یہ بڑے شہروں میں ہوتا ہے، الکحل یا سی این جی (CNG) کو لازم قرار دیا ہو تو بحیثیت حکماء اور امراء کی اطاعت کے اس کی پابندی کرنی چاہئے اور شرعاً بھی اس کو واجب سمجھنا چاہئے، البتہ اگر حکومت نے ایسا کوئی قانون نہ بنایا ہو تو انسان کو چاہئے کہ خود وہ نقصان دہ چیزوں کا استعمال نہ کرے بلکہ جو اس کے حق میں اور دوسرے سب کے حق میں بہتر ہے اس کو اختیار کرے اور یہ ہی اس کے لئے بہتر اور مستحسن عمل ہے، البتہ اس کو واجب کہنا دشوار ہے، اس لئے کہ اس کے استعمال کا ہلاکت خیز ہونا حتمی نہیں ہے اور نہ ہی اس کا ضرر رساں ہونا یقینی ہے۔

''إذا کان فعل الإمام مبنیا علی المصلحة فیما یتعلق بالأمور العامة، لم ینفذ أمره شرعا إلا إذا وافقه'' (الأشباه والنظائر ۱/ ۳۳۲، دیوبند مکتبہ الفیصل)۔

''وفي شرح الجوامع: تجب إطاعته فیما أباحه الشرع، وهو ما یعود نفعه علی العامة'' (ردالمحتار علی الدر المختار ۱/ ۴۴)

''أمر السلطان إنما ینفذ إذا وافق الشرع، وإلا فلا'' (المصدر السابق، کتاب القضاء ۸/ ۱۱۷)۔

''الأول: مبدأ طاعة الأمیر، وأن المسلم یجب علیه أن یطیع أمره في الأمور المباحة، فإن أمر الأمیر بفعل مباح وجبت مباشرته، وإن نهی عن أمر مباح حرم ارتکابه؛ لأن الله سبحانه وتعالی۔قال: ''أطیعوا الله وأطیعوا الرسول وأولی الأمر منکم'' (تکملة فتح الملهم ۳/ ۳۲۳ دیوبند، المکتبة الأشرفیة)۔

۳۔ جنریٹر کے استعمال میں مٹی کا تیل اور ڈیزل یا زیادہ دھواں چھوڑنے والی کسی اور چیز پر اگر حکومت پابندی لگادے تو اس کی خلاف ورزی بھی شرعاً درست نہ

---

[1] مفتی شہر بھوپال، مدھیہ پردیش۔

ہوگی، ہاں اگر باقاعدہ کوئی قانون نہ ہو تو پھر اس کے استعمال سے منع نہیں کیا جاسکتا، البتہ اس کے استعمال کی ترغیب دلائی جائے گی تاکہ عوام کو اس کے ضرر اور نقصان سے بچایا جائے۔

اس کے دلائل بھی وہی ہیں جو سوال نمبر دو کے جواب میں مذکور ہوئے، نیز ایک حدیث میں ہے کہ ایمان والے کو ضرر پہنچانے یا اس کے ساتھ مکر وفریب کا معاملہ کرنے پر لعنت ہے۔

''عن أبي بكر الصديق قال: قال رسول الله ﷺ: معلون من ضار مؤمنا أو مكر به'' (جامع الترمذي: رقم الحديث: ۱۸۶۴)۔

نیز مشہور قاعدہ ہے:

''الضرر يدفع بقدر الإمكان يعني إذا وقع الضرر فإنه يدفع ما أمكن، وذلك بقدر الاستطاعة؛ لأن الله لم يكلف نفسا إلا بما في وسعها'' (القواعد الفقهيه المحمودة، للشيخ أبو الكلام القاسمي المظاهري، سليم مكتبة المظاهر/ ص ۶۴)۔

۴۔ شمسی توانائی (سولر سسٹم) ایک حد تک اس کا استعمال کافی بڑھ گیا ہے، اور کامیاب بھی ہے، مگر جو فطری معدنی اشیاء ہیں جن کا استعمال بہت پہلے سے چلا آرہا ہے اس کو فی الحال چھوڑا نہیں جاسکتا؛ کیونکہ موسم کی ناہمواری سے مذکورہ اشیاء پر کوئی خاص اثر نہیں پڑتا، جبکہ شمسی توانائی کا استعمال عام دنوں یعنی نارمل حالت میں تو ہوسکتا ہے مگر ہر موسم اس کے موافق نہ ہونے کی بنا پر اس پر یقین نہیں کیا جاسکتا اور وہ سسٹم کبھی بھی زندگی کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے، اس لئے اس کے استعمال پر انحصار کی ترغیب نہیں دی جائے گی اور نہ اس کو شرعاً مستحسن قرار دیا جائے گا؛ کیونکہ اس پر واقعۃً خطیر رقم خرچ ہوتی ہے، جس کا تحمل بڑے بڑے سرمایہ دار بھی نہیں کرسکتے، ہاں ایندھن کے دیگر وسائل کے ساتھ اس کا بھی استعمال کیا جاسکتا ہے، بلکہ فضائی آلودگی سے بچانے کے لئے اسی کا استعمال کیا جائے اور ساتھ میں دیگر وسائل بھی استعمال ہوں۔

''الضرر لا يزال بالضرر أي الضرر يزال، ولكن ليس بضرر مثله'' (الأشباه والنظائر، القاعدة الخامسة، الفن الأول، النوع الاول/۱ ۲۵۴ مكتبه الفيصل ديوبند)۔

''الضرر مهما كان واجب الإزالة فلا يكون بإحداث ضرر مثله، ولا أكثر منه فيزال الضرر، ولكن أكثر منه فيزال الضرر، ولكن لا بإضرار الغير'' (القواعد الفقهيه المحمودة/ ۶۵،۶۴)۔

۵۔ موجودہ دور میں لوگوں کی ضرورت کے پیش نظر چھوٹے بڑے کارخانوں کی بہتات وکثرت ہے، اور ان کارخانوں سے نکلنے والا زہریلا دھواں اور مادہ لوگوں کے لئے نقصان دہ ہے، لہذا حکومت کی جانب سے جو بھی قوانین اور پابندیاں کارخانے والوں پر عائد کی جاتی ہیں، تو کارخانے والوں پر ان قوانین کی پابندی شرعاً ضروری ہے، اور خلاف ورزی ناجائز ہے۔

''عن أبي سعيد الخدري أن رسول الله ﷺ قال: لا ضرر ولا ضرار، من ضار ضره الله، ومن شاق شق الله عليه'' (المستدرك للحاكم ۲/ ۵۷)۔

''قال الخشني: الضرر: الذي لك فيه منفعة، وعلى جارك فيه مضرة، الضرار: الذى ليس لك فيه منفعة وعلى جارك فيه مضرة'' (القواعد الفقهيه المحمودة/ ۱۶)۔

''التصرف على الرعية منوط بالمصلحة'' (قواعد الفقه: للمفتي عميم الإحسان البنغلاديشي/ ۴۱، ديوبند، مكتبة الاتحاد)۔

''الأول مبدأ طاعة الأمير، وأن المسلم يجب عليه أن يطيع أمره في الأمور المباحة، فإن أمر الأمير بفعل مباح وجبت مباشرته، وإن نهى عن أمر مباح حرم ارتكابه؛ لأن الله تعالى قال: أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم'' (تكملة فتح الملهم ۳/ ۳۲۳)۔

۶۔ ذبیحہ جانور کے قابل استعمال اجزاء نکالنے کا شریعت نے حکم دیا ہے، تاکہ جانور کی بھی کوئی چیز ضائع نہ ہو اور ہر چیز استعمال میں آجائے، چنانچہ ایک حدیث رسول ﷺ کا مضمون ہے جو اس کی تائید کرتا ہے کہ میتہ کے بھی قابل استعمال اجزاء کو استعمال میں لایا جاسکتا ہے، اس کے علاوہ جو اجزاء پھینکنے کے قابل ہوتے ہیں مثلاً خون، اوجھڑی وغیرہ تو ان کے بارے میں شریعت کا یہ حکم ہے کہ ان کو دفن کردیا جائے یا اتنی دور ڈالا جائے جو آبادی سے باہر ہو،

نیز یہ کہ اسکے تعفن سے کسی کو تکلیف نہ ہو، اور یہ ذمہ داری اصل ہر ذابح اور مسلمان پر ہے کہ وہ اس کا بندوبست کرے، اور ثانیاً حکومت کو چاہئے کہ وہ مذبح وغیرہ کا انتظام کرے، نیز جہاں ناقابل استعمال اشیاء ڈالی جاسکیں اس جگہ خاص طور پر جانوروں کے لئے مختص کرے تاکہ عوام کو بھی آسانی ہو اور حکومت کو بھی انتظام وانصرام میں دشواری نہ ہو۔

''ویدفن أربعة: الظفر والشعر، وخرقة الحیض والدم'' (الدر المختار، الهندية: کتاب الکراهية)۔

''وقوله عليه السلام: ادفنوا القتلى في مصارعهم'' (رواه أصحاب السنن الأربعة عن جابر بن عبدالله)۔

''وقوله تعالى: كلوا واشربوا من رزق الله ولا تعثوا في الأرض مفسدين'' (سورہ بقرہ: ۶۰)۔

۷۔ سامان کی پیکنگ اور دیگر اہم ضروریات میں پلاسٹک کی پالی تھین کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لئے کہ اس میں عمومی نفع ہے اور کاغذ وغیرہ ضروریات میں اس کا بدل نہیں بن سکتے، مثلاً بارش وغیرہ میں پلاسٹک کی پالی تھین میں سامان کی حفاظت رہتی ہے اور کاغذ وغیرہ کے تھیلے میں یہ بات نہیں، لہذا اس میں عمومی نفع ہونے کی بنا پر حکومت کی جانب سے اس پر پابندی عائد کرنے میں حرج عظیم لاحق ہوگا، البتہ پلاسٹک کو جلانے میں احتیاط کرنا چاہئے؛ کیونکہ اس میں نقصان کے امکانات زیادہ ہیں۔

''عن أبي سعيد الخدري، أن رسول الله ﷺ قال: لا ضرر ولا ضرار، من ضار ضره الله، ومن شاق شق الله عليه'' (المستدرك للحاكم ۲/ ۵۷)۔

''قال الخشني: الضرر: الذي لك فيه منفعة، وعلى جارك فيه مضرة، الضرار: الذي ليس لك فيه منفعة وعلى جارك فيه مضرة'' (القواعد الفقهية المحمودة: ۶۱)۔

۸۔ بیڑی، سگریٹ اور حقہ وغیرہ اسباب سکر میں سے ہیں، ان کا استعمال محمود اور پسندیدہ نہیں ہے اور شرعاً بھی ان چیزوں کا استعمال مکروہ ہے، اور معاشرہ کے اندر بھی نشہ کرنے والوں کو اچھی نگاہوں سے نہیں دیکھا جاتا، لہذا ان سب چیزوں سے اجتناب کرنا چاہئے۔

اس کی قباحت اس وقت شدید ہو جاتی ہے جب کہ دوسروں کو بھی اس کی بو سے اذیت پہنچتی ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لہسن، پیاز کھا کر بھی مسجد میں آنے سے منع کیا ہے، مذکورہ اشیاء بدبودار اور مسکر ہیں اور دوسروں کو اس سے تکلیف پہنچتی ہے اور ایذا رسانی حرام ہے۔

نیز حکومت نے بھی ہر جگہ اس کے کھانے پینے کی اور تمباکو نوشی کی اجازت نہیں دی بلکہ منع کیا ہے، نیز تمباکو اور سگریٹ وغیرہ کے اوپر بھی جلی الفاظ میں لکھا ہوتا ہے کہ تمباکو کا استعمال صحت کے لئے ہانی کارک یعنی مضر صحت ہے، لہذا حکومت نے جن مقامات پر سگریٹ نوشی سے منع کیا اس جگہ سگریٹ نوشی ممنوع ہوگی اور اس جگہ ان اشیاء کے استعمال سے کلی اجتناب ضروری ہوگا۔

''عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يؤذي جاره'' (صحیح البخاری ۲/ ۸۸۹)

''درء المفاسد أولى من جلب المصالح'' (القواعد الفقهية المحمودة/ ص ۶۳)۔

''عن جابر يقول: سمعت النبي ﷺ يقول: المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده'' (الصحيح لمسلم، الإيمان ۱/ ۴۸، المكتبة الاشرفيه ديوبند)۔

''عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ قال: لا يدخل الجنة من لا يأمن جاره بوائقه'' (المصدر السابق، كتاب الايمان ۱/ ۵۰)

''والواقع لا تقل مرتبة التدخين عن الكراهة أو الكراهة التحريمية'' (الفقه الاسلامی وادلته ۶/ ۱۱۴)۔

''من آذى مسلما فقد آذاني، ومن آذاني فقد آذى الله'' (...)۔

''من أكل ثوما أو بصلا فليعتزلنا، وليعتزل مسجدنا، وليقعد في بيته'' (صحيح مسلم، كتاب المساجد، رقم الحديث: ۵۶۴)۔

''إن الملائكة تتأذى مما يتأذى منه الناس'' (صحيح بخاري، رقم الحديث: ۸۵۵، صحيح مسلم، رقم الحديث: ۵۶۴)۔

۹۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات اور نظام زندگی ہے، جو تمام شعبہ ہائے زندگی میں انسانوں کی مکمل رہنمائی کرتا ہے، من جملہ ان کے طہارت ونظافت یعنی

پاکی اور صفائی بھی ہے، چنانچہ اسلام نے ہمیں ظاہری صفائی ستھرائی (نظافت) اور پاکی (طہارت) کے بھی مفصل احکام دیئے ہیں۔

چنانچہ قرآن کریم کی تقریباً ۳۰/آیتیں براہ راست طہارت سے متعلق ہیں، ارشاد باری ہے:

"إن الله يحب التوابين ويحب المتطهرين" (سورۂ بقرہ: ۲۲۲)۔

"وإن كنتم جنبا فاطهروا" (سورۂ توبہ: ۷۸)۔

"وثيابك فطهر" (سورۂ مدثر: ۵)۔

اور حدیث پاک میں طہارت کو ایمان کا آدھا حصہ قرار دیا ہے: ''الطهور شطر الإيمان'' (صحیح مسلم ۱/ ۱۱۸)۔

اور طہارت کا مقصد یہ ہے کہ انسان خود پاک وصاف رہے اور نظافت کا مقصد یہ ہے کہ اپنی گندگی کی وجہ سے دوسروں کے لئے تکلیف کا باعث نہ بنے، چنانچہ فرمودات رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد نبوی کے بہت سے واقعات ہمارے سامنے ہیں جن سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ مساجد میں بول وبراز کی ممانعت ہے، شارع عام پر اور سایہ دار درخت کے نیچے قضائے حاجت سے منع کیا گیا ہے، اور راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانے پر بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے۔

''الإيمان بضع وسبعون شعبة، فأفضلها قول لا إله إلا الله، وأدناها إماطة الأذى عن الطريق، والحياء شعبة من الإيمان'' (صحیح بخاری و مسلم)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا مقامات خصوصاً پبلک مقامات پر بول وبراز کرنے کی شدید مذمت فرمائی ہے اور ایسی حرکت کرنے والوں کو ملعون قرار دیا ہے، اس لئے ہر انسان کو کھلے مقامات پر قضائے حاجت سے اجتناب کرنا لازم ہے، اسی طرح گندگی کو حتی الامکان مستور رکھنے کی تعلیم دی گئی ہے اس کا بہت زیادہ اہتمام کرنا چاہئے اور پورا خیال رکھنا چاہئے۔

''عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ قال: اتقوا اللاعنين، قالوا: وما الأعنان يا رسول الله! قال: الذي يتخلى في طريق الناس أو في ظلهم'' (صحیح بخاری و مسلم)۔

''عن مكحول قال: نهى رسول الله ﷺ أن يبال بأبواب المساجد'' (ابوداؤد في مراسله، الترغيب والتربيب، رقم الحديث: ۲۴۹)۔

''عن جابر عن رسول الله ﷺ أنه نهى أن يبال في الماء الراكد'' (صحیح لسملم کتاب الطهارة/ ۱۳۸)۔

۱۰۔ تنظیف وتطہیر اسلام کا خصوصی امتیاز ہے، دیگر ادیان ومذاہب اس سے عاری اور تنگ ہیں، اسلام نے ہر جگہ طہارت ونظافت کی تعلیم دی ہے انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے بدن کو، لباس کو، ارد گرد کو اور ہر اس مقام کو صاف رکھے جہاں سے اس کا گذر ہوتا ہے اور اس جگہ سے ہر کسی کو واسطہ پڑتا ہے، چنانچہ راستہ کی صفائی اور اس سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا اور الگ کرنے کی تعلیم تو ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں صراحت کے ساتھ موجود ہے، اس کا خیال رکھنا ہر ایک کا فریضہ ہے اور حدیث میں اس کو ایمان کا شعبہ قرار دیا گیا ہے۔

اسی صفائی ستھرائی کو لے کر ملک اور حکومت طرح طرح کی منصوبہ بندی کرتی ہے اور پبلک مقامات کو صاف رکھنے کے لئے دن رات کوشش کرتی ہے، بعض ایسے مقامات پر تھوکنے اور گندگی پھیلانے سے سختی سے منع کرتی ہے اور اس کے لئے باقاعدہ قانون بناتی ہے اور اس کے لئے انتظامات کرتی ہے، ڈسٹ بن کا نظم کرتی ہے تاکہ ہم بھی صفائی کا اہتمام کریں اور عام شاہراہوں کو گندہ نہ کریں، اس کے باوجود ہم ان قوانین کی پابندی نہیں کرتے حالانکہ حکومت کی بات ماننا ہمارے لئے ضروری ہے، نیز شرعاً بھی اس کے قوانین پر عمل کرنا لازم وضروری ہے۔

کیونکہ ہم اس کا عہد کر چکے ہیں کہ جس ملک کے ہم باشندے ہیں اس کے تمام قوانین کی پابندی کریں گے، اب اگر ہم اس کی خلاف ورزی کریں تو یہ بات ایک مسلمان کے شایان شان نہیں ہے اور از روئے شرع ناجائز ہے۔

ارشاد ربانی ہے: "والذين هم لأماناتهم وعهدهم راعون" (سورۂ مومنون: ۱۱)۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اسمعوا وأطيعوا، وإن استعمل عليكم عبدحبشي كأن رأسه زبيبة'' (صحیح بخاری، رقم الحديث: ۷۱۴۲)۔

''عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: الإيمان بضع وسبعون شعبة، أو بضع وستون شعبة، فأفضلها قول لا إله إلا الله، وأدناها إماطة الأذى عن الطريق، والحياء شعبة من الإيمان'' (صحيح مسلم، كتاب الايمان ۱/ ۴۷، رقم الحديث: ۳۵، سنن ابوداؤد، كتاب السنة ۲/ ۶۴۳، رقم الحديث: ۴۶۷۶)۔

۱۱۔ کسی بھی شئی کا استعمال فی نفسہ جائز اور مباح ہے، بعض خارجی عوامل واسباب کی وجہ سے اس پر ناجائز اور حرام ہونے کا حکم لگایا جاتا ہے، چنانچہ کسی بھی چیز میں مفسد عناصر اور ضرر رساں مواد ہو تو اس کو ناجائز قرار دیا جائے گا اور اس سے امت کو روکا جائے گا، اور جائز اور حلال چیزوں کے استعمال کی ترغیب دی جائے گی۔ البتہ کسی بھی چیز کا غلط استعمال غلط ہے، نیز کسی بھی شئی میں اسراف اور افراط شریعت میں محمود اور پسندیدہ نہیں ہے بلکہ ممنوع ہے، لہذا سوال میں مذکور اشیاء کا ضرورت سے زیادہ اگر استعمال ہو رہا ہے تو یہ ممنوع ہے۔

"قال الله تعالى: كلوا واشربوا ولا تسرفوا إنه لا يحب المسرفين" (سورۂ اعراف: ۳۱)۔

"وقوله تعالى: كلوا من ثمره إذا أثمر وآتوا حقه يوم حصاده إنه لا يحب المسرفين" (سورۂ انعام: ۱۴۱)۔

''الأصل في الأشياء الإباحة'' (قواعد الفقه، رقم القاعده ۳۳/ ص ۲۸)۔

۱۲۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کے اندر جتنی اشیاء فائدے کی پیدا کی ہیں وہ سب انسان کے لئے ہیں اور انسان کو آخرت کے لئے پیدا کیا، پھر انسان کو کل کائنات میں چند چیزوں کا مالک بنایا اور ان پر تصرف کا مکمل اختیار کر دیا، انسان اپنی ملکیت میں تصرف کا مختار ہوتا ہے، اسکو اپنی ملکیت میں تصرف سے نہیں روکا جا سکتا ہے خواہ اس میں صرف اسی کا نفع ہو اور دوسرے کا کوئی نفع نہ ہو اور دوسرا شخص اس تصرف کو بے ضرورت خیال کرے، چنانچہ اگر کوئی شخص اپنے کھیت کو یا لگے ہوئے درختوں کو کٹوا دے، اس جگہ کو صاف کر دے اور پھر اس پر تعمیری کام کرے تو اس کو اس سے منع نہیں کیا جائے گا۔

جہاں تک تعلق ہے شجرکاری اور کھیتی باڑی کا تو اس کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے، شریعت اسلامیہ نے شجرکاری کی تحسین کی ہے اور مختلف پہلوؤں سے اس کے امت کے حق میں نفع بخش ہونے کو واضح کیا ہے، دنیاوی اعتبار سے بھی ان کی نافعیت کی جانب اشارہ کیا ہے اور اخروی اعتبار سے بھی اس کو نفع کا سودا بتایا ہے، چنانچہ ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ جو مسلمان بھی درخت لگاتا ہے یا کھیتی کرتا ہے پھر اس کے پھل سے انسان بلکہ چرند و پرند بھی کھاتے ہیں تو درخت لگانے والے کو صدقے کا ثواب ملتا ہے۔

نیز کسب معاش کا کونسا طریقہ افضل ہے؟ یہ ایک لمبی بحث ہے، امام نووی کہتے ہیں کہ سب سے افضل زراعت ہے۔

جہاں شجرکاری اور زراعت کے فوائد بہت زیادہ ہیں وہاں درختوں کو کاٹنے اور جنگلات کو برباد کرنے کے بڑے نقصانات ہیں مگر یہ ایک سائنسی بحث ہے۔ بہت سے حضرات نے ان کو کاٹنے سے منع کیا ہے، مگر شرعاً اس کا کیا حکم ہے تو احادیث اور کتب فقہ میں اتنی بات ملتی ہے کہ اگر کوئی شخص بنجر زمین کی کاشتکاری کر کے اس کو آباد کر دے تو وہ اس کی ملکیت ہو جاتی ہے۔

نیز یہ بھی ثابت ہے کہ بے ضرورت درختوں کو کاٹ کر چٹیل میدان بنانا بھی درست نہیں ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص بیری کا درخت کاٹے گا اس کو اوندھے منہ جہنم میں ڈالا جائے گا، نیز قرآن نے بھی کھیتی اور نسل کو برباد کرنے والی جماعت کو زمین میں فساد مچانے والا قرار دیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی درخت والی یا کھیتی باڑی والی زمین کو کاٹ کر وہاں پلاٹنگ کرے اور تعمیر کروائے تو اس کو اس سے منع نہیں کیا جائے گا؛ کیونکہ وہ شخص اپنی ملکیت میں تصرف کر رہا ہے، اور حصول پھل اور صدقہ کرنے کی نیت سے اگر کوئی شخص شجرکاری کرے تو یہ شریعت میں محمود اور مستحسن عمل ہے۔

۱۔ "قال الله تعالى: هو الذي خلق لكم ما في الأرض جميعا" (بقرہ: ۲۹)۔

۲۔ ''ولا يمنع الشخص من تصرفه في ملكه إلا إذا كان الضرر بجاره ضررا بينا'' (ردالمحتار على الدر المختار ۸/ ۱۵۲)۔

۳۔ ایک حدیث میں حضرت انسؓ سے مروی ہے: ''ما من مسلم يغرس غرسا أو يزرع زرعا فيأكل منه طير أو إنسان أو بهيمة كان له صدقة'' (صحيح بخاری ۲/ ۳۱۲، صحيح مسلم ۲/ ۱۵)۔

۴۔ ایک حدیث میں حضرت جابرؓ سے مرفوعا منقول ہے: ''من أحيى أرضا ميتة فهي له'' (جامع الترمذی، أبواب الأحكام)۔

۵۔ "وإذا تولى سعى في الأرض ليفسد فيها، ويهلك الحرث والنسل، والله لا يحب الفساد" (بقرہ:۲۰۵)۔

۶۔ حضرت عبداللہ بن حبیشؓ سے مرفوعاً روایت منقول ہے: ''من قطع سدرة صوب الله رأسه في النار۔ رواه ابوداؤد'' (مجمع الزوائد ۵/ ۱۱۵، مشکاۃ المصابیح ۱/ ۲۵۷)۔

صوتی آلودگی:

اس عنوان کے تحت چند جزئیات ہیں جو دو ضابطوں پر مبنی ہیں: ایک ''لا ضرر ولا ضرار'' اور دوم حکومت کے قانون کی پابندی، اور دونوں کا خیال رکھنا ضروری ہے، چونکہ تمام جزئیات میں یہ ہی دو باتیں قابل توجہ ہیں اس لئے سب کا جواب مشترک طور پر مختصر انداز میں لکھا جاتا ہے۔

یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام نے ایک ضابطہ حیات امت کو دیا ہے کہ نہ کسی کو نقصان پہنچاؤ اور نہ خود نقصان اٹھاؤ، اس لئے ہر شخص کو اسلام یہ ہدایت دیتا ہے کہ دوسرے کو نقصان پہنچانے سے حتی الامکان بچنے کی کوشش کی جائے اور ایسے تمام اسباب ودواعی کو اختیار کرنے سے ہم باز رہیں جن سے دوسروں کو نقصان پہنچتا ہے۔ لہٰذا گاڑیوں کے اندر بہت تیز ہارن لگانا جس سے پیدل چلنے والے نیز آس پاس گاڑی چلانے والے پریشان ہو جائیں اور ان کو تکلیف ہو یہ عمل ممنوع ہے، اور شریعت کی نظر میں جائز نہیں ہے۔

گانے، باجے، ڈی جے شریعت میں ویسے ہی ممنوع اور حرام ہیں، مگر ان کی قباحت اس وقت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے جب اس کا ضرر لازم نہ رہ کر متعدی ہو جاتا ہے، لہٰذا شادی کی تقریبات میں ڈی جے کا استعمال ممنوع قرار دیا جائے گا۔

نیز دیر رات تک چلنے والے پروگرامس، شعر وشاعری کی مجلسیں اور طرح طرح کی رسومات اور پروگراموں میں بہت تیز آواز کرنے والے اور دور دور تک مائک لگائے جاتے ہیں اس کے شور سے پورا محلہ پریشان رہتا ہے اور بہت سے افراد کو تکلیف ہوتی ہے تو ایسے عمل سے بچنا چاہئے جس سے دوسروں کو تکلیف ہو، اور جتنی ضرورت ہو اس کے حساب سے مائک لگانے چاہئیں اور حکومت کی جانب سے جو وقت متعین ہے اسکی پابندی کی ضرورت ہے۔

اس طرح پر شور کارخانوں کے متعلق حکومت نے جو قوانین بنائے ہیں اور جن قیود وشرائط کے ساتھ اس کارخانے کو چلانے اور قائم کرنے کی اجازت دی ہے ان تمام قوانین کی پابندی ضروری ہے اور اس کے خلاف کرنا شرعاً درست نہیں ہے اور یہ تقاضے حکومت کی جانب سے اپنے شہریوں اور ملک کے باشندوں سے ہیں، لہٰذا ان پر عمل کرنا واجب ہے۔

''المستفاد: أجمع العلماء سلفا على استحباب ذكر الجماعة في المساجد وغيرها إلا أن تشويش جهرهم على نائم أو مصل أو قارئ'' (ردالمحتار ۲/ ۴۳۴، حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح/ ص۳۱۸)۔

''ولو قرأ على السطح، والناس نيام يأثم۔ (إلى قوله) لأنه يؤذيهم بإيقاظهم''۔

''يجب على القارئ احترامه بأن لا يقرءه في الأسواق، ومواضع الاشتغال، فإذا قرأه فيها كان هو المضيع بحرمته؛ ليكون الإثم عليه دون أهل الاشتغال دفعا للحرج'' (سورۂ بنی اسرائیل:۱۱۰)۔

ایک جگہ اعتدال کی تعلیم اس طرح دی گئی ہے: ''ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها وابتغ بين ذلك سبيلا'' (رواہ الطبرانی فی الکبیر کما فی ''موسوعة الفقه الاسلامی ۱۲/ ۷۹۵)۔

ایک حدیث میں ہے: ''من اٰذى المسلمين في طريقهم وجبت عليه لعنتهم'' (القواعد الفقهيه، رقم القاعدة:۱۷۰، ص۶۸)۔

ایک فقہی ضابطہ ہے: ''والضرورات تبيح المحذورات'' (المصدر السابق)۔

اسی کے ضمن میں دوسرا ضابطہ ہے: ''ماجاز للضرورة يقدر بقدرها''۔

فضائی آلودگی

مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی[1]

۱۔ آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال درست نہیں:

جو شخص آلودگی سے پاک ایندھن کے استعمال کرنے پر قادر ہو، اس کے لئے آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال درست نہیں ہوگا، اس لئے کہ آلودگی کا بڑھانا اللہ کی زمین میں فساد کا بہت بڑا سبب ہے، اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"ولا تفسدوا في الأرض بعد إصلاحها وادعوه خوفا وطمعا، إن رحمة الله قريب من المحسنين" (اعراف:۵۶) (اور زمین کی اصلاح کے بعد اس میں خرابی مت ڈالو، اور اسے (اللہ کو) ڈر اور امید سے پکارو، بے شک اللہ کی رحمت نیک کام کرنے والوں سے قریب ہے)۔

بقدر وسعت دنیا کو فساد سے بچانا ضروری ہے:

ہر شخص کو اپنی وسعت کے بقدر اس عالم ارضی، اور کائنات کو آلودگی سے بچانا ضروری ہے، دنیا کے تمام ستارے، سورج، چاند، سمندر، خشکی، جنگل، باغات، ویرانے اور آبادیاں سب کو آلودگی سے بچانا ضروری ہے، اس لئے کہ آلودگی سے زمین میں فساد پھیلتا ہے، اور ہمیں فساد فی الارض سے منع کیا گیا ہے، نیز ہمیں حتی الامکان اللہ تعالی سے ڈرنے، اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام سننے، ان دونوں کی اطاعت کرنے اور خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

"فاتقوا الله ما استطعتم واسمعوا وأطيعوا وأنفقوا خيرًا لأنفسكم، ومن يوق شح نفسه فأولئك هم المفلحون" (تغابن:۱۶)

(تو جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرو، اور سنو اور مانو، اور اپنی بھلائی کے لئے خرچ کرو، اور جو اپنے نفس کے حرص سے بچا دیا گیا وہی کامیاب ہے)۔

تجربات سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ دھویں سے ماحول آلودہ ہوتا ہے، اور آلودگی فساد کا ایک بڑا سبب ہے، اور اللہ تعالی نے فساد پھیلانے سے منع کیا ہے، لہذا ہر شخص پر انفرادی طور پر لازم ہے کہ وہ حتی الامکان دھواں چھوڑنے والی چیزوں کے استعمال سے بچے، سرکار کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ عوام کے لئے ایسی چیزیں مہیا کروائیں جن کے استعمال سے دھواں کم پیدا ہوتا ہے، یا دھواں بالکل نہیں پیدا ہوتا۔

۲۔ ذرائع آلودگی سے رکنا واجب ہے:

گیس سے یا شمسی توانائی سے یا کوئی بھی ایسی چیز جس سے آلودگی نہ پیدا ہوتی ہو یا کم پیدا ہوتی ہو، اس کے استعمال کو اگر حکومت لازم کردے تو عوام کے لئے اس قانون پر عمل کرنا واجب ہے، اس لئے کہ دنیا کو آلودگی سے بچانا، اور دنیا کو صاف ستھرا رکھنا بہت بڑا فریضہ ہے، اور اس کے دلائل مدرجہ ذیل ہیں:

۱۔ "ولا تفسدوا في الأرض بعد إصلاحها" (اعراف:۵۶) (اور زمین کی اصلاح کے بعد اس میں خرابی مت ڈالو)۔

۲۔ ''الطهور شطر الايمان'' (رواه مسلم ۱/ ۲۰۳، كتاب الطهارة، باب فضل الوضوء، دار احياء التراث العربي بيروت، لبنان) (پاکی آدھا ایمان ہے)۔

۳۔ آلودگی سے دنیا کو بچانا ایک بہت بڑی نیکی ہے، اور ارشاد باری تعالی ہے:

"وتعاونوا على البر والتقوى" (مائدہ:۲) (اور نیکی اور تقوی پر ایک دوسرے کی مدد کرو)۔

---

[1] استاذ حدیث وفقہ، جامعہ اسلامیہ شانتاپورم، پوسٹ پٹیکاڈ، مالاپورم، کیرالا۔

۳- "یا أیها الذین آمنوا أطیعوا الله وأطیعوا الرسول وأولی الأمر منکم" (نساء:۵۹)

(اے ایمان والو! اللہ کا، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اور اپنے حکام کا حکم مانو)۔

اگر حکومت قانون نہ بنائے تب بھی لوگوں کو ضرر سے بچانے اور ماحول کو پاک وصاف رکھنے کے لئے آلودگی پیدا نہ کرنے والے یا کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال واجب ہوگا، اور اس کے دلائل وہی ہوں گے جن میں فساد فی الارض سے منع کیا گیا ہے، اور پاکی وصفائی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، اور ان میں سے تین دلائل اوپر ذکر کردیئے گئے ہیں۔

۳- دھواں نہ پیدا کرنے والے یا کم دھواں پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال واجب ہے:

دھواں فضا میں آلودگی پیدا کرتے ہیں، اور آلودگی سے سانس کی بیماریاں سمیت کئی مہلک بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، اس لئے اگر ماہر اطباء یہ ثابت کردیں کہ دھویں سے بیماریاں پیدا ہوتی ہیں اور مہلک بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، تو یہ واجب ہوگا کہ انسان دھواں نہ پیدا کرنے والے یا دھواں کم پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال کرے، اس لئے کہ دھواں پیدا کرنا فساد فی الارض ہے، اور ہمیں فساد فی الارض سے منع کیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: "ولا تفسدوا فی الأرض بعد إصلاحها" (اعراف:۵۶) (اور زمین کی اصلاح کے بعد اس میں خرابی مت ڈالو)، نیز دھواں پیدا کرکے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے اور ہمیں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے سے منع کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ولا تلقوا بأیدیکم إلی التهلکة وأحسنوا إن الله یحب المحسنین" (بقرہ:۱۹۵) (اور اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو، اور نیک کام کرو، بے شک اللہ تعالیٰ نیک کام کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں)۔

اگر حکومت قانون بنا کر زیادہ دھواں یا زہریلا دھواں پیدا کرنے والے کسی ایندھن کے استعمال سے روک دے، تو اس کی ممانعت کی شدت اور بھی بڑھ جاتی ہے، اس لئے کہ ہمیں اولی الامر کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"أطیعوا الله وأطیعوا الرسول وأولی الأمر منکم" (نساء:۵۹) (اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اور اپنے حکام کا حکم مانو)، ہم صرف گناہ اور معصیت میں اولی الامر کی اطاعت نہیں کرسکتے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"عن ابن عمر قال: قال رسول الله ﷺ: السمع والطاعة علی المرء المسلم فیما أحب وکره مالم یؤمر بمعصیة، فإن أمر بمعصیة فلا سمع علیه ولا طاعة" (عمدة القاری ۱۶/ ۳۹۲، کتاب الاحکام، باب السمع والطاعة للامام مالم تکن معصیة، دار الفکر بیروت، لبنان، الطبعة الأولی ۱۴۱۸/ ۱۹۹۸ء)

(حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک کہ معصیت کا حکم نہ دیا جائے مسلمان پر ضروری ہے کہ وہ اپنے حکام کی باتیں سنے اور ان کی فرمانبرداری کرے، پھر اگر گناہ کا حکم دیا جائے تو سننا بھی نہیں ہے اور اطاعت بھی نہیں ہے)۔

حکومت کی ذمہ داریاں:

مضر اشیاء سے روکنا اور ان کے نعم البدل کے طور پر بے ضرر اور مفید اشیاء کو بازار میں فراہم کرنا حکومت کی سب سے بڑی ذمہ داریوں میں سے ایک ہے، صرف زیادہ دھواں چھوڑنے والے ایندھن، ڈیزل اور مٹی کے تیل کے استعمال پر ممانعت اور پابندی سے ہی حکومت کا کام پورا نہیں ہوجاتا بلکہ حکومت کی یہ بڑی ذمہ داری ہے کہ وہ روشنی کے لئے ایسے ذرائع کا استعمال کرے جن سے آلودگی بالکل ہی نہ ہو یا کم سے کم ہو۔

اگر حکومت ملک کو آلودگی سے پاک وصاف رکھنے کے لئے کوئی قانون نہیں بناتی، کوئی کاروائی نہیں کرتی، سائنسدانوں کو آلودگی سے بچنے کے ذرائع مہیا کرانے میں حتی الوسع مدد نہیں کرتی، آلودگی کے نقصانات کے متعلق عوام وخواص کو آگاہ اور بیدار نہیں کرتی تو اسے بھی فساد فی الارض کے پھیلانے میں شریک سمجھا جائے گا۔

۴- آلودگی سے محفوظ توانائیوں کا استعمال واجب ہے:

صاحب استطاعت افراد واشخاص اور اداروں کے لئے آلودگی سے محفوظ شمسی توانائی، یا اس طرح کی دیگر توانائیوں کا استعمال نہ صرف مستحسن اور

مستحب ہے بلکہ واجب ہے، اس لئے کہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ آلودگی بیماریوں کی جڑ اور فساد فی الارض کا اہم سبب ہے، اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم بیماریوں سے بچیں، بیماریوں کا علاج کروائیں، اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے سے رکیں اور حتی الامکان اللہ سے ڈرتے رہیں، یعنی حتی الامکان احکام شرعیہ کی پابندی کرتے رہیں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة وأحسنوا إن الله يحب المحسنين" (بقرہ: ۱۹۵) (اور اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو، اور نیک کام کرتے رہو، بے شک اللہ تعالی نیک کام کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں)، دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے: "فاتقوا الله ما استطعتم" (تغابن: ۱۶) (اور حتی الوسع اللہ سے ڈرتے رہو، یعنی حتی الوسع احکام شرعیہ کی پاسداری کرتے رہو)۔

۵۔ آلودگی سے متعلق سرکاری احکام کی خلاف ورزی ناجائز اور حرام ہے:

آبادیوں سے باہر کارخانے قائم کرنے، کارخانوں کی چمنیوں کو ایک خاص سطح تک اونچا رکھنے، آلودگی پیدا نہ کرنے والے ایندھن کے استعمال، اور فضلات کو تحلیل کرنے کی تدابیر اختیار کئے جانے والے قوانین انسانی بھلائی کے نقطۂ نظر سے بنائے جاتے ہیں، اور انسانی بھلائی کے نقطۂ نظر سے بنائے جانے والے قوانین کی خلاف ورزی کرنا شرعاً ناجائز اور حرام ہے، اس لئے کہ ہمارے رسول ﷺ کی بعثت کا مقصد ہی سارے جہانوں پر مہربانی کرنا ہے، اور مہربانی کا لازمی تقاضا بھلائی ہے، ارشاد خداوندی ہے: "وما أرسلناك إلا رحمة للعالمين" (انبیاء: ۱۰۷) (اور ہم نے آپ کو سارے جہانوں کے لئے صرف رحمت بنا کر بھیجا ہے)، دوسری دلیل یہ ہے کہ جائز امور میں حکام کی اطاعت واجب ہے، ارشاد باری تعالی ہے: "يا أيها الذين آمنوا أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم" (نساء: ۵۹) (اے ایمان والو! اللہ تعالی کا، رسول اللہ ﷺ کا، اور اپنے حکام کا حکم مانو)۔

۶۔ ناقابل استعمال لحمی اجزاء کے احکام:

اسلام پاکی، صفائی اور ستھرائی کا مذہب ہے، حدیث پاک میں پاکی کو آدھا ایمان کہا گیا ہے، ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"الطهور شطر الإيمان" (مسلم ۱/ ۲۰۳، کتاب الطهارة) (پاکی آدھا ایمان ہے)۔

اور قرآن پاک میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "إن الله يحب التوابين ويحب المتطهرين" (بقرہ: ۲۲۲) (اللہ تعالی اپنی طرف رجوع کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں، اور گندگی سے بچنے والوں کو پسند فرماتے ہیں) اور اسلام میں زمین کو خراب کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے: "ولا تفسدوا في الأرض بعد إصلاحها" (اعراف: ۵۶) (اور زمین کی اصلاح کے بعد اس میں خرابی مت ڈالو)۔

اس لئے کوئی بھی ایسا کام کرنا جائز نہ ہوگا جس سے دنیا میں گندگی بڑھتی ہو، اور اس گندگی سے زمین میں خرابی آتی ہو، یہاں زمین سے مراد صرف زمین نہیں ہے بلکہ زمین سے متعلق پوری کائنات ہے، جس کو آج کل عالم شمسی کہا جاتا ہے، اس لئے کہ ہماری زمین سے متعلق کسی بھی سیارے یا ستارے کا اچھا اور برا اثر جلد یا بدیر ہماری زمین پر پڑتا ہے، چونکہ ہم دنیا میں اللہ تعالی کے خلیفہ ہیں اس لئے ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اللہ تعالی کے بنائے ہوئے توازن اور اعتدال کو قائم رکھنے کی کوشش کریں۔

جانوروں کے وہ اجزاء جن کا استعمال حرام ہے، جیسے خون اور گوبر وغیرہ، اسی طرح وہ اجزاء جن کے استعمال میں کراہت ہوتی ہے، یا اچھے گوشت کی وافر مقدار میں موجودگی کے سبب ان کی طرف لوگوں کی توجہ کم ہو جاتی ہے، جیسے اوجھڑی وغیرہ ان کے بارے میں میری رائے یہ ہے کہ:

۱۔ اگر کچی زمین پر جانور ذبح کیا جائے تو وہیں پر خون کو دفن کر دیا جائے، یا کدال وغیرہ سے مٹی کو کھود کر اس طرح الٹ پلٹ کر دیا جائے کہ زمین کے اوپر خون دکھائی نہ دے۔

۲۔ اور اگر پکی زمین یعنی سیمنٹ وغیرہ سے پختہ کی ہوئی یا پہاڑی زمین پر جانور ذبح کیا جائے تو کنارے میں کوئی گڑھا کھود دیا جائے تا کہ سارا خون اس گڈھے میں جا کر گرے، اور پھر اس گڈھے کو مٹی سے اچھی طرح پاٹ دیا جائے، یا کنارے میں کوئی برتن لگا دیا جائے جس میں یہ سارا خون جمع ہو، اور پھر اس جمع شدہ خون کو زمین میں دفن کر دیا جائے، خلاصہ یہ کہ کوئی ایسا کام کیا جائے کہ ذبح کے بعد ذبح کی جگہ بالکل پہلے جیسی صاف ستھری ہو جائے اور وہاں خون کا نشان بھی باقی نہ رہے۔

۳۔ گوبر کو آبادی سے دور کھیتوں میں ڈال دیا جائے تا کہ وہ کھیت کی زرخیزی کا سبب بن جائے، یا اس کو آبادی سے دور کسی مناسب جگہ پر جمع

کردیا جائے، تاکہ بوقت ضرورت اسے کام میں لایا جائے، اور اگر اس گوبر کو کھیتوں اور باغات میں بطور کھاد استعمال کرنا مناسب نہ ہو، یا وہاں کھیت وباغات ہی نہ ہوں تو اسے بھی مناسب جگہ پر دفن کردیا جائے۔

۴۔ اوجھڑی اور دیگر ناقابل استعمال اجزاء کو اتنے بڑے بڑے اور گہرے گہرے گڈھے کھود کر دفن کردیا جائے، کہ کتے اور گیدڑ اسے باہر نہ لاسکیں۔

۵۔ صفائی اور ستھرائی کا خیال رکھنا ذبح کرنے والوں کی بھی ذمہ داری ہے، اور حکومت کی بھی ذمہ داری ہے۔ نیز حکومت کی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ ہر گاؤں میں ایک مذبح یعنی ذبح خانہ بنوائے، اور عوام کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ ذبح خانے میں ہی جانور ذبح کریں، تاکہ آلودگی کو کنٹرول کیا جاسکے، مسلم اکثریت والے گاؤں میں مذبح کھلی جگہ میں بھی ہوسکتا ہے، مگر غیر مسلم اکثریت والے گاؤں میں اور شہروں میں تو آٹھ فٹ اونچی چہار دیواری والے، یا ہال نما ذبح خانے ہونے چاہئیں تاکہ دوسروں کو دقت نہ ہو۔

دیہاتوں کے ذبح خانوں کے فضلات کو عوام کی مدد سے بھی کھیتوں میں ڈلوایا جاسکتا ہے، یا زمین میں دفن کرایا جاسکتا ہے، مگر شہروں میں تو یہ کام صرف عوام اکیلے نہیں کرسکتے، غلاظت کو شہر سے باہر کھیتوں میں ڈالنے یا زمین میں دفن کرنے کے لئے زیادہ وسائل کی ضرورت پڑے گی، گاڑیوں کی ضرورت ہوگی، ڈرائیوروں کی ضرورت ہوگی، غلاظت پھینکنے والے افراد کی ضرورت ہوگی، عام طور سے شہروں میں مالدار، تعلیم یافتہ اور اعلیٰ طبقات کے لوگ رہتے ہیں، اور وہ اس طرح کے کام کرنا پسند نہیں کرتے، جس طرح کے کاموں کی ضرورت جانوروں کے ذبح کے وقت اور اس کے بعد ہوتی ہے، اس لئے شہروں میں حکومت کی ذمہ داری زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

۷۔ پلاسٹک کا استعمال حرام ہے:

ماہرین کا خیال ہے کہ پلاسٹک زمین میں تحلیل نہیں ہوتا ہے اور اگر اسے جلایا جائے تو بہت کثیف دھواں پیدا ہوتا ہے، اس طرح ماہرین پلاسٹک کو بہت خطرناک قرار دیتے ہیں، جب یہ ثابت ہوگیا کہ پلاسٹک کا استعمال فساد فی الارض کا سبب ہے تو پلاسٹک کا استعمال حرام ہوگا، اس لئے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے زمین میں فساد فی الارض سے منع کیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: "ولا تفسدوا في الأرض بعد إصلاحها" (اعراف:۵۶) (اور زمین کی اصلاح کے بعد اس میں خرابی مت ڈالو)۔

تجار اور عوام پر واجب ہے کہ وہ ایسی چیزوں کا استعمال کریں جو زمین میں تحلیل ہوجائے، اور ان کے جلانے سے نقصان دہ دھواں نہ نکلتا ہو، پیکنگ کے لئے شیشے، کاغذ، گتے، یا جوٹ سے بنے تھیلوں اور ڈبوں کا استعمال کریں، اس لئے کہ شیشے کا دوبارہ استعمال ہوسکتا ہے، اور کاغذ، گتے اور جوٹ سے بنی تھیلیاں زمین میں تحلیل ہوجاتی ہیں، آسانی اور خوشنمائی کی غرض سے زمین کو بانجھ اور بنجر بنانے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

۸۔ اسموکنگ زون سے باہر اسموکنگ حرام ہے:

سگریٹ، بیڑی اور حقہ وغیرہ کا دھواں پینے والوں کو بھی نقصان پہنچاتا ہے، اور اس کے قریب رہنے والے متعلقین اور ہم نشینوں کو بھی، اور بحیثیت مجموعی اس سے ماحول کو نقصان پہنچتا ہے، اسموکنگ زون بنانے کی دو بڑی وجہیں ہیں۔

ا۔ اسموکنگ کا نقصان ان لوگوں کو نہ ہو، جو اسموکنگ نہیں کرتے، اور اسموکنگ کے نقصان کا دائرہ صرف اسموکنگ کرنے والوں تک محدود ہوجائے۔

۲۔ اسموکنگ کرنے والے بھی دھیرے دھیرے اسموکنگ سے باز آجائیں، اسموکنگ سے گردہ خراب ہوجاتا ہے، کینسر جیسے مہلک اور موذی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، دنیا میں کروڑوں افراد ہیں جو بیڑی سگریٹ اور حقہ وغیرہ کی تباہیوں کا شکار ہیں، اسموکنگ زون سے باہر اسموکنگ کرنے سے اسموکنگ سے ہونے والی تباہیوں اور بیماریوں کا دائرہ بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے، اور دنیا میں فساد پھیلتا ہے، اس لئے اسموکنگ زون سے باہر اسموکنگ حرام ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: "ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة" (بقرہ:۱۹۵) (اور اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو)، نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے: "ولا تفسدوا في الأرض بعد إصلاحها" (اعراف:۵۶) (اور زمین کی اصلاح کے بعد اس میں خرابی مت ڈالو)۔

۹- عوامی مقامات پر قضائے حاجت بے شرمی اور حرام ہے:

پیشاب اور پائے خانے کے لئے مخصوص جگہوں کے علاوہ دوسری جگہوں پر قضائے حاجت کرنا بے شرمی اور بے حیائی بھی ہے، اور فساد فی الأرض بھی ہے، حدیث پاک میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حیا کو ایمان کا اہم شعبہ قرار دیا ہے، اور بے حیا پر ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: "والحياء شعبة من الإيمان" (صحیح مسلم ۱/ ۶۳، کتاب الإیمان، دار احیاء التراث العربی بیروت، لبنان) (حیا ایمان کا ایک اہم شعبہ ہے)۔

اور دوسری جگہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: "إذا لم تستحي فاصنع ما شئت" (البخاری ۵/ ۱۲، کتاب الانبیاء، رقم الحدیث: ۲۰، دار القلم بیروت، لبنان) (جب تم بے حیا ہو جاؤ تو جو چاہو کرو)۔

پائخانے کے لئے قضائے حاجت کے آداب میں سے ہے کہ لوگوں کی نظروں سے دور ہو، اگر کھلے میدان میں قضائے حاجت کا ارادہ ہو تو آبادی سے دور، درختوں، پودوں، ٹیلوں اور پہاڑوں وغیرہ کی آڑ میں قضائے حاجت کرے، تاکہ دوسروں کی نظر اس کی شرمگاہ پر نہ پڑے، مرد و عورت کے لئے جن اعضاء کا چھپانا واجب ہے، ان کا دکھانا حرام ہے، اور اگر گھر میں یا آبادی کے اندر قضائے حاجت کا ارادہ کرے تو پائخانے کے لئے چاروں طرف سے قد آدم چہار دیواریاں ہونا (خواہ وہ دیوار کپڑے اور گتے وغیرہ ہی کی کیوں نہ ہو) واجب ہے، اور پیشاب کے لئے بھی سامنے سے اتنے بڑے کسی آڑ کا ہونا واجب ہے، جس سے اس کی شرمگاہ کسی کو نظر نہ آسکے، لیکن یہ اسی صورت میں ہے جب وہ اگلا حصہ بقدر ضرورت ہی کھولتا ہو، اگر وہ پیشاب کے لئے بھی پائخانے کی طرح اگلے اور پچھلے دونوں حصے کھولنے کا عادی ہو یا اس کو دونوں حصے کھولنے کی ضرورت پڑتی ہو، تو اس کے لئے واجب ہے کہ وہ قد آدم چہار دیواریوں میں پیشاب کرے، خواتین کے لئے تو ہرگز مناسب نہیں ہے کہ وہ آبادیوں میں سڑکوں وغیرہ کے کنارے مردوں کی طرح پیشاب کریں۔

۱۰- عوامی مقامات پر تھوکنا ناجائز اور بے حیائی ہے:

عوامی مقامات پر تھوکنے سے زمین میں فساد پھیلتا ہے، گندگی اور آلودگی پھیلتی ہے اور اس گندگی اور آلودگی سے دوسروں کو نقصان پہنچتا ہے، پان وغیرہ کی پیک سے در و دیوار اور فرش خراب ہو جاتے ہیں، متعدی امراض والوں کی تھوک سے متعدی اور مہلک بیماریاں پھیلتی ہیں، سڑک اور عوامی مقامات پر تھوکنے سے منع کئے جانے کے قوانین پر سختی سے عمل کرنا چاہئے، ان قوانین پر عمل کرنا نہ صرف جائز اور مستحب بلکہ واجب ہے، اور اس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

۱- زمین میں ادھر ادھر تھوکنا فساد فی الارض ہے، اور ہمیں فساد فی الارض سے منع کیا گیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے: "ولا تفسدوا في الأرض بعد إصلاحها" (اعراف: ۵۶) (اور زمین کی اصلاح کے بعد اس میں فساد مت پھیلاؤ)۔

۲- زمین میں تھوکنے سے بیماریاں پھیلتی ہیں، جس سے مخلوق خدا کو نقصان پہنچتا ہے اور ہمیں مخلوق خدا کو نقصان پہنچانے سے منع کیا گیا ہے اور اہل زمین پر رحم کرنے کا حکم دیا گیا ہے: "لا ضرر ولا ضرار" (المستدرک علی الصحیحین للامام الحافظ ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم النیساپوری ۲/ ۶۶، رقم الحدیث: ۲۳۴۵، ۲۱۶، کتاب البیوع دار الکتب العلمیۃ بیزوت لبنان) (نہ تکلیف سہنا ہے اور نہ تکلیف دینا ہے)، دوسری جگہ ارشاد نبوی ہے:

"ارحموا من في الأرض يرحمكم من في السماء" (ترمذی ۴/ ۳۲۴، باب ما جاء فی رحمة المسلمین، کتاب البر والصلة، حدیث: ۱۹۲۹، دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان) (زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا)۔

۳- زمین میں ادھر ادھر تھوکنا بے حیائی ہے، اور بے حیائی پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے غضب کا اظہار فرمایا ہے، ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

"إذا لم تستحيي فاصنع ما شئت" (البخاری ۵/ ۱۲، کتاب الانبیاء، حدیث: ۲۰، دار القلم بیروت، لبنان)۔

۴- ہمیں حکام کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے: "يا أيها الذين آمنوا أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم" (نساء: ۵۹) (اے ایمان والو! اللہ تعالی کا حکم مانو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے حکام کا حکم مانو)۔

۱۱- زہریلی شعاعوں کو جنم دینے والی مشینوں کا ضرورت سے زیادہ استعمال جائز نہیں ہے:

ضرورت سے زیادہ استعمال کسی بھی چیز کا جائز نہیں ہے، ضرورت سے زیادہ استعمال کو ہی اسراف کہتے ہیں اور ہمیں اسراف سے منع کیا گیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے: "ولا تسرفوا إن الله لا يحب المسرفين" (اعراف: ۳۱) (اور ضرورت سے زیادہ خرچ مت کرو، بے شک اللہ تعالی ضرورت

سے زیادہ خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے)۔

دوسری جگہ ارشاد باری ہے:"وآت ذا القربی حقه والمسكين وابن السبيل ولا تبذر تبذيرا. إن المبذرين كانوا اخوان الشياطين و كان الشيطان لربه كفورا" (اسراء:۲۶-۲۷) (اور قرابت والے، اور محتاج اور مسافر کو ان کا حق دیدے، اور فضول خرچی مت کر، بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے)۔

ہمیں مخلوق خدا پر رحم کرنے اور انہیں نقصان پہنچانے سے منع کیا گیا ہے، ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

''ارحموا من في الأرض يرحمكم من في السماء'' (الترمذی ۴/ ۳۲۴، حديث: ۱۹۲۹، دار احياء التراث العربي بيروت لبنان)

(زمین والوں پر رحم کرو، تم پر آسمان والا رحم کرے گا)، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا ارشاد ہے:''لا ضرر ولا ضرار'' (المستدرك ۲/ ۶۶، رقم الحديث: ۲۳۴۵، ۲۱۶، كتاب البيوع، دار الكتب العلمية بيروت لبنان) (نہ تکلیف سہو، اور نہ تکلیف دو)۔

لہذا اگر فریج، واشنگ مشین، ایئر کنڈیشن، ٹی وی اور موبائل وغیرہ سے زہریلی شعاعیں نکلتی ہیں، جو انسانوں، جانوروں، پرندوں اور کیڑوں مکوڑوں کی ہلاکت کا سبب بنتی ہیں تو ان مشینی اشیاء کا بے جا استعمال جائز نہیں ہے، صرف بقدر ضرورت ہی ان کا استعمال جائز ہوگا۔

ارباب حل وعقد کی ذمہ داریاں:

حکومت اور ارباب حل وعقد کی ذمہ داری ہے کہ وہ سماج کو باشعور اور محنت کش بنائیں تا کہ زمین کا توازن قائم رہے، اور فساد فی الارض نہ ہو، نیز حکومت اور ارباب حل وعقد کی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ سائنسدانوں کو انسانوں کی سہولیات کے لئے ایسی چیزوں کے ایجاد کرنے کی ہدایت جاری کریں جو چیزیں نقصان پہنچائے بغیر انسانوں کی سہولت اور آرام کا باعث ہوں اور اس طرح کی چیزیں ایجاد کرانے میں ہر ممکن مدد کریں۔

۱۲۔ الف: بلاضرورت جنگلات کو کاٹنے اور کھیتوں کو پلاٹس بنانے کا حکم:

بلاضرورت جنگلات کو کاٹنے اور کھیتوں کو زیادہ پیسوں کے حصول کے لئے پلاٹس بنانے سے متعلق مندرجہ ذیل احکام ہیں:

الف۔ اگر جنگل یا کھیت یا غیر مزروعہ زمین، عوامی اور سرکاری ہے اور اس کا مفاد عوامی ہے، اور متعلقہ حکومت نے اس جنگل کے درختوں کو کاٹنے سے منع کیا ہے تو جنگل کے درختوں کو کاٹنا اور کھیتوں اور غیر مزروعہ زمینوں کو زیادہ سے زیادہ پیسوں کے حصول کے لئے پلاٹس بنانا مندرجہ ذیل وجوہ سے جائز نہیں ہے۔

۱۔ جنگل کے درختوں کو کاٹنے یا کھیتوں اور غیر مزروعہ زمینوں کو پلاٹس بنانے میں اولوالامر یعنی حکام کے احکام کی خلاف ورزی ہے، اور ہمیں اولوالامر کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:"یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا الله واطیعوا الرسول وأولی الأمر منکم" (نساء:۵۹) (اے ایمان والو! اللہ تعالی کا حکم مانو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے حکام کا حکم مانو)۔

ب۔ جنگل کے درختوں کو کاٹنے سے زمین کا توازن بگڑتا ہے، درختوں کے نہ ہونے کی وجہ سے بہت سارے جانوروں کی خوراک ختم ہوجاتی ہے، ان کے آباد ہونے کی جگہیں کم ہوجاتی ہیں، یا ختم ہوجاتی ہیں، ایسی صورت حال میں بہت سارے چھوٹے جانور اور کیڑے مکوڑے ناپید ہوجاتے ہیں اور بڑے جانور اور زہریلی سانپ وغیرہ انسانی آبادیوں کا رخ کرتے ہیں، پھر خود مارے جاتے ہیں یا ہزاروں انسانوں کی پریشانیوں کا سبب بنتے ہیں۔

جن کھیتوں میں غلے پیدا کئے جاتے ہیں، ان کو بلاضرورت صرف زیادہ پیسے کی لالچ میں پلاٹس بنانے کی وجہ سے، ہزاروں کیڑے مکوڑوں کی خوراک ختم ہونے کے ساتھ ساتھ انسانوں کی خوراک کے مسائل بھی پیدا ہوتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جنگل کے درختوں کو کاٹنے اور کھیتوں کو زیادہ سے زیادہ پیسوں کے حصول کے لئے پلاٹس بنا کر آبادیاں بسانے سے زمین میں فساد پھیلتا ہے، اور ہمیں زمین میں فساد پھیلانے سے منع کیا گیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

"ولا تفسدوا فی الأرض بعد إصلاحها" (اور زمین کی اصلاح کے بعد اس میں فساد مت پھیلاؤ)۔

۲۔ اور اگر جنگل یا کھیت سرکاری اور عوامی نہیں ہے، بلکہ وہ جنگل کاٹنے والے اور کھیت کو پلاٹس بنانے والے کی ملکیت ہے، مگر حکومت نے اس خاص جنگل کو بھی

کاٹنے اور کھیت کو پلاٹس بنانے سے منع کیا ہے تو بھی عصیان اولی الامر اور فساد فی الارض کا سبب بننے کی وجہ سے اس جنگل کے درختوں کو کاٹنا یا کھیت کو پلاٹس بنانا جائز نہیں ہوگا۔

۳۔ اگر جنگل یا کھیت نجی ہے اور حکومت نے جنگلات کو کاٹنے اور کھیتوں کو پلاٹس بنانے سے منع نہیں کیا ہے، تو بھی جنگلات کو کاٹنا اور کھیتوں کو پلاٹس بنانا فساد فی الارض کا سبب بننے کی وجہ سے جائز نہیں ہوگا۔

۴۔ اگر جنگل یا کھیت نجی اور خاص ہے اور اس جنگل کو کاٹنے سے یا کھیت کو پلاٹس بنانے سے حکومت نے منع نہیں کیا ہے اور نہ ہی اس جنگل کو کاٹنے یا کھیت کو پلاٹس بنانے سے عوامی نقصان اور فساد فی الارض دکھائی دیتا ہے تو اس صورت میں جنگل کے درختوں کو کاٹنا اور کھیتوں کو پلاٹس بنانا مکروہ ہے، اس لئے کہ درختوں کو کاٹنے اور کھیتوں کو پلاٹس بنانے سے زمین کی قدرتی حسن میں کمی آتی ہے، اللہ تبارک وتعالی حسین وجمیل ہیں اور جمال وخوبصورتی کو پسند کرتے ہیں، ارشاد نبوی ہے: ''إن اللہ جمیل یحب الجمال'' (مسلم ۱/ ۹۳، حدیث: ۱۴۷، کتاب الایمان، باب تحریک الکبر، دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)، لہذا فساد فی الارض، عوامی نقصان اور عصیان حکام نہ بھی ہو تو بھی بلا ضرورت شدیدہ اللہ تعالی کی بنائی ہوئی حسین وجمیل اور متوازن دنیا کے درختوں کو کاٹنا اور اناج اور پھل پیدا کرنے والے کھیتوں کو پلاٹس بنانا مکروہ ہوگا۔

۱۲۔ ب: اسلام میں شجر کاری اور زراعت کی اہمیت:

اسلام کسی کو بھوکا، ننگا اور بے گھر دیکھنا نہیں چاہتا، اسلام سب کے لئے روٹی، کپڑا اور مکان کا انتظام چاہتا ہے، قرآن پاک کی متعدد آیتیں اور بے شمار احادیث، مسکینوں، یتیموں، قیدیوں اور بیواؤں کی مدد کرنے کے احکام اور فضائل سے متعلق ہیں، اور بدیہی بات ہے کہ شجر کاری اور کاشت کاری کے بغیر انسان نہ اپنا پیٹ پال سکتا ہے اور نہ ہی دوسروں کا۔

کھانے کے لئے غلہ چاہئے اور غلہ بغیر کاشت کاری کے حاصل نہیں ہوگا، انواع واقسام کے پودے، جڑی بوٹیاں اور درختوں کے پھل متعدد امراض کی دوا کے طور پر استعمال کئے جاتے ہیں، اور ان سے استفادہ اسی وقت ممکن ہوسکتا ہے جب ہم مفید خودرو پودوں اور درختوں کی حفاظت کریں، نیز ان درختوں اور پودوں کی کاشت کریں جن کی ہمیں ضرورت ہے۔

مکان کے لئے درختوں کی ضرورت پڑتی ہے، آج بھی دنیا کی اکثریت مکان بنانے میں لکڑیوں کا استعمال کرتی ہے، دروازے، کھڑکیاں اور فرنیچر لکڑیوں کے ہی اچھے سمجھے جاتے ہیں، کپڑے کے لئے بھی روئی اور ریشم وغیرہ کی کاشت کاری کی ضرورت پڑتی ہے، طبی نقطہ نظر سے آج بھی روئی اور ریشم سے بنے کپڑے مفید سمجھے جاتے ہیں، لہذا شجر کاری اور کاشت کاری کئے بغیر انسانوں کا جینا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

اسلام میں شجر کاری اور زراعت کی اہمیت:

اس نئے دور کے تمام سائنسداں اس بات پر متفق ہیں کہ جنگلات کی کٹائی ماحولیات کی آلودگی کا سب سے بڑا مسئلہ ہے، پیڑ پودے، زہریلی گیسوں کو اپنے اندر جذب کرکے فضا کو صاف وشفاف بناتے ہیں، آج کا سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے کہ زہریلی گیسوں کے اخراج میں اضافہ ہورہا ہے، اور پیڑ پودوں کی تعداد میں کمی آرہی ہے، اس لئے دنیا کی وہ تمام تنظیمیں جو ماحولیات کے لئے کام کررہی ہیں وہ شجر کاری کی تحریک چلارہی ہیں، مگر اسلام نے یہ تحریک آج سے چودہ سو سال قبل ہی شروع کردی تھی۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ما من مسلم یغرس غرسا أو یزرع زرعا فیأکل منه طیر أو إنسان أو بهیمة إلا کان له به صدقة''

(کوئی مسلمان کوئی پودا لگاتا ہے یا کھیتی کرتا ہے پھر اس پودے (کے پھل) یا کھیتی میں سے کوئی انسان یا کوئی پرندہ یا کوئی جانور کچھ کھاتا ہے تو وہ اس کے لئے صدقہ ہے) (اللؤلؤ والمرجان ۲/ ۶، محمد فؤاد عبدالباقی، وزارت الأوقاف والشئون الاسلامیہ قطر، طبع ۲۰۰۷، صحیح مسلم بشرح النووی ۱۰/ ۲۰۷، رقم الحدیث: ۱۲/ ۱۵۵۳، کتاب المساقاۃ، باب فضل الغرس والزرع، مؤسسة المختار، القاہرہ، مصر، الطبعة الأولی ۲۰۰۱، صحیح بخاری/ ص ۳۷۲، رقم الحدیث: ۲۳۲۰، کتاب الحرث والمزارعة، باب فضل الزرع والغرس، دار السلام الریاض سعودی عربیہ)۔

۲۔ دوسری حدیث میں ہے: ''ما من مسلم يغرس غرسا إلا كان ما أكل منه له صدقة وما سرق منه له صدقة وما أكل السبع منه فهو له صدقة وما أكلت الطير فهو له صدقة ولا يرزأه أحد (اى لا ينقصه ويأخذ منه) إلا كان له صدقة وفى رواية إلا كان له صدقة إلى يوم القيامة''

(کوئی مسلمان کوئی پودا لگائے تو اس سے جو کھایا جائے گا وہ بھی صدقہ ہے، اس سے جو چوری ہو جائے وہ بھی صدقہ ہے، اس میں سے جو درندے کھالیں تو وہ بھی صدقہ ہے، اس میں اگر کوئی کچھ کم کردے، یا لے لے تو وہ بھی صدقہ ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ یہ پودا قیامت تک اس کے لئے صدقہ ہے)

(صحیح مسلم بشرح النووی ۱۰/۲۰۶، رقم الحدیث: ۱۵۵۲، کتاب المساقاۃ، باب فضل الغرس والزرع، مؤسسۃ المختار القاھرۃ، الطبعۃ الأولی ۲۰۰۱)۔

اسلام نے تو یہاں تک تعلیم دی ہے کہ اگر قیامت قائم ہو جائے اور تم کوئی پودا لگا سکتے ہو تو لگا دو، چنانچہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''إن قامت الساعة وفى يد أحدكم فسيلة فإن استطاع ألا تقوم حتى يغرسها فليغرسها''

(اگر قیامت (کا قیام) شروع ہو جائے، اور تم میں سے کسی کے ہاتھ میں کوئی پودا ہو، تو اگر قیامت قائم ہونے (یعنی اپنے مرنے سے قبل) اس پودے کو لگا سکتا ہے تو اس پر ضروری ہے کہ وہ اس پودے کو لگا دے) (رواہ الامام الحافظ محمد بن اسماعیل البخاری فی کتابہ ''الادب المفرد''، باب اصطناع المال، رقم الحدیث: ۴۷۹/۱۴۶، دار الکتب العلمیۃ بیروت، لبنان، الطبعۃ ۱۹۹۶)۔

صوتی آلودگی:

ا۔ پرشور مشینوں کو آبادی سے باہر لگانے کی ہدایت دینا واجب ہے۔

پرشور مشینوں کو حکومت کی طرف سے آبادی سے باہر لگانے کی ہدایت مناسب ہی نہیں بلکہ واجب ہے، اس لئے کہ بے ہنگم اور زیادہ شور سے صرف کانوں کو ہی نقصان نہیں پہنچتا بلکہ اس سے دماغ بھی متاثر ہوتا ہے، سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت پر بھی اثر پڑتا ہے، بعض لوگوں کو شور کی وجہ سے دردسر اور ذہنی تناؤ کی بیماری ہو جاتی ہے۔

اور حکومت پر یہ واجب ہے کہ وہ اپنی رعایا کی بہتر صحت کا انتظام کرے، اس لئے کہ اسلام قوی مومن کو پسند کرتا ہے، چنانچہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

''المومن القوى خير وأحب إلى الله من المومن الضعيف'' (صحیح مسلم ۴/ ۲۰۵۲، کتاب القدر، باب فى الامر بالقوة وترك العجز، رقم الحديث: ۳۴ (۲۶۶۴) دار احياء التراث العربي بيروت، لبنان) (قوی مومن بہتر اور پسندیدہ ہے اللہ کے نزدیک کمزور مومن سے)۔

پرشور مشینوں کو آبادی سے باہر لگانے کی ہدایت پر عمل کرنا واجب ہے۔

حکومت کی طرف سے پرشور مشینوں کے باہر لگانے کی ہدایت پر عمل کرنا دو وجہ سے واجب ہے:

ا۔ اس ہدایت پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے دوسروں کو تکلیف پہنچتی ہے، اور متعدد بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، اور اسلام میں کسی کو تکلیف پہنچانے کی اجازت نہیں ہے، فقہ کا مشہور قاعدہ ہے اور حدیث ہے: ''لا ضرر ولا ضرار'' (نہ تکلیف سہو اور نہ تکلیف دو) (المستدرک علی الصحیحین للامام الحافظ ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم النیساپوری ۲/۶۶، رقم الحدیث: ۲۳۴۵/۲۱۶، کتاب البیوع، دار الکتب العلمیۃ بیروت، لبنان)۔

۲۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جائز کاموں میں اولوالامر کی اطاعت واجب ہے، اور حکام اولوالامر میں شامل ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''يا أيها الذين آمنوا أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولى الأمر منكم'' (نساء: ۵۹) (اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کا حکم مانو، اور رسول اور اپنے حکام کا حکم مانو)، اولوالامر کے متعلق مفتی شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں:

''اولی الامر کون لوگ ہیں؟''

اولی الامر لغت میں ان لوگوں کو کہا جاتا ہے، جن کے ہاتھ میں کسی چیز کا نظام و انتظام ہو، اسی لئے حضرت ابن عباس، مجاہد اور حسن بصریؒ وغیرہ مفسرین قرآن نے اولی الامر کے مصداق علماء و فقہاء کو قرار دیا ہے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہیں اور نظام دین ان کے ہاتھ میں ہے۔

اورایک جماعت مفسرین نے جن میں حضرت ابوہریرہؓ بھی شامل ہیں فرمایا: اولی الامر سے مراد حکام اورامراء ہیں جن کے ہاتھ میں نظام حکومت ہے۔

پھراحکام کے درجات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: تیسرا درجہ احکام کا وہ ہے جو نہ قرآن میں صراحۃً مذکور ہیں نہ حدیث میں، یا ذخیرہ احادیث میں اس کے متعلق متضاد روایات ملتی ہیں، ایسے احکام میں علماء مجتہدین قرآن وسنت کے منصوصات اور زیر غور مسئلہ کے نظائر میں غور وفکر کر کے ان کے حکم تلاش کرتے ہیں، ان احکام کی اطاعت بھی اگرچہ حقیقت کے اعتبار سے قرآن وسنت سے مستفاد ہونے کی وجہ سے اطاعت خداوندی ہی کے ایک فرد ہیں، مگر ظاہری سطح کے اعتبار سے یہ فقہی فتاوی کہلاتے ہیں، اور علماء کی طرف منسوب ہیں۔

آیت مذکورہ میں اولوالامر کی اطاعت سے علماء اور حکام دونوں کی اطاعت مراد ہے، اس لئے اس آیت کی رو سے فقہی تحقیقات میں فقہاء کی اطاعت اور انتظامی امور میں حکام وامراء کی اطاعت واجب ہوگئی۔

یہ اطاعت بھی درحقیقت اللہ جل شانہ کے احکام ہی کی اطاعت ہے لیکن ظاہری سطح کے اعتبار سے یہ احکام نہ قرآن میں ہیں نہ سنت میں، بلکہ ان کا بیان یا علماء کی طرف سے ہو یا حکام کی طرف سے، اس لئے اس اطاعت کو تیسرا نمبر جداگانہ قرار دے کر اولوالامر کی اطاعت نام رکھا گیا ہے، اور جس طرح منصوصات قرآن میں قرآن کا اتباع، اور منصوصات رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع لازم وواجب ہے، اسی طرح غیر منصوص فقہی چیزوں میں فقہاء کا، اور انتظامی امور میں حکام وامراء کا اتباع واجب ہے، یہی مفہوم ہے اطاعت اولی الامر کا (معارف القرآن ۲/۴۴۹-۴۵۲، مفتی محمد شفیع، بیت الحکمت، دیوبند ۱۹۸۲ء)۔

۲- غیر ضروری طور پر گاڑیوں کے ہارنوں کی آواز کو تیز کرنا، یا ایمبولینس کے سائرن کی طرح ہارن لگانا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ اس سے صوتی آلودگی ہوتی ہے، اور صوتی آلودگی سے مختلف اور متعدد بیماریاں جنم لیتی ہیں، سماعت سے متعلق بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، کان کے واسطے سے حد سے زیادہ تیز آواز کا اثر دماغ پر پڑتا ہے، اور دماغ سے متعلق متعدد بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، اور جب دماغ متاثر ہوتا ہے تو لازمی نتیجے کے طور پر دل بھی متاثر ہوتا ہے، ذہنی تناؤ کی صورت میں دل بھی اپنا کام صحیح طریقے سے نہیں کر پاتا، اور جب دل ودماغ میں فتور آجائے تو جسم کے دیگر اعضاء بھی اپنا عمل صحیح طریقے سے نہیں کر پاتے، خلاصہ یہ ہے کہ شور انسانی صحت کے لئے بہت مضر ہے اور اسلام ہر اس کام سے روکتا ہے جس میں ضرر اور ہلاکت ہو، قرآن پاک نے صاف صاف اعلان کیا ہے: "ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة وأحسنوا إن الله يحب المحسنين" (بقرہ: ۱۹۵) (اور اپنی جان کو ہلاکت میں مت ڈالو، اور نیکی کرو، بے شک اللہ تعالی نیکی کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں)۔

اس آیت سے صاف واضح ہے کہ جو کام جزوی یا کلی ہلاکت کا سبب ہوگا وہ کام کرنا جائز نہیں ہے، غیر ضروری طور پر ہارن بجانے، یا ایمبولینس کی طرح ہارن لگانے کے ناجائز ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اسلام نے عبادات میں بھی دوسروں کو تکلیف دینے والی آواز کو پسند نہیں کیا ہے، اور بلا ضرورت کی تیز آواز سے منع کیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے: "واغضض من صوتك إن أنكر الأصوات لصوت الحمير" (لقمان: ۱۹) (اور اپنی آواز کو پست کر، بے شک سب سے بری آواز گدھے کی آواز ہے)۔

دوسری جگہ ارشاد ہے: "ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها وابتغ بين ذلك سبيلا" (اسراء: ۱۱۰) (نہ تو آپ اپنی نماز میں قرآن بہت زور سے پڑھیں، اور نہ بہت آہستہ سے پڑھیں بلکہ اس کے درمیان کا راستہ تلاش کرلیجئے)۔

حضرت ابوقتادہؓ کی روایت بھی ملاحظہ ہو: ''عن أبي قتادة أن النبي ﷺ مرّ بأبي بكر وهو يصلي يخفض من صوته، ومر بعمر وهو يصلي رافعا صوته، قال: فلما اجتمعا عند النبي ﷺ قال لأبي بكر: يا أبا بكر مررت بك وأنت تصلي تخفض من صوتك، قال: قد أسمعت من ناجيت، فقال: ومررت بك يا عمر ترفع صوتك، قال: يا رسول الله: أحتسب به أوقظ الوسنان وأحتسب به قال: فقال لأبي بكر: ارفع من صوتك شيئا، وقال لعمر: اخفض من صوتك شيئا'' (المستدرك على الصحيحين لابي عبدالله الحاكم النيسابوري، المتوفى ۴۰۵ھ، كتاب صلاة التطوع، ص ۴۳۶، رقم الحديث: ۱۲۰۹، التراث العربي بيروت، لبنان، سنن ابي داؤد، باب رفع الصوت بالقراءة في صلاة الليل، مؤسسة الريان، بيروت، لبنان)۔

حضرت ابوقتادہؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ کے پاس سے گذرے درآں حالانکہ وہ دھیمی آواز میں نماز پڑھ رہے تھے، اور حضرت عمرؓ کے پاس سے گزرے تو وہ بلند آواز سے نماز پڑھ رہے تھے، حضرت قتادہؓ نے فرمایا: جب وہ دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اکٹھا ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نے ابوبکرؓ سے فرمایا: اے ابوبکر میں تمہارے پاس سے گذرا تو میں نے دیکھا کہ تم دھیمی آواز میں نماز پڑھ رہے تھے، تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: میں نے جس سے سرگوشی کی اسے سنا دیا، پھر حضرت عمرؓ سے فرمایا: اے عمر میں تمہارے پاس سے گذرا تو دیکھا کہ تم بلند آوز سے نماز پڑھ رہے ہو، تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ میں اس کے ذریعہ اونگھنے والوں کو جگاتا ہوں، حضرت ابوقتادہؓ فرماتے ہیں: پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم اپنی آواز تھوڑی اونچی کرلو، اور حضرت عمرؓ سے فرمایا: تم اپنی آواز تھوڑی پست کرلو)۔

میری رائے یہ ہے کہ جب عبادت میں ضرورت سے زیادہ تیز آواز جائز نہیں ہے یا ممدوح نہیں ہے، تو بھلا دیگر کاموں میں تیز آواز کیسے جائز اور ممدوح ہوسکتی ہے۔

۳۔ DJ (ڈی جے) کے رواج کو ختم کرنا واجب ہے:

DJ کے رواج کو ختم کرنے کی حتی الامکان کوشش کرنا مسلمانوں پر واجب ہے، اس لئے کہ اس کا شور انسانوں کی سماعت کے لئے نقصان دہ ہے، شور کے نقصانات اور شور کے ناجائز ہونے کی کچھ تفصیل گذشتہ صفحات میں صوتی آلودگی سے متعلق دوسرے سوال کے جواب میں ذکر کرچکا ہوں۔

مختصراً یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ DJ کے مزامیر میں داخل ہونے سے قطع نظر صرف صوتی آلودگی کا ایک بڑا سبب اور انسانی صحت کے لئے نقصان دہ ہونے کی وجہ سے بھی ناجائز اور حرام ہے۔

۴۔ صوتی آلودگی کو ختم کرنے یا کم کرنے یا دوسروں کو تکلیف سے بچانے کے مقصد سے ذمہ داروں اور حکومت کی طرف سے جو بھی قوانین بنائے جائیں ان پر عمل کرنا واجب ہے، اور اس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ شور صوتی آلودگی پھیلاتا ہے، اور یہ فساد فی الارض کے زمرے میں آتا ہے، اور ارشاد خداوندی ہے: ''ولا تفسدوا في الأرض بعد اصلاحها'' (اور زمین کی اصلاح کے بعد اس میں فساد مت پھیلاؤ)۔

۲۔ شور سے دوسروں کو تکلیف ہوتی ہے، اور دوسروں کو تکلیف دینا اسلام میں حرام ہے، اسلام نے ان تمام چیزوں سے منع کیا ہے جس سے دوسروں کو تکلیف پہنچتی ہو۔

۳۔ مذہبی، سیاسی اور سماجی جلسوں میں زبان وعمل دونوں کا ہاتھ ہوتا ہے، اور غیر فطری تیز آواز کے پیدا کرنے میں زبان سے زیادہ عمل کا ہاتھ ہے، مائک کی آواز کو کم یا زیادہ کرنے کا عمل عموماً ہاتھ سے ہوتا ہے، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ مسلمان افضل ہے جس کی زبان اور ہاتھ کے شر سے مسلمان محفوظ رہیں۔

''عن أبي موسى الأشعري قال: قلت يا رسول الله أى المسلمين أفضل؟ قال: من سلم المسلمون من لسانه ويده'' (متفق علیہ، البخاری، کتاب الایمان، باب ای الاسلام افضل، ص۵، رقم الحدیث: ۱۱، دار السلام ریاض سعودی عرب)۔

☆☆☆

فضائی آلودگی وصوتی آلودگی

مفتی محمد جعفر ملی رحمانی [1]

فضائی آلودگی:

۱۔ جو شخص مہنگے ایندھن کے استعمال پر قادر ہے، پھر محض اپنے مفاد کے لیے سستا ایندھن استعمال کرتا ہے، جو عام لوگوں کے لیے ضرر کا باعث ہو، شرعاً درست نہیں ہے (۱)۔

۲۔ جی ہاں! عوام کے لیے اس قانون پر عمل کرنا لازم ہوگا، اور اگر حکومت کی طرف سے کوئی ہدایت نہ ہو، تب بھی لوگوں کو ضرر سے بچانے اور ماحول کو پاک وصاف رکھنے کے لیے کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کو ترجیح دینا صاحب وسعت پر لازم ہوگا (۲)۔

۳۔ ایسی صورت میں شرعاً کم دھواں پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال واجب ہوگا؛ تاکہ ماحول کو اس نقصان سے بچایا جاسکے (۳)۔

۴۔ شرعی نقطۂ نظر سے صاحبِ استطاعت افراد واشخاص، مساجد ومدارس اور اِداروں کے لیے آلودگی سے محفوظ اس توانائی کا استعمال مستحب اور مستحسن عمل ہوگا (۴)۔

۵۔ یہ قوانین چوں کہ انسانی بھلائی کے ہی نقطۂ نظر سے بنائے گئے ہیں، لہٰذا شرعاً ایسے قوانین پر عمل کرنا لازم ہوگا، بصورتِ دیگر خلاف ورزی پر گناہ لازم آئے گا، اور ایسے افراد کے خلاف قانونی کارروائی اور تعزیر جائز ہوگی (۵)۔

۶۔ حکومت کی ذمہ داری یہ ہے کہ اس طرح کے اجزا کو ٹھکانے لگوائے، اور اگر وہ یہ کام نہیں کرتی ہے، تو خود ذبح وقربانی کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ ان اجزا کو ایسے مقامات پر ڈالے، یا دفن کرائے جہاں ڈالنے یا دفن کرنے سے سوال میں مذکور اُمور پیدا نہ ہوتے ہوں (۶)۔

۷۔ دفعِ مفسدہ جلبِ منفعت سے اَولیٰ ہوتا ہے (۷)، لہٰذا سرکاری طور پر اس پر پابندی ہونی چاہیے، اور خود بھی ان کے استعمال سے گریز کرنا چاہیے (۸)۔

۸۔ حقہ، بیڑی اور سگریٹ نوشی مکروہ ہے (۹)، اور قانوناً جن مقامات پر سگریٹ نوشی وغیرہ کی ممانعت ہو، وہاں سگریٹ نوشی وغیرہ حکومتی قانون کی خلاف ورزی ہوگی، اور قانون کی خلاف ورزی کرنے والے افراد پر تعزیر جائز ہوگی (۱۰)۔

۹۔ اسلام ایک پاکیزہ مذہب ہے، اس نے اپنے ماننے والوں کو جہاں ظاہری اور باطنی پاکی وطہارت کا حکم دیا، وہیں اس بات کا بھی امر فرمایا کہ جن جگہوں پر ان کی سکونت ورہائش ہے، جن راستوں سے اُن کا مرور وگزر ہوتا رہتا ہے، اسی طرح عوامی مقامات جیسے ریلوے اسٹیشن، بس اسٹینڈ اور فٹ پاتھ وغیرہ، یہ سب جگہیں اور مقامات صاف ستھرے رہیں؛ کیوں کہ گھروں اور کمروں پر کوڑا کرکٹ جمع کرنا، صفائی کا خیال نہ رکھنا، اسی طرح راستوں کے کنارے، کھلے صحرا وبیابان میں رفعِ حاجت کرنا، یا عوامی جگہوں اور پبلک مقامات پر بلا تکلف پیشاب کرنا؛ بری عادات میں سے ہے (۱۱)، نیز کیڑے مکوڑوں، کھٹملوں اور مچھروں وغیرہ کی آمد، اور بیماریوں کے پھیلنے کا ذریعہ وسبب بنتا ہے، نیز یہ عدمِ نظافت وطہارت میں یہودیوں سے مشابہت اختیار کرنا ہے، جو ناجائز وممنوع ہے، اس لیے خود بھی صاف ستھرا رہیں، اور اپنے ماحول کو بھی صاف ستھرا رکھیں (۱۲)۔

۱۰۔ ایسے اُمور کے سلسلے میں حکومت یا متعلق ادارے کی ہدایت پر عمل کرنا شرعاً واجب ہے (۱۳)۔

---

[1] دارالافتاء، جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا، نندربار، مہاراشٹر۔

۱۱۔ کسی بھی چیز کا استعمال زائد از ضرورت بنگاہِ شرع محمود و پسندیدہ نہیں ہے، بلکہ یہ اسرافِ مال (۱۴) وضیاعِ وقت میں داخل ہونے کی وجہ سے شرعاً ممنوع ہوگا (۱۵)۔

۱۲۔ **الف:** مقاصدِ شریعت کی دفعہ ''حفاظتِ نفس'' کے پیشِ نظر، بلاضرورت جنگلات کو کاٹنے اور کھیتوں کو زیادہ سے زیادہ پیسوں کے حصول کے لیے پلاٹس بنا کر آبادیوں کو بسانا شرعاً منع ہے (۱۶)۔

ب: اسلام کی نظر میں درخت لگانے اور کاشت کاری کرنے کی بڑی اہمیت ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''اگر کوئی مسلمان کوئی درخت لگاتا ہے، یا کوئی کاشت کرتا ہے، پھر اس میں سے پرندہ یا انسان یا جانور کھاتے ہیں، تو اس کے لیے صدقہ ہوتا ہے'' (۱۷)۔

اس حدیث شریف کا مقتضی یہ ہے کہ درخت یا پودا لگانے والے شخص کو صدقے کا اجر اس وقت تک ملتا رہتا ہے، جب تک اس کے پھل کو استعمال کیا جاتا رہے، اگرچہ کاشت کار یا پودا لگانے والا انتقال کر جائے، نیز ظاہرِ حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ زارع یا غارس (کاشت کار یا پودا لگانے والے) کو ضرور اجر ملے گا، اگرچہ وہ پودہ یا درخت کسی دوسرے کی ملکیت میں چلا جاوے (۱۸)۔

ایک حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جس شخص کے پاس زمین ہو، تو اسے چاہیے کہ وہ اس میں خود کاشت کرے، یا (خود کاشت نہ کر سکے تو) اپنے کسی بھائی کو عاریۃً دیدے، اور یہ دونوں ہی باتیں پسند نہ ہوں، تو پھر چاہیے کہ اپنی زمین اپنے پاس رکھے'' (۱۹)۔

دلائل وحواشی:

(۱) ما في '' مجمع الزوائد'' : قوله ﷺ : '' لا ضرر ولا ضرار في الإسلام '' (۴/ ۱۳۸، البيوع، باب لا ضرر ولا ضرار، ابن ماجه: ص/ ۱۵۹، أبواب الأحكام، التمهيد: ۴/ ۲۸۴)۔

ما في '' الأصول والقواعد للفقه الإسلامي'' : يُتَحَمَّلُ الضَّرَرُ الْخَاصُّ لِدَفْعِ الضَّرَرِ الْعَامِّ۔ (ضررِ عام کو دور کرنے کی خاطر ضررِ خاص کو برداشت کیا جائے گا) (ص/ ۲۹۰، قاعده: ۲۷۱، الأشباه والنظائر لابن نجيم: ص/ ۳۱۲، قواعد الفقه: ص/ ۱۳۹، قاعده: ۲۹۸، ترتيب اللآلي في سلك الأمالي: ص/ ۱۱۶۷، شرح القواعد: ص/ ۱۹۷، درر الحكام شرح مجلة الأحكام: ۱/ ۴۰، المادة: ۲۶)۔

(۲) ما في '' الأصول والقواعد للفقه الإسلامي'' : يُتَحَمَّلُ الضَّرَرُ الْخَاصُّ لِدَفْعِ الضَّرَرِ الْعَامِّ۔ (ضررِ عام کو دور کرنے کی خاطر ضررِ خاص کو برداشت کیا جائے گا)۔ (ص/ ۲۹۰، قاعده: ۲۷۱، الأشباه والنظائر لابن نجيم: ص/ ۳۱۲، قواعد الفقه: ص/ ۱۳۹، قاعده: ۲۹۸، ترتيب اللآلي في سلك الأمالي: ص/ ۱۱۶۷، شرح القواعد: ص/ ۱۹۷، درر الحكام شرح مجلة الأحكام: ۱/ ۴۰، المادة: ۲۶)۔

(۳) حوالہ بالا۔ (۴) حوالہ بالا۔

(۵) ما في '' الدر المختار مع الشامية'' : لأن طاعة الإمام فيما ليس بمعصية فرض۔ (۶/ ۴۱۶، كتاب الجهاد، باب البغاة، مطلب في وجوب طاعة الإمام)۔

ما في '' الموسوعة الفقهية'' : أجمع العلماء على وجوب طاعة أولي الأمر من الأمراء والحكام، وقد نقل النووي عن القاضي عياض وغيره هذا الإجماع۔ (۲۸/ ۳۲۳، طاعة، طاعة أولي الأمر)

(۶) ما في '' المسائل المهمة فيما ابتلت به العامة'' :

(قربانی ایک عبادت ہے، کوئی ہڑ بونگ نہیں) مسئلہ (۱۲۷): اسلام نے جہاں عید الاضحیٰ کے تین دنوں میں قربانی کی عبادت کو باعثِ فضیلت قرار دیا ہے، وہاں دوسرے بہت سے احکام بھی دیئے ہیں، ایک عبادت کی انجام دہی میں دوسرے احکام کو نظر انداز کرنا، بندگی کا شیوہ (طور طریق) نہیں، مثلاً: یہ حکم بھی اسلام ہی نے دیا ہے اور انتہائی تاکید کے ساتھ دیا ہے کہ اپنے کسی عمل سے کسی دوسرے کو تکلیف نہ پہنچاؤ [۱]، اپنے گھروں کے ماحول کو صاف ستھرا رکھو [۲]، لوگوں کی گذر گاہوں اور راستوں کو گندا نہ کرو، بلکہ راستے میں پڑی ہوئی گندگی یا کسی تکلیف دہ چیز کو راستے سے ہٹا دینا ایمان ہی کا ایک شعبہ ہے [۳]، لہٰذا جہاں قربانی ایک صاحب استطاعت مسلمان کے لیے ضروری ہے، وہاں اس کے ذمہ یہ بھی فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ ذبح شدہ جانور کی آلائشوں کو اس طرح ٹھکانے لگانے کا انتظام کرے کہ اس سے ماحول میں گندگی نہ پھیلے، اُن آلائشوں کو شارع عام (عام راستے) پر ڈال دینا، یا اُنہیں اس طرح چھوڑ کر چلے جانا کہ وہ پڑی سڑتی رہیں، اور لوگوں کے لیے تکلیف کا باعث ہوں، ایک مستقل گناہ ہے [۴]، اور اس

قسم کے گناہ کر کے عبادت انجام دینا بھی عبادت کے بنیادی مقصد سے جہالت کی دلیل ہے۔خلاصہ یہ کہ قربانی ایک عبادت ہے،کوئی ہڑ بونگ (ہنگامہ، بدنظمی) نہیں ہے، جو قواعد وضوابط سے آزاد ہو،اور اس کے دوران نظم وضبط اور صفائی ستھرائی کے احکام وآداب کو نظر انداز کر دیا جائے، بلکہ اس عبادت کا تو اول وآخر پیغام ہی یہ ہے کہ: إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ. ''بے شک میری نماز، میری عبادت، اور میرا جینا مرنا سب کچھ اللہ کے لیے ہے، جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔''[۵]

[۱] ما في '' مشكوة المصابيح '' : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : '' المسلم أخو المسلم ؛ لا يظلمه ولا يخذله ولا يحقره، التقوى ههنا، ـ ويشير إلى صدره ـ ثلاث مرار ـ بحسب من الشر أن يحقر أخاه المسلم، كل المسلم على المسلم حرام ؛ دمه وماله وعرضه''۔ رواه مسلم۔ (ص/ ۴۲۲)۔

[۲] ما في '' جامع الترمذي '' : عن صالح بن أبي حسان قال : سمعت سعيد بن المسيب يقول : '' إن الله طيب يحب الطيب، نظيف يحب النظافة، كريم يحب الكرم، جواد يحب الجود، فنظفوا ''۔ أراه قال : '' أفنيتكم، ولا تشبهوا باليهود'' (۲/ ۵۲۷، كتاب الأدب، حديث :۲۷۹۹، بيروت)۔

[۳] ما في '' مشكوة المصابيح '' : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : '' الإيمان بضع وسبعون شعبة، فأفضلها قول لا إله إلا الله، وأدناها إماطة الأذى عن الطريق، والحياء شعبة من الإيمان ''۔ متفق عليه۔ (ص/ ۱۲، كتاب الإيمان)۔

[۴] ما في '' سنن أبي داود '' : (عن) عبدالله بن بريدة قال : سمعت أبي بريدة يقول : سمعت رسول الله ﷺ قال : '' النخاعة في المسجد تدفنها، والشيء تنحيه عن الطريق ''۔ (ص/ ۷۱۱، مكتبه دار السلام سهارنپور)۔

[۵] (سورة الأنعام: ۱۶۳) (مقتبس از ذکر وفکر: ص/ ۱۱۷، ۱۱۶، محقق مدلل مسائل قربانی: ص/ ۱۳۶، المسائل المهمة: ۹/ ۱۸۷، ۱۸۸)۔

(۷) ما في '' القواعد الكلية والضوابط الفقهية '' : درء المفاسد أولى من جلب المصالح۔ (ص/ ۱۸۲، الفتاوى الحديثية : ص/ ۲۰۲، مطلب الاجتماع للموالد والأذكار، الأصول والقواعد للفقه الإسلامي :ص/ ۱۷۱، قاعده :۱۴۴، الأشباه والنظائر لابن نجيم :ص۳۲۲، درر الحكام:۱/ ۴۱، المادة:۳۰، قواعد الفقه:ص۸۱، القاعدة:۱۳۳، جمهرة القواعد الفقهية :۲/ ۷۲۳، القاعدة :۸۹۱، ترتيب اللآلي : ص/ ۹۱، القواعد الفقهية : ص/ ۱۷۰، شرح القواعد:ص۲۰۵)

ما في '' الدر المختار مع الشامية '' : كل ما أدى إلى ما لا يجوز لا يجوز۔ (۹/ ۵۱۹، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس)۔

(۸) ما في '' الأصول والقواعد للفقه الإسلامي '' : يُتَحَمَّلُ الضَّرَرُ الْخَاصُّ لِدَفْعِ الضَّرَرِ الْعَامِّ۔ (ضرر عام کو دور کرنے کی خاطر، ضرر خاص کو برداشت کیا جائے گا)۔ (ص/ ۲۹۰، قاعده :۳۷۱، الأشباه والنظائر لابن نجيم:ص/ ۳۱۳، قواعد الفقه : ص/ ۱۳۹، قاعده :۳۹۸، ترتيب اللآلي في سلك الأمالي:ص/ ۱۱۶۷، شرح القواعد :ص/ ۱۹۷، درر الحكام شرح مجلة الأحكام :۱/ ۴۰، المادة :۲۶)۔

(۹) ما في '' المسائل المهمة فيما ابتلت به العامة ''

مسئلہ(۱۱): مطلقاً سگریٹ نوشی: (اگر اس میں کسی قسم کی نشہ آور چیز کی آمیزش نہ بھی ہو، تب بھی مال کو ضائع کرنے، فضول خرچی کو شامل ہونے، اور منہ میں ایسی بدبو کے پیدا ہونے کی وجہ سے کہ اس سے دوسرے لوگ نفرت کرتے ہیں) مکروہ ہے، اس لیے عام حالات میں اس کے استعمال سے احتراز کرنا چاہیے۔[۱]

[۱] ما في '' الأحكام الفقهية المتعلقة بالتدخين '' : فأفتى الجمهور الأعظم بالتحريم، وأفتى بعضهم بالكراهة، وذهب آحاد منهم إلى حله، وذهب القليل إلى أنه تجري عليه الأحكام الخمسة : فهو حرام إذا تحقق ضرره، ومكروه لرائحته، أو كان ضرره قليلا محتملا، أو لكونه مما اختلف فيه، ومندوب إذا كان له فائدة مرجوة كالمداواة مثلا، ومباح إذا استوى حال متعاطيه شرب أو لم يشرب، وواجب إذا تعين دواء وأخبره بذلك طبيب عادل۔ (ص/ ۴۸، المطلب الثامن، حكم شرب الدخان، المرحلة الثانية)۔

ما في '' رد المحتار '' : وفي شرح الوهبانية للشرنبلالي [الطويل] : ويمنع من بيع الدخان وشربه ـ وشاربه في الصوم لا شك يفطر۔ (۱۰/ ۴۲، كتاب الأشربة) (المسائل المهمة : ۷/ ۳۲، ۱/ ۱۵۳، ۱۵۴) ـ

(۱۰) ما في '' الدر المختار مع الشامية '' : لأن طاعة الإمام فيما ليس بمعصية فرض۔ (۶/ ۴۱۶، كتاب الجهاد، باب البغاة، مطلب في وجوب طاعة الإمام)۔

ما في '' الموسوعة الفقهية '' : أجمع العلماء على وجوب طاعة أولي الأمر من الأمراء والحكام، وقد نقل النووي عن القاضي عياض وغيره هذا الإجماع۔ (۲۸/ ۳۲۳، طاعة، طاعة أولي الأمر)۔

(۱۱) ما في '' سنن أبي داود '' : عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ قال : '' اتقوا اللاعنَين. قالوا : وما اللاعنان يا رسول الله ؟ قال ﷺ : '' الذي يتخلى في طريق الناس أو ظلهم ''۔ ۔ ۔ (وفيه أيضًا :) عن معاذ بن جبل قال : قال رسول الله ﷺ : '' اتقوا الملاعن الثلاثة : البراز في الموارد، وقارعة الطريق، والظل ''(ص/ ۵، كتاب الطهارة، باب المواضع التي نهى عن البول فيها. ط : قديمي، ۱/ ۲۹، ط : حمص، مستدرك الحاكم :۱/ ۱۶۷، ط : دائرة المعارف العثمانية حيدرآباد الهند)

ما في '' الفتاوى الهندية '' : ويكره البول والغائط في الماء جاريا كان أو راكدا، ويكره على طرف نهر أو بئر أو حوض أو عين أو تحت شجرة مثمرة أو في زرع أو في ظل ينتفع بالجلوس فيه، ويكره بجنب المساجد ومصلى العيد وفي المقابر وبين الدواب وفي طرق المسلمين۔ (۱/ ۵۰، ط : دار الفكر بيروت)۔

ما في '' الموسوعة الفقهية '' : يكره عند جمهور الفقهاء (الحنفية والمالكية والشافعية) التخلي تحت شجرة مثمرة۔ ۔ وزاد الحنفية والمالكية : أو في ظل ينتفع بالجلوس فيه أو ما من شأنه الاستظلال به۔ وقال الحنابلة : يحرم التبول أو التغوط في ظل نافع وتحت شجرة عليها ثمرة مقصودة مأكولة ؛ لأنه يفسدها وتعافها الأنفس. فأما في غير حال الثمرة فلا بأس۔ (۲۵/ ۳۵۴، شجر. التخلي تحت الشجر، و:۴۰/ ۱۰۰، نجاسة. توقي النجاسات. جواهر الإكليل شرح مختصر خليل : ۱/ ۱۷، ۱۸، ط : دار الفكر بيروت. الدر المختار مع حاشية ابن عابدين :۱/ ۳۲۹، ط : إحياء التراث)۔

ما في '' مواهب الجليل شرح مختصر خليل '' : قال في النوادر : ويكره أن يتغوط في ظل الجدار والشجر وقارعة الطريق وضفة الماء وقربه۔ انتهى۔ وضفة الماء جانبه كما تقدم۔ (فائدة) روى أبو داود عن معاذ بن جبل قال : قال رسول الله ﷺ : '' اتقوا الملاعن الثلاثة : البراز في الموارد، وقارعة الطريق، والظل ''۔ قال في النهاية : هي جمع ملعنة ؛ وهي الفعلة التي يلعن بها فاعلها كأنها مظنة للعن ومحل له ؛ لأن الناس إذا مروا به لعنوا فاعله۔ انتهى۔ (۱/ ۲۷۷، ط : دار الفكر بيروت. أسنى المطالب شرح روض الطالب :۱/ ۴۷، ط : دار الكتاب الإسلامي بيروت. كشاف القناع :۱/ ۶۳، ط : دار الفكر بيروت. مطالب أولي النهى شرح غاية المنتهى :۱/ ۷۳، ط : بيروت. المغني مع الشرح الكبير :۱/ ۱۵۶، ط : دار الكتاب العربي)۔

(۱۲) ما في '' المسائل المهمة فيما ابتلت به العامة ''

عدم نظافت وطہارت میں تشبہ مع الکفار لازم آتا ہے۔ مسئلہ (۱۷۷): اسلام ایک پاکیزہ مذہب ہے، اس نے اپنے ماننے والوں کو جہاں ظاہری اور باطنی پاکی وطہارت کا حکم دیا، وہیں اس بات کا بھی امر فرمایا کہ جن جگہوں پر ان کی سکونت ورہائش ہے، وہ بھی صاف ستھری رہیں، کیوں کہ گھروں اور کمروں میں کوڑا کرکٹ جمع کرنا، صفائی کا خیال نہ رکھنا، کیڑے مکوڑوں، کھٹملوں اور مچھروں وغیرہ کی آمد، اور بیماریوں کے پھیلنے کا ذریعہ وسبب بنتا ہے، نیز یہ عدم نظافت وطہارت میں یہودیوں سے مشابہت اختیار کرنا ہے، جو ناجائز وممنوع ہے، اس لیے خود بھی صاف ستھرا رہیں، اور اپنے ماحول کو بھی صاف ستھرا رکھیں۔[۱]

[۱] ما في '' القرآن الكريم '' :وثيابك فطهّر{سورة المدثر:۴}وقال:إن الله يحب التوابين ويحب المتطهرين}. {سورة البقرة:۲۲۲}.

ما في '' تفسير المظهري '' : قال القاضي ثناء الله رحمه الله تعالى : قلت : والظاهر عندي أنه أمر بتطهير الثياب فالواجب بالمنطوق وعبارة النص إنما هو تطهير الثوب ؛ وبدلالة النص يجب تطهير البدن بالطريق الأولى، فإن الله سبحانه القدوس المطهر الطاهر لما لم يرض بنجاسة الثوب فكيف يرضى بنجاسة البدن اهـ۔ احتج الفقهاء بهذه الأية لاشتراط طهارة الثوب والمكان والبدن عن النجاسة الحقيقية للصلاة، والصحيح عندي أنه لا دلالة على اشتراطها للصلاة بل على وجوب الطهارة الثلاث في جميع الأحوال۔ (۱۰/ ۸۹، ۹۰)۔

ما في '' جامع الترمذي '' : قوله ط : '' إن الله طيب يحب الطيب، نظيف يحب النظافة، كريم يحب الكرم، جواد يحب الجود، فنظفوا أفنيتكم، ولا تشبهوا باليهود ''۔ (۲/ ۱۰۷، قديمي، وأيضًا :۳/ ۵۲۷، كتاب الأدب، باب ما جاء في النظافة، رقم :۲۷۹۹)۔

ما في '' صحيح مسلم '' : عن مالك الأشعري قال : قال رسول الله ﷺ : '' الطهور شطر الإيمان '' (۱/ ۱۱۸، كتاب الطهارة، باب فضل الوضوء، جمع الجوامع :۵/ ۱۳۲، رقم :۱۴۰۰۳، حرف الطاء)۔

ما في '' المعجم الأوسط للطبراني '' : قوله ﷺ : '' إن الله جميل يحب الجمال ''۔ (۳/ ۳۰۶، رقم : ۳۲۶۸)۔

ما في '' سنن أبي داود '' : قوله ﷺ : '' من تشبه بقوم فهو منهم '' (ص/ ۵۵۹، كتاب اللباس، باب لباس الشهرة)۔

ما في '' المقاصد الشرعية '' : إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما، وتكون واجبة إذا كان المقصد

واجبا۔ (ص/۳۶، اعلام الموقعین :۳/ ۱۷۵) (المسائل المهمة :۱/ ۱۶۹، ۱۷۰)۔

ما في '' المسائل المهمة فيما ابتلت به العامة '' :

'' گندگی اور عدمِ صفائی جہاں ایک سماجی لعنت ہے، وہیں انسانی وماحولیاتی صحت پر بھی اس کے بڑے بُرے اثرات مرتب ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ مذہب اسلام نے آج سے چودہ سو پینتیس (۱۴۳۵) سال پہلے ہی سے صفائی اور طہارت کو انتہائی اہمیت دی ہے، قرآن کریم میں ہے: {إنّ اللّٰه یُحبُّ التوّابین ویُحبُّ الْمُتَطَهِّرِیْن} بے شک اللہ تعالیٰ خوب توبہ کرنے والوں اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں، اور خود حضرت محمد مصطفیٰ نے صفائی وپاکی کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے فرمایا: '' پاکیزگی آدھا ایمان ہے''۔ اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ: '' اپنے صحنوں اور آنگنوں کو صاف ستھرا رکھو'' اسلام نے جس طرح باطن کی صفائی وپاکیزگی کو انسانیت کا اعلیٰ مقصد قرار دیا، اسی طرح ظاہر کی صفائی وستھرائی کو بھی ایمان کا حصہ قرار دیا ہے، لہٰذا تمام مسلمانوں؛ بالخصوص طبقۂ اہلِ علم وطلبۂ علم کی ذمہ داری ہے کہ ہر طرح کی صفائی وطہارت کا ممکن حد تک خیال رکھیں۔'' (المسائل المہمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ: ۸/ ۲۶۳، ۲۶۴، مسئلہ نمبر: ۱۷، گندگی ایک سماجی لعنت اور پاکیزگی آدھا ایمان ہے)۔

(۱۳) ما في '' الدر المختار مع الشامية '' : طاعة الإمام فيما ليس بمعصية فرض۔ (۶/ ۴۱۶، كتاب الجهاد، باب البغاة، مطلب في وجوب طاعة الإمام)۔

ما في '' الموسوعة الفقهية '' : أجمع العلماء على وجوب طاعة أولي الأمر من الأمراء والحكام، وقد نقل النووي عن القاضي عياض وغيره هذا الإجماع۔ (۲۸/ ۳۲۳، طاعة، طاعة أولي الأمر)۔

(۱۴) ما في '' القرآن الكريم '' : {ولا تُسرفوا إن الله لا يحبّ المُسرفين} ۔ (سورة الأنعام :۱۴۱) وقوله تعالى : {كلوا واشربوا ولا تُسرفوا، إنه لا يحب المُسرفين} ۔ (سورة الأعراف :۳۱)۔

ما في '' أحكام القرآن لابن العربي '' : الإسراف تعدي الحد، فنهاهم عن تعدي الحلال إلى الحرام، وقيل ألا يزيدوا على قدر الحاجة۔ (۲/ ۷۸۱)۔

ما في '' القرآن الكريم '' :{ولا تُبذِّر تبذيرًا، إن المُبذِّرين كانوا إخوانَ الشيٰطين}: (سورة الإسراء :۲۶، ۲۷)۔

ما في '' التفسير الكبير للرازي '' : والتبذير في اللغة : إفساد المال وانفاقه في السرف۔ (۷/ ۳۲۸)۔

ما في '' تفسير السمرقندي '' : قال تعالى : {إن المبذّرين} أي ؛ المنفقين أموالهم في غير طاعة الله تعالى، كانوا اخوان الشياطين يعني أعوان الشياطين۔ (۲/ ۲۶۶) وفيه : {ولا تبذر تبذيرًا} ۔ أي ؛ لا تنفق مالك في غير طاعة الله تعالى۔ (۲/ ۲۶۵)۔

ما في '' صحيح البخاري '' : عن المغيرة بن شعبة قال : قال النبي ﷺ: '' إن الله حرّم عليكم عُقوق الأمهات، ووأد البنات، ومنع وهات، وكره لكم قيل وقال، وكثرة السؤال، وإضاعة المال ''۔ (۱/ ۳۲۴، رقم : ۲۴۰۸، كتاب في الاستقراض وأداء الديون والحجر الخ، باب ما ينهى عن إضاعة المال، صحيح مسلم :۲/ ۷۶، كتاب الأقضية)۔

ما في '' فتح الباري لابن حجر '' : قوله : (وإضاعة المال) وقد قال الجمهور : إن المراد به السرف في إنفاقه۔ (۵/ ۸۶)۔

ما في '' الموافقات في أصول الأحكام للشاطبي '' : ومجموع الضروريات خمسة : وهي حفظ الدين، والنفس، والنسل، والمال، والعقل۔ (۲/ ۴، كتاب المقاصد، المسئلة الأولى)۔

(۱۵) ما في '' الألعاب الرياضية '' : يقول يوسف القرضاوي حفظه الله : والحق أن السفه في إنفاق الأوقات أشد خطرًا من السفه في إنفاق الأموال۔ ۔ لأن المال إذا ضاع قد يعود، والوقت إذا ضاع لا عوض له۔ (ص/ ۳۲۰، ط : مكتبة دار النفائس، أردن)۔

(۱۶) ما في '' الموافقات في أصول الأحكام للشاطبي '' : ومجموع الضروريات خمسة : وهي حفظ الدين، والنفس، والنسل، والمال، والعقل۔ (۲/ ۴، كتاب المقاصد، المسئلة الأولى)۔

(۱۷) ما في '' صحيح البخاري '' : عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : '' ما مِن مُسلمٍ يَغرِسُ غَرسًا أو يَزرَعُ زرعًا فيأكل منه طيرٌ أو إنسانٌ أو بهيمةٌ إلا كان له به صدقةٌ ''۔ (۱/ ۳۱۲، كتاب المزارعة، باب فضل الزرع والغرس إذا أكل منه، رقم : ۲۳۲۰، صحيح مسلم : ۶/ ۶۱، كتاب المساقاة والمزارعة، باب فضل الغرس والزرع، رقم :۳۹۵۰، ط : احياء التراث، جامع الترمذي :۲/ ۳۶۶، كتاب الأحكام، باب ما جاء في فضل الغرس، رقم : ۱۳۸۲، ط : بيروت، مسند أحمد بن حنبل : ۳/ ۲۲۸، رقم : ۱۳۲۱۳، مسند أنس بن مالك رضي الله عنه، ط: مؤسسة قرطبة القاهرة، فتح الباري :۵/ ۳، ط: دار المعرفة بيروت)۔

(۱۸) ما في '' الموسوعة الفقهية '' : ورد في فضل الغرس والزرع أحاديث منها : ما رواه أنس رضي الله عنه، عن النبي ﷺ قال : '' ما مِن مُسلِمٍ يَغرِسُ غَرسًا أو يَزرَعُ زرعًا فيأكل منه طيرٌ أو إنسانٌ أو بهيمةٌ إلا كان له به صدقةٌ ''۔ ومقتضى هٰذا الحديث أن أجر ذلك يستمرُّ ما دام الزرع والغرس مأكولا منه ولو مات زارعه وغارسه، ولو انتقل ملكه إلى غيره، وظاهر الحديث أن الأجر يحصل للغارس ولو كان ملكه لغيره۔

(۳۱/ ۱۷۳، غرس، الأحكام المتعلقة بالغرس، أولا : فضل الغرس، فتح الباري :۵/ ۴، ط: دار المعرفة بيروت، الموسوعة الفقهية: ۸/ ۴۹، بذر، و:۳۲/ ۲۰۳، فلاحة، التعريف، و:۳۴/ ۲۲۹، كسب، المفاضلة بين أنواع المكاسب المختلفة)۔

ما في ''كتاب الكسب للإمام محمد بن حسن الشيباني '' : ثم المكاسب أربعة : الإجارة، والتجارة، والزراعة، والصناعة، وكل ذلك في الإباحة سواء عند جمهور الفقهاء۔ (ص/ ۲۸۱)۔

ما في '' فتح الباري لابن حجر'' : قال الماوردي : أصول المكاسب ۔ الزراعة، والتجارة، والصنعة۔ والأشبه بمذهب الشافعي أن أطيبها التجارة۔ قال : والأرجح عندي أن أطيبها الزراعة ؛ لأنها أقرب إلى التوكل۔ (۴/ ۳۸۴، كتاب البيوع، باب كسب الرجل وعمله بيده، ط : دار السلام الرياض)۔

ما في '' حاشية كتاب الكسب'': قال السرخسي : المكاسب أربعة : الإجارة والتجارة والزراعة والصناعة، وكل ذلك في الإباحة سواء۔قال النووي : قال النبي ﷺ: '' ما أكل أحد طعامًا قط خيرًا من أن يأكل من عمل يده، وإن نبي الله داود عليه السلام كان يأكل من عمل يده ''۔ فهذا صريح في ترجيح الزراعة والصنعة لكونهما من عمل يده۔ (ص/ ۲۸۱، ۲۸۲) (كفايت المفتى :۶/ ۳۷۰، مسائلِ زراعت :ص/۱۶، ۱۷، زراعت كى فضيلت واہميت، مؤلف: مفتى توقير عالم قاسمى، ط: فريد بكڈپو دہلى)۔

(۱۹) ما في '' مشكوة المصابيح '' : عن جابر رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ: '' من كانت له أرض فليزرعها، أو ليمنحها أخاه، فإن أبى فليمسك أرضه ''۔ متفق عليه۔ (ص/ ۲۵۷)۔

صوتی آلودگی:

صوتی آلودگی بھی انسان کے لیے کچھ کم مضرت رساں نہیں، اور یہ شور اور غیر معتدل آواز کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، اس پس منظر میں درج ذیل اُمور پر روشنی ڈالنے کی درخواست ہے:

۱۔ حکومت کی اس ہدایت پر عمل کرنا واجب ہے(۱)۔

۲۔ غیر ضروری طور پر ہارن بجانا، یا تیز آواز کا ہارن لگانا جس سے صوتی آلودگی ہوتی ہے، شرعاً منع ہے، اس لیے کہ اس میں ایذائے غیر لازم آتی ہے(۲)، اور ایذائے غیر ظلم ہے، جو شرعاً ممنوع وحرام ہے(۳)۔

۳۔ مذکورہ بالا وجہ کی بناپر، یہ بھی شرعاً ممنوع وحرام ہے(۴)۔

۴۔ حکومت کے اس طرح کے قوانین کا پاس ولحاظ واجب ہے، اور ان کی خلاف ورزی حرام ہے(۵)، اس لیے کہ اس میں ایذائے غیر ہے، جو شرعاً ممنوع وحرام ہے(۶)۔

حواشی ودلائل:

(۱) ما في '' الدر المختار مع الشامية '' : طاعة الإمام فيما ليس بمعصية فرض۔ (۶/ ۴۱۶، كتاب الجهاد، باب البغاة، مطلب في وجوب طاعة الإمام)۔

ما في '' الموسوعة الفقهية '' : أجمع العلماء على وجوب طاعة أولي الأمر من الأمراء والحكام، وقد نقل النووي عن القاضي عياض وغيره هٰذا الإجماع (۲۸/ ۲۲۳، طاعة، طاعة أولي الأمر)۔

(۲) ما في '' صحيح البخاري '' : عن عبدالله بن عمر عن النبي ﷺ قال : '' المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده ''۔ (۱/ ۶، كتاب الإيمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده، صحيح مسلم :۱/ ۴۸، كتاب الإيمان، باب بيان تفاضل

الإسلام وأي أموره أفضل)۔

ما في '' صحيح مسلم '' : قوله ﷺ : '' الإيمان بضع وسبعون أو بضع وستون شعبة، فأفضلها قول لا إله إلا الله، وأدناها إماطة الأذى عن الطريق والحياء شعبة من الإيمان '' (۱/ ۴۷، كتاب الإيمان، باب بيان عدد شعب الإيمان وأفضلها وأدناها۔ الخ)۔

ما في '' حاشية أبي داؤد '' : قوله ﷺ : '' إياكم والجلوس بالطرقات '' ۔ '' ويدخل في الأذى أن يضيق الطريق على المارين '' [رقم الحاشية : ۲]۔ (سنن أبي داؤد: ص/ ۶۶۳، كتاب الأدب، باب في الجلوس بالطرقات)۔

ما في '' مرقاة المفاتيح '' : فيه إشارة إلى أن علامة الإسلام بي السلامة من إيذاء الخلائق كما أن الكذب والخيانة وخلف الوعد وعلامة المنافق۔ (۱/ ۱۳۸)۔

ما في '' جمع الجوامع '' : عن أبي حذيفة بن أُسيد أن النبي ﷺ قال : '' من أذى المسلمين في طرقهم وجبت عليه لعنتهم '' ۔ (۲۹۶، حرف الميم مع النون، رقم :۲۰۰۳۶)۔

(۳) ما في '' الموسوعة الفقهية '' : أصل الظلم في اللغة : وضع الشيء في غير موضعه، والجور ومجاوزة الحد، والميل عن القصد۔ (۲۹/ ۱۶۹، ظلم)۔

وفيه أيضًا : الظلم محرم، دل على حرمته الكتاب والسنة والإجماع، أما الكتاب فمنه قوله تعالى : {إن الذين كفروا وظلموا لم يكن الله ليغفر لهم ولا ليهديهم طريقا}۔ الآية۔ ...۔ وأما السنة فمنها : حديث أبي ذر رضي الله عنه، عن النبي ط فيما روى عن الله تعالى أنه قال : يا عبادي ! إني حرّمت الظلم على نفسي وجعلت بينكم محرما فلا تظالموا '' الحديث۔ ...۔ وأجمع الفقهاء على تحريم الظلم۔ (۲۹/ ۱۷۰، ظلم، الحكم التكليفي)۔

(۴) (دیکھئے: حاشیہ مذکورہ بالا: ۲۔ ۳)۔

(۵) ما في '' الدر المختار مع الشامية '' : طاعة الإمام فيما ليس بمعصية فرض۔ (۶/ ۴۱۶، كتاب الجهاد، باب البغاة، مطلب في وجوب طاعة الإمام)۔

ما في '' الموسوعة الفقهية '' : أجمع العلماء على وجوب طاعة أولي الأمر من الأمراء والحكام، وقد نقل النووي عن القاضي عياض وغيره هذا الإجماع۔ (۲۸/ ۳۲۳، طاعة، طاعة أولي الأمر) (۶) (دیکھئے: حاشیہ مذکورہ بالا : ۲ ۔ ۳)۔

☆☆☆

ماحولیات اور اس سے متعلق اسلامی احکام

مولانا عبیدالرحیم سعادتی[1]

اللہ تعالی نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے، انسان کو جو عزت وشرف حاصل ہے اور جس درجہ اسکی تکریم کی گئی ہے وہ ایک روشن باب ہے۔ اسکو خلیفہ ونائب بنایا، قرآن نے انسان کی تکریم کو اس طرح واضح کیا ہے:

"ولقد کرمنا بنی آدم وحملناهم فی البر والبحر ورزقناهم من الطیبات وفضلناهم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا" (بنی اسرائیل:۷۰)۔

نیز دنیا و مافیہا کو انسان ہی کے فائدہ کے لئے پیدا کیا ہے۔ آسمان، زمین، سیارے، ستارے، شجر وحجر، ندی نالے، بر وبحر ہر چیز انسان کے لئے پیدا کی گئی،

"خلق لکم ما فی الأرض جمیعًا" (بقرہ:۲۹)، تاکہ انسان ان میں غور کر کے اللہ کی معرفت حاصل کرے، اللہ کا تابع فرمان ہو جائے وہیں پر اس بات کا بھی لحاظ کرے کہ ان چیزوں سے فائدہ اٹھائے، برتے، استعمال کرے لیکن اصول وضوابط کا خیال رکھے۔ من مانیاں نہ کرے، حدود کی حفاظت کرے، آسمانی ہدایات کی روشنی میں زندگی گزارے، خود استفادہ کرے، لیکن دوسروں کو نقصان نہ پہنچائے، اپنے مفادات کے آگے دوسروں کے مفادات کو پامال نہ کرے اپنا ضرر دور کر کے دوسروں کو ضرر نہ پہنچائے۔ پرسکون ماحول میں زندگی گزارے، صاف اور پاکیزہ غذا ملے، صاف وشفاف ہوا ملے، آلودگی وگندگی سے دور رہے۔ مادی وروحانی ہر طرح کی آلائش سے محفوظ ہو، فساد وبگاڑ سے مامون ہو لیکن انسان نے ان امور کو فراموش کر دیا ہے۔ جس کی بنیاد پر دنیا وہ سنگین اور خطرناک نتائج دیکھ رہی ہے۔ جس کا تصور ہی رونگٹے کھڑے کر دیتا ہے۔ مختلف قسم کی آلودگیوں سے اموات کے دردناک مناظر سامنے آرہے ہیں۔ لاعلاج بیماریاں جنم لے رہی ہیں پالتو جانور، جنگلی جانور، چرند وپرند موت وزیست کی دہلیز پر کھڑے اپنی باری کے منتظر ہیں، حالانکہ اسلامی تعلیمات اس قدر واضح اور بے غبار ہیں جن کی ہدایات میں زندگی بسر کرنے اور روبعمل لانے سے دنیا کا بڑا مسئلہ ماحولیات کی آلودگی، صوتی آلودگی، فضائی آلودگی بآسانی حل ہو سکتا ہے۔

اس تمہیدی گفتگو کے بعد ان سوالات کے جواب ذکر کئے جارہے ہیں جو فقہ اکیڈمی کی جانب سے موصول ہوئے:

۱۔ پکوان کے ایندھن کا حکم:

جو شخص پکوان میں ایندھن کے طور پر ان چیزوں کو استعمال کرنے پر قادر ہو جو دھواں پیدا نہیں کرتیں لیکن مہنگی ہو تو اسکے لئے مناسب یہی ہے کہ وہ دھواں چھوڑنے والی چیزوں کو استعمال نہ کرے، کیونکہ دفع مضرت جلب منفعت سے مقدم ہے: "درء المفاسد أولی من جلب المصالح" (الاشباہ لابن نجیم، ص/۱۱۳، المکتبة العصریہ، بیروت)، تو چونکہ دھویں اراشیاء چاہے وہ سستی ہوں جس میں اسکا فائدہ ہے لیکن ماحول اور دیگر افراد کے لئے مضر ہے؛ اس لیے کم ضرر والے وسائل کو استعمال کرنا مستحسن ہوگا۔ مطلوب ہوگا، نیز مہنگی چیز کے استعمال میں اسکا ضرر ہے لیکن سستی چیز جو زیادہ آلودگی پیدا کرتی ہے، اسکے استعمال میں ماحول اور دیگر لوگوں کا ضرر ہے۔ پہلا ضرر انفرادی ہے اور دوسرا ضرر اجتماعی ہے، اس سلسلہ میں فقہی قاعدہ یہ ہے کہ "یتحمل الضرر الخاص لأجل دفع الضرر العام" یعنی ضرر عام کو دور کرنے کیلئے ضرر خاص کو گوارہ کیا جائے گا (الاشباہ لابن نجیم، ص/۱۰۹، قاموس الفقہ ۴/۳۱۱، نعیمیہ دیوبند)

لہذا مہنگی چیز کے استعمال کے ضرر کو برداشت کیا جائے گا، اور ایسی چیز کا استعمال مستحسن ومطلوب ہوگا جو یا تو دھواں پیدا ہی نہیں کرتی یا کم کرتی

[1] جامعہ مظہر سعادت، ہانسوٹ، بھروچ، گجرات۔

ہے۔ یہ پوری تفصیل تو اس وقت ہے جب کہ وہ قادر ہو مہنگی چیز کے استعمال کرنے پر؛ لیکن اگر قدرت ہی نہ ہو تو پھر وہ ان چیزوں کو استعمال کرسکتا ہے اور جائز ہے جو ماحول کو آلودہ کرتی ہے، اس لئے کہ مدت دراز سے ان کو استعمال کیا جارہا ہے، اس کے باوجود ضرر لاحق ہونے کے واقعات رونما نہیں ہوئے، ہاں اکادکا واقعہ ہو تو اس سے اس چیز کے استعمال پر کوئی اثر نہیں ہوتا ہے، اس لئے کہ جس چیز کا ضرر نادر ہو کمیاب ہو تو اسکا استعمال حرام نہیں ہے۔

''مالا يستلزم الضرر إلا نادرًا لا يحرم الاقدام عليه'' (مواہب الجلیل، ۱/ ۷۹)۔

خلاصہ یہ ہے کہ کم ضرر والی چیز کے استعمال کرنے پر قدرت ہو تو اسکا استعمال مستحسن مطلوب ہوگا، اور اگر قدرت نہ ہو تو دیگر اشیاء کو بھی استعمال کرنا جائز ہے حرام نہیں ہے۔

۲۔ گاڑیوں کے ایندھن کا حکم:

حکومت کی جانب سے مقرر کردہ قانون پر عوام کیلئے عمل کرنے کا حکم ایک ضابطہ سے مفہوم ہوگا:

(۱) حکومت نے جو حکم مقرر کیا ہے اگر وہ ایسا ہو کہ اس میں عام لوگوں کی مصلحت ہے اور اس کے خلاف کرنے میں عام ضرر ہے، تو اس صورت میں حکومت کے قانون کی اطاعت ظاہرًا او باطنًا واجب ہے یعنی علانیہ طور پر بھی واجب ہے اور خفیہ طور پر بھی یعنی حاکم کو اطلاع نہ ہو تب بھی واجب ہے۔

(۲) اور اگر ایسا نہیں ہے یعنی خلاف کرنے میں عام ضرر نہیں ہے تو صرف ظاہرًا حکم کی اطاعت واجب ہے؛ تاکہ فتنہ نہ ہو، باطنًا واجب نہیں ہے، یعنی خفیہ طور پر اس کے حکم کے خلاف کرنے میں گناہ نہیں؛ کیوں کہ اپنے نقصان کے التزام کا ہر شخص کو اختیار ہے (اسلام اور سیاست ص/ ۲۱۸، ادارہ تالیفات اشرفیہ پاکستان)۔

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ اگر حکومت ڈیزل کی ممانعت کردے یا گیس ہی کے استعمال کو لازم کردے تو چونکہ اسمیں عام لوگوں کا مفاد ہے، اور خلاف کرنے میں عام ضرر ہے لہذا قانون کی اطاعت شرعًا ظاہرًا او باطنًا واجب ہوگی، اور اگر حکومت کی طرف سے کوئی ہدایت نہ ہو تب بھی لوگوں کو ضرر سے بچانے اور ماحول کو صاف وشفاف رکھنے کیلئے کم آلودگی والے ایندھن کو ترجیح دینا مطلوب اور پسندیدہ ہوگا، یہی اسلام اور شریعت کا مزاج ہے، قرآن میں جابجا ماحول کو فساد و بگاڑ سے محفوظ رکھنے کی ہدایت ہے۔

"ولا تفسدوا في الأرض" (سورة الاعراف: ۸۶)، "والله لا يحب الفساد" (سورة البقرة: ۲۰۴-۲۰۵)۔

۳۔ جنریٹر کے ایندھن کا حکم:

مسئولہ صورت کا حکم اوپر والی تفصیل کے مطابق ہوگا؛ چنانچہ اگر حکومت کی طرف سے اسکے استعمال کی ممانعت ہو اور اسی میں بندوں اور ماحول کا مفاد ہے اور خلاف کرنے میں عام ضرر ہے، اس لئے شرعًا کم دھواں پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال واجب ہوگا؛ تاکہ ماحول کو نقصان سے بچایا جاسکے، یہی اسلامی تعلیمات اور نبوی ہدایات کا مقتضیٰ ہے، نیز فقہی قاعدہ ہے: ضرر حتی الامکان دور کیا جائے گا، "الضرر يزال" (الاشباہ، ص/ ۱۰۵)، اور کم دھواں پیدا کرنے والے ایندھن کے استعمال سے انسان اور ماحول سے ضرر اور نقصان کو دور کرنا اور ختم کرنا ہی منظور ہے۔

۴۔ شمسی توانائی کا حکم:

شرعی نقطۂ نظر سے صاحب استطاعت افراد واشخاص، مساجد ومدارس کیلئے آلوگی سے محفوظ اس شمسی توانائی کا استعمال مستحب اور مستحسن عمل ہے۔

۵۔ کارخانوں کے ایندھن سے بچاؤ کے حوالہ سے حکومتی قوانین کا حکم:

اس سلسلے میں حکومت نے جو قوانین مقرر کئے ہیں ان کی خلاف ورزی جائز نہیں ہے۔ اس سلسلے میں محمد عبد القادر الفقہی نے "حماية البيئة من التلوث" میں جو تفاصیل نقل کی ہیں، اس کا حاصل یہ ہے کہ کارخانوں سے جو آلودگی نکل رہی ہو جس سے نقصان اور ضرر کا خطرہ ہو تو اسے ہر صورت بند کرنا چاہئے اسکی مثال فقہاء نے حماموں اور ہوٹلوں کے دھویں سے دی ہے، حالانکہ موجودہ دور کے کارخانے ہوٹلوں اور حماموں سے زیادہ آلودگی پھیلاتے ہیں، لہذا اس کے روک تھام کا بندوبست کرنا ضروری ہے (حماية البيئة من التلوث، ص/ ۲۵)، نیز کارخانوں سے پیدا ہونے والی آلودگی

سے پیدا ہونے والا ضرر فاحش ہے، زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے، اس کے بچاؤ کی حکومت نے جو ترکیب نکالی ہے اس پر عمل کرنا واجب ہوگا، خلاف ورزی کرنا جائز نہیں ہوگا، چنانچہ فقہاء نے بھی نقل کیا ہے کہ:

''أراد أن يبنى فى داره تنور الخبز الدائم كما يكون فى الدكاكين لم يجز لأن ذالك يضر بجيرانه ضررًا فاحشًا لا يمكن التحرز عنه'' (الفتاوى العالمگيرية ۲/ ۴۴۵، مكتبه رشيديه پاكستان، ديكھئے: حماية البيئة من التلوث ص/ ۲۵)

اسی طرح اصبغ سے پوچھا گیا: ایک آدمی کے گھر میں چمڑا رنگنے کا کارخانہ ہے۔ جس کی بدبو سے آس پاس کے ہمسایہ تکلیف میں ہیں تو انہوں نے کارخانے کے بند کرنے کا حکم دیا (حوالہ مذکورہ)۔ حدیث پاک میں اشارہ ہے کہ خواہ مخواہ چراغ کے استعمال کو پسند نہیں فرمایا گیا:

''عن جابر قال: كان رسول الله ﷺ يكره السراج عند الصبح'' (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ۸/ ۱۱۲، دار الفكر)، ''عن عبدالله بن سرجس أن النبى ط قال: إذا نمتم فاطفئوا السراج'' (أيضا ۸/ ۱۱۱)

ظاہر ہے کہ اس تدبیر سے تیل کا دھواں کم کرنے کی کوشش کی گئی ہے جس سے آلودگی پھیلتی ہے اور لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے، نیز فقہ کا معروف ضابطہ ہے: "يتحمل الضرر الخاص لاجل دفع الضرر العام" ضرر عام کو دور کرنے کے لئے ضرر خاص کا تحمل کیا جائے گا، چنانچہ ابن نجیم نے اس ضابطے کے تحت مسئلہ لکھا ہے: اگر کپڑا فروشوں کے درمیان کوئی ہوٹل کھولے تو اسکو روکا جائے گا

''و منها منع اتخاذ حانوت للطبخ بين البزازين'' (الاشباه ص/ ۱۰۹)۔

مذکورہ بالا سطور سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی ہے کہ کارخانوں کے ایندھن سے بچاؤ اور حفاظت کے لئے حکومت نے جو قوانین بنائے ہیں شرعاً عمل کرنا واجب ہوگا اور خلاف ورزی ممنوع ہوگی، اس لئے کہ اس میں اجتماعی مفاد ہے اور عمومی ضرر سے حفاظت ہے۔

۶۔ جانوروں کے اجزاء کے متعلق تفصیل:

دین اسلام نے ہر ایسی چیز سے منع فرمایا ہے جو ماحول کو آلودہ کرتی ہے، اور انسانی سماج کے لئے جسمانی اور روحانی لحاظ سے مضرت رساں اور تکلیف دہ ہے؛ چنانچہ قرآن مجید نے آلودگی اور فساد پھیلانے سے بڑی تاکید کے ساتھ منع کیا ہے:

(۱) "ولا تفسدوا فى الأرض بعد إصلاحها" (اعراف)، (۲) "كلوا واشربوا من رزق الله ولا تعثوا فى الأرض مفسدين" (بقره)،

(۳) "وإذا تولى سعى فى الأرض ليفسد فيها ويهلك الحرث والنسل والله لا يحب الفساد" (بقره)۔ ان آیات سے معلوم ہوا کہ وہ امور اور اعمال وحرکات جن سے فساد پھیلتا ہو، ماحول متأثر ہوتا ہو، جن سے خدا ناراض ہوتا ہو وہ درست نہیں ہیں۔

اسی طرح احادیث میں چند اشارے ہیں:

(۱) ''لا ضرر ولا ضرار، من ضار ضار الله به ومن شاق شاق الله عليه'' (دیکھئے: تفسیر القرطبی، سورۃ التوبۃ: ۱۲۷، ابن ماجہ ص/ ۱۶۹)، (۲) ''الايمان بضع و سبعون شعبة فأفضلها قول لا إله إلا الله و أدناها إماطة الأذى عن الطريق والحياء شعبة من الإيمان'' (مشکوۃ ۱/ ۲۰، مکتبہ یوسفیہ، مسلم ۱/ ۴۷، اشرفیہ)،

(۳) ''من سلم المسلمون من لسانه ويده'' (بخاری شریف، ص ۱۰)، (۴) ''بينما رجل يمشى فى الطريق إذا وجد غصن شوك فأخره فشكر الله له فغفر له'' (ترمذی ۲/ ۱۷)، (۵) ''دخلت امرأة النار فى هرة ربطتها فلم تطعمها ولم تدعها تأكل من خشاش الأرض'' (بخاری شریف، ص ۵۹۶)، (۶) ''لا ضرر ولا ضرار'' (ابن ماجہ ص ۱۶۹)۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ایذاء رسانی ناراضگی خدا کا سبب ہے، تکلیف دہ اشیاء کا راستہ سے ہٹانا ایمان کا جز ہے، مؤمن کی علامت ہے کہ اس کی حرکات وسکنات سے دیگر مخلوق مامون ومحفوظ ہوں، تکلیف دہ چیز کا ہٹانا دعائے مغفرت کا سبب ہے، ایذاء رسانی دخول جہنم کا باعث ہے، ضرر اور ضرار دونوں کے لئے اسلام میں کوئی جگہ نہیں ہے۔

نیز ایک فقہی قاعدہ ہے کہ "الضرر يزال بقدر الامكان ضرر دور کیا جائے گا (الاشباہ، ص/ ۱۰۵)، یعنی تکلیف دہ ومضر اشیاء کو دور کرنا ضروری ہوگا،

نیز جو اشیاء ماحول کو آلودہ کرتی ہیں انکو دفن کرنے کا حکم اسی لئے ہے کہ اس کے بہت سارے فوائد ہیں، من جملہ ان میں سے یہ بھی ہے کہ ماحول کو آلودہ ہونے سے بچایا جائے، چنانچہ مردوں کو دفن کرنے کا حکم، آلائشوں (ناک کی ریزش، تھوک) کو دفن کرنے کا حکم، خواتین کو ماہواری کے زمانے کے آلودہ کپڑوں کو دفن کرنے کا حکم، خون کو دفن کرنے کا حکم (مجمع الزوائد ۵/ص ۹۴)، یہ اس لئے ہے کہ ماحول کو آلودگی سے بچایا جا سکے۔

خلاصہ: آیات قرآنی، احادیث مبارکہ، اور فقہی ضابطہ میں غور وفکر کرنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جانور کے وہ اعضاء واجزاء جن کو ضائع کیا جاتا ہے اور جانور کے فضلات کو ایسی جگہ منتقل کیا جائے جس سے فضاو ماحول آلودہ نہ ہو، واجب ہے، اب یا تو اسکو آبادی سے کوسوں دور ڈال دیا جائے جس سے آبادی میں تعفن نہ پھیلے یا اسکو زمین میں دفن کر دیا جائے، یہی بہتر اور انسب طریقہ ہے، اور حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس سلسلے میں تعاون کرے۔

۷۔ پلاسٹک کی تھیلیوں کا شرعی حکم:

کارخانوں کے ایندھن کے حوالہ سے ماقبل میں جو تفاصیل نقل کی گئی ہیں ان سے اس جزئیہ کا حکم واضح ہو جاتا ہے۔ ایسی چیزوں کے استعمال سے بچا جائے جو ماحول کو آلودہ کرتی ہیں، جو انسان اور دیگر مخلوقات کے لئے مضرت رساں ہوں، اسی قبیل سے وہ پلاسٹک بھی ہے جس سے بہت کثیف دھواں پیدا ہوتا ہے اگر اصولی گفتگو کی جائے تو اسلام کا جامع اصول ہے:

''لاضرر ولا ضرار'' (طبرانی)، ''الضرر یزال'' (اشباہ:۱۰۵)، ''یتحمل الضرر الخاص لأجل دفع الضرر العام'' (اشباہ:۱۰۹)

ظاہر ہے کہ اسلام میں ایذاء رسانی کا کوئی گوشہ نہیں ہے، نیز ضرر کو دور کیا جائے گا، دفع ضرر عام کے خاطر ضرر خاص برداشت کیا جائے گا، لہذا وہ پلاسٹک کی تھیلیاں جس سے فضاو ماحول آلودہ ہوا اور مخلوق کو ضرر پہنچتا ہو اسکا استعمال شرعاً ممنوع ہوگا جبکہ اسکے متبادل بھی موجود ہے، مثلاً ممبئی وغیرہ میں پلاسٹک کی جگہ کاغذوں کی تھیلیاں استعمال کی جاتی ہیں، لہذا پلاسٹک کا حکم شرعاً ممنوع ہونا چاہئے۔

۸۔ سگریٹ نوشی کا حکم:

اس سوال میں دو مسئلے وضاحت طلب ہیں: (۱) سگریٹ نوشی، بیڑی، حقہ وغیرہ کا حکم، (۲) قانوناً جن مقامات پر سگریٹ نوشی کی ممانعت ہے وہاں پینے کا شرعی حکم؟

(۱) جہاں تک تعلق ہے سگریٹ نوشی کا حکم تو اس سلسلے میں تفصیل یہ ہیکہ

(۱) فتاوی رحیمیہ کے مطابق حقہ سگریٹ نوشی حرام نہیں بلکہ بلاضرورت وبلا مجبوری انکی عادت ڈالنا مکروہ ہے، ہاں ضرورتاً جائز ہے، لیکن صفائی کا خیال ضروری ہے۔ (۲) مولانا رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں کہ بندہ کے نزدیک راجح اور حق یہ ہیکہ یہ مکروہ تنزیہی ہے اور اگر ازالہ بدبو کا ہو جائے تو مباح بلا کراہیت ہے۔ (۳) حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ بلاضرورت کراہت تو سمجھتا ہوں اور بضرورت کھانا پینا دونوں جائز ہے اور ضرورت میں نفس عین مکروہ نہیں دوسرے عوارض خارجہ سے گو کراہیت ہو جائے۔ (۴) مولانا حسین احمد مدنیؒ فرماتے ہیں کہ جملہ بزرگان دین تمباکو کے استعمال پر سوائے کراہت تنزیہی وخلاف اولی اور کوئی حکم نہیں فرماتے، یہی رائے مفتی عزیز الرحمنؒ اور مفتی شفیعؒ صاحب کی بھی ہے (فتاوی رحیمیہ ۵/ ۲۷۲)۔

وجہ کراہت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

'' من أكل من هذه الشجرة الخبيثة يعني الثوم والبصل فلا يقربن مسجدنا فان الملائكة تتأذى مما يتأذى بنو آدم'' (بخاری شریف)۔

نیز اس لئے بھی مکروہ ہے کہ ان اشیاء سے بدبو پیدا ہوتی ہے، سگریٹ پینا لہو ولعب ہے، ان کا استعمال امراض کا باعث ہے، مولانا عبدالحی فرنگی محلی نے مجموعۃ الفتاوی میں انکے استعمال کرنے والوں کو اہل نار کے مشابہ قرار دیا ہے، نیز اس میں مال کا ضیاع ہے، اس میں اسراف ہے، ان وجوہات سے کراہت کا علم ہوتا ہے۔

لیکن بعض حضرات نے ان چیزوں کے استعمال کو حرام کہا ہے۔ نانچہ

(۱) "ولا تقتلوا أنفسكم" نامی کتاب میں ان کی حرمت پر امام محمد بن حزم الظاہری کی طرف سے دسیوں دلائل قائم کئے ہیں: "ولا تقتلوا أنفسكم" (ص/ ۳۴-۴۰)۔ (۲) محمد بن صالح العثیمین ایک رسالہ میں فرماتے ہیں: "ماحكم شرب الدخان أو بيعه، الجواب: شرب الدخان محرم و كذلك بيعه" (حوالہ مذکورہ)۔ (۳) زردہ اس سے زیادہ سگریٹ اور اس سے بھی بڑھ کر گٹکا صحت انسانی کے لئے نقصان دہ ہے۔ اس لئے اس سے بچنا واجب ہے اور استعمال مکروہ ہے (کتاب الفتاوی ۶ / ۱۸۸)۔

دونوں قسم کی رائے ہے لیکن جب یہ چیزیں مضر صحت ہیں اور ماحول اور فضا کو آلودہ کرنے کا سبب ہیں اور اس کا نقصان خود کو بھی اور اس کے ہم نشینوں کو بھی ہوتا ہے، فوائد سے زیادہ نقصانات ہیں، لہٰذا حرمت مناسب ہے، ان سے بچنا واجب ہونا چاہیے۔

(۲) جہاں تک تعلق ہے ان مقامات پر سگریٹ نوشی کا جہاں ممانعت کردی ہو تو ظاہر ہے کہ یہ قانون اور حکم مفاد عامہ ہی کی خاطر دیا گیا ہے، لہٰذا اس قانون پر عمل کرنا واجب ہوگا اور خلاف ورزی کرنا جائز نہیں ہوگا، اس سلسلہ میں ضابطہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔

۹۔ عوامی مقامات پر رفع حاجت کا حکم:

اس کا حکم احادیث کی روشنی میں ذکر کیا جا رہا ہے:

(۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اتقوا اللاعنين"، دو سبب لعنت سے بچو، صحابہ نے عرض کیا: وہ دونوں چیز کیا ہے؟ فرمایا: "الذى يتخلى فى طريق الناس أو فى ظلهم" (ابوداؤد ۱/ ۵)، (۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اتقو الملاعنه الثلاث البراز فى الموارد وقارعة الطريق و الظل" (ایضا ۱/۵)، (۳) "ان النبي ﷺ قال: من أذى المسلمين فى طرقهم وجبت عليهم لعنتهم" (مجمع الزوائد)، (۴) "ان النبى ﷺ كان إذا ذهب المذهب أبعد" (ابوداؤد)، (۵) "كان النبى ﷺ يذهب لحاجته إلى المغمس قال: نافع نحو الميلين من مكة" (مجمع الزوائد)۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ایسے مقامات جہاں لوگ اٹھتے بیٹھتے ہوں، گزرگاہ ہو، راستہ ہو، ان کو نجاست سے آلودہ کرنا اور خلق خدا کو پریشان کرنا ممنوع ہے۔ چنانچہ عوامی مقامات میں قضائے حاجت کرنا اور فضلات کو گلیوں میں بہانا شرعاً ممنوع ہوگا جائز نہیں ہے۔

۱۰۔ عوامی مقامات پر تھوکنا:

تھوکنے کے سلسلے میں احادیث اس طرح وارد ہوئی ہیں:

(۱) ''البزاق فى المسجد خطيئة وكفارتها دفنها'' (بخاری/ ص۸۰، باب كفارة البزاق فى المسجد)، (۲) ''ان رسول الله ﷺ رأى فى جدار القبلة مخاطا أو بصاقا أو نخامة فحكه'' (بخاری شریف، ص۷۹)، (۳) ''قال النبى ﷺ لا يتفلن أحدكم بين يديه ولا عن يمنيه ولكن عن يساره أو تحت رجله'' (بخاری شریف، ص۷۹)، (۴) ''وليبصق عن يساره أو تحت قدمه فيدفنها'' (بخاری شریف، ص۸۰)، (۵) ''ثم أخذ طرف ردائه فبزق فيه ورد بعضه علىٰ بعض'' (بخاری شریف، ص۸۰)، (۶) ''إذا انتخم أحدكم فليغيب نخامته لا تصيب جلد مؤمن أو ثوبه'' (مجمع الزوائد ۸/ ۱۱۴)۔

ان احادیث سے معلوم ہوا جن اشیاء سے ماحول آلودہ ہو اور فضا متأثر ہوتی ہو اسکو دفن کرنا چاہیے، مٹانا چاہیے لہٰذا عوامی مقامات پر تھوکنا ممنوع ہوگا، اس لئے کہ یہ ایذا رسانی کا سبب ہے اور اس سے ماحول آلودہ ہوتا ہے، اور اس سلسلے میں حکومت اور متعلقہ ادارہ کی ہدایت پر عمل پیرا ہونا مطلوب و مستحسن ہوگا۔

۱۱۔ مشینی اشیاء کا حکم:

دین اسلام نے اشیاء کے استعمال کرنے کے سلسلے میں دو بنیادی اصول بتلائے ہیں:

(۱) کسی بھی شے کا اس طرح استعمال نہ کیا جائے کہ جس سے دوسروں کو نقصان پہنچے۔ "لا ضرر ولا ضرار" (ابن ماجہ/ ص ۱۶۹)،

(۲) جن اشیاء کا استعمال جائز ہے، اور وہ کافی مقدار میں مہیا ہو انکو بھی بے محل استعمال نہ کیا جائے اور نہ ضرورت سے زیادہ استعمال کیا جائے جس کو قرآن میں اسراف وتبذیر سے تعبیر کیا گیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی تک کو ضرورت سے زیادہ استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے۔ وضو اور غسل

دونوں میں محتاط طریقہ پر پانی کے استعمال کا حکم فرمایا ہے (اسلام اور جدید فکری مسائل ص/ ۲۷۹)۔

مذکورہ وضاحت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ مختلف مشینی اشیاء شعاعوں کو جنم دیتی ہیں، جو انسانوں اور جانوروں اور ماحول کے لئے سخت نقصان کا باعث ہے۔ ایسی چیزوں کا استعمال ضرورت سے زیادہ مناسب نہیں ہے۔ ایک تو اس میں ضرر ہے، دوسرا اسراف وتبذیر ہے، لہذا ضرورت کے بقدر استعمال کو ترجیح دی جائیگی اور یہی مناسب ہے۔

۱۲۔ الف: بلاضرورت جنگلات کاٹنے کا حکم:

(۱) ''عن عائشة قالت: قال رسو ل الله ﷺ: إن الذين يقطعون السدر يصبون فی النار علی وجوههم صبا'' (مجمع الزوائد ۸/ ۱۱۵)، (۲) '' قال رسول الله ﷺ: اخرج فناد فی الناس لعن الله قاطع السدر'' (حوالۂ مذکورہ)، (۳) ''من قطع سدرة صوب الله رأسه فی النار'' (مجمع الزوائد ۴/ ۶۹)، (۴) ''من قطع السدر إلا من الزرع بنی الله له بيتا فی النار'' (حوالہ مذکورہ)، (۵) "وإذا تولی سعی فی الأرض ليفسد فيها ويهلك الحرث والنسل والله لا يحب الفساد" (سورہ بقرہ)۔

یعنی قطع شجر باعث دخول جہنم ہے، اور اہلاک حرث ونسل فساد زمین کا باعث ہے۔ نیز جنگ میں بھی اسلام نے کھیتیوں اور درختوں کو جلانے اور نقصان پہنچانے کو ناپسند فرمایا، معلوم ہوا کہ بلاضرورت جنگلات اور درختوں کو کاٹنا شرعاً ممنوع ہے، جائز نہیں ہے۔

لیکن ضرورت کی بنیاد پر جنگلات کو کاٹ کر پلاٹس بنا کر آبادیوں کو بسانے کے سلسلے میں دو فقہی ضابطے ذہن میں آرہے ہیں:

(۱) ''الضرورات تبيح المخطورات'' (الاشباہ ص/ ۱۰۷)، (۲) ''ما أبيح للضرورة يقدر بقدرها'' (ایضا: ص/ ۱۰۷)

دونوں ضابطوں کا حاصل یہ نکلا کہ ضرورت کی وجہ سے جنگلات وشجر کو کاٹنا جائز ہوگا لیکن جس قدر ضرورت ہو اسی پر اکتفا کیا جائے گا، لہذا صرف زیادہ سے زیادہ پیسوں کے حصول کی خاطر پلاٹس بنانے کے لئے جنگلات کا کاٹنا ممنوع ہوگا؛ جبکہ درخت کو ماحول کا تحفظ کرنے میں بڑی اہمیت حاصل ہے اور جو ماحول کی آلودگی سے حفاظت کا باعث ہے۔

ب۔ اہمیت شجر کاری اور کاشت کاری:

اس سلسلہ میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں:

(۱) ''قال رسول الله ﷺ: ما من مسلم يغرس غرسا أو يزرع زرعا فيأكل منه طير أو إنسان أو بهيمة إلا كان له به صدقة'' (بخاری، ص ۳۰۴، کتاب الحرث والزراعۃ)، (۲) '' قال رسول الله ﷺ: ما من رجل يغرس غرسا إلا كتب الله له من الأجر قدر ما يخرج من ذلك الغرس'' (مجمع الزوائد ۴/ ۶۷)، (۳) ''عن حسن ابن علی قال: قال رسو ل الله ﷺ: النخل والشجر بركة علی أهله وعلی عقبهم من بعدهم إذ كانوا لله شاكرين'' (رواہ الطبرانی، مجمع الزوائد ۴/ ۶۸)

(۴) ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر قیامت برپا ہو جائے اور تم میں سے کسی کے ہاتھ میں کوئی پودا ہو اور وہ اسے لگا سکتا ہو تو لگا لینا چاہئے (اسلام اور ماحولیات کا تحفظ ص/ ۶، بحوالہ مسند ابن حمید)، اس تحریض وترغیب کی بنیاد پر بعض صحابہ خاص اہتمام کے ساتھ درخت لگاتے تھے چنانچہ (۵) حضرت ابودرداءؓ کے متعلق ہے کہ وہ خاص اسی لئے درخت لگاتے تھے (مجمع الزوائد ۴/ ۶۷، ۶۸)، کاشت کاری بھی صدقہ کی ایک صورت ہے، کاشت کاری وشجر کاری باعث برکت ہے، شجر کاری اور کاشت کاری کی ایسی اہمیت ہے جو تا قیامت ختم نہیں ہوگی۔ ان چند احادیث سے کاشت کاری وشجر کاری کی اہمیت وفضیلت معلوم ہوتی ہے اور ان دونوں کی اہمیت اس وقت اور بڑھ جاتی ہے جب کہ ان سے پیداوار فراہم ہوتی ہے اور ماحول کو بھی متوازن رکھنے میں مدد ملتی ہے۔

صوتی آلودگی:

آواز کے متعلق اسلامی تعلیمات یہ ہے کہ آواز حد اعتدال میں رہنی چاہئے، ضرورت سے زیادہ آواز کی بلندی پسندیدہ عمل نہیں ہے۔ قرآن و حدیث میں ایسی ہدایات ملتی ہے جس میں تخفیف ومیانہ روی کی تعلیم ہے اور تیز آواز کی مذمت ظاہر ہوتی ہے، چنانچہ

(۱) "اغضض من صوتك إن أنكر الأصوات لصوت الحمير" (سورۂ لقمان)، گدھے کی آواز تیز اور ناہموار ہوتی ہے اس لئے اسکو مکروہ آواز قرار دیا ہے۔ اس سلسلہ میں مفسرین نے لکھا ہے کہ ضرورت سے زیادہ اونچی آواز میں تکلف بھی ہے اور دوسروں کے لئے تکلیف بھی ہی۔

''فان الجهر بأكثر من الحاجة تكلف يؤذي'' (اسلام اور جدید فکری مسائل ص/ ۲۸۲ بحوالہ الجامع لاحکام القرآن ۱۴/ ۷۱)

،ابن کثیر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ غیر معتدل آواز ناجائز اور مذموم ہے (حوالہ مذکورہ)، عام حالات میں آواز معتدل رکھنے کا حکم ہے ہی عبادات میں بھی اسکا لحاظ رکھنا ضروری ہے، چنانچہ (۲) وہ مشہور حدیث جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا: ''ارفع من صوتک شیئا''، اور حضرت عمر سے فرمایا: ''اخفض من صوتك شيئًا'' (مشكوة ۱/ ۱۰۷ رشيديه). (۳) ''ان النبي ﷺ كان يكره أن يرى الرجل جهيرًا رفيع الصوت و كان يحب أن يراه خفيض الصوت'' (اسلام اور ماحولیات ص/ ۱۷۹ بحوالہ مجمع الزوائد ۸/ ۲۱۱)۔

فقہاء نے بھی اس پہلو کو ملحوظ رکھا ہے، چنانچہ "يجهر الامام وجوبا بحسب الجماعة فان زاد عليه أساء"، اسی طرح علامہ شامیؒ نے نقل کیا ہے: اتنی بلند آواز جو خود اس کو تھکا دے اور دوسرے کے لئے اذیت کا باعث ہو اچھی بات نہیں ہے (اسلام اور جدید فکری مسائل ص/ ۲۸۳) بحوالہ الدر المختار مع الردج ۲ /ص ۲۴۹)، یہ اسلامی تعلیمات ہیں آواز کے متعلق، اس سے معلوم ہوا کہ عبادات میں بھی اسلام آواز کا اعتدال اور میانہ روی چاہتا ہے تو پھر گانا بجانا، Dj رقص وسرود، نعرہ بازی، غیر ضروری طور پر ہارن بجانا، اور سائرن کی طرح کے ہارن لگانا، بے وقت و بے محل محلہ کا آرام غارت کر دینے والی تقریریں اور شور ہنگامے اسلام انکا بھی قائل نہیں ہے، بلکہ ایسے تکلیف دہ رویہ کو ناپسند کرتا ہے۔

ان اسلامی تعلیمات کے ذکر کے بعد مسؤلہ جزئیات کے جوابات ذکر کئے جا رہے ہیں:

ا۔ مشینوں کو آبادی سے باہر لگانے کی ہدایت پر عمل:

حکومت کی ہدایت پر عمل کے حوالے سے ایک ضابطہ گاڑیوں کے ایندھن کے حکم کے ضمن میں ذکر کیا گیا تھا، اس ضابطہ کے مطابق اگر حکومت نے کارخانوں کی مشینوں کو آبادی سے باہر لگانے کی ہدایت دی ہے تو ظاہر ہے اس میں عام لوگوں کا مفاد بھی ہے اور خلاف کرنے میں عام ضرر ہے، لہذا اس ہدایت کی اطاعت شرعاً ظاہراً و باطناً واجب ہوگی، اور اگر حکومت کی طرف سے کوئی ہدایت نہ ہو تب بھی لوگوں کو ضرر سے بچانے اور ماحول کو صوتی آلودگی سے بچانے کے لئے کارخانوں کی مشینوں کو آبادی سے کوسوں دور رکھنا محبوب مستحسن ہوگا، یہی اسلامی تعلیمات کا تقاضہ ہے۔

۲۔ گاڑیوں کے ہارنوں کی آواز کے سلسلے میں وضاحت:

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں غیر ضروری طور پر ہارن بجانا، ضرورت سے زیادہ تیز آواز کا ہارن لگانا، سائرن کی طرح کے ہارن لگانا، جائز نہیں ہے؛ اس لئے کہ لوگوں کے لئے باعث مضرت ہے۔ اور سبب وحشت ہے اور صوتی آلودگی کا بھی سبب ہے، اور چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بازار میں شور ہنگامہ کرنے والوں کو ناپسند کرتے تھے، "ان اللہ یبغض... صخابا فی الاسواق" (اسلام اور جدید فکری مسائل ص/ ۲۸۴)، لہذا اس کی بالکل اجازت نہیں دی جائے گی یہ چیز شرعاً ممنوع اور حرام ہوگی۔

۳۔ DJ کا حکم:

یہ انسان کے لئے بھی مضرت رساں ہے اور ماحول کے لئے بھی مضرت رساں ہے، یہ عمل فی نفسہ گناہ ہے، اس میں ضیاع مال ہے، اور بہت ساری خرابیاں ہیں، لہذا یہ بالکلیہ ممنوع ہوگا، حرام ہوگا۔

۴۔ رات دیر تک ہونے والے پروگرام کا حکم:

رات دیر تک اس طرح کے اعمال وحرکات ایذاء رسانی کا باعث ہے، لہذا یہ اعمال درست نہیں ہیں اور حکومت نے جو قوانین بنائے ہیں ان کا مقصد لوگوں کی صحت اور ماحول کا تحفظ دونوں ہیں، لہذا یہ قوانین مفاد عامہ کے خاطر مقرر کئے گئے ہیں، لہذا عمل کرنا واجب ہوگا، اور خلاف کرنا بالکل جائز نہیں ہے۔

☆☆☆

فضائی آلودگی

مفتی ارشاد عالم قاسمی [1]

۱۔ انسان کو زندہ رہنے کے لئے ہوا کی ضرورت ہے، چنانچہ انسان ہر دن بیس ہزار لیٹر ہوا سانس کے ذریعہ استعمال کرتا ہے (ماحولیاتی مطالعہ/ص ۳۶)، نوع بشر کی صحت وتندرستی کا تعلق خالص ہوا کے ساتھ کافی مضبوط ہے، سائنس کی تحقیق ہے کہ لکڑی، کوئلہ، ایندھن جلنے سے نائٹرک ایسڈ گیس بنتا ہے اور اس کو فضا میں تحلیل ہونے کے لئے ۱۹۰ سال لگتے ہیں۔

جب ہوا میں ایسی زہریلی گیس جمع ہوجائے تو ظاہر ہے ہر سانس کے ساتھ نقصان دہ اور خطرناک زہریلے کیمیائی مادے اندر جارہے ہیں اور جسم میں داخل ہوکر نہ صرف حلق اور پھیپھڑوں کو متاثر کررہے ہیں بلکہ خون میں شامل ہوکر پورے انسانی جسم کو متاثر کررہے ہیں، اس لئے خود اپنی اور قوم کی صحت وتندرستی کی خاطر ہوا کو ممکن حد تک خالص اور صاف رکھنا ضروری ہے۔ مذہب اسلام نے عامۃ الناس کو ضرر پہنچانا بالکل پسند نہیں کیا، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''الایمان بضع وسبعون شعبة فأفضلها قول لا إله إلا الله وأدناها إماطة الأذى عن الطريق والحياء شعبة من الايمان''۔

مذکورہ حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کا ادنی درجہ یہ بتلایا کہ راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹائے، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احتکار سے منع فرمایا، چنانچہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: ''عن معمر بن عبدالله عن رسول الله ﷺ قال لا يحتكر إلا خاطئ'' (مسلم ۲/ ۳۱)۔

امام نوویؒ اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں: ''قال العلماء : الحكمة في تحريم الاحتكار دفع الضرر عن عامة الناس''. ذخیرہ اندوزی کے حرام ہونے میں مصلحت اور حکمت عامۃ الناس سے ضرر کو دور کرنا ہے، صورت مسئولہ میں احقر کی رائے یہ ہے:

۱۔ صحت مال پر مقدم ہے، اس حقیقت کی طرف نظر کرتے ہوئے جو شخص کم دھواں چھوڑنے والے ایندھن کے استعمال کرنے پر قادر ہے، مہنگی ہونے کے باوجود اس کو استعمال کرنے کی زحمت اٹھائیں۔

۲۔ ضرورت سے زیادہ ایندھن استعمال نہ کریں۔

۳۔ لکڑی، کوئلہ، گوبر وغیرہ کو جلانے سے قبل اچھی طرح خشک کرلیں۔

۴۔ حکومت کی طرف سے ڈیزل کے استعمال کی ممانعت کردی جائے یا کسی خاص گاڑی کے لئے گیس ہی کے استعمال کو لازم کردیا جائے تو عوام کے لئے اس قانون پر عمل کرنا شرعاً واجب ہوگا، اور اگر حکومت کی طرف سے کوئی ہدایت نہ بھی ہو تب بھی لوگوں کو ضرر سے بچانے نیز ماحول کو پاک وصاف رکھنے کے لئے کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کو ترجیح دینا اخلاقی فریضہ ہوگا۔

اس سلسلہ میں ایک سائنسی تحقیق یہ ہے کہ ۹۲ فیصد آلودگی کارخانوں اور سواریوں سے نکلنے والے دھویں کی وجہ سے ہوتی ہے؛ کیونکہ اس سے کاربن مونو آکسائیڈ گیس نکلتی ہے جبکہ ڈیزل سے چلنے والی سواریاں پٹرول کی سواریوں کے مقابلہ میں زیادہ آلودگی پیدا کرتی ہیں (ماحولیاتی مطالعہ: ۳۴)۔

اس سے معلوم ہوا کہ حکومت کی طرف سے اس قسم کی ہدایات محض عوام کے فائدہ کے لئے ہیں، لہذا حکومت کے قانون کی رعایت ضروری ہوگی، چنانچہ حدیث شریف ہے: ''عن علي رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله ﷺ: لا طاعة في معصية انما الطاعة في المعروف'' (متفق عليه، ماخوذ عن مشكوة شريف: ۳۱۹)۔

---

[1] استاذ دار الحدیث پرمائی بھٹی، نوگاؤں، آسام۔

۳۔اس مسئلہ کی چار شکلیں ہیں:

۱۔ کم دھواں پیدا کرنے والے جنریٹر کے استعمال پر قادر ہے، اور وہاں حکومت کی طرف سے زیادہ دھواں خارج کرنے والے جنریٹر کے استعمال کی ممانعت ہے، تو اس کے لئے حکومت کے قانون کی رعایت نیز ماحول کو نقصان سے بچانے کی خاطر کم دھواں چھوڑنے والے ایندھن کو ترجیح دینا ضروری ہے۔

۲۔ کم دھواں چھوڑنے والے جنریٹر کے استعمال پر قادر نہیں ہے نیز حکومت کی طرف سے وہاں پر اس سلسلہ میں کوئی ممانعت نہیں ہے، تو وہ ضرورت کے حد تک ہی استعمال کرے تا کہ ماحول کو کم نقصان پہنچے۔

۳۔ کم دھواں پیدا کرنے والے جنریٹر استعمال پر قادر ہے اور وہاں حکومت کی طرف سے زیادہ دھواں خارج کرنے والے جنریٹر پر کوئی پابندی نہیں ہے تو وہ عوام الناس کو ضرر سے بچانے کی خاطر کم دھواں پیدا کرنے والے ایندھن کے استعمال کو اپنی ذمہ داری سمجھیں۔

۴۔ کم دھواں پیدا کرنے والے جنریٹر کے استعمال پر قادر نہیں ہے لیکن وہاں زیادہ دھواں چھوڑنے والے جنریٹر کے استعمال پر حکومت کی طرف سے پابندی ہے تو اس کے لئے حکومت کے قانون کی رعایت ضروری ہوگی۔

چنانچہ رد المحتار میں ہے: ''تجب طاعة الامام فيما ليس بمعصية'' (رد المحتار ۴/ ۲۶۴)۔

نیز فتاوی محمودیہ میں ہے: رعایا کے ہر فرد کو اپنی حکومت کے ہر جائز قانون کی پابندی لازم ہے، خلاف قانون کرنا جرم ہے جس سے عزت اور جان ومال کا خطرہ ہے جس کی حفاظت ضروری ہے (فتاوی محمودیہ ۴/ ۵۷۰)۔

۵۔ ایک سائنسی تحقیق کے مطابق ۹۲ فیصد فضائی آلودگی کارخانوں اور سواریوں سے نکلنے والے دھویں کی وجہ سے ہوتی ہے، خصوصا ہندوستان کی صنعتوں میں توانائی کا ۸۰ فیصد ذریعہ کوئلہ ہے، جس سے بڑی مقدار میں کاربن ڈائی آکسائیڈ نکلتی ہے، اور یہ گیس فضا کے اندر تحلیل ہونے میں ۵۰۰ سال لگتے ہیں، ۲۰۰۵ کے سروے کے مطابق دنیا میں کاربن ڈائی آکسائیڈ خارج کرنے والے بڑے ممالک میں ہندوستان تیسرا ملک ہے، جبکہ چین پہلا اور امریکہ دوسرا ملک ہے۔ مذکورہ گیس کے علاوہ اور مختلف مضر اور نقصان دہ گیس نکلتے ہیں جن سے فضا میں گرمی پیدا ہوتی ہے اور عالمی تپش میں اضافہ ہو رہا ہے، نیز اس آلودگی کے اثرات انسانوں و دیگر جانداروں کے علاوہ پودوں وجغرافیہ و ماحول پر بھی پڑ رہا ہے، مذکورہ تحقیق سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ صورت مسئولہ میں بیان کردہ حکومت کے قوانین محض انسانی فائدہ کے لئے ہیں، نیز یہ قوانین شریعت کا عین تقاضہ ہے، لہذا ان قوانین کی خلاف ورزی درست نہیں ہوگی۔

ایندھن جلنے سے جو فضائی آلودگی پیدا ہوتی ہے، اس کو مکمل طور پر روکنا ممکن نہیں تاہم اس کے تدارک اور اس کو پیدا ہونے سے روکنے کے لئے ہم چند ایک اقدامات کر سکتے ہیں جو اس طرح ہیں:

۱۔ کارخانوں کو شہری آبادیوں سے دور قائم کیا جائے، اور ان سے دھواں نکلنے والی چمنیوں کو اتنی اونچائی پر بنایا جائے کہ دھواں اوپری فضا میں جلد داخل ہو سکے جس سے فوری طور پر جانداروں اور پودوں پر مضر اثرات مرتب نہیں ہوں گے۔

۲۔ کم سلفر پیدا کرنے والے کوئلہ کو استعمال کیا جائے، یا کوئلہ میں سے سلفر کی مقدار کو نکال لیا جائے۔

۳۔ اچھا ایندھن جس میں میڈ اور سلفر نہ ہو اس کا استعمال کیا جائے۔

۴۔ مشین اور سواریوں کے انجن جدید ٹکنالوجی سے لیس ہوں جن سے ایندھن کم جلتا ہو اور دھواں کم نکلتا ہو۔

۵۔ زیادہ سے زیادہ پیدل چلنے یا دھواں نہ نکلنے والی سواریوں کو ترجیح دیں (ماحولیاتی مطالعہ: ۷۳)۔

۶۔ جانور کے ناقابل استعمال اجزاء کو ضائع کر کے ماحول کو آلودہ اور بدبودار بنانے کی شریعت اجازت نہیں دیتی، چنانچہ آپ ﷺ نے بہت تاکید کے ساتھ فرمایا: وہ شخص مومن نہیں جس کا پڑوسی اس کی پریشانی اور شر سے محفوظ نہ ہو، ''قال رسول الله ﷺ: والله لا يؤمن والله لا يؤمن قيل: ومن يا رسول الله؟ قال: الذي يأمن جاره بوائقه'' (بخاری ۱/ ۶۱۵ رقم الحدیث ۲۳)۔

خصوصاً بقرعید کے موقع پر ذبیحہ کے ایسے اجزاء کو بے احتیاطی کے ساتھ ضائع کر کے ماحول کو سخت نقصان پہنچانا نیز اس عبادت عظمی کو بدسلیقگی سے انجام

دے کر شریعت مطہرہ پر دھبا لگانا مذہب اسلام میں پسندیدہ نہیں، اس سلسلہ میں ذبح وقربانی کرنے والے کی یہ ذمہ داریاں ہیں:

۱۔ ذبح جانور کے لئے مناسب جگہ انتخاب کریں۔

۲۔ صفائی میں بالکل کمی نہ کریں، اس کو کارثواب اور اپنا فریضہ سمجھیں۔

۳۔ جن کچرے کو ٹھکانا لگانے کا بندوست اس کے پاس نہیں ہے وہ بلدیاتی عملہ کے حوالہ کردیں۔

۴۔ حکومت کی ذمہ داری یہ ہے کہ بلدیاتی عملہ کو مزید فعال بنائے، نیز مذکورہ کچرے کو تلف کرنے میں جدید ٹکنالوجی کا بندوبست کرے۔

۷۔ خراب ماحولیات انسانی صحت کو بری طرح متاثر کرتا ہے، ہندوستان میں بیس فیصد بیماریوں کے لئے ماحولیات ہی ذمہ دار ہے (ماحولیاتی مطالعہ: ۸۶)۔

ماحولیاتی توازن کو برقرار رکھنے کی خاطر بعض شہروں میں بلدیاتی عملہ کی طرف سے پلاسٹک تھیلیوں کے استعمال کی پابندی ہوتی ہے، افسوس کی بات ہے کہ کماحقہ اس پر عمل نہیں ہوتا محض خوشنمائی اور تھوڑی سی سہولت کی خاطر نقصان کا اتنا بڑا بوجھ اٹھانا شریعت پسند نہیں کرتی، چنانچہ قرآن پاک میں ہے:

"ولا تلقو بأيديكم إلى التهلكة" (سورۂ بقرہ: ۱۹۴)، مذکورہ کچرے کو کم کرنے کے لئے چند مشورے درج ذیل ہیں:

۱۔ گاہک پولیتھن کے بجائے ایسے تھیلے استعمال کریں جو سال دو سال تک چل سکیں۔

۲۔ تجار لوگ گاہکوں کو مختلف تدابیر سے اس کے عدم استعمال کے عادی بنائیں۔

۳۔ حکومت مختلف ذرائع سے عوام کو اس کے نقصانات سے مطلع کریں اور آہستہ آہستہ اس پر پابندی لگائیں۔

۸۔ صحت وتندرستی اللہ رب العزت کی طرف سے ایک عظیم نعمت ہے، ہمیشہ اس کی قدر کرنی چاہئے، بہت سے لوگ اس سلسلے میں بے توجہی برتتے ہیں اور حقہ، بیڑی، سگریٹ اور تمباکو وغیرہ استعمال کر کے خود اپنی اور اپنے متعلقین کی صحت متاثر کرتے ہیں۔

حضرت مفتی محمود صاحب فرماتے ہیں کہ تمباکو کے اقسام واغراض وخواص مختلف ہیں اس لئے اس میں اقوال واحکام بھی مختلف ہیں:

۱۔ جس تمباکو میں سکر ہے، محض شوقیہ استعمال کرنا ناجائز وحرام ہے، چنانچہ بخاری شریف کی روایت ہے:

"عن سعيد ابن أبي بردة عن أبيه عن جده قال: لما بعثه رسول الله ﷺ معاذ بن جبل قال لهما: بشروا ولا تعسروا، وبشروا ولا تنفروا وتطاوعا قال أبوموسى: يا رسول الله إنا بأرض يصنع فيها من العسل يقال له: البتع وشراب من الشعير يقال له المزر، فقال رسول الله ﷺ: كل مسكر حرام" (بخاری ۲/ ۹۰۴ كتاب الأدب)۔

۲۔ سکر والا تمباکو دواء جائز ہے جب کوئی دوسری جائز دوانہ ہو اور طبیب حاذق عادل اس میں شفا کو متعین کردے لیکن بیماری کے ازالہ کے بعد شوقیہ استعمال کرنا جائز نہیں ہے، چنانچہ علامہ شامی فرماتے ہیں: "الاستشفاء بالمحرم إنما لا يجوز إذا لم يعلم أن فيه شفاء أما إذا علم أن فيه شفاء وليس له دواء آخر غيره فيجوز الاستشفاء به" (ردالمحتار ۱/ ۲۱۰)۔

۳۔ جس تمباکو میں سکر نہیں ہے لیکن بدبو ہے، علامہ شامی اور حضرت گنگوہی نے بلاضرورت پینے کو مکروہ تنزیہی فرمایا ہے، چنانچہ بخاری شریف کی روایت میں ہے: "قيل لانس: ما سمعت رسول الله ﷺ في الثوم؟ فقال: من أكل فلا يقربن مساجدنا" (بخاری ۲/ ۸۱۹)۔

علامہ عینی اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں: "علة النهى أذى الملائكه واذى المسلمين ولحق بما خص عليه فى الحديث كل ماله رائحة ماكولا أو غيره وانما خص الثوم هنا بالذكر وفي غيره كالبصل وكراث لكثرة أكلهم لها" (ردالمحتار ۱/ ۶۶۱ ماخوذ عن حاشیہ فتاوی محمودیہ ۱۸/ ۱۹۳)۔

۴۔ جس تمباکو میں سکر نہیں اور بدبو بھی نہیں ہے اور محض شوقیہ استعمال کیا جائے علماء کا قول اس سلسلے میں مختلف ہے، چنانچہ علامہ شامی اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ وغیرہ نے بلاکراہت جائز کہا ہے، جبکہ مولانا تھانویؒ، مفتی کفایت اللہؒ اور دوسرے علماء نے اس کو مکروہ تنزیہی کہا ہے، نیز مولانا محمودؒ سگریٹ نوشی کو مکروہ کہتے ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ طبیب حاذق مذکورہ چیزوں کے استعمال کی اجازت دے دے تو دوسرے کو تکلیف پہنچائے بغیر بقدر ضرورت درست ہے، اور اگر

دوسروں کو تکلیف پہنچے یا بلاضرورت محض شوقیہ استعمال کرتا ہے اگر مسکر ہو تو حرام ہے اور اگر مسکر نہ ہو تو دوسرے کو تکلیف پہنچانے اور ماحول کو خراب کرنے کی وجہ سے مکروہ ہے۔

واضح رہے کہ عام طور سے لوگ ان چیزوں کا استعمال بلاضرورت کرتے ہیں، پھر جب عادت پکی ہوجاتی ہے تو ان کے نقصانات معلوم ہونے کے باوجود ان سے اجتناب کرنا مشکل ہوجاتا ہے، لہذا ان بری چیزوں کی عادت نہیں ڈالنا چاہئے اور جن کو عادت بن گئی وہ آہستہ آہستہ اجتناب کرنے کی کوشش کریں۔

قانوناً جن مقامات پر سگریٹ نوشی وغیرہ کی ممانعت ہے وہاں سگریٹ وغیرہ پینے سے شرعاً مجرم ہوگا؛ کیونکہ حکومت کا مذکورہ قانون محض عوام کو تکلیف سے بچانے کے لئے ہے جو شریعت کا عین تقاضا ہے لہذا اس کی پابندی ضروری ہے۔

چنانچہ علامہ شامی فرماتے ہیں: ''تجب طاعة الامام فیما لیس بمعصیة''۔

۹۔ اسلام چونکہ حیا کی تعلیم دیتا ہے اور حیا کو ایمان کا ایک جز قرار دیا ہے اس لئے حیا کا تقاضا ہے کہ پیشاب و پاخانہ کے لئے خلوت وتنہائی اختیار کی جائے اور لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو کر قضائے حاجت سے فارغ ہوجائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل عرب میں جہاں بہت ساری خرابیاں تھیں وہیں ایک خرابی یہ تھی کہ لوگ بلا تکلف ایک دوسرے کے سامنے بیٹھ کر قضائے حاجت کرتے تھے، نیز قضائے حاجت کرنے میں کہیں بھی بیٹھ جایا کرتے تھے، اور یہ خیال بھی نہیں کرتے کہ میرے اس فعل سے کسی کو تکلیف ہوگی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے ان بری عادتوں کو دور کیا اور قضائے حاجت کے لئے تنہائی اور خلوت اختیار کرنے کی تعلیم دی، نیز اس بات کی بھی تعلیم دی کہ اس فعل سے کسی کو تکلیف پہنچا کر اپنے کو لعنت کا ظرف نہ بنائیں، چنانچہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

''عن یعلی بن مرة أن النبي ﷺ كان إذا ذهب إلى الغائط أبعد'' (ابن ماجہ: ص۲۸)۔

''قال معاذ لقد سمعت رسول الله ﷺ يقول: اتقوا الملاعن الثلاث: البراز في الموارد والظل وقارعة الطريق'' (سنن ابن ماجہ، ص۲۸)۔

نیز مذکورہ حدیث کی تشریح میں شیخ عبدالغنی المجد دی الدہلویؒ (متوفی ۱۲۹۶ھ) رقم طراز ہیں: ''ونهى عنه في الظل والطريق لما فيه من ايذاء المسلمين بتنجيس من يمر به ونتنه واستقذاره'' (حاشیہ علی ابن ماجہ: ۲۸)۔

اور ایک سائنسی تحقیق کے مطابق انسانی فضلہ میں بیکٹیریا اور کیڑے ہوتے ہیں جو مختلف امراض کو پیدا کرتے ہیں اور یہ زمین پر گرنے کے بعد مٹی میں مل کر طویل عرصے تک زندہ رہتے ہیں اور صحت مند لوگوں کو متاثر کرتے ہیں خصوصاً ٹائیفائڈ، اسہال وغیرہ کی بیماریاں انہی کی وجہ سے پرورش پاتے اور اپنی تعداد میں اضافہ کرتے ہیں۔

مذکورہ احادیث اور سائنسی تحقیق سے یہ بات معلوم ہوئی کہ سوال میں ذکر کردہ مقامات پر قضائے حاجت کرنا بالکل درست نہیں ہے۔

علامہ ابن نجیمؒ نے مذکورہ مقامات پر قضائے حاجت کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے، نیز عوامی بیت الخلاء استعمال کر کے صاف نہ کرنا اور کھلی نالیوں میں فضلات کو بہا دینا جس سے دوسرے کو تکلیف ہوتی ہے اسلام نے بالکل پسند نہیں کیا۔

۱۱۔ سوال میں مذکورہ چیزوں کے استعمال سے ماحول کو کافی نقصان پہنچ رہا ہے، اس زمانہ میں عام طور سے لوگ مذکورہ چیزوں کے استعمال کے عادی بن گئے ہیں، خصوصاً موبائل فون سب کی زندگی کی ضرورت بن گیا ہے، اور ان سب سے ماحول کو جو نقصان پہنچ رہا ہے وہ کسی پر مخفی نہیں، لہذا ان دونوں باتوں کی طرف نظر کرتے ہوئے بلاضرورت ان چیزوں کو استعمال کر کے ماحول کو نقصان پہنچانا، نیز مال کو برباد کرنا پسندیدہ نہیں ہے۔

چنانچہ فقہاء کا قاعدہ ہے: ''الضرورة تتقدر بقدر الضرورة'' (قواعد الفقہ/ ص۸۹)۔

۱۲۔ الف: ماحولیاتی توازن کو برقرار رکھنے میں پیڑ پودے کلیدی کردار ادا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے لئے ناقابل استعمال گیس کو فلٹر کر کے قابل استعمال بناتے ہیں یہ حقیقت ہے کہ روز بروز صنعتی کارخانوں، سواریوں نیز دیگر انسانی سرگرمیوں سے پھیلنے والی آلودگیوں میں اتنے اضافے ہو رہے ہیں کہ اس کے تدارک کے لئے موجودہ پیڑ پودے کافی نہیں، چہ جائے کہ بلاضرورت درخت کاٹنے کی بات، اسی بنا پر حکومت نے شجرکاری پر مختلف اسکیمیں بنائی ہیں،

جیسے ۱۹۸۶ میں وزارت جنگلات وماحولیات کے ذریعہ 'اندراپریادرشنی ورکچھ متر ایوارڈ'' قائم ہوا۔

یہ ایوارڈ شجرکاری اور ناکارہ زمین کو کاشت کے قابل بنانے والے کسی ادارے یا شخص کو اس کے کارہائے نمایاں کے لئے دیا جاتا ہے، ۱۹۹۳ء کے بعد اس کے تحت سالانہ بارہ انعامات کسی شخص، ادارہ، پنچایت، رضا کار تنظیم وغیرہ کو دیئے جاتے ہیں، ہر انعام کے ساتھ ۵۰۰۰۰ روپے نقد، ایک میڈل اور ایک سند دی جاتی ہے۔

۱۹۹۹۔ ۱۹۹۳ سے نیشنل آفوریٹیشن اینڈ ا یکوڈیولپمنٹ بورڈ (NAEB) کے ذریعہ ہر سال کسی شخص یا تنظیم کو دیا جاتا ہے، یہ انعام ناپید قسم کے درختوں کو بڑی تعداد میں صحت مند حالت میں رکھنے کے لئے دیا جاتا ہے، اس انعام میں ۲۵ ہزار روپئے نقد اور سند ہوتی ہے، اس ایوارڈ کا نام ''مہاورکچھ پرسکار'' ہے

(ماحولیاتی مطالعہ/ص ۸۸)۔

خلاصہ یہ ہے کہ ماحول کا شدید تقاضا ہے کہ بلاضرورت شدیدہ پیڑ پودے نہ کاٹے جائیں، چنانچہ فقہ کا مشہور قاعدہ ہے:

''الضرورة تتقدر بقدر الضرورة'' (قواعد الفقه/ ص۸۹)۔

مشہور مقولہ ہے: ''صحت مال پر مقدم ہے''، اور یہ حقیقت بھی ہے، لہذا صرف زیادہ پیسوں کے حصول کے لئے کھیتوں کو پلاٹس بنا کر آبادیوں کو بسانا محض خودغرضی ہے، جو نامناسب ہے۔

۱۲۔ب: اسلام کی نظر میں درخت لگانے اور کاشتکاری کرنے کی بہت ہی اہمیت ہے، چنانچہ بخاری شریف کی روایت ہے:

''عن أنس بن مالك قال: قال النبي ﷺ: ما من مسلم يغرس غرسا أو يزرع زرعا فيأكل منه طير أو إنسان أو بهيمة إلا كان له به صدقة'' (صحيح بخاري ۱/ ۶۱۵، باب فضل الزرع والغرس إذا اكل منه، رقم الحديث: ۲۳۲۰)۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی صاحب ایمان بندہ درخت کا پودا لگائے یا کاشت کرے پھر اس سے پرندے کھائیں یا آدمی یا کوئی جانور کھائے تو وہ اس کے حق میں صدقہ ہوگا۔

حضرت منظور احمد نعمانی صاحبؒ نے اس حدیث کی تشریح میں لکھا ہے کہ سبحان اللہ وبحمدہ باغات لگانے والوں اور کاشتکاری کرنے والوں کے لئے اس حدیث نبوی ﷺ میں کتنی عظیم بشارت ہے کہ اگر کوئی آدمی یا چلتا پھرتا جانور یا اڑتا ہوا پرندہ ان کے درخت کا پھل یا کھیت کے دانے کھائے تو باغ والے اور کھیت والے بندے کو فی سبیل اللہ صدقہ کا ثواب ہوگا۔

اس حدیث پاک کے ذریعہ آپ ﷺ نے لوگوں کو باغبانی اور کاشتکاری پر ابھارا ہے۔

صوتی آلودگی:

۱۔ اسلام نے شور وغل کو بالکل پسند نہیں کیا، قرآن کریم کی مختلف آیات نیز بے شمار احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے، حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو آواز پست رکھنے کی وصیت کی تھی، اللہ تعالی کو یہ نصیحت اتنی پسند آئی کہ قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے فائدہ کی خاطر قرآن کریم میں اس کو نقل کردیا، چنانچہ ارشاد باری ہے: "واقصد في مشيك واغضض من صوتك إن أنكر الأصوات لصوت الحمير" (سورۂ لقمان:۱۹)، نیز اللہ تعالی نے صحابہ کرامؓ کو دربار رسالت میں بلند آواز میں گفتگو کرنے سے بھی منع کیا، ارشاد ربانی ہے:

"يا أيها الذين آمنوا لا ترفعوا أصواتكم فوق صوت النبي" (سورۂ حجرات:۲)، چونکہ صورت مسئولہ میں کارخانوں کے لئے حکومت کی طرف سے یہ ہدایت عوام کے فائدہ کے لئے ہے، لہذا اس کی تعمیل ضروری ہے۔

چنانچہ مفتی محمود صاحبؒ رقم طراز ہیں: ''رعایا کے ہر فرد کو اپنی حکومت کے ہر جائز قانون کی پابندی کرنی لازم ہے، خلاف قانون کرنا جرم ہے، جس سے عزت اور جان ومال کا خطرہ ہے، جس کی حفاظت ضروری ہے (فتاوی محمودیہ ۴/ ۵۷)۔

۲۔ اچانک تیز دھما کہ دار آواز کے سننے سے کان کے پردے پھٹ سکتے ہیں، ماہرین کا کہنا ہے کہ تیز آواز سے ماں کے پیٹ میں پل رہے بچے کی صحت بھی متاثر ہوسکتی ہے، اسکے علاوہ ضرورت سے زیادہ تیز آواز کے ذریعہ خلق خدا کی طبیعت کو بے چین کرنے کو شریعت نے پسند نہیں کیا ہے، لہذا بلا ضرورت

ہارن بجانا، نیز بہت تیز ہارن لگا کر راہ گیروں کو پریشان کرنا درست نہیں ہے۔

۳۔ DJ کا شور مسلسل ہوتا ہے اور ماہرین کا کہنا ہے کہ زیادہ مسلسل ناگوار آواز کے سننے سے ذہنی تناؤ پیدا ہوا ہے، طبیعت میں بے چینی اور خوف کا احساس ہوتا ہے، خون کے دباؤ اور کولسٹرول کی سطح میں اضافہ ہوتا ہے، دل کی دھڑکن تیز ہوجاتی ہے، قوت ہاضمہ اور بصارت پر بھی اس کا اثر پڑتا ہے (ماحولیاتی مطالعہ)۔

شریعت کی تعلیم ہے کہ بلاوجہ کسی کو تکلیف نہ دینا، چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے: ''والله لا يؤمن والله لا يؤمن قيل: ومن يارسول الله؟ قال: الذى لا يأمن جاره بوائقه'' (بخاری ۲/ ۱۹۹۰، رقم الحدیث:۶۰۱۶ باب اثم من لا يأمن جاره بوائقه)۔

لہٰذا اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ محض اپنی خواہش پوری کرنے کے لئے DJ وغیرہ بجا کر قوم کو پریشان کرنے کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔

۴۔ یہ حقیقت ہے کہ قرآنی تعلیمات فطرت انسانی سے ہم آہنگ ہے اور قرآن کریم نے یہ تعلیم دی ہے کہ رات آرام کرنے کے لئے اور دن کمانے کے لئے ہے، ارشاد باری ہے: "وجعلنا الليل لباسا وجعلنا النهار معاشا" (سورہ نبا)، نیز نبی کریم ﷺ نے رات کو قصہ گوئی سے منع فرمایا، ایک سائنسی تحقیق یہ ہے کہ آواز کی زیادتی سے انسان جلد متاثر ہوتا ہے، متلی آتی ہے، سر گھومتا ہے، کانوں میں درد ہوتا ہے، نبض کی رفتار میں اضافہ ہوتا ہے، کم عرصہ میں ہی قوت سماعت ختم ہوجاتی ہے، اس کے علاوہ بہت ساری بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔

صورت مسئولہ میں حکومت کی طرف سے جو قوانین ہیں چونکہ ان قوانین کا مقصد صرف عوام کو تکلیف سے محفوظ رکھنا ہے، لہٰذا ان قوانین کی پابندی ضروری ہے، اور ان کی خلاف ورزی کرنے والا شرعاً مجرم ہوگا۔

صوتی آلودگی پر قابو پانے کے طریقے:

صوتی آلودگی پر قابو پانے کے لئے عوام کی طرف سے پیش رفت اور تعاون ضروری ہے، صرف قانونی طریقوں سے اس پر قابو نہیں پایا جاسکتا، صوتی آلودگی پر قابو پانے کے لئے حسب ذیل اقدامات پر توجہ دینے کی ضرورت ہے:

۱۔ شہری اور گھنی آبادی والے علاقوں میں بھاری سواریوں کے داخلہ پر پابندی لگائی جائے۔

۲۔ تیز قسم کے ہارن کو ممنوع قرار دیا جائے اور ان کی تیاری پر جرمانہ عائد کیا جائے۔

۳۔ عوام اپنے طور پر سواریوں اور ان کے ہارن کے استعمال کو ممکنہ طور پر کم سے کم کریں۔

۴۔ رہائشی علاقوں میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کی اجازت نہ ہو، تہواروں کے موقعوں پر ان کا استعمال محدود وقت اور محدود آواز کے ساتھ ہو، اور عبادتگاہوں میں ان کا استعمال صرف چار دیواری تک محدود ہو تا کہ اطراف میں رہنے والوں کو تکلیف نہ ہونے پائے۔

۵۔ سڑک کی دونوں جانب بڑے اور چوڑے پتے والے درخت لگائے جائیں۔

۶۔ لب سڑک دوکان، ریستوران میں ریکارڈنگ کو ممنوع قرار دیا جائے۔

۷۔ مشینوں میں گھڑ گھراہٹ کو کم کرنے کے لئے صحیح قسم کا تیل استعمال کیا جائے (ماحولیاتی مطالعہ/ص ۴۱، ۴۲)۔

☆☆☆

فضائی آلودگی وصوتی آلودگی

دارالافتاء جامعہ سلفیہ، بنارس

تمہید:

انفرادی اور اجتماعی ضرر وفساد سے بچنے کی ہدایت کتاب وسنت میں موجود ہے: ”لا ضرر ولا ضرار في الإ سلام“، کائنات میں انسان جن چیزوں کو استعمال کرتا ہے اس سے اگر آلودگی پیدا ہوتی ہے تو اس وسیع وعریض زمین میں آلودگی کو جذب کرنے کی زبردست صلاحیت ہے، سیکڑوں انسان وجاندار روزانہ مرتے ہیں اور نہ جانے کتنی قسم کی چیزیں جو فضا کو آلودہ کرنے والی ہوتی ہیں اگر زمین کے اندر ان چیزوں کو تحلیل کرنے کی صلاحیت نہ ہوتی تو اس روئے زمین پر انسان کا بسنا دوبھر ہو جاتا، سیال فضلات اور غلاظت آمیز گندے پانی نالوں اور ندیوں کے ذریعہ سمندر تک پہنچتے ہیں، کھارے پانی کے بہتے ہوئے سمندر کو دیکھئے کہ اپنے اندر سموئے ہوئے ساری آلودگیوں کو اپنے اندر جذب کر لیتا ہے اور ساری گندگیوں کو فنا کے گھاٹ اتار دیتا ہے، ہرے بھرے درخت کو بے دردی سے کاٹتے ہیں، لیکن یہ درخت گندی ہوا کو جذب کرنے میں اپنی مثال آپ ہیں۔

دنیا میں کچھ ایسی چیزیں پائی جاتی ہیں جن سے آلودگی پیدا ہوتی ہے تو قدرت نے کچھ ایسی چیزیں بھی پیدا کی ہیں جو آلودگیوں کو ہضم کر لیتی ہیں، جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول وعمل سے فضائی، آبی اور صوتی ہر طرح کی آلودگی سے دنیا کو پاک وصاف رکھنے کی کوشش فرمائی ہے: اگر تم بہتی ہوئی نہر کے پاس ہو تب بھی پانی میں پیشاب نہ کرو، لوگوں کے چلنے کے راستے کو گندا نہ کرو بلکہ اگر کوئی تکلیف دہ چیز پڑی ہوئی ملے تو ہٹا دو، قضائے حاجت کے لئے آبادی سے باہر دور جاؤ۔

بلا سبب شور وشغب کی مذمت میں تو حدیث سے آگے قرآن میں بھی بیان کیا گیا ہے، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصولی ہدایت بھی دی کہ تمہارے کسی عمل سے دوسروں کو نقصان نہ پہنچے، ماحولیات کا مسئلہ اس وقت عالمگیر مسئلہ بن گیا ہے، ایسی حالت میں اسلامی تعلیمات کو نمایاں کرنا اور اصولی تعلیمات کو بیان کرنا، فضائی آلودگی، صوتی آلودگی اور آبی آلودگی سے متعلق کتاب وسنت کی ہدایات اور آلودگیوں کو جذب کرنے والی اشیاء کے تحفظ وبقا کی اہمیت کو اجاگر کرنا بہت ضروری ہے۔

فضائی آلودگی:

۱- انفرادی فائدے پر اجتماعی نقصان سے احتراز کو ترجیح دی جائے گی، یعنی جہاں انفرادی فائدہ ہو رہا ہو اور اجتماعی نقصان اور ضرر ہو رہا ہو ایسی صورت میں اجتماعی نقصان کا ہی لحاظ کیا جائے گا اور یہی کتاب وسنت سے ثابت ہے "ولا تفسدوا فی الأرض بعد اصلاحها" (أعراف: ۸۵) (اور روئے زمین میں درستگی کے بعد فساد مت پھیلاؤ)، "کلوا واشربوا من رزق الله ولا تعثوا فی الأرض مفسدین" (بقرۃ: ۶۰) (اور ہم نے یہ کہہ دیا کہ اللہ تعالی کا رزق کھاؤ پیو اور زمین میں فساد نہ کرتے پھرو)، "ظهر الفساد فی البر والبحر بما کسبت أیدی الناس لیذیقهم بعض الذی عملوا لعلهم یرجعون" (روم: ۴۱) (خشکی اور تری میں لوگوں کی بداعمالیوں کے باعث فساد پھیل گیا اس لئے کہ انہیں ان کے بعض کرتوتوں کا پھل اللہ تعالی چکھا دے، (بہت) ممکن ہے وہ باز آجائیں)۔

”عن ابن عباس قال: قال رسول الله ﷺ: لا ضرر ولا ضرار“ (نیل الاوطار: ۲۲۳۰)

”قال الشوکانی فی توضیح هذا الحدیث: هذا فیه دلیل علی تحریم الضرار علی أی صفة کان. من غیر فرق بین الجار وغیره، فلا یجوز فی صورة من الصور إلا بدلیل یخص به هذا العموم“ (المجلد الثالث، / ص ۲۹۲)

(حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہ دوسروں کو نقصان پہنچاؤ اور نہ اپنی ذات کو نقصان میں ڈالو)۔

امام شوکانی اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں: ”اس حدیث میں ضرر رسانی اور ایذا رسانی کی ہر صورت کی حرمت کا بیان ہے، چہ جائیکہ

پڑوسی ہو یا کوئی دوسرا، لہذا کسی بھی صورت میں تکلیف وضرر کو جائز نہیں کیا جاسکتا، ہاں! اگر کوئی دلیل ہو جس سے اس عموم کی تخصیص ہو جائے“۔

بہر حال انسانوں اور بالخصوص مسلمانوں کو کسی طرح سے تکلیف پہنچانا اسلامی تعلیمات کی رو سے غلط اور مجرمانہ عمل ہے، اسی لئے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قضائے حاجت کے لئے یہ معمول تھا کہ آبادی سے دور چلے جاتے، حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے مروی ہے: ”کان إذا ذهب لحاجته أبعد فی المذهب“ (ابوداؤد) (جب آپ قضائے حاجت کے لئے جاتے تو بہت دور چلے جاتے)۔

غور کیجئے! آج دیہات اور شہروں میں اس سلسلے میں کتنی بے احتیاطی برتی جاتی ہے؟ اس کا نتیجہ ہے کہ مختلف قسم کی بیماریوں اور پریشانیوں سے لوگ آئے دن دوچار ہو رہے ہیں، فضا اور ماحول زہر آلود بن چکا ہے اور زندگی مہنگی اور موت سستی ہوگئی ہے، الغرض ”لا ضرر و لا ضرار“ (صحیح الجامع الصغیر: ۷۵۱۷) اسلام کا ایک جامع اصول ہے جو اس بات کا متقاضی ہے کہ ایسے اسباب فراہم نہ کئے جائیں جو کسی بھی درجے میں اپنی ذات یا انسانیت کے لئے نقصان دہ ہوں، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لطیف اشارہ فرمایا کہ: ”الایمان بضع وسبعون شعبة فأفضلها قول لا إله إلا الله وأدناها إماطة الأذى عن الطريق والحياء شعبة من الايمان“ (متفق علیه) (ایمان کی زائد از ستر شاخیں ہیں، ان میں افضل کلمہ لا الہ الا اللہ اور ادنی راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا ہے، حیا ایمان کا ایک جزء ہے)۔

۲۔ ابھی ابھی آپ کے سامنے اسلام کا ایک زرین اور جامع اصول پیش کیا گیا ہے کہ اسلام مسلمانوں کو نہ اس کی اجازت دیتا ہے کہ وہ خود اپنے آپ کو نقصان پہنچائے اور نہ دوسروں کو اور نہ ہی باہم ایک دوسرے کو، اس اصول کی تائید کتاب وسنت کی دیگر تعلیمات وہدایات سے بھی ہوتی ہے۔

الف۔ ارشاد باری تعالی ہے: ”وإذا طلقتم النساء فبلغن أجلهن فأمسكوهن بمعروف أو سرحوهن بمعروف ولا تمسكوهن ضرارا لتعتدوا ومن يفعل ذلك فقد ظلم نفسه“ (بقرہ: ۲۳۱) (جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت ختم کرنے پر آئیں تو اب انہیں اچھی طرح بساؤ یا بھلائی کے ساتھ الگ کر دو، اور انہیں تکلیف پہنچانے کی غرض سے ظلم وزیادتی کے لئے نہ روکو، جو شخص ایسے کرے اس نے اپنی جان پر ظلم کیا)۔

اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ جاہلیت کے لوگ اور آغاز اسلام میں کچھ مسلمان اپنی بیوی کو طلاق دیتے اور رجعت کرتے اور یہ سلسلہ چلتا ہی رہتا اور اس سے مقصود بیوی کو اذیت اور تکلیف پہنچانا ہوتا اسلئے کہ شوہر نہ اپنی بیوی کو اپناتا اور نہ ہی طلاق دے کر جدا ہی کر دیتا، اللہ تعالی نے اپنی بیوی کو اس طرح کی ضرر رسانی سے منع کر دیا (جامع البیان للطبری ۴۵۶/۲، اسباب النزول للواحدی/ص ۱۱۱، الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ۱۵۶/۳)۔

ب۔ ”قال النبی ﷺ: لا ضرر ولا ضرار، وقد جاء الحديث من طريق عدد من الصحابة رضى الله عنهم وبألفاظ مختلفة، وقال الحاكم: ہذا حديث صحيح الاسناد على شرط مسلم ولم يخرجاه، والحديث صححه الشيخ الألبانى فى الصحيحة“ (۱/ ۹۹) (یعنی اسلام میں نہ اپنے آپ کو نقصان پہنچانا جائز ہے اور نہ دوسروں کو)۔

ج۔ ”وقد شرع الدفع للضرر الذى يتوقع حصوله كما فى النهى عن بيع الثمر قبل بدو صلاحه، فإن العلة فيه هى توقع فساد الثمر قبل بدوصلاحه، وأنه لو فسد لأدى ذلك الى الخلاف والشحناء والعداوة والبغضاء بين المسلمين، فمنع منه دفعا لهذا الضرر المتوقع“ (القواعد الفقهيه، ص: ۳۴۲)۔

(ضرر کا دور کرنا بھی مشروع ہے جیسا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کو ان کے پختہ ہونے سے پہلے فروخت کرنے سے منع فرمایا، اس میں ممانعت کی علت یہ ہے کہ اس سے پہلے پھل بگڑ سکتا ہے، اس لئے اگر بگڑ جائے تو اس کی وجہ سے مسلمانوں کے درمیان اختلاف وانتشار اور ناچاقی اور دشمنی پیدا ہو سکتی ہے، تو اس سے منع کرنا درحقیقت اس ضرر کو دفع ودور کرنے کے لئے ہے، جس کا وقوع صرف متوقع ہے نہ کہ یقینی، اس لئے کہ کبھی پھل اس کی پختگی سے قبل فروخت کیا جاتا ہے لیکن وہ جو بگڑتا نہیں)۔

تو پھر وہ شے جس کے سمیت وفساد بالکل یقینی ہے اس کو اسلام استعمال کرنے کی کیسے اجازت دے سکتا ہے۔

بہر کیف سوال میں مذکور چیزوں کے استعمال سے اجتناب کریں؛ کیونکہ یہ مہلک اور سم قاتل ہے اور اس لئے بھی کہ ان میں جس قدر فائدہ ہے اس سے کہیں زیادہ ضرر ونقصان ہے، اسی لئے اللہ نے اصولی طور پر منع فرمایا ہے، چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالی ہے: ’يسألونك عن الخمر والميسر قل فيهما إثم كبير ومنافع للناس وإثمهما أكبر من نفعهما‘ (بقرہ: ۲۱۹) (یعنی اے نبی! آپ سے شراب اور جوئے کے بارے

میں پوچھتے ہیں، آپ ان سے کہہ دیجئے کہ ان میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے بہت سے منافع ہیں اور حال یہ ہے کہ ان دونوں کا گناہ ان دونوں کے نفع کے مقابلے میں زیادہ ہے)۔

اسلام کا قانون وضابطہ ہے کہ اگر کسی چیز میں نفع بھی ہو تب بھی اگر اس کی ضرر رسانی اکثر اغلب اور اکبر ہو تو اس سے اجتناب و پرہیز لازمی وضروری ہے۔ چونکہ سوال میں مذکورہ چیزوں کا یہی حال ہے اس لئے ایک مسلمان کو مسلمان ہونے کی وجہ سے اسے ترک کرنا ضروری ہے، اور اگر حکومت کی تائید ہو جائے تو فبہا، حکومت جو حکم نافذ کرتی ہے وہ شرعی حکم نہیں، شرعی حکم وہ ہے جو کتاب وسنت اور اسلامی اصول سے ثابت ہو، ہاں حکومت کی تائید مزید پختگی کا باعث ہے۔

اگر ان مضر چیزوں کے استعمال کی ضرورت ہی پڑے تو اسلام کا قاعدہ: "اذا تعارضت مفسدتان روعی أعظمہما ضررا بارتکاب أخفہما" (القواعد الفقهيه: اسماعیل بن حسن، ص: ۴۲۵) جاری کیا جائے گا، یعنی اگر مفسدہ دونوں چیزیں ہوں اور دونوں ضرر رساں ہوں اور ان میں باہم تعارض ہو تو ان میں کم ضرر والی چیز اختیار کی جائے، یہ اصول اسلامی اصول ہے، اس کی تائید بہت سی آیات واحادیث سے ہوتی ہے، ان میں سے ایک حضرت خضر اور موسیٰ علیہما السلام کے سفر کا واقعہ قرآن عزیز میں موجود ہے، اس میں ایک بات یہ بھی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی کو پھاڑ دیا، کشتی کا چیر پھاڑ کرنا ایک واضح مفسدہ ہے اور ظالم بادشاہ کا پوری کشتی کو غصب کرنا اس سے بھی بڑا مفسدہ ہے، یہاں ایک خفیف مفسدہ کو اختیار کر کے بڑے مفسدہ سے بچا گیا۔

۳۔ ابھی یہ اسلامی اصول گزرا کہ "درء أعظم المفسدتين بأخفہما" یعنی دو ضرر رساں چیزوں میں جو کم ضرر رساں ہے اس کو اختیار کیا جائے اور جس میں زیادہ ضرر ہے اس کو ترک کیا جائے، چونکہ مٹی کے تیل اور ڈیزل سے چلنے والا جنریٹر زیادہ دھواں پھینکتا ہے اور اس میں سمیت اور فضائی آلودگی زیادہ ہے اسلئے پٹرول اور گیس ہی سے چلایا جائے؛ کیونکہ اس میں بھی ضرر ونقصان ہے مگر پہلے کے مقابلے میں کم۔ یہ اسلامی اصول بھی کتاب وسنت سے ثابت ہے، ارشاد الٰہی ہے: "إنما حرم عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما أهل به لغير الله فمن اضطر غير باغ ولا عاد فلا إثم عليه إن الله غفور رحيم" (بقرہ: ۱۷۳) (یعنی اللہ تعالیٰ نے تم پر مردہ، خون اور خنزیر کا گوشت، غیر اللہ کے نام چڑھا ہوا چڑھاوا حرام کر دیا ہے اور جو مجبور ہو جائے اور حد سے بڑھنے والا اور زیادتی کرنے والا نہ ہو ان پر ان کے کھانے میں کوئی گناہ نہیں، اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والا مہربان ہے)۔

اس آیت کریمہ میں دو حکم بیان کئے گئے ہیں: ۱۔ قرآن میں ان مذکورہ چاروں چیزوں کی حرمت کا حکم، ۲۔ ان مذکورہ حرام شدہ چیزوں کی حلت مجبور و مضطر کے لئے اور اباحت کا حکم۔ بہر حال اس آیت کریمہ میں غور وفکر سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ یہاں دو مفسدے ہیں: ۱۔ حرام چیزوں کے کھانے کا مفسدہ، ۲۔ بھوک کی وجہ سے جان جانے کا مفسدہ، لیکن ثانی الذکر مفسدہ پہلے مفسدہ کے مقابلے میں زیادہ عظیم ہے، اس لئے خفیف ترین مفسدہ یعنی حالت اضطرار میں حرام شدہ کا استعمال کر کے اپنی جان بچانا ضروری ہوگا، اس اسلامی اصول کی تائید حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی ہوتی ہے، حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیشاب کر دیا، کچھ صحابہ کرام اس کو ڈانٹنے کے لئے کھڑے ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسے چھوڑ دو اور اسے ڈانٹو نہیں، جب دیہاتی پیشاب کر چکا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ڈول پانی منگوایا اور اسے اس جگہ پر بہا دیا۔

غور فرمایئے! اس میں کوئی شبہ نہیں کہ دیہاتی نے جو کام کیا وہ برا تھا، اس کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو اسے زجر وتوبیخ سے منع فرمایا اور یہ حکم دیا کہ اسے پیشاب کرنے دو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی منگوا کر اس جگہ پر پانی بہانے کا حکم دیا جس جگہ اس نے پیشاب کیا تھا۔

بہر حال دیہاتی کا مسجد میں پیشاب کرنا ایک واضح مفسدہ ہے، اس کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو صبر کی تلقین کی اس لئے کہ ان کا اسے زجر وتوبیخ کرنا بہت بڑا مفسدہ کا باعث ہوتا؛ کیونکہ ایسی صورت میں وہ بھاگ جاتا اور اس کی وجہ سے مسجد کے دوسرے حصوں میں گندگی پھیلتی، اور یہ بھی ممکن تھا کہ اس کا کپڑا بھی نجس ہو جاتا، پھر اگر وہ شروع میں پیشاب روک لیتا تو دوسری بیماریوں کے خطرات تھے، پھر زجر وتوبیخ کی صورت میں وہ صحابہ کرام سے متنفر ہو جاتا، اور یہ بھی ممکن تھا کہ وہ دین اسلام کو ہی خیر باد کہہ دے، اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیہاتی کو اسی کے حال پر چھوڑ دیا (القواعد الفقهيه للاسماعيلی، ص: ۴۲۸)۔

بہر حال اگر بے ضرر شے ملے تو اس چیز کو اختیار کرنا چاہئے ورنہ جس میں ضرر ونقصان کم ہو، یہی اسلامی اور صحیح نقطہ نظر ہے۔

۴۔ ابھی اسلام کا ایک اہم ترین اصول بیان کیا گیا ہے کہ اگر دو چیزوں میں سے ہر ایک ضرر رساں ہو لیکن ان میں سے ایک کی ضرر رسانی زیادہ اور دوسرے کی کم ہو تو دوسرا ہی اختیار کیا جائے، یہ ایک مستحسن اقدام ہوگا، اس لئے کہ ضرر سے بچنا انسان کی فطرت میں داخل ہے اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر عامل تھے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: "ما خير رسول الله ﷺ بين أمرين أحدهما أيسر من الآخر إلا اختار أيسرهما ما لم يكن إثما، فإن كان إثما

كان أبعد الناس منه'' (بخاری مع الفتح ۵۶۶/۶) یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دو چیزوں کے درمیان اختیار نہیں دیا گیا درانحالیکہ ان میں سے ایک زیادہ آسان ہو دوسرے کے بہ نسبت مگر ان میں سب سے آسان کو اختیار کیا اگر وہ گناہ کا کام ہوتا تو کوسوں دور بھاگتے۔

لیکن اس حکم سے وہ لوگ خارج ہیں جو یکبارگی اتنی بڑی خطیر رقم نہیں لگا سکتے، اللہ تعالی نے بھی اس کے بارے میں بھی دوٹوک فیصلہ سنا دیا ہے:

"لا يكلف الله نفسا إلا وسعها" (بقرہ: ۲۸۶)، اللہ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا، اور ایک اصولی قاعدہ بھی ہے:

''الضرر لا يزال بالضرر'' (القواعد الفقهية: ۲۷۴)، (ضرر کو ضرر سے زائل نہیں کیا جاتا)۔

۵۔ کارخانوں میں جو ایندھن استعمال کئے جاتے ہیں اور اس سے جو زہریلے دھوئیں نکلتے ہیں اور اسی طرح جو صنعتی فضلات باہر پھینکے جاتے ہیں یا بہائے جاتے ہیں جن سے فضا میں آلودگی پیدا ہوتی ہے، اس بارے میں اسلامی نقطہ نظر یہ ہے کہ یہ سب چیزیں نہایت مہلک اور خطرناک ہیں اس لئے ان سے دور رہنا اور دوسروں کو بھی بچانا واجبی اور لازمی امر ہے؛ کیونکہ اسلام کا وجود ہی اس لئے ہے کہ انسان کو دنیا اور آخرت کے ضرر سے بچایا جائے۔

اس لئے ہم مسلمانوں پر واجب وضروری ہے کہ ان احکام وتعلیمات پر عمل پیرا ہوں اور اگر اس اسلامی ضابطہ حیات کی تائید میں حکومت کوئی ضابطہ یا قانون وضع کرتی ہے تو وہ سر آنکھوں پر؛ کیونکہ یہ قوانین درحقیقت اسلامی قانون کی توضیح وتشریح ہیں، لہذا اس کا نہ جاننا دراصل اسلامی ضابطہ کو ٹھکرانا ہے اور ایسے شخص پر ضرور کوئی تادیبی کارروائی ہونی چاہئے جو اس کے لئے عبرت ناک اور دردناک ہو۔

۶۔ اسلام نظافت پسند دین ہے جیسا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "إن الله طيب لا يقبل إلا طيبا" (صحیح مسلم) (اللہ تعالی پاک ہے اور پاکی ہی کو پسند کرتا ہے)، اور صفائی وپاکی پسند کرنے والوں کو پسند کرتا ہے، جیسا کہ اہل قباء آب دست کے لئے پانی اور مٹی دونوں استعمال کرتے تھے تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی: "والله يحب المطهرين" (توبہ: ۱۰۸) (اور اللہ تعالی خوب پاک ہونے والے کو پسند کرتا ہے)۔

ہر موڑ پر صفائی ستھرائی کے التزام کا حکم صادر فرمایا اور اس کی ترغیب دی، وضو ٹوٹنے کے بعد وضو کرنے اور دوگانہ پڑھنے پر حضرت بلال حبشیؓ کو جنت کی بشارت سنائی، غسل جنابت کو ضروری قرار دیا وغیرہ وغیرہ۔ بدر کے مقتولین کفار کو قلیب بدر میں ڈالنے کا حکم صادر فرمایا اور تمام اہل اسلام کو یہ حکم دیا کہ اگر ان میں کوئی مرجائے تو جلانے یا یوں ہی چھوڑ دینے کے بجائے زمین میں دفن کردو تا کہ اس کے سڑنے گلنے سے جو تعفن اور آلودگی پیدا ہو اس سے انسان کو بچایا جائے، اسلام کے ان اصولوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی یا عام ذبیحہ کے بعد اجزاء جیسے خون، اوجھڑی وغیرہ ضائع کردیا جائے تا کہ ان کے جراثیمی مادے سے انسان محفوظ رہے، اور اس میں "كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته" کے ضابطہ کے تحت رعایا وعوام اور اہل سلطہ دونوں کو ایک دوسرے کا ہاتھ بٹانے کا حکم ہے، اس لئے یہ ناممکن ہے کہ اگر حکومت غلاظتوں کو دور کرنا چاہے اور عوام بھی اس کا تعاون کرے اور پھر بھی دور نہ ہوں، تو عوام کو چاہئے کہ اس طرح کی گندگیوں کے لئے جو جگہیں مختص ہوں انہی میں ڈالیں اور حکومت کی طرف سے جو ارکان صفائی کے لئے متعین ومقرر ہوں وہ ان کو دور رکھیں اور ایسی جگہ میں ڈالیں جہاں تعفن پھیلے بھی تو آبادی والوں کو ضرر ونقصان نہ ہو، اور اگر قذرات کے لئے گہرے گڑھے ہوں تو کیا خوب!۔

۷۔ چونکہ پلاسٹک کی تھیلیاں زمین میں تحلیل نہیں ہوتیں اور اگر انہیں جلایا جائے تو کثیر دھواں نکلتا ہے اور ماحول کو ضرر ونقصان پہنچانے والی چیزوں میں یہ بہت ہی خطرناک ہیں اس لئے اس کے استعمال پر روک اور پابندی لگنی چاہئے، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی تمام چیزوں سے منع فرمایا جن سے فضائی آلودگی پھیلتی ہو اور انسان کی صحت کے لئے ضرر رساں ہو، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو سوتے وقت چراغ گل کرنے کا حکم دیا، اس لئے کہ اس سے گھر میں آگ لگنے کا خطرہ ہے، تیز دھواں جو کاربن گیس سے مرکب ہوتا ہے دم گھٹنے اور فضائی آلودگی کا اہم سبب ہے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا: ''خمروا الآنية وأوكوا الأسقية وأجيفوا الأبواب وأطفئوا المصابيح فإن الفويسقة ربما جرت الفتيلة فأحرقت أهل البيت'' (صحيح سنن الترمذي ۲۸۵۷) یعنی تم برتن کو ڈھانک دو اور مشکیزوں کو باندھ دو اور دروازوں کو بند کردو اور چراغوں کو گل کردو؛ اس لئے کہ چوہیا کبھی بھی فتیلہ کو گھسیٹ سکتی ہے اور گھر والوں کو جلا سکتی ہے)۔

اس لئے تجار اور عوام پلاسٹک کی تھیلیوں کو استعمال نہ کریں اگرچہ یہ ردی کاغذ کے مقابلے میں سستی ہی کیوں نہ ہوں اور قدیم زمانہ میں جو سامان کی پیکنگ کے لئے پرانے کاغذ استعمال ہوتے تھے وہ استعمال کریں اس لئے کہ جان وصحت ہزار ہا نعمت ہے۔

۸۔ تمباکو کا استعمال خواہ کسی بھی صورت میں ہو جیسے سگریٹ، بیڑی اور حقہ نوشی وغیرہ حرام ہے، ایک تو اس لئے کہ فضائی آلودگی میں اس کا اہم اور کلیدی رول

ہے، چنانچہ ایک عدد سگریٹ سے کاربن ڈائی آکسائیڈ کی تقریبا (Part Per Milliaon475-460) مقدار کے علاوہ کئی زہریلے مادے بشمول نکلوپٹن جنم لیتے ہیں، اسی طرح PPM300 کاربن ڈائی آکسائیڈ پیدا ہوتی ہے۔

شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ رحمانی تحریر فرماتے ہیں: زردہ، تمباکو کا کھانا پینا، اس کا منجن استعمال کرنا یا ناک میں اس کو سڑکنا یا سونگھنا میرے نزدیک جائز نہیں۔

اولا: اس لئے کہ اس کا استعمال تمام اطباء کے نزدیک بالاتفاق مضر صحت ہے اور صحت کو خراب کرنے والی چیزوں کا استعمال شرعا حرام ہے۔

ثانیا: اس لئے کہ تمباکو کھانے اور پینے والے کے منہ میں بدبو پیدا ہوتی ہے اور جس سے اپنے بغل میں کھڑے ہونے والے نمازی کو اذیت اور تکلیف ہوتی ہے، نیز مسجد میں ایسی بدبودار چیز کے ساتھ جانا ٹھیک نہیں۔

ثالثا: اس وجہ سے کہ تمباکو کا استعمال کھلا ہوا اسراف وتبذیر ہے اور اسراف وتبذیر شرعا حرام ہے۔

رابعا: اس لئے کہ تمباکو کھانا پینا بدن میں سستی اور سر میں چکر اور عقل میں فتور نیز خدر کا اثر پیدا کر دیتا ہے (فتاوی شیخ الحدیث مبارک پوری ۱/ ۱۶۳)۔

بہر حال تمباکو کا استعمال کسی بھی شکل میں ہو اور کہیں بھی ہو زہر ہلاہل اور سم قاتل ہے اور فضائی آلودگی کا سبب ہے؛ اس لئے اس کا استعمال بہر صورت ہر جگہ شرعا ممنوع وحرام ہے، اس لئے کہ اس کا ضرر متعدی ہے اور کم از کم اس کے استعمال کرنے والے کو ضرور ہے۔

۹۔ لوگوں کا سڑکوں کے کنارے اور کھیت وغیرہ میں رفع حاجت کرنا اور عوامی مقامات جیسے ریلوے اسٹیشن وغیرہ پر بے تکلف پیشاب کرنا اس طرح بہت سی جگہ گندے پانی اور فضلات کھلی نالیوں اور گلیوں میں بہا دینا شریعت مطہرہ کے مزاج کے خلاف ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دو ایسی چیزوں سے بچو جو لعنت کا سبب بنتی ہیں، صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! وہ دو چیزیں کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "الذي يتخلى في طريق الناس أو في ظلهم" (مسلم) (یعنی وہ انسان جو لوگوں کے راستوں اور سایہ حاصل کرنے کی جگہوں پر پیشاب و پاخانہ کرتا ہے)۔

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "من آذى المسلمين في طرقهم وجبت عليه لعنتهم" (صحیح جامع صغیر: ۵۹۲۳) (یعنی جس نے مسلمانوں کو ان کے راستے کے حوالے سے تکلیف دی وہ ان کی لعنت کا مستحق ہوا)۔

۱۰۔ اسلام کا نقطہ نظر اس بارے میں بالکل واضح ہے کہ اس طرح کا زہر آلود اور ماحول کو نقصان پہنچانے والا اور راہگیروں کے لئے تکلیف دہ تھوک ایسا ہی ہے کہ کوئی راہ میں اور سایہ دار درختوں کے نیچے بول و براز کر دے اور اس پر اسلام نے سخت نکیر فرمائی ہے، بلکہ زمینی آلودگی کے سدباب کے لئے اسلام نے جس طرح سے فطری آواز کو بلند کیا اور جو مناسب ہدایات دی ہیں ان میں نمایاں طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کافی اہمیت کا حامل ہے، ایمان کے ستر اور کچھ زائد شعبے ہیں ان میں افضل ترین لا الہ الا اللہ کہنا و کمتر شعبہ راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا ہے (متفق علیہ)۔

جو اسلام راہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا ایمان کی شاخ قرار دیتا ہے وہ تکلیف دہ چیز رکھنے کی کیونکر اجازت دے گا، اگر اس طرح کی آلودگی روکنے کے لئے حکومت یا حکومتوں کی طرف سے کوئی قانون وضع ہوتا ہے یا کوئی معقول انتظام ہو تو عین منشائے اسلام ہے اس کی تنفیذ ہونی چاہئے۔

۱۱۔ متعدد مشینی اشیاء شعاؤں کو جنم دیتی ہیں جو انسانوں اور جانوروں اور ماحول کے لئے سخت نقصان کا باعث ہیں اس لئے اس پر پابندی لگانا شرعا ضروری ہے، اس لئے کہ اسلامی اصول ہے کہ جس کا مفسدہ اس کے مصالح سے زیادہ ہو تو اس پر قدغن لگایا جائے، چنانچہ اصول اس طرح ہے: "اذا تعارضت المصالح والمفاسد قدمت الراجح منهما على المرجوح" (مثلاً حضرت عمرؓ نے عبداللہ بن ابی بن سلول منافق کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منع کر دیا؛ اس لئے کہ لوگ یہ بیان کریں گے محمد اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں) (صحیح بخاری مع الفتح ۶/ ۵۴۶)۔

عبداللہ بن ابی منافق کے قتل میں بھی کچھ نہ کچھ مصلحت تھی لیکن اس کو قتل کرنے کی صورت میں بہت زیادہ مفاسد تھے؛ اس لئے اس کو قتل کرنے سے منع فرمایا، چونکہ سوال میں مذکور اشیاء کی شعاعیں مضر صحت ہیں اور فضا میں آلودگی پھیلانے والی ہیں اور ان سے انسان وجانور کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے اس لئے ان پر پابندی لگانا اسلام کے ایک عظیم مقصد کو پورا کرنا ہے، لیکن اگر ان کے استعمال کی ضرورت پڑ ہی جائے اور کوئی چارہ کار نہ رہ جائے تو ان کو بقدر ضرورت ہی استعمال کیا جا سکتا ہے، چنانچہ اسلامی قاعدہ واصول ہے: "ما أبيح للضرورة يقدر بقدرها والحاجة تنزل منزلة الضرورة" (القواعد الفقہیہ: ۲۹۴، ۳۰۰)، جیسے نشہ

خوری حرام ہے لیکن بوقت ضرورت بقدر ضرورت اسلام نے اجازت دے رکھی ہے، اسی طرح ریشم کا کپڑا زیب تن کرنا مردوں کے لئے حرام ہے مگر حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو ریشم کی قمیص پہننے کی اجازت کھجلی کی وجہ سے دے دی گئی۔

۱۲۔ شجر کشی اور وہ بھی بلا ضرورت شرعاً ممنوع ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے درخت کاٹنے والوں کو منافق قرار دیا ہے اور ان کی سخت مذمت کی ہے، چنانچہ اللہ نے فرمایا: جب وہ لوٹ کر جاتا تو زمین میں فساد پھیلانے کی، نسل اور کھیتی کی بربادی کی کوشش میں لگا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ فسادیوں کو پسند نہیں کرتا (سورہ بقرہ: ۲۰۷)۔

گویا کھیتی اور پودوں کو برباد کرنا منافقوں کا شیوہ ہے، مومن اس کا ارتکاب نہیں کرسکتا، اللہ تعالیٰ نے درختوں کو زمین کی زینت قرار دیا ہے، پھر کیونکر ان کے ناحق کاٹنے کی اجازت ہوسکتی ہے، ارشاد ربانی ہے: روئے زمین پر جو کچھ ہے (حیوانات، نباتات و جمادات وغیرہ) اسے ہم نے زمین کے لئے رونق بنا دیا ہے، درختوں کی کٹائی کی ممانعت کیوں نہ ہو جبکہ درختوں اور پودوں کا نظام آسمان سے پانی برسنے کا سبب بنتا ہے، درختوں سے کائنات کا قدرتی حسن دوبالا ہوجاتا ہے، درخت جانداروں کو آکسیجن فراہم کرتے ہیں، درختوں سے ہواؤں کی رفتار میں اعتدال پیدا ہوتا ہے، نیز ان سے درجہ حرارت میں تخفیف ہوتی ہے، وہ فضائی آلودگی کا سبب بننے والے ہر طرح کے جراثیم اپنے اندر جذب کرلیتے ہیں، عرب میں بالعموم ببول یا بیری کے درخت ہوا کرتے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیری کے درخت کے بارے میں فرمایا: بیری کا درخت جو کاٹے گا اسے اللہ تعالیٰ اوندھے منہ جہنم میں ڈالے گا (صحیح الجامع الصغیر: ۶۴۷۶، الصحیحہ: ۶۱۴)، علماء نے اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جنگل کے ایسے درخت جن سے لوگوں کو سایہ حاصل ہوتا ہے یا جن سے چوپائے غذا حاصل کرتے ہیں انہیں جو کوئی ناحق کاٹے گا وہ جہنم رسید ہوگا (تفسیر قرطبی ۸۷/۷)۔

۱۳۔ اسلام میں جہاں درختوں کی کٹائی سے منع کیا گیا ہے وہیں شجر کاری کی تلقین کی گئی ہے اور شجر کاری کرنے والوں کے لئے ان کی پیداوار جانور وغیرہ کے کھا جانے کی صورت میں اجر عظیم کا وعدہ کیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد نبوی ہے کہ مسلمان کوئی درخت یا کھیتی لگائے اور اس میں سے انسان، درندہ، پرندہ یا چوپایہ کھائے تو وہ اس کے لئے صدقہ ہوجاتا ہے (مسلم) اس حدیث سے شجر کاری کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے، نیز یہ پتہ چلتا ہے کہ شجر کاری میں کافی خیر ہے اور دین و دنیا کے لئے بے شمار فوائد ہیں، ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شجر کاری کی ترغیب دلاتے ہوئے فرمایا: جو کوئی درخت لگائے پھر اس کی حفاظت اور نگرانی کرے یہاں تک کہ وہ درخت پھل دینے لگے، اس درخت کا جو کچھ نقصان ہوگا وہ اس کے لئے اللہ کے یہاں صدقہ کا سبب ہوگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ترغیب کا نتیجہ یہ تھا کہ صحابہ کرام شجر کاری کا خاص اہتمام کرتے، حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے حضرت ابو درداء سے نقل کیا ہے کہ حضرات صحابہ کرام صدقہ کی نیت سے درخت لگانے کا خاص اہتمام فرماتے تھے (مجمع الزوائد ۶۸/۴)۔

صوتی آلودگی:

صوتی آلودگی ماحولیاتی آلودگی کی ایک قسم ہے یعنی آوازوں کے ضرورت سے زیادہ بڑھ جانے سے طرح طرح کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، کارخانوں اور فیکٹریوں سے بلند ہونے والی آوازیں ٹریفک کی گھن گرج، گانے باجے سے اٹھنے والا شور، فضا کی بلندیوں پر اڑنے والے جہازوں کی نینداڑا دینے والی بھیانک آوازیں، صوتی آلودگی کے اسباب ہیں۔

۱۔ یوں تو اعتدال پسندی اور میانہ روی اسلام کا خاص امتیاز ہے، زندگی کے تمام شعبوں سے متعلق احکامات میں اس کی جھلک ملتی ہے، قرآن کریم اور احادیث رسول میں بار بار اسراف وتبذیر سے منع کیا گیا ہے؛ تاہم قرآن وحدیث رسول میں خصوصیت کے ساتھ ایسی ہدایات ملتی ہیں جن سے آوازوں میں تخفیف اور میانہ روی کی تعلیم اور بلند وتیز آواز کی مذمت ظاہر ہوتی ہے، قرآن کریم میں حضرت لقمان علیہ السلام کے اپنے بیٹے کو نصیحت کرنے کے واقعہ کو اللہ نے یوں بیان فرمایا: "واقصد في مشيك واغضض من صوتك إن أنكر الأصوات لصوت الحمير" (سورۂ لقمان: ۱۹) اور اپنی رفتار میں اعتدال اختیار کرو اور اپنی آواز کو پست کرو بے شک آوازوں میں سب سے بری آواز گدھوں کی آواز ہے)۔

۲۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دربار رسالت میں بلند آواز میں گفتگو کرنے سے منع کیا گیا "يا أيها الذين آمنوا لا ترفعوا أصواتكم فوق صوت النبي" (حجرات: ۳) (اے ایمان والو تم اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے بلند مت کیا کرو)، یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز جس طرح معتدل

تھی اسی طرح صحابہ کرام کو کہا گیا کہ تم بھی اپنی آواز کو معتدل بناؤ، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں اس بات کی صراحت کردی:

''عن أبي أمامة أن رسول الله ﷺ كان يكره أن يرى الرجل جهيرا رفيع الصوت وكان يحب أن يراه خفيض الصوت'' (مجمع الزوائد۸/ ۲۱۱)، (آپ ایسے شخص کو ناپسند کرتے تھے جس کی آواز بلند اور رفیع ہو اور ایسے شخص کو محبوب رکھتے تھے جس کی آواز پست اور درمیانی ہو)۔

اسی لئے بازار جو شور وغل اور چیخ وپکار کا اڈہ ہے اسلام نے اسے روئے زمین پر سب سے خراب اور قابل نفرت جگہ قرار دیا ہے جبکہ مساجد جو سکون وراحت وفرحت اور اطمینان کی جگہ ہے اسے سب سے بہترین جگہ مانا ہے، ایک حدیث میں ہے: ''أحب البلاد إلى الله مساجدها وأبغض البلاد إلى الله أسواقها'' ان آیات اور احادیث کی روشنی میں اور ''لا ضرر ولا ضرار'' کے اسلامی اور فقہی اصول کی بنیاد پر ایسے کارخانوں کی مشینوں کو آبادی سے باہر لگانے کا حکم دیا جانا تو شرعاً درست ہے، اور اگر اس کے ساتھ حکومت بھی اس کی تائید کرے تو فبہا لیکن اسی کے ساتھ ''لا یزال الضرر بالضرر'' فقہی قاعدہ بھی ملحوظ رہنا چاہئے، گاڑیوں کے ہارنوں کو بلا کسی ضرورت بجانا ضرورت سے زیادہ بجانا لغو فعل عبث ہے، اور اگر اس سے صوتی آلودگی پھیلتی ہو یا راہ گیروں کو دہشت ہوتی ہو تو ان دونوں صورتوں میں نہایت ہی مذموم وقبیح فعل ہے بلکہ یہ فساد فی الارض ہے اور لاضرر ولا ضرار کے اسلامی اصول وفقہی قاعدہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود وقابل سرزنش ہے۔

۳۔ اسلام کا یہ زریں اصول ہے کہ نہ اپنے آپ کو تکلیف پہنچاؤ اور نہ دوسرے کو، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث لا ضرر ولا ضرار گزر چکی ہے اور اس کی تشریح وتوضیح بھی کما حقہ گزر چکی ہے اس لئے ہمارے معاشرہ میں بدقسمتی سے مختلف تقریبات میں جوڈی جے کا رواج بڑھتا جارہا ہے اور اس کا شور قوت سماعت اور ماحول کو بہت سخت نقصان اور ضرر پہنچا رہا ہے، یہ نہایت قبیح ومذموم حرکت ہے اور اس پر بندش لگنی ضروری ہے۔

۴۔ مذہبی وسیاسی مجالس ہوں کہ مشاعروں کی محفلیں ان میں آواز مطلوب ہے خواہ یہ آواز دور دراز تک پہنچ جائے، حضرت امام بخاریؒ نے ایک باب قائم کیا ہے: ''من رفع صوته بالعلم'' اور اس باب کے تحت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کیا ہے، اس میں ''فنادى بأعلى صوته: ويل للأعقاب من النار'' کا ٹکڑا بھی ہے جس سے علمی مجلسوں میں رفع صوت کا ثبوت ملتا ہے، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: اس سے استدلال اسی صورت میں صحیح ہوگا جب ضرورت داعی ہو، دوری کی وجہ سے یا زیادہ لوگوں کی وجہ سے یا کسی بھی وجہ سے اور اسی پر وعظ ونصیحت کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے، چنانچہ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب خطبہ دیا اور قیامت کا ذکر کیا اس وقت آپ کا غیظ وغضب چڑھا ہوا تھا اور آپ کی آواز بلند تھی (مسلم) اور مسند احمد میں اس قدر اضافہ ہے کہ اگر کوئی آدمی بازار میں ہوتا تو آپ کی آواز سن لیتا (فتح الباری ۱/ ۱۴۳)۔

اس کے لئے وقت اور آواز کی تحدید مناسب ہے؛ تاکہ صحت وماحولیات دونوں کا تحفظ ہوسکے، چنانچہ صحیح بخاری میں ایک باب یوں قائم کیا ہے:

''باب ما كان النبي ﷺ يتخولهم بالموعظة والعلم كي لا ينفروا''، ''باب من جعل لأهل العلم أياما معلومة'' (صحيح بخاري مع الفتح ۱/ ۱۶۲) ''باب هل يجعل للنساء يوم على حدة في العلم'' (۱/ ۱۹۵)۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اسلام نے ہر چیز کے لئے ایک حد مقرر کی ہے، چنانچہ پنج گانہ نمازوں کو دیکھئے ہر نماز کا ایک وقت مقرر ہے، اگر اس میں وہ نماز ادا کی گئی تو ادا ہوگی ورنہ قضا، معلوم ہوا کہ وعظ وتقریر کا جو وقت مقرر ہوا اسے اسی میں پورا کرنا چاہئے اور آواز کی مناسب مقدار زیر استعمال لانا چاہئے اور بہت تیز آواز کا استعمال اور پوری پوری رات جاگنا اور جگوانا اور صحت کو برباد کرانا شرعاً اور عقلاً دونوں اعتبار سے نہایت مذموم اور قبیح طریقہ ہے، اس لئے کہ اس سے صحت بھی متاثر ہوتی ہے اور ماحولیات کا تحفظ نہیں ہوپاتا جبکہ یہ دونوں چیزیں شریعت میں مطلوب ومقصود ہیں۔

☆☆☆

ماحولیاتی تحفظ کے بارے میں اسلامی تعلیمات

مفتی محمد فیاض عالم قاسمی [1]

اس کائنات کے تمام اجزاء روشنی، ہوا، پانی، مٹی، چٹانیں، عناصر، نباتات وحیوانات وغیرہ اپنے اندر کچھ مقاصد اور فوائد رکھتی ہیں اور حضرت انسان شعوری اور غیر شعوری طور پر ان سے اس طرح مستفید ہوتا ہے کہ اس کی حیات وممات ان پر منحصر ہے، ان کی عدم موجودگی میں یا ان سے کما حقہ استفادہ نہ کرنے یا ان کا استعمال غلط طریقے پر کرنے کی صورت میں خود انسان کی زندگی خطرہ میں پڑ جاتی ہے، اس لئے قرآن واحادیث میں ان مخلوقات کی اہمیت بیان کی گئی ہے، ان کی نشوونما اور ان کی حفاظت کی ترغیب دی گئی، انہیں بلا وجہ نقصان پہنچانے کی ممانعت وارد ہوئی ہے، انسان کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ حتی المقدور ان مخلوقات کی بقا اور ان کی نشوونما کے لئے کوشاں بھی رہے۔

ایندھن، شعائیں، دھواں، غلاظت، فضلات، وغیرہ ماحول کو متاثر کرتے ہیں، کچرے کے ڈھیروں، فیکٹریوں، موٹر گاڑیوں سے خارج ہونے والے زہریلی گیس، اور بجلی کی پیداوار کے چند ذرائع بھی فضائی آلودگی میں اہم کردار ادا کررہے ہیں، ایک محتاط اندازے کے مطابق موجودہ دور کی فضا میں ۵۰% ۷۷ء سے زیادہ کاربن ڈائی آکسائیڈ جیسی مہلک گیسیں موجود ہیں۔

جب انسان اس آلودہ ماحول میں سانس لیتا ہے تو اس وجہ سے وہ مختلف اقسام کی ذہنی وجسمانی بیماریوں سے دوچار ہوتا ہے، کینسر جیسی موذی بیماریاں اور پھیپھڑوں اور گلے کی پیچیدہ بیماریاں ماحولیاتی آلودگی کی پیداوار ہیں، ٹی بی، الرجی، ذہنی تناؤ، سردرد، تھکاوٹ وغیرہ ماحولیاتی آلودگی کی وجہ سے ہیں۔

میساچوٹس انسٹی ٹیوٹ آف ٹکنالوجی سے وابستہ ماہر ماحولیات سٹیون بیرٹ کا کہنا ہے کہ گزشتہ برسوں کے اعداد وشمار سے ثابت ہے کہ شرح اموات میں اضافے کی بڑی وجہ فضائی آلودگی ہے، یواین او کے ایک ذیلی ادارے کے تحقیقی سروے کے مطابق دنیا میں ہر سال تیس ملین افراد صرف فضائی آلودگی کی وجہ سے پیدا ہونے والی بیماریوں کی وجہ سے مرتے ہیں، اس لئے ماحولیاتی آلودگی ایک بین الاقوامی مسئلہ بن گیا ہے، جس کے حل کے لئے حکومتیں اور متعلقہ ادارے متفکر ہیں۔

ماحول کو آلودگی سے تحفظ فراہم کرنے کے لئے نباتات، پانی، ہوا، مٹی وغیرہ اہم کردار ادا کرتے ہیں، یہ ساری چیزیں ماحول کو پراگندہ ہونے سے روکنے اور انہیں صاف وشفاف رکھنے میں بھی مدد ومعاون ہوتے ہیں، اس لئے ماحول کو تحفظ فراہم کرنے والے وسائل پر بحث کرتے ہیں کہ شریعت اسلام میں ان کی کس قدر اہمیت ہے۔

انسان کی زندگی میں نباتات کی اہمیت:

انسانی زندگی کی بقا اور ترقی کے لئے نباتات کا اہم کردار رہا ہے، ان کے بغیر انسانی زندگی کا تصور بھی محال ہے، نباتات ہی سے ہمیں غذا حاصل ہوتی ہے، اناج، غلہ، پھل اور سبزیاں نباتات ہی ہیں جن کی بدولت ہم جسمانی توانائی حاصل کرتے ہیں، نباتات صرف انسانوں کے لئے نہیں، بلکہ حیوانات کے لئے بھی غذا ہیں، قرآن کریم نے اس طرف انسانوں کو متوجہ کیا ہے: "فلینظر الإنسان إلى طعامه. أنا صببنا الماء صبا. ثم شققنا الأرض شقا. فأنبتنا فيها حبًا. وعنبًا وقضبًا. وزيتونًا ونخلًا. وحدائق غلبًا. وفاكهةً وأبًا. متاعًا لكم ولأنعامكم" (پھر ذرا انسان اپنے آپ کو دیکھے، ہم نے خوب پانی لنڈھایا، پھر زمین کو عجیب طرح سے پھاڑا، پھر اس کے اندر اگائے غلے اور انگور اور ترکاریاں اور زیتون اور کھجور اور

[1] استاذ المدرسۃ العالیہ للعلوم الاسلامیہ، قاضی پورہ، ناگپاڑہ، ممبئی۔

گھنے باغ اور طرح طرح کے پھل اور چارے تمہارے مویشیوں کے لئے سامان زیست کے طور پر'' (سورۂ عبس: ۲۴۔ ۳۲)۔

دوسری جگہ قرآن میں ہے:''أفرأيتم ما تحرثون. أأنتم تزرعونه أم نحن الزارعون. لو نشاء لجعلناه حطاما'' (اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ تم جو کچھ (تخم وغیرہ) بوتے ہو، اس کو تم اگاتے ہو یا ہم اگاتے ہیں، اگر ہم چاہیں تو اس (پیداوار) کو چورا کردیں (واقعہ: ۶۳۔ ۶۵)۔

نبات کی اہمیت کی پیش نظر حدیث میں اس کی کاشتکاری کی تعلیم دی گئی ہے اور اس پر ثواب مرتب کیا گیا ہے:''عن أنس بن مالك قال: قال رسول الله ﷺ: ما من مسلم يغرس غرسا، أو يزرع زرعا، فيأكل منه طير أو إنسان أو بهيمة إلا كان له به صدقة'' (حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب کوئی مسلمان کوئی درخت لگاتا ہے یا کھیتی کرتا ہے، اور پھر اس سے کوئی پرندہ یا انسان یا کوئی جانور کھاتا ہے تو یہ اس کے لئے صدقہ ہے (صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۲۳۲۰)

دوسری طرف اللہ کے رسول ﷺ کی تعلیمات میں درختوں کو کاٹنے کی واضح ممانعت آئی ہے حتی کہ حالت جنگ میں بھی درخت کاٹنے سے منع کیا گیا ہے، تاآنکہ وہ دشمن کے لئے فائدہ مند نہ ہوجائیں، اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمان فوجوں کو اس بات کی ہدایت تھی کہ وہ شہروں اور فصلوں کو برباد نہ کریں۔

زندگی کے لئے ہوا کی اہمیت:

ہوا پر تمام جانداروں کی زندگی منحصر ہے، جانداروں کے اندر ہوا کا دخول وخروج ان کی بقا کے لئے ضروری ہے، ہوا کے بغیر وہ چند منٹ بھی زندہ نہیں رہ سکتے، ہوا میں بھی قدرت نے آکسیجن اور کاربن ڈائی آکسائیڈ کا محیر العقول نظام بنایا ہے، انسان آکسیجن لے کر کاربن ڈائی آکسائیڈ چھوڑتا ہے، جبکہ یہی کاربن ڈائی آکسائیڈ نباتات کے لئے آکسیجن کا کام کرتا ہے اور جو کچھ نباتات چھوڑتے ہیں وہ انسان کے لئے آکسیجن بنتے ہیں، ان کے علاوہ ہوا دیگر بہت سارے ضروری کام انجام دیتی ہے، مثلاً نباتات میں بارآوری اور ان کی نشوونما کا عمل، بادلوں کی تخلیق اور ان کی تحلیل نیز مختلف حصوں میں ان کی منتقلی ہوا ہی کا عمل ہے، قرآن کریم نے کئی جگہوں پر اس کو خدائی عطیہ قرار دیا ہے (الحجر: ۱۵، ۲۳، بقرہ: ۱۶۴، اعراف: ۵۷)۔

انسانی صحت اور بقا کے لئے کی فضا اور صاف ہوا میں سانس لینا بہت ضروری ہے، ہوا انسانی حیات کی بقا کا انتہائی اہم فریضہ انجام دیتی ہے، سانس اور پھیپھڑوں کی بیماریاں آلودہ ہوا سے پیدا ہوتی ہیں، اس لئے اس کی حفاظت کرنا اور اس کو آلودہ ہونے سے بچانا انسانوں پر واجب ہوجاتا ہے، اس طرح سے وہ تمام افعال جو ہوا کو آلودہ کریں اور انسانوں کی جان اور اس کی صحت پر اثر انداز ہوں، ممنوع قرار پاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ بیڑی اور سگریٹ پینے کی ممانعت وارد ہوئی ہے، کہ بظاہر یہ ایک دھواں مانند ہوا ہے، مگر انسان کے پھیپھڑوں کو چونکہ نقصان پہنچتا ہے، اس لئے ممنوع ہے۔

انسان جو سانس لیتا ہے وہ آکسیجن ہے، اور جو سانس چھوڑتا ہے وہ کاربن ڈائی آکسائیڈ ہے، جبکہ نباتات اس کے برعکس سانس لیتے ہیں، وہ آکسیجن چھوڑ کر کاربن ڈائی آکسائیڈ لیتے ہیں، کاربن ڈائی آکسائیڈ ایک مہلک گیس ہے، اس سے سمندری پانی کی تیزابیت میں اضافہ ہوتا ہے، جس سے ماحول متاثر ہوتا ہے، ماہرین ماحولیات کا کہنا ہے کہ اس طرح کے گیسوں کے اخراج کی وجہ سے، زمین کی درجہ حرارت میں اضافہ ہوگیا ہے، جس کو گلوبل وارمنگ کہا جاتا ہے، عام تاثر ہے کہ گلوبل وارمنگ کا بم، جوہری بم سے بھی کئی گنا زیادہ خطرناک ہے؛ کیونکہ اس سے اوزون خطرہ میں پڑ چکا ہے، اوزون پھٹ رہا ہے، اور سورج کی تپش براہ راست روئے زمین پر پڑنے لگی ہے، جس سے مہلک امراض پیدا ہورہے ہیں، کاربن ڈائی آکسائیڈ جیسے مہلک گیسوں کی وجہ سے برفانی تودہ پگھل رہا ہے، جس سے سمندر کی آبی سطح بڑھ کر کئی ساحلی شہروں کو غرق آب کرسکتا ہے، انسان حیوان کے بشمول نباتات بھی کو شدید خطرات لاحق ہیں، کاربن ڈائی آکسائیڈ حبس، دمہ، بلڈ پریشر فالج وغیرہ کئی مہلک بیماریوں کا سبب ہے، اس لئے اگر نباتات زیادہ ہوں گے تو کاربن ڈائی آکسائیڈ والا گیس کم ہوگا جس سے لامحالہ اوزون کی حفاظت، انسانی جانوں کو لاحق خطرات سے نجات اور پانی کا تحفظ ہوسکے گا۔

زندگی کے لئے پانی کی اہمیت:

انسانی کی زندگی میں پانی کی بہت زیادہ اہمیت ہے، پانی سے انسان کی تخلیق بھی ہوئی ہے اور اس کے زندہ رہنے کے لئے پانی کی قدم قدم پر ضرورت پڑتی ہے، پیاس بجھانے کے لئے، کھانا بنانے کے لئے، برتن اور کپڑے دھونے کے لئے، پاکی حاصل کرنے کے لئے، کھیتوں کی سیرابی،

درخت پودوں کی ہریالی برقرار رکھنے کے لئے پانی نہایت ہی ضروری ہے، اللہ تبارک وتعالی نے قرآن کریم میں جگہ جگہ پر پانی کی اہمیت کو بیان کیا ہے، اس کو اپنی قدرت، اور انسانوں کے لئے عظیم نعمت قرار دیا ہے (الحجر: ۱۹، نور: ۴۱، طہ: ۵۳)۔

پانی کو آلودہ کرنا منع ہے:

پانی کی اہمیت کے پیش نظر ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے منع کیا گیا ہے،

"عن جابر: ''عن رسول الله ﷺ أنه نهى أن يبال في الماء الراكد''

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے منع کیا ہے (صحیح مسلم: ۸)۔

پانی میں پیشاب کرنے سے منع کرنے کی یہ وجہ بھی ہے کہ اس سے پانی گندہ اور ناپاک ہوجائے گا اور تعفن پھیلے گا، جس کا اثر ہماری صحت پر پڑے گا، دوسری طرف ایسے پانی سے استفادہ بھی ناممکن ہوجائے گا اور ہم اس پانی سے دیگر گندگیوں کو پاک وصاف نہیں کرسکیں گے، اس کا اثر براہ راست ہم پر اور ہمارے ماحول پر پڑے گا، جس سے طرح طرح کی بیماریاں پیدا ہوں گی، پیٹ، گردہ، پیشاب، خون کی زیادہ تر بیماریاں آلودہ پانی کے استعمال کرنے کی وجہ سے ہوتی ہے، آلودہ پانی کے ذرات کی وجہ سے خاص طور پر بچوں میں دماغی بیماریاں ہوتی ہیں، ایک رپورٹ کے مطابق ہندوستان میں دس ملین سے زائد لوگ پانی سے پیدا ہونے والی بیماریوں سے مرچکے ہیں، اور مرنے والوں میں اکثر بچے ہیں، اس لئے پانی کی حفاظت کرنا اور اس کو آلودہ ہونے سے بچانا ضروری ہے۔

مٹی سے ماحولیات کا تحفظ:

ماحول کو صاف وشفاف رکھنے میں مٹی بھی اہم کردار ادا کرتی ہے، مٹی گندگیوں کو اپنے پیٹ میں لے کر ہضم کرجاتی ہے، مرداروں کو اپنی آغوش میں لے کو چند دنوں کے اندر جذب کرلیتی ہے اور ماحول کو تعفن سے محفوظ رکھتی ہے، اسی طرح زمین نباتات کی پیداوار کا ذریعہ ہے، جس سے انسانوں کو آکسیجن فراہم ہوتے ہیں، قرآن میں کہا گیا ہے کہ زمین جانداروں کے قیام کا ذریعہ ہے (یونس: ۱۰)، اسی زمین پر انسان اپنی پسند کا گھر بناتا ہے، قدرت نے اس زمین کو کہیں سخت اور کہیں نرم بنایا ہے تا کہ انسان حسب ضرورت اور حسب موقعہ ان کا استعمال کرسکے، انسان اس کی پیٹھ پر سفر کرکے ایک جگہ سے دوسری جگہ آمد ورفت کرتا ہے، سب سے بڑی فضیلت اور اہمیت زمین کی یہ ہے کہ خود انسان کی تخلیق بھی اولا مٹی سے ہوئی ہے (طہ: ۲۰)، زمین میں پائی جانے والی معدنیات بالواسطہ یا بلا واسطہ انسانوں، نباتات اور دیگر جانداروں کی زندگی کی بقا کے لئے ضروری ہوتے ہیں، اکثر جان دار بشمول انسان اپنی غذا زمین سے حاصل کرتے ہیں (الحجر: ۱۹، ۲۰)، اس لئے ماحول کو متاثر کرنے والی اشیاء مثلاً مردار، ہڈی، خون، فضلات کو مٹی میں دفن کردیا جائے تو اس سے ماحول کا تحفظ بھی بہتر طور پر ہوسکتا ہے۔

آواز کی آلودگی:

اسلام کرخت آواز کو سختی سے ناپسند کرتا ہے، قرآن نے تیز آواز کو اس گدھے کی آواز سے تشبیہ دی ہے، بلکہ اسلام نے آواز کے معاملہ میں بھی معتدل راہ اختیار کی ہے کہ آواز نہ بہت زیادہ بلند ہو جس سے لوگوں کو حرج ہو اور نہ ہی اتنی دھیمی کہ سنائی نہ دے۔

قرآن کریم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کے مقابلہ میں اپنی آواز پست رکھنے کی تاکید کی ہے اور اس کی خلاف ورزی کرنے سے اعمال صالحہ کے ضائع ہونے سے ڈرایا ہے، نیز پست آواز والے لوگوں کو جنت اور مغفرت کی بشارت بھی دی ہے، "یا أیها الذین آمنوا لا ترفعوا أصواتکم فوق صوت النبي ولا تجهروا له بالقول کجهر بعضکم لبعض أن تحبط أعمالکم وأنتم لا تشعرون. إن الذین یغضون أصواتهم عند رسول الله أولئك الذین امتحن الله قلوبهم للتقوی لهم مغفرة وأجر عظیم. إن الذین ینادونك من وراء الحجرات أکثرهم لا یعقلون" (سورہ حجرات: ۲-۴)، نیز اسلامی عبادات میں بھی اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ آوازیں ضرورت سے زیادہ بلند نہ ہونے پائیں، چنانچہ دن میں پڑھی جانے والی نمازوں میں تلاوت قرآن کو سری رکھا گیا، تا کہ غیر نمازیوں کو جو عموما دیگر کاموں میں مشغول ہوتے ہیں، خلل نہ ہو، اور رات کی نمازوں میں تلاوت جہری رکھا گیا، تا کہ پرسکون ماحول میں نمازی اس کی آواز سے محظوظ ہوسکے، اذان کی آواز جسے دور تک پہنچانا مطلوب ہے وہ بھی

بلندی سے دیا جانا سنت ہے تاکہ قریب ہونے کی وجہ سے آواز کی سختی کانوں کو نقصان نہ پہنچائے، اسی طرح دعا اور ذکر کا معاملہ بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "واذکر ربك فی نفسك تضرعا وخیفة ودون الجهر من القول بالغدو والآصال ولا تکن من الغافلین" (اعراف:۲۰۵) (اور اپنے رب کو دل ہی دل میں عاجزی اور ڈر کر پکارو، اور زور کی آواز کی نسبت کم آواز کے ساتھ صبح وشام، اور غافل لوگوں میں نہ ہونا)۔

آج کل آواز کی آلودگی سے بھی لوگ بہت زیادہ پریشان ہیں، ٹریفک، موٹر گاڑیوں، لاؤڈ اسپیکر، مشین اور ہارن کی ضرورت سے زیادہ آواز نے انسان کے چاروں طرف ایک ہنگامہ برپا کر رکھا ہے، کسی زمانہ میں انسان کی آواز بغیر کسی لاؤڈ اسپیکر کے کافی دور تک سنائی دیتی تھی، مگر آج آواز کی آلودگی کی وجہ سے اس کی آواز قریب فاصلہ تک سنائی نہیں دیتی ہے، دراصل آواز کو اپنی رفتار طے کرنے کے لئے پرسکون ماحول درکار ہوتا ہے، صوتی آلودگی کی وجہ سے انسان یکسو ہو کر کام نہیں کر پاتا ہے، اس کی توجہ منتشر رہتی ہے، توجہ یکجا کرنے میں کافی دشواری ہوتی ہے، جس کی وجہ سے آدمی جلد تھک جاتا ہے، اسی طرح صوتی آلودگی سے دل ودماغ کی بیماریاں جنم لیتی ہیں، ان کے علاوہ صوتی آلودگی عمارتوں کو بھی نقصان پہنچاتی ہیں، سخت آواز کی وجہ سے بعض دفعہ دیواریں ہلنے لگتی ہیں اور نتیجہ کے طور پر کمزور ہو کر گر ہو جاتی ہیں، ایک تحقیق کے مطابق صوتی آلودگی فصلوں کی پیداوار اور پودوں کی نشوونما میں بھی رکاوٹ بنتی ہے، اس لئے اس طرف خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

قدرتی وسائل کا صحیح استعمال ضروری ہے:

قدرتی وسائل کے استعمال کا قدرتی اور فطری طریقہ ہی ماحول کے تحفظ کا ضامن ہے، اس کی خلاف ورزی ماحول کو بگاڑنے کا سبب بنتی ہے، اگر انسان ان اسباب کا صحیح استعمال کرتا ہے تو یہی وسائل اس کے لئے صحت مند اور صاف شفاف ماحول فراہم کرتے ہیں اور جب ان کا استعمال فطرت کے خلاف ہو تو یہی اسباب اس کے لئے ہلاکت وبربادی کا ذریعہ بھی بنتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ظهر الفساد فی البر والبحر بما کسبت أیدی الناس لیذیقهم بعض الذی عملوا لعلهم یرجعون" (الروم:۴۱) (خشکی اور تر میں فساد برپا ہو گیا ہے خود لوگوں کی کرتوت کی وجہ سے؛ تاکہ مزا چکھائے ان کو ان کے بعض اعمال کا، شاید کہ وہ باز آئیں)۔

قرآن کریم میں جگہ جگہ فساد فی الارض سے منع کیا گیا: "ولا تفسدوا فی الأرض بعد إصلاحها" (سورۂ اعراف:۵۶)۔

اسی طرح توازن سے بے پروا ہو کر ماحول کے استعمال میں سرکشی سے منع کرتا ہے اور ہر ایسے فساد سے جو کسی بھی قسم کی تباہی کا موجب ہو، اسلام اس سے سختی سے روکتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: "ولا تبغ الفساد فی الأرض إن الله لا یحب المفسدین" (سورۂ قصص:۷۷)، "وإذا تولی سعی فی الأرض لیفسد فیها ویهلك الحرث والنسل والله لا یحب الفساد" (سورۂ بقرہ:۲۰۵)۔

ماحول کو آلودہ کرنے والی ہر شئی سے بچنا ضروری ہے:

اسلام ماحول کو صاف ستھرا رکھنے اور ہر اس چیز سے جو کسی بھی شکل میں ماحول کو آلودہ کرے، اس سے بچنے کا حکم دیتا ہے، حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لعنت کی تین باتوں سے بچو، پانی پینے کے مقامات، راستے کے درمیان اور سایہ میں پاخانہ کرنے سے، "عن معاذ بن جبل، قال: قال رسول اللہ ﷺ: اتقوا الملاعن الثلاث: البراز في الموارد، وقارعة الطریق، والظل" (ابوداؤد:۶)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لا تترکوا النار في بیوتکم حین تنامون" (یعنی رات میں سوتے وقت آگ کو یوں ہی چھوڑے نہ رکھو) (ابوداؤد:۶)، ایک دوسری حدیث میں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "إذا نمتم فأطفئوا سرجکم، فإن الشیطان یدل مثل هذه علی هذا فتحرقکم" (جب تم سونے لگو تو جلتے چراغوں کو بجھا دو، کیونکہ شیطان اس کو کسی دوسری چیز سے لگا دیتا ہے اور تمہیں جلانے کی کوشش کرتا ہے (ابوداؤد:۷)۔

اسی طرح ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: "وإماطة الأذی عن الطریق صدقة" (ابوداؤد)، راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا نیکی ہے، حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "الإیمان بضع وسبعون بابا، فأدناها إماطة الأذی عن الطریق" (ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں ان کا آخری درجہ راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا ہے (سنن ترمذی:۶)۔

اسی طرح تھوک وبلغم، ناک رینٹ، وغیرہ کو پاک ہونے کے باوجود دفن کرنے کا حکم دے کر ایسے چھوٹے اعمال کو صدقہ فرمایا گیا ہے،

''عن أبي بريدة، يقول: سمعت رسول الله ﷺ يقول: في الإنسان ثلاث مائة وستون مفصلا فعليه أن يتصدق عن كل مفصل منه بصدقة، قالوا: ومن يطيق ذلك يا نبي الله؟ قال: النخاعة في المسجد تدفنها، والشئ تنحيه عن الطريق، فإن لم تجد فركعتا الضحى تجزئك'' (ابوداؤد)۔

دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے سامنے میری امت کے اچھے اور برے سب عمل پیش کئے گئے تو میں نے اس کو جو اچھے عمل دیکھے ان میں راستے سے دور کی جانے والی ایذا رساں چیز تھی، اور اس کے برے کاموں میں تھوکا ہوا بلغم تھا جو مسجد میں پڑا رہتا ہے اور اسے دفن نہیں کیا جاتا۔ ''عرضت علي أعمال أمتي حسنها وسيئها، فوجدت في محاسن أعمالها الأذى يماط عن الطريق، ووجدت في مساوى أعمالها النخاعة تكون في المسجد، لا تدفن'' (صحيح مسلم عن ابي ذر)۔

یہ ساری احادیث پاکی وصفائی نیز ماحول کو خوشگوار کرنے اور اس کو آلودگی سے بچانے کے واسطے ہیں، ان سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام میں ماحول کے تحفظ اور اس کو آلودگی سے بچانے کی خاطر بہت ساری واضح تعلیمات ہیں۔

اس تفصیل کے بعد سوالوں کے جواب اور تجاویز ملاحظہ ہوں:

۱۔ یہ صحیح ہے کہ ایندھن کے طور پر استعمال ہونے والے ایسے وسائل جس سے دھواں نہیں ہوتا ہے اور جس سے ماحول آلودہ نہیں ہوتا ہے جو نسبتاً قدرے مہنگے ہوتے ہیں، اس لئے مالدار لوگوں کے لئے ایسے وسائل استعمال کرنا ضروری ہے؛ تاکہ انسانی زندگی کو تحفظ فراہم ہوسکے اور خطرات کے بادل اس کے سر پر نہ منڈلائے، اس سے جہاں ایک طرف انسان بہت ساری بیماریوں سے محفوظ رہے گا وہیں دوسری طرف شریعت کے مقاصد کی تکمیل بھی ہوگی، نیز قرآن کریم میں ہے: "ولا تقتلوا أنفسكم إن الله كان بكم رحيما" (نساء:۹) (اپنے آپ کو قتل نہ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرنے والا ہے)، البتہ جو لوگ غریب ہیں اور جن کے لئے ایسے مہنگے وسائل کی خریداری ممکن نہیں ہے، یا ممکن تو ہے مگر اس سے تنگی وحرج میں مبتلا ہونے کا غالب گمان ہے تو ان کے لئے ایسے وسائل کی خریداری لازم نہیں ہوگی، ورنہ اس سے لوگ تنگی وحرج میں مبتلا ہوجائیں گے، حالانکہ رفع حرج اصول اور مقاصد شریعت میں سے ہے، اس سے شریعت کے بہت سارے مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وما جعل عليكم في الدين من حرج" (سورۂ حج:۷۸) (اور تم پر دینی معاملات میں تنگی نہیں رکھی ہے)،

''قال ابن عباس من ضيق وكذلك قال مجاهد ويحتج به في كل ما أختلف فيه من الحوادث أن ما أدى إلى الضيق فهو منفي وما أوجب التوسعة فهو أولى'' (احكام القرآن للجصاص/ ۹۰)، ''الحرج ما فيه مشقة فوق المعتاد'' (موسوعه فقيه، ماده: حرج)،

''رفع الحرج في الإصطلاح يتمثل في إزالة كل ما يؤدي إلى مشقة زائدة في البدن أو النفس أو المال في البدء والختام، والحال والمآل، وہو أصل من أصول الشريعة ثبت بأدلة قطعية لا تقبل الشك والصلة بين الرخصة ورفع الحرج من وجوه: أن رفع الحرج أصل كلي من أصول الشريعة ومقصد من مقاصدها'' (موسوعه فقهيه، ماده: رفع الحرج)۔

۲۔ حکومت کی طرف سے اگر زیادہ دھواں والے وسائل پر جزئی یا کلی طور پر پابندی لگائی جاتی ہے، تو یہ ایک مستحسن قدم ہے، عوام کو اس پر عمل کرنا ضروری ہے؛ کیونکہ عوام ایک معاہدہ کے تحت حکومت کے قوانین پر عمل درآمد کرنے کے پابند ہیں؛ البتہ حکومت کو چاہئے کہ اس کا متبادل بھی پیش کرے۔

اگر حکومت کی طرف سے اس طرح کا کوئی قانون نہ ہو تو بھی زیادہ دھویں والے وسائل کے استعمال کرنے سے ایسے لوگوں کے لئے بچنا ضروری ہے، جو کم یا غیر دھواں والے وسائل کے خریدنے پر قادر ہوں، ہاں جو اس پر قادر نہ ہوں تو ان کے لئے لازم نہیں ہوگا؛ کیونکہ اس سے وہ حرج اور تنگی میں مبتلا ہوجائیں گے۔

۳۔ روشنی کے حصول کے لئے بھی ان ذرائع کو استعمال کرنا ان لوگوں کے لئے واجب ہے جو اس کی استطاعت رکھتے ہیں، اور جو لوگ اس کی استطاعت نہیں رکھتے ہیں ان کے لئے واجب نہیں ہوگا؛ کیونکہ اس سے لوگ حرج میں مبتلا ہوں گے۔

۴۔ گو کہ شمسی توانائی کے حصول کے لئے یکبارگی خطیر رقم لگتی ہے، مگر چونکہ شمسی توانائی کے استعمال سے ماحول آلودہ نہیں ہوتا ہے، بجلی کی بچت بھی

ہے، بجلی بل سے چھٹکارہ ملتا ہے؛ اس لئے صاحب استطاعت لوگوں کے لئے مستحب ہے کہ مساجد و مدارس اور دیگر اداروں کے لئے شمسی توانائی کا استعمال کروانے پر تعاون کریں۔

۵۔ حکومت کی طرف سے فضائی آلودگی کے خلاف جو بھی قوانین بنائے جاتے ہیں، وہ مناسب ہیں اور ان پر عمل کرنا اس ملک کے ہر باشندہ پر ضروری ہے؛ کیونکہ یہ قوانین خود ان ہی کی بھلائی کی خاطر بنائے جاتے ہیں، ایسے قوانین کی خلاف ورزی شرعی طور پر درست نہیں۔

۶۔ اگر لحمی جانوروں کے ناقابل انتفاع اجزاء یا مردہ جانوروں کو یوں ہی کھلے عام چھوڑ دیا جائے تو یقینی طور پر ماحول آلودہ ہو جائے گا، فضا بھی تعفن سے بدبودار ہو جائے گی، انسانوں بلکہ دیگر جانوروں کا بھی جینا مشکل ہو جائے گا، حالانکہ از روئے شرع صفائی اسلام کی اہم تعلیمات میں سے ہے، نظافت نصف ایمان ہے، پاک وصاف رہنا اللہ کو پسند ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''إن الله طيب يحب الطيب، نظيف يحب النظافة، كريم يحب الكرم، جواد يحب الجود، فنظّفوا'' (سنن الترمذی: ۲۷۹۹) اس لئے لوگوں پر لازم ہے کہ ایسے اجزاء کو زمین میں دفن کر دیں؛ کیونکہ قدرت نے مٹی کے اندر یہ صفت رکھی ہے کہ وہ گوشت پوست حتی کہ ہڈیوں کو بھی بہت جلد ہضم کر جاتی ہے، اسی وجہ سے شریعت میں مردوں کو دفن کر دینے کا حکم ہے۔

اس سلسلے میں حکومت کو چاہئے کہ وہ بھی اپنی عوام کا تعاون کریں، خاص طور پر عید الاضحیٰ کے موقع پر کثیر تعداد میں جانور ذبح ہوتے ہیں، تو ان کے ناقابل انتفاع اجزاء بھی بہت زیادہ ہوتے ہیں، اس لئے اگر حکومت تعاون کرے گی، تو عوام کو اور خاص طور پر مسلمانوں کو اپنے ماحول سے ان اجزاء کو فوراً اٹھانے میں اور فوراً دفن کر دینے میں سہولت ہوگی۔

اس کی شکل یہ ہو سکتی ہے کہ حکومت کی طرف سے خاص اسی کام کے لئے گلی کوچوں میں کوڑے دان ہوں، پھر ان کوڑے دانوں سے ان اجزاء کو ہٹانے کے لئے گاڑیوں کا انتظام ہو، جو فوری طور پر ویرانوں میں لے جا کر پہلے سے کھودے ہوئے بڑے بڑے حوض وغیرہ میں دفن کر دیں، اس سلسلے میں صرف آرڈر دینے سے بھی خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوگا، بلکہ حکومت اپنی نگرانی میں یہ کام کروائے، مسلم تنظیموں، مساجد کی ٹرسٹیوں، اور دیگر رفاہی اداروں کو بھی چاہئے کہ اعزازی طور پر یہ خدمات انجام دیں، مسلمانوں کو بھی چاہئے کہ اس سلسلے میں حکومت اور رضا کار تنظیموں کا تعاون کریں، گاؤں دیہاتوں میں جہاں یہ سہولیات بہم نہیں پہنچائی جا سکتی ہے، وہاں کے رہنے والوں کو چاہئے کہ خود ہی یہ کام انجام دے دیں۔

۷۔ پلاسٹک کی تھیلی، چائے کا کپ، پانی کی بوتل وغیرہ کا استعمال بہت ہی بڑھ گیا ہے، چونکہ یہ چیزیں نہایت ہی ردی اور خراب پلاسٹک سے بنائی جاتی ہیں، اسی وجہ سے نسبتاً اس کی قیمت بھی بہت کم ہوتی ہے، جب گرم چیزیں ان میں ڈالی جاتی ہیں تو یہ اپنی اصلی ماہیت میں آجاتی ہیں اور اس سے کینسر کا بھی خطرہ پیدا ہو جاتا ہے، دوسری طرف یہ چیزیں تحلیل بھی نہیں ہوتی ہیں، ان کو تحلیل کرنے کی صرف ایک ہی شکل ہے کہ ان کو جلا دیا جائے، اور جلانے کی صورت میں نہایت ہی بدبودار دھواں پیدا ہوتا ہے، جس سے فضا آلودہ ہو جاتی ہے اور سانس کی بیماریاں پھیلنے لگتی ہیں، اس سلسلے میں حکومت کو چاہئے کہ ان چیزوں پر پابندی عائد کر دے، تاہم اگر حکومت اپنی ذمہ داری نبھانے میں کوتاہی کرتی ہے تو مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہئے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ پلاسٹک سے بنی ایسی اشیاء جن کو استعمال کر کے پھینکنا پڑتا ہو جیسے چائے کا کپ، پانی کی بوتل، سامان ڈھونے کی تھیلی وغیرہ، ان کا استعمال نہ کریں، البتہ ایسی اشیاء جن کو استعمال کر کے پھینکنے کی نوبت بہت کم آتی ہو جیسے قلم، رسی، پلاسٹک کے برتن وغیرہ تو ان کو استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

۸۔ بیڑی وسگریٹ نوشی وغیرہ سے انسانی جان کی ہلاکت کا خطرہ ہے، کینسر، پھیپھڑوں کی بیماریاں عموماً اسی سے پیدا ہوتی ہیں، چونکہ اس سے نکلنے والا دھواں ماحول کو بھی آلودہ کرتا ہے، جس سے نہ صرف یہ کہ پینے والوں کو نقصان پہنچتا ہے بلکہ نہ پینے والوں کو بھی اس کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے، اس لئے حکومتی سطح پر پابندی عائد کرنے کی درخواست کی جانی چاہئے، جہاں تک رہی بات شریعت میں اس کے حکم کی تو وہ شریعت نے پہلے ہی سے مکروہ تحریمی قرار دیا ہے۔

حکومت کی طرف سے جن علاقوں میں سگریٹ نوشی کی ممانعت ہے ان میں اس وجہ سے بھی سگریٹ نوشی ممنوع قرار پائے گی کہ حکومت کے قوانین پر عمل کرنا ضروری ہے۔

۹۔ حدیث میں کھلے عام جنگلوں میں قضائے حاجت کرنے کا ثبوت ملتا ہے، مگر چونکہ اس وقت آبادی کم تھی اور بیابان زیادہ تھا، اس لئے لوگ آبادی سے کافی دور بیابانوں میں جا کر قضائے حاجت کیا کرتے تھے، حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لئے بہت دور نکل جایا کرتے تھے ''عن المغيرة بن شعبة: أن النبي ﷺ كان إذا ذهب المذهب أبعد'' (ابوداؤد)

دوسری حدیث میں ہے کہ اتنی دور جاتے کہ لوگ دیکھ نہ سکیں۔'

'عن جابر بن عبدالله، أن النبي ﷺ كان إذا أراد البراز انطلق، حتى لا يراه أحد'' (ابوداؤد) م

حدثین نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ غایت درجہ شرم وحیا کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کرتے تھے، دوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ آبادی میں اگر کھلے عام قضاء حاجت کیا جائے تو اس سے ماحول پراگندہ ہوگا، طرح طرح کی بیماریاں پیدا ہوں گی، اس لئے آبادی سے ہٹ کر بیابانوں کا رخ کرتے تھے، بہر حال گاؤں دیہاتوں میں ایسا ممکن ہے، اس سے ماحول آلودہ نہ ہوگا، مگر آبادی کے اندر کھلے عام قضاء حاجت کرنا جائز نہیں، یہ حیا اور ستر دونوں کے خلاف ہے، نیز یہ ماحول کو پراگندہ کرنے اور طرح طرح کی بیماریاں پھیلنے کا سبب بھی ہے، مگر افسوس کہ اس کے باوجود بعض بے حیا لوگ جہاں چاہتے ہیں اپنی ضرورت پوری کر لیتے ہیں، خاص طور پر ریلوے اسٹیشنوں، ریلوے پٹریوں، بس اسٹینڈ وغیرہ پر، ایک رپورٹ کے مطابق ہندوستان میں پانچ سو ملین لوگ بیت الخلاء سے محروم ہیں، اس لئے اس طرف حکومت کو بھی متوجہ ہونا چاہئے اور لوگوں کے لئے بیت الخلاء کا انتظام کرانا چاہئے۔

قضاء حاجت کی یہ شکل کہ فضلہ کھلے نالیوں میں بہنے لگے، ممنوع ہے؛ کیونکہ اس سے بھی وہی سارے خطرات پیدا ہوں گے جو کھلے عام قضاء حاجت کرنے کی صورت میں ہوتے ہیں؛ البتہ گندے پانیوں کو نالیوں میں بہانے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ کیونکہ نالیاں گندے پانیوں کی نکاسی ہی کے لئے بنائی جاتی ہیں۔

۱۰۔ تھوک، پان اور گٹکھا وغیرہ میں بھی چونکہ جراثیم ہوتے ہیں، اس سے ماحول بھی پراگندہ ہوتا ہے اور بیماریاں بھی پھیلتی ہیں، اس لئے کھلے عام تھوکنا مناسب نہیں ہے، اس سلسلے میں حکومت کی طرف سے جاری ہدایات پر عمل درآمد کرنا ضروری ہے۔

۱۱۔ آج کل مشین خواہ وہ کسی بھی شکل میں انسان کی ضرورت بن گئی ہے، خاص طور پر کمپیوٹر، فریج، ایئر کنڈیشن وغیرہ ہر گھر کا حصہ بن گئے ہیں، ان سے نکلنے والی شعائیں انسان کے لئے نقصان دہ ثابت ہورہی ہیں، اس لئے ضرورت سے زیادہ ان چیزوں کا استعمال کرنا ممنوع ہے، اس کی ممانعت خود نص سے ثابت ہے، قرآن کریم میں ہے:

"إن المبذرين كانوا إخوان الشياطين وكان الشيطان لربه كفورا" (سورۂ اسراء: ۷)۔ ف

فضول خرچی کرنے والا شیطان کا بھائی ہے، ظاہر بات ہے کہ مشینوں کو استعمال کرنے کی صورت میں بجلی اور پیسے بھی خرچ ہوتے ہیں؛ اس لئے ضرورت سے زیادہ ان کا استعمال کرنا صحیح نہیں ہے۔

۱۲۔ ماحول کو تحفظ فراہم کرنے کی خاطر ایک تجویز یہ بھی ہے کہ درخت اور پودے کثرت سے لگائے جائیں، تا کہ ماحول کی حفاظت میں یہ اہم کردار ادا کر سکیں اور حدیث کے مطابق ثواب بھی حاصل ہوتا ہے۔

☆☆☆

فضائی اور صوتی آلودگی سے متعلق مسائل واحکام

مولانا محمد ابوبکر قاسمی [1]

مذہب اسلام اللہ رب العزت کا پسندیدہ دین ہے، اللہ تعالی نے اپنے پسندیدہ دین کے ذریعہ اپنے بندوں کے لئے پاکیزگی ونظافت اور صفائی وطہارت کی تعلیم دی ہے، اچھی باتوں اور اچھے کاموں کے ذریعہ اپنے اقوال وافعال کو پاکیزہ اور صالح وطیب رکھنے کا حکم دیا ہے، سورۂ فاطر میں ارشاد ربانی ہے: "إليه يصعد الكلم الطيب والعمل الصالح يرفعه" (سورۂ فاطر: ۱۰)، پاکیزہ باتیں اسی تک پہنچتی ہیں اور نیک عمل اسے اللہ تک پہنچاتا ہے، اسی طرح اللہ تعالی نے مومن کو پاکیزہ چیزیں کھا کر نیک وصالح عمل کرنے کی تاکید فرمائی ہے، یہی حکم اللہ تعالی نے اپنے رسولوں کو بھی دیا ہے، اور خود اللہ رب العزت بھی حدیث نبوی کی صراحت کے مطابق طیب ونظیف ہے، اور پاکیزگی ونظافت کو پسند کرتا ہے اور پاکیزہ چیزیں ہی اللہ رب العزت کے یہاں مقبول ہیں، چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ کی سند سے یہ حدیث نبوی مروی ہے:

"إن الله طيب لا يقبل إلا طيبا وإن الله أمر المؤمنين لما أمر به المرسلين فقال تعالى: يا أيها الرسل كلوا من الطيبات واعملوا صالحا. وقال تعالى: يا أيها الذين آمنوا كلوا من طيبات ما رزقناكم" (صحيح مسلم، كتاب الزكوة ۱/ ۳۲۶، بحواله مشكوة ۱/ ۲۴۱)، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو یہ نصیحت فرمائی تھی: "أطب مطعمك يستجاب لك" (طبرانی) (اپنی روزی اور خوراک کو پاکیزہ رکھو مستجاب الدعوات بن جاؤ گے)۔

اور قرآن کریم نے پاکیزگی کو کامیابی کا ایک اہم ذریعہ قرار دیا ہے: "قد أفلح من تزكى" (جو پاکیزہ بنا وہ کامیاب ہے)، اپنے قلب ونظر اور نفس کو انسان پاکیزہ بنائے یہ تو ہر انسان پر فرض ہے، چنانچہ بعثت نبوی کا ایک اہم مقصد تزکیہ نفس کو قرار دیا گیا ہے، اور سورہ شمس میں اللہ تعالی نے سات چیزوں کی قسم کھا کر نفس کے تزکیہ اور عدم تزکیہ پر کامیابی وناکامیابی کو منحصر رکھا ہے، اسی طرح حدیث میں عام مساجد کی تنظیف وتطہیر کا بھی تاکیدی حکم دیا گیا ہے، بدبودار اشیاء، شراب وناپاک اشیاء کھا کر مسجد میں آنے اور حالت نشہ میں نماز جیسی عظیم عبادات کی ادائیگی سے منع کیا گیا ہے: "لا تقربوا الصلوة وأنتم سكارى" (سورۂ نساء: ۴۳)۔

"وعن جابر قال: قال رسول الله ﷺ: من أكل من هذه الشجرة المنتنة فلا يقربن مسجدنا فإن الملائكة تتأذى مما يتأذى منه الإنس. متفق عليه" (مشکوۃ ۱/ ۶۸) (حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: مجھ پر میری امت کے اچھے برے اعمال پیش کئے گئے، تو میں نے اپنی امت کے اچھے اعمال میں راستہ سے تکلیف دہ چیزوں کے ہٹائے جانے کو اور برے اعمال میں مسجد میں تھوکنے کو دیکھا جسے دفن نہ کیا گیا ہو)، "عن أبي ذر قال: قال رسول الله ﷺ: عرضت علي أعمال أمتي حسنها وسيئها فوجدت في محاسن أعمالها الأذى يماط عن الطريق ووجدت في مساوي أعمالها النخاعة تكون في المسجد لا تدفن" (رواه مسلم ۱/ ۲۰۷، مشكوة ۱/ ۶۹)۔ نیز حضرت ابوہریرہؓ کی جس حدیث میں ایمان کی شاخوں کا بیان ہے اس میں ایمان کی سب سے کمتر شاخ یہ ہے کہ انسان راستہ سے تکلیف دہ چیز کو دور کردے، "أدناها إماطة الأذى عن الطريق"۔

امام دارمی نے اپنی سنن کے باب البلاغ عن رسول اللہ ﷺ وتعلیم السنن میں حضرت ابوموسی اشعریؓ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ حضرت عمرؓ

---

[1] مفتی مدرسہ اسلامیہ، شکرپور بھرواره، دربھنگہ بہار۔

نے مجھے تمہارے پاس اس لئے بھیجا ہے تاکہ میں تم لوگوں کو قرآن وسنت کی تعلیم دوں اور تمہارے راستے کو صاف کردوں (سنن دارمی حدیث ۵۷۸، باب ۴۶ مقدمہ)۔

''عن أبي موسى أنه قال حين قدم البصرة بعثني إليكم عمر بن الخطاب أعلمكم كتاب ربكم وسنتكم وأنظف طرقكم''، اسی طرح خداوند قدوس کا فرمان ہے: "وثيابك فطهر" (اپنے کپڑوں کو پاکیزہ رکھو)۔

امام ترمذیؒ نے اپنی جامع میں یہ حدیث نقل کی ہے: "نظفوا أفنيتكم" (اپنے گھر کے صحنوں کو صاف ستھرا رکھو)۔

قرآن وسنت کی مندرجہ تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو اپنے قلب، نظر، بدن، کپڑا، گھر، صحن، راستہ، مسجد، عبادت خانہ و دیگر گردوپیش کی تمام اشیاء یہاں تک کہ راستوں کو صاف ستھرا رکھنے کی تاکید اور راستہ پر پیشاب پاخانہ کرنے، پانی میں پیشاب کرنے سے منع کیا گیا ہے، لہذا مذکورہ تفصیل کی روشنی میں جواب درج ذیل ہے:

۱۔ آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کے استعمال کا شرعی حکم:

انسان فطرۃً اور خلقۃً کمزور واقع ہوا ہے، اپنے کھانے کی اشیاء کو قابل ہضم بنانے کی غرض سے بعض چیزوں کو پکا کر کھانے کا محتاج ہوتا ہے، کبھی بدبو کے ازالہ کے لئے بھی بعض چیزوں کا پکانا مشروع ہے، اب کس چیز سے اپنے کھانے کی اشیاء کو گرم کرے یا پکائے، قرآن وسنت میں اس کی صراحت نہیں ہے، لہذا جو چیز اس سلسلہ میں معاون بنے اور وقت پر مہیا ہو شرعاً اس کا استعمال مشروع ہوگا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مہمان فرشتوں کے سامنے "عجل حنيذ" بھنا ہوا بچھڑا پیش کیا تھا، اس دور میں ایندھن کے طور پر لکڑی اور گوبر وغیرہ ہی کا استعمال ہوتا رہا ہوگا، کوئلہ، بجلی اور گیس کی سہولت اس دور میں نہ رہی ہوگی، لہذا دور حاضر میں جو سہولت ہو اس سے فائدہ اٹھایا جائے، اور ان کے علاوہ ایندھن کی سابقہ اشیاء لکڑی، گوبر کے ایندھن کے استعمال سے عام حالات میں منع نہ کیا جائے، فضائی آلودگی سے تحفظ کا خیال ضرور رکھا جائے، لیکن اس سے زیادہ اہم کام یہ ہے کہ گندے اور گناہ کے کاموں سے سب سے پہلے خود بھی بچے اور ماحول کو بھی بچائے، کیونکہ قلب وبدن کو گندگیوں اور گناہوں سے بچانا فضا کو دھوئیں سے بچانے سے زیادہ اہم ہے، میرے خیال میں سوالنامہ کا یہ جز تعمق اور غلو پر مبنی ہے۔

۲۔ گاڑی میں آلودگی پیدا کرنیوالے ایندھن کا استعمال:

کھانا پکانا چونکہ انسانی ضرورت کا حصہ ہے اس لئے وہاں الضرورات تبيح المحظورات کے قاعدہ پر عمل کرتے ہوئے اس کے لئے عام ایندھن کے استعمال کا عام حکم ہوگا، رہا گاڑی چلانے میں آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال تو چونکہ گاڑی کا تعلق سہولت سے ہے، اس لئے اگر سرکار نے شہری ایریا میں آلودگی پیدا کرنے والی اشیاء کے استعمال سے منع کر دیا ہو تو وہاں سرکار کے قانون پر عمل کرنا واجب ہوگا، اور اگر سرکار نے منع نہ کیا ہو تب بھی ڈیزل پٹرول کے مقابلہ میں گیس کا استعمال سستا بھی ہے اور کم آلودگی والا بھی ہے، لہذا جہاں گیس دستیاب ہو وہاں گیس ہی کا استعمال کیا جائے، البتہ ضرورت کے وقت جو میسر ہو اس کا استعمال کیا جائے، "يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر" (سورۂ بقرہ: ۱۸۵)

، حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: "خير الناس من ينفع الناس"، اسی طرح ایک دوسری حدیث میں: "لا ضرر ولا ضرار" (ابن ماجہ)۔

لہذا اگر کوئی شخص حکومت کی طرف سے ہدایت نہ ہونے کے باوجود لوگوں کو ضرر سے بچائے اور ماحول کو پاک وصاف رکھنے کی خاطر کم آلودگی والا ایندھن گاڑی میں استعمال کرے تو شرعاً اس کا یہ عمل پسندیدہ ہوگا، اور عام حالات میں ایسے انسان کو بہتر انسان کہا جائے گا۔

۳۔ روشنی کے حصول کے لئے جنریٹر میں کم دھواں والے ایندھن کا استعمال:

بجلی نہ ہونے کی صورت میں روشنی کے لئے جنریٹر میں اگر حکومت کی طرف سے کم دھواں والے ایندھن استعمال کرنے کا تاکیدی حکم ہو تب تو اسی پر عمل کرنا واجب ہوگا، اور اگر حکومت کی طرف سے کوئی پابندی نہ ہو تو پھر حسب سہولت عمل کا اختیار ہوگا؛ تاہم اگر ماحول کو آلودگی سے بچانے کی

خاطر اگر کوئی شخص کم دھواں پیدا کرنے والا ایندھن استعمال کرے تو وہ لائق تعریف و تحسین ہوگا۔

''قال النبی ﷺ: ارحموا من فی الأرض یرحمکم من فی السماء'' (ابوداؤد)۔

۴۔ایندھن کے حصول کے لئے شمسی توانائی کا استعمال:

روشنی کے حصول کے لئے یا دوسری اغراض کے لئے اگر شمسی توانائی کا استعمال کسی شخص یا ادارہ کے لئے ممکن ہو تو صاحب استطاعت افراد و اشخاص، اسی طرح مساجد و مدارس یا دیگر اداروں میں مطلوبہ ضروریات کی تکمیل شمسی توانائی کا استعمال کر کے کی جاسکتی ہے، اور آلودگی سے محفوظ ہونے کے سبب شرعاً اس قدرتی توانائی کا استعمال یقیناً ایک مستحسن عمل ہوگا،

"قال اللہ تعالی: خلق لکم ما فی الأرض جمیعا" (سورۂ بقرہ:۲۹)، "وسخر الشمس والقمر" (الرعد:۲)۔

۵۔فضائی آلودگی سے بچاؤ کی خاطر کارخانوں کا آبادی سے باہر ہونا:

صنعتی ترقی کے اس دور میں کارخانوں کی کثرت کے سبب ایندھن کے استعمال سے جو فضائی آلودگی بڑھ گئی ہے جس سے بچاؤ کے لئے حکومت کا کارخانوں کے آبادی سے باہر ہونے وغیرہ سے متعلق قانون بنانا یقیناً مستحسن عمل ہے، جس کی خلاف ورزی سب کے لئے مضر ہے، حدیث میں ہے:

''من یعصی الأمیر فقد عصانی'' (بخاری:۲۹۵۷)۔

۶۔جانوروں کے فاضل اجزاء سے متعلق عوام اور حکومت کی ذمہ داری:

انسان ہو یا جانور اس کے جسم کے فضلات اور ذبح شدہ جانور کے فاضل اجزاء سے یقیناً تعفن پیدا ہو کر فضائی آلودگی پیدا ہوتی ہے، جس سے بچاؤ کے لئے عوام اور حکومت دونوں کی ذمہ داری ہے کہ جانوروں کے پالنے یا ذبح کرنے کا عمل شہری آبادی سے ہٹ کر انجام دینے کی عوام کوشش کرے، اور حکومت اس کے لئے قریب مناسب جگہ فراہم کرنے میں عوام کی مدد کرے، رہا قربانی کا عمل تو یہ سال کے صرف چند دنوں میں انجام پاتا ہے، دوسرے خداوند قدوس کی طرف سے تاکیدی حکم ہے، اس لئے اس کی انجام دہی ہر صاحب استطاعت شخص اپنے گھر میں جانور رکھ کر انجام دے سکتا ہے، اس کے لئے نہ حکومت کو کوئی قانون بنانے کی ضرورت ہے اور نہ ہی عوام کے پریشان ہونے کا کوئی مسئلہ ہے، البتہ بعض شرپسند عناصر حکم خداوندی سے بغاوت کر کے اور گمراہ قسم کے لوگوں کا سہارا لے کر عوام میں فتنہ فساد اور فرقہ وارانہ اختلاف پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جن کو کنٹرول کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے، لیکن اگر خود کوئی حکومت اس میں ملوث ہو جائے، تو پھر عوام کو چوکنا رہنے کی ضرورت ہے۔

"قال اللہ تعالی: ولکل أمۃ جعلنا منسکا لیذکروا اسم اللہ علی ما رزقھم من بھیمۃ الأنعام" (سورۂ حج:۳۴)۔

''وفی آیۃ أخری: لکل أمۃ جعلنا منسکا ھم ناسکوہ" (سورۂ حج:۶۷)۔

۷۔سامان کی پیکنگ کے لئے پلاسٹک کا استعمال:

سامان کی پیکنگ کے لئے کاغذ کے بجائے پلاسٹک کا استعمال سستا بھی اور سہل بھی ہے لہذا اس کے استعمال سے روکنا تو مناسب نہیں ہے، البتہ اس کے استعمال کے بعد جہاں تہاں پھینکنا ہرگز موزون نہیں ہے بلکہ کوڑا دان میں پھینکا جائے، تاکہ ماحول صاف ستھرا رہے، اور راہ گیروں کو بھی اس سے کوئی اذیت و تکلیف نہ ہو، ''عن أبی ھریرۃ قال: قال النبی ﷺ: المومن من أمنہ الناس علی دمائھم وأموالھم'' (رواہ الترمذی والنسائی، مشکوۃ ۱/۱۵)۔

۸۔بیڑی سگریٹ کے پینے اور اس کے مضر دھوئیں کا حکم:

بیڑی سگریٹ کے پینے کو ماہرین نے انسانی صحت کے لئے مضر اور مہلک و جان لیوا تسلیم کیا ہے، نیز اس کا دھواں بھی مسموم اور ضرر رساں ہوتا ہے، لہذا اس قسم کی اشیاء کے پینے سے ہر سلیم الفطرت انسان کو بچنا چاہئے، خواہ اس سے ممانعت کا کسی جگہ قانون ہو یا نہ ہو بلکہ دوسروں کو بھی اس قسم کی ضرر رساں چیزوں کے استعمال سے منع کرنا چاہئے؛ کیونکہ اس امت کو خیر امت کا لقب أمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سبب دیا گیا ہے، جیسا کہ

ارشاد ربانی ہے: "کنتم خیر أمة أخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر" (آل عمران: ۱۱۰)۔

۹۔ سڑکوں پر پیشاب پاخانہ کرنا یا گندا پانی بہانا:

سڑکوں پر پیشاب پاخانہ کرنا یا گندا پانی بہانا، اسی طرح گندی چیزوں کا ڈالنا جس سے راہ گیروں کو تکلیف ہو سراسر ناجائز ہے، بلکہ حدیث نبوی کے مطابق ایمان کا سب سے ادنی درجہ یہ ہے کہ راستہ سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹا دیا جائے۔

''عن أبي هريرةؓ قال: قال رسول الله ﷺ: الإيمان بضع وسبعون شعبة فأفضلها قول لا إله إلا الله وأدناها إماطة الأذى عن الطريق والحياء شعبة من الايمان متفق عليه'' (مشکوۃ ۱/ ۱۲)۔

''وعن ابي هريرةؓ قال: قال رسول الله ﷺ: اتقوا اللاعنين قالوا: وما اللاعنان يا رسول الله؟ قال: الذى يتخلى فى طريق الناس أوفى ظلهم'' (رواه مسلم، مشكوة ۱/ ۴۲)۔

مندرجہ احادیث نبویہ کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سڑکوں پر مذکورہ امور کا کرنا شرعاً گناہ کبیرہ میں شامل ہے، جس کے مرتکب پر حدیث نبوی میں لعنت کی وعید وارد ہے۔

۱۰۔ سڑکوں یا عوامی مقامات پر کچھ کھا کر تھوکنے کا حکم:

سڑکوں یا عوامی مقامات پر کچھ کھا کر تھوک دینا اور گذرنے والوں کو تکلیف پہنچانا سراسر ناجائز عمل ہے، خصوصاً جہاں قانوناً بھی ممانعت ہو، تمام لوگوں کو چاہئے کہ حکومت اور اس کے متعلقہ اداروں کی ہدایت پر عمل کریں، سڑکوں، سیڑھیوں، دیواروں پر تھوکنے سے ہر ممکن بچنے کی سعی وکوشش کریں، کسی کو خواہ مخواہ ایذا پہنچانا تو یوں بھی ناجائز ہے، خصوصاً ایذائے مسلم تو اور زیادہ موجب گناہ ہے:

"قال الله تعالى: إن الذين يؤذون المؤمنين والمؤمنات بغير ما اكتسبوا فقد احتملوا بهتانا وإثما مبينا" (سورۂ احزاب: ۵۸)۔

۱۱۔ نئی مشینی ایجادات کے مفید ومضر اثرات:

جہاں بعض مشینی ایجادات سے لوگوں کو بہت سی سہولیات حاصل ہوئی ہیں جیسے فریج، واشنگ مشین، ایئر کنڈیشن اور موبائل وغیرہ، وہیں بعض چیزوں کے غلط استعمال نے انسان کو ناکارہ، آوارہ اور بے حیا بنا کر رکھ دیا ہے، جیسے ٹی وی اور فلم والے موبائل، لہٰذا کسی چیز کا استعمال جائز حدود میں رہ کر کرنا تو یقیناً درست ہوگا، لیکن حدود سے تجاوز کر کے کسی چیز کا استعمال کرنا شرعاً ناجائز ہوگا، حدیث نبوی ہے:

''من حسن إسلام المرء تركه ما لا يعنيه'' (رواه الترمذي، كتاب الزهد ۲/ ۵۵)۔

"قال الله تعالى: ومن يتعد حدود الله فقد ظلم نفسه" (سورۂ طلاق: ۱)۔

۱۲۔ بلاضرورت جنگلات کو کاٹنا یا کھیتوں کو پلاٹس بنا کر آبادی بسانا:

الف۔ بلاضرورت جنگلات کو کاٹنا تو شرعاً درست نہیں ہے، البتہ کھیتوں کو پلاٹس بنا کر لوگوں کو بسانا اور ان کے لئے رہائش کے قابل زمین فراہم کرنا شرعاً جائز ہے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے: "الله الذى جعل لكم الأرض قرارا" (فاطر: ۶۴)۔ "والله جعل لكم الأرض بساطا" (نوح: ۱۹)۔ "الذى جعل لكم الأرض فراشا" (بقرہ: ۲۲)۔ مندرجہ آیات کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی نے زمین کو انسانوں کی رہائش کے لئے بھی بنایا ہے، لہٰذا رہائش کے لئے پلاٹس تیار کر کے زمین کا فروخت کرنا بلاشبہ درست ہے، رہا ضرورت پڑنے پر درختوں کا کاٹنا بھی درست ہے؛ کیونکہ زمین کی ساری چیزوں کو اللہ تعالی نے انسانوں کے مختلف قسم کے فائدوں کے لئے پیدا فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: "خلق لكم ما فى الأرض جميعا" (سورۂ بقرہ: ۲۹)۔

اس لئے انسان اپنے فائدہ کی ضرورت سے درخت اور پیڑ پودے کو کاٹ سکتا ہے۔

ب۔ اسلام میں کاشت کاری کرنے اور درخت لگانے کی اہمیت:

کاشت کاری رزق حلال کے حصول کا اہم ذریعہ ہے، اور شجر کاری بھی زندگی کی بہت سی ضروریات کے مہیا کرانے میں اہم معاون ہے، اس لئے مذہب اسلام میں شجر کاری اور کاشت کاری کو بہت اہمیت حاصل ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے کاشت کاری کے فعل کو اپنی طرف منسوب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "أفرأيتم ما تحرثون، أأنتم تزرعونه أم نحن الزارعون" (سورۂ واقعہ: ۶۳،۶۴)، (اے لوگو! بتاؤ تم جو کھیتی کرتے ہو کیا تم کھیتی کو اگاتے ہو یا ہم اگاتے ہیں)۔

مطلب یہ ہے کہ انسان کھیت میں زمین کو کھود کر جو غلہ بوتا ہے اللہ اس کو بار آور بناتا ہے، اور اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ انسانوں کے لئے روزی مہیا کرتا ہے، لہٰذا انسان پر لازم ہے کہ اس کا شکر ادا کرتے ہوئے کھیتی سے جو پیداوار حاصل ہو اس سے خود بھی فائدہ اٹھائے اور اللہ تعالیٰ کے محتاج بندوں پر بھی خرچ کرے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے: "كلوا من ثمره إذا أثمر وآتوا حقه يوم حصاده" (انعام: ۱۴۱)، کھیتی میں جب پیداوار ہو تو اس کا پھل کھاؤ اور کھیتی کٹنے کے دن ہی اس میں جو واجبی حق (عشر، نصف عشر) ہوتا ہے اسے ادا کردو)۔ اسی طرح فرمان خداوندی ہے:

"أنفقوا من طيبات ما كسبتم ومما أخرجنا لكم من الأرض" (بقرہ: ۲۶۷)۔

کاشت کاری اور شجر کاری کے تعلق سے حضرت انس بن مالک کی سند سے امام بخاریؒ نے حضور ﷺ کا یہ جامع ارشاد نقل کیا ہے:

"ما من مسلم يغرس غرسا أو يزرع زرعا فيأكل عنه طير أو إنسان أو بهيمة إلا كان له به صدقة" (بخاری: ۲۳۲۰)

ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں: "ما من مسلم غرس غرسا فأكل منه إنسان أو دابة إلا كان له صدقة" (بخاری، کتاب الادب: ۶۰۱۲)، مذکورہ ارشادات نبوی کا ماحصل یہ ہے کہ جو مسلمان کوئی پودا لگاتا ہے یا کھیتی کرتا ہے جس سے کوئی انسان یا پرندہ یا چوپایہ کھاتا اور فائدہ اٹھاتا ہے تو لگانے والے کو صدقہ وخیرات کا ثواب ملتا ہے،

"وعن جابر: ما من مسلم يغرس غرسا إلا كان ما أكل منه له صدقة" (رواه مسلم ۲/ ۱۵)۔

الغرض کاشت کاری اور شجر کاری سے انسان کو جہاں رزق حلال حاصل ہوتا ہے وہیں اور بھی بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں، نیز شجر کاری سے ماحول بھی صاف ستھرا اور پرلطف اور متوازن ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی ہر جاندار مخلوق کو اس سے فائدہ پہنچتا ہے، اور اس طرح انسان غیر شعوری طور سے صدقہ وخیرات کا ثواب قیامت تک پاتا رہتا ہے، واللہ اعلم۔

صوتی آلودگی سے متعلق مسائل واحکام:

عام حالات میں انسان سکون وسکوت کو پسند کرتا ہے، حدیث نبوی ﷺ میں سکوت کو ذریعہ نجات کہا گیا ہے: "من صمت نجا" (ترمذی: ۵)، ہاں جہاں بولنے کی ضرورت ہو اور دوسرے تک کوئی پیغام پہنچانا ہو، تو دعوت بالجہر بھی شرعاً جائز ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کا یہ جملہ نقل کیا ہے: "ثم إني دعوتهم جهارا" (نوح: ۸)، ہاں بری بات کا اظہار شرعاً ناپسندیدہ ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: "لا يحب الله الجهر بالسوء من القول إلا من ظلم" (نساء: ۱۴۸)، البتہ مظلوم شخص اپنی بات بلند آواز سے بیان کرسکتا ہے، حدیث پاک میں مسلمانوں کو ہدایت ہے کہ اگر بولے تو اچھی بات بولے ورنہ خاموش رہے، "من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليقل خيرا أو ليصمت" (رواه البخاری: ۶۰۱۸، ۶۰۱۹، ۶۱۳۵، ۶۱۳۶)، سورہ لقمان میں اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمان علیہ السلام کو اپنے بیٹے کو نصیحت کرنے کے ذیل میں ان کا یہ جملہ نقل کیا ہے:

"واقصد في مشيك واغضض من صوتك إن أنكر الأصوات لصوت الحمير" (سورۂ لقمان: ۱۹)

اس ارشاد ربانی سے معلوم ہوا کہ عام حالات میں پست آواز سے ہی بات چیت کرنا شرعاً مطلوب ہے، اس کے برعکس اگر کسی کے زور سے بولنے سے ایذا رسانی کا خطرہ ہو تو شرعاً ایسے وقت میں زور سے بولنا ناپسندیدہ ہے بلکہ نبی کے سامنے رفع صوت کو حبط اعمال کا قرآن نے موجب قرار دیا ہے جیسا کہ خداوند قدوس کا فرمان ہے: "لا ترفعوا أصواتكم فوق صوت النبي ولا تجهروا له بالقول كجهر بعضكم لبعض أن تحبط أعمالكم وأنتم لا تشعرون" (سورۂ حجرات: ۲)۔

سیدنا عمرؓ نے دو شخص کو بلند آواز سے مسجد نبوی میں بات کرتے ہوئے دیکھا تو سائب بن یزید کو بھیج کر ان کا نام وسکونت دریافت کیا اور فرمایا کہ اگر تم اس شہر کے ہوتے تو تمہیں سزا دیتا، تم مسجد نبوی میں بلند آواز سے بات کررہے ہو۔

''اذہب فأتنی بہذین فجئته بهما قال: من أنتما أو من أين أنتما قالا: من أهل الطائف قال: لو كنتما من أهل البلد لأوجعتكما ترفعان أصواتكما فی مسجد رسول الله ﷺ'' (بخاری :۴۷۰، کتاب الصلوۃ باب رفع الصوت فی المسجد)۔

۱۔ خلاصہ یہ ہے کہ مسجد میں یا عام جگہوں پر بلا ضرورت رفع صوت شرعاً ناپسندیدہ ہے اور تکریم انسانی کے خلاف ہے، اور تکریم انسانیت کا تقاضا ہے کہ جن مشینوں کی آواز تیز ہوتی ہے ایسی مشینیں انسانی آبادی سے باہر لگائی جائیں تاکہ عام انسانوں کی ایذا رسانی سے بچا جائے، حضور ﷺ نے ائمہ حضرات کو کمزور نمازیوں کا خیال رکھتے ہوئے تخفیف صلوۃ کا حکم دیا ہے، یہ حکم بھی کمزوروں کی ایذا رسانی سے تحفظ پر مبنی ہے۔

''عن أبی مسعود الانصاری مرفوعا يأيها الناس إنكم منفّرون فمن صلى بالناس فليخفف فإن فيهم المريض والضعيف وذا الحاجة'' (بخاری، کتاب العلم :۹۰؛ کتاب الاذان، باب ۶۳، حدیث: ۷۰۴)، ''قال الله تعالى: ولقد كرمنا بنی آدم'' (بنی اسرائیل)، ''عن أنس بن مالك يقول: ما صليت وراء الامام قط أخف صلاة ولا أتم من النبی وأن يسمع بكاء الصبی فيخفف مخافة أن تفتن أمه'' (بخاری، کتاب الاذان، باب من اخف الصلوۃ :۷۰۸ وفيه أحاديث أخر)

۲، ۳۔ نیز گاڑیوں میں ضرورت سے زیادہ تیز آواز کا ہارن لگانا اسی طرح ایمبولنس میں سائرن کی طرح کا ہارن لگا کر راہ گیروں کو دہشت میں ڈالنا بھی شرعاً ناپسندیدہ ہے، اسی طرح تقریبات کے موقع پر ڈی جے لگوا کر لوگوں کے سکون میں خلل ڈال کر پریشان کرنا اور ماحول کو خراب کرنا بھی شرعاً ممنوع وناجائز ہے، اور فرمان الٰہی "ومن الناس من یشتری لھو الحدیث" کی وعید میں داخل ہے۔

۴۔ مروجہ مشاعرہ اور ہمارے معاشرہ کے مذہبی وسیاسی جلسے:

ہمارے معاشرہ میں مشاعروں اور اصلاحی وسیاسی جلسوں کے لئے حکومت کی طرف سے جو ضابطے مقرر کئے جاتے ہیں بہتر ہے کہ ان کے مقررہ اوقات اور مقررہ ساؤنڈ سسٹم کی شرائط کا لحاظ کرکے یہ پروگرام منعقد کئے جائیں، تاکہ عام لوگوں کی صحت اور ماحولیات کا بھی تحفظ ہو، اس کے برعکس مقررہ قوانین کی خلاف ورزی کرکے چلانا شور مچانا نہ شرعاً محمود ہے اور نہ ہی عرفاً اور قانوناً ایسا کرنا کوئی پسندیدہ عمل ہے، رہا نماز کے لئے مائک سے اذان دینا اور تمام لوگوں تک نماز کے مقررہ اوقات کی اطلاع دینا تو یہ شرعاً مطلوب ہے اور چند منٹ تک نماز جیسی عظیم عبادت کے اوقات سے چند کلمات مخصوص کے ذریعہ لوگوں کو آگاہ کرنا اور تمام لوگوں کو صلاح وفلاح والے عمل سے مربوط ہونے اور اپنے عقیدہ وعمل کو درست رکھنے کی عمومی دعوت دینا ہے جس سے نہ ماحول آلودہ ہوتا ہے اور نہ ہی کسی مریض وکمزور کی صحت کے لئے کوئی مخل عمل ہے، بلکہ جمعہ کے دن نماز جمعہ کی اذان وندا کو سن کر کاروبار اور بیع وشراء کو چھوڑ کر مسجد پہنچنے اور ذکر اللہ کی طرف سعی کرنے کا قرآنی حکم ہے، لہذا اگر کوئی حکومت یا عدالت مائک سے اذان دینے پر پابندی لگاتی ہے اور اس قسم کا قانون بناتی ہے تو ایسا قانون سراسر ظلم وعدوان پر مبنی ہے، جس کو ختم کرانا تمام انسانوں کی ذمہ داری ہے، رہا ہمارے مروجہ معاشرہ میں گاڑیوں یا موبائل وغیرہ کے ذریعہ گانے بجانے کے عمل کو فروغ دینا تو یہ سراسر غلط ہے، اور قوم وملت کے نوجوان طلبہ وطالبات کو اس کا عادی بنا کر ان کی صحت سے کھلواڑ کرنا ہے، لہذا تمام حکومتوں اور عدالتوں کی ذمہ داری ہے کہ کھیل کود اور گانے بجانے کے پروگراموں کی حوصلہ افزائی کرنے کے بجائے ان کو بہ تدریج کم کرنے یا ختم کرنے کی سعی وکوشش کرے، تب ہی یہ انسانی معاشرہ چست ودرست ہوسکتا ہے، اور اگر اس کے خلاف کیا گیا تو تعلیم وصحت دونوں شعبوں میں سدھار کے بجائے بگاڑ ہی کے زیادہ امکانات ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

☆☆☆

فضائی اور صوتی آلودگی اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

مولانا محمد احسن عبدالحق ندوی، فیض آباد

تمہید:

۵/ جون کو عالمی یوم تحفظ ماحولیات منایا جاتا ہے، یہ ایک حقیقت ہے کہ تحفظ کا مسئلہ اس عہد کا نہایت اہم اور گمبھیر مسئلہ بن کر ابھرا ہے، اس وقت پوری دنیا کو اس نے اپنی جانب متوجہ کرلیا ہے، کئی عالمی کانفرنسیں اس موضوع پر ہو چکی ہیں اور اس کے لئے ممکنہ تدابیر پر نہایت سنجیدگی اور اہتمام کے ساتھ غور کیا جارہا ہے۔

یوں تو ماحول میں کثافت پیدا کرنے والی بہت سی چیزیں خود قدرت نے انسانی اور حیوانی جسم میں رکھی ہے، جیسے پیشاب، پاخانہ، مردار جسم سے پیدا ہونے والا تعفن وغیرہ، لیکن عصر حاضر کی صنعتی اور مشینی ترقیوں نے ماحولیاتی کثافت کے اسباب میں نمایاں اضافہ کردیا ہے، کارخانوں سے خارج ہونے والے فضلات، پٹرول، ڈیزل کے ایندھن، ایئر کنڈیشن اور فریج وغیرہ سے خارج ہونے والی گیس، ڈیزل، پٹرول کے دھواں پر مبنی ٹریفک کی کثرت، یہ تمام چیزیں وہ ہیں جو انسان کو راحت وسہولت کے ساتھ ساتھ غیر معمولی اور غیر محسوس فضائی اور ماحولیاتی کثافت کا تحفہ بھی دے جاتی ہیں۔

نظام قدرت میں توازن کی ایک مثال یہ ہے کہ جہاں اس نے کثافت پیدا کرنے والے قدرتی وسائل عطا کئے ہیں وہیں اس نے کثافت کو تحلیل کرنے اور انسانیت کو اس کے مضر اثرات سے محفوظ رکھنے کی غرض سے کچھ قدرتی اور فطری ذرائع بھی پیدا کئے ہیں، جیسے سمندر، کہ اس کا کھارا پانی آلودگی کو جذب کرنے کی غیر معمولی صلاحیت رکھتا ہے، اسی طرح درخت اور جنگلات، یہ جہاں انسان کو صاف شفاف ہوا فراہم کرتے ہیں وہیں فضا میں پھیلی ہوئی آلودگی کو جذب کرنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں، خود وہ مٹی جس میں ہم رہتے بستے ہیں اور جس کی پشت پر ہزاروں سال سے کتنی ہی مخلوق آباد رہی ہے، وہ بھی ٹھوس کثافت آمیز مادوں تک کو تحلیل کردیتی ہے، جو مردے اور مردار زمین میں دفن کئے جاتے ہیں اور جو گندگیاں اور غلاظتیں زمین کی تہوں میں چھپادی جاتی ہیں، اگر زمین اپنا سینہ کشادہ کرکے ان کو قبول نہ کرے تو نہ جانے روئے زمین پر کتنی آلودگی پیدا ہوجائے اور انسان وحیوان کے لئے جینا دوبھر ہوجائے۔

لیکن صورت حال یہ ہے کہ ایک طرف قدرتی وسائل کا ایسا استعمال بڑھتا جارہا ہے جس سے ماحولیاتی آلودگی میں اضافہ ہوا اور دوسری طرف درخت اور جنگلات جو ہمارے ماحول کی حفاظت کے لئے ایک بہت بڑا قدرتی عطیہ ہیں، انسان نہایت ہی بے رحمی سے ان کو کاٹتا اور ختم کرتا جارہا ہے، بہت سے جنگلات ہیں جو اب درختوں کے بجائے انسانوں کے جنگل بن گئے ہیں، ان جنگلات میں ایسے حیوانات بھی رہتے ہیں جو کثافت پیدا کرنے والی اشیاء یا جانور کو اپنی غذا بناتے ہیں، جنگلات کا خاتمہ ان کے وجود کو بھی کم کرتا جارہا ہے۔

ان سب کے علاوہ قدرت نے فضا میں ہمارے لئے ''اوزون گیس'' کی صورت میں ایک قلعہ تعمیر کردیا ہے، یہ قلعہ سورج اور فضاء کی طرف سے زمین تک آنے والی شعاعوں کی صفائی کا کام کرتا ہے، ان کی وجہ سے شعاعیں اس تناسب کے ساتھ زمین تک پہنچتی ہیں کہ عام حالات میں جسم انسانی کو ان سے کچھ نقصان نہیں پہنچتا، اب اوزون کی یہ قدرتی پرت زمین سے خارج ہونے والی کثیف گیسوں کی وجہ سے دقیق ہوتی اور پھٹتی جارہی ہے اور ان کی وجہ سے مختلف امراض خصوصاً جلدی کینسر کے عام ہوجانے کا اندیشہ ہے، اصل میں تو یہ مغربی اقوام کی شامت اعمال ہے کہ انہوں نے اپنی صنعتی ترقی کے ابتدائی عہد میں اس طرف کوئی توجہ نہیں کی، لیکن اب جب کہ مشرق کی ترقی پذیر اقوام نے انہیں قدرتی وسائل کو بروئے کار لانا شروع کیا تو مغرب کو ماحولیات کی حفاظت کی بابت بڑی بے قراری سی پیدا ہوگئی ہے۔

بہر حال یہ کسی ایک قوم، ایک علاقہ اور ایک مذہب کے ماننے والوں کا مسئلہ نہیں بلکہ یہ عالمی اور بین الاقوامی مسئلہ ہے، اسلام جو ایک عالمگیر

جغرافیائی سرحدوں سے ماوراء اور زمانہ وعہد کی قید سے آزاد مذہب ہے، ممکن نہیں کہ وہ اس اہم مسئلہ سے صرف نظر کرے، اسلام کی تعلیمات اور پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات وارشادات سے اس سلسلہ میں روشنی حاصل کی جاسکتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایسی بات سے منع فرمایا جو ماحول کو گندہ اور آلودہ کرتی ہو اور انسانی سماج کے لئے روحانی یا جسمانی لحاظ سے مضرت رساں ہو؛ چنانچہ حضرت امیر معاویہؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مقامات پر قضاء حاجت سے منع فرمایا: ''اتقوا الملاعن الثلاث: البراز فی الموارد وقارعة الطریق والظل'' (ابوداؤد/ ۲۶) (ایسی جگہ جہاں مسافرین پڑاؤ ڈالتے ہوں، راستے میں اور درخت کے سایہ میں)۔

پانی کی حفاظت کی خاص طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی، اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لا یبولن أحدکم فی الماء الدائم'' (ترمذی/ ۶۸) (کہ ٹھہرے اور رکے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کیا جائے)۔

جن چیزوں سے ماحول گندہ ہوتا ہے ان کو زمین میں دفن کرنے کی ہدایت دی گئی، اسلام میں مردوں کی تدفین کا نظم قائم کیا گیا، جو حیوانی مردہ اجسام سے پیدا ہونے والی آلودگیوں سے حفاظت کا سب سے مؤثر طریقہ ہے، اسلام نے جیسے مسلمانوں کی تدفین کا حکم دیا ہے ایسے ہی غیر مسلموں کی نعش کو بھی دفن کرنے کی ہدایت کی گئی ہے، پھر غور کیجئے کہ قرآن مجید نے ہابیل اور قابیل کے واقعہ میں کوے کو زیر زمین دبانے کا ذکر کیا ہے۔

"فبعث الله غرابا یبحث فی الأرض لیریه کیف یواری سوءة أخیه قال یا ویلتا أعجزت أن أکون مثل هٰذا الغراب فأواری سوءة أخی فأصبح من النادمین" (مائدہ:۳۱) (پھر اللہ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کھودنے لگا تا کہ اس کو دکھادے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کو کیسے چھپائے، وہ بولا ہائے میرا ناس مجھ سے یہ بھی نہ ہو سکا کہ میں اس کوے ہی کی طرح ہو جاتا اور اپنے بھائی کی لاش کو چھپا دیتا، بس وہ پچھتانے لگا)۔

یہ گویا اس بات کا اشارہ ہے کہ مردار کو بھی یوں ہی نہ چھوڑنا چاہئے بلکہ اس کو بھی مٹی کے نیچے دبا دینا چاہئے اور کچھ اسی پر موقوف نہیں بلکہ دوسرے اجزائے جسم جن سے تعفن پھیل سکتا ہو اور آلودگی پیدا ہوتی ہو ان کو بھی دفن کر دینے کا حکم دیا گیا۔

اسی طرح حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناک سے نکلنے والی آلائش کو دفن کرنے کا حکم فرمایا (مجمع الزوائد ۸ / ۱۱۴)

اسی لئے فقہاء نے خواتین کو ماہواری کے زمانہ کے آلودہ کپڑوں کو دفن کرنے کا حکم فرمایا۔

درخت کی حفاظت کی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصی ہدایت دی اور شجر کاری کی ترغیب بھی دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لا یغرس المسلم غرسا ولا یزرع زرعا، فیأکل منه إنسان ولا دابة ولا شئ إلا کانت له صدقة'' (مسلم/ ۱۵۵۲، بخاری/ ۶۰۲۱)

(کہ مسلمان کوئی درخت یا کھیتی لگائے اور اس میں انسان، درندہ، پرندہ اور چوپائے کھائیں تو وہ اس کے لئے صدقہ ہے)۔

اسلام نے کھیتوں اور درختوں کو جلانے اور نقصان پہنچانے سے منع فرمایا ہے، قرآن مجید نے ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو کسی علاقہ پر غلبہ پانے کے بعد اس کی کھیتی کو تباہ و برباد کرتے ہیں۔

"وإذا تولی سعی فی الأرض لیفسد فیها ویهلك الحرث والنسل والله لا یحب الفساد" (بقرہ:۲۰۵)۔

یہی حال حیوانات کا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا ضرورت شوقیہ شکار کرنے اور حیوانات کے ہلاک کرنے والے کو ناپسند فرمایا ہے۔

آج کل جو گیسیں مشینوں اور موٹروں سے خارج ہوتی ہیں، ظاہر ہے کہ عہد نبوی میں یہ وسائل انسانی تصرف میں نہیں آئے تھے، لیکن اس سلسلہ میں بھی احادیث میں اشارہ موجود ہے، چنانچہ خوانخواہ چراغ کے استعمال کو پسند نہیں فرمایا گیا۔

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کے وقت چراغ جلانے کو ناپسند فرمایا (طبرانی، مجمع الزوائد ۸ / ۱۱۲)۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوتے وقت چراغ گل کرنے کا حکم فرمایا (مسند احمد، مجمع الزوائد ۸ / ۱۱۱)۔

ظاہر ہے کہ اس تدبیر سے تیل کا دھواں کم کرنے کی کوشش کی گئی، اسلام میں اشیاء کے برتنے اور استعمال کرنے کے سلسلہ میں دو بنیادی اصول بتائے گئے ہیں: ایک یہ کہ کسی بھی شئ کا اس طرح استعمال نہ کیا جائے کہ اس سے دوسروں کو نقصان پہنچے ''لا ضرر ولا ضرار''۔

دوسرے جن چیزوں کا استعمال جائز ہے اور جو وافر مقدار میں آدمی کو فراہم ہوں ان کو بھی بے محل استعمال نہ کیا جائے، اور نہ ضرورت

استعمال کیا جائے، اسی کو قرآن کی زبان میں ''اسراف وتبذیر'' سے تعبیر کیا گیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی تک کو ضرورت سے زیادہ استعمال کرنے سے منع فرمایا، اور وضو اور غسل میں بھی محتاط طریقہ پر پانی کے استعمال کا حکم فرمایا۔

جو شریعت پانی میں اسراف کو گوارہ نہیں کرسکتی ہو وہ ڈیزل، پٹرول، کیروسین، اور المونیم گیس وغیرہ جیسے قدرتی قیمتی وسائل کے بے جا استعمال کو کیوں کر گوارا کرسکتی ہے، جس میں وسائل کا ضیاع بھی ہے اور دوسروں کے لئے مضرت اور نقصان بھی، یہ بنیادی اصول ہیں، جن سے ماحول کو آلودہ کرنے اور نقصان پہنچانے والی اشیاء کے غیر محتاط اور بے جا استعمال کا حکم جانا جاسکتا ہے۔

تمہیدی تحریر کے بعد سوالات کے جوابات ملاحظہ ہوں:

۱۔ جو شخص ایسی (گیس، بجلی) چیزوں پر قادر ہو اس کے لئے دھواں والا ایندھن استعمال کرنا درست نہیں ہے، جو شخص ان چیزوں پر قادر نہ ہو وہ دھواں پیدا کرنے والا ایندھن استعمال تو کرسکتا ہے؛ لیکن بقدر ضرورت، ایسا شخص ایسی چیزیں استعمال کرے جن میں دھواں کم ہوتا ہو، دھواں انسانی صحت کو نقصان پہنچاتا ہے، لوگوں کو اجتماعی ضرر سے بچانا ہر ایک کی ذمہ داری ہے۔

۲۔ گاڑیوں کے انجن سے نکلنے والے دھویں سے ماحول پر کافی برا اثر پڑتا ہے، اس سے بچنے کے لئے گاڑیوں میں ایسے انجنوں کا استعمال کرنا چاہئے جن سے کم سے کم دھواں نکلے، ساتھ ہی ساتھ ایسے ایندھن کا بھی استعمال کریں جس سے زہریلا دھواں نہ نکلے۔

اگر حکومت کسی ایسے ایندھن کو لازم کرتی ہے جس میں دھواں کم ہوتا ہے تو حکومت کے اس قانون کو ماننا شرعاً واجب ہے، اور اگر حکومت کسی ایسے ایندھن کو لازم کرتی ہے جس میں دھواں زیادہ ہوتا ہو تو اس قانون کو ماننا ضروری نہیں، ایسے بھی ماحول کو پاک وصاف رکھنے کے لئے ایسے ایندھن کو ترجیح دینا چاہئے جس میں دھواں کم ہو۔

۳۔ ایسی صورت میں ماحول کو آلودگی سے بچانے کے لئے کم دھواں والا ایندھن کا استعمال شرعاً واجب ہوگا۔

۴۔ شرعی نقطہ نظر سے صاحب استطاعت کے لئے آلودگی سے محفوظ اس توانائی کا استعمال مستحب اور مستحسن عمل ہوگا۔

۵۔ کارخانوں سے نکلنے والا دھواں بھی ماحول کو آلودہ کرتا ہے، چمنی سے نکلنے والے دھویں سے آس پاس کی ہوا آلودہ ہوجاتی ہے، ایسی ہوا میں سانس لینے سے صحت پر برا اثر پڑتا ہے، ہوا کی آلودگی سے بچنے کے لئے کارخانوں کو آبادی سے دور قائم کرنا چاہئے، کارخانوں میں ایسی مشینیں استعمال کی جائے جن سے زہریلا دھواں کم سے کم نکلے۔

حکومت نے اس سلسلہ میں جو قوانین بنائے ہیں وہ انسانوں کی بھلائی کے لئے ہیں، اس لئے ان قوانین کا ماننا ضروری ہے، شرعاً ان قوانین کی خلاف ورزی کرنا جرم ہے۔

۶۔ قربانی کا گوشت، خون، کھال اور اس کی تمام چیزیں محترم ہیں، اس لئے ان کو عام راستوں، گلی کوچوں میں نہ ڈالا جائے، جہاں اس سے گوشت کی بے حرمتی ہوتی ہے وہیں لوگوں کی دل آزاری بھی ہوتی ہے، اس لئے زائد گوشت یا خون نالیوں میں نہ ڈالا جائے بلکہ گڑھا کھود کر دفن کردیا جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: ''المسلم من سلم الناس من لسانه ويده'' (احمد فی المسند ۲/ ۳۷۹، وفی الطبعة الجديدة، رقم: ۸۹۱۸) (صحیح مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ محفوظ ہوں)۔

قربانی کا گوشت ایک محلہ سے دوسرے محلہ میں، یا ایک آبادی سے دوسری آبادی میں منتقل کرتے وقت پردہ کا اہتمام رکھیں، کھلا لے کر چلنا جہاں احترام کے خلاف ہے وہیں طبیعت انسانی اس سے متنفر ہوتی ہے، نیز اس بارے میں برادران وطن کے مذہبی جذبات کی رعایت بھی ملحوظ رکھنی چاہئے حتی الامکان قربانی پردہ کی جگہ کرنی چاہئے، غیر مسلم آبادیوں سے گوشت لے کر نہ گزرنا چاہئے، بعض مقامات پر اسی وجہ سے تباہ کن فسادات بھڑک اٹھتے ہیں جس سے یہ قربانی رحمت کے بجائے زحمت بن جاتی ہے، اس سے احتراز کیا جائے، اسلام سبھی لوگوں کے جذبات کے احترام کی تعلیم دیتا ہے۔

۷۔ پلاسٹک کی تھیلیاں ہر اعتبار سے نقصان دہ ہیں، ابھی حال ہی میں اس پر پابندی بھی لگائی گئی تھی، لیکن پھر مہلت مل گئی، حکومت کو چاہئے کہ اس کا

متبادل مارکیٹ میں پیش کرے، اور عوام بھی اس کے استعمال سے پرہیز کرے، اس لئے ہر چیز چاہے کھانے والی ہو یا چاہے پینے والی ہو پولوتھین ہی میں استعمال کی جاتی ہے، جب کہ ماہر ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ کھانے پینے میں ان کا استعمال بیماری کو دعوت دینا ہے، لہذا پولوتھین کی جگہ کاغذ کا استعمال کیا جائے، اور حکومت کو چاہئے کہ وہ اس کے متبادل کا حکم دے، شرعی نقطہ نظر سے اس کا استعمال کراہت سے خالی نہ ہوگا۔

۸۔ منشیات کے استعمال کا مسئلہ روز افزوں تشویش کا باعث بنتا جارہا ہے، کیونکہ اس کے ساتھ ہی انسانیت اور انسانی قدروں کے زوال وفقدان کا سوال بھی منسلک ہے، جو ظاہر ہے ہر باشعور اور حساس جماعت کے لئے باعث اضطراب واضطرار ہے، بظاہر یہ مسئلہ اتنا مہیب اور مہلک نظر نہیں آتا؛ کیونکہ ابھی تک اسے صرف ذاتی نوعیت کا سمجھا گیا ہے، اور صرف عادی حضرات کی تباہی وہلاکت مانا جاتا رہا ہے، مگر اب یہ مسئلہ ذات وفرد کی حدود سے نکل کر افراد، جماعت اور معاشرے کا مسئلہ بن چکا ہے، اور اس کی سنگینی وہلاکت خیزی کا اعتراف ہر گوشہ سے کیا جارہا ہے اور ہر طرف سے یہ آواز اٹھ رہی ہے کہ اسے فوراً قابو میں کیا جائے اور اسے جڑ سے اکھاڑ پھینک دیا جائے، ورنہ اس سے ملک وقوم ومعاشرہ سب کچھ تباہ ہوجائے گا، اور مرض قابو سے باہر ہوجائے گا۔

قرآن کریم اور طبیب روحانی وجسمانی پیغمبر اسلام نے دنیا کو جن جن نشہ آور چیزوں کے نقصان دہ ہونے کی خبر دی تھی، اور اجتناب کا حکم دیا تھا، آج دنیا اسی کو عظیم سائنسی تحقیق کی حیثیت سے پیش کرتی ہے، قانونی انتباہ کے باوجود نشہ آور چیزوں کا استعمال بڑھتا ہی جارہا ہے، یہ بڑی خطرناک صورتحال اور انسانی سماج کے لئے رستا ہوا ناسور ہے، یہ صورت حال اس سزا اور تعزیر کو چھوڑ دینے کی بنیاد پر ہے جو اسلام نے مقرر کی تھی، اور خوف آخرت کی کمی کے باعث ہے، ورنہ نبی کی ہدایات اور تعلیمات کو پیش نظر رکھ کر اس کے انسداد کی صورت اختیار کی جائے تو وہ دن دور نہیں رہے گا جب کہ دنیا سے منشیات کا نام ونشان ہی اٹھ جائے گا۔

سگریٹ نوشی بدترین چیز ہے، اس میں خیر کی کوئی چیز نہیں، یہ باعث فساد ہے، یہ جسم وعقل اور مال سب کے لئے ضرر رساں ہے، یہ دین اور انسانی شرافت کے لئے بھی تباہ کن ہے، زندگی کو مکدر اور امن وسکون کو غارت کردیتی ہے، اسی طرح سگریٹ نوشی کا مرض سگریٹ پینے والے کے جسم کے خلیوں (Cell) میں سرایت کرجاتا ہے، حتی کہ اس کے جسم کا کوئی بھی حصہ اس سے محفوظ نہیں رہتا، اسی وجہ سے یہ تمام جسمانی طاقتوں کو نقصان پہنچاتی ہے اور تمام عقلی وروحانی طاقتوں کو کھوکھلا کردیتی ہے۔

سگریٹ نوشی کا خوفناک اثر ہاضمہ کے تمام اعضاء پر پڑتا ہے، منہ سے لے کر معدہ، انتڑی، جگر وغیرہ تک اس کی لپیٹ میں آتے ہیں، اسی طرح سانس لینے والے تمام اعضاء بھی اس سے متاثر ہوتے ہیں، اور اس کے نتیجہ میں پھیپھڑے کا کینسر پیدا ہوتا ہے، ان کے علاوہ بہت سارے امراض سگریٹ نوشی کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔

اسی طرح نشہ کی ہر وہ چیز جس سے نشہ یا فتور (ہیروئین، چرس، افیون، بھنگ، گانجہ، گل، سگریٹ، گٹکھا، کھینی، انجکشن، چاکلیٹ، ٹیبلیٹ، کیپسول وغیرہ خواہ اس کا نام یا رنگ کوئی بھی ہو) پیدا ہوتا ہے ترک کرنا ضروری ہے۔

صحت بہت بڑی نعمت ہے، اس لئے اس کی حفاظت بہت ضروری ہے، ہر وہ چیز جو صحت کے لئے مضر ہو اس کا استعمال حرام کے درجہ میں ہوگا اور جہاں اس طرح کی منشیات پر پابندی ہو وہاں اس کا استعمال شرعاً ناجائز وحرام ہوگا۔

منشیات کی حرمت کے اسباب:

موجودہ دور میں منشیات کی بہت ساری قسمیں ایجاد ہوگئی ہیں، جو دکانوں، ہوٹلوں، سڑکوں اور بازاروں میں نام وشکل بدل بدل کر سستے داموں میں ملتی ہیں، اور ہمارے نوجوان اسے استعمال کر کے اپنی صحت، اپنی جوانی اور اپنا مال برباد کر رہے ہیں، لہذا وہ تمام قسمیں جو نشہ آور ہوں وہ حرام اور ناجائز مانی جائیں گی۔

منشیات کی حرمت کا پہلا اور بنیادی سبب ان کا نشہ آور ہونا ہے، چونکہ شراب کی طرح منشیات بھی نشہ آور ہوتی ہے، اس لئے شراب کی طرح حرام

قرار پائیں گی، جو نشہ شراب سے پیدا ہوتا ہے وہ دیگر منشیات سے بھی پیدا ہوتا ہے، اور جو خرابیاں شراب سے پیدا ہوتی ہیں وہ دیگر منشیات سے بھی پیدا ہوتی ہیں۔

منشیات کی حرمت کا دوسرا سبب صحت کے لئے اس کا نقصان دہ ہونا ہے، انسانی صحت کے لئے منشیات تباہ کن ہیں، اور جدید سائنسی تحقیقات کی روشنی میں منشیات کا صحت کے لئے ضرررساں ہونا ایک مسلم حقیقت بن چکی ہے، اسلام کا ایک عمومی ضابطہ ہے جس کو "لا ضرر ولا ضرار" (ابن ماجہ: ۲۳۴۰) فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بیان کیا گیا ہے، یعنی اسلام میں نہ کسی کو نقصان پہنچانے کی اجازت ہے اور نہ ہی خود نقصان اٹھانے کو اسلام پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے، منشیات انسان کے لئے سخت نقصان دہ ہیں، اس لئے اسلام انہیں حرام قرار دیتا ہے۔

منشیات کی حرمت کا تیسرا سبب یہ ہے کہ ان کا استعمال نفس انسانی میں اصل قوت محرکہ عقل کو معطل کر کے رکھ دیتا ہے، پھر یہ عقل انسانی کے علاوہ اس سے دیگر اعضاء بھی متاثر ہوتے ہیں اور اعضاء ناکارہ بنانا دراصل اپنے آپ کو قتل کرنے کے مترادف ہے، اور خود کو قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

"ولا تقتلوا أنفسکم إن اللہ کان بکم رحیما" (سورۂ نساء) (اور اپنی جانوں کو قتل نہ کرو بے شک اللہ تم پر مہربان ہے)۔

اسلامی روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس سے نفس انسانی کو نقصان پہنچتا ہو حرام ہے، ایک روایت میں اس کی مزید توضیح یوں کی گئی ہے:

''ومن تحسی سما فیقتل نفسہ، فسمہ فی یدہ یتحساہ فی نار جہنم خالدا مخلدا فیہا ابدا'' (بخاری: ۵۷۷۸)

(جس نے زہر پی کر اپنے آپ کو ہلاک کیا تو وہ دوزخ میں ہمیشہ زہر پیتا رہے گا)۔

منشیات کا استعمال چاہے سونگھ کر ہو یا کھا کر یا پھر انجکشن کے ذریعہ اندر پہنچا کر بہر صورت نفس انسانی کے قتل کا سبب ہے، جس طرح جان لیوا زہر استعمال کر کے خودکشی کر لینا حرام ہے، اسی طرح منشیات سے موت کے آغوش میں جانا بھی حرام ہے، اس لئے کہ جان انسان کی ملکیت نہیں ہے بلکہ انسان کے پاس اللہ تعالی کی امانت ہے، اسی لئے خودکشی حرام ہے۔

منشیات کی حرمت کا چوتھا سبب اقتصادی معیشت ہے، اس لئے کہ منشیات کے بے تحاشا استعمال سے ملک وقوم کی ایک خطیر رقم اس میں ضائع ہوتی ہے، جو اقتصادی ابتری کا باعث بنتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اضاعت مال کو ناپسند کیا ہے: ''واضاعۃ المال'' (بخاری: ۵۹۷۵، مسلم: ۹۵۳)۔

منشیات کی حرمت کا پانچواں سبب یہ ہے کہ اس کا شمار ناپاک اور خبائث میں ہوتا ہے، اور خبائث کو اللہ تعالی نے حرام فرمایا ہے، منشیات کی تمام اقسام میں صفت خبث مشترک ہے۔

منشیات کی حرمت کا چھٹا سبب اس کا اخلاقی پہلو ہے، منشیات آدمی کو اخلاقی پستی کی طرف لے جاتے ہیں اور اسے جرائم کا عادی بناتے ہیں، ذکر اللہ سے غافل کرتے ہیں، ارکان کی ادائیگی میں مانع بنتے ہیں، منشیات کا عادی انسان معاشرتی زندگی میں لوگوں کے لئے مصیبت بنتا ہے، اور صرف یہی نہیں کہ دوسروں کے حقوق ادا نہیں کرتا بلکہ دوسروں کی حق تلفی اور ان پر ظلم کرتا ہے، جرائم کے فروغ میں منشیات کو بڑا دخل ہے، اسی طرح منشیات کے عادی لوگ عموماً کاروبار سے لاپرواہی برتتے ہیں، آرام طلبی ان کا مزاج بن جاتا ہے، لہذا ان چیزوں کا استعمال حرام ہوگا، اور جہاں ان پر پابندی ہو وہاں اس کا استعمال اشد حرام ہوگا۔

۹۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قضائے حاجت کے آداب سکھلائے ہیں، ان آداب کی رعایت بہت ضروری ہے، قضائے حاجت کے لئے ایسی جگہ کا انتخاب کرے کہ کوئی اس کو دیکھ نہ سکے، اسی طرح اس سے نکلنے والی آواز اور بو محسوس نہ کر سکے۔

قضائے حاجت کے لئے جن جگہوں کا انتخاب کیا جاتا ہے انہیں جگہوں پر قضائے حاجت کرنا چاہئے، اور اگر گھروں میں بیت الخلاء وغیرہ نہیں ہے تو پھر آبادی سے دور ایسی جگہ کا انتخاب کرے جس سے آبادی کے اندر کا ماحول آلودہ نہ ہو، جو لوگ ادھر ادھر جہاں پاتے ہیں قضائے حاجت پوری کر لیتے ہیں، ان کو اپنی اس حرکت سے باز آنا چاہئے، اس لئے کہ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم نے ماحول آلودہ کرنے سے منع کیا ہے، ایذا رسانی ہونے کی

وجہ سے یہ عمل حرام ہے۔

بعض لوگ خود اپنی بے پرواہی سے اپنے ماحول کو گندہ کر دیتے ہیں، جب لوگ کوڑا کرکٹ جہاں تہاں گلیوں میں، سڑکوں پر، نالیوں میں ڈال دیتے ہیں، تو ایسی جگہوں پر مچھروں اور مکھیوں کو پنپنے کا موقع ملتا ہے، یہ مچھر اور مکھی بیماریوں کو پھیلانے میں مددگار ہوتے ہیں، اس کے علاوہ کھلی جگہ پر کوڑا کرکٹ ڈالنے سے ہوا بھی آلودہ ہوجاتی ہے، سانس لینے کے لئے ہمیں صاف ہوا کی ضرورت ہوتی ہے، آلودہ ہوا میں سانس لینے سے صحت کو نقصان پہنچتا ہے، اس لئے یہ مناسب ہے کہ کوڑا کرکٹ کو مناسب جگہ پر ڈالا جائے اور ہمیشہ کوڑا رکھنے کے لئے ڈھکن والے برتن کا استعمال کیا جائے، گلی میں، سڑک پر، نالیوں میں کوڑا کرکٹ نہ ڈالا جائے، اسی طرح پلاسٹک کی تھیلیوں میں کوڑا کرکٹ بھر کر نالیوں میں نہ ڈالا جائے، اس سے نالیاں بند ہوجاتی ہیں، جہاں تہاں تھوکنے اور پیشاب کرنے سے پرہیز کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ان الله يحب التوابين ويحب المتطهرين'' (سورۂ بقرہ:)،
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''الطهور شطر الايمان'' (مسلم: ۵۳۴) (پاکی آدھا ایمان ہے)۔
شریعت کی یہی ہدایات ہیں کہ خود بھی پاک وصاف رہیں اور ماحول کو بھی پاک وصاف رکھیں۔

۱۰۔ اسلام کی ایک اہم خصوصیت ہے کہ اس نے تمام پاکیزہ چیزوں کو حلال قرار دیا ہے، اور تمام نقصان دہ، مضر، اخلاق خراب کرنے والی، معاشرہ پر برا اثر ڈالنے والی چیزوں پر پابندی لگادی، اسی خصوصیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"يأمرهم بالمعروف وينهاهم عن المنكر ويحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبآئث ويضع عنهم إصرهم والأغلال التي كانت عليهم" (سورۂ اعراف:۱۵۷)۔

(وہ حکم کرتا ہے ان کو نیک کام کا اور منع کرتا ہے برے کام سے، اور حلال کرتا ہے ان کے لئے سب پاک چیزیں اور حرام کرتا ہے ان پر ناپاک چیزیں، اور اتارتا ہے ان پر سے ان کے بوجھ اور وہ قیدیں جو ان پر تھیں)۔

مذکورہ سوال کے پس منظر میں حکومت یا ادارہ کی ہدایات پر عمل کرنا واجب کے درجہ میں ہے، اس لئے کہ جہاں پر ایسے قوانین بنے ہوئے ہیں وہاں اگر کوئی قوانین کی خلاف ورزی کرتا ہے تو اس سے جرمانہ لیا جاتا ہے، اور جرمانہ نہ دینے کی صورت میں جیل بھیج دیا جاتا ہے، اسی طرح کی صورت حال میں نے ممبئی میں دیکھی ہے کہ ایک شخص نے پلیٹ فارم پر تھوک دیا تھا تو اس سے پانچ سو روپیہ جرمانہ لیا گیا تھا، اور شریعت بھی ماحول کو پاک وصاف رکھنے کی ترغیب دیتی ہے۔

۱۱۔ سوال میں جو چیزیں مذکور ہیں ان کا استعمال بقدر ضرورت ہی کیا جانا چاہئے۔

۱۲۔ الف: زیادہ پیسوں کے حصول کے لئے جنگلات کا کاٹنا اور کھیتوں کو ختم کرکے پلاٹنگ کرنا جائز نہیں ہے، ہاں اگر ضرورت ہو تو آبادیوں کو بسانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ب: درخت کی حفاظت کی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصی ہدایت دی اور شجر کاری کی ترغیب بھی دی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لا يغرس المسلم غرسا ولا يزرع زرعا، فيأكل منه إنسان ولا دابة ولا شئ إلا كانت له صدقة'' (مسلم: ۱۵۵۲، بخاری: ۶۰۲۱)

(کہ مسلمان کوئی درخت یا کھیتی لگائے اور اس میں انسان، درندہ، پرندہ اور چوپائے کھائیں تو وہ اس کے لئے صدقہ ہے)۔

اسلام نے کھیتوں اور درختوں کو جلانے اور نقصان پہنچانے سے منع فرمایا ہے، قرآن مجید نے ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو کسی علاقہ پر غلبہ پانے کے بعد اس کی کھیتی کو تباہ وبرباد کرتے ہیں۔

"وإذا تولى سعى في الأرض ليفسد فيها ويهلك الحرث والنسل والله لا يحب الفساد" (سورۂ بقرہ: ۲۰۵)۔

اسلام میں درخت لگانے اور کاشتکاری کرنے کی بڑی اہمیت ہے، اس اہمیت کے پیش نظر درخت لگائے جائیں اور کاشتکاری کی جائے۔

صوتی آلودگی:

۱۔ سکون اللہ تعالی کی بہت بڑی نعمت ہے، چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "لتسکنوا إلیها" (روم: ۲۱) (چین سے رہو)۔

قرآن نے جس سکون قلب کی طرف اشارہ کیا ہے اس کا تعلق صرف جسمانی اور صنفی سکون ہی سے نہیں بلکہ یہ ایک جامع لفظ ہے، جو قلب ونظر ہر طرح کے سکون کو شامل ہے۔

ہر شخص سکون چاہتا ہے، اور سکون کے لئے ایسی جگہ کا انتخاب کرتا ہے جہاں شور وشغب نہ ہو، اسی طرح ایسا ماحول اور ایسی فضا چاہتا ہے جو صاف وشفاف ہو، اور جب ماحول اس کے برعکس ہوتا ہے تو انسان کو کڑھن ہونے لگتی ہے، اس لئے پرسکون ماحول کے لئے اور فضا کو ہموار رکھنے کے لئے کارخانے آبادی سے باہر لگائے جائیں، تاکہ آبادی کا ماحول گندہ نہ ہو، حکومت کے اس حکم کی تعمیل (کہ کارخانے آبادی سے باہر لگائے جائیں) شرعاً لازم ہے۔

۲۔ اللہ تعالی نے دوسروں کو تکلیف پہنچانے سے منع کیا ہے، ظاہر بات ہے کہ جب معمولی سے ہارن سے کام چل سکتا ہے تو ایسے ہارن کا کیوں استعمال کیا جائے جو دوسروں کو تکلیف میں مبتلا کردے، تیز آواز کے ہارن جب اچانک بجتے ہیں تو اسکی آواز سے اچانک آدمی حادثہ کا شکار ہوجاتا ہے، اور کسی کو اس طرح کے حادثہ میں مبتلا کرنے سے شریعت میں منع کیا گیا ہے۔

بلاضرورت اس طرح کا ہارن لگانے والے حرام کام کے مرتکب ہونے والوں میں شامل ہوں گے، اس طرح کا ہارن لگانے والوں پر حکومت کو کوئی ایسا قانون بنانا چاہئے جس سے اس طرح کا ہارن لگانے والوں کو ہر وقت یہ ڈر رہے کہ ہم حکومت کی گرفت میں آسکتے ہیں۔

۳۔ ظلم صرف یہی نہیں کہ کسی کا مال چھین لیا جائے، یا اسے جسمانی تکلیف پہنچانے کے لئے اس پر ہاتھ اٹھایا جائے، بلکہ عربی زبان میں "ظلم" کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ کسی بھی چیز کو بے جگہ استعمال کرنا ظلم ہے، چونکہ کسی چیز کا بے محل استعمال یقیناً کسی نہ کسی کو تکلیف پہنچانے کا باعث ہوتا ہے، اس لئے ہر ایسا استعمال "ظلم" کی تعریف میں داخل ہے اور اگر اس سے کسی انسان کو تکلیف پہنچی ہے تو وہ شرعی اعتبار سے گناہ کبیرہ بھی ہے، لیکن ہمارے معاشرے میں اس طرح کے بہت سے گناہ کبیرہ اس طرح رواج پاگئے ہیں کہ اب عام طور سے اس کے گناہ ہونے کا احساس بھی باقی نہیں رہا۔

ایذا رسانی کی بے شمار صورتوں میں سے ایک انتہائی تکلیف دہ صورت DJ ہے، بعض جگہیں پوری پوری رات اور بعض جگہیں پورا پورا دن DJ پر فل آواز میں گانے بجانے کا سلسلہ جاری رہتا ہے، آس پاس کے بسنے والے بے چینی کے عالم میں کروٹیں بدلتے رہتے ہیں، DJ والوں کو یہ پرواہ نہیں رہتی کہ DJ کی آواز ضرورت کی حد تک رکھی جائے اور آس پاس کے ان ضعیفوں، کمزوروں اور بیماروں پر رحم کیا جائے جو یہ آواز سننا نہیں چاہتے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "من لا یرحم لا یرحم" (مسلم: کتاب الفضائل، باب رحمته ﷺ الصبیان والعیال وتواضعه، وفضل ذلك ۶۰۲۸) (جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اخلاق کے سلسلہ میں جن باتوں پر خاص طور سے زور دیا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی تعلیم میں جن کو خاص اہمیت حاصل ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آدمی کو چاہئے کہ وہ لوگوں کے ساتھ نرمی کا اور رحم دلی کا معاملہ کرے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی عظمت یوں بھی بیان فرمائی ہے کہ نرمی اللہ تعالی کی ذاتی صفت ہے، پھر فرمایا کہ اللہ تعالی کو یہ محبوب ہے کہ اس کے بندوں کا باہمی معاملہ اور برتاؤ نرمی کا ہو، یہ بھی فرمایا کہ وہ نرمی پر جس قدر دیتا ہے سختی پر نہیں دیتا، شریعت میں ایذا پہنچانا حرام ہے، اس لئے یہ عمل حرام ہوگا۔

۴۔ گانے بجانے کا تو معاملہ الگ رہا کہ اس کو بلند آواز سے پھیلانے میں دوہری برائی ہے، اگر کوئی خالص دینی اور مذہبی پروگرام ہو تو اس میں بھی لوگوں کو لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ زبردستی شریک کرنا شرعی اعتبار سے جائز نہیں ہے، لیکن افسوس ہے کہ ہمارے معاشرے میں سیاسی اور مذہبی

پروگرام منعقد کرنے والے حضرات بھی شریعت کے اس اہم حکم کا بالکل خیال نہیں کرتے ، سیاسی اور مذہبی جلسوں کے لاؤڈ اسپیکر بھی دور دور تک لگائے جاتے ہیں اور ان کی موجودگی میں کوئی شخص اپنے گھر میں نہ آرام سے سوسکتا ہے اور نہ ہی یکسوئی کے ساتھ اپنا کام کرسکتا ہے، اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ مسجدوں میں بہت تھوڑے سے لوگ وعظ یا درس سننے کے لئے بیٹھتے ہیں جن کو آواز پہنچانے کے لئے لاؤڈ اسپیکر کی سرے سے ضرورت نہیں ہے یا صرف اندرونی ہارن سے بآسانی کام چل سکتا ہے،لیکن بیرونی لاؤڈ اسپیکر پوری قوت سے کھلا ہوتا ہے اور اس کے نتیجہ میں یہ آواز محلے کے گھر گھر میں اس طرح پہنچتی ہے کہ کوئی شخص اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا ہے۔ بعض مسجدوں کے بارے میں یہ بھی سننے میں آیا کہ خالی مسجد میں لاؤڈ اسپیکر پر ٹیپ چلادیا جاتا ہے، مسجد میں سننے والا کوئی نہیں ہوتا،لیکن محلہ والوں کو یہ ٹیپ زبردستی سننا پڑتا ہے۔

مشہور محدث حضرت عمر بن شبہؒ نے مدینہ منورہ کی تاریخ پر چار جلدوں میں بڑی مفصل کتاب لکھی ہے، جس کا حوالہ بڑے بڑے علماء محدثین ہمیشہ دیتے رہتے ہیں، اس کتاب میں انہوں نے ایک واقعہ اپنی سند سے روایت کی ہے کہ ایک واعظ صاحب حضرت عائشہؓ کے مکان کے بالکل سامنے بہت آواز سے وعظ کہا کرتے تھے، ظاہر ہے وہ زمانہ لاؤڈ اسپیکر کا نہیں تھا،لیکن ان کی آواز بہت بلند تھی اور اس سے حضرت عائشہؓ کی یکسوئی میں فرق آتا تھا، یہ حضرت عمرؓ کی خلافت کا زمانہ تھا، اس لئے حضرت عائشہؓ نے حضرت عمرؓ سے شکایت کی کہ یہ صاحب بلند آوز سے میرے گھر کے سامنے وعظ کہتے رہتے ہیں جس سے مجھے تکلیف ہوتی ہے اور مجھے کسی اور کی آواز سنائی نہیں دیتی، حضرت عمرؓ نے ان صاحب کو پیغام بھیج کر انہیں وہاں وعظ کہنے سے منع کیا، لیکن کچھ عرصہ کے بعد واعظ صاحب نے دوبارہ وہی سلسلہ پھر شروع کردیا، حضرت عمرؓ کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے خود جا کر ان صاحب کو پکڑا اور ان پر تعزیری سزا جاری کی (اخبار المدینہ لعمر بن شبہ ۱/۱۵ ماخوذ از فقہ المناسبات نمبر)۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب تہجد کے لئے بیدار ہوتے تو اپنے بستر سے آہستگی کے ساتھ اٹھتے تھے تاکہ سونے والوں کی نیند خراب نہ ہو، فقہاء امت کا اتفاق ہے کہ تہجد کی نماز میں اتنی بلند آواز سے تلاوت کرنا جس سے کسی کی نیند خراب ہو ہرگز جائز نہیں۔

فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے گھر کی چھت پر بلند آواز سے تلاوت کرے جب کہ لوگ سو رہے ہوں تو تلاوت کرنے والا گنہگار ہوگا۔

(خلاصۃ الفتاوی ۱/ ۱۰۳، شامی ۱/ ۴۰۳۔ ۴۴۴)۔

''المسلم من سلم الناس من لسانه ويده'' (احمد فی المسند ۲/ ۳۷۹، وفی الطبعة الجديدة. رقم: ۸۹۱۸)
(صحیح مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ محفوظ ہوں)۔

مذکورہ بالا گذاشت سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ شریعت نے دوسروں کو تکلیف سے بچانے کا کتنا اہتمام کیا ہے؛ اس لئے ان قوانین کی پابندی شرعاً واجب کے درجہ میں ہے، اور ان کی خلاف ورزی پر تعزیری سزا جاری کی جائے گی۔

☆☆☆

فضائی اور صوتی آلودگی

مولانا محمد سلمان منصور پوری[1]

۱۔ دھواں پیدا کرنے والے ایندھن کے استعمال سے چوں کہ انجام کار لوگوں کی صحت پر مضر اثرات پڑ سکتے ہیں، اِس لئے بطور احتیاط اگر اُن کے بجائے ایسا ایندھن استعمال کیا جائے جس سے نقصان دہ مادہ خارج نہ ہوتا ہو، جیسا کہ پکوان گیس اور بجلی وغیرہ، تو یہ بہتر ہوگا؛ لیکن اُسے شرعی طور پر فرض یا واجب کا درجہ نہیں دیا جاسکتا؛ کیوں کہ مذکورہ دھویں سے عمومی ضرر کا تحقق ہر ایک کے لئے یقینی نہیں ہے؛ بلکہ صرف احتمال کے درجہ میں ہے؛ اِس لئے کہ جدید اَسباب پائے جانے سے قبل صدیوں سے اسی طرح کا ایندھن کھانے پکانے میں استعمال ہوتا رہا ہے، اور اُسے کبھی ممنوع نہیں سمجھا گیا۔

''المستفاد: ولا يمنع الشخص من تصرفه في ملكه إلا إذا كان الضرر بجاره ضررًا بينًا'' (الدر المختار مع الشامي ۸/ ۱۵۲ زکریا)۔

۲۔ چوں کہ اِس معاملہ کا تعلق مفادِ عامہ سے ہے، اِس لئے اگر حکومت کی طرف سے کسی گاڑی کے لئے ڈیزل کے استعمال کی ممانعت عام کردی جائے، یا سی این جی (CNG) کو لازم کردیا جائے، تو اِس قانون کا التزام شہریوں پر ضروری ہے۔ اور اگر حکومت کی طرف سے کوئی قانون نہ ہو، تب بھی وسعت رکھنے والے لوگوں کے لئے اولیٰ یہی ہے کہ اپنی گاڑیوں میں کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کے استعمال ہی کو ترجیح دیں؛ تاہم اگر کوئی اِس کے خلاف کرے گا تو شرعاً اُسے گنہگار قرار نہیں دیا جائے گا؛ کیوں کہ آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کو یقینی طور پر ہلاکت خیز نہیں کہا جاسکتا۔

''الأول: مبدأ طاعة الأمير، وأن المسلم يجب عليه أن يطيع أميره في الأمور المباحة. فإن أمر الأمير بفعل مباحٍ وجبت مباشرته، وإن نهى عن أمرٍ مباحٍ حرُم ارتكابه؛ لأن الله سبحانه تعالىٰ قال: {أَطِيْعُوْا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوْا الرَّسُوْلَ وَأُوْلِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ} (تكملة فتح الملهم ۳/ ۳۲۳)۔

''إذا كان فعل الإمام مبنيًّا على المصلحة فيما يتعلق بالأمور العامة لم ينفذ أمره شرعًا، إلا إذا وافقه'' (الأشباه والنظائر ۱/ ۳۳۲ جديد)۔

''وفي شرح الجوامع: تجب إطاعته فيما أباحه الشرع، وهو ما يعود نفعه على العامة'' (شامي ۱۰/ ۴۴ زكريا)۔

۳۔ حکومت اگر مٹی کے تیل اور ڈیزل سے چلنے والے جنریٹروں پر پابندی لگادے، تو خلافِ قانون ہونے کی وجہ سے اِس حکم کی خلاف ورزی درست نہ ہوگی؛ لیکن اگر حکومت کی طرف سے کوئی باقاعدہ قانون نہ ہو، تو اِن مشینوں میں کم دھواں پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال واجب تو نہ ہوگا؛ البتہ ماحول کی حفاظت کے لئے اُس کی ترغیب ضرور دی جاسکتی ہے۔ دلائل جواب نمبر ۲ میں گزرے۔

۴۔ جو حضرات وسعت رکھنے والے ہوں وہ شمسی توانائی کا پلانٹ لگا کر برقی ضرورتیں پوری کرسکتے ہیں؛ لیکن اِسے مطلقاً مستحب یا مستحسن عمل قرار دینے میں تأمل ہے؛ کیوں کہ شمسی توانائی پر اگر بالکلیہ انحصار کرلیا جائے، تو مشینری کی خرابی، بیٹری کی ناکارگی یا موسم کی ناہمواری کی وجہ سے فوری متبادل نہ ہونے کی بنا پر سخت پریشانیاں پیش آسکتی ہیں، اِس لئے اِس کی علی الاطلاق ترغیب نہیں دی جائے گی۔

''الضرر لا يزال بالضرر''۔

---

[1] خادم جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد۔

''الضرر مهما كان واجب الإزالة، فلا يكون بإحداث ضرر مثله، ولا أكثر منه، فيزال الضرر؛ ولكن لا بإضرار الغير'' (القواعد الفقهية المحمودة ٦٤-٦٥ للشيخ أبو الكلام شفيق القاسمي المظاهري)۔

۵۔ کارخانوں سے نکلنے والا زہریلا اور نقصان دہ مادہ بلاشبہ آس پاس کی آبادی کے لئے خطرناک ثابت ہوتا ہے، اِس لئے اِس بارے میں حکومت نے جو حفاظتی قوانین بنائے ہیں، اُن کی پابندی ہر کارخانے دار پر لازم ہے، اور اُن کی خلاف ورزی جائز نہیں۔

''عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قال: لا ضرر ولا ضرار، من ضارَّ ضرَّه الله، ومن شاقَّ شقَّ الله عليه''۔... ''قال الخشيني : الضرر الذي لك فيه منفعةٌ، وعلىٰ جارك فيه مضرةٌ''

''الضرار: الذي ليس لك فيه منفعةٌ، وعلىٰ جارك فيه مضرة'' (القواعد الفقهية المحمودة ٦٠-٦١ للشيخ أبو الكلام شفيق القاسمي المظاهري)

''الأول: مبدأ طاعة الأمير، وأن المسلم يجب عليه أن يطيع أميره في الأمور المباحة، فإن أمر الأمير بفعل مباحٍ وجبت مباشرته، وإن نهى عن أمرٍ مباحٍ حرُم ارتكابه؛ لأن الله سبحانه تعالىٰ قال: ﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ﴾ (تكملة فتح الملهم ٣/ ٣٢٣)۔

''إذا كان فعل الإمام مبنيًا على المصلحة فيما يتعلق بالأمور العامة لم ينفذ أمره شرعًا، إلا إذا وافقه'' (الأشباه والنظائر ١/ ٣٢٢ جديد)

''وفي شرح الجوامع: تجب إطاعته فيما أباحه الشرع، وہو ما يعود نفعه على العامة'' (شامي ١٠/ ٤٤ زكريا)۔

۶۔ ذبیحہ جانوروں سے قابلِ استعمال اجزاء نکال لینے کے بعد جو چیزیں باقی بچتی ہیں، اُن کو احتیاط کے ساتھ زمین میں دفن کر دینا چاہئے؛ تاکہ اُن کی بدبو اور دیگر مفاسد سے کسی کو نقصان نہ پہنچے، خود ذبح اور قربانی کرنے والے کو بھی اُس کا اہتمام لازم ہے، اور حکومت کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ عمومی نقصان سے بچانے کے لئے مناسب ضابطے اور قوانین نافذ کرے۔

''ويدفن أربعةٌ: الظفر والشعر وخرقة الحيض والدم'' (الدر المختار، الفتاوىٰ الهندية / كتاب الكراهية ٥/ ٤١٣)۔

۷۔ سامان کی پیکنگ وغیرہ کے لئے پلاسٹک کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے؛ اِس لئے کہ یہ ایک عمومی نفع بخش چیز ہے، اور کاغذ وغیرہ ضرورت میں اُس کا بدل نہیں ہو سکتے، اور اُس پر پابندی لگانے سے عوام کے لئے بڑی پریشانی پیدا ہو جاتی ہے؛ البتہ پلاسٹک کو جلانے سے پرہیز کرنا چاہئے؛ کیوں کہ اِس میں نقصان کا زیادہ اندیشہ ہے، جیسا کہ سوال میں مذکور ہے۔

''عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قال: لا ضرر ولا ضرار، من ضارَّ ضرَّه الله، ومن شاقَّ شقَّ الله عليه'' (المستدرك للحاكم ٢/ ٥٧)۔

''قال الخشيني : الضرر الذي لك فيه منفعةٌ، وعلىٰ جارك فيه مضرةٌ''

''الضرار: الذي ليس لك فيه منفعةٌ، وعلىٰ جارك فيه مضرة'' (القواعد الفقهية المحمودة ٦٠-٦١ للشيخ أبو الكلام شفيق القاسمي المظاهري)۔ ''الضرر لا يزال بالضرر''۔

''الضرر مهما كان واجب الإزالة، فلا يكون بإحداث ضرر مثله، ولا أكثر منه، فيزال الضرر؛ ولكن بإضرار الغير'' (القواعد الفقهية المحمودة ٦٤، ٦٥ للشيخ أبو الكلام شفيق القاسمي المظاهري)۔

۸۔ سگریٹ نوشی وغیرہ سب ناپسندیدہ چیزیں ہیں، اور طبی اعتبار سے سخت نقصان دہ ہیں، اِس لئے ایسی اشیاء کو استعمال کرنا کم از کم مکروہ ضرور ہوگا، اور جب کہ اُس کے دھویں سے دوسروں کو تکلیف ہوتی ہو، تو ایذاء کی وجہ سے یہ عمل ناجائز ہوگا۔ اور جن جگہوں پر قانونًا سگریٹ نوشی ممنوع ہے، وہاں اِس قانون کی پاسداری لازم ہوگی، اور خلاف ورزی درست نہ ہوگی۔

''عن أبي ہريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلايؤذي جاره'' (صحيح البخاري ۲/ ۸۸۹)۔

''عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قال: لا ضرر ولا ضرار. من ضارَّ ضرَّه الله. ومن شاقَّ شقَّ الله عليه'' (المستدرك للحاكم ۲/ ۵۷)۔

''فيفهم منه حكم النبات الذي شاع في زماننا المسمى بالتتن۔ وقد كرهه شيخنا العمادي في هديته إلحاقًا له بالثوم والبصل بالأولى. فتدبر۔ (الدر المختار) وقال الشامي بحثًا: لكن رائحته تستكرهها الطباع. فهو مكروه طبعًا لا شرعًا'' (الدر المختار مع الشامي ۱۰/ ۴۵ زكريا)۔

''درء المفاسد أولى من جلب المصالح'' (القواعد الفقهية المحمودة / ۶۳)۔

۹۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عام راستوں، آرام کی جگہوں اور پبلک مقامات پر بول وبراز کرنے کی شدید مذمت فرمائی ہے، اور ایسی حرکت کرنے والوں کو ملعون قرار دیا ہے، اِس لئے ہر انسان کو کھلے مقامات پر قضاء حاجت کرنے سے اجتناب کرنا لازم ہے۔ اِسی طرح گندگی کو حتی الامکان مستور رکھنے کی تعلیم دی گئی ہے، اِس کا اہتمام بہر حال کیا جانا چاہئے۔

''عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قال: اتقوا اللعانين. قالوا: وما اللعانان يا رسول الله؟ قال: الذي يتخلى في طريق الناس أو في ظلهم'' (صحيح مسلم. كتاب الطهارة / باب النهى عن التخلي في الطرق والظلال. ص: ۲۷۵ رقم: ۲۶۹ بيت الأفكار الدولية)۔

''قال النووي: معناه يتغوط في موضع يمرُّ به الناس. وما نهى عنه في الظل والطريق لما فيه من إيذاء المسلمين بتنجيس من يمرّ به ونتنه واستقذاره'' (صحيح مسلم ۱/ ۱۳۲)۔

''عن مكحول رحمه الله تعالى قال: نهى رسول الله ﷺ أن يبال بأبواب المساجد۔ (رواه أبوداؤد في مراسيله. الترغيب والترهيب مكمل. رقم: ۲۴۹ : بيت الأفكار الدولية)۔

''عن جابر عن رسول الله ﷺ أنه نهى أن يبال في الماء الراكد'' (صحيح مسلم / كتاب الطهارة ۱/ ۱۳۸)۔

''قال النووي: وكذا إذا بال بقرب النهر بحيث يجري إليه البول. فكله مذموم قبيحٌ منهي عنه ۔ (إلى قوله) قال العلماء: ويكره البول والتغوط بقرب الماء. وإن لم يصل إليه لعموم نهى النبي ﷺ عن البراز في الموارد. ولما فيه من إيذاء المارين بالماء. ولما يُخاف من وصوله إلى الماء'' (صحيح مسلم / كتاب الطهارة ۱/ ۱۳۸)۔

''عن معاذ بن جبل رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: اتقوا الملاعن الثلاث: البراز في الموارد وقارعة الطريق والظل'' (سنن أبي داؤد ۱/ ۵)۔

۱۰۔ عوامی مقامات پر اِس طرح تھوکنا جس سے دوسروں کو گھن آئے یا تکلیف ہو؛ شرعاً درست نہیں ہے، اور اِس بارے میں حکومت اگر قانون بنائے تو اِس کی پابندی کی جانی چاہئے۔

''عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: الإيمان بضع وسبعون، أو بضعٌ وستون شعبة. فأفضلها قول لا إله إلا الله، وأدناها إماطة الأذى عن الطريق، والحياء شعبة من الإيمان'' (صحيح مسلم. كتاب الإيمان / باب بيان عدد الإيمان وأفضلها وأدناها الخ ۱/ ۴۷، رقم: ۳۵ بيت الأفكار الدولية. صحيح البخاري. رقم: ۹. سنن أبي داؤد. كتاب السنة / باب في رد الإرجاء ۲/ ۶۴۳، رقم: ۴۶۷۶ دار الفكر بيروت. سنن الترمذي. أبواب الإيمان / باب ما جاء في استكمال الإيمان ۲/ ۸۹. رقم: ۲۶۱۴. سنن ابن ماجة.

رقم: ۵۷، سنن النسائي ۸/ ۱۱۰)۔

۱۱- شعاعوں اور برقی لہروں سے پیدا ہونے والا نقصان ایک غیر مرئی چیز ہے، اُس کو بنیاد بنا کر کوئی حکم شرعی مقرر نہیں کیا جا سکتا؛ البتہ یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ ضرورت سے زائد کوئی بھی چیز استعمال کرنا مناسب نہیں ہے، اِس میں احتیاط برتنی چاہئے۔

"قال الله تعالی: {كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا، اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ} الأعراف، آیت: ۳۱۔

۱۲- پیڑ پودوں کا ماحول سے کیا تعلق ہے؟ یہ ایک سائنسی بحث ہے، جس کی تصدیق یا تکذیب کئے بغیر اصل حکم شرعی یہ پیش نظر رکھنا چاہئے کہ کائنات کی تمام اشیاء انسان کے نفع کے لئے پیدا کی گئی ہیں، پس اگر کوئی انسان اپنی ملکیت کے کسی درخت یا جنگلات کو کاٹنے میں اپنے لئے نفع محسوس کرتا ہے، گو کہ وہ دوسروں کی نظر میں بے ضرورت ہو، تو کسی شخص کو اُسے روکنے کا حق نہیں ہے، اور احادیث شریفہ میں درخت لگانے یا کھیتی کرنے کی جو ترغیب وارد ہے اُس میں اصلاً پیداوار کے منافع کو پیش نظر رکھا گیا ہے، اور لگائے ہوئے درخت سے مخلوقات میں سے جو فرد بھی استفادہ کرے، اُس درخت لگانے والے کو صدقہ کے ثواب کی بشارت سنائی گئی ہے۔ حدیث کا مضمون اِسی حد تک ہے، اَب اِس کو بطور حکمت ومصلحت ماحول سے جوڑ دیا جائے تو یہ ایک زائد فائدہ کی بات ہوگی، جس کی نفی یا ثبوت کسی نص میں نہیں ہے۔

قال الله تعالى: {هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيْعًا} البقرة، جزء آیت: ۲۹۔

''عن جابر قال: قال رسول الله ﷺ: ما من مسلم يغرس غرسًا إلا كان ما أُكل منه له صدقةٌ، وما سُرق منه له صدقةٌ، وما أكل السبع فهو له صدقةٌ، وما أكلت الطير فهو له صدقةٌ، ولا يرزءه أحدٌ إلا كان له صدقةٌ'' (صحيح مسلم ۲/ ۱۵)۔

''والمالك يتصرف في ملكه كيف يشاء''۔

''ولا يمنع الشخص من تصرفه في ملكه إلا إذا كان الضرر بجاره ضررًا بينًا'' (الدر المختار مع الشامي ۸/ ۱۵۲ زكريا)۔

۱۳- شریعت کا ایک اہم ضابطہ یہ ہے کہ ''لا ضرر ولا ضرار'' یعنی نہ نقصان اُٹھاؤ اور نہ نقصان پہنچاؤ۔ اِسی ضابطہ کے تحت وہ تمام صورتیں آتی ہیں جس میں اپنے کسی عمل سے دوسروں کو تکلیف ہوتی ہو؛ لہٰذا پرشور کارخانوں کو آبادی کے اندر لگانا، گاڑیوں میں ضرورت سے زیادہ تیز ہارن استعمال کرنا، تقریبات میں DJ وغیرہ بجانا، حتی کہ جلسوں اور پروگراموں میں بلا وجہ دور دور تک ساؤنڈ بکس اور اسپیکر لگانا، یہ سب چیزیں موجب ایذاء ہونے کی وجہ سے شرعاً ممنوع قرار پائیں گی۔ اور اگر حکومت کی طرف سے اِس بارے میں تحدید کا کوئی قانون بنایا جائے، تو اِس کی پاس داری ہر شہری پر لازم ہوگی اور خلاف ورزی درست نہ ہوگی۔

''المستفاد: أجمع العلماء سلفًا وخلفًا على استحباب ذكر الجماعة في المساجد وغيرها إلا أن يشوش جهرهم على نائم أو مصل أو قارئ'' (شامي ۱/ ۶۶۰ كراچي، ۲/ ۴۳۴ زكريا، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح / ۳۱۸)۔

''لو قرأ على السطح والناس نيامٌ يأثم (إلى قوله) لأنه يؤذيهم بإيقاظهم''۔

''يجب على القارئ احترامه بأن لا يقرأه في الأسواق ومواضع الاشتغال، فإذا قرأه فيها كان هو المضيع لحرمته فيكون الإثم عليه دون أهل الإشتغال دفعًا للحرج'' (شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة ۲/ ۲۶۸ زكريا)

فقط والله تعالیٰ اعلم

☆☆☆

فضائی اور صوتی آلودگی

مولانا اشرف عباس قاسمی [1]

اسلام ایک جامع اور مکمل نظام حیات ہے جس میں زندگی کے ہر شعبے میں انسان کی بھرپور رہنمائی اور جملہ شؤون واحوال میں ہر مسئلے کا حل موجود ہے۔ اسلام، صفائی اور طہارت و پاکیزگی کی تعلیم دیتا ہے، اسلام کا مطالبہ ہے کہ انسان کا قلب ونظر بھی گندگی سے پاک ہو اور اس کا جسم بھی آلائشوں سے پاک ہو، نیز اس کا پس وپیش اور ماحول بھی نجاست و کثافت سے دور ہو؛ چنانچہ اسلام میں اجتماع کا بڑا مظہر مسجد ہے، جہاں تمام مسلمانوں کو ہر طرح کے امتیازات سے بالاتر ہو کر حاضری کا حکم دیا گیا ہے۔ یہاں حاضری کے وقت قرآن کریم کی یہ واضح ہدایت موجود ہے: "یابنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد و کلوا واشربوا ولا تسرفوا إنه لا یحب المسرفین" (الاعراف: ۳۱) (اے اولاد آدم! تم مسجد کی ہر حاضری کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو، اور خوب کھاؤ اور پیو اور حد سے مت نکلو، بیشک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے حد سے نکل جانے والوں کو)۔

جمعہ کے دن مساجد میں مسلمانوں کا غیر معمولی اجتماع ہو جاتا ہے تو اس دن خصوصیت کے ساتھ غسل وغیرہ سے فراغت کے بعد حاضر ہونے کو کہا گیا ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "إذا جاء أحدكم الجمعة فليغتسل" (موطأ مالك: ۲۳۱)۔

اور ہر اس کوشش کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے جس سے گندگی پھیلے اور ماحول میں تعفن پیدا ہو، چنانچہ هب الريح یعنی ہوا کے رخ پر پیشاب کرنے سے منع کر دیا گیا ہے۔ "لاخلاف بين الفقهاء فی أنه يكره لقاضی الحاجة إذا كانت الحاجة بولا أو غائطا رقيقا أن يستقبل مهب الريح؛ لئلا يصيبه رشاش الخارج فينجسه" (الموسوعة الفقهية ۸/ ۳۴)۔

اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی مذمت فرمائی ہے جو عام گزرگاہوں پر بول وبراز کرتے ہیں۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے:

"اتقوا اللاعنين، قالوا: وما اللاعنان؟ قال: الذی يتخلى فی طريق الناس أو فی ظلهم" (رواه مسلم) (لعنت کا سبب بننے والی دو چیزوں سے بچو! صحابہؓ نے عرض کیا: وہ دو کیا ہیں؟ ارشاد ہوا: جو لوگوں کی گزرگاہ یا انکے سایے میں بول وبراز کرے)۔

نیز سوتے وقت جلتی ہوئی چیزوں کے بجھانے کا خاص حکم دیا گیا ہے: " خمّروا الآنية و اطفئوا المصابيح عند الرقاد؛ فان الفويسقة ربما اجترت الفتيلة فأحرقت أهل البيت" (بخاری، رقم: ۲۱۰۶، مسلم، رقم: ۲۰۱۲) (سونے کے وقت برتن ڈھانپ لو، چراغ بجھا دو، اس لیے کہ کبھی چوہیا بتی کو کھینچ کر گھر والوں کو جلا سکتی ہے)۔

حدیث میں مذکور حکمت کے علاوہ چراغ بجھانے کے حکم کی ایک اور وجہ علم جدید کی روشنی میں یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ رات کو جلنے والی آگ سے ضرر رساں کاربن ڈائی آکسائڈ جیسی گیس خارج ہوتی ہے جس سے دم گھٹنے اور بسا اوقات ناگہانی موت کا اندیشہ رہتا ہے۔

ان ہدایات کی روشنی میں ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ گردوپیش کا ماحول درست اور صحت بخش رکھنے میں اپنا کردار ادا کرے اور اسے نقصان دہ بننے سے روکنے کے لیے ہر ممکن کوشش کرے۔

ا۔ پکوان میں آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال:

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ پکوان میں ایندھن کے طور پر استعمال ہونے والی اشیاء میں دھواں والی چیزیں زیادہ مضرت رساں ہوتی ہیں جن سے ماحول اور صحت کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ رہتا ہے، چنانچہ کیمبرج یونی ورسٹی کی ایک تحقیق میں کہا گیا ہے کہ لکڑی کے جلانے سے مضر گیس خارج ہوتی ہے

[1] استاذ، دارالعلوم دیوبند، سہارنپور (یوپی)۔

اور ایسے باریک ذرات فضا میں اٹھتے ہیں جو فضا میں موجود زہریلے گیس کے ساتھ مل کر ناک کے ذریعے اندر پھیپھڑے تک پہنچ کر انھیں نقصان پہنچاتے ہیں، نیز اس سے شرائین میں خترات اور خون میں جلن پیدا ہوتی ہے (ٹریبیون میڈیا، دسمبر ۲۰۱۰)۔

لہذا اگر سہولت اور گنجائش ہو تو آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کے استعمال سے ضرور گریز کرنا چاہئے؛ تاکہ اجتماعی ضرر سے بچا جاسکے۔ فقہ کا مشہور قاعدہ ہے: "یتحمل الضرر الخاص لدفع الضرر العام" (یعنی اجتماعی ضرر کو دفع کرنے کے لیے انفرادی ضرر برداشت کرنا ہوگا)، احادیث میں بھی اس کے نظائر موجود ہیں؛ چنانچہ صلح حدیبیہ میں صلح کی دفعات سے ابوجندلؓ جیسے مکہ میں مقید صحابہؓ کا بہ ظاہر نقصان تھا لیکن عام اجتماعی فوائد کے پیش نظر نقصان گوارا کرنا پڑا۔ اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اجتماعی مصالح کے پیش نظر حضرت ابوذر غفاری کو مدینہ منورہ سے نکل کر مقام ربذہ میں قیام کرنے کے حکم دیا تھا۔

۲، ۳۔ گاڑیوں اور روشنی کے لیے کس طرح کا ایندھن استعمال کیا جائے؟

لوگوں کو ضرر سے بچانے اور ماحول کو پاک صاف رکھنے کے لیے گاڑیوں اور روشنی کے لیے کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کو ہی ترجیح ہوگی، اور اگر کسی خاص گاڑی کے لیے حکومت کی طرف سے ڈیزل کے استعمال کی ممانعت کردی جائے اور گیس کے استعمال کو ہی لازم کردیا جائے اسی طرح زیادہ دھواں چھوڑنے والے جنریٹر پر پابندی ہو تو اس صورت میں اس حکم پر عمل کی اہمیت مزید بڑھ جائے گی؛ کیوں کہ خلاف ورزی کی صورت میں وہ مفاد عامہ میں جاری حکومت کی ہدایت کی خلاف ورزی کا مرتکب ہوگا اور ساتھ ہی اجتماعی نقصان کا باعث بنے گا، اور پکڑے جانے کی صورت میں مال وعزت دونوں کے جانے کا خطرہ رہتا ہے؛ اس لیے بلاوجہ اس حکم پر عمل نہ کرنا معصیت قرار پائے گا۔

۴۔ برقی بل کے بجائے شمسی توانائی کا استعمال:

اگر واقعۃً برقی بل کے بجائے شمسی توانائی کا نظام زیادہ نافع اور کارآمد ہے تو اصحاب استطاعت افراد واشخاص اور مساجد کو آلودگی سے محفوظ توانائی کا استعمال مستحسن قرار پائے گا، لیکن عملاً بہت سے مقامات پر نتائج توقع کے مطابق نہیں آئے ہیں، اس لیے مدارس ومساجد کو اس نظام کو اپنانے سے پہلے اچھی طرح حالات کا مشاہدہ کرلینا چاہئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ اچھا خاصا اجتماعی سرمایہ اس نام پر ضائع ہوجائے۔

۵۔ کارخانوں کے لیے بنائے گئے قوانین کی پاسداری:

کارخانوں کی چمنیوں، ایندھن اور فضلات کے تعلق سے بنائے گئے حکومتی قوانین پر عمل درآمد شرعاً لازم ہے، انسانی بھلائی کے نقطہ نظر سے وضع کیے گئے ان قوانین کی خلاف ورزی فساد فی الارض ہے، اور اس سے اجتماعی ضرر لازم آتا ہے۔

۶۔ جانوروں کے اجزا کے سلسلے میں حکومت اور افراد کی ذمہ داریاں:

یہ بات صحیح ہے کہ جانور کے ذبح کے بعد اس کے اجزا او جھڑی اور خون وغیرہ کو یونہی چھوڑ دینے اور انھیں ٹھکانہ نہ لگانے سے وبائی امراض کا خطرہ رہتا ہے، اس لیے ان خطرات سے ممکنہ حد تک بچتے رہنے کی کوشش فرد کی بھی ذمہ داری ہے اور حکومت واداروں کی بھی۔ حکومت کا فرض بنتا ہے کہ وہ شہروں اور گھنی آبادیوں میں خصوصیت کے ساتھ ایسے مذابح قائم کرے جن سے شہری آبادی کو ضرر نہ ہو اور وہاں لوگ اپنے جانور ذبح کرسکیں، صفائی کا معقول نظم ہو، تعفن کو ختم کرنے کے لیے جدید وسائل کا بھی خوب استعمال کرے۔ اسی طرح ہر فرد اور شہری کی ذمہ داری ہے کہ وہ حکومت کے متعین کردہ رہنما خطوط کے مطابق ہی کام کرے، گندگیاں بالکل نہ پھیلائے اور تعفن والے اجزا کو زیر زمین دفن کردیا کرے جس طرح خود انسانی اجزا کے سلسلے میں یہی احکام ہیں، اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی مذمت فرمائی ہے جو عام راستوں پر گندگی پھیلاتے ہیں، چنانچہ حدیث پاک میں ہے:

"اتقوا اللاعنین، قالوا: وما اللاعنان؟ قال: الذی یتخلی فی طریق الناس أو فی ظلهم" (رواہ مسلم). (لعنت کا سبب بننے والی دو چیزوں سے بچو، صحابہؓ نے عرض کیا: وہ دو کیا ہیں؟ ارشاد ہوا: جو لوگوں کی گزرگاہ یا انکے سایے میں بول وبراز کرے)۔

نیز ارشاد گرامی ہے: "من غسل سخیمته علی طریق من طرق المسلمین، فعلیه لعنة الله والملائكة والناس أجمعین" (الطبرانی والبیهقی) (جو شخص اپنی گندگی کو مسلمانوں کے کسی راستے پر دھودے تو اس پر اللہ، فرشتے اور تمام مسلمانوں کی لعنت ہے)۔

۷۔ سامان کی پیکنگ کے لیے پلاسٹک کا استعمال:

عام حالات میں اور حکومتی ہدایات کی صورت میں خصوصیت کے ساتھ پلاسٹک کی تھیلیوں سے گریز کرنا چاہئے، کیوں کہ اس سے بھی ماحول کو بڑا نقصان ہوتا ہے؛ تاہم شرعی اعتبار سے ہمارے لیے اس کو حرام یا ناجائز کہنا مشکل ہے ورنہ بڑے مسائل پیدا ہوجائیں گے، البتہ ماحولیات کے تحفظ اور لوگوں کو اجتماعی ضرر سے بچانے کا حوالہ دے کر عامۃ المسلمین کے لیے مستحسن یہی قرار پائے گا کہ وہ متبادل دستیاب ہونے کی صورت میں اس کے استعمال سے بچیں۔ اس سلسلے میں حکومت کو بھی خلوص اور سنجیدگی کا مظاہرہ کرنا ہوگا؛ کیوں کہ اگر حکومت واقعی سنجیدگی کے ساتھ اس حکم کی تنفیذ کی کوشش کرے تو اس مصیبت سے نجات مل سکتی ہے، بعض چھوٹے افریقی ملکوں میں دیکھا گیا کہ حکومت کی مستعدی اور دلچسپی کی وجہ سے اس قانون پر پوری طرح عمل ہو رہا ہے۔

۸۔ سگریٹ نوشی کی مضرت اور عوامی مقامات پر استعمال کی ممانعت:

سگریٹ اور بیڑی وغیرہ وہ چیزیں ہیں جن سے دین یا دنیا کا کوئی معتد بہ فائدہ وابستہ نہیں ہے، اور ڈھیر سارے نقصانات ہیں۔ اس سے جسم، عقل، مال، دین اور معاشرہ سب کو مضرت پہنچتی ہے، چنانچہ ایک سروے کے مطابق نوے فیصد کینسر تمباکو نوشی کے ہی سبب ہوتا ہے، تمباکو نوشی کرنے والا لوگوں پر زیادتی اور ماحول کو نقصان پہنچانے کا مرتکب ہوتا ہے، اس کا نقصان سب سے پہلے اس کے قریبی لوگوں کو ہوتا ہے مثلاً بیوی، بچے اور دوست واحباب، پھر راہ گیر اور اس کے پاس سے گزرنے والے اس کے شکار ہوتے ہیں، ایک تحقیق میں یہ بات آئی ہے کہ تمباکو نوشی کرنے والے کے پاس جو شخص مسلسل چار گھنٹے بیٹھتا ہے تو اس بیٹھنے والے کو بھی دس سگریٹ کے برابر نقصان پہنچ جاتا ہے۔ جب ایک شخص سے اس قدر نقصان پہنچ رہا ہے تو بیک وقت جو لاکھوں اور کروڑوں لوگ سگریٹ نوشی کرتے ہوئے کثیف دھواں خارج کرتے ہیں؛ اس کے ماحول پر کس قدر مضر اثرات مرتب ہوتے ہونگے۔ امام مالک نے یحیی المازنی سے روایت کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لاضرر ولا ضرار" (الموطأ، كتاب الاقضية) اور تدخین کی صورت میں خود اس کا اپنے کو اور آس پاس والوں کو ضرر میں مبتلا کرنا جگ ظاہر ہے۔ اسی طرح ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: "من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يؤذ جاره" (صحيح البخاري، كتاب الادب) (جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ وہ اپنے پڑوسیوں کو تکلیف نہ پہنچائے) اور یقینی طور پر تمباکو نوشی کرنے والا پاس پڑوس والوں کو ایذا دیتا ہے، اس لیے تمباکو نوشی ایک ناپسندیدہ اور قبیح عمل ہے جس سے اجتناب ضروری ہے، خاص کر جن مقامات پر حکومت کی طرف سے اس کی ممانعت ہے وہاں اس کی شناعت اور بڑھ جائے گی۔

۹۔ عوامی مقامات پر بول وبراز اور نالیوں میں فضلات بہانے کا حکم:

عوامی مقامات اور عام گزرگاہوں پر پیشاب یا رفع حاجت ایک مذموم عمل ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لیے دور کی جگہوں کا انتخاب کرتے تھے، چنانچہ حدیث میں ہے: "عن المغيرة بن شعبة أن النبي ﷺ كان إذا ذهب المذهب أبي الخلاء أبعد" (رواه الاربعة)

جو شخص عام راستے اور سڑک کے کنارے رفع حاجت کرتا ہے؛ اس کا یہ عمل خلاف مروءت ہونے کے ساتھ لوگوں کے لیے گھن اور اذیت کا باعث ہوتا ہے، اور ایسے لوگوں کے بارے میں ارشاد نبوی ہے:

"من أذى المسلمين في طرقهم، وجبت عليه لعنتهم" (رواه الطبراني في الكبير)
(جو شخص مسلمانوں کو ان کے راستے کے سلسلے میں تکلیف پہونچائے گا وہ ان کی لعنت کا مستحق قرار پائے گا)۔

اس لیے اس بری عادت سے بچنے کا حد درجہ اہتمام ہونا چاہئے، اور اگر وہ ایسی جگہ ہو جہاں عام طور سے لوگوں کی نگاہ ستر پر پڑتی ہو تو اس سے احتراز واجب ہے۔ اسی طرح کھلی نالیوں میں گندے پانی اور فضلات بہا دینے سے گندگی پھیلتی اور ماحول میں آلودگی پیدا ہوتی ہے؛ اس لیے اس سے بچنا ضروری ہے۔ دلائل ماقبل میں دیئے جاچکے۔

۱۰۔ سڑک اور عوامی مقامات پر تھوکنا:

عوامی مقامات پر تھوکنا جس سے لوگوں کو تکلیف پہنچے؛ جائز نہیں ہے، اگر تھوکنا ہی ہے تو تھوک دان میں تھوکے، بہ صورت دیگر اپنے پاس موجود

رومال یا دستی وغیرہ کا استعمال کرے۔ اسلام میں عوامی اجتماع کا سب سے بڑا مرکز مسجد ہے، جہاں تھوکنے کو خطا قرار دیا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ''البزاق فی المسجد خطیئة و کفارتھا دفنھا'' (رواہ البخاری فی کتاب الصلاۃ، ومسلم فی کتاب المساجد) (مسجد میں تھوکنا غلطی ہے اور اس کا کفارہ اس کو دفن کردینا ہے)، (اور پختہ فرش ہو تو وہاں سے ہٹانا اور صاف کردینا ہے)'' اس سلسلے میں اور بھی متعدد روایات ہیں جن سے صاف واضح ہے کہ مسجد ہو یا کوئی اور عوامی مقام، وہاں کھلے عام تھوکنا لوگوں کے لیے مضرت رساں ہونے کے سبب جائز نہیں ہے۔

۱۱۔ مختلف مشینی اشیاء کا ضرورت سے زیادہ استعمال:

اللہ رب العزت نے خاص حکمت اور مصلحت کے ساتھ کائنات کی تخلیق کی ہے اور اس کا سارا نظام چلا رکھا ہے، ارشاد ربانی ہے:

"أنا کل شيء خلقناہ بقدر" (القمر: ۴۹) (ہم نے ہر چیز کو انداز سے پیدا کیا ہے)۔

لیکن نئے صنعتی نظام کے بعد کارخانوں اور صنعتوں کی کثرت نے قدرتی چیزوں سے کھلواڑ کر کے انسانیت کے لیے بڑی مشکلات پیدا کردی ہے، اس طرح انسان اپنے ہاتھوں مصنوعات کے بیجا استعمال سے فساد فی الارض کا مرتکب ہوتا جارہا ہے؛ حالاں کہ قرآن کریم میں ہے: "ولا تفسدوا فی الأرض بعد إصلاحھا" (الاعراف: ۵۶) (اور روئے زمین میں بعد اس کے کہ اس کی درستگی کردی گئی فساد مت پھیلاؤ)، لہذا مشینی اشیاء کا ضرورت سے زیادہ استعمال اسراف ہے، اپنے، گھر والے اور پاس پڑوس کے لیے مضرت کا باعث ہے، جس سے از روئے شرع بچنا ضروری ہے۔

۱۲۔ الف، ب۔ جنگلات کو کاٹنے کی ممانعت اور شجر کاری وزراعت کی اہمیت:

اسلام میں جنگلات کے تحفظ اور درخت لگانے کی بڑی اہمیت ہے؛ کیوں کہ یہ لوگوں کے لیے بے انتہا نافع اور فضا میں موجود زہریلی گیسوں کو اپنے اندر جذب کرلیتے ہیں، اگر درخت اور جنگل نہ ہو تو ماحولیاتی توازن بگڑ جاتا اور فساد پیدا ہوجاتا ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حالت جنگ میں بھی درختوں کو کاٹنے سے ممانعت فرماتے تھے، چنانچہ فوج کے سالاروں کو اس طرح ہدایات دیتے تھے:

''لا تغدروا، ولا تقطعوا نخلا ولا شجرۃ ولا تھدموا بناء'' (روی نحوہ البیہقی فی الکبری ۹/ ۹۰)

(دھوکہ مت دینا، کھجور یا کسی اور درخت کو مت کاٹنا، اور کسی عمارت کو مت ڈھا دینا)۔ انسان کو اللہ پاک نے اپنا خلیفہ بنا کر زمین کو اس کے لیے آباد کیا ہے، ارشاد باری ہے: "ھو أنشأکم من الأرض واستعمرکم فیھا" (ھود: ۶۱) (اس نے تم کو زمین سے پیدا کیا اور اس میں آباد کیا)۔

اور ظاہر ہے زمین میں لگے ہوئے درختوں کو بلا وجہ کاٹنا اعمار کے منافی ہے۔

اسی طرح کھیتوں کی تباہی بھی اسلام کی نگاہ میں زمین میں فساد پھیلانا اور اس کے نظام کو نقصان پہنچانا ہے۔ "وإذا تولی سعی فی الأرض لیفسد فیھا ویھلك الحرث والنسل، واللہ لا یحب الفساد" (البقرۃ: ۲۰۵) (اور جب پیٹھ پھیرتا ہے تو اس دوڑ دھوپ میں پھرتا رہتا ہے کہ شہر میں فساد کردے اور کھیت اور مویشی کو تلف کردے اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں فرماتے)۔

البتہ انسان ضرورت کے پیش نظر اپنی ملکیت کے درخت کاٹے؛ تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، یا اپنے ذاتی کھیتوں کو پلاٹس بنا کر آبادیاں بسائے تو اس کی بھی گنجائش ہے، البتہ بلا ضرورت یا محض ذاتی مفادات کے حصول کے لیے جنگلات کو کاٹنا اور کھیتوں کو ختم کرنا جس سے ماحول اور آبادی کو اجتماعی ضرر پہنچے، اس کی اسلام میں گنجائش نہیں ہے بلکہ یہ فساد فی الارض ہے۔

اس کے بالمقابل اسلام میں کاشت کاری اور درخت لگانے کی ترغیب ہے اور اس کو کار ثواب قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

''لا یغرس المسلم غرسا فیأکل منه إنسان ولا دابة ولا طیر إلا کان له صدقة إلی یوم القیامة'' (البخاری، رقم: ۲۳۲۰، ومسلم، رقم: ۳۹۷۵)، ایک دوسری روایت میں ''ولا یزرع زرعا'' کے بھی الفاظ ہیں، بلکہ شجر کاری کی اہمیت کو بتلانے کے لیے حدیث پاک میں جو تعبیر ہے اس سے بلیغ ترین تعبیر ہو ہی نہیں سکتی، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ''إذا قامت الساعة وفی ید أحدکم فسیلة، فإن استطاع الا یقوم حتی یغرسھا فلیغرسھا'' (رواہ أحمد والبخاری فی الأدب المفرد) (اگر قیامت اس

حال میں آجائے کہ تم میں سے کسی کے ہاتھ میں کھجور کا چھوٹا پودا ہو، تو اگر اسے کھڑے ہونے سے پہلے لگا سکتا ہو تو بھی اسے لگا لینا چاہئے)۔

صوتی آلودگی:

ہمارے متمدن معاشرے کا ایک بڑا مسئلہ بڑھتی ہوئی صوتی آلودگی ہے، یعنی وہ تیز آواز اور شور وشغب جو کانوں کے لیے تکلیف دہ اور ذہن ودماغ کے لیے الجھن اور پریشانی کا باعث ہوتے ہیں، جس سے انسان بالخصوص بچے، بیمار، طلبہ اور اپنے کام میں مشغول یکسوئی پسند لوگوں پر انتہائی منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں، سائنسدانوں کی تحقیق کے مطابق صوتی آلودگی کے سبب شہر کے باشندگان کی عمر دیہات میں بسنے والوں کی بہ نسبت ۸ سے دس سال تک کم ہو جاتی ہے، ایئرپورٹ کے آس پاس کے اسکولوں میں زیر تعلیم طلبہ کا بلڈ پریشر دور واقع اسکول کے طلبہ کے مقابلے میں بڑھا ہوتا ہے، ایک اور رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ ہر تیسری خاتون اور ہر چوتھے مرد صوتی آلودگی کی وجہ سے اعصابی بیماریوں سے دوچار ہیں، شریعت مطہرہ کی تعلیم اس باب میں بھی نہایت متوازن اور اعتدال پر مبنی ہیں، اسلام میں نہ وہ آواز پسندیدہ ہے جو بولی جائے تو نہ سنی جا سکے اور نہ وہ جو اس قدر تیز ہو کہ لوگوں کے لیے ضرر رساں ثابت ہو، چنانچہ قرآن نے لقمان حکیم کی اپنے بیٹے کو نصیحت کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے: "واقصد فی مشيك واغضض من صوتك، إن أنكر الأصوات لصوت الحمير" (لقمان:۱۹) (اور اپنی رفتار میں اعتدال اختیار کر، اور اپنی آواز کو پست کر، بے شک آوازوں میں سب سے بری آواز گدھوں کی آواز ہے)، دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے: "ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها وابتغ بين ذلك سبيلا" (الاسراء:۱۱۰) (اور نماز میں نہ تو بہت پکار کر پڑھئے اور نہ بالکل ہی چپکے چپکے پڑھئے، اور دونوں کے درمیان ایک طریقہ اختیار کر لیجئے)۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چیخنے چلانے والے اور بازار میں شور وشغب کرنے والے کو عند اللہ مبغوض قرار دیا ہے: "ان الله يبغض كل جعظري جواظ، صخاب في الأسواق" (رواه احمد فی مسنده)،

نیز فرمایا: "إياكم وهيشات الأسواق" (رواه مسلم)۔

خلاصہ یہ کہ شریعت کی نگاہ میں بلاوجہ کا شور انتہائی ناپسندیدہ عمل ہے، اور جب نماز اور عبادات میں بلند آواز کی ممانعت ہے تو دوسری چیزوں میں تو اس کی شناعت مزید بڑھ جائے گی۔

ا۔ کارخانے آبادی سے باہر ہوں:

حکومت کی طرف سے کارخانوں کو آبادی سے باہر لگانے کی ہدایت شرعاً واجب التعمیل ہے، اس کی خلاف ورزی متعدی الی الضرر ہونے کی وجہ سے معصیت کا سبب ہے۔ اور حکومت کو بھی اس سلسلے میں سنجیدگی اور سختی کا مظاہرہ کرنا چاہئے، جیسا کہ حضرت عمرؓ نے محمدؓ بن مسلمہ کے ساتھ سختی برتی تھی جب کہ انھوں نے اپنے کھیت سے پانی کی کیاری گزارنے سے بلا کسی معقول وجہ کے منع کر دیا تھا اور انھیں حضرت ضحاکؓ کو نقصان پہنچانے سے باز رہنے کو کہا تھا۔ جس کی تفصیل امام مالکؒ کی درج ذیل روایت میں ہے:

"ان الضحاك بن خليفة ساق خليجا من العريض، فأراد أن يمر به في أرض محمد بن مسلمة، فأبي محمد، فقال له الضحاك: لم تمنعني، وهو لك منفعة تشرب به أولا وآخرا، ولا يضرك۔ فأبي محمد، فكلم فيه الضحاك عمربن الخطاب، فدعا عمربن الخطاب محمد بن مسلمة، فأمره أن يخلي سبيله، فقال محمد: لا، فقال عمر: لم تمنع أخاك ماينفعه، وهولك نافع، تسقي به أولا وآخرا، وهو لا يضرك؟ فقال محمد: لا والله، فقال عمر: والله ليمرن به ولو على بطنك، فأمره عمر أن يمر به، ففعل الضحاك" (الموطأ، كتاب الاقضية: ۱۴۶۳)۔

۲۔ گاڑیوں کے ہارن اور سائرن کی آواز:

گاڑیوں میں غیر ضروری طور پر سائرن یا تیز آواز کے ہارن بجانا دیانۃً یا قضاءً کسی بھی طرح درست نہیں ہے، ایمبولینس والے سائرن کی صورت میں دیگر مفاسد کے علاوہ غرر اور دھوکہ بھی ہے، جس سے احتراز ازحد ضروری ہے۔

۳۔ ڈی جے کا شور، شریعت کی نظر میں:

شریعت کی نگاہ میں قبیح اور گھناؤنا عمل ہے، شریعت جب عبادات میں بلاضرورت رفع صوت کی اجازت نہیں دیتی تو معاصی میں کہاں گنجائش دے سکتی ہے۔

۴۔ جلسوں میں وقت اور آواز کے سلسلے کی ہدایات:

پوری رات کے جلسے یوں بھی نافع ہونے کے بجائے کئی اعتبار سے نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں، اس لیے عام حالات میں بھی لمبے پروگراموں سے بچنا چاہئے، اور اگر انتظامیہ کی طرف سے لوگوں کی صحت اور ماحولیات کے تحفظ کے مقصد سے وقت کی تحدید اور ساؤنڈ سسٹم کے سلسلے میں کوئی خاص ہدایت ہو تو اس کی خلاف ورزی قانوناً بھی جرم ہے اور شرعاً بھی۔ علامہ یوسف قرضاوی نے شور وشغب کے شرعی احکام کے حوالے سے بڑی جامع بات فرمائی ہے، وہ کہتے ہیں:

”کل مایضر الإنسان من الضجیج المؤذی، فهو محرم دیانة ایضا، ویزید أنه من حق (القضاء) أن یمنعه إذا رفع إلیه. ومن حق (المحتسب) أن یمنعه إذا رآه ولم یرفعه إلیه أحد“ (الاسلام ووسائل مکافحة التلوث الضوضائي، کنانه اونلائن)۔

(ہر وہ تکلیف دہ شور وشغب جو انسان کے لیے نقصان دہ ہو، وہ دیانۃً تو حرام ہے ہی؛ مزید یہ کہ عدالت کا بھی حق ہے کہ جب یہ معاملہ اس تک پہنچے تو وہ اس پر روک لگائے، اور کوتوال کی ذمہ داری ہے کہ وہ جب بھی اسے دیکھے اس سے منع کرے؛ اگرچہ باضابطہ کسی نے اس تک اس کی شکایت نہ پہنچائی ہو)۔

☆☆☆

فضائی اور صوتی آلودگی

مولانا ابوسفیان مفتاحی[1]

۱۔ عام طور پر پکوان ایندھن کے طور پر لکڑی اور کوئلہ، گوبر گیس اور بجلی کا استعمال ہوتا ہے، ان میں بعض چیزیں مثلاً لکڑی، کوئلہ اور گوبر دھواں چھوڑنے والی ہیں، جن سے ماحول آلودہ ہوتا ہے، اور بعض مثلاً گیس اور بجلی دھواں پیدا نہیں کرتیں لیکن ممکن ہے کہ وہ نسبتاً مہنگی ہوں تو جو شخص ایسے وسائل استعمال کرنے پر قادر ہو تو اس کے لئے لکڑی وغیرہ ارزاں ہونے کی وجہ سے کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال درست نہ ہوگا جبکہ اس سے اجتماعی ضرر ہوتا ہے تو دونوں صورتوں میں ان کا استعمال درست نہ ہوگا۔

۲۔ گاڑیاں دو چکہ ہوں یا تین چکہ یا چار چکہ ہوں ان کی اہم ضرورت ہے اور ان کے لئے بھی ایندھن مطلوب ہے، یہ ایندھن ڈیزل، پٹرول اور کئی قسم کی گیس کی شکل میں قابل استعمال ہوتا ہے، اور اب اس میدان میں بھی شمسی توانائی کو قابل استعمال بنانے کی کوشش کی جارہی ہے۔

ڈیزل میں بہت زیادہ، اس سے کم پٹرول میں اور اس سے بھی کم گیس میں دھواں خارج ہوتا ہے، ایسی صورت میں حکومت کی طرف سے ڈیزل کے استعمال کی ممانعت کردی جائے یا کسی خاص گاڑی بلکہ عام گاڑیوں کے لئے گیس ہی کے استعمال کو لازم کردیا جائے جیسا کہ دہلی میں مشاہدہ ہے تو عوام کے لئے اس قانون پر عمل کرنا شرعاً واجب ہوگا، اور اگر حکومت کی طرف سے کوئی ہدایت نہ ہو تو تب بھی لوگوں کو ضرر سے بچانے کے لئے اور ماحول کو پاک وصاف رکھنے کے لئے کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کو ترجیح دینے کی شرعاً اس کی حیثیت واجب کی ہوگی۔

۳۔ روشنی حاصل کرنے کے لئے موجودہ وقت میں جو ذریعہ استعمال کیا جاتا ہے، وہ بنیادی طور پر الیکٹرک اور اس کے نہ ہونے کی صورت میں جنریٹر کو استعمال کیا جاتا ہے، جنریٹر مٹی کے تیل سے بھی چلتا ہے، اور ڈیزل، پٹرول اور گیس سے بھی، مٹی کے تیل اور ڈیزل سے چلنے والے جنریٹر بہت زیادہ دھواں چھوڑتے ہیں اور بہت سی جگہوں پر حکومت کی طرف سے اس کے استعمال ممانعت بھی ہوتی ہے، تو ایسی صورت میں شرعاً کم دھواں پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال واجب ہوگا تاکہ ماحول کو اس کے نقصان سے بچایا جاسکے۔

۴۔ ایندھن کے مذکورہ وسائل کے ساتھ ساتھ اس وقت شمسی توانائی کا استعمال کافی بڑھ رہا ہے، حکومت اس کے لئے بعض سہولتیں فراہم کررہی ہے، اس میں ایک بار ضرور خطیر رقم خرچ ہوتی ہے لیکن آئندہ برقی بل سے بچ جاتا ہے، تو شرعی نقطہ نظر سے صاحب استطاعت، افراد واشخاص، مساجد اور مدارس اور اداروں کے لئے آلودگی سے محفوظ اس توانائی کا استعمال مستحسن عمل ہوگا۔

۵۔ صنعتی ترقی کے اس دور میں چھوٹے بڑے کارخانوں کی بہتات ہے اور یہ یقیناً موجودہ دور کی ایک ضرورت ہیں؛ لیکن کارخانوں میں جو ایندھن استعمال کیا جاتا ہے وہ بہت دھواں پیدا کرنے والا ہوتا ہے، اور جو صنعتی فضلات باہر پھینکے یا بہائے جاتے ہیں وہ فضائی آلودگی پیدا کرتے ہیں، اس لئے حکومت نے اس کے لئے کئی قوانین بھی بنائے ہیں، کہ کارخانے آبادیوں سے باہر ہوں، ان کی چمنیوں کو ایک خاص سطح تک اونچا رکھا جائے، کم سے کم ایسا ایندھن استعمال کیا جائے جو آلودگی پیدا کرنے کا باعث نہ ہو، اور فضلات کو تحلیل کرنے کی تدبیر اختیار کی جائے، یہ قوانین انسانی بھلائی کے ہی نقطہ نظر سے بنائے گئے ہیں تو ایسے قوانین کی خلاف ورزی کرنا شرعاً درست نہیں ہے۔

۶۔ انسانی خوراک کا ایک اہم حصہ جانور ہیں، جن سے لحمی غذا حاصل کی جاتی ہے، جانور کے قابل استعمال اجزاء کے حاصل کرنے کے بعد بعض اجزاء جیسے خون، اوجھڑی وغیرہ ضائع کردی جاتی ہیں، بمقابلہ نباتات کے جانوروں میں جلد تعفن پیدا ہوجاتا ہے اور یہ بہت تیزی سے فضا کو

---

[1] جامعہ مفتاح العلوم مئو، یوپی۔

آلودہ کرتے ہیں، گزشتہ زمانہ میں اس کی وجہ سے کثرت سے ہیضے کی بیماری پھیل جایا کرتی تھی، خاص کر جب بیک وقت بہت سارے جانور ذبح کئے جائیں، جیسا کہ قربانی کے ایام میں ہوتا ہے، تو ایسے مواقع پر اس کا کافی اندیشہ ہوتا ہے، تو ذبیحہ کے ایسے اجزاء کے سلسلہ میں شریعت میں احکام یہ ہیں کہ ان کو گڈھا کھود کر دفن کر دیا جائے یا دریا میں پھینک کر مچھلیوں کی غذا بنادی جائے یا ذبیحہ کی اوجھڑی کو دھل کر اس کے بعد پکا کر انسانی غذا بنادی جائے جیسا کہ اکثر لوگ کرتے ہیں، اس کے امکانی نقصان سے بچانے کے لئے حکومت کی مذکورہ بالا ذمہ داریاں ہیں اور خود ذبح وقربانی کرنے والوں کی مذکورہ بالا ذمہ داری ہے۔

۷۔ سامان کی پیکنگ بھی ایک اہم ضرورت ہے، قدیم زمانہ میں اس کے لئے ردی کاغذ یا اس سے تیار ہونے والی چیزیں استعمال کی جاتی تھیں، اب اس کی جگہ پلاسٹک کی تھیلیوں نے لے لی ہے، لیکن پلاسٹک زمین میں تحلیل نہیں ہوتا اور اگر اسے جلایا جائے تو اس سے بہت کثیف دھواں پیدا ہوتا ہے، ہمارے ماحول کو نقصان پہنچانے والی چیزوں میں ماہرین اس کو بہت خطرناک قرار دیتے ہیں؛ لیکن آسانی وخوشنمائی کی غرض سے اور خاص کر سستا ہونے کی وجہ سے تجار اور عوام اس کا خوب استعمال کرتے ہیں، تو چونکہ قدیم زمانے میں اس کے لئے ردی کاغذ وغیرہ استعمال کیا جاتا تھا تو شرعاً اس کو استعمال کا حکم دیا جائے گا۔

۸۔ سماج میں تمباکو کی اشیاء مختلف صورتوں میں استعمال کی جاتی ہیں، جیسے: سگریٹ، بیڑی، حقہ وغیرہ، اس سے جو دھواں نکلتا ہے وہ زیادہ کثیف اور مسموم ہوتا ہے، اس کا نقصان صرف پینے والے کو ہی نہیں ہوتا؛ جیسا کہ سگریٹ اور اس کے مثل اشیاء کی پیکٹوں پر اس کے نقصانات لکھے ہوتے ہیں اور ڈاکٹر لوگ اس کے عادی بننے سے منع کرتے ہیں؛ لیکن افسوس یہ ہے کہ بعض ڈاکٹر بہت پیتے ہیں اور عوام کو منع کرتے ہیں اور حکومت سعودیہ میں وہاں کے علماء کرام سگریٹ نوشی کی حرمت کا فتوی صادر کرتے ہیں اس کے باوجود سگریٹ نوشی عام ہے، اور ہر نشہ آور چیز کا پینا حرام ہے، اس کا نقصان پینے والے کے متعلقین اور ہم نشینوں کو بھی ہوتا ہے اور بحیثیت مجموعی اس سے ماحول کو کافی نقصان پہنچتا ہے؛ اس لئے آج کل ایئر پورٹ اور دوسرے عوامی مقامات پر ایسے لوگوں کے لئے اسموکنگ زون بنادیا گیا ہے، لہذا ایسی چیزوں کا استعمال کرنا ناجائز ہوگا، اور قانوناً جن مقامات پر سگریٹ نوشی وغیرہ کی ممانعت ہو، وہاں سگریٹ وغیرہ پینا شرعاً مکروہ تحریمی ہوگا۔

۹۔ بدقسمتی سے ہمارے ملک میں اب بھی بہت سے گھروں میں بیت الخلاء نہیں ہے، شہروں میں اقل قلیل اور دیہاتوں اور گاؤں میں بہت زیادہ کمی ہے، جس کے سبب لوگ سڑکوں کے کنارے یا کھیت وغیرہ میں رفع حاجت کرتے ہیں اور پیشاب تو عوامی مقامات جیسے ریلوے اسٹیشن، بس اسٹینڈ وغیرہ پر کرتے ہیں، اس بری عادت کا شریعت کی نظر میں درجہ ناجائز ہونے کا ہے، اس سلسلہ میں ان احادیث سے استدلال کیا جاسکتا ہے:

”عن جابر قال: كان النبي ﷺ إذا أراد البراز انطلق حتى لا يراه أحد“ (رواه ابوداؤد، مشكوة، باب آداب الخلاء: ۱/ ۴۲)

اور مرقاۃ (۱/ ۲۸۸) میں ہے: ”قال ابن حجر بسند حسن و قال ميرك: وابن ماجه ايضا وفى اسناده اسماعيل بن محمد الكوفى نزيل مكة شرفها الله وقد تكلم فيه غير واحد، وفى الجامع الصغير: كان إذا اراد الحاجة أبعد، رواه ابن ماجة عن بلال بن الحارث ورواه أحمد والنسائى وابن ماجه عن عبدالرحمن بن أبي قراد“

(حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ جب ارادہ کرتے قضاء حاجت کا تو چلے جاتے اتنی دور کہ آپ ﷺ کو کوئی دیکھ نہیں پاتا، اور جامع صغیر میں ہے جس کو روایت کیا ہے ابن ماجہ نے حضرت بلال بن حارثؓ سے اور روایت کیا ہے اس کو احمد ونسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عبدالرحمن بن ابی قرادؓ سے کہ نبی ﷺ جب قضاء حاجت کا ارادہ کرتے تو اتنی دور پہنچتے اس جگہ تک کہ کوئی نبی ﷺ کو دیکھ نہیں پاتا)، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قضاء حاجت کے لئے نبی ﷺ میدان یا بیابان اور کھیت میں اتنی دور نکل جاتے کہ کوئی آپ ﷺ کو نہیں دیکھ پاتا، پس قضاء حاجت کے لئے کھیت وغیرہ میں اتنی دور نکل جانا واجب ہے کہ کوئی بھی انسان اس کو یعنی قضاء حاجت کو نہ دیکھ پائے۔

پس کھیت میں قضاء حاجت جائز ہے اس شرط سے کہ آبادی سے قریب نہ ہو بلکہ آبادی سے اتنی دور ہو کہ اس کو کوئی دیکھ نہ پائے، لیکن جو کھیت آبادی سے قریب ہو وہاں قضاء حاجت جائز نہیں ہے کہ اس کو دیکھا جاسکے، پس سڑکوں کے کنارے رفع حاجت جائز نہیں ہے، اور پیشاب کرنا عوامی مقامات ریلوے اسٹیشن، بس اسٹینڈ وغیرہ پر جائز نہیں بلکہ ان مقامات پر بنائے گئے پیشاب خانوں میں پیشاب کرنا جائز ہے، اس شرط سے کہ بنائے

گئے پیشاب خانے قبلہ رخ نہ ہوں، اور اگر قبلہ رخ ہوں تو پیشاب و پاخانہ کرتے وقت جانب قبلہ کے اتر دکھن مڑ جائے، اور یہ ضروری ہے اس لئے تا کہ احترام قبلہ باقی رہے۔

اسی طرح بہت سی جگہ گندے پانی اور فضلات کھلی نالیوں میں یہاں تک کہ گلیوں میں بہا دیئے جاتے ہیں، یہ بھی فضا میں آلودگی پیدا کرنے کا ایک اہم سبب ہے، تو اس سلسلہ میں شریعت کی ہدایت یوں ہے کہ ان جگہوں میں پاخانہ و پیشاب کرنا جائز نہیں۔

حدیث: ''عن أبي موسى قال: كنت مع النبي ﷺ ذات يوم فأراد أن يبول فأتى دمثًا في أصل جدار فبال ثم قال: إذا أراد أحدكم أن يبول فليرتد لبوله'' (رواہ ابوداؤد، مشکوۃ:۱/ ۴۲)، وفي المرقاة ۱/ ۲۸۹: ''قال ميرك: وفي سنده رجل مجهول، وقال النووي: حديث ضعيف، وقال ابن حجر: فيه راو لم يسم، ورواه البيهقي عنه أيضا، ورواه أبوداؤد في مراسيله، والحارث عن طلحه بن أبي قتادة مرسلًا قال: كان النبي ﷺ إذا أراد أن يبول فأتى غرازًا من الأرض اى مكانًا يابسًا أخذ عودا فنكث به في الأرض حتى يثير من التراب ثم يبول فيه كذا في الجامع الصغير فيقوى بكثرة الطرق ضعف الحديث''۔

حضرت ابوموسیٰؓ فرماتے ہیں: میں ایک دن نبی ﷺ کے ساتھ تھا، پھر نبی ﷺ نے ارادہ کیا کہ پیشاب کریں، تو آئے نرم جگہ میں دیوار کے قریب پھر پیشاب کیا، علامہ خطابیؒ نے فرمایا کہ ممکن ہے کہ وہ دیوار جس کے قریب آپ ﷺ بیٹھے پیشاب کے لئے وہ پرانی تھی، کسی کی ملکیت میں نہ تھی، اور اگر کسی کی ملکیت میں ہو تو اس کے قریب پیشاب کرنا ناجائز ہے، اس لئے کہ پیشاب نقصان پہنچاتا ہے عمارت کی بنیاد کو، اور اس کی بنیاد کو کمزور کر دیتا ہے، تو پیشاب نہ کیا جائے کسی کی ملکیت میں اس کی اجازت کے بغیر، حقیقۃً یا حکماً اس کے ساتھ دوسرے کے مال کو نجس بنانا جائز نہیں ہے، اور یہ ممکن ہے کہ آپ ﷺ کا پیشاب کے لئے بیٹھنا عمارت کی بنیاد سے دور ہو تو پیشاب بنیاد کو نہ پہنچے گی، پھر پیشاب کرنے کے بعد فرمایا: جب ارادہ کرے تم میں کوئی کہ پیشاب کرے تو طلب کرے پیشاب کرنے کے لئے نرم زمین تا کہ نہ لوٹے اس کی طرف پیشاب کا چھینٹا۔

تو صورت مسئولہ میں یہ ظاہر ہے کہ پاخانہ و پیشاب کرنے سے ان جگہوں میں اس کے چھینٹوں وغیرہ سے نہ بچے گا۔

حدیث: ''عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: اتقوا اللاعنين، قالوا: وما اللاعنان يا رسول الله؟ قال: الذي يتخلى في طريق الناس أو في ظلهم'' (رواہ مسلم وفي المرقاة ۱/ ۲۸۶، رواہ احمد ومسلم وابوداؤد وعنه بلفظ اتقوا اللاعنين الذي يتخلى في طريق الناس او في ظلهم كذا في الجامع الصغير)۔

(حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لعنت اور گالی گلوج والے دو کاموں سے بچو، صحابہؓ نے عرض کیا: لعنت و گالی گلوج کے دو کام کیا ہیں یا رسول اللہ! فرمایا: جو پاخانہ کردے لوگوں کے راستہ میں مثلاً سڑک وغیرہ، یا لوگوں کے سایہ حاصل کرنے کی جگہ میں)، اور اضافت بتلاتی ہے جگہ کے مباح ہونے پر، اگر جگہ اس کے لئے مباح ہے پھر بھی قضاء حاجت مکروہ ہے، اور اگر وہ جگہ ملکیت کی ہے تو اس جگہ میں قضاء حاجت حرام ہے بغیر اس کے مالک کی اجازت سے، اس حدیث میں صرف دو جگہوں کا بیان ہے لیکن ایک روایت میں تین جگہوں کا بیان ہے وہ روایت یہ ہے:

''عن معاذ قال: قال رسول الله ﷺ: اتقوا الملاعن الثلاث، البراز في الموارد وقارعة الطريق والظل'' (رواہ ابوداؤد، ابن ماجه، مشكوة ۱/ ۴۳، وفي المرقاة ۱/ ۲۹۳ قال ميرك: وسكت عليه ابن ماجه، وسنده حسن)۔

حضرت معاذؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بچو تین لعنت اور گالی گلوج والی جگہوں سے:

۱۔ پاخانہ و پیشاب کرنے سے دریا یا پوکھر وغیرہ پر بنائے گئے گھاٹوں سے، جہاں لوگ غسل کرتے ہیں اور کپڑا دھوتے ہیں، ۲۔ اس راستہ کے بیچ سے جن پر لوگ گذرتے ہیں، اور چلتے ہیں یعنی لوگوں کی گزرگاہ پر پاخانہ و پیشاب نہ کرو، ۳۔ اور گرمی میں سایہ دار جگہوں سے اور موسم سرما میں لوگوں کے دھوپ کھانے کی جگہوں پر پاخانہ و پیشاب نہ کرو۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ سڑکوں کے کنارے اور ان کھیتوں میں جو آبادی سے قریب ہیں پاخانہ و پیشاب کرنا جائز نہیں ہے۔

۱۰۔ تھوک اور اگر بالخصوص تھوکنے والے نے کوئی نقصان دہ چیز وغیرہ کھار کھی ہو تو یہ بھی مضر صحت جراثیم پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ماحول کو نقصان پہنچاتے ہیں، اسی لئے بعض ملکوں میں سڑک اور عوامی مقامات پر تھوکنے سے قانوناً منع کیا جاتا ہے، اور بہت سے عوامی مقامات پر تھوکدان بنا دیئے گئے ہیں تو ایسے امور کے سلسلہ میں حکومت یا متعلقہ ادارہ کی ہدایت پر عمل کرنا لزوم کے درجہ میں مطلوب ہے۔

۱۱۔ مختلف مشینی اشیاء شعاعوں کو پیدا کرتی ہیں جو انسانوں اور جانوروں نیز ماحول کے لئے سخت نقصان کا باعث ہوتی ہیں، جیسے فریج، واشنگ مشین، ایئر کنڈیشن، ٹی وی اور خاص کر موبائل وغیرہ، چنانچہ یہ بات مشاہدہ میں ہے کہ جب سے ہوٹل کے استعمال کی کثرت ہوئی ہے پرندے ناپید ہوتے جارہے ہیں، حالانکہ ماحول کے تحفظ میں پرندوں اور کیڑوں مکوڑوں کا بھی حصہ ہے تو ایسی چیزوں کا استعمال بقدر ضرورت ہی درست ہے۔

۱۲۔ الف۔ بلاضرورت جنگلات کو کاٹنے اور کھیتوں کو زیادہ سے زیادہ پیسوں کے حصول کے لئے پلاٹس بنا کر آبادیوں کو بسانا درست نہیں ہے۔

ب۔ اسلام کی نظر میں درخت لگانے اور کاشت کاری کرنے کی بہت فضیلت اور اہمیت ہے، چنانچہ صحیح مسلم مع تکملہ فتح الملہم ۱ / ۴۷۳ تا ۴۷۹ میں احادیث ہیں، باب فضل الغرس والزرع میں ہے:

''عن جابر قال: قال رسول الله ﷺ: ما من مسلم يغرس غرسا إلا كان ما أكل منه صدقة وما سرق منه له صدقة وما أكلت الطير فهو له صدقة ولا يرزؤه أحد إلا كان له صدقة''

(حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مسلمان پھلدار درخت لگائے تو جو اس کے پھل سے کھالیا جائے تو وہ صدقہ ہے، اور جو پھل اس درخت سے چوری کرلیا جائے وہ اس کے لئے صدقہ ہے، اور اس درخت کے پھل سے پرندے جو کھالیں تو وہ اس کے لئے صدقہ ہے، اور جو پھل کم ہو جائے آفت و مصیبت وغیرہ سے تو وہ کمی اس کے لئے صدقہ ہے)۔

اور حدیث سے استنباط کیا ہے حضرت تھانویؒ نے اپنے بعض مواعظ میں کہ آدمی جب جب سبب بنے اس خیر کا جس سے نفع اٹھائے دوسرا تو وہ اس پر ثواب پائے گا، اگر چہ اس کی نیت ثواب کی نہیں ہے، خلاصہ یہ ہے کہ آدمی جب نیت کرے پھلدار درخت لگانے سے مخلوق کے نفع کی تو وہ ثواب پائے گا فوراً درخت لگانے کے فعل پر، پھر ہر انتفاع کے وقت کہ نفع اٹھایا جائے اس سے، اگر اس کی نیت نہ کرے تو اجر نہیں پائے گا فوراً اس کے درخت لگانے کے فعل سے، لیکن جب جب اس سے نفع اٹھائے کوئی اللہ کی مخلوق میں سے تو وہ اس پر ثواب پائے گا اس کے خیر کے سبب بننے کی وجہ سے، پھر علامہ عینیؒ نے یہ تصریح کی ہے کہ پھلدار درخت لگانے میں ثواب ثابت ہے اگرچہ درخت لگانے والا اس کی نیت نہ کرے (عمدۃ القاری ۵/۱۱/۷۱)۔

اور درخت لگانے اور کاشتکاری کی فضیلت پر دلیل وہ حدیث ہے جس کو روایت کیا ہے امام بزارؒ نے اپنی مسند میں ثقہ راویوں سے حضرت انسؓ سے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اگر قیامت قائم کی جائے اس حال میں کہ اس کے ہاتھ میں چھوٹا درخت کھجور ہے تو اس کو لگادے۔

(ذكره الهيثمي في كشف الاستار ۲/ ۸۱، رقم: ۱۲۵۱، مجمع الزوائد۴/ ۶۳، كتاب البيوع، باب الحث على طلب الرزق)۔

حديث: ''عن جابر أن النبي ﷺ دخل على أم مبشر الانصارية في نخل لها فقال لها النبي ﷺ: من غرس هذا النخل؟ مسلم أم كافر؟ فقالت: بل مسلم فقال: لا يغرس مسلم غرسا ولا يزرع زرعا فيأكل منه إنسان ولا دابة ولا شئ إلا كانت له صدقة''۔

''أخبرأبو الزبير أنه سمع جابر بن عبدالله يقول: سمعت رسول الله ﷺ يقول: لا يغرس مسلم غرسا ولا زرعا فيأكل منه سبع أو طائر أو شئ إلا كان له فيه أجر''۔

''أخبرني عمروبن دينار انه سمع جابر بن عبدالله يقول: دخل النبي ﷺ على أم معبدحائطًا فقال: يا أم معبد! من غرس هذا النخل، أمسلم أم كافر؟ قالت: بل مسلم قال: فلا يغرس المسلم غرسا فيأكل منه إنسان ولا دابة ولا طير إلا كان له صدقة إلى يوم القيامة۔

قوله: من غرس هذا النخل؟ استنبط منه الحافظ في الفتح أن الأجر يحصل لمن تعاطى الغرس أو الزرع ولو

كان بعد ذلك باعه أو نقل ملكه إلى غيره، لأن النبي ﷺ كان يعرف أن الحائط مملوك لأم مبشر ولكنه سأل عن غارس النخل ولم يبشرها بالثواب''۔

''عن قتادة عن أنس قال: قال رسول الله ﷺ: ما من مسلم يغرس غرسا أو يزرع زرعا فيأكل منه طير أو إنسان أو بهيمة إلا كان له صدقة'' (رواه مسلم)۔

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ اسلام کی نظر میں درخت لگانے اور کاشتکاری کی فضیلت واہمیت ہے لہذا درختوں کو بلا ضرورت کاٹنا یا کٹوانا درست نہیں ہے، نیز ان کے ذریعہ نہ صرف یہ کہ پیداوار فراہم ہوتی ہے بلکہ ماحول کو متوازن رکھنے میں مدد ملتی ہے۔

صوتی آلودگی:

۱۔ کارخانے کی بعض مشینیں جو بہت پرشور ہوتی ہیں اور حکومت کی طرف سے ان کو آبادی سے باہر لگانے کی ہدایت بھی ہوتی ہے، تو یہ ہدایت شرعاً وجوب کی حد تک قابل عمل ہے۔

۲۔ گاڑیوں کے تیز ہارنوں پر پابندی لگادی جائے، نیز اس طرح کے ہارنوں پر سختی سے روک لگادیا جائے۔

۳۔ ہمارے معاشرہ میں بدقسمتی سے مختلف تقریبات میں DJ کا رواج بڑھتا جارہا ہے، اس کا شور انسان کی سماعت اور ماحول کے لئے سخت نقصان دہ ہے، مزامیر میں داخل ہونے سے قطع نظر اس عمل کو شریعت ناجائز ہونے کی نظر سے دیکھتی ہے، لہذا یہ مزامیر میں داخل ہے جس کا استعمال شرعاً ناجائز ہے۔

۴۔ ہمارے معاشرہ میں مذہبی، سیاسی جلسوں اور مشاعروں کا رواج عام ہے، قانونی اعتبار سے اس کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے مثلاً رات کے دس یا ساڑھے دس بجے تک کہ اس کے بعد پروگرام جاری نہیں رکھا جاسکتا، اسی طرح آواز کے بارے میں بھی تجدید ہوتی ہے کہ کس درجہ کا ساؤنڈ سسٹم ہونا چاہئے اور کتنے ساؤنڈ بکس رکھے جاسکتے ہیں، اس کا مقصد لوگوں کی صحت اور ماحولیات کا تحفظ دونوں ہوتا ہے، لیکن بہت سے لوگ ان ہدایات پر عمل نہیں کرتے، آواز کا شور پوری آبادی تک پہنچاتے ہیں اور رات رات بھر پروگرام چلائے جاتے ہیں، تو شرعاً ان قوانین کی پابندی وجوب کے درجہ میں واجب ہے، اور عموماً ان پر عمل نہیں کیا جاتا بلکہ عمداً رات رات بھر پروگرام چلائے جاتے ہیں، ان کی خلاف ورزی قانوناً وشرعاً جرم ہے، ان کے ذمہ دار گرفتار کئے جاسکتے ہیں۔

☆☆☆

فضائی وصوتی آلودگی سے متعلق بعض احکام

مولانا محمد منصف بدایونی[1]

۱۔ جو شخص پکوان وغیرہ میں ایندھن کے طور پر ان اشیاء کے استعمال پر قادر ہو جن سے دھواں پیدا نہیں ہوتا یا بہت کم مقدار میں پیدا ہوتا ہے جس سے ماحول مختلف طرح کی آلودگیوں سے محفوظ رہتا ہے، اور فضا، زمین یا پانی وغیرہ میں کسی قسم کی آلودگی وگندگی پیدا نہیں ہوتی تو ایسے شخص کے لئے ماحول کے تحفظ کی خاطر ان اشیاء کا استعمال ایک مستحب، مستحسن اور پسندیدہ عمل ہوگا خواہ یہ اشیاء نسبتاً مہنگی ہی کیوں نہ ہوں، لہذا مذکورہ اشیاء پر قدرت رکھنے والے شخص کے لئے ارزاں ہونے کی وجہ سے فضا اور ماحول میں آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال درست نہ ہوگا، اس لئے کہ مہنگی اشیاء کا استعمال ایک ضرر خاص ہے اور ارزاں ہونے کی وجہ سے آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال ضرر عام ہے اور قاعدہ ہے کہ ضرر عام کو دفع کرنے کے لئے ضرر خاص کو برداشت کیا جائے گا۔

''يتحمل الضرر الخاص لدفع الضرر العام'' (الاشباہ ۱/ ۳۱۳، جدید فقیہ الامت دیوبند)۔

اور اگر ان اشیاء کے استعمال کا ضرر اس حد تک بڑھ جائے کہ فضا میں گھٹن ہو جائے اور جان کا خطرہ ہو تو پھر ان اشیاء کا استعمال ناجائز اور ترک واجب ہوگا، جیسا کہ وہ دیوار جس کے گرنے کا غالب گمان ہو اور وہ عام راستہ پر ہو اور خطرہ ہے کہ اس کے گرنے سے کسی کی جان بھی جا سکتی ہے تو اس دیوار کے مالک کے ذمہ اس دیوار کو گرانا واجب ہے، اگر چہ گرا کر دوبارہ بنوانے میں مالک کا نقصان ہے، لیکن اس نقصان کو ضرر عام سے بچنے کے لئے برداشت کرنا ہوگا۔

''ومنها وجوب نقض حائط مملوك مال الى طريق العامة على مالكها لدفع الضرر العام'' (الاشباہ ۱/ ۱۴۳ قدیم اشرفیہ دیوبند)۔

۲۔ ترقی کے اس دور میں گاڑیاں یقیناً ایک اہم ضرورت ہیں، اور مفید بھی ہیں مثلاً گاڑیوں کے ذریعہ انسان کم وقت میں ایک لمبی مسافت طے کر لیتا ہے، اور ظاہر ہے کہ ان گاڑیوں کے لئے ایندھن مطلوب ہے جو ڈیزل، پٹرول اور کئی قسم کی گیسوں کی شکل میں قابل استعمال ہے جن سے کیت کے اعتبار سے درجہ بدرجہ دھواں خارج ہوتا ہے اور پھر اس کی وجہ سے درجہ بدرجہ فضا میں آلودگی پیدا ہوتی ہے، لہذا اگر ایسی صورت میں حکومت کی طرف سے ماحولیات کے تحفظ کی خاطر زیادہ دھواں خارج کرنے والے ایندھن کو بند کر کے کم دھواں خارج کرنے والے ایندھن کے استعمال کو لازم کر دیا جائے تو لوگوں کو ضرر سے بچانے کے لئے اور ماحول کو پاک وصاف اور خوشگوار رکھنے کے لئے کم دھواں خارج کرنے والے ایندھن کے استعمال کو ترجیح دینا شرعاً واجب ہے؛ تاکہ حکومت کے ضابطہ کی خلاف ورزی بھی نہ ہو؛ کیونکہ حکومت اگر کوئی ایسا ضابطہ یا قانون بنائے جس میں شرعاً کوئی نقصان نہ ہو تو اس کی پابندی ضروری ہوا کرتی ہے اور یہاں تو اس کی پابندی کرنے میں عوام کا فائدہ ہے، اور اگر حکومت کی طرف سے کوئی پابندی نہ ہو تو پھر فضا کو آلودگی سے بچانا ملک کے ہر باشندہ پر اخلاقاً واجب ہے یا کم از کم ایک مستحسن عمل ہے۔

''وغيرها مما هو بحق فالكفالة بها جائزة بالاتفاق لأنها واجبة على كل مسلم موسر بايجاب طاعة ولى الأمر فيما فيه مصلحة المسلمين'' (فتح القدیر ۷/ ۲۰۷ زکریا دیوبند)۔

۳۔ موجودہ دور میں روشنی کے حصول کے لئے برقی توانائی اور جنریٹر کو استعمال کیا جاتا ہے اور جنریٹر کے استعمال کے لئے ایندھن مطلوب ہے اور یہ ایندھن مٹی کا تیل، ڈیزل، پٹرول اور کئی قسم کے گیس کی شکل میں قابل استعمال ہے جن سے کیت کے اعتبار سے درجہ بدرجہ دھواں خارج ہوتا

[1] استاذ حدیث وفقہ جامعہ اسلامیہ عربیہ، جامع مسجد، امروہہ۔

ہے اور پھر اسی مقدار میں فضا میں آلودگی اور گندگی پیدا ہوتی ہے، ایسی صورت میں ماحول اور فضا کو صاف ستھرا رکھنے کے لئے حکومت کی طرف سے زیادہ دھواں خارج کرنے والے ایندھن کے استعمال پر پابندی لگ جائے اور کم دھواں خارج کرنے والے ایندھن کے استعمال کو لازم کر دیا جائے تو لوگوں کو ضرر سے بچانے اور ماحول کو پاک وصاف اور خوشگوار رکھنے کے لئے کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کو ترجیح دینا شرعاً واجب ہوگا۔

"یتحمل الضرر الخاص لدفع الضرر العام" (الاشباہ ۱/ ۳۱۳، جدید فقیہ الامت دیوبند)۔

۴۔ شمسی توانائی کے استعمال سے ماحول پاک وصاف، ستھرا، خوشگوار اور ساز گار رہتا ہے، ساتھ ہی ساتھ حکومت بھی اس کے لئے بعض سہولتیں فراہم کر رہی ہے، ایسی صورت میں صاحب استطاعت افراد، کمپنیاں، مساجد، مدارس اور اداروں کے لئے اخلاقاً ضروری ہے کہ وہ اس آلودگی سے محفوظ شمسی توانائی کا استعمال کریں؛ کیونکہ شریعت کی نگاہ میں یہ ایک مستحسن اور پسندیدہ عمل ہے جو انسانوں کو ہی نہیں بلکہ جاندار اور نباتات کو نقصان سے بچانے کا ضامن ہوگا۔

"ماراٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن" (رواہ احمد فی کتاب السنۃ بحوالہ حاشیہ الاشباہ والنظائر ۱/ ۲۲۸ جدید فقیہ الامت دیوبند)۔ یہ ایک معروف اثر صحابی ہے

۵۔ صنعتی ترقی کے اس دور میں کارخانے یقیناً موجودہ دور کی ایک اہم ضرورت ہیں اور یقیناً مفید بھی ہیں کہ اس سے مارکیٹ میں مسابقت پیدا ہوتی ہے اور سہولت کے ساتھ صارفین کو ضرورت کی اشیاء فراہم ہو جاتی ہیں، لیکن یہ صنعتیں اپنے ساتھ صنعتی فضلات کا انبار اور مختلف انواع کی آلودگیاں بھی لا رہی ہیں، مثلاً کارخانوں میں جو ایندھن استعمال کیا جاتا ہے وہ بہت زیادہ دھواں پیدا کرتا ہے اور جو صنعتی فضلات باہر پھینکے یا بہائے جاتے ہیں وہ فضائی آلودگی پیدا کرتے ہیں جو ماحول کے لئے سخت نقصان دہ ہوتے ہیں، اس لئے صنعت کاروں پر واجب ہے کہ اولاً تو ایسی صنعتیں قائم ہی نہ کریں جو ماحول میں آلودگی اور گندگی پیدا کریں اور ماحول کے تحفظ کی بقا کے لئے نقصان دہ ہوں، اور اگر ایسی صنعتیں قائم بھی کریں جو ماحول میں آلودگی پیدا کرتی ہیں تو پھر ایسے وسائل بھی استعمال کریں جو ان آلودگیوں کو تحلیل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں تاکہ ماحول اور ماحول کے واسطے سے انسانوں اور حیوانوں کو اس کا نقصان نہ پہنچے، مثلاً ماحول کو سازگار بنانے کے لئے ماحول کو مختلف طرح کی آلودگیوں سے بچانے کے لئے خود بھی ماحولیات کے تحفظ کا اہتمام کریں اور ایسی چیزوں سے بچیں جو فضا، زمین یا پانی وغیرہ میں آلودگی اور گندگی کا باعث بنتی ہوں اور اس سلسلے میں حکومت کے بنائے ہوئے قوانین کی بھی پاسداری کریں، اس لئے کہ حکومت کی طرف سے یہ تمام قوانین انسانی بھلائی کے ہی نقطہ نظر سے بنائے گئے ہیں اور حکومت کے ان بنائے ہوئے قوانین کی جو شخص پاسداری نہ کرے تو حکومت اس کو ان قوانین کی پابندی پر مجبور کر سکتی ہے، حبس وغیرہ کے ذریعہ؛ تاکہ عوام الناس کو ضرر سے بچایا جا سکے، جیسا کہ کپڑے کی مارکیٹ میں تنور بنانے سے روک دیئے جانے کا حکم ہے۔

"ومنھا منع اتخاذ حانوت للطبخ بین البزازین" (الاشباہ ۱/ ۱۴۳، قدیم، اشرفیہ دیوبند)۔

"وغیرھا مما ھو بحق فالکفالۃ بھا جائزۃ بالاتفاق لأنھا واجبۃ علی کل مسلم موسر بایجاب طاعۃ ولی الأمر فیما فیہ مصلحۃ المسلمین" (فتح القدیر ۷/ ۲۰۷ زکریا دیوبند)۔

۶۔ جانور کے قابل استعمال اجزاء حاصل کرنے کے بعد نا قابل استعمال اجزاء مثلاً خون، اوجھڑی وغیرہ یا تو دفن کر دیئے جائیں یا پھر دور دراز آبادی سے باہر ڈال دینا چاہئے، اس لئے کہ جہاں شریعت نے قربانی کرنے کا حکم دیا ہے تو وہیں شریعت نے پاکی اور طہارت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: "الطھور شطر الایمان" (مسلم شریف ۱/ ۱۱۸) کہ پاکی آدھا ایمان ہے، بلکہ اس سے اور ایک قدم آگے فرمایا: "اللہ نظیف یحب النظافۃ" کہ اللہ صاف ستھرا ہے اور صفائی ستھرائی کو پسند کرتا ہے، اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو لعنت کرنے والی چیزوں سے بچو، ایک عام راستہ پر پیشاب یا پاخانہ کرنے سے اور دوسرے سایہ دار درخت کے نیچے جہاں لوگ آرام کے لئے بیٹھ جاتے ہوں، اس لئے کہ وہاں تعفن ہوگا اور لوگوں کو تکلیف پہنچے گی، اس سے اور آگے بڑھ کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان کے ستر سے زیادہ درجہ ہیں، ان میں سے سب سے افضل لا الہ الا اللہ کا پڑھنا ہے، اور سب سے ادنی درجہ تکلیف دہ چیز کا راستہ سے ہٹا دینا ہے، "وأدناھا إماطۃ الأذی عن

الطریق'' (مسلم شریف ۱/ ۴۷)۔

لہٰذا ہر ایسی چیز جو فضا میں تعفن پیدا کرے اور ماحول کو آلودہ کرے اس کو کسی ایسے مقام پر ڈالنا جس سے لوگوں کو تکلیف ہونا جائز ہے، یا تو اس کو آبادی سے بہت دور ڈالیں یا دفن کر دیں اور اس کو تحلیل کرنے کی تدبیر اختیار کریں، اور یہ ذمہ داری فرد اور حکومت دونوں کی ہے، فرد کو چاہئے کہ وہ تعفن پیدا کرنے والی چیز کچرا اکھٹا ہونے والی جگہ پر ڈالے، اور پھر حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کو وہاں سے دور ڈلوائے یا دفن کروائے۔

''یدفن أربع: الظفر والشعر وخرقة الحیض والدم'' (شامی ۶/ ۴۰۵، کراچی، بحوالہ فتاوی محمودیہ ۲۷/ ۲۶۹ میرٹھ دیوبند)۔

۷۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ پلاسٹک کی تھیلی کا استعمال نقصان دہ ہے تو اس کا استعمال بھی الضرر یزال کے ضابطہ سے ناجائز اور مکروہ قرار دیا جائے گا، اور پیکنگ وغیرہ میں ان چیزوں کے استعمال کی ترغیب دی جائے گی جو نقصان دہ نہ ہو۔

۸۔ تمباکو، بیڑی اور سگریٹ وغیرہ میں ایسا نشہ تو نہیں ہوتا جس سے عقل کام کرنا چھوڑ دے، البتہ ان اشیاء کی تیزی سے بسا اوقات سر چکرانے لگتا ہے اور صحت کے لئے نقصان دہ ہے اور بدبودار بھی، نیز دوسروں کی اذیت کا باعث بنتی ہے، اس لئے ان اشیاء کا استعمال شرعاً مکروہ ہے؛ تاہم اگر کوئی شخص ان چیزوں کے استعمال کا عادی ہو تو ایسے شخص کے لئے ضروری ہے کہ مسجد میں جانے سے پہلے منہ اچھی طرح دھولے۔

''ومن أکل ما یتأذی به ای برائحته کثوم وبصل ویؤخذ منه أنه لو تأذی من رائحة الدخان المشهور له منعها من مشربه'' (شامی ۳/ ۲۰۸ کراچی)۔

۹۔ پوری انسانیت کو شریعت کی طرف سے یہ ہدایت دی گئی ہے کہ وہ اپنے ماحول کو پاک وصاف، ستھرا اور خوشگوار رکھے اور کسی ایسی جگہ پر پاخانہ یا پیشاب نہ کیا جائے جہاں لوگوں کو اذیت اور تکلیف ہوتی ہو؛ چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا، اسی طرح عام راستہ پر اور سایہ دار درخت کے نیچے پاخانہ کرنے سے منع فرمایا ہے بلکہ اس کو لعنت کرنے والی چیز قرار دیا گیا ہے، یعنی یہ لعنت کا سبب ہے۔

''عن معاذ بن جبل قال رسول اللہ ﷺ: اتقوا الملاعن الثلاث: البراز فی الموارد وقارعة الطریق والظل'' (ابوداؤد ۱/ ۵، نعیمیہ دیوبند)۔

۱۰۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جس شخص نے کوئی نقصان دہ چیز کھا رکھی ہوگی یا کسی متعدی مرض میں مبتلا ہوگا تو اس کے تھوک میں نقصان دہ جراثیم شامل ہوں گے، جس سے دوسرے لوگوں کو محفوظ رکھنا حکومت اور افراد دونوں کی ذمہ داری ہے، لہٰذا اگر حکومت نے تھوک دان بنا رکھے ہوں تو لوگوں کو چاہئے کہ وہ تھوک دان میں ہی تھوکیں تاکہ لوگوں کو مضرت رساں جراثیم سے بچایا جاسکے، اور یہ عمل شریعت کی نظر میں مستحب اور مستحسن قرار دیا جائے گا۔

''ما رآہ المسلمون حسنا فهو عند الله حسن'' (رواہ احمد فی کتاب السنة بحوالہ الاشباہ والنظائر ۱/ ۳۲۸)۔

۱۱۔ شعاعوں کو جنم دینے والی اور ماحول کے تحفظ کو ختم کرنے والی اشیاء کا استعمال مطلقاً درست نہیں ہے بالخصوص موبائل اور ٹیلی ویژن کا استعمال بلاضرورت ہرگز جائز نہیں ہے، اس لئے کہ یہ اشیاء جہاں انسانوں اور جانداروں اور ماحول کے لئے سخت نقصان دہ ہیں وہیں یہ لہو ولعب اور گانے بجانے کے آلات سے بھی کچھ کم نہیں ہیں اور ان کے اندر فحش تصویروں کی بھرمار ہوتی ہے، مردوں کی نظریں غیر محرم عورتوں کے برہنہ جسم پر اور عورتوں کی نظریں نیم عریاں مردوں پر پڑتی ہیں جو نص قطعی سے حرام ہیں، لہٰذا وہ تمام چیزیں جو نقصان دہ شعاعوں کو جنم دیتی ہوں اور جن کا نقصان صرف انسان کو ہی نہیں بلکہ دیگر جانداروں کو بھی پہنچتا ہے، لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ سامان ضرورت بھی بن گئی ہوں تو ان کا استعمال ضرورت کے بقدر ہی جائز ہوگا تاکہ ان کا نقصان کم سے کم پہنچے، فقہ کا مشہور ضابطہ ہے: ''الضرورة تقدر بقدر الضرورة''، ایئر کنڈیشن کے استعمال سے اگر دوسرے کے گھر کی فضا مکدر اور گرم ہوتی ہو اور دوسرے کے لئے نقصان کا باعث ہو تو اس کا استعمال مکروہ قرار دیا جائے گا، اللہ کے رسول ﷺ نے اتنا اونچا مکان یا دیوار بنانے کو ناپسند فرمایا جو پڑوسی کی ہوا روکنے کا باعث بنے۔

۱۲۔ الف: ماحول کے تحفظ اور زندگی کو خوشگوار بنانے میں پیڑ پودوں اور کھیتیاں ایک اہم وسیلہ اور ذریعہ ہیں مثلاً پیڑ پودے نقصان دہ گیس کو ہضم کر

کے ہمارے لئے صاف ستھری ہوا فراہم کرتے ہیں، ان کا نفع تمام انسانوں کو بلکہ تمام حیوانوں کو عام ہے اور بلا ضرورت نفع عام کی چیزوں کو کٹوانا سد منفعت اور اضاعت مال ہے نیز سبز درخت اللہ تبارک وتعالی کی تسبیح وحمد بیان کرتے ہیں، ان کو کٹوا کر تسبیح وتحمید سے روکنا ہے، اور یہ شرعاً درست نہیں ہے، البتہ بوقت ضرورت کٹوانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، اس لئے کہ درخت انسانوں کی ضرورت کے پیش نظر ہی لگوائے جاتے ہیں، لہذا ضرورت کے وقت درختوں کو کاٹ کر آبادیوں کو بسانے کی عند الشرع گنجائش ہوگی (فتاوی محمودیہ ۲۷/ ۲۶۹ میرٹھ)۔

ب: زمین پر انسانی زندگی کی بقا کے لئے کاشت کاری اور نباتات کا ہونا نہایت ہی ضروری ہے، درخت جہاں ہمارے لئے صاف وشفاف اور تازہ ہوا مہیا کرتے ہیں وہیں وہ ماحول کے تحفظ اور پانی کی حفاظت کا ذریعہ بھی ہیں، نباتات زمین کے کٹاؤ کو روکتے ہیں، جبکہ بہت سے نباتات کی طبی اہمیت بھی ہے، اس کے علاوہ انسان نباتات کو اپنی معاشی ودیگر ضروریات کی تکمیل میں بھی استعمال کرتا ہے، جیسا کہ قرآن کریم سورہ عبس کی آیت نمبر ۲۴ تا ۳۲ میں نباتات وکاشت کاری کی اہمیت وخاصیات کا احساس دلاتے ہوئے ہمیں اس میں غور وفکر کرنے کی دعوت دیتا ہے، پھر خلیفۃ الارض کی حیثیت سے نباتات کی حفاظت ہم پر لازم ہوجاتی ہے؛ کیونکہ کرۂ ارض پر زندگی کے لئے نباتات، کاشت اور پیداوار کا تحفظ اور بقا ایک امر ضروری ہے، شریعت مطہرہ میں مسلمانوں کو اس بات کی تائید کی گئی ہے کہ وہ درختوں کے پھل ضرور کھائیں مگر اس کی شاخوں کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچائیں، اسلام تعلیم دیتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ درخت لگائے جائیں، اس طرف راغب کرنے کے لئے آپ ﷺ نے صدقہ کے ثواب کی بشارت سنائی ہے، جیسا کہ بخاری شریف میں حضرت انسؓ کی روایت موجود ہے:

"عن أنس بن مالك قال: قال النبي ﷺ: ما من مسلم يغرس غرسا أو يزرع زرعا فيأكل منه طير أو إنسان أو بهيمة إلاكان له به صدقة" (بخاری شریف ۱/ ۳۱۲ مکتبہ دار الاسلام سہارنپور)۔

اسی طرح جامع ترمذی میں بھی حضرت انسؓ کی روایت موجود ہے (ترمذی شریف ۱/ ۲۵۷ مکتبۃ البدر دیوبند)۔

چنانچہ آپ ﷺ کی تعلیمات میں درختوں کو کاٹنے کی واضح ممانعت آئی ہے، یہاں تک کہ حالت جنگ میں بھی درختوں کو کاٹنے سے منع کیا گیا ہے تا آنکہ وہ دشمن کے لئے فائدہ مند نہ ہو، اس لئے مسلمانوں کو اس بات کی ہدایت تھی کہ وہ شہروں اور فصلوں کو برباد نہ کریں، جیسا کہ اس مضمون کی ایک حدیث ابوداؤد شریف میں حضرت عبداللہ بن حبشی سے مروی ہے:

"عن عبدالله بن حبشي قال: قال رسول الله ﷺ: من قطع سدرة صوب الله رأسه في النار" (ابوداؤد شریف ۲/ ۷۱۱، دار السلام سہارنپور)۔

امیر المومنین حضرت عمرؓ کاشت کاری کی اہمیت کے پیش نظر اپنے افراد کو اس کی ترغیب دیتے تھے، لیکن انسانی ترقی کی وجہ سے جنگلات اور کاشت کاری تیزی سے ختم ہوتی جارہی ہے، یہ مسئلہ انتہائی تشویش ناک صورت اختیار کرچکا ہے، پوری دنیا میں مختلف تنظیمیں جنگلات اور کاشت کاری کو بڑھانے اور ان کی حفاظت کے لئے کام کررہی ہیں، یہ وہی کام ہے جس کی ابتداء اسلام نے چودہ سو سال قبل کی تھی، مگر افسوس کہ آج کا انسان ترقی کے زعم میں اپنی ہی جان کا دشمن بن بیٹھا اور اسے احساس تک بھی نہیں ہے، اب بھی وقت ہے کہ ہم اسلامی تعلیمات کی طرف لوٹ آئیں اور اپنی دنیا وآخرت کو سنواریں۔

صوتی آلودگی:

۱۔ صنعتی ترقی کے اس دور میں چھوٹے بڑے تمام کارخانے یقیناً موجودہ دور کی ایک اہم ضرورت ہیں اور بعض جہتوں سے یقیناً مفید بھی ہیں کہ ان سے مارکیٹ میں مسابقت اور صارفین کو ضرورت کی اشیاء فراہم ہوتی ہیں، لیکن ان کارخانوں کی بعض مشینیں بہت پرشور ہوتی ہیں اور وہ شور پوری آبادی میں پہنچتا ہے، جس کی وجہ سے انسان کی سماعت اور آرام میں خلل پڑتا ہے جبکہ آرام کرنا انسان بلکہ حیوان کی ایک فطری ضرورت ہے، اگر انسان کو آرام نہ ملے تو وہ بیمار پڑ جاتا ہے، اس لئے صنعت کاروں پر واجب ہے کہ ماحول کو سازگار رکھنے کے لئے حکومت کی طرف سے بنائے ہوئے قانون پر عمل کریں، مثلاً کارخانوں کو آبادیوں سے باہر بنائیں یا اگر کارخانے آبادی میں ہوں تو ان کی مشینیں اس طرح کی ہوں جن کا شور کم سے کم ہو؛ کیونکہ حکومت کی طرف سے یہ تمام قوانین انسانی بھلائی کے لئے ہی بنائے جاتے ہیں اور حکومت کا ہر وہ قانون جس

میں انسانیت کی بھلائی ہو شرعاً اس کا اتباع ضروری ہوا کرتا ہے، خصوصاً جبکہ وہ قانون نقصانات سے بچانے کا بھی ضامن ہو۔

"وغيرها مما هو بحق فالكفالة بها جائزة بالاتفاق لأنها واجبة على كل مسلم موسر بايجاب طاعة ولي الامر فيما فيه مصلحة المسلمين" (فتح القدير ۷/ ۲۰۷ زکریا دیوبند)۔

۲۔ اس دور میں گاڑیاں یقیناً ایک اہم ضرورت ہیں اور بعض جہتوں سے یقیناً مفید بھی ہیں مثلاً گاڑیوں کے ذریعہ انسان ضرورت کے وقت کم وقت میں خاصی لمبی مسافت طے کرلیتا ہے، لیکن اگر اس کا استعمال صحیح اور درست نہ ہو تو یہ ماحول کے لئے سخت نقصان دہ بھی ہے، مثلاً ضرورت سے زائد ہارنوں کی تیز آواز اور غیر ضروری طور پر ہارن بجانا جس کی وجہ سے صوتی آلودگی پیدا ہوتی ہے اور راہ گیروں کو دہشت ہوتی ہے، بلکہ بعض دل کے مریض افراد کے لئے تیز قسم کا ہارن نہایت نقصان دہ ثابت ہوسکتا ہے، اس لئے اگر حکومت کی طرف سے کسی قانون کی پابندی لازم کردی جائے یا اگر حکومت کی طرف سے کوئی ہدایت بھی نہ ہو تب بھی لوگوں کو ضرر سے بچانے کے لئے اور ماحول کو خوشگوار بنائے رکھنے کے لئے گاڑیوں کے مالکان پر واجب ہے کہ اپنی گاڑیوں میں ضرورت سے زیادہ تیز آواز والا ہارن ہرگز استعمال نہ کریں، اور اسی طرح غیر ضروری طور پر بھی ہارن نہ بجائیں تا کہ ماحول کا تحفظ باقی رہے اور انسانی منفعت کے لئے بنائی گئی اشیاء کا صحیح اور درست استعمال ہو، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلم وہ شخص ہے جس سے لوگ مامون ہوں اور ان کو کسی قسم کی تکلیف اس سے نہ پہنچے:

"المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده" (مسلم شریف ۱/ ۴۸)۔

۳۔ DJ کی آواز تو ہارن سے بھی زیادہ تیز اور نقصان دہ ہوتی ہے، اس لئے اس کا بھی یہی حکم ہوگا علاوہ ازیں وہ آلات لہو ولعب اور مزامیر میں سے ہیں جن کا استعمال شرعاً ناجائز اور حرام ہے۔

۴۔ صورت مسئولہ میں مذکورہ قوانین کی پابندی کرنا شرعاً لازم اور ضروری ہے، اس کی خلاف ورزی کی قطعاً اجازت نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے: "المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده" (مسلم شریف ۱/ ۴۸) کہ کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں، حضرت عمر فاروق ؓ ایک مرتبہ مسجد نبوی میں تشریف لائے، دیکھا کہ ایک صاحب وعظ کررہے ہیں اور لوگ جمع ہیں، لوگ مختصر ہیں، لیکن واعظ صاحب بہت تیز آواز نکال رہے ہیں جو باہر بہت دور تک جارہی ہے تو حضرت عمر فاروق ؓ نے ان کو بلا کر فرمایا کہ اتنی آواز نکالو جتنے تمہارے سننے والے ہیں، اس سے باہر آواز نہیں جانی چاہئے، اور اگر تمہاری آواز آئندہ باہر گئی تو سمجھ لینا میں اپنا درہ کام میں لاؤں گا، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو عشاء کے بعد قصے کہانیاں سننے اور سنانے سے منع فرمایا ہے اور جلد سوجانے کی تلقین فرمائی ہے، اس کی حکمت یہ ہے کہ فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنے میں آسانی ہو، اس حدیث میں اگرچہ عشاء کے بعد وعظ ونصیحت کی اجازت دی گئی ہے، لیکن اس شرط کے ساتھ کہ وہ فجر کی نماز کو چھوڑنے کا سبب نہ بنے اور نہ کسی بیمار کے آرام میں خلل انداز ہو، اور سوال میں مذکور قوانین کی پابندی اس میں معاون ثابت ہوگی، اس لئے ان کی پابندی کرنا ضروری ہے تا کہ حکومت کے قانون کی خلاف ورزی سے بھی بچا جاسکے۔

"وغيرها مما هو بحق فالكفالة بها جائزة بالاتفاق لأنها واجبة على كل مسلم موسر بايجاب طاعة ولي الامر فيما فيه مصلحة المسلمين" (فتح القدير ۷/ ۲۰۷ زکریا دیوبند)۔

☆☆☆

فضائی اورصوتی آلودگی

مولانا سعید الرحمن قاسمی بستوی[1]

اسلامک فقہ اکیڈمی کے تحت منعقد ہونے والے چھبیسویں فقہی سمینار کے موقعہ کی مناسبت سے طے کردہ موضوعات میں سے ''فضائی وصوتی آلودگی'' سے متعلق سوالوں کے نمبر وار جوابات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ پکوان میں کچھ ایندھن کثرت سے دھواں خارج کرتے ہیں اور کچھ کم خارج کرتے ہیں، کچھ ارزاں قیمت ہوتے ہیں تو کچھ گراں، مطلقاً بطور ایندھن سب کا استعمال درست ہے مگر پڑوسن اور عوام الناس کو اس کے ضرر سے بچانے کے لئے شرعاً کچھ حد بندی ہونی چاہئے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے وسعتِ مال سے نوازا ہے، اور وہ کم دھواں والا ایندھن بسہولت استعمال کر سکتے ہیں تو ان کے لئے اسی ایندھن کا استعمال ضروری معلوم ہوتا ہے، اس سلسلہ میں الموسوعۃ الفقہیہ کی اس عبارت سے کچھ روشنی حاصل ہوتی ہے:

''ذهب الحنفية والمالكية وهو المذهب عند الحنابلة إلى ان من أراد أن يبنى فى داره تنورًا للخبز الدائم كما يكون فى الدكاكين يمنع لأنه يضر بجيرانه ضررًا فاحشًا لايمكن التحرز عنه إذ يأتى منه الدخان الكثير'' (الموسوعة الفقهية ۲۰/ ۲۴۱)۔

اور جن لوگوں کو وسعتِ مالی حاصل نہ ہو بلکہ وہ تنگی کے ساتھ کسی طرح گذارہ کرتے ہوں اور اپنے بچوں کا بندوبست کرتے ہوں اور لکڑیاں، گوبر وغیرہ جمع کر کے کسی طرح ایندھن کے طور سے استعمال کرتے ہوں تو ان کے لئے ''الضرورات تبيح المحظورات'' کے تحت ان چیزوں کا استعمال درست ہونا چاہئے، اور ان کے حق میں فقہ شافعی کا یہ جزئیہ کارآمد ہوسکتا ہے:

''وذهب الشافعية وهو رواية عن أحمد وبه قال بعض أصحاب أبي حنيفة إلى أنه لايمنع؛ لأنه تصرف فى خالص ملكه ولم يتعلق به حق الغير فلم يمنع منه كما لو طبخ فى داره أو خبز فيها'' (الموسوعة الفقهية ۲۰/ ۲۴۱)۔

''أما دخان التنور المعتاد فى البيوت ودخان الخبز والطبخ فلا خلاف فى أنه لايمنع؛ لأنه ضرره يسير ولايمكن التحرز عنه فتدخله المساحة''۔

''وإذ طبخ الجار مايصل دخانه أو رائحته إلى جاره استحب له أن يهديه من ذلك الطعام لحديث عبدالله بن عمرو بن العاص فى ذكر حقوق الجار ذكر منها: ولاتؤذه بقتار ريح قدرك إلا ان تغرف له منها'' (الموسوعة الفقهية ۲۰/ ۲۴۱)

فقہ مالکی میں اس تعلق سے بذریعہ نیٹ حاصل شدہ یہ مسئلہ بھی رقم ہے:

''سئل الامام ابن قاسم عن رجل له عرصة إلى جانب دار قوم فأراده أن يتخذ فى تلك العرصة حمامًا أو فرنا أو موضعًا له رحىً فأبي عليه الجيران فكان رأيه إن ماكان من ذلك يحدث ضررًا على الجيران من الدخان وما أشبهه فمن حق الجيران أن يمنعوه''۔

مذکورہ صورت میں پڑوسیوں کی اذیت وپریشانی کے سبب امام ابن قاسم نے حمام، تنور اور چکی لگانے کی اجازت نہیں دی ہے بلکہ پڑوسیوں کا حق بتلایا ہے کہ اس کو منع کر دیں جب کہ اسلامک فقہ اکیڈمی کے مسئولہ صورت میں پوری نسل انسانی کو خطرہ لاحق ہے، لہٰذا یہاں تو بدرجۂ

---

[1] دار العلوم الاسلامیہ بستی، یوپی۔

اولیٰ آلودگی پیدا کرنے والی اشیاء کو استعمال کرنا ممنوع ہونا چاہیے۔

۲۔ گاڑیوں کی ضرورت مسلم ہے اور ان کے لئے ایندھن بھی درکار ہے اور بطور ایندھن ڈیزل میں دھواں کا خروج زیادہ ہوتا ہے بہ نسبت پٹرول کے، اور پٹرول میں دھویں کا خروج زیادہ ہے بہ نسبت گیس کے، لہٰذا حکومت اگر لوگوں کو ضرر ونقصان سے بچانے اور ماحول کو صاف ستھرا رکھنے کے پیش نظر گیس سے چلنے والی گاڑیوں کو لازم کردے تو شرعاً اس پر عمل کرنا مناسب ہوگا؛ تاکہ اس کی ذات سے کسی کو ادنیٰ درجہ کی تکلیف نہ پہنچے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: "من سلم المسلمون من لسانه ويده" (سنن الترمذی مکتبۃ العلمیۃ ۱۸/۵)۔

نیز حکومت غیر اسلامیہ کی جانب سے طے کردہ اصول وضوابط کی پابندی شرعاً اگرچہ لازم اور واجب نہیں ہے لیکن خلاف ورزی کی صورت میں اپنے آپ کو قانونی سزاؤں کے لئے پیش کرنا لازم آئے گا، جس میں اپنی تذلیل ورسوائی ہے، اس لئے حکومت غیر اسلامیہ کے قوانین جو قرآن وحدیث سے متصادم نہ ہوں، ماننا اور ان پر عمل کرنا لازم ہے،

"ولكونه عرضًا للنفس لعقوباتٍ قانونية إذا كانت الحكومة غير إسلامية" (تکملہ فتح الملہم ۱/ ۵۹۰)۔

۳۔ روشنی کے حصول کی خاطر الیکٹرک کے بعد جنریٹر کا استعمال عام ہے جس میں مٹی کے تیل، ڈیزل، پٹرول اور گیس بطور ایندھن مستعمل ہیں، مٹی کے تیل اور ڈیزل میں کثرت سے دھواں خارج ہوتا ہے جن کا مضر صحت ہونا اظہر من الشمس ہے لہٰذا حکومت کی طرف سے مٹی کے تیل اور پٹرول والے جنریٹر کی ممانعت قرین قیاس ہے اور لوگوں کو ان سے اجتناب واحتراز بہتر ہے بلکہ لازم اور ضروری ہے بصورت دیگر حکومت اسلامیہ تعزیر کی مجاز ہوگی؛ کیوں کہ یہ تعزیر حق اللہ میں کوتاہی برتنے پر لاگو ہوتی ہے، علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

"والتعازير التي هي من حقوقه تعالىٰ لأن المراد بحق الله تعالى كما صرّح به الاصوليون بما تعلق نفعه بالعامة فيدخل تحته ما إذا كان ضرره عامًا كرجل يؤذى بلسانه ويده فإذا اعملوا القاضى بذلك قبل خبرهم حيث كان المخبر عدلًا فيزجره القاضى ويمنعه أشد المنع ويعزره بما يليق به وأصله حديث من أكل الثوم أو بصلا فلا يقربن مسجدنا هذا فينبغي من أذى الناس بالمسجد بأن يخرج منه ومن اذاهم مطلقًا ينفى عن البلد ذكره فى شرح البخارى من كتاب الصلاة فى شرح ذلك الحديث" (مجموعۃ رسائل ابن نجیم۱۲۳، ۱۱۲)۔

اور اگر حکومت غیر اسلامی ہو تو بھی عمل کرنا لازم ہے تاکہ قانونی سزاؤں کی ذلت سے بچ جائے۔

مذکورہ بالا عبارتوں کی روشنی سے معلوم ہوتا ہے کہ عام لوگوں کو ضرر سے بچانے اور ان کو راحت پہنچانے کے لئے کثرت سے دھویں خارج کرنے والے ایندھوں کا استعمال درست نہ ہو اور کم دھواں پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال حالات کے پیش نظر واجب ہو؛ تاکہ ماحول کی شفافیت اپنی حالت پر باقی رہ سکے، اور خلق خدا ضرر رساں مادّوں سے محفوظ رہ سکے۔

۴۔ اس ترقی یافتہ دور میں شرعی نقطۂ نظر سے صاحب حیثیت افراد واشخاص مساجد ومدارس اور خانقاہوں اور دیگر اداروں کے لئے خطیر رقم لگا کر آلودگی سے محفوظ شمسی توانائی کا حصول اور اس کا استعمال یقیناً مستحب اور مستحسن عمل ہے، کیونکہ ان مقامات پر اس جدید ٹیکنالوجی کے استعمال کی وجہ سے عام لوگوں کا رجحان اس کے استعمال کے سلسلے میں بڑھے گا جو ایک خیر کے کام (آلودگی سے حفاظت) کی طرف رہنمائی بھی ہوگی۔

"من سن فى الإسلام سنة حسنة فله أجرها وأجر من عمل بها من بعده من غير أن ينقص من أجورهم شئ" (مشکوٰۃ/ ۳۳)

۵۔ موجودہ دور کی صنعتی ترقی ایک ضرورت ہے لیکن ان کارخانوں میں کثرت سے دھواں پیدا کرنے والے ایندھن کے استعمال اور ان سے برآمد صنعتی فضلات کے باہر پھینکنے کے سبب فضا آلودہ ہوجاتی ہے اس لئے فیکٹریوں کے مالکان کو حکومت کے وضع کردہ قوانین کے مطابق ہی عمل کرنا چاہئے؛ تاکہ فضا کی مسمومیت سے لوگوں کو اذیت اور مرض لاحق نہ ہو؛ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کے ماحول اور لوگوں کی گذرگاہوں اور سایہ دار جگہوں کو پاک صاف رکھنے اور آلودگی سے بچانے کے لئے ارشاد فرمایا:

"لا يبولن أحدكم فى الماء الدائم الذى لا يجرى ثم يغتسل فيه" (بخاری ۱/ ۵۹، مسلم ۳/ ۴، دار المعرفۃ بیروت)۔

"اتقوا اللاعنين، قالوا: وما اللاعنان؟ قال: الذى يتخلى فى طريق الناس أو فى ظلهم" (مشکوٰۃ/ ۴۲)۔

''إذا انطلق لحاجته تباعد حتی لایراہ أحد'' (المطالب العالیة بزواید المسانید الثمانیة۲۔ ۴/ ۱۵۰)۔

''إذا شرب أحدکم فلایتنفس فی الماء'' (بخاری:۲/ ۸۴۱، فتح القدیر۱/ ۳۹۹)۔

ان روایات سے ماحول کوصاف وشفااور آلودگی سے محفوظ رکھنے کی تاکید معلوم ہورہی ہے؛ کیونکہ کارخانوں کے فضلات اوراس سے پیدا شدہ آلودگی انسانی پیشاب وپاخانہ سے کہیں زیادہ نقصان دہ ہیں، لہٰذا انسانی بھلائی کے پیشِ نظر حکومت کے لاگو قوانین کی پاسداری لازم اوراس کی خلاف ورزی درست نہیں معلوم ہوتی ہے۔

۶۔ جانوروں سے لحمی غذا کے حصول کے بعد ناقابلِ استعمال اجزاء خون، اوجھڑی وغیرہ جو ماحول میں تعفن پیدا کرتے ہیں اور فضا کو آلودہ کرتے ہیں اور امراض کا باعث بھی بنتے ہیں اس کی روک تھام کے لئے حکومت کو مذابح آبادی سے باہر بنوانے چاہئے اور ناقابلِ استعمال اجزاء زیر زمین دفن کرنے کا پابند بنانا چاہئے، اور اگر مذبح وسط آبادی میں ہو تو اسے کثیر اراضی پر محیط ہونا چاہئے تاکہ زمین کی کھدائی کرکے ناقابل استعمال اجزاء دفن کئے جاسکیں اوراس کے لئے حکومت باضابطہ صاحب مذبح کوقانون کا پابند بنائے۔

اورخود ذابح کی ذمہ داری ہے کہ وہ حکومت کے وضع کردہ قانون کی تابعداری کرے تاکہ لوگ مختلف قسم کی بیماریوں سے محفوظ رہ سکیں۔

''عرضت عليّ أعمال أمتی حسنها وسيئها فوجدت فی محاسن أعمالها الأذیٰ یماط عن الطریق ووجدت فی مساوئ أعمالها النخاعة تکون فی المسجد لاتدفن'' (مسلم۱/ ۵۰۶، ۴۴ دارالمعرفة بیروت لبنان)۔

''ویدفن أربعة: الظفر والشعر وخرقة الحیض والدم'' (شامی:کتاب الحظر والإباحة/ ۶)۔

''وعن ابن جریر عن النبی ﷺ: کان یعجبه دفن الدم وقال أحمد: کان ابن عمر یفعله وکذالك تدفن العلقة والمضغة التی تلقیها المرأة'' (الموسوعة الفقهیة/ ۲۱)۔

۷۔ سامان کی پیکنگ قدیم زمانہ میں ردّی کاغذ میں ہوا کرتی تھی جوزمین میں تحلیل ہوجاتے تھے، دورِجدید میں پلاسٹک کا استعمال عام ہے جوزمین میں تحلیل نہیں ہوتی اور جلانے پر کثیف دھواں خارج کرتی ہے جو ماہرین کی نظر میں صحت انسانی کے لئے انتہائی خطرناک ہے، لہٰذا اس کے عمومی استعمال پر لگام لگانا حکومت کی ذمہ داری ہے اور عوام الناس کا اس کے استعمال سے پرہیز کرنا لازم ہے؛ تاکہ نسلِ انسانی کوامراض سے بچایا جاسکے اور خود شریعتِ مطہرہ میں صفائی ستھرائی اور نظافت کا حد درجہ اہتمام کیا گیا ہے چنانچہ طہارت ونظافت آدھا ایمان ہی قرار دیا گیا ہے۔ ''الطهور شطر الإیمان''۔

''إن الله نظیف یحب النظافة جواد یحب الجود فنظّفوا أفنیتکم ولاتشبهوا بالیهود'' (کنزالعمال۱۵/ ۳۸۹)۔

''بنی الدین علی النظافة'' (احیاء علوم الدین۱/ ۲۰۳)۔

''قال الإمام الغزالی: ولاینبغی للبطال أن یترك النظافة'' (احیاء علوم الدین:۱/ ۲۰۳)۔

''نعمتان مغبون فیهما کثیر من الناس الصحة والفراغ'' (بخاری/ ۲، کتاب الرقاق/ ۹۴۹، مشکوٰة/ ۴۳۹)۔

۸۔ سگریٹ، تمباکو اور بیڑی وغیرہ کے استعمال کرنے کی وجہ سے اگر نشہ پیدا ہوجائے تو حرام ہے ورنہ منھ کے بدبودار ہونے کی وجہ سے مکروہِ تنزیہی ہے۔

''ومثله زهر القطن فانه قوی المتفرح یبلغ الاسکار الی قوله یحرم استعمال القدر المسکر منه دون قلیل'' (شامی کتاب الاشربة زکریا۱/ ۴۱)۔

''فیفهم منه حکم النبات الذی شاع فی زماننا المسمیٰ بالتتن وقد کره العمادی فی هدیته الحاقا بالثوم والبصل الاولی'' (الدر المختار، کتاب الاشربة:۱/ ۴۴)۔

ایئرپورٹ، اسٹیشن، ٹرین، ہوائی جہاز اور دیگر عوامی مقامات پر مذکور اشیاء کے استعمال کی ممانعت حق بجانب ہے اور شرعًا ان مقامات پر تعفن پیدا کرنے والی چیزوں سے احتراز لازم ہے؛ کیونکہ ان سے عام لوگوں کی طبیعت ابا کرتی ہے اور یہ مضر صحت بھی ہے جب کہ شریعت نے صحت کونعمت قرار دیا ہے اور اس کی حفاظت ہمارا فریضہ ہے، لہٰذا ایسی چیزوں سے ایسے مقامات پر خصوصًا احتراز لازم ہونا چاہئے۔

''قال فی القنیة: التعزیر لایسقط بالتوبة فإن قلت إذا أخبر العدول القاضی أن رجلًا یؤذی المسلمین بشره

وفساده وتزويره فهل ينفيه عن البلد قلت: قال شيخ الإسلام يعنى أنه ينفي وبه أفتى عبدالله بن عمر'' (مجموعة رسائل ابن نجيم/ ۱۲۳)۔

''من أكل من هذه الشجرة المنتنة فلايقربن مسجدنا فان الملائكة تتأذىٰ مما تتأذىٰ منه الإنس'' (مشكوٰة:۶۹)۔

۹۔ گھروں میں بیت الخلاء کا انتظام نہ ہونے کی بنا پر کھیت وغیرہ آبادی سے دور مقامات پر رفع حاجات کی گنجائش ہے البتہ سڑکوں کے اطراف وجوانب، ریلوے اسٹیشن، بس اسٹینڈ اور ٹرین کے اسٹیشن پر کھڑی ہونے کی حالت میں اس کے بیت الخلاء میں قضاء حاجت پوری کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ سڑکوں کے کنارے اور مذکورہ جگہوں پر غلاظت کی وجہ سے لوگوں کو اذیت ہوتی ہے اور ماحول مکدر اور آلودہ ہوجاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اتقوا الملاعن الثلاث البراز فى الموارد وقارعة الطريق والظل'' (مشكوٰة:۴۳، نسائى:۱/ ۱۱۹)۔

''والذين يؤذون المؤمنين والمؤمنات بغير ما اكتسبوا، فقد احتملوا بهتانًا وإثمًا مبينًا'' (الاحزاب:۵۸)۔

''الإيمان بضع وسبعون شعبة فأفضلها قول لاإله إلا الله وأدناها إماطة الأذىٰ عن الطريق'' (مشكوٰة:۱۲)۔

شریعت نے جب حشرات الارض کو اذیت وتکلیف سے بچانے کے لئے ان کے مقامات پر پیشاب و پاخانہ کرنے سے منع کیا ہے تو انسانی عوامی مقامات پر بدرجۂ اولیٰ ممانعت ہوگی جیسا کہ حدیث کے الفاظ شاہد عدل ہیں:

''لايبولن أحدكم فى جحره'' (مشكوٰة:۴۲، بحواله أبوداؤد مطبوعه كراچى/ ۵)۔

۱۰۔ تھوک مختلف قسم کے جراثیم پر مشتمل ہونے اور ضرر رساں اشیاء کھانے کے بعد تھوک میں مزید جراثیم پیدا ہونے کے باعث بہت سے ملکوں نے سڑکوں اور عوامی مقامات پر تھوکنے سے قانوناً منع کردیا ہے اور بہت سے مقامات پر تھوک دان بھی بنادیئے گئے ہیں، اس سلسلہ میں وضاحت یہ ہے کہ اگر قانون بنانے والی حکومت اسلامی ہے تو اس کے مطابق عمل کرنا لازم ہے اور اگر حکومت غیر اسلامی ہے تو قانونی سزاؤں سے محفوظ رہنے کے لئے بھی عمل کرنا لازم ہے، جیسا کہ اس کے متعلق سوال نمبر ۲ کے جواب میں فتح الملہم کی عبارت سے اشارہ ملتا ہے۔

اگر کسی کو تھوکنے کی ضرورت ہو اور وہ لوگوں کے مابین ہو تو ایک جانب ہوجائے، اگر رومال یا تولیہ اس کے پاس ہو تو اس میں تھوک لے اور اگر اس کے پاس نہ ہو تو زمین پر تھوکے اور اسے مٹی تلے دبا دے یا اس کو اپنے چپل اور جوتے سے رگڑ دے تا کہ اثر کا ازالہ ہوجائے اور لوگوں کے لئے تکلیف کا باعث نہ بنے، اس سلسلہ میں بخاری شریف میں صاحب بخاری نے باب قائم کیا ہے:

''باب إذا بدره البزاق فليأخذ بطرف ثوبه'' (بخاری ۱/ ۵۹)۔

''البزاق فى المسجد خطيئة وكفارتها دفنها'' (بخاری ۱/ ۵۹)۔

۱۱۔ مختلف مشینی اشیاء شعاعوں کو جنم دیتی ہیں جو انسانوں، جانوروں، پرندوں اور ماحول کے لئے بہت نقصان کا باعث ہیں جب کہ اُن کا استعمال ناگزیر بھی ہے لہٰذا بقدر ضرورت ہی ان کا استعمال مناسب ہے۔

۱۲۔ ماحول کے تحفظ میں پیڑ پودوں کو بڑی اہمیت حاصل ہے، لہٰذا بلاضرورت جنگلات کی کٹائی، نظام کائنات میں خرد برد اور قابل زراعت اراضی کو نئی آبادی میں تبدیل کرنا اور پلاٹس بنا کر خطیر رقم میں فروخت کرنا نا مناسب ہے تا کہ نقصان دہ زہریلی گیسوں کا ازالہ ہوسکے۔

۱۳۔ اسلام کی نظر میں شجر کاری اور کاشت کاری کو بڑی اہمیت حاصل ہے، چنانچہ بخاری شریف میں یہ روایت موجود ہے:

''ما من مسلم يغرس غرسًا أو يزرع زرعًا فيأكل منه طير أو إنسان أو بهيمة إلا كان له به صدقة'' (ترمذى: ۲/ ۶۶۶)

''قال الله تعالىٰ فى القرآن الكريم: وفى الأرض قطع متجاورات وجنات من أعناب وزرع ونخيل صنوان وغير صنوان يسقىٰ بماء واحد ونفضل بعضها على بعض فى الأكل إن فى ذلك لآيات لقوم يعقلون'' (سورة الرعد:۴)۔

''قال الله تعالىٰ: فلينظر الإنسان إلىٰ طعامه أنا صببنا الماء صبًا ثم شققنا الأرض شقًا فأنبتنا فيها حبًا وعنبًا وقضبًا وزيتونًا ونخلًا وحدائق غلبًا وفاكهة وأبًا متاعًا لكم ولأنعامكم'' (سورة العبس:۲۴،۳۲)۔

''من غرس غرسًا ثم يأكل منه آدمي وخلق من خلق الله إلا كان له به صدقة'' (مسند احمد)۔ ''قال إن قامت الساعة وبيد أحدكم فسيلة نخلة صغيرة أو شتلة فإن استطاع أن لا يقوم حتى يغرسها فليفعل'' (مسند أحمد)۔

صوتی آلودگی:

۱۔ کارخانوں کی پُرشور مشینوں کے سلسلہ میں حکومت کی ہدایت پر عمل کرنا لازم معلوم ہوتا ہے؛ کیونکہ پُرشور آوازیں صحت انسانی کے لئے ضرر رساں ہیں، خصوصًا ہارٹ وغیرہ کے مریضوں کے لئے تو بہت ہی نقصان دہ ہے، لہٰذا حکومت کی اطاعت اس بارے میں ضروری ہے، اس سلسلہ میں فقہ مالکی کے اس جزئیہ سے سہارا لیا جاسکتا ہے: ''وقد ورد في الفقه المالكي منع إقامة الصناعات المحدثة للأصوات المزعجة وسط الساكنة مراعاة لصحتهم كمن جعل في داره حتى يضرر دويها بجاره'' (فقہ مالکی)۔

مشہور واقعہ ہے کہ آپ ﷺ حضرت فاروق اعظمؓ کے پاس سے گزرے تو وہ تہجد کی نماز میں بلند آواز سے تلاوت کررہے تھے، آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ وہ بلند آواز سے کیوں تلاوت کرتے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ ''میں سوتے کو جگاتا ہوں اور شیطان کو بھگاتا ہوں''، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنی آواز کو تھوڑا پست کردو'' (مشکوٰۃ: ۱۰۷)۔

۲۔ گاڑیوں کے ہارن معمول کے مطابق ہی بجانا چاہئے تاکہ مسافروں کو دہشت اور اذیت نہ ہو لیکن ایمرجنسی حالات میں ایمبولنس میں سائرن کے مانند تیز آواز دار ہارن بجایا جائے تو اس کی اجازت ہونی چاہئے تاکہ مریض کی خدمت پر لگی ایمبولینس مریض کی کماحقہ خدمت کرسکے، لیکن اس کے باوجود ڈرائیور کو ہارن اتنا ہی استعمال کرنا چاہئے جتنے کی اسے ضرورت محسوس ہو؛ کیونکہ نماز جیسی اہم عبادت میں فقہائے عظام نے جماعت کے اعتبار سے آواز کی بلندی کو پسند کیا ہے اور جماعت کی حاجت وضرورت سے زیادہ آواز کی بلندی کو ''اساءت'' سے تعبیر کیا ہے، لہٰذا ان چیزوں میں بھی بقدر ضرورت ہی آواز کی بلندی مناسب ہے۔

''والمستحب أن يجهر بحسب الجماعة فان زاد فوق حاجة الجماعة فقد أساء كما لو جهر المصلي بالأذكار وهذا الاولى مما في الزاهدي عن أبي جعفر انه كلما زاد الامام أو المنفرد في الجهر في صلاة الجهر فهو أفضل بعد ان لايجهد نفسه ولايؤذي غيره وان زاد على حاجة المقتدي'' (مراقي الفلاح/ ۱۲۷)۔

''وابتغ بين ذلك'' يستدعي وجوب نفس الجهر خاليًا عن الافراط والتفريط'' (إعلاء السنن: ۴/ ۱۱)۔

''قالوا: يارسول الله إن ههنا قومًا يجهرون بالقراءة بالنهار فقال: ارموهم بالبعر قلت: دلالته على وجوب إخفاء القراءة في صلاة النهار بزجر من يجهر بها'' (إعلاء السنن: ۴/ ۱۰)۔

۳۔ مختلف تقریبات میں D.J کا رواج خود تشویشناک ہے، یہ دل کے مریضوں کے لئے انتہائی نقصان دہ ہے، اس کی تیز اور گرج دار آواز صحت انسانی کی سماعت اور ماحول کو مضرت پہنچانے والی ہے، لہٰذا اس کا استعمال شرعی نقطۂ نظر سے ناجائز ہے۔

مفتی محمد تقی صاحب عثمانی نے ''ذکروفکر'' نامی کتاب میں ایک مضمون ''لاؤڈ اسپیکر کا ظالمانہ استعمال'' تحریر فرمایا ہے جس میں انہوں نے ظلم کی تعریف کی ہے کہ ''کسی بھی چیز کو بے جگہ استعمال کرنا ظلم ہے''۔ اگر اس کے استعمال سے کسی کو تکلیف پہنچتی ہے تو شرعی اعتبار سے گناہ کبیرہ بھی ہے، ایذارسانی بے شمار صورتوں میں سے ایک انتہائی تکلیف دہ صورت لاؤڈ اسپیکر کا ظالمانہ استعمال ہے (اور اس سے بدرجہا ضرر رساں D.J کا استعمال ہے)۔

روایت ہے کہ ایک واعظ صاحب حضرت عائشہؓ کے مکان کے بالکل سامنے بہت بلند آواز سے وعظ کیا کرتے تھے، جس سے حضرت عائشہؓ کی یکسوئی میں فرق آتا تھا، اس لئے حضرت عائشہؓ نے حضرت عمرؓ سے شکایت کی تو امیر المؤمنین نے وہاں وعظ کہنے سے منع کیا لیکن وہ باز نہ آئے تو حضرت عمرؓ نے انہیں خود پکڑا اور ان پر تعزیری سزا جاری کی (بحذف وترمیم، ذکروفکر بحوالہ اخبار المدینہ لعمر بن شبہ ۱/ ۱۵)۔

ایک مرتبہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ نے ایک واعظ کو وعظ وتبلیغ کے آداب تفصیل کے ساتھ بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا: اپنی آواز کو ان ہی

لوگوں تک محدود رکھو جو تمہاری مجلس میں بیٹھے ہوں اور انہیں بھی اسی وقت تک دین کی بات سناؤ جب تک ان کے چہرے تمہاری طرف متوجہ ہوں، جب وہ چہرے پھیر لیں تو تم بھی رک جاؤ، اور ایسا کبھی نہ ہونا چاہئے کہ لوگ آپس میں باتیں کر رہے ہوں اور تم ان کی بات کاٹ کر اپنی بات شروع کردو بلکہ ایسے موقع پر خاموش رہو، پھر جب وہ تم سے فرمائش کریں تو انہیں دین کی بات سناؤ (ذکر وفکر بحوالہ مجمع الزوائد ا / ۱۹۱)۔

حضرت عطاء بن ابی رباح نے ارشاد فرمایا: ''عالم کو چاہئے کہ اس کی آواز اپنی مجلس سے آگے نہ بڑھے'' (ذکر وفکر ۲۷ بحوالہ ادب الاملا والاستملاء للسمعانی / ۵)۔

''أجمع العلماء سلفا وخلفًا على استحباب ذكر الجماعة في المساجد وغيرها إلا أن يشوش جهرهم على نائم أو مصلٍ أو قارئ'' (الدر المختار، مطلب في رفع الصوت زكريا ۲/ ۴۲۴)۔

۴- مذہبی، سیاسی جلسوں اور مشاعروں میں جس قدر سامعین موجود ہوں اسی اعتبار سے ساؤنڈ سسٹم کا استعمال درست ہے، لوگوں کی صحت وتحفظ کے پیشِ نظر حکومت کی ہدایات پر عمل ضروری ہے۔

اسی سوال سے ملتا جلتا ایک استفتا کا تذکرہ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے اپنی کتاب ذکر وفکر میں کیا ہے کہ ایک صاحب نے استفتا تیار کیا جس میں یہ مذکور تھا کہ بعض مساجد میں تراویح کی تلاوت وقرأت لاؤڈ اسپیکر پر اتنی بلند آواز سے کی جاتی ہے کہ محلے کی خواتین کو نماز میں خلل ہوتا ہے اور مریضوں اور کمزوروں کے لئے دشواری پیش آتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ تو کیا ان حالات میں تراویح کے دوران بیرونی لاؤڈ اسپیکر زور سے کھولنا شرعاً جائز ہے، یہ استفتا مختلف علماء ومفتیان کرام کے پاس بھیجا گیا تو سب نے متفقہ جواب یہی دیا کہ ان حالات میں تراویح کی تلاوت میں بیرونی لاؤڈ اسپیکر بلاضرورت آواز سے کھولنا شرعاً ناجائز ہے (بحذف وترمیم ذکر وفکر: ۲۸، ۲۹)۔

"وقال تعالى في القرآن الكريم في سورة لقمان: "واغضض من صوتك إن أنكر الأصوات لصوت الحمير".

اور اپنی آواز کو پست کر بیشک آوازوں میں سب سے بُری آواز گدھوں کی آواز ہے یعنی بہت غل مت مچاؤ اور یہ مطلب نہیں کہ اتنی پست نہ کر کہ دوسرا سنے بھی نہیں، آگے غل مچانے سے نفرت دلاتے ہیں کہ بیشک آوازوں میں سب سے بُری آواز گدھوں کی ہوتی ہے، بعض اوقات دوسروں کو وحشت واذیت بھی ہوتی ہے (تفسیر بیان القرآن ۳ / ۱۴۹)۔

☆☆☆

فضائی اور صوتی آلودگی

مولانا محمد ثوبان اعظم القاسمی

اس عنوان کے تحت سوال نامے میں جو سوالات تحریر کئے گئے ہیں ان کا زیادہ تر مدار دو باتوں پر ہے:

(۱) جو چیزیں فضائی آلودگی کا سبب ہونے کی وجہ سے جانوروں بالخصوص انسانوں کے لئے مضر ثابت ہو رہی ہیں، ان کے استعمال کی شرعاً اجازت ہے یا نہیں؟

(۲) ایسی چیزوں کے استعمال سے متعلق حکومت کی ہدایات اور اس کی جانب سے لگائی جانے والی پابندیوں کی شرعاً کیا حیثیت ہے؟

پہلے ان دونوں بنیادی باتوں پر روشنی ڈالی جاتی ہے، پھر مطلوبہ سوالات کے جوابات تحریر کئے جائیں گے۔

فضائی آلودگی پیدا کرنے والی چیزوں کا حکم:

اس میں کوئی شک نہیں کہ فضائی آلودگی کا سبب ہونے کی وجہ سے جن چیزوں کو انسانوں اور جانداروں کے لیے مضر سمجھا جا رہا ہے ان میں سے بیشتر چیزیں وہ ہیں جو فی نفسہ مباحات کے قبیل سے ہیں اور قدیم زمانے سے لوگ انہیں استعمال کرتے چلے آرہے ہیں، جب تک ان کا استعمال کم تھا تو ان کا ضرر کم بلکہ کالعدم (معدوم) تھا، یہاں تک کہ بہت سے لوگ ان کو مضر بھی نہیں سمجھتے تھے، لیکن موجودہ دور میں تمدنی ترقی کے سبب جب ان کے استعمال کی بے حد کثرت ہوگئی تو اب ان کا ضرر اتنا واضح اور سنگین ہوتا جا رہا ہے کہ اگر ان کے استعمال پر فی الفور کنٹرول نہیں کیا گیا تو اندیشہ ہے کہ آئندہ روئے زمین پر جاندار کا جینا مشکل ہو جائے گا۔

شریعت کا ایک اصول سدِّ ذرائع:

قرآن وحدیث کا مطالعہ کرنے والوں پر یہ بات مخفی نہیں کہ شریعت میں ایسی بھی بہت سی چیزیں ہیں جو فی نفسہ مباح ہیں؛ لیکن ان کی اجازت یا کثرت کسی معصیت یا مفسدہ کا سبب ہونے کی وجہ سے ان کو ممنوع قرار دیا گیا ہے، اصول فقہ کی اصطلاح میں اس کو سدِّ ذرائع کہا جاتا ہے، فقہائے کرام نے بھی بہت سے مواقع میں اس اصول سے کام لیتے ہوئے بہت سی چیزوں پر روک لگائی ہے؛ لہٰذا اس اصول کی روشنی میں مذکورہ چیزوں کے آزادانہ استعمال پر مناسب پابندی عائد کی جاسکتی ہے۔

حکومت کی ہدایات اور پابندیوں کی شرعی حیثیت:

اسلام نے عام لوگوں پر جو پابندی عائد کی ہیں وہ دو قسم کی ہیں: (۱) خدائی پابندیاں۔ (۲) حکومتی پابندیاں۔

خدائی پابندیاں:

اس سے مراد وہ پابندیاں ہیں جو براہِ راست اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے انسان پر لگائی گئی ہیں، جیسے سود حرام ہے، شراب حرام ہے وغیرہ وغیرہ۔

حکومتی پابندیاں:

اگر معاشرے میں غیر متوازن حالات پیدا ہو جائیں جس کی وجہ سے اللہ کی طرف سے لگائی ہوئی پابندیاں کافی نہ ہوسکیں تو معاشرے میں توازن برقرار رکھنے کے لیے اسلامی حکومت کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ کچھ مباح چیزوں پر بھی پابندی عائد کردے، یہ حکومتی پابندیاں ہیں۔

اس اصول کے تحت حکومت عوام الناس کی تمام سرگرمیوں کی نگرانی کرسکتی ہے اور جن سرگرمیوں سے ملک اور معاشرے میں ناہمواری

پیدا ہونے کا اندیشہ ہو تو اس پر مناسب پابندی عائد کرسکتی ہے۔ اس طرح کی پابندیوں کے واجب التعمیل ہونے کا ماٴخذ قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ" (النساء: ۵۹)

(اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور حاکموں کا جو تم میں سے ہوں۔

مسلم اور غیر مسلم حکومتوں میں فرق:

جو حکومتی پابندیاں ہیں اگر وہ شرعی حدود کے اندر ہوں یعنی ان پر عمل کرنے کی وجہ سے شریعت کے کسی حکم کی خلاف ورزی لازم نہ آتی ہو تو وہ پابندی بہر حال واجب العمل ہے، خواہ حاکم مسلمان ہو یا غیر مسلم، اگر مسلمان حاکم ہے تب تو اس کی وجہ ظاہر ہے؛ کیوں کہ قرآن پاک میں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے ساتھ اولوالامر (مسلمان حکام) کی اطاعت کا بھی حکم ہے۔

اور اگر حاکم غیر مسلم ہو تو اس کے وضع کئے ہوئے قوانین کی پابندی لازم ہونے کی دو وجوہ ہیں:

(۱) نظم و انتظام اور مفادِ عامہ سے متعلق حکومت کے وضع کردہ احکام و قوانین کی پابندی، یہ دراصل ملکی نظام کو درست رکھنے میں حکومت کا تعاون ہے جو کسی بھی نظام کے لیے ضروری ہے جس کے بغیر کوئی ملک فلاح و ترقی سے ہم کنار نہیں ہوسکتا۔

اور تعاون کے سلسلے میں قرآن نے جو اصول بیان فرمایا ہے اس میں کسی فرد یا جماعت کو معیار بنانے کے بجائے صرف ان چیزوں کو معیار بنایا ہے جن میں تعاون جائز ہے یا جائز نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ" اس میں یہ نہیں بتایا گیا کہ کس کے ساتھ تعاون جائز ہے اور کس کے ساتھ نہیں، بلکہ اس سے قطع نظر صرف تقویٰ اور نیکی کے کاموں کو معیار بنا کر تعاون کا حکم دیا گیا ہے اور ظلم اور گناہ کو بنیاد بنا کر تعاون سے منع فرمایا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو بھی فرد یا جماعت تقویٰ اور نیکی کی طرف داعی ہو تو ہر مسلمان پر اپنی اپنی استطاعت کے مطابق اس کی مدد کرنا قرآن مجید کی اس آیت کی روشنی میں واجب و لازم ہے اور اس کے بالمقابل جو شخص یا جماعت ظلم اور گناہ کی طرف چل رہی ہو اس کا تعاون ممنوع اور ناجائز ہے۔

(۲) کسی ملک کی شہریت اختیار کرنا یہ دراصل حکومت کے ساتھ اس بات کا عملاً معاہدہ ہے کہ ہم اس ملک کے قوانین کی پابندی کریں گے؛ لہٰذا جو آدمی جس ملک کا باشندہ ہے اس پر اس ملک کے قوانین کی پابندی ضروری ہوگی اور کسی قانون کی خلاف ورزی معاہدے کی خلاف ورزی ہونے کی وجہ سے ناجائز اور گناہ ہوگی۔

"قال رسول الله ﷺ: أربع من كن فيه كان منافقا خالصا... إذا أوتمن خان، وإذا حدث كذب، وإذا عاهد غدر، وإذا خاصم فجر (بخاری: ۳۴) وقال عليه الصلوة والسلام: لا إيمان لمن لا أمانة له ولا دين لمن لا عهد له" (مشکوۃ: ۱۵)

لہٰذا حکومت کے جن احکام کا تعلق نظم و انتظام اور مصلحت عامہ سے ہو ان کی پابندی بھی واجب و لازم ہوگی اور ان کی خلاف ورزی اور قانون شکنی ممنوع ہوگی، بشرطیکہ وہ احکام و قوانین حدودِ شرع کے اندر ہوں۔

مطلوبہ سوالات کے جوابات:

۱۔ مذکورہ چیزیں مباحات کے قبیل سے ہیں جن میں اکثر چیزیں قدیم زمانے سے استعمال ہوتی چلی آرہی ہیں؛ لہٰذا بطور ایندھن ان کے استعمال کے جائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں؛ البتہ چوں کہ ہمارے اس زمانے میں ان کا بہت زیادہ اور آزادانہ استعمال اجتماعی ضرر کا سبب بن رہا ہے، اس اعتبار سے ان کے مقابلہ میں ان چیزوں کا استعمال بہتر ہے جو دھواں نہیں چھوڑتی؛ تاہم دھواں چھوڑنے والی چیزوں کے استعمال کو بالکلیہ ممنوع قرار نہیں دیا جاسکتا۔

۲۔ اگر حکومت کی طرف سے کسی مخصوص ایندھن کی ممانعت کردی جائے یا کسی خاص گاڑی کے لیے کوئی مخصوص ایندھن لازم کردیا جائے تو چوں کہ حکومت کے اس حکم کا منشا عام انسانوں کو ضرر سے بچانا ہے؛ لہٰذا اس حکم کی تعمیل ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "تعاونوا علی البر والتقوی" (المائدہ: ۲)

اور اگر حکومت کی جانب سے کوئی پابندی نہیں ہے تو ضرر پر مدار ہوگا، جہاں ضرر ظاہر یا زیادہ ہو وہاں ان چیزوں کا استعمال ممنوع ہوگا اور جہاں مخفی یا معمولی ہو وہاں استعمال کی اجازت ہوگی؛ تاہم اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان کے مقابلہ میں کم آلودگی پیدا کرنے والی چیزوں کا استعمال اولیٰ اور بہتر ہے۔ قال رسول اللہ ﷺ: ''المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده'' (بخاری:۱۰)۔

۳۔ جس جگہ جنریٹر میں مٹی کا تیل اور ڈیزل جلانا قانوناً ممنوع ہو تو قانون کی پابندی ضروری ہوگی اور خلاف ورزی ممنوع ہوگی؛ کیوں کہ کسی ملک کی شہریت اختیار کرنا اس بات کا عہد کرنا ہے کہ اس ملک کے قوانین کی پابندی کریں گے۔

۴۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ فضائی آلودگی کا ضرر بہت بڑھتا جا رہا ہے، اگر اس پر کنٹرول نہ کیا گیا تو مستقبل میں خطرناک شکل اختیار کر لینے کا اندیشہ ہے، ایسے حالات میں صاحب استطاعت افراد اور اداروں کے لیے شمسی توانائی کا استعمال نہ صرف یہ کہ مستحسن عمل ہے؛ بلکہ بعض حالات میں واجب بھی ہو سکتا ہے۔

۵۔ اسلامی شریعت کا ایک اصول ہے کہ اگر کوئی کام فی نفسہٖ مباح ہو؛ لیکن اس کی اجازت یا کثرت کسی معصیت یا عام لوگوں کے لیے ضرر کا سبب بن رہی ہو تو اس جائز کام کو معصیت اور ضرر سے بچانے کے لیے ممنوع قرار دیا جا سکتا ہے، اس کو فقہ کی اصطلاح میں سدّ ذرائع کا نام دیا جاتا ہے، اصول فقہ میں اس کا مستقل ایک باب آتا ہے۔ کارخانوں اور کارخانوں میں استعمال ہونے والے ایندھنوں سے متعلق حکومت کے قوانین و پابندیوں کا مقصد چوں کہ مصلحتِ عامہ کی حفاظت اور انسانوں کو اجتماعی ضرر سے بچانا ہے؛ اس لیے ان کی حیثیت سدِّ ذرائع کی ہے؛ لہٰذا صنعت کاروں پر ان قوانین کا لحاظ ضروری ہے اور خلاف ورزی شرعاً ممنوع اور ناجائز ہے۔

۶۔ ذبیحہ کے وہ اجزاء جو استعمال میں نہیں آتے جیسے: خون اور اوجھڑی وغیرہ، ان کے بارے میں حدیث وفقہ میں صراحتاً کوئی بات نظر سے نہیں گزری؛ تاہم اتنی بات طے ہے کہ ان کو راستوں پر ڈال دینا جو سڑنے کے بعد لوگوں کے لیے باعثِ اذیت ہو یا بیماری پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہو، سخت ممنوع اور ناجائز ہے، ان کو زمین میں گڑھا کھود کر دفن کرنا چاہیے، نیز ان پر چونا یا اس طرح کی کوئی چیز چھڑک دینا چاہیے جس سے وہ جلد گل سڑ کر مٹی ہو جائیں۔ اسی طرح جہاں بڑے پیمانے پر یہ کام ہوتا ہے وہاں حکومت کو مناسب انتظام کرنا چاہیے۔

۷۔ پلاسٹک کی تھیلیوں کا استعمال فی نفسہٖ جائز ہے، اگر اس کا دھواں نقصان دہ ہے تو اس کو جلانے کے بجائے مناسب جگہ (آبادی سے باہر یا کھڈ وغیرہ میں) ڈلوانے کا انتظام کرنا چاہیے۔

۸۔ سگریٹ اور بیڑی وغیرہ افیون اور شراب کی طرح زیادہ نشہ آور نہیں؛ تاہم کچھ نہ کچھ نشہ ضرور ہوتا ہے؛ اس لیے بعض فقہاء نے مکروہ اور بعض نے جائز کہا ہے؛ لیکن موجودہ دور میں طبی اعتبار سے ان کا صحتِ انسانی کے لیے سم قاتل ہونا متحقق ہو چکا ہے؛ چنانچہ ہندوستان، پاکستان اور ان جیسے دیگر ممالک میں جہاں یہ چیزیں بکثرت استعمال ہوتی ہیں، پیکٹ پر عام طور پر یہ لکھا ہوتا ہے کہ سگریٹ نوشی آپ کی صحت کے لیے مضر ہے، اس لیے ان چیزوں کے استعمال کی اجازت نہیں دی جا سکتی، اسی طرح جن مقامات پر سگریٹ نوشی قانوناً ممنوع ہو تو اس کی پابندی واجب ہوگی۔

۹۔ سڑکوں یا عوامی مقامات پر قضائے حاجت کرنا، اسی طرح گندے پانی اور فضلات کھلی نالیوں یا گلیوں میں بہا دینا نہ صرف یہ کہ فضائی آلودگی کا سبب ہے؛ بلکہ عام لوگوں کے لیے سخت تکلیف دہ بھی ہے، چناں چہ حدیثوں میں راستوں پر اسی طرح ایسے درخت کے نیچے جس کے سائے میں لوگ آرام کرتے ہوں قضائے حاجت کرنے کی سخت ممانعت آئی ہے اور اس کو موجب لعنت عمل قرار دیا گیا ہے۔

''عن معاذ قال: قال رسول الله ﷺ: إتقوا الملاعن الثلاث: البراز فى الموارد وقارعة الطريق والظل۔ (ابوداؤد:۲۶) وعن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: اتقوا اللاعنين، قالوا: وما اللاعنان يارسول الله ؟ قال: الذى يتخلى فى طريق الناس أوفى ظلهم'' (مسلم: ۲۶۹، ابوداؤد: ۲۵)۔

۱۰۔ راستوں پر یا ادھر ادھر تھوکنا یہ بہت گھناؤنا عمل ہے، جس سے اچھے لوگوں کو بہت کراہیت ہوتی ہے؛ اس بنا پر اگر حکومت یا ادارہ اس سلسلے میں کوئی پابندی عائد کر دے تو اس پر عمل ضروری ہوگا۔

۱۱۔ کوئی چیز خواہ انسان کے لیے کتنی ہی ضروری کیوں نہ ہو، شرعاً اس کا استعمال اسی حد تک درست ہے جب تک وہ مفید یا کم از کم ضرر رساں نہ ہو، اور کسی

چیز کا اس طرح آزادانہ استعمال جو فائدے کے بجائے نقصان پہنچانے لگے، شرعاً ممنوع اور اسراف ہے، مثال کے طور پر کھانا جس پر حیاتِ انسان کا مدار ہے، فقہائے کرام نے اس کے بھی مختلف درجے بیان کیے ہیں، جن میں بعض درجے اگر فرض اور واجب ہیں تو بعض مکروہ اور حرام بھی ہیں۔

''الأكل فرض مقدار مايدفع الانسان الهلاك عن نفسه...ومباح الى الشبع، وحرام وهو مافوقه... وكذا في الشرب'' (الدر مع الرد ۹/ ۴۱۱)۔

لہٰذا سوال میں مذکور مشینی اشیاء کا استعمال بھی ضرورت سے زیادہ ممنوع اور اسراف میں شمار ہوگا۔

۱۲۔ (الف) اگر چہ خدائی پابندیوں کے دائرہ میں رہتے ہوئے ہر شخص کو اپنی ملکیت میں ہر طرح کے تصرف کا اختیار ہے؛ لیکن ذاتی منافع کے حصول کے لیے کوئی ایسا عمل کرنا جو عام لوگوں کے ضرر کا سبب ہو درست نہیں ہے۔

(ب) درخت لگانا یا کاشت کرنا اسلام میں بہت پسندیدہ عمل ہے؛ کیوں کہ اس کا نفع متعدی ہے، چنانچہ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں عنوان قائم کیا ہے: ''باب فضل الزرع والغرس'' اور اس کے تحت یہ حدیث ذکر فرمائی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو مسلمان کھیتی کرے یا پودا لگائے تو اس سے جو بھی استفادہ کرے گا خواہ وہ پرندہ ہو یا انسان یا چوپائے تو کھیتی کرنے والے اور درخت لگانے والے کو صدقہ کا ثواب ملے گا (بخاری: ۳۲۲)۔

صوتی آلودگی:

۱۔ حکومت کی عائد کی ہوئی پابندی واجب العمل ہے۔

۲۔ گاڑیوں میں ضرورت سے زیادہ تیز ہارن لگانا جو بلاوجہ لوگوں کے لیے باعثِ اذیت ہو یا ایسا ہارن لگانا جو کسی گاڑی کے لیے مخصوص ہو، جس سے گاڑیوں میں اشتباہ پیدا ہوجانے کا اندیشہ ہو درست نہیں ہے۔

۳۔ شادی وغیرہ کی تقریبات میں DJ کا استعمال ہرگز جائز نہیں ہے، اس میں دوہرا گناہ ہے۔

۴۔ کسی بھی پروگرام کو زیادہ دیر تک جاری رکھنا یا اتنا تیز ہارن استعمال کرنا جو دوسرے لوگوں کے لیے باعثِ تکلیف ہو، شرعاً ناجائز ہے۔

نوٹ: لاؤڈ اسپیکر کے استعمال سے متعلق حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی کی ایک تحریر نظر سے گزری جو بہت بصیرت افروز ہے، اس لیے اس کو بعینہٖ ذکر کیا جاتا ہے۔

لاؤڈ اسپیکر کے استعمال میں اعتدال سے کام لینے کی ضرورت:

ظلم صرف یہ نہیں ہے کہ کسی کا مال چھین لیا جائے یا اسے جسمانی تکلیف پہنچانے کے لیے اس پر ہاتھ اٹھایا جائے بلکہ عربی زبان میں ''ظلم'' کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ ''کسی بھی چیز کو بے جگہ استعمال کرنا ظلم ہے''۔ چوں کہ کسی چیز کا بے محل استعمال یقیناً کسی نہ کسی کو تکلیف پہنچانے کا موجب ہوتا ہے، اس لیے ہر ایسا استعمال ''ظلم'' کی تعریف میں داخل ہے، اور اگر اس سے کسی انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ شرعی اعتبار سے گناہ کبیرہ بھی ہے، لیکن ہمارے معاشرے میں اس طرح کے بہت سے گناہ کبیرہ اس طرح رواج پا گئے ہیں کہ اب عام طور سے ان کے گناہ ہونے کا احساس بھی باقی نہیں رہا۔

''ایذا رسانی'' کی ان بیشمار صورتوں میں سے ایک انتہائی تکلیف دہ صورت لاؤڈ اسپیکر کا ظالمانہ استعمال ہے۔ ابھی چند روز پہلے ایک روزنامہ میں ایک صاحب نے شکایت کی ہے کہ بعض شادی ہالوں میں رات دیر تک لاؤڈ اسپیکر پر گانے بجانے کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور آس پاس کے بسنے والے بے چینی کے عالم میں کروٹیں بدلتے رہتے ہیں۔ اور ایک شادی ہال پر کیا موقوف ہے، ہر جگہ دیکھنے میں یہی آتا ہے کہ جب کوئی شخص کہیں لاؤڈ اسپیکر نصب کرتا ہے تو اسے اس بات کی پرواہ نہیں ہوتی کہ اس کی آواز کو صرف ضرورت تک محدود رکھا جائے اور آس پاس کے ان ضعیفوں اور بیماروں پر رحم کیا جائے جو یہ آواز سننا نہیں چاہتے۔

گانے بجانے کا معاملہ تو الگ رہا کہ اس کو بلند آواز سے پھیلانے میں دوہری برائی ہے، اگر کوئی خالص دینی اور مذہبی پروگرام ہو تو اس میں بھی لوگوں کو لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے زبردستی شریک کرنا شرعی اعتبار سے ہرگز جائز نہیں ہے۔ افسوس کہ ہمارے معاشرے میں سیاسی اور مذہبی پروگرام منعقد کرنے والے حضرات بھی شریعت کے اس اہم حکم کا بالکل خیال نہیں کرتے۔ سیاسی اور مذہبی جلسوں کے لاؤڈ اسپیکر بھی دور دور تک مار کرتے ہیں اور ان کی موجودگی میں کوئی شخص اپنے گھر میں نہ آرام سے سوسکتا ہے نہ یکسوئی کے ساتھ اپنا کوئی کام کرسکتا ہے۔ لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ اذان کی آواز دور دور تک پہنچانا تو برحق ہے لیکن مسجدوں میں جو وعظ اور تقریریں یا ذکر و تلاوت لاؤڈ اسپیکر پر ہوتی ہے اس کی آواز دور دور تک پہنچانے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ مسجد میں بہت تھوڑے سے لوگ واعظ یا درس سننے کے لیے بیٹھتے ہیں جن تک آواز پہنچانے کے لیے لاؤڈ اسپیکر کی سرے سے ضرورت ہی نہیں ہے یا صرف اندرونی ہارن سے بآسانی کام چل سکتا ہے لیکن بیرونی لاؤڈ اسپیکر پوری قوت سے کھلا ہوتا ہے اور اس کے نتیجے میں یہ آواز محلے کے گھر گھر میں اس طرح پہنچتی ہے کہ کوئی شخص اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔

مجھے یاد ہے کہ میں ایک مرتبہ لاہور گیا، جس مکان میں میرا قیام تھا اس کے تین طرف تھوڑے تھوڑے فاصلے سے تین مسجدیں تھیں۔ جمعہ کا دن تھا فجر کی نماز کے فوراً بعد سے تینوں مسجدوں کے لاؤڈ اسپیکر پوری قوت سے کھل گئے اور پہلے درس شروع ہوا، پھر بچوں نے تلاوت شروع کردی، پھر نظمیں اور نعتیں پڑھنے کا سلسلہ شروع ہوا، یہاں تک کہ فجر بعد سے جمعہ تک یہ ''مذہبی پروگرام'' اس طرح بے تکان جاری رہے کہ گھر میں کسی کو کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔

بعض مسجدوں کے بارے میں یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ وہاں خالی مسجد میں لاؤڈ اسپیکر پر ٹیپ چلادیا جاتا ہے، مسجد میں سننے والا کوئی نہیں ہوتا لیکن پورے محلے کو یہ ٹیپ زبردستی سنایا جاتا ہے۔

دین کا صحیح فہم رکھنے والے اہل علم خواہ کسی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہوں، کبھی یہ کام نہیں کرسکتے، ایسا عام طور پر ان مسجدوں میں ہوتا ہے جہاں کا انتظام علم دین سے ناواقف حضرات کے ہاتھ میں ہے۔ بسا اوقات یہ حضرات پوری نیک نیتی سے یہ کام کرتے ہیں او ... دین کی تبلیغ کا ایک ذریعہ سمجھتے اور دین کی خدمت قرار دیتے ہیں لیکن ہمارے معاشرے میں یہ اصول بھی بہت غلط مشہور ہوگیا ہے کہ نیت کی اچھائی سے کوئی غلط کام بھی جائز اور صحیح ہوجاتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ کسی کام کے درست ہونے کے لیے صرف نیک نیتی ہی کافی نہیں، اس کا طریقہ بھی درست ہونا ضروری ہے اور لاؤڈ اسپیکر کا ایسا ظالمانہ استعمال نہ صرف یہ کہ دعوت و تبلیغ کے بنیادی اصولوں کے خلاف ہے؛ بلکہ اس کے الٹے نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

جن حضرات کو اس سلسلے میں کوئی غلط فہمی ہو، ان کی خدمت میں دردمندی اور دل سوزی کے ساتھ چند نکات ذیل میں پیش کررہا ہوں:

(۱) مشہور محدث حضرت عمر بن شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے مدینہ منورہ کی تاریخ پر چار جلدوں میں بڑی مفصل کتاب لکھی ہے جس کا حوالہ بڑے بڑے علماء و محدثین ہمیشہ دیتے رہے ہیں۔ اس کتاب میں انہوں نے ایک واقعہ اپنی سند سے روایت کیا ہے کہ ایک واعظ صاحب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان کے بالکل سامنے بہت بلند آواز سے وعظ کہا کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ وہ زمانہ لاؤڈ اسپیکر کا نہیں تھا لیکن ان کی آواز بہت بلند تھی اور اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یکسوئی میں فرق آتا تھا۔ یہ حضرت فاروق اعظمؓ کی خلافت کا زمانہ تھا، اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ یہ صاحب بلند آواز سے میرے گھر کے سامنے وعظ کرتے رہتے ہیں جس سے مجھے تکلیف ہوتی ہے اور مجھے کسی اور کی آواز سنائی نہیں دیتی۔

حضرت عمرؓ نے ان صاحب کو پیغام بھیج کر انہیں وہاں وعظ کہنے سے منع کیا، لیکن کچھ عرصہ بعد واعظ صاحب نے دوبارہ وہی سلسلہ شروع کردیا۔ حضرت عمرؓ کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے خود جاکر ان صاحب کو پکڑا اور ان پر تعزیری کارروائی کی (اخبار المدینہ لعمر بن شیبہ ۱/۱۵)۔

(۲) بات صرف یہ نہیں تھی کہ حضرت عائشہؓ اپنی تکلیف کا ازالہ کرنا چاہتی تھیں، بلکہ دراصل وہ اسلامی معاشرت کے اس اصول کو واضح اور نافذ کرنا چاہتی تھیں کہ دین کی دعوت و تبلیغ کا پروقار طریقہ کیا ہے؟ چنانچہ امام احمدؒ نے اپنی مسند میں روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ ام المومنین حضرت

عائشہؓ نے مدینہ منورہ کے ایک واعظ کو وعظ وتبلیغ کے آداب تفصیل کے ساتھ بتائے اور ان آداب میں یہ بھی فرمایا کہ:

''اپنی آواز کو انہیں لوگوں کی حد تک محدود رکھو جو تمہاری مجلس میں بیٹھے ہیں اور انہیں بھی اسی وقت تک دین کی باتیں سناؤ جب ان کے چہرے تمہاری طرف متوجہ ہوں۔ جب وہ چہرے پھیر لیں تو تم بھی رک جاؤ اور ایسا کبھی نہ ہونا چاہیے کہ لوگ آپس میں باتیں کررہے ہوں......اور تم ان کی بات کاٹ کر اپنی بات شروع کردو بلکہ ایسے موقع پر خاموش رہو، پھر جب وہ تم سے فرمائش کریں تو انہیں دین کی بات سناؤ'' (مجمع الزوائد: ۱/۱۹۱)۔

(۳) حضرت عطا بن ابی رباحؒ بڑے اونچے درجے کے تابعین میں سے ہیں، علم تفسیر وحدیث میں ان کا مقام مسلم ہے، ان کا مقولہ ہے کہ ''عالم کو چاہیے کہ اس کی آواز اس کی اپنی مجلس سے آگے نہ بڑھے'' (ادب الاملاء والاستملاء للسمعانی، ص: ۵)۔

(۴) یہ سارے آداب درحقیقت خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول وفعل سے تعلیم فرمائے ہیں۔ مشہور واقعہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاروق اعظمؓ کے پاس سے گزرے، وہ تہجد کی نماز میں بلند آواز سے تلاوت کررہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ وہ بلند آواز سے کیوں تلاوت کرتے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ ''میں سوتے کو جگاتا ہوں اور شیطان کو بھگاتا ہوں''۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنی آواز کو تھوڑا پست کردو'' (مشکوۃ: ۱/۱۰۷)۔

اس کے علاوہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب تہجد کے لیے بیدار ہوتے تو اپنے بستر سے آہستگی کے ساتھ اٹھتے تھے (تاکہ سونے والوں کی نیند خراب نہ ہو)۔ انہی احادیث وآثار کی روشنی میں تمام فقہاء امت اس بات پر متفق ہیں کہ تہجد کی نماز میں اتنی بلند آواز سے تلاوت کرنا جس سے کسی کی نیند خراب ہو ہرگز جائز نہیں۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے گھر کی چھت پر بلند آواز سے تلاوت کرے جب کہ لوگ سو رہے ہوں تو تلاوت کرنے والا گنہگار ہے (خلاصۃ الفتاوی: ۱/۱۰۳، شامی: ۱/۴۰۳-۴۴۴)۔

مذکورہ بالا گزارشات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ شریعت نے دوسروں کو تکلیف سے بچانے کا کتنا اہتمام کیا ہے! جب قرآن کریم کی تلاوت اور وعظ ونصیحت جیسے مقدس کاموں کے بارے میں بھی شریعت کی ہدایت یہ ہے کہ ان کی آواز ضرورت کے مقامات سے آگے نہیں بڑھنی چاہیے، تو گانے بجانے اور دوسری لغویات کے بارے میں خود اندازہ کرلیجئے کہ ان کو لاؤڈ اسپیکر پر انجام دینے کا کس قدر دوہرا وبال ہے؟۔

☆☆☆

فضائی اور صوتی آلودگی

مولانا محمد صفوان بن ادریس سعادتی [1]

ماحولیاتی آلودگی کا مطلب، ماحول میں ایسے عناصر کا وجود ہے جن کی وجہ سے انسان اور ماحولیاتی نظام پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں، ہمارے گردوپیش کی ہر چیز ہمارے ماحول کا حصہ ہے، جس زمین پر ہم چلتے ہیں، جس کا ہم پانی پیتے ہیں، جس ہوا میں ہم سانس لیتے ہیں، جن جنگلوں، پہاڑوں، ریگستانوں میں سفر کرتے ہیں، جن جانوروں سے فائدہ اٹھاتے ہیں، یہ سبھی ہمارے ماحول ہی کا حصہ ہے، یہ سب ماحول سے متاثر بھی ہوتے ہیں اور متاثر بھی کرتے ہیں، اسی کا نام ہے ماحول کا آلودہ ہونا اور ماحول کا پاکیزہ ہونا ہے۔

آخر آج ماحولیاتی آلودگی کا اتنا بڑا اسیلاب کیوں امنڈ آیا؟ اگر بہ غور دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ناانصافی، بے احتیاطی اور بے جا استعمال ہی نے دنیا کے سامنے ماحولیاتی بحران جیسا نا قابل حل مسئلہ پیدا کردیا ہے، اگر اسلامی تعلیمات کی روشنی میں وسائل قدرت کا صحیح استعمال کیا جاتا تو دنیا آج اس بھیانک موڑ پر نہ ہوتی، درحقیقت آلودگی ایک ہمہ گیر فساد ہے اور قرآن کریم نے فساد پھیلانے سے بڑی تاکید کے ساتھ منع کیا ہے۔

"ولا تفسدوا فی الأرض بعد إصلاحها" (سورۂ اعراف: ۸۵) زمین کی اصلاح ہوجانے کے بعد اس میں فساد مت پھیلاؤ۔

"کلوا واشربوا من رزق الله ولا تعثوا فی الأرض مفسدین" (سورۂ بقرۃ: ۶۰) کھاؤ، پیو اللہ کے رزق سے اور زمین میں شرارتی بن کے مت پھرو، حقیقت میں فساد نظام فطرت میں تبدیلی لانے، بگاڑ پیدا کرنے، اور انسانی ماحول اور گردوپیش کی صفائی ستھرائی اور پاکیزگی کے لئے اللہ نے جو انتظام وانصرام کیا ہے اس کی خلاف ورزی کا نام ہے، چنانچہ اہل لغت فساد کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''الفساد فی أصل اللغة ' هو تغیر الشیئ عن الحالة السلیمة خروجه عن الاعتدال فهو ضد الصلاح یقال: فسد اللبن والفاکهة والهواء إذا اعتراه تغیر أوعفونة حتی أصبح غیر صالح ثم استعمل لغة فی جمیع الأشیاء والأمور الخارجة عن نظام الاستقامة کالبغی والظلم والفتنة وعلیه قوله تعالی: ''ظهر الفساد فی البر والبحر'' (مفردات الراغب للأصفهانی والمصباح والقاموس المحیط وأساس البلاغة بحوالة: المدخل الفقهی العام: ۲/ ۶۴۳، مفردات القرآن ۶۳۶، ابن راغب اصفہانی)۔

(فساد کے معنی لغت میں کسی چیز کی حالت سلیم کا بدل جانا اور اعتدال سے نکل جانا، ''فساد'' صلاح کی ضد ہے، کہا جاتا ہے: ''فسد اللبن'' دودھ خراب ہوگیا، میوہ خراب ہوگیا، ہوا خراب ہوگئی، جبکہ اس میں تغیر آجاوے اور تعفن پیدا ہوجائے اور درست باقی نہ رہے، پھر بعد میں فساد کا لفظ لغوی اعتبار سے ان تمام اشیاء اور امور کے لئے استعمال ہونے لگا جو نظام استقامت سے نکل گئے ہوں جیسے: بغاوت، ظلم، فتنہ، اللہ تعالیٰ کا فرمان:

"ظهر الفساد فی البر والبحر بما کسبت أیدی الناس لیذیقهم بعض الذی عملوا لعلهم یرجعون" الخ (سورۂ روم: ۴۱)

اسی معنی میں ہے)، لہٰذا ماحول کو نقصان پہنچانا، اور فضاء کی آلودگی میں اضافہ کے اسباب وعوامل مہیا کرنا یہ اسلامی نقطۂ نظر سے عظیم فساد ہے، نیز ماحولیاتی آلودگی کا ایک سبب اسراف اور وسائل قدرت کا بے دریغ استعمال بھی ہے، شریعت مطہرہ نے اسراف اور فضول خرچی سے بھی سختی کے ساتھ منع کیا ہے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے: "وکلوا واشربوا ولا تسرفوا إنه لا یحب المسرفین" (سورۂ اعراف: ۳۱) خوب کھاؤ اور پیو اور حد سے مت نکلو، بے شک اللہ تعالیٰ حد سے نکل جانے والوں کو پسند نہیں کرتا، ایک دوسری آیت شریفہ میں مسرفین ومبذرین کو شیطان کے بھائی قرار دیا گیا۔

---

[1] خادم تدریس جامعہ رشیدیہ، نانی نرولی، سورت، گجرات۔

ماحولیاتی آلودگی کے اسباب ومحرکات اور اس کے سلسلہ میں اسلامی تعلیمات:

فضائی آلودگی کے اسباب ومحرکات کی تفصیلات کے ذیل میں یوں تو بہت سی چیزیں آتی ہیں، مگر ان میں بنیادی اور اساسی نوعیت کی مندرجہ ذیل چیزیں ہیں: (۱) لکڑی، کوئلہ، تیل اور گیس کا بے جا اور غلط استعمال (۲) صنعتی کارخانوں اور اسلحہ ساز فیکٹریوں کے فضلات (۳) ہتھیاروں کی ذخیرہ اندوزی اور اسلحہ ڈپوز میں آتشزدگی (۴) ٹریفک کی بہتات اور اس کا غیر فطری نظام (۵) جنگلات کا صفایا (۶) زہریلی گیسوں اور تابکاری شعاعوں کا اخراج (۸) سگریٹ نوشی، اگرچہ زندگی گزارنے کے جو اسباب آج دنیا میں پائے جاتے ہیں وہ عہد نبوی میں اپنی تمام تفصیلات کے ساتھ موجود نہ تھے لیکن اس کے باوجود آپ نے اپنے زمانہ کے لحاظ سے ایسی ہدایت دی جو مسئلہ کے حل کے لئے کافی ہے اور جس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اسلام میں قطعاً اس بات کی گنجائش نہیں ہے کہ فضا کو آلودہ کرکے باشندگان عالم کے لئے مصیبتیں کھڑی کی جائیں اور ایسے اسباب وعوامل پیدا کئے جائیں، جن سے ماحولیاتی آلودگی میں مزید اضافہ ہو، چنانچہ اگر ماحولیاتی آلودگی کا سبب کسی چیز کا بے جا اور بے دریغ استعمال ہے تو شریعت مطہرہ نے "ولا تبذر تبذيرا" اور "إن الله لا يحب المسرفين" کہہ کر اسراف وتبذیر سے سختی کے ساتھ منع فرمایا، اگر دھواں جو کاربن گیس سے مرکب ہوتا ہے وہ بہت سی بیماریاں اور فضائی آلودگی کا سبب بن رہا ہے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو سوتے وقت چراغ گل کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

"قال: خمروا الآنية، وأوكوا الأسقية، وأجيفوا الأبواب واكفؤا صبيانكم عند المساء فإن الجنّ انتشارا وخطفة واطفئوا المصابيح عند الرقاد فان الفويسقة ربما اجترت الفتيلة فأحرقت أهل البيت" (رواه البخاري. رقم الحديث:۳۳۰۶)

ایک دوسری روایت میں حضرت جابرؓ سے منقول ہے کہ صبح کے وقت چراغ جلانے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناپسند فرماتے تھے (جمع الفوائد/۶۴۹۸)

اور اسی میں تمام دھواں چھوڑنے والی اشیاء داخل ہوجائے گی، پانی کی آلودگی سے بچنے کے سلسلہ میں بھی ہدایات موجود ہیں، چنانچہ ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا:

"لا يبولن أحدكم في الماء الدائم الذي لا يجري ثم يغتسل فيه" (بخاری شریف: ۱/ ۳۷)

اور پانی کے برتن میں سانس لینے کی ممانعت فرمائی: "نهى رسول الله ﷺ أن يتنفس في الإناء أو ينفخ فيه" (ابو داؤد: ۲/ ۵۲۲)

اسی طرح جو چیزیں ہوا کو آلودہ کرتی ہیں انہیں زمین میں دفنانے کا حکم فرمایا، چنانچہ مردوں کو دفنانے کا حکم فرمایا حتی کہ بلغم، تھوک اور ناک کی ریزش کے بارے میں بھی یہ ہدایت موجود ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں:

"سمعت رسول الله ﷺ يقول إذا تنخّم أحدكم فليغيب نخامته لا تصيب جلد مؤمن أو ثوبه" (جمع الفوائد، رقم الحديث: ۶۴۹۹)

اگر صوت سے طرح طرح کی بیماریاں جنم لے رہی ہے اور اس سے ماحول آلودہ ہوتا ہے تو شریعت مطہرہ نے صوت کے سلسلہ میں اعتدال کی تعلیم دی ہے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے: "واقصد في مشيك واغضض من صوتك إن أنكر الأصوات لصوت الحمير" (سورۂ لقمان: ۱۹)۔ (اور اپنی رفتار میں اعتدال اختیار کر، اور اپنی آواز کو پست کر، بے شک آوازوں میں سب سے بری آواز گدھے کی آواز ہے)

اسی طرح ایک روایت میں ایک دوسرے پر باآواز بلند قراءت کرنے سے منع فرمایا:

"أن رسول الله خرج على الناس وهم يصلون، وقد علت أصواتهم بالقراءة، فقال: إن المصلي يناجي ربه، فلينظر بما يناجي، ولا يجهر بعضكم على بعض بالقرآن" (جمع الفوائد: ۱۱۱۶)

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ کے پاس سے رات میں گزرنے کا واقعہ بہت مشہور ہے، جب صبح دونوں حضرات سے ملاقات ہوئی تو ابوبکرؓ سے "ارفع من صوتک شیئا" اور حضرت عمرؓ سے "اخفض من صوتک شیئا" فرما کر اعتدال ہی کی ہدایت فرمائی (رواہ صاحب مشکوۃ: ص/ ۱۰۷ بحوالہ ابوداؤد والترمذی)۔ بازار شوروغل اور چیخ وپکار کا اڈہ ہے، اسلام نے اسے روئے زمین پر سب سے خراب اور قابل نفرت جگہ قرار دیا، جبکہ مساجد جو کہ سکون وراحت اور فرحت واطمینان کی جگہ ہے اسے سب سے بہترین جگہ قرار دیا، چنانچہ ارشاد رسول ہے:

"أحب البلاد إلى الله مساجدها وأبغض البلاد إلى الله أسواقها" (رواہ صاحب المشکوۃ ص/ ۶۸ بحوالہ مسلم)

اور اگر تحفظ ماحولیات میں جنگلات اور درخت مؤثر ذریعہ ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلاوجہ درخت کاٹنے سے منع فرمایا، عرب میں عام طور پر بیری اور ببول کے درخت ہوا کرتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیری کے درخت کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ اس کو کاٹنے والا اوندھے منہ جہنم میں جائے گا "إن الذين يقطعون السدر يصبون في النار على وجوههم صبا" (السنن الکبری: ۱۲۱۰۵)، یہ نصوص شرعیہ ہیں جو ماحولیاتی آلودگی کے تحفظ ہی کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں۔

اس تمہیدی گفتگو کے بعد اسلامک فقہ اکیڈمی کی طرف سے فضائی اور صوتی آلودگی کے سلسلہ میں جو سوالات موصول ہوئے ان کے جوابات درج کئے جارہے ہیں:

۱۔ "درأ المفاسد أولى من جلب المصالح" (الاشباہ والنظائر: ج/۱، ص/۲۶۴) والے ضابطہ کا حاصل دفع مضرت کا جلب منفعت پر مقدم ہونا ہے لہذا عام احوال میں اور حتی الامکان غیر دھواں دار یا کم دھواں دار ایندھن کا استعمال ہی راجح ہوگا، اور رہی بات غیر دھواں دار یا کم دھواں چھوڑنے والے ایندھن کے استعمال پر قدرت کے باوجود دھواں دار ایندھن کا استعمال جبکہ اس سے اجتماعی ضرر بھی ہوتا ہے۔

یہ "لأن المصالح العامة مقدمة على المصالح الخاصه" کی وجہ سے ناجائز ہوگا، نیز اس حکم کی تائید فقہاء کے اس ضابطہ سے بھی ہوتی ہے:

"إن للإنسان أن يتصرف في ملكه ما شاء من التصرفات ما لم يضر بغيره ضررا ظاهرا ولو أراد بناء تنور في داره للخبز الدائم كما يكون في الدكاكين أو رحا للطحن أو مدقات للقصارين لم يجز لأن ذلك يضر بالجيران ضررا ظاهرا فاحشا لايمكن التحرز منه والقياس أنه يجوز لأنه تصرف في ملكه وترك ذلك استحسانا لأجل المصلحة" (تبيين الحقائق للزيلعي: ۴/۱۹۶)۔

۲۔ اگر حکومت کی طرف سے کسی خاص چیز کے استعمال کو مثلاً گاڑی کے لئے گیس کا استعمال لازم قرار دیا جائے تو اس پر عمل کرنے کے سلسلہ میں شرعی نقطۂ نظر یہ ہے: (۱) اگر وہ حکم ایسا ہو کہ اس میں عام لوگوں کی مصلحت ہے تو اس میں حاکم کی اطاعت ظاہراً اور باطناً واجب ہے (۲) اور اگر ایسا نہیں ہے یعنی حکم کی خلاف ورزی کرنے میں عام ضرر نہیں ہے تو صرف ظاہراً حاکم کی اطاعت واجب ہے تاکہ فتنہ نہ ہو، باطناً واجب نہیں ہے (اسلام اور سیاست مجموعۂ افادات حکیم الامت از قلم مفتی تقی عثمانی زید مجدہ/ ۲۱۸) اور اگر حکومت کی طرف سے کوئی ہدایت نہ ہو تب بھی لوگوں کو ضرر سے بچانے کے لئے حتی الامکان کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال ہی ضروری ہوگا، چنانچہ اس کی تائید علامہ اُتاسی کے امام غزالی سے نقل کردہ ایک عبارت سے ہوتی ہے:

"قال الأتاسي نقلا عن الغزالي: إن الشرع إنما جاء ليحفظ على الناس دينهم وأنفسهم وعقولهم وأنسابهم وأموالهم. فكل ما يكون بعكس هذا فهو مضرة يجب ازالتها ما أمكن وإلا فتأييد المقاصد الشرع يدفع في هذا السبيل الضرر الأعم بالضرر الأخص" (شرح المجلة للأتاسي ۱/ ۶۶، الماده:۲۶)۔

۳۔ روشنی کے حصول کے لئے مروجہ ذرائع میں سے کچھ ذرائع بہت زیادہ دھواں چھوڑتے ہیں، اس سلسلہ میں یہی کہا جائے گا کہ جہاں حکومت کی طرف سے ممانعت ہے وہاں حاکم کی اطاعت ظاہراً و باطناً واجب ہے، اس لئے کہ اس میں عام لوگوں کی مصلحت ہے (اسلام اور سیاست ص/ ۲۱۸) اور جہاں ممانعت نہیں ہے وہاں لا ضرر ولا ضرار (جمع الفوائد رقم الحديث: ۶۸۵۸) اور "درأ المفاسد أولى من جلب المنافع" (الاشباہ والنظائر، ص/ ۸۰) وغیرہ قواعد وضوابط کے تحت حتی الامکان کم دھواں چھوڑنے والے ایندھن کا استعمال وسعت کے مطابق مستحسن یا مستحب یا واجب ہوگا۔

۴۔ صاحب استطاعت افراد واشخاص پر مساجد ومدارس اور اداروں کے لئے آلودگی سے محفوظ شمسی توانائی کا استعمال ضرور مستحسن ہوگا اس لئے کہ مصالح عامہ کو مصالح خاصہ پر ترجیح حاصل ہے۔

۵۔ مصالح عامہ اور انسانی بھلائی کے لئے حکومت کی طرف سے بنائے جانے والے قوانین پر عمل کرنا ظاہراً و باطناً واجب ہے، لہذا ایسے قوانین کی خلاف ورزی ناجائز ہے (اسلام اور سیاست ص/ ۲۱۸)۔

۶۔ جن چیزوں سے ماحول آلودہ ہوتا ہے ان کو زمین میں دفن کرنے کی ہدایت دی گئی ہے، اسلام میں مردوں کی تدفین کا نظم کیا گیا جو حیوانی مردہ اجسام سے پیدا ہونے والی آلودگیوں سے حفاظت کا سب سے مؤثر طریقہ ہے، اسلام نے جیسے مسلمان کی تدفین کا حکم دیا ہے اسی طرح غیر مسلم کی نعش کو بھی دفن کرنے کی ہدایت دی ہے، نیز قرآن نے کوئے کو زیر زمین دبانے کا واقعہ کا بھی ذکر کیا ہے:

فبعث الله غرابا يبحث في الأرض ليريه كيف يواري سوءة أخيه (سورۃ المائدۃ آیۃ/۳۱)

یہ گویا اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ مردار کو یوں ہی نہ چھوڑ دیا جانا چاہئے بلکہ اس کو مٹی کے نیچے دبا دینا چاہئے، اور کچھ اسی پر موقوف نہیں ہے بلکہ دوسرے اجزاء جسم جن سے تعفن پھیلتا ہے اور آلودگی پیدا ہوتی ہے ان کو بھی دفنانے کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ ام سعد سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے خون کو دفن کرنے کا حکم دیا (مجمع الفوائد ۵/ ۹۲ بحوالہ طبرانی) اسی طرح آپ ﷺ نے ناک سے نکلنے والی آلائش کو بھی دفن کرنے کا حکم دیا (جمع الفوائد/ ۹۹ ۶۴، اسلام اور جدید فکری مسائل ص/ ۲۷۷۔ ۲۷۸) لہٰذا ذبیحہ کے غیر قابل استعمال اجزاء اور مردار کو دفن کر دینا چاہئے یا آبادی سے بہت دور ڈال دینا چاہئے، لہٰذا خود ذابح اور قربانی کرنے والے کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ ان مذکورہ ہدایات پر عمل پیرا ہو کر اللہ کے رسول ﷺ کے فرمان "وأدناها إماطة الأذى عن الطريق" کا اخلاقی نمونہ پیش کرے۔

۷۔ اسلام میں اشیاء کے برتنے اور استعمال کرنے کے سلسلہ میں دو بنیادی اصول بتائے گئے ہیں: ایک یہ کہ کسی بھی شئ کا استعمال اس طرح نہ کیا جائے کہ اس سے دوسروں کو نقصان پہنچے "لا ضرر ولا ضرار" (جمع الفوائد: ۱۸۵۸)، دوسرے جن چیزوں کا استعمال جائز ہے اور جو وافر مقدار میں آدمی کو فراہم ہوں، ان کو بھی بے محل استعمال نہ کیا جائے اور ضرورت سے زیادہ استعمال کیا جائے، اسی کو قرآن میں اسراف وتبذیر سے تعبیر کیا گیا ہے (اسلام اور جدید فکری مسائل، ص/ ۲۷۹) لہٰذا پلاسٹک کی تھیلیوں کا استعمال جہاں تک ہو سکے وہاں تک اس کا کم سے کم استعمال ہو اس لئے کہ فقہاء کا ضابطہ ہے: "إن الضرورة تتقدر بقدرها" (ردالمحتار، فصل فی الحداد ۵/ ۲۱۹)۔

۸۔ تمباکو، سگریٹ وغیرہ کا استعمال جن جگہوں میں من جانب حکومت منع ہے وہاں اس پر عمل کرنا ظاہراً او باطناً واجب ہوگا جیسا کہ سوال نمبر ۲ میں حکومتی قوانین پر عمل کرنے کے سلسلہ میں شرعی نقطۂ نظر گزرا، اس کے علاوہ جگہوں میں تمباکو وغیرہ کا استعمال شرعاً مکروہ تحریمی ہونا چاہئے، اس لئے کہ اس سے طرح طرح کی بیماریاں جنم لیتی ہے حتی کہ کینسر جیسی لاعلاج بیماری کا پیش خیمہ اطباء نے تمباکو کو قرار دیا ہے، اور بدن انسانی امانت خداوندی ہے اس کی حفاظت آدمی پر واجب ہے لہٰذا کوئی بھی ایسا مشروب وماکول جس سے بدن انسانی کو خطرہ لاحق ہوتا ہے وہ ناجائز ہے، یہی وجہ ہے کہ شریعت نے خودکشی کو حرام قرار دیا ہے، نیز دوسری طرف اس سے نکلنے والے دھویں کے کثیف اور مسموم ہونے کی وجہ سے دوسروں کے لئے نقصان دہ ہے اور ماحول پر بھی اس کا اثر پڑتا ہے، لہٰذا ایسی چیزوں کے استعمال کی ممانعت مکروہ تحریمی کے درجہ میں ہونی چاہئے، چنانچہ ابن عابدین شامی تحریر فرماتے ہیں:

قوله: (ومن أكل ما يتأذى به) اى برائحته كثوم وبصل، ويؤخذ منه أنه لو تأذى من رائحة الدخان المشهور له منعها من شربه" (حاشيه ابن عابدين، باب القسم ج/ ۴، ص/ ۲۸۸)۔

۹۔ لوگوں کا سڑکوں کے کنارے یا کھیت وغیرہ میں قضاء حاجت کرنا اور پبلک مقامات جیسے ریلوے اسٹیشن، بس اڈہ وغیرہ میں پیشاب وغیرہ کرنا یہ انتہائی ناپسندیدہ عمل ہے اور تعلیمات نبویہ کے صریح خلاف ہے، چنانچہ حضرت معاویہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے تین مقامات پر قضاء حاجت کرنے سے منع فرمایا، ایسی جگہ جہاں مسافرین سرراہ پڑاؤ کرتے ہوں، راستے پر اور درخت کے سایہ میں۔

"عن معاذ بن جبل قال: قال ﷺ: اتقوا الملاعن الثلاث: البراز في الموارد وقارعة الطريق والظل" (ابوداؤد ص/ ۵)

نیز آپ ﷺ نے قضاء حاجت کے لئے دور جانے کی تلقین فرمائی، اور خود آپ ﷺ کا معمول بھی دور تشریف لے جانے کا تھا، اور یہ سب کچھ کرنا صرف لوگوں کو تکلیف اور ایذاء سے بچانے کے لئے تھا، نیز اسی طرح گندے پانی اور فضلات کا گلی کوچوں اور نالیوں میں بہا دینا یہ بھی ایذاء میں داخل ہے اور ایذاء کے سلسلہ میں بہت سی سخت سے سخت وعیدیں وارد ہوئی ہے:

(۱) "لا ضرر ولا ضرار" (جمع الفوائد: ۶۸۵۸)

(۲) ''عن أبي هريرة قال: قال ﷺ: الإيمان بضع وسبعون شعبة أو بضع وستون شعبة فأفضلها قول لا إله إلا الله وأدناها إماطة الأذى عن الطريق والحياء شعبة من الإيمان'' (مسلم، ص/۴۷).

(۳) ''عن جابر قال: سمعت النبي ﷺ يقول: المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده'' (مسلم، ص/۴۸)

(۴) ''قال رسول اللہ ﷺ: لا يدخل الجنة من لا يأمن جاره بوائقه'' (مسلم، ص/۵۰).

ہذا قضاء حاجت اور فضلات کے ڈالنے کے لئے انہیں جگہوں کا استعمال واجب ہوگا جو خاص اسی مقصد کے لئے بنائے جاتے ہیں، اور نہ ہو تو آبادی سے باہر بہت دور قضاء حاجت کے لئے جائے۔

۱۰۔ یہ قوانین عوام کی بھلائی کے لئے بنائے گئے ہیں لہذا اس پر عمل کرنا ظاہراً و باطناً واجب ہوگا (اسلام اور سیاست: ص/ ۲۱۸)۔

۱۱۔ اسلام میں اشیاء کے برتنے اور استعمال کرنے کے سلسلہ میں دو بنیادی اصول بتائے گئے ہیں: ایک یہ کہ کسی بھی شئی کا اس طرح استعمال نہ کیا جائے کہ اس سے دوسروں کو نقصان پہنچے ''لا ضرر ولا ضرار'' (جمع الفوائد: ۶۸۵۸)، دوسرے جن چیزوں کا استعمال جائز ہے اور جو وافر مقدار میں آدمی کو فراہم ہوں، ان کو بھی بے محل استعمال نہ کیا جائے اور نہ ضرورت سے زیادہ استعمال کیا جائے، اسی کو قرآن کی زبان میں اسراف وتبذیر سے تعبیر کیا گیا: "وكلوا واشربوا ولا تسرفوا، إنه لا يحب المسرفين" (سورة الأعراف: ۳۱)، "ولا تبذر تبذيرا إن المبذرين كانوا إخوان الشياطين" (سورة بني إسرائيل: ۲۶-۲۷)، حضور ﷺ نے پانی تک کو ضرورت سے زیادہ استعمال کرنے سے منع فرمایا لہذا جو شریعت پانی میں اسراف کو گوارا نہیں کرسکتی وہ فریج، واشنگ مشین، ایرکنڈیشن خاص کر موبائل وغیرہ کا ضرورت سے زیادہ استعمال کیوں کر گوارہ کرسکتی ہے جس میں وسائل کا ضیاع بھی ہے اور دوسروں کے لئے نقصان دہ بھی ہے، لہذا سوال نمبر گیارہ میں مذکورہ چیزیں ضروریات زندگی بن جانے کی وجہ سے ان سے بچنا تو ناممکن ہے البتہ ''إن الضرورة تتقدر بقدرها'' (رد المحتار: ۵/ ۲۱۹)، والے ضابطہ کے پیش نظر ضرورت سے زیادہ استعمال ناجائز ہوگا۔

۱۲۔ (الف) جہاں آپ ﷺ نے شجرکاری اور زراعت کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے وہیں آپ ﷺ نے بلا ضرورت درخت کاٹنے سے منع فرمایا، بلاد عرب میں زیادہ تر ببول کے درخت ہوا کرتے تھے، تو آپ ﷺ نے بیری کے درخت کے بارے میں فرمایا: اس کو کاٹنے والا اوندھے منہ جہنم میں جائے گا، ''إن الذين يقطعون السدر يصبون في النار على وجوههم صبا'' (السنن الكبرى: ۱۲۱۰۵)

یہاں تک کہ جنگ میں بھی اسلام نے کھیتوں اور درختوں کو جلانے اور نقصان پہونچانے کو ناپسند فرمایا اور قرآن نے بھی ان لوگوں کی مذمت کی جو کسی علاقہ پر غلبہ پانے کے بعد وہاں کے کھیتوں کو تباہ و برباد کرتے ہیں، لہذا ان نصوص کی روشنی میں یہی بات سمجھ میں آرہی ہے کہ درختوں اور جنگلات کو بلا وجہ کاٹنا درست نہیں ہے جبکہ ماحول کے پاک کرنے میں درخت اور پیڑ، پودوں کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

(ب) اسلام نے درختوں کی حفاظت اور شجرکاری کی طرف خصوصی توجہ دلائی ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان کوئی درخت یا کھیتی لگائے اور اس میں سے انسان، درندہ، پرندہ یا چوپایا کھائے تو وہ اس کے لئے صدقہ ہوجاتا ہے۔

''عن النبي ﷺ: ما من مسلم غرس غرسا فأكل منه إنسان أو دابة إلا كان له صدقة'' (رواه البخاري: ۲/ ۸۸۹)

یہی وجہ ہے کہ علماء نے سب سے پاکیزہ، عمدہ اور افضل ترین پیشہ کاشتکاری کو قرار دیا ہے، امام نوویؒ لکھتے ہیں:

''وقد اختلف العلماء في أطيب المكاسب وأفضلها، فقيل: التجارة، وقيل: الصنعة باليد، وقيل: الزراعة وهو الصحيح'' (شرح النووي على هامش مسلم: ۲/ ۱۵)

یہی وجہ ہے کہ اسلام شجرکاری اور زراعت پر صرف زبانی طور پر ہی نہیں بلکہ عملی طور پر اس کی حوصلہ افزائی بھی کرتا ہے اور اس کے مواقع بھی دیتا ہے، چنانچہ سرکاری اراضی کے بارے میں یہ اصول مقرر ہے کہ جو شخص بھی اس کی کاشتکاری کرنا چاہے حکومت کی اجازت سے کرسکتا ہے، نیز حضرت عائشہؓ کی روایت ہے:

''عن عائشة عن النبي ﷺ قال: من أعمر أرضا ليست لأحد فهو أحق، قال عروة: قضى به عمر في خلافته'' (رواه

البخاری ۱/ ۳۱۴)، نیز اگر کوئی شخص ایسی اراضی قبضہ میں لے کر پھر اسے آباد کرنا چھوڑ دے تو زمین اس سے لے کر دوسرے کے حوالہ کردی جائے گی تا کہ وہ اس میں کھیتی کرے (خلاصۃ الفتاوی: ۳۱۴، اسلام اور ماحولیات ص/ ۱۸۸/ ۱۸۹)۔

صوتی آلودگی:

ظلم صرف یہ نہیں ہے کہ کسی کا مال چھین لیا جائے یا اسے جسمانی تکلیف پہنچانے کے لئے اس پر ہاتھ اٹھایا جائے، بلکہ عربی زبان میں "وضع الشیئ فی غیر محلہ" کا نام ظلم ہے یعنی کسی چیز کا بے جا اور بے محل استعمال کرنا بھی ظلم ہے؛ چونکہ کسی چیز کا بے محل استعمال یقیناً کسی نہ کسی کو تکلیف پہونچنے کا موجب ہوتا ہے اس لئے ہر ایسا استعمال ظلم ہے، اور اگر اس سے کسی کو تکلیف پہونچتی ہو تو وہ شرعی اعتبار سے گناہ کبیرہ ہے، ایذا رسانی کی بے شمار صورتوں میں سے ایک صورت لاؤڈ اسپیکر کا ظالمانہ استعمال ہے، لاؤڈ اسپیکر کا بے جا استعمال کر کے صوتی آلودگی پھیلانے کا شریعت میں کوئی جواز نہیں ہے، اس کا اندازہ مذکورہ نصوص سے لگایا جاسکتا ہے، اللہ کے رسول ایک مرتبہ مسجد نبوی میں معتکف تھے، اور لوگوں کو باآواز بلند قراءت کرتے ہوئے سنا تو پردہ ہٹایا اور ارشاد فرمایا کہ تم سب اپنے رب سے سرگوشی کر رہے ہو، تم ایک دوسرے کو تکلیف مت دو، اور قرآن پڑھنے میں ایک دوسرے پر آواز بلند مت کرو (ابوداؤد: ص/ ۱۸۸) اور ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"الجاھر بالقرآن کالجاھر بالصدقة والسر بالقرآن کالسر بالصدقة" (أبو داؤد: ص/ ۱۸۸)

صحابۂ کرام اور فقہاء نے بھی اس کا لحاظ کیا ہے، چنانچہ مشہور محدث عمرو بن شبّہ نے ایک واقعہ اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ ایک واعظ حضرت عائشہ کے مکان کے سامنے بلند آواز سے وعظ کہہ رہا تھا اور اس سے حضرت عائشہ کی یکسوئی میں فرق آتا تھا، یہ حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت کا دور تھا اس لئے حضرت عائشہؓ نے حضرت عمر سے شکایت کی، حضرت عمرؓ نے قاصد بھیج کر اس صاحب کو وہاں وعظ کرنے سے منع فرمادیا، چنددن کے بعد وہ سلسلہ دوبارہ شروع ہوگیا تو حضرت عمرؓ نے خود جا کر تعزیری سزادی (أخبار المدینة ۱/ ۱۵) بات صرف اتنی نہ تھی کہ حضرت عائشہؓ اپنی تکلیف کا ازالہ کرنا چاہتی تھیں بلکہ دراصل وہ اسلامی معاشرہ کے اس اصول کو واضح اور نافذ کرنا چاہتی تھی کہ کسی سے کسی کو تکلیف نہ ہو، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رات میں حضرت ابوبکر وعمر کے پاس سے گزرنے کا مشہور واقعہ اوپر گزرا، اس میں بھی اعتدال ہی کی تعلیم ہے، اور علامہ شامیؒ نے نقل کیا ہے کہ اتنی بلند آواز جو خود اس کو تھکا دے اور دوسروں کے لئے اذیت کا باعث ہو، اچھی بات نہیں ہے (ردالمحتار: ۲/ ۲۴۹)۔

انہی روایات کی روشنی میں تمام فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ تہجد کی نماز میں اتنی بلند آواز سے تلاوت کرنا کہ جس سے کسی کی نیند خراب ہو ہرگز جائز نہیں ہے، نیز فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے گھر کی چھت پر بلند آواز سے تلاوت کرے جبکہ لوگ سو رہے ہوں تو تلاوت کرنے والا گنہگار ہے (خلاصہ الفتاوی ۱/ ۱۰۳، شامی ۱/ ۴۰۳۔ ۴۴۴)۔

۱۔ کارخانہ کی بعض مشینیں بہت پرشور ہوتی ہیں اور حکومت کی طرف سے ان کو آبادی سے باہر لگانے کی ہدایت ہوتی ہے، اس ہدایت پر عمل کرنا ظاہراً اور باطناً واجب ہے (اسلام اور سیاست: ص/ ۲۱۸)۔

۲۔ جب عبادات اور افعالِ دین میں آواز کو معتدل رکھنے کا حکم ہے جیسا کہ تمہید میں گزرا تو اس کے علاوہ جیسے گاڑی میں تیز آواز کا ہارن تو اس سے بچنا تو بدرجۂ اولی ضروری ہوگا، نیز بلا ضرورت ہارن بجانے کی تو شریعت میں قطعاً گنجائش نہیں ہے اسلئے کہ یہ ایذاء میں داخل ہے، اور ایذاء گناہ ہے، نیز فقہاء نے ضابطہ لکھا ہے: "إن للانسان أن یتصرف فی ملکه ماشاء من التصرفات مالم یضر بغیره ضرراً ظاهرا" (تبیین الحقائق: ۱۹۶/۴)۔

۳۔ جہاں تک تعلق ہے گانا بجانا، ڈھول، طاشے، رقص وسرور اور DJ وغیرہ کا استعمال تو شرعاً اس میں تو دوہری برائی ہے۔

۴۔ سیاسی جلسوں اور مشاعروں وغیرہ کے لئے حکومت کی طرف سے بنائے ہوئے قوانین کی پابندی ظاہراً اور باطناً واجب ہے اور اس کی خلاف ورزی ناجائز ہے (اسلام اور سیاست، ص/ ۲۱۸)۔

☆☆☆

فضائی اور صوتی آلودگی سے متعلق بعض احکام

مولانا عبدالحمید قاسمی دیناجپوری[1]

ا۔ پکوان کیلئے استعمال ہونے والے ایندھن:

صنعتی ترقی نے جہاں حیرت انگریز کارنامے انجام دیے اور لوگوں کی بہت سی مشکلات حل کیں، وہیں انہیں گونا گوں تکالیف اور الجھنوں میں بھی مبتلا کردیا، اور لوگوں کی زندگیوں سے چین وسکون چھین لیا، بیماریاں روز افزوں ہیں اور علاج ومعالجے میں ناقابل برداشت دشواریاں، پکوان کے لئے لکڑی، گوبر گیس، اور بجلی کا استعمال ایک بنیادی ضرورت ہے، جس کے بغیر زندگی کی رفتار تھم سی جاتی ہے، لیکن ایسی جگہوں میں جہاں کے لوگوں کو گنجان آبادی کی وجہ سے کھلی فضا میسر نہ ہو اور وہ صاف ستھری آب وہوا سے محروم ہوں، ایسی جگہوں میں ان چیزوں کے استعمال سے فضا مزید مسموم ہوجاتی ہے اور طرح طرح کی بیماریوں میں لوگ مبتلا ہوجاتے ہیں، اس سلسلے میں موجودہ صورت حال میں اصول شرع کی روشنی میں ہمیں مندرجہ ذیل رہنمایانہ خطوط ملتے ہیں:

(۱) جہاں مختصر آبادی ہے اور فضا صاف ستھری ہے، اور عام لوگوں کو ان چیزوں کے استعمال سے کوئی نقصان نہیں ہوتا ہے، ایسی جگہوں میں ان چیزوں کا استعمال درست ہوگا؛ کیوں کہ حرمت کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی، اس لئے کہ نہ تو ان چیزوں کی حرمت منصوص ہے نہ ہی قیاساً واجتہاداً ہی انہیں حرام کہا جاسکتا ہے، کسی بھی حکومت کو بلاوجہ کسی مباح چیز پر روک لگانے کا اختیار نہیں ہے۔

(۲) جن علاقوں میں گھنی آبادی ہے اور کھلی فضا نہ ہونے کی وجہ سے ان چیزوں کے استعمال سے فضا کی سمیت میں اضافہ کا اندیشہ ہے نیز، وہاں کے لوگوں کی مالی حالت میں قدرے مہنگے ایندھن کے استعمال کی گنجائش ہے، تو ایسے لوگوں کے لئے جائز نہیں کہ وہ سستے اور زیادہ دھواں چھوڑنے والے ایندھن کو استعمال کر کے عام پبلک کو نقصان پہونچائیں، شریعت نے ضرر عامہ کو حرام قرار دیتے ہوئے اس سے مکمل پرہیز کا حکم دیا ہے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ قسم کھا کر فرمایا کہ وہ شخص مومن نہیں ہوسکتا جس کے پڑوسی اس کی تکالیف سے محفوظ نہ رہیں یعنی یہ مومن کی شان ہی نہیں کہ اس سے دوسروں کو ضرر پہنچے اس لئے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خیر الناس من ینفع الناس" کہ سب سے بہترین آدمی وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہونچائے، اصول فقہ کا مسلمہ ضابطہ ہے: "الضرر یزال" کہ نقصان کو ختم کیا جائیگا، علامہ شامی فرماتے ہیں:

"طاعة الأمير فيما ليس بمعصية واجبة" (رد المحتار ۱/۹۲۷)۔

(۳) البتہ جن لوگوں کی مالی حالت انہیں مہنگے ایندھن کے استعمال کی اجازت نہیں دیتی اور نہ ہی انہیں حکومت کی طرف سے اس سلسلے میں کوئی تعاون حاصل ہے تو ایسے لوگوں کے لئے ایسے ایندھن کا استعمال درست ہوگا؛ کیوں کہ ان کی زندگی کی بقا اسی میں مضمر ہے، یقیناً زیادہ دھواں چھوڑنے والے ایندھن سے عام لوگوں کو بھی نقصان ہوگا، مگر اس کے بغیر کوئی چارہ کار بھی نہیں، اسلام میں اس کا تو حکم ہے کہ کسی کو نقصان نہ پہونچایا جائے لیکن اس کے ساتھ اس کی بھی اجازت ہے کہ اپنے نقصان سے بچے، اصول فقہ کا یہ بھی ایک مسلمہ ضابطہ ہے: "لاضرر ولا ضرار"، شرح الجواہر میں ہے: "تجب الطاعة فيما أباحه الشرع وهو ما يعود نفعه على العامة"، یعنی امیر وحاکم کی اطاعت ہر اس مباح چیز میں ضروری ہوگی جس کا نفع عامۃ الناس کو پہنچے (هكذا في الدر المختار ۴/۲۶۴)، وفي الأشباه والنظائر، تصرف الامام على الرعية منوط بالمصلحة (الأشباه والنظائر: ۱/۱۵۷)۔

۲۔ گاڑیوں میں کم دھواں والے ایندھن استعمال کرنے کے حکومتی احکامات:

فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم: "لاطاعة لمخلوق في معصية الخالق" کی روشنی میں یہ بات صاف طور پر معلوم ہوتی ہے کہ کسی فرد یا حکومت کے ایسے

[1] ادارہ فیض القرآن محمود چوک ٹھکری باڑی، ضلع اتر دیناجپور مغربی بنگال۔

احکامات جو خدائی احکام کے خلاف ہوں نا قابل عمل ہیں، ایسے احکامات شریعت میں مداخلت ہے جو کسی طور بھی واجب العمل نہیں بلکہ واجب الترک ہیں، لیکن ایسے احکامات جو انتظامی امور سے متعلق ہوں اور ان میں تحلیل حرام یا تحریم حلال نہ لازم آتی ہو، ایسے احکام پر عمل کرنا ضروری ہے، حاکم وقت کو عامۃ الناس کے مفاد میں ایسے احکامات نافذ کرنے کا اختیار ہے، مثلاً کسی مباح چیز پر ضرر عامہ سے بچنے کے لئے ایک محدود وقت کے لئے پابندی لگانا، کسی بھی حکومت کے وہ قوانین جو مسلم پرسنل لا کے خلاف نہ ہوں واجب العمل ہوتے ہیں۔ "وفي الدر المختار: لأن طاعة الإمام فيما ليس بمعصية فرض." یعنی حاکم کے ایسے احکام جو معصیت اور خلاف شرع نہ ہوں ان کا بجالانا فرض ہے (درمختار ۴/ ۲۶۴)۔

لہٰذا عام پبلک کو فضائی آلودگی سے بچانے کیلئے اگر حکومت زیادہ دھواں چھوڑنے والے ایندھن کے استعمال پر پابندی عائد کرتی ہے یا کسی خاص گاڑی کیلئے کوئی خاص ایندھن مثلاً گیس کا استعمال لازم کردیتی ہے اور وہ گاڑی مالکان کے دسترس سے باہر نہیں ہے تو حکومت کے اس حکم پر عمل کرنا ضروری ہے، دھواں بذات خود نقصاندہ ہے۔ "وفي تنقيح الفتاوى الحامديه بالجملة إن تثبت في هذا الدخان اضرار صرف خال من المنافع فيجوز الافتاء بتحريمه" (۲/۲۶)۔ ایسے میں حکومت کی ذمہ داری ہے کہ جب وہ کسی چیز پر پابندی لگائے تو اس کا متبادل بھی پیش کرے۔

اگر بالفرض حکومت کی طرف سے اس سلسلے میں کوئی امتناعی حکم نہ بھی ہو، تب بھی عام لوگوں کو ضرر سے بچانے کیلئے کم دھواں والے ایندھن کا استعمال ضروری ہوگا، بشرطیکہ وہ متبادل اس کے دسترس میں ہو اور وہ اپنے اندر اس کی گنجائش بھی رکھتا ہو۔

۳۔ روشنی کیلئے کم دھواں والے ایندھن کا استعمال:

روشنی کیلئے عام طور پر الیکٹرک کا ہی استعمال ہے، اور اگر سلیقہ سے اس کو استعمال کیا جائے تو بے ضرر بھی ہے، الا یہ کہ کوئی ناگہانی صورت پیش آجائے، اور جہاں الیکٹرک کی سہولت نہیں ہے یا ہنگامی ضرورت کیلئے جنریٹر کا استعمال بھی کرنا پڑتا ہے تو وہاں حکومت کے رہنما خطوط اور احکامات کی پابندی ضروری ہوگی، حکام کو عام پبلک کی فلاح و بہبود سے متعلق احکامات لاگو کرنے کا حق ہے اور ان پر عمل کرنا ایک امن پسند شہری کی ذمہ داری ہوتی ہے۔

لہٰذا شرعاً بشرط سہولت کم دھواں والے ایندھن کا استعمال ضروری ہوگا؛ تاکہ ماحول کو اس کے نقصانات سے بچایا جائے (ملاحظہ ہو: حوالہ بالا)۔

۴۔ روشنی کیلئے شمسی توانائی کا استعمال:

روشنی اور ہوا اور دیگر ضروریات کیلئے، رائج الوقت وسائل وذرائع کے علاوہ شمسی توانائی کا استعمال بشرط سہولت مستحسن قدم ہے، مگر یکبارگی اور یکمشت موٹی رقم خرچ کرنا بہت سے لوگوں کے لئے دشوار کن ہوتا ہے، اس لئے وہ اپنی آمدنی کا ایک مختصر حصہ برقی بل وغیرہ کے لئے مختص کرتے ہیں، اس لئے حکومت کی طرف سے سہولت دیئے بغیر ایسے متوسط لوگوں پر ان چیزوں کے استعمال پر دباؤ نہ بنایا جائے، البتہ جو لوگ یکمشت ایک بڑی رقم خرچ کرنے پر قادر ہیں اور اس کی وجہ سے انہیں برقی بل سے نجات مل جاتی ہے تو دانشمندی اسی میں ہے کہ شمسی توانائی کو ترجیح دے، حسب سہولت اشخاص، مدارس، مساجد اور دیگر ادارے آلودگی سے پاک اس توانائی کو استعمال کریں تو یہ مستحب ومستحسن عمل ہوگا؛ کیوں کہ برقی بل کے سلسلے میں یکسوئی ہوجائے گی۔

۵۔ کارخانوں کو آبادیوں سے باہر منتقل کرنا:

اگر حکومت کارخانوں کے مالکان کے لئے متبادل انتظام کردیتی ہے اور ان کے کارخانوں کو آبادیوں سے باہر کھلی جگہ پر لے جانے کی سہولت فراہم کرتی ہے تو کارخانوں کے مالکان کے لئے حکومت کے احکامات پر عمل کرنا واجب ہوگا؛ کیوں کہ ضرر عام سے بچانے کی ذمہ داری حکومت پر عائد ہوتی ہے، نیز مفاد عامہ اور ماحول کو صاف ستھرا رکھنے کی خاطر حکومت کو یہ حق پہونچتا ہے کہ وہ چمنیوں اور کارخانوں میں استعمال ہونے والے ایندھن کے تعلق سے رہنما یانہ خطوط متعین کرے، ایسے میں ان قوانین کی خلاف ورزی شرعاً ناجائز ہوگی، البتہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان قوانین کی آڑ میں لوگوں کے لئے دشواریاں پیدا نہ کرے۔ "تجب إطاعته فيما أباحه الشرع وهو مايعود نفعه على العامة"۔

۶۔ مذبوحہ جانوروں کے فضلات:

مذبوحہ جانور ہی کے فضلات نہیں بلکہ دوسری چیزوں مثلاً اناج سبزی وغیرہ کے فضلات بھی اگر کھلے مقام پر چھوڑ دیا جائے تو زیادہ مقدار میں

ہونے کی صورت میں اس میں سڑن پیدا ہو جاتی ہے، جو فضائی آلودگی کا سبب بن جاتے ہیں، سبزی منڈیوں میں ناکارہ سبزیوں کے ڈھیر اور ان سے اٹھنے والی بدبو امر مشاہد ہے، لہٰذا حکومت اور عام شہری دونوں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ ناکارہ اشیاء اور فضلات کو کھلی جگہ کے بجائے ان کے لئے مختص مقامات تک پہنچائے، جس طرح کوڑا کرکٹ اور شہروں کے کچروں کو حکومت کی طرف سے ان کے لئے مختص مقامات پر ہی ڈالے جاتے ہیں، اگر جانوروں کے فضلات اور دوسرے کوڑے کرکٹ کو گڑھا کھود کر اسمیں ڈالدیا جائے اور پھر اس پر مٹی ڈالدی جائے تو نہ تو اس میں سے بدبو آئے گی، اور نہ ہی گندگی نظر آئے گی، اور یہی چیزیں جو بے قیمت سمجھ کر پھینک دی جاتی ہیں اور لوگوں کی صحت کے لئے مضرت رساں ثابت ہوتی ہیں، بہترین کھاد کا کام کریں گی، حلال جانور کے جن اجزاء کو شریعت نے ناجائز قرار دیا ہے یا جن اجزاء کو بعض لوگ اپنی طبیعت کی بنیاد پر استعمال نہیں کرتے ہیں انہیں گلی کوچوں اور سڑک چوراہوں پر ڈالنے کی قطعاً اجازت نہیں؛ کیوں کہ اس سے ایذا رسانی ہوتی ہے، جو شریعت کی نظر میں بہت بڑا گناہ ہے، اس کے بالمقابل اسلام نے راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانے کی ترغیب دی ہے اور اللہ کے رسول ﷺ نے اسے کار خیر شمار فرماتے ہوئے اس پر اجر وثواب کی بشارت سنائی ہے، "وأدناها إماطة الأذى عن الطريق"۔

۷۔ پلاسٹک کی تھیلیاں:

شریعت ہر اس مباح چیز پر بھی عدم جواز کا حکم لگاتی ہے جو کسی محذور وممنوع چیز کا سبب بنے۔ "كل شيء يتذرع إلى محذور فهو محذور"، اصول فقہ کے اس ضابطہ کے پیش نظر اگر یہ پلاسٹک کی تھیلیاں ضرر عام کا سبب بنتی ہیں جیسا کہ ماہرین کا خیال ہے تو شرعاً ان کا استعمال درست نہ ہوگا لیکن حمل ونقل انسان کی بنیادی ضرورت ہے جسے یہ پلاسٹک کی تھیلیاں پورا کر رہی ہیں، لہٰذا حکومت کی ذمہ داری ہے کہ لوگوں کے سامنے اس کا بے ضرر متبادل پیش کرے، متبادل پیش کئے بغیر اس پر بندش لگانا لوگوں کو تکلیف مالایطاق میں مبتلا کرنا ہے اس لئے جب تک عوام کے سامنے اس کا متبادل نہ آجائے ضرورۃً اس کا استعمال درست ہوگا؛ کیوں کہ فقہ کا مسلمہ ضابطہ ہے: "الضرورات تبيح المحذورات" کہ شدید ضرورت بقدر ضرورت محذور وممنوع چیز کو بھی جائز قرار دیتی ہے۔

۸۔ نشہ آور چیزوں کے استعمال کا حکم:

نشہ آور چیزوں مثلاً سگریٹ، بیڑی، تمباکو وغیرہ کا نقصان متعدی ہے، جسطرح استعمال کرنے والوں کو ان کا نقصان جھیلنا پڑتا ہے اسی طرح ان چیزوں سے خارج ہونے والا دھواں دوسروں کو بھی نقصان پہونچاتا ہے، ان چیزوں کے استعمال سے لاعلاج بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، اس لئے شریعت نے اگر چہ سُکر ونشہ کی حد تک نہ لے جانے والی چیزوں کے استعمال کو درست قرار دیا ہے مگر مضر صحت ہونے کی بنا پر ان کے استعمال کو ناپسندیدہ قرار دیا ہے بلکہ کچی پیاز اور کچا لہسن کھانے کے بعد منہ کی بو زائل کئے بغیر مسجد میں آنے سے منع فرمایا؛ کیوں کہ اس سے پاس پڑوس والوں کو تکلیف ہونے کا امکان ہے، لہٰذا حکومت نے جن جن مقامات پر ان چیزوں کے استعمال پر پابندی لگادی ہے مفاد عامہ کی خاطر ہر شہری کی شرعی اور قانونی ذمہ داری ہوگی کہ وہ ان چیزوں کا وہاں استعمال نہ کریں، خلاف ورزی کی صورت میں وہ شرعاً بھی مجرم ہونگے اور قانوناً بھی۔

"وفي تنقيح الفتاوى الحامدية وبالجملة ان تثبت في هذا الدخان اضرار صرف خال من المنافع فيجوز الافتاء بتحريمه" (۲/۳۶۶)

۹۔ کھلے مقامات پر استنجا کرنا:

شریعت نے ہر ایسی جگہ پر پیشاب پاخانہ کرنے سے منع کیا ہے جہاں سے لوگوں کو گزرنا پڑتا ہو یا وہاں لوگ گرمی وسردی سے بچاؤ کے لئے جاتے ہوں؛ چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے بصراحت راستوں میں پیشاب پاخانہ کرنے سے منع کیا ہے حتی کہ سایہ دار درخت کے نیچے بھی پیشاب پاخانہ سے منع فرمایا ہے، حضور ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ آپ ﷺ استنجا کے لئے ایسی جگہ تشریف لے جاتے جہاں استنجا کرنے سے لوگوں کو کسی طرح کی کوئی تکلیف یا دقت نہ ہو، حدیث شریف میں آتا ہے: "كان إذا ذهب المذهب أبعد" (ابو داؤد شریف)۔

کھلی جگہوں پر پیشاب پاخانہ کرنا یا گلی کوچوں میں گندگیاں بہادینا شریعت کی نظر میں سخت گناہ کا باعث ہے؛ کیوں کہ اس سے عام لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے، لوگوں کی ایذا رسانی سے بچنا چاہئے۔ لوگوں کی تکلیف کا باعث بننا قانوناً بھی جرم ہے اور شرعاً بھی۔

۱۰۔سڑک یا عوامی مقامات پر تھوکنا:

تھوک یا رینٹ وغیرہ میں دو منفی پہلو ہیں: ایک تو ان میں مضر صحت جراثیم کا ہونا، دوسرا اس سے لوگوں کا گھن کرنا، دونوں ہی پہلو تکلیف دہ ہیں، اگر حکومت اس سلسلے میں امتناعی احکام نافذ نہ بھی کرتی تو اخلاقا ان سے بچنا ضروری تھا، پھر جبکہ حکومت کی طرف سے عوامی مقامات پر جگہ جگہ اس ضرورت کے لئے تھوک دان رکھے گئے ہیں، لہٰذا کسی انسان کے لئے بلاضرورت شدیدہ ان احکامات کی خلاف ورزی کرنا درست نہیں، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں بلغم گرا ہوا دیکھا تو اس پر سخت ناراضگی ظاہر فرمائی، ابوداؤد شریف کی روایت ہے کہ آپ نے اسے کھرچ کر اس پر اپنے عصا کے ذریعہ خوشبو لگا دیا، نیز یہ نظافت کے خلاف بات بھی ہے، اسلام نے صفائی ستھرائی پر کافی زور دیا یہاں تک کہ اسے نصف ایمان قرار دیا، اس لئے ان احکامات پر عمل کرنا شرعاً بھی مطلوب ہے اور قانونا بھی۔

۱۱۔شعاعوں کو جنم دینے والی مشینی اشیاء کا استعمال:

تیز رفتار تمدنی ترقی اور بدلتے ہوئے حالات کے پیش نظر مشینی اشیاء کا استعمال ایک ضرورت بن گیا ہے، لیکن ان اشیاء کی ضرورت وافادیت کے ساتھ ساتھ ایک مسلم تلخ حقیقت بھی ہے کہ انسانوں میں آرام طلبی بھی اسی راہ سے آئی ہے، جس کے نتائج نت نئے امراض کی شکل میں ہمیں جھیلنے پڑ رہے ہیں۔ چرند و پرند جو ساز گارہ ماحول فراہم کرنے میں مثبت کردار ادا کرتے ہیں ان مشینی اشیاء کی شعاعوں سے کافی متاثر ہو رہے ہیں بلکہ ناپید ہوتے جارہے ہیں لہٰذا بقدر ضرورت تو ان اشیاء کا استعمال درست ہوگا مگر جہاں ان کے بغیر بھی کام چلتا ہو اور نا قابل برداشت تکلیف اٹھانا نہ پڑتی ہو وہاں مضرت سے بچنے کیلئے ان کا ترک کرنا ضروری ہوگا۔

۱۲۔کاشتکاری، شجرکاری اور بلاضرورت جنگلات کاٹ کر پلاٹس بنانے کا حکم:

پیڑ پودے، سبزہ اور کھیت نقصان دہ گیس اپنے اندر جذب کر کے قابل استعمال بناتے ہیں، صحت وتندرستی کے لئے پیڑ پودوں اور سبزہ کا ہونا نہایت ضروری ہے اسی لئے پرفضا اور جنگلات سے قریب لوگ بیمار نہیں پڑتے ہیں۔ حدیث میں کاشتکاری اور شجرکاری کی بڑی فضیلت آئی ہے، چنانچہ بخاری ومسلم دونوں میں یہ حدیث موجود ہے:

''عن أنس قال: قال رسول الله ﷺ: مامن مسلم يغرس غرسا أو يزرع زرعًا فيأكل منه إنسان أوطير وبهيمة إلا كانت له صدقة متفق عليه'' (مشکوۃ: ۱۶۸، باب فضل الصدقة)۔

مہذب دنیا نے حیوانات کے تحفظ کا قانون اب بنایا جبکہ اسلام نے صدیوں پہلے اس کو کار خیر بتاتے ہوئے اسکی ترغیب دی ہے۔

لہٰذا (الف) بلاضرورت محض نفع خوری اور زیادہ پیسوں کے لئے جنگلات کو کاٹنا یا کھیتوں کو اجاڑ کر پلاٹنگ کرنا شریعت کی نظر میں امر قبیح ہے جبکہ اس سے ضرر عام کا قوی امکان ہے۔ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ پلاٹنگ کے سلسلے میں ماحولیات کے ماہرین کی خدمات حاصل کر کے مفاد عامہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کے لئے اصول وضوابط بنائے۔

(ب) شجرکاری اور کاشتکاری کے ذریعہ انسان اور حیوانات کی بنیادی ضرورت پوری ہوتی ہے۔ اناج پر ہی زندگی کا انحصار ہے، اس کی اسی اہمیت کی بنا پر اسلام نے اس کی ترغیب دی ہے اور خلفاء راشدین اور ان کے بعد بھی مسلم حکمرانوں نے ناقابل کاشت بنجر زمینوں کو بھی قابل کاشت بنانے کیلئے کافی جدوجہد کی ہے، حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں خراج کی رقم سب سے زیادہ رہی؛ کیوں کہ آپ نے زراعت کے شعبہ کو کافی ترقی دی تھی، اندلس میں ایک ایسا زمانہ بھی آیا کہ زراعت کی زمین کا کوئی حصہ بھی زراعت سے خالی نہ تھا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پورے اندلس میں کوئی گدا گر نظر نہیں آتا تھا، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک فرمادیا کہ کھیت میں سے اگر کوئی جانور کھالیتا ہے یا کوئی چور لے جاتا ہے، یا پرندے چگ لیتے ہیں تو اس کا ثواب کھیتی کرنے والے کو ملتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت لگانے والے کے متعلق بھی یہی ارشاد فرمایا (دیکھئے: مشکوۃ ص ۱۶۸)۔

صوتی آلودگی:

ا۔ پرشور مشینوں کو آبادی سے باہر لگانے کی ہدایت:

شریعت نے انسان کو شخصی آزادی ضرور دی ہے اور جائز حدود میں رہ کر اسے تجارت کرنے، کارخانے اور فیکٹریاں لگانے کی بھی اجازت دی اور اس سے بہت سے بے روزگاروں کو روزگار فراہم کی جاتی ہے، تاہم اسے اس قدر آزادی نہیں دی ہے کہ اس کی تجارت ومعیشت دوسروں کے لئے زحمت بن جائے، یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچی ہوئی ہے کہ مسلم امراء وسلاطین نے بازار اور مارکیٹ کو بے رحم تاجروں کے رحم وکرم پر نہیں چھوڑا بلکہ مفاد عامہ کی خاطر ان پر لگام کسا ہے، تاکہ دوسروں کو تکلیف نہ ہو اور کوئی نقصان نہ اٹھائے، خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم بازاروں میں گھوم پھر کر لوگوں کے معاملات کا جائزہ لیتے تھے جس کا اس کے سوا اور کوئی مقصد نہیں ہوتا تھا کہ اللہ کے بندے اس کے قوانین کی پاسداری کریں اور اس کی مخلوق کو آزار نہ پہنچائیں۔

لہٰذا یہاں بھی یہ اصول ملحوظ رکھنا پڑے گا کہ کسی صنعت وحرفت اور تجارت سے نہ اسے نقصان پہونچے نہ دوسروں کو، اصول فقہ کا مشہور عام ضابطہ ہے: ''لاضرر ولا ضرار'' علامہ ابن نجیم مصریؒ نے اسکی پوری وضاحت فرمائی ہے جس کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حکومت عامۃ الناس اور مالکان دونوں کی بہتری کا لحاظ رکھتے ہوئے ان پرشور مشینوں کو آبادی سے باہر منتقل کرنے کی ہدایت دے، لیکن حکومت کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ متبادل انتظام کئے بغیر فیکٹریوں اور کارخانوں کے مالکان کو مشینیں آبادی سے باہر لگانے کی ہدایت کرے۔

۲۔ گاڑیوں میں تیز آواز کا ہارن:

شریعت نے ایسے مباح امور کی بھی مخالفت کی ہے جو نا جائز امور کا سبب بنے، لوگ اپنے شوق کی تسکین کیلئے غیر ضروری ہارن بجاتے ہیں، بعض لوگ ایمبولنس حتی کہ کتوں کی آواز والے ہارن بھی لگاتے ہیں اور بعض ہارن انتہائی تیز آواز کے ہوتے ہیں جس سے لوگوں کو غیر معمولی تکلیف ہوتی ہے بعض کمزور دل والے اپنا توازن کھو بیٹھتے ہیں، اس لئے شرعاً ضرورت سے زائد تیز آواز کا ہارن لگانا اور بے ضرورت ہارن بجانا نیز غیر مانوس آواز والا ہارن لگانا درست نہ ہوگا، اس سے صوتی آلودگی کے علاوہ لوگوں کو غیر معمولی تکلیف بھی ہوتی ہے۔

۳۔ DJ کا حکم:

شرعی نقطۂ نظر سے ہٹ کر بھی اگر دیکھا جائے تو ان چیزوں کی اجازت نہیں ہونی چاہئے، DJ یا اس طرح کی تیز آوازوں سے انسانی صحت بے حد متاثر ہو رہی ہے، ہائی بلڈ پریشر، ہارٹ اور دوسرے مہلک امراض میں ان چیزوں کا بڑا کردار رہتا ہے، محکمۂ صحت کی رپورٹ بھی کچھ حوصلہ افزا نہیں ہے، لہٰذا بے شمار بوڑھوں، ضعیفوں اور بیماروں پر رحم کھاتے ہوئے حکومت کو اس کے لئے اصول وضوابط مقرر کرنا چاہئے؛ تاکہ لوگوں کی صحت وتندرستی کی حفاظت ہو سکے، ان چیزوں کا تکلیف دہ ہونا ظاہر ہے اور شریعت نے ایذا رسانی حرام قرار دیا ہے۔

۴۔ جلسوں میں ساؤنڈ سسٹم اور وقت کی پابندی:

مذہبی، سیاسی جلسوں اور مشاعرہ وغیرہ کیلئے وقت کی تحدید یا ساؤنڈ سسٹم کو طے کر دینا صحت اور ماحولیات کے تحفظ کیلئے ضروری ہے، لہٰذا یہ چیزیں مطلوب شرعی ہیں ان کی خلاف ورزی کرتے ہوئے رات رات بھر جلسے کرنا یا پوری آبادی تک آواز پہونچانا درست نہیں ہے؛ کیوں کہ اس سے بے شمار لوگوں کا چین وسکون غارت ہو کر رہ جاتا ہے، بہت سے لوگوں کو بے خوابی کی وجہ سے امراض لاحق ہو جاتے ہیں، علامہ ابن عابدین شامیؒ نے شرح عقود رسم المفتی میں میت سے متعلق بہت سی رسموں کے ناجائز ہونے کی ایک وجہ شور شرابے کو بھی قرار دیا ہے جس سے گرد وپیش کا ماحول خراب ہوتا ہے اور لوگوں کا چین وسکون چھن جاتا ہے، لہٰذا منتظمین جلسہ کے لئے حکومتی احکامات کی پابندی لازمی ہوگی، یہ ہماری شریعت کے عین مطابق ہے۔

☆☆☆

فضائی اور صوتی آلودگی

ندیم احمد انصاری[1]

چوں کہ سوال نامے میں پوچھے گئے سوالات کے جوابات میں سے کئی ضمنی سوالات کا تعلق خیر خواہی سے ہے، اس لیے ضروری معلوم ہوا کہ اولاً اس بابت اسلامی شریعت کے مزاج پر چند باتیں عرض کردی جائیں، اس لیے نہایت اختصار کے ساتھ عرض ہے:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده'' (مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں) (بخاری:۱۰)۔

یہاں 'المسلمون' کا ذکر اس لیے ہے کہ مسلمان کا واسطہ زیادہ تر مسلمان ہی سے پڑتا ہے، ورنہ کافر کو بھی بلا وجہ تکلیف دینا جائز نہیں (فتح الباری ۱/ ۵۳)، اسلامی شریعت کا مزاج یہ ہے کہ انسانوں کو تکلیف سے بچانے کی غرض سے بعض موقعوں پر نفلی عبادات تک سے منع فرمادیا، جیسا کہ ''فتاویٰ شامی'' میں ہے:

''رجل یکتب الفقه وبجنبه رجل یقرأ القرآن، فلا یمکنه استماع القرآن، فا لإثم علی القارئ. وعلی هذا لوقرأ علی السطح والناس نیام، یأثم، أی لأنه یکون سبب إعراضهم عن استماعه أو لأنه یؤذیهم بإیقاظهم'' (ردالمحتار، کتاب الصلوٰۃ:۱/ ۲۰۲ رشیدیہ)۔

یہی نہیں بلکہ اسلام نے دوسروں کو تکلیف دینے پر سخت وعید بیان فرمائی، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے:

''قال رجل: یا رسول الله! إن فلانةً فذکر من کثرة صلاتها وصدقتها وصیامها غیر أنها تؤذی جیرانها بلسانها، قال: هی فی النار'' (مجمع الزوائد:۱۳۵۶۲، مسند بزار:۱۹۰۲)۔

(ایک شخص نے کسی عورت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ وہ بہت نمازیں پڑھتی ہے اور کثرت سے صدقہ کرتی ہے اور بہت روزے رکھتی ہے، لیکن وہ اپنی زبان کے ذریعے اپنے پڑوسیوں کو تکلیف پہنچاتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ عورت دوزخ میں جائے گی)۔

نیز اسلام نے دوسروں کو تکلیف سے بچانے کی نہایت اہتمام کے ساتھ ترغیب دی، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے:

''عن النبی ﷺ قال: من نفس عن مسلم کربة من کرب الدنیا نفس الله عنه کربة من کرب یوم القیامة، ومن یسر علی معسر فی الدنیا یسر الله علیه فی الدنیا والآخرة، ومن ستر علی مسلم فی الدنیا ستر الله علیه فی الدنیا والآخرة، والله فی عون العبدماکان العبدفی عون أخیه''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے کسی مسلمان کی دنیا کے کرب میں سے کوئی کرب دور کیا، اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے دن کے کرب میں سے کوئی کرب دور فرمائیں گے، اور جو شخص دنیا میں کسی تنگ دست پر آسانی کرے گا، اللہ تعالیٰ اس پر دنیا وآخرت میں آسانی فرمائیں گے، اور جو دنیا میں کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا، اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے، اور اللہ تعالیٰ بندے کی مدد میں ہوتے ہیں، جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں ہوتا ہے (ترمذی:۱۹۲۷، مسلم:۲۶۹۹، ابن ماجہ:۲۲۵، سنن کبریٰ للنسائی:۷۲۸۵)۔

نیز خیر خواہی کے کاموں پر اجر وثواب کی امید دلاتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''بینما رجل یمشی فی الطریق إذ وجد غصن شوك فأخره فشکر الله له فغفرله''

---

[1] ڈائریکٹر الفلاح اسلامک فاؤنڈیشن (انڈیا)۔

(ایک شخص راستے پر چلا جا رہا تھا، اچانک اس نے ایک کانٹے دار ٹہنی راستے میں پائی، اس نے اس کو ہٹا دیا، تو اللہ تعالیٰ نے اس کا شکریہ ادا کیا یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرمادی) (ترمذی: ۱۹۵۵، بخاری: ۶۵۲، مسلم: ۱۳۱۴، ابوداود: ۵۲۴۵)۔

خیر خواہی کا معیار بیان کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''لا يؤمن أحدكم حتى يحب لأخيه ما يحب لنفسه'' (بخاری: ۱۳، مسلم: ۴۵)۔
(تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا، جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے اس چیز کو پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے)

دو اہم امور:

'فضائی وصوتی آلودگی' سے متعلق اسلامک فقہ اکیڈمی، انڈیا کے چھبیسویں سمینار کے سوال نامے کو پڑھ کر خیال ہوا کہ متعدد ضمنی سوالوں سے پہلے درج ذیل دو امور کو سمجھ لینا ضروری ہے، اس لیے کہ تمام سوالات انھی دو امور کے ارد گرد گھومتے ہیں:

۱۔ مفادِ عامہ کے قوانین اور اسلامی نقطۂ نظر۔

۲۔ مفادِ عامہ اور سرکاری قوانین کی شرعی حیثیت۔

اسلامی نقطۂ نظر:

یہ بات اسلام کی خصوصیات میں شامل ہے کہ اس کے بعض احکام کے نفاذ میں حالات ومصالح کی رعایت کی گئی اور بعض میں اشخاص وافراد کی، جس میں کسی اور کو ضرر پہنچانے کی اجازت ہے اور نہ خود کو۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

''لا ضرر ولا ضرار في الاسلام'' (ابن ماجه: ۲۳۴۰) اسلام میں نہ کسی کو تکلیف پہنچانا ہے اور نہ خود تکلیف اٹھانا ہے۔
اسی سے اخذ کر کے یہ فقہی قاعدہ قائم کیا گیا:

''لا ضرر ولا ضرار'' نہ ابتداءً کسی کو نقصان پہنچایا جائے اور نہ ردِ عمل میں (شرح القواعد الفقهية احمد بن محمد الزرقا، ص: ۱۶۵)۔
اس قاعدۂ فقہیہ پر اسلام کے سیکڑوں مسائل کا حل منحصر ہے اور حسبِ ضرورت اس کی توضیح وتنقیح میں متعدد قواعد وجود میں آئے ہیں، من جملہ ان کے چند یہاں پیش کیے جاتے ہیں کہ ان کی ضرورت سوال نامے کو حل کرنے کے دوران میں پیش آئے گی۔

(۱) ''الضرورات تبيح المحظورات''۔
ضرورتیں ممنوعات کو جائز کر دیتی ہیں (شرح القواعد الفقهية، ص: ۱۸۵، الاشباه والنظائر ۲/ ۹۴)۔

(۲) ''ما أبيح للضرورة يقدر بقدرها''۔
جو چیز ضرورت کی بنا پر جائز قرار دی گئی ہو، وہ بہ قدرِ ضرورت ہی جائز ہے (الاشباه والنظائر لابن نجيم، ص ۲/ ۹۵)۔

(۳) ''الضرر لا يزال بالضرر''۔
کسی دوسرے کو ضرر پہنچا کر خود کا ضرر دور نہیں کیا جائے گا (الاشباه والنظائر لابن نجيم ۲/ ۹۶)۔

(۴) ''يحتمل الضرر الخاص لأجل دفع الضرر العام''۔
ضررِ عام کو دور کرنے کے لیے ضررِ خاص کو گوارا کر لیا جائے گا (شرح القواعد الفقهية، ص: ۱۹۷)۔

(۵) ''الضرر الاشد يزال بالضرر الأخف''۔
کم تر نقصان کو گوارا کر کے بڑے نقصان سے بچا جائے گا (شرح القواعد الفقهية، ص: ۱۹۹)۔

(۶) ''درء المفاسد أولى من جلب المصالح''۔
مفاسد کا دور کرنا مصالح حاصل کرنے پر مقدم ہے (شرح القواعد الفقهية، ص: ۲۰۵)۔

(۷) ''الحاجة تنزل منزلة الضرورة عامة كانت أو خاصة''۔

حاجت عمومی ہو یا انفرادی، کبھی ضرورت کا درجہ حاصل کر لیتی ہے (شرح القواعد الفقہیة، ص: 209)۔

سرکاری قوانین کی شرعی حیثیت:

اب دیکھتے ہیں کہ سرکاری احکامات کی تعمیل مسلمانوں پر کس درجے ضروری ہے، طوالت سے گریز کرتے ہوئے عرض ہے کہ سورۂ مائدہ کی پہلی آیت میں تمام معاملات اور معاہدات کی پابندی اور ان کے پورا کرنے کی جو ہدایت آئی ہے، یہ ایک ایسا جامع جملہ ہے کہ اس کی تشریح وتفسیر میں ہزاروں صفحات لکھے جاسکتے ہیں، ارشاد ربانی ہے:

"یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ" (اے ایمان والو اپنے معاہدوں کو پورا کیا کرو) (المائدة:۱)۔

اس میں پہلے 'یا أیہا الذین امنوا' سے خطاب فرما کر مضمون کی اہمیت کی طرف متوجہ کر دیا گیا کہ اس میں جو حکم ہے وہ عین ایمان کا تقاضا ہے، اس کے بعد حکم فرمایا 'اوفوا بالعقود'۔ لفظ 'عقود' عقد کی جمع ہے، جس کے لفظی معنی باندھنے کے ہیں اور جو معاہدہ دو شخصوں یا دو جماعتوں میں بندھ جائے اس کو بھی عقد کہا جاتا ہے، اس لیے یہ معنی عہود ہو گیا۔ امام تفسیر ابن جریر نے مفسرین صحابہ وتابعین کا اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ امام جصاص نے فرمایا کہ عقد کہا جائے یا عہد و معاہدہ 'اس کا اطلاق ایسے معاملے پر ہوتا ہے جس میں دو فریق نے آیندہ زمانے میں کوئی کام کرنے یا چھوڑنے کی پابندی ایک دوسرے پر ڈالی ہو اور دونوں متفق ہو کر اس کے پابند ہو گئے ہوں، ہمارے عرف میں اسی کا نام معاہدہ ہے، اسی لیے خلاصۂ مضمون اس جملے کا یہ ہو گیا کہ باہمی معاہدات کا پورا کرنا لازم وضروری سمجھو (معارف القرآن ۳/۱۱-۱۲ ملخصًا)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''السمع والطاعة علی المرأ المسلم فیما أحب و کره، ما لم یؤمر بمعصیة، فاذا أمر بمعصیة فلا سمع ولا طاعة''۔

(مسلمان آدمی پر واجب ہے کہ (حاکم کی) اطاعت کرے، خواہ وہ اسے پسند ہو یا نہ ہو، جب تک کہ اُسے کسی معصیت کا حکم نہ دیا جائے، اور اگر کسی معصیت کا حکم دیا جائے تو نہ سننا ضروری ہے نہ ماننا) (بخاری: ۷۱۴۴، مسلم: ۱۷۳۹)۔

معلوم ہوا کہ شریعت کی حدود میں جاری سرکاری احکامات کی پابندی لازم وضروری ہے، جیسا کہ شیخ یوسف قرضاوی بھی لکھتے ہیں:

''ان الذین یخالفون القانون الذی یحفظ الحقوق و یقر العدل و یقیم میزانه، هٰؤلاء یعتبرون شرعًا مخالفین للدین نفسه، لأن الدین یأمر بطاعة مثل هٰذه القوانین التنظیمیة مادامت بالمعروف و فی غیر معصیة''۔

(اس طرح کے سرکاری قوانین چوں کہ شریعت کے مقاصد کی تکمیل کرتے ہیں، اس لیے ان کی مخالفت گویا دین وشریعت کی مخالفت ہے) (فتاویٰ معاصرہ: ۱/۵۹۷)۔

نیز حکومت کو یہ حق حاصل ہے کہ مصالح عامہ کے پیش نظر بعض مباحات پر پابندی لگا دے، جیسے حضرت عمرؓ نے روزانہ ذبیحے سے منع فرمایا:

''فولی الأمر من حقه أن یقید بعض المباحات، اذا کان فی ذلك مصلحة راجحة'' (فتاویٰ معاصره: ۱/۵۹۷)۔

نیز حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں:

''جب مسلمان رعایا بن کر ہندوستان میں رہے اور حکام سے (اس بات کا) عہد و پیمان کر چکے کہ کسی حاکم یا رعایا کے جان و مال میں دست اندازی نہ کریں گے، اور کوئی امر خلافِ اطاعت نہ کریں گے، تو مسلمانوں کو عہد و پیمان کے خلاف کرنا یا حکام کی کسی قسم کی مخالفت یا خیانت کرنا ہرگز درست نہیں، اور نہ ہی رعایا کے ساتھ عہد کے خلاف اور خیانت کرنا درست ہے'' (اسلام اور سیاست: ۱۹۹)۔

اب رہا یہ امر کہ اس اطاعت کے حدود وقیود کیا ہیں، تو چوں کہ جس صورت میں سلطان نے کوئی حکم دیا ہے، اس کی مختلف صورتیں ہیں:

(۱) اگر وہ حکم ایسا ہے کہ اس میں عام لوگوں کی مصلحت ہے (اور اس کے) خلاف کرنے میں عام ضرر ہے، اس میں (حاکم کی اطاعت/ قانون کی پابندی) ظاہرًا وباطنًا واجب ہے (یعنی اعلانیہ طور پر بھی واجب ہے اور خفیہ طور پر یعنی حاکم کو اطلاع بھی نہ ہو، تب بھی واجب ہے)۔

(۲) اگر ایسا نہیں ہے (یعنی خلاف کرنے میں عام ضرر نہیں ہے) تو صرف ظاہرًا (حاکم کی اطاعت) واجب ہے، تاکہ فتنہ نہ ہو، باطنًا واجب نہیں (یعنی اگر

حاکم کو اطلاع نہ ہو تو خفیہ طور پر اس حکم کے خلاف کرنے میں گناہ نہیں) کیوں کہ اپنے نقصان کے التزام کا ہر شخص کو اختیار ہے۔

(۳) (حاکم نے جو حکم دیا ہے) ایسا حکم دائمی نہیں ہو سکتا کہ حاکم کی حیات تک باقی رہے گا پھر باطل ہو جائے گا، اس کے بعد کے حاکم کو خصوصیت کے ساتھ تجدید کی حاجت ہوگی (اسلام اور سیاست: ۲۱۸)۔

یہ وہ چند واضح واہم اصول ہیں، جن کی روشنی میں ہم سوال نامے میں قائم کردہ سوالات کے جوابات بہ آسانی معلوم کر سکتے ہیں۔ آگے ہم ان تمام سوالوں کے جواب علاحدہ علاحدہ پیش کریں گے۔

فضائی آلودگی:

(۱) اجتماعی ضرر سے حفاظت کے پیشِ نظر استطاعت رکھنے والے افراد کے لیے کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال مستحب و مستحسن ہوگا۔

''یتحمل الضرر الخاص لأجل دفع الضرر العام'' (شرح القواعد الفقهیه، ص:۱۹۶)۔

(۲) حکومت کی طرف سے ڈیزل کے استعمال کی ممانعت کردی جائے، یا کسی خاص گاڑی کے لیے گیس ہی کے استعمال کو لازم کردیا جائے، تو عوام کے لیے اس قانون پر عمل کرنا بلا شدید مجبوری کے واجب کے حکم میں ہے، جب کہ حکومت کی طرف سے کوئی ہدایت نہ ہونے کی صورت میں لوگوں کو ضرر سے بچانے اور ماحول کو پاک وصاف رکھنے کے لیے مستحب و مستحسن ہوگا۔

''کما فی الشامیة: طاعة الامام فی غیر معصیة واجبة، فلو أمر بصوم یوم وجب'' (شامی، کتاب الدعوی:۵/ ۴۲۲، دار الفکر، بیروت)۔

(۳) صورتِ مسئولہ میں بلا شدید مجبوری کے کم دھواں پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال واجب قرار دیا جانا چاہیے۔

''کما فی الأشباه: تصرف الامام بالرعیة منوط بالمصلحة'' (الاشباہ والنظائر: ۲/ ۱۳۷)۔

(۴) صورتِ مسئولہ میں شرعی نقطۂ نظر سے صاحبِ استطاعت افراد واشخاص، مساجد اور اداروں کے لیے آلودگی سے محفوظ اس توانائی کا استعمال یقیناً مستحب اور مستحسن عمل ہوگا۔ ''الضرر الاشد یزال بالضرر الأخف'' (شرح القواعد الفقهیه، ص: ۱۹۹)۔

(۵) سوال میں مذکورہ قوانین میں واقعی انسانی بھلائی پوشیدہ ہے، اس لیے شرعاً ایسے قوانین کی خلاف ورزی کرنا ناپسندیدہ و مکروہ قرار پائے گا۔

''قال النبی ﷺ: السمع والطاعة علی المرأ المسلم فیما أحب وکره، مالم یؤمر بمعصیة، فاذا أمر بمعصیة فلا سمع ولا طاعة''
یعنی مسلمان آدمی پر واجب ہے کہ (حاکم کی) اطاعت کرے، خواہ وہ اسے پسند ہو یا نہ ہو، جب تک کہ اُسے کسی معصیت کا حکم نہ دیا جائے، اور اگر کسی معصیت کا حکم دیا جائے تو نہ سننا ضروری ہے نہ ماننا (بخاری: ۷۱۴۴، مسلم: ۱۸۳۹)۔

(۶) عیدالاضحیٰ کے موقع پر جانوروں کی قربانی کرنا صاحبِ استطاعت مسلمان پر واجب اور سنتِ ابراہیمی ہے، لیکن اس فریضے کی ادائیگی میں یہ خیال رکھا جانا ضروری ہے:

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ. (الحج: ۳۷) (نہ ان کا گوشت اللہ کو پہنچتا ہے اور نہ خون، مگر تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے)۔

اور تقوے کی حقیقت یہ ہے: وہ کام کرنا جس سے اللہ خوش ہوتا ہو اور ان کاموں سے رکنا جس سے اللہ کی ناراضگی کا خوف ہو۔ اس لیے قربانی کے مذہبی فریضے کی ادائیگی کے بعد اس کے فضلہ جات وباقیات کو ٹھکانے لگانے کا مناسب انتظام کرنا مسلمانوں کا نہ صرف قومی بلکہ مذہبی فریضہ بھی ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے: ''المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده'' (بخاری: ۱۰)
(مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے کسی دوسرے مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے)۔

اس لیے قربانی کے موقع پر اس بات کا مکمل خیال رکھا جانا ضروری ہے کہ کوئی ایسا کام نہ کیا جائے، جس سے کسی کو تکلیف پہنچے یا صفائی میں خلل پڑے؛ چوں کہ یہ بھی ثابت شدہ امر ہے کہ قربانی کے بعد جانور کی باقیات کو گلیوں، سڑکوں اور میدانوں میں چھوڑنا نہ صرف بدبو اور تعفن کا سبب ہوتا ہے بلکہ اس سے مختلف بیماریاں بھی پیدا ہوتی ہیں۔ اسلام میں طہارت کی طرح نظافت کی بھی بڑی اہمیت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''ان اللہ طیّب یحب الطیب، نظیف یحب النظافة، کریم یحب الکرم، جواد یحب الجود، فنظفوا۔ أراہ قال۔ أفنیتکم، ولا تشبھوا بالیھود، قال: فذکرت ذلك لمھاجر بن مسمار، فقال: حدثنیه عامر بن سعد بن أبي وقاص عن أبیه، عن النبیﷺ مثله إلا أنه قال: نظفوا أفنیتکم''۔

اللہ تعالیٰ پاکیزہ ہیں، پاکیزگی پسند کرتے ہیں۔ ستھرے ہیں، صفائی کو پسند کرتے ہیں۔ فیاض ہیں، فیاضی کو پسند کرتے ہیں۔ سخی ہیں، سخاوت کو پسند کرتے ہیں۔ پس اپنے فنائے دار کو صاف رکھو، اور یہود کی مشابہت اختیار نہ کرو (ترمذی:۲۷۹۹)، فنائے دار اس حصۂ زمین کو کہتے ہیں جو گھر سے باہر دروازے کے سامنے ہو، اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ فنائے دار تک کی نظافت مطلوب ہے (خطبات حکیم الامت:۲۱/۲۱۷، تالیفات اشرفیہ، پاکستان)۔

اس تفصیل کی روشنی میں دریافت کیے گئے سوالات کے جوابات حسب ذیل ہوں گے:

شریعت کا حکم ہے کہ خود کو اور آس پاس کے لوگوں کو بچانے کے لیے قربانی کے بعد جانور کے خون وغیرہ کو احتیاط سے جمع کر کے کسی گڈھے میں دبادینا چاہیے اور انھیں کھلی نالیوں میں ڈالنے سے احتراز کرنا چاہیے۔ بعض لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ قربانی کے جانور کے خون وغیرہ کا خصوصی احترام ضروری ہے، شریعت نے ان کی بھی اصلاح کردی ہے۔

''عن سعد بن وقاص سمعت رسول اللہﷺ یقول: إذا تنخم أحدکم فلیغیب نخامته، لا تصیب جلد مؤمن أو ثوبه'' (مجمع الزوائد:۱۳۲۶۹، مسند بزار:۲۰۷۸، ابو یعلی:۸۰۸)۔

'فتاویٰ محمودیہ' میں قربانی کے خون وہڈی وغیرہ کے متعلق لکھا ہے:

''شریعت نے قربانی کے خون کے احترام کرنے کا حکم نہیں کیا، جس طرح دوسرے ذبیحوں کا خون ناپاک ونجس ہے، اسی طرح قربانی کا خون بھی ناپاک ونجس ہے، یوں ہی چھوڑ دیا جائے [یعنی اسے تبرک نہ سمجھا جائے] اور گڈھے میں مٹی ڈال کر دبا دیا جائے، ہڈیوں کو دفن کر دیا جائے'' (فتاویٰ محمودیہ ۱۷/۴۸۱ جامعہ فاروقیہ، کراچی)۔

نیز اس کے امکانی نقصانات سے بچانے کے لیے حکومت کی ذمہ داری ہے کہ قربانی کے جانوروں کے فضلہ جات وغیرہ کو اکٹھا کر، انھیں ٹھکانے لگانے کا مناسب بندوبست کرے اور قربانی کرنے والے بھی اس کام میں حکومت کا تعاون کریں۔

(۷) صورت مسئولہ میں محض آسانی وخوش نمائی کی غرض سے یا محض سستا ہونے کی وجہ سے تجار اور عوام کے لیے پلاسٹک کا بے جا استعمال مکروہ وناپسندیدہ ہوگا۔ ''الحاجة تنزل منزلة الضرورة عامة کانت أو خاصة'' (شرح القواعد الفقھیه، ص: ۲۰۹) البتہ ضرورت کے موقعوں پر جیسے سیال اشیاء کے لیے بہ قدر ضرورت استعمال کی گنجائش ہوگی۔ ''ما أبیح للضرورة یقدر بقدرھا'' (الاشباہ والنظائر ۲/۹۵، دار الفکر)۔

(۸) فضائی آلودگی میں سگریٹ نوشی کا اہم رول ہے، جس میں مال کا ضیاع، صحت کا نقصان اور دوسروں کو تکلیف پہنچانے جیسے متعدد پہلو پائے جاتے ہیں اور شریعت میں ان تمام کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔

''الحاجة تنزل منزلة الضرورة عامة کانت أو خاصة'' (شرح القواعد الفقھیه، ص:۲۰۹) ''أن دفع الضرر العام واجب'' (الفقه الاسلامي و ادلته۴/ ۴۵۱) ''وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ'' (الاعراف:۳۱)

''إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ'' (بنی اسرائیل:۲۷)

علاوہ ازیں سگریٹ نوشی چوں کہ بدبو اور دھویں کے سبب دوسروں کی اذیت کا باعث بنتی ہے، اس لیے محض شوقیہ اس کا استعمال مکروہ ہوگا، البتہ اگر کوئی شخص بیماری کے علاج وغیرہ کے طور پر استعمال کرے تو شرعاً گنجائش نکل سکتی ہے۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ رقم طراز ہیں:

بلاضرورت کراہت سمجھتا ہوں اور بہ ضرورت [تمباکو] کھانا اور پینا دونوں جائز ہیں، اور ضرورت میں نفس اکل مکروہ ہے، دوسرے عوارض خارجیہ سے گو کراہت ہو جاوے، اور عوارض کی خفت وشدت سے کراہت کی شدت وخفت میں تفاوت ہوگا، اور سکر تمباکو میں نہیں ہے، صرف حدت ہے، اس سے پریشانی

ہوتی ہے، لیکن عقل ماؤف نہیں ہوتی، اوران عوارضِ خارجیہ ہی کے اعتبار سے کھانا اخف ہے، بہ نسبت پینے کے (امداد الفتاویٰ ۴/ ۱۱۶)۔

'فتاویٰ محمودیہ' میں ہے:

جس تمباکو سے نشہ ہوتا ہے، اس کا کھانا (پان میں ہو یا اور طرح سے)، پینا (حقہ، بیڑی، سگریٹ کسی طرح ہو) ناجائز ہے ۔۔۔ [یعنی] بلا ضرورت (شوقیہ) پینا مکروہ ہے (فتاویٰ محمودیہ ۱۸/ ۳۸۸۔۳۸۹)۔

نیز تمباکو سے متعلق مختلف نقطۂ نظر کا جائزہ لیتے ہوئے مولانا خالد سیف اللہ رحمانی لکھتے ہیں:

جو لوگ مکروہِ تحریمی کہتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ حرمت کے جو وجوہ بتائے گئے ہیں وہ حرمت ثابت کرنے کے لیے تو کافی نہیں، لیکن کراہت ان سے ضرور ثابت کی جاسکتی ہے، اور راقم کا خیال ہے کہ یہی نقطۂ نظر عدل اور اعتدال پر مبنی ہے (قاموس الفقہ ۳/ ۴۰۹)۔

ویسے کراہت تحریمی ہو یا تنزیہی، بہ ہر حال قابل ترک ہے، اس کی عادت نہ ہونی چاہیے (جامع الفتاویٰ ۳/ ۱۴۸)۔

البتہ چونکہ بعضوں کی حالت اضطرار کی سی ہوجاتی ہے، ان کے حق میں حکم قدرے مختلف ہوگا، یعنی سخت مجبوری کی حالت میں صرف ظاہراً احاکم کی اطاعت واجب ہوگی، تاکہ فتنہ نہ ہو، باطناً نہیں، یعنی اگر حاکم کو اطلاع نہ ہو تو خفیہ طور پر اس حکم کے خلاف کرنے میں گناہ نہ ہونا چاہیے؛ کیوں کہ اپنے نقصان کے التزام کا ہر شخص کو اختیار ہے، لیکن یہ حکم سخت مجبوری کا ہوگا۔ "ما أبیح للضرورۃ یقدر بقدرھا" (الاشباہ والنظائر لابن نجیم ۲/ ۹۵)۔

(۹) بلا ضرورت ایسا کرنا انتہائی ناپسندیدہ وسخت مکروہ ہے، کیوں کہ اس سے دوسروں کو تکلیف پہنچتی ہے۔

"الضرر لا یزال بالضرر" (الاشباہ والنظائر لابن نجیم ۲/ ۹۶) اس لیے عوامی مقامات پر قضائے حاجت کرنا یا کھلی نالیوں وگلیوں میں اسے بہانا گناہ ہوگا، جب کہ اس حکومت یا ذمے داراداروں کی طرف سے مناسب انتظام موجود ہو، ورنہ حتی الامکان ان سے گریز لازم ہوگا۔ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: "اتقوا الملاعن الثلاث، البراز فی الموارد والظل، وفی قارعۃ طریق" قابلِ نفرت ولعنت تین چیزوں؛ پانی میں، سایے میں اور لوگوں کے چلنے کے راستے میں قضائے حاجت کرنے سے بچو۔ (ابن ماجہ: ۳۲۸، ابوداؤد: ۲۶) نیز آپ نے فرمایا: لا یغتسل أحدکم فی الماء الدائم وھو جنب (تم میں سے کوئی شخص ٹھہرے ہوئے پانی میں جنابت کا غسل نہ کرے) (نسائی: ۳۹۴، مسلم: ۲۸۳، ابن ماجہ: ۶۰۵)

(۱۰) سڑکوں اور عوامی مقامات پر تھوکنا عام طور سے ایک بری عادت ہے، جب کہ تھوک کا آنا ایک فطری چیز ہے، لیکن باسلیقہ وباشعور افراد عوامی مقامات پر اس سے کامل احتراز کرتے ہیں، اور یہی پسندیدہ ہے۔ اس لیے جہاں تھوکنے کے لیے مناسب انتظام موجود ہو، وہاں محض لاپرواہی یا عادت کی بنا پر تھوکنا دوسروں کو تکلیف میں ڈالنے کا سبب اور مکروہ ہوگا اور ایسے امور میں حکومت یا متعلق ادارے کی ہدایت پر عمل کرنا واجب ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ ارشاد فرمایا: "اتقوا الملاعن الثلاث، البراز فی الموارد و الظل، وفی قارعۃ طریق" (ابن ماجہ: ۳۲۸، ابوداؤد: ۲۶)

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حکم دراصل عوام کو ہونے والی تکلیف سے بچانے کے لیے ہے کہ اس طرح رفعِ حاجت کرنے سے نجاست کے اثرات پانی میں پہنچ کر اسے آلودہ کردیں گے۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے بھی منع فرمایا ہے:

"لا یبولن أحدکم فی الماء الدائم الذی لا یجری، ثم یغتسل فیہ"

تم میں سے کوئی اس پانی میں پیشاب نہ کرے جو ٹھہرا ہو (بخاری: ۲۳۹، مسلم: ۲۸۲)

کیوں کہ ٹھہرے ہوئے پانی میں آلودگی پیدا ہونے کا زیادہ امکان رہتا ہے، اسی طرح بہتے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے بھی منع فرمایا، جیسا کہ حضرت جابرؓ سے روایت ہے: "نھی رسول اللہ ﷺ: أن یبال فی الماء الجاری" (المعجم الاوسط للطبرانی: 1749)

اور بعض طبیعتیں تھوک وغیرہ سے پاخانہ پیشاب کی طرح سخت کراہت محسوس کرتی ہیں، اس لیے عام مقامات پر ایسا کرنا ان کی تکلیف کا باعث ہوگا۔

(۱۱) اسلام کی تعلیم کے مطابق کسی بھی جان دار کی نسل کشی ممنوع ہے، کیوں کہ ہر جان دار کی اپنی ایک اہمیت ہے، بلکہ انسان کی طرح وہ بھی ایک امت ہے،

جیسا کہ ارشادِ باری ہے:

"وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُم مَّا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِن شَيْءٍ" (الانعام: ۳۸)

اس لیے ایسی چیزوں کا استعمال بالخصوص ضرورت سے زیادہ استعمال نامناسب ہے، اس بابت احتیاط سے کام لینے کی ضرورت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ما من إنسان قتل عصفورًا فما فوقها بغير حقها الا سأله الله عز و جل عنها، قيل: يا رسول الله! وما حقها؟ قال: يذبحها فيأكلها ولا يقطع رأسها يرمي بها"

جو انسان کسی گوریا یا اس سے بڑی چڑیا کو ناحق مار ڈالے، تو اللہ تعالیٰ اس سے اس کے بارے میں سوال کرے گا۔ آپ سے دریافت کیا گیا: اے اللہ کے رسول! اس کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اسے ذبح کر کے کھائے، اور اس کا سر کاٹ کر کے پھینک نہ دے (نسائی: ۴۳۴۹)۔

(۱۲) ماحول کے تحفظ میں پیڑ پودوں کو واقعی بڑی اہمیت حاصل ہے، جس کا پورا خیال اسلام میں رکھا گیا ہے، اس لیے:

(الف) بلا ضرورت جنگلات کو کاٹنے اور کھیتوں کو زیادہ سے زیادہ پیسوں کے حصول کے لیے پلاٹس بنا کر آبادیوں کو بسانا غیر اخلاقی و مکروہ فعل قرار پائے گا۔ عبداللہ بن حبشیؓ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: من قطع سدرة صوب الله رأسه في النار (جو کسی بیری کے درخت کو کاٹے گا، اللہ تعالیٰ جہنم میں اس کے سر کو اوندھا کر دے گا) (ابوداؤد: ۵۲۳۹، سنن کبریٰ للنسائی: ۹۳۸۱)، بلکہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ کے موقعوں پر بھی درختوں اور کھیتیوں کو برباد کرنے سے منع فرمایا ہے۔ "نهى النبي ﷺ عن عقر الشجر، فانه عصمة للدواب في الجدب" (مصنف عبدالرزاق: ۱۹۳۸۱)

نیز امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیقؓ نے شام کی طرف لشکر روانہ کرتے وقت تاکید کی تھی: "لا تعقرن نخلاً ولا تحرقنها" دشمن کے کھجور کے باغات ہرگز نہ کاٹے اور جلائے جائیں (مصنف عبدالرزاق: 9375)، اس لیے بلا ضرورت یا زیادہ پیسوں کی لالچ میں ہریالی کو اجاڑنا سخت مکروہ ہوگا۔

(ب) اسلام کی نظر میں درخت لگانے اور کاشت کاری کرنے کی بڑی اہمیت ہے، چند دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ" (البقرة: ۲۰۵)۔

اور جب اٹھ کر جاتا ہے تو زمین میں اس کی دوڑ دھوپ یہ ہوتی ہے کہ وہ اس میں فساد مچائے، اور فصلیں اور نسلیں تباہ کرے، حالانکہ اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔

اس آیت کے ذیل میں علامہ قرطبیؒ رقم طراز ہیں:

"قلت: دلت الآية على الحرث و زراعة الأرض و غرسها بالأشجار حملًا على الزرع، وطلب النسل، وهو نماء الحيوان و بذلك يتم قوام الانسان"۔

میں کہتا ہوں کہ یہ آیت زمین میں ہل چلانے اور اس میں فصل کاشت کرنے اور زمین میں درخت لگانے پر دلالت کرتی ہے۔ یہ زراعت اور کھیتی باڑی پر ابھارنے کے لیے ہے، اور طلبِ نسل سے مراد حیوانوں اور جان داروں کی نشوونما اور ان کا بڑھنا ہے اور اسی سے انسان کی قوت و طاقت مکمل ہوتی ہے (احکام القرآن ۳/۳۸۷)۔

نیز حضرت جابرؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا إِلَّا كَانَ مَا أُكِلَ مِنْهُ لَهُ صَدَقَةٌ، وَمَا سُرِقَ مِنْهُ لَهُ صَدَقَةٌ، وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ مِنْهُ فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ، وَمَا أَكَلَتِ الطَّيْرُ فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ وَلَا يَرْزَؤُهُ أَحَدٌ إِلَّا كَانَ لَهُ صَدَقَةٌ" (مسلم: ۱۵۵۲)۔

جس مسلمان نے کوئی پودا لگایا تو اس درخت سے جو کھایا گیا وہ اس کے لیے صدقہ ہے، جو اس سے چوری کیا گیا وہ بھی اس کے لیے صدقہ ہے، اور جو درندوں نے کھایا وہ بھی اس کے لیے صدقہ ہے، اور کوئی اسے کم نہیں کرے گا مگر وہ اس پودا لگانے والے کے لیے صدقہ کا ثواب ہوگا۔

ایک روایت میں ہے:

''أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَى أُمِّ مُبَشِّرٍ الْأَنْصَارِيَّةِ فِي نَخْلٍ لَهَا، فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ ﷺ: مَنْ غَرَسَ هَذَا النَّخْلَ، أَمُسْلِمٌ أَمْ كَافِرٌ؟ فَقَالَتْ: بَلْ مُسْلِمٌ، فَقَالَ: لَا يَغْرِسُ مُسْلِمٌ غَرْسًا وَلَا يَزْرَعُ زَرْعًا فَيَأْكُلَ مِنْهُ إِنْسَانٌ وَلَا دَابَّةٌ وَلَا شَيْئٌ إِلَّا كَانَتْ لَهُ صَدَقَةٌ'' (مسلم: ۱۵۲۵، بخاری: ۲۳۲۰)۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ام مبشر انصاریہؓ کے پاس ان کے باغ میں تشریف لے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: یہ باغ مسلمان نے لگایا ہے یا کافر نے؟ انھوں نے کہا: مسلمانوں نے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی مسلمان ایسا نہیں جو کوئی پودا لگائے یا کھیتی کاشت کرے اور اس سے انسان یا جانور یا کوئی بھی کھائے تو اس کے لیے صدقہ کا ثواب ہوگا۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ کی ہی ایک روایت میں اس طرح ہے:

''سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: لَا يَغْرِسُ رَجُلٌ مُسْلِمٌ غَرْسًا وَلَا زَرْعًا فَيَأْكُلَ مِنْهُ سَبُعٌ أَوْ طَائِرٌ أَوْ شَيْئٌ إِلَّا كَانَ لَهُ فِيهِ أَجْرٌ وَ قَالَ ابْنُ أَبِي خَلَفَةٍ طَائِرٌ شَيْئٌ'' (مسلم: ۱۵۵۲)۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ پودا لگانے والا اور کھیتی کرنے والا کوئی ایسا مسلمان نہیں کہ اس سے درندے یا پرندے یا اور کوئی کھائے مگر یہ کہ اس میں اس لگانے والے کے لیے ثواب ہوگا۔

نیز ایک حدیث میں شجر کاری کی ترغیب دیتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ما من رجل يغرس غرسًا الا كتب الله عز و جل له من الأجر قدر ما يخرج من ثمر ذلك الغرس'' (مسند احمد: ۲۳۵۲۰)۔

جو شخص پودا لگائے گا، اس کے لیے اس پودے سے نکلنے والے پھل کے بہ قدر ثواب لکھا جائے گا۔

اسلام میں کاشت کاری کی اہمیت کا اندازہ اس سے کیجیے کہ علماء نے افضل ترین پیشے کے طور پر اس کا ذکر کیا ہے۔

'' وقد اختلف العلماء في أطيب المكاسب و أفضلها، فقيل: التجارة، و قيل: الصنعة باليد، وقيل: الزراعة، وهو الصحيح'' (شرح المنهاج للنووی، باب: فضل الغرس و الزرع ۱۵/۲)۔

صوتی آلودگی:

۱۔ مشاہدہ ہے کہ بعض مشینوں سے شہریوں کو بہت زیادہ تکلیف ہوتی ہے، اس لیے حکومت کی طرف سے ان کو آبادی سے باہر نکالنے کی ہدایت خیر خواہی پر مبنی ہے، جس پر عمل نہ کرنے سے انسانی آبادی کے ساتھ کھلواڑ ہوتی ہے، یہ ہدایت شرعاً واجب کے درجے میں ہے۔

''ان الذين يخالفون القانون الذي يحفظ الحقوق و يقر العدل و يقيم ميزانه، هؤلاء يعتبرون شرعًا مخالفين للدين نفسه، لأن الدين يأمر بطاعة مثل هذه القوانين التنظيمية مادامت بالمعروف و في غير معصية'' (فتاویٰ معاصرہ ۵۹۷/۱)

اس کا ثبوت خیر القرون میں بھی موجود ہے، چنانچہ ایک روایت کے مطابق امیر المومنین سیدنا حضرت عمر بن خطابؓ نے ایک لوہار کی دکان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر دیا تھا؛ کیوں کہ وہ پریشان کن آلودگی کا سبب بنی ہوئی تھی، نیز امام ابو یوسفؒ نے فتویٰ دیا تھا کہ ہر شخص کو یہ اختیار ہے کہ وہ اپنے کسی پڑوسی کو اپنا گھر حمام میں تبدیل کرنے یا اس کے دھویں سے دوسروں کو تنگ کرنے سے روک دے (تطہیر ماحول اور اسلام کے معمولات: ۱۱۳، ۱۱۵)۔

۲۔ صورتِ مسئولہ میں بے جا اور ضرورت سے زیادہ تیز آواز کے یعنی زوردار ہارن کا استعمال شرعاً ممنوع ہوگا، اس لیے کہ ایسا کرنے والے افراد اپنا مختصر سا وقت بچانے کے لیے دوسروں کی تکلیف کا باعث بنتے ہیں، جس کی شریعت میں ممانعت وارد ہے۔ اول تو سڑکوں پر کوئی بھی ٹھہرنے اور بسنے کے لیے نہیں اترتا، جب وہ سڑک پر آیا ہے، خواہ پیدل ہو یا سواری سے، اسے بھی آگے جانا ہوگا، پھر جب آگے راستہ ہی بند یا سواریوں

سے گھرا ہوا ہو تو ایسے میں بلا وجہ زور شور سے ہارن بجاتے رہنا بالکل غیر مناسب و مکروہ عمل ہوگا۔ ہارن کا استعمال جہاں تک ہم سمجھتے ہیں، فقط اتنا ہے کہ اپنے آس پاس والوں کو جتا دیا جائے کہ کوئی اور بھی منتظر ہے، نہ یہ کہ پوری سڑک پر ایک ہنگامہ بپا کیا جائے۔

"وَاغْضُضْ مِن صَوْتِكَ، إِنَّ أَنكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ" (لقمان:۱۹) ''الضرر لا یزال بالضرر'' (الاشباہ والنظائر ۲/۹۶)۔

۳۔ DJ کا معاشرے میں بے جا استعمال واقعی تکلیف دہ ہے، جس میں مزامیر کی قباحت کے سوا آس پاس کے لوگوں کو تکلیف دینا بھی ہے۔ کتنے لوگ بہت زیادہ آواز سے دل کے دوروں اور دماغی پریشانیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ حال ہی میں خبر شائع ہوئی کہ جشنِ عید میلاد النبی کے جلوس میں ایک سولہ سالہ لڑکے کی ڈی جے میں بلند آواز کے سبب روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی، اس لیے ضرورت سے زیادہ آواز اور بلا وجہ شور مچانے کو شریعت سخت ناپسندگی کی نظر سے دیکھتی ہے۔ قال تعالیٰ: وَاغْضُضْ مِن صَوْتِكَ، إِنَّ أَنكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ" (لقمان: 19)۔

۴۔ صورتِ مسئولہ میں قوانین کی خلاف ورزی، معاہدے کو توڑنے کے حکم میں داخل اور ناجائز ہے۔ بقول حضرت تھانویؒ اگر کوئی حکم ایسا ہے کہ اس میں عام لوگوں کی مصلحت ہے (اور اس کے) خلاف کرنے میں عام ضرر ہے، اس میں حاکم کی اطاعت/قانون کی پابندی ظاہرًا و باطنًا واجب ہے (یعنی اعلانیہ طور پر بھی واجب ہے اور خفیہ طور پر یعنی حاکم کو اطلاع بھی نہ ہو، تب بھی واجب ہے)۔ (اسلام اور سیاست: 218) جب شریعت میں قرآن کی تلاوت کے جہر میں تکلف کرنا یا اتنا جہر کہ نماز میں تشویش کا باعث بنے یا کسی کے لیے باعثِ ایذا ہو، ناجائز ہے، تو کسی اور دینی یا دنیوی موقع پر اس کی کیسے اجازت دی جاسکتی ہے۔

فی الشامیة: (قوله: فان زاد علیه أساء) وفی الزاهدی عن أبی جعفر: لو زاد علی الحاجة فهو أفضل، إلا إذا أجهد نفسه، او أذی غیره، قهستانی (ردالمحتار ۱/ ۲۹۷)۔

آیت: "وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا" کا شانِ نزول یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بہ آوازِ بلند قرأت فرماتے تو مشرکین سن کر برا بھلا کہتے تھے، اس پر یہ حکم نازل ہوا کہ معتدل آواز سے قرأت کریں تاکہ صرف صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سنیں اور مشرکین تک آواز نہ پہنچے (احسن الفتاویٰ ۳/۷۸)۔

ویسے بھی کہیں کوئی بیمار ہوتا ہے، کوئی پریشان، اس لیے زبردستی کسی کے کانوں میں آواز ڈالنا قانون کی خلاف ورزی کے ساتھ ساتھ اخلاق کے بھی خلاف ہوگا، جس کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ صحابہ کے دور کا واقعہ ملاحظہ ہو کہ ایک واعظ صاحب حضرت عائشہؓ کے مکان کے بالکل سامنے بہت بلند آواز سے وعظ کہا کرتے تھے، ظاہر ہے کہ وہ زمانہ لاؤڈ اسپیکر کا نہیں تھا، لیکن ان کی آواز بہت بلند تھی، اور اس سے حضرت عائشہؓ کی یکسوئی میں فرق آتا تھا، یہ حضرت فاروقِ اعظمؓ کی خلافت کا زمانہ تھا، اس لیے حضرت عائشہ نے حضرت عمر سے شکایت کی کہ یہ صاحب بلند آواز سے میرے گھر کے سامنے وعظ کرتے رہتے ہیں، جس سے مجھے تکلیف ہوتی ہے اور مجھے کسی اور کی آواز سنائی نہیں دیتی۔ حضرت عمر نے اُن صاحب کو پیغام بھیج کر انھیں وہاں وعظ کرنے سے منع کیا، لیکن کچھ عرصے کے بعد واعظ صاحب نے دوبارہ وہی سلسلہ پھر شروع کر دیا، حضرت عمر کو اطلاع ہوئی تو انھوں نے خود جا کر اُن صاحب کو پکڑا، اور ان پر تعزیری سزا جاری کی (اخبار مدینہ لعمر بن شبہ: ۱/ ۱۵)۔

بات صرف یہ نہیں تھی کہ حضرت عائشہؓ اپنی تکلیف کا ازالہ کرنا چاہتی تھیں، بلکہ دراصل وہ اسلامی معاشرے کے اس اصول کو واضح اور نافذ کرنا چاہتی تھیں کہ کسی کو کسی سے کوئی تکلیف نہ پہنچے، نیز یہ بتانا چاہتی تھیں کہ دین کی دعوت و تبلیغ کا پُروقار طریقہ کیا ہے؟ چنانچہ امام احمدؒ نے اپنی مسند میں روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مدینہ منورہ کے ایک واعظ کو وعظ و تبلیغ کے آداب تفصیل کے ساتھ بتائے اور ان آداب میں یہ بھی فرمایا:

اپنی آواز کو اُنھی لوگوں کی حد تک محدود رکھو جو تمھاری مجلس میں بیٹھے ہیں، اور انھیں بھی اُسی وقت تک دین کی باتیں سناؤ، جب تک ان کے چہرے تمہاری طرف متوجہ ہوں، جب وہ چہرے پھیر لیں تو تم بھی رُک جاؤ...... الخ (مجمع الزوائد ۱/ ۱۹۱ بحوالہ ذکر و فکر، ص: ۲۷)۔

☆☆☆

پانچواں باب مختصر جوابات

فضائی اور صوتی آلودگی

مفتی سعید الرحمن فاروقی قاسمی

اسلام ایک کامل ومکمل دین ہے، اس کے ہر حکم میں انسانیت کی فلاح وکامیابی موجود ہے، ہر قسم کے ضرر، فتنوں اور مشکلات سے نجات دینے والا، اس عالم کے بنانے والے خالق ومالک کی جانب سے ہر مخلوق اور مملوک کے لئے امن وسلامتی، عافیت اور راحت بخشنے والا بے مثال اور بے نظیر اللہ کا بھیجا ہوا آخری پیغام ہے۔

علم ودانائی اور باعثِ نفع اعمال وافعال کو اختیار کرنا، جہالت وضلالت اور باعثِ ضرر اشیاء سے بچنا اور بچانا ہر مؤمن کا ورثہ ہے:

"الحكمة ضالة المؤمن فحيث وجدها فهو أحق بها"۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو ہر قسم کی آلودگی، ناپاکی، کثافت سے بچنے اور بچانے کا ہر فرد کو مکلف بنایا، سب سے قیمتی نعمت انسانی جسم میں اس کا دل اور دماغ ہے، مسلمانوں پر عقیدے کی درستگی فرض ہے اور شرک کی کثافت ونجاست سے بچنا اولین ذمہ داری ہے، کلمۂ طیبہ اس کی واضح دلیل ہے۔ اور اسی لئے مشرکین کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے نجس اور ناپاک قرار دیا ہے اور اللہ کے سب سے عظیم گھر بیت اللہ اور مسجد حرام جو امن وسلامتی کا گہوارہ ہے وہاں مشرکین کو داخلہ کی اجازت نہیں دی ہے، ارشاد باری ہے:

"انما المشركون نجس فلا يقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا"۔

قلب انسانی جب تک دھڑکتا ہے، انسان زندہ رہتا ہے، اس قلب کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور شریعت نے ہر قسم کی آلودگی سے محفوظ رکھنے کا پابند بنایا ہے، اعضاء اور جوارح جو دراصل قلب ودماغ کے خادم ہیں، ان کو صحیح سمت میں باقی اور قائم رہنے اور رکھنے کے لئے انسانی قلب کی صلاح کو احادیث مبارکہ میں محور ومرکز قرار دیا ہے:

"إلا أن في الجسد لمضغة، إذا صلحت صلح الجسد كله وإذا فسدت فسد الجسد كله، ألا وهي القلب"۔

معنوی کثافتوں اور آلودگی سے بچنے کے علاوہ ظاہری نجاستوں غلاظتوں سے بچنے کا ہر مؤمن کو پابند بنایا گیا ہے، اس لئے مسجد میں جس طرح جنبی نہیں آسکتا اسی طرح ظاہری نجاستوں سے آلودہ شخص کو بھی آنے کی اجازت نہیں ہے (دلیل من حدیث)۔

پاکیزگی اور طہارت حاصل کرنے والوں، گندگیوں اور کثافتوں سے بچنے والوں کی قرآن کریم میں تعریف کی گی ہے:

"فيه رجال يحبون أن يتطهروا والله يحب المطهرين"۔

جس طرح قرآن کریم میں ان طہارتوں کا ذکر ہے احادیث مبارکہ اور اسلامی فقہ میں مستقل ابواب قائم ہیں اور ہر قسم کی آلودگی، نجاست سے بچنے کا ہر ایمان والے کو پابند بنایا گیا ہے۔

انسانی جسم وجان کے علاوہ اس کے جسم کا محافظ اور ساتر لباس ہے، مسلمانوں کو جس طرح تنزیہ واستبراء کا حکم ہے، لباس کی پاکی اور طہارت کرنے اور نجاست سے بچنے کا حکم بھی ہے، فضائی آلودگی اگر اس حد تک بڑھ جائے کہ اس کے اثرات جسم اور کپڑے پر ظاہر اور نظر آنے لگیں تو وہ کپڑا اور انسان نجس قرار پائے گا اور ان سے بچنا ضروری ہوگا۔

انسانیت کی بقا وتحفظ ہر نقصان دہ اور ہلاکت خیز چیزوں سے بچنے میں ہے، اس لئے ہر انسان کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر ہلاکت میں ڈالنے

والے عمل سے دور رہنے کا حکم دیا ہے:

"ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة" اور ہلاکت خیز چیزوں کا استعمال ان کے حق میں حرام ہے، خودکشی حرام، زہریلی اشیاء کا استعمال حرام، اور ہر ہلاکت میں ڈالنے والی صورت اور عمل سے اجتناب ہر ذی شعور پر فرض ہے، الغرض ایک مسلمان پر ہر اس عمل سے اجتناب ضروری ہے جو ہلاکت کا سبب ہو، اور جس طرح اس سے خود کو بچانا فرض اور ضروری ہے، دوسروں کے لئے ہلاکت پیدا کرنے والا عمل اور اقدام بھی جائز نہیں۔

راستہ میں کنواں کھود ڈالنا، ایذا رساں گندگیوں کو ڈالنا، دوسروں کو ضرر پہونچانے کا کوئی عمل کرنا اسلام نے ناجائز قرار دیا ہے، تھوکنا تک غیر موضوع اور اذیت پہونچانے والی جگہوں پر ممنوع ہے، مشہور روایت ہے: "النظافة من الايمان" اور یہ تمام کام خود اپنی ذات تک کے لئے محدود نہیں، بلکہ کائنات میں رہنے، بسنے والی ہر مخلوق کے لئے ہے، اس لئے ارشادِ گرامی ہے:

"لا ضرر ولا ضرار في الاسلام۔"

مؤمن کے حق میں ان چیزوں کی اہمیت اقوام عالم سے کہیں بڑھ کر ہے؛ کیونکہ اسے یہ سبق بھی دیا گیا ہے:

"لا يؤمن أحدكم حتى يحب لأخيه ما يحب لنفسه"۔

ان تفصیلات کے پیش نظر سوال (ق) کے صحیح حل اور جواب کے لئے مذکورہ چیزوں کی ہلاکت خیزیاں اور مضر اثرات کو سمجھنا ضروری ہے:

۱۔ ماہرین ماحولیات کی رائے میں 80% فیصد بجلی ایسے ایندھن سے پیدا کی جاتی ہے، جس سے فضائی آلودگی پیدا ہوتی ہے، اس لیے سب سے پہلے بجلی پیدا کرنے والے اس نظام کو قابو میں لانا ضروری ہے، تاکہ فضائی آلودگی کا ایک بڑا سبب کم سے کم یا ختم ہو سکے۔

تفصیل بالا سے یہ بات واضح ہے کہ انسانیت اور فطرت انسانی جس کی مکمل رعایت اسلام میں ہے، اس کا تقاضہ یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو فضائی آلودگی پیدا کرنے اور جاندار یا بے جان اشیاء کے لیے ضرر رساں ہو، جہاں تک ممکن ہو اس کے استعمال سے ممکنہ اجتناب کیا جائے۔

اور خاص طور سے جو لوگ بے ضرر چیزوں کا استعمال جیسے LPG گیس یا ماہرین کی رائے کے مطابق کوئی دوسرا متبادل استعمال کر سکتے ہوں انہیں محض ارزانی کے پیش نظر ایسی چیزوں کا استعمال نہ کرنا چاہیے جو ضرر رساں ہو۔

ان وضاحتوں سے ایک اہم بات یہ بھی ظاہر ہے کہ محض مذہبی رسم ورواج اور تقریبات کے مواقع پر بے جا بے تحاشہ پٹاخوں وغیرہ کثافت پیدا کرنے والی چیزوں کا بے دریغ استعمال اسلامی قوانین کے روح کے منافی اور انسانی ہمدردی کے خلاف ہے، اس لیے جس طرح شرعاً امور بالا کی رعایت ضروری ہے، ہر ذی ہوش وعقل اور انسانیت پسند پر اس کا احترام واجب ہے۔

۲۔ انتظامی امور سے متعلق قوانین کی پابندی جو اسلام کے کسی اصول اور شریعت کے مسلمہ قوانین کے خلاف نہ ہو، اس کی پابندی میں چونکہ ہر فرد کو ہر قسم کی راحت ہے، اس لیے بعض حالات میں اس کو واجب لغیرہ کا درجہ حاصل ہوگا۔

عامۃ الناس کو ایندھن کے استعمال پر پابند بتانا مشکل ہے، البتہ انتظامیہ اگر صحیح ایندھن فراہم کردے تو نسبتاً آسان اور راحت رساں بھی ہے، جہاں تک ترجیح کا سوال ہے تو وہ پہلے ہی جواب کے ضمن میں یہ بات آچکی ہے کہ ایسی ہی چیز کو ترجیح دینا چاہیے جس میں ہمارے عمل اور ذات سے کسی کو تکلیف نہ ہو "خير الناس من ينفع الناس" جس کی واضح دلیل ہے۔

۶۔ انتظامیہ اور حکومت موجودہ ترقیاتی، سائنسی دور میں قربانی اور ذبیحہ کے فاضل اجزاء کو کارآمد اور قابلِ استعمال بنا سکتی ہے، بطور خاص قربانی کے تمام اجزاء مفت حاصل کیے جا سکتے ہیں؛ کیونکہ جس طرح قربانی کا گوشت، چمڑا وغیرہ بیچنا درست نہیں ہے، اس کے کسی جز کا خریدنا، بیچنا مسلمان کے لیے جائز نہیں، اس لیے اگر حکومت، انتظامیہ یا کوئی پرائیوٹ لمیٹیڈ کمپنی توجہ دے تو بسہولت جمع کرانے کا انتظام کرا سکتی ہے اور تمام اشیاء کو نئی سائنسی ترکیبوں سے کارآمد بنا سکتی ہے، جس کی تفصیلات ماہرین سے پوشیدہ نہیں ہیں۔

جہاں تک نظافت و پاکیزگی کا سوال ہے تو مسئلہ کی نوعیت سے تقریباً پورے ملک کا ہر مسلمان واقف ہے، پاکیزگی ایمان کا حصہ ہے، پاکیزگی نصف ایمان ہے، اذیت رساں چیزوں کو راستہ سے ہٹانا ایمان کا ایک مستقل شعبہ اور حصہ ہے، اور اکیڈمی توجہ دلائے نہ دلائے ائمہ اور علماء کہتے رہتے

ہیں اور خود مسلمان اس سلسلہ میں قربانی کے مواقع پر کمیٹیاں بنا کر صاف صفائی کا نظم کرتے رہتے ہیں، اور اسی طرح مقامی انتظامیہ بھی ان مواقع پر خصوصی اور ہنگامی عملہ کا نظم کرتا ہے؛ تاکہ ان فضلات اور زائد اجزاء کی صفائی کا اہتمام ہو سکے۔

۷۔ ہر قابل ضرر چیز کا استعمال شرعاً ممنوع ہے۔ یہی حکم پلاسٹک کی ان تھیلیوں کا بھی ہے جو قابلِ ضرر ہے، حکومت وعوام مل کر اس نقصان اور آلودگی سے ماحول کو بچا سکتے ہیں۔

۸۔ کھانے پینے کی اشیاء حلال بین یا حرام بین ہیں، جن کو طیبات اور خبیثات سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں، عرب علماء حلال بین اور طیبات کے علاوہ چیزوں کو حرام بین اور خبیثات میں شمار کرتے ہیں، جمہور علماء بیڑی، سگریٹ، حقہ وغیرہ کو مکروہ قرار دیتے ہیں، یہ بات طے ہے کہ بہر حال یہ چیزیں حلال بین اور طیبات میں نہیں ہیں، اس لیے مسلمان کو اس سے دور ہی رہنا اور اس کے استعمال سے بچنا ضروری ہے، کم از کم عادی افراد کو چھوڑنے کی نیت رکھنا لازم ہے، جن مقامات پر پینے سے لوگوں کو ضرر ہو یا حکومت کی پابندی ہو وہاں سگریٹ پینے سے رکنا ایذا رسانی سے بچنے کے لیے اور حکومتی گرفت سے دور رہنے اور اپنی عزت کی حفاظت کے لیے ضروری ہے۔

۹۔ حدیث شریف میں ہے: "الحياء شعبة من الايمان" حیا اور شرم ایمان کا عظیم الشان شعبہ ہے، محدثین نے لکھا ہے کہ حیاداری ہر عمل کے بجالانے میں مفید ومعاون ہے، ہر بری حرکت سے روکنے کا سبب ہے، اس لیے اہل علم میں یہ حدیث زبان زد ہے: "إذا فاتك الحياء فافعل ماشئت"۔

ریل کی پٹریوں، عام راستوں پر گندگی، بے حیائی کے علاوہ "اماطة الأذى عن الطريق" کے تقاضے کے بھی خلاف ہے۔

زمانۂ قدیم سے دیہات میں رہنے والے لوگ رفع حاجت کے لیے آبادی سے دور لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو کر کھیت وجنگلات میں جاتے تھے، جہاں سہولت نہ ہو وہاں کم از کم بے حیائی سے بچ کر نظروں سے اوجھل ہو کر قضاء حاجت میں آج بھی کوئی حرج نہیں ہے؛ کیوں کہ اس میں کوئی فضائی آلودگی اور کثافت نہیں ہوتی، اس لیے کہ وہ فضلہ ہوا، سورج کی توانائی اور زمین کی کشش میں تحلیل ہو جاتی ہے۔

گندے پانی، اور فضلات کھلی نالیوں میں بہائے جانے کے سلسلہ میں ان تمام باتوں کو ملحوظ رکھا جائے جو طہارت و پاکیزگی کی شرعی ہدایات تمہید میں گذر چکی ہیں۔

۱۰۔ جس گندگی کی وجہ سے مہلک بیماریاں پیدا ہوں، جیسے .T.B وغیرہ اس میں جس درجہ کا خطرہ ہو اسی اعتبار سے شرعی پابندی بھی ہے، انتظامات میں حکومت کا تعاون اخلاقی فرض ہے، اس لیے کسی شخص کو ایسے مقامات پر شرعاً تھوکنے، گندگی پیدا کرنے کی اجازت نہیں، جو لوگوں کا رہ گذر ہو یا ایسی جگہ جہاں سے لوگوں کو ضرر پہونچ سکتا ہو۔

۱۱۔ ضرورت سے زیادہ کسی چیز کا استعمال پسندیدہ نہیں ہے، البتہ ضرورت کی تعیین ایک اہم اور اضافی چیز ہے، جو افراد واشخاص کے اعتبار سے علیحدہ علیحدہ ہیں۔

سوال میں مذکور تمام چیزیں بہر حال مضر نہیں ہیں اس لیے اس سلسلہ میں ماہرین کی رائے کا احترام کرنا چاہیے۔

۱۲۔ محض دنیاوی مال وزر کے حصول کی خاطر باغات اور سرسبز علاقوں کو بنجر زمین میں تبدیل کر کے آبادی اور مکانات کے لئے پلاننگ کرنا انسانی قدروں کے خلاف اور شریعت اسلامی کی روح کے منافی ہے، لہذا ایسی پلاننگ جن سے ضرر اور آلودگی کا اندیشہ ہو، اور پورے علاقے کے لئے نقصاندہ ثابت ہو سکتی ہو تو وہ عقلاً بھی خلاف مقصد ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالی کی قدرت، مردہ زمین کو زندہ کرنا، سبزہ زار بنانا وغیرہ کا بار بار ذکر ہے، جس سے اتنا سمجھنا مشکل نہیں کہ ہریالی اور اشجار وغیرہ قدرت الٰہی کی دین ہے، اس لئے بلاشبہ یہ اللہ تبارک وتعالی کی ایک بے مثال نعمت ہے، جس کا شکر اس کی قدر سے وابستہ ہے، اور بلاضرورت اسے ختم کر دینا ایک طرح کی ناشکری ہے، اس لئے بلاضرورت اشجار و باغات کو ختم کر کے محض حصول مال وزر کے لئے پلاننگ کرنے کی ممانعت ہونی چاہئے۔

محدثین وفقہاء کرام نے مردہ زمین کو زندہ کرنے کی اہمیت پر مستقل ابواب قائم کئے ہیں، نیز متعدد احادیث میں اشجار لگانے کی فضیلت، کاٹنے

اور ختم کرنے پر وعید بھی وارد ہوئی ہے۔

امام مسلمؒ نے اشجار اور پودا لگانے کی فضیلت کے بارے میں مستقل باب قائم فرمایا ہے، جس میں حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''مسلمان کوئی پودا لگائے پھر اس سے کوئی انسان یا جانور یا پرندہ کھالے تو اس پودا لگانے والے کے لئے صدقہ کا ثواب ہوگا''۔

ایک رویت میں ہے کہ قیامت تک اس کو ثواب ملتا رہے گا (صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب فی فضل الغرس والزرع)۔

جب کہ وعید کے سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن حبشیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص کسی بیری کے درخت کو کاٹے گا، اللہ تعالیٰ جہنم میں اس کے سر کو اوندھا کر دے گا'' (سنن ابی داؤد)۔

مذکورہ بالا روایات سے شریعت اسلامی کی نظر میں سبزہ اور اشجار کی اہمیت اور ضرورت واضح ہوتی ہے، اس لئے بلا ضرورت اشجار و باغات کو ختم کرکے پلاٹنگ کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

صوتی آلودگی:

اعتدال اور میانہ روی اسلام نے ہر عمل اور ہر قول میں سکھایا اور پسند کیا ہے، رفتار، گفتار غرض ہر وہ چیز جو انسانی زندگی سے متعلق ہے ان سب میں ''خير الأمور أوساطها'' کی تعلیم دی ہے۔ شور شرابے سے بچنے اور آواز کو قابو میں رکھنے کے لئے ارشاد باری ہے:

"واقصد في مشيك واغضض من صوتك" (سورۃ لقمان: ۱۹)۔

شور شرابے اور ضرورت سے زیادہ بڑھی ہوئی نامناسب اور ناپسندیدہ آواز کو اللہ پاک نے صوت الحمیر قرار دیا ہے:

"إن أنكر الأصوات لصوت الحمير"۔

شیخینؓ کا مشہور واقعہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جہوری الصوت ذات گرامی حضرت عمر فاروقؓ کو اپنی آواز کم کرنے اور اعتدال پر لانے کا حکم دیا، جبکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنی آواز قدرے بلند کرنے کا مشورہ دیا، تاکہ اعتدال و توازن باقی و قائم ہوسکے۔

انسانی اعضاء و جوارح جن مختلف ضروریات کے لئے پیدا کیے گئے ہیں وہ اپنی اپنی حدود میں محدود ہیں، آنکھوں کی حدیں متعین ہیں، اس لیے تحمل سے زیادہ آنکھوں سے کام لینا درست نہیں ''إن لعينك عليك حقاً''۔ حدیث شریف میں ''إن لجسدك عليك حقاً'' کا جملہ بھی مشیر ہے کہ جسم کے سارے اعضاء کی رعایت ضروری ہے۔

صوتی آلودگی کے سوالنامے کا اصولی اور واضح جواب یہ ہے کہ:

مشینوں کی گڑگڑاہٹ ہو، یا باجوں و گانوں کی لہراتی ہوئی آواز ہو، ڈھولک یا سارنگی کے تار ہوں، یا طبلہ طبلچہ، پاور لوم کی کھٹ پٹ ہو، یا توڑے ہوئے سائیلینسر کی غیر مہذب بگڑی ہوئی آواز، خاص مواقع اور تقاریب میں ناچ گانے کی مکروہ آوازیں ہوں یا پٹاخوں کی گھن گرج، جس شکل میں جو بھی صورت ہو انسانی سکون کے لیے مضر اور باعث اضطراب و بے چینی ہے، اور جب ماہرین کی اور محققین کی رائے یہ ہو کہ ان سے پورے جسم انسانی کا نظام خراب و برباد ہونے کا اندیشہ ہے تو ایسے امور کی قباحت و ممانعت میں کیا شبہ ہے، نیز جب اسلام میں دوسرے کے سکون میں خلل ڈالنے والی آواز سے تلاوت کی اجازت نہیں تو پھر کتاب اللہ کے سوا دوسری آوازوں اور صوتی آلودگی پیدا کرنے والی صورتوں کی کیونکر اجازت ہوسکتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

☆☆☆

فضائی وصوتی آلودگی سے متعلق سوالات کے جوابات

مفتی جمیل احمد نذیری[1]

۱۔ ایسے وسائل استعمال کرنے پر قادر شخص کے لئے آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال اس وقت درست نہ ہوگا جبکہ اجتماعی ضرر شدید کا اندیشہ ہو، اور غالب درجہ میں ہو۔

قاعدہ فقہیہ ہے: ''الضرر یزال، أصلها قوله علیه الصلوة والسلام: لا ضرر ولا ضرار۔ اخرجه المالك فی المؤطا عن عمرو بن یحیی عن أبیه مرسلا الخ'' (الاشباہ: الفن الاول فی القواعد الکلیة، ص/ ۲۰۵)۔

''یتحمل الضرر الخاص لأجل دفع الضرر العام'' (کتاب مذکور، ص/ ۲۱۲)۔

۲۔ کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کو ترجیح دینا اولی ہوگا، اور اگر حکومت کی طرف سے کسی خاص قسم کی گاڑی کے لئے کوئی ایندھن انہیں وجوہ سے ممنوع ہو، تو اس کی پابندی لازما کرنی چاہئے، حوالہ جات جواب نمبر ۱ کے تحت گذرے۔

۳۔ جن جگہوں پر استعمال کی ممانعت ہو، وہاں استعمال نہ کرنا اس وقت ضروری ہوگا جب ضرر شدید کا قوی اندیشہ ہو۔

۴۔ صاحب استطاعت اشخاص وادارے جہاں ہیں، وہاں اگر یہ سہولت فراہم ہو تو صاحب استطاعت اشخاص وادارے شمسی توانائی استعمال کرسکتے ہیں مگر مستحسن ہونا احقر کو سمجھ میں نہیں آیا؛ کیونکہ بجلی کے ذریعہ کوئی قابل ذکر آلودگی سمجھ میں نہیں آئی، سوائے مہنگا اور سستا ہونے کے۔

۵۔ ایسے قوانین کی خلاف ورزی درست نہ ہوگی۔

۶۔ خود ذبح کرنے والے ایسے انتظامات کریں جن سے ان فضلات واجزاء سے کوئی تعفن پیدا نہ ہو، مثلاً گڈھے کھود کر ان میں ڈلوا دینا، نمک وغیرہ ان میں ڈلوا دینا، تاکہ وہ فضلات واجزاء جلد از جلد گل سڑ کر مٹی میں تحلیل ہو جائیں، گھر اور گھر کے باہر اچھی طرح صفائی کرنا اور کرانا، اس طرح کی چیزوں کو ادھر ادھر گلی کوچوں میں نہ پھینکنا، اور حکومت ان کاموں میں مدد کرے، اور جہاں تک ہو سکے خود گڈھے کھدوائے، تعفن وغیرہ پیدا ہونے سے بچانے کے لئے گلی کوچوں اور گڈھوں میں دوا چھڑکوائے۔

۷۔ نہیں استعمال کرنا چاہئے۔

۸۔ اولاً تو سگریٹ نوشی وغیرہ نہیں کرنی چاہئے، اور کرنے والے اس کے لئے بنائی گئی مخصوص جگہ پر ہی کریں۔

۹۔ جو جگہیں عوام کے انتفاع اور استفادہ کے لئے ہیں، یا جن جگہوں پر اس طرح کے کام سے عام لوگوں کو یا جس کی جگہ ہے اس کو نقصان پہنچتا ہے، اور اگر اس سے اجازت لی جائے تو اجازت نہ دے، وہاں ایسے کام شرعاً جائز نہ ہوں گے، ایسی جگہوں پر ممانعت کے لئے بطور نظیر یہ احادیث کافی ہیں:

''عن معاذ بن جبل قال: قال رسول اللہ ﷺ: اتقوا الملاعن الثلاثة: البراز فی الموارد وقارعة الطریق والظل'' (سنن ابوداؤد، باب المواضع التی نهی عن البول فیها) (حضرت معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد

[1] مہتمم جامعہ عربیہ عین الاسلام نوادہ مبارکپور، اعظم گڑھ۔

فرمایا: تین قابل لعنت چیزوں یعنی گھاٹ، راستے اور سایہ حاصل کرنے والی جگہوں پر بول و براز کرنے سے بچو)۔

شارحین نے لکھا ہے کہ سردی کے موسم میں لوگوں کے دھوپ کھانے کی جگہ بھی اسی میں شامل ہے۔

''عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ قال: اتقوا اللاعنين: قالوا: وما اللاعنان يا رسول الله؟ قال: الناس يتخلى في طريق الناس أو في ظلهم'' (کتاب مذکورہ واخرجہ مسلم ایضا)

(حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو قابل لعنت چیزوں سے بچو، صحابہؓ نے عرض کیا: وہ قابل لعنت چیزیں کون ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو آدمی لوگوں کے راستے اور گزرنے کی جگہ میں یا لوگوں کے سایہ حاصل کرنے کی جگہ میں پاخانہ کرے)۔

کیونکہ جب کوئی اس جگہ آئے گا اور پاخانہ دیکھے گا تو پاخانہ کرنے والے کو لعنت ملامت ضرور کرے گا کہ کس نے اس جگہ کو گندا کیا ہے۔

ان احادیث سے مجموعی طور پر علت مستفاد ہوتی ہے کہ جو جگہیں عوام کے انتفاع کے لئے مخصوص ہوں یا مخصوص سمجھی جاتی ہوں، انہیں گندگی اور نجاست سے آلودہ کرنا شرعا جائز نہیں۔

۱۰۔ ضرور عمل کرنا چاہئے۔

۱۱۔ ایسی چیزوں کا شرعی حدود میں استعمال جائز ہے، اور ضرورت سے زیادہ استعمال جو کہ انہماک واستغراق بن جائے، ضرر بن جائے، بالکل جائز نہیں، قاعدہ فقہیہ ہے: ''الضرر یزال'' نیز حدیث ہے: ''لاضرر ولا ضرار'' (الاشباہ والنظائر فی القواعد الکلیہ/ص ۳۰۵، قواعد الفقہ/ص ۱۰۶)

رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ''من حسن إسلام المرء ترك ما لا يعنيه'' (ترمذی ۲/ ۵۸)

(آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ لایعنی اور بے فائدہ چیزوں کو چھوڑ دے)۔

۱۲۔الف: بلاضرورت اگر جنگلوں کو کاٹا جائے اور صرف زیادہ سے زیادہ پیسوں کے حصول کے لئے کھیتوں کو پلاٹ بنا کر آبادیوں کو بسایا جائے تو جائز نہیں، لیکن اگر انسانی آبادی کی کثرت کی وجہ سے بستیاں بسانے کے لئے، مکان فراہم کرنے کے لئے جنگلوں کو کاٹا جائے اور کھیتوں کو پلاٹ بنایا جائے تو جائز ہے؛ کیونکہ ساری کائنات انسانوں کے انتفاع کے لئے ہی بنائی گئی ہے۔

"وسخر لكم ما في السموات وما في الأرض" (سورۂ لقمان:۲۰)

(اللہ نے وہ ساری چیزیں تابع کردی ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں)۔

حدیث نبوی ﷺ ہے: ''إن الدنيا خلقت لكم وإنكم خلقتم للآخرة'' (تنبيه الغافلين للسمرقندی)

(بے شک دنیا تمہارے لئے پیدا کی گئی ہے اور تم آخرت کے لئے پیدا کئے گئے ہو)۔

ب: اسلام میں درخت لگانے اور کاشت کاری کی کیا اہمت ہے؟ درج ذیل احادیث نبویہ سے اس کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے:

''عن أنس بن مالك قال: قال رسول الله ﷺ: ما من مسلم يغرس غرسا أو يزرع زرعا فيأكل منه طير أو إنسان أو بهيمة إلا كان له به صدقة'' (صحیح بخاری، باب فضل الزرع والغرس حدیث: ۲۳۲۰)

(حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو کوئی مسلمان کوئی پودا لگائے، یا کسی قسم کی کھیتی کرے پس اس سے کوئی چڑیا یا انسان یا جانور کھائے تو یہ اس کے لئے صدقہ ہے)۔

''عن أنس بن مالك عن النبي ﷺ قال: ما من مسلم غرس غرسا فأكل منه إنسان أو دابة كان له به صدقة'' (صحیح بخاری، باب رحمۃ الناس والبهائم، حدیث: ۶۰۱۲) (حضرت انس بن مالکؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی مسلمان کسی قسم کا کوئی پودا لگائے پس اسے کوئی انسان یا جانور کھائے تو وہ اس کے لئے صدقہ ہے)۔

''عن جابر قال: قال رسول الله ﷺ: ما من مسلم يغرس غرسا إلا كان ما أكل منه صدقة وما سرق منه له

صدقة وما أكل السبع منه فهو له صدقة وما أكلت الطير فهو له صدقة ولا يرزؤه أحد إلا كان له صدقة'' (صحيح مسلم، باب فضل الغرس والزرع، حديث:۴۰۵۰، نيز سنن ترمذی ،باب فضل الغرس ،حديث :۱۳۸۲، مشكوة المصابيح ،باب فضل الصدقة)

(حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو مسلمان کسی طرح کا کوئی پودا لگائے تو وہ اس کی طرف سے صدقہ ہوتا ہے، اگر اس میں سے کچھ کھایا گیا تو وہ صدقہ ہے، اس میں سے کچھ چرالیا گیا تو وہ صدقہ ہے اور جو کسی درندے نے کھایا ہو تو وہ صدقہ ہے، اور جو کسی چڑیا نے کھایا ہو تو وہ صدقہ ہے، اور کوئی بھی اس کو لیتا یا کم کرتا ہے تو وہ اس کے لئے صدقہ ہے)۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ خواہ کسی قسم کا درخت لگائے، کسی طرح کی کھیتی کرے، خواہ انسانوں کے کام کی ہو یا چرند و پرند یہاں تک درند و بہائم کے کام کی ہو، سب کی سب کھیتی کرنے والے اور درخت لگانے والے کے لئے صدقہ کا اجر وثواب رکھتی ہے۔

صوتی آلودگی:

۱۔ حکومت کو اس ہدایت پر عمل کرنا چاہئے، قاعدہ فقہیہ ہے:

''يتحمل الضرر الخاص لاجل دفع الضرر العام'' (الاشباہ / ۳۱۲)، نیز ''الضرر يزال''۔

۲۔ ایسا نہیں کرنا چاہئے (حوالے جواب نمبر ۱ میں گزرے)۔

۳۔ ہر طرح حرام ہے، کما لا یخفی۔

۴۔ حکومت کے ان قوانین کی پابندی کرنی چاہئے (حوالہ جات جواب نمبر ۱ میں گزرے)۔

☆☆☆

فضائی اور صوتی آلودگی

مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی[1]

ا۔کم دھواں پیدا کرنے والے گیس اور بجلی کا استعمال؟

لکڑی، کوئلہ اور گوبر کے اپلوں کو سلگانے میں آنکھیں سلگا کر، آنسو بہا کر کوئی پکوان تیار کرنا نہیں چاہتا، اسی واسطے شہر و دیہات میں ۹۰ فیصد گیس اور بجلی کا استعمال عام ہو چکا ہے۔ اب معمولاً کچھ مہنگی بھی ہو تب بھی ان کا استعمال درست ہی نہیں بلکہ الضرر یزال کے قاعدۂ فقہیہ کے تحت مستحسن ہے۔

۲۔کم دھواں خارج کرنے والے گیس کا استعمال موٹر گاڑیوں میں؟

حکومت ڈیزل کے استعمال پر پابندی عائد کردے تو شرعاً اس کی خلاف ورزی ناجائز ہے، بشرطیکہ اس کا دوسرا متبادل موجود ہو۔

۳۔ڈیزل اور مٹی کے تیل کے جنریٹر کا استعمال؟

جہاں قابل برداشت قیمت پر پٹرول اور گیس کی سہولت مہیا ہو وہاں اس کا استعمال واجب ہونا چاہئے۔

۴۔شمسی توانائی کا استعمال؟

روشنی اور دیگر ضروریات میں سولر لائٹ کا استعمال ہی مستحب ہے، خواہ کچھ زیادہ رقم خرچ کرنی پڑے۔

''یتحمل الضرر الخاص لأجل دفع الضرر العام'' جھولا چھاپ ڈاکٹر کو علاج سے روکنا اس کی نظیر ہے (الأشباہ والنظائر لابن نجیم، ص۸۷)۔

۵۔کارخانوں اور چمنیوں میں زیادہ دھواں پیدا کرنے والے ایندھن وصنعتی فضلات کا حکم؟

حکومت ان کے استعمال پر پابندی عائد کرے یا نہ کرے؟ اگر اس سے ضرر لاحق ہو تو متاثر افراد کو ہرجانہ دینا واجب ہے۔ کارخانہ چلانے کی مجبوری دوسرے کی حفظان صحت کے حق کو ختم نہیں کرسکتی۔ الاضطرار لا یبطل حق الغیر۔ جیسے لوہار کی بھٹی کی چنگاری دوسرے کا کپڑا جلادے تو لوہار کو تاوان دینا پڑے گا (قاموس الفقہ ۴/ ۳۱۳، فتاویٰ قاضی خاں ۳/ ۴۵۹)۔

۶۔جانوروں کے فضلات کھلی جگہ پھینک دینے کا حکم اور حکومت کی ذمہ داری؟

جانوروں کے فضلات کو کھلی جگہ پھینک دینا شرعاً ناجائز ہے۔ عوام کی شرعی ذمہ داری ہے کہ وہ کہیں دفن کریں، اور حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسی جگہ مخصوص کرے جہاں فضلات کو ڈال کر دوا کے ذریعہ فضلات کو تحلیل اور بعض کو دفن کیا جاسکے۔

۷۔سامان کی پیکنگ میں پلاسٹک کی تھیلیوں کا استعمال؟

اصل یہ ہے کہ حکومت، محکمۂ حفظان صحت پلاسٹک بنانے والوں پر پابندی لگائے اور خلاف ورزی کرنے والے پر معقول جرمانہ عائد کرے، اس طرح عوام اس کے استعمال سے خودہی رک جائیں گے۔ اس کا مناسب بدل فراہم نہ ہونے کی صورت میں اس کا استعمال مکروہ ہے۔

---

[1] شیخ الحدیث مدرسہ امداد الاسلام میرٹھ یوپی۔

۸۔ سگریٹ، بیڑی، حقہ پینا، نہ حرام ہے نہ مکروہ تحریمی۔ اس میں سکر یا فتر کی کیفیت نہیں پائی جاتی، البتہ یہ مکروہ تنزیہی ضرور ہے، جیسا کہ شامی نے شیخ ابوالسعود سے نقل کیا ہے۔ شیخ علی جھوری مالکی، شیخ عبدالغنی نابلسی نے اس کے جواز پر مستقل رسالہ ''الصلح بین الاخوان فی اباحۃ شرب الدخان'' لکھا ہے (ردالمحتار ۵/۹۶، ۲۹۵)۔

موجودہ عرب علماء اگرچہ حرام کہتے ہیں لیکن ڈاکٹر وہبہ زحیلی کا رجحان اباحت کی طرف ہے (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۶/۱۶۷، قاموس الفقہ ۳/۴۰۸)۔

۹۔ کھیت میں رفع حاجت، ریلوے اسٹیشن، بس اسٹینڈ کے کھلے مقامات پر پیشاب اور گندگی کھلی نالیوں میں بہادینا؟

آبادی سے فاصلہ پر کھیت میں رفع حاجت کرنا درست ہے۔ گاؤں کی آبادی میں اس کا عام رواج ہے، دور نبوت میں بھی آبادی سے باہر مقامات میں پردے کی جگہ پر قضا حاجت عام معمول تھا۔ بیت الخلاء کا استعمال بھی ہوتا تھا جیسا کہ صحاح ستہ میں ہے، البتہ اسلام نظافت پسند مذہب ہے، اس لئے اس نے کھلی جگہوں پر گندگی ڈالنے اور نالیوں میں بہانے کو ایمان کا ادنیٰ درجہ بتایا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''الإیمان بضع وسبعون شعبةً أفضلها قول لا إله إلا الله وأدناها إماطة الأذى عن الطريق'' (رواه الستہ)

(یعنی ایمان کے ستر سے بھی زیادہ شعبے ہیں، سب سے افضل لا الہ الا اللہ ہے اور سب سے ادنیٰ درجہ راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹادینا ہے)۔

امام منذری فرماتے ہیں: ''والمراد بالأذى كل مايؤذي المار كالحجر والشوكة والعظم والنجاسة ونحوذلك'' (الترغیب والترهیب للمنذری / ص۵۲۶، فاروقیہ دہلی) (تکلیف دہ چیز کو ہٹادینے سے مراد یہ ہے کو چیز بھی گذرنے والے کے لئے تکلیف دہ ہو جیسے پتھر، کانٹا، ہڈی، نجاست گندگی وغیرہ)۔ معلوم ہوا کہ ان باتوں سے پرہیز لازم ہے۔

۱۰۔ سڑک اور عوامی مقامات پر تھوکنا، اور حکومت یا صفائی محکمہ کی طرف سے جاری حکم پر عمل کرنا کس درجہ میں مطلوب ہے؟

عوامی مقامات اور عام گزرگاہوں پر تھوکنا اسلامی آداب کے خلاف ہے۔ متعلقہ ادارے کی ہدایت پر عمل کرنا مستحسن ہے۔

۱۱۔ مختلف مشینی اشیاء: فریج، واشنگ مشین، ایرکنڈیشن، ٹی وی، موبائل کی مضر صحت شعاعوں کے پیش نظر استعمال کس درجہ درست ہے؟

صرف ضرورت کی حد تک درست ہے۔ اس سے زیادہ استعمال ناجائز ہے۔ اللہ کا حکم ہے:

''وأقیموا الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان'' (سورۂ رحمن) (اعتدال کے ساتھ بیلینس و توازن قائم رکھو، اور توازن کو مت توڑو)۔

۱۲۔ الف: بلاضرورت جنگلات کو کاٹنا اور کھیتوں پر پلاٹ بنا کر آبادی بسانا کیسا ہے؟

لوگوں کو اس کی ضرورت ہو تو جائز ہے ورنہ ناجائز ہے۔

(ب) اسلام کی نظر میں شجرکاری اور کاشتکاری کی کیا اہمیت ہے؟

''عن انس أن رسول الله ﷺ قال: ما من مسلم يغرس غرسًا أو يزرع زرعاً فيأكل منه طير أو إنسان إلا كان له به صدقه'' (رواه البخاری ومسلم والترمذی)

(کوئی مسلمان ایسا نہیں جو شجرکاری یا کاشتکاری کرتا ہو اور اس کے پھل یا غلہ کو کوئی پرندہ یا کوئی انسان کھاتا ہو مگر یہ اس کے لئے صدقہ ہے)۔ عام پیڑ پودے بھی اسی درجہ میں ہیں؛ کیونکہ اس سے فضائی آلودگی کی صفائی اور بارش وغیرہ کا تعلق ہے، جس سے عام مخلوق کو نفع ہوتا ہے، لہٰذا حدیث کے مطابق ''خیر الناس من ینفع الناس'' (لوگوں میں سب سے اچھا وہ شخص ہے جو عام لوگوں کو نفع پہنچائے) کا وہ بہترین مصداق ہے۔

صوتی آلودگی:

۱۔ پرشور مشینوں کو آبادی سے باہر لگانے کی حکومت کی ہدایت؟

یہ ہدایت واجب التعمیل ہے؛ کیونکہ آواز کا غیر معتدل شور مضرِ صحت ہونے کے ساتھ لوگوں کی راحت میں خلل کا سبب ہے جو شریعت میں ممنوع ہے۔

۲۔گاڑیوں اور ایمبولینس کے تیز ہارن کا کیا حکم ہے؟

معتدل آواز کے ہارن کا استعمال مناسب ہے۔اسلام میں تو حد سے زیادہ تیز انسانی آواز کو بھی سخت مکروہ قرار دیا گیا ہے۔

"واغضض من صوتك إن أنكر الأصوات لصوت الحمير"(سورۂ لقمان: ۱۹) (اپنی آواز پست رکھو؛ کیونکہ سب سے زیادہ مکروہ آواز گدھے کی آواز ہے)،البتہ ایمرجنسی میں تیز ہارن کا استعمال درست ہے۔

۳۔تقریبات میں D.J کا استعمال حرام ہے،یہ مزامیر الشیطان میں داخل ہے اور دوسرے کئی حرام کاریوں کو فروغ دینے کا سبب ہے۔لوگوں کی سماعت کے لئے سخت نقصان دہ اور بے آرامی کا ذریعہ ہے۔حکومت کو اس پر پابندی لگانی چاہئے۔

۴۔مذہبی،سیاسی جلسوں اور مشاعروں میں ساؤنڈ بکس کس سسٹم کے اور کتنے ہونے چاہئیں؟خلاف ورزی کا کیا حکم ہے؟

صرف جلسہ اور مشاعرہ گاہ تک ہی ساؤنڈ بکس ہوں اور ان کو ضرورت کے مطابق رکھا جائے۔پروگرام ۱۱ بجے رات تک ختم کردیا جائے،شریعت میں رات بھر کے جلسے کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔اس طرح گلا پھاڑ کر بولنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔حضرت عائشہؓ نے چلا کر وعظ کہنے والے کو منع فرمادیا تھا۔خلاف ورزی پر حکومت یا سوسائٹی تادیبی کارروائی کرسکتی ہے۔

☆☆☆

فضائی اور صوتی آلودگی

مفتی عبدالمنان[1]

۱۔ عام طور پر پکوان میں ایندھن کے طور پر لکڑی، کوئلہ، گوبر، گیس اور بجلی کا استعمال ہوتا ہے، ان میں بعض چیزیں دھواں چھوڑنے والی ہیں، جن سے ماحول آلودہ ہوتا ہے اور بعض دھواں پیدا نہیں کرتیں، لیکن ممکن ہے کہ وہ نسبتاً مہنگی ہوں، تو جو شخص ایسے وسائل استعمال کرنے پر قادر ہو، اس کے لئے ارزاں ہونے کی وجہ سے آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال درست تو ہوگا لیکن اجتماعی ضرر پیدا ہونے کی وجہ سے آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال نہ کرنا بہتر ہے، جواز تو اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "قل لا أجد فيما أوحي إلي محرما" میں داخل نہیں ہے، جب ممانعت کے اندر داخل نہیں تو عدم جواز کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اور جواز ومباح کے درجہ میں ان اشیاء کا استعمال ہر ایک کے لئے درست ہوگا، یہ الگ بات ہے کہ اجتماعی ضرر کو دفع کرنا بھی لازم ہے، الضرر یزال کے ضابطہ کی بنیاد پر اس بات کا خیال رکھنا حتی الامکان صاحب ثروت کے لئے مناسب ہوگا کہ اجتماعی ضرر کو دفع کرنے کے لئے آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال نہ کریں، یہ آلودگی عموماً شہر میں زیادہ ہوتی ہے، چونکہ شہر میں آبادی کی کثرت، پکوان کی بھی کثرت اور درخت و پیڑ بھی کم ہوتا ہے، لہذا فضا کی کثافت زیادہ ہوتی ہے اور عموماً شہر کے لوگ صاحب ثروت ہوتے ہیں، لہذا ایسے لوگوں کے لئے کم دھواں والا ایندھن کا استعمال مناسب وبہتر ہے؛ تاکہ فضائی آلودگی سے بچا جا سکے اگرچہ شہر میں کچھ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو مزدوری کر کے زندگی بسر کرتے ہیں، یا کم حیثیت کے لوگ بھی ہوتے ہیں، ایسے لوگوں کے لئے مہنگے ایندھن کا استعمال گراں گزرتا ہے، لہذا وہ اپنی حیثیت کے مطابق ایندھن کا استعمال کر سکتے ہیں، اسی طرح گاؤں اور دیہات میں آبادی بھی شہر سے کم ہوتی ہے، نیز گاؤں میں درخت اور کھیتی کی کثرت ہے جو فضا کی کثافت کو دور کرنے میں مددگار ہوتی ہے، لہذا دیہات میں عام ایندھن کا استعمال اتنا پریشانی کا باعث نہیں ہے، اور وہ چاہیں تو سہولت سے مہنگے ایندھن کا استعمال بھی کر سکتے ہیں، تاکہ اجتماعی ضرر کو دور کرنے کی جو فضیلت ہے اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرے، ان کے لئے کم دھواں والا ایندھن استعمال کرنا مستحب ہوگا، چونکہ اللہ تعالیٰ نے دولت کی نعمت عطا فرمائی ہے تو اس نعمت کا اظہار کرنا بھی شرعاً مطلوب ہے، حدیث میں ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا جس پر بوسیدہ لباس تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے سوال کیا ان کی مالی حیثیت کے بارے میں، تو انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہر طرح کی نعمت عطا فرمائی ہے، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "إن الله يحب أن يرى أثر نعمته على العبد" (مشکوۃ ثانی) کہ بندہ اپنی حیثیت کے مطابق زندگی بسر کرے یعنی نعمت کا اظہار کرے، یہ اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے، لہذا صاحب ثروت حضرات کے لئے کم دھواں والا ایندھن اگرچہ مہنگا ہی کیوں نہ ہو استعمال کرنا افضل ہوگا۔

۲۔ فضائی آلودگی کا ایک سبب دھواں ہے، لیکن گاڑی کے لئے ایندھن مطلوب ہے، یہ ایندھن ڈیزل، پٹرول اور کئی قسم کی گیسوں کی شکل میں قابل استعمال ہوتا ہے اور اب اس میدان میں بھی شمسی توانائی کو قابل استعمال بنانے کی کوشش کی جارہی ہے، ڈیزل میں بہت زیادہ، اس سے کم پٹرول میں اور اس سے بھی کم گیس میں دھواں خارج ہوتا ہے، ایسی صورت میں حکومت کی طرف سے ڈیزل کے استعمال کی ممانعت کردی جائے، یا کسی خاص گاڑی کے لئے گیس ہی کے استعمال کو لازم کردیا جائے تو عوام کے لئے اس پر عمل کرنا قانوناً ضروری ہے، فضائی آلودگی سے بچنا ہر مذہب اور ہر قسم کے افراد کے لئے صحت کا ضامن ہے، لہذا سرکاری قانون کی خلاف ورزی پر اگر کوئی ایکشن متعین ہے جیسے گاڑی کا لائسنس رد کردیا جائے یا مالی جرمانہ عائد کیا جائے یا قید کی سزا وغیرہ، تو ایسی صورت میں ذلت ورسوائی کے یقینی ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی انکم بند ہونا بھی یقینی ہے، اس رسوائی سے بچنا شرعاً لازم ہے، حدیث شریف میں ہے: "لا ينبغي للمؤمن أن يذل نفسه"۔ اس وقت سرکاری قانون پر عمل کرنا

[1] مفتی دار الحدیث، پرمائی وٹی، نوگاؤں، آسام۔

بھی شرعاً لازم ہوگا، اگر سرکار کی طرف سے کوئی تعزیری سزا متعین نہ ہو صرف ہدایت ہو تو ایسی صورت میں لوگوں کو ضرر سے بچانا اور ماحول کو پاک وصاف رکھنے کے لئے کم آلودگی والا ایندھن استعمال کرنے جبکہ اس کی مالی حیثیت کے موافق بھی ہو تو بہتر وافضل قرار دیا جائے گا۔

۳- روشنی کے حصول کے لئے اس وقت جو ذریعہ استعمال کیا جاتا ہے، وہ بنیادی طور پر الیکٹرک اور اس کے نہ ہونے کی صورت میں جنریٹر ہے، جنریٹر مٹی کے تیل سے بھی چلتا ہے اور ڈیزل، پٹرول اور گیس سے بھی، مٹی کے تیل اور ڈیزل سے چلنے والے جنریٹر بہت زیادہ دھواں چھوڑتے ہیں، اور بہت سی جگہوں پر حکومت کی طرف سے اس کے استعمال کی ممانعت بھی ہوتی ہے، ایسی صورت میں شرعاً کم دھواں پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال ایکشن کی صورت میں واجب ہوگا ورنہ استحباب کا درجہ رہے گا۔

۴- ایندھن کے مذکورہ وسائل کے ساتھ ساتھ اس وقت شمسی توانائی کا استعمال کافی بڑھ رہا ہے، حکومت بھی اس کے لئے بعض سہولتیں فراہم کررہی ہیں، اس میں ایک بار ضرور خطیر رقم خرچ ہوتی ہے؛ لیکن آئندہ وہ برقی بل سے بچ جاتا ہے، شرعی نقطہ نظر سے صاحب استطاعت افراد واشخاص، مساجد ومدارس اور اداروں کے لئے آلودگی سے محفوظ اس توانائی کا استعمال مستحسن عمل ہوگا۔

۵- صنعتی ترقی کے اس دور میں چھوٹے بڑے کارخانوں کی بہتات ہے اور یہ یقیناً موجودہ دور کی ایک ضرورت ہیں؛ لیکن کارخانوں میں جو ایندھن استعمال کیا جاتا ہے وہ بہت دھواں پیدا کرنے والا ہوتا ہے، اور جو صنعتی فضلات باہر پھینکے یا بہائے جاتے ہیں وہ فضائی آلودگی پیدا کرتے ہیں، اس لئے حکومت نے اس کے لئے کئی قوانین بھی بنائے ہیں، کہ کارخانے آبادیوں سے باہر ہوں، ان کی چمنیوں کو ایک خاص سطح تک اونچا رکھا جائے، کم سے کم ایسا ایندھن استعمال کیا جائے، جو آلودگی پیدا کرنے کا باعث نہ ہو اور فضلات کو تحلیل کرنے کی تدبیر اختیار کی جائے، یہ قوانین انسانی بھلائی کے ہی نقطہ نظر سے بنائے گئے ہیں تو شرعاً ایسے قوانین کی خلاف ورزی کرنا کراہت سے خالی نہیں ہوگا، چونکہ لوگوں کو ضرر سے بچانے اور ماحول کو پاک وصاف رکھنے کے لئے کوشاں ہونا ایک مستحب عمل ہے، لہذا اس کی خلاف ورزی کرنا مکروہ ہوگا۔

۶- انسانی خوراک کا ایک اہم حصہ جانور ہیں، جن سے لحمی غذا حاصل کی جاتی ہے، جانور کے قابل استعمال اجزاء کے حاصل کرنے کے بعد بعض اجزاء جیسے خون، اوجھڑی وغیرہ ضائع کردی جاتی ہیں، بمقابلہ نباتات کے جانوروں میں جلد تعفن پیدا ہوجاتا ہے اور یہ بہت تیزی سے فضا کو آلودہ کرتے ہیں، گزشتہ زمانہ میں اس کی وجہ سے کثرت سے ہیضے کی بیماری پھیل جایا کرتی تھی، خاص کر جب یک وقت بہت سارے جانور ذبح کئے جائیں، جیسا کہ قربانی کے ایام میں ہوتا ہے، تو ذبیحہ کے ایسے اجزاء کے سلسلہ میں صفائی ستھرائی کا لحاظ رکھنا ضروری ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: "إن اللہ نظیف یحب النظافۃ" کہ اللہ تعالی پاک وصاف ہے اور پاکی وصفائی وستھرائی کو پسند کرتا ہے، لہذا صفائی کا تقاضہ ہے کہ جانور ذبح کرنے کے بعد خون، اوجھڑی وغیرہ کو زمین میں دفن کردیا جائے یا سب جمع کر کے تحلیل کرنے کا انتظام کیا جائے، تاکہ تعفن وفضائی آلودگی سے حفاظت ہوسکے، جیسے سعودی حکومت کی طرف سے مکہ میں حج وعمرہ کے موقع پر بہترین انتظام ہوتا ہے۔

۷- سامان کی پیکنگ کے لئے جو پلاسٹک کا تھیلا استعمال کیا جاتا ہے جو سستا بھی ہے اور پیکنگ کے لئے آسانی کے ساتھ خوشنما بھی، یہ عوام وخواص سب قسم کے لوگ استعمال کرتے ہیں، لہذا شرعاً اس کا استعمال جائز ومباح ہوگا۔

ہمارے ماحول کو نقصان پہنچانے والی چیزوں میں ماہرین اس کو بہت خطرناک قرار دیتے ہیں، تو ایسی صورت میں اس کے متبادل کوئی چیز سامان کی پیکنگ کے لئے تیار کر کے حکومت کی طرف سے پلاسٹک کی فیکٹری بند کردینا چاہئے، یہ سرکار کی ذمہ داری ہے، اور عوام وخواص کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کو استعمال کرنے اور اس میں سامان لینے سے پرہیز کریں، شرعاً اس کا استعمال کرنا ناجائز تو نہیں لیکن استعمال نہ کرنا بہتر ہے۔

۸- سماج میں تمباکو کی اشیاء مختلف صورتوں میں استعمال کی جاتی ہیں، جیسے: سگریٹ، بیڑی، حقہ وغیرہ، اس سے جو دھواں نکلتا ہے وہ زیادہ کثیف اور مسموم ہوتا ہے، اس کا نقصان صرف پینے والے کو ہی نہیں ہوتا؛ بلکہ اس کے متعلقین اور ہم نشینوں کو بھی ہوتا ہے اور بحیثیت مجموعی اس نے ماحول کو کافی نقصان پہنچتا ہے؛ اس لئے آج کل ایئرپورٹ اور دوسرے عوامی مقامات پر ایسے لوگوں کے لئے اسموکنگ زون بنادیا گیا ہے، حکومت کی طرف سے ممانعت ہو یا نہ ہو لیکن یہ بدبودار چیز ہونے کی وجہ سے جس طرح فرشتہ کو تکلیف پہنچتی ہے اسی طرح جو لوگ اس کے عادی نہیں ان کو بھی تکلیف پہنچتی ہے، اور دوسرے کی ایذاء رسانی شرعاً ممنوع ہے، اسی وجہ سے بیڑی سگریٹ پی کر مسجد میں جانا منع ہے، اور بدبودار چیز

ہونے کی بنا پر اس کا استعمال بھی کراہت سے خالی نہیں، جیسا کہ حدیث میں ہے: "من أكل من هذه فلا يقربن مساجدنا" (ترمذی جلد ثانی)، یعنی جو لوگ پیاز، لہسن کھائیں وہ مسجد کے قریب نہ آئیں، مذکورہ حدیث سے فقہاء نے اس سے علت "رائحہ کریہہ" نکالی ہے اور پھر یہ اصول بنایا: "كل ماله رائحة كريهة كره أكله"، لہذا یہ بدبو یعنی رائحہ کریہہ بیڑی، سگریٹ میں پایا جاتا ہے، اس وجہ سے ان کا استعمال مکروہ ہوگا، اور جن مقامات پر قانوناً سگریٹ نوشی ممنوع ہے وہاں قانوناً مکروہ سمجھا جائے گا۔

۹۔ بدقسمتی سے ہمارے ملک میں اب بھی بہت سے گھروں میں بیت الخلاء نہیں ہیں، لوگ سڑکوں کے کنارے یا کھیت وغیرہ میں رفع حاجت کرتے ہیں اور پیشاب تو عوامی مقامات جیسے ریلوے اسٹیشن، بس اسٹینڈ وغیرہ پر بلا تکلف کیا جاتا ہے، یہ بڑی بری عادت ہے اور شریعت کی نظر میں ناپسندیدہ و ناجائز ہے، ابتداء اسلام میں لوگ (غائط) نشیبی علاقہ میں جا کر لوگوں کی نظر سے اوجھل ہو کر قضاء حاجت کرتے تھے اور عورتیں صرف رات کو رفع حاجت کے لئے نکلتی تھیں، بعد میں جب حجاب کا حکم نازل ہوا تو گھروں میں بیت الخلاء کا انتظام کیا گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ پیشاب کے لئے بھی پردہ فرماتے، سفر کی حالت میں کم از کم درخت کی آڑ لے کر پیشاب فرماتے، نیز حدیث میں ہے: "الحياء شعبة من الإيمان۔ الحياء خير كله" اسی وجہ سے ایمانی تقاضہ ہے کہ رفع حاجت کے وقت حجاب کا انتظام ہو، اور کھلے مقام پر رفع حاجت کرنا بے حیائی کا نمونہ ہے، گھر میں بیت الخلاء کا انتظام فرض ہے، اسی طرح گندے پانی اور فضلات کھلی نالیوں میں یہاں تک کہ گلیوں میں بہا دینا غلط ہے، جو فضا کو آلودہ کرنے کا ایک اہم سبب ہے۔

۱۰۔ اس کی وضاحت سے پہلے یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ اسلام میں تعدی مرض کا اعتقاد رکھنا ممنوع ہے، بیماری اللہ کی طرف سے دی جاتی ہے اور شفا بھی اسی کی طرف سے بالذات موثر ہوتا ہے، دوا بطور اسباب استعمال کرنا وعلاج کرنا شرعاً مطلوب وسنت ہے، تھوک میں ایک سائنس کا مسئلہ کارفرما ہے اور وہ یہ کہ تھوک میں بیماری کے جراثیم ہوتے ہیں، اور مچھر و مکھی وغیرہ کے ذریعہ دوسرے آدمی کے جسم میں اس تھوکنے والے شخص کی بیماری منتقل ہوتی ہے، حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بدوی صحابی نے سوال کیا تھا کہ ایک اونٹ کو جرب کی بیماری تھی تو اصطبل کے سب اونٹوں کو یہ بیماری ہوگئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "فمن أجرب الأول؟" سب سے پہلے کو جس نے جرب دیا سب کو اس نے دیا یعنی موثر بالذات اللہ تعالی ہے، تعدی حقیقت میں کچھ نہیں یہ عقیدہ غلط ہے، ہاں یہ بات الگ ہے کہ موثر بالذات اللہ تعالی کو ماننے اور صاف صفائی کا بھی خیال رکھے، جو شرعاً بھی مطلوب ہے، جیسا کہ ترمذی جلد ثانی میں ایک حدیث ہے کہ حضرت علیؓ بیماری سے شفایابی کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک صحابی کے گھر مہمان ہوئے تو وہاں کھجور کا خوشہ دیا گیا، پکی کھجور چن چن کر کھا رہے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "يا علي أنت ناقه" تم ابھی بیماری سے اٹھے ہو تم نہ کھاؤ، جب نرم کھانا لایا گیا تو فرمایا: "فأنت يا علي فإنه أوفق لك" الغرض عقیدہ کی صحت کے ساتھ پرہیز کے طور پر صاف ستھرا رکھنا شرعاً مطلوب ہے، لہذا سوال میں مذکورہ امور کے سلسلہ میں حکومت یا متعلقہ ادارہ کی ہدایت پر عمل کرنا افضل ومستحب ہوگا۔

۱۱۔ سوال میں مذکورہ اشیاء موجودہ زمانے میں انسانی ضرورت میں شامل ہوتی جارہی ہیں، نیز جو چیز شرعاً ممنوع نہیں ہے اس کا استعمال ناجائز بھی نہیں ہے، "قل لا أجد فيما أوحي إلي محرما" کے تحت استعمال کا حق بھی رکھتا ہے، لیکن یہ بات مناسب ہوگی کہ جو چیز ماحول کو نقصان پہنچانے والی ہو اسے حتی الامکان کم استعمال کیا جائے، صرف ضرورت کے وقت استعمال کیا جائے، جو اسراف سے خالی ہو اور ماحول بھی محفوظ رہے۔

۱۲۔ جو چیزیں ماحول کا تحفظ کرتی ہیں، ان میں پیڑ پودوں کو بڑی اہمیت حاصل ہے، یہ نقصان دہ گیس کو ہضم کر کے ہمارے لئے قابل استعمال بناتی ہیں اس لئے:

الف: بلا ضرورت جنگلات کو کاٹنا منع ہے، حدیث شریف میں ہے:

"من غرس غرسا فله أجره وأجر من أكل منه" (مسلم شریف: ۲/ ۱۵)

اس حدیث میں درختوں کو لگانے کی فضیلت معلوم ہوئی، بلکہ پودے سے جتنے لوگ مستفید ہوں گے اور چرند پرند کا فائدہ ہوگا لگانے والے کو اس کا ثواب و بدلہ ملے گا بلکہ صدقہ جاریہ کی صورت ہو رہی ہے، نیز یہ ماحول کو متوازن رکھنے میں بھی مددگار ہوگا، چونکہ جاندار جو سانس چھوڑتا ہے اس

میں کاربن ڈائی آکسائڈ گیس ہوتی ہے، اور پیڑ پودوں کے ذریعہ کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس ریفائن ہوکر آکسیجن گیس میں تبدیل ہوتی ہے اور جاندار آکسیجن کا محتاج ہوتا ہے، لہذا پیڑ پودوں کی کثرت شرعاً مطلوب ہے، لہذا جنگلات کا بلاضرورت کاٹنا ممنوع ہے۔

دوسری طرف انسان کا آباد رہنا اور ان کے لئے رہنے کی جگہ پلاٹ وغیرہ کی ضرورت ہے لہذا جہاں تک پلاٹس کی ضرورت ہو اس حد تک آبادی بسانا ضرورت کے اندر داخل ہے، "الضرورة تتقدر بقدر الضرورة" اس ضابطہ کے تحت کھیتوں کو پلاٹس میں تبدیل کرنا جائز ہوگا، لیکن زیادہ سے زیادہ پیسوں کے وصولی کے لئے درست نہیں ہوگا، توازن قائم رکھنا ضروری ہے۔

ب: اسلام کی نظر میں درخت لگانے اور کاشت کاری کرنے کی اہمیت کے سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمودہ حدیث سے استفادہ کیا جاسکتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پودے لگانے کی فضیلت بیان کی ہے، چنانچہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے:

"عن جابر قال: قال رسول الله ﷺ: ما من مسلم يغرس غرسا إلا كان ما أكل منه له صدقة وما سرق منه له صدقة وما أكل السبع فهو له صدقة وما أكل الطير فهو له صدقة ولا يرزؤه أحد إلا كان له صدقة" (مسلم شریف ۲/ ۱۵)

حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلم جو پودے لگاتے ہیں اس سے جو بھی کھائے گا لگانے والے کو صدقہ کا ثواب ملے گا، اس سے جو چوری ہوگی اس میں بھی صدقہ کا ثواب حاصل ہوگا، درندہ بھی جو کھائے گا اس میں بھی صدقہ کا ثواب ملے گا، پرندہ کھائے گا اس میں بھی اس کو صدقہ کا ثواب حاصل ہوگا، جو بھی مستفید ہوگا صدقہ کا بدلہ ملے گا) یہ پیڑ پودے لگانے کی بڑی فضیلت کی بات ہے، کھیتی وکاشت کاری بھی اس میں شامل ہے؛ کیونکہ کیڑے مکوڑے، چرند پرند نا معلوم کتنی مخلوق اس سے مستفید ہوتی ہے، نیز ان درختوں اور ہری بھری فصلوں سے انسان وجاندار کے لئے فضائی ماحول متوازن رکھنے میں مدد ملتی ہے، پیڑ پودے اور ان کے حصے گل سڑ کر مٹی کو زرخیز بنا دیتے ہیں۔ آکسیجن جانداروں کے لئے "گیس حیات" ہے، کہ اس کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتے، ان گیسوں کی بنیاد پر بھی اگر دیکھیں تو اس زمین پر سبز پودوں اور جانداروں کے بیچ ایک توازن ہے، اگر جانور زیادہ ہوجائیں گے تو وہ ہوا سے زیادہ آکسیجن جذب کرلیں گے اور ساتھ ہی زیادہ کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس خارج کر کے ہوا کو بوجھل، آلودہ اور زہریلا بنادیں گے، ان جانوروں میں جو سبز خور ہوں گے ان کی تعداد میں اضافہ ہوگا تو مزید ہریالی کم ہوجائے گی، نتیجہ یہ ہوگا کہ توازن بگڑے گا، اسی طرح اگر سبزہ زیادہ ہوجائے تو اسے زندہ رہنے کے لئے زیادہ مقدار میں کاربن ڈائی آکسائیڈ چاہئے ہوگی جو کم جاندار پیدا نہیں کر پائیں گے، ساتھ ہی ہوا میں آکسیجن کی مقدار بڑھ جائے گی جو کہ ہرے پودوں کے فوٹو سنتھیسس کے عمل کو سست کرنے کی صفت رکھتی ہے، گویا یوں بھی توازن ضروری ہے۔

لہذا انسان اور جانور کی حیات کے لئے آکسیجن کی شدید ضرورت ہے اور ساتھ ساتھ ان سے خارج ہونے والی کاربن ڈائی آکسائیڈ کو جذب کرنے کے لئے پیڑ پودوں کی ضرورت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر عمل کر کے پیڑ پودوں کی زیادہ سے زیادہ افزائش اور کھیتی وفصلوں سے ہماری جس طرح اقتصادی ترقی ہوتی ہے اسی طرح پیڑ پودوں سے کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس ریفائن ہوکر جانداروں کی حیات کا سبب بنے گا جو دنیاوی فائدہ کے ساتھ ساتھ اخروی درجات بلند ہونے کا سبب بھی ہے۔

صوتی آلودگی:

۱۔ کارخانے کی بعض مشین بہت پرشور ہوتی ہے، حکومت کی طرف سے ان کو آبادی کے باہر نکالنے کی ہدایت ہوتی ہے، اس ہدایت پر عمل کر کے آبادیوں کے باہر ہی کارخانہ بنانا چاہئے؛ تاکہ صوتی آلودگی نیز ایندھن کے دھواں کی وجہ سے فضائی آلودگی سے ماحول محفوظ ہوجائے، حکومت کی اس ہدایت پر عمل کرنا افضل ومستحب عمل ہوگا۔

۲۔ گاڑیوں کے ہارنوں کی آواز بہت بڑھی ہوئی ہوتی ہے، بعض لوگ غیر ضروری طور پر ہارن بجاتے ہیں اور بعض حضرات اپنی گاڑی میں ضرورت سے زیادہ تیز آواز کا ہارن یہاں تک کہ ایمبولنس میں لگائے جانے والے سائرن کی طرح کے ہارن لگاتے ہیں، اس سے صوتی

آلودگی پیدا ہوتی ہے اور دوسرے راہ گیروں کو دہشت بھی ہوتی ہے، لہذا ہارن کی آواز اتنی ہونی چاہئے، جتنی ضرورت ہو، راہگیروں کو دہشت نہ ہو، دوسرے کو تکلیف نہ ہو، نیز ایذاء رسانی نہ ہونی چاہئے جو شرعا ممنوع ہے، اگر ریائی ایسا کرتے ہیں تو یہ گناہ کبیرہ ہے، لہذا معتدل آواز ہو، خیر الامور اوسطہا پر عمل کرنا افضل و بہتر ہے۔

۳۔ ہمارے معاشرہ میں بدقسمتی سے مختلف تقریبات میں DJ کا رواج ہے، اور بڑھتا جارہا ہے، اس کا شور انسان کی سماعت اور ماحول کے لئے سخت نقصان دہ ہے، مزامیر میں داخل ہونے سے قطع نظر اس عمل کو شریعت ناجائز وحرام کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔

۴۔ ہمارے معاشرہ میں مذہبی، سیاسی جلسوں اور مشاعروں کا رواج بھی عام ہے، قانونی اعتبار سے ایک وقت مقرر ہوتا ہے، مثلاً رات کے دس یا ساڑھے دس بجے تک کہ اس کے بعد پروگرام جاری نہیں رکھا جاسکتا، اسی طرح آواز کے بارے میں بھی تحدید ہوتی ہے کہ کس درجہ کا ساؤنڈ سسٹم ہونا چاہئے اور کتنے باساؤنڈر رکھے جاسکتے ہیں؟ اس کا مقصد لوگوں کی صحت اور ماحولیات کا تحفظ دونوں ہوتا ہے، لیکن بہت سے لوگ ان ہدایات پر عمل نہیں کرتے، آواز کا شور پوری آبادی تک پہنچاتے ہیں اور رات رات بھر پروگرام چلائے جاتے ہیں، اس بارے میں جو قوانین جاری ہیں ان کی پابندی شرعا بھی ضروری ہے، دوسرے کی عبادات میں، نیند میں اور اجراء تعلیم میں خلل ڈالنا ناجائز ہے، اس سے کبھی فساد بھی برپا ہوتا ہے، ضد وحسد میں اضافہ ہوتا ہے، نیز بچوں کے اخلاق و عادات پر اثر انداز ہوتا ہے، ماحولیات کی حفاظت کے ساتھ ساتھ سماجی اخلاق بگڑنے کا بھی غالب گمان رہتا ہے، لہذا ایسی چیزوں سے ماحول کو پاک وصاف رکھنا ہر ایک انسان کی ذمہ داری ہے ہمارے سماج کے لوگ مل کر ان چیزوں پر کنٹرول کرنے کی کوشش کریں؛ تاکہ ماحول نہ بگڑے اور سب لوگ خلاف شرع عمل سے محفوظ رہ سکیں۔

☆☆☆

فضائی اور صوتی آلودگی

مولانا محمد صادق مبارک پوری[1]

ماحولیات، فضائی آلودگی، صوتی آلودگی وغیرہ کے الفاظ وتعبیرات اگر چہ جدید اصطلاح تصور کی جاتی ہیں، لیکن اسلام جو دین فطرت، تحفظ انسانیت، اور امن وشانتی کا علم بردار ہے، اسلام جو آج سے پندرہ سو سال پہلے دنیا میں ظہور پذیر ہوا، اس نے آب وہوا، اور ماحول ومعاشرہ کی صفائی ستھرائی پر انتہائی توجہ وترغیب دیتا ہے، اور آلودگی وگندگی سے اجتناب کرنے کی تاکید کرتا ہے، اور ہر طرح کے فساد وبگاڑ کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

"وإذا تولى سعى في الأرض ليفسد فيها ويهلك الحرث والنسل والله لا يحب الفساد" (سورہ بقرہ/۲۰۵)۔

(جب پیٹھ پھیرتا ہے دوڑتا ہے کہ زمین میں فساد کرے، اور کھیتی اور نسل کو تباہ وبرباد کرے، اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا ہے)۔

دوسری جگہ ہے: "صنع الله الذي أتقن كل شيء إنه خبير بما تعملون" (سورۂ نمل/۸۸) (یہ اس کی کاریگری ہے، جس نے ہر چیز کو محکم کیا)

"وهو الذي أنزل من السماء ماء فأخرجنا به نبات كل شيء فأخرجنا منه خضرا. (سورہ انعام/۹۹)

(وہی ہے جس نے آسمان سے پانی برسائے، پھر اس نے ہر چیز کی پیداوار نکالی، پھر ہم نے سرسبز وشاداب ابھارا)۔

شجرکاری کے ذریعہ ماحول وفضا کو صاف وستھرا بنایا جاسکتا ہے، اسلام نے بھی شجرکاری کی اہمیت وافادیت بتاتے ہوئے اسے صدقہ قرار دیا ہے

ایک حدیث شریف میں ہے:

''عن جابر قال: قال رسول الله ﷺ: ما من مسلم يغرس غرسا إلا كان ما أكل منه صدقة وما أكل السبع منه فهو له صدقة وما أكلت الطير فهو له صدقة ولا يرزؤه أحد إلا كان له صدقة'' (مسلم، باب فضل الغرس والزرع ۲/ ۱۱۸۸، نمبر: ۱۵۵۲)۔

(حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ مسلمان جو بھی پودا لگائے، اس میں سے کھالیا جائے وہ صدقہ ہے، اور جو درندہ کھالے وہ صدقہ ہے، جو پرندہ کھالے وہ صدقہ ہے، اور جو کوئی چوری کرلے وہ صدقہ ہے)۔

دوسری حدیث میں ہے: ''عن جابر بن عبد الله يقول: سمعت رسول الله ﷺ يقول: لا يغرس رجل غرسا ولا زرعا فيأكل منه سبع أو طائر أو شيء إلا كان له فيه أجر'' (مذکورہ حوالہ)۔

(حضرت جابر بن عبد اللہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی آدمی جو پودا یا کھیتی لگائے، پس اس سے درندہ، پرندہ اور کوئی چیز کھالیتا ہے، اس کے لیے اس پر اجر ملتا ہے)۔

تیسری حدیث میں شجرکاری کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ہے:

''عن أبي أيوب الانصاري عن رسول الله ﷺ ما من رجل يغرس غرسا إلا كتب له من الأجر قدر ما يخرج من ثمر ذلك الغراس'' (مسند احمد: ۲۳۵۲۰) (جو شخص پودا لگائے، اس کے لیے پودے سے نکلنے والے پھل کے بقدر ثواب لکھا جائے گا)۔

حضرت ابوالدرداءؓ نے اپنے طرزِ عمل سے یہ وضاحت کی ہے کہ شجرکاری کی اسلام میں بڑی اہمیت ہے، وہ دنیاداری اور متاع دنیا کی حرص کی

---

[1] صدر المدرسین جامعہ نور الاسلام ولید پور ضلع مئو۔

تعبیر نہیں، بلکہ عبادت اور کارِ ثواب ہے، خشک اور بنجر زمین کو سرسبز و شاداب بنانا سنت ہے۔

سبزہ کے تحفظ کا تصور سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا، چنانچہ عبداللہ بن حبشیؓ سے مروی ہے:

''قال رسول الله ﷺ: من قطع سدرة صوّب الله رأسه في النار'' (سنن ابی داؤد ۴/ ۳۶۱، نمبر: ۵۲۳۹)

(جو بیر کے درخت کو کاٹے گا، اللہ تعالیٰ جہنم میں اس کے سر کو اوندھے منہ کر دے گا)۔

جانور کا تحفظ:

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ جانوروں کو بھی ناحق ہلاک نہ کیا جائے؛ کیوں کہ وہ بھی ماحولیات کے عناصر میں سے ایک عنصر ہیں، چنانچہ شریک بن سوید سے مروی ہے کہ جو شخص کسی پرندہ کو بطور تفریح قتل کرے گا، وہ قیامت کے دن اللہ عز وجل کے سامنے کہے گا: اے رب! فلاں نے مجھے تفریح کے طور پر قتل کیا، کسی فائدہ کی خاطر قتل نہیں کیا۔

''عن عبدالله بن عمرو أن رسول الله ﷺ قال: ما من إنسان قتل عصفورا فما فوقها بغير حقها إلا سأله الله عزوجل عنها قيل: يارسول الله وماحقها؟ قال: يذبحها فيأكلها ولايقطع رأسها يرمي بها'' (سنن النسائی ۷/ ۲۰۶، نمبر: ۴۳۴۹)۔

(حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی گوریا یا اس سے بڑی چڑیا کو ناحق مار ڈالے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں اس سے سوال کرے گا، پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! اس کا حق کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا، اسے ذبح کر کے کھائے، اور اس کا سر کاٹ کر پھینک نہ دے)۔

اس سے معلوم ہوا کہ جانور کی نسل کشی درست نہیں ہے، اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ کسی بھی جاندار کی نسل کشی نہ کی جائے؛ کیوں کہ ہر جاندار مخلوق سماج کا ایک وجود ہے، انسان کی طرح وہ بھی ایک امت ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وما من دابة في الأرض ولا طائر يطير بجناحيه إلا أمم أمثالكم" (سورہ انعام: ۳۸)

(نہیں ہے چلنے والی مخلوق زمین میں اور نہ پرندہ جو اڑے اپنے بازو سے مگر تمہاری جیسی امت ہیں)۔

فضا کو مسموم بنانے سے پرہیز:

اسلام کی یہ تعلیم ہے کہ مُردوں کی تدفین کی جائے، اس کا ایک مقصد یہ ہے کہ انسانوں کی تکریم ہو، دوسرا مقصد یہ ہے کہ مردہ جسموں سے پیدا ہونے والی بدبو سے فضا مسموم نہ ہو، چنانچہ متعدد حدیثوں میں مردوں کو دفن کرنے کو واجب قرار دیا ہے اور زندوں پر مردوں کا ایک حق قرار دیا گیا ہے، اور دفن کے لیے اس کے جنازہ میں شرکت کی جائے۔ قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا ہی سے مردوں کو دفن کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔

کھلے عام گندگی کو پھیلانا درست نہیں:

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ کھلے عام گندگی نہ پھیلائی جائے، تاکہ فضا مکدر اور مسموم نہ ہو۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلغم وغیرہ کو دفن کرنے کا حکم دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عن أنس بن مالك قال: قال رسول الله ﷺ: البزاق في المسجد خطيئة وكفارتها دفنها'' (رواہ مسلم، باب البزاق في المسجد ۱/ ۳۹۰، نمبر: ۵۵۲)۔

(حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد کے اندر بلغم جھاڑنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ اس کا دفن کرنا ہے)۔

ایک روایت میں ہے: ''مسجد میں تھوکنا گناہ ہے، اور اس کا کفارہ دفن کرنا ہے''۔

''عن أبي ذر عن النبي ﷺ قال: عرضت علي أعمال أمتي حسنها وسيئها فوجدتها في محاسن أعمالها الأذى يماط عن الطريق ووجدت في مساوي أعمالها النخاعة تكون في المسجد لا تدفن'' (مسلم ۱/ ۳۹۰، باب النهي عن البزاق في المسجد)۔

(حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر میری امت کے اعمال پیش کیے گئے، میں نے اچھے اعمال میں دیکھا کہ تکلیف دہ چیز کو راستہ سے ہٹایا گیا ہے، اور اس کے برے اعمال میں دیکھا کہ مسجد میں جو بلغم ہے، اسے دفن نہیں کیا گیا ہے)۔

سوالات کے جوابات:

۱۔ پکوان میں ایندھن کے طور پر استعمال ہونے والی وہ چیزیں جو دھواں نہیں پیدا کرتیں، جو شخص ان کے استعمال پر قادر ہے، اسے وہی ایندھن استعمال کرنا چاہیے، آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال کرنا ایسے شخص کے لیے درست نہیں ہے، حدیث شریف میں ہے:

''عن عبادة بن الصامت أن رسول الله ﷺ قضى أن لا ضرر ولا ضرار'' (سنن ابن ماجه، ۲/ ۷۸۴، نمبر: ۲۳۴۰)۔ (حضرت عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ نہ نقصان اٹھاؤ اور نہ نقصان پہونچاؤ)۔

''الاشباہ والنظائر'' میں ہے: ''الضرر یزال'' (۱/ ۴۱) (ضرر کو دور کیا جائے)۔

۲۔ لوگوں کو ضرر سے بچانے اور ماحول کو پاک وصاف رکھنے کے لیے کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کو ترجیح دینا بہتر اور مستحسن ہوگا۔

۳۔ کم دھواں پیدا کرنے والے ایندھن کو استعمال کرنا چاہیے، تاکہ ماحول اور فضا کو زیادہ آلودگی سے بچایا جاسکے۔

۴۔ صاحب استطاعت افراد اور اشخاص اور مساجد ومدارس اور اداروں کے لیے آلودگی سے محفوظ توانائی کا استعمال کرنا مستحسن عمل ہوگا، مساجد ومدارس کو آرام دہ اور سجانے کے لیے لاکھوں روپے صرف کیے جاتے ہیں، اگر اس پر توجہ ہو جائے تو مساجد ومدارس آلودہ ماحول سے محفوظ رہیں گے۔

۵۔ ایسے قوانین کی خلاف ورزی کرنا شرعاً جرم ہوگا، حدیث شریف میں ہے:

''المومن القوي خير وأحب إلى الله من المؤمن الضعيف'' (صحيح مسلم ۴/ ۲۰۵۲، باب في الامر بالقوه، مسند حميدى ۲/ ۲۶۷، باب جامع عن ابى هريرة) (طاقت ور مومن اللہ تعالیٰ کے نزدیک کمزور مومن سے بہتر اور محبوب ہے)۔

۶۔ ذابح کو ذبیحہ کے ایسے اجزاء کو دفن کردینا چاہیے، حکومت کی بھی ذمہ داری ہے کہ اس کے دفن کرنے کا نظم کرے، اور اس عمل میں تعاون دے۔

۷۔ پلاسٹک جس میں سامان پیک کیے جاتے ہیں اور سامان دیے جاتے ہیں، ماحول کو متاثر کرتے ہیں، لہذا پلاسٹک کی تھیلی اور ڈبہ کے استعمال سے گریز کرنا چاہیے

۸۔ ایسی چیزوں کا استعمال نہیں کرنا چاہیے، اور جن مقامات پر سگریٹ نوشی کی ممانعت ہے، خصوصاً ایسے مقامات پر احتیاط بہت ضروری ہے۔

۹۔ شریعت کا حکم یہ ہے کہ کسی کو ایذا اور تکلیف نہ پہونچائی جائے؛ کیوں کہ اس سے بدبو پھیلتی ہے، جو ماحول کو آلودہ اور گندہ کرتی ہے۔

۱۰۔ ایسے امور میں حکومت یا متعلقہ ادارہ کی ہدایت پر عمل کرنا مستحسن عمل ہوگا؛ کیوں کہ سڑکوں پر تھوکنا ماحول کو آلودہ کرتا ہے، تھوک میں شامل جراثیم لوگوں کو متاثر کرسکتے ہیں، لہذا اگر کا اور ایسی چیزوں کو کھا کر تھوکنا عوام کو خطرہ میں ڈالنا ہے۔

۱۱۔ ایسی چیزوں کا استعمال ضرورت سے زیادہ نہیں کرنا چاہیے۔

۱۲۔ (الف) بلا ضرورت جنگلات کو نہیں کاٹنا چاہیے۔

(ب) اسلام کے نزدیک درخت لگانے کی بڑی اہمیت ہے، جیسا کہ مختلف احادیث کریمہ گذر چکی ہیں۔

صوتی آلودگی:

۱۔ اس ہدایت کی پابندی شرعاً محمود ومطلوب ہے۔

۲۔ گاڑی کے جن ہارنوں سے صوتی آلودگی پیدا ہوتی ہے، اور راہ گیروں میں دہشت پیدا ہوتی ہے، ایسے ہارن کا استعمال نہیں کرنا چاہیے۔

۳۔ معاشرہ میں D J کا بڑھتا ہوا رواج اور اس کا شور انسان کی سماعت اور ماحول کے لیے سخت نقصان دہ ہے، اس لیے اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا ہے، کیوں کہ اسلام شور وغل سے منع کرتا ہے۔

۴۔ شرعاً ان قوانین کی پابندی ضروری ہونی چاہیے، اور اس کی خلاف ورزی جرم ہوگا۔

☆☆☆

فضائی وصوتی آلودگی

مولانا عبدالخالق ندوی[1]

۱۔ آج جب کہ یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوچکی ہے کہ کثافت اور آلودگی کی بنیادی وجہ عدم توازن ہے۔ ہوا میں موجود کاربن ڈائی آکسائڈ گیس کی جتنی مقدار پیڑ پودے جذب کرکے صاف کرسکتے تھے اس سے کہیں زیادہ مقدار ہم ہوا میں خارج کررہے ہیں۔ اپنے کارخانوں سے، موٹر گاڑیوں سے۔ پانی جتنی غلاظت اور فضلے کو صاف کرسکتا تھا ہم اس سے زیادہ مقدار میں اور زیادہ خطرناک قسم کا فضلہ پانی میں خارج کررہے ہیں۔ نتیجہ ہم سب کے سامنے ہے۔ ماحولیاتی توازن بگڑ چکا ہے، جانداروں کی صحت تو خطرے میں ہے ہی انسانوں کا وجود بھی خطرے میں پڑ گیا ہے۔

اس لیے ایک وہ شخص جو صاحب استطاعت ہے تو اس کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ پکوان میں وہ ایندھن استعمال کرے جو دھواں پیدا نہیں کرتا، خواہ وہ نسبتاً ان ایندھنوں کے جو دھواں چھوڑنے والے ہیں مہنگا ہو، کیونکہ شریعت اسلامیہ کا بنیادی اصول ہے: "یتحمل الضرر الخاص لدفع الضرر العام" (۱) عام ضرر سے بچنے کے لیے خاص ضرر کو برداشت کیا جائے۔ "یرتکب أخف الضررین وأهون الشرین" (۲) دو ضرر یا دو شر میں سے جو زیادہ خفیف ہوگا اس کا ارتکاب کیا جاسکتا ہے۔ پھر یہ بھی قاعدہ ہے: "درء المفسدة مقدم علی جلب المصلحة" (۳) خرابی کو دفع کرنا مصلحت کے حصول پر مقدم ہے۔ اس قاعدے کی تکمیل ایک اور قاعدے سے ہوتی ہے اور وہ یہ ہے: "المفسدة الصغیرة تغتفر من أجل المصلحة الکبیرة" (۴) چھوٹی خرابی کو بڑی مصلحت کی خاطر نظر انداز کیا جائے گا۔ اور "تغتفر المفسدة العارضة من أجل المصلحة الدائمة" (۵)، عارضی خرابی کو دائمی مصلحت کی خاطر نظر انداز کیا جائے گا۔

۲۔ علمائے اصول نے مصالح کے رتبے کی وضاحت یوں کی ہے: ضروریات، حاجیات اور تحسینات۔ ضروریات وہ ہوتی ہیں جن کے بغیر زندگی نہیں گزرتی، حاجیات وہ ہوتی ہیں جن کے بغیر زندگی گزر تو سکتی ہے مگر مشقت اور حرج کے ساتھ؛ اور تحسینات وہ ہیں جو زندگی کو حسین وجمیل بناتے ہیں یا ان کو عرف میں تکمیل امور بھی کہتے ہیں۔

مذکورہ بالا تفصیل کی روشنی میں گاڑی ان ضروریات زندگی میں سے ہے جن کے بغیر زندگی گزر سکتی ہے مگر مشقت اور حرج کے ساتھ۔ جس طرح مصالح باہم مختلف اور متفاوت ہیں اسی طرح مفاسد اور مضرتیں بھی مختلف ہیں۔ وہ مفسدہ جو مال کے لیے مضرت بنے اس مفسدہ سے کم درجے میں ہے جو جان کے لیے مضر ہو، اور یہ اس مفسدہ سے کم ہے جو دین اور عقیدے کو نقصان پہنچائے۔ پھر مفاسد اور مضرتیں اپنے حجم، اثرات اور خطرات کے لحاظ سے بھی آپس میں بھی مختلف اور متفاوت ہوتے ہیں۔

آج جب کہ یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ گاڑیوں سے نکلنے والا دھواں بہت خطرناک ہوتا ہے، اس سے فضا میں کثافت وآلودگی پیدا ہوتی ہے اور فضائی کثافت وآلودگی جانوروں اور انسانی صحت کے لیے مضر ہے، تو ایسی صورت میں اگر حکومت کی طرف سے ڈیزل کے استعمال کی ممانعت کردی یا کسی خاص گاڑی کے لیے گیس ہی کے استعمال کو لازم کردیا جائے تو عوام کے لیے اس قانون پر عمل کرنا شرعاً واجب ہوگا؛ کیونکہ شریعت کا اصول ہے: "لا ضرر ولا ضرار" (۶)، نقصان پہنچانے میں پہل کرنا اور ضرر کا جواب ضرر سے دینا دونوں ممنوع ہیں، اور دوسرا اصول ہے: الضرر یزال بقدر الإمکان (۷) ضرر کو ممکن حد تک زائل کیا جائے۔ ان اصولوں کی روشنی میں اگر حکومت کی طرف سے کوئی ہدایت نہ ہو تب بھی لوگوں کو ضرر سے بچانے

---

[1] جامعۃ الصالحات، رامپور۔

اور ماحول کو پاک صاف رکھنے کے لیے کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کو ترجیح دینا ضروری ہوگا۔ اگر کوئی شخص ایسا نہیں کریگا تو گناہ گار ہوگا۔

۳۔ مذکورہ بالا اصولوں کی روشنی میں مٹی کے تیل اور ڈیزل سے چلنے والے جنریٹر جو بہت زیادہ دھواں چھوڑتے ہیں جن کو بہت سی جگہوں پر حکومت کی طرف سے ممنوع بھی قرار دیا گیا ہے ان کا استعمال درست نہیں ہوگا، بلکہ کم دھواں پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال واجب ہوگا تاکہ ماحول کو کثافت وآلودگی سے بچایا جاسکے جو انسانوں اور جانوروں سبھی کے لیے مضر ونقصان دہ ہے۔

۴۔ اسی طرح شمسی توانائی کا استعمال جو اس وقت بڑھ رہا ہے، حکومت بھی اس کے لیے بعض سہولتیں فراہم کررہی ہے تو صاحب استطاعت افراد واشخاص، مساجد ومدارس اور اداروں کو آلودگی سے محفوظ اس توانائی کا استعمال مذکورہ بالا اصولوں کی روشنی میں مستحسن اور مستحب عمل ہوگا خواہ اس میں ایک بار خطیر رقم خرچ ہوتی ہو؛ کیونکہ اس طرح فضا کثافت اور آلودگی سے محفوظ ہوگی۔ اصول ہے:

''درء المفسدة مقدم على جلب المصلحة'' خرابی کو دفع کرنا مصلحت کے حصول پر مقدم ہے(۸)۔

دوسری بات یہ ہے کہ امام عزالدین بن عبدالسلام نے اپنی کتاب ''قواعد الأحکام فی مصالح الأنام'' کی فصل ''فیما تعرف به المصالح والمفاسد وفی تفاوتهما'' میں اس کی پوری تفصیل بیان کی ہے، انہوں نے اس مقام پر بڑی پتے کی بات کہی ہے، وہ فرماتے ہیں: ''اکثر دنیوی مصالح ومفاسد عقل سے ہی معلوم ہوجاتی ہیں اور وہی زیادہ تر قانونی حیثیت رکھتی ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ شرع کے وارد ہونے سے پہلے بھی ایک عقل مند سے یہ بات چھپی نہیں تھی کہ انسان اور دوسری اشیاء کے لیے فوائد کا حصول اور خرابیوں کا سد باب اچھا اور قابل تعریف ہے.....'' (صفحہ ۵)۔

۵۔ علماء نے بیان کیا ہے کہ ضروریات پانچ ہیں: دین، جان، نسل، عقل اور مال، اور بعض علماء نے ان کے ساتھ ایک چھٹی چیز بھی شامل کی ہے اور وہ ہے 'عزت'۔

یہ ضروریات خود آپس میں بھی مختلف اور متفاوت ہیں، ان میں سے دین سب سے پہلے اور اہم ہے، وہ باقی ضروریات پر مقدم ہے، یہاں تک کہ جان پر بھی، اور جان پھر باقی ضروریات پر مقدم ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جان کی حفاظت ضروری ہے اور انسانی صحت کا پاس ولحاظ بھی ضروری ہے۔ اس طرح موجودہ دور میں کارخانوں کے لیے حکومت نے قوانین بنائے ہیں عام حالات میں اس کی خلاف ورزی غیر مستحسن عمل ہوگا، مکروہ ہوگا، لیکن جب ایسے حالات ہوں کہ اس کی خلاف ورزی سے انسانی جان اور جانوروں کی جان کو خطرہ ہو تو ناجائز ہوگا۔

۶۔ ''النظافة من الإيمان'' (نظافت ایمان کا جزء ہے)، اس لیے قربانی کے دنوں میں اور عام دنوں میں مذبوح جانوروں کے ناقابل استعمال اجزاء جیسے خون، اوجھڑی وغیرہ کو زمین میں دفن کردینا چاہیے؛ کیونکہ اس میں بہت جلد تعفن پیدا ہوتا ہے اور اس سے بہت تیزی سے فضا آلودہ ہوتی ہے۔ اگر کوئی مسلمان ایسا نہیں کرتا ہے تو وہ شریعت کے اس اصول کی خلاف ورزی کرتا ہے اور اس کا یہ عمل دین کے مزاج کے بھی خلاف ہے؛ کیونکہ دین اسلامی کا مزاج ہے: ''الدين النصيحة'' (۹) دین سراپا خیر خواہی ہے۔ اس امکانی نقصان سے بچانے کے لیے حکومت کی ذمہ داری یہ ہے کہ اس کے دفن کرنے کا بندوبست کرے اور خود ذبح کرنے والے کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کا نظم کرے ورنہ اس کا یہ عمل قابل مواخذہ وگرفت ہوگا۔

۷۔ سامان کی پیکنگ بہت صحیح ہے کہ اہم ضرورت ہے لیکن اس سے کہیں زیادہ اہم جان کی حفاظت ہے اور حفظان صحت ہے؛ کیونکہ صحت اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے: ''نعمتان مغبون فيهما كثير من الناس: الصحة والفراغ'' (۱۰)۔ اس لیے پلاسٹک کا پیکنگ کے لیے استعمال حالات کے اعتبار سے مکروہ یا ناجائز ہوگا۔

۸۔ سگریٹ اور بیڑی استعمال کرنے والوں کے لیے ایئرپورٹ اور دوسرے عوامی مقامات پر اسموکنگ زون بنادیا جاتا ہے، اس کا استعمال سگریٹ نوشی کرنے والوں کے لیے ضروری ہوگا؛ کیونکہ اس کے دھوئیں سے کینسر جیسی خطرناک بیماری پیدا ہوتی ہے اور وہیں پر اس کا سگریٹ پینا ضروری ہوگا۔

۹۔ ہمارے ملک میں سڑکوں کے کنارے یا کھیت وغیرہ میں رفع حاجت کا جو طریقہ ہے وہ بہت غلط ہے۔ اسی طرح عوامی مقامات جیسے ریلوے اسٹیشن، بس اسٹینڈ پر پیشاب کرنا نہایت غلط ہے۔ شریعت اسلامیہ کی نظر میں یہ صحیح نہیں ہے؛ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگر کبھی سفر میں کھلی جگہ جاتے تو آپ بہت دور چلے جاتے (أبعد فی المذھب)۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس سے انسانی طبیعت گھن کرتی ہے، اس سے تعفن پیدا ہوتا ہے اور فضا آلودہ ہوتی ہے جو انسانوں اور سب کے لیے مضر ہے۔ اسی طرح گندے پانی اور فضلات کھلی نالیوں میں یا گلیوں میں بہانا شریعت مطہرہ کی نظر میں درست نہ ہوگا؛ کیونکہ اس سے بھی فضا آلودہ ہوتی ہے۔ اس لیے شریعت اسلامیہ ہدایت کرتی ہے کہ بند نالیوں میں بہایا جائے اور گلیوں میں گندہ پانی نہ بہایا جائے؛ کیونکہ اس سے دوسروں کو تکلیف پہنچے گی۔ اسلام میں کسی مسلم اور پڑوسی کو تکلیف پہنچانا ناجائز وحرام ہے۔

۱۰۔ سڑک اور عوامی مقامات پر تھوکنے سے پرہیز کرنا چاہیے؛ کیونکہ یہ صحت عامہ اور اسلام کے حفظان صحت کے اصول کے بھی خلاف ہے، اس لیے حکومت نے اس سلسلہ میں کوئی قانون بنایا ہو یا عوامی مقامات پر تھوک دان بنا دیئے ہیں تو ان تعلیمات پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔

۱۱۔ فریج، واشنگ مشین، ایرکنڈیشنر، ٹی وی اور موبائل کا استعمال کثرت سے کرنا صحیح نہیں ہوگا؛ کیونکہ "إن اللہ لا یحب المسرفین" جب کہ اس کی زیادتی سے جانوروں کی جان اور انسانوں کی جان کو خطرہ لاحق ہے تو اور ہی اس کی شاعت بڑھ جاتی ہے۔

۱۲۔ (الف) میں نے شروع میں مصالح کی ترتیب کے سلسلہ میں یہ عرض کیا تھا کہ وہ بنیادی طور پر تین مراتب پر مشتمل ہیں: ضرورت، حاجت، تحسین؛ لہٰذا کوئی ایسی ضرورت ہو کہ جس کے بغیر زندگی گزر ہی نہیں سکتی ہے تو جنگلات کو کاٹنا اور کھیتوں کو زیادہ سے زیادہ پیسوں کے حصول کے لیے پلاٹس بنا کر آبادیوں کو بسانا صحیح ودرست ہوگا، لیکن اگر کوئی ناگزیر ضرورت نہ ہو تو ایسا کرنا درست نہ ہوگا؛ کیونکہ جان کی حفاظت مقدم ہے ایمان وعقیدہ (دین) کے بعد۔

(ب) اسلام کی نظر میں شجرکاری وکاشت کاری کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ما من مسلم یغرس غرسا أو یزرع زرعا فیأکل منه طیر أو انسان أو بھیمة إلا کان له به صدقة" (بخاری ومسلم)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان بھی کوئی پودا لگاتا ہے یا کھیتی باڑی کرتا ہے پھر اس میں سے کوئی پرندہ، انسان یا کوئی بھی جانور کھاتا ہے تو یہ سب صدقہ میں شمار ہوتا ہے؛ یعنی جو صدقہ کا ثواب ملتا ہے وہی ان جانوروں کے کھانے میں بھی ثواب ملتا ہے، خواہ کھیت یا باغ والا اس کو نہ چاہتا ہو جب بھی۔

امام مسلم نے عبد بن حمید سے اور انہوں نے مسلم بن ابراہیم کے حوالہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری خاتون ام بشر کے یہاں کھجور کا ایک پودا دیکھا تو سوال کیا کہ یہ پودا کس نے لگایا ہے، کسی مسلمان نے یا غیر مسلم نے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ مسلمان نے لگایا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر قیامت آجائے اور تم میں سے کوئی شخص پودا لگانے جا رہا ہو، ہاتھ میں ہے پودا لگا دے یہ نہ سوچے کہ اب تو دنیا فنا ہو رہی ہے، اب اس کا کیا حاصل، اس لیے کہ مومن سے عمل مطلوب ہے نتیجہ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "جو بندہ مومن بھی کھجور لگائے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کھجور سے جتنا بھی پھل نکلے گا سب کا اجر لکھ دے گا (مسند احمد ۵ / ۱۴۵)۔

صوتی آلودگی سے متعلق سوالات کے جوابات:

۱۔ آج صوتی آلودگی ہندوستان میں بڑا خطرہ بنتی جا رہی ہے جس کی وجہ سے بہت سی لاعلاج بیماریاں پیدا ہو رہی ہیں اور اس کو عام طور پر لوگ آبی وفضائی آلودگی کے مقابلے میں بہت ہلکا سمجھتے ہیں؛ اس لیے حکومت نے کارخانے کی ان مشینوں کو جو بہت پرشور ہوتی ہیں ان کو آبادی سے باہر لگانے کی ہدایت کی ہے، تو اس ہدایت پر شرعاً عمل کرنا ضروری ہوگا؛ کیونکہ اس سے انسانی جان اور صحت عامہ کو نقصان پہنچتا ہے۔ کسی کی جان اور صحت کو نقصان پہنچانا شریعت اسلامیہ میں ناجائز ہے۔ اصول ہے: "لاضرر ولا ضرار"۔

۲۔ تیز آوازوں کے ماحول میں رہنے سے سردرد، بے چینی اور دسیوں لاعلاج بیماریاں پیدا ہوتی ہیں اور فضا میں صوتی آلودگی پیدا ہوتی ہے جو

انسان وجانوروں کی جان کے لیے نقصان دہ ہے، اس لیے گاڑیوں کے ہارنوں کی آواز کو بڑھانا یا بلاضرورت ہارن بجانا یا تیز آواز والا ہارن استعمال کرنا شرعاً درست نہ ہوگا، کیونکہ اصول ہے: "لا ضرر ولا ضرار"۔

۳۔ جب یہ بات طے ہوچکی ہے کہ ڈی جے کی آواز انسان کی سماعت اور ماحول کے لیے بہت ہی خطرناک اور نقصان دہ ہے تو اس صوتی نقطۂ نظر سے بھی اس کا استعمال شریعت اسلامیہ میں کسی طرح صحیح نہ ہوگا؛ کیونکہ اصول ہے: "لا ضرر ولا ضرار"، اور دوسرا اصول ہے: "الضرر یزال بقدر الإمکان۔"

۴۔ مذہبی، سیاسی جلسوں اور مشاعروں کے لیے قانونی اعتبار سے جو ایک وقت مقرر کی تحدید ہوتی ہے یا آواز کے بارے میں بھی تحدید ہوتی ہے تاکہ لوگوں کی صحت اور ماحولیات کا تحفظ ہوسکے لیکن ان قاعدوں وضابطوں کے باوجود ملک عزیز ہندوستان میں لوگ اس کا لحاظ نہیں کرتے جس کا نتیجہ ایک بھیانک شکل میں ہمارے سامنے ہے۔ ان ہدایات پر عمل کرنا واجب وضروری ہوگا اور ان کی خلاف ورزی شرعاً حرام ہوگی؛ کیونکہ ایک سے زائد احادیث میں اس بات کی وضاحت ہے کہ پڑوسی کو تکلیف پہنچانا حرام ہے اور ایذائے مسلم بھی حرام ہے۔ اس لیے اس سے پرہیز کرنا چاہیے، اور مذہبی جلسہ عشاء کے بعد کرنا خلاف سنت بھی ہے۔

حواشی:

[۱] فقه الأولیات للعلامة یوسف القرضاوی [۲] مصدر سابق
[۳] مصدر سابق [۴] مصدر سابق [۵] مصدر سابق
[۶] مستدرک للحاکم ۲/۶۶، رقم: ۲۳۴۵، وابن ماجة ۲/۷۸۴، رقم الحدیث: ۲۳۴۰
[۷] فقه الأولیات [۸] فقه الأولیات [۹] بخاری ومسلم
[۱۰] بخاری، کتاب الرقاق، جامع الترمذی

فضائی آلودگی کا انسداد۔ ایک دینی ضرورت

مولانا ذکی الرحمن غازی مدنی[1]

صورتِ حال:

آج جس طرح فضائی آلودگی اور ماحولیاتی بگاڑ پایا جارہا ہے وہ پہلے نہ تھا۔ آج ہمارا ماحولیاتی سسٹم حیران کن حد تک تخریب کا شکار ہوگیا ہے۔ اب اس بگاڑ کے اثرات علاقائی اور ملکی حدود سے نکل کر پوری دنیا پر چھا گئے ہیں، خشکی سے نکل کر سمندروں اور پھر سطحِ زمین کو چہار اطراف سے گھیری ہوئی فضائی چادروں تک یہ اثرات پہنچ گئے ہیں۔ اس ناماحولیاتی تخریب کاری کے مضر نتائج صرف انسانی زندگی کے یومیہ اعمال وحرکات تک محدود نہیں رہ گئے ہیں، بلکہ اس کوکبِ خاکی کے آفاقی وکائناتی نظام کو بھی اپنے لپیٹ میں لینے کے لیے بیتاب ہیں۔ آلودگیوں کی تہہ پر تہہ جمتی جارہی ہے اور ماہرینِ ماحولیات کی مانیں تو قریب ہے کہ نظامِ قدرت کچھ حیرت انگیز کروٹیں بدلے، جس کے نتیجے میں نوعِ انسانی کو ناگفتہ بہ حالات سے دوچار ہونا پڑ جائے۔

نظامِ قدرت سے چھیڑ چھاڑ مختلف سطحوں پر ہورہی ہے۔ مادی ترقی اور دنیاوی خوشحالی کی ہوڑ میں روز بہ روز نئی نئی انڈسٹریاں قائم ہورہی ہیں۔ کارخانوں اور فیکٹریوں کی چمنیوں سے ابلنے والی زہریلی گیسیں اور بخارات ایک نہ دکھائی دینے والی چادر فضا میں تان دیتے ہیں جو سطحِ بسیط کی گرمی کو اندر ہی اندر حبس کردیتی ہے۔ اس نہ دکھائی دینے والی چادر کو شیشے کا گھر (Crystal House) بھی کہا جاتا ہے۔ نتیجتاً عالمی درجۂ حرارت بڑھ رہا ہے یا مشہور اصطلاحی الفاظ میں گلوبل وارمنگ روز افزوں ہے۔ گلوبل وارمنگ کے نتیجے میں بہت ساری ماحولیاتی اور فضائی تبدیلیاں رونما ہو سکتی ہیں اور رفتہ رفتہ ہونے بھی لگی ہیں۔ اس کی وجہ سے قطب جنوبی اور قطب شمالی پر جمے ہوئے برف کے پہاڑ (گلیشیرس) پگھل رہے ہیں۔ اگر ان کا پگھلنا یونہی جاری رہا تو چند دہائیوں میں مختلف سمندروں میں پانی کا بڑا اضافہ ہوجائے گا اور انجام کار سیکڑوں ساحلی علاقے، بحری جزیرے اور ان کی آبادیاں غرقاب ہوجائیں گی۔ اس کے بعد موسلادھار طوفانی بارشوں کا دور آسکتا ہے اور اس کے نتیجے میں قابلِ کاشت بڑے بڑے خطے اور علاقے بے آب وگیاہ صحراؤں میں تبدیل ہوجائیں گے، ایسا امکان ہے۔ اس کا سائڈ افیکٹ یہ ہوگا کہ غذائی اشیاء کی کمی ناقابلِ تلافی حد تک پہنچ جائے گی، بلکہ قابلِ نوش پانی اس قدر کم ہوجائے گا کہ شاید پانی کے حصول کے لیے انسانوں کو انسانوں کا خون پینا پڑے۔ زیرِ زمین قابلِ نوش پانی کی قلت نے ابھی سے اپنا رنگ دکھانا شروع کردیا ہے اور مختلف اطراف سے اس مسئلے میں بہ تدریج حدت اور شدت بڑھتی جارہی ہے۔

اس کے علاوہ دنیا میں سپر پاور بنے رہنے کی ہوڑ میں ہر ملک ایک سے بڑھ کر ایک تباہ کن بم تیار کررہا ہے اور فریقِ مخالف کو نیچا دکھانے کے لیے مکرر سہ کرر ان کے آزمائشی تجربات کررہا ہے۔ حقیقتِ واقعہ یہ ہے کہ ایٹمی دھماکوں کے نتیجے میں بہت ساری تباہ کن شعاعیں قرب وجوار کی فضا میں پھیل جاتی ہیں اور ہر ذی روح پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ یہ سٹرونیوم نائینٹی (Citronium 90) کا مادہ ہوتا ہے جو ایٹمی دھماکوں کے ساتھ پیدا ہوتا ہے اور اپنی کثافت کی وجہ سے کچھ دیر تک فضا میں بادل کی شکل میں دکھائی دیتا رہتا ہے، پھر دھیرے دھیرے زمین پر گرنا شروع ہوتا ہے۔ زمین پر اس کی ایک پپڑی نما تہہ جم جاتی ہے جو پیڑ پودوں میں جذب ہوکر جانوروں کے اندر پہنچتی ہے اور پھر ان کے دودھ اور گوشت سے ہوتی ہوئی انسانوں میں سرایت کرجاتی ہے۔ اس کے پھیلاؤ کا دوسرا راستہ یہ ہوتا ہے کہ پیڑ پودوں کے راستے یہ پھلوں اور سبزیوں میں اور وہاں سے انسانی جسم میں۔ نیز حاملہ اور دودھ پلانے والی ماؤں سے ہوتا ہوا نومولود اور شیر خوار بچوں کے جسم میں یہ مادہ پہنچتا ہے، گیہوں، چاول اور دالیں وغیرہ کوئی غلہ یا سبزی یا پھل اس زہریلے مادے کے بداثرات سے محفوظ نہیں رہ پاتے۔ یہ انسانی ہڈیوں، انسانی جسم کے خلیوں اور غدود میں سرایت کرجاتا ہے اور پھر ان خلیوں اور غدود کے عمل اور حرکت کو ڈسٹرب کرتا ہے۔ اس کا عملی اور واقعی تجربہ سب سے پہلے جاپان کے دو بدنصیب شہروں ناگاساکی اور ہیروشیما پر کیا

[1] جامعۃ الفلاح، بلیریا گنج، اعظم گڑھ۔

گیا تھا۔ انٹرنیٹ پر ان دونوں شہروں کی تباہی و بربادی کی ہزاروں تصویریں موجود ہیں جنہیں بہ آسانی سرچ کر کے دیکھا جا سکتا ہے۔ ایٹمی تجربات کے نتیجے میں کبھی کبھی زہریلی گیس یا زہریلے مادے کا رساؤ ہو جاتا ہے اور قرب وجوار کی آبادی منٹوں میں مردہ ہو جاتی ہے۔ بھوپال گیس کا واقعہ ہمارے ذہنوں میں رہنا چاہیے۔ کبھی کسی ٹیکنیکل پرابلم کی وجہ سے دورانِ تجربات ہی دھماکہ ہو جاتا ہے اور نتیجتاً پورا ایٹمک پلانٹ اور آس پاس کی بستیاں صفحۂ ہستی سے مٹ جاتی ہیں۔

کیڑوں کو مارنے والی دوائیں اور کیمیکلس بھی معمولی زہر نہیں ہوتے جن کا بہ آسانی علاج کر لیا جائے اور اللہ اللہ خیر صلا۔ ان کے اندر سیسہ، تانبا، زنک اور پارہ وغیرہ ایسی دھاتیں ملائی جاتی ہیں جو اگر انسانی جسم میں ایک بار داخل ہو جائیں تو اس کا سارا نظام چوپٹ کر دیں۔ یہ عناصر جسم کے اندر پائی جانے والی قوتِ مدافعت کو کمزور کر دیتے ہیں، سانسیں گھونٹ دیتے ہیں، جنس تبدیل کر دیتے ہیں، عقل ان کے زیر اثر ماؤف ہو جاتی ہے، یعنی یہ انسان کو نت نئے انداز میں قتل کرتے ہیں۔ تاہم کیڑوں کو بالکلیہ نہیں مار پاتے، کیونکہ کیڑوں کے اندر قوتِ مدافعت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ ان کے جسمانی خلیے نئے حالات سے ایڈجسٹ کرنے کی بے پناہ صلاحیت رکھتے ہیں۔ وہ تیار ہو کر پھر سے انسانیت پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ جب ایک زہر ان پر ناکام ہو جاتا ہے تو انسان دوسرا زہر ایجاد کرنے کی سوچتا ہے۔

شاید عنقریب ہم ماحولیاتی آلودگی اور زہریلے کیمیکلوں سے بھری ایسی دنیا میں جینے جا رہے ہیں جہاں اگر کوئی انسان سبزی کا ایک پتہ کھا لے، کسی مہکتے پھول کو ناک کے پاس لا کر سونگھ لے یا کسی تازے پھل کو منھ میں رکھ کر چبا لے تو فی الفور مر جائے۔ ہم ایسے زمانے میں جینے جا رہے ہیں جہاں اگر کوئی مچھر کسی کتے کو ڈنک مار دے تو مچھر کی موت ہو جائے؛ کیونکہ وہ کتا زہریلا تھا۔ ہمارے دور میں شہد کی مکھیاں کمال چابک دستی اور پورے صبر وتحمل سے پھولوں کا زہر چوس چوس کر موت کی گھٹی بنا رہی ہیں اور پوری پابندی سے اسے اپنے چھتوں میں جمع کر رہی ہے، عہدِ جدید کا حال جلد ہی یہ ہوگا کہ اگر کوئی تتلی پھولوں کے اوپر منڈلائے تو مر جائے؛ کیونکہ پھول کی سانس زہریلی ہو چکی ہوگی۔

کیا تباہی اور بربادی کی یہ تصویر نوعِ انسانی کی علمی اور صنعتی ترقیات کا لازمہ ہے؟ ہر گز نہیں۔ تاہم مغرب کی مادی تہذیب وتمدن کے تحت جس طرح کی علمی اٹھان اور انسانی اقدار کی افزائش ہوگی، اس کا یہ لازمی نتیجہ ضرور ہے۔ آج مغرب کے نظامِ اقدار کا حرفِ اول ہی نفع ونقصان کا تناسب ہے، چنانچہ کوئی بھی مادی ترقی جو صرف نفع نقصان کی قدر (Value) کو سامنے رکھ کر انجام پائے گی، اور اس میں دوسرے انسانوں کے حقوق ومصالح کا پاس ولحاظ نہ رکھا جائے گا، وہ اسی طرح موجبِ ہلاکت اور باعثِ عذاب ہوگی۔ صنعتی اور علمی ترقیات کا یہ رخ تو مغربی تہذیب دیتی ہے، اس کے بالکل برعکس رخ اسلامی تہذیب دیتی ہے جس میں "لا ضرر ولا ضرار" (یعنی نہ خود کوئی نقصان اٹھایا جائے اور نہ دوسروں کو نقصان پہنچایا جائے) کا زریں اصول بنیادی اہمیت کا حامل ہے (حدیث لا ضرر ولا ضرار کے لیے دیکھیں: مسند احمد بن حنبلؒ: ۲۸۶۵)۔

فضائی آلودگی کا مسئلہ اور اسلام:

یقیناً یہ اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ ماحولیاتی مسائل کے تئیں اسلامی تعلیمات وہدایات بڑی کثرت اور تعیین کے ساتھ ہمیں دکھائی نہیں دیتیں اور جو ملتی بھی ہیں تو وہ علمِ ماحولیات میں بڑے ابتدائی درجے کی باتیں شمار ہوتی ہیں۔ مگر ان تعلیمات وتوجیہات کی روشنی میں بھی ہم بہ خوبی یہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ ماحولیاتی مسائل کے تئیں اسلام کا نقطۂ نظر کیا ہے۔ یہاں ایسی ہی چند تعلیمات کو درج کیا جاتا ہے:

آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی بھی ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے اور نہ ہی جنابت میں مبتلا ہو کر ایسے پانی میں گھس کر نہائے۔"

لا يبولن أحدكم في الماء الدائم ولا يغتسل فيه من جنابة (سنن ابوداؤد: ۹۔ التحرير، ابن عبد الهادي: ۱/۷۷۔ المنتقى في الأحكام: ۱/۳۷) روایتوں میں یہ بھی آتا ہے کہ آپ ﷺ نے رکے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے منع کیا تھا۔

نهى عن البول في الماء الراكد (صحيح مسلم: ۳/۱۴۴۔ سنن نسائی: ۱۴)

کہنے کی ضرورت نہیں کہ اس ممانعت کی حکمت ہی یہ ہے کہ پانی پاک صاف رہے اور دوسروں کے استعمال کے قابل باقی رہے۔

اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ تم لوگ ان دو آدمیوں جیسے بننے سے بچو جن کی وجہ سے کثرت سے زبانوں پر لعنت کے الفاظ آتے ہیں۔ لوگوں نے استفسار کیا کہ وہ کون ہیں؟ تو فرمایا: وہ جو لوگوں کی آمد ورفت کے راستے میں یا ان کی سائے دار جگہوں میں (جہاں لوگ بیٹھتے ہیں)

پاخانہ کردیتے ہیں۔‘‘

قال: اتقوا اللعانين، قالوا: ما اللعانان يا رسول الله؟ قال: الذي يتخلى في طريق الناس أو في ظلهم (صحیح مسلم: ۲/۱۳۲)

دوسری حدیث میں مزید وضاحت ملتی ہے، فرمایا کہ تین ایسی جگہوں سے بچو جن کی وجہ سے لعنت ہوتی ہے، پانی کے گھاٹ پر، یا عام راہ گزر میں یا سائے کی جگہوں میں قضائے حاجت سے بچو۔‘‘

اتقوا الملاعن الثلاث: البراز في الموارد وقارعة الطريق والظل (سنن ابوداؤد: ۹۔ مع تصحیح البانی۔ فیض القدیر، مناوی: ۱/۱۷۸۔ الدلائل، سرقسطی: ۱/۱۳۹)

چونکہ یہ جگہیں ایسی ہیں کہ لوگ وہاں بہت آتے جاتے ہیں اور وہاں گندگی سے لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے، اس لیے شریعت نے ایسی جگہوں پر رفعِ حاجت سے روکا ہے، اس سے مزید مبرہن ہو گیا کہ دوسروں کو نقصان نہ پہنچنے دینا اسلام کی عظیم الشان تہذیبی اقدار میں سے ایک بنیادی قدر ہے۔

راستے کے استعمال پر بھی یہی اصول صادق آتا ہے۔ یہاں بھی کسی کے لیے یہ حلال نہیں ہوتا کہ تمام انسانوں کے منافع ومصالح کے لیے رکھی جانے والی چیزوں کا غلط استعمال کرے یا انہیں نقصان پہنچائے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا صاف ارشاد ہے کہ جو مسلمانوں کے راستوں میں انہیں تکلیف پہنچائے تو وہ اپنے اوپر مسلمانوں کی لعنت واجب کر لیتا ہے۔

من ذى المسلمين في طرقهم وجبت عليه لعنتهم (صحیح الجامع الصغیر، البانی: ۲/۱۰۲۹)

عام استعمال کی چیزوں کو ذاتی استعمال کے لیے خاص کر لینا جائز نہیں ہے؛ کیونکہ اس سے پورے سماج اور پوری ملت کو نقصان پہنچایا جاتا ہے اور یہ حرام ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جو مسلمانوں کے راستوں میں سے کچھ بھی ہڑپ کر لے تو قیامت کے روز وہ سات زمینوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے آئے گا‘‘ من أخذ من طريق المسلمين شيئا جاء يوم القيامة يحمله من سبع أرضين (فیض القدیر، المناوی: ۶/ ۵۵)

نیز فرمایا کہ راستے کے برابر میں خیمے لگا کر قیام نہ کرو اور نہ راستوں پر قضائے حاجت کرو۔‘‘

لا تنزلوا على جوار الطريق ولا تقضوا عليها الحاجات (سنن ابن ماجہ: ۲/۶ مع تصحیح البانی)

حضرت سہل بن معاذ جہنیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان کے زمانے میں اپنے والد کے ساتھ ان فوجوں میں جہاد کے لیے گیا جو موسم گرما میں روانہ ہوتی تھیں۔ ان فوجوں نے لوگوں کے گھر تنگ کر دیے اور راستوں میں لوٹ مار شروع کر دی۔ یہ دیکھ کر میرے والد حضرت معاذ جہنیؓ کھڑے ہوئے اور لوگوں سے کہا: اے لوگو، میں ایک غزوے میں اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ نکلا تھا تو سپاہیوں نے یہی کرنا شروع کر دیا تھا جو فی الوقت تم کر رہے ہو۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ایک منادی کرنے والے کو بھیجا جو زور زور سے یہ کہہ رہا تھا کہ خبردار جو زبردستی کسی کے گھر میں ٹھہرے گا اور اس طرح ان پر اُن کے گھر کی زمین تنگ کرے گا، یا راستے میں کسی سے کچھ چھینے گا تو اس کے لیے کوئی جہاد نہیں ہے۔‘‘

غزوت مع أبي الصائفة في زمن عبدالملك بن مروان فضيق الناس المنازل وقطعوا الطرق فقام أبي في الناس فقال: أيها الناس! إني قد غزوت مع النبي ﷺ غزوة كذا وكذا فضيق الناس المنازل وقطعوا الطرق فبعث رسول الله ﷺ مناديا ينادي: ألا من ضيق منزلا أو قطع طريقا فلا جهاد له

(شرح مشکل الآثار، طحاوی: ۱/ ۷ ۳، شعیب ارناؤوط نے اس روایت کے بعد لکھا ہے کہ اس میں ایک راوی ابو جعفر ہے جو صاحب مناکیر ہے، مگر اس روایت میں اس کی متابعت کی گئی ہے، اس کے علاوہ سند کے باقی افراد ثقہ ہیں)، اس روایت سے بھی پتہ چلتا ہے کہ لوگوں کو ضرر پہنچانا یا کسی نوعیت کی بے آرامی انہیں دینا، پھر چاہے یہ جہاد کا نعرہ بلند کرتے ہوئے اور جہاد کی تیاریوں کی خاطر ہی کیوں نہ ہو، قطعاً جائز نہیں ہے۔

اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ نے تکلیف دہ چیزوں اور گندگیوں کو راستے سے ہٹا دینے کو بھی ایمان کا ایک درجہ قرار دیا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک آدمی کسی راستے میں جا رہا تھا کہ اس نے دیکھا کہ ایک کانٹے دار شاخ پڑی ہے، اس نے وہ شاخ وہاں سے ہٹا دی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے اس کام کی قدر افزائی کی اور اس کی مغفرت فرما دی۔‘‘

[بينما رجل يمشي بطريق وجد غصن شوك على الطريق فأخره فشكر الله له فغفر له] (صحیح بخاری: ۲/۱۷۲۔

صحیح مسلم: ۱۶/۱۶۰)

نیز یہ بھی کہ راستے میں ایک پیڑ ایسا اُگ آیا تھا جس کی وجہ سے گزرنے والے مسلمانوں کو تکلیف ہوتی تھی، ایک روز ایک آدمی آیا اور اس نے وہ پیڑ کاٹ دیا، چنانچہ وہ جنت میں داخل ہوگیا' أن شجرة كانت تؤذى المسلمين فجاء رجل فقطعها فدخل الجنة (صحیح مسلم: ۱۶/۱۶۱)

اسی طرح یہ روایت ہے کہ ایک آدمی کا گزر راستے میں پڑے ہوئے ایک کانٹے کے پاس سے ہوا، ان نے دل ہی دل میں کہا کہ میں اس کانٹے کو راستے سے ہٹا دیتا ہوں مبادا اس سے کسی مسلمان کو ضرر پہنچ جائے؛ چنانچہ اس کی مغفرت کردی گئی''،

'مرّ رجل بشوك فى الطريق فقال: لأميطن هذا الشوك لا يضر مسلما فغفر له'' (الأدب المفرد، بخاری: ۶۳)۔

مسلمانوں کے راستوں سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹانے میں رغبت دلانے کا مفہوم مختلف الفاظ واسالیب میں بار بار آیا ہے۔ مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ میری امت کے اچھے برے تمام اعمال میرے سامنے پیش کیے گئے تو میں نے دیکھا کہ امت کے بہترین کاموں میں ایک کام یہ تھا کہ راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹایا جاتا تھا، اور امت کے برے کاموں میں یہ کام بھی پایا کہ مسجد میں تھوکنے کے بعد اس پر مٹی نہ ڈالی گئی''

[عرضت عليّ أعمال أمتى حسنها وسيئها فوجدت فى محاسن أعمالها أن الأذى يماط عن الطريق ووجدت فى مساوئ أعمالها النخامة فى المسجد لا تدفن] (الأدب المفرد، بخاری: ۶۳)

نیز یہ ارشاد کہ جو مسلمانوں کے راستے سے تکلیف والی چیزوں کو ہٹادے تو اس کے لیے ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے اور جس کی ایک نیکی بھی قبول ہوئی وہ جنت میں جائے گا''

من أماط أذى عن طريق المسلمين كتبت له حسنة ومن تقبلت له حسنة دخل الجنة (الادب المفرد، بخاری: ۳۲)۔

ماحولیاتی نظام کے مظاہر میں ہی راستے بھی آتے ہیں اور گھاٹ، اور سائے کی جگہوں جیسی اجتماع گاہیں بھی آتی ہیں، اور ان کے تحفظ اور پاکیزگی کی جس طرح بار بار تاکید نبوی تعلیمات میں ہمیں ملتی ہے اس سے صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ ماحولیاتی مسائل کے تعلق سے اسلام کا موقف کیا ہے۔ اسلامی تعمیر وترقی کا داعی ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اس کے زیر سایہ جو انسانی سماج بھی قائم ہو اس میں زندگی کے تمام پہلوؤں میں حسین توازن پایا جائے۔ توازن ایک عظیم ترین تہذیبی قدر ہے جس پر اسلام نے بڑا زور دیا ہے اور زندگی کے کسی بھی میدان کو اس کے دائرۂ اثر سے مستثنیٰ نہیں رکھا ہے۔

☆☆☆

فضائی اور صوتی آلودگی

ڈاکٹر مولانا محی الدین غازی فلاحی[1]

تمہید:

زمین انسان کا عارضی مگر حیات دنیوی کا واحد مسکن ہے، اس مسکن کا قابل سکونت ہونا ہر انسان کا بنیادی حق اور اسے قابل سکونت بنائے رکھنا ہر انسان کی ذمہ داری ہے، کسی کے لئے کسی بھی طرح روا نہیں ہے کہ وہ اس کے قابل سکونت ہونے کی خوبی کو خرابی سے دوچار کرے، خواہ اس میں اس کا ذاتی یا اس کے گروہ کا گروہی فائدہ کیوں نہ ہو۔

قرآن مجید کی تعلیمات کا ایک خاص پہلو یہ بھی ہے کہ اس نے فساد فی الارض کو انسانوں کا اپنا مسئلہ قرار دے کر اس کے سلسلے میں نہایت حساس ہوجانے پر زور دیا ہے، قرآن مجید کی رو سے فساد فی الارض ایک ایسی برائی ہے جس کے سنگین جرم ہونے پر سارے انسانوں کا فطری طور سے اتفاق ہونا چاہئے۔ اور اس کے مقابلے میں اصلاح فی الارض کو ایک متفقہ خوبی ہونا چاہئے۔

سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ کریں تو اس امر پر بھی توجہ نظر آتی ہے کہ ماحول کو انسانی زندگی کے لئے سازگار اور خوشگوار کیسے بنایا جائے، اس کی ایک مثال شجر کاری کی پرزور ترغیب ہے، اور اس امر پر بھی کہ ماحول کو خراب کرنے والی چیزوں کا سدباب کس طرح کیا جائے، اس کی ایک مثال راستوں پر قضائے حاجت سے عام ممانعت ہے۔

گو کہ فقہ کے ابواب کی فہرست پر نظر ڈالنے سے ایسا نہیں لگتا کہ ماحولیاتی آلودگی کے مسائل فقہاء کا موضوع رہے ہیں، ماحولیاتی آلودگی کے مسائل گذشتہ ادوار میں اتنی سنگینی کے ساتھ سامنے بھی نہیں آئے تھے، کہ ان کو توجہ کا موضوع بنایا جاتا؛ تاہم فقہی کتابوں کی جزئیات کے مطالعہ سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ فضا اور ماحول کی صفائی اور سازگاری فقہاء کی توجہ کا موضوع رہے ہیں۔

نمونے کے طور پر راقم کے سامنے ایک شافعی فقیہ کی کتاب ہے، کتاب کا نام ہے: "معالم القربة في طلب الحسبة"، مصنف کا نام ہے: "محمد بن محمد بن أحمد بن أبي زيد القرشي" (متوفی سنہ ۷۲۹ھ)۔

اس کتاب میں محتسب کی ذمہ داریوں پر گفتگو ہے، کہ حاکم کی طرف سے احتساب اور نگرانی کے کام پر مامور محتسب کو معاشرہ میں پائی جانے والی کن کن برائیوں کے ازالہ کی کوشش کرنا ہے۔ اس کتاب میں جگہ جگہ ایسی ہدایات ہیں جن سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ فضائی اور ماحولیاتی سازگاری کا کس قدر خیال اس وقت بھی علماء اسلام کو تھا جب کہ یہ عالمی موضوع کے طور پر عالمی سطح کی گفتگو کا موضوع نہیں بنا تھا۔

صفائی ستھرائی اور حفظان صحت کے حوالے سے زیر نظر کتاب میں محتسب کے اوپر جو ذمہ داریاں عائد کی گئی ہیں، اور محتسب کو اس حوالے سے شہریوں کے اوپر جس طرح کی پابندیاں عائد کرنے کے اختیارات دئے گئے ہیں، ان سے ہمیں بڑی رہنمائی ملتی ہے، ماحول کی آلودگی اس دور میں قابل ذکر مسئلہ نہیں تھی، لیکن اعضاء جسم، سامان زندگی اور کھانے پینے کی چیزوں کو لاحق ہونے والی گندگی اور آلودگی کے سدباب کے لئے جو تدابیر اور پابندیاں تجویز کی گئی ہیں، وہ ماحولیاتی آلودگی کے علاج میں بھی رہنمائی کرتی ہیں۔

ان سے معلوم ہوتا ہے کہ عام لوگوں کو نقصان سے بچانے کے لئے افراد پر کچھ ضروری پابندیاں بھی عائد کی جاسکتی ہیں، اور حکومت کو افراد کے

---

[1] ممبر مجمع فقہاء الشریعۃ (امریکہ) عمید کلیۃ القرآن الجامعۃ الاسلامیہ شانتا پرم (کیرلا)۔

ان معمولات کی نگرانی کا بھی اختیار حاصل ہے جن کا تعلق مفاد عامہ سے ہو۔

اس امر میں بھی بحث کی گنجائش نہیں ہے کہ مفاد عامہ کا تحفظ اور اس کی رعایت مطلوب ہے، اور اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اس تحفظ اور رعایت کی خاطر قانون بنانے اور نافذ کرنے والے حکمراں مسلمان ہیں یا غیر مسلم ہیں۔ ایسے ہر قانون کی پابندی ملک کے ہر مسلمان شہری کے لئے ضروری ہونا چاہئے، بلکہ ایک مسلمان شہری کو ایسے قوانین کا دوسروں سے زیادہ پابند ہونا چاہئے؛ کیونکہ دوسروں کے لئے تو وہ ایک قانونی تقاضا ہے، لیکن ایک مسلمان کے لئے مفاد عامہ کا تحفظ ایک دینی تقاضا بھی ہے، جو اس وقت بھی برقرار رہتا ہے جب کہ حکومت اسلامی نہیں ہو۔

اہل اسلام کو خیر امت اور داعی الی الخیر امت ہونے کی حیثیت سے اجتماعی منفعت ومضرت کے باب میں سب سے زیادہ باشعور اور سنجیدہ ہونا چاہئے؛ چونکہ انہیں ان کے دین کی طرف سے بھی عمارۃ الارض کے کام کا مکلف بنایا گیا ہے، اس لئے اہل اسلام کی ذمہ داری بنتی ہے کہ:

اول: وہ خود سوچیں کہ ماحولیات کے تحفظ اور اس کو ساز گار بنانے کے لئے مناسب ترین تدابیر کیا اختیار کی جاسکتی ہیں۔

دوم: وہ خود آگے بڑھ کر حکومت وقت کو اس سلسلے میں مناسب ترین قوانین بنانے کی طرف متوجہ کریں۔

سوم: اس طرح کے قوانین کی وہ سب سے زیادہ پابندی کرنے والے بنیں۔

چہارم: جو پہلو قوانین کے دائرے میں نہ آسکے ہوں مگر ان کی رعایت کی ضرورت ماحولیات کے تحفظ اور اسے خوشگوار بنانے کے لئے محسوس ہوتی ہو، ان پہلوؤں کی رعایت کرنے میں بھی اہل اسلام کو امتیازی مقام حاصل رہے۔

پنجم: ماحولیاتی آلودگی پھیلانے میں اگر دوسرے لوگ بے احتیاطی اور غیر سنجیدگی کا ثبوت دیں، اور حکومت بھی سنجیدہ نہ ہو تو بھی اہل اسلام اپنی تعمیری روش پر سنجیدگی سے قائم رہیں، اور کسی قسم کی قومی کشمکش کا جذبہ اس راہ میں رکاوٹ نہ بنے۔

ششم: کس چیز کو ماحولیاتی آلودگی کی وجہ سے ضرر رساں مانا جائے، اور کس چیز کو نہیں مانا جائے، اس سلسلے میں عرف کا خیال کیا جائے گا، معروف شافعی فقیہ علامہ ماوردی ایک مختلف مسئلے میں بیان کرتے ہیں:

''وإذا وضع الناس الأمتعة وآلات الأبنية فی مسالك الشوارع والأسواق ارتفاقا لينقلوه حالا بعد حال مكنوا منه، إن لم يستضر به المارة، ومنعوا منه إن استضروا به، وهذا القول فی إخراج الأجنحة والأسبطة ومجاری المياه وآبار الحشوش يقر ما لا يضر ويمنع ما ضر، ويجتهد المحتسب رأيه فيما ضر وما لم يضر، لأنه من الاجتهاد العرفی دون الشرعی'' (الأحكام السلطانية، ص ۳۷۲)۔

اس تمہید کے بعد مندرجہ ذیل سوالوں کے مختصر جواب دیئے جاتے ہیں:

۱۔ جو ایندھن کے ایسے وسائل استعمال کرنے پر قادر ہو جو اجتماعی ضرر سے خالی ہوں، اس کے لئے ایسے وسائل کا استعمال درست نہیں ہوگا جن سے اجتماعی ضرر پیدا ہوتا ہو، خواہ وہ نسبتاً ارزاں ہوں، اگر وہ نسبتاً گراں وسائل کے استعمال پر قادر ہو۔

۲۔ گاڑیوں کے ایندھن کے سلسلے میں حکومت کی طرف سے عائد کردہ پابندیوں کا التزام شرعاً بھی واجب ہو جاتا ہے، اگر وہ پابندیاں عوام کو اجتماعی ضرر سے بچانے کے لئے ہوں، اور ان حکومتی پابندیوں کے علاوہ بھی جہاں تک ممکن ہو لوگوں کو ضرر سے بچانے اور ماحول کو پاک و صاف رکھنے کے لئے کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کو ترجیح دینا شرعاً مطلوب ہے۔

۳۔ اجتماعی مفاد کی خاطر اگر حکومت کی طرف سے بجلی پیدا کرنے والے کسی قسم کے جنریٹر پر پابندی عائد کی جاتی ہے، تو اس کا التزام شرعاً بھی مطلوب قرار پائے گا۔

۴۔ شرعی نقطہ نظر سے صاحب استطاعت افراد واشخاص، مساجد ومدارس اور اداروں کے لئے آلودگی سے محفوظ توانائی کا استعمال مستحب اور مستحسن

عمل قرار پائے گا۔

۵۔ کارخانوں کے سلسلے میں ایسی تمام پابندیوں کا التزام شرعاً مطلوب اور ضروری ہے جن کا مقصد اجتماعی ضرر سے حفاظت اور انسانی بھلائی کا حصول ہو، ان پابندیوں کی خلاف ورزی شرعاً بھی غلط ہے؛ کیونکہ یہ پابندیاں قانونی شکل اختیار کرنے سے پہلے بھی شرعاً مطلوب رہی ہیں۔

۶۔ ذبیحہ کے وہ تمام اجزاء جن سے تعفن پھیلنے اور فضائی آلودگی بڑھنے کا اندیشہ ہو، انہیں ایسے انجام تک پہونچانا مطلوب اور ضروری ہے جس سے اس طرح کی خرابیوں کا انسداد ہوسکے، خواہ وہ دفن کرنا ہو، یا آبادی سے دور دراز علاقے میں پھینک دینا ہو، غرض زمانے کی جو بھی ترقی یافتہ شکل اس مقصد کے لئے مفید ہو اسے اختیار کرنا افراد کے لئے ضروری ہے، اور اگر ایسی کسی شکل کو حکومت کی طرف سے لازم کیا جاتا ہے، اور یہ حکومت کی ذمہ داری بھی ہے، تو مسلمان شہریوں کے لئے شرعاً بھی اس کو اختیار کرنا ضروری ہوجاتا ہے۔

۷۔ سامان کی پیکنگ اور ضرورت کے دوسرے سامانوں جیسے ڈسپوزل برتن وغیرہ کے طور پر پلاسٹک کا استعمال اس وقت تک شرعاً بھی ناپسندیدہ سمجھا جانا چاہئے، جب تک اسے تحلیل کرنے اور اس کے نہایت خطرناک اثرات سے بچنے کے تسلی بخش طریقے سامنے نہیں آجاتے ہیں۔

۸۔ تمباکونوشی کی ساری شکلیں شرعاً ناپسندیدہ ہیں؛ کیونکہ وہ اس فرد کے لئے نقصان دہ ہیں جو ان کا استعمال کرتا ہے، مزید ان کی کراہیت اور زیادہ شدید ہوجاتی ہے، جب ان کا استعمال اس طرح سے ہو کہ دوسرے بہت سارے لوگوں کو اس کا ضرر لاحق ہوسکتا ہو۔ غرض تمباکونوشی تنہائی میں تو شرعی لحاظ سے غلط ہے ہی، پبلک مقامات پر سگریٹ نوشی اور زیادہ غلط قرار پاتی ہے۔

۹۔ رفع حاجت کے لئے صحیح طریقہ تو یہی ہے کہ اس کے لئے مخصوص بیت الخلا میں کیا جائے، کہ اس میں ستر کا حق بھی ادا ہوتا ہے، اور دوسروں کو ضرر بھی نہیں لاحق ہوتا ہے، بیت الخلا نہیں ہونے کی صورت میں ان جگہوں کا رخ کرنا چاہئے جو لوگوں کی آمدورفت سے دور ہوں، عام شاہراہوں اور پبلک مقامات پر رفع حاجت کرنا سنت سے ثابت تعلیمات کے صریح منافی ہے۔

۱۰۔ ماحول کو نقصان سے بچانے کے لئے بھی اور معاشرہ میں صفائی کے مظہر کی برقراری کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ ادھر ادھر تھوکنے کے بجائے مناسب ترین رویہ اختیار کیا جائے، جن میں یہ بھی شامل ہے کہ تھوک دان کا استعمال کیا جائے، مزید رومال وغیرہ بھی ساتھ رکھا جائے۔ ادھر ادھر تھوکنا ذوق سلیم کی بیماری کا سبب بھی بنتا ہے۔

۱۱۔ سوال میں مذکور صورت حال نہایت سنگین بھی ہے اور بہت پیچیدہ بھی ہے، اس کے لئے دور حاضر کا تمدن پورے طور پر ذمہ دار ہے، وہ سائنس اور ٹکنالوجی بھی ذمہ دار ہے جس نے انسانوں کے عام اور بنیادی مفاد کا ذرا لحاظ کئے بغیر اس طرح کی مضر ایجادات کو سیلاب کی طرح انسانی آبادی میں پھیلا دیا، اور انہیں رفتہ رفتہ انسانوں کی ضرورت بنا دیا۔ اس کے پیچھے جو سرمایہ دار ہیں، اور ان کی پشت پر جو حکومتیں ہیں، وہ سب اس کے لئے ذمہ دار ہیں۔ بہرحال ایک مسلمان کی حیثیت سے مقدور بھر احتیاط کرنا اس خیریت کا تقاضا ہے جو اس امت کا وصف خاص ہے۔

۱۲۔ ایک مسلمان کو شجرکاری اور اشجار کی حفاظت کے کاموں میں عام انسانوں سے زیادہ آگے ہونا چاہئے؛ کیونکہ یہ تو نبی پاک ﷺ کی سنت سے ثابت ایک اہم تعلیم ہے، یہ اس وقت بھی مطلوب ہے جب کہ دوسرے انسان اس سلسلے میں لاپرواہ ہوں، اور اگر دوسرے انسانوں کے درمیان بھی اس کے سلسلے میں صحیح شعور اور ذمہ دارانہ رویہ عام ہوجائے، تب تو مسلمانوں کے لئے اس باب میں کسی قسم کی کوتاہی یا غیر ذمہ دارانہ رویہ بہت زیادہ ناپسندیدہ ہوجاتا ہے۔ اسلام نے اہل ایمان اور کائنات کے درمیان محبت کا جو رشتہ قائم کیا ہے، اس کا تقاضا ہے کہ اہل ایمان کا رویہ اس محبت کے اظہار میں سب سے ممتاز اور نمایاں ہو۔

صوتی آلودگی:

صوتی آلودگی بھی انسان کے لئے کچھ کم مضرت رساں نہیں اور یہ شور اور غیر معتدل آواز کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، اس پس منظر میں درج ذیل امور پر روشنی ڈالنے کی درخواست ہے:

۱۔ صوتی آلودگی انسانوں کے لئے بے حد مضر ہے، اس لئے اس طرح کی پابندیوں کا خیال کرنا انسانی بنیادوں پر تو مطلوب ہے ہی، شرعا بھی مطلوب ہے۔ اور شرعا مطلوب ہونے کی وجہ سے اس طرح کی پابندیوں کا التزام اور زیادہ ضروری ہوجاتا ہے۔

۲۔ غیر ضروری طور پر زیادہ آواز والے ہارن کا استعمال کرنا جس سے صوتی آلودگی بھی بڑھے اور لوگوں کو تکلیف اور دہشت بھی ہو، شرعا بھی غلط اور ناپسندیدہ ہے۔

۳۔ ایسے تمام گانے بجانے کے سامان جو اپنے آپ میں بھی شرعا ناپسندیدہ ہیں، اس وقت اور زیادہ ناپسندیدہ ہوجاتے ہیں جبکہ وہ ماحول کے لئے بھی نقصان دہ ہوجائیں، بلکہ جو سامان کسی طور بھی کسی کے نزدیک جائز ہیں وہ بھی اس وقت ناپسندیدہ ہوجاتے ہیں جبکہ وہ دوسروں کے لئے تکلیف اور ضرر کا سبب بنیں، جیسے دف کے جواز پر کوئی اختلاف نہیں ہے، لیکن وہ بھی اسی وقت تک جائز ہوگا جب تک وہ اجتماعی ضرر کا سبب نہ بنے۔

۴۔ لوگوں کی صحت اور ماحولیات کے تحفظ کی خاطر جو قوانین بنائے جاتے ہیں، ان کی پابندی شرعا بھی ضروری ہے، بلکہ یہ سمجھنا چاہئے کہ ان قوانین کے بننے سے پہلے ہی وہ پابندیاں شریعت کی طرف سے مسلمانوں پر عائد ہوتی ہیں۔ ایسے قوانین کی خلاف ورزی کا مطلب انسانوں کو ضرر پہونچانے کے گناہ میں مبتلا ہونا ہے۔ صوتی آلودگی پھیلانے کا جواز نہ سیاسی جلسے بن سکتے ہیں اور نہ ہی مذہبی جلسے بن سکتے ہیں۔

☆☆☆

فضائی آلودگی

مفتی محبوب علی وجیہی[1]

۱۔ جو شخص کم سے کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن پر قدرت رکھتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ وہی ایندھن استعمال کرے جو کم آلودگی پھیلائے، اور اگر بغیر دھواں والی چیز کے استعمال کرنے پر قدرت رکھتا ہے تو بغیر دھواں والی چیز کا استعمال کرنا لازم ہوگا۔

موسوعہ فقہیہ (۲۸ / ۱۳۱) پر ہے: ''إن الشرع إنما جاء ليحفظ على الناس دينهم وأنفسهم وعقولهم وأنسابهم وأموالهم فكل ما يكون بعكس هذا فهو مضرة يجب إزالتها ما أمكن وإلا فتأييدًا لمقاصد الشرع يدفع في هذا السبيل الضرر الأعم بالضرر الأخص''۔

اور (ص ۱۸۶) پر ہے: ''إن الانسان أن يتصرف في ملكة ما شاء من التصرفات ما لم يضر بغيره ضررا ظاهرا ولو أراد بناء تنور في داره للخبز الدائم كما يكون في الدكاكين أو رحا للطحن أومدقات للقصارين لم يجز لأن ذلك يضر بالجيران ضررا ظاهرا فاحشا لايمكن التحرز منه والقياس انه يجوز لأنه تصرف في ملكه وترك ذلك استحسانا لأجل المصلحة''۔

۲۔ اس صورت میں وہ گاڑیاں جن سے زائد آلودگی پھیلتی ہے جیسے ڈیزل وغیرہ بشرط وسعت ان کا استعمال کرنا درست نہیں ہے، اگر کم ضرر پہنچانے والی گاڑیاں استعمال کی جائیں تو یہ صحیح ہوگا، حکومت کی طرف سے کوئی قانون ہو یا نہ ہو وہ شخص مکلف ہے کہ لوگوں کو ضرر پہنچانے والی چیز کا استعمال نہ کرے، اگر حکومت کی طرف سے قانوناً دھواں دینے والی گاڑیوں کا استعمال بند کر دیا جائے اور صرف گیس سے چلنے والی گاڑیوں کو ہی باقی رکھا جائے؛ بشرطیکہ ضرورت کے مطابق گیس مہیا ہو تو حکومت کے قانون کے مطابق اس پر عمل کرنا ضروری ہوگا، اس لئے کہ نفع خاص کے مقابلہ میں ضرر عام کو چھوڑ دینا ضروری ہے، اگر گورنمنٹ کی طرف سے کوئی قانون نہ بھی ہو تب بھی عوام کو ضرر عام کے پیش نظر کم دھواں والی گاڑیوں کا استعمال کرنا ضروری ہوگا، موسوعہ فقہیہ ۲۸ / ۱۸۶ پر ہے:

''أما إذا أمكن انجبار الاضرار ورفعه جملة فاعتبار الضرر العام أولى فيمنع الجالب أو الدافع مما هم به؛ لأن المصالح العامة مقدمة على المصالح الخاصة بدليل النهى عن تلقى السلع وعن بيع الحاضر للبادى''۔

۳۔ روشنی حاصل کرنے کے لئے بجلی کا استعمال کرنا درست ہے اور گیس سے چلنے والے جنریٹر کا استعمال کرنا بھی درست ہے، البتہ گیس دستیاب نہ ہونے کی صورت میں ڈیزل اور پٹرول، مٹی کے تیل کا استعمال نہیں کرنا چاہئے؛ کیونکہ جہاں تک ممکن ہو سکے ماحولیات کو آلودگی سے محفوظ رکھا جائے، القواعد الفقہیہ / ص ۸۸ پر ہے: ''الضرر الأشد يزال بالضرر الأخف''، اور اسی صفحہ پر ہے: ''الضرر يدفع بقدر الامكان''۔

۴۔ شمسی توانائی کا اگر استعمال کیا جائے اور اس کا استعمال ہو سکتا ہو اور بقدر ضرورت شمسی توانائی حاصل ہو سکے تو اس کا استعمال شرع کے نزدیک یقیناً مستحسن و مستحب ہوگا۔

۵۔ صنعتی ترقی اور اس کے لئے فیکٹریاں وکارخانے بنانا ضروری ہیں لیکن فیکٹری مالکوں پر لازم ہے کہ وہ ان میں ایسے ایندھن کا استعمال کریں

[1] مفتی شہر رامپور، یوپی۔

جس سے کم سے کم دھواں پیدا ہو، اور دوسرے آبادی کے باہر انہیں بنایا جائے، اور ان فیکٹریوں سے جو فضلات پیدا ہوتے ہیں اگر وہ کسی بھی تدبیر سے ضائع ہوسکتے ہیں تو بغیر نقصان پہنچائے انہیں فوراً ضائع کردیا جائے؛ کیونکہ انسانی زندگی نہایت اہم ہے، اس قسم کے قوانین انسانی بھلائی کے لئے اگر حکومت بنائے تو اس پر عمل کرنا ضروری ہے اور اس کی خلاف ورزی پر گورنمنٹ کو سزا دینے کا اختیار ہے، اور شرعاً ایسا شخص ظالم وگنہگار ہوگا؛ کیونکہ مخلوق کو نقصان پہنچانا ظلم بھی ہے اور گناہ بھی ہے، حدیث شریف میں ہے: ''لا ضرر ولا ضرار''، موسوعہ فقہیہ ۲۸ / ۸۰ پر ہے: ''وهذا الحديث يشمل كل أنواع الضرر۔ أما إدخال الضرر على أحد يستحقه لكونه تعدى حدود الله فيعاقب بقدر جريمته أو لكونه ظلم نفسه وغيره فيطلب المظلوم مقابلته بالعدل''۔

۶۔ یقیناً بہت سے وہ جانور جنہیں شریعت نے حلال کیا ہے ان سے غذا حاصل کی جاسکتی ہے، اور ان کے وہ اجزاء جو کھانے میں نہیں آتے اور ان سے تعفن پیدا ہوکر فضا مکدر ہوجاتی ہے جیسے خون اور دیگر اجزاء ان کو زمین میں دفن کردینا چاہئے یا اس سے پہلے کہ کلی سڑیں ان کو کیمیاوی طریقہ سے تبدیل کرلینا چاہئے، اور ذبیحہ کرنے والے پر لازم ہے کہ فضا کو مکدر ہونے سے بچائے، اور حکومت کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ بھی ایسے انتظامات کرے جس سے ماحولیات مکدر نہ ہو۔ موسوعہ فقہیہ (۲۸ / ۱۸۱) پر ہے:

''إن الضرر مهما كان واجب الإزالة فإزالته إما بلا ضرر أصلا أو بضرر أخف منه''۔

۷۔ پیکنگ یقیناً ایک ضرورت ہے اور اہم ضرورت ہے، پلاسٹک کی تھیلیوں سے متعلق وہی حکم ہے جو اوپر گزرا کہ جو چیز نقصان دینے والی ہو اس کا استعمال نہیں کرنا چاہئے، پلاسٹک کی تھیلیوں سے فضا آلودہ ہوتی ہے اس لئے ان کا استعمال بند کردینا چاہئے اور ان کی جگہ غیر نقصان دہ چیز کا استعمال کرنا چاہئے، موسوعہ فقہیہ (۲۸ / ۱۸۳) پر ہے:

''لا ضرر ولا ضرار في الإسلام۔ فكل ما لو عومل به شق عليه وثقل على قلبه فينبغي أن لا يعامل به غيره۔ ونهى النبي ﷺ أن يتعمد أحدهما الإضرار بصاحبه وعن أن يقصدا ذلك جميعا''۔

۸۔ بیڑی، سگریٹ، حقہ فی نفسہ استعمال کرنے میں کوئی حرج وممانعت نہیں ہے، البتہ ان کے استعمال کے نقصانات دو قسم کے ہیں، پینے والے کے لئے بھی اور عام انسانوں کے لئے بھی، اس لئے ڈاکٹر واطباء اس کے استعمال کو منع کرتے ہیں، عموماً اس کے استعمال سے انسان کے پھیپھڑے خراب ہوجاتے ہیں اور اس کے قریب رہنے والے بھی متاثر ہوتے ہیں، اس کا دھواں بھی انسانی صحت کے لئے مضر ہے، اس لئے شرعاً بہتر ہوگا کہ اس کا بھی استعمال نہ کیا جائے، اور قانوناً جن مقامات پر ان چیزوں کے استعمال کی ممانعت ہو وہاں ہرگز ان چیزوں کا استعمال نہیں کرنا چاہئے، اور ایئر پورٹ وغیرہ پر ان چیزوں کے استعمال سے جانوں کو بھی خطرہ لاحق ہوسکتا ہے، اس لئے شرعاً ایسی جگہوں پر ان کا استعمال جائز نہیں ہے۔

۹۔ شریعت مطہرہ میں تمام بری عادتوں سے منع کیا گیا ہے اور جس عمل سے عوام کو نقصان پہنچے اس سے بھی منع کیا گیا ہے، مرد وعورت کے لئے پردے کے مخصوص احکام مقرر کئے گئے ہیں، اس تفصیل کو سامنے رکھتے ہوئے کھلے مقام پر جہاں لوگ آتے جاتے ہوں یا آنے جانے کا احتمال ہو وہاں پیشاب یا پاخانہ کرنا منع کیا گیا ہے، رسول اللہ ﷺ کے ابتدائی زمانہ میں لوگ رفع حاجت کے لئے جنگل میں جاتے تھے مگر آپ ﷺ نے اپنے اخیر دور میں بیت الخلاء بنوائے اور رفع حاجت کرنے کے لئے بیت الخلاء کا حکم دیا، لہٰذا سڑکوں کے کنارے ہو یا کھیت میں یا دوسری جگہ پر وہاں رفع حاجت پوری کرنا ممنوع ہے، یہ آداب کے خلاف ہے، رفع حاجت ایسی جگہ ہونا چاہئے جہاں پردہ پوشی ہوسکے اور راہ گیروں کو تکلیف بھی نہ ہو، دوسرے یہ کہ وہاں پر گندگی نہ ہو، رسول اکرم ﷺ چھپ کر رفع حاجت کیا کرتے تھے، ابن ماجہ کی حدیث ہے:

''اتقوا الملاعن الثلاث البراز في الموارد والظل وقارعة الطريق۔ إن النبي ﷺ نهى أن يصلى على قارعة الطريق أو يضرب الخلاء عليها أو يبال فيها۔ كان النبي ﷺ إذا ذهب المذهب أبعد۔ ولا يأتي البراز حتى يغيب فلا يرى''

۱۰۔ صورت مذکورہ میں انسان کو عام جگہ پر نہیں تھوکنا چاہئے، حکومت پر لازم ہے کہ وہ تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر تھوک دان بنائے تاکہ لوگ حکومت کے اس انتظام کے مطابق عمل کریں شرعی اعتبار سے بھی لوگوں کو اس پر عمل کرنا چاہئے جب تک کہ وہ شریعت کے خلاف نہ ہو۔

۱۱۔ ایسی چیزیں جو انسانی زندگی کے لئے لازم ہوچکی ہیں اور ان کی افادیت کی وجہ سے انسان انہیں چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوسکتا تو صرف مجبوری اور ضرورت میں ان چیزوں کا استعمال کرنا چاہئے، بے ضرورت کثرت کے ساتھ ان چیزوں کا استعمال کرنا درست نہیں ہے۔

۱۲۔ الف: بلاضرورت جنگلات کو کاٹنا اور کھیتوں کی زیادہ سے زیادہ پیسوں کے لئے خرید وفروخت کرنا یہ بھی درست نہیں ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھیتی کرنے اور درخت لگانے کی ترغیب دی ہے۔

ب۔ اسلام کی نظر میں درخت لگانا اور کاشت کرنا بہت اہم ہے؛ کیونکہ اس سے دو فائدے حاصل ہوتے ہیں: ایک مخلوق خدا کو اس سے روزی حاصل ہوتی ہے، دوسرے ماحول میں توازن پیدا ہوتا ہے؛ کیونکہ درخت اور پودے آلودگی کو جذب کرتے ہیں اور اچھی آکسیجن نہیں فراہم کرتے ہیں۔

صوتی آلودگی:

۱۔ یہ بھی انسانی صحت کے لئے مضر ہے اور شور وشغب وغیر معتدل آواز سے پیدا ہوتی ہے، اس لئے کارخانوں وغیرہ کو آبادی سے دور رکھنا چاہئے، اور جو حکومت کی طرف سے قانون بنایا جائے اس پر عمل کرنا چاہئے، اور شرعاً اس پر عمل کرنا لازم ہے۔

۲۔ گاڑیوں کی آواز بھی نقصان دہ ہے، بلاضرورت گاڑی کا ہارن بجانا اور زوردار طریقہ سے بجانا یہ درست نہیں ہے، دوسرے ملکوں میں بلاضرورت ہارن بجانا جرم ہے اور ایسے ہی تیز آواز والے ہارن بجانا بھی جرم ہے، لہذا شرعاً اس کی ممانعت ہے، کیونکہ دوسروں کو تکلیف دینا اور ان کی ایذا رسانی ممنوع ہے، البتہ ایمبولینس کا حکم اس سے خارج ہے؛ کیونکہ اس کا ہارن ضرورت کے تحت بجایا جاتا ہے، مگر ایمبولینس کا ہارن بھی بلاضرورت نہیں بجانا چاہئے۔

۳۔ شریعت کی نظر میں یہ فعل ناجائز وحرام ہے، دوسرے یہ کہ ڈی جے کے ساتھ لڑکوں ولڑکیوں کا رقص ہوتا ہے اور ان کا اختلاط ہوتا ہے جس سے بہت سی برائیاں پیدا ہوتی ہیں، یہ عمل قطعاً ناجائز وحرام ہے اس کا سختی سے سدباب ہونا چاہئے۔

۴۔ لوگوں کو شرعاً قوانین پر عمل کرنا ضروری ہے، اور ویسے بھی کسی کو ایذا پہنچانا اور اس کے آرام کو خراب کرنا درست نہیں ہے، اس سلسلہ میں مکمل طور پر اوپر بیان کیا جاچکا، اور اس بات کا قوالی وغیرہ میں بھی لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ لوگوں کو تکلیف نہ پہنچائی جائے اور ان کے آرام وغیرہ میں خلل واقع نہ کیا جائے۔

فضائی وصوتی آلودگی

مولانا جلال الدین چودھری[1]

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله الكريم وعلى آله و أصحابه أجمعين۔

سوالات مرسلہ کے جوابات تحریر کرنے سے پہلے ایک تمہید مناسب سمجھتا ہوں، سارے کائنات اور مافیہا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی دلیل اور شان ربوبیت کا مظہر ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ فطری طور پر انسانوں کیلئے صاف ستھری، صحت بخش اور آلودگی سے پاک چیزیں حلال فرمائیں اور غیر مصنوعی طریقہ سے اس کا انتظام فرمایا: ''کما فی قوله تعالیٰ :

وأنزل من السماء ماء فاخرجنا به أزواجا من نبات شتى كلوا وارعوا أنعامكم إن في ذلك لآيات لأولي النهى" (طه : ۵۳-۵۴)۔

ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو توازن اور تناسب کے ساتھ پیدا فرمایا ہے:

"كما قال الله تعالى: إنا كل شئ خلقناه بقدر" (قمر : ۴۹)۔

"والأرض مددنها والقينا فيها رواسي وأنبتنا فيها من كل شئ موزون" (الحجر : ۱۹)۔

"سبح اسم ربك الأعلى الذي خلق فسوى" (الاعلى : ۱،۲)۔

ان آیات کی رو سے یہ بات آشکارہ ہے کہ انسان سے ایسا کوئی عمل صادر نہ ہو جسے اس کا توازن بگڑ جائے اور مخلوقات کو نقصان پہونچے؛ کیونکہ اس کا فطری توازن کبھی مخلوقات کیلئے نقصان دہ نہیں، سورہ فرقان میں بڑی خوش اسلوبی سے بیان فرمایا ہے:

"والذين إذا أنفقوا لم يسرفوا ولم يقتروا و كان بين ذلك قواما" (الفرقان : ۶۷)۔

"كلوا واشربوا ولا تسرفوا انه لا يحب المسرفين" (الاعراف : ۳۱)۔

یہ بات اور بھی واضح ہے کہ دنیا اور اس کی تمام چیزیں انسان کے فائدہ میں کسی نہ کسی حیثیت سے دخل دار ہے، چاہے وہ ماکولات سے یا مشروبات سے یا زیب وارائش سے متعلق ہو یا نہ ہو شرط یہ ہے کہ انصاف اور اعتدالیت سے استفادہ کرے ورنہ وہ مضر ٹھہرے گا۔

انسان کو اپنی صحت کی حفاظت لازمی فریضہ ہے اور حدیث پاک کی رو سے انسان کی صحت ایک نعمت عظمیٰ ہے۔

''عن عبد الله بن عباس ؓ قال : قال رسول الله ﷺ: نعمتان مغبون فيهما كثير من الناس : الصحة والفراغ'' (ترمذی ۲/۵۶)۔

بعض چیزیں اور اعمال اس دنیا میں اخلاق اور صحت کے اعتبار سے نقصان دہ ہیں، اور ان نقصانات سے بچنا شریعت کا بنیادی مقصد ہے، ذیل کی جزئیات اس پر شاہد ہے: ''فان الشريعة مبناها وأساسها على الحكم ومصالح العباد في المعاش والمعاد وهي عدل كلها و مصالح كلها وحكمة كلها، فكل مسألة خرجت عن العدل إلى الجور وعن الرحمة إلى ضدها و عن المصلحة إلى المفسدة و عن الحكمة إلى العبث فليست من الشريعة وإن أدخلت فيها بالتأويل فالشريعة عدل الله بين عباده'' (اعلام الموقعین ۳/۳)۔

[1] دار الحدیث، جامیرا، ہیلاکندی، آسام۔

''أن التكاليف۔ كما تقدم۔ مشروعة لمصالح العبد و مصالح العباد إما دنيوية وإما أخروية'' (الموافقات للشاطبی ۵/ ۱۴۸)

''وهي أن وضع الشرائع إنما هو لمصالح العباد في العاجل و الآجل معاً'' (الموافقات ۲/ ۹)۔

''إن الاحكام شرعت لمصالح العباد'' (الموافقات ۲/ ۱۲۰)۔

شیخ عزالدین بن عبدالسلام۔ فرماتے ہیں اپنے ''قواعد الاحکام في مصالح الأنام'' میں: ''والشريعة كلها مصالح إما تدرأ مفاسد أو تجلب مصالح'' (اصولی مباحث لعتیق احمد / ۲۴۶)۔

شجرۃ المعارف والاحوال میں ہے: ''اعلم أن الله سبحانه لم يشرع حكما من أحكامه إلا لمصلحة آجلة أو عاجلة تفضلا منه على عباده إذ لاحق لأحد منهم عليه الخ'' (اصولی مباحث / ۲۴۷)۔

مجموعۃ الفتاویٰ میں ابن تیمیہ لکھتے ہیں: ''إن الشريعة جائت بتحصيل المصالح و تكميلها وتعطيل المفاسد و تقليلها فإنها ترجح خير الخيرين و شرالشرين و تحصل أعظم المصلحتين بتثبيت أدناه وتدفع أعظم المفسدتين باحتمال أدناه'' (اصولی مباحث / ۲۵۰)۔

سورۂ اعراف میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ''ويحل لهم الطيبات و يحرم عليهم الخبائث'' (الاعراف: ۱۵۷)۔

یہاں طیب اور خبیث ماکولات اور مشروبات میں محدود نہیں ہیں بلکہ وہ وسیع معانی پر مشتمل ہیں۔

مفتی شفیع صاحبؒ نے معارف القرآن میں بڑے دقیق انداز سے تفسیر کیا ہے۔ جیسا کہ "اليوم أحل لكم الطيبات" کے تفسیر میں رقم طراز ہیں: لغت میں طیبات صاف ستھری اور مرغوب چیزوں کو کہا جاتا ہے اور خبائث اس کے بالمقابل گندی اور قابل نفرت چیزوں کیلئے بولا جاتا ہے، اس لئے آیت کے اس جملہ نے یہ بتلا دیا کہ جتنی چیزیں صاف ستھری مفید اور پاکیزہ ہیں وہ انسان کے لئے حلال کی گئیں اور جو گندی، قابل نفرت اور مضر ہیں وہ حرام کی گئی ہیں۔

لفظ طیب موقع کی مناسبت سے مختلف معانی میں مستعمل ہوتا ہے۔ عاجز کا خیال ہے کہ لفظ طیب بہت وسیع معانی کا حامل ہے۔ طیب کا معنی ہوگا حلال، پاک، پاکیزہ، صاف ستھری، مضر نہ ہونا اور جسم اور روحانیت کیلئے مفید ہونا، ان سب کو لفظ طیب شامل رکھتا ہے، جیسا کہ ابن منظور نے ''لسان العرب'' (ص ۵۶۳) میں اس کی تفصیل بیان کی ہے۔

فتح الباری میں ہے: ''الطيبات هي تطلق على المستلذ مما لا ضرر فيه و على ما لا أذى فيه'' (فتح الباری ۹/ ۵۰۰) انسان ماحول سے مربوط ہے۔ ماحول کے تمام اجزاء ان سے جڑے ہوئے ہیں۔ اسلئے انسان آسانی سے ماحول سے متاثر ہوتے ہیں، اس لئے انسان کو چاہئے کہ ماحول سے فائدہ اٹھائے اور اسکے حفاظت کرے، نہ کسی کو ضرر پہونچائے اور نہ خود ضرر کا باعث بنے، اگر انسان کا کوئی عمل ضرر انسان کی ہلاکت کا باعث بنے تو اس کی ممانعت کا درجہ حرمت کا ہوگا، اگر ہلاکت کا سبب تو نہ بنے لیکن مشقت و مرض کا ذریعہ بنے تو یہ عمل مکروہ ہوگا۔

قوله تعالى: "ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة وأحسنوا" (بقرہ: ۹۵)۔

"ولا تقتلوا أنفسكم إن الله كان بكم رحيما" (نساء: ۲۹)۔

"ولا تقتلوا النفس التي حرم الله إلا بالحق" (انعام: ۱۵۱)۔

''وفي الأحاديث النبوية: عن عبد الله بن عمرو عن النبي ﷺ قال: المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده'' (بخاری ۱/ ۱۳)۔

''من ضار أضر الله به و من شاق شاق الله عليه'' (ابوداؤد)۔

''لا ضرر ولا ضرار'' (ابن ماجه)۔

''المؤمن أمنه الناس والمسلم من سلم المسلمون من لسانه و يده والمهاجر من هجر السوء والذی نفسی بیده لا یدخل الجنة عبد لا یأمن جاره بوائقه'' (مسند الامام احمد ۳/ ۱۵۴۱)۔

دفع ضرر کیلئے فقہاء کرام سے منقول بعض جزئیات:

''یملك رفع الضرر عن النفس' ولا یملك إثباته شرعاً علی نفسه ولذا ملك التطبب ولا یملك أكل السم وإدخال المؤذی علی البدن'' (تبیین الحقائق ۲/ ۱۷۱)۔

''فانما حرم لبسه وشربه حرم إلباسه وإشرابه'' (شامی ۹/ ۵۲۲)۔

''فی المحصول: إن الاصل فی المنافع الإذن وفی المضار المنع'' (ارشاد الفحول ۲/ ۲۸۴)۔

''ما حرم أخذه حرم إعطاؤه، ما حرم فعله حرم إعطاؤه''۔ (الاشباه والنظائر لا بن نجیم ۱/ ۱۵۵)۔

ماحول کے تحفظ کیلئے کوشش ہرانسان پرضروری ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کی ایذاءرسانی سے گریز کرنے کی غرض سے قضاء حاجت کیلئے دوری کواختیار کرتے تھے، ائمہ حدیث اورخاص کر کے امام ترمذیؒ نے اسی پرایک باب قائم فرمایا ہے، جیسے:

باب ماجاء أن النبی ﷺ كان إذا أراد الحاجة أبعد فی المذهب، اورایک باب اس طرح قائم کیا ہے، باب ماجاء فی كراهیة البول فی المغتسل۔ اس سے اگر چہ نفس مسئلہ ذکرکرنے کاارادہ نہیں،لیکن اس سے ماحول کو پاک صاف رکھنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے،حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بدبودار چیزوں کو جہاں تہاں پھینکا نہیں جاتا تھا۔

حضرت جابرؓ سے مروی ہے:'' عن جابرؓ قال: قال رسول الله ﷺ: من أكل من هذه قال أول مرة: الثوم ثم قال: الثوم والبصل والكراث فلا یقربن فی مساجدنا''۔

لہسن، گندنااور پیاز یہ ترکاریاں حلال ہونے پراصحاب علم کااتفاق ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طبعی کراہت اورفرشتوں کی ایذاءرسانی کی وجہ سے ان چیزوں کوکھا کر مسجد وغیرہ میں جانے سے منع فرمایا، مساجد عبادت کیلئے موضع اجتماع ہے۔اس لئے جہاں بھی اجتماع ہوجیسے مجالس خیر، جیسے مجلس ذکر، درس، اولیاء وعلماء کے دینی مجالس، اس حکم کی علت میں شامل ہے، حضرت ابن دقیق العید کے نزدیک علت ذوہیں: بنی آدم کی ایذاءاورفرشتوں کوایذاء رسانی، حضرت جابرؓ کی حدیث ''قوله أناجی مالا تناجی'' سے فرشتوں کی ایذاءرسانی مستفاد ہے۔اورحضرت ابوایوبؓ کی حدیث سے بنوآدم کی ایذاءرسانی کی علت پائی جاتی ہے، اوراسی طرح موطاامام مالکؒ کی ایک حدیث میں یہ خوب واضح ہے:

''عن سعید بن المسیب أن رسول الله ﷺ قال: من أكل من هذه الشجرة فلا یقرب مساجدنا یؤذینا بریح الثوم''

حضرت بدرالدین عینیؒ فرماتے ہیں:

''قلت علة النهی أذی الملائكة وأذی المسلمین ولا یختص بمسجده ﷺ بل الكل سواء''۔

نیز بیڑی سگریٹ بھی اسی قبیل سے ہے، لہذا بیڑی سگریٹ کھا کراجتماع وغیرہ میں جانا مکروہ تحریمی ہے، گرچہ بیڑی سگریٹ فی نفسہ مکروہ تنزیہی ہے، کراہت کی اصل وجہ بدبو ہے، اور بودوطرح کی ہوتی ہے:''طیب اورخبیث'' جیساکہ مسلم (۲/ ۲۳) میں ہے:'' عن ابی موسی عن النبی ﷺ قال: انما مثل جلیس الصالح و جلیس السوء كحامل المسك و نافخ الكیر فحامل المسك إما أن یتخذ بك وإما أن تبتاع منه وإما أن تجد منه ریحا طیبا ونافخ الكیر إما أن یحرق ثیابك وإما أن تجد ریحا خبیثة''۔

ماحول کاایک اہم حصہ پانی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔ نیز تحفظ طہارت کے غرض سے شریعت اسلامیہ نے پانی کاحدوداوراوصاف بیان فرمایا ہے اور پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔

''عن جابر بن عبدالله عن النبی ﷺ: انه نهی أن یبال فی الماء الراكد رواه مسلم والنسائی وابن ماجه۔ وعنه قال ﷺ: أن یبال فی الماء الجاری رواه الطبرانی فی الاوسط بسند جید''۔ (شامی ۱/ ۲۸۱)۔

تحفظ ماحول کی دوسری دلیل دور نبوت میں سباطۃ قوم کا وجود ہے، سباطۃ اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں کوڑا پھینکا جائے، یہ رفاہ عام کیلئے تھا کسی شخص کے مملوک میں نہ تھا، اور ایک حدیث میں بیر بضاعۃ کے بیان سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ یہ بھی قوم کے لئے سباطہ کی حیثیت سے تھا جہاں گندہ پھینکا جاتا تھا۔

’’عن أبی سعید الخدری رضی اللہ عنہ عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: قیل یارسول اللّٰه أنتوضأ من بیر بضاعة وهی بئر یلقی فیها الحیض ولحوم الکلاب والنتن‘‘۔

بئر بضاعۃ یہ ایک معروف کنویں کا نام ہے جو مدینہ طیبہ میں بنوساعدہ کے محلہ میں واقع تھا اور آج تک موجود ہے (درس ترمذی) اور حدیث میں نتن لفظ بدبو کو کہتے ہیں اور یہاں پر بدبودار اشیاء مراد ہیں (درس ترمذی)۔

ماحول کا ایک اہم جزء جنگل ہے، شریعت نے اسکی تحفظ کی تاکید فرمائی، اللہ تعالی نے زمین کی ہر چیز میں اپنے بندے کیلئے نفع اور مصالح مضمر رکھا ہے، تفسیر ابن کثیر کی عبارت مع ارشاد باری مذکور ہے:

’’(ینبت لکم به الزرع والزیتون والنخیل والأعناب و من کل الثمرات) ای یخرجها من الارض بهذا الماء الواحد علی اختلاف صنوفها و طعومها وألوانها و روائحها وأشکالها۔ قوله: (وما ذرأ لکم فی الأرض مختلفا ألوانه) لما نبه تعالی علی معالم السموات نبه علی ما خلق فی الأرض من الأمور العجیبة والأشیاء المختلفة من الحیوانات والمعادن والنباتات والجمادات علی اختلاف ألوانها وأشکالها وما فیها من المنافع والخواص‘‘ (۴/ ۴۵۳)۔

"الذی جعل لکم من الشجر الأخضر نارا فإذا أنتم منه توقدون" (یس: ۸۰)۔

"أفرأیتم الماء الذی تشربون أأنتم أنزلتموه من المزن أم نحن المنزلون۔ لونشاء جعلنه أجاجا فلولا تشکرون أفرأیتم النار التی تورون۔ أأنتم أنشأتم شجرتها أم نحن المنشئون۔ نحن جعلنها تذکرة ومتاعا للمقوین" (واقعة: ۶۰۔ ۷۳)۔

"فلینظر الإنسان إلی طعامه۔ أنا صببنا الماء صبا۔ ثم شققنا الارض شقا۔ فأنبتنا فیها حبا۔ وعنبا وقضبا۔ وزیتونا ونخلا۔ وحدائق غلبا۔ وفاکهة وأبا۔ متاعا لکم ولأنعامکم" (عبس: ۲۴۔ ۳۲)۔

ان آیتوں سے واضح ہے کہ انسانی زندگی درخت کے ساتھ وابستہ ہے اور درختوں سے غذا اور دوا جس طرح حاصل ہوتی ہے اسی طرح امور دینیہ سے مسواک، قلم، خوشبو وغیرہ حاصل ہوتی ہے

احادیث شریفہ میں پودا لگانے اور کھیتی کے فضائل آئے ہیں، جیسے مسلم شریف میں ہے:

’’عن جابر قال: قال رسول الله ﷺ: ما من مسلم یغرس غرسا إلا کان ما أکل منه له صدقة وما سرق منه له صدقة وما أکل السبع فهو له صدقة وما أکلت الطیر له صدقة و مما یدل علی فضیلة الغرس والزرع ما أخرجه البزار فی مسنده برجال ثقات عن أنس أن النبی ﷺ قال: إن قامت الساعة و فی ید أحدکم فسیلة (ای نخلة صغیرة) فلیغرسها‘‘ (تکملة فتح الملهم ۱/ ۴۷۴)۔

اس طرح احادیث میں زراعت کیلئے برانگیختہ کیا گیا، بشرطیکہ وہ امور دینیہ میں مانع نہ ہو، مثلاً ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اپنے اہل وعیال کے حقوق ادا کرنے کیلئے زراعت کرے گا، قیامت کے دن اللہ تعالی سے اسکی ملاقات اس حالت میں ہوگی کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کے مانند چمکتا رہے گا، واضح رہے کہ بعض احادیث میں زراعت کی مذمت آئی ہے لیکن وہ اگر دین سے مانع ہو، ورنہ مذموم نہیں، امام نووی فرماتے ہیں کہ أفضل المکاسب تو عمل بالید ہے۔

’’روی الحاکم فی المستدرک من حدیث أبی بردة قال: سئل رسول الله ﷺ: أی الکسب أطیب؟ قال: عمل

الرجل بيده وكل بيع مبرور۔ فالصواب ما نص عليه رسول الله ﷺ وهوعمل اليد فإن زرع فهو أطيب المكاسب وأفضلها لأنه عمل يده ولأن فيه توكلا'' (المعلم)۔

صوتی آلودگی:

ماحول کونقصان پہونچنے کا ایک سبب صوتی آلودگی ہے، سائنسدانوں نے اسکے لئے درجات اور حدود قائم کئے ہیں کہ کس حد تک مضرت رساں ہو، شریعت مطہرہ کے پس منظر میں بلا وجہ صوت بلند کرنے سے منع کیا گیا۔ ایک وفد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور بلند آواز سے بولنے لگا: ''یا محمد اخرج إلینا'' تب اللہ تعالی نے بلند آواز کے ساتھ پکارنے سے منع فرمایا، اور پست آواز سے پیش آنے کی طرف ترغیب دی، ورنہ اس میں وبال ہے:

''لاترفعوا أصواتكم فوق صوت النبي'' بعض آواز مضرت رساں اور مکروہ ہے۔ قرآن کریم کی ایک آیت میں ہے: ''و اغضض من صوتك'' اسکی تفسیر میں علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:

(واغضض من صوتك) اى لا تبالغ في الكلام ولا ترفع صوتك فيما لا فائدة فيه، ولهذا قال (إن أنكر الأصوات لصوت الحمير) قال مجاهد و غير واحد: إن أقبح الأصوات لصوت الحمير، أى غاية من رفع صوته انه يشبه بالحمير في علوه ورفعه، ومع هذا هو بغيض إلى الله تعالى، وهذا التشبيه في هذا الحمير يقتضي تحريمه و ذمه غاية الذم''۔ (ابن کثیر ۳/ ۵۸۵)۔

خلاصہ کلام اور مسائل کا حل:

انسان کیلئے پکوان بہت ضروری چیز ہے۔ جو کھانے کے ساتھ تعلق رکھتا ہے، جو کھانے سے حیات اور موت وابستہ ہے، عام طور پر پکوان کیلئے جو ایندھن استعمال ہوتا ہے اس میں بعض زیادہ دھواں چھوڑتے ہیں اور بعض کم اور بعض دھواں نہیں چھوڑتے، ایک قادر شخص کو ستا ایندھن استعمال کرکے ضرر عام سے بچنا چاہئے، نیز حکومت انتظامیہ کو اس پر نظر ڈالنا ضروری ہے، فقہ کا قاعدہ ہے: ''الضرر يدفع بقدر الامكان''۔

علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں (الموافقات / ص۳۴۹) ''أما الثالث - فلا يخلو أن يلزمه من منعه الإضرار به بحيث لا ينجبر أولا فان لزم قدم حقه على الاطلاق كمسئلة الترس التي فرضها الاصوليون فيما إذا تترس الكفار بمسلم فاعتبار الضرر العام اولى فيمنع الجانب أو الدافع مما هم به لأن المصالح العامة مقدمة على المصالح الخاصة بدليل النهي عن بيع الحاضر للبادي وعن تلقي السلع''۔

گاڑیاں اہم ضرورت ہیں، گاڑیوں سے نفع لینے والے کو زیادہ دھواں چھوڑنے والی گاڑیاں خریدنے کے بغیر اپنے معاش کے لئے دوسری صورت اختیار کرسکتا ہے، لہذا وہ اسپر مجبور نہیں جو کم دھواں چھوڑنے والی یا دھواں نہ چھوڑنے والی گاڑی خریدنے پر قادر ہے وہ گاڑی خریدے گا، لہذا اس صورت میں اگر حکومت دھواں چھوڑنے والی گاڑیاں پر پابندی لگائے تو چونکہ ضرر عام کو دفع کرنا مقصد ہے اس لئے حکومت کے حکم کی پیروی کرنا واجب ہے۔

''فيه أن الانتفاع بالمباح لا يجوز إلا إذا كان لا يضر بأحدكما في الزيلعي'' (تقريرات الرافعي)۔

روشنی کے حصول کے لئے مٹی کا تیل اور ڈیزل سے چلنے والا جنریٹر چونکہ فضائی آلودگی اور ضرر عام پیدا کرتا ہے اسلئے جو متبادل اشیاء استعمال پر قادر ہے اس پر واجب ہے کہ وہ متبادل صورت اختیار کریں اور جنکو متبادل صورت اختیار کرنے کی قدرت نہیں اسکے لئے حکومت کوئی صورت نکالے؛ تاکہ فضائی آلودگی اور عام ضرر سے ملک محفوظ رہے، اور اگر حکومت کی طرف سے پابندی موجود ہو تو اس کی پیروی واجب ہے، اس پر شاہد ہے عرف الشذی کی عبارت: ''ان الشئي المباح يصير حراما بمنع خليفة أو امام''۔

صاحب استطاعت افراد اور اشخاص؛ مساجد اور مدارس اور اداروں کو شمسی توانائی کا استعمال کرتے ہوئے آلودگی سے تحفظ مستحب اور مستحسن ہوگا؛ کیوں کہ ''الضرر يدفع بقدر الامكان''۔

کارخانے کا ایندھن اور فضلات کے متعلق حکومت کی طرف سے لگائی ہوئی پابندیوں کے خلاف کرنا ناجائز ہے، ذبیحہ کے اجزاء متروکہ جہاں تہاں نہ پھینکنا تاکہ عوام الناس بدبو اور آلودگی سے محفوظ رہے، اور اسکے لئے ایسی صورت اختیار کی جائے جو ضرر و اضرار کا باعث نہ ہو، جیسے دفن کر دینا ، اور حکومت لوگوں کو ضرر سے بچانے کے لئے انتظام کرے، یا تو اجزاء متروکہ پر حکومت پابندی لگائے یا خود انتظام کرے۔

پلاسٹک کی تھیلیوں کا استعمال نفع کے ساتھ ساتھ نقصاندہ بھی ہوتا ہے مٹی میں تحلیل نا ہونے کی وجہ سے؛ لہذا اسکے لئے اگر آسان متبادل صورت مل جائے تو اسکو اپنا لینا، اور اسکے استعمال سے گریز کرے، اور اگر اسپر حکومت کی پابندی ہو تو اسپر تعمیل کرنا ضروری ہے۔

تمباکو (بیڑی، سگریٹ، حقہ وغیرہ) مضر ہے، اسکا استعمال کراہت سے خالی نہیں، فتاوی ہندیہ میں ہے:

''إذا كان يخاف على نفسه أنه لو أكله أورثه ذلك علة أو آفة لا يباح له التناول وكذلك هذا في كل شئ'' (ہندیہ ۵/ ۳۴۰)

اگرچہ علماء سلف سے اس بارے میں تین طرح کے اقوال پائے جاتے ہیں: حرمت، کراہت اور اباحت۔ علامہ شامی نے پرزور کوشش کیا ہے تمباکو کے اباحت پر، یہاں تک کہ انہوں نے لکھ دیا: ''والاكثرون إلى أنها مباحة وانعقد الاجماع على ذلك''لیکن جدید تحقیقات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ وہ انتہائی مضر ہے جس سے مختلف امراض پیدا ہوتے ہیں، ''الموسوعة الفقهية'' میں ہے، بعض حضرات سے منقول ہے کہ حرمت کی دلیل صریح نہیں ہے اس لئے وہ کراہت ہے، عاجز کی رائے ہے کہ جدید تحقیقات کے رو سے کراہت تحریمی کے پہلو کو ترجیح دی جائے، جن مقامات پر تمباکو نوشی کی ممانعت ہو تو اس حکم پر تعمیل واجب ہوگا، دار العلوم دیوبند کے آن لائن فتوی ۴۶۷۶۰ : بلا وجہ سگریٹ نوشی مکروہ ہے، اور اگر مریض ہو جانے کا خطرہ ہو تو ناجائز ہے، اور اگر جان کی ہلاکت کا اندیشہ ہو تو حرام ہے۔ یہ بات ہمارے لئے قابل غور ہے۔

سڑکوں کے کنارے یا کھیت وغیرہ میں رفع حاجت کرنا اور عوامی مقام میں پیشاب کرنا بری اور کریہہ عادت ہے، اس سے گریز کرنا چاہئے، نیز پردے کی غرض سے دور نبوت میں بیت الخلاء وجود میں آیا، لہذا سڑکوں کے کنارے پر قضائے حاجت کرنا جس میں پردے کا نقصان ہو جائز نہیں ، اور کھیتی وغیرہ میں اگر پردے میں نقصان آئے تو جائز نہیں ہوگا، اگر پردے میں نقصان نہ ہو تو کراہت سے خالی نہیں ہوگا اور عوامی مقام میں قضائے حاجت پر پابندی لگانے سے پہلے کنیف و بیت الخلاء کا انتظام حکومت یا قوم کی جانب سے ہونا ضروری ہے۔

نیز فضائی آلودگی سے تحفظ کی غرض سے نالی وغیرہ میں فضلات نہ پھینکنا چاہئے اور ان کے لئے خود یا حکومت کی جانب سے انتظام کرنا ضروری ہے، عوامی مقام یا مخصوص ادارہ میں تھوک دان رکھ کر اسپر تھوکنے کی ہدایت کی گئی ہو تو جہاں تہاں تھوکنا فضائی تحفظ کے خاطر درست نہیں اور انکی ہدایت پر عمل کرنا واجب ہے۔

مشینی اشیاء جو ماحول پر اثر انداز ہو انکی کیا بات ہر چیز ہی ضرورت سے باہر اسراف ہے اور اسراف حرام ہے۔

پرشور آواز والی مشینوں پر اگر سرکاری پابندی ہو تو سرکاری ہدایت پر عمل کرنا ضروری ہے، بلا ضرورت بڑی آواز والا ہارن استعمال نہ کرے؛ تاکہ اس کی تکلیف سے چلنے والے محفوظ رہیں مذہبی یا سیاسی یا اور کسی قسم کا جلسہ ہو تو اس میں حکومت کی طرف سے لگائی گئی پابندیوں کو ماننا اور ان پر عمل کرنا واجب ہے۔

☆☆☆

فضائی وصوتی آلودگی اور شرعی نقطہ نظر

(قاضی) سید مشتاق علی ندوی[1]

۱۔ درست نہیں ہوگا؛ کیونکہ فقہی اصول ہے کہ دفع مضرت جلب منفعت کے معاملہ میں اولی ہے، ارزاں وسائل کے استعمال کے نتیجہ میں اس شخص کو کچھ مالی نفع حاصل ہوسکتا ہے، لیکن اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی آلودگی سے خود اس کو اور دیگر افراد و ماحول کو خطرہ لاحق ہوگا، پھر ساتھ ساتھ اسلام نے دوسروں کو تکلیف دینے اور تکلیف دہ چیزوں کے استعمال سے منع کیا ہے۔

۲۔ گاڑیوں میں استعمال ہونے والے ایندھن، ڈیزل، پیٹرول اور مختلف قسم کی گیسوں میں بھی استعمال کرنے والے اس اصول کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، اور تمام قسم کے استعمال ہونے والے ایندھنوں میں جس میں کم از کم دھواں خارج ہوتا ہو اس کو ہی ترجیح دی جائے گی اور فقہی و شرعی اعتبار سے اس کا حکم کراہت کا ہوگا۔

۳۔ روشنی کے حصول کے لئے استعمال ہونے والے ذرائع:

الیکٹرانک جنریٹر، ڈیزل، پٹرول، گیس، مٹی کے تیل سے چلنے والے ان ذرائع میں جو کم از کم دھواں چھوڑے اس کا ہی استعمال ہونا چاہئے، اور اگر حکومت کی طرف سے بہت زیادہ دھواں چھوڑنے والے ذرائع کے استعمال کی ممانعت کردی گئی ہے تو ایسی صورت میں شرعاً کم دھواں پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال بشرط استطاعت واجب ہوگا تاکہ ماحول کو اس کے نقصان سے بچایا جاسکے۔

۴۔ ایندھن کے مذکورہ وسائل (الیکٹرک وجنریٹر) کے ساتھ ساتھ اس وقت شمسی توانائی کا جو استعمال بڑھ رہا ہے اور حکومت بھی اس کے لئے بعض سہولتیں فراہم کررہی ہیں، اس میں ایک بار ضرور خطیر رقم خرچ ہوتی ہے لیکن آئندہ وہ برقی بل سے بھی بچ جاتا ہے، شرعی نقطہ نظر سے صاحب استطاعت افراد واشخاص، مساجد، مدارس اور اداروں کے لئے آلودگی سے محفوظ اس توانائی کا استعمال یقیناً مستحب و مستحسن عمل ہوگا۔

۵۔ صنعتی ترقی کے اس دور میں چھوٹے بڑے کارخانوں کی بہتات ہے اور یہ یقیناً موجودہ دور کی ایک ضرورت ہیں؛ لیکن کارخانوں میں جو ایندھن استعمال کیا جاتا ہے وہ بہت دھواں پیدا کرنے والا ہوتا ہے، اور جو صنعتی فضلات باہر پھینکے یا بہائے جاتے ہیں وہ فضائی آلودگی پیدا کرتے ہیں، اس لئے حکومت نے اس کے لئے کئی قوانین بھی بنائے ہیں، کہ کارخانے آبادیوں سے باہر ہوں، ان کی چمنیوں کو ایک خاص سطح تک اونچا رکھا جائے، کم سے کم ایسا ایندھن استعمال کیا جائے، جو آلودگی پیدا کرنے کا باعث نہ ہو اور فضلات کو تحلیل کرنے کی تدبیر اختیار کی جائے، یہ قوانین انسانی بھلائی کے ہی نقطہ نظر سے بنائے گئے ہیں تو شرعاً ایسے قوانین کی پابندی کرنا چاہئے، ان قوانین کی خلاف ورزی کرنا شرعی نقطہ نظر سے جائز نہیں ہوگا۔

۶۔ انسانی خوراک کا ایک اہم حصہ جانور ہیں، جن سے لحمی غذا حاصل کی جاتی ہے، جانور کے قابل استعمال اجزاء کے حاصل کرنے کے بعد بعض اجزاء جیسے خون، اوجھڑی وغیرہ ضائع کردی جاتی ہیں، بمقابلہ نباتات کے جانوروں میں جلد تعفن پیدا ہوجاتا ہے اور یہ بہت تیزی سے فضا کو آلودہ کرتے ہیں، گزشتہ زمانہ میں اس کی وجہ سے کثرت سے ہیضے کی بیماری پھیل جایا کرتی تھی، خاص کر جب بیک وقت بہت سارے جانور ذبح کئے جائیں، جیسا کہ قربانی کے ایام میں ہوتا ہے، تو ایسے مواقع پر اس کا کافی اندیشہ ہوتا ہے، تو ذبیحہ کے ایسے اجزاء کے سلسلہ میں شریعت کے احکام یہ ہیں:

---

[1] قاضی ریاست شہر بھوپال۔

الف۔ایسے اجزاء کو عوامی مقامات پر ہر گز نہ ڈالا جائے۔

ب۔راستوں کو بطور خاص محفوظ رکھا جائے؛ کیونکہ حدیث کے مطابق راستہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا صدق ہے اور باعث اجر ہے تو راستہ پر تکلیف دہ چیز کا ڈالنا باعث پکڑ ہوسکتا ہے۔

ج۔ایسے انتظامات کئے جائیں جن کے ذریعہ یہ اجزاء جلد از جلد بیکار ہو جائیں اور متعفن ہونے سے قبل ہی ضائع ہو جائیں۔

نیز ایسے مواقع پر حکومت کی ذمہ داری ہے کہ صفائی کا معقول انتظام کرے اور ان دنوں کے لئے ہنگامی طور پر عمل میں اضافہ کرے، پھر اس محکمہ کے افسران کے ذریعہ نگرانی بھی کی جائے تاکہ ماحول کو فضائی آلودگی سے بچایا جاسکے۔

اور ذبح کرنے والے کی ذمہ داری ہے کہ جانور کے وہ اجزاء جن کو وہ استعمال نہیں کرنا چاہتا ان کو یا تو کسی مستحق تک پہنچانے کی کوشش کرے یا پھر ان اجزاء کو نگر نگم کی طرف سے مخصوص کی گئی جگہوں پر ہی لے جا کر ڈالا جائے، راستہ پر گھر کے سامنے، عوامی مقامات پر ہر گز نہ پھینکے، یہ اس کی دینی ،اخلاقی اور سماجی ذمہ داری ہے۔

۷۔ سامان کی پیکنگ بھی ایک اہم ضرورت ہے، قدیم زمانہ میں اس کے لئے ردی کاغذ یا اس سے تیار ہونے والی چیزیں استعمال کی جاتی تھیں، اب اس کی جگہ پلاسٹک کی تھیلیوں نے لے لی ہیں، لیکن پلاسٹک زمین میں تحلیل نہیں ہوتا اور اگر اسے جلایا جائے تو اس سے بہت کثیف دھواں پیدا ہوتا ہے، ہمارے ماحول کو نقصان پہنچانے والی چیزوں میں ماہرین اس کو بہت خطرناک قرار دیتے ہیں؛ لیکن آسانی وخوشنمائی کی غرض سے اور خاص کر سستا ہونے کی وجہ سے تجار اور عوام اس کا خوب استعمال کرتے ہیں لیکن شرعی نقطہ نظر سے اس کے استعمال سے پرہیز وگریز کرنا چاہئے؛ کیونکہ شریعت میں ہر ایسی چیز وکام سے روکا گیا ہے جو انسان کے لئے کسی بھی حیثیت سے مضر ونقصان دہ ہو اور ''لا ضرر ولا ضرار'' کا عام فقہی اصول بھی اس طرف رہنمائی کرتا ہے۔

۸۔ سماج میں تمباکو کی اشیاء مختلف صورتوں میں استعمال کی جاتی ہیں، جیسے: سگریٹ، بیڑی، حقہ وغیرہ، اس سے جو دھواں نکلتا ہے وہ زیادہ کثیف اور مسموم ہوتا ہے، اس کا نقصان صرف پینے والے کو ہی نہیں ہوتا؛ بلکہ اس کے متعلقین اور ہم نشینوں کو بھی ہوتا ہے اور بحیثیت مجموعی اس سے ماحول کو کافی نقصان پہنچتا ہے؛ اس لئے آج کل ایئر پورٹ اور دوسرے عوامی مقامات پر ایسے لوگوں کے لئے اسموکنگ زون بنا دیا گیا ہے، شرعی نقطہ نظر سے ایسی چیزوں کے استعمال کی قطعاً گنجائش نہیں، رہا مسئلہ حکم کا تو بعض معاصر علماء تو ان کی حرمت کے قائل ہیں، دیگر اگرچہ حرمت کے تو قائل نہیں ہیں لیکن کراہت پر تو سبھی متفق ہیں، اور قانوناً جن مقامات پر سگریٹ نوشی وغیرہ کی ممانعت ہو وہاں سگریٹ وغیرہ پینے کا شرعی حکم بھی ممانعت کا ہی ہوگا۔

۹۔بدقسمتی سے ہمارے ملک میں اب بھی بہت سے گھروں میں بیت الخلاء نہیں ہیں، لوگ سڑکوں کے کنارے یا کھیت وغیرہ میں رفع حاجت کرتے ہیں اور پیشاب تو عوامی مقامات جیسے ریلوے اسٹیشن، بس اسٹینڈ وغیرہ پر بلا تکلف کیا جاتا ہے، اس بری عادت کا شریعت کی نظر میں درجہ کراہت کا ہوگا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں واضح ہدایات دی ہیں، چند احادیث نقل کی جاتی ہیں:

''عن المغيرة بن شعبة قال: كنت مع النبي ﷺ في سفر فأتى النبي ﷺ حاجته فأبعد في المذهب'' (ترمذی)۔

''عن معاذ بن جبل قال: قال رسول الله ﷺ: اتقوا الملاعن الثلاث: البراز في الموارد وقارعة الطريق والظل'' (ابوداؤد)۔

''عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال: لا يبولن أحدكم في الماء'' (ترمذی)۔

اسی سے گندے پانی اور فضلات کا کھلی نالیوں اور گلیوں میں بہانے کا حکم معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ عمل بھی شرعی نقطہ نظر سے ناپسندیدہ ومکروہ قرار پائے گا۔

۱۰۔ تھوک اور اگر بالخصوص تھوکنے والے نے کوئی نقصان دہ چیز وغیرہ کھا رکھی ہو تو یہ بھی مضر صحت جراثیم پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ماحول کو نقصان پہنچاتے ہیں؛ اسی لئے بعض ملکوں میں سڑک اور عوامی مقامات پر تھوکنے سے قانوناً منع کیا جاتا ہے اور بہت سے عوامی مقامات پر تھوک دان

بنادیئے گئے ہیں، اس پس منظر میں شرعی نقطہ نظر سے بھی ایسے امور کے سلسلہ میں حکومت یا متعلقہ ادارے کی ہدایت پر عمل کرنا مطلوب اور مستحسن ہوگا اور اس پر عمل نہ کرنا گندگی کا سبب ہوگا، احادیث مبارکہ میں عوامی مقامات اور خصوصاً عبادت گاہوں (مساجد) میں تھوکنے کو خطیہ (گناہ یا غلط) کہا گیا ہے، "البزاق فی المسجد خطیئة و کفارتها دفنها"۔

۱۱۔ شعاعوں کو جنم دینے والے اشیاء کا استعمال:

بالخصوص ضرورت سے زیادہ استعمال اسراف وتبذیر کی تعریف میں داخل ہوگا جبکہ قرآن میں یہ صراحت ہے کہ "ولا تبذر تبذیرا ان المبذرین کانوا إخوان الشیاطین" اور "إنه لا یحب المسرفین"۔

۱۲۔ پیڑ پودوں کی کٹائی:

الف۔ بلاضرورت آبادیوں کو بسانا جائز نہ ہوگا۔

ب۔ اسلام کی نظر میں درخت لگانے کی بڑی اہمیت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر قیامت بھی آجائے اور تمہارے ہاتھ میں ایک پودا ہو تو اسے لگادو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان جو درخت لگاتا ہے اور پھر اس سے چرند پرند کھاتے ہیں وہ بھی صدقہ ہے۔

صوتی آلودگی:

صوتی آلودگی بھی انسان کے لئے کچھ کم مضرت رساں نہیں اور یہ شور اور غیر معتدل آواز کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، اس پس منظر میں شرعی نقطہ نظر سے کارخانوں کے لئے حکومت کی طرف سے ان کو آبادی سے باہر لگانے کی ہدایت پر عمل کرنا ضروری ہوگا؛ کیونکہ یہاں پر بھی (جلب منفعت و دفع مضرت) کا اصول کارفرما ہوگا۔

گاڑیوں کے ہارن:

بعض گاڑیوں کے ہارنوں کی آواز بھی بہت بڑھی ہوئی ہوتی ہے، بعض لوگ غیر ضروری طور پر ہارن بجاتے ہیں اور بعض حضرات اپنی گاڑی میں ضرورت سے زیادہ تیز آواز کا ہارن یہاں تک کہ ایمبولنس میں لگائے جانے والے سائرن کی طرح کے ہارن لگاتے ہیں، اس سے صوتی آلودگی بھی پیدا ہوتی ہے اور دوسرے راہگیروں کو دہشت بھی ہوتی ہے، ان لوگوں کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے "لا یروع مسلم مسلما" کوئی مسلمان کسی مسلمان کو گھبراہٹ میں نہ مبتلا کرے اور ایذاء مسلم کا گناہ بھی لازم آئے گا، ساتھ ہی موجودہ میڈیکل سائنس سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ بہت سے لوگ ثقل سماعت کے مرض میں غیر ضروری آوازوں اور خاص طور پر ہارن کی وجہ سے مبتلا ہو رہے ہیں اس سے مزید قباحت وشناعت معلوم ہوتی ہے۔

ڈی جے کا استعمال:

ہمارے معاشرہ میں بدقسمتی سے مختلف تقریبات میں DJ کا رواج بڑھتا جارہا ہے، اس کا شور انسان کی سماعت اور ماحول کے لئے سخت نقصان دہ ہے، مزامیر میں داخل ہونے سے قطع نظر ایک مسلمان کو اس اعتبار سے ہی اس کا استعمال جائز نہیں بلکہ صوتی آلودگی اور اس سے پیدا ہونے والے مضر اثرات کی وجہ سے بھی ممنوع و مکروہ قرار پائے گا۔

رات کے پروگرام اور ساؤنڈ سسٹم:

رات کے پروگرام خاص طور پر دیر رات تک چلنے والے پروگرام قرآن، حدیث اور طب کے نقطہ نظر سے بھی مناسب نہیں ہیں پروگرام دن میں ہی ہونا چاہئے، اور اگر ہونے ہی ہیں تو ساؤنڈ سسٹم سامعین تک محدود کرنے کی کوشش ہونا چاہئے، اس کے خلاف کرنا شرعاً ممنوع اور مکروہ قرار پائے گا۔

☆☆☆

فضائی اور صوتی آلودگی

مفتی ظہیر احمد کانپوری[1]

۱۔ مال ضرورت پوری کرنے کے لئے ہی ہے، اس لئے جو شخص ایسے وسائل استعمال کرنے پر قادر ہو جو دھواں پیدا نہیں کرتے اس کے لئے ارزاں وسائل کا استعمال جو فضائی آلودگی کا سبب بنیں اور جو اجتماعی ضرر پیدا کریں، اس کی اجازت نہ ہوگی، البتہ جو شخص غریب ہے اور وہ اعلیٰ درجہ کے وسائل کے اخراجات برداشت نہیں کر سکتا ہے تو اس کو ارزاں وسائل کے استعمال کی بقدر ضرورت اجازت ہوگی، "المشقة تجلب التيسير" وغیرہ قاعدوں کی روشنی میں۔

۲۔ اگر اس کی قدرت سے باہر نہیں تو اس قانون پر عمل کرنا شرعاً واجب ہوگا، اگر چہ حکومت کی طرف سے اس طرح کی ہدایت نہ ہو چونکہ مال کا مقصد ہی ضرورت کو پورا کرنا ہے، اور ایسی چیزیں جو دوسروں کے ضرر کا سبب بنیں ان سے حتی الامکان اور حتی الوسع ہر انسان کو دور رہنا چاہئے، ان سے احتراز کرنا چاہئے۔

۳۔ اس کا بھی وہی حکم ہے، ہمیں ایسی چیزوں سے بچنا چاہئے جو دوسروں کے لئے ضرر کا سبب بنیں، تو ہم ایسی چیزوں کا استعمال کریں جو دوسروں کے لئے ضرر رساں نہ ہوں یا کم ہوں، بشرطیکہ استعمال کرنے والا ایسی چیزوں کے استعمال پر قادر ہو، اس کی وسعت سے باہر نہ ہو۔ "لا يكلف الله نفسا إلا وسعها"۔

۴۔ بلاشبہ صاحب استطاعت افراد واشخاص، اداروں کو شمسی توانائی کا ہی استعمال کرنا چاہئے۔

۵۔ ایسے قوانین کی خلاف ورزی شرعاً درست نہ ہوگی، بشرطیکہ یہ وسائل دسترس سے باہر نہ ہوں۔

۶۔ ہر شخص/حکومت/کمپنی کو اس کا پورا خیال رکھنا چاہئے کہ اس کا عمل کسی فضائی آلودگی کا سبب نہ بنے، مناسب جگہوں پر مذبح خانے ہوں اور ان میں ہر طرح کے ایسے انتظامات ہوں، جو تعفن اور فضائی آلودگی کا اور بیماریوں کے پھیلنے کا سبب نہ بنیں۔

۷۔ پلاسٹک پولیتھن کا استعمال چونکہ ماحول، فضائی آلودگی اور جانوروں کے لئے ماہرین کے مطابق انتہائی خطرناک ہے، لہذا اس کے استعمال سے احتراز کرنا چاہئے، اور اس کا بدل تلاشنا چاہئے، جو اتنا ہی ارزاں ہو جتنا پلاسٹک ہے، اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو کچھ گراں ہی سہی لیکن بے ضرر اشیاء ہی کا استعمال کرنا چاہئے، جیسا کہ اس سے پہلے دوسرے تھیلے مستعمل ہوتے تھے۔

جلب نفع اور دفع نقصان کا جہاں اجتماع ہو اور ضرر ونقصان عام ہو تو دفع مضرت ہی اولیٰ ہوگا۔

۸۔ نہ صرف جن مقامات پر قانوناً سگریٹ نوشی وغیرہ کی ممانعت ہے وہاں اس کی ممانعت ہے، بلکہ ہر جگہ اور ہر شخص کو شرعاً اس کے استعمال سے احتراز کرنا چاہئے۔

۹۔ اس طرح رفع حاجت اور پیشاب وغیرہ کرنا جو فساد آب وہوا و آلودگی فضا کا سبب بنے قطعاً ناجائز ہے، شریعت نے طہارت اور صفائی پر انتہائی تاکید وزور دیا ہے حتی کہ کہا گیا: "الطهور شطر الإيمان" کہ پاکی وصفائی ایمان کا آدھا حصہ ہے۔

---

[1] مسجد حلوہ سوہن، رامنارائن بازار، کانپور۔

۱۰۔ شرعاً اس سلسلہ میں حکومت یا متعلقہ ادارہ کی ہدایات پر عمل کرنا واجب ہوگا، اسلام میں صفائی ستھرائی پر بہت زور دیا گیا ہے، "الطهور نصف الإيمان"، اور اسی طرح تکلیف دہ اور ضرر رساں اشیاء کو راستوں سے ہٹا دینے کا واضح حکم موجود ہے، "إماطة الأذى عن الطريق" کو ایمان کا حصہ قرار دیا۔

۱۱۔ ناگزیر حالات میں ان کا استعمال بقدر ضرورت جائز ہوگا، مکمل طور پر ان کے استعمال کو ممنوع بھی قرار نہیں دیا جاسکتا ہے، ضرر کے مقابلہ نفع زیادہ ہے، بشرطیکہ ضرورت کے درجہ میں ان کا استعمال کیا جائے۔

۱۲۔ الف: بلا ضرورت جنگلات کو کاٹنا اور زیادہ حصول زر کے لئے کھیتوں کو بستیوں میں بدلنا درست نہ ہوگا؛ تاہم بقدر ضرورت ایسا کرنا بالکل جائز ہوگا، "الدنيا خلقت لكم وانكم خلقتم للآخرة" جس طرح درختوں کے فوائد میں زہریلی گیس کاربن ڈائی آکسائیڈ کو جذب کرنا ہے ان ہی فوائد میں ان کو جلا کر اپنی ضرورت پورا کرنا بھی داخل ہے، یا ان کو کاٹ کر دروازہ کھڑکی وغیرہ بنا کر استعمال کرنا ہے؛ تاہم اس طرح استعمال کیا جائے کہ توازن برقرار رہے، افراط تفریط کسی بھی جگہ درست نہیں۔

ب۔ اسلام کی نظر میں درخت لگانے اور کاشتکاری کرنے کی بھی بڑی اہمیت ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے پیڑ لگانے اور اسکے پھلوں کو انسانوں کے کھانے پر صدقہ قرار دیا ہے، اسی طرح کھیتی اگانے اور اس کی کھیتی سے پرندوں کے کھانے کو صدقہ قرار دیا۔

علاوہ ازیں "خير الناس من ينفع الناس" کی بنا پر بھی شجرکاری اور کاشتکاری قابل مدح اور مستحسن ہوگی۔

صوتی آلودگی:

۱۔ ایسی ہدایات پر عمل کرنا لازم ہے جو انسانوں کی فلاح و بہبود کے لئے ہدایات ہیں، اسلام تمام انسانوں کی فلاح و بہبود چاہتا ہے۔ "الضرر يزال"۔

۲۔ ضرورت سے زائد تیز آواز کے ہارن کا استعمال قطعاً جائز نہیں، ہر چیز بقدر ضرورت اور جو دوسروں کے لئے ضرر کا سبب نہ ہو تب درست ہے۔

۳۔ ظاہر ہے شرعاً اس کا استعمال حرام ہے، نہ صرف مزامیر میں شامل ہونے کی وجہ سے بلکہ صوتی آلودگی اور دوسروں کے لئے اس کی آواز ضرر رساں ہونے کی وجہ سے۔

۴۔ اس سلسلہ کی بھی تمام ہدایات پر عمل کرنا شرعاً لازم ہے، اور ان کی خلاف ورزی حرام قرار دی جائے گی، دوسروں کو ضرر پہنچانے کی وجہ سے اور ساتھ ہی صحت و ماحولیات کو نقصان پہنچنے کی وجہ سے، ہم سب مسلمانوں خصوصاً علماء کرام کو اپنی تقریروں کے دوران ان باتوں اور ہدایات کو ملحوظ خاطر رکھنا نہایت ضروری ہے، جب دینی پروگراموں میں علماء کرام ان کی رعایت نہیں رکھیں گے تو کون رکھے گا، عجیب بات ہے کہ اس کی قباحت بالکل لوگوں کے دلوں سے نکل گئی ہے، ہم اپنے دینی پروگراموں کو بھی دیر رات تیز ساؤنڈ میں کرتے ہیں اور دوسروں کے آرام میں خلل ڈالتے ہیں، اور نعوذ باللہ عملاً اس کو جائز بھی سمجھتے ہیں۔

☆☆☆

فضائی اور صوتی آلودگی

ڈاکٹر عبداللہ جولم عمری مدنی[1]

۱۔ ارزاں ہونے کی وجہ سے آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال درست نہ ہوگا جبکہ دوسرے بہتر وسائل مہیا ہوں۔

۲۔ اگر حکومت کی طرف سے پابندی ہوتو اطاعت ضروری ہوگی، اور اگر پابندی نہ ہوتو کم آلودگی والے ایندھن کا استعمال بہتر ہوگا۔

۳۔ حکومت کی جانب سے ممانعت کی صورت میں کم دھواں پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال واجب ہوگا۔

۴۔ جن کے پاس رقم کی سہولت ان کے لئے مستحسن ہوگا۔

۵۔ شرعاً ایسے قوانین کی خلاف ورزی ناجائز ہوگی۔

۶۔ حکومت کو چاہئے کہ ایسے موقعے سے صفائی کا خصوصی انتظام کرے، کچرا پھینکنے کی جگہ متعین کرے، جس کی صفائی بار بار ہوتی رہے، اور ذبح کرنے والے کو چاہئے کہ زائد سامان اسی کچرے کی جگہ پھینکے، ورنہ ایذا رسانی کا مجرم سمجھا جائے گا۔

۷۔ نئی ٹیکنالوجی استعمال کرتے ہوئے پلاسٹک ایسی بنانی چاہئے جو جلائے بغیر خود بخود تحلیل ہوجائے۔

۸۔ سگریٹ، بیڑی شرعاً حرام ہے، اس پر "وإثمهما أكبر من نفعهما" کا اصول منطبق ہوتا ہے۔

۱۲۔ فرض کفایہ کے قبیل سے ہے۔

☆☆☆

[1] شیخ الحدیث جامعہ دار السلام، عمرآباد۔

چھٹا باب اختتامی امور

مناقشہ:

فضائی وصوتی آلودگی

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب:

الحمد لله رب العالمين

والصلاة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين وعلى آله وصحبه أجمعين ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين۔

حضرات علماء کرام ومفتیان ذی احترام، دوستو اور بھائیو!

یہ مسائل پر بحث کی آخری نشست ہے، اور اس نشست کے لئے ایک ایسے مسئلہ کا انتخاب کیا گیا ہے، جو اس وقت دنیا کے لئے بہت بڑا عالمی سطح کا مسئلہ تسلیم کیا جاتا ہے، اقوام متحدہ کی کانفرنسیں بھی اس سلسلہ میں ہوئی ہیں، آلودگی کو کم کرنے، آلودگی کا تدارک کرنے کے سلسلہ میں کوشش کی جارہی ہے کہ بین ملکی سطح پر کسی معاہدہ پر پہنچا جائے، اور اس کا انسان کی صحت سے گہرا تعلق ہے، اور جو ممالک آلودگی کے اعتبار سے بہت زیادہ قابل توجہ ہیں ان میں ہمارا ملک ہندوستان بھی ہے، تو آج کی اس نشست کی ترتیب یوں ہوگی کہ ہمارے پاس اس موضوع کے دو ماہرین موجود ہیں، پہلے ہم ان کی بات سنیں گے، اور ہماری ان بزرگوں سے درخواست ہے کہ چونکہ اس کے بعد عرض مسئلہ ہوگا اور پھر لوگوں کا مناقشہ ہوگا، اور خود آپ کے جو محاضرات ہوں گے، آپ کی جو وضاحتیں ہوں گی، اس پر بھی لوگوں کو سوال وجواب کا موقع دیا جائے گا، تو اس مناسبت سے میں امید کرتا ہوں کہ جہاں تک ممکن ہو اختصار کے ساتھ پوری بات ان شاء اللہ پیش کی جائے گی، اس نشست کی صدارت ملک کے ممتاز عالم دین اور صاحب افتاء حضرت مولانا مفتی شبیر احمد صاحب، جامعہ شاہی مرادآباد فرمائیں گے، میں سب سے پہلے ہمارے دوست جناب سید خالد ہارون رشید صاحب جو اسسٹنٹ پروفیسر ہیں V.J.T.I کالج ممبئی یونیورسٹی میں، اور ماحولیات ہی جن کا موضوع ہے، میں ان سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ آلودگی کیونکر پیدا ہوتی ہے، اور اس کے کیا اثرات ہوتے ہیں؟ اس پر اختصار کے ساتھ روشنی ڈالیں۔

ڈاکٹر سید خالد ہارون رشید صاحب (ممبئی)

محترم دوستو اور بزرگو!

ایک بات میں شروع میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جتنی باتیں یہاں کہی جائیں گی یہ ساری سائنسی باتیں ہیں اور یہ سارے تجربات ہیں، ایکسپیرئنسیز ہیں، سائنس آج ایک بات کہتی ہے، کل سائنس کی یہ بات غلط ہوجاتی ہے اور پھر دوسری بات کہتے ہیں، مثلاً سی این جی گیس کو محفوظ قرار دیا جاتا تھا، لیکن آج کل اسے بھی پولوٹیڈ گیس اور آلودگی والی گیس بتایا گیا ہے، اسی طریقہ سے سیمنٹ کے جو شیٹس آتے تھے اسے پہلے بہت بڑھا چڑھا کر بتایا گیا، اب سیمنٹ کے شیٹس کے بارے میں بتایا جارہا ہے کہ اس میں ایسبسٹوس (Asbestos) ہوتا ہے، اس کے فائبرس جو ہیں کافی کاسوجینک (Cacogenic) ہوتے ہیں جو کینسر کا سبب ہوتے ہیں، تو باتیں بدلتی رہتی ہیں، اس لئے جتنی باتیں بتائی جارہی ہیں، یہ سب سائنسی باتیں ہیں۔

سب سے پہلے میں بتانا چاہوں گا کہ اللہ پاک نے جو نظام بنایا ہے پوری دنیا کا وہ کچھ ایسا بنایا ہے کہ جس میں پانی ہے، ہائیڈروسفیئر (Hydrosphere) کہتے ہیں، پھر زمین ہے، اور زمین پر رہنے والا جو بھی زندہ وجود ہے آپ پیڑ کہیں یا انسان یا جانور، اور اس کے بعد ایٹموسفیئر (Atmosphere) ہے، یعنی ہوا کا جتنا بھی نظام ہے، اور اس کے بعد ہماری دنیا کے اوپر آسمان میں جتنی گیسیز ہیں، ان کا جو نظام ہے اس

کو ایٹ موسفیر کہا جاتا ہے، تو یہ چار چیزیں ہیں، پانی، زمین اور زمین پر رہنے والے جتنے جاندار ہیں، اور اس کے بعد ہوا ہے، اور گیسیز ہیں جو آسمان میں ہیں، ان چاروں کو اللہ پاک نے ایک جوڑ بنایا ہے اور ایک نظام کے تحت اللہ پاک ان کو چلا رہے ہیں۔

اب سب سے پہلے ہم لوگ ایٹ موسفئر کو دیکھیں گے، یعنی ہوا اور گیسز کتنی ہیں، اللہ پاک نے کیسے بنایا ہے؟ تو ہم دیکھیں گے کہ سب سے پہلے ٹروپوسفئر (Troposphere) بنایا ہے، بارہ کیلومیٹر تک جو ہے وہ ٹروپوسفئر ایک گیس ہے، اس کے بعد اسٹراٹوسفئر (Stratosphere) پچاس کیلومیٹر تک ہے، ایسے بہت سارے گیسز ہیں یہ اتنے ہمارے کام کے نہیں ہیں، لیکن اسٹراٹوسفئر میں ایک چیز کام کی ہے وہ ایک گیس ہے جس کا نام اوزون ہے، اور اس کا کیمیکل فارمولہ ہے: O_3، یہ اوزون ہم لوگ دیکھیں گے، انشاء اللہ بعد میں، اللہ پاک نے جو ہوا بنائی ہے اس ہوا کے اندر بھی بہت ساری گیسز ہیں، ہم لوگ کہتے ہیں ہوا، لیکن ہوا کے اندر آکسیجن بھی ہے، نائٹروجن بھی ہے، کاربن ڈائی آکسائیڈ بھی ہے، اور بہت سارے اندرونی گیسز ہیں، یہ سارے گیسز ہوا کے اندر ہیں، نائٹروجن آپ دیکھ سکتے ہیں، 78% ہے، آکسیجن تقریباً 21% ہے، تو ہوا کے اندر اللہ پاک نے اتنے سارے گیسز قدرتی بنائے ہیں، ہوائی آلودگی کب ہوتی ہے جب ان گیسز کے علاوہ کوئی اور چیز ان میں آجائے، یا ان میں سے کوئی بڑھ جائے یا کم ہوجائے تو ہم سائنسی اعتبار سے کہتے ہیں کہ ہوا آلودہ ہوگئی، مثلاً کاربن ڈائی آکسائیڈ بڑھ جائے یا ان میں ایک گیس نائٹروجن ڈائی آکسائیڈ ہے وہ نہیں ہے اس میں کہ اللہ نے نہیں بنایا ہے لیکن وہ گاڑی موٹروں کے دھوئیں سے نکلتی ہے، تو اللہ پاک نے اسے قدرتی ہوا کے گیسز میں نہیں بنایا ہے لیکن وہ باہر سے آجائے ہوا میں تو ہم لوگ کہتے ہیں یہ آلودہ گیس آگئی، تو یہ آلودگی ہوا کی ایسے ہوتی ہے، اور جو چیزیں آتی ہیں ان کے اپنے اثرات ہیں، انسان کے اوپر، جانوروں پر اور درختوں پر، اس کا ماحول میں ایک اثر ہے، ہم سب دیکھیں گے انشاء اللہ، ہوائی آلوگی کی جو آلودگیاں ہوتی ہیں وہ دو طریقے کی ہوتی ہیں: ایک تو کوئی گیس آجائے، دوسرے کوئی باریک باریک ذرے آجائیں، دھوئیں کے آجائیں، راکھ کے آجائیں، جس کو سوٹ بھی کہتے ہیں، اور باریک ہونے میں اس کی PM2.5، PM10 الگ الگ سائنسی درجہ بندی کی گئی ہے، لیکن بیسک دو چیزیں ہیں، یا تو ہوا میں کوئی گیس نہیں آئے یا کوئی ذرے ایسے آجائیں، جو اس کو آلودہ بنادیں، جو ہوا میں اللہ پاک نے قدرتی نہیں بنایا ہے، تو یہ آلودگی ہے دو طریقے کی، گیس آجائے یا پھر کوئی ذرہ آجائے چاہے راکھ کا ہو یا دھوئیں کا ہو، آگ سے جو لاوا نکلتا ہے اس سے جو ڈایوزنس (Odiousness) نکلتا ہے اس سے جنگلات میں آگ لگ جاتی ہے، مغربی آسٹریلیا میں تقریباً ہر سال آگ لگتی ہی ہے، چونکہ ٹمپریچر بہت اوپر چلا جاتا ہے، کچھ ایسے پیڑ ہیں جو تھوڑے سے ٹمپریچر سے بھی آگ پکڑ لیتے ہیں، یہ قدرتی ہے کہ پیڑ پودے جلنے سے دھواں نکلتا ہے، اور لاوا نکلتا ہے تو اس کے ساتھ بھی دھواں نکلتا ہے، قدرتی طور پر آلودگی نکلتی ہے۔

دوسرے، ہم لوگ جو آلودگی کر رہے ہیں وہ فیکٹریوں سے، گاڑیوں سے اور تھرمل پاور پلانٹ سے جس سے بجلی پیدا کی جاتی ہے، دنیا کی ۹۰ فیصد بجلی تھرمل پاور پلانٹ سے پیدا کی جاتی ہے، یعنی کوئلے کو جلایا جاتا ہے، اس کی بھاپ بنائی جاتی ہے، اور بھاپ کے ذریعہ ایک ٹربائن کو گھمایا جاتا ہے، دو ٹربائن کے بیچ میں میگنٹ ہوتا ہے، پورا سسٹم ہے، اصل مقصد اس میگنیٹ کو گھمانا ہے، چونکہ میگنیٹ جب گھومتا ہے تو اس کے الکٹرونکس ایک طرف آتے ہیں اور دوسرا پوٹینشیل کا وائر لگاتے ہیں تو الیکٹرونس فلو ہوتے ہیں اور فلو آف الیکٹرونس کا نام الیکٹری سیٹی ہے، تو مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ کوئلے کو جلا کر چین پیدا کی جاتی ہے اور اس چین سے دھواں پیدا ہوتے ہیں، یہ سب دیکھیں گے بعد میں انشاء اللہ۔

دوسرے یہ کہ وہ خصوصیات کے اعتبار سے ہوائی آلودگی کی درجہ بندی کرتے ہیں، وہ یہ کہ ایک تو پرائمری آلودگی یعنی ڈائریکٹلی نکلا، مثلاً آٹو موبائل انجن سے، گاڑی کے دھوئیں سے نائٹروجن ڈائی آکسائیڈ نکلا، لیکن ایک اور دوسرے ٹائپ کا ہوتا ہے سیکنڈری آلودگی، یہ سیکنڈری آلودگی کیا ہوتی ہے کہ دو چیزیں ایک ساتھ مل جائیں، تو ان کا اپنا ایک ری ایکشن ہوتا ہے اور ایک تیسری چیز بن جاتی ہے اس کو کہتے ہیں سکنڈری آلودگی، اور یہ بہت خطرناک ہے جو دلی میں ہو رہا ہے، اور پوری دنیا میں سب سے خطرناک سکنڈری پولوٹینڈ ہوتا ہے، اس سے فوٹو کیمکل اسموگ بنتا ہے اور چین بنتا ہے، اور بہت ساری گراؤنڈ لیول اوزون بنتا ہے، تو اس میں بتایا گیا ہے کہ پرائمری کون کون سے ہیں، کاربن مونو آکسائڈ، کاربن ڈائی آکسائڈ یہ سب چیزیں ڈائریکٹ نکلتی ہیں، اور ان میں سے اگر دو مل جائے تو سیکنڈری پولوٹینڈ بنتا ہے، پرائمری سے دو جڑ کے تین جڑ کے سیکنڈری پولوٹینڈ بنتے ہیں، آپ دیکھ سکتے ہیں ہوائی آلودگی، کیسا منظر ہوتا ہے، یہ سارے ہوائی آلودگی کے بارے میں بتایا گیا تھا کہ کیا ہوتا ہے اور کیسے ہوتا ہے۔

اب اس میں ہو کیا رہا ہے، یہ مسئلہ کیوں بنا پڑا ہے، ایک۔ بیٹر میں نے آپ کو بتایا تھا جو گیسز میں اوزون لیئر کر کے ہے، اس کا اللہ پاک نے ایسا

نظام بنایا ہے، سائنسدان بتاتے ہیں کہ سورج کی کرنیں جو آتی ہیں جو شعاعیں آتی ہیں اس کو یہ فلٹر کرتا ہے، دو طرح کی شعاعیں آتی ہیں، ایک UVB آتی ہیں اور دوسرے UVA آتی ہیں، اس میں جو کام کی ہوتی ہے وہ تو یہ فلٹر کر کے بھیج دیتا ہے اور جو مضر ہوتی ہے اس کو اوپر ہی رکھ دیتا ہے، اب ہو کیا رہا ہے کہ سورج کی جو مضر کرنیں ہیں جو اوپر رہ جاتی تھیں یہ فلٹر کر لیتا تھا ان کو نہیں آنے دیتا تھا، اب یہ خود ڈیمج ہو رہا ہے، اور کیوں ہو رہا ہے وہ سب دیکھیں گے، یہ دو طریقے کی UV ریز میں نے بتائیں: UVA-UVB، اور UVA ہمارے پاس آجاتی ہے، اور یہ اتنی مضر نہیں ہوتی، UVB کافی زیادہ نقصان دہ ہوتی ہے اس کو یہ چھان لیتا ہے، اوپر ہی روک لیتا ہے، اور میں نے اس کے ری ایکشن بتائے ہیں کہ کیا ہوتا ہے، اوزون جو اللہ پاک نے گیس کا بنایا ہے اس کا ایک بہت بڑا بلینکٹ بنایا ہے، اب یہ کیسے خراب ہو رہا ہے، کچھ گیسز ہمارے دنیا میں ہم نے بنائے، جیسے CFCs ہے اور HCFs ہے، کلورو فلورو کاربن، یہ ریفریجریٹر میں ہوتا ہے، ائرکنڈیشن میں ہوتا ہے، جب ہم فریج کھولتے ہیں تو یہ نکلتا ہے، اے سی کے کمپریسر سے نکلتا ہے، اور بہت سی دوسری چیزوں میں سے نکلتا ہے، اور یہ اوپر جاتا ہے، یہ ہوا سے کافی ہلکا ہوتا ہے، یہ جا کر کے اس اوزون سے ملتا ہے، جب اس اوزون سے ملتا ہے تو اوزون جو ہے وہ ٹکڑے ہوتا ہے اور آکسیجن بنتا ہے تو اسی طریقے سے یہ چین ری ایکشن میں چلتا رہتا ہے، بہر حال یہ بتانا مقصد نہیں ہے، لیکن کیا چیز اس کو نقصان پہنچا رہی ہے، میرا مقصد وہ بتانا ہے، یہ ساری چیزیں ہیں ریفریجریٹر، کلیننگ مشین یعنی صفائی کے جتنے سامان ہیں اس میں اولیٹیل آرگینک کمپاؤنڈز ہیں یعنی جو ڈائریکٹ سولڈ سے گیس بن جاتے ہیں، اسی طرح ہمارے جتنے بھی اسپرے ہیں، پرفیوم والے جتنے بھی اسپریز ہیں ان میں سارے میں CFCs ہوتا ہے، ایئر کنڈیشن ہے، ہماری گاڑیوں کے جو اکنیشن ہیں، ہم لوگ گاڑی کے اندر جو اے سی کو ٹھنڈی کرتے ہیں تو باہر یہ ساری چیزیں نکلتی ہیں، اب کتنی گاڑیاں ہیں آپ سوچئے، کتنے فریج ہیں، کتنے ائرکنڈیشن ہیں یہ سارا کا سارا گیس جاتا ہے اور ری ایکشن کرتا ہے، یہ اس گیس کو خراب کر رہا ہے جو گیس اوپر کی شعاعوں کو چھان کر بھیج رہا تھا، اب وہ خراب ہو رہا ہے، اس میں جو کرنیں چھن کر آ رہی تھیں اب وہ براہ راست آ رہی ہیں، ان کا بہت ہی زبردست نقصان ہے، اس سے اسکن کینسر ہوتا ہے، کیٹلاک ہوتا ہے، بہت ساری چیزیں ہوتی ہیں، یہ اوزون ہول انٹارکٹیکا میں سب سے پہلا پایا گیا تھا، ہمارے جو پروفیسر ہیں، گائیڈ ہیں، وہ خود وہاں موجود تھے، یہ سب سے پہلے انڈین سائنسٹسٹ نے تلاش کیا تھا، لیکن اس کو پتہ ہی نہیں چلا کہ کوئی نئی چیز ہوئی ہے، تو اس نے کہا کہ میری مشین خراب ہے، ایسا کچھ ہو نہیں سکتا، پھر تین مہینے بعد وہاں پر روسی سائنسٹسٹ تھے، ہر ایک کا اپنا علاقہ ہے، انہوں نے ڈیٹیکٹ کر کے بتا دیا کہ ایسی کچھ چیزیں اڑ رہی ہیں، تو انٹارکٹیکا میں یہ چیز سب سے پہلے ڈیٹیکٹ ہوئی ہے، اب ہوتا کیا ہے کہ اوزون ڈیفریشن ہو گیا، شعاعیں آ رہی ہیں، اس سے کیا ہوتا ہے، اگر دس فیصد اوزون ڈیفریشن ہوا ہے تو تیس فیصد کینسر کے انفیکشن دنیا میں پائے جائیں گے، تیس فیصد اسکن کینسر، آج کتنے ہی کینسر کے ری ایکٹس ہیں، ہوا سے لے کر، پانی سے لے کر، کھانے سے لے کر یعنی ہر چیز کو کینسر بنا دیا ہے، یہ حالت چل رہی ہے، یہ تو اللہ کا کرم ہے کہ ہم لوگ زندہ ہیں، یہ ایک چیز ہوگئی، اوزون لیئر کا خراب ہونا۔

اب دوسری چیز ہوائی آلودگی کی ہے، گرین ہاؤس افیکٹ یا گلوبل وارمنگ یعنی پوری دنیا کا پوری پرتھوی کا پوری دھرتی کا ٹمپریچر بڑھ رہا ہے، دن بہ دن یہ گرمی بڑھ رہی ہے، اب یہ گرمی کیوں بڑھ رہی ہے، بات یہ ہے کہ کاربن ڈائی آکسائیڈ بڑھ جاتا ہے، میں نے پہلے بتایا تھا کہ ہوائی آلودگی کب ہوتی ہے جب اللہ پاک نے قدرتی جو گیسیز بنائے ہیں ان میں کوئی بڑھ جائے یا کم ہو جائے یا کوئی نئی چیز آجائے تو یہ آلودگی ہے، تو کاربن ڈائی آکسائیڈ کیوں بڑھا وہ آگے دیکھیں گے۔

ہم پیڑ پودوں کو کاٹ لیتے ہیں اور اس کو کوئی اہمیت نہیں دیتے، حالانکہ پیڑ پودوں کو اللہ نے بہت بڑا کام دیا ہے اور وہ یہ کہ کاربن ڈائی آکسائیڈ کو وہ لے لیتے ہیں اور آکسیجن ہم کو دیتے ہیں جو ہماری زندگی ہے، آکسیجن وہ ہمیں دے دیتے ہیں اور کاربن ڈائی آکسائیڈ کو لے لیتے ہیں، تو پوری دنیا میں جو ہے جنگلات اور پیڑ پودے کاٹے گئے جس کی وجہ سے یہ کاربن ڈائی آکسائیڈ بڑھ گئی؛ جو لینے والے تھے وہ نہیں رہے تو اب کاربن ڈائی آکسائیڈ بڑھ رہا ہے، اچھا صرف کاربن ڈائی آکسائیڈ ہی ایسا گیس نہیں ہے بلکہ میتھین ہے CH4، اور وائر مولیکیولس ہے HTO، چھوٹے چھوٹے مولیکولس ہیں، عموماً یہ تین چیزیں ہیں، جو اوپر جا کر جیسے اوزون اپنا ایک بلینکٹ ہے ایسا ایک بلینکیٹ بنا رہے ہیں، کاربن ڈائی آکسائیڈ، میتھین، اور وائر مولیکول یہ تین گیسیز ہیں جو اوپر جا کر سورج کی جو شعاعیں آتی ہیں اس کو آنے تو دیتے ہیں لیکن واپس ریفلیکٹ ہو کر جو جاتی ہے اس کو جانے نہیں دیتے تو گرمی اندر ہی رہ جاتی ہے، تو یہ ایک ایسا کور بنا لیتے ہیں پوری دنیا میں اوپر جا کر کے کہ سورج کی

شعاع کو آنے دیتے ہیں گرمی کو جانے نہیں دیتے باہر، گرمی جو باہر نکلتی تھی اب وہ جانا رک گئی، اب یہ تین گیسیز ہیں اس میں ۵۰ فیصد کاربن ڈائی آکسائیڈ کا حصہ ہے، اس کے بعد میتھین کا ۶۰ فیصد حصہ اور ۴۰ فیصد حصہ جو ہے وہ این او ٹو ایمیشن کا ہے، اچھا یہ کاربن ڈائی آکسائیڈ، میتھین اور HTO مولیکولس آتے کہاں سے ہیں، یہ سارے کے سارے کارخانوں سے آتے ہیں، یہ انڈسٹریل پولوشن ہے، جتنی انڈسٹریز فیکٹریز ہیں ان میں بہت سارے پروسیز ہوتے ہیں اور ان گنت انڈسٹریز ہیں، ہمارے پین سے لے کر بوتل سے لے کر کتاب، ٹیکسٹائل آئل، پیٹرولیم اور فوڈ انڈسٹری اور کتنی ساری انڈسٹریز ہیں ہر ایک کا ایک پروسیجر ہے، بہت سارے پروسیس ہوتے ہیں ایک انڈسٹری میں، تو ان میں بہت سارے پروسیس میں ایک دھواں نکلتا ہے جس میں کاربن ڈائی آکسائیڈ بھی نکلتا ہے، اس میں سے میتھین بھی نکلتی ہے، دوسری چیز ٹرانسپورٹیشن ہے یعنی گاڑیاں، گاڑیوں کے بارے میں میں نے آگے بہت اچھی طرح سے سمجھایا ہے کہ کیا خرابیاں ہیں، ایک تو فیول صحیح نہیں ہے، کوالیٹی آف فیول جو ہونا چاہئے وہ نہیں ہے، اور دوسرا انجن کا کمبوشن جو ہونا چاہئے برابر وہ نہیں ہو رہا، کیوں نہیں ہو رہا، وہ آگے دیکھیں گے انشاء اللہ۔

تو دوسرا ٹرانسپورٹیشن ہے یعنی وہیکلز، ایکیوٹیز، ایروپلین، گاڑیاں اور ریل یہ ساری چیزیں ہیں، اور تیسری چیز ہیٹنگ اپلائنسیز ہیں ہمارے ائر کنڈیشن وغیرہ، تو دو چیزیں ہوگئیں: ایک چیز اوزون ڈیلیشن ہو رہا ہے یعنی جو شعاع کو فلٹر کر کے بھیجا تھا اب وہ فلٹر نہیں ہو رہا ہے اور براہ راست خطرناک شعائیں آرہی ہیں، تو اس سے اسکن کینسر اور بہت ساری بیماریاں اور انفیکشنز ہو رہے ہیں، الرجی ہو رہی ہے، دوسری چیز جو میں نے بتائی گلوبل وارمنگ، وارم یعنی گرم ہونا، یعنی پوری دنیا کا ایک ساتھ ٹمپریچر کا بڑھنا، یہ کیوں ہو رہا ہے؟ یہ تین چار گیسیز ہیں جو اوپر جا کر ایسا کور بنا رہی ہیں جو کور سورج کی روشنی کو آنے دے رہا ہے لیکن گرمی کو جانے نہیں دے رہا ہے، وہ گرمی ٹریپ ہو رہی ہے، کہیں نہ کہیں اندر دب رہی ہے، اچھا تیسری چیز فوٹو کیمکل اسموگ ہے یہ سب سے زیادہ گھاتک بنی ہوئی ہے، ہم لوگ اوزون کو جا کر تو دیکھے نہیں ہیں اور ہم نے گلوبل وارمنگ کا اوپر جا کر کے سی او ٹو (CO2) کا کور بھی نہیں دیکھا ہے کہ کیسا بیلینکٹ بن رہا ہے، گاڑیوں کا جو دھواں نکلتا ہے اس میں نائٹروجن ڈائی آکسائیڈ نکلتا ہے، اس کے ساتھ میں تیل کے باریک باریک ذرات جو کمبوشن نہیں ہوتے ہیں انجن میں ایسے ہی نکل جاتے ہیں چونکہ انجن کا اتنا مینٹیننس اچھا نہیں ہوتا، انجن کا کمبوشن اچھا نہیں ہوتا تو وہ نکل جاتے ہیں، باریک باریک ذرات تیل کے، پٹرول کے یا ڈیزل کے، تو یہ نائٹروجن ڈائی آکسائیڈ اور یہ باریک باریک ذرات جب نکل جاتے ہیں تو ہوا میں آجاتے ہیں اور لیکن جب ان پر سورج کی شعائیں پڑتی ہیں نو دس بجے، تو اب ان کا ری ایکشن چالو ہوتا ہے فوٹو یعنی لائٹ، فوٹو انگلش میں کہتے ہیں لائٹ کو، کیمکل، کیمکل ری ایکشن ہوتا ہے اور اسماگ بنتا ہے، فوٹو کیمکل اسموگ، لائٹ سورج کی روشنی سے کیمکل ری ایکشن ہوتا ہے ان کا اور یہ اتنے گھاتک ہیں کہ یہاں پر یہ اوزون بن جاتا ہے، دیکھو اللہ تعالی نے اوزون کو اوپر بنایا ہے تا کہ وہ شعاعوں کو صاف کرے، لیکن اگر وہی اوزون یہاں بننے لگے گراؤنڈ لیول پر، اللہ پاک نے جو ہوا دی تھی اس میں تو کہیں بھی اوزون نہیں تھا اب وہ باہر سے چیز آگئی تو اب یہ اوزون جو ہے بڑی بڑی بیماریوں کا ذریعہ بن رہا ہے، پیرالزہیں، نائٹیڈ ہے، پین ہے، پی سی بیز ہیں، یہ سب آگے دیکھیں گے، انشاء اللہ۔

اب O3 یعنی اوزون سے کیا کیا بیماریاں ہو رہی ہیں، چھاتی میں جلن ہونا یا آنکھوں میں جلن ہونا، انفیکشن ہونا، اور اس کی وجہ سے اوزون ہوا کے ساتھ اگر کھیتی میں آجائے تو فصل کو خراب کر دیتا ہے کیونکہ پلانٹس جو ہیں آکسیجن کو لیتے ہیں کبھی اور کبھی کاربن ڈائی آکسائیڈ کو، تو ان کا جو نظام اللہ نے قدرتی بنایا ہے اوزون یہاں ہونا ہی نہیں چاہئے تھا، اب آگیا تو فصل خراب ہوتی ہے، اس کے بعد بہت ساری پلاسٹک، ربڑز اور بہت ساری چیزیں جو میٹریل ہوتی ہیں وہ خراب ہوتے ہیں، اسی طرح وی او سی جو نکلتے ہیں کاربن ہیں، ان میں سے ایک میں کینسر بھی ہوتا ہے، فروری کے ٹائمس آف انڈیا کی خبر ہے جس میں بتایا گیا کہ سب سے زیادہ موتیں جو ہوتی ہیں فضائی آلودگی سے وہ انڈیا میں ہوتی ہیں، اور تقریبا 5.4 ملین لوگوں کی جو موتیں ہوئیں وہ صرف فضائی آلودگی کی وجہ سے، اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ وہ فوٹو کیمکل اسموگ ہے جو گاڑیوں کے دھوئیں سے بنتا ہے، اور اس کے بعد اس پر جب سورج کی کرنیں پڑتی ہیں تو وہ فوٹو کیمکل اسموگ بنتا ہے اور یہ بہت زیادہ گھاتک ہے، یہ تین چیزیں ہوگئیں، اب چوتھی جو ہے وہ ایسڈ رین ہوتی ہے، ایسڈ رین کیا ہوتی ہے یہی گاڑیوں کا دھواں اور تھرمل پاور پلانٹس جہاں پر بجلی پیدا کی جاتی ہے کوئلے کو جلا کر کے اس سے دھواں نکلتا ہے، اور اگر بارش کے بوندوں کے ساتھ مل جاتا ہے تو یہ سلفورک ایسڈ بنتا ہے اور موکس مل جاتا ہے نائٹروجن ڈائی آکسائیڈ کے ساتھ تو یہ نائٹروایسڈ بنتا ہے، اور یہ کافی گھاتک ایسڈ ہوتے ہیں، اب ایسڈ کی بارش ہوتی ہے، جیسا ہمارے تاج محل کے ساتھ ہوا، آپ

دیکھ سکتے ہیں یہ تاج محل کا پہلا نقشہ ہے ایک دم سفید، اس کے بعد کلر کیسے چینج ہو گیا، تاج محل پر پیٹنگ ایفیکٹ ہو گیا جس کی وجہ سے اطراف کی ساری انڈسٹریز جو ہے وہ بند کروادی سپریم کورٹ نے، یہ پہلے کا منظر ہے، یہ بعد کا منظر ہے۔ یہ چار میں نے بڑے نقصانات بتائے: اوزون، گلوبل وارمنگ، فوٹو کیمیکل اسموگ اور چوتھی جو ہے وہ ایسڈ رین (تیزابی بارش) ہوتی ہے، اب یہ ساری چیزیں ہو رہی ہیں جس سے کھیتیاں بھی خراب ہو رہی ہیں۔

شروع میں میں نے بتایا کہ انسانوں کو کینسر وغیرہ کیسے ہو رہا ہے، کینسر سب سے زیادہ فضائی آلودگی سے ہو رہا ہے وہ انڈیا میں ہو رہا ہے اس کی نیوز میں آپ کو بتاؤں گا، دوسری چیز نوائز پولوشن یعنی صوتی آلودگی ہے، نوائز اور ساؤنڈ میں فرق ہے، ساؤنڈ یعنی آواز، نوائز مطلب ان وانٹیڈ ساؤنڈ، ایک آواز نوائز کب بن جاتی ہے جب وہ ان وانٹیڈ ہو جاتی ہے، جو پسند نہیں ہوتی اس کو نوائز کہتے ہیں، اب اس کی فریکوینسی ہوتی ہے الگ الگ نوائز کی، مولانا شیخ ذوالفقار صاحب نے اپنی کتاب میں لکھا ہے اور اس میں بھی فریکوینسی کے سسٹم کو ذکر کیا ہے کہ الگ الگ فریکوینسی کیسے ذہن سازی کرتے ہیں وغیرہ، ہمارے انڈیا میں سنٹرل پولوشن کنٹرول بورڈ جو ایک اتھارٹی ہے پورے انڈیا کی، کچھ اسٹینڈرڈ بنائے ہیں کہ رہائشی علاقہ میں کتنا ہونا چاہئے دن میں، رات میں، انڈسٹریل ایریا ہے تو اس میں دن میں کتنی آواز ہونی چاہئے رات میں کتنی ہونی چاہئے، تو انڈسٹریل ایریا میں دن میں 75db ہونا چاہئے، db یعنی ڈیسیبلس اس کا یونٹ ہے جیسے ہم لوگ میٹر وغیرہ سے چیزوں کو لمبائی میں ناپتے ہیں، آواز کو جو ہے ڈیسیبلس سے ناپا جاتا ہے، انسان کا جو کان ہے اس کی جو آواز لیتی ہے اس کو db کہتے ہیں، ورنہ جانوروں کو تو اس کے نیچے کی بھی سنائی دیتی ہے، ہم سب جانتے ہیں کہ جانوروں کو مردار کو جو عذاب ہوتا ہے وہ بھی سنتے ہیں تو یہ الگ چیزیں ہیں، تو انڈسٹریل ایریا میں بتایا گیا کہ دن میں 75 db سے زیادہ نہیں ہونا چاہئے، رات میں 70db سے زیادہ نہیں ہونا چاہئے، کمرشیل ایریا ہے، مارکیٹ ایریا ہے تو اس میں 55-65، ریزیڈینشیل ایریا ہے تو اس میں 44-55، آٹھ گھنٹے تک یہ آوازیں اگر پائی جائیں تو نقصان دہ ہے، آپ دیکھ سکتے ہیں کہاں کتنی آواز ہوتی ہے، زیرو سے اسٹارٹ ہوتا ہے اور ایک سائلنٹ سٹی میں 20db ہے، آپ ہم نارمل بات کرتے ہیں تو 55 سے 50، ایسے کرتے کرتے بہت ساری پوری اسکیل بتائی ہے میں نے، کہاں کہاں کتنی اور ہوتی ہے، کہاں سانس لیتے ہیں تو دس db کی آواز آتی ہے یہ جو سانس لیتے ہیں تقریبا دس db کی ہے، آواز نقصان دہ کب بن جاتی ہے، تو دو چیزیں دیکھنی ہوں گی، وہ دو چیزیں یہ ہیں کہ ایک تو آواز اتنی مقدار کی ہو اور اتنے وقت تک ہو، خالی آواز اتنی مقدار کی ہے تو بھی ایسا بول نہیں سکتے کہ اتنا نقصان ہوگا، اور اگر اتنی مقدار کی نہیں ہے تو بھی نہیں بول سکتے، تو ایک تو 90db کی آواز آٹھ گھنٹے تک اگر مسلسل آتی رہے، یہ او شا کے اسٹینڈرڈ ہیں امریکا کے اسٹینڈرڈ ہیں، اگر آتی رہے تب جا کر ہم لوگ کوئی کمنٹ کر سکیں گے یا کوئی رائے رکھ سکیں گے کہ ہاں یہ آواز نقصان کے لائق ہے، اسی طریقہ سے 92db چھ گھنٹے کے لئے 95db چار گھنٹے کے لئے یہ سارے ٹیبل ہیں، اچھا میکانزم آف ہیرنگ ہمارا اللہ پاک نے جو کان بنایا ہے، یہ اس کا میکانزم ہے، تین حصے بنائے، باہر کا کان، بیچ کا کان، اندر کا کان، تو بیچ کے کان میں جو ہے پردہ ہے، پردہ سے جا کر یہ وائبریشن ہوا کے ٹکراتے ہیں اور وہ ٹکرا کر کے آگے فلوئیڈ ہے، وہ جا کر کے ہمارے دماغ کے فلوئیڈ کو ہلاتا ہے نبض کو ہلاتا ہے جس سے ہم لوگوں کو سینس ہوتا ہے، اللہ نے تین الگ الگ لیئر بنائے ہیں اس میں بھی اتنا فاسٹ سسٹم ہے تو لیئر میں ایک بہت باریک پانی ہے بس اس پانی کو وائبریشنز لگتے ہیں بہت باریک، اس سے جو ہے ہمیں سینس ہوتا ہے، یہ کان ہے ہمارا، باہر کا کان، بیچ کا کان دیکھ سکتے ہیں، پھر یہ پردہ ہے کان کا، اور اس کے بعد یہ فلوئیڈ ہے، ہمارے کان کے اندرونی حصے میں بہت باریک باریک ہیئرنگ سیلس ہیں، اللہ پاک نے قدرتی بنائی ہیں اور یہ ری جنریٹ نہیں ہو سکتیں، اور واپس پیدا نہیں ہو سکتیں، سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ اگر یہ ڈیمیج ہو گئی تو واپس نہیں بن سکتی، اچھا یہ ڈیمیج کیسے ہوتی ہے، جب بار بار زور سے آوازیں آتی ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ کہیں ہم بہرے نہ ہو جائیں، یا زیادہ آواز میں جو کام کرتا ہے وہ پہلے بہرا ہو جاتا ہے، وہ کیوں ہو جاتا ہے اس کی یہ ہیئرنگ سیلس ڈیمیج ہو جاتی ہے، جتنی آواز زیادہ پڑتی ہے ڈیمیج ہوتی رہتی ہے اور یہ واپس نہیں بنتی، اب تک کا نظریہ سائنسدانوں کا یہ ہے، یہ ڈیسی بل جس سے نوائز کو ناپا جاتا ہے، نوائز ساؤنڈ...... کہتے ہیں۔

اب یہ دیکھیں گے کہ صوتی آلودگی سے کیا کیا نقصانات ہو رہے ہیں طبیعت پر، انسانی طبیعت پر، ہیلتھ پر، ہائی بلڈ پریشر پر، میں نے کہا تھا کہ 90db آٹھ گھنٹے تک اگر ہے تو کیا ہوگا؟ اس کا بلڈ پریشر ہائی ہو سکتا ہے، جس آدمی کی جیسی طاقت ہے اس کے حساب سے نقصان ہوگا، ہارٹ اٹیک آ سکتا ہے یہ تک ریسرچ ہوئی ہے، آدمی کو فوراً اسٹروک آ سکتا ہے، دماغی دورہ، ہارٹ اٹیک، اس کے بعد کینسر، یہ کیسے ہوتا ہے، جیسے میں نے بتایا کہ وہ فلوئیڈ ہے اور اندر جب زیادہ آواز جانے لگتی ہے تو ایسے ہارمونز ہمارے جسم میں سے دماغ میں سے اللہ نے بہت سے ہارمونز رکھے ہیں، تھوڑا سا

اگر کم ہو جائے آدمی موٹا ہو جائے گا، تھوڑا بڑھ جائے آدمی پتلا ہو جاتا ہے...... عورتوں میں زیادہ ہوتا ہے...... دماغ میں اللہ تعالی نے بہت سے ہارمونز رکھے ہیں آواز کی وجہ سے وہ حرکت میں آتے ہیں اور وہ نکلنا شروع ہو جاتے ہیں، زیادہ آواز کی وجہ سے پریشر بڑھتا ہے، جب اور دوسرے ہارمونز نکلتے ہیں اور وہ جسم میں ایسی ایسی جگہ جاتے ہیں جہاں لیور میں وہ ہارمونز نہیں آنا چاہئے تھا وہ تو دماغ میں رہنا چاہئے تھا، اب وہ گردوں کو ناکارہ کرتا ہے، لیور بھی خراب کرتا ہے، کینسر پروڈیوس ہوتا ہے، ایسی بہت ساری اسٹریس انزائیٹی آج کل اسٹریس ہو رہا ہے، انزائیٹی ہو رہی ہے، انسونومیا یعنی راتوں کو نیند کا نہ آنا، رینگنگ ساؤنڈ یعنی کانوں کا بجنا وغیرہ، یہ صوتی آلودگی ہوگئی، دو منٹ میں انشاء اللہ ختم کروں گا۔

تیسری چیز یہ کہ پانی، ندیوں کا پانی اور جو نہروں کا اور چھوٹے چھوٹے تالاب ہوتے ہیں ان کا پانی یہ سب خراب ہو رہے ہیں انڈسٹریل پولوشن کی وجہ سے، یہ کیسے ہو رہا ہے؟ یہ بھی بہت بڑی وجہ ہے کینسر کا، پیسٹی سائڈ، ایسے بھاری بھاری ہیوی میٹلکس پانی میں چھوڑ دیئے جاتے ہیں، میں آپ کو ایک مثال دوں گا، دیکھئے یہ ساری انڈسٹریز ہیں اور ان سے یہ ساری چیزیں نکلتی ہیں، خلاصہ کا وقت نہیں ہے، یہ مثال ہے ہمارے گنگا ندی کا، آپ دیکھ سکتے ہیں کانپور کی ساری انڈسٹریز جو پانی لیتی ہے، ہری دوار سے پانی شروع ہوتا ہے، گنگوتری سے اور وہاں سے کانپور میں جو انڈسٹریز ہیں وہ پانی لے لیتی ہیں، انڈسٹریل پروسیسز میں پانی لگتا ہے انڈسٹری کو چلانے کے لئے اور بہت سارے کام کو کرنے کے لئے پانی لگتا ہے انڈسٹریز میں، اب وہ پانی یوز کر کے گندہ ہو جاتا ہے اس کو پھینک دیا جاتا ہے، اب اس میں ہیوی میٹل بھی ہے...... انڈسٹری ہے...... تو پوری دنیا میں یہ ممنوع ہے، لیکن انڈیا میں بنائے جاتے ہیں، باقاعدہ نام دے کر ہمارے یہاں بناتے ہیں، تو ایسے ہی چل رہا ہے ہمارے ملک میں، تو کانپور والے اپنا پورا کچرا پھینکتے ہیں، آگے جا کر کے پچاس ساٹھ کلومیٹر کے بعد دوسری سٹی الہ آباد ہے، پھر بہت سارے دوسرے شہر ہیں اسی ندی پر، اب ان کا کچرہ یہ جو پھینکا انہوں نے، آگے جا کر کے کسی کے پانی کا سورس ہے، وہاں سے وہی پانی لوگ اٹھا رہے ہیں جس میں ہیوی میٹل پھینکے گئے ہیں جس میں وہ پیسٹی سائڈ پھینکے گئے جس میں بہت ساری چیزیں پھینکی گئی ہیں، اب یہ ساری چیزیں بدن میں جاتی ہیں، اللہ نے تو پانی کے لئے بدن کو بنایا ہے، جب پانی کو لیا جاتا ہے تو اس کو ٹریٹ کیا جاتا ہے، لیکن ہمارے یہاں پر ہمارا ٹریٹمنٹ سسٹم پانی کو جو صاف کرنے کا ٹریٹمنٹ سسٹم ہے وہ اتنا ایڈوانس نہیں ہے کہ ان چیزوں کو نکال دے، پیسٹی سائٹ کو، ہیوی میٹل کو نکال دے، تو اس کی وجہ سے کیا ہو رہا ہے کہ اب یہ چیزیں اندر جاتی ہیں، اب اللہ کا نظام ہے یا تو پیشاب پاخانہ کے راستہ سے نکل جائے اور یا تو بدن میں جمع ہونے لگتی ہے، لیڈس میں یعنی فیٹس میں چربیوں میں لیکو فلیکس ہوتی ہے چربیوں میں جمع ہونے لگتی ہے، اب اس کو گلانے کے لئے ہمارا بدن پروسیس شروع کرتا ہے، پیسٹی سائڈ کو گلانے کے لئے ہیوی میٹل کو گلانے کے لئے اب یہ سیلس بڑھنا شروع ہوتی ہے جو ان کنٹرول ہو کر کینسر بنتی ہے، اب یہ پانی کے ذریعہ جسم میں یہ چیزیں آ رہی ہیں، میں نے اس سلسلہ میں بیسک اور فنڈامنٹل بتا دیئے، اسی پر میں اپنی بات ختم کرتا ہوں۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب:

جزاکم اللہ خیر الجزاء۔ آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ جناب سید خالد ہارون رشید صاحب نے کم وقت میں بہت وضاحت اور خوش اسلوبی کے ساتھ آلودگی اور ہماری صحت اور زندگی پر اس کے اثرات کے سلسلے میں روشنی ڈالی، آج کے اس پروگرام کے لئے صورت مسئلہ کو سمجھنے کی غرض سے، کیوں کہ جتنے جو آپ حکم متعین کریں گے اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم ماہرین سے صورت مسئلہ کو سمجھیں اور فقہاء اس پر حکم شرعی مرتب فرمائیں، ہم نے اور آپ نے پڑھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ امام محمدؒ کو عصر بعد کوفہ کے بازاروں میں بھیجتے تھے تا کہ وہ مارکیٹ کے چلن سے واقف ہوں، اور امام صاحب کی مجلس اجتہاد میں اس کو پیش کریں اور پھر اس پر بحث اور فیصلہ کیا جائے، تو صحیح حکم تک پہنچنے کے لئے یہ دونوں باتیں ضروری ہیں، صورت مسئلہ سے کما حقہ واقفیت اور قرآن وحدیث اور فقہاء کے اجتہادات سے روشنی حاصل کرتے ہوئے اس پر حکم شرعی کا انطباق ہو، اس موضوع کا جو سوالنامہ آپ حضرات کے پاس بھیجا گیا تھا اس میں بھی ہم لوگوں نے محترم جناب پروفیسر اسلم پرویز صاحب معزز وائس چانسلر مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی سے مدد لی، اور اس پروگرام کے لئے بھی ان کو خاص طور پر مدعو کیا گیا ہے، پروفیسر صاحب آپ حضرات کے لئے جانی پہچانی شخصیت ہیں، حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی صاحبؒ کی زندگی میں بھی کئی سیمیناروں میں ان کو دعوت دی گئی، ان کا پرچہ سائنس شاید اردو زبان کا واحد ایسا رسالہ ہے جو لوگوں کو معتبر سائنسی معلومات فراہم کرتا ہے، میں بہت ہی ادب کے ساتھ پروفیسر صاحب سے درخواست کرتا ہوں اور ان کا استقبال کرتا ہوں کہ وہ اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں، جو انشاء اللہ مجھے امید ہے کہ اختصار کے ساتھ وہ اس موضوع کے تمام پہلوؤں کو واضح فرمائیں گے، پروفیسر اسلم پرویز صاحب۔

ڈاکٹر اسلم پرویز صاحب:

اللہ کا بہت بڑا کرم ہے کہ اس نے یہ موقع مجھے عنایت کیا کہ میں آپ لوگوں کے درمیان پھر حاضر ہوسکا، اس کے شکر کے بعد میں بہت شکریہ ادا کرنا چاہوں گا جناب خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کا اور تمام ذمہ داران کا، کہ انہوں نے مجھے اجازت دی کہ میں آپ کے درمیان آ کر جو کچھ میں نے سیکھا اور سمجھا ہے اس کو آپ کے سامنے پیش کروں، ماحول کا جو اس وقت مسئلہ ہے اس کو اگر بنیادی طور سے دیکھیں تو صرف وسائل اور ان کا استعمال اور وہ کیوں کر ہے، بالکل اسی طرح جس طرح کچھ چیزوں کا ذکر ہوا، پچھلی نشستوں میں، سونے چاندی کا، زمین کا، کرنسی کا تو یہ جو قدرتی وسائل ہیں جن کو بظاہر ہم نہ ان کی قیمت لگاتے ہیں اور نہ ان کی اہمیت سمجھتے ہیں، ان کے استعمال کی اہمیت کو سمجھنا اب وقت کی بڑی اہم ضرورت ہے، میں اپنی بات کی شروعات اس نکتہ سے کروں گا کہ اللہ تعالی نے انسان کو زمین کی خلافت عطا فرمائی، یعنی امانت داری، یہ زمین اللہ تعالی نے انسان کو ایک امانت کے طور پر دی ہے، گویا یہ زمین اور اس کے تمام وسائل چاہے وہ زندہ ہوں، مردہ ہوں، یا بے جان ہوں، پیڑ پودوں کی شکل میں ہوں، جانوروں کی شکل میں ہوں، پہاڑوں کی شکل میں ہوں، معدنیات کی شکل میں ہوں، یا وہ چیزیں جو سمندروں میں پائی جاتی ہیں، ہوا میں پائی جاتی ہیں، گویا تمام چیزیں ہماری امانت داری میں دی گئی ہیں، اور ان چیزوں کی کثرت کے سلسلہ میں حکم قرآن کریم میں آیا ہے کہ اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو گن نہیں سکتے، اور یہ ایک سائنسی حقیقت ہے کہ اس وقت باوجود تمام ترقیوں کے ہم ابھی تک نہیں جانتے کہ اگر ہم جانداروں کی بات کریں کہ زمین پر خاص طور پر خورد بینی اجسام کتنی طرح کے پائے جاتے ہیں اور ان کے کیا رول ہیں، ان کے جو کام ہیں وہ بہت اہم ہیں اور ایک اندازہ کے مطابق پانچ فیصد سے بھی کم خورد بینی اجسام ہیں جن کو ہم ابھی تک سمجھ پائے ہیں، اور ان کی اہمیت کا اندازہ آپ اس طرح سے لگالیں کہ زمین میں جو چیزیں سڑتی ہیں یا تحلیل ہوتی ہیں وہ ان ہی کی وجہ سے ہے، جو نظام ری سائیکلنگ کا قدرت نے بنایا ہے وہ ان ہی کی وجہ سے ہے، تو ان کا کام اگرچہ ان آنکھوں سے نظر نہیں آتا اور جب ایک مٹھی بھر کر ہاتھ میں اٹھاتے ہیں تو ہمیں اندازہ نہیں ہوتا کہ کتنے کروڑ ہا کروڑ جاندار اقسام ہم نے اس ایک مٹھی میں اٹھا رکھی ہے، تو پانچ فیصد سے زیادہ ہم نہیں جانتے، تو گویا یہ ایسی تعداد ہے جو بے انتہاء ہے جن کے بارے میں ہمیں علم نہیں ہے، ساتھ ہی اللہ تعالی نے یہ بھی فرمایا کہ کوئی ایسی چیز نہیں کہ جس کے خزانے ہمارے پاس نہیں، اور جس چیز کو بھی ہم نازل کرتے ہیں مقرر مقدار میں نازل کرتے ہیں، یہ مقرر مقدار کا نکتہ بڑا اہم ہے؛ کیونکہ اللہ تعالی نے ہر چیز کو اگر مقرر مقدار میں نازل کیا ہے کیونکہ وہ بہتری حساب رکھنے والا ہے تو کوئی وجہ رہی ہوگی اس مقرر مقدار کی، اور جب چیزیں مقرر مقدار میں اتاری گئی ہیں اور وہ چیزیں اتنی ہیں کہ وہ گنتی میں نہیں لائی جاسکتی تو یقیناً ان کے بیچ میں ایک توازن ہوگا، قدرتی بات ہے اور اس توازن کا ذکر قرآن مجید میں یہاں آیا، کہ ہم نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ جمایا اور اس میں ہر طرح کی اشیا توازن کے ساتھ اگائی، چونکہ جب چیزیں کثرت میں ہیں اور ہر ایک کا کام ہے بہت اہم کام ہے ان کے بیچ میں عمل اور رد عمل موجود ہے تو توازن کی بہت اہمیت ہے، اور توازن کی اہمیت کا اندازہ یہ ہے کہ اگر کسی طرف سے ذرا سا بھی چیز اٹھائی جائے یا کم کی جائے تو توازن بگڑتا ہے، اس کی سب سے واضح شکل جو ہمارے سامنے رہتی ہے جب ہم سامان یا سودا خریدتے ہیں، تو ترازو کے اوپر ایک پلڑے میں بٹے رکھے جاتے ہیں، باٹ جس میں وزن ہوتا ہے اور دوسری طرف جنس رکھی جاتی ہے، وہ چیز رکھی جاتی ہے جس کو ہم تولتے ہیں، تو وہ اگر اس طرف تھوڑا سا بڑھاتا ہے تو پلڑا ادھر جھک جاتا ہے اور ایک پچاس گرام کا بھی بٹہ ادھر سے ہٹاتا ہے تو پلڑہ ادھر جھک جاتا ہے، یہ توازن کی اہمیت کہ کوئی بھی چیز کدھر سے اگر کم کی جائے یا بڑھائی جائے تو توازن متاثر ہوتا ہے اور یہاں مقدار کی اہمیت ہے، آگے دیکھئے یہ بہت ہی اہم آیت ہے سورہ رحمن کی: "والسماء رفعها ووضع الميزان" (اور آسمان کو اس نے بلند کیا اور میزان قائم کردی کہ میزان میں حد سے تجاوز نہ کرو، کیونکہ دیکھئے اس میں "أن لا تطغوا في الميزان" بھی ہے اور "ولا تخسروا الميزان" بھی ہے، اب یہاں اس کی وضاحت کے لئے میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ یہ ایک آسمانی نظارہ ہے، رات میں نظر آتا ہے ستارے، چاند وغیرہ، اکثر ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ یہ چاند ستارے آخر کے ہوئے ہیں تو کس طرح اس آسمان میں اور جیسا قرآن میں کہا گیا کہ کوئی ستون بھی تو نہیں ہے جس کے سہارے یہ ہوں، وہ کیا قوتیں ہیں اور اگر وہ قوتیں ہیں تو ان قوتوں کی اہمیت کا اندازہ لگائیے کہ وہ حساب کتنا عظیم ہوگا، اس کی ایک مثال میں اپنے بچپن کے دنوں سے دیتا ہوں، بچپن میں مقناطیس سے ہم لوگ کھیلا کرتے تھے اور کھیل یہ ہوتا کہ ایک کاغذ کے اوپر سوئی رکھی اور نیچے مقناطیس رکھا اور مقناطیس کو گھمایا تو اوپر سوئی گھومتی تھی، اس کے بعد دو بچے ہوتے تھے تو سوئی بیچ میں رکھی اور مقناطیس دونوں نے پکڑے اور سوئی کو اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کی، تو جدھر مقناطیس کی قوت زیادہ ہوتی، سوئی ادھر کھینچ جاتی تھی، لیکن ایک اسٹیج اس میں ایسی آتی ہے اور آپ تصور بھی

کر سکتے ہیں کہ جہاں سوئی کے اوپر مقناطیس کی قوتوں کا ایک دم توازن بیٹھ جائے تو سوئی بیچ میں تھر تھرائے گی، نہ ادھر جائے گی نہ اُدھر، کیونکہ جو قوتیں اس میں کام کر رہی ہیں ایک دوسرے کو وہ کینسل کر رہی ہیں برابر میں، اب اس کو اس طرح سوچئے کہ جب دو مقناطیس اس طرح ہیں اور دو اوپر نیچے بھی رکھ لیں تو یہ سوئی معلق ہو جائے گی چاروں مقناطیس کے بیچ میں، یہی وہ نکتہ ہے سائنسی جس سے یہ تمام چیزیں معلق ہیں، یعنی جو مقناطیسی قوتیں ہیں ان اجرام فلکی کی، ان ستاروں، سورج چاند وغیرہ کی ان کے بیچ میں اللہ تعالی نے اتنا خوبصورت توازن کا نظام قائم کیا ہے کہ ہر چیز ایک دوسرے کو تھامے ہوئے ہے، اور جب سمجھ کر سورہ رحمن کی آیتوں کو پڑھیں "والسماء رفعها ووضع الميزان" تو دل سے سبحان اللہ نکلتا ہے، جو اس چیز سے گزرا ہے اس مرحلے سے وہ سمجھ سکتا ہے کہ اسے کتنا احساس ہوتا ہے اللہ تعالی کی عظمت کا اور اس کی خلاقی کا، اس کی حکمت کا، کس طرح سے اس نے توازن قائم کیا ہے، اب یہاں ایک نکتہ یہ ہے کہ ان سیاروں کا جو ہمیں چاروں طرف نظر آ رہا ہے آنکھوں سے، اس توازن کی بات کرنے کے بعد آخر میں یہ بات کہی گئی کہ اس کو جوڑا گیا ہے اس بات سے کہ "والأرض وضعها للأنام" اور زمین کو ساری مخلوق کے لئے بنالیا گیا، گویا یہاں زمین کو جو تمام مخلوق کے لئے بنایا گیا ہے اور ہر چیز کی مقدار اس سے مقرر کی ہے اور ہر چیز میں توازن مقرر کیا ہے تو گویا یہ جتنی مخلوق موجود ہیں ان کے بیچ میں بھی ایک توازن موجود ہے، ہر چیز جو یہاں اللہ نے بنائی ہے وہ ایک توازن کے ساتھ ہے، اور اس توازن کو بگاڑنا ہمارے لئے خطرناک ہوسکتا ہے۔

جیسے ابھی آپ نے پچھلی پیشکش میں دیکھا کہ توازن کے بگڑنے سے کس طرح کے نقصانات ہمارے سامنے آتے ہیں، اور اس میں میں نے یہ عنوان قائم کیا ہے کہ عدم توازن فساد ہے، اور اس کی وضاحت ہمیں یہاں سے ملتی ہے: "فسد الشيئ" کے معنی ہیں کسی چیز کا مضمحل ہو جانا، اس کا اپنی اصلی حالت پر باقی نہ رہنا، لحم فاسد اس گوشت کو کہتے ہیں جو گل سڑ کر بدبودار ہو گیا ہو، کسی کام کا نہ رہا ہو، فساد درحقیقت صلاح کی ضد ہے، صلاح کے معنی ہیں حالت کا مستقیم اور متوازن رہنا، لہذا فساد کا معنی ہے توازن کا بگڑ جانا، بے ترتیبی یعنی بد نظمی یا پیدا ہو جانا، یہ محیط اور تاج العروس سے اقتباس ہے جو آپ کے سامنے رکھا گیا، گویا اس کی روشنی میں میں نے وہ عنوان قائم کیا تھا کہ توازن کا بگڑنا ہی دراصل فساد ہے، قرآن کریم نے مفسدین یعنی فساد پھیلانے والوں کے مقابلہ میں مصلحین کا لفظ استعمال کیا ہے، جب کبھی ان سے یہ کہا گیا کہ زمین میں فساد برپا نہ کرو تو انہوں نے یہی کہا کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں، یعنی مفسدین و مصلحین دو گروپ ہیں۔

سورہ شعراء میں مسرفین کو مفسدین کہا گیا ہے، مسرفین یعنی حد سے تجاوز کرنے والوں کا حکم نہ مانو جو زمین میں فساد برپا کرتے ہیں اور کوئی اصلاح نہیں کرتے، اسراف کرنے والوں کو مسرفین کہا جاتا ہے، 'السرف'' کے معنی ہیں جو حد مقرر کی گئی ہو اس سے آگے بڑھ جانا، زیادتی کرنا، نادانی کرنا، یہ ابن فارس سے ہے، یعنی حد سے گزر جانا توازن کو بگاڑ دینا اسی زمرہ میں آتا ہے، اب یہ جو سورہ روم کی آیت نمبر ۴۱ ہے کہ خشکی وتری میں فساد برپا ہو گیا لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے، یعنی ہماری اپنی کرنی کی وجہ سے زمین میں پانی میں ہر جگہ فساد برپا ہو گیا ہے، ایک یاد دہانی کے طور پر اللہ تعالی ہم سے کہہ رہا ہے کہ شاید ہم عبرت پکڑیں اور واپس آئیں اور اس چیز کی اصلاح کر سکیں۔

اب میں یہاں تھوڑا سی تیزی کے ساتھ وہ تصویریں دکھاؤں گا جو ہمیں یہ احساس دلاتی ہیں کہ ہم اس فساد کو پھیلانے میں کہاں تک ذمہ دار ہیں، اور ہمارا رول کیا ہے؟ اہم بات یہ ہے، یہ حقیقت ہے کہ ہم مسلمان ہیں لہذا ہم مفسدین میں سے نہیں ہو سکتے، اگر مفسدین میں سے نہیں ہیں تو لازماً مصلحین میں سے ہوں گے، اگر ہم مصلحین ہیں تو ہم پر لازم ہے اللہ کے احکامات کے تحت ہم اصلاح کا کام کریں، فساد کا تدارک کریں، اور وہ تمام کارروائیاں کریں جن سے فساد کو پھیلنے سے روکا جائے، آپ جانتے ہیں کہ نئی قسم کی کچھ بیماریاں آ رہی ہیں وائرس کی، جو اب مچھر کے ذریعہ بھی پھیل رہی ہیں، پہلے وائرس کی جو بیماریاں آیا کرتی تھیں وہ مچھروں پر سوار ہو کر نہیں آتی تھیں، اب وہ مچھر پر سوار ہو کر آ رہی ہیں، جیسے ڈینگو، چکن گنیا، ایبولا، یہ وائرس مچھر کے ساتھ آتے ہیں، اور ابھی ایک رپورٹ میں نے پڑھی کہ چار نئی بیماریاں ہیں جن کی شروعات ہو چکی ہے اور وہ بھی مچھر سے ہی آ رہی ہیں، ان کی ہلاکت خیزی کا یہ عالم ہے کہ ان کی دوائیں نہ صرف موجود نہیں بلکہ مستقبل قریب میں امید بھی نہیں ہے کہ ان کو سمجھا جا سکے گا؛ کیونکہ ان کو پیدا کرنے والے ان کے ذمہ دار جو وائرس ہیں وہ ہر لمحہ اپنی کیفیت اور شکل ایسے بدلتے ہیں کہ ان کا ٹیکہ تیار کرنا آسان نہیں ہے۔

یہ مچھر کہاں پیدا ہوتے ہیں، مجھے اپنا بچپن یاد ہے، اس وقت مچھر نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی تھی جو ہمیں کاٹے، اس وقت تصور نہیں تھا مچھر دانی وغیرہ کا، آج صورت حال مچھر کی کیا ہے، لیکن یہ بتائیے کہ مچھر کیسے پیدا ہوا؟ یہ ایسے پیدا ہوا کہ کسی نے لاکھوں روپئے لگا کر بڑی خوبصورت کوٹھی بنائی اور اس کا جتنا گندا پانی تھا وہ پائپ لگا کر گلی میں باہر چھوڑ دیا، چونکہ وہ اس کی ذمہ داری نہیں کہ اس کے گھر کا وہ پانی نالے میں جا کر گرے، یا خالی

پلاٹ میں جمع ہوتا رہے کوئی فرق نہیں پڑتا، اس نے تھیلے میں کوڑا اکٹھا کیا اور باہر کہیں دور لے جا کر پھینک دیا، تو یہ جو گندگی ہے ہمارے گرد ونواح میں انہوں نے ہی مچھروں اور دیگر بیماریوں کو اور جراثیموں کو پیدا کیا، اب ہمیں یہ کرنا تھا کہ قوم مصلحین کے ناطے اس فساد کو روکیں، جو لوگ گندگی پھیلاتے ہیں، کوڑے باہر ڈالتے ہیں، گندے پانی باہر سڑتے ہیں ان کو پیار ومحبت سے سمجھائیں، یہ ایک کوڑے کی تصویر ہے وہ کوڑا جس کو جلا دیا جاتا ہے، اب دیکھئے پہلے ہمارے یہاں جو کپڑے استعمال ہوا کرتے تھے وہ سوتی ہوتے تھے، یعنی سوت کے، اس کو آپ جلاتے تھے دھواں نکلتا تھا، یقینا اس میں کاربن ڈائی آکسائیڈ ہوتی تھی، کاربن کے ذرات ہوتے تھے لیکن کیمیائی مادے نہیں ہوتے تھے، اس کی راکھ پانی میں مل کر تحلیل ہو کر ختم ہو جاتی تھی، مگر آج جو ہم کپڑے پہنتے ہیں اس میں ایک ہزار قسم کے کیمکلس ہیں، ان کپڑوں کو جب جلایا جاتا ہے تو اس میں سے صرف کاربن ڈائی آکسائیڈ ہی نہیں نکلتی بلکہ اس سے طرح طرح کی کیمیائی گیسیں خارج ہوتی ہیں، اور اس کی خوشبو اور بدبو جب ٹائر جلایا جاتا ہے تو آپ محسوس کیجئے، کیسی شدید تعفن آتی ہے، الگ ہی محسوس ہوتا کہ ربڑ جلنے کی بدبو آرہی ہے، یہ کیمیائی مادے ہیں جو ہوا میں شامل ہوتے ہیں، تو یہ سب ان فسادات کا حصہ ہیں جو ہمارے چاروں طرف ہوتے ہیں، اور ہم شاید چونکہ واقف نہیں ہیں اس لئے ان چیزوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں، اور سوچتے ہیں کہ ہمارا مطلب نہیں ہے، کوئی ٹائر جلا رہا ہے، کوئی کوڑا جلا رہا ہے جلانے دو، مجھے کیا مطلب؟ لیکن یہ مطلب کس طرح ہمیں متاثر کر رہا ہے، یہ انڈسٹری کے دھویں کی تصویر ہے، یہ سڑکوں کی حالت ہے بڑے شہروں میں آپ دیکھیں گے کہ کس طرح سے دھواں رہتا ہے اور یہ بچے ہیں، یہ میرے اور آپ کے گھروں کے بچے ہیں، اور ہم امانت دار ہیں اس زمین کی اگلی نسلوں کے، ہم کیا دے رہے ہیں، یہ سڑا ہوا دھواں، اب کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ میں تو اس کا ذمہ دار نہیں ہوں، کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ گاڑیاں چل ہی رہی ہیں، دھواں نکل رہا ہے، تو یہاں سوال یہ اٹھتا ہے کہ اگر ہم اس کے ذمہ دار نہیں ہیں تو کیا اس کے تدارک کے لئے ہم کچھ کر سکتے ہیں؟ ایک بڑی اہم چیز یہ ہوتی ہے کہ ہم اس کے لئے آواز اٹھا سکتے ہیں، اس فساد کے خلاف ایک پرامن تحریک تیار کر سکتے ہیں، اور پوری دنیا میں اس کے لئے پرامن جو تحریکیں چل رہی ہیں اس میں ہم حصہ لے سکتے ہیں، چونکہ میں ان تحریکوں سے جڑا ہوا ہوں، اور مجھے بہت احساس اور کرب ہے کہ ان تحریکوں میں مسلمان بہت کم شامل ہیں، اس میں اکثریت برادران وطن یا دیگر مذاہب کے لوگوں کی ہے، ہم لوگ اس طرف بہت کم توجہ دیتے ہیں، نہ کوئی تحریک ہمارے یہاں سے اٹھتی ہے اور نہ ہم اس سے جڑتے ہیں، جب کہ کم سے کم تر درجہ یہ ہے کہ برائی کے خلاف زبان سے ہی برا کہا جائے، ہم کم از کم اس زمرہ میں تو شامل ہو جائیں کہ کس انداز سے ان چیزوں کو رجسٹر کریں کہ یہ چیزیں غلط ہیں، ہمیں ان سے روکنا چاہئے اور یقینا جب ہم یہ کہیں گے تو ہمیں قرآن کی وہ آیت ذہن میں رکھنی ہوگی کہ تم وہ کیوں کہتے ہو جو تم نہیں کرتے، اللہ کے نزدیک یہ نہایت ہی ناپسندیدہ بات ہے کہ تم وہ کہو جو تم نہیں کرتے، یعنی جب ہم خود بھی نہیں کریں گے تو وہ ہمارے اندر ایمانی قوت پیدا ہوگی اس کو روکنے کی، کیونکہ میں نہیں کرتا تو میں دوسروں سے بھی کہوں گا کہ بھائی تم بھی مت کرو، یہ چیزیں اچھی نہیں ہیں، یہ ایک جنرل پولوشن ہے۔

اگر پانی کا پولوشن ہے جو یہاں دکھایا جا رہا ہے تو اس میں جو بیکٹیریا اور جراثیمی وکیمیائی مادے ہیں یہ سب سے زیادہ ہمارے جگر کو اور معدے کو متاثر کرتے ہیں، سر درد اور تھکان کے اثرات ان گیسوں سے ہوتے ہیں جو ہوا سے ملتی ہیں، جو ہوا کی پولوشن کی وجہ سے آتی ہیں، مٹی میں جو پولوشن آتا ہے جس میں بڑی مقدار میں کھاد ہیں، مجھے پتہ نہیں کہ آپ لوگوں نے اس چیز کو محسوس کیا ہے یا نہیں، اور یقینا کیا ہوگا لیکن شاید اس کی اتنی خطرناکی یا اس کے خطرات سے واقف نہ ہوں، آج سبزیاں رنگی ہوئی آتی ہیں، میں نے اپنے بچپن میں کبھی اتنے لال تربوز نہیں دیکھے جتنے کہ اب، وجہ کیا ہے کہ اس میں کلر کا انجیکشن لگایا جا رہا ہے، پرول خریدئے، دھوئیے تو ہرا رنگ نکل کر آتا ہے، سبزیاں رنگی ہوئی ہیں، حتی کہ آپ جس حلوائی سے سامان لے رہے ہیں مٹھائی کی شکل میں، آپ دیکھیں گے کہ جب میدہ گھولا جاتا ہے جلیبی بنانے کے لئے یا امرتی بنانے کے لئے تو اس میں لال رنگ ملایا جاتا ہے، تا کہ گیس کم خرچ ہو، کم حدت میں ہی وہ لال سی دکھ جائے، کہ یہ تیار ہو گئی گویا دھوکہ دے رہا ہے کھلے عام، کچی چیز آپ کو دے رہا ہے، جو سرخی سینکنے کے بعد آتی اس نے وہ رنگ سے ملا لی، اور ستم یہ ہے کہ وہ لال رنگ کیمیائی مادہ ہے جو کینسر پیدا کرتا ہے، ہر لال رنگ کی مٹھائی میں وہ ہے، مونگ پھلی لیجئے گیروئے رنگ سے رنگی ہوئی ہوتی ہے، ہم خاموش ہیں، ہم اپنے علاقے کے حلوائی سے نہیں کہہ سکتے، گوشت کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہے، تکے والے رنگ لگاتے ہیں کیونکہ ہر کوئی کوئلہ اور گیس بچانا چاہتا ہے کہ کم سینکنا پڑے گا، جلدی سے لال ہو جائے گا، تو ایک تو کچا کھایا اور اس کے بعد رنگ کھایا جو کیمیائی مادہ ہے، فصلوں کے اوپر جراثیم کش دوائیں اتنی ڈالی جاتی ہیں کہ آپ پھل جب خرید کر لاتے ہیں آپ تصور نہیں کر سکتے کہ اس میں کتنے کیمیائی مادے ہوتے ہوں گے، دہلی کے ایک بہت معتبر ادارہ ''سنٹر فار سائنس اینڈ انوائرنمنٹ'' کا ایک جریدہ

نکلتا ہے ''ڈاؤن ٹو ارتھ'' کے نام سے، بہت ہی معیاری رسالہ ہے، اور اس رسالہ سے ارباب اقتدار بھی گھبراتے ہیں، کیونکہ جس طرح کی وہ انالسس کرتا ہے، اس نے سب سے پہلے یہ آواز اٹھائی تھی کہ پیپسی کولا، اور کوکا کولا وغیرہ ان چیزوں کو بند کردیا جائے، ان سے نقصانات ہوتے ہیں، اس کا ایک خصوصی شمارہ آیا تھا کہ اس وقت (مرغے) تیار کئے جاتے ہیں پولٹری فارم میں ان کے چوزوں کو اتنی زیادہ مقدار میں اینٹی بائیٹک کھلائی جاتی ہے کہ ان کی بڑھوار بڑی تیز ہو اور بیماری سے بچے رہیں، ان کی انالائسس یہ تھی کہ ان چوزوں میں اینٹی بائیٹکس کی مقدار اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ ان کو استعمال کرنے والے اگر بیمار پڑیں تو ان پر اینٹی بائیٹکس کا اثر نہیں ہوگا، کیونکہ وہ قوت مدافعت جسم میں پیدا ہوچکی ہوگی، تو اس وقت چکن کھانا انتہائی خطرناک ہے، اس رسالہ نے اپنی تحقیق میں پورے انالائسس کرکے ٹیبل شائع کی تھی جس میں انہوں نے مہاراشٹرا کے سیمپل، دہلی کے سیمپل، کیرالہ کے سیمپل میں یہ پایا کہ ان میں بہت زیادہ اینٹی بایوٹیکس موجود ہے، میں نے اس زمرہ میں یہ بات اس لئے کہی کہ معاملہ کیمکلس کا اتنا پیچیدہ ہے کہ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت آپ یقین جانیں اور مجھ پر یقین کریں کہ سادہ اور کم کھانا کھانے والا ہی بیماریوں سے بچ سکتا ہے، کیونکہ جو آپ کھارہے ہیں صحت کے لئے چاہے وہ پھل ہو، ڈرائی فروٹ ہو، انڈا ہو، چکن ہو اس میں مصیبت ہے، اچھا دال آپ دیکھئے خاص طور سے ارہر کی دال رنگی ہوئی پالش کی ہوئی ہوتی ہے، پانی میں بھگونے کے بعد اس سے رنگ نکلتا ہے، تو بازار میں بغیر پالش کی دال ڈھونڈنی پڑتی ہے، حقیقت یہ ہے کہ اس وقت کوئی بھی چیز محفوظ نہیں ہے، تو شاید خیر اسی میں ہے کہ کم سے کم کھایا جائے۔

اس وقت غذائیت سے زیادہ جراثیم اور زہر ہمارے جسم میں پہنچ رہے ہیں، یہ تصویریں تھوڑی سی تکلیف دہ اور خطرناک ہیں لیکن آلودگی کی وجہ سے یہ کیفیت ہے، جو ہمارے پھیپھڑوں کی ہوتی ہے، یہ جو زہریلی اور گندی ہوائیں ہیں جن سے ہمارے بچے اسکول کے کپڑے لے کر منہ پر پھیر رہے تھے، مستقل جب اس ہوا کو اندر لیتے رہتے ہیں تو یہ پھیپھڑوں کے اندر کینسر پیدا کردیتی ہے، یہ کینسر شدہ پھیپھڑے ہیں اور ادھر صحت مند پھیپھڑا ہے، یہ گردوں کی حالت ہے، آج کل اکثر سننے کو ملتا ہے کہ ۲۲ سال کے لڑکے کی کڈنی فیل ہوگئی، ڈائلائسس پر ہے، اللہ تعالی نے اپنی مخلوق کو اتنا ناقص تو نہیں بنایا، ہم فریج خریدتے ہیں تو اس کی کمپریشر کی بھی گارنٹی ہوتی ہے، پانچ سال، آٹھ سال یا دس سال، تو اللہ تعالی نے انسانوں کو تو اتنا کمزور بنا کر نہیں بھیجا کہ دل بھی بیٹھ رہا ہے، گردے بھی بیٹھ رہے ہیں، پھیپھڑے بھی بیٹھ رہے ہیں، جگر بھی فیل ہورہا ہے، ایسا نہیں ہے، "لقد خلقنا الإنسان فی أحسن تقویم"، بہترین ساخت پر اس نے انسان کو بنایا تھا لیکن "إلا الذین آمنوا وعملوا الصالحات" کی اگر سیڑھی نکلی تو وہ پھسل کے جا پڑا "أسفل السافلین" میں، ایک بڑی اہم بات یہ ہے کہ ایمان کے ساتھ ہمیشہ عمل صالح کی بات آئی ہے اور عمل صالح کرے گی قوم مصلحین، اور مصلحین کا کام عمل صالح کا ہے اور تدارک فساد کا، اس کنٹینٹ میں دیکھئے ایمان کے ساتھ عمل صالح کا جوڑنا، آج کے فسادات اور ان پر نسبتاً ہماری خاموشی، میں اس جسارت کی معافی چاہتا ہوں، لیکن یہ حقیقت ہے، ہم کیسے مصلحین ہیں؟ ایمان کے ساتھ عمل صالح لازم ہے، لیکن ہمارا عمل صالح محدود ہے کچھ چیزوں میں، اس کو وسعت دینے کی ضرورت ہے، ہم شاید ذاتی فسادات پر زیادہ توجہ دے لیتے ہیں اور جو اجتماعی فسادات ہیں ان کی طرف ہماری توجہ کم ہے۔ یہ چہرے کی حالت دیکھئے، یہ منہ کا کینسر ہے جو گٹکا اور پان مسالے وغیرہ سے ہوسکتا ہے، آج کے نوجوان جب گٹکا کھاتے ہیں تو یہ پتہ نہیں ہوتا کہ ادھر تھوکیں گے یا ادھر، اس تھوک کے اندر اس کے جسم کے جراثیم بھی ہوتے ہیں، جب آپ باہر تھوک رہے ہیں تو آپ کے جراثیم باہر جارہے ہیں، فضا میں شامل ہورہے ہیں، اسی لئے چھینکنے پر منہ پر رومال رکھنے کا حکم ہے؛ کیونکہ چھینکنے میں جراثیم نکلیں گے، اور اس سے زیادہ مقدار تو تھوک میں ہے، تو آپ باہر کیسے تھوکتے ہیں، اچھا تو یہ ہے کہ باہر نہ تھوکئے، اس میں حکمت یہ ہے کہ معدہ کے اندر بے انتہا تیزابیت ہوتی ہے، جب آپ تھوک نگلتے ہیں تو اس کے سارے جراثیم معدے کی تیزابیت میں ختم ہوجاتے ہیں، نہ آپ کو نقصان دیتے ہیں اور نہ دوسروں کو، اب تھوک کے ذریعہ دوسروں کو جو نقصان پہنچ سکتا تھا وہ نہیں پہنچے گا۔

اب شور کا تھوڑا سا ذکر کروں گا، مختلف لیولس ہیں شور کے جن کا ابھی ذکر ہوچکا ہے، اس میں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ آسٹریلیا، ہالینڈ، سنگاپور، سویڈن، برطانیہ اور ہندوستان کا اوسط اگر نکالیں تو ان میں حیدرآباد سب سے اوپر ہے اور حقیقت ہے کہ یہ اعداد میں نہیں ہے لیکن ممبئی اس سے بھی اوپر ہے، حیدرآباد سے زیادہ پرشور جگہ ممبئی ہے، اور انڈین کونسل میڈیکل ریسرچ کی تحقیق ہے کہ ہندوستان میں ہر بارہ افراد میں سے ایک شخص بہرا ہے، اس شوروغل کی وجہ سے، یہ شور کے اثرات ہیں کہ کس طرح سے اسٹریس دماغ میں آتی ہے، اس لئے لوگ سکون کی تلاش میں جاتے ہیں، شور سے دماغ میں اسٹریس آجاتا ہے، الجھن کا شکار ہوتا ہے، تناؤ کا شکار ہوتا ہے، اور جس وقت دماغ تناؤ کا شکار ہوتا ہے تو نہ صرف یہ کہ بلڈ پریشر بڑھتا

ہے بلکہ ہاضمہ، نظام ہاضمہ بھی متاثر ہوتا ہے؛ کیونکہ اس تناؤ کی وجہ سے بہت سے اخراجات بڑھ جاتے ہیں، انزائم کے تیزابوں کے، جس کی وجہ سے تیزابیت پیدا ہوتی ہے، ایک چین ہے، ایک کے بعد ایک سلسلہ ہے جو شروع ہو جاتا ہے اس تناؤ کی وجہ سے، اس کے بعد سر درد ہے، دل کے امراض ہیں، بہر حال کچھ اور تفصیل ہے، وقت کم ہے۔

تیسری چیز جو ریڈی ایشن ہے یہ بھی ایک بڑا اہم مسئلہ ہے ہمارے یہاں، کیونکہ آپ دیکھیں گے کہ اس میں ہمارے گھریلو استعمال کی ہر چیز موجود ہے، حقیقت یہ ہے کہ جس طرح سے ہم دن بہ دن اپنے آپ کو مشینوں کے ماتحت اور مشینوں پر اپنی زندگی کا انحصار کرتے چلے جا رہے ہیں، اس کے کچھ نقصانات بھی ہیں، مثال کے طور پر جو سوئچ ہے اسے جب آپ کھولتے ہیں تو ریڈی ایشن نکلتی ہے، چونکہ سرکٹ شروع ہوا ہے الیکٹرانک ریڈی ایشن نکلی ہیں، اسی طرح سے مائیکرو ویو، ٹیلی فون، واشنگ مشین، فریج، پانی کی مشین کیا کیا چیزیں ہیں ہر ایک میں ریڈی ایشن ہے، اور یہ ہاؤس ہولڈ پولوشن کہلاتا ہے، یعنی گھر کے اندر کی کثافت، اور اس کا لیول اس وقت بہت زیادہ ہے، اور اس میں خیر سے وہی لوگ ہیں جو گاؤں دیہات میں ہیں، یا جہاں پر ترقی کے مواقع ابھی نہیں پہنچے ہیں، اور گاؤں میں رہنے والا بمقابلہ شہر کے بہت سارے عذابوں سے بچا ہوا ہے، اسی لئے آپ یہ محسوس کریں گے کہ بہت سی بیماریاں شہروں کی بیماریاں ہیں، اور یہ لائف اسٹائل کی بیماریاں ہیں، اور جو گاؤں میں دیہات میں محنت کرنے والے لوگ ہیں، محنت کش طبقہ ہے، سادہ زندگی گزارتا ہے، وہ زیادہ قریب ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور اسوہ کے، ان کی صحت زیادہ بہتر ہے بنسبت شہر میں رہنے والوں کے۔

یہ جسم کے مختلف حصوں پر اثرات ہیں جو ان ریڈی ایشن سے ہوتے ہیں، دماغ، آنکھ، گلا، دل، معدہ، جنس، ہڈی اور خاص طور پر ہڈی کا جو گودا ہے جس میں خون کے سرخ ذرات بنتے ہیں اس کے اوپر بھی اس کا اثر پڑتا ہے، جسم متاثر ہوتا ہے، اس لئے بہت زیادہ الٹرا ساؤنڈ اور ایکسرے نہیں کرانے چاہئیں، میں یہ اس لئے بتا رہا ہوں کہ آج کل ڈاکٹری پیشہ جو ہے وہ استحصال کا پیشہ ہے، خدمت کا نہیں، یہ خون چوسنے والے لوگ ہیں، اللہ تعالیٰ ہر ایک کو ایلوپیتھک ڈاکٹروں اور ہسپتالوں سے محفوظ رکھے، یہ لوگ بلا وجہ ٹسٹ لکھتے ہیں؛ کیونکہ ان کے کمیشن بندھے ہوتے ہیں، بلا وجہ ایکسرے کراتے ہیں، حاملہ عورت کے لئے تو ایکسرے اور الٹرا ساؤنڈ انتہائی خطرناک ہے، ہر دوسرے مہینے الٹرا ساؤنڈ ہوگا، کوئی ضرورت نہیں کرانے کی، ان چیزوں سے جہاں تک ہم بچ سکیں بچنا چاہئے، نیز ایک نیا چلن چلا ہے کہ آپ پچاس سال کے ہو گئے یا ساٹھ سال کے ہو گئے تو ایک سالانہ چیک اپ ضروری ہے آپ کا، اور اس کے اشتہارات بھی آتے ہیں کہ صرف چار ہزار روپے میں پورے چیک اپ کرالیں، ساری بیماریاں کھوج نکالیں گے، اور ڈراتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کینسر تمہارے جسم میں شروع ہو چکا ہو، ڈرا ڈرا کر لوگوں کو بلاتے ہیں، لیکن پتہ نہیں کیوں ہم ڈر جاتے ہیں، کچھ نہیں کہہ سکتا۔

یہ دیکھئے! یہ ایک آرٹیسٹک تصویر ہے، لیکن آج یہ طے شدہ بات ہے کہ موبائل فون کے استعمال سے یقیناً دماغ متاثر ہوتا ہے، اور جس کی انتہا دماغ کا کینسر ہے، اس لئے جتنا کم سے کم ہو سکے موبائل فون استعمال کرنا چاہئے، اگر کوئی پرائیویٹ بات نہیں ہے تو اسپیکر کھول کر دور رکھ کر بات کیجئے، جہاں تک ہو سکے لینڈ لائن ضرور رکھیں وہ نسبتاً محفوظ ہے، بچوں کو آج کل ہیڈ فون لگانے کا بہت شوق ہے، چلتے پھرتے قرأت، گانے، یا ایف ایم وغیرہ سننے کا؛ لیکن یہ چیزیں بھی آپ کی سماعت کو متاثر کرتی ہیں، مستقل ہیڈ فون لگے رہنے سے سماعت متاثر ہوتی ہے، نہ اس پر بات کرنی چاہئے، اور شعاعیں ہیڈ فون سے بھی پہنچتی ہیں، آپ اگر بلوٹوتھ لگاتے ہیں تو وہ بھی بے حد خطرناک ہے، کیونکہ وہ جب چارج ہوتا ہے تو وہ بھی ریڈی ایشن خارج کرتا ہے خاص طور سے آج کل گھروں میں یہ چلن ہو گیا ہے اور اس کو بڑا اچھا سمجھا جاتا ہے کہ بچوں کے ہاتھ میں موبائل دے دیا جاتا ہے کھیلنے کو، جس طرح ان کو ویڈیو گیم دے دیئے جاتے ہیں، ٹیلی ویژن کے گیمز دے دیئے جاتے ہیں، یہ بچوں کے لئے سم قاتل ہیں، بہت ہی خطرناک چیزیں ہیں بچوں کے لئے، کیونکہ بچوں کا ذہن بہت نازک ہوتا ہے، ہمیں اس سے احتیاط رکھنی چاہئے۔

یہ تصویریں ہیں برین ٹیومر کی، یہ سر کا ٹیومر ہے جو باہر نکل رہا ہے، یہ اسکن کینسر جو ہوتے ہیں کیمیکلز کی وجہ سے ہوتے ہیں، یا ریڈی ایشن کی وجہ سے یہ ایک بڑا اہم پہلو ہے خاص طور سے ہماری خواتین جو میک کا سامان استعمال کرتی ہیں اس میں جو کیمیکل ہوتے ہیں وہ کھال کو بہت زیادہ نقصان پہنچاتے ہیں، اور سستے آرائشی سامان میں تو کیمیائی مادے نسبتاً زیادہ ہوتے ہیں، اور اس کیمیائی مادے کی وجہ سے کھال کا کینسر ہوتا ہے، ان سب کو دکھانے کے بعد میں یہ عرض کرنا چاہوں کہ "ولا تفسدوا في الأرض" یہ جو حکم ہمارے لئے ہے کہ زمین پر فساد مت پھیلاؤ جبکہ اس کی اصلاح ہو چکی

ہے، اسی میں تمہاری بھلائی ہے اگر تم واقعی مومن ہو، تو ہمیں نہ صرف یہ کہ فساد نہیں پھیلانا بلکہ اس کے روکنے کا اور اس کے تدارک کا بھی انتظام کرنا ہے۔

یہاں ایک پہلو کو میں اور آپ کے سامنے پیش کرنا چاہوں گا کہ ظلم بھی فساد ہے، ظلم کا بنیادی معنی ہے کسی دوسرے کی ملکیت میں بے جا تصرف کرنا یا حد سے تجاوز کرنا، راغب کے مطابق ظلم کا معنی ہے کسی چیز کو اس کے مخصوص مقام پر نہ رکھنا خواہ کمی زیادتی کر کے یا اس کے صحیح وقت اور اصل جگہ سے ہٹا کر، کسی چیز کا توازن بگاڑ دینا، یہ تاج، محیط، راغب سے اقتباس ہے، ابن فارس نے اس کے بنیادی معنی تاریکی اور حد سے تجاوز کر کے کسی چیز کو بے جگہ رکھ دینا بتائے ہیں، یعنی یہاں پر عدم توازن کا پہلو نکلتا ہے، ظلم کے ساتھ سورہ بقرہ میں ہے کہ جو لوگ اللہ کے حدود سے تجاوز کرتے ہیں وہ ظالم ہیں، ظالمین کی یہ بڑی جامع تعریف ہے، اس لئے انسانیت کے حقوق کا تعین قوانین خداوندی کے ہی رو سے ہو سکتا ہے، انسان ان کو طے نہیں کر سکتا، یہ اللہ تعالی کے یہاں سے ہی طے ہوگا، اور جو شخص ان قوانین کو توڑتا ہے وہ حقوق انسانیت میں غصب کرتا ہے، لہٰذا حدود اللہ کو توڑنے والا ظالم ہے؛ کیونکہ وہ حقوق انسانیت میں کمی کرتا ہے، قرآن کریم نے یہ بھی وضاحت کر دی ہے کہ جو حقوق انسانیت میں کمی کرتا ہے وہ سمجھتا تو یہ ہے کہ وہ دوسروں کی کسی چیز میں کمی کر رہا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ شخص خود اپنی ذات کی نشوونما میں کمی کرتا ہے، یہ بڑا ہی اہم نکتہ ہے جو ہمیں سمجھنا چاہئے کہ جب ہم اور کوئی چیز چھوڑ دیجئے، اگر کسی کے تئیں کوئی منفی جذبہ بھی رکھتے ہیں یعنی کسی سے حسد کرتے ہیں یا غصہ کرتے ہیں تو بھی ہم نقصان اپنا کر لیتے ہیں، اپنا نقصان اس لئے کرتے ہیں کہ ہماری ذات میں اپنی نشوونما میں کمی آتی ہے، یہ منفی صفت جس سے اللہ تعالی نے منع کیا ہے، ہم کو اللہ تعالی کی ان حدود سے باہر کر دیتی ہے، اور آج سائنس اس بات کو ثابت کر چکی ہے کہ انسان کی سوچ کا براہ راست تعلق اس کے پورے افعال جسمانی پر ہے اور ذہنی افعال پر بھی ہے یعنی آج یہ بات سائنسی طور سے ثابت ہے کہ جو لوگ منفی جذبات نہیں رکھتے یعنی ان کا غصہ نہیں ہے نفرت نہیں ہے، بغض نہیں ہے، کینہ نہیں ہے، دل میں حسد نہیں ہے، سازش نہیں ہے، ٹھنڈے مزاج کے ہیں، ان کے جسم کی قوت مدافعت ہمیشہ بہت بھاری رہتی ہے، بیمار کم پڑتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ چھ مہینے حکماء کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مدینہ رہ کر چلے گئے کہ یہاں تو کوئی بیمار ہوتا ہی نہیں ہے، کیا وجہ تھی، کیا بیماریاں نہیں تھیں، کیونکہ اندر سے سوچ صاف تھی، ذہن صاف تھے، نفس صاف تھے، روحیں صاف تھیں، تو جسم بھی صاف تھا، تو آج سوچ کا بہت بڑا اثر اس چیز پر پڑتا ہے اور سائنسی حقیقت بھی ہے اور ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ہمارے دین کا حصہ ہیں۔

اب یہاں جو موازنہ ہے کہ ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور عمل صالح کرتے رہے ان کو اور جو زمین میں فساد کرنے والے ہیں یکساں کر دیں، کیا متقیوں کو ہم فاجروں جیسا کر دیں، متقی ہے جوڑنے والا، فاجر ہے پھاڑنے والا، جب سپید تاریکی سے پھٹتا ہے تب ہی اس کو فجر کہا جاتا ہے، ایک پھٹنے والی چیز ہے ایک جوڑنے والی چیز ہے، دونوں یکساں نہیں ہو سکتے، یہاں میں تھوڑی سی ان چیزوں کا ذکر کروں گا، وضاحت تو اتنی صاف نہیں ہو رہی ہے، سلائڈ نہیں ہے، اس سلسلہ میں کافی اقدامات ہوئے ہیں، یہ جس دعوت نامے کا نمونہ میں یہاں دکھانا چاہ رہا تھا یہ ۲۰۰۹ میں کویت کی وزارت اوقاف اور برطانیہ کی ایک فلاحی تنظیم نے ماحول سے متعلق نشستیں کویت میں منعقد کی تھیں، جس کا میں بھی حصہ تھا، ان سلسلوں کے بعد ۲۰۰۹ میں استنبول سے ایک اسلامک ڈکلریشن شائع ہوا تھا، جس کو مسلم سوینیئر ایکشن پلان ٹو اریسٹ کلائمنٹس چینج کہ جو موسمیاتی تبدیلی ہے اس کو روکنے کے لئے ایک اسلامک ڈکلریشن شائع کیا تھا جس کا سات سال کا پیریڈ تھا، ۲۰۱۰ سے ۲۰۱۷ تک کا، اس میں اس کا ذکر ہے، اور یہ ڈکلریشن ہے اعلان/اعلامیہ استنبول کے نام سے۔ یہ ایک دوسرا پروگرام کویت کی وزارت اوقاف نے کیا تھا، جاپانی سائنسدانوں کے ساتھ ماحول کے موضوع پر کہ ''دی انوائرمنٹ چیلنجز''، اس کے بعد یہ فتوی ہے جو انڈونیشین کونسل آف علماء نے جاری کیا ہے، جو جانور مفقود ہوتے جا رہے ہیں ان کی حفاظت کے لئے، ماحولیاتی توازن قائم کرنے کے لئے انڈونیشیا کے علماء کونسل نے ایک باقاعدہ فتوی جاری کیا، یہ پوری کتاب ہے، جو میرے پاس موجود ہے، اس کے سرورق کی تصویر آپ کے پاس موجود ہے، اس کے بعد ۲۰۱۵ میں ایک اسلامک ڈکلریشن آیا جس میں تقریباً ایک سو چالیس ڈیلیگیٹس جس میں علماء، فقہاء، سائنسداں تقریباً ۳۹ یا ۴۰ اسلامی ممالک اکٹھے ہوئے تھے، اس ڈکلریشن کا انگلش ورژن یہ ہے اور اردو میں اسلامی قرارداد برائے عالمی موسمیاتی تبدیلی کے نام سے ترجمہ کیا گیا ہے اور یہ شائع ہو کر تقسیم ہوا ہے مختلف جگہوں پر، تو اس طرح کی کوششیں ہیں جو مستقل ہوتی رہی ہیں، اور اب سوال یہ ہے کہ کیا اس رخ پر ہمارے یہاں سے بھی کچھ باقاعدہ پیش رفت ہوئی ہے، جس طرح سے پیچھے کچھ اجلاسوں میں پانی کے تعلق سے آپ نے کی تھی، میری صرف گذارش یہ ہے کہ ہمیں اس میں کچھ اس طرح کی چیزیں رکھنی چاہئیں کہ جن کو ہم عمل میں لا سکیں، اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس کو ہم فساد سے بچا سکیں اور اس کو فساد سمجھیں، اور ہر وہ گروپ جو اس کے تدارک کے لئے کھڑا ہوا ہے چاہے وہ کسی قوم ونسل وملک اور

مذہب کا ہو اس کے ساتھ ہمیں ملنا چاہئے، ہمیں اس کو سپورٹ کرنا چاہئے اور کوشش کرنی چاہئے کہ ان کے ساتھ مل کر ہم کام کر سکیں، تاکہ اس نقشہ پر ہم بھی نظر آسکیں کہ ہم بھی قوم مصلحین میں سے ہیں، اور حقیقت تو یہ ہے کہ ہمارا تو یہ زیادہ حق ہے چونکہ یہ عین ہمارے اوپر فرض ہے؛ کیونکہ اللہ کے احکامات میں سے یہ ایک حکم ہے۔ وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین۔

(اس کے بعد عرض مسئلہ پیش کیا گیا)۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب:

حضرات! یہ تینوں عرض مسئلہ آپ کے سامنے آیا، یہ ایک ایسا موضوع ہے کہ جس میں ظاہر ہے کہ قدیم فقہاء کے دور میں یہ مسئلہ اس درجہ میں پیدا نہیں ہوا تھا، لیکن اس کے باوجود جس محنت کے ساتھ مقالہ نگار حضرات نے اس کا مواد جمع کیا ہے وہ بقول علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے، ،چیونٹیوں کے منہ سے شکر جمع کرنے کے مترادف ہے، اور پھر ہمارے عارضین نے بڑی خوش اسلوبی سے اس پورے مضمون کا مغز آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے، اس کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ شریعت اسلامی کا جو انسانی پہلو ہے، جس کا تعلق پوری انسانیت سے ہے، بلکہ ہم اس دین کو دین العالمین سمجھتے ہیں، پوری کائنات کا دین سمجھتے ہیں، وہ پہلو انشاء اللہ نمایاں ہوگا، اور ہمیں امید ہے کہ جب یہ خبر میڈیا میں اور ذرائع ابلاغ میں پہنچے گی اور اس موضوع کو اس میں نمایاں کرنے کی کوشش کی جائے گی تو اس سے ایک بہت اچھا، مثبت اور پوزیٹو پیغام لوگوں تک پہنچے گا، کئی حضرات کی تحریریں میرے پاس آگئی ہیں جو اس پر اظہار خیال کرنا چاہتے ہیں، اور مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ اللہ تعالی نے آپ لوگوں کو یہ فن دیا ہے کہ لمبی بات کو مختصر طور پر پیش کریں، میں سمجھتا ہوں کہ آپ لوگ ضرور وقت کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے اپنی صلاحیت کا استعمال فرمائیں گے، جس ترتیب سے پرچی آئی ہے اسی ترتیب سے میں نام لیتا ہوں، مولانا محمد ارشد فاروقی صاحب دیو بند۔

مولانا محمد ارشد فاروقی صاحب:

فضائی وصوتی آلودگی کا مسئلہ، اس کا حل، توازن اور اعتدال پیش کیا گیا، ہم شریعت کی روشنی میں دیکھتے ہیں تو جہاں ہمیں باطن کی صفائی کا حکم ہے وہیں ظاہر کی صفائی کا بھی حکم ہے اور باطن وظاہر کی صفائی اسی وقت ممکن ہے جبکہ ہمارا ماحول صاف ہو، فضا صاف ہو، پانی صاف ہو اور طہارت و انجاس کے سارے ابواب جو ہیں اسی لئے ہیں، تو اصحاب زہد وتقوی کے تقوی وخشیت کو باقی رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ماحول اور سماج کو پاکیزہ اور طاہر بنانے کی کوشش کی جائے، اس کے لئے ہمارے پاس جو سب سے مؤثر ذریعہ ہے وہ جمعہ کا منبر ہے، اگر ان موضوعات پر ہم اپیل کریں پورے ملک سے کہ ائمہ کرام اس موضوع کو جس وضاحت کے ساتھ اور انتہائی عمدگی کے ساتھ یہاں کی جو تجویز کمیٹی، شرعی فریم میں اس کے احکام کو فٹ کر کے بیان کریں گے، اس پیغام کو جمعہ کے منبروں سے اٹھایا جائے تو پورے ہندوستان کے ماحول میں یہ انتہائی پاکیزہ پیغام جائے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام کرتے ہوئے گھر میں داخل ہوتے تو گھر میں ایسی آواز ہوتی کہ جاگنے والا اسلام سن لے، سونے والا اسلام نہ سنے، وہ عبادت جو ذکر ہے تلاوت ہے بڑی عبادت ہے لیکن مسجد میں بآواز بلند تلاوت کرنے کی اجازت نہیں ہے، ذکر بآواز بلند اس انداز میں کہ دوسروں کو نقصان پہنچے، دوسروں کو خلل پڑے، اس کی فقہاء کرام نے اجازت نہیں دی ہے، چاہے بے اعتدالیاں مختلف طبقوں میں پائی جاتی ہوں، یہ الگ مسئلہ ہے، تو اصحاب زہد وتقوی کو خاص طور پر متوجہ ہونے کی ضرورت ہے، چونکہ ان ہی کا کام ہے اصلاح کرنا، صلاح پھیلانا، فساد کو مٹانا، مفسدین سے پنجہ آزمائی کرنا بھی ان ہی کی ذمہ داری ہے، اللہ سے ہم دعا کرتے ہیں کہ یہ اکیڈمی کا پیغام دور دور تک پہنچے۔

مولانا عبد الرشید صاحب:

دو بات کہنی ہے مختصر وقت میں ایک بات کی طرف مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے بھی رہنمائی فرما دی ہے، سات نمبر سے ۱۲ نمبر تک جو عارض صاحب تھے انہوں نے غالباً اختلاف تعبیر کو اختلاف رائے سمجھ لیا اور ذرا ذرا سے الفاظ کو بھی انہوں نے الگ الگ رائے تعبیر کر دی ہے، اس میں ایک دشواری اور ہوتی ہے کہ جب اس طرح الگ الگ رائے ذکر کریں گے تو بہت سے مقالہ نگار ایسے بھی ہیں جن کی کہیں پر کوئی رائے نہیں آئی اب ان کو کس خانے میں ڈالیں گے وہ، ایک بات تو یہ کہنی تھی، دوسری یہ کہ ساتویں نمبر سوال میں ایک تجویز ہم نے یہ بھی لکھی تھی شاید ان کی نظر نہیں

بڑی عارض کی کہ پالیتھن کا جو مسئلہ ہے وہ بڑا عجیب وغریب ہے، ہم نے دیکھا یہ کہ اپنے اتر پردیش کی حد تک سال دو سال یا تین سال میں ایک بار حکومت اعلان کرتی ہے کہ پالیتھن پر پابندی لگی اور مہینہ دو مہینہ اس پابندی کا اثر ہوتا ہے، اب کیا ان کی مصلحتیں ہوتی ہیں، کمپنیوں سے ان کے کیا رشوت کے تعلقات ہوتے ہیں اس کی گہرائی میں نہیں جانا چاہتے ہم، لیکن کچھ دن کے بعد وہ سب پابندی ختم ہو کر پھر پالیتھن چلنے لگتی ہے، ہر شخص اس کو تجربہ کر رہا ہے اور دیکھ رہا ہے، ایسی صورت میں ایک شکل یہ ہے کہ کیا اس کو ری سائیکل کر سکتے ہیں؟ تو وہاں پر ہم نے ایک بات لکھی تھی کہیں سے نوٹ کر کے کہ بعض لوگوں نے مشورہ دیا ہے کہ اس کی اینٹیں بنالی جائیں تو ان اینٹوں میں خرچہ بھی کم آتا ہے اور نسبتاً ہلکی بھی اور مضبوط بھی ہوتی ہیں، تو اگر ایک چیز ہمارے قابو سے باہر ہے اور پالیتھن پر پابندی نہیں لگ رہی ہے اور جلانے سے دھواں پیدا ہوتا ہے اور زمین میں انہیں دفن کرنے سے وہ چیز ضائع نہیں ہوتی تو اگر اس سے اینٹیں بنالی جائیں اور بہت سی جگہوں پر ان کی سڑکیں بنائی جارہی ہیں، تو اگر تجویز میں کوئی اس طرح کی بات آجائے تو اس کا استعمال بھی ہو رہا ہے، اس کا ایک اچھا استعمال بھی ہو جائے گا۔

قاضی سید مشتاق علی ندوی صاحب:

یہ جو بھی مسئلہ زیر بحث ہے، فضائی اور صوتی آلودگی، یقیناً اس کی تمام شکلیں آپ کے سامنے آچکی ہیں، میں اس موقع پر ایک دو بات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں، یقیناً مسئلہ کی اہمیت ہے اور ذاتی طور سے میں عرض کرنا چاہتا ہوں، گزشتہ عید کے موقع پر خاص طور سے جب میں نے نوجوانوں سے یہ اپیل کیا کہ عیدگاہ سے واپسی میں بلاضرورت ہارن نہ بجائیں تو اس کا بڑا اچھا اثر انتظامیہ نے لیا اور میڈیا نے بھی لیا اور اس کو ہائی لائٹ کیا، اسی طرح اس مرتبہ بقرعید کے موقع پر میں نے یہ اپیل کیا کہ ہم صفائی کا خاص طور سے خیال کریں، جو ہمارے ذبیحہ کے فاضل اجزاء ہیں انہیں ادھر ادھر نہ پھینکیں تو میڈیا نے غلط رخ دے کر اس کو اچھالا اور ہائی لائٹ کیا اور اس کو کہیں اور سے جوڑ دیا، اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) ایک ذمہ دار ادارہ ہے اور اس کے پلیٹ فارم سے جو بات کہی جائے گی اس کی ایک شرعی اور قانونی حیثیت ہوگی، اس لئے میں کہنا چاہتا ہوں کہ تجویز میں ایسے الفاظ نہ استعمال کئے جائیں جو کل ہمارے لئے ہی مصیبت بن جائے، کیونکہ یہاں پر صوتی آلودگی کے سلسلہ میں ایسا مسئلہ بن رہا ہے، ہمارے یہاں بھوپال میں مجھ سے آکر کے کہا کہ فجر کی اذان میں لاؤڈ اسپیکر پر پابندی لگادی جائے، تو اگر خدانخواستہ ہماری تجاویز میں کوئی ایسا لفظ آگیا کہ جس سے ہمارے لئے پریشانی ہو جائے تو آئندہ میری تجویز یہ ہے کہ تجویز مرتب کرنے والے اس بات کا خیال رکھیں کہ ایسا نہ ہو کہ یہاں کی تجویز کل کو کسی پریشانی کا باعث بن جائے، کیونکہ آپ کو معلوم ہی ہے کہ یہاں کی جو نیتیں ہیں کہ قانون ایک بنتا ہے اور اس کے جو نفاذ کے طریقے ہوتے ہیں وہ الگ الگ ہوا کرتے ہیں، تبدیلی مذہب کا مسئلہ ہے وہ ہمارے لئے کچھ اور ہے اور دوسروں کے لئے کچھ اور، تو اگر یہ صوتی اور فضائی آلودگی کے سلسلہ میں کوئی تجویز منظور ہو تو اس میں بہت ہی احتیاط سے کام لیا جائے، کہیں ایسا نہ ہو کہ تجویز ہمارے خلاف استعمال کی جائے، جلسوں کے تعلق سے تو میرا ذاتی عمل یہ ہے کہ کہ اگر کوئی رات کے جلسہ کا وقت لیتا ہے مجھ سے تو میں دیتا ہی نہیں ہوں، میں کہتا ہوں کہ قرآن وحدیث اور طب کے حساب سے خلاف سنت ہے، لیکن اتنا بلوائے عام ہو چکا ہے کہ کہتے ہیں: قاضی صاحب آپ نئی بات کہاں سے لا رہے ہیں، بہرحال میں یہ کہتا ہوں کہ یہ تمام باتیں ہونے کے بعد بھی ہماری تجویز منظور ہو تو ایسا نہ ہو کہ یہاں کے لوگ اس تجویز کو ہمارے خلاف استعمال کریں، میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالی ہماری اور اکیڈمی کی حفاظت فرمائے اور اکیڈمی ہماری رہنمائی کرتی رہے۔

مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی صاحب:

یہ پورا مسئلہ صرف ملت کی صحت اور اس کے تحفظ کا نہیں ہے، بلکہ انسانیت کی صحت اور اس کے تحفظ کا ہے، ڈاکٹر اسلم پرویز صاحب اور مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے جس طرح اس مسئلہ کا تعارف کرایا ہے یہ صرف ہمارے گھر میں اندر بیٹھ کر جان لینے سے متعلق نہیں ہے بلکہ اس کا تعارف تو ہیلتھ منسٹری کے افسران کو بلا کر اور شہر اجین کے کچھ خاص پڑھے لکھے لوگوں کو یہاں بلا کر اس موضوع میں شریک کرنا ضروری تھا، میڈیا میں ہمارے تعلق سے کل تک جو کچھ چھپے گا زیادہ سے زیادہ اردو کے پرنٹ میڈیا تک آکر رہ جائے گا، اس سے بات نہیں بنے گی، کتنی وضاحت کے ساتھ یہ مسئلہ سامنے آیا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ اگر وہ حضرات یہاں موجود ہوتے ہیلتھ ڈپارٹمنٹ کے لوگ ہوتے تو پرنٹ میڈیا میں اور الیکٹرانک میڈیا میں اور پورے ہندوستان میں یہ پروگرام مثبت انداز میں پہنچتا، اس سے یہ ظاہر ہو جاتا کہ قرآن صرف ہماری ضرورت نہیں ہے، بلکہ پوری انسانیت کی

ضرورت ہے، اس لئے اس طرح کا جب کوئی موضوع زیر بحث آئے تو خاص طور پر ان حضرات کو کچھ دیر کے لئے ایسے پروگراموں میں شریک کیا جائے تاکہ اس کا پیغام مثبت انداز میں پورے ملک میں جائے۔

مولانا محمد عارف باللہ قاسمی صاحب:

مجھے سوال نمبر ۸ اور ۹ کے بارے میں کچھ عرض کرنا ہے، عارض نے یہ بات کہی کہ جس کو ڈاکٹر نے سختی سے منع کیا ہو اس پر تو حرمت کے دلائل منطبق ہوتے ہیں، بقیہ پر وہ دلائل پوری طرح منطبق نہیں ہو رہے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ تمام پر دلائل اچھی طرح منطبق ہو رہے ہیں، اور حرمت کا فیصلہ یا مکروہ تحریمی کا فیصلہ سب کے بارے میں ہونا چاہئے، اس لئے کہ قرآن نے صاف کہا ہے: "ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة" اور علامہ آلوسی وغیرہ نے لکھا بھی ہے کہ جن چیزوں کے کھانے سے جان کا خطرہ لاحق ہو صحت کو خطرہ ہو تو ایسی چیزیں اس آیت کا مصداق ہے، اسی طرح موسوعہ فقہیہ میں جہاں حرمت کے اسباب کو شمار کیا ہے تو اس میں ایک یہ بھی کیا ہے کہ جس چیز سے انسانی صحت کو خطرہ لاحق ہو تو اس کو حرام کے زمرہ میں رکھا جائے گا، یہی وجہ ہے کہ کتاب الفتاوی میں مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے اس کے نقصان کو بیان کرتے ہوئے اس سے اجتناب کو واجب لکھا ہے ، اور جس چیز سے اجتناب لازم ہو اس کو اختیار کرنا مکروہ تحریمی تو ہونا ہی چاہئے، اس لئے مکروہ تحریمی کا فیصلہ کیا جائے تو یہ بات زیادہ بہتر معلوم ہوتی ہے، اور ایک بات یہ کہنا ہے نویں سوال کے بارے میں کہ ایک عام سی بات یہ کہی گئی کہ عوامی مقامات پر بول و براز اور گندے پانیوں کو کھلے عام باہر بہانا جائز نہیں، اس پر سب کا اتفاق ہے، میں نے اپنے مقالہ میں ایک شکل یہ ذکر کی تھی کہ اصلی اعتبار سے تو یہ چیز ناجائز ہونی چاہئے، کہ لوگ اپنے گھروں کے گندے پانیوں کو باہر نہ بہائیں، لیکن بعض مقامات اور بعض کالونیاں ایسی ہیں کہ وہاں پر عوامی کیفیت اضطرار کی ہے جیسے وہ کالونیاں جو پہاڑی علاقوں میں بسی ہیں اور خاص طور پر مسلم علاقے جہاں پر حکومت کی طرف سے ترقیاتی کاموں کے پہنچنے میں بہت تاخیر ہے، اب وہاں پر ان کو مجبور کیا جائے اور اس کو ناجائز کہہ دیا جائے، تو ظاہری بات ہے کہ عوام اس بات پر قادر نہیں ہے، اس لئے کہ ایک تو پہاڑی علاقہ میں نیچے پتھر ہے اور پتھر کو کھودنے کے لئے بڑا خرچ ہے، دوسرے یہ کہ اگر کوئی پتھر توڑ کر گڑھا کا انتظام کرے بھی تو پانی اندر جذب نہ ہونے کی وجہ سے وہ گڑھا بہت جلد بھر جاتا ہے، پھر بار بار اس کی صفائی کا اہتمام ممکن نہیں ہوتا ہے، اس لئے خاص طور پر ایسے علاقے جہاں پر غریب طبقہ کے لوگ آ کر آباد ہیں اور ان کے بس کی بات نہیں ہے نالیوں کا انتظام کرنا تو ان کو اس حکم سے مستثنی رکھنا چاہئے۔

مفتی تنظیم عالم قاسمی صاحب:

صوتی آلودگی کے چوتھے اور آخری سوال سے متعلق مجھے ایک بات عرض کرنی تھی جو کہ جلسے اور مشاعرے سے متعلق ہے، اس سوال میں مذہبی جلسے وغیرہ بھی شامل ہیں۔ ظاہری بات ہے کہ یہ جلسے بامقصد ہوتے ہیں اور میرے خیال سے ان جلسوں کو اس حدیث کی روشنی میں یا اس حدیث کا مصداق نہیں قرار دے سکتے، جن احادیث میں ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد بات چیت کرنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے، اس لئے میرے خیال میں تو اصلاً یعنی فی نفسہ یہ جائز ہے لیکن دوسرے اعتبار سے یہ نہی لغیرہ ہے، اس کے مضرت کے اثرات کی وجہ سے نہی لغیرہ ہونی چاہئے ، لیکن اس کے باوجود بھی اس میں اتنا ابتلاء عام ہے کہ اس کی وجہ سے اگر کوئی سخت حکم قرار دیا جائے تو اس کے مضر اثرات سماج میں اور معاشرے میں مرتب ہوں گے، اور فقہی کتابوں میں بہت سے ایسے احکام ہیں کہ ابتلاء عام کی وجہ سے ہمارے فقہاء نے اس میں تسہیل برتی ہے، اس لئے میں نے اپنے مقالے میں اس بات کی وضاحت کی تھی کہ ابتلاء عام کی وجہ سے اگر چہ نہی لغیرہ ہے اور اصل کے اعتبار سے مکروہ تحریمی وغیرہ جو بھی ہونا چاہئے لیکن ابتلاء عام کی وجہ سے اس میں تسہیل برتی جائے اور اس کے الفاظ نپے تلے ہوں چنانچہ فقہی عبارتوں میں بھی لوگوں نے لکھا ہے تو اس میں کہیں "لا ینبغی" کے الفاظ ہیں کہیں "قد أساء" کے الفاظ ہیں، اس طرح حالانکہ احادیث میں صراحت کے ساتھ ہے اپنی آواز کو بلند کرنے سے متعلق تلاوت کلام پاک وغیرہ میں، تو اس سلسلے میں جو فقہی عبارتیں ہیں اس میں "قد أساء" کا لفظ ہے، اس اعتبار سے بھی ہمارے لئے روشنی فراہم ہوتی ہے۔

مفتی سعید الرحمن فاروقی صاحب:

صوتی آلودگی سے متعلق خاص طور سے اذان کے مسئلہ میں یہ بات تمام شرکاء کو سمجھنا چاہئے کہ اذان کے بارے میں پابندی کا کوئی امکان نہیں ہو سکتا ہے، اس لئے کہ اگر اذان پر پابندی لگائی جائیگی تو ایئر پورٹ اور ہوائی جہاز بھی بند کرنا پڑے گا اور ٹرین کا چلانا بھی بند کرنا پڑے گا، کیونکہ اس

سے صوتی آلودگی ہوتی ہی ہے، دراصل مسئلہ یہ ہے کہ پانچ منٹ سے کسی کو کوئی آلودگی نہیں ہوتی، آٹھ گھنٹہ مسلسل شور مچانے سے مضر اثرات پیدا ہوتے ہیں، یہی قانون ہے جو سائنسی قانون ہے وہ آٹھ گھنٹے کا ہے، پانچ منٹ، چار منٹ اور دس منٹ سے کچھ نہیں ہوتا، اس لئے اس پر توجہ دینی چاہئے اور اگر کورٹ کا آرڈر ہے تو اس کو جیسے طریقہ کار ہے، چیلنج بھی کرنا چاہئے۔

مولانا محمد عثمان بستوی صاحب:

تمباکونوشی کے سلسلہ میں عارض نے عرض کیا کہ حضرات اکابر کے جو فتاوی چلے آرہے ہیں، ان کو صحیح معلومات نہیں تھیں، مضرت ان پر واضح نہیں تھی، اس لئے مکروہ تنزیہی اور خلاف اولی کے الفاظ استعمال کئے گئے، لیکن یہ شاید مطالعہ کی کمی ہے، میں نے پوری تفصیل سے دونوں دلائل کا موازنہ کیا ہے، جو اس وقت اس کے حرمت کے دلائل دیئے جارہے ہیں اور اپنے اکابر نے جو حلت کے دلائل دیئے ہیں، الحمد للہ اپنے اکابر نے تمام پہلوؤں کا احاطہ کر کے پھر یہ حکم لگایا ہے، اور دوسری بات یہ ہے کہ مکروہ تحریمی ہونا اور مکروہ تنزیہی ہونا یہ صرف الفاظ کا اختلاف نہیں ہے بلکہ اس سے حکم شریعت بدلتا ہے اور اس سے جو نتائج مرتب ہوتے ہیں وہ عدالت پر مرتب ہوں گے، اس پر دوسری بہت سی چیز کے احکام مرتب ہوں گے، جس سے بہت بڑا فرق پڑے گا، اور کسی چیز کی حرمت کے لئے اگر مضرت سبب ہوتی ہے تو اس کا ضرر فاحش ہونا اور ضرر بین ہونا لازم ہے، ورنہ تو بہت سارے ضرر ہیں، زیادہ کھانا کھانا اس میں بھی ضرر ہے، گرما گرم کھانا، کھانا اس میں بھی ضرر ہے، یہاں تک کہ دھواں اور دوسری بہت سی چیزیں، کہ اگر دھواں نہ ہوتا تو انسان ہزار سال زندہ رہتا اس طرح کے اقوال بھی منقول ہیں، تو اس لئے یہ کہنا کہ اپنے اکابر کے فتاوی ان کی ناقص معلومات پر مبنی تھے، یا اب جدید تحقیقات آگئی ہیں، یہ ہوگیا وہ ہوگیا تو ایسی کچھ بات نہیں ہے، جو فتاوی تھے ان کو اسی حالت پر باقی رہنا چاہئے، البتہ اس کے لئے الفاظ ایسے استعمال کئے جائیں تاکہ سد باب بھی ہوجائے اور حکم بھی نہ بدلے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب:

اصل میں ناقص معلومات اور ناقص علم دونوں میں فرق ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جو اکابر علماء ہیں ان کے علم پر خدانخواستہ کوئی انگشت زنی مقصود ہو بلکہ بہت سی سائنسی معلومات جو اب لوگوں کے سامنے آئی ہیں وہ اس وقت نہیں تھیں، تو اس بنیاد پر میں سمجھتا ہوں کہ لکھنے والوں نے یہ بات لکھی ہوگی کہ اس وقت جو میڈیکل ٹکنالوجی ہے اس نے اتنی ترقی کرلیا ہے کہ وہ آپ کے پورے جسم میں جھانک کر دیکھتی ہے تو اس وجہ سے یہ بات لکھی گئی ہوگی، میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی صاحب نے اپنے عرض مسئلہ میں سد ذریعہ کا مسئلہ اٹھایا ہے وہی اس مسئلہ کی بنیاد ہے، اس میں مالکیہ کے درمیان اور جمہور فقہاء کے درمیان تھوڑا سا اختلاف بھی ہے کہ کس درجہ کا ذریعہ ممنون ہوگا اور کس درجہ کا ذریعہ ممانعت کے دائرہ میں نہیں آئے گا، حضرت امام شافعیؒ نے ''کتاب الام'' میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جس درجہ کا منکر ہوگا اسی درجہ کی نہی ہوگی، تو سبب جس درجہ کا ہوگا اس پر جو نتیجہ مرتب ہوگا اسی کے لحاظ سے حکم ہوگا، اور جس درجہ کا نقصان ہوگا اسی درجہ کی اس کے حکم میں تاکید ہوگی، میں سمجھتا ہوں کہ جو تجاویز مرتب کرنے والے حضرات ہیں ان کے سامنے بہت سارا مواد بہت اچھا مواد موجود ہے، یعنی میرے حقیر علم کے مطابق اردو زبان میں اس موضوع پر اتنا بہتر اور اتنا مفصل اور وسیع مواد اب تک جمع نہیں ہوا تھا۔

مولانا عتیق احمد قاسمی صاحب:

یہ موضوع بہت ہی اہم بھی ہے اور بہت ہی نازک بھی، الحمد للہ جو مقالے پیش ہوئے، جو خلاصہ پیش ہوا، پھر آپ حضرات کا مناقشہ ہوا، اس میں بہت سے اہم پہلو ہمارے سامنے آچکے ہیں، مجھے عرض یہ کرنا ہے کہ یہ جو ماحولیات کا مسئلہ ہے اس کی اہمیت اپنی جگہ پر ہے اور مسلمانوں میں اس کا شعور بیدار کرنا اور اسلام کی تعلیمات جو ماحولیات کے متعلق ہیں ان کو مسلمانوں میں پھیلانا یہ ہم علماء کی ذمہ داری ہے، ائمہ کی خطباء کی، اور تجویز میں ایک حصہ اس طرح کا انشاء اللہ ضرور ہوگا اور ہونا بھی چاہئے کہ اس میں گویا ہم مسلمانوں کو اس تعلق سے باشعور بنانے کی کوشش کریں، لیکن ایک حصہ جو فقہی ہوگا اس میں آپ حکم لگائیں گے، جواز، عدم جواز، کراہت وغیرہ کا، وہ مسئلہ بھی بہت ہی اہم ہے، اس لئے کہ یہ معلومات بیان کی جاتی ہیں تو معلومات بھی تبدیل ہوتی رہتی ہیں، اب یہی مسئلہ کہ لکڑی کا استعمال، یا کوئلے کا استعمال، اس سے دھواں پیدا ہوتا ہے کیا اس میں نقصانات زیادہ ہیں، یا گیس چولھے کا استعمال آپ کررہے ہیں اس میں نقصان زیادہ ہے، اس میں رائے تبدیل ہوتی رہتی ہے، خود ماہرین کی بھی کہ کسی کی مضرت

زیادہ ہے، تو ان معاملات کے بارے میں اگر ہم کوئی چیز طے کریں تو کوئی ایسا حکم قطعی حرمت والا کوئی اس طرح کی سخت چیز نہیں ہونی چاہئے، مناسب ہے یا بہتر ہے یا اجتناب کرنا چاہئے، اس طرح کی تعبیرات کا استعمال ہونا چاہئے، اور یہ پہلو بھی بہت قابل لحاظ ہے کہ مسلمان ہندوستان میں جن حالات سے دوچار ہیں ان کے ساتھ جو رویہ ہے حکومتوں کا کہ ان کی آبادیوں اور محلوں میں وہ سہولتیں فراہم نہیں کی جاتیں جو عام شہری سہولیات ہیں، اس کی وجہ سے بہت سی کمیاں، کمزوریاں ہمارے محلوں میں ہوتی ہیں، اور بہت سے کام ہم مجبوراً کرتے ہیں، اس مجبوری کا بھی لحاظ ہونا چاہئے اور ایسا کوئی فیصلہ، ایسا کوئی حکم جس سے لوگ پریشانی میں مبتلا ہوں جو ان کے بس سے باہر ہو، نہیں لگانا چاہئے، میں سمجھتا ہوں ان سارے پہلوؤں کا لحاظ کرتے ہوئے جو تجاویز انشاء اللہ مرتب ہوں گی اس موضوع پر بہت چشم کشا ہوں گی اور اسلام کی تعلیمات جو صفائی ستھرائی کے بارے میں ہے اور ماحول کو درست کرنے کے بارے میں ہے اس کو انشاء اللہ ان تجاویز میں جگہ دی جائے گی۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب:

یہ حضرت مولانا محمد معین الدین قاسمی صاحب نانڈیر کی طرف سے بھی ایک تحریر آئی ہے کہ جو بحث اس وقت ہوئی ہے اس کو کتابچے کی شکل میں مرتب کر کے اکیڈمی خطبائے مسجد تک پہنچائے تا کہ وہ جمعہ میں بیان کر سکیں، انشاء اللہ اس پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے گی- اب میں بہت ادب کے ساتھ ہماری اس نشست کے صدر عالی قدر محترم جناب مفتی شبیر احمد قاسمی صاحب کو صدارتی خطاب کے لئے زحمت دے رہا ہوں۔

مفتی شبیر احمد قاسمی صاحب:

جس موضوع سے متعلق یہاں بحث ہو رہی ہے انتہائی نازک اور انتہائی اہمیت کی حامل ہے، ماشاء اللہ مقالہ نگار حضرات نے ان نئے موضوعات پر انتہائی محنت سے مواد فراہم فرمایا ہے، میں اس وقت صرف تین باتیں پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں، پہلی بات ہمارے ڈاکٹر اسلم پرویز صاحب نے ہمیں تصویروں کے ذریعہ سے جو چیزیں دکھائی ہیں قرآن مقدس کی وہ آیت یاد آتی ہے، اللہ تبارک وتعالی نے ارشاد فرمایا: ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر- ایک ہے تفسیر قرآن اور ایک تذکیر قرآن، قرآن مقدس کی تذکیر، قرآن کے اندر ایسی چیزوں کی تذکیر موجود ہے کہ نزول قرآن کے وقت ان چیزوں کا تصور بھی نہیں تھا، مثلاً اس وقت آپ ہوائی جہاز میں سفر کرتے ہیں اور اڑتے ہوئے جہاز میں آپ دائیں بائیں دیکھتے ہیں بادلوں کے جو پہاڑ ہیں اور اس کا نقشہ ہے جو نزول قرآن کے زمانہ میں دیکھنے کا تصور بھی نہیں تھا، لیکن قرآن مقدس میں اس کا نقشہ موجود ہے، آج ہمارے ڈاکٹر اسلم پرویز صاحب نے قرآن کی آیتوں کے ذریعہ سے جو تذکیری چیزیں ہمیں دکھائی ہیں اس سے ہمیں بڑی عبرت ملتی ہے اور ساتھ میں تصویروں کے ذریعہ سے انتہائی خوفناک چیزیں بھی ہمارے سامنے آئیں، اللہ تبارک وتعالی نے قرآن مقدس کے اندر ہر چیز کا ذکر فرمایا ہے، لیکن غور کرنے کی بات ہے- دوسری بات جو اصل موضوع ہے فضائی اور صوتی آلودگی سے متعلق ہمارے سامنے حضرت سید الکونین علیہ الصلاۃ والسلام کے ارشادات بہت موجود ہیں، امام ترمذیؒ نے ترمذی جلد ثانی میں ایک روایت نقل فرمائی ہے کہ تم اپنے گھروں کے سامنے کا حصہ صاف رکھا کرو، اور گھروں کے سامنے کا حصہ تم آلودہ رکھو گے تو یہ یہودیوں کا شیوہ ہے، یہود ونصاری کا شیوہ، لیکن آج معاملہ الٹا ہے ان کے یہاں صفائی ہم سے زیادہ ہے۔

دو حدیثیں ہمارے سامنے ہیں: ایک سنن ابن ماجہ اور مسند امام احمد بن حنبل کی روایت جو بار بار پڑھی جارہی ہے، ''لا ضرر ولا ضرار'' اس کے اندر سب کچھ آچکا، دوسری حدیث شریف ہمارے سامنے ہے حضرت امام طبرانی علیہ الرحمہ کی، انہوں نے المعجم الکبیر میں اکیس ہزار چھ سو آٹھ حدیثیں نقل فرمائی ہیں، ان میں سے دس ہزار پانچ سو تریپن حدیث حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے، جس میں حضرت سید الکونین علیہ الصلاۃ والسلام نے تین باتوں پر امت کو توجہ دلائی ہے، نمبر ایک: حضور پاک ﷺ نے فرمایا: ''لا إیمان لمن لا أمانة له'' نمبر دو:

''ولا دین لمن لا عھد له والذي نفسي بیده لا یستقیم دین عبد حتی یستقیم لسانه ولا یستقیم لسانه حتی یستقیم قلبه''،

یہ دو چیزیں ہیں، تیسری چیز جو ہمارے موضوع سے متعلق ہے:

''ولا یدخل الجنة من لا یأمن جاره بوائقه أو کما قال علیه الصلاۃ والسلام''

یہ تیسری چیز ہمارے موضوع سے متعلق ہے: اس کے لئے جنت کا داخلہ ممنوع ہوگا جس کا پڑوسی اس سے مطمئن نہ ہو، پڑوسی کے ضررت،

تمہارے ضرر سے تمہارا پڑوسی مطمئن نہ ہو تو تمہارے لئے جنت کا داخلہ ممنوع ہوگا، یہ دوسری حدیث شریف ہے، ان دونوں حدیثوں کے اندر یہ ساری باتیں آ گئی ہیں، تیسری بات مجھے آپ حضرات کے سامنے یہ پیش کرنا ہے کہ ہمارا یہ سلسلہ جو چل رہا ہے یہ سلسلہ تین باتوں کی وجہ سے چل رہا ہے، اس سلسلہ میں ایک حدیث شریف آپ حضرات کے سامنے پیش کر دیتا ہوں، حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں اٹھائیس ہزار ایک سو ننانوے حدیثیں نقل فرمائی ہیں، ان میں اکیس ہزار نو سو چوبیس نمبر حدیث شریف ہے، حضرت نعمان بن بشیرؓ کی روایت ہے، کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''لا يغل قلب مؤمن في ثلاث'' تین چیزوں کے بارے میں مومن کا قلب دھوکے میں نہیں پڑ سکتا فریب میں مبتلا نہیں ہو سکتا، وہ تین چیزیں ایسی ہیں جن کے بارے میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں، نمبر ایک میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''إخلاص الأعمال لله تعالى'' اعمال کے اندر خلوص وللہیت پیدا کرنا، رضائے الٰہی مقصود ہونا، ہمارا یہ سلسلہ جو چل رہا ہے تو ہمارے شرکاء سمینار میں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ خلوص وللہیت ہے، جس کے نتیجے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا تعاون اور اس کی مدد آتی ہے، اور یہ سلسلہ چل رہا ہے، ''إخلاص الأعمال لله تعالى''، ہمارا ہر کام خلوص وللہیت کے ساتھ ہونا چاہئے، دوسری چیز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث پاک میں ارشاد فرمائی: ''ومناصحة ولاة المسلمين'' مسلمانوں کی دینی ذمہ دار کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کرنا، یہ انتہائی اہم بات ہے جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمائی، تیسری چیز حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد فرمائی: ''ولزوم جماعة المسلمين''، مسلمانوں کے دینی جماعت کو لازم پکڑنا، یہ تین باتیں ایسی ہیں کہ جن کے ذریعہ سے ہماری یہ کشتی چل رہی ہے، یہ سلسلہ چل رہا ہے، ہم امید رکھتے ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ یہ سلسلہ چلتا رہے گا اور اللہ کی مدد آتی رہے گی، اور اللہ کے فضل سے انشاء اللہ مسائل، جدید مسائل، نئے پیش آمدہ مسائل حل کرنے کا سلسلہ جاری رہے گا۔

تمت